
ماہنامہ
پیامِ تعلیم
نئی دہلی ۲۵

مکتبہ پیام تعلیم کی

دل چسپ، باتصویر، کتابیں

بتاشے (نظمیں) 7/50

بھیڑیے کا گانا 7/50

کوے کا خواب 8/50

گدھے نے بجائی بانسری 7/50

چالاک بلی 7/50

دُم کٹی لومڑی 7/50

بہادر علی 8 50

شیر اور بکری 9/=

چاند کی بیٹی 8/=

جادو کی ہنڈیا 7 50

جاں نثار دوست 6 -

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

جنوری ۱۹۹۸ جلد ۳۶ شمارہ ۱

فی پرچہ /6 روپے ۔۔ سالانہ /50 روپے
سرکاری اداروں سے ۔۔۔ /75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) /500 روپے

ایڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں سے باتیں

لیجیے نئے سال ۱۹۹۸ء کا پہلا شمارہ حاضر ہے۔ یہ شمارہ جس وقت آپ کے ہاتھ میں ہوگا اس وقت رمضان شریف کا بابرکت مہینا شروع ہو چکا ہوگا۔ "یہ وہ مہینا ہے جس میں قرآن پاک نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے مکمل ہدایت اور واضح تعلیمات پر مشتمل ہے۔" (ترجمہ البقرہ آیت ۸۵)

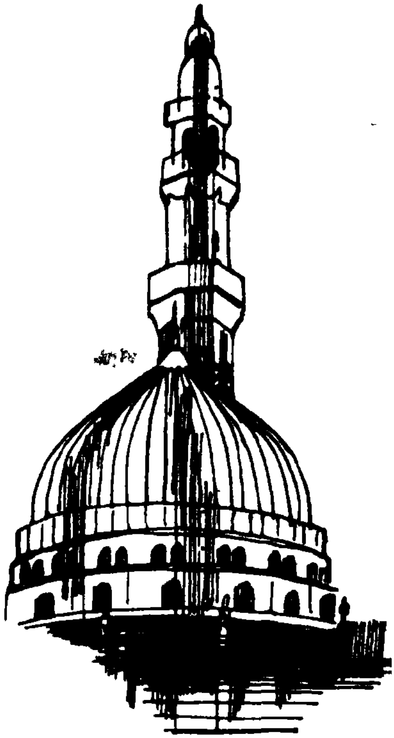
"روزہ اسلام کو اہم رکن ہے، مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کا ذریعہ اور اللہ کی خوشنودی کا راستہ ہے جو شخص ایمان اور احتسابِ نفس کے ساتھ روزہ رکھے اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔" ہمارے پیامیوں کو چاہیے کہ روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی یومِ جمہوریہ اور عید الفطر کی پیشگی مبارک باد قبول کیجیے کہ یہ بھی اسی ماہ میں ہیں۔

اس ماہ میں بھی آپ کے بزرگوں کی تخلیقات شامل ہیں جو دلچسپ بھی ہیں اور معلوماتی بھی۔ آپ کو چاہیے کہ رمضان شریف میں اپنے تمام بزرگوں کی صحت اور سلامتی کے لیے افطار کے وقت دعا کریں، بچوں کی دعا اللہ تعالیٰ بہت جلد قبول کرتے ہیں۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم



روشنی بھی ملی راستہ بھی ملا
آپ آئے تو ہم کو خدا بھی ملا

اچھی باتیں ہمیشہ بتاتے رہے
نیک رستوں پر سب کو چلاتے رہے

لوگ باتیں بناتے اڑاتے رہے
آپ اپنے فرائض نبھاتے رہے

کیسے جیتے ہیں اس کا طریقہ دیا
کیسے مرتے ہیں اس کا سلیقہ دیا

کس طرح اپنے رَب کی عبادت کریں
کیسے مخلوق میں رہ کے خدمت کریں

کون سا کام اچھا ہے کیا ہے بُرا
سب کو تفصیل سے خوب سمجھا دیا

ان کا پیغام تو عام تھا عام ہے
تابشؔ اس پر عمل اب ترا کام ہے

تابشؔ جونپوری

جاگو جگاؤ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک حساس دل بخشا ہے۔ اگر کوئی اس سے مہربانی اور خوش اخلاق سے پیش آئے تو وہ اس کا احسان مند رہتا ہے اور اگر اس کو ناحق برا بھلا کہا جائے یا اس کو ذلیل کیا جائے تو اس کے دل کے شیشے میں بال آجاتا ہے' اس کو چوٹ لگتی ہے اور وہ رہ رہ کر ٹیسیں محسوس کرتا ہے۔

عموماً بڑے آدمی چھوٹے کی' طاقت ور کم زور کی دل آزاری کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جس کی آواز اللہ تعالیٰ سنتا ہے۔ یہ ایک ایسا زخم ہوتا ہے جو بھرتا نہیں۔ تلوار کا زخم بھر سکتا ہے' لیکن دل آزاری کا زخم نہیں بھرتا۔

ہمارے دین میں ظلم اور زیادتی کی پکڑ ہے اور بری نیت کی بھی پکڑ ہے۔ روز حساب دونوں کا احتساب اور سزا ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دل آزاری کرنے سے منع کیا ہے۔ ہماری روایات میں تو یہاں تک ہے کہ مظلوم کی آہ سات آسمانوں کو پار کرجاتی ہے۔

اگر انسان اس بات کو سوچ کہ یہ بھی ہماری طرح کا انسان ہے۔ اس کے جسم میں بھی اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی ہے۔ اس کا جان و مال اور اس کی آبرو بھی محترم ہے تو پھر کسی قسم کی دل آزاری کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم دل آزاری کے بجائے لوگوں کی دل دہی کریں۔ ان کی مشکل میں کام آئیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں ثواب ملے گا۔

دل آزاری سے بچنا تہذیب و شرافت کا بھی تقاضا ہے۔ مہذب آدمی تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ سچا مسلمان بھی وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا محفوظ ہو۔ بہ حیثیت انسان اور بہ حیثیت مسلمان ہمارا فرض ہے کہ ہم لوگوں سے ہمدردی کریں۔ مشکل میں ان کی مدد کریں۔ ان کی راہ سے کانٹے ہٹادیں۔

تمہارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

زندگی اُس کی ہے

مہر وجدانی

زندگی اُس کی ہے جو علم کا شیدائی ہے
علم ہی سے تو زمانے میں بہار آئی ہے

نور بن کر دلِ انساں میں چمکتا ہے علم
جس سے سیراب ہوں کونین وہ دریا ہے علم
آرزو علم، طلب علم، تمنا ہے علم
عزّت و شہرت و دولت کا وسیلہ ہے علم

زندگی اُس کی ہے جو علم کا شیدائی ہے
علم ہی سے تو زمانے میں بہار آئی ہے

علم والوں نے بدل ڈالی ہے دنیا دیکھو
آج ذرّوں پہ ستاروں کا ہے دھوکا دیکھو
علم والوں کا ہواؤں پہ ہے قبضہ دیکھو
چاند کی سطح پہ انسان کا چلنا دیکھو

زندگی اُس کی ہے جو علم کا شیدائی ہے
علم ہی سے تو زمانے میں بہار آئی ہے

علم انسان کو خالق سے ملا دیتا ہے
خاک کے ذرّے کو خورشید بنا دیتا ہے
فرش پر عرش مکینوں کا پتا دیتا ہے
نور کی شمع اندھیروں میں جلا دیتا ہے

زندگی اُس کی ہے جو علم کا شیدائی ہے
علم ہی سے تو زمانے میں بہار آئی ہے

انشا پارے

ابن انشا کی مسکراتی تحریروں سے دو ٹکڑے

رابعہ انصاری

پہاڑ

ان پہاڑوں کو دیکھو۔ بعضوں کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔ کیا باتیں کرتی ہیں؟ یہ کسی نے نہیں سنا۔

پہاڑوں کے اندر کیا ہوتا ہے؟ معلوم نہیں۔ بعض اوقات پہاڑ کو کھودو تو اندر سے چوہا نکلتا ہے۔ بعض اوقات چوہا بھی نہیں نکلتا۔ جس پہاڑ میں سے چوہا نکلے، اسے غنیمت جاننا چاہیے۔

جو لوگ پہاڑوں پر رہتے ہیں ان کو گرم کپڑے تو ضرور بنوانے پڑتے ہیں، لیکن اس کے کئی فائدے بھی ہیں۔ پہاڑوں پر برف جمتی ہے جو ان لوگوں کو مفت مل جاتی ہے، جتنا جی چاہے پانی میں ڈال کر پئیں۔ برف میں رہنے والوں کو ریفریجریٹر بھی نہیں خریدنے پڑتے۔ پیسے بچتے ہیں۔ پہاڑ پتھروں کے بنے ہوتے ہیں۔ پتھر بہت سخت ہوتے ہیں، جس طرح محبوبوں کے دل سخت ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ کبھی کبھی پتھر موم بھی ہو جاتے ہیں۔

جو پہاڑ بہت سربلندی دکھاتے ہیں ان کو کاٹتے ہیں اور کاٹ کر ان کے پتھر سڑکوں پر بچھاتے ہیں۔ لوگ انھیں جوتوں سے پامال کرتے گزرتے ہیں۔ جو پتھر زیادہ ہی سختی دکھائیں وہ چکی میں پستے ہیں۔ سرمہ بن جاتے ہیں۔ سارا پتھرپن بھول جاتے ہیں۔

بھینس

یہ بہت مشہور جانور ہے۔ قد میں عقل سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے۔ چوپایوں میں یہ واحد جانور

ہے جو موسیقی سے ذوق رکھتا ہے۔ اسی لیے لوگ اس کے آگے بین بجاتے ہیں۔ کسی اور جانور کے آگے نہیں بجاتے۔

بھینس دودھ دیتی ہے' لیکن وہ کافی نہیں ہوتا۔ باقی دودھ گوالا' دودھ والا دیتا ہے اور دونوں کے باہمی تعاون سے ہم شہریوں کا کام چلتا ہے۔ تعاون اچھی چیز ہے' لیکن دودھ کو چھان لینا چاہیے تاکہ مینڈک نکل جائیں۔

بھینس کا گھی بھی ہوتا ہے۔ بازار میں ہر جگہ ملتا ہے۔ آلودہ' چربی اور وٹامن سے بھرپور۔ نشانی اس کی یہ ہے کہ پیپے پر بھینس کی تصویر بنی ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل میں نہ جانا چاہیے۔

آج کل بھینسیں انڈے نہیں دیتیں۔ مرزا غالب کے زمانے کی بھینسیں انڈے دیتی تھیں۔ حکیم لوگ پہلے روغن گل بھینس کے انڈے سے نکالا کرتے تھے۔ پھر دوا جتنی ہے کل بھی نکال لیا کرتے تھے۔ بہت سے امراض کے لیے مفید ثابت ہوتی تھی۔

عقل مند عورت

ایک دفعہ سلطان محمود نے ایک ملک پر چڑھائی کی۔ اس ملک کا حکم راں ایک کم عمر لڑکا تھا۔ جب اس لڑکے کی ماں نے محمود کے حملے کی خبر سنی تو اس نے محمود کو مندرجہ ذیل پیغام بھیجا :

"میں نے سنا ہے کہ آپ بہت بڑے بہادر اور منصف ہیں۔ آپ کم زوروں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اب آپ ایک نو عمر' نادان اور کم زور عورت کے ملک پر چڑھ آئے ہیں تو سن لیجیے! اگر آپ نے مجھ پر فتح پائی تو آپ کی فتوحات کے بارے میں لکھا جائے گا کہ محمود نے ایک یتیم بچے کا ملک اس سے چھین لیا ہے۔ اگر آپ نے مجھ سے شکست کھائی تو آپ خود سمجھ لیں کہ دنیا آپ کے متعلق کیا رائے قائم کرے گی۔"

محمود اس عقل مند عورت کا مطلب سمجھ گیا اور حملے کا ارادہ ترک کر دیا۔

مرسلہ : محمد وسیم یوسف

علامہ اقبال کے بزرگ

سلیم فرخی

علامہ اقبال کے بزرگ ہندو برہمن تھے۔ مغلوں کے دور حکومت میں بے شمار صوفیاے کرام باہر سے ہندستان تشریف لائے۔ ۱۴۵۰ء میں اقبال کے ایک بزرگ نے سری نگر میں ایک سید درویش کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام صالح رکھا گیا۔ انھوں نے اس درویش کی تربیت سے خوب فائدہ اٹھایا اور اسلامی' روحانی تعلیم حاصل کی اور بابا صالح کے نام سے مشہور ہوئے۔ بابا صالح سے لے کر علامہ اقبال تک چھے نسلیں گزر چکی تھیں۔

علامہ اقبال کے پر دادا شیخ جمال الدین تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ شیخ عبد الرحمان' شیخ محمد رمضان' شیخ محمد رفیق اور شیخ محمد عبداللہ۔ شیخ محمد رفیق علامہ اقبال کے دادا تھے۔ جنھیں عرف عام میں شیخ رفیقا کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالٰی نے انھیں بارہ بیٹے عطا کیے' لیکن سوائے دو کے سب وفات پا گئے۔ شیخ نور محمد جو علامہ اقبال کے والد تھے' ان کی گیارھویں اولاد تھے۔ ان کے بعد شیخ غلام قادر پیدا ہوئے جو بعد میں محکمہ نہر میں انبالہ میں ملازم ہوئے۔ شیخ رفیق ان ہی سے ملنے گئے تھے کہ اچانک ہیضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔ شیخ غلام قادر کی صرف دو لڑکیاں تھیں جن کی اولادیں آج بھی سیالکوٹ میں آباد ہیں۔

علامہ اقبال کے والد کو بچپن میں "نتھو" کہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شیخ نور محمد سے پہلے ان کے دس بھائی فوت ہو چکے تھے۔ وہ بڑی منتوں کے بعد پیدا ہوئے تھے اور مقامی رواج کے مطابق ان کی ناک چھدوا کر سونے یا چاندی کی نتھ پہنا دی گئی تھی' اس لیے لوگ انھیں نتھو کہہ کر پکارنے لگے۔ شیخ نور محمد کو خاندان میں "میاں جی" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

علامہ اقبال کے والد صاحب نے اپنی گزر بسر کے لیے بچوں کے کرتے بنانا شروع کیے۔ وہ خود بھی عام طور پر ململ کا کرتا پہنتے تھے۔ پاس پڑوس میں ان کے بنائے ہوئے کرتوں کو بہت پسند کیا جاتا تھا۔ بڑی بوڑھیاں اپنے خاندان میں پیدا ہونے والے بچوں کو یہ کرتے پہنانا بڑی

سعادت سمجھتی تھیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ شیخ نور محمد چوں کہ صاحب کرامت صوفی بزرگ ہیں اس لیے ان کے بنائے ہوئے کرتے پہننے والا بچہ قسمت والا ہوگا اور اس کی عمر بھی لمبی ہوگی۔

شیخ نور محمد نے سیالکوٹ میں ایک ڈپٹی وزیر علی بلگرامی کے ہاں کپڑے سینے کی ملازمت کر لی۔ بلگرامی نے انھیں سنگر مشین خرید کر دی جو اس زمانے میں ایک نادر چیز سمجھی جاتی تھی۔ اس ملازمت میں انھیں خاصی بچت ہو جاتی تھی' لیکن علامہ اقبال کی والدہ امام بی بی اس آمدنی کا ایک پیسہ بھی گھر میں خرچ نہ کرتیں۔ ان کا خیال تھا کہ بلگرامی کا پیسہ حلال نہیں تھا۔ شیخ نور محمد نے جب یہ حال دیکھا تو یہ ملازمت چھوڑ کر ٹوپیاں سینے کا کام شروع کیا۔ اس کاروبار نے اتنی ترقی کی کہ انھیں کئی ملازم رکھنے پڑے۔ بعد میں انھوں نے یہ کام اپنے داماد غلام محمد کے حوالے کیا جن کی بے پروائی سے سارا کاروبار ٹھپ ہوگیا۔

علامہ اقبال کی والدہ امام بی بی اپنے خاندان میں "بے جی" کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھیں' لیکن نماز روزے کی بڑی پابند تھیں۔ سارا محلہ ان کے اچھے سلوک سے متاثر تھا۔ دیانت داری کا یہ حال تھا کہ محلے کی اکثر عورتیں ان کے پاس زیورات اور دیگر قیمتی چیزیں بطور امانت رکھتی تھیں۔ محلے یا برادری کے خاندانوں میں خواتین کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جاتا تو "بے جی" کے فیصلے کو متفقہ طور پر قبول کیا جاتا۔ وہ غریب عورتوں کی خفیہ طور پر امداد بھی کرتیں۔ کئی غریب خاندانوں کی بچیاں وہ اپنے گھر لے آئیں تھیں۔ ان کو بڑی محبت سے پالا اور جوان ہونے پر ان کی شادیاں کرا دیں۔

علامہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد تھے [illegible]یں ملازم تھے اور ترقی کرتے کرتے ایک بڑے عہدے (ایس ڈی او) پر فائز ہوئے۔ اس ملازمت کے زمانے میں انھوں نے کفایت سے کام لے کر کافی روپیہ بچایا۔ علامہ اقبال کی اعلا تعلیم کا خرچ بھی انھوں نے ہی برداشت کیا۔ شیخ عطا محمد کے دو لڑکے تھے۔ شیخ اعجاز احمد اور شیخ مختار احمد۔ شیخ اعجاز احمد حکومت پاکستان کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ شیخ عطا محمد کا انتقال ۱۹۴۰ء میں ہوا۔

علامہ اقبال کے والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ اقبال کی پیدائش سے چند روز پہلے میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کہ ایک نہایت خوش نما پرندہ سطح زمین سے تھوڑی بلندی پر اڑ رہا ہے اور بہت سے لوگ اچھل اچھل کر اسے پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں' لیکن وہ کسی

کے پکڑنے میں نہیں آتا۔ میں بھی ان تماشائیوں میں کھڑا تھا اور خواہش مند تھا کہ یہ پرندہ میرے ہی ہاتھ آجائے۔ اچانک وہ خوب صورت پرندہ میری گود میں آگرا۔ میں بہت خوش ہوا اور دوسرے لوگ میرا منہ تکتے رہ گئے۔

یہ شاہین صفت پرندہ اقبال کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔ اقبال کی پیدائش کے بعد شیخ نور محمد کو یقین ہو گیا کہ ان کا یہ بچہ غیر معمولی کارنامہ سرانجام دے کر اپنا نام روشن کرے گا۔ علامہ اقبال کا نام ان کی والدہ نے "محمد اقبال" رکھا۔ اللہ نے اس نیک خاتون کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو دعا سمجھ کر قبول کر لیا۔ نام کا اثر علامہ اقبال کی زندگی پر پورا پورا پڑا۔ لفظ "اقبال" کے معنی خوش قسمتی، خوش بختی، سعادت، خوش حالی، عروج اور قبول کر لینا یا مان لینا ہیں۔

علامہ اقبال کی والدہ ماجدہ کا انتقال ۹ نومبر ۱۹۱۴ء کو ۸۷ سال کی عمر میں ہوا اور والد محترم ۱۷ اگست ۱۹۳۰ء کو انتقال فرما گئے۔ علامہ اقبال کی والدہ ان سے بہت پیار کرتی تھیں۔ علامہ بھی ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جب آپ یورپ میں تعلیم کی غرض سے تشریف لے گئے تو وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر ان کی خیریت سے وطن واپس لوٹنے کی دعائیں مانگتی رہتی تھیں اور ان کے خط کا بڑی بے تابی سے انتظار کرتیں۔ علامہ اقبال نے اپنی شخصیت پر والدہ کے اثرات کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ گرمیوں میں جب عدالتیں بند ہوتیں تو وہ ان سے ملنے کے لیے سیالکوٹ تشریف لے جاتے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں سیالکوٹ جاتا تھا تو والدہ خوش ہو کر فرماتیں :

"میرا بالی آگیا۔" اس وقت میں ان کے سامنے اپنے آپ کو ایک ننھا منا بچہ محسوس کرنے لگتا۔

والد کی آخری بیماری میں ایک دن علامہ اقبال نے باتوں باتوں میں ان سے پوچھا :

"والد بزرگوار! میں نے آپ سے اسلام کی خدمت کا جو عہد کیا تھا وہ پورا کیا یا نہیں؟"

باپ نے بستر مرگ پر شہادت دی :

"جان من! تم نے میری محنت کا معاوضہ ادا کر دیا۔"

روشن چہرے

اطہر رضا اجنبی

"کیا ہوا شکیل بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟ اسکول میں کیا پھر کوئی بات ہو گئی ہے؟"

شکیل کو روتا دیکھ کر اس کی امّی نے پوچھا تو وہ اور زور زور سے رونے لگا۔

"ارے نہیں بیٹے! روتے نہیں ہیں۔ امّی کو نہیں بتاؤ گے کہ کیا بات ہے؟"

"امّی! اس منیر نے مجھے آج پھر "کالا توا" کہا ہے' سب لوگ مجھے ہی کہتے ہیں' چھیڑتے ہیں مجھے۔ کوئی کالا توا کہتا ہے تو کوئی کالا کوّا۔ آخر کیوں امّی کیوں؟"

یہ کہہ کر شکیل پھر رونے لگا تو امّی نے اسے سینے سے لگا لیا' ایک لمحے کے لیے ان کے دل پر بھی چوٹ سی لگی تھی۔ انھیں بڑا دکھ ہوتا تھا جب کوئی ان کے بیٹے کو اس قسم کے ناموں سے پکارتا۔ بے چارہ شکیل بچپن سے ہی کالا تھا اور ایک دفعہ جل بھی گیا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کا چہرہ ایک طرف سے جھلس گیا تھا۔ انھوں نے شکیل کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرکراسے سمجھاتے ہوئے کہا :

"دیکھو شکیل بیٹے! اگر کوئی تمھیں کالا توا یا کچھ اور کہتا ہے تو اسے کہنے دو۔ کالا ہونا اچھی بات ہے اور ویسے بھی دنیا میں بہت کم لوگ کالے ہیں۔ گورے تو بہت مل جاتے ہیں لیکن کالے مشکل ہی سے نظر آتے ہیں۔ تم نے پڑھا ہی ہوگا کہ حضرت بلال حبشیؓ بھی کالے تھے اور کیا تم نے وہ نہیں سنا کہ کالے اللہ میاں کے پیارے۔"

"جی سنا ہے۔" شکیل نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر روتے کیوں ہو؟ تمھیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تم اللہ میاں کے پیارے ہو۔ اپنی امّی کی یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ ہر حالت میں اللہ کا شکر ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اگر کالے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔"

"ٹھیک ہے امّی!" شکیل نے جواب دیا۔

شکیل' ریحانہ بیگم کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ریحانہ بیگم کے شوہر ایک حادثے میں انتقال کر

تھے۔ ریحانہ بیگم کپڑے سی کر اور بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر شکیل کو پال اور پڑھا رہی تھیں۔ وہ شکیل کے بڑے آدمی بننے کے لیے دعائیں کیا کرتیں۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ شکیل کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو جائے' اسی لیے ہر وقت اس کی دل جوئی کرتی رہتیں۔

ایک دن شکیل کی امی اسے لینے اسکول چلی گئیں۔ چھٹی ہوئی تو سب لڑکے باہر نکلنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد شکیل بھی باہر آگیا۔ اس کے پیچھے ہی منیر بھی تھا' اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا جو اس نے شکیل کو مارنا چاہا' مگر اس کے بجائے وہ شکیل کی امی کے لگ گیا۔ شکیل کو بڑا غصہ آیا۔ وہ منیر کو مارنے کے لیے دوڑا' مگر امی نے اسے روک لیا اور گھر لے آئیں۔

"امی آپ نے مجھے کیوں روکا تھا؟"

"اس لیے کہ لڑائی جھگڑے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔" امی نے جواب دیا۔

"مگر اس نے آپ کو پتھر مارا تھا اور میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"خبردار شکیل! اگر تم نے کوئی جھگڑا کیا تو میں تم سے ناراض ہو جاؤں گی۔"

جلد ہی رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ شکیل نے اس بار تمام روزے رکھے۔ رمضان میں ہی ان کے ششماہی امتحانات شروع ہو گئے تھے۔ لہٰذا وہ خوب اچھی طرح تیاری کر رہا تھا۔ نمازوں کے اوقات میں نمازیں پڑھتا۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتا اور پھر امتحان کی تیاری کرنے بیٹھ جاتا۔ چاند رات والے دن نتیجہ آیا تو شکیل اول آیا۔ امی نے اسے ڈھیروں پیار کیا اور پھر اچانک ایک سوال کر بیٹھیں :

"بیٹے وہ منیر کا کیا ہوا؟ پاس ہو گیا وہ؟"

"منیر' امی اس نے تو امتحان ہی نہیں دیا۔"

"کیوں؟" امی نے حیرت سے پوچھا۔

"امی وہ دسویں روزے والے دن اس کی امی پھلکیاں تل رہی تھیں' منیر پاس کھڑا ہوا تھا' اچانک تیل اچھل کر اس کے اوپر گر گیا اور اس کا چہرہ جل گیا۔ اس وجہ سے نہ تو وہ اسکول آیا اور نہ اس نے امتحان دیا۔"

"بیٹے! تم نے مجھے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی؟"

"کیوں؟ امی اگر میں پہلے آپ کو بتا دیتا تو آپ کیا کرتیں؟"
"میں اسے دیکھنے اس کے گھر جاتی۔" امی نے کہا۔
"کیا امی! آپ منیر کو دیکھنے اس کے گھر جاتیں؟" شکیل نے حیرانگی سے کہا۔
"ہاں تم کیوں حیران ہو رہے ہو' تم گئے تھے اسے دیکھنے؟"
"وہ امی ... وہ ..."
"اس کا مطلب ہے کہ تم منیر کی عیادت کو نہیں گئے۔"
"نہیں امی!"
"اور تمھاری کلاس کے دوسرے لڑکے گئے تھے یا نہیں؟"
"جی وہ سر احسن کے ساتھ اسے دیکھنے گئے تھے۔" شکیل نے سر جھکائے ہوئے کہا۔
"کتنی بری بات ہے شکیل! تمھارا ہم جماعت جل گیا اور پوری کلاس استاد کے ساتھ دیکھنے اسے گئی' مگر تم نہیں گئے۔ میں پوچھتی ہوں کیوں؟"
"بس وہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اس نے آپ کو پتھر مارا تھا اور میں اب کبھی اس سے بات نہیں کروں گا۔"
"بہت بُری بات ہے شکیل! رمضان کا پورا مہینہ تم نے روزے رکھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کی اور نمازیں بھی پڑھیں' مگر اپنے ساتھی کے جل جانے پر تم اسے دیکھنے نہیں گئے بلکہ اپنے دل میں اس کے لیے نفرت بھرے ہوئے ہو۔ مجھے افسوس ہے شکیل کہ روزے رکھنے اور نمازیں پڑھنے کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔"
"یہ کیا کہہ رہی ہیں امی آپ۔"
"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں' تمھیں معلوم ہے کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی فرض ہوتے ہیں۔ اللہ اپنے حقوق تو معاف کر سکتا ہے' مگر اس کے کسی بندے کے ساتھ زیادتی ہو اسے وہ معاف نہیں کرے گا' سن رہے ہو تم!"
"جی امی!" شکیل نے مختصر جواب دیا۔
"تو پھر آج شام کو منیر کے گھر جا کر اسے تسلی دینا' میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔"
رات کو شکیل اپنی امی کے ساتھ منیر کے گھر پہنچ گیا' انھیں منیر کی امی نے اندر بٹھایا تو

شکیل کی امی بولیں۔

"بہن! مجھے تو آج ہی معلوم ہوا آپ کے بیٹے کے بارے میں' اب کیسا ہے وہ؟"

"بہن! ٹھیک ہی ہے۔ ہر وقت گھر میں پڑا رہتا ہے۔ اسکول بھی نہیں جاتا۔ کہتا ہے کہ لڑکے میرا مذاق اڑائیں گے۔ کبھی رونے لگتا ہے کہ وہ دوسروں کو تنگ کیا کرتا تھا' اسی لیے اللہ نے اسے سزا دی۔ یہ کہتے ہوئے منیر کی امی روہانسی ہو گئیں۔

"یہ تو سب اللہ کی مرضی اور اس کے کام ہیں۔" شکیل کی امی نے انھیں تسلی دی۔

"آنٹی! منیر کو بتا دیجئے کہ شکیل اور اس کی امی آئی ہیں۔" شکیل نے کہا تو منیر کی امی بولیں :

"بیٹے! وہ برابر والے کمرے میں ہے تم خود ہی جا کر مل لو اس سے۔ پتا نہیں وہ ملنا بھی چاہے یا نہیں۔" یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگیں۔

"آپ فکر نہ کیجیے آنٹی' مجھ سے وہ ضرور ملے گا۔" یہ کہہ کر وہ منیر کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ منیر اس وقت لیٹا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اچانک شکیل کو دیکھ کر اس نے اپنا منہ چھپا لیا اور بولا :

"کیوں آئے ہو تم یہاں؟ میرا مذاق اڑانے؟ ہاں اڑاؤ مذاق' میں بھی تو تمھیں تنگ کیا کرتا تھا۔ نہ جانے کیا کیا کہتا تمھیں۔"

"نہیں منیر' میں تمھارا مذاق اڑانے نہیں آیا ہوں۔ تم تو میرے بھائی ہو' میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

شکیل کی یہ بات سن کر منیر کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا :

"کیا معافی! اور تم مجھ سے مانگ رہے ہو' مگر کیوں؟"

"اس لیے کہ میں اتنے دن بعد تمھیں دیکھنے آیا ہوں جب کہ سر احسن کے ساتھ دوسرے لڑکے تمھیں دیکھنے دوسرے دن ہی آ گئے تھے۔ اصل میں' میں غصے میں تھا۔ تمھارا پھینکا ہوا پتھر میری امی کے لگ گیا تھا' مگر امی نے ہی مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے اور خود بھی یہاں آئی ہوئی ہیں۔"

شکیل کے اس رویے پر منیر بہت حیران ہو رہا تھا۔ پھر اچانک اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے شکیل کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا :

"معافی تو میں تم سے مانگتا ہوں' شکیل اللہ کے واسطے مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو شکیل! مجھے معاف کر دو۔"

"یہ کیا کر رہے ہو منیر! میں تو یہاں آنے سے پہلے ہی تمام رنجشیں بھلا چکا ہوں۔"

"تو پھر میرے دوست! میرے دل میں بھی اب کوئی رنجش نہیں ہے۔"

"یہ بات ہے تو پھر گلے لگو۔" شکیل نے یہ کہا اور دونوں دوست بغل گیر ہو گئے۔

"اب یہ بتاؤ کہ اسکول کب سے آرہے ہو؟"

شکیل کے اس سوال کے جواب میں منیر خاموش رہا اور آئینے میں اپنا جلا ہوا چہرہ دیکھنے لگا۔ شکیل سمجھ گیا کہ وہ خاموش کیوں ہے۔ آخر وہ خود ہی بولا :

"فکر نہ کرو منیر! نہ میں نے اپنے کالے ہونے کی کوئی پروا کی اور نہ تم کرنا۔ رنگ سے کیا ہوتا ہے' دل اچھا ہونا چاہیے۔ اخلاق اور علم سے انسان میں کشش پیدا ہوتی ہے۔"

دونوں کے جھلسے ہوئے چہرے محبت اور امید سے روشن ہو گئے۔

دوست کی خبر

ایک مرتبہ ایک شخص اپنے ایک دوست کے پاس گیا اور جا کر کہا کہ میرے ذمے چار سو درہم قرض ہو گیا ہے۔ تجھ سے مدد چاہنے آیا ہوں۔

دوست نے فوراً چار سو درہم اسے دے دیے۔ جب وہ چلا گیا تو اس نے رونا شروع کر دیا۔ بیوی کو خیال ہوا کہ شاید مال کے جانے کا صدمہ ہوا۔ وہ کہنے لگی "اگر اتنی پریشانی تھی تو دینے ہی کی کیا ضرورت تھی؟

وہ کہنے لگا' میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ تعلقات کے باوجود اس کے حال کی خود خبر کیوں نہ رکھی۔ اس کو مجھ سے مانگنے کی نوبت ہی کیوں آئی۔

محمد صدیق الحسن' احمد پور

سدا بہار قصے

انتخاب: عصمت علی پٹیل

اسم اعظم

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے لوگوں نے پوچھا "آپ کو اسم اعظم یاد ہے' بتائیے وہ کیا ہے؟"

آپ نے جواب دیا : "ہاں یاد ہے۔ معدے کو لقمۂ حرام سے پاک رکھو اور دل کو دنیا کی ہوس سے خالی کر لو' اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو جس نام سے پکارو گے یا یاد کرو گے وہی اسم اعظم ہے۔"

علم والا

حضرت عمر بن عبد العزیز بنی اُمیّہ میں سے تھے۔ بڑے متقی' عادل اور نیک انسان تھے۔ جب آپ نے خلافت سنبھالی تو آپ کو مبارک باد دینے کے لیے ہر طرف سے لوگ آنے لگے۔ حجاز والوں کے وفد میں ایک چھوٹا لڑکا بھی تھا' جس کی عمر تقریباً گیارہ سال تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس سے فرمایا :

"تو واپس چلا جا اور جو زیادہ عمر والا ہو اسے آگے بھیج۔"

لڑکے نے عرض کی :

"امیر المومنین! آدمی اپنی دو سب سے چھوٹی چیزوں کی وجہ سے آدمی کہلاتا ہے۔ ایک چیز اس کا دل ہے اور دوسری اس کی زبان۔ پس جب اللہ اپنے کسی بندے کو بولنے والی زبان اور یاد رکھنے والا دل عطا فرمائے تو وہ بندہ گفت گو کا مستحق ہو جاتا ہے۔"

"اے امیر المومنین! اگر فضیلت عمر کی وجہ سے ہوتی تو قوم میں ایسے بھی لوگ ہیں جو آپ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز اس بچے کی باتوں پر حیران ہوئے اور کہا :

"علم ضرور حاصل کرنا چاہیے، کیوں کہ علم والا جاہل جیسا نہیں ہوتا۔"

بے صبری نے مارا

ایک مرتبہ شیخ سعدیؒ شیرازیؒ چند دوستوں کے ساتھ پیدل سفر کر رہے تھے کہ ایک نخلستان آگیا جہاں کھجور کے درخت لگے تھے۔ بھوک تو سب کو تھی، مگر درخت پر چڑھنا کوئی نہ جانتا تھا۔

مجبور ہو کر بیٹھ گئے کہ مالی آجائے تو اس سے کھجوریں مول لے لیں۔ پھر بھی ان کے ایک ساتھی سے رہا نہ گیا اور وہ جیسے تیسے درخت پر چڑھ ہی گیا، مگر مشق نہ ہونے کی وجہ سے پاؤں ٹھیک طرح سے جما نہ سکا اور سر کے بل گرا اور گرتے ہی مرگیا۔ سب کے سب رنج و افسوس کرنے لگے۔ اتنے میں مالی بھی آن پہنچا۔ اس نے پوچھا :

"اس نوجوان کو کس نے مارا ہے؟"

شیخ سعدیؒ بولے : "اور تو کسی نے نہیں مارا، بے چارے کی بے صبری نے اس کو مار دیا۔"

پھل دار درخت

بیرم خاں مغل بادشاہ اکبر کا سپہ سالار اور استاد تھا۔ یہ شخص جس قدر عالی مرتبہ اور بہادر تھا، اسی قدر رحم دل اور سخی بھی تھا۔ ایک دن بیرم خاں گھوڑے پر سوار بڑی شان سے کہیں جارہا تھا کہ ایک شخص نے اسے تاک کر ایک پتھر مارا۔ بیرم خاں نے گھوڑے کو روک لیا اور ملازم کو حکم دیا کہ اس شخص کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دے دی جائے۔

ملازم نے اشرفیوں کی ایک تھیلی اس شخص کو دے دی۔ وہ شخص چلا گیا تو ملازم نے حیران ہو کر عرض کی :

"حضرت! اس شخص نے گستاخی کی، اسے سزا دینے کے بجائے انعام سے نوازا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟"

بیرم خاں نے مسکرا کر جواب دیا :

"پھل دار درخت کو لوگ پتھر مارتے ہیں تو درخت انھیں پھل دیتا ہے نہ کہ سزا۔"

بے مثال عمارت

محمود غزنوی نے اپنی جوانی میں ایک سر سبز و شاداب باغ لگوایا اور اس باغ میں ایک شاندار اور خوب صورت عمارت تعمیر کرائی۔ باغ اور عمارت مکمل ہو گئے تو ایک جشن میں محمود غزنوی نے اپنے باپ ناصر الدین سبکتگین اور حکومت کے دوسرے معزز ارکان کو باغ دیکھنے کی دعوت دی۔ سبکتگین نے باغ اور عمارت دیکھ کر کہا:

"محمود! اگرچہ باغ اور عمارت خوب صورت ہیں لیکن ایسی چیزیں تو تمھارے ملازم بھی بنا سکتے ہیں۔ تمھارے منصب کا تقاضا ہے کہ تم ایسی عمارت کی بنیاد ڈالو جس کی مثال پیدا نہ کی جا سکے۔"

محمود نے ادب سے پوچھا "آپ کون سی عمارت کی بات کر رہے ہیں؟"

سبکتگین نے جواب دیا "وہ عمارت اہل علم کے دل ہیں۔ اگر تم ان کے دلوں کی زمین میں اپنی محبت اور احسان کے بیج بوؤ گے تو وہ پھل دیں گے اور یہ پھل ایسے ہوں گے جنھیں چکھنے سے تمھیں سعادت کی لذت ملے گی اور تمھارا نام تاریخ میں ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جائے گا۔

با ادب با مراد

ایک دن مامون رشید کی والدہ نے اس کے استاد کو کہلا بھیجا کہ شہزادہ گھر میں شرارت کرتا ہے۔ اسے سزا دینی چاہیے۔

استاد نے شہزادے کے منہ پر دو چار طمانچے لگا کر کان پکڑوا دیے جس سے مامون کو اتنی تکلیف ہوئی کہ بے اختیار آنسو نکل آئے۔ وہ کان پکڑے ہوئے کھڑا تھا کہ کسی نے آکر استاد سے کہا:

"جعفر برمکی وزیر سلطنت شہزادے کو دیکھنے کی اجازت چاہتے ہیں۔"

استاد نے مامون سے کہا "کان چھوڑ دو اور سنبھل کر بیٹھو۔"

شہزادے کا چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا مگر وہ جھٹ رومال سے منہ پونچھ کر اپنی جگہ آرام سے بیٹھ گیا۔ وزیر کے جانے تک برابر اسی طرح بیٹھا رہا کہ پتا ہی نہیں چلتا تھا اس کی پٹائی ہوئی ہے۔

وزیر کے جانے کے بعد استاد نے شہزادے سے کہا:

"اگرچہ میں نے یہ سب تمھاری بھلائی کی خاطر کیا تھا مگر تم نے اچھا کیا کہ وزیر سے شکایت نہ کی۔"

شہزادے نے کہا "جناب جو شاگرد استاد کی شکایت کرتا ہے وہ مراد کو نہیں پہنچ سکتا۔ میں آپ کی شکایت کر کے خود کیوں بے نصیب بنتا۔" ●

جناب فیض لودھیانوی مرحوم

طالب علم کی دعا

میرے کریم جھک کے بڑی عاجزی کے ساتھ
تیرے کرم کے سامنے پھیلا رہا ہوں ہاتھ

ناکامیوں کا غم نہ سہے میری زندگی
ہر طرح کامیاب رہے میری زندگی

وہ شوق دے کہ قوم کے کچھ کام آسکوں
ہر دل عزیز بن کے بڑا نام پا سکوں

پڑھ لوں جو علم اس پہ بھی عمل ہو اے خدا
ہر وقت تیری یاد رہے دل کی رہنما

آمادہ ہو کبھی نہ طبیعت گناہ پر
سیدھا چلوں ہمیشہ ہدایت کی راہ پر

دنیا میں بے کسوں کی محبت کا دم بھروں
ہمدرد بن کے ان کی مصیبت کو کم کروں

توفیق دے کہ خلق کی خدمت کروں سدا
مردانہ وار حق کی حمایت کروں سدا

پروردگار جوش میں لا اپنی رحمتیں
کر دے جہاں سے دور غریبی کی لعنتیں

میرا وطن چمن کی طرح شادماں رہے
تا حشر اس میں عدل کا سکّہ رواں رہے

پہنچاؤں فیض اپنے پرائے کو عمر بھر
یا رب یہ مختصر سی دعا ہے قبول کر

غذا کیسے ہضم ہوتی ہے؟

حکیم محمد ابراہیم شاہ

ہمارے جسم کے لیے غذا اتنی ہی ضروری ہے جتنا کسی مشین کو چلانے کے لیے تیل اور پٹرول۔ غذا ہمارے جسم کو توانائی فراہم کرتی ہے۔ غذا کے ہضم ہونے کا عمل اگر درست ہو گا تو ہمارا جسم تن درست رہے گا۔ جب ہم گوشت، روٹی اور دوسری غذائی اشیا چباتے ہیں تو ہماری غذا باریک ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ نظام ہضم میں غذا درجہ بدرجہ مختلف مراحل سے گزرتی ہے اور اس پر ہاضمے کو تکمیل تک پہنچانے والے مختلف مادے اپنا عمل کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم خامرے ہیں جو آنتوں کی دیواروں سے خارج ہوتے ہیں۔ ان کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ ان کی حیثیت ابھی تک بہت پُر اسرار ہے۔ ان کے متعلق ابھی تک یہی معلوم کیا جاسکا ہے کہ غذا کو ہضم کرنے والے یہ کیمیائی سیال مادے معدے اور آنتوں کے خلیات سے خارج ہوتے ہیں اور یہ اپنے کیمیائی اثر سے غذا کے پیچیدہ سالمات کو توڑ کر سادہ سالمات میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

غذا کے ہضم ہونے کے عمل کا آغاز دراصل اس وقت شروع ہو جاتا ہے جب ہم غذا چباتے ہیں۔ ہمارے منہ کے اندر لعاب دہن میں ایک خامرہ پایا جاتا ہے، اس خامرے کو نشستی خامرہ یا لعابین کہا جاتا ہے۔ جب ہم غذا چباتے ہیں تو یہ خامرہ ہماری غذا میں موجود نشاستے کو نسبتاً سادہ شکر میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کا تجربہ بہت آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ آپ روٹی کا ٹکڑا چبائیں، جب وہ بالکل گودے جیسا بن جائے گا تو آپ کو شکر کا ہلکا ہلکا مزہ محسوس ہو گا۔

منہ میں چبائی ہوئی اور جزوی طور پر ہضم شدہ غذا عضلی قوت کے ذریعے سے معدے میں پہنچا دی جاتی ہے۔ غذا کے معدے میں پہنچنے کا تعلق کشش ثقل سے نہیں ہے۔ اس کا بھی تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ سر کے بل کھڑے ہو جائیں اور روٹی کا ٹکڑا چبائیں۔ جب آپ اس کو گودے میں تبدیل کر کے حلق میں نگلیں گے تو یہ خود بخود معدے میں پہنچ جائے گا، کیونکہ یہ

تجربہ ایسے وقت نہ کیجیے جب پیٹ خوب بھرا ہوا ہو۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غذا جب معدے میں پہنچتی ہے تو اس پر کششِ ثقل قطعی اثر انداز نہیں ہوتی۔ غذا کو خواہ معدے میں جانے کے لیے نیچے کی جانب جانا پڑے یا اوپر کی جانب' بہر صورت یہ معدے میں ضرور پہنچتی ہے خواہ اسے کششِ ثقل کی قوت کے خلاف سمت میں چلنا پڑے۔

ہمارے معدے میں خامرے پیدا کرنے والے غدود کی تعداد پینتیس ملین یعنی تین کروڑ پچاس لاکھ ہوتی ہے۔ جب غذا معدے میں پہنچتی ہے تو خامروں کا آمیزہ اس غذا میں شامل ہونے کے لیے تیار رہتا ہے۔ جوں ہی یہ غذا معدے میں داخل ہوتی ہے' غذا میں مختلف خامرے' لعاب دار مادے اور نمک کا تیزاب شامل ہو کر اپنا عمل شروع کر دیتے ہیں۔

نمک کے تیزاب کا یہ محلول اس قدر طاقت ور ہوتا ہے کہ قالین پر اگر اس تیزاب کی اتنی مقدار ڈال دی جائے جتنا یہ ایک وقت میں غذا پر گرتا ہے تو قالین میں سوراخ ہو جائے۔ اٹھارھویں صدی میں ایک فرانسیسی سائنس داں رین ریمور اور اطالوی ماہر حیاتیات لانذر اسپلانزنی نے معدے سے نکالے ہوئے گوشت کے ٹکڑوں پر معدی رطوبات کے طاقت ور اثر کا مظاہرہ کیا۔ ریمور نے جانوروں اور پرندوں کو چھوٹی نلیوں میں گوشت کھلا دیا جب کہ اسپلانزنی نے گوشت سے بھری ہوئی مسام دار نلکیوں میں ایک سرے پر دھاگا باندھ کر ان نلکیوں کو نگل لیا اور کچھ وقفے کے بعد اپنے معدے سے یہ دیکھنے کے لیے ان نلکیوں کو باہر نکال لیا کہ ان پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

دونوں سائنس دانوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ غذا ہضم ہونے کا عمل کیمیائی مادوں کے اثرات کے باعث ہوتا ہے۔

الیکسس مارٹن ایک شکاری تھا۔ اس کو مشی گن جھیل کے کنارے پر شکار کے دوران ایک حادثہ پیش آگیا اور گولی سے اس کے معدے میں زخم ہو گیا۔ اس کو امریکی فوج کے ایک سرجن ولیم بیومونٹ کے زیرِ علاج رکھا گیا۔ نوجوان ڈاکٹر کی نگرانی میں مارٹن تیزی سے صحت یاب ہو گیا' لیکن اس کے معدے میں سوراخ دار زخم بن گیا تھا جو کسی بھی طرح بند نہیں ہو رہا تھا۔ اس طرح بیومونٹ کو ایک زندہ اور جیتی جاگتی لیبارٹری مل گئی جس میں وہ غذا پر ہونے والے عمل ہضم کا مشاہدہ کسی آلے یا مشین کے بغیر خالی آنکھ سے کر سکتا تھا۔ اس مشاہدے کو

وہ انسان کی معلومات کے لیے تحریر کرتا گیا اور اس طرح اس نے معدے میں ہضم کے عمل سے متعلق دنیا کو نہایت گراں قدر معلومات فراہم کیں۔

غذا معدے سے نکل کر چھوٹی آنت میں چلی جاتی ہے۔ چھوٹی آنت پودوں میں ڈالنے والی ربر کی ٹیوب کی طرح ہوتی ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً چھ میٹر ہوتی ہے۔ چھوٹی آنت کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ کوئی ۲۵ سینٹی میٹر لمبا ہے۔ اسے اثناء عشری آنت کہا جاتا ہے۔ دوسرا حصہ اثناء عشری سے زیادہ طویل ہوتا ہے، صائم کہلاتا ہے اور بقیہ تیسرا حصہ لفائفی کہلاتا ہے۔ آنت کا یہ آخری حصہ آنت کے باقی حصے کی بہ نسبت تنگ ہوتا ہے۔ چھوٹی آنت میں بحیثیت مجموعی ہضم کا عمل مکمل ہو جاتا ہے اور غذا آنتوں کی دیواروں میں موجود رگوں کے ذریعے سے جذب ہو جاتی ہے۔ ہضم کے عمل میں مدد دینے والے خامروں میں سب سے زیادہ اہمیت بانقراس یا لبلبہ کے خامروں کی ہے۔ یہ خامرے بانقراس سے آنے والی ایک نالی سے ہو کر چھوٹی آنت کے ابتدائی حصے میں پہنچتے ہیں۔

جب غذا چھوٹی آنت سے نکلتی ہے تو تمام غذائی اجزا جذب ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ پانی بھی جذب ہو جاتا ہے جو غذا کے ساتھ استعمال کیا گیا تھا یا غذا میں پہلے سے موجود تھا۔ غذائی اجزا اور پانی جذب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چھوٹی آنت مستقل حرکت میں رہتی ہے۔ یہ غذا کو دباتی ہے، چھوڑتی ہے، بار بار پھیلتی اور سکڑتی ہے اور اس طرح تمام غذا کو عضلاتی حرکت کے ذریعے سے اچھی طرح ملا دیتی ہے۔ آنتوں کی اس مستقل عضلاتی حرکت کو "حرکت دودیہ" یعنی رینگنے والے کیڑوں جیسی حرکت کہا جاتا ہے۔ آنتوں کی اسی حرکت سے غذا جذب ہونے کے قابل بنتی ہے اور آنت میں آگے بڑھتی ہے۔

آنتوں کے بقیہ پانچ فیٹ لمبے حصے میں جسے بڑی آنت کہا جاتا ہے، پانی اس وقت تک جذب ہوتا رہتا ہے جب تک فضلہ چپک دار ٹھوس ملوے میں تبدیل نہیں ہو جاتا ہے۔ جب غذا چھوٹی آنت سے نکل کر بڑی آنت میں داخل ہوتی ہے تو اس وقت وہ تقریباً فضلے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ بڑی آنت میں باقی تمام پانی بھی جو اس فضلہ نما ملوے میں موجود ہوتا ہے، جذب ہو جاتا ہے۔ ایک تن درست شخص میں یہ فضلہ با آسانی خارج ہو سکتا ہے، لیکن یہ اس وقت اتنا نرم نہیں ہوتا کہ اس کے اخراج کی تحریک پیدا ہو جس وقت آنتوں کے زیریں حصے

سے غذا گزرتی ہوئی فضلے کی شکل میں آخری حصے تک پہنچتی ہے۔ اس دوران بے شمار بیکٹیریا پیدا ہوتے ہیں۔ ان بیکٹیریا میں حیاتین تیار کرنے والے اور ہماری صحت برقرار رکھنے والے بیکٹیریا بھی شامل ہوتے ہیں۔ فضلے میں ایک تہائی حصہ دراصل بیکٹیریا پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کو فراغت کی ضرورت باقاعدگی سے محسوس ہو اور آپ روزانہ صبح مقررہ وقت پر حاجتِ ضروریہ سے فارغ ہو جائیں۔ اگر آپ کو اس قسم کی عادت ہے تو یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ یہی باقاعدگی ہو۔ اگر آپ باقاعدگی سے فارغ نہیں ہوتے ہیں اور کوئی مخصوص وقت مقرر نہیں ہے تو آپ اس عمل میں کوئی مداخلت نہ کریں اور جسم کو اپنا کام اس کے اپنے انداز میں کرنے دیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب معدے اور آنتوں میں اس قدر طاقت ور تیزاب نمک اور ہاضمی رطوبات اور خامرے ہوتے ہیں تو معدہ اور آنتیں خود کیوں نہیں ہضم ہو جاتیں؟ جو خامرے معدے اور آنتوں میں موجود غذا پر یکے بعد دیگرے عمل کرتے ہیں وہ اس معدے اور آنتوں کو نقصان نہیں پہنچاتے اور ان میں ایک مخصوص کیمیائی ماحول ہوتا ہے۔

زخم معدہ یا السر ایسی صورت ہے کہ جس میں حفاظتی ساخت متاثر ہو جاتی ہے۔ جب اس جگہ بہت زیادہ ہاضم رطوبات خارج ہوتی ہیں تو وہاں کی غشائے مخاطی زخمی ہو جاتی ہے اور وہ اس قابل نہیں رہتی ہے کہ خود کو ان ہاضم رطوبتوں سے محفوظ رکھ سکے۔ جب ایسی صورت حال پیش آتی ہے تو پھر اعضائے ہضم خود بھی ہضم ہونے لگتے ہیں۔ یہ صورت حال بہت خوف ناک ہوتی ہے اور اگر احتیاط نہ کی جائے تو ان اعضا سے خون بھی بہنا شروع ہو جاتا ہے جو خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

آنتیں غذا کے انجذاب کے عمل کو سست کر سکتی ہیں۔ چنانچہ کاہل اور موٹے افراد میں غذا کے انجذاب کا عمل ان کی بسیار خوری کے باوجود بہت سست رفتاری سے ہوتا ہے۔ بعض اوقات موٹے افراد میں ان کی غذائی اور جسمانی ضروریات کے مقابلے میں غذا کا انجذاب بعض عوامل کی بنا پر بہت آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک عامل آنتوں کے کیڑے ہیں۔ کدو دانے یا چپٹے آنتوں میں پرورش پاتے ہیں اور ان کی خوراک انسانی غذا ہوتی ہے۔ ایسا شخص جس کی آنتوں میں کیڑے ہوں، جتنی بھی غذا کھائے گا وہ سب آنتوں کے کیڑے چٹ کر جائیں گے اور اس شخص کا وزن کم ہوتا جائے گا۔ جب یہ کیڑے بہت زیادہ پھیل جاتے ہیں تو انھیں ہلاک کرنے کے لیے دوائیں استعمال کی جاتی ہیں جو آنتوں سے خارج کر دیتی ہیں۔ یہ بات ہوشیار رکھیں کہ جسم کی صحت کا انحصار نظام ہضم کی درست کارکردگی پر ہے۔ ●

نصرت ظہیر
4/15 بھوگل پور کالونی
نئی دہلی ۱۱

تکیہ کلام

تکیہ کلام، جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے اس تکیہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کلام کیا جا سکے یا جس سے کلام میں مدد ملتی ہو۔

اسپتالوں میں دیکھا گیا ہے کہ کئی مریض چپ چاپ پڑے پڑے جب بہت بور ہو جاتے ہیں تو بستر پر لیٹے لیٹے تکیہ پر کہنی ٹکا کر یا بیٹھنے کے بعد تکیہ کو گود میں رکھ دوسرے مریضوں سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اسے بھی آپ تکیہ کلام کہہ سکتے ہیں لیکن عام طور پر تکیہ کلام سے وہ لفظ مراد لیے جاتے ہیں جو بات چیت میں بار بار استعمال ہوتے ہیں مگر جن کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ وہ آپ کے پورے جملے معنی بخشتے ہیں مگر خود بے معنی رہتے ہیں۔ عمارتیں بنانے والے اس مزدور کی طرح جو دوسروں کے لیے گھر بناتا ہے مگر خود بے گھر رہ جاتا ہے

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جس کا اپنا کوئی تکیہ کلام نہ ہو۔ ضروری نہیں یہ لفظ کی ہی صورت میں ہو۔ تکیہ کلام کی جسمانی شکلیں بھی ہوتی ہیں بعض لوگ جب گفتگو کرتے ہیں تو ان کا پورا جسم آگے پیچھے، یا پھر دائیں بائیں ایک مخصوص فریکوئنسی میں ہلتا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اگر کوئی کندھے سے پکڑ کر ساکت کر دے تو یقینی طور پر ہکلانا شروع کر دیں گے۔ یہ ایک طرح کا "آدم قد تکیہ" کلام ہوتا ہے۔

اسی طرح آنکھیں جھپکنا، ناک کو بار بار ہاتھ سے پکڑنا، ناک اور ہونٹ کے بیچ انگلی پھرانا، کنپٹی کے پاس سر کھجانا، ہاتھ یا ٹانگ ہلانا بھی ایسی جسمانی حرکتیں ہیں جو کئی لوگوں میں صرف بات چیت کے دوران نظر آئیں گی لیکن واضح اور نمایاں تکیہ کلام وہی ہوتا ہے جو بولنے میں آئے۔ اس طرح ہم تکیہ کلاموں کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک وہ جو دکھائی دیتے ہیں دوسرے وہ جو سنائی دیتے ہیں۔

کچھ تکیہ کلام سوالیہ ہوتے ہیں اور کچھ غیر سوالیہ۔ پہلی قسم کا تکیہ کلام بظاہر سوال کی صورت میں ہوتا ہے لیکن دراصل وہ ایک طرح کا پڑاؤ ہوتا ہے جہاں چند سیکنڈ کے لیے رک کر بات کرنے والا اپنی بات آگے بڑھاتا ہے مثلاً "کیا کہے جناب؟" "کیا کہتے ہو؟" "کیا کہتے ہیں؟" اور "آئی سمجھ میں؟" کئی بار سننے والا انھیں سچ مچ کے سوال سمجھ لیتا ہے اور ان کے

جواب دینے لگتا ہے۔ اس وقت تکیہ کلام کرنے والے کی حالت رحم کے قابل ہوتی ہے یا تو اس کی سٹی پٹی گم ہو جاتی ہے یا پھر وہ اور بھی جوش و خروش سے بولنے لگتا ہے۔

غیر سوالیہ تکیہ کلاموں میں "قسم ہے پروردگار کی" "آپ کے بچے جئیں" "خدا آپ کا بھلا کرے" "جناب عالی کی خیر ہو" اور "بس جناب پھر کیا تھا" وغیرہ۔ عام قسم کے تکیے ہیں مگر کچھ بڑے انوکھے بھی ہوتے ہیں جو کہیں اور سننے میں نہیں آتے اور خود اسی شخص کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں مثلاً "آپ کے منہ میں" یا "قسم ہے ڈھولی کمال کی"

ایسے ہی ایک صاحب کا تکیہ کلام تھا "اس نے کہا اچھا میں نے کہا ہاں" اتنا بڑا تکیہ کلام جسے تکیہ نہیں بلکہ گاؤ تکیہ کلام کہنا چاہیے۔ ابھی تک ہمارے سننے میں نہیں آیا ہے اور ہمیں پورا یقین ہے کہ آپ نے بھی نہیں سنا ہو گا۔ اس قدر طویل تکیہ کلام کو وہ صاحب اتنی روانی اور تیزی سے استعمال کرتے تھے کہ پورا تکیہ ان کا کلام بن جاتا تھا اور سننے والا منہ دیکھتا رہ جاتا تھا اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس دوران تکیہ کلام کو الٹتے پلٹتے بھی رہتے تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

"ارے صاحب کیا بتاؤں۔ آج تو میں بال بال بچ گیا۔ گھر کی طرف جا رہا تھا کہ سڑک پر ایک پاگل بیل سامنے آ گیا۔ جیسے ہی میں آگے بڑھا اس نے کہا "اچھا" میں نے کہا "ہاں" اور وہ بھی میری طرف آنے لگا۔ میں فوراً ایک پیڑ پر چڑھ گیا اور سوچنے لگا یا الٰہی اب کیسے جان بچے گی۔ اچانک بیل نے پیڑ کے تنے میں اتنے زور کی ٹکر ماری کہ میری تو چیخ ہی نکل گئی۔ پھر اس نے ایک اور ٹکر ماری تو میں نے کہا "اچھا" اس نے کہا "ہاں"۔ اور تیسری ٹکر اس زور سے ماری کہ پیڑ دو ٹکڑے ہو گیا اور میں جو شاخ سے گرا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ بیل کی پیٹھ پر سوار ہوں۔ بس صاحب پھر کیا تھا۔ اس نے کہا "اچھا" میں نے کہا "ہاں" اور بیل نے ایسی چھلانگ لگائی کہ میں اچھل کر دوسری سڑک پر جاتے ہوئے ایک خالی رکشہ میں جا گرا۔ رکشے والا مجھے دیکھتے ہی گھبرا گیا۔ میں نے کہا بھئی گھبراؤ نہیں، مجھے ذرا گھنٹہ گھر چوک لے چلو۔ اس نے کہا اچھا میں نے کہا ہاں۔ مگر صاحب وہ تو رکشہ چھوڑ کر بھاگ گیا اودھر بیل ابھی بھی پیچھے پڑا تھا۔ مجھے رکشہ میں دیکھتے ہی اس نے کہا "اچھا" میں نے کہا "ہاں" اور کسی طرح رکشہ کو خود ہی چلا کر دوڑ پڑا۔ مگر راستے میں وہ برا حال ہوا کہ کچھ نہ پوچھیے۔ لوگوں نے رکشہ والا سمجھ کر روک لیا اور کئی سواریاں ڈھونی پڑیں تب کہیں جا کر دو گھنٹے بعد گھنٹہ گھر تک پہنچ سکا!"

تکیہ کلام عام طور پر ہمیشہ زبان سے چپکے رہتے ہیں مگر کچھ سیزنل یعنی موسمی بھی ہوتے ہیں اور موسم اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ ہمارے ایک

دوست ہیں الیاس صاحب۔ اب تو خیر وہ کچھ گنجے سے ہو چلے ہیں۔ اور ان کی شکل و صورت کافی بدل گئی ہے لیکن نئے سے نیا تکیہ کلام بناتے رہنے کی ان کی عادت نہیں بدلی ہے۔ تھوڑے تھوڑے عرصہ بعد وہ اپنا تکیہ کلام بدلتے رہتے ہیں اس طرح ان کے پاس کوئی ایک تکیہ کلام نہیں بلکہ پورا بستر کلام تیار ہو گیا ہے۔ جس طرح شاعر لوگ شعر کہتے ہیں اسی طرح الیاس بھائی تکیہ کلام کہتے ہیں اور اتنے کہتے ہیں کہ شہر میں کئی دوست ان کے تکیہ کلاموں کا دیوان ترتیب دینے پر غور کر رہے ہیں۔ وہ بڑے سلیقے سے ایک تکیہ کلام کہتے ہیں پھر اسے اتنے ہی سلیقے سے استعمال کرتے ہیں اور جیسے ہی وہ فیشن بن کر دوسروں کی زبان پر چڑھ جاتا ہے جھٹ دوسرا تکیہ کلام گڑھ لیتے ہیں۔

"بس ختم ہے" ان کا ایک ایسا ہی تکیہ کلام ہے جو ریلیز ہوتے ہی ایسا ہٹ ہوا کہ بعض علاقوں میں ڈائمنڈ اور پلاٹینم جوبلی منانے کے بعد بھی چل رہا ہے یہ تکیہ کلام وہ کسی بھی چیز کی حد سے زیادہ تعریف یا برائی کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے کسی شخص کی تعریف کرنا ہو تب بھی "بس ختم ہے" اور کسی کے عیب گنوانے ہوں تب بھی صرف "بس ختم ہے" کہہ کر آگے بڑھ جاتے اور آدمی دیکھتا رہ جاتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کام ان کی توقع کے مطابق بڑے سلیقے اور عمدگی سے شروع ہو رہا ہو تب بھی ان کے منہ سے "بس ختم ہے" ہی نکلتا تھا۔ ان کی شخصیت سے جڑی ہوئی متعدد دلچسپ داستانیں اگر موقع ملا تو ہم پھر کسی دوسرے مضمون میں بیان کریں گے۔

جو کچھ ملتا ہے کوشش سے ملتا ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کوشش سے لیا

تفسیر

دین اور دنیا میں جو کچھ اور جتنا لینا چاہو وہ بس اپنی کوشش ہی کے مطابق لے سکتے ہو، اللہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا وہ ہماری کوششوں میں زیادہ سے زیادہ مدد کرتا ہے لیکن کسی کو اس کے حق سے زیادہ نہیں دیتا، اس لیے کہ یہ اس کی شانِ عدل کے خلاف ہے۔

ڈاکٹر سید حامد حسین
۵، سلور لائن اپارٹمنٹس، اے سیکٹر (بی ڈی اے)
کوہ فضا۔ بھوپال

جڑواں لفظ

(ح۔ ل۔ م)

دلوا لغت کی کھڑکی پر عجیب دھکا پیل کا سماں تھا۔ محلے کے سارے شریر لڑکے جمع تھے اور ایک دوسرے کو پیچھے ہٹا کر اندر کا منظر دیکھنا چاہ رہے تھے جو اندر دیکھ لیتا وہ پیچھے ہٹ کر اپنا منہ دبا کر کھوں کھوں ہنسنے لگتا اور تھوڑی دیر بعد پھر سے دوسروں کو کھینچ کر اندر دیکھنے کی کوشش کرنے لگتا۔ ہمیں بھی شوق ہوا کہ دیکھیں آخر تماشا کیا ہے۔ کھڑکی کے پردے کی خلا میں سے تو کچھ دیکھ پانا دشوار تھا کیونکہ وہاں سارے لڑکوں کی بھیڑ ڈٹی ہوئی تھی اس لیے ہم نے دروازے کو تھوڑا سا ہٹا کر اندر نظر ڈالی۔ یا خدا۔ یہ کیا۔ آخر دلوا کو کیا ہو گیا ہے جو خالی کمرے میں اس طرح چھلانگیں لگا رہے ہیں جیسے تتلیوں کو پکڑنے کی مشق کر رہے ہوں۔ اچانک ہمیں یہ ڈر لگا کہ اگر دلوا اس اچھل کود میں اپنی چوکی یا کسی اور فرنیچر سے ٹکرا گئے تو ہاتھ یا ٹانگ کی کوئی ہڈی توڑ بیٹھیں گے اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔

ہم نے دروازے کا پٹ دھڑ سے کھولا تا کہ اس کی آواز سن کر وہ چھلانگیں لگانا کچھ تو روکیں اور ہوا بھی یہی۔ لیکن وہ ایک دم ہم پر پلٹ پڑے اور کالر پکڑ کر ایسا گھسیٹا کہ گلا گھٹنے لگا۔

"اچھا تو پاجی یہ تو تھا۔ آج تک تو بڑی سمجھ داری جھاڑا کرتا تھا لیکن آج کل کے تو سارے کے سارے لڑکے لفنگے ہیں، چھٹے ہوئے۔ خبردار جو آجدہ میرے کمرے میں قدم رکھا۔"

حالات اتنے بگڑے ہوئے تھے کہ بحث یا جرح کرنے کا موقع ہی نہیں تھا۔ سوچا کہ کچھ ناٹک ہی کیا جائے تو شاید جان بچے۔ لڑکھڑا کر زمین پر گرنے کا ڈھونگ کیا جیسے بیہوش ہو رہے ہوں۔ دلوا نے ہمیں وہیں چھوڑا اور صراحی میں سے پانی نکالنے کے لیے دوڑے۔ ہم نے موقع غنیمت جانا اور اٹھ کر بھاگنا ہی چاہتے تھے کہ کرسی کے پائے میں پیر پھنسا۔ خود بھی گرے اور کرسی بھی۔ دلوا نے لپک کر ہمیں اٹھنے میں مدد کی۔

"لگی تو نہیں" انھوں نے گھبرا کر پوچھا۔

"جی نہیں" ہم نے اپنی پنڈلی سہلاتے ہوئے کرسی سیدھی کی اور اس پر بیٹھ گئے۔

"اسی لیے کہتے ہیں شرارتیں مت کیا کرو۔ مل گئی نا سزا۔" دلوا بولے۔

"لیکن دادا میرا قصور کیا ہے؟ میں تو اندر آکر آپ کی مدد کرنا چاہتا تھا۔"

"تو تم پنکھا پوری رفتار سے کھول کر نہیں بھاگے تھے۔"

"ہمیں تو پتا بھی نہیں تھا کہ اندر کیا ہوا ہے۔ وہ تو آپ کو کمرے میں ادھر سے ادھر دوڑتے ہوئے دیکھ کر دروازہ کھولا تھا کہ آپ کی کوئی مدد کریں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ اب تو بڑھاپے میں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ذرا سی جھپکی لگی تھی کہ کوئی پنکھا پوری رفتار سے کھول کر بھاگ گیا۔ ضرور وہ خالد ہوگا۔ اسی سے ٹکا نہیں بیٹھا جاتا۔ کچھ نہ کچھ ہنگامہ بپا کرتا رہتا ہے۔"

"کیا کرتا رہتا ہے؟"

"ارے بھئی۔ کوئی نہ کوئی پریشانی کھڑا کرتا رہتا ہے۔"

"لیکن آپ سارے کمرے میں دوڑ دوڑ کر کیا کر رہے تھے۔" ہم نے پوچھا۔

"وہ لکڑی کی الماری دیکھ رہے ہو"

"ہاں" ہم نے کہا۔

"اس کے اوپر پرانے تعلیمی تاشوں کی گڈی رکھی ہوئی تھی۔ پنکھا کھلا تو وہ ایک ایک کر کے اڑنے لگے۔ ہم انھیں ہی پکڑ رہے تھے۔ کل فیاض اور اکبر اٹھا کر لے گئے تھے اور سب سے قیمتی پتا بھی گما آئے۔"

"کون سا"

"میم"

"میم کیسے سب سے زیادہ قیمتی ہو گیا۔ وہ بھی تو کسی دوسرے حرف کی طرح ہے۔"

اسی لیے تو کہتے ہیں چیزوں کو دیکھو تو توجہ سے، نظر جما کر دیکھو۔ آدھا ادھورا دیکھ لیتے ہو اور پھر پوچھتے پھرتے ہو۔ یہ کیوں اور وہ کیسے۔ تم نے تعلیمی تاشوں میں دیکھا ہوگا کہ ہر حرف کے نیچے کوئی نمبر لکھا ہوتا ہے یہی اس کی قیمت ہوتی ہے: جیسے الف کی ایک، بے کی دو، جیم کی تین اور دال کی چار۔"

"دادا۔ آپ بزرگوں کو بھی چیزوں کو مشکل بنانے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ اب اردو حرفوں کی تختی اچھی خاصی الف۔ بے۔ تے۔ ثے سے شروع ہوتی تھی۔ اب تاشوں میں اسے الف، ب۔ ج۔ د۔ سے شروع کرنے لگے۔ اور جب بچے گڑبڑ کر بیٹھتے ہیں تو آپ انھیں ڈانٹتے ہیں۔"

"صحیح بات تو یہ ہے کہ شروع میں عربی کے حروف کو الف۔ ب۔ ج۔ د۔ کی طرح

ہی جمایا جاتا تھا۔"

"تو پھر الف۔ ب۔ ت۔ ث۔ کیسے ہو گیا؟"

"اس لیے کہ ایک جیسے حرفوں کو لکھنے میں آسانی سے مشق ہو جائے جیسے ب۔ پ۔ ت۔۔ ث یا ج۔ چ۔ ح۔ خ۔"

"لیکن یہ عدد کیسے جڑ گئے۔"

"بات یہ ہے کہ شروع میں آج جیسے عدد نہیں تھے اور حرفوں سے ہی عددوں کا کام لیتے تھے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حرف تو تھوڑے سے ہوتے ہیں اور عدد اتنے سارے۔"

"عربی میں ۲۸ حرف ہوتے ہیں۔ ان میں سے نو کو تو اکائی کے نمبر بنا لیے۔"

"یعنی"

"یعنی الف کو ایک۔ بے کو دو۔ جیم کو ۳۔ دال کو ۴۔ ہے کو ۵۔ واؤ کو ۶۔ زے کو ۷۔ ح کو ۸۔ اور ط کو ۹۔ پھر نو حرفوں سے دہائی کے عدد بنائے۔ یے سے ۱۰۔ کاف سے ۲۰۔ لام سے ۳۰۔ میم سے ۴۰۔ نون سے ۵۰۔ سین سے ۶۰۔ عین سے ۷۰۔ فے سے ۸۰۔ اور صاد سے ۹۰۔ اور نو حرفوں کو ایک سو سے لے کر نو سو تک عددوں یعنی سیکڑوں کے لیے مقرر کر لیا یعنی قاف کو ۱۰۰۔ رے کو ۲۰۰۔ شین کو ۳۰۰۔ تے کو ۴۰۰۔ ثے کو ۵۰۰۔ خے کو ۶۰۰۔ ذال کو ۷۰۰۔ ضاد کو ۸۰۰ سو اور ظ کو ۹۰۰۔ اب غین بچا تو اسے ایک ہزار کی جگہ استعمال کیا۔ اس طرح غین کی سب سے زیادہ قیمت ہو گئی۔

"لیکن دادا اردو میں پ۔ ٹ۔ ذ۔ ژ۔ چ۔ اور گاف جیسے حرف بھی تو ہوتے ہیں؟"

"انھیں اس حرف کے برابر سمجھ لیا جو ابجد میں آواز کے لحاظ سے قریب تھا۔"

"یعنی" ہم نے پوچھا۔

"یعنی پ، کو ب کے برابر ۲۔ ٹ، کو ت کے برابر ۴۰۰۔ ڈ کو د کے برابر ۴۔ ڑ کو ر کی طرح ۲۰۰۔، چ کو ج کی طرح ۳۔ اور گاف کو کاف کی طرح ۲۰ مان لیا۔"

"یہ تو سارا جھگڑا تاش کھیلنے کے لیے تھا" ہم نے پوچھا۔

بیوقوف۔ اس زمانے میں تاش کہاں ہوتے تھے۔ ہاں تاریخیں وغیرہ یاد رکھنے کے لیے حرفوں اور حرفوں سے بننے والے لفظوں سے مدد لیتے تھے۔"

"مثلاً"

"مثلاً ہمارے چچا جان کا تاریخی نام منظور الحق تھا۔"

"یہ تاریخی نام کیسا ہوتا ہے؟"

"تاریخی نام ایسا ہوتا ہے کہ نام کے حروف کے عدد جوڑیں تو پیدائش کے سال کا پتا چل جائے۔ جیسے یہی نام ہے منظور الحق۔ اس کے عدد اس طرح ہوئے۔

م ن ظ و ر ا ل ح ق

۱۳۳۵=۱۰۰+۸+۳۰+۱+۲۰۰+۶+۹۰۰+۵۰+۴۰

ان سب عددوں کا جوڑ ۱۳۳۵ ہوتا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کی پیدائش۔ سنہ ۱۳۳۵ ہجری میں ہوئی تھی ...... خیر چھوڑو یہ باتیں۔ پہلے ان تاشوں کو سمیٹو جو سارے کمرے میں پھیلے ہوئے ہیں۔"

اور واقعی کمرے میں ہر طرف تاش بکھرے ہوئے تھے۔ دلوا کو چوکی کے نیچے دو پتے پڑے ہوئے دکھائی دیے۔ بلا سوچے سمجھے گھٹنوں کے بل جھک کر انھیں جو نکالنا چاہا تو کندھا چوکی میں پھنس گیا۔ باہر کھینچتے ہیں تو نکلتا نہیں۔ لاحول پڑھ رہے ہیں اور پھڑ پھڑا رہے ہیں ہم نے زور لگا کر چوکی کو اوپر اٹھایا تو کہیں باہر نکلے۔ اب پتوں کو جو دیکھا تو کندھے کی ساری تکلیف بھول گئے اور بولے "دیکھو۔ دیکھو لام کہاں ہے۔" ہمیں سامنے کونے میں ان کی آنکڑے جیسے ہینڈل والی چھڑی دکھائی دی۔ اٹھا کر ان کے ہاتھ میں تھمادی۔ بجائے اس کے کہ اس کا سہارا لے کر فرش سے اٹھ آتے، وہ لکڑی دور پھینک کر چیخے "یہ ہوتا ہے لام"

ہم نے روہانسی آواز میں کہا "ہم نے تو آپ کے پاس لام سے لاٹھی ہی دیکھی ہے۔"

"عقل کے دشمن۔ لام کا پتا۔ تاش کا پتا جس پر لام لکھا ہو۔"

خیر کسی طرح بکھرے ہوئے پتوں میں سے "لام" ڈھونڈ کر ان کے ہاتھ میں رکھا۔ دلوا خوش ہو گئے۔ چوکی کے نیچے سے نکالے ہوئے دو پتے ان کی مٹھی میں تھے۔

بولے "دیکھ رہے ہو یہ تین پتے۔ ع۔ ل۔ م۔ یہ اردو کے سب سے کام کے پتے ہیں۔"

"گویا باقی سارے حروف بیکار ہیں؟" ہم نے پوچھا۔

"یہ تمھاری عجلت ہی تمھیں گڈھے میں گراتی ہے۔ بات کو تھوڑے صبر سے تو سمجھا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تین حرف ایسے ہیں کہ ان کو آگے پیچھے کر کے کسی طرح بھی جوڑو گے تو کوئی نہ کوئی ایسا لفظ بن جائے گا جس کے معنی ہوتے ہیں۔ اچھا یہ پتے سنبھالو۔ اب انھیں کسی بھی سلسلے میں رکھ دو۔"

ہم نے م۔ ع۔ ل۔ جمادیا۔

دیکھو کیا لفظ بنا۔ دلوا نے پوچھا۔

"محل" ہم بولے۔
"اس کے معنی جانتے ہو" انھوں نے دریافت کیا۔
"کیوں نہیں "کوئی بڑا شاندار مکان جس میں بادشاہ وغیرہ رہتا ہو۔" ہم نے لغت جیسی زبان میں جواب دیا۔
"بہت خوب۔ اچھا یہ بھی بتادو کہ "بر محل" کیا ہوتا ہے؟"
"محل کے اوپر" ہم نے تڑسے جواب دیا۔
"گویا آپ کا خیال ہے کہ محل کی چھت پر چڑھ کر پتنگ اڑانے والے کو بر محل کہیں گے۔ کچھ سوچ سمجھ کر بھی بولا کرو۔ دیکھو محل کے اصل معنی ہوتے ہیں وہ جگہ جہاں کوئی چیز اترے۔ پہلے اس سے خاص طور پر اس جگہ کی بات کرتے تھے جہاں کوئی قافلہ اترتا یعنی ٹھہرتا تھا۔ قافلہ ہر کہیں نہیں رک جاتا تھا بلکہ اس کے ٹھہرنے کے لیے ایسی جگہ چنی جاتی تھی جہاں سایہ اور پانی ہو اور جہاں قافلے والوں کو کھانے پینے اور رکنے اور آرام کرنے کی سہولت ہو۔ اس لیے جو بات صحیح جگہ پر ہو اسے ہم بر محل کہتے ہیں اور بے تعلق، بے تکی اور بے سر اور پیر کی بات کو بے محل کہتے ہیں۔
"تو پھر بادشاہ لوگ محل میں کیسے رہنے لگے۔" ہم نے پوچھا۔
"بادشاہ جہاں جاتے اپنے خادموں اور فوجیوں کے ساتھ جاتے اور جہاں پڑاؤ کرتے وہیں ان سب کے قیام کا بھی انتظام ہوتا۔ اس طرح بادشاہ کے قیام کی جگہ کو بھی بادشاہ کی منزل یا محل کا نام دیا جانے لگا۔ پھر اس کام کے لیے بڑے بڑے مکان اور دوسری عمارتیں کھڑی کرلی گئیں۔ ان کو بھی محل کہنے لگے۔"
اور شہروں میں جو محلے (میم پر پیش کے ساتھ) ہوتے ہیں؟" ہم نے پوچھا۔
"اس لفظ میں بھی میم پر زبر ہے یعنی محلّہ" دادا نے بتایا۔ "پہلے الگ الگ ذاتوں کے لوگ ایک ساتھ اکٹھا ہو کر رہا کرتے تھے اور بستی کے جس حصے میں کسی ایک ذات والے لوگ رہتے تھے وہ ان کا محلّہ کہلاتا تھا گویا وہ جگہ جہاں ان لوگوں کا قافلہ اترا ہو۔ بعد میں بستی کے کسی بھی ایک حصے کو محلّہ کہنے لگے ———— اب ذرا ان ہجّوں کو پلٹو تو ....
"ہم نے اب م۔ل۔ح۔ جمایا۔ بہت سوچا، ان حرفوں سے بننے والا کوئی لفظ یاد نہیں آیا۔ دادا سے پوچھا۔ "دیکھیے ان حرفوں سے تو کچھ بھی نہیں بنتا۔"
"کیوں نہیں۔ ان سے بنتا ہے ملح (میم پر زیر اور لام ساکن)"
"یعنی؟"

"ملح کا مطلب ہوتا ہے کھارا پن۔ اس سے بننے والے دو لفظ اردو میں اکثر استعمال ہوتے ہیں۔ ملاحت اور ملاح۔ ملاحت کا اصل مطلب تو کھارا پن ہوتا ہے۔ کسی کے چہرے میں ہلکا سانولا پن ہوتا ہے تو پھیکے سفید رنگ سے زیادہ اچھا لگتا ہے جیسے نمک سے مزہ کھل اٹھتا ہے۔ اسی طرح چہرے کا نمک، چہرے کے رنگ کو دلکش بنا دیتا ہے۔ چہرے کی اس نمکینی کو ملاحت کہتے ہیں۔"

"لیکن ملاح تو کشتی چلانے والے کو کہتے ہیں اس کا نمک سے کیا تعلق؟" ہم نے پوچھا۔

"ملاح سے دراصل ایسا کشتی چلانے والا مراد ہوتا تھا جو سمندر کے کھارے پانی میں کشتی چلاتا تھا۔ اب کہیں بھی تازہ پانی یا کھارے پانی میں ناؤ کھینے والے کو ملاح کہنے لگے ہیں۔ اچھا پتوں کو اور کسی طرح جماؤ۔

اس بار ہم نے ——— ح۔م۔ل۔ جمایا

"ارے بھئی اس بار تو تم نے لفظوں کے گودام کا پھاٹک کھول دیا۔ ح۔ م۔ ل۔ سے تو ڈھیر سارے لفظ بنتے ہیں۔ حمل کے اصل معنی ہوتے ہیں بوجھ۔ اسی وجہ سے بوجھ اٹھانے والے کو حمّال کہتے ہیں۔ کسی چیز کو لے جانے والے کو حامل کہا جاتا ہے۔ جیسے کوئی ہمارا خط لے کر کسی کے پاس جائے تو ہم اس کا تعارف اس طرح کرا سکتے ہیں۔ حامل ہٰذا میرے اچھے دوست ہیں یعنی یہ خط لے کر آنے والے میرے اچھے دوست ہیں۔ کوئی عورت کچھ اٹھائے ہوئے ہو تو اسے حاملہ کہتے ہیں۔ جیسے جو بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہے اسے بھی حمل یعنی بوجھ کہتے ہیں اور جس عورت کا بچہ ابھی پیدا نہیں ہوا ہے اس عورت کے لیے حاملہ کا لفظ آتا ہے"

"اور دوا ایک لفظ تحمّل (ت۔ح۔مّ۔ل) بھی تو ہوتا ہے ہم نے پوچھا۔

"اور وہی تم میں نہیں ہے۔ تحمّل کا مطلب ہوتا ہے برداشت۔ کسی بوجھ، مشکل یا مصیبت کو اٹھا لینے کی طاقت اور جس آدمی میں یہ طاقت ہوتی ہے اس کے لیے ہم کہتے ہیں کہ وہ "متحمّل" ہے۔

"اور حملہ میں بھی تو ح۔م۔ل ہوتا ہے" ہم نے کہا

"ہاں" مگر اس کا تعلق بوجھ سے نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب چڑھائی ہے اور جو چڑھائی کر کے آتا ہے اسے ہم حملہ آور کہتے ہیں۔ اچھا اب ان پتوں کو اور کسی نئی ترتیب میں رکھو۔"

اب ہم نے ح۔ل۔م کو جما دیا۔

اب دیکھو یہ حلم (ح پر زیر۔ لام ساکن) بن گیا۔ حلم ایک اچھی صفت ہے جیسے

بزرگوں میں ہوتی ہے یعنی دوسروں کی سختی کو بھی برداشت کرتے ہیں اور نرمی سے بھی پیش آتے ہیں جس شخص کے اندر یہ صفت ہو اسے حلیم کہا جاتا ہے۔"

"لیکن لوگ تو حلیم گرم بڑا مزہ لے لے کر کھاتے ہیں۔" ہم نے پوچھا۔

"چٹورے لوگوں کی زبان بھی بڑی جلدی پھسلتی ہے۔ وہ چٹ پٹا کھانا جسے ہم کھاتے ہیں وہ اصل میں لحیم ہوتا ہے۔ بھائی لوگوں نے اسے پلٹ کر حلیم کر لیا۔"

"کیا لحیم کے بھی کوئی معنی ہوتے ہیں؟" ہم نے دریافت کیا۔

"اب اگر تم اپنے پتوں کو۔ل۔ح۔م کی ترتیب میں جمالو تو لحم کا مطلب ہوتا ہے گوشت اور کیونکہ اس چٹ پٹے کھانے میں گوشت کی اچھی مقدار ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا نام لحیم رکھا گیا یعنی گوشت والا۔

"اور کچھ لوگوں کو بھی تو لحیم شحیم کہا جاتا ہے۔"

"ہاں موٹے تازے، گول مٹول لوگ جن کے بدن میں گوشت اور چربی ہو انھیں لحیم شحیم کہتے ہیں۔ چربی کو شحم کہتے ہیں لہٰذا لحیم شحیم وہ ہوا جس میں بہت گوشت اور چربی ہو۔"

"اب تو ان تین حرفوں کی صرف ایک ترتیب بچی ہے۔ل۔م۔ح۔ اس کا بھی کوئی لفظ بتا دیجیے۔ ہم نے تو آج تک ان ہجوں کا کوئی لفظ دیکھا نہیں" ہم نے دلو اکی توجہ دلائی۔

"یہ صحیح ہے کہ اردو میں صرف ل۔م۔ح۔ سے بنا ہوا کوئی لفظ عام استعمال میں نہیں آتا لیکن لمحہ تم نے ضرور سنا ہوگا جیسے لمحہ بھر میں پھر سے لائٹ آگئی۔"

"لیکن لوگ تو اسے لمحہ بولتے ہیں" ہم نے انکو چھیڑا۔

"یہی تو فرق ہوتا ہے پڑھے لکھے اور بغیر پڑھے لکھے آدمی میں۔ جو لوگ صرف سن کر لفظوں کو سیکھتے ہیں ان سے اکثر حرفوں کو آگے پیچھے کرنے کی غلطی ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے لمحہ کو لمحہ بنالیا۔ لمحہ ایک دم مہمل ہے۔"

"یعنی"

"مہمل یعنی بالکل بے مطلب۔ ایسا جس کے کوئی معنی نہ ہوں۔"

"تو ان پتوں سے ہم مہمل کا لفظ بھی تیار کرنے میں مدد لے سکتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ مہمل میں تمھارے حلوے والی ح نہیں ہوتی ٹھکن والی ہ ہوتی ہے سمجھے؟"

"جی ہاں سمجھ لیا ورنہ آپ کی چھڑی کا ٹھکن ہمارے سر پر پڑے گا۔"

"دیکھو رشید تم نے ہمیں اور ہماری چھڑی کو خواہ مخواہ بدنام کر رکھا ہے۔ اب تو تم

سے بات کرنا بھی محال (میم پر پیش) ہو گیا ہے۔"

"دادا یہ تو آپ کی غلط فہمی ہے۔ ہم نے تو صرف اپنا تجربہ بیان کیا ہے۔ خود دیکھیے آپ کی چھڑی کونے میں کھڑی رہے اور کسی پر زیادتی نہ کرے یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اچھا ابھی تو آپ یہ بتا دیجیے کہ اس لفظ محال میں بھی آپ کی چھڑی کا شگن لگا ہوا ہے یا نہیں؟"

"محال (میم پر پیش کے ساتھ) جس کا مطلب مشکل یا دشوار ہوتا ہے اسے بھی تمھاری حلوے والی ح سے ہی لکھتے ہیں اور تم نے لامحالہ (میم پر زبر) بھی سنا ہوگا۔ جانتے ہو اس کے صحیح صحیح معنی۔"

"وہ جو مشکل یا دشوار نہ ہو۔" ہم نے فوراً جواب دیا۔

"کھا گئے نا دھوکا" دادا بولے "لامحالہ کا مطلب ہوتا ہے جس کے بغیر چارہ نہ ہو، جس کا علاج نہ ہو، جو اتنا ضروری ہو کہ اس کا نظر انداز کرنا ناممکن ہو جیسے باڑھ کی وجہ سے انھیں لامحالہ اپنے گھر چھوڑ کر اونچی جگہوں پر جانا پڑا۔"

"اور ہمیں بھی لامحالہ اس کمرے کو چھوڑ کر گھر جانا ہوگا۔ چچا جان کو اخبار نہیں پہنچایا تو ہمارا جینا بھی محال ہو جائے گا۔"

یہ کہتے ہوئے ہم نے دادا کی لغت کی چک اٹھائی اور نکڑ پر اخبار والے کو ڈھونڈنے کے لیے لپک پڑے۔

پیام تعلیم کیلنڈر ۱۹۹۸ء

عبدالمجید آمنیک					جنوری اکتوبر	فروری مارچ نومبر	اپریل جولائی	مئی	جون	اگست	دسمبر ستمبر
۲۹	۲۲	۱۵	۸	۱	جمعرات	اتوار	بدھ	جمعہ	پیر	ہفتہ	منگل
۳۰	۲۳	۱۶	۹	۲	جمعہ	پیر	جمعرات	ہفتہ	منگل	اتوار	بدھ
۳۱	۲۴	۱۷	۱۰	۳	ہفتہ	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	پیر	جمعرات
★	۲۵	۱۸	۱۱	۴	اتوار	بدھ	ہفتہ	پیر	جمعرات	منگل	جمعہ
★	۲۶	۱۹	۱۲	۵	پیر	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	بدھ	ہفتہ
★	۲۷	۲۰	۱۳	۶	منگل	جمعہ	پیر	بدھ	ہفتہ	جمعرات	اتوار
★	۲۸	۲۱	۱۴	۷	بدھ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	جمعہ	پیر

ادریس صدیقی

(قسط نمبر ۹)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ

رسول اللہ ﷺ کی نظر میں

رسول اللہ ﷺ کو بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ سے بے انتہا محبت تھی۔ ان کی زندگی میں یعنی پچیس برس تک آپ نے دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا حالانکہ آپ کو اس زمانے کے قانون اور رواج کے مطابق اس کی ہر طرح آزادی تھی۔ ایک دفعہ قریش کی جانب سے حضور کو یہ لالچ بھی دیا گیا کہ اگر آپ تبلیغ اسلام سے باز آجائیں تو ہم مکے کی حسین ترین عورت سے آپ کی شادی کرانے کو تیار ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایسی باتوں پر کبھی توجہ نہ دی۔

حضرت خدیجہ ؓ کے انتقال کے بعد حضور اکرم ﷺ بہت غمگین رہا کرتے تھے اور ان کی محبت اور وفاداری کو یاد کرتے رہتے تھے۔ یہ کیفیت زندگی کے آخری دور میں بھی قائم رہی۔ حضرت خدیجہ ؓ کے انتقال کے بعد جب کبھی آپ کوئی بکری وغیرہ ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ ؓ کی سہیلیوں کو گوشت ضرور بھجواتے، ان کے ساتھ اپنائیت کا برتاؤ کرتے، اکثر ان کی خیریت وعافیت معلوم کرتے رہتے اور سال میں ایک مرتبہ حضرت خدیجہ ؓ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ ؓ کی ایک بہن ہالہ ؓ تھیں۔ جو بعد میں اسلام لے آئیں۔ حضرت خدیجہ ؓ کے انتقال کے بہت عرصے بعد ایک دفعہ ہالہ ؓ رسول اللہ ﷺ سے ملنے آئیں ان کی آواز حضرت خدیجہ ؓ سے بہت ملتی جلتی تھی۔ چنانچہ دروازے پر ہالہ ؓ کی آواز سن کر حضور اکرم ﷺ چونک پڑے اور انہیں خدیجہ ؓ یاد آگئیں۔ فرمانے لگے۔ "ہالہ ہوں گی"۔

آخری دور میں حضرت عائشہ ؓ حضور ﷺ کی سب سے چہیتی بیوی تھیں۔ آپ ان کے سامنے بھی حضرت خدیجہ ؓ کی محبت کا اکثر ذکر کرتے تھے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں۔

"میں نے خدیجہ ؓ کو نہیں دیکھا لیکن مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر کبھی نہیں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ ہمیشہ بڑی محبت سے ان کا ذکر کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اس پر آپ کو رنجیدہ بھی کر دیا لیکن آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔"

یہ بھی روایت ہے کہ ایک موقع پر حضرت خدیجہ ؓ کی تعریفیں سن سن کر غالباً نسوانی فطرت کے تقاضے اور اثر سے حضرت عائشہ ؓ نے یہ کہہ دیا کہ آپ ایک بوڑھی عورت کا کیا بار

[illegible]
حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی اس بات کو پسند نہیں کیا اور فرمایا۔

"نہیں مجھے اس سے بہتر اور مہربان رفیقہ حیات نہیں ملی۔ خدیجہؓ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں اور میری نبوت کی گواہی دی جب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے اور میرا مذاق اڑاتے تھے۔ انھوں نے اس وقت میری مدد اور دست گیری کی جب مجھے سہارے کی ضرورت تھی ۔ جب لوگ میرے دشمن تھے، اس وقت خدیجہؓ میری مددگار اور غمگسار تھیں اس کے علاوہ خدیجہؓ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی جبکہ دوسری بیویوں سے اولاد سے محروم رکھا۔"

حقیقت یہ ہے کہ خود حضرت عائشہؓ بھی حضرت خدیجہؓ کی بزرگی اور فضیلت کی قائل تھیں اور حضرت خدیجہؓ کی خوبیاں اور ان کے کارنامے حضرت عائشہؓ ہی کے ذریعے عام مسلمانوں کو معلوم ہوئے ہیں۔

ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں چار بیویاں سب سے اچھی ہیں جن میں حضرت خدیجہؓ بھی شامل ہیں۔ رسول اکرمؐ کی ایک حدیث ہے کہ شادی کے لیے عورت کا انتخاب چار اوصاف کی بنا پر ہو سکتا ہے مال، نسب، حسن دین داری، سو تم دین دار عورت تلاش کرو۔

اس حدیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ میں یہ چاروں اوصاف بیک وقت موجود تھے۔ ان کی دین داری تمام اوصاف پر غالب تھی۔

دولت ، صحت اور حسن وغیرہ تو آنی جانی چیزیں ہیں۔ یہ وقت اور عمر کے ساتھ رخصت ہو جاتی ہیں۔ البتہ نیکی ، شرافت اور انسانیت ہمیشہ زندہ و پائندہ رہتی ہے۔

حضرت خدیجہؓ زندگی کی اعلاترین قدروں کی پرستار تھیں۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت شریک زندگی منتخب کیا جب رسول اللہ کے پاس نہ دولت تھی نہ جاگیر۔ البتہ آپ میں انسانیت کے اعلاترین جوہر تھے۔ اور یہ شاید اسی کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت خدیجہؓ کی دولت و ثروت ختم ہو گئی اور وہ حضور ﷺ سے بہت پہلے بوڑھی ہو گئیں تو اس حال میں بھی آپ کے ساتھ رسول اللہ کی محبت قائم و دائم رہی اور آپ کی وفات کے بعد جب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا، حضور ﷺ کو مکے اور مدینے پر مکمل تسلط حاصل ہو گیا، اسلامی مملکت کی بنیاد پڑ گئی اور حضور ﷺ کی مصروفیات اور ذمے داریوں میں ہزار گنا اضافہ ہو گیا تب بھی حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو برابر یاد رکھا اور آپؓ کی زندہ نشانی حضرت فاطمہؓ سے والہانہ محبت میں فرق نہ آنے دیا۔ جس طرح حضرت خدیجہؓ نے زندگی بھر حضور اکرم ﷺ کا ساتھ دیا تھا، اسی طرح حضور ﷺ بھی زندگی بھر ان کی محبت کا دم بھرتے رہے ۔

[illegible]

قرآن پاک • سواں پارہ، مع ترجمہ و تشریح		50/
صراط مستقیم		7/50
سورہ رحمن (ترجمہ و تشریح)		6/
حضرت شیخ مخدوم علی فقیہہ مہائمی		4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9/
نماز پڑھیے		4/50
السلام علیکم		7/50
حضرت یوسف علیہ السلام		4/50
حدیث کیا ہے؟		4/
حضرت عمر فاروقؓ		6/
نقوش سیرتؐ	(اول)	5/
نقوش سیرت	(حصہ دوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ سوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ چہارم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ پنجم)	5/
رسالہ دینیات	(اول)	3/
رسالہ دینیات	(دوم)	4/
رسالہ دینیات	(سوم)	5/
رسالہ دینیات	(چہارم)	5/
رسالہ دینیات	(پنجم)	6/
رسالہ دینیات	(ششم)	6/
رسالہ دینیات	[illegible]	6/
رسالہ دینیات	[illegible]	6/
حضرت آدم علیہ السلام		4/
حضرت یحییٰ علیہ السلام		3/
بزرگان دین		4/
امت کی مائیں		4/50
خوب سیرت	(اول)	6/
خوب سیرت	(دوم)	6/
اچھی باتیں		4/50
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں		4/50
سلطان جی		4/50
سیرت پاک مختصر		3/
کمسن صحابی		6/
رحمان کا مہمان		6/

اسلام کے جاں نثار		5/
نور کے پھول		9/
سب سے بڑے انسان رسول ﷺ		3/50
حضرت ابو بکر صدیقؓ		6/
حضرت عبداللہ بن عمرؓ		3/
حضرت طلحہؓ		3/
حضرت ابوذر غفاریؓ		3/
حضرت سلمان فارسیؓ		3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ		3/
حضرت محبوب الٰہیؒ		3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ		3/
حضرت فرید گنج شکرؒ		3/
حضرت قطب الدین بختیار کاکی		3/
حضرت نظام الدین اولیاء		3/
حضرت حمزہؓ		3/
حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ		3/
حضرت ابوہریرہؓ		4/
اللہ کے صفی		2/50
اللہ کا گھر		4/50
اللہ کے خلیل		3/50
رسول پاکؐ کے اخلاق		4/
قرآن پاک کیا ہے؟		5/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(اول)	6/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(دوم)	6/
اسلام کے مشہور امیر البحر		9/
اسلام کیسے پھیلا؟	(حصہ اول)	7/50
= =	(حصہ دوم)	6/
اسلام کیسے شروع ہوا؟		7/50
رسول پاکؐ		6/
دس جنتی		7/50
سرکار کا دربار		6/50
چار یار		7/50
آں حضرت	(اردو)	3/50
حضرت محمدؐ	(ہندی)	/40
منہاج القرآن		4/50

محمد ابراہیم شاہ

مائکرو چپ کیا ہے؟

مائکرو چپ ایک بہت چھوٹا سا ٹرانزسٹر سرکٹ ہوتا ہے جس میں بہت چھوٹی جسامت کے متعدد مختلف مشینی اجزا ہوتے ہیں۔ ابتدائی دور میں جو ٹرانزسٹر تیار کیے گئے تھے ان میں الیکٹرون اور ان کے متعلقات جہاں ان کو نصب کیا جاتا تھا ان کے لیے خالی جگہیں بنا دی جاتی تھیں۔ الیکٹرون میں منفی برقی بار ہوتا ہے۔ چنانچہ زائد الیکٹرون کو این قسم N-TYPE کے الیکٹرون کہا جاتا ہے جبکہ ایسے الیکٹرون جن کے لیے اس میں خالی جگہیں نہیں بنائی گئی ہوں اور اس میں وہ کام آرہے ہوں انھیں پی قسم P-TYPE کے الیکٹرون کہا جاتا ہے۔ اگر وہ دونوں ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں تو انھیں پی این جنکشن کہا جاتا ہے۔

پی این جنکشن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس میں سے برقی رو این سے پی کی جانب گزر رہی ہے تو پی میں جانے والے الیکٹرون اپنی مخصوص جگہوں اور خانوں میں داخل ہوتے ہیں۔ اگر برقی رو دوسری جانب سے آرہی ہو اور الیکٹرون این میں آرہے ہوں، جبکہ پی کے الیکٹرون تعداد میں زیادہ ہوں تو اس صورت میں دونوں قسم کے الیکٹرون ایک دوسرے سے دور رہیں گے اس طرح کوئی بھی الیکٹرون اپنے سوراخ میں نہیں جائے گا اور نہ سوراخ انھیں قبول کریں گے تو اس صورت میں ٹرانزسٹر میں کوئی برقی رو موجود نہیں ہوگی۔

برقی رو کے بہاؤ کا یہ نظام پیچیدہ معلوم ہوتا ہے، لیکن اس سے برقیات (ELEC-TRONICS) کی خامی دور ہوگئی ہے۔ ٹرانزسٹر کی ایجاد سے قبل یک سمتی برقی بہاؤ ONE WAY FLOW کی سہولت ہوا خارج کیے ہوئے شیشے کے والو میں حاصل تھی۔ والو VALVE بہت مہنگے، نازک اور استعمال میں دقت طلب تھے۔ ٹرانزسٹر کی ایجاد کے بعد برقی بہاؤ کے مختلف یونٹوں کو یکجا کرنا ممکن ہوگیا اور کیلکولیٹر CALCULATOR اور کمپیوٹر وجود میں آئے۔ کمپیوٹر ثنائی نظام BINARY SWITCH کی ایک لمبی اور طویل ترین قطار والی مشین کا نام ہے، جس کا وزن پہلے کئی ٹن ہوتا تھا۔ یہ مشین کئی کمروں میں سماتی تھی اور ایک مسافر ٹرین جتنی توانائی استعمال کرتی تھی لیکن اب اسے مختصر کرکے ایک الماری جتنی جسامت میں محدود کرلیا گیا ہے۔

اب مزید پیچیدہ جنکشن مثلاً این پی این اور پی این پی ٹرانزسٹر تیار کرلیے گئے ہیں۔ ابتدائی دور میں جب ان کو زیادہ استعداد کی حامل کارکردگی کے لیے لمبے تاروں سے منسلک کیا گیا تو ان کمپیوٹروں نے حیرت انگیز حسابی اور ریاضیاتی کمالات کا مظاہرہ کیا اور ان کی استعداد میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔

جدید ٹرانزسٹر کا بنیادی جز سلی کون ہے۔ سلی کون پر مختلف عنصر دھاتوں کی تہہ چڑھادی جاتی ہے مثلاً فاسفورس اور سنکھیا۔ ان دھاتوں کی تہہ اس لیے چڑھائی جاتی ہے کہ وہ این قسم کے اجزا میں تبدیل ہو جائیں۔ بر عکس قسم یعنی پی قسم کے اجزا کے لیے اس پر بورن BORON کی تہہ چڑھائی جاتی ہے۔ خرد برقیات MICRO ELECTRONICS میں ٹرانزسٹر سے مائکرو چپ تک پیش رفت اس مشاہدے کے باعث ممکن ہوئی ہے کہ یونٹ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، دونوں صورتوں میں اس کی جسامت پر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ این پی اور پی قسم کے مشینی اجزا کو ایک جگہ استعمال کرنے کی بجائے اس بات پر بحث کی گئی کہ ایک مکمل سرکٹ میں چند برقی لہروں کا اضافہ کر کے ایک یونٹ کی صورت میں یکجا کیا جاسکتا ہے۔ یہ نئی چیز ہی تو دراصل مائکرو چپ ہے جس میں کئی درجن مشینی اجزا کے یونٹوں کو اتنی مختصر جگہ میں یکجا کیا جاسکتا ہے جہاں صرف ایک یونٹ کی گنجائش ہوتی ہے۔

برقیات کو مختصر ترین کرنے کی کوششوں کا آغاز فیر چائلڈ FAIR CHILD نامی کمپنی نے کیا تھا۔ وسیع پیمانے پر برقی آلات تیار کرنے والی اس کمپنی کے تحقیقی ڈائرکٹر گورڈن مور۔GOR-DUNMOOR نے ۱۹۵۹ء میں برقیات کو انتہائی مختصر کرنے کے تصور کو پورے عزم کے ساتھ پورا کرنے کی جدوجہد شروع کی۔ ان کی انتھک کوششوں کے نتیجے میں ہر سال صرف ایک چپ پر برقی آلات کو دوگنی تعداد میں سمویا جانے لگا یعنی ۱۹۶۰ء میں دوگنا، ۱۹۶۱ء میں چار گنا، ۱۹۶۲ء میں آٹھ گنا اور بالآخر ۱۹۷۰ء کے وائل میں یہ مقدار دو ہزار اڑتالیس گنا تک جا پہنچی تھی اور ۱۹۷۰ء کی دہائی کے اواخر میں یہ تناسب پچاس ہزار گنا ہو گیا تھا۔ اگرچہ ان کوششوں کا آغاز جس طریقے سے کیا گیا تھا اکثر لوگ اس کو ناقابل عمل سمجھتے تھے لیکن جدوجہد اور صبر کا پھل میٹھا ثابت ہوا۔ ۱۹۷۹ء میں ایک مائکرو چپ پر ڈھائی لاکھ مشینی آلات کو مربوط کیا جاسکتا تھا اور یہ اعداد و شمار یقیناً حیرت انگیز ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں فروخت ہونے والی مائکرو چپ کی کل تعداد تیس ملین تک پہنچ گئی تھی۔

مارکیٹ میں آنے والا سب سے پہلا مختصر کمپیوٹر ایک مائکرو پروسیسر تھا جسے ۱۹۷۱ء میں امریکا کی اینٹل کارپوریشن INTEL CORPORATITON نے تیار کیا تھا۔ انگلی کے ناخن جتنی جسامت کی اس مائکرو چپ میں دو ہزار ٹرانزسٹر آسکتے تھے مائکرو چپ نامی یہ ننھا منا آلہ ماضی کے ENIAC نامی کمپیوٹر کی استعداد کے برابر کارکردگی اور صلاحیت کا مظاہرہ کرتا ہے ماضی کا یہ کمپیوٹر تیس ٹن وزنی تھا اور اس کی جسامت ایک جدید پر آسایش گھر کے برابر تھی۔ اس پر جو انجینیر کام کرتے تھے یعنی والو اور تاروں کو چیک کرنا وغیرہ، وہ اس کے ارد گرد گھومتے رہتے

تھے۔ اس کے برخلاف جدید برقیات کے ماہر انجینیروں کی کاوشوں سے وجود میں آنے والا یہ مائکرو چپ جن آلات کو کنٹرول کرتا ہے ان کے نشانات ایک بیکٹیریا کی جسامت سے بھی کم ہوتے ہیں مائکرو چپ کی بتدریج مختصر ہوتی ہوئی جسامت نے اس کی قیمت میں بھی کمی کردی ہے

مائکرو چپ نے انسانوں کو بہت سی سہولتیں فراہم کی ہیں۔ ان میں کیلکولیٹر CALCU-LATOR عددی گھڑیاں DIGITAL WATCH اور مختصر برقی آلات شامل ہیں۔ لیکن ابھی تک ہمارے مسائل صرف ان چیزوں سے حل نہیں ہو سکتے۔ بعض آلات ایسے ہیں جہاں کمپیوٹروں کے استعمال کے باوجود ان کی کارکردگی اتنی بہتر نہیں ہوئی ہے جتنی اس سے قبل تھی۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ برقی آلات کی منصوبہ بندی کرنے والے مخصوص افراد دنیا کی بھلائی کے لیے نہیں سوچتے ہیں بلکہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ وہ جو کچھ تیار کر رہے ہیں اسے کس طرح فروخت کردیا جائے۔ اس طرح وہ دنیا کے ان مسائل میں اضافہ کر رہے ہیں جن کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ لوگ عموماً یہ کہتے ہیں کہ ۱۹۹۰ء تک کمپیوٹر اتنی زیادہ معلومات اپنی یادداشت میں ذخیرہ کرسکتے ہیں کہ اگر انھیں شائع کیا جائے تو صرف تیس منٹ میں کاغذات کا اتنا بڑا ڈھیر لگ جائے گا جو کوہ ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی تک اونچا ہوگا۔ کمپیوٹروں کی یادداشت MEMORY میں محفوظ معلومات کے ذخیرے کے متعلق بعض ماہرین تشویش اور فکر میں مبتلا ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ذخیرۂ معلومات لوگوں کو عملی کاموں میں مدد دینے کے علاوہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کرے گا لیکن جو چیز تشویشناک ہے وہ یہ ہے کہ عام لوگ ان معلومات کے متعلق یہ فیصلہ نہیں کرسکیں گے کہ ان میں سے کتنی باتیں غلط غیر ضروری اور یہاں تک کہ خطرناک بھی ہیں۔ اس طرح مستقبل میں انسانوں کے مستقبل، آزادی اور زندگی کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔

اب بھی بہت سے لوگ ناخواندہ اور اپنی زندگی سے بیزار ہیں۔ جو چیز دنیا بھر کے ماہرین کے لیے پریشانی کا سبب بنی ہوئی ہے وہ یہ کہ جب لوگوں کو کتابیں خریدنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی تو ظاہر ہے کہ میز، کرسیاں، الماریاں اور دیگر متعلقہ چیزوں کی بھی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ وہ کمپیوٹر خرید کر ان سب چیزوں سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ انھیں گھر سے باہر جانے، کتابوں کا انتخاب کرنے اور ان کی قیمتیں دیکھنے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اس طرح مستقبل میں مقابلہ آرائی کی شدید فضا پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔ مسابقت اور مقابلہ آرائی کی اس فضا میں انسان مزید تنہا اور معاشرتی طور پر بے حس ہو جائے گا۔ ان سب امکانی مسائل سے نمٹنے کے لیے ابھی سے ان غلطیوں کے امکانات کو دور کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں جو ہمیں فی الوقت درپیش ہیں۔

(جاری)

اے۔ حمید

خلائی ایڈونچر سیریز قسط نمبر ۲۰

عمران آدم خوروں کے پنجے میں

عمران نے اپنے ریوالور سے تین فائر کیے تھے۔
مگر یہ تینوں فائر اندھیرے میں کیے گئے تھے اور اس ریڈ انڈین جنگلی کو ایک بھی گولی نہیں لگی تھی جس نے عمران پر حملہ کیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے طاقتور جسم والے جنگلی نے عمران کو اپنی گرفت میں قابو کر لیا اور حلق سے چیخ کی آواز نکالی۔ تین چار جنگلی وہاں فوراً آگئے۔ انھوں نے عمران کو باندھا اور گھسیٹتے ہوئے اپنے جھونپڑوں کی طرف لے گئے۔ وہاں اسے ایک جھونپڑے میں بند کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا تھا کہ عمران کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ریڈ انڈین جنگلیوں کی قید میں آگیا ہے۔ اس کے ہاتھ پانو بندھے ہوئے تھے جھونپڑے کے باہر دو جنگلی خنجر لیے پہرہ دے رہے تھے۔ عمران نے آنکھیں بند کر لیں اور دل میں اللہ سے دعا مانگی کہ وہ اسے



ان جنگلیوں کی قید سے نجات دلائے۔ اب اسے اس کلرک کی بات یاد آرہی تھی جس نے برازیل کے دارالحکومت میں بتایا تھا کہ برازیل کے گھنے جنگلوں میں ابھی تک ایسے وحشی قبیلے بھی رہتے ہیں جو بھولے بھٹکے مسافروں کے سر کاٹ کر انھیں گرم ریت میں بھون کر سکیڑ کر گیند کی برابر کر لیتے ہیں اور پھر انھیں اپنے گلے میں پہنتے ہیں۔

خوف کے مارے ایک بار تو عمران کا حلق خشک ہو گیا۔ تو کیا یہ وحشی لوگ اس کا سر کاٹ کر اسے چھوٹا کر دیں گے؟ اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ حوصلہ نہیں ہارے گا۔ مایوسی کو اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دے گا اور اس جہنم سے فرار ہونے کی بھرپور کوشش کرے گا مگر اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور باہر جنگلی چھرے اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔ اس کے باوجود عمران فرار کی ترکیبوں پر غور کرنے لگا۔

دن نکلا تو وحشی اسے جھونپڑے سے نکال کر درختوں کے درمیان کھلی جگہ پر لے آئے۔ یہاں پہلے سے ایک بدنصیب آدمی درخت کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ عمران کو بھی اس کے ساتھ والے درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ جنگلی لوگ وہاں جمع ہو کر دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے۔ درمیان میں پتھر جوڑ کر آگ جلادی گئی۔ آگ کے اوپر ایک کڑاہی ڈال دی جس میں ریت پڑی تھی۔ عمران سمجھ گیا کہ اس کی موت کا وقت آگیا ہے۔ ابھی اس کا اور ساتھ بندھے ہوئے بدنصیب مسافر کا سر کاٹ کر ریت کی کڑاہی میں ڈال دیا جائے گا پھر بھی اس نے اپنے ہوش و حواس قابو میں رکھے۔ اور دل میں اللہ کو یاد کرتا رہا کیونکہ اس کا ایمان تھا کہ اگر اس کی موت کا وقت نہیں آیا تو سارے وحشی مل کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

اتنے میں ان جنگلیوں کا سردار اپنے جھونپڑے سے نکل کر وہاں آیا۔ سب جنگلی سردار کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ جنگلی سردار ایک تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے ہاتھ میں ایک تلوار تھام رکھی تھی۔ سارے جنگلی اپنی اپنی جگہوں پر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ ہر طرف ایک سناٹا چھا گیا اچانک سردار نے اپنا تلوار والا ہاتھ اوپر اٹھایا اور اپنی زبان میں کچھ کہا۔ اس کے ساتھ ہی ایک جنگلی تلوار لے کر ان درختوں کی طرف بڑھا جہاں عمران اور ایک دوسرا بدنصیب مسافر بندھے ہوئے تھے۔ عمران ساکت آنکھوں سے جنگلی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جنگلی اس کی طرف آنے کی بجائے ساتھ والے بدنصیب مسافر کی طرف بڑھا۔ اس کے سر کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ کر آگے کو کھینچا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار کا وار کر کے اس کی گردن کاٹ دی۔ اس کا خون آلود سر جنگلی کے ہاتھ میں لٹک رہا تھا۔ سارے وحشی نعرے لگانے لگے۔ کٹا ہوا سر کڑاہی میں ڈال دیا گیا۔ ایک جنگلی کڑاہی کے پاس بیٹھ کر سر کو گرم ریت میں ادھر ادھر ہلانے لگا۔ اتنا ظلم اور خونخوار عمران نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے ساتھ والے درخت کے ساتھ بدنصیب مسافر کی سر کٹی لاش ابھی تک بندھی ہوئی تھی۔ عمران پر ایک عجیب سا خوف اور دہشت طاری تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے بعد اس کا سر کاٹا جائے گا مگر ایسا نہ ہوا۔ سردار نے عمران کی طرف دیکھا اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں کہا۔

"تمھاری باری کل آئے گی۔ آج تمھیں یہ دکھانے کے لیے یہاں لایا گیا تھا کہ کل تمھارے ساتھ کیا ہوگا۔"

پھر سردار نے اشارہ کیا اور جنگلی عمران کو درخت سے کھول کر واپس جھونپڑے میں لے گئے جہاں اس کے ارد گرد چار آدمیوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ عمران کے ہاتھ کھلے تھے مگر پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ عمران نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ کم از کم ایک دن کے لیے تو اس کی جان بچ گئی اب وہ فرار کی ایک آدھ کوشش کر سکتا تھا۔ اگرچہ اسے وہاں سے فرار ہونے کی کوئی صورت نظر

نہیں آرہی تھی۔ پھر بھی وہ مایوس نہیں تھا۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں تھا۔ اس کے دل کو یقین تھا کہ اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا۔ چونکہ ان خونخوار جنگلیوں کو عمران کے صحت مند سر کی ضرورت تھی اس لیے اسے دن میں دو تین بار جانوروں کا بھنا ہوا گوشت اور پھل وغیرہ کھلائے گئے تاکہ عمران کو کمزوری محسوس نہ ہو۔

جوں جوں رات قریب آرہی تھی عمران کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ جھونپڑی میں چراغ جل رہا تھا۔ اس کی مدہم روشنی میں عمران نے دو ایک بار ہاتھوں سے اپنے پانو کی رسّی کھولنے کی کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ رسّی کو کچھ اس طرح سے گرہیں لگائی گئیں تھیں کہ وہ اسے کھول نہیں سکا تھا۔ کبھی کبھی اسے باہر جنگلی آدمیوں کی آپس میں باتیں کرنے کی آوازیں آجاتی تھیں۔ کسی وقت کوئی جنگلی بھی جھونپڑے کا دروازہ کھول کر عمران کو دیکھ کر اپنی تسلی کر لیتا تھا۔ رات گزرتی چلی جارہی تھی۔ عمران کی کسی شے کو ان جنگلیوں نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس کی گھڑی اس کی کلائی پر ہی بندھی ہوئی تھی۔ عمران نے وقت دیکھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ عمران جھونپڑی کے درمیان گڑے کھمبے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ اس کی زندگی کی آخری رات ہو؟ اس کا دماغ ایک بار تو چکرا گیا۔ وہاں سے بچ نکلنے کی کوئی ترکیب اس کے ذہن میں نہیں آرہی تھی نیند کوسوں دور تھی۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ عین اس وقت درختوں کے اس جھنڈ کے پاس ایک چٹان کے عقب سے عمران کے دوست سانپ نے اپنا پھن اوپر اٹھا کر اس جھونپڑے کی طرف دیکھا جس میں عمران قید کی حالت میں پڑا زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا تھا۔ سانپ کو عمران کی خوشبو اس جھونپڑی سے آرہی تھی۔ سانپ جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ رات کے اندھیرے میں بھی اسے ہر شے صاف نظر آرہی تھی۔ سانپ نے گھاس کے اندر چھپ کر جھونپڑی کا ایک چکر لگایا۔ اس نے دیکھ لیا کہ جھونپڑی کے اردگرد چار جنگلی لوگ پہرہ دے رہے ہیں جس کا مطلب تھا کہ عمران کو جھونپڑی میں قید کیا گیا ہے۔ مگر سانپ اپنی تسلی کے لیے عمران کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ سانپ کے لیے جھونپڑی میں گھسنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ جھونپڑی میں دیا جل رہا تھا جس کی روشنی میں اس نے عمران کو دیکھا کہ درمیان میں گڑے ہوئے بانس کے کھمبے کے ساتھ ٹیک لگائے سر جھکائے بیٹھا ہے۔ اس کے پانو رسّی سے بندھے ہوئے تھے۔ سانپ نے سوچا کہ اگر اس وقت اس نے عمران سے کوئی بات کی تو آواز سن کر جنگلی اندر آجائیں گے۔ چنانچہ اسنے اپنا سر جھونپڑی کی دیوار کے سوراخ میں سے باہر نکال لیا۔ وہ سب سے پہلے ان دو جنگلیوں کی طرف بڑھا جو جھونپڑی کے پیچھے گھاس پر بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ ان کے منہ جھونپڑی کی طرف تھے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ سانپ رینگتا ہوا ان کے پیچھے آیا۔ وہ

اپنے زہر کی تیزی سے واقف تھا۔ اس کا زہر کسی کو دوسرا سانس لینے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس نے پہلے جنگلی کو ڈسا تو وہ بولتے بولتے ایک دم رکا اور پھر ایک طرف ڈھیر ہو گیا۔ اس کا ساتھی اسے اٹھانے ہی لگا تھا کہ وہ بھی اس کے اوپر گر پڑا۔ سانپ نے دوسرے جنگلی کو بھی ڈس لیا تھا۔ اب وہ ان جنگلیوں کی طرف گیا جو جھونپڑی کے دروازے کے سامنے بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ اسی طرح سانپ نے ان دونوں کو بھی ڈس کر ہلاک کر دیا۔ یہ لوگ کوئی ہلکی سی آواز بھی نہ نکال سکے۔ اس کے بعد سانپ جھونپڑی میں گھس گیا۔ عمران آنکھیں بند کیے سر جھکائے بیداری اور نیند کے عالم میں تھا۔ سانپ رینگتا ہوا اس کے قریب آگیا اور آہستہ سے بولا :

"عمران! میرے دوست!"

عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اپنے سامنے اپنے دوست سانپ کو دیکھا تو اس کے مردہ جسم میں جیسے جان پڑ گئی۔ کہنے لگا :

"میرے دوست! تم آگئے تم کہاں چلے گئے تھے؟"

سانپ نے دھیمی آواز میں کہا :

"یہ سب کچھ تمھیں بعد میں بتاؤں گا۔ بہر حال مجھے ایک سپیرا پکڑ کر لے گیا تھا موقع پاکر اسے جہنم میں پہنچایا اور خود تمھاری بو لیتا یہاں تک پہنچا ہوں۔"

عمران بولا "باہر چار آدمی پہرہ دے رہے ہیں۔"

سانپ نے کہا "میں نے ان چاروں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اب یہاں سے نکل چلو۔"

عمران نے اپنے بندھے ہوئے پانو دکھائے۔ سانپ نے اسی وقت اپنے دانتوں سے رسی کاٹ ڈالی۔ عمران نے دیا بجھا دیا اور جھونپڑی کا دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔ دروازے کے آگے اسے دو ڈھیر نظر آئے۔ دونوں جنگلیوں کی لاشیں آہستہ آہستہ پگھل رہی تھیں۔ سانپ نے کہا "پچھلی طرف سے نکل چلو۔"

عمران جھونپڑی کے پیچھے جو درخت تھے اس طرف کو بھاگا۔ سانپ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ آگے چھوٹا سا پہاڑی نالہ آگیا۔ وہ نالے میں اتر کر اس کے کنارے کنارے شمال کی طرف چلنے لگا۔ سانپ تیز تیز رینگ رہا تھا۔ عمران نے اسے اٹھالیا اور اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اچانک اسے اپنے ریوالور کا خیال آگیا جو جنگلی سردار نے تھیلے سمیت اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اس نے ناگ سانپ سے ذکر کیا کہ ریوالور پیچھے رہ گیا ہے۔ سانپ بولا :

"اس کی اب کی فکر نہ کرو۔ یہاں سے جان بچاؤ۔ یہ آدم خور جنگلی ہیں جب تک میں ان سب کو باری باری ہلاک نہ کروں گا۔ یہ تمھیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

اور عمران تیز تیز دوڑنے لگا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد رات کی تاریکی نے اسے اپنی لپیٹ

میں لے لیا۔

رات کا باقی حصہ عمران پہاڑیوں میں سفر کرتا جنگلی آدم خوروں کے علاقے سے کافی دور نکل گیا۔ جب دن کی روشنی پھیلی تو منظر بدل چکا تھا۔ ہری بھری پہاڑیوں کی جگہ بنجر اور سیاہ چٹانوں نے لے لی تھی۔ ان نوکیلی چٹانوں کے درمیان کہیں کہیں جھاڑیاں اُگی تھیں۔ ایک جگہ پتھروں میں سے پانی نکل کر ٹپک رہا تھا۔ عمران وہاں بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے دوست سانپ کو جیب سے نکال کر پتھروں پر رکھ دیا اور جی بھر کر پانی پیا۔ پھر منہ ہاتھ دھویا اور سانپ سے پوچھا: "میرے دوست! کیا تمہیں یہاں شیبا کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے؟"

ناگ نے چاروں طرف اپنا پھن گھمایا۔ بار بار زبان باہر نکال کر لہرائی۔ پھر بولا: "مجھے کسی طرف سے شیبا کی خوشبو نہیں آرہی۔" عمران نے جیب سے نقشہ کھول کر پھیلا دیا۔ کہنے لگا "نقشے میں اس ساحل کا صرف یہی علاقہ دکھایا گیا ہے جہاں چٹانیں ہی چٹانیں ہیں۔"

سانپ بولا "میں نے خلائی مخلوق کی زبانی یہ ضرور سنا تھا کہ جہاں خلائی مخلوق نے اپنا زمین دوز ٹھکانہ بنا رکھا ہے وہاں اوپر چٹانیں نہیں ہیں بلکہ سیاہ ٹیلے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہاں سے آگے شمال کی طرف چلنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ آگے ہمیں سیاہ ٹیلے ضرور مل جائیں گے۔"

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد عمران ان چٹانوں میں آگے کی طرف چل پڑا۔ سانپ اس کی جیب میں تھا اور اس نے اپنی گردن جیب سے باہر نکال رکھی تھی۔ ایک گھنٹے تک عمران ان چٹانوں میں سفر کرتا رہا۔ آخر اسے سیاہ ٹیلوں کا سلسلہ نظر آیا۔ اس نے سانپ کی طرف دیکھا تو سانپ نے گہرا سانس پھنکار کی طرح چھوڑتے ہوئے کہا:

"عمران! ہوا میں شیبا کی خوشبو ہے" یہ سن کر عمران اچھل سا پڑا۔ اسے اپنی مہم کامیاب ہوتی نظر آرہی تھی۔ اس نے جلدی سے پوچھا۔

"یہ خوشبو کس طرف سے آرہی ہے؟"

سانپ کا پھن شمالی ٹیلوں کی طرف تھا جو اس جگہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر تھے سانپ نے کہا: "شیبا کی خوشبو سامنے والے ٹیلوں سے آرہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خلائی مخلوق کی خفیہ لیبورینٹری ان پہاڑیوں کے اندر ہی کسی جگہ واقع ہے اور شیبا بھی وہاں موجود ہے اسے ابھی تک خلائی سیارے میں نہیں لے جایا گیا۔" عمران خوش ہو کر کہنے لگا: "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ شیبا ابھی تک ہماری زمین پر ہی ہے۔ اب ہمیں باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

اور عمران آگے چل پڑا۔ جب سیاہ ٹیلے شروع ہوئے تو سانپ بولا:

"عمران! رک جاؤ۔ آگے خطرہ ہو سکتا ہے کیونکہ شیبا کی خوشبو کی لہریں یہاں بڑی

تیزی سے آ رہی ہیں۔"

عمران ایک ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے دن کی روشنی میں گردن آگے بڑھا کر دیکھا کہ سامنے ایک سنگلاخ پہاڑی تھی جس کے اوپر ٹوٹی پھوٹی پتھریلی سیڑھیاں جاتی تھیں۔ پہاڑی کے اوپر کہیں کہیں شکستہ مکانوں کے کھنڈر دکھائی دے رہے تھے۔ ان کھنڈرات پر ویرانی برس رہی تھی۔ کوئی پرندہ تک اوپر اڑتا ہوا نظر نہ آتا تھا۔ عمران نے سانپ کو جیب سے باہر نکال کر سیاہ پہاڑی کے مکانوں کے کھنڈر دکھائے اور کہا

"میرا خیال ہے اب ہم اپنی منزل کے سامنے ہیں۔ یہی وہ پہاڑی اور شکستہ مکانوں کے کھنڈر ہیں جن کے بارے میں تم نے بتایا تھا۔"

سانپ نے بھی پہاڑی والے کھنڈر کو غور سے دیکھا اور بولا

"شیبا کی خوشبو بھی اسی پہاڑی کی طرف سے آ رہی ہے۔ ضرور اسی جگہ خلائی مخلوق نے زیرِ زمین اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا ہے۔"

عمران بڑے غور سے پہاڑی کو تک رہا تھا۔ کہنے لگا "مگر یہاں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ یہاں خلائی مخلوق رہتی ہے؟"

سانپ نے کہا : "خلائی مخلوق اس دنیا کو تباہ کرنے یہاں آئی ہوئی ہے۔ وہ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ چھپائے گی۔ ان مکانوں کے نیچے خلائی لیبوریٹری ہوگی اور شیبا بھی اسی جگہ کسی تہہ خانے میں قید ہے۔"

عمران بولا "ہمیں رات کے اندھیرے میں وہاں جانا چاہیے۔ دن کی روشنی میں ہمیں دیکھا جا سکتا ہے۔ ویسے بھی یہ خلائی مخلوق سائنس میں کافی ترقی یافتہ ہے۔ انھوں نے باہر ضرور کوئی خفیہ راڈار یا کسی جگہ کوئی مانیٹرنگ ٹی وی کیمرہ لگایا ہوگا۔"

سانپ کچھ دیر کے لیے خاموش رہا۔ پھر کہنے لگا : "میں پہلے جا کر معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ اگر کوئی زیرِ زمین خلائی تہہ خانہ ہے تو اس کو کون سا راستہ جاتا ہے بہتر یہی ہے۔"

عمران نے کہا "تم کسی مشکل میں نہ پھنس جاؤ۔"

سانپ بولا۔ "اگر میری جگہ تم جاؤ گے تو تم بھی کسی مشکل میں پھنس سکتے ہو۔ یہ خطرہ تو ہم دونوں میں سے کسی کو لینا ہی پڑے گا۔ ویسے میرے دیکھے جانے کا امکان کم ہے۔"

آخر میں طے ہوا کہ اندھیرا ہو جانے کے بعد سانپ گمشدہ ویران شہر کے کھنڈروں میں جائے گا۔ وہ وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔ ایک جگہ کالی چٹانوں میں ایک قدرتی سرنگ بنی ہوئی تھی۔ وہ دونوں سرنگ میں چلے آئے۔ سانپ بولا : "تمھیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ میں باہر جا کر دیکھتا

ہوں، ہو سکتا ہے یہاں تمھارے لیے کھانے پینے کو کچھ مل جائے۔"

عمران نے مسکرا کر کہا "اس ویرانے اور سنگلاخ پہاڑی علاقے میں بھلا کھانے پینے کو کیا ملے گا؟"

ناگ سانپ نے بڑی سنجیدہ آواز میں کہا:

"عمران! تم اس زمین اور زمین کی چیزوں کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں۔ تم اسی جگہ رہنا۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔"

سانپ سرنگ سے رینگتا ہوا نکل گیا۔ چٹانوں کے درمیان سوائے سوکھی خشک گھاس اور کانٹے دار جھاڑیوں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ پانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا مگر سانپ کسی اور ہی چیز کی تلاش میں تھا۔ آخر اسے وہ شے مل گئی۔ یہ امرود کی طرح کا ایک پھل تھا جو چٹانوں کے اوپر اُگی ہوئی جھاڑی پر لگا تھا۔ ناگ سانپ وہ امرود توڑ کر عمران کے پاس لے آیا اور کہا:

"اسے کھاؤ۔ تمھیں کل شام تک نہ بھوک لگے گی اور نہ پیاس اور تمھیں کمزوری بھی محسوس نہیں ہوگی۔"

عمران نے سانپ سے وہ پھل لے کر اپنی جیکٹ سے رگڑ کر صاف کیا اور کھانے لگا پھل میٹھا اور رس دار تھا۔ اسے کھانے کے بعد عمران کی بھوک پیاس جاتی رہی۔ اس نے کہا "دوست! تم نے تو کمال کر دکھایا۔ اب ذرا ایک بار پھر ویران شہر کی پہاڑی کی طرف منہ کر کے مجھے بتاؤ کہ شیبا کی خوشبو کہیں غائب تو نہیں ہو گئی؟"

سانپ نے ویران شہر کی پہاڑی کی طرف منہ کر کے سانس کھینچا اور بولا "شیبا کی خوشبو برابر آرہی ہے۔"

اب انھیں رات کا اندھیرا چھا جانے کا انتظار تھا۔ جب سورج غروب ہو گیا تو ویران پہاڑی کے کھنڈر مکانوں پر آہستہ آہستہ سیاہی چھانے لگی۔ جب باہر طرف رات کا اندھیرا چھا گیا تو سانپ نے کہا: "اب میں جاتا ہوں۔ تم یہاں سے مت ہلنا، میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔"

یہ کہہ کر سانپ چٹانوں میں سے نکل کر ویران پہاڑی کے اوپر مکانوں کے کھنڈر میں پہنچا تو اس نے محسوس کیا کہ شیبا کی خوشبو کے جھونکے ایک خاص طرف سے زیادہ تیز تیز آرہے ہیں۔ سانپ اس طرف رینگتا چلا گیا۔ وہاں مکانوں کی ٹوٹی ہوئی پتھریلی دیواروں کے درمیان ایک چھوٹا سا احاطہ بنا ہوا تھا۔ اس احاطے کے کونے میں ایک گول شکستہ سا مینار تھا۔ شیبا کی خوشبو اس مینار میں سے نکل رہی تھی۔ یہاں چاروں طرف اندھیرا تھا اور کوئی خلائی مخلوق بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ سانپ پتھروں کے درمیان رینگتا مینار کے قریب آیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ مینار کے اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا مگر شیبا کی خوشبو کی لہریں بڑی شدت سے مینار کی

دیوار میں سے نکل رہی تھیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ شیبا اس مینار کے نیچے اسی تہ خانے میں قید ہے۔

سانپ نے مینار کے گرد ایک چکر لگایا۔ مینار اوپر سے بند تھا۔ اس کی دیوار میں سے کچھ پتھر اکھڑے ہوئے تھے۔ مینار کی چھتری بھی ایک طرف ڈھے گئی تھی مگر اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سانپ کو مینار کی دیوار کے نیچے زمین کے اندر جاتا ایک سوراخ دکھائی دیا۔ وہ اس سوراخ میں داخل ہو گیا۔ یہ سوراخ کسی چوہے کا بل تھا۔ مگر چوہا وہاں نہیں تھا کیونکہ وہاں خلائی مخلوق کے جسموں سے نکلنے والی تابکاری پھیلی ہوئی تھی۔ تابکاری کی لہروں کو سانپ بھی اپنے جسم پر محسوس کیا تھا۔ سانپ نے چوہے کے بل میں آگے ہی رینگتا چلا گیا۔ پہلے اندھیرا تھا۔ پھر ہلکی ہلکی روشنی نظر آنے لگی۔ یہ راستہ زمین کے نیچے جا رہا تھا۔ یہاں خلائی مخلوق کی تابکاری بھی بڑھ گئی تھی۔ سانپ نے اس کی کوئی پروا نہیں کی اور آگے ہی آگے رینگتا چلا گیا۔ روشنی صاف ہوتی گئی۔ پھر چوہے کا بل ایک ایسی پتھر کی دیواروں والی کوٹھری میں پہنچ کر ختم ہو گیا جہاں چھت کے ایک پتھر میں سے نیلے رنگ کی روشنی نکل رہی تھی۔ کوٹھری میں المونیم کے چھوٹے بڑے خالی ڈبے بکھرے پڑے تھے اور فضا میں کسی تیز دوائی کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود ناگ سانپ شیبا کی خوشبو برابر محسوس کر رہا تھا۔ یہ خوشبو کوٹھری کی دوسری طرف سے آ رہی تھی۔

کوٹھری کا دروازہ لوہے کا تھا جو بند تھا۔ ناگ سانپ نے دیوار کو دیکھا۔ دیوار بڑے بڑے پتھروں کی سلوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ اس میں سے گزرنے کے لیے کوئی چھوٹا سا سوراخ بھی نہیں تھا۔ سانپ کو قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ جلدی سے المونیم کے خالی ڈبوں کے پیچھے چھپ گیا۔ دروازہ کھلا اور نیلے خلائی لباس میں ملبوس دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے بھی انسانوں جیسے تھے مگر ان پر بڑی کرختگی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے بات بھی نہیں کر رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھ سلور کا ایک کریٹ لائے تھے جس میں سے وہ چھوٹے چھوٹے ڈبے نکال کر سامنے والی دیوار کے ساتھ لگانے لگے۔ لوہے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ سانپ نے موقع غنیمت جانا اور المونیم کے ڈبوں میں سے رینگتا ہوا نکلا اور دروازے سے باہر ہو گیا۔ باہر ایک دھندلی نیلی روشنی تھی۔ یہ ایک سرنگ سی تھی۔ یہاں تابکاری کچھ زیادہ تھی۔ یہ تابکاری سانپ کو زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تیزی سے سرنگ کی دیوار پر چڑھ گیا اور رینگ کر چھت کے ساتھ کونے میں چپک گیا۔

دونوں خلائی آدمی کوٹھری سے باہر نکلے اور کریٹ کو کھینچتے سرنگ میں سے گزر گئے۔ سانپ سرنگ کی چھت سے چمٹا ہوا تھا۔ وہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ سرنگ میں رینگنے لگا

شیبا کی خوشبو زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ آگے چھت پر نیلی روشنی تھی۔ سانپ اس سے بچنے کے لیے دیوار پر آگیا۔ رینگتے رینگتے وہ ایک چھوٹے سے روشن دان کے پاس پہنچا جہاں اندر سے روشنی کے ساتھ خلائی مخلوق کی باتیں کرنے کی آواز آرہی تھیں۔

سانپ نے روشن دان کے ساتھ لگ کر اندر نگاہ ڈالی۔ یہ چاندی کی طرح چمکتا ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی دیواروں پر بے شمار ڈائل لگے ہوئے تھے۔ ان میں نیلی سبز سرخ روشنیاں ہو رہی تھیں۔ درمیان میں ایک گول سفید میز کے گرد سفید اسٹولوں پر آمنے سامنے دو خلائی آدمی بیٹھے میز پر رکھی تانبے کی ایک چوکور پلیٹ کو دیکھ رہے تھے۔ ایک نے سر اوپر اٹھائے بغیر اپنی خلائی زبان میں کچھ کہا جسے سانپ نہ سمجھ سکا۔ سانپ روشن دان کے اوپر سے ہو کر دیوار پر آگے گزر گیا کیونکہ شیبا کی خوشبو سرنگ کے دوسرے حصے سے آرہی تھی اور یہ خوشبو پہلے سے بہت تیز ہو گئی تھی جس کا مطلب تھا کہ شیبا کہیں قریب ہی تھی

سانپ شیبا کی خوشبو کے ساتھ ساتھ رینگتا چلا گیا۔ سرنگ آگے جا کر مڑ گئی چونکہ وہ چھت کے ساتھ لگا رینگ رہا تھا۔ اسی لیے کسی کی نظر اس پر نہیں پڑ سکتی تھی۔ وہ سرنگ آگے جا کر ڈھلانی ہو گئی۔ یہاں ایک کمرے کے روشن دان میں سے ہلکی نیلی روشنی کے ساتھ شیبا کی خوشبو بھی بڑی تیزی سے نکل رہی تھی۔ سانپ نے روشن دان کے ساتھ منہ لگا دیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ شیبا کمرے میں ایک اسٹریچر پر اس طرح پڑی ہے کہ اس کے منہ کے اوپر ایک بڑا نیلا بلب روشنی ڈال رہا ہے۔ شیبا شاید بیہوش تھی کیونکہ وہ کوئی حرکت نہیں کر رہی تھی۔

ایک خلائی آدمی ہاتھ میں سفید ٹرے لیے آیا اور دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا سانپ تیزی سے رینگ کر نیچے آیا اور ادھ کھلے دروازے میں سے کمرے میں داخل ہو کر کونے میں ایک الماری کے پیچھے چھپ گیا۔ خلائی آدمی نے شیبا کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دوسرے ہاتھ سے اس کی نبض دیکھی۔ پھر اس کے بازو پر ایک انجکشن لگایا اور روشنی کے بڑے بلب کو بجھا دیا۔ اب کمرے میں صرف کونے والا نیلا بلب ہی روشنی دے رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر خلائی آدمی کمرے سے نکل گیا۔ اس نے جاتے ہوئے باہر تالا لگا دیا تھا۔ ناگ سانپ تیزی سے الماری کے پیچھے سے نکلا اور شیبا کے پاس آکر اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ (پھر کیا ہوا، یہ آیندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

جو بوجھے سیانا کہلائے

مطبوعہ دسمبر ۱۹۹۷ء کے جوابات

جواب (۱) ٹوپی (۲) عینک (۳) پنسل (۴) چاقو (۵) [illegible] (۶) [illegible] ریڈیو (۷) [illegible] (۸) [illegible]

اقوال زریں

☆ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کے بجائے تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔ (حدیث)
☆ مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔ (حدیث)
☆ زبان کو قابو میں رکھنا بہترین صدقہ ہے۔

غلام نبی امیر خاں، مسلم نگر مالیگاؤں

رسول پاک ﷺ نے فرمایا
☆ اللہ کی راہ میں مجھے اتنا دکھ دیا گیا کہ کسی دوسرے کو نہیں دیا گیا۔
☆ اور مجھ پر تیس دن رات (مسلسل) ایسے گزرے کہ میرے اور بلالؓ کے لیے کوئی ایسا کھانا مہیا نہیں ہو سکا جسے جاندار کھاتے ہوں بجز اس شے کے جسے (چھوٹی سی پوٹلی بنا کر) بلالؓ اپنی بغل میں داب لیتے۔"
(بہ روایت حضرت انسؓ مشکوٰۃ جلد نمبر ۲، کتاب الرقاق)

عمار شیخ، سید پورہ، بالاپور اکولہ

نماز کیا ہے؟
حضور اکرم ﷺ نے کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔
(۱) چہرہ کی رونق (۲) دل کا نور ہے (۳) بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے (۴) قبر کا انس ہے (۵) اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے (۶) آسمان کی کنجی ہے (۷) اعمال ناموں کی ترازو کا وزن ہے (۸) اللہ کی رضا کا سبب ہے (۹) جنت کی قیمت ہے (۱۰) دوزخ کی آڑ ہے۔ جس نے اس کو قائم کیا اس نے اپنے دین کو قائم کیا۔

محمد بدیع الملک، نیہاری، جوگی ہاٹ اور یہ

علم بہتر ہے کہ دولت؟
☆ دولت کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ علم ہماری حفاظت کرتا ہے۔
☆ دولت خرچ کرنے سے کم ہوتی ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔
☆ دولت سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ علم انسان کا سر اونچا کرتا ہے۔

سلمیٰ بیگم، صنعت نگر، حیدرآباد

قیامت کی نشانیاں
☆ جب دنیا میں گناہوں کی زیادتی ہو جائے۔
☆ لوگ ماں باپ کی نافرمانی کرنے لگیں اور ان پر سختیاں کرنے لگیں۔
☆ بے علم اور کم علم لوگ رہنما اور پیشوا بن جائیں۔
☆ کم درجہ کے لوگ بڑی اونچی اونچی عمارتیں بنانے لگیں۔
☆ نااہل لوگوں کو بڑے بڑے عہدے ملنے لگیں تو سمجھ لو کہ قیامت قریب ہے۔

انصاری خدیجہ ناز معرفت محمد شریف، شادہ

☆ تین چیزیں انسان کو زندگی میں ایک بار ملتی ہیں۔ (والدین، حسن، جوانی)
☆ تین چیزیں کسی کا انتظار نہیں کرتی (وقت موت، گاہک)

پیام نسیم

☆ تین چیزیں کوئی دوسرا نہیں چرا سکتا (عقل، علم، ہنر)

محمد الیاس قریشی، قصاب پورہ، منگرول پیر

☆ اپنی ضرورت کم کروگے تو راحت پاؤگے

☆ جوانی میں بہکا ہوا قدم بڑھاپے میں رُلاتا ہے۔

☆ عالم سے ایک گھنٹہ کی گفتگو دس برس کے مطالعہ سے زیادہ مفید ہے۔

منصور احمد، ولید پور، ضلع مئو یوپی

☆ کسی سے دشمنی مت رکھو۔

☆ کسی پر احسان مت رکھو۔

☆ کسی کے لیے دل میں نفرت مت رکھو۔

سمیہ بانو، شیواجی نگر، گوونڈی ممبئی

☆ صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ یہ مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔

☆ مصیبت میں گھبرانا کمال درجہ کی مصیبت ہے۔

☆ مصائب کا مقابلہ صبر سے اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔

☆ معافی سب سے اچھا انتقام ہے۔

فرزانہ الیاس، نظام آباد، اے پی

☆ احساس خودی

☆ جس کے پاس مرہم نہیں اسے زخم دکھانے سے کیا فائدہ؟

☆ مایوسی امید کے تمام چراغوں کو بجھا دیتی ہے۔

☆ مظلوم کی بددعا سے بچو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

انجم آرا محمد ذاکر، اسلام پورہ، کاسودہ

☆ مصیبت کی گھڑیوں میں ہرگز نہ پشیمان ہو کہ اس مصیبت کی تہہ میں اللہ کی بہت سی مہربانیاں چھپی ہوئی ہیں۔

☆ تکلیف کے ڈر سے نیکی کرنا مت چھوڑو کیونکہ تکلیف تو ایک دن ختم ہو جائے گی لیکن نیکی ہمیشہ باقی رہے گی۔

محمد ضمیر ہاشم، شیخ ساٹڈو، اسلام پورہ کاسودہ

☆ آقائے دو جہاں محمد ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو قرآن سیکھے اور قرآن سکھائے۔

☆ قرآن پاک ایک مقدس اور آسمانی کتاب ہے

☆ قیامت کے دن قرآن اپنے پڑھنے والے کی بخشش کرائے گا۔

محمد اکرم عبدالجبار، شیگاؤں، بلڈانہ

☆ تعجب ہے اس پر جو موت کو حق مانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔

☆ تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر بھی اس سے رغبت رکھتا ہے۔

☆ پھول اور کانٹے انسان اپنی راہ میں خود بچھاتا ہے۔ اور الزام دوسروں کو دیتا ہے۔

محمد سعد، محمدی ضلع لکھیم پوری کھیری

☆ ناامید ہونے سے عمر گھٹتی ہے (ارسطو)

☆ دوستی میں شبہ زہر ہے۔ (فیثاغورث)

عاصمہ تبسم، مدار تکیہ منگرول پیر اکولہ

☆ ان چیزوں سے پرہیز کریں (شرک، بدعت اور نفاق)
☆ ان چیزوں کو پاک رکھیں (جسم، روح اور لباس)
☆ ان تینوں کو ٹھیک رکھیں (بول، تول اور قول)

شگفتہ ارشاد، جھاڑو ہویشالی بہار

☆ جس شخص نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لیے صدقہ و خیرات کیا اس نے شرک کیا۔ (حدیث)

محمد طفیل صدیقی، لکشمی پور، چاکند، گیا

☆ گناہ کو نہ دیکھو وہ کتنا چھوٹا ہے بلکہ اس خدا کی بڑائی کو دیکھو جس کی نافرمانی کی جارہی ہے
● اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش مت ہو ورنہ اللہ تعالیٰ اسے عافیت دے کر تمہیں مصیبت میں مبتلا کر سکتا ہے۔
☆ عمدہ چیز کو حاصل کرنا کوئی خوبی نہیں بلکہ اسے عمدہ طریقے سے استعمال کرنا خوبی ہے۔

شہناز پروین، بوڑھی پورہ، منگرول پیر

☆ نماز مومن کی معراج ہے۔
☆ نماز دین کا ستون ہے۔
☆ نماز ہر مرد عورت پر فرض ہے۔
☆ نماز اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔

عتیق احمد خاں، دیوان پورہ، منگرول پیر

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لوگو) تم دوسروں کے متعلق، بدگمانی سے بچتے رہو کیونکہ بدگمانی بہت ہی جھوٹی بات ہے اور تم لوگوں کی باتوں کی ٹوہ نہ لگایا کرو اور نہ ان کے عیب تلاش کرو

محمد عاقب کمال، مدرسہ احمدیہ، ابابکر پور ویشالی

ماں

☆ ماں ایک ایسی خوشبو ہے جس سے سارا جہاں مہک اٹھتا ہے۔
ماں ایک ایسی آہ ہے جو سیدھی عرش پر جاتی ہے۔
ماں ایک ایسی مشعل ہے جو ہمیشہ راستہ دکھاتی ہے۔

محمد تبریز اختر، بسرا، سندر گڑھ، اڑیسہ

زندگی

ز زندہ دلی سے جیو۔
ن نصیحتوں پر عمل کرو۔
د دشمن کو معاف کرو۔
گ گمراہی کی طرف نہ جاؤ۔
ی یاد رکھو اپنے ماضی کو۔

صباحت زیبا، بڑھئی پورہ، منگرول پیر

☆ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔
خدا کا ڈر سب سے بڑا توشہ آخرت ہے۔
قوم کا سردار وہی ہے جو قوم کی خدمت کرتا ہے۔
سفر کرنے سے پہلے ہم سفر کو پرکھ لو۔

محمد ذاکر، سلطان پور، پونار، بلڈانہ

☆اخلاق کا اچھا ہونا محبت الٰہی کی دلیل ہے۔

☆دل کی سب سے بڑی بیماری حسد ہے۔

☆پانو پھسل جائیں تو پھسل جائیں مگر زبان کو پھسلنے نہ دو۔

غلام سرور، مڈل اسکول لکشمی پور، چاکند، گیا

☆دوستی کی شیرینی کو ایک مرتبہ کی رنجش زہر آلود کر دیتی ہے۔

● دکھ چاہے شہنشاہ کا ہو یا بھکاری کا، اس میں احساس کے نشتر یکساں ہوتے ہیں۔

☆ مایوسی ایک تیز دھوپ ہے جو سخت سے سخت وجود کو بھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

محمد ظہیر احتشام شیخ ساٹڈو، اسلام پورہ کاسودہ

☆زندگی کے دکھ تو آدمی کو انسان بناتے ہیں دکھ کا مقابلہ آنسوؤں سے نہیں حوصلے سے کیا جاتا ہے۔

اگر دل کا اطمینان چاہیے تو حسد کی آگ میں جلنے سے پرہیز کرو۔

کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے

یوسف خاں، یعقوب خاں، شبیر نگر مالیگاؤں

☆کبھی انسان کے دل میں ایمان اور حسد دونوں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ (حضرت محمدؐ)

☆حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ (حضرت محمدؐ)

☆کھلی دشمنی بہتر ہے منافقانہ دوستی سے۔ (حضرت جعفر صادق)

انور خاں انیس خاں، لوٹا پور، بالا پور اکولہ

☆ہمارا حاکم صرف ایک اللہ اس کے سوا کوئی نہیں۔

☆ہمارا امام صرف ایک محمدؐ، فرقہ وارانہ امام نہیں۔

☆ہمارا دین صرف اللہ کا پسند کردہ دین اسلام، فرقہ وارانہ مذہب نہیں۔

محمد عبداللہ، مدرسہ مدینۃ العلوم شری رام پور

صرف ایک سجدہ کا ثواب

حضرت سید امام جعفر صادقؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ نماز بہت اعلا درجہ کی عبادت ہے اس میں جو سجدے ہیں صرف ایک سجدے کی تعریف بتادیجیے کہ کتنا ثواب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا "ایک سجدہ کرنے سے آٹھ لاکھ برس کی عبادت کا ثواب ہے" اس شخص نے کہا "میں نے تسلیم کر لیا مگر کوئی دلیل پوچھے تو کیا جواب دوں؟" آپ نے فرمایا "شیطان نے آٹھ لاکھ برس تک عبادت کی، ایک سجدہ نہ کرنے سے مردود ہو گیا بس خدا کو وحدہ لاشریک جان کر اور حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار کر کے ایک سجدہ کرو تو آٹھ لاکھ برس کی عبادت کے مستحق ہو۔"

ایچ، اے، رحمانی، کسیلا مدن پور، اورریہ بہار

حکما کا قول

☆ سچائی کی راہ میں صبر استقامت۔

● خلق خدا کے ساتھ عدل وانصاف

● بزرگوں کا ادب واحترام

● درویشوں کے ساتھ کرم و بخشش

ارشاد احمد قریشی، کارنجہ، (لاڈ)

گدگدیاں

☆ایک عورت اپنی سہیلی سے کہہ رہی تھی کہ یہ پڑوسن بہت بُری ہے۔ ہر وقت اپنے شوہر کی شکایت کرتی رہتی ہے۔ بھلا یہ کوئی اچھی بات ہے۔ اب مجھے ہی دیکھ لو میرے میاں کتنے شرابی اور آوارہ ہیں لیکن کیا تم نے میری زبان سے ان کی کبھی شکایت سنی ہے۔

(۲)

دو آدمی آپس میں لڑ رہے تھے۔ ایک کے ہاتھ میں لاٹھی اور دوسرے کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ ایک صاحب انھیں دیکھ کر جلدی سے ان کے پاس آئے اور ایک پرچہ تھما کر کھسک گئے۔ وہ اپنی لڑائی کو بھول کر پڑھنے لگے۔ اس پر لکھا تھا " میرے کلینک میں گہرے سے گہرے زخم کا علاج تسلی بخش ہوتا ہے"

محمد نورالعظیم صدیقی، پھلتی، مظفر نگر یوپی

☆ایک لڑکے نے پولیس تھانے فون کیا اور انسپکٹر سے کہا۔

لڑکا: انسپکٹر صاحب جلدی آیئے۔ ہمارے گھر میں چور گھس آئے ہیں۔

انسپکٹر: اتنی زور دار بارش ہو رہی ہے۔ بھلا میں کیسے آسکتا ہوں۔

لڑکا: آپ سے تو یہ چور اچھے ہیں جو اتنی بارش میں بھی اپنا کام کر رہے ہیں۔

محمد عادل شکیل، کھامگاؤں، مہاراشٹر

☆دو صاحبان آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ عنوان تھا " انگریزی زبان " ایک صاحب کہنے لگے " بھئی انگریزی زبان ہمارے معاشرے میں رچ بس گئی ہے"

دوسرے صاحب نے منہ بناتے ہوئے کہا" بھئی مجھے تو اس انگریزی زبان سے اتنی نفرت ہے کہ میں نے اپنی پوری لائف (Life) میں کبھی انگریزی ورڈ (Warld) یوز (Use) نہیں کیا۔

محمد ابرار، لاکھن واڑہ، کھام گاؤں، بلڈانہ

☆باپ: آپ بڑے ہو کر کیا بنیں گے؟

بیٹا: میں مریض بن کر ڈاکٹروں کی خدمت کروں گا۔

شیخ الیاس شیخ یوسف، اندھیری ویسٹ ممبئی

☆دو بیوقوف راستے میں جا رہے تھے کہ ایک بیوقوف بولا "یار کتنی حیرت کی بات ہے کہ انڈے میں سے بچے نکل آتے ہیں؟"

دوسرا بیوقوف بولا " ارے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ انڈے میں گھس کیسے جاتے ہیں۔"

شکیل احمد، محلہ پیری گلی، آرمور، نظام آباد

☆استاد: (شاگرد سے) ہمارے اسکول کے نام کے ساتھ ہائی اسکول کیوں لکھا جاتا ہے؟

شاگرد: اس لیے کہ یہ چوتھی منزل پر ہے۔

حیدر عباس، محلہ پورہ رانی، مبارکپور

☆استاد: (شاگرد سے) میں نہیں جانتا کہ تم اس طرح اول درجہ میں کامیاب ہو سکے

شاگرد : (جلدی سے) آپ اگر اسی طرح ہمارے اباجان کے پریس میں پرچہ چھپوائیں گے تو ہر سال اسی طرح اول درجہ سے کامیاب ہو جاؤں گا۔

(۲)

☆ استاد : (شاگرد سے) بتاؤ دودھ کی جمع کیا ہے؟

شاگرد : (جلدی سے) جناب "دہی"

محمد رشید الدین (لائن گلی) ضلع نظام آباد

☆ ایک شخص توتے کی دکان پر توتے خریدنے کے لیے جاتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں پر بہت سے توتے ہیں مگر صرف ایک توتے کے پیر میں زنجیر ہے اور ایک پیر خالی ہے تو وہ شخص دکان دار سے پوچھتا ہے کہ صرف اس توتے کے ایک پیر میں زنجیر ہی کیوں بندھی ہے؟

دکاندار : اگر آپ زنجیر والے پیر کھینچیں گے تو یہ توتا اللہ اللہ کہے گا اور اگر خالی والا پیر کھینچیں گے تو گالیاں دے گا۔

گاہک : اور اگر دونوں پیر کھینچوں تو؟"

توتا : ابے احمق میں گر نہیں جاؤں گا۔

فارعہ پاشا، بنگالی بازار، کلکتہ ۲۴

☆ تین مالک آپس میں باتیں کرتے ہیں۔

پہلا بولا : میرا ڈرائیور ایسی گاڑی چلاتا ہے کہ سڑک پر کھڑے رہنے والے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔

دوسرا بولا : آپ کا ڈرائیور تو کچھ بھی نہیں میرا ڈرائیور گاڑی ایسی چلاتا ہے کہ ہوا میں اڑ جاتا ہے۔

تیسرا بولا : آپ کا ڈرائیور تو کچھ بھی نہیں میرا ڈرائیور گاڑی ایسی چلاتا ہے کہ گاڑی آفس میں، اور ڈرائیور اسپتال میں۔

ترنم نسرین، چاندنی چوک، امراوتی

☆ استاد نے شاگرد سے پوچھا : کیا تمہارے والد صاحب اتنے امیر ہیں جو روزانہ اتنے اچھے کپڑے پہناتے ہیں؟"

شاگرد : جی ہاں، میں دھوبی کا لڑکا ہوں"

محمد شان الرحمٰن، اسلام نگر، اررریہ بہار

☆ فقیر (ایک آدمی سے) صاحب دس پیسے دے دو۔

آدمی : اس پیسے سے کیا ہو گا تم زیادہ کیوں نہیں مانگتے؟

فقیر : صاحب میں آدمی دیکھ کر مانگتا ہوں۔

وسیم احمد، نزد پوسٹ آفس جمشید پور

☆ ایک طالب علم نے ایک دن اپنے ماسٹر صاحب کی خدمت میں تورکی پکی ہوئی دال ہانڈی سمیت پیش کی۔ ماسٹر صاحب۔ ہانڈی دونوں ہاتھوں میں لے کر منہ۔ لگاکر دال کے دو چار گھونٹ پینے کے! اپنے شاگرد سے کہا واہ بھائی واہ! مزہ آگیا شہاب الدین تیری ماں تو بہت اچھی دال پکاتی ہے بھئی۔ واہ۔ مزہ آگیا۔ طالب شہاب الدین نے کہا ماسٹر جی سچ تو یہ ہے رات ہم بچوں کے کھانے کے بعد دال ہانڈی میں بلی نے منہ ڈال دیا تھا میری ماں

نظر بلی پر پڑی۔ پھر بلی کو بھگا کر میری ماں نے کہا" شابو! کل تو اسکول جائے گا تو یہ دال دوسری ہانڈی میں انڈیل کر اپنے ماسٹر صاحب کو دے دینا۔ یہ سنتے ہی ماسٹر صاحب نے طیش میں آکر ہانڈی زمین پر دے ماری اور شابو کو برا بھلا کہنے لگے۔ ۔ ۔ "شابو زور زور سے روتا کیوں ہے بے؟ ایک توتلی کی چھوٹی اور باسی دال مجھے لاکر دے دی اوپر سے روتا ہے؟ شابو نے آواز کم کرتے ہوئے کہا" ماسٹر صاحب، میں دال کے گرنے پر نہیں رو رہا ہوں میں تو ہانڈی کے پھوٹنے پر رو رہا ہوں۔ اب میرا پلا کتا کس ہانڈی میں پانی پیے گا۔

مختار شیخ، سید پورہ بالاپور

☆ پہلا بیوقوف: دیکھو تمھاری ناک پر مکھی بیٹھی ہوئی ہے۔
دوسرا بیوقوف: کوئی بات نہیں۔ کسی دن موقع مل گیا تو میں بھی اس کی ناک پر چڑھ جاؤں گا۔

محمد احتشام انصاری، آسنسول، بردوان

☆ دو بیوقوف ایک کشتی کے اندر سفر کر رہے تھے وہ جس کشتی کے اندر سفر کر رہے تھے اس کشتی میں ایک باریک سا سوراخ تھا جس سے پانی کشتی میں آرہا تھا۔ پہلے نے کہا کہ ارے کشتی میں پانی آرہا ہے دوسرے نے کہا ٹھہرو میں انتظام کرتا ہوں اس بیوقوف نے اس کشتی میں دوسرا سوراخ کر دیا تاکہ پانی باہر نکل جائے۔

مدثر احمد خاں، آسے گاؤں، منگرول پیر اکولہ

☆ اسماء: پاپا آپ نے کہا تھا نا کہ دو روپیہ دیں گے دیجیے مجھے پارٹی میں جانا ہے؟
امی: (ڈانٹتے ہوئے) کوئی ضرورت نہیں، چلو جاکر چپل سلوا کر لاؤ۔
اسماء: جی ہاں، وہیں تو جا رہے ہیں، موچی کی دکان پارک کے گیٹ پر ہی تو ہے۔

نعیم النساء، (پتا نہیں لکھا)

☆ ایک دیہاتی آدمی سوا دس بجے والی گاڑی سے جانے کے لیے اسٹیشن پہنچا۔ اس آدمی نے ایک مسافر سے پوچھا کہ یہ گاڑی کب چھوٹے گی؟ مسافر نے جواب دیا کہ دس بج کر ۱۵ منٹ پر چھوٹے گی۔ کیا اس کا نام بدل گیا ہے؟ یہ تو سوا دس بجے جاتی تھی؟ دیہاتی نے تعجب سے کہا۔

ازہر منیر، پوسٹ بکس نمبر ۹۳، لکھنؤ

☆ ایک پاگل مینار پر چڑھ گیا۔ دیکھتے دیکھتے لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا تو لوگوں نے کہا "ابے اتر جاؤ" تو وہ نہ اترا تو لوگوں نے ایک پاگل کو بلایا جو اس کا دوست تھا۔ تو اس پاگل نے کہا "ابے سیدھے اتر جا ورنہ میں مینار کاٹ دوں گا" تو وہ اتر گیا۔ لوگوں نے کہا "تم ہمارے کہنے پر کیوں نہیں اترے؟ تو اس نے کہا "اس پاگل کا کیا بھروسا، مینار کاٹ ہی دیتا"

محمد خالد اعظمی، کھریواں، سرائے میر

☆ ایک عورت اپنے دو بچوں کو لے کر سبکی

سے ملنے گئی۔ بچے کو دیکھ کر سہیلی نے کہا "اس کی آنکھیں بالکل ماں کی طرح ہیں" ماں بولی "ناک باپ کا ہے۔" بچے نے مسکرا کر کہا "پاجامہ بڑے بھائی کا ہے۔"

محمد ماجد محمد ہارون سوداگر، پورہ مانا، اکولہ

☆ باپ: (بیٹے سے) بیٹا تم کو کون سی ٹیچر اچھی لگتی ہیں؟
بیٹا۔ مجھے انگریزی کی ٹیچر اچھی لگتی ہیں۔
باپ وہ کیوں؟
بیٹا: اس لیے کہ وہ مجھے روزانہ صرف مرغا بناتی ہیں۔
باپ: وہ تمھیں مرغا بناتی ہیں؟ اور تم کہتے ہو کہ وہ ٹیچر اچھی لگتی ہیں؟
بیٹا: اگر وہ مجھے مرغی بناتیں اور انڈے دینے کو کہتیں تو میں کیا کرتا ؟

کوثر وزیر بیگ، تاج نگر، امراوتی

☆ کسی کرکٹ میچ میں امپائر نے ایک کھلاڑی کو L.B. W قرار دے دیا۔ کھلاڑی بہت خفا ہوتا ہوا جب پویلین کی جانب جارہا تھا تو سفید کوٹ والے شخص سے بولا "جس طرح تم نے مجھے L.B.W آوٹ دیا ہے، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تمھیں عینک کی ضرورت ہے" سفید کوٹ والے نے جواب دیا "عینک کی مجھے نہیں تمھیں ضرورت ہے۔ کیونکہ میں امپائر نہیں آئس کریم بیچنے والا ہوں۔"

آسیہ فردوس، عادل آباد

☆ ایک لڑکا گھر سے دو جوڑے کپڑے لے کر نکلا تو اس کے ماں باپ اس کے ہاتھ پانو جوڑنے لگے۔ بیٹا اتنی اتنی سی بات پر گھر چھوڑ کر نہیں جاتے۔
لڑکا: میں گھر چھوڑ کر کہاں جارہا ہوں، میں تو استری کرانے جارہا ہوں۔

افتخار عابد، کریم نگر، مالیگاوں

☆ شوہر محفل میں بیوی کی تعریف کرتے ہوئے "تم جب آنکھیں بند کرتی ہو تو ایسا لگتا ہے جیسے رات ہو گئی، اور جب ہنستی ہو تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پھول سے خوشبو نکل رہی ہو۔ پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے کہا جو کہ چور تھا بھائی صاحب آپ اپنی بیوی کو آنکھیں بند کرنے کو کہیے کیونکہ مجھے رات ہونے کا انتظار ہے۔

اسماعیل خاں، جے، کے، امراوتی

☆ انگریز (ہوٹل کے بیرے سے) یہاں کھانے کو کیا چیز ملتی ہے؟
بیرہ گوشت، قورمہ، انڈا، بریانی وغیرہ وغیرہ۔
انگریز تو ہم کو وغیرہ وغیرہ ہی دے دو۔ یہ کوئی نئی چیز معلوم ہوتی ہے۔

سراج خاں، اندرا نگر، پاتھری، پربھنی

☆ باپ (بیٹے سے) تمھیں کتنی بار منع کیا ہے کہ دلن کی دکان سے سامان مت لایا کرو۔ وہ سامان دیتے وقت آنکھوں میں دھول جھونک دیتا ہے۔
بیٹا (ابا جان سے) میں سامان لیتے وقت اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہوں۔

یوسف خاں یعقوب خاں، مالیگاؤں

قلمی دوستی

نام: عالمگیر شیخ عمر ۱۱سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا کائن گرین، تیسرا مالا روم نمبر ۷۴۷، بی ڈی ایل
بی، کالونی ممبئی نمبر ۳۳

نام عنایت سعد احمد عمر ۱۲سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ سائکل چلانا
پتا ۱۵۳۴ بے، آر بی، آئی اسٹاف کوارٹرس، مراٹھا
مندر مارگ، ممبئی سینٹرل، ممبئی ۸

نام محمد عالم
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، مذہبی کتابیں پڑھنا
پتا گورنمنٹ ہائی اسکول، امیر پیٹ نمبر ۲، بیگم پیٹ
حیدر آباد، اے پی

نام ہدایت اللہ شیخ عمر ۱۱سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا کموکماری محلہ، آ[illegible]، تیسرا مالا، روم نمبر
۲۰، اسمٰعیل کرڈے، روڈ، ممبئی نمبر ۳

نام غلام یزدانی برنپوری عمر ۱۶سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ فٹ بال کھیلنا، اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا. تھانہ روڈ، چپل دوکان، برنپور، مغربی بنگال

نام: محمد شہود
تعلیم: ہائی اسکول
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا معرفت غلام نبی اشرفی چیرمین، پورھوانی مبارکپور

نام سعدیہ بدر
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ اچھے میگزین پڑھنا
پتا گرلز آئیڈیل اکیڈمی۔ اررریہ (بہار)

نام فیروز انجم عمر ۱۲سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ سونا، کھانا اور پڑھنا
پتا مقام، چکوا، پوسٹ برہیا بازار، مظفر پور بہار

نام عبدالخبیر عمر ۵سال
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ کتاب پڑھنا
پتا مقام چکوا، پوسٹ، برہیا بازار، مظفر پور، بہار

نام عبدالرقیب قاسمی عمر ۱۳سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ قرآن پاک پڑھنا
پتا سلفیہ جونیر لبریا اسکول، دربھنگہ بہار

نام عامر فاروقی عرف بوبی عمر ۱۲سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا معرفت فاروق حسین، بیدوں ٹولہ، بدایوں، یوپی

نام کے معین ساگر عمر ۱۸سال
تعلیم بارھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا

پتا: نمبر ۲-۷-۳، خطیب گلی، بڑی پیٹ، مواملاڑی،
محل باڑہ، ۵۱-۶۳۵۷

نام: محمد سہیل انفعال
تعلیم: ایس ایس سی
مشغلہ: غریبوں کی مدد کرنا
پتا: محمد یٰسین، ٹیکس سپرنٹنڈنٹ، بڑا مومن پورہ، بالاپور ضلع آکولہ، مہاراشٹر

نام: محمد عالم عمر ۱۲ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: گورنمنٹ ہائی اسکول، اریپیٹ نمبر ۲، بکم پیٹ، نزد قدرتی دواخانہ حیدرآباد، اے پی

نام: عشرت جہاں
تعلیم: گیارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا والدین کی خدمت کرنا
پتا: خلیل شاہ برف والے کیدار ناکیز کے پاس بروڈ ضلع امراوتی، مہاراشٹر

نام: عبدالحمید حامد عمر: ۱۳ سال
تعلیم: عربی دوم
مشغلہ: تعلیم حاصل کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں، مہاراشٹر

نام: سید علی اختر
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: فخرپورہ، نوگانواں، یوپی

نام: محمد تقبل حسین عمر: ۲۲ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ابراہیم پورہ، پیرجی کی گلی ڈمکان نمبر ۲۲، بھوپال

نام: اشفاق احمد عمر ۱۵ سال
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: محلہ حیدرآباد مبارکپور، یوپی

نام: حیدر نیر عمر: ۱۳ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، بڑوں کی عزت کرنا
پتا: امولہسہ الشیخ، پوسٹ امواہر اہی، شیوہر، بہار

نام: محمد بلال داموری عمر ۲۲ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: تیر چلانا اور کبڈی کھیلنا
پتا: دارالامین، قدوائی روڈ، بھٹکل

نام: محمد اقبال اصغر عمر: ۱۷ سال
تعلیم: گیارھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا اور دیگر کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت، موڈرن بک سینٹر، ساؤتھ بازار، اڑال ضلع بردوان، مغربی بنگال، ۷۱۳۲۲۱

نام: محمد وجیہ الحق عمر: ۱۳ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: مقام ڈلوکھر، پوسٹ برہوتا ضلع مدھوبنی بہار

نام: سید ابوالاعلیٰ عمر: ۱۱ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: والدین کی خدمت کرنا
پتا: اسلامیہ عربی کالج، اکوڑہا سن

نام: عقیل احمد انصاری عمر: ۱۵ سال

تعلیم : پہلی جماعت
مشغلہ : بزرگوں کی خدمت کرنا
پتہ : قصبہ اترانو ضلع الٰہ آباد، یوپی

نام : شیخ مبین احمد — عمر ۱۵ سال
تعلیم : دسویں جماعت
مشغلہ : کشتی لڑنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتہ : مومنۃ المسلمین ہائی اسکول عثمانیہ کالونی پربھنی

نام : محمد عبدالستار — عمر ۱۷ سال
تعلیم : عربی ششم
مشغلہ : درسی کتب کا مطالعہ کرنا
پتہ : مدرسہ اعجاز کرن سلکیہ

نام : محمد یوسف کوچاپو — عمر ۱۷ سال
تعلیم : عربی چہارم
مشغلہ : تاریخ اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتہ : آسیہ منزل، بازار روڈ سکی کرناٹک

نام : عظمت تبسم
تعلیم : چھٹی جماعت
مشغلہ : پڑھائی کرنا
پتہ : چکنوں سورگاہ بیلا، چندن پٹی ویشالی بہار

نام : شاہین پروین (روحی)
تعلیم : ایل، کے جی
مشغلہ : اسکول جانا
پتہ : معرفت بنگال بک ہاؤس ساؤتھ بازار، پوسٹ
اڈل، ضلع بردوان، مغربی بنگال ۷۱۳۳۲۱

نام : محمد یٰسین — عمر : ۱۳ سال
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : سبق آموز کتابیں پڑھنا
پتہ : مدینہ بک ڈپو، مولوی گنج دھولیہ

نام : حسین نیشا — عمر ۱۴ سال
مشغلہ : اچھی اچھی کتابیں پڑھنا
پتہ : معرفت ہلال خاں، لوکے روڈ، آسنسول ۲

نام : جویریہ خانم محمد عثمان
تعلیم : چوتھی جماعت
مشغلہ : رسائل کا مطالعہ کرنا
پتہ : سعود الکٹرک، چونا بھٹی ۱۲/۱۸ ایاگاؤں

نام : جنید احمد عبدالرشید
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ : لوگوں کی مدد کرنا، علم حاصل کرنا
پتہ : غفور گھروڑی روڈ دھولیہ، مہاراشٹر

نام : سمیہ بنت محمد یونس شیخ
تعلیم : گیارھویں جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا دینی کتابیں پڑھنا
پتہ : حاجی نور محمد، گھر نمبر ۲۱۰، شیواجی نگر [illegible]

نام : محمد آزاد عالم — عمر ۱۳ سال
تعلیم : پانچویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، خو پڑھائی کرنا
پتہ : نمن مرچنٹ، آنند بھون لین ہدلوز کیلا

نام : شاہد اکبر — عمر : ۱۶ سال
تعلیم : میٹرک
مشغلہ : گیت لکھنا، غریبوں سے پیار کرنا
پتہ : 1 فلور 20/5/1 ایس نگر، گوڑی ممبئی

نام : ضیاء الحق عیمانی
تعلیم : عربی دوم

مشغلہ اچھے رسائل واخباروں کا مطالعہ کرنا
پتا: امامی بلہا، جھومر لوارڈ نمبر ۶ ضلع شہری نیپال

نام محمد جاوید
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا قادری پورہ، بالاپور ضلع آکولہ مہاراشٹر

نام محمد سالم ظفر عمر ۱۴ سال
تعلیم حفظ قرآن پاک
مشغلہ فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم سے محبت کرنا
پتا معرفت عبدالغنی انصاری، محلہ بھیرہ، پوسٹ ولید پور ضلع مئو یوپی

نام محمد خالد ابن حبیب خاں عمر ۱۵ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا شیواجی نگر، نگوپل، شاده ضلع دھولیہ، مہاراشٹر

نام محمد عادل عمر ۱۱ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا عتیق الرحمن، کھریواں، سرائے میر اعظم گڑھ

نام . محمد آصف شیخ یوسف ٹیلر
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا اردو مڈل اسکول، مانک چوک، امڑاپور مہاراشٹر

نام: محمد وجاہت خاں عمر: ۱۲ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: رسالے پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: شہید عبدالحمید چوک، قریشی پورہ کیمپ، ایوت محل

نام عزیز الرحمن شاہ
تعلیم: درجہ اول
مشغلہ. پیام تعلیم پڑھنا
پتا. معرفت ماسٹر رحمت اللہ تعلقہ تیوسا ضلع امراوتی

نام محمد اکمل حسین صادق
تعلیم میٹرک
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا معرفت محمد اظہار الحق مغربی محلہ مقام وپوسٹ
چندن بارہ ضلع مغربی چمپارن بہار

نام . محمد اعظم رینا
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم شوق سے پڑھنا
پتا گھر نمبر ۱۰۷، انجمن روح مین روڈ ہمگل

نام نور الہدیٰ قریشی عمر ۸ سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ. پابندی سے اسکول جانا
پتا معرفت حاجی عبدالعزیز قریشی مدار تکیہ منگرول
پیر ضلع اکولہ مہاراشٹر

نام محمد علاء الدین عمر ۱۳ سال
تعلیم . عربی پنجم
مشغلہ . استادوں کا ادب کرنا
پتا . مدرسہ مدینۃ العلوم وارڈ نمبر ۲ شری رام پور

نام . عبداللہ عبدالحکیم
تعلیم . آٹھویں جماعت
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ۸۰۷ ۴ ہزار کھولی مالیگاؤں ضلع ناسک

آدھی ملاقات

☆ ناول "سیارہ لوہان کا زمین پر حملہ" نظروں سے گزرا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ! ماشاء اللہ یہ ناول بہت پسند آیا۔ گو اس میں خیالی قلعے بڑے سلیقے سے تعمیر کیے گئے ہیں مگر کون جانے یہی خیالی قلعے کل کے دن سائنس کی اپنی ترقی و عروج کی طرف تگ و دو کے نتیجے میں مجسم حقیقت ثابت ہو جائیں کوئی بعید نہیں! تاہم آپ کا طرز نگارش دل کو لگتا محسوس ہوا کیونکہ اس میں افسانے کے ساتھ ساتھ تاریخی معلومات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جو صدیوں ماضی کی گرد کی دبیز تہوں میں دبی پڑی ہیں۔

خصوصاً غافل انسان کو انجانے طور پر کائنات کی حقیقت سے روشناس کرلیا ہے اللہ تعالی کے وجود اور اس کی قدرت کاملہ سے آگہی بخشی ہے۔ نیز اس کی تخلیقی وسعت بیکراں و بے پایاں کنار کو واضح کیا گیا ہے۔

اسلام اور اس کے حقیقی اصولوں سے آشنا کیا گیا ہے مثلاً ہمدردی، بھائی چارگی ایک دوسرے کی دستگیری، ایثار و قربانی، امن و سلامتی، دوستی و آشتی کو عملی جامہ پہنانا ظلم و ستم و ایذا رسانی کے ہتھکنڈوں کو نیست و نابود کرنا، حق کا ساتھ دینا، جبر و استبداد کا قلع قمع کرنا وغیرہ خصوصاً دعا کو جو مخ العبادہ ہے بڑی عمدگی سے پیش کیا ہے!

اس دور جہالت میں ایسے ہی اسلامی ناولوں کی ضرورت ہے۔ اس طرح آج لوگوں کو انسانیت سے مانوس کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کی کوشش سے اصلاح معاشرہ کی امید کی جاسکتی ہے ورنہ ٹھوس مضمون پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔

محمد جعفر حسین باقوی۔ ویلور

☆ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کاش یہ رسالہ ہفتہ واری ہوتا تاکہ دل کو سکون ملتا اور شب و روز کے اوقات اسی میں صرف کرتا۔ میرے ذوق و شوق کا یہ عالم ہے کہ جب میں یہ رسالہ خرید کر لاتا ہوں تو اس کے چند ہی منٹوں کے بعد اس کو پڑھ کر مکمل کر دیتا ہوں۔

حافظ نیر زیدی، معہد التعلیم الاسلامی، دہلی

☆ نومبر کا شمارہ (پیام تعلیم) موصول ہوا۔ بڑے اچھے مضامین پر مشتمل ہے۔ ہمیشہ مطالعہ کے بعد ذوق تازہ ہو جاتا ہے نومبر ۹۶ء کے معلومات کے کالم میں طلحہ نقشبندی القادری کے مرسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی مصر کے بادشاہ کی بیٹی نہیں تھی بلکہ بادشاہ کی باندی تھیں۔

عبدالرحمٰن خاں، مدرسہ انوار العلوم مہگاؤں

☆ نومبر ۹۶ء کا پیام تعلیم ہمارے اردو کے ٹیچر محترم جناب محمد قطب الدین سلیم صاحب نے لا کر دیا۔ ہم شہر حیدر آباد میں رہ کر بھی آپ کے پرچے سے نابلد تھے۔ سر نے ہم کو کئی پرچے لا کر دیے اور ہر ماہ ہم لوگوں کو یہ پرچہ خرید کر دے رہے ہیں۔ اس

حبیب وہاب قیصر کا مضمون "ہمدرد انسائکلو پیڈیا یعنی عقل کا امتحان" پسند آیا۔ انشاء اللہ ہم لوگ چار چار بچے مل کر ایک ایک پیام تعلیم خریدیں گے۔

نسرین بیگم، گورنمنٹ ہائی اسکول، حیدر آباد

☆ آپ کا اپنا محبوب پرچہ ماہنامہ پیام تعلیم نہایت ہی آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بارے میں کیا لکھوں۔ آخر میں یہ کہوں گی کہ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ جتنے پرچے و رسالے اس قسم کے شائع ہوتے ہیں ان تمام میں اس کو اونچا مقام حاصل ہے۔ مجھے دل و جان سے عزیز ہے اور ہر ماہ شدت سے اس کا انتظار رہتا ہے۔ گھر کے سبھی افراد بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں اللہ اس کو تادیر باقی رکھے۔

رفیقہ اسمٰعیل، کوپر گاؤں، مہاراشٹر

☆ جب یہ رسالہ ہمارے اسکول میں آتا ہے تو اسکول کے اساتذہ کرام آپس میں بحث کرنے لگتے ہیں اور ہر ایک کوشش کرتا ہے۔ کہ میں پہلے پڑھوں۔ نومبر کا پیام تعلیم پڑھا میرا بھیجا ہوا شعر اور معلومات میں چند ایجادات شائع ہوئی، نظر آئیں، دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ دل سے دعائیں نکلیں۔ خاص طور سے ڈاکٹر سید حامد حسین کا عقل کا امتحان قسط نمبر ۱۰ بہت پسند آیا۔

محمد طفیل صدیقی، مڈل اسکول لکشمی پور

☆ ماہ نومبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سردی کی شہزادی، آہ کرکٹ واہ کرکٹ! اور ریڈیو نشریات بہت پسند آئیں

ام ایمن، ڈاکٹر علی منظور، سکریلی، ارریہ

☆ ماہ نومبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بے انتہا مسرت ہوئی۔ تمام کہانیاں، اقوال زریں معلومات اور بچوں کی کوششیں کا تو جواب نہیں۔ خاص کر میں نصرت ظہیر صاحب، ڈاکٹر وہاب صاحب کا شکرگزار ہوں جنھوں نے بالترتیب "آہ کرکٹ واہ کرکٹ" اور "ریڈیو نشریات" جیسے دلچسپ مضامین سے ہمیں نصیحت حاصل کرنے اور معلومات میں اضافہ کرنے کا موقع دیا۔

محمد اطہر البشر، اے ایم یو، علی گڑھ

☆ آپ کا رسالہ پیام تعلیم بہت اچھا لگتا ہے اور بہت پیارا لگتا ہے۔ ہر مہینے اس کا بے صبری سے انتظار کرتی رہتی ہوں۔ اس رسالے کی وجہ سے مجھے گھر میں بہت پسند کرتے ہیں اور بہت چاہتے ہیں اور وہ بھی اس رسالے کے بارے میں بہت تعریف کرتے ہیں۔ میں خدا سے یہی دعا کرتی ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں صدیوں تک قائم رہے اور چاند کی طرح چمکے۔

نول النساء، مین روڈ بھنگل

☆ مجھے آپ سے شکایت ہے یقیناً آپ کو میرا خط مل گئے ہوں گے لیکن آپ نے اس ناچیز کو اپنے رسالے میں جگہ نہیں دی۔ میں ہر پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھنے کے لیے بے چین ہوتی

ہوں مگر جب پیام تعلیم کا مطالعہ کرتی ہوں تو مجھے مایوسی اور دکھ ہوتا ہے۔

رونق فاطمہ، اڑاور تعلقہ چوپڑہ، بھاگلاؤں

☆ نومبر ۹۷ء کا پیام تعلیم موصول ہوا۔ نصرت ظہیر صاحب کا آؤ کرکٹ والو کرکٹ، بہت ہی دلچسپ مضمون ہے۔ اے حمید صاحب کی قسط وار کہانی تو خیر پیام تعلیم کی بہت بڑی رونق ہے ہی لیکن بقیہ تمام مضامین اور کہانیاں بھی پیام تعلیم کو چار چاند لگا رہی ہیں۔

ابرار احمد صدیقی، قاضی ٹولہ، مدھوبنی

☆ ہم تمام پیامی بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے آپ کو اور "پیام تعلیم" پڑھنے والے تمام بھائیوں اور بہنوں کو نیا سال ۱۹۹۸ء بہت بہت مبارک ہو اور ساتھ ہی ساتھ ہم لوگ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ پیام تعلیم کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ آمین۔

محمد نجیب پاشا، بنگالی بازار، کلکتہ ۲۴

☆ مجھ کو آپ نے ایک ماہ کا پیام تعلیم بھیجا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس وقت میرے پاس پیسے نہیں تھے ورنہ تبھی منی آرڈر کرنے والا تھا اس لیے مجھے معاف کیجیے۔ اب ۴ دسمبر کو میں آپ کو مبلغ ۵۰ روپے کا منی آرڈر کر رہا ہوں۔ مجھ کو ہر مہینے کا پیام تعلیم روانہ فرمائیں۔ آپ کا پیام تعلیم مجھ کو بہت پسند آیا اس میں بچوں کی کوششیں، گدگدیاں، اشعار اور معلومات بہت پسند آئیں

عبدالرزاق، اسلام پیٹھ ہوشیار نگر، اے پی

☆ میرے محترم دوست سید محمد مظفر چشتی نے مجھے پیام تعلیم دکھایا۔ میں نے اسے حرف بحرف پڑھا۔ بے حد پسند آیا۔ ایسا رسالہ میں نے آج تک نہیں پڑھا۔ پڑھ کر اس رسالے سے بے پناہ محبت ہو گئی۔

احمد رضا نوری دیبا چپوری، کربلا باغ الہ آباد

☆ پیام تعلیم کے سارے مضامین بے حد پسند آتے ہیں۔ خاص طور پر گدگدیاں، معلومات اور بچوں کی کوششیں بے حد پسند آئے۔ آج کل یہ پرچہ سارے پرچوں سے آگے نکل چکا ہے اور اس میں بچوں کے ساتھ ساتھ جوان اور بوڑھے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔

عظیم اقبال، ایم رحمٰن، امواشیخ، شیوہر

☆ میں پیام تعلیم کا دیوانہ ہوں اس میں ایسے ایسے سائنسی تجربے اور دنیوی و دینی معلومات ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کے لیے ضروری ہیں اور بچوں کا من بہلانے کے لیے گدگدیاں اور دیگر مزاحیہ مضامین بھی ہیں

محمد یحییٰ عاصی، بوجگاؤں، پورنیہ، بہار

☆ نومبر ۹۷ء کے پیام تعلیم میں صفحہ ۴۶ پر "ہمدرد انسائکلو پیڈیا" عنوان کے تحت جو سوال جواب پیش کیے گئے ہیں اس میں سوال نمبر ۲ (سانپ حرکت کرتے وقت اپنے منہ سے زبان اندر باہر کیوں نکالتا ہے) کا جواب صحیح نہیں دیا گیا ہے۔ اس کا صحیح جواب اس طرح ہے:

سانپ اپنے شکار کی تلاش اپنی آنکھوں سے کرتا ہے۔ جب اس کو شکار نظر نہیں آتا تو اس کو تلاش کرنے اور اپنے اطراف کا جائزہ لینے کے لیے وہ اپنی زبان کو تیزی سے بار بار باہر نکالتا ہے۔ خواہ وہ حرکت کر رہا ہو یا ساکت ہو۔ زبان بار بار باہر نکالنے کا مقصد ہوتا ہے کہ وہ اپنے شکار کی خوشبو سے اس تک پہنچ سکے۔ یا اس کو کوئی خطرہ ہو تو زبان سے پتا چلتا ہے۔ سانپ کی ناک میں خوشبو یا بدبو سے متعلق حساس خلیے موجود نہیں ہوتے اس لیے اس کی زبان میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ کسی شے کو سونگھ کر اس کی خصوصیات کا پتا کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ زبان کے ذریعہ کچھ حد تک وہ سن بھی سکتا ہے۔

ڈاکٹر اعظم شاہ خاں،، گورنمنٹ کالج، ٹونک

☆ ہم لوگ یعنی ہمارے گھر کے سبھی لوگ پیام تعلیم کے اتنے شوقین ہیں کہ کھانا چھوٹ جائے مگر اس کا مطالعہ کرنا نہ چھوٹے۔ اس کی دلچسپ کہانیاں، گدگدیاں، اشعار وغیرہ من کو خوش کر دیتی ہیں اور ہمیشہ پیام تعلیم کا انتظار رہتا ہے۔

محمد رازق، پرنس، جینگرا، بیگوسرائے بہار

☆ تازہ شمارہ پیام تعلیم کا ملا۔ سبھی کہانیوں کا مطالعہ کیا پڑھ کر ایسا محسوس ہوا کہ پیام تعلیم واحد ایسا رسالہ ہے کہ اس کو پڑھ کر ہر عمر کے لوگ استفادہ کر سکتے ہیں۔

رئیس علی انصاری، ہڈروا، پرتاب گڑھ

☆ کہانی تین جھوٹ اور ڈیڑھ سو کھیں واقعی مزاحیہ ہے جسے پڑھ کر مزہ آگیا۔ نیند ہماری خواب ہمارے مضمون انتہائی موثر ہے۔ نوید صبح کا تو جواب ہی نہیں۔

ہمارے تایازاد بھیا ٹیچر محمد مشتاق احمد رضوی اور بھابی جان تبسم ناز ان دونوں کے خوشیوں کے گلشن حیات میں ۲۷ اکتوبر ۹۷ء بروز پیر دن میں بارہ بجے ایک خوب صورت سی نازک سی ننھی کلی کھلی جس سے تمام خاندان والوں کی خوشیاں دوبالا ہو گئیں ہم پہلی مرتبہ پھوپھو بنے ہیں۔

انیسہ ناز شیخ ساٹھوہ، اسلام پورہ کاسودہ

☆ ماہنامہ پیام تعلیم پڑھ کر نہایت ہی مسرور ہوا۔ خاص کر ہمیں گدگدیاں بہت پسند آئیں۔

محمد مشتاق احمد، مرکز دعوت الحق، جیت پور

☆ میں نیا نیا پیامی بنا ہوں لیکن مجھے اس رسالہ سے اتنی دلچسپی ہو گئی ہے کہ میں ہر وقت پڑھتا ہی رہتا ہوں۔ میں تو اس کا خریدار بننے کے لیے پریشان ہوں لیکن دقت اس بات کی ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں کیسے اس کا خریدار بنوں ؟!

محمد جاوید عالم، نیشنل اکیڈمی، آزاد نگر ارریہ

لے مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ کے نام سے روانہ فرمائیں۔ آپ کے نام پرچہ جاری کر دیا جائے گا۔ (ادارہ)

میرے پسندیدہ اشعار

کب تک سناؤں تاج محل کی کہانیاں
بچے تو کر رہے ہیں تقاضا مکان کا
☆ یوسف خاں یعقوب خاں، مالیگاؤں

صرف اس لیے کہ میں نے بھی مانگی تھی تھوڑی دھوپ
سورج کی سلطنت سے نکلنا پڑا مجھے
☆ مقصود حسن، کانکی نارہ، ۲۴ پرگنہ

سیرت نہیں ہے جس میں وہ صورت فضول ہے
جس گل میں بو نہیں ہے وہ کاغذ کا پھول ہے
☆ میمون النساء محمود پور گھگھی مو یشالی بہار

سنگ ریزوں کی چبھن کا مجھے احساس کہاں
میں تو منزل کے میناروں پہ نظر رکھتا ہوں
☆ محمد ذاکر حسین، سلطانپور، لونار، بلڈانہ

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
☆ پروین عشرت، پرتاب گڑھ

تہذیب نو، بلا کی ہوا ساتھ لائی ہے
بہنو! ذرا سروں پہ دوپٹے سنبھالنا
☆ رحمت علی، کھیڈ، رتناگیری

اس بزم کے ہم نے جام پیے اس بزم کے ہم مخمور رہے
اس بزم میں ہم بیدار ہوئے اس بزم میں ہم ہوشیار بنے
☆ فیروز احمد، بے نگرا، بلرام پور

کہاں میخانے کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے
☆ ریاض احمد مدرسہ سراج العلوم، بھیونڈی

انجام کی تحسین کا احساس تو کر پہلے
پھولوں کی طلب ہے تو کانٹوں سے گزر پہلے
☆ شبانہ زاہد، دیولنہ پورہ، منگرول پیر

دنیا تو سرائے فانی ہے یاں آنے والا جائے گا
اے غافل تو بھی جاگ ذرا آرام سے پھر کیوں سوتا ہے
☆ احتشام حسین، منڈی بازار برہان پور

یہ اہل جنوں کی بستی ہے یہ اہل خرد کا گہوارہ
ہر چیز یہاں کی شہ پارہ ہر چیز یہاں کا سیارہ
☆ مجیب الرحمٰن، ندوہ کالج، لکھنؤ

آپ نے چاند کو دو نیم اشارے سے کیا
ساری دنیا ہوئی حیران رسول عربیؐ
☆ عالیہ اختر برتھنہ، قامیرواڑی، سری نگر

امیر شہر کی ہمدردیوں سے بچ کے رہو
وہ سر سے بوجھ نہیں سر اتار لیتے ہیں
☆ اشعر احمد خاں، بوری عرب، ایوت محل

عاجزی میں ہے بڑی طاقت نہاں اے دوستو
وہ تو ہے کمزور جو رکھتا ہے طاقت کا غرور
☆ محمد اصغر انصاری، جہانگیری محلہ، آسنسول

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہادیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا
☆ مقصود حسن، کانکی نارہ، ۲۴ پرگنہ

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ ، کل ہماری باری ہے
☆محمد عبداللہ، شری رام پور

موج پُر شور ہے طوفاں بھی بپا ہے لیکن
پار لگنا ہے تو دریا میں اترنا ہوگا
☆محمد معروف، بلرام پوری

پڑتے ہیں قدم ان کے افلاک پہ جس جا بھی
جبریلؑ امیں آکر کرتے ہیں جبیں سائی
☆رابعہ برہان الدین ملا، رائے باغ بیلگام

ہمیں بھی دوستی سب سے بنائے رکھنی تھی
انھیں بھی سب کو ہمارے خلاف کرنا تھا
☆ظفر احمد، ایس ایس ہال، علی گڑھ

موت ہے ایک لفظ بے معنی
جس کو مارا حیات نے مارا
☆نصرت سلام، ادھم پور

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے
☆ایچ جاوید اختر، گنج ڈونڈوارہ، ایٹہ

مٹانے ظلمتوں کو دیکھ لو نور الہدی آئے
مبارک ہو جہاں والو کہ محبوبِ خدا آئے
☆عبدالمجید احسن، جامع مسجد کارنجہ

ستم کی رسم چلی سلسلے جفا کے چلے
ہمارے بعد نہ پھر تذکرے وفا کے چلے
☆نسیم، عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد

اچھا ہے تو نے وقت سے سمجھوتہ کرلیا
میں بھی گنوا چکا تھا ترا اعتبار دوست
☆عقیلہ خاں دھاڑواڑ، لونار

اخلاق کا جلتا ہوا گھر دیکھ رہا ہوں
دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہا ہوں
☆نذیر احمد، مچھریال، اے پی

تقدیر کا شکوہ بے معنی جینا ہی تجھے منظور نہیں
خود اپنا مقدر بن نہ سکا اتنا بھی کوئی مجبور نہیں
☆فرحت جہاں، روشن پورہ، لونار بلڈانہ

یہ ستارہ جو گرا ٹوٹ کے اونچائی سے
کسی ذرے کی ہنسی اس نے اڑائی ہوگی
☆محمد آصف انور، ایس ایس ہال، علی گڑھ

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
☆جاوید عزیز، جوگابائی، جامعہ نگر دہلی ۲۵

عزائم کو سینوں میں بیدار کردے
نگاہ مسلماں کو تلوار کردے
☆محمد امتیاز احمد، ابابکر پور، ویشالی

وہ کام کر جو عقل کو حیرت میں ڈال دے
کردار وہ بنا کہ زمانہ مثال دے
☆معاذ عرفی، شیخ محلہ سیوان

کہیں تو ناگ ہے جس کا ہے زہر سانسوں میں
یہ کس کے سایے میں آخر کہ پل رہے ہیں لوگ
☆وسیم اکرم، بالاپور، اکولہ

کم ظرف سے رکھتے ہیں امید وفا ناداں
بہتے ہوئے پانی پر تصویر بناتے ہیں
محمد ظہیر احتشام شیخ ساڈو، کاسودہ

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے
☆ محمد ابو منظوم راہی، مولوی ٹولہ، لرریہ

سو گیا ہوں چھانو میں نخل توکل کی خلیل
ڈھونڈتا پھرتا ہے خود تقدیر کا دانہ مجھے
☆ محمد علاء الدین، بھیسہ، عادل آباد

ادھر نہ جاؤ ادھر دھوپ ہے شرارے ہیں
ادھر ہی آؤ، یہ برگ و شجر کی دنیا ہے
☆ احفاظ شفاعت، منگرول پیر

کان دیوار کے ہوتے ہیں ذرا چپ رہیے
تذکرہ گھر کا ہے بازار میں آجائے گا
☆ غلام نبی، مسلم نگر، مالیگاؤں

عید کا دن تو قیامت کی طرح گزرا ہے
جانے کیا بات تھی ہر بات پہ رونا آیا
☆ روبینہ رحمٰن، بدنیرہ، بھوجی

بس زندگی کا نام ہی سننے میں لطف ہے
ملے گا زندگی سے تو مر جایئے گا آپ
☆ محمد عمران حمیدہ جبیں، مبارکپور

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر دیا جس نے جوانی کو
☆ محمد اسعد، منوناتھ بھنجن ضلع مئو

قبول خاطر سرکارؐ ہو تحفہ دردوں کا
مجھے ہے آل اور اصحاب کا بھی آسرا لینا
☆ میمونہ خانم، پیر برہان نگر، ناندیڑ

کچھ ایسی بات کہہ دی ہواؤں نے کان میں
اک سنسنی سی پھیل گئی جسم و جان میں
☆ حنیف خاں یعقوب خاں، مالیگاؤں

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دل داغدار میں
☆ سلیم خاں، قامیرواڑی، سری نگر

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
☆ ساجدہ عبدالحفیظ، ٹیگور مارگ، پنچ گینٹ

سارا عالم آئینہ باسط
جیسی نگاہیں ویسے نظارے
☆ فریدہ فیروز علی، پنچ گینٹ

اسلام کے اس مرکز سے ہوئی تقدیس عیاں آزادی کی
اس بام حرم سے گونجی ہے سو بار اذاں آزادی کی
☆ محمد آصف، روشن کھیڑ، مالیگاؤں

خدا محفوظ رکھے ناامیدی سے مسلماں کو
کہ یہ راہ طلب سے دور لے جاتی ہے انساں کو
☆ تقدیس فاطمہ تجلی، ابابکرپور، ویشالی بہار

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
☆ محمد ستاء اللہ، اچھنیاں، کھیری لکھیم پور

میدان امتحاں سے گھبرا کے ہٹ نہ جانا
تکمیلِ زندگی ہے چوٹوں پہ چوٹ کھانا
☆شہناز پروین، بڑھئی پورہ، منگرول پیر

دل کے آنگن کو امنگوں سے سجانے کے لیے
یعنی عید آئی ہے خوشیاں ہی منانے کے لیے
☆محمد مظفر عقیل دانش، چناری، سہسرام

نہ بھول کر بھی کرو تم کسی سے سلوک ایسا
کہ جو کوئی تم سے کرتا تمھیں ناگوار ہوتا
☆محمد نعیم جوکی، کوپرگاؤں مہاراشٹر

تجربوں کے درد سے تعمیر وہ دنیا کریں
جس کی صناعی کا صدیوں اہل فن چرچا کریں
☆محمد اصغر علی، ساؤتھ بازار انڈال

مکمل مقصد تخلیق انساں ہو نہیں سکتا
بغیر علم افشا راز پنہاں ہو نہیں سکتا
☆نغمہ ناز، آسے گاؤں

ہے پتھروں سے لڑنا تو پتھر تلاش کر
قاتل سے نمٹنا ہے تو خنجر تلاش کر
☆محمد خالد، بلریا گنج، اعظم گڑھ

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہے
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے
☆الیاس احمد، بھینسہ، عادل آباد

اک طرف گہرا سمندر اک طرف کھائی کا ڈر
کس بلندی پر نہ جانے اب کھڑی ہے زندگی
☆قطب الدین، چندن باری، ویشالی بہار

زمانہ آج بھی قرآن ہی سے فیض پائے گا
مٹے گی ظلمتِ شب اور سورج جگمگائے گا
☆صبا احتشام، اندھیری

میرے دل کے کسی کونے میں اک معصوم سا بچہ
بڑوں کی دیکھ کر دنیا بڑا ہونے سے ڈرتا ہے
☆عابد خاں، مسلم نگر، مالیگاؤں

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
☆محمد جمیل اختر، محمودپور، گھٹی، ویشالی بہار

یا خدا قوم یہ کیسے نشے میں چور ہے
گھر میں قرآں کی جگہ ٹی وی کا سیٹ منظور ہے
☆وسیم احمد، ستار محلہ، نندوربار

دیوار کیا گری مرے کچے مکان کی
یاروں نے میرے صحن میں رستہ بنا لیا
☆رضیہ رضوانہ، سرائے کوڑی، کشن گنج بہار

یہ ظلم بھی دیکھا ہے تاریخ کی آنکھوں نے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی
☆نجمہ بانو، دیوان پورہ، منگرول پیر

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے
☆عمران خاں اسمٰعیل خاں، بیورہ رلویہ

قدم پیچھے ہٹانا عزم کی توہین ہے ہمدم
بلا سے راستے میں زندگی کی شام ہو جائے
☆محمد فاروق سلمانی، سہارن پور یوپی

مار ہی ڈالے جو بے موت وہ یہ دنیا ہے
ہم جو زندہ ہیں تو جینے کا ہنر رکھتے ہیں
☆پرویز خاں فیروز خاں ڈ، قاصد پورہ پاتور

محبت کی بستی بسانے چلا ہوں
غریبوں کو دل سے لگانے چلا ہوں
☆خالق الرحمٰن انصاری، بالا پور اکولہ

اپنا تو کام ہے کہ جلاتے چلو چراغ
رستے میں خواہ دوست کہ دشمن کا گھر ملے
☆اے جی، شیخ ضیاء، ولی چوک ملکاپور

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
☆اسد اللہ ناصر، ابا بکر پور، باکھی ویشالی

شدت غم کو تبسم سے چھپانے والے
دل کا ہر راز نگاہوں سے عیاں ہوتا ہے
☆ماسٹر پرویز خاں، سلیم زکریا اسکول پاتور

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
☆محمد احتشام الزماں، کوکلوارہ، مظفر پور بہار

جلو جلنے والو کہاں تک جلوگے
خدا گر نہ چاہے تو تم کیا کروگے
☆نور عین احمد، شکری مدھوبنی، بہار

جہاں میں لذت پرواز حق نہیں اس کا
وجود جس کا نہیں جذب خاک سے آزاد
☆محمد علام الدین، بردا پکھول، دربھنگہ بہار

جس کو دنیا کی حقیقت کا پتا ہوتا ہے
اس کے جینے کا سلیقہ ہی جدا ہوتا ہے
☆حافظ محمد صابر علی، بھول پور، ویشالی بہار

جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
☆محمد اقبال عثمانی، جھانڈہ، فرید آباد

راغب

راغب بے حد پیارا ہے
سب کی آنکھ کا تارا ہے
خوش ہو کر اسکول کو ہے جاتا
پڑھنا اس کو بے حد بھاتا
دادا سے ہے دوستی گہری
ان کی محبت دل میں ٹھہری
دادی کا بھی دلارا ہے
راغب بے حد پیارا ہے
علیم ان کو یاد کرے ہے
ہر دم دل کو شاد کرے ہے
راغب بے حد پیارا ہے
☆علیم خاں، بھوپت پور، بیرہ، ایٹہ، یوپی

آدم کو مت خدا کہو آدم خدا نہیں
لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں
☆کہکشاں کاشف، مصری گنج، حیدر آباد

خط و کتابت کرتے وقت مراسلہ صاف، خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر تحریر فرمائیں اور آخر میں اپنا خریداری نمبر لکھنا ہرگز نہیں بھولیں۔

معلومات

☆ سب سے پہلے فجر کی نماز حضرت آدم علیہ السلام نے ادا کی، صبح ہونے کے شکرانے میں، کیونکہ انھوں نے جنت میں رات نہیں دیکھی تھی۔
☆ سب سے پہلے نماز ظہر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا کی۔ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جان محفوظ رہنے اور قربانی کے لیے دنبہ آنے کے شکرانے میں۔
☆ سب سے پہلے عصر کی نماز حضرت عزیر علیہ السلام نے ادا کی جبکہ سو برس کے بعد زندہ فرمائے گئے۔
☆ سب سے پہلے مغرب کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام نے توبہ قبول ہونے کے شکرانے میں پڑھی۔ کیونکہ ان کی توبہ مغرب کے وقت قبول ہوئی۔ چار رکعت کی نیت کی لیکن تین رکعت پر ہی سلام پھیرا۔
☆ سب سے پہلے عشا کی نماز حضور اکرم ﷺ نے ادا فرمائی۔

محمد سعد نیار، بھردلی، کھیڑ، رتناگیری

حضرت بدر الدین علامہ محمود عینی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:
حضرت جبریل علیہ السلام کا ذاتی نام عبد الجلیل اور کنیت ابو الفتح ہے۔
حضرت میکائیل علیہ السلام کا ذاتی نام عبد الرزاق اور کنیت ابو الغنائم ہے۔
حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذاتی نام عبد الخالق اور کنیت ابو المنافع ہے۔
حضرت عزرائیل علیہ السلام کا ذاتی نام عبد الجبار اور کنیت ابو یحیٰ ہے۔

انیسہ ناز شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

دس جنتی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت میں سے دس صحابہ کرامؓ کو رسول پاک ﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری سنادی تھی ان کے نام یہ ہیں۔
(۱) حضرت ابو بکر صدیقؓ
(۲) حضرت عمر فاروقؓ
(۳) حضرت عثمان غنیؓ
(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ
(۵) حضرت زبیر بن عوامؓ
(۶) حضرت طلحہؓ
(۷) حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ
(۸) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
(۹) حضرت سعید بن زیدؓ
(۱۰) حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ
ان حضرات کو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔
(حیاۃ نبویہ)

محمد فیروز احمد، محلہ فتح شاہ نگر، رلویر

ایجاد	موجد	ملک
بجلی کا بلب	ایڈیسن	امریکا ۱۸۸۴ء
ایکسرے	ڈبلو کے سیکٹن۔	جرمنی ۱۸۹۵ء
ٹیلی وژن۔۔۔	جے ایل بیرڈ،	امریکا، ۱۸۲۶ء
تھرمامیٹر۔۔۔	فارن ہائٹ،	جرمنی ۱۷۴۰ء

پرنٹنگ پریس۔ گٹمبن جرمنی ۱۴۵۰ء

نکہت بانو اعظمی، چھاؤں

پرندوں کی عمریں

الو	۶۸ سال
کبوتر	۳۵ سال
بطخ	۲۵ سال
مور	۲۰ سال
کالی چڑیا	۱۰ سال
پھول سنگھی	۸ سال

اسماء بیگم، بوزہ نیدہ، حیدر آباد اے پی

☆ جاپان ایک ایسا ملک ہے جہاں بچوں کو دونوں ہاتھوں سے لکھنا سکھایا جاتا ہے۔

☆ ۲۶ جنوری ۱۸۹۶ء میں ممبئی ہائی کورٹ شروع ہوا۔

☆ انڈے میں پانی کی مقدار ۴۷ فیصد ہوتی ہے۔

☆ مشہور جانور "یاک" کے دودھ کا رنگ گلابی ہوتا ہے۔

محمد اختر شاکر، جامعہ اسلامیہ، کوسہ، ممبرا

☆ اسلام میں پہلی شہیدہ حضرت سمیہؓ تھیں جو حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ محترمہ ہیں۔

☆ ابتدائے اسلام میں صرف دو رکعت نماز فرض تھی ایک سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور ایک غروب ہونے سے پہلے۔

☆ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے غلام آزاد کیا یعنی حضرت بلالؓ کو۔

اسامہ شاکر، الیس نگری

☆ ہبل (HABBAL) نام کی دوربین نے خلا میں سورج سے بھی زیادہ چمکیلا ستارہ تلاش کیا ہے۔

☆ دنیا میں سب سے زیادہ گیہوں برازیل میں پیدا ہوتا ہے۔

الیس، علی اختر، محلہ فخر پورہ، جے، پی نگر

☆ حضرت ادریس علیہ السلام نے سب سے پہلے قلم کا استعمال کیا۔

☆ مدر ٹریسا ۱۹۲۹ء میں ہندستان آئیں۔

☆ انسان کے جسم میں جملہ ۲۰۶ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

نازیہ بیگم، نظام آباد، اے پی

ہندستان کا قومی جانور	شیر
ہندستان کی قومی چڑیا	مور
ہندستان کا قومی پھول	کمل
ہندستان کا قومی پھل	آم

نیر زیدی نیپالی، معہد التعلیم الاسلامی، دہلی

دنیا کے بڑے دریا اور ان کی لمبائی

نیل	افریقہ	۴۱۴۵ میل
امیزن	جنوبی امریکا	۴۰۰۰ "
مسی سی پی،	شمالی امریکا	۳۷۱۰ "
ہوانگ ہو	چین	۳۰۰۰ "
کانگو	افریقہ	۲۷۱۸ "

عبد الرحمن، دیگلور ناکہ، ناندیڑ

☆ ۵۷۱ء میں ۹ ربیع الاول بروز پیر حضرت محمد ﷺ نے ظہور اجلال فرمایا۔

☆۵۹۵ء میں ۲۵ سال دو مہینہ ۱۰ دن کی عمر شریف میں آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد سے نکاح فرمایا۔
☆۶۲۱ء میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔
☆۶۲۲ء میں اذان کا حکم ہوا۔

محمد مزمل حسن، بالاپور، آکولہ

روشنائی کی ندی

الجزائر میں روشنائی کی ایک ندی ہے۔اس کا پانی گاڑھے نیلے رنگ کا ہے اور ہمیشہ اسی رنگ کا رہتا ہے۔اس پانی کے کیمیاوی تجزیے سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اس میں لیڈ آکسائیڈ اور آئرن سالٹ ملے ہوئے ہیں۔اس ندی کے پانی سے لکھنے کا کام لیا جاتا ہے۔

مصور عالم ناصر، گیاری، ارریہ بہار

کھٹے پانی کی ندی

چلی اور ارجنٹینا کے بیچ سرحد کے روپ میں بہنے والی یہ ندی جس کا نام "راؤدوناری" ہے بے حد کھٹی ہے۔

وسیم احمد محمد اشفاق، ستار محلہ، نندوربار

قرآنی معلومات

☆پورا قرآن ۲۳ سال ۵ ماہ اور ۱۴ دن میں نازل ہوا۔
☆ قرآن پاک میں ۵۵۸ رکوع، ۱۱۴ سورتیں، ۷ منزلیں، ۱۴ آیات سجدہ اور ۳۰ پارے ہیں۔
☆ قرآن پاک میں ۳۲۳۷۲۳ حروف ۶۶۶۶ آیات ۱۰۵۶۸۴ نقطے، ۵۳۲۲۳ زبر ۳۹۸۸۲ زیر پیش ۱۶۷۲ تشدید، ۱۷۷۱ ہیں۔
☆ قرآن پاک میں سب سے بڑی سورۃ "البقر" اور سب سے چھوٹی "الکوثر" ہے۔
☆سورہ توبہ (سورہ برأت) بسم اللہ سے شروع نہیں ہوتی اور سورہ النمل میں "بسم اللہ" دو مرتبہ آیا ہے۔

خورشید تاباں، احیاء العلوم، غازی پور

کس زبان میں کتنے حروف تہجی ہیں

☆چینی	۲۰۸
☆اٹالین	۳۶
☆جرمنی	۲۹
☆لیٹن	۲۲
☆فرنچ	۲۹

حنا کوثر شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

☆رسولؐ نے اسلام پھیلانے کے لیے سب سے پہلے طائف کا دورہ کیا تھا۔
☆جنگ خندق کا دوسرا نام احزاب ہے۔
☆حضورؐ کی قبر انور کھودنے کا شرف حضرت ابو طلحہؓ کو حاصل ہوا۔
☆حضورؐ نے اسلام کی سب سے پہلی اعلانیہ دعوت کوہ صفا پر چڑھ کر دی۔

مختار شیخ، سید پورہ، بالاپور، اکولہ

☆مسجدوں کا شہر ڈھاکہ کو کہا جاتا ہے۔
☆قبروں کا شہر احمد آباد کو کہا جاتا ہے۔
☆صحراؤں کا شہر افریقہ کو کہا جاتا ہے۔

زینب جبیں، کولی پورہ، عادل آباد

بچوں کی کوششیں

محمد اظہر الدین

وَنڈے کرکٹ میں

محمد اظہر الدین کا نام کرکٹ کے جاننے والوں کے لیے نیا نہیں ہے۔ وہ اس وقت ہندستان کے لیے کھیلنے والوں میں سب سے زیادہ تجربہ کار کھلاڑی تو ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کا شمار سب سے زیادہ مقبول کھلاڑیوں میں بھی ہوتا ہے۔ محمد اظہر الدین کی پیدائش ۸ر فروری ۱۹۶۳ء کو ہوئی۔ وہ حیدر آباد کا رہنے والا ہے اور ابھی بھی رنجی ٹرافی میں حیدر آباد کی ہی کپتانی کرتا ہے۔ کرکٹ کی دنیا میں اس کا نام ٹیسٹ کرکٹ میں پہلے چمکا کیونکہ اس نے اپنے تین ٹیسٹ میچوں میں سنچری بنائی تھی اور اس طرح سے ایک انوکھا کارنامہ انجام دیا تھا جواب بھی ۱۲۰ سالہ ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ میں دوبارہ نہیں ہو پایا ہے۔ اُس وقت اظہر کی عمر صرف ۲۱ سال تھی۔ اس لیے اظہر کو ونڈر بوائے (Wonder Boy) کا خطاب ملا تھا۔

اظہر نے اپنا پہلا ون ڈے میچ ۸۵-۱۹۸۴ء میں انگلینڈ کے خلاف بنگلور میں کھیلا تھا۔ اس کے بعد وہ ٹیم کے اندر باہر ہوتا رہا۔ اس زمانہ میں ایک دن کے میچ زیادہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے اظہر الدین کو ۱۰۰۰ رن پورے کرنے کے لیے ۱۷ جنوری ۱۹۸۷ء تک انتظار کرنا پڑا۔ یہ کارنامہ اس نے اپنے ۴۵ ویں میچ میں سری لنکا کے خلاف ممبئی میں انجام دیا۔ اس نے اپنے ۲۰۰۰ رن ۹ر مارچ ۱۹۸۹ء کو ویسٹ انڈیز کے خلاف پورٹ آف اسپین میں اپنے ۸۳ ویں میچ میں اور اپنے ۳۰۰۰ رن ۱۵ر دسمبر ۱۹۹۱ء کو آسٹریلیا کے خلاف ایڈیلیڈس میں پورے کیے۔ اس دوران اظہر الدین نے صرف ۶۲ گیندوں میں نیوزی لینڈ کے خلاف بڑودہ میں ایک شاندار سنچری بھی بنائی جو کہ اس وقت دنیا کی سب سے تیز رفتار سنچری تھی۔ ۱۹۹۶ء میں یہ ریکارڈ جے سوریہ نے توڑا اور اس کے بعد شاہد آفریدی نے ۳۷ گیندوں میں سنچری بنا کر ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ تب تک اظہر الدین نے اپنے ۴۰۰۰ اور ۵۰۰۰ رن بالترتیب ۱۲ اگست ۱۹۹۳ء میں سری لنکا کے خلاف کولمبو میں ۱۵۶ویں میچ میں اور ۳ نومبر ۱۹۹۴ء کو نیوزی لینڈ کے

بس اسٹاف پر آکر رکی تو کنڈکٹر نے چلا کر کہا "صرف ایک مسافر کے لیے جگہ ہے" یہ سن کر قطار کے آگے کھڑی ہوئی دو عورتیں (ماں، بیٹی) آگے بڑھیں۔ ماں کہنے لگی "دیکھو تم ماں بیٹی کو جدا کرنا تو پسند نہیں کروگے۔ کنڈکٹر بولا "قطعاً پسند نہیں کروں گا۔ زندگی میں ایک بار میں نے ایسی غلطی کی تھی جس کے لیے آج تک پچھتا رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں عورتوں کو وہیں چھوڑ کر بس آگے بڑھ گئی۔

☆ خانہ کعبہ کا غلاف ہر سال تبدیل کیا جاتا ہے۔

☆ خانہ کعبہ کا غلاف صرف مخصوص اشخاص ہی تیار کرتے ہیں۔

☆ غلاف کی تیاری کے لیے مکہ مکرمہ سے باہر ایک الگ جگہ بنائی گئی ہے۔ اس میں کوئی شخص بغیر اجازت کے اور بغیر وضو کے داخل نہیں ہو سکتا۔

☆ خانہ کعبہ کے غلاف میں ایک من (چالیس کلو) سے زیادہ سونے کے تاروں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ خانہ کعبہ کا غلاف پورے ایک سال میں تیار ہوتا ہے۔

☆ خانہ کعبہ کی چھت کو ننگا نہیں کیا جاتا اس کے لیے نئے غلاف کو پرانے کے اوپر ہی چڑھا دیا جاتا ہے پھر جدید مشینوں کے ذریعہ پرانے غلاف کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

خلاف دہلی میں اپنے ۸۵ ویں میچ میں مکمل کیے۔ اظہر نے اپنا ۲۰۰ واں میچ ولس ورلڈ کپ کے دوران کینیا کے خلاف پورا کیا۔ پچھلے سال کھیلے گئے پہلے سہارا کپ کے دوسرے میچ میں اظہر نے شاندار ۸۸ رن بنائے۔ اس میچ کے دوران جو ۱۷ ستمبر ۱۹۹۶ء میں ٹورنٹو میں پاکستان کے خلاف کھیلا گیا تھا۔ اظہر نے اپنے ۶۰۰۰ رن پورے کیے۔ اس کے بعد اظہر نے بہت تیزی سے رن بنانے شروع کیے حالانکہ وہ اس سال کھیلے گئے انڈپینڈنس کپ نہیں کھیلا مگر پھر بھی اس نے ۷۰۰۰ رن ۲۶ اگست ۱۹۹۷ء کو سری لنکا کے خلاف پورے کیے یعنی دوسرے سہارا کپ سے پہلے ہی سری لنکا کے خلاف اظہر نے جڈیجہ کے ساتھ مل کر ۱۷ اگست ۱۹۹۷ء کو ۵ ویں وکٹ کے لیے ۲۲۳ رن جوڑ کر اس کی وکٹ کی پارٹنر شپ کا نیا ریکارڈ بھی بنالیا۔

اظہر ایک اچھا بلے باز تو ہے ہی مگر اس کے ساتھ ہی ٹیم کا سب سے صحت مند کھلاڑی اور سب سے اچھا فیلڈر بھی ہے۔ ویسٹ انڈیز میں تیسرے ٹیسٹ میں اظہر نے پہلی باری میں شیرون کیمبل کا ایک بہترین کیچ لیا تھا۔ ٹورنٹو میں پاکستان کے خلاف پہلے میچ میں اظہر نے چار کیچ لپکے جبکہ ورلڈ ریکارڈ ۵ کیچوں کا جونٹی روڈس کے پاس تھا۔ اظہر نے پچھلے سال ٹائٹن کپ کے فائنل میں ۱۰۰ واں کیچ لپکا تھا اس سے پہلے یہ کارنامہ صرف ویسٹ انڈیز کے ووین رچرڈز (۱۰۱ کیچ) اور آسٹریلیا کے ایلن باڈر (۱۲۷ کیچ) کے پاس تھا۔ اظہر کے اب ۱۱۸ کیچ ہو چکے ہیں اور وہ ورلڈ ریکارڈ توڑنے کے قریب ہیں۔

اظہر اب تک ۲۶۲ میچ کھیل چکا ہے اس سے زیادہ میچ صرف ایلن باڈر (۲۷۳) اور سلیم ملک (۲۶۷) کھیلے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں اظہر سے زیادہ رن صرف ویسٹ انڈیز کے ڈیسمنڈ ہینز نے بنائے ہیں۔ جو کہ اب ریٹائر ہو چکا ہے۔ اس وقت جو صورت حال ہے اس کے مطابق اظہر اب ڈیسمنڈ ہینز سے صرف ۱۲۷۴ رن پیچھے ہے ڈیسمنڈ ہینز کے ۸۶۴۸ رن ہیں۔ اظہر نے

حال ہی میں شارجہ اکائی سنگر چمپئن ٹرافی کپ ۱۹۹۷ء میں ویسٹ انڈیز کے خلاف چار رن بنا کر پاکستان کے میاں داد (۷۳۸۱ رنز) کا ریکارڈ توڑا ہے اور اب وہ ایشیا کے پہلے کھلاڑی بن گئے ہیں جس نے ونڈے میچ میں سب سے زیادہ رنز بنائے ہیں یعنی اب اظہر الدین کے ۷۳۸۲ رنز ہو گئے ہیں۔ اس صورت میں ہم بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اظہر بھیا جلدی کرو، کئی ورلڈ ریکارڈ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ محمد اظہر الدین کا ونڈے ریکارڈ ۲۶۵ میچ، ۲۴۵ باریاں، ۴۶ مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے ۷۳۸۲ رنز بنائے ہیں اور ان کا سب سے اچھا اسکور وہ ہے جو انہوں نے ۱۱۱ رن ناٹ آؤٹ سری لنکا کے خلاف ۱۷ اگست ۹۷ء کو بنایا تھا۔ ۴ سنچری، ۴۵ نصف سنچری ہے۔

شہاب فاروقی، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵

توکل

ایک تنگ دست شخص جنگل سے گزر رہا تھا۔ اس نے ایک لومڑی کو دیکھا جو دونوں ٹانگوں سے محروم تھی، وہ حیران ہوا کہ یہ لومڑی اپنا کھانا کیسے حاصل کرتی ہوگی۔ اچانک سامنے سے ایک شیر آتا دکھائی دیا۔ جس نے ایک بکری کا بچہ منہ میں دبا رکھا تھا۔ شیر نے بکری کا گوشت کھایا۔ جب پیٹ بھر گیا تو باقی گوشت وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ لومڑی گھسٹتی ہوئی وہاں آئی اور گوشت سے

چور: (جج سے) حضور میرا کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ میرا نہ کوئی ساتھی تھا نہ میرے پاس کھانے کو کچھ تھا اور نہ ہی میرے پاس گھر تھا اسی وجہ سے میں نے چوری کی۔

جج: کوئی بات نہیں۔ ہم نے دو سال کے لیے تمہارے کھانے پینے اور ساتھیوں کا انتظام کر دیا ہے۔

مرسلہ: ایم۔ کے کاشف، حیدر آباد

اپنا پیٹ بھر لیا۔ اس شخص نے سوچا جب ایک لومڑی کو خدا تعالیٰ بغیر کسی جدوجہد کے رزق پہنچاتا ہے تو میں انسان ہو کر اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کا مستحق کیوں نہیں ہو سکتا۔ یہ سوچ کر اس نے ارادہ کیا کہ اب بغیر محنت کیے اللہ پر توکل کر کے رزق حاصل کروں گا وہ ایک سڑک کے کنارے لیٹ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھوں اللہ تعالیٰ کس ذریعے سے رزق پہنچاتا ہے۔ تین دن گزر گئے مگر کوئی چیز کھانے کو نہ ملی۔ سخت پریشان ہوا تاہم ارادے کا مضبوط تھا امید کا دامن تھامے رکھا۔ اب حالت یہ ہو گئی کہ چلنے پھرنے کے قابل بھی نہ رہا حتیٰ کہ بیہوشی طاری ہونے لگی۔ اتفاق سے ایک شخص وہاں سے گزرا۔ اسے اس کی حالت پر ترس آگیا۔ اس نے اس کے منہ میں پانی ڈالا اور جب اس کی آنکھ کھلی تو بیہوشی کا سبب پوچھا۔ وہ کیا بتاتا۔ شرما گیا۔ مسافر کو پتا لگ گیا کہ وہ بھوکا ہے۔ چنانچہ وہ قریب کے گاؤں سے کھانا لایا اور اسے کھلا دیا۔

دراصل یہ شخص اللہ تعالیٰ کا فرستادہ تھا جو اس شخص کو توکل کا مفہوم سمجھانے آیا تھا۔

ابن عباد ایران کا ایک مشہور وزیر گزرا ہے۔ وہ ایک عالم و فاضل شخص تھا۔ اسے مطالعے کا بے حد شوق تھا۔ اس کی ذاتی لائبریری ایک لاکھ ستر ہزار بیش قیمت کتابوں پر مشتمل تھی۔ سلطنت کے کاموں سے اسے اکثر ملک کے دور دراز حصوں کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ سفر میں بھی لائبریری اس کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ اس مقصد کے لیے چار سو اونٹ سدھائے گئے تھے۔ وہ حرف تہجی کی ترتیب سے چلتے تھے ہر اونٹ کے ساتھ ایک تجربہ کار لائبریرین ہوتا تھا۔ وزیر کوئی کتاب طلب کرتا تو لائبریرین صرف چند منٹ میں مطلوبہ کتاب نکال کر اسے پیش کر دیتا۔

اس نے اس شخص کو ساری کہانی سنائی۔ مسافر نے کہا تجھے لومڑی بننے کا شوق چرایا تو اس قدر تکلیف اٹھائی۔ تجھے شیر بننا چاہیے تھا جو خود بھی کھاتا اور دوسروں کو بھی کھلاتا۔ توکل کا مفہوم یہ ہے کہ انسان سعی اور جد و جہد کے بعد نتائج اللہ پر چھوڑ دے۔ یہی توکل ہے۔

زینت اقبال، بھگوان پور، بہار

تنگی کے بعد آسانی

حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں ایک آدمی بلاد شام سے مدینہ منورہ تک اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے قافلہ کے بغیر تجارت کیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ وہ ملک شام لوٹ رہا تھا کہ اچانک ایک چور گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے سامنے آیا۔ چور نے آواز لگائی کہ رُک جاؤ۔ تاجر نے رُک کر چور سے کہا لے جو مال موجود ہے۔ چور نے کہا مال تو خیر میرا ہے ہی میں تیری جان چاہتا ہوں۔ تاجر چور سے کہنے لگا کہ مجھے نماز پڑھنے کی فرصت دے دے۔ چور نے تاجر سے کہا جو چاہے کرو۔ تاجر نے چار رکعت نماز ادا کی اور آسمان کی جانب سر اٹھا کر دعا کی۔ وہ دعا یہ ہے کہ "اے بہت زیادہ محبت کرنے والے، اے عرش کے مالک بلند شان والے، اے شروع میں پیدا کرنے والے اور لوٹانے والے اور جو چاہے کرنے والے، میں آپ سے اس نور کا واسطہ دے کر دعا مانگتا ہوں جس نے آپ کے ارکان عرش کو بھر دیا ہے اور آپ کی اس قوت کا واسطہ دے کر مانگتا ہوں جس کے ذریعہ آپ تمام کائنات پر قادر ہیں اور آپ کا اور آپ کی رحمت عامہ کا سہارا لے کر سوال کرتا ہوں کوئی آپ کے علاوہ معبود نہیں، اے فریاد سننے والے، میری مدد فرما۔ تاجر نے اسی طرح تین مرتبہ دعا کی۔ اچانک ایک شہسوار جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، سامنے آیا۔ چور نے اس کو دیکھا تو اس کی طرف بھی لپکا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بھی تاجر ہے۔ جب چور شہسوار کے قریب ہوا تو شہسوار نے اس پر تیر چلایا اور گھوڑے سے گرا دیا اور قتل کر دیا اور تاجر سے اس شہسوار نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں تیسرے آسمان سے آیا ہوں جب تو

پہلی مرتبہ دعا کی تو ہم نے آسمان کے دروازوں کی ایک جھنکار سنی تو ہم نے سوچا کہ کوئی اہم بات پیش آگئی ہے اور جب تم نے دوسری مرتبہ دعا کی تو آسمان کے دروازوں کو کھول دیا گیا اور اس سے شرارے اڑ رہے تھے۔ جب تیسری مرتبہ دعا کی تو حضرت جبریلؑ ندا دینے کے لیے اترے کہ کون ہے یہ مصیبت زدہ تو میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے اس کے قتل پر مامور فرمایئے۔ اے خدا کے بندے جو بھی تیری دعا کے ساتھ کسی بھی پریشانی میں دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی فریاد کو سنے گا اور پریشانی دور کرے گا۔ اس کے بعد تاجر نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر سارا واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے اسماء حسنیٰ کی تلقین فرمائی کہ جب ان کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور جب ان کے وسیلہ سے کچھ مانگا جائے تو دے دیا جاتا ہے۔

(ترجمہ: عربی کتاب تحفۃ العرب)

مرسلہ: محمد سعد، بازار گنج، لکھیم پور کھیری

حضورؐ کی پیاری صورت و سیرت

حضور ﷺ بہت خوبصورت تھے۔ سرخ و سفید رنگ، لمبے اور سیاہ چمکدار بال تھے۔ داڑھی خوب گھنی اور لمبی تھی، پیشانی چوڑی تھی۔ سفید سفید موتی کی طرح دانت تھے، بھرے بھرے اور نرم نرم ہاتھ پیر تھے بدن خوب گٹھا ہوا تھا۔ سیاہ سیاہ خوب صورت آنکھیں تھیں، درمیانہ قد تھا چہرہ اتنا پیارا تھا جیسے چاند۔ آپ بہت بہادر تھے اور بے حد سخی تھے، جب کوئی کچھ مانگتا تھا تو انکار نہیں فرماتے آپ میں شرم و حیا بہت تھی، کبھی کوئی بری بات نہ منہ سے نکالتے نہ کوئی برا کام کرتے۔ بہت سادہ اور معمولی زندگی گزارتے ہمیشہ معمولی اور بعض دفعہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے۔ اپنے کام ہمیشہ خود ہی کرتے ذاتی خدمت بہت کم لیتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے پیوند لگا لیتے اور اپنے ہاتھ سے پھٹے ہوئے جوتے سی لیتے، غریبوں پر بہت مہربانی فرماتے۔ بچوں سے بہت محبت کرتے آپ کو خوشبو بہت پسند تھی۔ کھانا بہت سادہ اور معمولی کھاتے۔ جب تھوڑی سی بھوک رہ جاتی تب ہی کھانے سے ہاتھ روک لیتے۔

ایک تالاب کے کنارے سائن بورڈ پر لکھا ہوا تھا "یہاں تیرنا اور نہانا منع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کو پولیس کے حوالے کیا جائے گا" ایک پولیس والا سائن بورڈ کے عین نیچے ایک شخص کو نہاتے ہوئے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور پکار کر کہا "تم قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ لہذا تم جیسے ہی باہر نکلو گے تمہیں گرفتار کر لوں گا۔" نہانے والے نے زور دار قہقہہ لگایا اور کہا "تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے" پولیس نے پوچھا "کیوں؟" اس شخص نے جواب دیا "اس لیے کہ میں نہا نہیں رہا ہوں" "پھر کیا کر رہے ہو؟" پولیس نے پوچھا اس نے جواب دیا "میں ڈوبنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

ڈاکٹر جانسن کھانے پینے کا اچھا ذوق رکھتے تھے، لیکن انھیں ککڑی سخت ناپسند تھی۔ ایک دن کسی نے جان بوجھ کر انھیں چڑانے کی غرض سے کہا۔

"حضور! آپ کے خیال میں ککڑی کھانے کا بہترین طریقہ کون سا ہے؟"

ڈاکٹر جانسن نے خفا ہونے کی بجائے نہایت تحمل سے جواب دیا "سب سے پہلے اسے نہایت احتیاط سے چھیلا جائے اور پھر نہایت سلیقے سے اس کی خوب صورت قاشیں بنالی جائیں۔ پھر نمک، کالی مرچ، سرکہ اور سلاد آئل ڈال کر خوب ملالیا جائے اور پھر فوراً اسے نزدیکی کھڑکی سے نیچے پھینک دیا جائے آخر یہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے؟"

آپ کو دودھ، جو اور شہد بہت پسند تھا۔ گوشت اور کدو بھی بہت خوشی سے کھاتے۔ ہمارے سرکار چڑچڑے مزاج کے نہیں تھے، چہرہ بہت ہنس مکھ تھا، ہنسنے ہنسانے کی باتیں بھی کرتے۔ کھیل کود کو منع نہیں کرتے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام کرتا تو اسے منع فرماتے۔ آپ کو سفید کپڑے بہت پسند تھے۔ آپ کبھی تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتے، نہ میز پر کھانا کھاتے۔ کبھی یہ نہیں فرماتے کہ فلاں چیز خراب پکی۔ جو کچھ وقت پر مل جاتا اور سامنے رکھا ہوتا اللہ کا شکر ادا کر کے کھالیتے۔ جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس کی عیادت کو ضرور جاتے اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرتے رہتے۔

حافظ عبدالصمد ارریاوی، ندوۃ العلوم برلری

سیلاب جو آیا

وارث ایک غریب لکڑہارا تھا جس کا وطن بہتی ندی کے کنارے خیر پور نام کا چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس قصبے کے مضافات میں ندی اور جنگل بھی ہیں۔ غریب وارث اپنی زندگی گزارنے کے لیے کبھی تو مچھلیاں پکڑ لاتا اور انھیں فروخت کر کے اپنی زندگی بسر کرتا تو کبھی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لے آتا انھیں بیچ کر جو پیسہ حاصل ہوتا اس سے اپنی ضرریات پوری کرتا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ وارث کو مچھلی کا شکار نہ ملتا اور نہ ہی وہ جنگل سے لکڑیاں لاسکتا۔ اس لیے اکثر اس کے گھر فاقے بھی ہو جاتے۔ وہ بچوں کو ایسی حالت میں طرح طرح کی تسلیاں دے کر صبر دلاتا لیکن کبھی کبھی بچوں کے سوالات اُسے لاجواب کر دیتے، وارث ہر ممکن کوشش کر کے بچوں کو کسی نہ کسی طرح سمجھا لیتا۔

ایک دن اچانک وارث نے مچھلیاں پکڑنے کی غرض سے ندی میں جال ڈالا اور وہ پوری طرح اس کام میں منہمک ہو گیا۔ اچانک ندی میں سیلاب آگیا جس کی وجہ سے وارث کا جال بھی اس سیلاب میں وارث کو ساتھ لیے بہہ جاتا لیکن وارث نے چالاکی سے اپنی جان کو بچا لیا وہ اپنا جال نہیں بچاسکا۔ وہ اس ناکامی اور جال کے ندی میں بہہ جانے کی وجہ سے بے حد غمگین ہو گیا۔ اس حادثے کا اس کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا کیونکہ وہ پچھلے

کچھ دنوں سے فاقہ کشی کی حالت میں تھا اس لیے اس کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ وارث بیمار ہو گیا۔ بچے بھوک سے بلبلانے لگے اور بچوں کی غریب ماں اپنے شوہر کی اس قدر خستہ حالی کے سبب خدا کی بارگاہ میں ہر روز صبح شام التجا اور دعائیں کرتی۔ وہ پردے کی وجہ سے کہیں کمائی کے لیے باہر تو نہیں جا سکتی تھی۔ بس جو کچھ پڑوسی اس کی مدد کر دیتے اس پر قناعت کرتی اور خدا کا شکر ادا کرتی۔ اس کا بیمار شوہر بھی بستر پر پڑے پڑے خدا سے مدد مانگتا۔ اس حالت میں کئی مہینے گزر گئے۔ اس کے بچے اور خود اُس کے تن پر جو ایک ایک جوڑا تھا وہ بھی پھٹنے لگا ادھر وارث کی صحت بھی سدھرنے لگی۔ دھیرے دھیرے وارث تندرست ہو گیا۔ خدا کا شکر ادا کیا اور اپنا پرانا کاروبار پھر سے شروع کر دیا اور اپنی بیوی، بچے کی فاقہ کشی کو دور کرنے لگا۔

ایک دن وہ جنگل میں لکڑیاں کاٹنے کی غرض سے گیا اور ایک بڑے پیڑ پر چڑھ کر لکڑیاں کاٹنے لگا کہ اس کی کلھاڑی ٹوٹ گئی اور وہ ٹھنڈی سانس لے کر درخت سے نیچے اتر کر اسی کی چھاؤں میں بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔ اتنے میں اس کی آنکھ لگ گئی۔ اس نے کچھ دیر گہری نیند سونے کے بعد ایک خواب دیکھا کہ کوئی خوب صورت شخص سفید کپڑے پہنے، پستہ قد چہرے پہ سیاہ داڑھی سر پر کالی ٹوپی پہنے اس سے نرم لہجے میں وہ کہتا ہے کہ وارث تم بہت پریشان ہو۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ تم

> باپ: مجھے یاد نہیں آتا کہ تم نے کبھی کوئی ایسا کام کیا ہے جس سے میرا سر اونچا ہوا ہو
> بیٹا: یاد کیجیے ایک دن میں نے آپ کے سر کے نیچے چار تکیے لگائے تھے۔
> مرسلہ: ایس۔ جی کہکشاں، حیدر آباد

ہمت مت ہارو خدا تمھاری مدد ضرور کرے گا بس اس سے لو لگائے رہو۔ اٹھو اور اس درخت کے نیچے جہاں تمھارا سر ہے اسی جگہ تمھاری مدد کا سامان خدا نے رکھا ہے۔ اسے حاصل کرو، گھبراؤ نہیں۔

وارث یہ خواب دیکھ کر چونک گیا۔ کہ یہ مرد خدا آخر کون ہے؟ وہ اس شخص سے پوچھنے ہی والا تھا کہ تم کون ہو اور تمھیں کس نے بھیجا کہ اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ نیند سے بیدار ہو گیا۔ اس وقت وہ اپنے اطراف دیکھتا ہے کہ وہاں کوئی نہیں صرف وہ اکیلا ہے۔ وہ بغیر کچھ سوچے اس مرد کے بتائے ہوئے نشان کے مطابق زمین میں گہرا گڑھا کھودتا ہے اس گڑھے میں تانبے کی ایک دیگ نکلتی ہے۔ وارث اسے ہاتھ لگانے سے ڈرتا ہے۔ وہ سوچتا ہے یہ میری مدد کا سامان تو نہیں۔ میری مدد تو جال یا کلھاڑی سے ہو سکتی ہے۔ یہ دیگ میرے کس کام آئے گا؟ لیکن اس کے ذہن میں پھر یہ خیال آتا ہے کہ ممکن ہے اس میں کچھ ہو۔ وہ اس گڑھے سے دیگ کو باہر نکالتا ہے اور وہ اسے زمین پر انڈیلتا ہے۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس میں سونے کے سکے بھرے پڑے ہیں۔ وہ گھبرا جاتا ہے کہ اب وہ کیا کرے اگر وہ یہ دیگ یا سکے بستی میں لے

بلخ کے قاضی ابو عبد اللہ کو کسی عالم نے ناراض ہو کر نہایت بُرا خط لکھا۔ اس خط میں قاضی پر لعنت ملامت اور گالیوں کی بوچھاڑ کی گئی تھی۔

عقل مند اور بردبار قاضی نے خط پڑھا اور جواب میں چند سطریں لکھ کر بیس سیر صابن روانہ کر دیا۔

قاضی نے اپنے خط میں لکھا تھا: "آپ کا خط موصول ہوا۔ نہایت عمدہ بیس سیر صابن ارسال ہے۔ اس سے زبان، قلم اور اعمال دھونے کا کام لیجیے اور اگر یہ ناکافی ہو تو لکھیے تاکہ مزید صابن روانہ کر دیا جائے؟"

جاتا ہے تو لوگ اسے چوری کا الزام لگائیں گے لیکن پھر وہ بزرگ کی ہدایت کا خیال کر کے ہمت سے کام لیتا ہے اور اس دیگ کو گھر لے آتا ہے۔ اس کی بیوی یہ دیکھ کر کہتی ہے۔ یہ تم نے کہاں سے چوری کی۔ خدا اس حرکت سے ناراض ہوتا ہے۔ وارث بیوی کی یہ گفتگو سن کر مسکراتا ہے اور وہ سارا ماجرا اپنی بیوی کو سنا دیتا ہے۔ دونوں میاں بیوی خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس مال کے تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے ذاتی خرچ کے لیے رکھ لیتے ہیں۔ دوسرا اپنے رشتے داروں میں اور تیسرا غریبوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ نئے سرے سے خوش حال زندگی گزارنے لگتا ہے۔ اور ہمیشہ اس کی بیوی، بچے اور وہ خود بھی خدا کا شکر گزار رہنے لگا۔

میر احمد علی، کارنجہ لاڈ، اکولہ

تعلیم و ترقی کا رشتہ

زمانہ زمانہ کی بات ہے۔ کبھی تو اس دنیا میں ترقی کے لیے انسان کو جسمانی طاقت کی ضرورت تھی جو جس قدر جسمانی طاقت کا مالک ہوتا تھا وہ اسی قدر عزت و قدر اور ترقی کا حق دار ٹھہرتا تھا جو جماعت قبیلہ یا گروہ اپنے اعداد و شمار کے اعتبار سے بڑھا ہوتا تھا دنیا اسی کو وقعت اور اہمیت دیتی تھی۔ اسی طرح اس دنیا میں ملک و مال، آل و اولاد کی کثرت بھی ترقی، عزت اور بلندی کا معیار رہی ہے مگر آج کی اس دنیا میں مشرق و مغرب میں جس چیز کو وقعت سر فرازی اور ترقی کا پیمانہ تسلیم کیا گیا ہے وہ علم ہے۔ زمانہ ماضی میں اگرچہ علم اور صاحب علم کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا مگر یہ فیصلہ کن انداز میں ترقی کا ایک طے شدہ پیمانہ تسلیم نہیں کیا گیا تھا لیکن اب تو علم کو نہ صرف یہ کہ ترقی کا فیصلہ کن معیار تسلیم کیا گیا ہے بلکہ اسے عزت و شہرت کی ایک آخری کسوٹی بھی تسلیم کر لیا گیا ہے۔ آج جو فرد، قومیں یا جماعتیں اور جو ممالک اس سے بہرہ ور ہیں آج محسوس طریقہ پر یا غیر محسوس طریقہ پر دنیا میں عزت و عظمت اور قیادت و رہنمائی کا سہرا انھیں کے سر بندھا ہوا ہے۔ ایک وقت تھا کہ آدمی اپنی زندگی کے مخصوص گوشوں کے لیے بقدر ضرورت علم حاصل کر لیتا تھا اور اس مخصوص گوشہ میں اس کا اس کفایتی علم سے کام بھی چل جاتا تھا۔ زندگی کے اور گوشوں

کے لیے مزید علم حاصل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی مگر آج کی دنیا میں ایک زبردست انقلاب رونما ہوا۔ کون سا شعبہ حیات ہے جس کے صدر دروازہ یعنی مین گیٹ پر نمایاں حرف میں یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ بغیر علم اس میں داخلہ ممنوع ہے۔ تجارت، زراعت، صنعت و حرفت، سیاست معیشت، معاشرت غرض کہ کوئی محکمہ ہو آج علم کے بغیر اس میں داخلہ ہونا سخت مشکل ہو گیا ہے آج سے کچھ ہی دنوں قبل زمانہ کے اس انقلاب کو محسوس کرتے ہوئے علامہ حالی نے فرمایا تھا۔

گیا دور حکومت کا بس اب حکمت کی باری ہے
جنھیں دنیا میں رہنا ہے رہے معلوم یہ ان کو
جہاں میں چار سو علم و عمل کی ہے عمل داری
کہ ہیں جہل اور نادری کے معنی ذلت و خواری
کوئی بے علم روٹی سیر ہو کر کھا نہیں سکتا
نہ زرگر، اور نہ آہنگر، نہ بازی گر نہ سوداگر
زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو بتا دوں گا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام ان کا مٹا دوں گا

دوستو! آج ترقی اور تعلیم میں چولی دامن کا ساتھ ہے جس طرح پھل مغز و پوست یعنی گودے اور چھلکے کے بغیر نہیں ہوتا اسی طرح آج کی دنیا میں بغیر علم کے زندگی کے کسی بھی محکمہ میں ترقی کا تصور ایک خوب صورت خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہیں۔ اسلام نے اول روز اس جانب توجہ دلائی کہ ایک وقت آئے گا کہ کار گاہ حیات میں پڑھنے پڑھانے، سیکھنے سکھانے اور

ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ایک شخص نے رات گئے ہوٹل کے منیجر کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"خدا را جلدی اٹھیے میری بیوی کھڑکی سے کود کر خود کشی کرنا چاہتی ہے۔"

"تو میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں" منیجر نے حیرانی سے کہا۔

"وہ دراصل کمرے کی کھڑکی نہیں کھل رہی ہے۔"

بغیر کچھ جانے ہوئے انسان کا ایک قدم بڑھنا بھی سخت مشکل ہو جائے گا یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہیں ہوئی اور ایک وقت آیا کہ اسلام کے نام لیواؤں نے اپنی حکمت و دانائی کا سکہ جما دیا۔ آج بہت ڈھیر سارے علوم جن کی ترقیاں دنیا کو خیرہ کر رہی ہیں ان کی بنیاد اسلام کے نام لیواؤں نے ڈالی تھی مگر بدقسمتی کہ ماضی کے بعض ادوار میں ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں نے غیروں نے فائدہ اٹھالیا ہماری محنتیں جہاں کی تہاں دھری کی دھری رہ گئیں اور غیر سیاروں پر کمند ڈالنے لگے۔ ساتھیو! ابھی بھی وقت ہے کہ ہم علم کے تمام سرچشموں سے جم کر سیراب ہوں خود ترقی کریں اور دنیا کو بھی ترقیات سے مالا مال کریں۔

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

محمد تجمل حسین ایوبی، سہان، ویشالی

شاعر مشرق اس دور کی ایک معروف روحانی شخصیت کے پاس بیٹھے تھے۔ اسی دوران میں ایک دیہاتی مُرید وہاں آیا اور پیر صاحب کے ہاتھ چومتے ہوئے بولا

"سرکار! مجھ پر ایک سو روپے قرض ہے، دعا کریں کہ قرض جلد اتر جائے۔" یہ کہہ کر دیہاتی نے پانچ روپے پیر صاحب کی نذر کیے۔ علامہ اقبال مسکراتے ہوئے بولے

"پہلے سو روپے قرض تھے، اب ایک سو پانچ روپے ہو گئے ہیں۔"

کہہ دوں گا

ایک گانو میں سودا سنگھ نام کا ایک غریب آدمی رہتا تھا جب وہ گانو کی گلیوں سے گزرتا تو وہاں کے رئیسوں کو بڑے ادب سے سلام کرتا تھا مگر رئیس اس کے سلام کا جواب نہ دیتے تھے اس طرح وقت گزرتا گیا سوداسنگھ کی قسمت بدل گئی۔ دن بہ دن وہ امیر ہوتا گیا۔ ایک دن وہ گانو کا سب سے بڑا رئیس بن گیا۔ جب وہ گانو کی گلیوں سے گزرتا تو رئیس اسے اسی طرح سلام کرتے جس طرح سوداگر سنگھ انھیں کرتا تھا۔ تب وہ انھیں کہتا کہہ دوں گا، لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ کہہ دوں گا۔ ایک دن سوداگر سنگھ گلیوں سے گزر رہا تھا تو ایک رئیس نے اسے سلام کیا تو اس نے وہی اپنا تکیہ کلام دہرایا کہہ دوں گا۔ تب اس نے کہا کہ ہم آپ کو جب بھی سلام کرتے ہیں آپ ایسا کیوں کہتے ہیں "کہہ دوں گا" سوداگر سنگھ نے کہا اس کا راز جاننا چاہتے ہو تو سنو! جب میں غریب تھا تو تم مجھے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اب میں امیر ہو گیا تو تم مجھے سلام کرتے ہو۔ تم یہ سلام مجھے نہیں میری دولت کو کرتے ہو۔ اس لیے میں ہر ایک سے کہتا ہوں "کہہ دوں گا" دولت سے کہہ دوں گا کہ تم نے سلام کیا ہے۔ یہ سن کر سب رئیس شرمندہ ہو گئے۔ اس لیے دوستو! ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ انسانیت امیری غریبی کو نہیں دیکھتی ہے۔

ہدیٰ فاطمہ،، اردو ہائی اسکول، جالنہ

پیار کا مجسمہ

پیاری دوستو! آج میں آپ لوگوں کو ایک ایسے جیتے جاگتے مجسمے کے بارے میں بتاتا ہوں جسے ہم "پیار کا مجسمہ" کہہ سکتے ہیں اور وہ مجسمہ ہے عورت۔ عورت اور صرف عورت۔ کیونکہ عورت پر چاہے کوئی کتنا ہی ظلم کرے وہ سب کچھ برداشت کر کے سب کے ساتھ پیار اور محبت کا سلوک کرتی ہے۔ وہ عورت ہی ہوتی ہے جو بہن بن کر، بیوی بن کر اور پھر ماں بن کر سب کے ساتھ پیار کرتی ہے جو قربانی ایک بہن اپنے بھائی کے لیے دے سکتی ہے، جو قربانی ایک بیوی اپنے شوہر کے لیے دے سکتی ہے اور جو قربانی ایک ماں اپنے بچوں کے لیے دے سکتی وہی قربانی ایک مرد نہ تو بھائی بن کر، نہ شوہر بن کر اور نہ ہی باپ بن کر دے سکتا ہے۔

پیاری دوستو! اللہ تعالیٰ نے سمندر کی گہرائیوں سے زیادہ ممتا، آسمان کی بلندیوں سے زیادہ پیار و محبت اور پہاڑوں سے زیادہ قوت برداشت، زمین کی گہرائیوں سے زیادہ وفا، سارے جہاں کے پھولوں سے زیادہ خوبصورتی اور فرشتوں کی طرح معصومیت انسانیت اور شرافت ان سب چیزوں کو جمع کرکے ایک مجسمہ بنایا اور اس کا نام رکھا عورت۔

عورت اگر نیک سیرت ہو تو وہ گھر کو جنت بنادیتی ہے اور اگر عورت بدکردار ہو تو وہ گھر کو جہنم بنادیتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے دنیا میں آنے کے بعد تین چیزیں پسند آئیں، نماز، خوشبو، اور عورت۔ اللہ تعالیٰ ہم سبھی پیاری بھائیوں کو عورتوں کی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وارث علی عبدالمجید، برکت علی نگر ممبئی

برائی کا بدلہ بھلائی

ایک دن کی بات ہے۔ ایک شیر کسی پنجرے میں بند تھا۔ اسی طرف سے ایک برہمن آرہا تھا۔ برہمن کو دیکھ کر شیر بولا "برہمن "اگر تم اس بندھن سے آزاد کردو تو میں تمہارا احسان مند رہوں گا۔ برہمن کا دل بڑا نرم تھا۔ اسے رحم آگیا۔ پنجرہ کھول کر شیر کو آزاد کردیا۔ اب تو بھوکا شیر اس برہمن پر ٹوٹ پڑا۔ برہمن نے کہا۔ شیر یہ ہے تمہاری احسان مندی کہ آزاد کرنے والے کو مارنا چاہتے ہو۔ شیر نے کہا۔ برہمن یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جگت کی یہ ریت ہے۔ برہمن نے نہیں مانا تب شیر نے کہا اگر تم میری بات نہیں مانتے ہو تو کسی کو پنچ بناؤ۔ وہ جو فیصلہ کرے ہم دونوں اسے مان لیں گے۔ تب دونوں پاس کے پیڑ کے پاس گئے۔ پیڑ نے سارا حال سن کر کہا۔ برہمن شیر کا کہنا صحیح ہے دیکھو میں دن رات آدمی کی بھلائی کرتا ہوں۔ میں ٹھنڈی چھایا دیتا ہوں۔ مسافر میری چھایا میں آرام کرتے ہیں۔ میں میٹھا پھل دیتا ہوں جسے کھا کر مسافر مطمئن ہوتے ہیں۔ اس بھلائی کا بدلہ آدمی برائی سے دیتا ہے۔ وہ میری شاخیں توڑ کر داتون کرتا ہے۔ آخر میں مجھے کاٹ کر جلا دیتا ہے۔ یہ انصاف سن کر برہمن اداس ہوگیا۔ برہمن نے کہا "اچھا ہے شیر۔ ایک اور پنچ کے پاس ہم لوگ چلیں" اسی بیچ اسی جگہ ایک گیدڑ آپہنچا۔ اسے ہی دونوں نے پنچ بنایا۔ گیدڑ بولا "اے شیر ہم تم لوگوں کی بات نہیں سمجھ

بیٹا: (باپ سے) "آج میں اسکول نہیں جاؤں گا۔ آپ مجھے چھٹی کی درخواست لکھ کردیں۔"

باپ: "وہ کیوں؟"

بیٹا: "رات کی بارش کی وجہ سے سڑکوں پر بہت کیچڑ ہے۔"

باپ: "لیکن درخواست دینے کون جائے گا؟"

بیٹا: "وہ تو میں خشک راستہ دیکھ کر دے آؤں گا۔"

جنگ کا زمانہ تھا۔ جنگ کی جاہ کاریوں نے جرمنی کی غذائی حالت کو بہت خراب کر دیا تھا۔ ہٹلر کے افسر گانو گانو گھوم کر خوراک کے ذخیروں کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک گانو میں جا کر دیکھا کہ مرغیوں کی غیر معمولی کثرت ہے۔ افسر نے مرغیوں کے مالکوں کو بلوایا اور ایک سے دریافت کیا "یہ مرغیاں تمھاری ہیں؟"

مالک نے جواب دیا "جی حضور!"

نازی افسر نے دریافت کیا "تم انھیں کیا کھلاتے ہو؟"

مالک نے جواب دیا "گندم"

نازی افسر نے دانت پیستے ہوئے کہا "گندم! انسانی خوراک جانوروں پر ضائع کرتے ہو؟ سپاہیو اسے گرفتار کر لو۔"

اب دوسرا مالک آگے بلایا گیا۔ افسر نے اس سے پوچھا "تم نے بھی مرغیاں پالی ہیں؟"

اس نے خوف زدہ انداز میں جواب دیا "جی ہاں"

افسر نے کرخت لہجے میں پوچھا "تم انھیں کیا کھلاتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "چنے!"

افسر نے اسی سابقہ شان سے ڈانٹا "انسان بھوکے مر رہے ہیں اور تم مرغیوں کو چنے کھلا رہے ہو۔ گرفتار کر لو اسے بھی"

اب ایک بوڑھا آدمی سامنے لایا گیا۔ افسر نے پوچھا "باباجی! کیا تم نے بھی مرغیاں پال رکھی ہیں؟"

بوڑھے نے اطمینان سے جواب دیا "جی جناب"

افسر نے اپنا سوال پھر دہرایا "انھیں خوراک کیا دیتے ہو؟"

بوڑھے نے نہایت سادہ لوحی اور بھولے پن سے جواب دیا "حضور میں تو انھیں نقد پیسے دے دیتا ہوں جو جی چاہے کھا لیتی ہیں۔"

رہے ہیں۔ اگر تم پھر پنجرے میں بند ہو جاؤ تو میں اپنا فیصلہ دے سکتا ہوں" شیر نے ویسا ہی کیا۔ برہمن نے کس کر پنجرے کو بند کر دیا۔

گیدڑ نے کہا "برہمن تم اپنا راستہ لو۔ کبھی بے رحم جانور پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔"

محمد عمران الحق، ذاکر نگر نئی دہلی ۲۵

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

حضرت عائشہ صدیقہؓ بعثت نبوی کے چار سال بعد ماہ شوال میں پیدا ہوئیں۔ عائشہ صدیقہؓ کا تعلق اس گھرانے سے تھا جس کا شمار "سابقون الاولون" میں ہوتا ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا زمانۂ طفولیت صدیق اکبرؓ جیسے جلیل القدر باپ کے زیر سایہ بسر ہوا۔ بچپن کی تمام باتیں انھیں یاد تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی دوسرے صحابی یا صحابیہ کی یادداشت اتنی اچھی نہ تھی۔

بچپن میں ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ گڑیوں سے کھیل رہی تھیں کہ سرور عالم ﷺ پاس سے گزرے۔ عائشہؓ کی گڑیوں میں ایک پردار گھوڑا بھی تھا۔ حضورؐ نے پوچھا "عائشہؓ یہ کیا ہے؟" جواب دیا "یہ گھوڑا ہے" حضورؐ نے فرمایا "گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے۔" انھوں نے بے ساختہ کہا "کیوں یا رسول اللہ ﷺ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے تو پر تھے" حضورؐ نے جواب سن کر تبسم فرمایا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی یہ دختر زوجہ رسول نبیؐ اور امت مسلمہ کی ماں کہلائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ذات والا صفات کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ حدیث نبوی کے مطابق شادی کے لیے عورت کا انتخاب چار لوصاف کی بناپر ہو سکتا ہے۔دولت، حسن وجمال، حسب ونسب، اور دین داری۔ حضرت عائشہؓ میں یہ چاروں لوصاف بدرجہ اتم موجود تھے نگاہ نبوت میں ان کی محبوبیت و منظوریت کے اسباب حق جوئی، حق شناسی حق آگاہی اور حق پرستی ہیں۔آپ نے ایک مرتبہ فرمایا" مردوں میں بہت لوگ کامل ہوئے لیکن عورتوں میں کوئی تکمیل کو نہ پہنچی سوائے بنت عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون کے لور عائشہ صدیقہؓ کو تو سب عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر۔"

امہات المومنین میں حضرت عائشہ صدیقہؓ واحد ہیں جو کنواری اور کم عمری میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔آپ کے حسن وذہانت کا چرچا تھا۔رسول کریمؐ کے ساتھ اگرچہ طویل عرصہ گزارنے کا آپ کو موقع نہیں ملا لیکن رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ہی بڑی مونس لور غم خوار ہیں۔غزوات میں شریک ہوئیں۔پانی پلانے لور مرہم پٹی کرنے میں مدد دی لور رسول کریم ﷺ کی صاحبزادیوں کی دلجوئی لور غم گساری کرتی رہیں۔حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لور ام کلثومؓ کی شادی حضرت عثمان غنیؓ سے آپ ہی کے مشورے سے ہوئی۔

> ایک اندھا لور ایک ہکلا آپس میں دوست تھے۔ایک دن دونوں کو بازار جانا تھا۔ اندھے کو سائکل چلانا آتی تھی، لیکن ہکلے کو نہیں آتی تھی۔اندھے نے اس سے کہا "میں سائکل چلاتا ہوں تم آگے بیٹھ جاؤ۔ راستے میں اگر کوئی گڑھا آئے تو بتادینا۔"
> چلتے چلتے سامنے ایک گڑھا آیا تو وہ کہنے لگا "گ گ گ" جب وہ دونوں گڑھے میں گر گئے تو ہکلے نے کہا "گڑھا آگیا ہے۔"

حضرت عائشہؓ نے کیونکہ اپنی ذات کو رسول کریمؐ کے لیے وقف کررکھا تھا لور آپ کو بھی حضرت عائشہؓ سے بے حد محبت تھی اس لیے دین کے متعلق معلومات وضاحتیں اور تفصیلات حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی نے بڑے پیمانے پر حاصل کیں۔یہی سبب ہے کہ بڑی تعداد میں احادیث آپ ہی سے مروی ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہؓ دین کے ہر پہلو پر خصوصی توجہ دیتیں۔ذہین بھی خوب تھیں۔یادداشت بھی بےحد اچھی تھی اس لیے اکثر معاملات کو جاننا، پوچھنا لور یاد رکھنا ان کی عادت تھی۔وصال نبی کے بعد آپ ایک طویل عرصہ تک بقید حیات رہیں اس لیے اکثر صحابہ کرامؓ بھی آپؓ ہی سے اکثر دینی معاملات میں وضاحت چاہتے تھے لور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر ہر قسم کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ "ہم لوگوں کو ایسی کوئی مشکل

چینی بزرگ شا سے ایک نہایت مغموم انسان ملا۔ اُس کی اُداس کیفیت نے شا کو پریشان نہ کیا۔ اس شخص کا خیال تھا کہ شا اس سے معلوم کریں گے کہ وہ اس قدر مغموم کیوں ہے، لیکن شا نے اس سے کچھ بھی نہ پوچھا۔ بہر حال شا کی بے حسی سے عاجز آ کر اس شخص نے شکوہ کیا اور کہا

"شا! مجھے افسوس ہے کہ آپ نے مجھ سے یہ تک نہ پوچھا کہ میں اُداس کیوں ہوں؟"

شا نے جواب دیا "آپ کی اُداسی کا سبب ہمیں معلوم ہے۔ اس لیے اس سلسلے میں کچھ پوچھنا بے کار ہے"

اس شخص نے حیرت سے سوال کیا

"آپ میرے غم کا سبب جانتے ہیں؟ وہ کس طرح؟"

شا نے جواب دیا۔ "آپ اس لیے مغموم رہتے ہیں کہ آپ کے پاس یہ سوچنے کے لیے وقت ہے کہ آپ خوش ہیں یا اُداس کام کیجیے، مصروف رہیے، مایوسی خود بخود دور ہو جائے گی۔"

پیش نہیں آئی کہ جس کو ہم نے عائشہ صدیقہؓ سے نہ پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہو۔ میں نے فقہ، طب اور شاعری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے زیادہ کسی کو عالم نہ پایا۔" یعنی ہر مسئلے کے متعلق انھیں سرور کائنات کا اسوہ معلوم تھا۔

مسروق تابعی سے کسی نے پوچھا "کیا حضرت عائشہ صدیقہؓ فرائض سے واقف تھیں؟" جواب دیا "بخدا میں نے ان سے بڑے بڑے صحابہ کو فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا ہے" انھیں کا کہنا ہے کہ "اگر تمام مردوں اور امہات المومنین کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کا علم ان میں سب سے زیادہ ہو گا۔"

حضرت ابو سلمہ کہتے ہیں "میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے زیادہ سنت نبوی کا عالم، تفقہ فی الدین کا ماہر اور آیات کلام مجید کے شان نزول اور فرائض کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا۔" عطاء بن ابی امر باح کا قول ہے کہ "حضرت عائشہ صدیقہؓ سب سے زیادہ فقیہہ، سب سے زیادہ بہتر اور لوگوں میں سب سے زیادہ صائب الرائے تھیں۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے کہ "میں نے قرآن، حدیث، فقہ تاریخ اور علم الانساب میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔" احنف بن قیس اور موسیٰ بن طلحہؓ کا قول ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بڑھ کر میں نے کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا" اسی طرح حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے زیادہ فصیح اور تیز فہم کوئی خطیب نہیں دیکھا۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دینی علوم کے علاوہ طب، تاریخ اور شعبۂ ادب میں دستگاہ حاصل تھی۔ فی الحقیقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کا پایۂ علم و فضل اتنا بلند تھا کہ اس کو بیان کرنے کے لیے سیکڑوں صفحات

در کار ہیں ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا علمی کمالات، دینی خدمات اور سرور عالم ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات کے نشر و اشاعت کے اعتبار سے کوئی حریف نہیں ہو سکتا اگر انھیں "محسنۂ امت" کہا جائے تو اس میں مطلق کوئی مبالغہ نہیں ہوگا"

حضرت عائشہ صدیقہؓ جو روایت کرتیں اکثر اس کا پس منظر اور اسباب و علل بھی بیان کر دیتیں۔ حضرت عائشہؓ ہمیشہ نبی اکرمؐ کے اقوال و افعال کی حقیقی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتیں۔ ان آرا کی روشنی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سیرت مقدس کا ایک نمایاں پہلو سامنے آتا ہے۔ مدینے کی عورتیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اور بعد میں بھی جب مسائل دینی دریافت کرنے آتیں حضرت عائشہ صدیقہؓ ان معاملات کی وضاحت فرماتیں یا رسول اللہ کے بتانے پر خود بھی توجہ اور خیال سے سنتیں۔ اس دلچسپی، یادداشت تیز، ذہانت اور رسول کریم ﷺ سے از حد محبت کے سبب آپ فقیہ کی ماہر کہلائیں۔ آپ کا وہ فقرہ ہی فصاحت و بلاغت کا اعلا نمونہ ہے جسے تاریخ نے اپنے سینے پر رقم کر لیا ہے کہ جب آپ سے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا "کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟"

سیرت النبیؐ کا اس سے بہتر بیان نہیں ہو سکتا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بے حد عبادت گزار اور سنجیدہ خاتون تھیں۔ آپ

وہ شکاری مرغابیوں کا شکار کر رہے تھے۔
ایک نے جب گولی چلائی تو وہ مرغابی کے بجائے ایک مینڈک کو لگ گئی۔ اس نے مینڈک کو اٹھایا اور دوست سے کہا
"دیکھو کتنا اچھا نشانے باز ہوں۔
ایسا نشانہ لگا کہ مرغابی کے سارے پَر صاف ہو گئے۔"

رسول کریم ﷺ کے ساتھ اکثر عبادات میں شریک رہتیں۔ آپ فطرت کی طرف سے فلسفیانہ دماغ لے کر آئی تھیں۔ اجتہاد تمام زندگی کرتی رہیں۔ سلیقہ، تنقید، ضبط واقعات اور صابت رائے میں بلند مرتبہ تھا آپ کا۔ آپ شرک و بدعت کے معاملے میں انتہائی دور بیں نگاہ رکھتی تھیں۔ خانۂ کعبہ کے غلاف تک کے بارے میں رائے دی کہ اتارنے کے بعد بیچ کر قیمت غرباء میں تقسیم کر دیا کرو۔ ابن ابی اسائب تابعی کو طویل وعظ سے منع کیا اور مختصر دعا مانگنے کی تلقین کی تاکہ لوگ وعظ و دعا کی طوالت سے گھبرا نہ جائیں ۔ یہی نہیں چند اہم ترین نکتوں کی وضاحت بھی کی۔ فجر کی نماز مختصر ہونے کا سبب یہ بتایا کہ اس وقت قرأت طویل کی جاتی ہے۔ عصر اور فجر کے بعد کوئی نماز پڑھنے کی تاویل یہ پیش کی کہ اگر کوئی شخص ٹھیک طلوع و غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھے گا آفتاب پرست لوگوں کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی، یہی نہیں مختلف موقعوں پر جب لوگوں نے سمجھنے میں دقت کا اظہار کیا تو آپ نے کہا کہ تم قرآن سے مدد کیوں نہیں لیتے

شیخ سعدیؒ ایک مرتبہ بیگار میں پکڑے گئے اور خندق کھودنے پر لگا دیے گئے۔ ایک دوست نے دیکھا تو اس نے دس دینار فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیا اور اپنے ساتھ حلب لے گئے۔ مزید عنایت یہ کی کہ سو دینار مہر کے ساتھ اپنی بیٹی سے شادی کر دی۔

بیوی نہایت شوخ اور زبان دراز تھی۔ شیخ سعدیؒ کی ان سے ہمیشہ اَن بَن رہتی تھی۔ ایک دن بیوی نے طعنہ دیا کہ تم اپنی حیثیت بھول گئے ہو۔ تم وہی ہو جسے میرے باپ نے دس دینار دے کر بیگار سے چھڑایا تھا۔

شیخ سعدیؒ نے کہا "ہاں دس دینار دے کر چھڑا لیا لیکن سو دینار کے بدلے پھر گرفتار کرا دیا۔"

اور پھر قرآن کی آیات اور رسول کریمؐ کی حدیث بیان فرمائیں۔ خود بھی قرآن حدیث کی روشنی میں فیصلے کرتیں۔ اس طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اسلام کی وہ خدمت انجام دی جو بڑے بڑے علما و فقہاء کے لیے مشکل تھی۔ اپنے علم و فضل کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے خیرات اور خدمت کے ذریعہ ملت اسلامیہ کے سامنے بہترین عملی نمونۂ حسین پیش کیا۔

ان ذاتی عملی اعلا صفات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بڑے مرتبے اور منصب عطا کیے۔ اگرچہ آپ بہت بڑی آزمائش سے گزریں لیکن جب آپ پر کچھ لوگوں نے (معاذ اللہ) تہمت لگائی تو خدائے ذوالجلال نے فیصلہ دیتے ہوئے سورۂ نور میں فرمایا "جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی اور مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت مسلط ہو گی اور ان کو بہت بڑا عذاب ہو گا۔" اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا اور سچائی ظاہر کر دینے والا ہے۔ آپ کی شان میں یہ قرآنی سورہ نازل ہوئیں جو تا قیامت تلاوت کی جاتی رہیں گی۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہار گم ہو گیا۔ حضورؐ نے اس کی تلاش میں چند صحابہ کرام کو بھیجا وہ اس کی تلاش میں نکلے تو راستے میں نماز کا وقت آ گیا۔ دور دور تک پانی نہیں تھا۔ اس لیے لوگوں نے بغیر وضو نماز پڑھی۔ واپس آکر رسول اللہ ﷺ سے ماجرا بیان کیا۔ اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی اگر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو پس اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔" اور حضرت اسید بن حضیر نے اس کو (ہار والے واقعہ کو) حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہت بڑی فضیلت سمجھا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا "ام المومنین! خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ کو کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا جس سے خدا نے آپ کو نکلنے کا راستہ نہیں بتایا اور مسلمانوں کے لیے وہ ایک برکت بن گیا۔"

امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ غزوہ خندق میں بھی قلعہ سے باہر نکل کر جنگ کا نقشہ دیکھا کرتی تھیں۔ حضورؐ سے دوسری لڑائیوں میں شریک ہونے کی اجازت چاہی لیکن نہ ملی۔

•

صحیح بخاری میں ہے کہ "وہ راتوں کو اٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بعض دوسری خواتین کے ہمراہ مدینۂ منورہ ہی سے لشکر اسلام کے ساتھ میدان جنگ میں گئی تھیں صحیح بخاری میں ہے کہ جب مسلمانوں میں اضطراب برپا تھا تو وہ اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔" ان روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ام المومنین فطری طور پر نہایت دلیر اور نڈر تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ازدواجی زندگی کے نو برس گزر گئے تو آقائے دوجہاں مرض وفات میں مبتلا ہوگئے۔ تیرہ دن علیل رہے۔ ان تیرہ دنوں میں پانچ دن دیگر ازواج کے یہاں قیام کیا اور آٹھ دن حضرت عائشہ صدیقہؓ کے یہاں رہے۔ شدت مرض میں کمزوری کی وجہ سے حضور ﷺ اپنی مسواک حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دیتے وہ اپنے دانتوں میں چباکر نرم کرتیں اور پھر حضور ﷺ استعمال فرماتے۔ ۹ یا ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو سرورعالم ﷺ کی روح اطہر نے عالم قدس کی طرف پرواز کی۔ اس وقت حضورؐ کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہؓ کے شانوں پر رکھے ہوئے تھے اور پھر انھیں کے حجرۂ مبارک کو حضور کی ابدی آرام گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ رحلت نبیؐ کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ ۴۸ برس انھوں نے عالم بیوگی میں بسر کیے اس تمام عرصہ میں وہ تمام عالم اسلام کے لیے رشد وہدایت، علم وفضل اور خیر وبرکت کا ایک عظیم مرکز بنی رہیں۔ ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔

بیٹا "ابو! آپ روز بہ روز لمبے ہوتے جارہے ہیں۔"
باپ "بھئی وہ کس طرح؟"
بیٹا "آپ کا سر بالوں سے باہر نکلتا جارہا ہے۔"

انیسہ ناز شیخ سانڈو، اسلام پورہ کا سودہ

درس قرآن

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرّقوا (سورہ آل عمران ۱۰۳)

آیت کے اس ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اس مختصر سے فقرے میں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ (۱) اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑو (۲) سب مل کر پکڑو۔ الگ الگ نہیں بلکہ ایک ملت بن کر (۳) اور ہر قسم کے تفرقے سے بچو۔

غور کیا جائے تو اس مختصر سی باتوں میں ملت کے اتحاد، ملت کی قوت اور ملت کی ترقی کا راز چھپا ہے مگر مسلمانوں کے حال پر غور کیا جائے تو ہمیں بہت سے مسلمان ایسے ملیں گے جو دین کو شخصی معاملہ سمجھتے ہیں وہ اللہ سے تعلق بنانے اور مضبوط کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر یہ کام دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نہیں کرتے۔

☆ [illegible] بات سے ساری بڑی ہے لیکن انسان سے بڑا تجربہ کوئی نہیں۔
☆ تعلیم انسان کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو سنگ مرمر کے ٹکڑے کے لیے فن سنگ تراشی۔
☆ غم وہ دیمک ہے جو انسان کو اندر ہی اندر ختم کرتی چلی جاتی ہے۔
☆ کتاب کے مطالعہ سے انسان کا مطالعہ کرنا مشکل ہے۔
☆ اصولوں کی خاطر ہار جانا جھوٹ بول کر جیتنے سے بہتر ہے۔

بہت سے ایسے مسلمان ہیں جو اجتماعات اور مل جل کر کام کرنے کا جذبہ تو رکھتے ہیں مگر تفرقہ بازی میں پڑ کر ٹکڑے ٹکڑے اور گروہ گروہ بن جاتے ہیں۔ پیارے بچو! یہ ہمارے اور آپ کے سوچنے سمجھنے کی بات ہے یاد رکھو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تمھارے گمراہ ہونے اور بھٹکنے کا ڈر نہیں ہے" وہ ہیں اللہ کی کتاب اور سنت رسولؐ" اگر ہم قرآن کی سورۂ آل عمران کے اوپر لکھے اور رسولؐ کی اس حدیث کو اصول بنالیں اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہمارے ہر قسم کے دینی جھگڑے خود بخود ختم ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں فرمایا اطیعو اللہ واطیعوا الرسول اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو یہ بھی ہدایت دی کہ اگر تم میں کسی بات پر اتفاق نہ

ہو تو بات کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرو۔ وہاں سے جو ہدایت ملے دل میں کوئی رنجش یا غصہ محسوس کیے بغیر اس پر عمل کرو۔ اپنی انا کو ہوا مت دو، ضد نہ کرو ہیکڑی نہ دکھاؤ بلکہ مسلمان بنو۔ اللہ اور رسول کی ہدایت کے آگے سر جھکا دو اسی میں خیر ہے ورنہ تم فرقہ فرقہ ہو جاؤ گے تمھاری قوت ختم ہو جائے گی۔ تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ لوگوں پر تمھارا رعب نہیں رہے گا اور صورت حال ایسی بنے گی کہ لوگ کہتے ہیں مسلم کا خدا کوئی نہیں۔ اس کا یہ دعوا جھوٹا ہے کہ اللہ اس کا سرپرست اور مددگار ہے۔ پیارے دوستو! یاد رکھو کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں اور اس کی بندگی کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم سب لا الہ الا اللہ کے ماننے والے ہیں۔ ہم رسولؐ کے امتی ہیں۔ ہم محمد رسول اللہ پر ایمان لائے۔ اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت کا ہم سب احترام کرتے ہیں۔ خدا کا حکم اور رسولؐ کا طریقہ بنیادی قانون اور آخری سند ہے۔ مسلمانوں کے درمیان یا حکومت اور رعایا کے درمیان جس مسئلے میں نزاع (جھگڑا) واقع ہوگا اس میں فیصلے کے لیے قرآن اور سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا اور جو فیصلہ وہاں سے حاصل ہوگا اس کے سامنے سب سر تسلیم خم کریں گے۔ یہی وہ اصول ہیں جن پر امت جمع ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ امت نے یہ اصول چھوڑ دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امت کو بہت سی کھلی اور ڈھکی پریشانیوں کا سامنا ہے ہم نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی

صراط مستقیم کو چھوڑ دیا اور دینی و دنیوی جھگڑوں میں پھنس گئے جس کی وجہ سے آج ساری دنیا میں ذلیل ہیں۔ اس صورت حال سے باہر نکلنے اور عزت کی زندگی گزارنے کے لیے ہمارے پاس آج بھی یہ نسخہ موجود ہے۔ ہم قرآن و حدیث کو مشعل راہ بنائیں تو دین اور دنیا دونوں جگہ عزت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمان قوم (امت مسلمہ) کو تباہی سے بچالے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے مل جل کر پکڑلیں اور تھامے رہیں۔ آمین۔

عبدالرحمٰن اعظمی، پورہ صوفی مبارکپور

دادا ابا کا باغ یا ڈینی پاکر

میرے گھر سے کچھ دور ایک باغ ہے۔ باغ میں مختلف اقسام کے آم ہیں۔ ایک آم کا نام "نورس" ہے جو صرف میرے دادا ابا کے باغ میں ہے۔ اس کا مزہ، اس کی مٹھاس اور اس کی خوشبو کو بس "نورس" ہی کہتے بنتا ہے۔

جی ہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ میرے دادا کے اپنے ہاتھوں کا لگایا ہوا یہ باغ نہ جانے کب اور کیوں؟ "ڈینی پاکر" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اب ہر کوئی اس باغ کو "ڈینی پاکر" ہی کہتا ہے۔

آج سے تقریباً سولہ سال پہلے میرے دادا ابا کا انتقال ہو گیا۔ تب تک میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ بڑے بھائی جان اور

ایک دوست: (دوسرے سے) "تم نے کچھوا کیوں پالا ہے؟"
دوسرا دوست "میں نے سنا ہے کہ کچھوے کی عمر ۱۵۰ سال ہوتی ہے۔ میں تجربہ کر رہا ہوں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔"

بڑی آپی تو ابو جان کے ساتھ کئی بار "ڈینی پاکر" جا چکے تھے۔ میں جب مکتب جانے لگا تو بھائی جان اور اپیا نے "ڈینی پاکر" باغ کی ڈائن چڑیل اور بھوت کے قصے مجھے اور راشد کو سنایا کرتے تھے جسے انھوں نے باغ کے رکھوالے لطیف میاں سے سنا تھا۔ اس واقعہ کو سن کر ہم لوگوں کے دلوں میں نہ صرف دادا ابا کے باغ کا ڈر سا گیا بلکہ دادا ابا کے باغ سے نفرت ہونے لگی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہم لوگ اس باغ کے آموں کو کھانے سے ڈرنے لگے۔ ہماری اس کیفیت کا احساس ابو جان کو شدت سے ستا رہا تھا کہ لوگوں کے دلوں سے "ڈینی پاکر" باغ کا خوف کس طرح نکالا جائے۔

ایک رات امی جان نے بڑے بھیا محسن اور بڑی اپی رعنا اور مجھے نیز راشد کو ایک ساتھ بٹھایا اور دادا کے باغ لگانے کی کہانی سنائی۔ اور بتایا کہ گھر سے دور کس طرح تمہارے دادا جان نے سخت محنت سے باغ لگایا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ چھوٹے درختوں کو چرواہے اپنے جانوروں سے چرا دیتے بھی پودوں کو اکھاڑ ڈالتے اور جن دو ایک پودوں میں پیڑ بن کر پھل آتا اسے گانو کے شریر بچے توڑ لے جاتے۔ تب تمہارے دادا ابا کے

☆ بحث جھگڑے کی ابتدا ہے۔

☆ سچا دوست وہ ہے جو تمھاری برائیوں اور خامیوں کو جانتے ہوئے بھی تم سے محبت کرتا ہے کہ تم میں کچھ اچھائیاں اور خوبیاں بھی ہیں۔

☆ ہر انسان آئینہ غور سے دیکھتا ہے اور ہر انسان آئینے کے سچ پر شبہہ کرتا ہے۔

☆ جو شخص اپنی عظمت کے گیت گائے وہ ہرگز عظیم نہیں ہو سکتا۔

ذہن میں ایک ترکیب آئی اور انھوں نے آج سے اسّی سال پہلے ڈائن کا سوانگ رچا کر بچوں اور چرواہوں کو خوب ڈرایا اور کئی روز تک یہی عمل دہراتے رہے یہاں تک کہ گانو کے چہار طرف باغ کے ڈائن اور چڑیل کا خوف پھیل گیا۔ گانو کے کچھ بوڑھے بزرگوں نے تمھارے دادا ابا سے ڈائن کی بابت سوال کیا کہ آپ کے باغ میں ڈائن رہتی ہے کیا؟ تو تمھارے دادا ابا نے کہا "ہو سکتا ہے" اس لیے کہ جہاں پر ہمارا باغ ہے اسی زمین پر ایک بوڑھا پاکر کا درخت تھا۔ ہم لوگوں نے بچپن میں اپنے دادا سے سنا تھا کہ اس پر ڈائن رہتی ہے کبھی طوفان میں وہ بوڑھا پاکر کا درخت گر گیا اسی بوڑھے پاکر کی جگہ یہ باغ لگا دیا گیا ہے۔ ہو نہ ہو اسی بوڑھے پاکر کے پیڑ کی ڈائن اپنی جگہ کی تلاش میں بھٹکتی پھرتی ہو۔ ایسے میں جو کوئی اس کی گرفت میں آجائے گا اس کا بچنا محال ہوگا۔

اب کیا تھا باغ کا آم بھی بکنے لگا اور ڈالیاں بھی۔ اور آج تک اسی فرضی ڈائن سے دادا ابا کے آموں کی حفاظت ہو رہی ہے اور باغ کا نام "ڈینی پاکر" مشہور ہو گیا ہے۔

دادا ابا کے بعد میرے ابو جان نے باغ میں کئی اضافے کیے ہیں۔ اس میں انار، کاغذی لیمو، آملہ، جامن، فالسہ، بیر، امرود، اور لیچی کے کئی پیڑ لگا دیے ہیں لیکن نہ معلوم کیوں؟ باغ کے ایک کونے میں ایک "پاکر" کا درخت بھی لگا دیا ہے۔

محمد حماد صدری، فاضل پور، سمستی پور بہار

رمضان المبارک کے اہم واقعات

۳ر رمضان المبارک کو حضرت عیسیٰؑ پر انجیل نازل ہوئی۔

۴ر رمضان المبارک کو حضرت موسیٰؑ پر توریت نازل ہوئی۔

۱۷ر رمضان المبارک کو جنگ بدر شروع ہوئی۔

۲۰ر رمضان المبارک کو حضرت داؤدؑ پر زبور نازل ہوئی اور حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی۔

۲۱ر رمضان المبارک کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

۲۲ر رمضان المبارک کو حضرت موسیٰ پیدا ہوئے۔

۲۳ر رمضان المبارک کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۲۴ر رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا اور اسی روز آپ کو پیغمبری عطا ہوئی۔

۲۵ رمضان المبارک کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ساتھ دریائے نیل کو پار کیا اور فرعون اپنی فوج کے ساتھ دریائے نیل میں غرق ہوگیا۔

۲۶ رمضان المبارک کی رات میں (شب قدر) میں قرآن پاک کا نزول ہوا۔

۲۷ رمضان المبارک کو حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی۔

حسان احمد رحمانی، کسیلا، مدنپور، اررریہ بہار

حضرت اویس قرنیؒ

آفتاب امت اور شمع دین حضرت اویس قرنیؒ حضور پر نور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود تھے۔ دو وجوہات کی وجہ سے آپ کی دیدار سے مشرف نہ ہوسکے۔ ایک تو غلبۂ حال سے اور دوسرے حق خدمت والدہ ماجدہ ادا کرنے کی وجہ سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ قرن میں اویس نامی ایک شخص رہتا ہے۔ قیامت کے دن ربیعہ اور نضر کے بکریوں کی برابر میری امت کے اندر شفاعت کرے گا اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت عمر فاروقؓ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ تم دیکھو گے وہ ایک متوسط قامت کا آدمی اور اس کے پہلو پر درہم کی طرح ایک سفید داغ سا ہے اور وہ سفیدی برص کی مانند ہے۔ وہ شخص ربیعہ اور نضر کی بکریوں کی تعداد کے برابر میری امت میں شفاعت کرے گا۔ جب اسے دیکھو تو اسے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ میری امت کے لئے دعا کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ مکہ معظمہ تشریف لائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے خطبہ کے دوران فرمایا۔

تم میں سے کوئی قبیلہ قرن میں سے ہے۔ ان لوگوں میں سے چند اشخاص ان کے پاس آئے اور امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے حضرت اویسؓ کے بارے میں دریافت کیا۔ جواب میں ان لوگوں نے کہا اویسؓ نامی ایک دیوانہ ہے۔ آبادی میں نہیں آتا۔ کسی شخص سے اس کی صحبت نہیں لوگ جو کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا۔ شادی وغمی سے نا آشنا ہے۔ لوگ ہنستے ہیں تو وہ رونے لگتا ہے اور جب وہ روتے ہیں تو ہنستا

علامہ اقبال نے ایک بار ایک لطیفہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ ایک دن لاہور کے جمعداروں اور جمعدارنیوں نے ہڑتال کردی۔ چودھری شہاب الدین نے حکم دیا کہ ان سب کو ٹاؤن ہال کے گراؤنڈ میں جمع کیا جائے۔ جب سب جمع ہوگئے تو چودھری صاحب نے تقریر شروع کی
"بہنو اور بھائیو!"
اسی وقت جمعدارنی کا بچہ رونے لگا تو اس نے فوراً کہا" ارے چپ کر، دیکھ ماموں ماریں گے۔"

دوستی صرف ایک بار کی جاتی ہے مگر نبھائی عمر بھر جاتی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ نایاب چیز عزت ہے اور سب سے قیمتی چیز دوستی ہے۔

دوستی جتنی پرانی ہوتی ہی اچھی لگتی ہے۔ جہاں خوش نصیب ہاتھوں کی راکھی (لکیر) اور خلوص نظر آئے وہیں دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ ورنہ مطالعہ سب سے بہتر ساتھی ہے۔

☆ عقل مند وہ ہے جو کم بولے زیادہ سنے

☆ ادب انسان کا زیور ہے۔

☆ عقل مند کی پہچان غصے کے وقت ہوتی ہے۔

☆ انسان خود عظیم نہیں ہوتا اس کا عمل اسے عظیم بناتا ہے۔

☆ ہر مشکل انسان کا امتحان لینے آتی ہے۔

☆ موت سے مت ڈرو۔ موت ہی اصل زندگی ہے۔

☆ اچھی کتابیں سیدھا راستہ دکھاتی ہیں۔

☆ اچھی بات چاہے کسی نے کہی ہو اچھی طرح غور سے سنو۔

☆ اگر کچھ بننا چاہتے ہو تو ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔

دکھائی دیتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا میں اس شخص سے ملنا چاہتا ہوں۔

ان لوگوں نے کہا۔ وہ تو جنگل میں ہمارے اونٹوں کے پاس ہے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں حضرت اویس قرنیؓ کے پاس گئے۔ دیکھا وہ نماز میں مشغول ہیں۔ آپ دونوں وہیں بیٹھ گئے تاکہ وہ نماز سے فارغ ہو لیں۔

جب حضرت اویسؓ نماز سے فارغ ہوئے تو دونوں نے انہیں سلام علیکم کہا۔ مصافحہ کے دوران پہلو اور ہتھیلی کا نشان نظر آیا جس کا ذکر حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا۔ تب انہوں نے حضرت اویسؓ سے امت کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام ان کو پہنچایا اور تھوڑی دیر ان کے پاس رہے۔ حضرت اویسؓ یوں ہم کلام ہوئے۔ آپ نے زحمت فرمائی۔ اب آپ واپس جایئے قیامت نزدیک ہے۔ وہاں ایسی ملاقات رہے گی کہ کبھی اس کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ اس وقت میں سفر قیامت کے لیے سامان کرنے میں مصروف ہوں۔

جب اہل قرن واپس آئے تو ان کے دلوں میں اویسؓ کی چاہ اور حرمت بہت بڑھ گئی لیکن حضرت اویسؓ کو اس کی ہرگز بھی خواہش نہ تھی چنانچہ وہ قرن چھوڑ کر کوفہ چلے گئے۔ اور پھر کوفہ میں کچھ دن قیام کے بعد کوفہ کو بھی خیر آباد کہہ کر جنگل کی راہ لی۔ اس کے بعد کوئی شخص انہیں نہ دیکھ سکا۔

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جب فتنہ فساد برپا ہوا۔ تب حضرت اویسؓ وہاں واپس آئے۔ اور حضرت علیؓ کی موافقت میں ان کے دشمنوں کے خلاف جنگ کی اور جنگ صفین میں شہادت پائی۔

ابو خورشید ربانی ٹاہلی کبر پور نوشہالی

پیامی ادبی معما نمبر 106 کا شاندار نتیجہ

صحیح حل : (۱) تیسری (۲) انسانوں (۳) جرمنی (۴) چوروں (۵) کشتی (۶) کتابت (۷) ساتھ (۸) سرائے

بالکل صحیح حل ایک بھی موصول نہیں ہوا۔ اس لیے ایک غلطی پر پہلا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب۔ فی کس :/50 روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) محمد عالم۔ بلکم پیٹ۔ حیدر آباد (۲) لئیق احمد وکمرولی، ممبئی (۳) نعمت خاں۔ آکور (۴) خورشید انور انصاری۔ اجین (۵) فرزانہ شبیر۔ مسہلہ۔ رائے گڑھ (۶) محمد ماجد محمد ہارون۔ مانا اکولہ (۷) بدالدین احمد نوری۔ سدھار تھ نگر یوپی (۸) شجاع الرحمٰن۔ علی گڑھ۔

دو غلطی پر دوسرا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب۔ فی کس :/25 روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) سید محمد علی سید پیر۔ آزاد نگر۔ مالیگاؤں (۲) اعجاز حسین رضوی، باندرہ، ممبئی (۳) امیر احمد، مبارک پور، اعظم گڑھ (۴) شمس تبریز، کرنول اے پی (۵) ستار خاں، ورود، امراوتی (۶) اوبیا ظہیر۔ پورنیہ، بہار (۷) سید مزمل حسین، گج کولہ، حیدر آباد (۸) محمد صابر علی۔ باگمی، ویشالی بہار۔

بچوں کے لیے

[redacted]

بچوں کے الطاف حسین حالی	4/
بچوں کے نظیر اکبر آبادی	6/
بچوں کے "تاؔ" انصاری	6/
بچوں کی آپاجان (گیرڈ ائلیس)	6/
بچوں کی شفیقہ فرحت	4/50
بچوں کی عابد علی خاں	4/
بچوں کے علی سردار جعفری	4/
بچوں کے یوسف ناظم	4/
چارلی چیپلن اور کیتھرائن اینڈرسن	9/
بچوں کے مولانا حسرت موہانی	4/
بچوں کے میر امّن دلی والے	4/50
بچوں کے محمد حسین آزاد	4/
بچوں کے مرزا غالب	4/
بچوں کے رنگا رنگ خسروؔ	4/
بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد	4/
بچوں کے سلطان حق	4/50
بچوں کے مولانا شبلی نعمانی	4/50
بچوں کی صالحہ عابد حسین	4/
بچوں کے ڈاکٹر سید عابد حسین	4/
بچوں کے مولوی عبدالحق	4/
بچوں کے میرزا ادیب	4/50
بچوں کے غلام الہدین	5/
بچوں کے اسمٰعیل میرٹھی	21/
بچوں کے ذاکر صاحب	7/
داؤد نہرو	6/

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۱/ جنوری ۱۹۹۸ ہے

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 108

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) .... کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ (محل / سرائے / فارم)

(۲) تم مجھے اس طرح جاتے دیکھتے رہے حالانکہ تمھیں علم تھا کہ اس .... میں سونا نہیں ہے۔ (بکس / صندوق / تھیلے)

(۳) اس طرح تم ناکافی .... کی بنا پر کمزور ہوتے چلے جاؤ گے۔ (غذا / خوراک)

(۴) جس طرح ہو سکے وہ .... حاصل کرو۔ (دولت / رمز / راز)

(۵) حضرت ام سلمہؓ جب بیوہ ہوئیں تو ان کی عمر تقریباً .... سال تھی۔ (۲۸ / ۲۶ / ۲۹)

(۶) اس نے .... سے کام لیا اور بار بار ہونٹوں پر زبان پھیرتا رہا۔ (ضبط / تحمل / صبر)

(۷) ہمیں کسی طرح .... کا ایکسرے لینا ہوگا۔ (عمران / شیبا / خلائی مخلوق)

(۸) میں نے ان کو تمھارا سارا .... سنا دیا ہے۔ (واقعہ / ماجرا / قصہ)

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی .... حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معما نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

شرائط پیامی ادبی معما

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معما نمبر 108 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

لفافے پر دو روپے کا ٹکٹ لگائیے

ٹوکن پیامی ادبی معما نمبر 108
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

پیامی ادبی معما نمبر 108۔ ماہنامہ پیام تعلیم - جامعہ نگر - نئی دہلی ۲۵


مکتبہ
پیام تعلیم
کی نئی اور
دلچسپ
کتابیں
سونے کی چوری
طلائی
طبیب
ہلتا ہوا مکان
سنہری جھیل
جادونگری
بونوں کا جزیرہ

Regd No. DL-16013/97 JANUARY-98
Licence No. U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025





مکتبہ پیام تعلیم کی پیش کش

ایک نہایت دلچسپ خلائی سائنس ایڈونچر سیریز

(۱۲ حصے) جسے اے حمید نے لکھا

سیّارہ اوٹان کا زمین پر حملہ

۱۔ خطرناک سگنل : سیارہ اوٹان کی خلائی مخلوق نسلِ انسانی کو ختم کرنے کے لیے زمین پر حملے کا منصوبہ بناتی ہے۔

۲۔ لاش چل پڑی : خلائی مخلوق کا زمین پر خطرناک مشن شروع ہو جاتا ہے۔

۳۔ کالا جنگل، نیلی موت: عمران شیبا کی تلاش میں برازیل کے جنگلات میں پہنچ جاتا ہے۔

۴۔ خلائی سرنگ سے فرار: پُراسرار سانپ خلائی سرنگ کے ذریعے سے شیبا کو فرار کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

۵۔ وہ خلا میں بھٹک گئے: عمران شیبا کو خلائی کیپسول میں قید کر کے خلا میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۶۔ خلائی مخلوق بمبئی میں: خلائی عفریت عمران شیبا کے خلائی جہاز پر حملہ کر دیتی ہیں۔

۷۔ موت کی شعاعیں : عمران شیبا حیرت انگیز طریقے سے سکندر اعظم کے زمانے میں جا پہنچتے ہیں۔

۸۔ خطرناک فارمولا : زمین کی تباہی کے لیے خلائی مخلوق ایک خطرناک فارمولا ایجاد کرتی ہے

۹۔ تابوت سمندر میں : سمندر کی تہ میں خلائی مخلوق کی خوف ناک سرگرمیاں

۱۰۔ خلائی مخلوق کا حملہ : خلائی قاتل مارگن نے جہاز، ریلوے اسٹیشن، اونچی اونچی عمارتوں کو مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا لیکن اچانک وہ ایک مسجد کے کنویں میں گر پڑا، نمازی کنویں کے پاس جاتے تو انھیں جھٹکے لگتے تھے۔ پھر کیا ہوا؟ یہ خونی داستان اس ناول میں پڑھیے۔

۱۱۔ عمران کی زندہ لاش: گارستان نے پوری طاقت سے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔ اندر عمران اور شیبا کی لاشیں پڑی تھیں۔ کیا یہ دونوں پھر زندہ ہو گئے۔ اس کے لیے پورا ناول پڑھیے۔

۱۲۔ شہر پتھر بن گیا : ایک مکروہ قہقہے کے ساتھ مارگس نے سرخ بٹن دبایا اور سرخ بٹن سے نکلنے والی قاتل شعاعوں نے عورت، مرد، بچے بوڑھے، ہوائی جہاز، ٹرینیں، ٹیکسی اور موٹریں سب کو پتھر بنا دیا۔ آخر ان قاتل شعاعوں سے چھٹکارا کیسے ملا۔ یہ اس ناول کو پڑھ کر ہی معلوم ہو گا۔

○ خوبصورت تصویروں سے مزین ○ دیدہ زیب سرورق

ہر ناول کی قیمت : دس روپے۔ ڈیڑھ سو روپے ۱۲۰/-

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

فروری ۱۹۹۸ جلد ۳۶ شمارہ ۲

فی پرچہ /6 روپے — سالانہ /50 روپے
سرکاری اداروں سے — /75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) /500 روپے

ایڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

لیجیے رمضان شریف بھی رخصت ہوگئے

یہ وہ مبارک مہینا ہے جس کا پوری دنیا کے مسلمان سال کے گیارہ مہینے بڑی بے چینی سے انتظار کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے پیارے پیامیوں نے نہ صرف روزے رکھے ہوں گے بلکہ بڑے خلوص کے ساتھ عبادت بھی کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمانے والا ہے۔

اس مہینے بجلی نے اس قدر پریشان کیا کہ بیان سے باہر ہے۔ پیام تعلیم ہر ماہ کی ۲۶ر تاریخ کو پوسٹ ہو جاتا ہے لیکن آج ۳۱ر تاریخ ہو گئی مضامین کا بڑا حصہ ابھی کمپیوٹر صاحب کے پیٹ میں محفوظ ہے۔ بجلی کبھی آئی بھی تو ایک جھلک دکھا کر چلی جاتی ہے۔ صرف چند صفحات کے پرنٹ مشکل سے نکل پائے ہیں۔ آج رات تک جتنے صفحات کے پرنٹ نکل سکے انھیں کو غنیمت جان کر پرچہ شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ پرچے کی ترتیب میں بھی گڑبڑ ہو سکتی ہے اور پروف کی غلطیاں بھی رہ سکتی ہیں۔ اس لیے غلطیاں درست کرنا بھی مشکل نظر آرہا ہے۔

اس مہینے الیکشن کی گہما گہمی ہوگی۔ اگر آپ کی عمر عزیز ووٹ ڈالنے کے لائق ہے تو اپنا ووٹ ضرور استعمال کیجیے مگر کسی ایسی پارٹی کو ہرگز ووٹ نہیں دیجیے جو فرقہ پرست ہو، ملک کو تباہ کرنے کے درپے ہو، ہندو بھائیوں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کرنا چاہتی ہو۔ اپنا ووٹ اپنے بزرگوں کے مشورے پر عمل کر کے استعمال کیجیے۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

ابوالاسرار رمزی جودھپوری

نبیؐ کا صحابیؓ

بیاباں کی تپتی زمیں سے گزرتا
چٹانوں کے سینے پہ چڑھتا اترتا
شہادت نہ ملنے پہ افسوس کرتا چلا جا رہا ہے نبیؐ کا صحابیؓ

گلے میں حمائل مقدس صحیفہ
زباں پر ہوا لقا ہر کا وظیفہ
سفر کررہا ہے خدا کا خلیفہ چلا جا رہا ہے نبیؐ کا صحابیؓ

کہیں ٹھہر جائے تو منزل صدا دے
اگر چل پڑے تو زمانہ دُعا دے
زمیں پر قدم ہیں فلک پر ارادے چلا جا رہا ہے نبیؐ کا صحابیؓ

ہمالہ کو دوش یقیں پر اٹھائے
جہاں پاؤں رکھے زمیں ڈگمگائے
منازل کی دھن میں قدم کو بڑھائے چلا جا رہا ہے نبیؐ کا صحابیؓ

جبیں پر پسینے کی موج آفتابی
لبوں پر تبسم گلابی گلابی
نظر انقلابی، قدم انقلابی چلا جا رہا ہے نبیؐ کا صحابیؓ

جاگو جگاؤ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"علم حاصل کرو' جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں نیکی کرتا ہے۔ جو شخص علم کا تذکرہ کرتا ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ جو شخص علم کی جستجو کرتا ہے وہ اللہ کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ جو شخص علم کو پھیلاتا ہے وہ صدقہ دیتا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو عبادت سے بھی افضل قرار دیا ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے :

"عالموں کی باتیں سننا اور حکمت کے اسباق کو دوستوں کے ذہن نشین کرانا عبادت سے بڑھ کر ہے۔"

سرکار دو عالمؐ کا ایک اور ارشاد ہے :

"طالب علم کی راہ میں فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔"

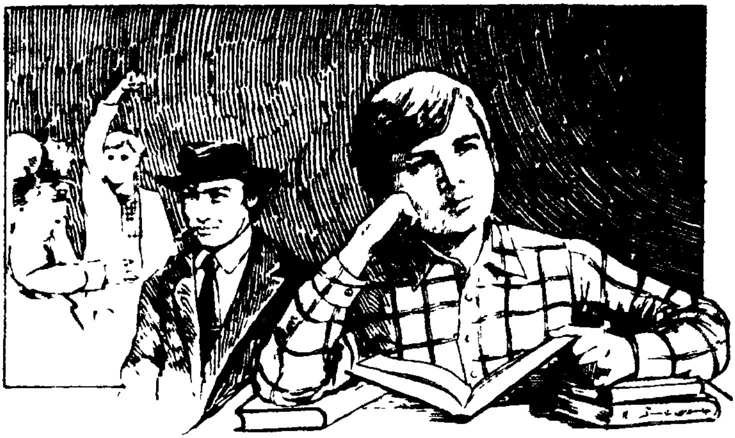
میرے عزیز نونہالو اور طالب علمو!

تم نے دونوں عالم کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات پڑھے۔ اب ذرا سوچو کہ اس سے بڑھ کر علم کی اور طالب علم کی قدر و منزلت کیا ہو سکتی ہے اور تم جو علم حاصل کر رہے ہو' کتنا بڑا اور کتنا نیک کام کر رہے ہو' اس لیے علم حاصل کرنے کو بوجھ نہ سمجھو' اپنے کو کسی سے کم نہ سمجھو۔ علم حاصل کرو' خوب حاصل کرو' دل لگا کر پڑھو' تعلیم کو ایک مقدس کام سمجھو اور علم کے حاصل کرنے کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھو۔

دولت کے لیے علم حاصل نہ کرو' عہدے کے لیے نہ پڑھو' ترقی کے لیے علم طلب نہ کرو' عزت کے لیے نہ سیکھو' بلکہ علم کے لیے ہی علم حاصل کرو' علم خود ایک مقصد ہے' اعلا مقصد۔

تمھارا علم تمھیں بھی عزت دے گا اور تمھارے خاندان کو' تمھاری قوم کو اور تمھارے پیارے پاکستان کو عزت کے اعلا مقام پر پہنچائے گا۔

حکیم محمد سعید



خونی کھوپڑی

وہ ایک جاسوسی ناول پڑھ کر اس ناول کے ہیرو کو اپنا آئیڈیل بنا چکا تھا اور اسی کی طرح زندگی گزارنا چاہتا تھا!

سید کاشان جعفری

سردی پورے شباب پر تھی۔ کچھ دنوں پہلے جس دھوپ سے بچنے کے لیے چھپتے پھرتے تھے، وہی اب بھلی لگنے لگی تھی۔ دادی جان صحن میں چوکی پر اپنی بُغچی کھولے ایک پنتھ دو کاج کے مصداق دھوپ سینکتے ہوئے اپنے قلعی کرتے میں بٹن ٹانک رہی تھیں۔ امی کچن میں موسمِ سرما کی سوغات، باجرے کی ٹکیاں اور تل کے لڈو بنانے میں مصروف تھیں اور وقاص ناول "خونی کھوپڑی" پر سائنس کی کتاب کا کور چڑھائے اُلٹا لیٹا کہنیوں کو تکیے سے ٹکائے، کہانی کے سحر میں کھویا ہوا تھا۔ اُسے پڑھتا دیکھ کر دادی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "میرا بیٹا وقاص کتنا اچھا ہے! اپنا فاضل وقت کھیلوں میں گنوانے کی بجائے مطالعے میں مصروف ہے۔ انشاء اللہ اس بار تو یہ اپنی کلاس میں اول آئے گا۔"

وقاص کو نصابی سرگرمیوں کے بعد دلچسپی اور

ذہنی تفریح کے لیے ماہنامہ "پیام تعلیم" مستقل لگوایا گیا تھا۔ اِس کے علاوہ بھی اُس کے ابّو عموماً اچھی اچھی نظموں اور اخلاقی کہانیوں کی کتابیں اُس کے لیے لاتے رہتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ نصابی کتابوں سے ہٹ کر بھی مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ معلومات اور ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہو۔ یہ معلومات نصابی سرگرمیوں میں بڑی مددگار ہوتی ہیں۔ مگر اِس وقت وقاص جو ناول سائنس کی کتاب کی آڑ میں پڑھ رہا تھا، اُس کا علم اگر داری، امّی، باجی یا بھائی جان میں سے کسی کو ہوجاتا تو آفت ہی آجاتی۔ یہ بات وہ خود بھی اچھی طرح سمجھتا تھا۔ جبھی تو اُس نے ناول پر اپنی سائنس کی کتاب کا کور چڑھا رکھا تھا۔

یہ کتاب وہ کاشف کے ساتھ قریبی بُک اسٹال سے اپنا جیب خرچ بچا کر اور جمع کرکے لایا تھا۔ اِسے خریدنے کا مشورہ بھی کاشف نے ہی دیا تھا۔ اُس نے بڑے تیکھے انداز میں کہا تھا "یار! اب تمہاری عمر بارہ سال کی ہوگئی۔ کب تک انگوٹھا چوستے بچّے بنے رہوگے۔ اور کب تک یہ اصلاحی، اخلاقی رسالے اور کتابیں پڑھتے رہوگے۔ یہ بڑوں کا ادب سکھانے، مِل جُل کر رہنے، آپس میں اخلاق، محبت اور مروّت کا سلوک سِکھانے والی کہانیاں پڑھ پڑھ کر کب تک یوں ہی بُزدل بنے رہوگے۔ اب تمہیں عُمر کا تقاضا سمجھنا چاہیے۔ ساتویں کلاس کے طالب علم ہو، ناول پڑھو تو زیادہ مزہ آئے گا۔"

تبھی وہ آج صُبح اُس کے ساتھ جاکر یہ نیا ناول "خونی کھوپڑی" لے آیا تھا۔ جسے "سسپنس اینڈ سسپنس بُک کمپنی" نے نہایت کے لیے بڑے اہتمام سے خوب صورت رنگین سرورق کے ساتھ شائع کیا تھا۔

کتاب کے ابتدائی صفحات پڑھتے ہی وقاص کو یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ ایک نئی دنیا میں پہنچ گیا ہو۔ ناول کا ہیرو مُجیب ابھی کا ہم عمر لڑکا تھا مگر کس قدر چالاک، پھرتیلا، نڈر اور بے باک۔ پڑھائی لکھائی سے کوسوں دُور، تعلیم و تربیت سے قطعی کورا، بلکہ وہ نت نئے بہانے بناکر اسکول کے نام پر گھر سے پیسے حاصل کرتا اور اپنے ہی جیسے لڑکوں میں بیٹھ کر اڑا دیتا۔ گھر میں اس کی اپنے کسی بھائی بہن سے نہیں بنتی تھی۔ گلی محلّے میں اُسے کوئی اچھی نظر سے نہیں دیکھتا تھا۔ اور سب اُس سے ڈرتے تھے۔ اُس کے ماں باپ بھی اُس کی حرکتوں سے تنگ آچکے تھے۔ اور وہ اُس کی جہالت اور بدتمیزی کے آگے بے بس و مجبور تھے۔

مُجیب سارا دِن آوارہ گرد لڑکوں کے ساتھ مٹر گشت کرتا پھرتا۔ ایک دِن اُس کی ملاقات اسمگلروں کے ایک گروہ سے ہوگئی۔ اُنھیں مُجیب کی ٹولی اپنے کام کی نظر آئی تو انھوں نے مجیب اور اُس کے دوستوں کو اپنے ساتھ ملالیا۔ وہ جو بھی واردات کرتے، اُس کے عوض اُسے نہ صرف نقد رقم ملتی بلکہ خوب خاطر مدارات بھی ہوتی۔ مجیب نے اب فلم بھی دیکھنا شروع کردی۔ اُس کا لباس کافی قیمتی ہوگیا، اب گروہ کے لوگ اُسے بڑی بڑی مُہموں میں اپنے ساتھ رکھنے لگے تھے۔ آخر میں وہ ایک ایسے خزانے کی تلاش کا منصوبہ بناتے ہیں جس پر کسی خونی کھوپڑی کا پہرہ تھا۔

نصف ناول ختم کر چکنے کے بعد وقاص ناول کے سحر

میں اتنا غرق ہو گیا کہ مجیب کو اُس کا ہیرو سمجھنے لگا۔ اب وہ مجیب کی جگہ اپنے آپ کو رکھ کر ناول پڑھ رہا تھا۔ اُلٹا لیٹے لیٹے وہ تھک گیا تو سیدھا ہو گیا۔ اُسی وقت اُس کی نظر مینٹل پیس پر رکھی امی ابو کی تصویر پر پڑی۔ یکایک اُسے ماں باپ کا کہنا نہ ماننے اور اُن کے ساتھ بدتمیزی اور اہانت آمیز انداز میں گفتگو کرنے والے "خوفناک کوبرا" کے ہیرو مجیب کا خیال آ گیا۔ وہ تصویر میں اپنے ابی کو اُسی انداز سے مخاطب کرتے ہوئے زیرِ لب بولا۔ "تو میرا ابا ہے! آخر تو چاہتا کیا ہے؟" پھر اِسی انداز میں امی سے بولا۔ "تو میری ماں ہے، مجھے ہمیشہ ادب اور تمیز کی باتیں سِکھا سِکھا کر بزدل بناتی ہے؟" اتنا کہہ کر اُس کی ہمت قدرے بڑھ گئی اور لہجہ تیز ہو گیا۔

"وقاص! وقاص بیٹے!" اُسی وقت اُس کے ابو کی آواز آئی۔ وہ اپنا بھرکے انداز میں بے خیالی سے بولا "کیا ہے بے"۔

"کیا کہا؟" کہتے ہوئے اُس کے ابو سامنے آن کھڑے ہوئے۔

ناول کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ وہ سٹپٹا گیا پھر جلدی سے معذرت کرتے ہوئے بولا۔ "ابی! پلیز معاف کر دیجیے۔ میں نے آپ سے کچھ نہیں کہا میں تو سائنس کا فارمولا یاد کر رہا تھا۔"

اس سے پہلے کہ ابو مزید کچھ کہیں، اس کی امی آڑے آ گئیں۔ اور کہنے لگیں: "دیکھیے میں آپ کی آنٹی کے یہاں جا رہی ہوں۔ کھانا وغیرہ سب تیار ہے۔ ڈائننگ ٹیبل پر رکھ دیا ہے۔ بھوک لگے تو کھا لیجیے گا۔ اور ہاں! دیکھیے۔ دادی گھر پر ہی ہیں۔ ان سے کوئی شکایت نہ ملے مجھے۔ انھیں تنگ کیا تو پھر سزا دیے بغیر قطعی نہیں چھوڑوں گی۔"

وقاص نے اچھے بچوں کی طرح سر جھکا کر "جی اچھا امی" کہا۔ امی، ابو دونوں مطمئن ہو کر چلے گئے۔

اُن کے گھر سے نکلتے ہی وقاص نے ایک نظر دادی کی طرف چوکی پر ڈالی۔ وہ اپنا کام ختم کر کے پیر پھیلائے لیٹی، نیند کی جھپکی لے رہی تھیں۔ وہ پھر کتاب کی دنیا میں کھو گیا۔ پڑھتے پڑھتے اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ وہ بھی ناول کے ہیرو مجیب کی طرح اسمگلرز کے کسی گروپ کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔ مگر پھر اُس کا چہرہ مایوسی سے لٹک گیا۔ اسمگلروں کا گروہ گھر بیٹھے بیٹھے کیسے مل جائے گا! اُسے تو مجیب کی طرح کا کوئی کام بھی نہیں آتا تھا۔ نہ ہی وہ اُس جیسا چالاک اور بے باک تھا۔ ناول میں لکھا کہ مجیب بہت شاطر اور بڑا کائیاں ہے۔ وہ بڑے بڑوں کے کان کترتا ہے۔ اُسے کمند کے ذریعے روشن دان سے کود کر بند کمرے میں گھس جانے کا فن آتا ہے۔ اگر کہیں وہ گھِر جائے تو اپنی ذہانت سے چکمہ دے کر نکل بھاگتا ہے۔ اسی کتاب میں اُس نے یہ بھی پڑھا تھا کہ اسمگلر عام طور سے لمبا چسٹر، اوور کوٹ پہنتے ہیں اور فیلٹ ہیٹ سے اپنے چہرے کو چھپائے رکھتے ہیں۔ ایسا ہی ایک اوور کوٹ اُس کے انکل کے پاس بھی تھا۔ جسے وہ شدید سردیوں میں استعمال کرتے

تھے۔ تو کیا وہ بھی اسمگلرز کے کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ اُس نے دل ہی دل میں سوچا۔ پھر اُسے یہ بھی خیال آیا کہ اگر گھر سے کوئی لمبی رقم ہاتھ لگ جائے اور کسی ٹرین میں سفر کیا جائے تو ممکن ہے ایسا ہی کوئی اسمگلر اُسے بھی مل جائے اور اپنے گروہ میں شامل کرلے۔

لیکن "مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا" کا خیال سامنے آن کر ڈرانے لگا۔ اگر اُسے مجیب کی طرح بننا ہے تو اُس کے طور طریقے اُس کے انداز و اطوار بھی اپنانے ہوں گے۔ وہ چھوٹی سی عمر ہی میں لانگ جمپ، ہائی جمپ کھلاڑی ہے۔ وہ چابیوں کے بغیر تار یا پن کی مدد سے تالے کھول لیتا ہے اور ہاں، وہ سگریٹ بھی تو بڑے شوق اور مہارت سے پیتا ہے۔ پھر کتاب میں اُس کی سگریٹ پیتی ہوئی تصویر کو غور سے دیکھنے لگا۔ ایک طویل انگڑائی لے کر اُس نے گھر پر طائرانہ نظر ڈالی۔ دادی اب گہری نیند سو رہی تھیں۔ بابا اور بھائی جان کالج سے واپس نہیں آئے تھے بلکہ اُن کے آنے میں خاصی دیر تھی۔ اِس دوران میں آرام سے ہائی جمپ کی مشق تو کر ہی سکتا ہوں، یہ خیال دل میں آتے ہی وہ کھڑا ہو گیا۔ برآمدے میں ڈائننگ ٹیبل اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اُس نے سوچا اندر ڈرائنگ روم سے اسٹارٹ لیتا ہوا برآمدے میں آئے اور میز پر سے جمپ لگاتا ہوا صحن میں کود جائے۔ دل نے فوراً ذہن کی یہ تجویز قبول کرلی اور اُس نے ڈرائنگ روم سے اسٹارٹ لے کر ہائی جمپ لگادی مگر یہ کیا! دوسرے ہی لمحے وہ صحن میں بیٹھا اپنے گھٹنے سہلا رہا تھا۔ اور ڈائننگ ٹیبل برآمدے میں اُلٹی پڑی تھی۔

اُسے اپنی چوٹ کی اتنی فکر نہیں تھی جتنا خوف میز اور میز پر رکھے برتنوں کے گرنے کی آواز سے دادی جان کے اُٹھ جانے کا تھا۔ پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا یعنی دادی جان گہری نیند سے جاگ گئیں۔ اُنھوں نے لیٹے ہی لیٹے سوال کیا "وقاص، وقاص کیا ہوا ہے بچے؟ یہ کس چیز کے گرنے کی آواز تھی؟"

وہ گھبرا گیا مگر جلد ہی اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولا "دادی! کچھ نہیں، وہ بلیاں تھیں، آپس میں لڑ جھگڑ رہی) اور ڈائننگ ٹیبل گرادی۔"

"ارے بیٹا.. دیکھ... تیری امّی سب کے لیے کھانا پکا کر وہیں رکھ گئیں تھیں۔ وہ تو محفوظ ہے نا؟"

"جب میز اُلٹی اور برتن گرے تو بھلا کھانا کیوں کر محفوظ رہتا" وہ جلدی سے بولا "جی دادی! برتن اُلٹ جانے سے کھانا بھی فرش پر گر کے خراب ہو گیا ہے۔" اِس کے ساتھ ہی وہ جلدی سے برتنوں کو سمیٹنے اور میز کو سیدھا کرنے کے خیال سے کھڑا ہونے لگا تو درد کی شدید ٹیس نے اُسے پھر وہیں بیٹھا رہنے پر مجبور کر دیا۔

دادی کی نیند اُچاٹ ہو چکی تھی۔ وہ سلیپر پہنے سڑ سڑ کرتی آخر وہاں تک پہنچ ہی گئیں اور وہ منظر دیکھ کر بولیں۔ "بیٹے وقاص! بلیاں بہت طاقتور تھیں کہ اتنی بھاری میز گرا گئیں۔"

پھر اُنھوں نے وقاص کی مدد سے میز کو سیدھا

کہا۔ برتن اوندھا گرا ہوا کھنا سمیٹا۔ اور وقاص کے ہی ہاتھوں باہر مرغیوں اور دوسرے جانوروں کے چھکے، کھانے کے لیے ڈلوا دیا۔ خود کچن میں جا کر ازسرِ نو کھانا تیار کرنے لگیں کہ آخر کالج سے پڑھا کر تھکے ہارے آنے والے ارمغان اور واصف کیا کھائیں گے!

وقاص خاموشی سے ناول لیے چھت پر چلا گیا اور جلد از جلد ختم کرنے کے لیے تیزی سے پڑھنے لگا۔ ابھی چند ہی صفحات ختم کیے تھے کہ نیچے سے بھائی جان کی آواز آئی اور وہ بادلِ نخواستہ دل ہی دل میں کڑھتا ہوا خاموشی سے نیچے اتر آیا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ذرا بھی دیر کی تو بھائی جان سیدھے چھت پر ہی دھڑ دھڑاتے چلے آئیں گے اور کہیں انھوں نے کتاب ہاتھ میں لے کر دیکھ لی تو دن دھاڑے ستارے ناچتے دکھا دیں گے۔ ہاں اگر باجی ہوتیں تو وہ انھیں آسانی سے نظر انداز کر دیتا۔

نیچے آ کر معلوم ہوا کہ باجی بھی یہیں آ چکی تھیں اور اب سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کا پروگرام تھا۔ اُس کی بھوک تو ناول کی دلچسپی میں اُڑ چکی تھی مگر ساتھ دینے کے لیے بیٹھنا ہی پڑا۔ بھائی جان کی عقابی نظروں سے اُس کا بے دلی سے کھانا کھانا چھپا نہ رہ سکا۔ وہ فکرمندی سے پوچھنے لگے "کیوں وقاص! طبیعت تو ٹھیک ہے۔ آج کھانا رغبت سے نہیں کھا رہے ہو؟"

وہ "ہوں ہاں" کر کے ٹال گیا۔ جیسے تیسے کھانا ختم ہوا۔ خیر ہوئی کہ بھائی جان فوراً ہی کہیں باہر چلے گئے اور باجی شال اوڑھ کر اپنے کمرے میں قیلولہ کرنے کے لیے جا لیٹیں۔

اب وہ پھر آزاد تھا اور سوچ ہی رہا تھا کہ چھت پر جا کر ناول ختم کر ڈالے مگر اسی لمحے کاشف اُسے بلانے آ گیا۔ وہ اپنے تکیے کے نیچے ناول چھپا کر اُس کے ساتھ کھیلنے باہر نکل گیا۔

باہر نکل کر وہ کھیلنے کی بجائے مُجیب کے کردار پر زور و شور سے باتیں کرنے لگا۔ کاشف اُس کی دلچسپی دیکھ کر بولا "بس ہٹیا! ایک ہی ناول میں خود ہیرو بننے کا خواب دیکھنے لگے! اِسی لیے تو کہتا تھا کہ اخلاقی کتابوں میں کیا رکھا ہے۔ رسالوں کے ایڈیٹر تو آپس کی باتوں میں بھی نصیحتیں بگھارتے ہیں اور جتنی کہانیاں نظمیں، ڈرامے ہوتے ہیں، ان میں بھی یہی ہوتا ہے کہ بڑوں کا ادب کرو، اساتذہ کا مقام پہچانو، چھوٹوں سے محبت، برابر والوں سے اخلاق برتو، غریبوں مسکینوں کی مدد کرو۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ دیکھ لیا مجیب کو۔ اِسے کہتے ہیں زندگی جو جی میں آیا کیا۔ جیسے چاہا دن گزارا۔ بے خوف، بے باک، نڈر زندگی!"

وہ بھی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ پھر کاشف چلا گیا تو وہ میدان ہی میں لانگ جمپ کی پریکٹس کرنے لگا مگر میز سے لگی چوٹ اُس کے آڑے آ رہی تھی۔ پھر وہ گھر آ گیا۔

باجی ابھی تک سو رہی تھیں۔ دادی اپنے کسی کام میں مصروف تھیں۔ بھائی جان کا کوئی پتا نہیں تھا۔ امّی ابّو بھی واپس نہیں آئے تھے اُس نے سوچا "اب ذرا کمند ڈال کر اُس کی مدد سے دیوار پر چڑھنے کی مشق کی جائے۔ اسٹور میں سے نائیلون کی رسّی نکال کر ایک سرے پر

پھندہ اٹھایا اور صحن کی دیوار پر لگے ہُک میں پھندے کو ڈالنے کی مشق کرنے لگا۔ کئی بار کی ناکامی کے بعد آخر وہ کامیاب ہو ہی گیا۔ اُس نے رسّی کو کھینچ کر ہُک کی مضبوطی کا اندازہ کیا۔ تکیے کے نیچے سے کتاب نکال کر تصویر میں مجیب کو رسّی کی مدد سے اوپر چڑھتے غور سے دیکھا اور یہ اطمینان کر کے کہ وہ بھی اسی طرح کرے گا، دوسرا سِرا کمر میں باندھ کر اُوپر چڑھنے لگا۔ ابھی اُس نے نصف فاصلہ ہی طے کیا ہو گا کہ نائیلون کی رسّی سے اس کی نرم و نازک ہتھیلیوں میں جلن سی ہونے لگی۔ وہ اس پوزیشن میں بھی نہیں تھا کہ اپنی جلتی ہتھیلیوں کو دیکھ سکے۔ نصف فاصلہ طے کرتے ہی وہ بے بس ہو گیا اور مزید آگے بڑھنے کی بجائے واپس نیچے اتر جانے ہی میں عافیت سمجھی۔ دوسرے ہی پل وہ سر سراتا ہوا نیچے پہنچ گیا۔ مگر ہتھیلیوں کی جلن میں شدت آگئی تھی۔ تکلیف کے بے پناہ احساس سے آنکھیں چھلک گئیں۔ زمین پر قدم ٹکتے ہی اُس نے ہتھیلیوں کو دیکھا۔ نرم و نازک کھال نائیلون کی رسّی کی رگڑ سے خاصی چھِل گئی تھی۔ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اُس نے سوچا۔ درمیان سے واپس آجانا ہی اچھا ہوا۔ اُوپر پہنچتے پہنچتے تو ہتھیلیاں بالکل ہی اُدھڑ جاتیں۔

اُسی وقت باجی اُٹھ کر باہر آگئیں۔ اُس کی ڈبڈبائی آنکھوں اور چہرے پر کرب کے نمایاں آثار دیکھ کر پوچھ بیٹھیں "کیوں وقاص، کیا ہوا، یہ رونی صورت کیوں بنا رکھی ہے؟"

جواب دینے کی بجائے اُس کی سسکی نکل گئی اور ہتھیلیاں کھول کر پھونکیں مارنے لگا۔ باجی نے ہاتھوں کو دیکھ کر تشویش بھرے انداز میں سوال کیا۔ "ہاتھوں کی یہ حالت کیسے ہوئی؟"

وہ پھر بھی خاموش رہا۔ اچانک باجی نے اوپر ہُک میں بندھی رسّی دیکھ لی اور چونک کر بولیں: "اور یہ رسّی یہاں کیوں باندھی ہوئی ہے؟ کیا کمند کی مدد سے دیوار پھاندنے کی کوشش ہو رہی تھی ہم۔ کیا کھیل سوچا تم نے؟ دونوں ہاتھوں کا ستیاناس کر لیا۔"

وہ بھانڈا پھوٹنے کے ڈر سے جلدی سے رفو چکر ہو گیا کہ نہ جانے باجی اور کیا، کیا سوال کرنے لگیں۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر اُس نے خود کو بستر پر گرا دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ دادی اُسے تلاش کرتی کمرے میں داخل ہوئیں۔ "وقاص... وقاص، بیٹے! چل اُٹھ، شام ہو گئی۔ چائے تیار ہے۔ منہ ہاتھ دھو کر چائے پی لے۔" وہ سمجھ رہی تھیں کہ وقاص دوپہر کا کھانا کھا کر سو گیا تھا۔

وہ اُن کی اس غلط فہمی پر مسکرا دیا۔ خاموشی سے اُٹھ کر باہر آیا۔ باجی کچن میں تھیں۔ دیوار کے ہُک میں رسّی اُسی طرح بندھی ہوئی تھی۔ دادی کی نظریں بچا کر اُس نے جھٹکے سے رسّی کو ہُک میں سے نکالا۔ پھر دوسرے سِرے کو کمر سے آزاد کیا اور خاموشی سے لپیٹ کر ڈرائنگ ٹیبل کے نیچے

ماں: بیٹا! غضب ہو گیا، ہماری قیمتی لیٹرین میں تو نہیں چلی گئی!

بیٹا: نہیں امّی!

ماں: تم اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو؟

بیٹا: اس لیے کہ لوٹا تو باہر ہی رکھا ہے۔

عارف نواز۔ کوٹ عبدالمالک

ڈال دیا۔

منہ ہاتھ دھو کر چائے پی تو دماغ پھر سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا۔ بھائی جان گھر میں تھے نہیں۔ باجی کچن میں رات کے کھانے کی تیاری اور دادی عصر کی نماز پڑھنے میں مصروف تھیں۔ وہ تکیے کے نیچے سے ناول نکال کر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اب وہ جلد از جلد سارا ناول پڑھ کر ختم کر ڈالے۔ صوفے پر نیم دراز ہوتے ہی اُس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھے سگریٹ کیس اور لائٹر پر پڑی۔ جسے شاید کوئی مہمان وہاں بھول گیا تھا کیونکہ اس کے ابا سگریٹ نوشی سے پرہیز کرتے تھے۔ اور بھائی جان بھی کالج میں پڑھنے کے باوجود اب تک اِس شوق سے محروم تھے۔ اُسے ناول کے ہیرو حبیب کا خیال آیا وہ کس اسٹائل سے سگریٹ نوشی کرتا ہے۔ اُس نے سگریٹ کیس میں سے ایک سگریٹ نکال کر اپنے ہونٹوں میں دبائی اور لائٹر اٹھا کر ٹی وی پر سگریٹ کے چلبلی اشتہار کے ماڈل کی طرح بڑے انداز سے سگریٹ سلگا کر بھرپور کش لیا مگر یہ کیا۔ کش لیتے ہی اس پر بے اختیار کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ آنکھیں اُبل کر باہر نکل پڑنے کو ہو گئیں۔ وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر کھانسنے لگا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں کھانسی کی آواز سن کر دادی یا باجی وہاں نہ آ دھمکیں، پھر اُن سے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گی۔

کافی دیر تک کھانستے رہنے سے اس کا سینہ بھی دُکھنے لگا۔ جب کھانسی رکی تو فریج میں سے پانی نکال کر پیا۔ واپس آیا تو ایک اور مصیبت اس کی منتظر تھی ہوا یہ کہ جیسے ہی اُسے کھانسی کا دورہ پڑا، سگریٹ ہاتھ سے چھوٹ کر قالین پر گر گیا تھا۔ اب تک قالین کو جلا کر خاصا بڑا سوراخ کر چکا تھا۔ سوراخ دیکھ کر وہ مگ میں پانی بھر لایا اور آگ بجھائی۔ اب اُس کے لیے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر پڑھنا مناسب نہ تھا۔ وہ وہاں سے نکل آیا مگر اب اس کا دل پڑھنے میں نہیں لگ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

اس کے دوسرے ہمجولی میدان میں ہاکی کھیل رہے تھے۔ وہ بھی کھیل دیکھنے لگا۔ مغرب کی اذان کے ساتھ ہی کھیل ختم ہو گیا۔ سب کی طرح وہ بھی اپنے گھر لوٹ آیا۔

"وقاص! کہاں گھومتے پھر رہے ہو؟ چلو ہوم ورک کرو بیٹھ کر۔" اُسے دیکھتے ہی باجی نے حکم صادر کیا۔

اُس میں باجی کے حکم سے سرتابی کی قطعی مجال نہ تھی۔ دل نہ چاہتے ہوئے بھی وہ جبراً قہراً کام کرنے بیٹھ گیا۔ کام سے فارغ ہوتے ہوتے بھائی جان بھی واپس آ گئے۔ باجی نے ٹیبل پر کھانا لگا دیا اور سب خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانا ختم ہوا تو ٹی وی ڈرامے کا وقت آواز دینے لگا۔

ڈرامے سے فارغ ہو کر سب اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لیے چلے گئے۔ وہ بھی اپنے کمرے میں آ گیا اور بڑی ٹیوب آف کر کے سائیڈ ٹیبل لیمپ آن کر دیا تاکہ دوسرے اُسے سوتا ہوا سمجھیں اور "خونی کھوپڑی" کو جہاں سے چھوڑا تھا دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا۔ نہ جانے کب تک وہ پڑھتا رہا۔ کب اُسے نیند آئی کہ ، اچانک گھبراہٹ سے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ کتاب پیٹ پر پڑی تھی۔ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ شاید لائٹ چلی گئی تھی کیونکہ ہیٹر بھی

بند تھا۔ لیٹے لیٹے اُس نے اپنے اطراف نظریں دوڑائیں تو اچانک ایک کونے میں اُس کی نظریں جم گئیں۔ اندھیرے میں اُسے محسوس ہوا گویا وہاں خونی کھوپڑی اُسے گھور رہی ہو۔ وہ یکٹک اُسے دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے محسوس کیا کہ وہ کھوپڑی اُس کی طرف دھیرے دھیرے آگے بڑھتی آرہی ہے۔ خوف سے اس کی گھگھی بندھ گئی۔ ایک خوفناک چیخ اُس کے حلق سے اُبل پڑی وہ چلانے لگا "بچاؤ... بچاؤ..."

چیخ سنتے ہی امّی، ابّو، باجی، بھائی جان، دادی سبھی ایک ایک کرکے وہاں آگئے۔ فوراً ایمرجنسی لائٹ آن کی گئی۔ باہر شدید سردی کے باوجود وہ بُری طرح پسینے میں شرابور تھا۔ سب کو اپنے گرد دیکھ کر اُس کے اوسان بحال ہوگئے مگر جملے اب بھی بے ربط ادا ہورہے تھے۔

"امّی، وہ... وہ دیکھیے کونے میں کیا ہے؟" اُس نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

"کہاں بیٹے؟" امّی نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"کونے میں تو کچھ نہیں ہے۔" اس کی باجی نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "تم نے شاید کوئی ڈراونا خواب دیکھا ہے۔"

"نہیں باجی، خواب نہیں حقیقت، وہاں دیکھیے اُس کونے میں کچھ ہے۔ کوئی کھوپڑی... جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی ہیں پھر بھی ٹارچ کی طرح روشن ہیں وہ میری طرف بڑھ رہی تھی۔"

ایمرجنسی لائٹ کا رُخ اُدھر کردیا گیا جس طرف قاسم نے اشارہ کیا تھا۔ وہاں کونے میں پلاسٹک کا گتا پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں پر ایسا رنگ کیا گیا تھا جو اندھیرے میں چمکتا ہے۔ باجی نے اُسے اُٹھاتے ہوئے قاسم کے سامنے کردیا۔ "لو دیکھ لو، یہ ہے وہ کھوپڑی جسے تم اندھیرے میں دیکھ کر ڈر گئے تھے۔ خود تمہارا ہی اپنا کھلونا ہے تم تو اس سے بہت کھیلتے ہو۔"

"ارے یہ اُس گتے سے نہیں ڈرا ہے۔ اس کے ڈرنے کا سبب یہ ناول ہے جسے شاید یہ پڑھتے پڑھتے سوگیا تھا۔" بھائی جان نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

امّی نے جھٹ وہ کتاب ان کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ آگے پیچھے درمیان کے چند اوراق دیکھ کر بولیں "تو یہ ہے آپ کے مطالعے کا ذوق! امّی جو رسالے اور کتابیں لا کر دیتے ہیں وہ کیا ناکافی ہیں؟"

اب وہ کتاب باجی کے ہاتھوں میں تھی۔ "اچھا تو اب سمجھی کہ صحن میں دیوار پر رسّی کیوں باندھی گئی تھی۔"

دادی بھی اب چپ نہ رہ سکیں اور بولیں "تو بیٹا وہ دوپہر میں میز پلیوں نے گرائی تھی۔ میں تو سوچتی ہی رہ گئی کہ اتنی زبردست بلّیاں کہاں سے آگئیں؟"

وہ بے حد شرمندہ تھا۔ سر جھکائے خاموشی سے سب کی باتیں سنتے ہوئے دل ہی دل میں عہد کررہا تھا کہ آیندہ ایسی کتاب خریدنے میں وہ اپنے پیسے ضائع نہیں کرے گا۔ ایسی کتاب کا کیا فائدہ، جسے سب سے چھپا کر پڑھنا پڑے اور جو پڑھنے والے کو بزدل بھی بنادے!





غریب ملکہ

بادشاہ نے لڑکی کو حکم دیا۔ "گھاس کے اس ڈھیر کو سونے میں تبدیل کر دو" لڑکی یہ کام بھلا کس طرح کرتی! آخر ایک بونے جادوگر نے اس کی مدد کی!

زبیدہ بانو مغل

پرانے زمانے کی بات ہے کسی ملک پر ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ بہت لالچی تھا اور ہر وقت اپنا خزانہ بھرنے کی دھن میں لگا رہتا تھا۔ اسی ملک کے ایک گاؤں میں ایک کاہل آدمی رہتا تھا۔ وہ کوئی کام نہ کرتا وہ لوگوں سے جھوٹ موٹ کہا کرتا تھا کہ میری بیٹی گھاس کو سونے کی گھاس میں تبدیل کر سکتی ہے۔ ہوتے ہوتے یہ بات ایک روز بادشاہ کے دربار میں پہنچ گئی۔ بادشاہ تو تھا ہی لالچی۔ یہ سن کر کہ وہ لڑکی گھاس کو سونے میں بدل سکتی ہے، اس نے

فوراً اس کاہل آدمی کو بلایا اور کہا کہ اپنی بیٹی کو میرے
پاس لے آؤ۔ وہ شخص سمجھا کہ بادشاہ میری بیٹی کو اس لیے
بلا رہا ہے کہ وہ بہت خوب صورت ہے۔ وہ بھاگم
بھاگ بیٹی کے پاس پہنچا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو،
بادشاہ سلامت نے بُلایا ہے۔ یہ سن کر وہ لڑکی بھی
خوش ہوئی اور باپ کے ساتھ ہو لی۔

جب وہ دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے اس سے
پوچھا کیا واقعی تمھاری بیٹی گھاس کو سونا بنا دیتی ہے؟"
لڑکی کا باپ تو تھا ہی پکا جھوٹا اور شیخی خورا، اس
نے فوراً "ہاں" کر دی۔ یہ سن کر بادشاہ خوشی سے
پھولا نہ سمایا اور لڑکی سے بولا: "اگر تم گھاس کے تین
کمرے سونے سے بھر دو تو میں تم سے شادی کر کے
تمھیں اپنی ملکہ بنا لوں گا۔"

یہ سن کر لڑکی گھبرائی تو بہت، لیکن خاموش رہی۔
سچی بات تو یہ تھی کہ لڑکی کو یہ سب آتا ہی نہ تھا۔

پھر بادشاہ نے یوں کیا کہ اپنے وزیر، لڑکی کے باپ
اور لڑکی کو لے کر ایک بڑے سے تہ خانے میں گیا۔
جہاں ایک کمرہ گھاس سے بھرا ہوا تھا۔ لڑکی کو گھاس
سے بھرے کمرے میں اکیلا چھوڑ کر تینوں واپس چلے
گئے۔ لڑکی بند کمرے میں رونے اور سسکنے لگی۔ اس
کی آواز سن کر، وہاں گھاس میں سویا ہوا ایک بونا نکل
جو جادوگر تھا۔ اسے لڑکی پر بڑا ترس آیا۔ وہ جانتا
تھا کہ یہ لڑکی کس مشکل میں گرفتار ہے۔ وہ اس کی مدد
کرنا چاہتا تھا۔ اس کی داڑھی میں گھاس اُلجھی ہوئی تھی
جس سے وہ بہت عجیب تک لگ رہا تھا مگر اس کا دل
موم کی طرح نرم تھا۔ وہ لڑکی سے کہنے لگا: "اچھی لڑکی!
رُو رو مت۔ میں تمھیں سونا بنا دوں گا لیکن ایک شرط
پر، وہ یہ کہ جب تمھارے ہاں پہلا لڑکا ہو گا تو تم مجھے
دے دینا۔ ورنہ مجھے میرا نام بتا دینا اور یاد رکھو! اپنا
نام میں خود تمھیں نہیں بتاؤں گا۔ سمجھیں!"

یہ سن کر وہ لڑکی جلدی سے بولی: "آپ مجھے گھاس
سونے کی بنا دیں۔ میں اپنا پہلا بیٹا آپ کو دے دوں گی۔"
بونا جادوگر خوش ہو گیا۔ اس نے جلدی جلدی ایک
چرخے میں گھاس ڈال کر اسے چلانا شروع کیا۔ اس طرح
گھاس سونے میں تبدیل ہونے لگی۔ لڑکی خوشی سے
جھوم جھوم کر جادوگر کی مدد کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پورا
کمرہ سونے کی گھاس سے بھر گیا۔ بونا سونے کے ڈھیر
میں غائب ہو گیا اور لڑکی بڑے اطمینان سے سو گئی۔

صبح بادشاہ وزیر کے ساتھ آیا۔ کمرے کا دروازہ
کھولتے ہی سونے کی چمک نے ان دونوں کی آنکھوں کو
چندھیا دیا۔ سونے کے ڈھیروں میں ایک طرف سوئی
ہوئی لڑکی بھی جاگ گئی۔ بادشاہ نے اس سے کہا: "اگر تم
اسی طرح سے دو کمروں کی گھاس بھی سونے کی بنا دو تو
میں تم سے شادی کر لوں گا۔"

لڑکی تیار تو تھی ہی، یہ سن کر مزید خوش ہو گئی۔
رات کو بادشاہ اسے گھاس سے بھرے ہوئے دوسرے
کمرے میں چھوڑ گیا۔ لڑکی آدھی رات ہونے کا انتظار
کرنے لگی۔ بونا آدھی رات کو آیا اور اس نے وہی کل والی

شرط دہرائی۔ لڑکی نے پھر وعدہ کیا۔ بونا صبح تک گھاس سے سونا بناتا رہا اور لڑکی خوابِ خرگوش کے مزے لوٹتی رہی۔

صبح کے وقت بادشاہ پھر آیا اور سونے سے بھرا ہوا کمرا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اب آخری کمرہ گیا تھا، وہ لڑکی کو وہاں لے گیا اور کمرہ باہر سے بند کرکے چلا گیا۔ لڑکی بونے کا انتظار کرتے ہوئے سو گئی۔ آدھی رات کو بونا جادوگر پھر آیا اور گھاس کا سونا بنانے لگا۔ صبح کے قریب اس نے لڑکی کو جگایا اور بولا: "اب تم ملکہ بننے والی ہو۔ دیکھو اپنا وعدہ بھول نہ جانا۔ جب تمھارے ہاں پہلا بیٹا ہو تو مجھے دے دینا۔" اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔

بادشاہ نے کمرہ دیکھا تو خوشی سے جھوم اُٹھا۔ اس نے لڑکی سے شادی کر لی اور یوں وہ لڑکی ملکہ بن گئی۔

ایک سال بعد اُس لڑکی یعنی ملکہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو اس کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ وہ اور بادشاہ اپنے بچّے کی پرورش اور سلطنت کے کاموں میں مصروف ہو گئے اور ملکہ کو بونے کی کہی ہوئی بات یاد نہ رہی۔

ایک سال گزرنے کے بعد، جب کہ شہزادہ ایک سال کا ہو چکا تھا بونا چپکے سے ملکہ کے کمرے میں آ گیا۔ ملکہ شہزادے کو سُلانے کے بعد ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔ بونے نے اس سے کہا: "اپنا بیٹا میرے حوالے کر دو یا پھر میرا نام بتا دو۔"

ملکہ گھبرا گئی اور جلدی سے بولی: "اوہ! میں تو بھول ہی گئی تھی۔ ٹھیک ہے۔ میں تمھارا نام بتا دوں گی۔ تم ایک مہینے بعد آ کر مجھ سے پوچھ لینا لیکن میرا بیٹا مجھ سے مت چھینو۔"

جادوگر بونا یہ کہہ کر چلا گیا کہ وہ ٹھیک ایک مہینے بعد، آج کے دن، اسی وقت آئے گا۔

ملکہ اپنے بیٹے کے پیار اور کاموں میں ایسی مصروف تھی کہ اسے ایک مہینا گزر جانے کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ ایک دن خادم نے اسے آ کر بتایا کہ ایک بونا اس سے ملنا چاہتا ہے اور وہ گانا گا رہا ہے، جس کے بول ہیں۔

"میرا نام.....
ملکہ نہ بتا سکے گی،
میں اس کا بیٹا، حاصل کرکے رہوں گا۔"

ملکہ نے اپنے گلے کا ہار اتار کر خادم کو دیتے ہوئے کہا: "سنو! تمھیں ایک کام کرنا ہے۔ اگر تم اس جادوگر کا نام کسی بہانے معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں تمھیں مزید انعام دوں گی۔"

خادم بہت چالاک تھا۔ بولا: "یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ پھر جادوگر کے پاس پہنچا، جو اب تک گا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر انتظار کرتا رہا۔ پھر بولا: "شور مت مچاؤ چھڑی مار جادوگر۔"

یہ سن کر جادوگر کو غصّہ آ گیا اور بولا: "چھڑی مار جادوگر! کون چھڑی مار جادوگر؟"

"تم اور کون! میں تمھیں جانتا ہوں۔ تمھارا نام چھڑی مار جادوگر ہے۔"

"یہ بالکل غلط ہے۔ تم بھلا 'ہلڈ فون' جادوگر کو چھڑی

مار کیسے کہہ سکتے ہو. میرا نام بُونوران ہے "

"اچھا، ہوگا" خادم نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا "تم جاؤ. ملکہ آج مصروف ہیں، تم سے نہیں مل سکیں گی "

جادوگر غصّے میں واپس چلا گیا.

آخر وہ دن بھی آیا جب بونا جادوگر ملکہ کے کمرے میں آیا اور غصّے سے کہنے لگا "آج میں تمھارے بیٹے کو لے جاؤں گا اور تم پھر کبھی اسے نہ دیکھ سکو گی یا پھر میرا نام بتادو "

ملکہ پہلے تو جان بوجھ کر غلط سلط نام بتاتی رہی، آخر اس کا صحیح نام بتادیا. جادوگر نے حیرت سے پوچھا "مگر تمھیں کیسے معلوم ہوا ہے؟"

"تمھیں یہ جاننے کی ضرورت نہیں. بھلا میں نے تم سے کب پوچھا تھا کہ تم گھاس کو سونا کیسے بناتے ہو؟"

بونا جادوگر پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتا رہا. پھر بولا "ٹھیک ہے. آج کے بعد میں تمھیں پریشان کرنے نہیں آؤں گا"

یہ کہہ کر وہ ہمیشہ کے لیے چلا گیا.

اب ملکہ، شہزادے اور بادشاہ کے ساتھ ہنسی خوشی رہنے لگی.



(انگریزی کہانی "دی لیپرکوئین" سے ماخوذ)

نیا سال

ایم افتخار برکی

نیا سال آیا پُرانا چلا
یہی روزِ اوّل سے ہے سلسلہ

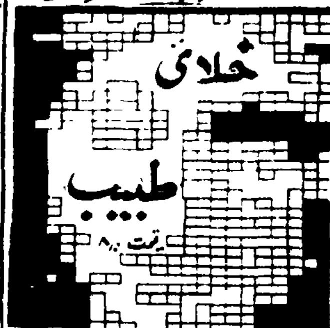
بُرا یا بھلا تھا گیا اپنے گھر
بہت دور پہنچا بچا کر نظر
نہ آئے گا واپس کبھی پھر اِدھر
تھا اپنی ادا میں بڑا بے وفا
نیا سال آیا پُرانا چلا

یہ نادان کلیوں کا دل توڑ کر
فضا بات میں اپنا مُنہ موڑ کر
خوشی سے یہ شام و سحر چھوڑ کر
دکھا کر کرشمے سب اپنے گیا
نیا سال آیا پُرانا چلا

نئے سال کو اب گلے سے لگا
اسے اپنا مونس خوشی سے بنا
نیا حوصلہ اپنے دل میں جگا
محبت سے اپنے وطن کو سجا
نیا سال آیا، پُرانا چلا


جادو نگری
قیمت
۹/


سنہری جھیل
قیمت ۹/


خلائی
طبیب
قیمت ۸/


سونے کی
چوری
قیمت ۴/


بونوں کا
جزیرہ
قیمت
۸/


ہلتا ہوا مکان
قیمت ۵/

نصرت ظہیر
۱۵ار ۴ کھجوری پور، نئی دہلی۔۹۱

کچھ اور کلام تکیے

پیارے دوستو جیسا کہ ہم پچھلے مضمون میں بتا چکے ہیں، تکیہ کلام اس تکیہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کلام کیا جا سکے یا جس سے کلام میں مدد ملتی ہو۔ یہاں تک کہ اگر آپ تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھے کسی سے گفتگو کر رہے ہوں تو اسے بھی تکیہ کلام کیا جا سکتا ہے۔ آج ہم کچھ اور تکیہ کلاموں کا ذکر کر رہے ہیں۔

کچھ تکیہ کلام بڑے مختصر ہوتے ہیں۔ یہاں تک چھوٹے کہ "یہ" "وہ" "آپ" اور "تو" جیسے مختصر الفاظ بھی تکیہ کلام بن جاتے ہیں۔

مثلاً ایک صاحب کا تکیہ کلام تھا۔ "تو" اس کو وہ بار بار اپنے کلام میں استعمال کرتے تھے۔ مثلاً۔

"تو جناب جب میں اس سے ملا تو وہ اپنی داڑھی بنا رہا تھا تو اس نے منہ پر صابن لگایا تو اس کا تو منہ ہی چھپ گیا تو پہلے تو میں اسے پہچان ہی نہ سکا تو اس نے خود ہی اپنا نام بتا دیا تو میں نے۔۔۔"

یہ تکیہ کلام بظاہر بڑے بے ضرر ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی بڑی الجھن میں ڈال دیتے ہیں۔ ہمارے ایک عالم فاضل دوست ہیں جو عالم کم اور بڑھی ہوئی توند کی وجہ سے فاضل زیادہ ہیں۔ اپنی گفتگو میں وہ ہر "اسم" کے لیے لفظ "یہ" استعمال کرتے ہیں جس سے ہم خاصے پریشان رہتے ہیں۔ جب بھی وہ ملتے ہیں تو کچھ اس قسم کی گفتگو ہوتی ہے۔

ہم: کہیے بھائی اعجاز کیسے مزاج ہیں؟
وہ: ٹھیک ہیں۔ آپ سنائیے۔ کرکٹ کی تازہ یہ کیا ہے؟
ہم: یہ کیا؟
وہ: ارے بھئی خبر۔ تم اخبار والوں سے خبر ہی پوچھیں گے۔ اخروٹ کا یہ تھوڑا ہی

پوچھیں گے؟

ہم: اخروٹ کا یہ کیا؟

وہ: بھاؤ۔ اور کیا؟ سنا ہے سچن تیندولکر کو کپتانی سے ہٹانے کی بات چل رہی ہے۔ اور اگلے ہفتے کرکٹ بورڈ کا یہ ہونے والا ہے۔

ہم: یہ کیا؟ چناؤ؟

وہ: ہاں۔ چناؤ کہتے ہیں کپل دیو کو یہ بنانے کی بات زوروں پر ہے۔

ہم: یہ کیا؟ صدر؟

وہ: ہاں بھئی۔ اب اگر کپل دیو کو صدر بنادیا گیا تو ایک طرح سے اچھا ہی ہوگا۔ آل راؤنڈروں کو خوب یہ ملے گا۔

ہم: یہ کیا؟

وہ: اوفوہ! کمال ہے یہ بھی نہیں سمجھ سکتے۔ چانس' موقع مل جائے گا۔ اور کیا۔ ذرا غور سے بات سنا کرو۔ بار بار یہ کیا یہ کیا کی رٹ کیا لگا رکھی ہے؟ کیا یہ تمہارا تکیہ کلام ہے۔

ہم: یہ؟ نہیں تو۔

وہ. پھر یہ کیا ہے؟

ہم: یہ کیا؟

ہمیں مشینوں سے بڑی رغبت رہی ہے۔ سچ پوچھیے تو ہم بچپن سے ہی مشینوں سے کھیلتے آئے ہیں۔ چنانچہ گھر میں گراموفون' ریڈیو' سائیکل اور گھڑی سے لے کر سلائی مشین تک کوئی مشین نما مشین ایسی نہیں جو ہماری دست برد سے محفوظ رہی ہو اور جس نے اپنا آخری سانس ہمارے ہاتھوں میں نہ لیا ہو۔ اس طرح ہمیں کچھ مشینوں کی مرمت کرنا خود بخود آگیا ہے اور ہم اکثر مشینوں کی خوب مرمت کرتے رہتے ہیں۔

چند سال پہلے کی بات ہے ایک صاحب کا ریڈیو خراب ہو گیا۔ درجہ پانچ میں ہم ان کے ہم جماعت رہ چکے تھے۔ چنانچہ اس تاریخی تعلق کا فائدہ اٹھانے کے لیے وہ اپنا ریڈیو ٹھیک کرانے ہمارے پاس لے آئے۔ برسوں بعد ان سے ملاقات ہوئی تھی اس لیے ہم نے خوب آؤ بھگت کی۔ تاہم اس بات سے ہم بے خبر ہی تھے کہ انھیں بھی تکیہ کلام کی لت پڑ چکی ہے۔ خیر ــــ۔ انھوں نے اپنا پرانے زمانے کا جفادری ریڈیو ہماری بیسویں صدی کی ناتواں میز پر رکھا اور دعا سلام پوری ہوتے ہی کہنے لگے۔

"صاحب میں تو آپ سے عاجز آگیا ہوں۔ عرصہ سے آپ نے بولنا بند کر رکھا

ہے۔ پہلے ہم ایک آدھ آپ کو رسید کر دیتے تھے تو آپ اپنے آپ ہی بول پڑتے تھے۔ اب تو کتنا ہی ماریں آپ پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔ سمجھ میں نہیں آتا اب آپ ہی بتائیے کہ آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے؟"

"جی! ہمیں؟" ہم وحشت سے چلا اٹھے۔

مگر وہ سنی ان سنی کر کے اپنی ہی کہتے رہے۔ "ارے صاحب آپ سنیے تو سہی۔ آپ پر میں اب تک سیکڑوں روپے خرچ کر چکا ہوں اور آپ ہیں کہ۔"

"الٰہی خیر!" اس مرتبہ ہم غصہ سے ہانپتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ "جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے بھائی ایوب! جہاں تک ہمیں یاد آتا ہے بچپن میں آپ نے اسکول کے گیٹ پر چار پیسے کا شربت ضرور پلایا تھا جس کی وجہ سے کئی دن ہمارا گلا خراب رہا اور والد کی مار پڑی سو الگ' اس دن کے ایک آنہ کو آپ سیکڑوں روپے کہہ رہے ہیں خدا سے ڈریے جناب!"

"مم۔۔۔ مگر۔۔۔ میں تو۔۔۔" انھوں نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن ہمارا غصہ ابھی سرد نہیں ہوا تھا۔

"۔۔۔۔اور ہاں یہ مارنے کی بات آپ نے کہاں سے نکال لی۔ ماسٹر صاحب کی ایک گھڑکی سے آپ کے کپڑے گیلے ہو جاتے تھے۔ اور آپ ہم پر ہاتھ اٹھانے کی بات کر رہے ہیں؟"

"مم۔۔۔ مگر۔۔۔ سنیے تو سہی صاحب!" وہ بولے۔ "میں تو آپ کی بات کر رہا تھا۔ کسی سے بھی پوچھ لیجیے۔ آپ کی وجہ سے میرا دیوالہ نکلا جا رہا ہے۔ آپ یقین کیجیے۔ اب تک میں درجنوں لوگوں کے پاس جا چکا ہوں اور اب تک میرے آپ کے اوپر تقریباً ایک ہزار روپے خرچ ہو چکے ہیں۔"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔" ہمارے صبر کا پیمانہ چھلکنے لگا۔

"قسم ہے پیدا کرنے والے کی میں نے ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں کہا۔ چاہیں تو میری بیوی سے پوچھ لیجیے۔ اس کے پاس ایک ایک پیسے کا حساب ہے۔ بلکہ سچ پوچھیے تو اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔۔۔۔"

"شرم نہیں آتی آپ کو!" ہم نے اتنی زور سے کہا کہ چھت کا پلستر ایک جگہ سے اکھڑ گیا اور باہر گلی میں ایک کتا زور سے بھونکنے لگا۔ "صرف ایک آنہ کے لیے آپ اپنی خاتون خانہ کو بیچ میں لا رہے ہیں۔ لعنت ہے آپ پر۔ نکل جائیے میرے گھر سے۔۔۔"

وہ سہم کر کھڑے ہو گئے۔ ایک ہاتھ سے ریڈیو اور دوسرے سے اپنی پتلون سنبھالنے لگے۔

"مم۔۔۔ معاف کیجیے۔ میں آپ کو۔ نن۔۔۔ ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ کو میری بات ناگوار لگی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔ کسی اور سے ٹھیک کرا لوں گا آپ کو۔۔۔"

یہ کہتے کہتے انھوں نے ریڈیو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ یہ دیکھتے ہی ایک بجلی سی ہمارے دماغ میں کوند گئی اور ہماری سمجھ میں آگیا کہ دراصل "آپ" ان کا تکیہ کلام تھا جسے وہ کبھی ریڈیو کے لیے استعمال کر رہے تھے اور کبھی ہمارے لیے۔

اس کے بعد کافی دیر تک ہم ان سے شرمندہ ہوتے رہے اور وہ ہم سے باتھ روم کا راستہ پوچھتے رہے!

بقیہ صفحہ ۴۸

ہٹ کرنا' (ب) ایک سے زیادہ ٹپے کے بعد ہٹ کرنا اور (ج) دو مرتبہ ہٹ کرنا تینوں غلط ہیں

پوائنٹ

سروس "صحیح" ہو یا ریلی کے دوران اگر گیند "صحیح" طریقے سے واپس نہ کی جا سکے تو مخالف کو ایک پوائنٹ مل جاتا ہے۔ پوائنٹ کے لیے ضروری نہیں کہ یہ اسے ہی حاصل ہو جس نے سروس کی ہے۔

سروس کی تبدیلی

سروس ہر پانچ پوائنٹس کے بعد تبدیل کی جاتی ہے (مجموعی طور پر) ڈبلز میں پہلے سروس کرنے والے کا پارٹنر تیسرے نمبر پر اور پہلے سروس وصول کرنے والے کا پارٹنر چوتھے اور آخری نمبر پر سروس کرتا ہے جبکہ پہلے سروس وصول کرنے والا دوسرے نمبر پر سروس کرتا ہے۔ اسی طرح ڈبلز میں ہر کھلاڑی کا گیند کو ہٹ کرنے کا نمبر بقیہ تین کھلاڑیوں کے بعد آتا ہے یعنی سروس کرنے والے کے بعد سروس وصول کرنے والا اس کے بعد سروس کرنے والے کا پارٹنر اور پھر سروس کرنے والے کا پارٹنر۔

سمت کی تبدیلی

ٹیبل ٹینس میں ہر گیم کے بعد سمت تبدیل کی جاتی ہے اسی طرح آخری ممکنہ گیم میں دس پوائنٹس کے بعد یہ عمل دہرا لیا جاتا ہے۔

الطاف حسین جگوت

اور وہ چلا گیا

بارہ آدمیوں کی ایک فلاحی کمیٹی ایک تباہ شدہ علاقے میں پہنچی اور وہاں اس نے ایک امدادی کیمپ لگایا۔ یہ علاقہ فسادات کے دوران تباہ ہو گیا تھا۔ اس کے بیشتر مکانات گر کر تباہ ہو گئے تھے۔ بعض مکانات جلا دیے گئے تھے اور لوگ بے سر و سامانی کی حالت میں گزارا کر رہے تھے۔

اس امدادی کیمپ نے پورے علاقے میں یہ اعلان کرا دیا تھا کہ ان فسادات اور ہنگاموں میں جن لوگوں کا جو کچھ بھی نقصان ہوا ہے وہ اس امدادی کیمپ سے چیزوں کی شکل میں یا نقد معاوضہ لے لیں۔ اس اعلان کے بعد حکومت نے بھی یہ اعلان کر دیا کہ ان مکانات کو بھی دوبارہ تعمیر کیا جائے گا جو مسمار ہو گئے ہیں۔ ان تمام اعلانات کے بعد لوگوں کا ہجوم اس امدادی کیمپ میں جمع ہو گیا۔ اس ہجوم میں صرف ان لوگوں کو ہونا چاہیے تھا جن کا ان ہنگاموں میں نقصان ہوا ہو مگر زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو پہلے ہی امیر تھے، جن کے بنگلے تھے، کوٹھیاں تھیں اور جن کا کوئی نقصان ہی نہ ہوا تھا اور اگر ان کا کچھ نقصان ہوا تھا تو صرف اتنا کہ ان کے کچھ شیشے ٹوٹ گئے ہوں گے مگر ان لوگوں نے ان شیشوں کے بدلے بڑی بڑی چیزیں لیں اور رقمیں بھی حاصل کیں۔ غریبوں نے بھی امدادی سامان حاصل کیا۔ کچے مکان والوں نے پکے مکان بنوائے۔ پکے مکان والوں نے اور بھی اچھے مکان بنوائے۔ یہ مہم پورے زور و شور سے جاری تھی۔

اس علاقے میں بہت سی بستیاں تھیں۔ انھی بستیوں میں ایک کچی جھونپڑی عبداللہ کی بھی تھی۔ یہ جھونپڑی بھی تباہ ہو چکی تھی اور اس وقت عبداللہ اس کو ٹھیک کرنے میں لگا ہوا تھا۔ لوگ اسے اس طرح کام کرتے دیکھتے تو کوئی کہتا "بھائی عبداللہ! کیا تم امدادی کیمپ میں نہیں گئے؟" کوئی کہتا "عبداللہ! آخر تم کیوں اس جھونپڑی کے بدلے پکا مکان نہیں بنواتے جبکہ تمھارا کوئی خرچہ ہی نہیں ہو رہا ہے۔ کوئی کہتا "عبداللہ! تم کب تک اپنے ہاتھ یوں ہی مٹی اور کیچڑ میں گندے کرتے رہو گے اور کب تک یہ کام کرتے رہو گے۔ اس سے کہیں بہتر یہ ہوتا کہ تم کم وقت میں اس سے بھی اچھا مکان بنواتے اور آرام کی زندگی گزارتے۔"

مگر عبداللہ کا صرف ایک ہی جواب ہوتا "نہیں جب تک اللہ نے یہ دو ہاتھ دیے ہیں میں اسی طرح کام کرتا رہوں گا اور رزق حلال کھاتا رہوں گا۔"

اسی طرح دن گزرتے چلے گئے اور لوگوں کے مکانات تعمیر ہوتے چلے گئے۔ اسی دوران عبداللہ کی یہ بدصورت جھونپڑی بھی تیار ہو گئی جو اس کے لیے کسی محل سے کم نہ تھی مگر لوگوں کو

عبداللہ کی یہ بدصورت جھونپڑی پسند نہ آئی کیونکہ اس سے بڑے لوگوں کو شرمندگی ہوتی تھی۔ چاروں طرف اچھے اچھے مکانات اور شاندار بنگلے تھے مگر ان کے درمیان یہ بدصورت جھونپڑی بستی کی خوبصورتی پر ایک دھبہ معلوم ہوتی تھی۔ امیر لوگ شرمندہ ہوتے کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ ان امیروں نے اس بچارے غریب کی کوئی مدد نہ کی۔

بستی کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ عبداللہ کو کسی طرح اس بات پر راضی کیا جائے کہ وہ بھی دوسروں کی طرح اس کچی جھونپڑی کے بجائے پکا مکان بنوالے۔ چنانچہ لوگ جمع ہو کر عبداللہ کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ وہ لوگوں کو شرمندہ ہونے سے بچالے اور دوسروں کی طرح پکا مکان بنوالے مگر عبداللہ کا ایک ہی جواب تھا" جب تک اللہ نے یہ دو ہاتھ سلامت رکھے ہیں تب تک یہ ہاتھ کسی کے آگے نہ جھکیں گے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔" ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا "ہمیں سب معلوم ہے عبداللہ، تم یہ سب کچھ زیادہ مال حاصل کرنے کے لیے کر رہے ہو کیونکہ تمھیں بھی رنگین ٹی وی، ریفریجریٹر، واشنگ مشین اور دیگر چیزوں کی ضرورت ہے نا اور اس کے علاوہ تمھیں یہاں ایک عدد بنگلہ بھی بنوانا ہے تاکہ تمھاری شان و شوکت ہم لوگوں سے زیادہ ہو جائے۔ اس سے پہلے بھی جب ہنگامے ہوئے تھے اور امدادی کیمپ لگے تھے تو تم نے دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپے کا مطالبہ کیا تھا۔ ہم سب یہی چاہتے ہیں کہ یا تو تم یہاں پر مکان بنوالو یا پھر یہ بستی چھوڑ کر چلے جاؤ۔" اس وقت تو عبداللہ نے کوئی جواب نہ دیا بس اتنا کہا کہ میں اس بات کا جواب کل صبح دے دوں گا۔ مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت دیا جائے اور ایک رات کے لیے عبداللہ کو سوچنے کا وقت مل گیا۔

دوسری صبح جو لوگ عبداللہ کی جھونپڑی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ جھونپڑی بالکل ویران تھی۔ نہ آدم نہ آدم زاد۔ لوگوں نے عبداللہ کے پڑوسی سے دریافت کیا تو پتا چلا کہ عبداللہ رات ہی کو یہ بستی چھوڑ کر چلا گیا ہے اور جاتے جاتے یہ کہہ گیا ہے کہ پچھلی مرتبہ جو دس ہزار میں نے لیے تھے اس وقت میں مجبور تھا۔ اس پیسے کو حاصل کرنے کے بعد جو پچھتاوا اور سزا مجھے مل رہی ہے وہ آج تک قائم ہے۔ میں اب دوبارہ اپنی سزا میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ یہی وجہ تھی کہ میں مکان نہیں بنوا رہا تھا۔ میں یہاں بھی مزدوری کر رہا تھا اور اب کسی اور جگہ جا کر بھی مزدوری ہی کروں گا۔ جب تک میرے یہ دو ہاتھ سلامت ہیں یہ اب سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے آگے نہیں اٹھیں گے۔ جب تک یہ دو ہاتھ سلامت ہیں میں بھی اسی طرح محنت و مزدوری کرتا رہوں گا اور حلال روزی کماتا رہوں گا۔

عبداللہ کے ان جملوں میں نہ جانے کیا تاثر تھا کہ وہاں پر موجود لوگوں کی آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آئے اور لوگ افسوس کرنے لگے کہ ہم نے خوامخواہ ایک بھلے انسان کو یہ بستی چھوڑنے پر مجبور کر دیا یہ سوچتے ہی لوگوں کے سر شرمندگی اور ندامت سے جھک گئے۔

رشید الدین
سنتوش نگر کالونی 'مہدی پٹنم' حیدر آباد۔ ۲۸

بکرے کا بھیجہ
شیخ سعدی کی ایک حکایت

شیخ سعدی فارسی کے مشہور شاعر اور صوفی بزرگ تھے۔ ان کا پورا نام شرف الدین مصلح سعدی تھا لیکن عرف عام میں وہ شیخ سعدی کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ ۵۸۹ء میں شیراز میں پیدا ہوئے جو ایران کا مشہور شہر ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر حافظ بھی شیراز ہی میں پیدا ہوئے اور دونوں نے اپنے وطن کا نام خوب روشن کیا۔ یعنی شیرازی اور حافظ شیرازی دونوں تصوف میں کمال رکھتے تھے۔ سعدی کا انتقال ۶۹۱ء میں ہوا۔ یعنی انھوں نے سو سال سے بھی زیادہ عمر پائی اور پوری صدی دیکھی۔

کہتے ہیں کہ ایک امیر نے شیخ سعدی کی خدمت میں ۵۰ ہزار دینار نذرانے کے طور پر بھیجے تھے۔ اسی روپے سے سعدی نے اپنے وطن شیراز سے تین چار میل دور ایک پہاڑی کی دامن میں ایک خانقاہ بنوائی۔ وہیں بیٹھتے تھے اور شاگردوں کو درس دیتے تھے۔ جب انتقال ہوا تو شاگردوں نے اسی خانقاہ میں دفن کر دیا۔ اس طرح وہ شیراز ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شیراز سے باہر کہیں نہیں گئے بلکہ وہ ملکوں ملکوں پھرے اور بہت سی زبانیں سیکھیں۔

ذہین اتنے تھے کہ جس ملک میں جاتے تھوڑے ہی دن میں اس ملک کی زبان سیکھ جاتے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ انھیں اٹھارہ زبانیں آتی تھیں۔ وہ ہندستان بھی آئے تھے اور سومنات کے مندر میں رہے جو گجرات میں ہے۔ اس سے اس بات کا بھی پتا چلتا ہے کہ ان کے پاس مذہب کا بھید بھاؤ نہیں تھا اور ان کے لیے مسجد اور مندر دونوں مساوی تھے۔ جس گانو میں مسجد ہوتی وہاں ٹھہر جاتے اور جس گانو میں مندر یا گرجا ہوتا وہاں قیام کر لیتے۔ کہتے ہیں کہ ہندستان میں قیام کے دوران انھوں نے ہندی اور سنسکرت بھی سیکھی تھی۔ فارسی تو ان کی مادری زبان تھی مگر عربی اور عبرانی میں بھی وہ مساوی دسترس رکھتے تھے۔

سعدی کی حکایتوں (نثر اور نظم دونوں) کے دنیا کی بہت سی زبانوں مثلاً عربی، سنسکرت، عبرانی، ترکی، یونانی، انگریزی، فرانسیسی، روسی اور چینی وغیرہ میں ترجمے ہوئے اور مقبولیت پائی۔ سعدی صرف ایک شاعر ہی نہیں تھے بلکہ بہت بڑے بزرگ عالم اور تصوف کے علمبردار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ انھیں سعدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں یعنی جن پر اللہ کی رحمت ہو۔ اس کا یہ مطلب ہی نہیں کہ وہ نرے عالم اور بزرگ تھے بلکہ انھوں نے نہایت زندہ دل طبیعت پائی تھی جس کا اندازہ ان کی دلچسپ اور سبق آموز حکایات سے ہوتا ہے جس محفل میں بیٹھ جاتے لوگوں کو ہنسا ہنسا کر لوٹ پوٹ کر دیتے۔

ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بچوں میں بچے، جوانوں میں جوان اور بوڑھوں میں بوڑھے بن جاتے تھے۔ یوں تو فارسی میں انھوں نے غزلیں بھی کہی اور دوسری اصناف میں بھی لکھا لیکن ان کی دو کتابیں "گلستاں" اور "بوستاں" بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک نثر میں ہے اور ایک نظم میں۔ اس میں انھوں نے بڑے دلچسپ انداز میں چھوٹی چھوٹی نصیحت لکھیں لیکن ان میں بڑے معنی چھپے ہوئے ہیں۔ اگر اسے بچے پڑھیں تو وہ لطف اٹھائیں گے، جوان پڑھیں گے تو اس کی معنی آفرینی کی تعریف کیے بنا نہیں رہیں گے اور بوڑھے پڑھیں گے تو اس سے درس عبرت حاصل کریں گے۔ ایک ہی تخلیق کی ایسی تین کیفیتیں بہت کم ادیبوں یا شاعروں کے پاس ملتی ہیں۔

سعدی نہایت قابل آدمی تھے۔ ۳۰ سال تک تو انھوں نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے درس لینے میں گزار دیے۔ اس کے دوران اپنے طور پر خوب مطالعہ کیا اور پھر دنیا کی سیر پر نکل پڑے۔ ملکوں ملکوں گھومتے رہے جس سے مطالعہ کے ساتھ ان کا مشاہدہ بھی بڑھتا گیا۔ سعدی جہاں جاتے ایک عام آدمی کی طرح وہاں سے نہیں گزر جاتے بلکہ ہر چیز ہر رسم اور ہر رواج کو غور سے دیکھتے اور اس سے درس حاصل کرتے۔ انھیں خدا کی بنائی ہوئی چیزوں میں وہ حکمت اور کاری گری نظر آتی جو عام لوگوں کی نظر سے اوجھل ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں بڑی پختگی، سنجیدگی معنی آفرینی اور ساتھ ہی ساتھ دلچسپی بھی پائی جاتی ہے۔ یہاں ہم ان کی ایک حکایت بیان کر رہے ہیں جو بظاہر ایک دلچسپ واقعہ ہے لیکن اس میں بڑا سبق پوشیدہ ہے۔ حکایت کا عنوان ہے "بکرے کا بچہ" جو یوں شروع ہوا ہے۔

ایک شہر میں ایک صاحب بڑے اثر والے اور مہمان نواز تھے جو بھی ان کی جان پہچان کا آدمی آتا اس کی بڑی خاطر مدارت کرتے۔ ایک بار کسی دوسرے شہر سے ان کے پاس ان

کے ایک دوست آگئے جنھوں نے ان کے شہر میں ان کی بڑی تواضع کی تھی۔ چنانچہ ان صاحب نے بھی ان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ایک سالم بکرا کٹوادیا۔ اور نوکر کو ہدایت دی کہ دستر خوان پر بکرے کے ہر ہر عضو کا الگ الگ پکوان ہونا چاہیے۔ جب دستر خوان چنا گیا تو مہمان اور چند دوست احباب یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہ باورچی نے کمال صفائی سے ایک ایک عضو کا الگ الگ سالن پکایا ہے۔ لیکن میزبان صاحب نے جب دستر خوان پر نگاہ ڈالی تو اس میں بکرے کا بھیجہ غائب تھا۔ صاحب خانہ کو گمان گزرا کہ یہ باورچی نے پکانے کے بعد خود چٹ کرلیا یا اپنے لیے رکھ چھوڑا۔

انھوں نے اپنے خاص نوکر سے پوچھا کہ "اس میں بکرے کا بھیجہ غائب ہے۔" نوکر نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے باورچی کا حوالہ دیا۔ چنانچہ باورچی سے پوچھا گیا کہ "بکرے کا بھیجہ کہاں ہے؟" اس نے جواب دیا یہ "حضور اس بکرے میں بھیجہ تھا ہی نہیں۔" میزبان اور اس کا مالک یہ سن کر حیران رہ گیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ جب اس نے نوکر سے پوچھا کہ "یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک بکرے کے سر میں بھیجہ ہی نہ ہو۔" اس نے دست بستہ یعنی ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ "حضور یہ بکرا محلہ کی بکریوں کے بچوں کو پڑھاتا تھا اس لیے وہ اس کا سارا مغز چاٹ گئے اور بھیجہ رہا ہی نہیں۔"

اس حکایت کو سن کر بچے لوگ مسکرادیں گے لیکن جوان اور بوڑھے سمجھ جائیں گے کہ سعدی صاحب نے اس میں کتنی کام کی بات کہی ہے۔ کیونکہ چھوٹے بچوں کو پڑھانا بہت مشکل اور مغزپاشی کا کام ہے۔ آپ بڑے بچوں یعنی ہائی اسکول اور کالج ویونی ورسٹی کے طلبہ کو تو آسانی سے پڑھا سکتے ہیں کیونکہ وہ باشعور ہوتے ہیں لیکن چھوٹے بچوں کو نیچے سطح پر پڑھانا بہت مشکل کام ہے اس لیے ہماری تحسین کے مستحق کالج کے اساتذہ یونی ورسٹی کے پروفیسر نہیں بلکہ ابتدائی جماعتوں کو پڑھانے اور خصوصاً ابتدائی تعلیم دینے والے ہیں۔

سید امتیاز محمود
۱۶۲/ا-اے، اعظم پورہ، حیدر آباد۔ ۲۴

ماں کی دعا

ہزار بارہ سو برس پہلے کی بات ہے نہ کانوں سنی نہ آنکھوں دیکھی، لیکن سچے اور نیک بزرگوں نے حقیقی واقعہ کو معتبر کتابوں میں لکھا ہے۔ آپ بھی سن لیجیے۔

اللہ کے ایک بہت بڑے دوست (ولی) کے پاس ایک بوڑھی عورت روتی دھوتی آئی اور اپنا دکھڑا سنانے لگی کہ حضرت میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ اسے اور لوگوں کے ساتھ پڑوس کے باشاہ نے قید کر لیا ہے۔ میرے پاس اتنا زر (پیسہ) نہیں ہے کہ فدیہ (معاوضہ) دے کر اسے چھڑا لاؤں۔ لے دے کے ایک ٹوٹا پھوٹا مکان ہے جس میں ہم رہتے آئے ہیں۔ میں اس کے غم میں رات بھر سو نہیں سکتی میری بھوک اڑ گئی ہے۔ کیا کروں کہاں جاؤں۔ آپ اللہ والے ہیں کسی نیک دل اللہ کے بندے کی جانب رہنمائی کریں کہ وہ میرے بیٹے کو معاوضہ دے کر چھڑا لے۔

اس دکھیاری کی بپتا سن کر اللہ کے دوست نے اس سے کہا، اچھا اماں اب تم گھر جاؤ اور دعا کرو میں بھی دعا کروں گا۔ اتنا کہہ کر ان بزرگ نے اپنے سر کو جھکا لیا اور آہستہ آہستہ اپنے رب سے فریاد کرنے لگے۔ "رب العلمین (تمام دنیاؤں کے پالنے والے) کو پکارنے لگے۔ وہ تو سب کی سنتا ہے۔ سخت پتھر پر اندھیری رات میں کالی چیونٹی کے چلنے کی آواز کو بھی سنتا اور اسے دیکھتا ہے۔ وہ بن مانگے ہی جب سب کچھ دے دیتا ہے تو اپنے پیاروں کو کیوں نہ دے گا اس دکھیاری ماں کی دعا سن لے۔"

تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ وہ عورت دعائیں دیتی ہوئی اپنے کھوئے ہوئے بیٹے کے ساتھ آئی اور کہنے لگی حضرت میرا بیٹا آپ کی دعا سے صحیح سلامت لوٹ آیا ہے آپ خود اس کی زبانی اس کی کہانی سن لیں۔

اس دکھیاری عورت کے لڑکے نے کہا اس ملک کے بادشاہ نے اوروں کے ساتھ مجھے بھی پکڑ لیا، اس کے خدمت گاروں نے میرے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں۔ اسی

حالت میں ہمیں روز جنگل لے جاتے، درختوں سے لکڑیاں کٹواتے اور شام کو اسی حالت میں واپس لے آتے، ہم مغرب کے بعد جنگل سے واپس ہو رہے تھے۔ ہمارا محافظ ہمارے ساتھ تھا۔ یکایک میں نے محسوس کیا کہ میرے پانو ہلکے پھلکے محسوس ہو رہے ہیں۔ اب جو میں نے اپنے پانو پر نظر کی تو دیکھا تو میری بیڑیاں پانو سے خود بخود ٹوٹ کر زمین پر گر پڑی ہیں۔ میں ابھی حیرت سے اس عجیب و غریب انہونی کو دیکھ ہی رہا تھا کہ میرا محافظ دوڑا دوڑا میرے پاس آیا اور مجھ پر بہت غصہ ہوا کہ تو نے بیڑیاں توڑ ڈالیں۔ میں نے کہا میں بھلا ان فولادی بیڑیاں کو کس طرح توڑوں گا جبکہ میرے پاس ان کو توڑنے کا سامان بھی نہیں، تم تو خود ہمارے سایہ کی طرح ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہو۔ اسے خود بھی حیرت ہو رہی تھی۔ وہ مجھے اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ سردار بھی حیرت میں پڑ گیا بہر حال لہار کو بلایا گیا۔ پھر دوسری اور مضبوط بیڑیاں میرے پانو میں ڈال دی گئیں۔ میں ان بیڑیوں کے ساتھ چند قدم چلا ہی تھا کہ بیڑیاں پھر دفعتاً ٹوٹ کر میرے پانو سے گر پڑیں۔ سپاہی اس حیرت انگریز واقعہ سے حیران رہ گئے۔

قصہ مختصر کہ عیسائی سپاہیوں نے جو روم کے شہنشاہ کے فوجی تھے اپنے رہبانوں (مذہبی سرداروں) کو بلایا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا تمھاری ماں ہے میں نے کہا ہاں ہے۔ انھوں نے کہا بس تو اس ماں کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو اس آفت سے نجات دی ہے۔ ہمارے بس میں نہیں کہ اب تم کو قید میں رکھیں۔ انھوں نے میرا بہت اکرام کیا اور توشہ وغیرہ ساتھ دے کر مسلمانوں کو سرحد تک پہنچادیا۔

جس وقت پہلی مرتبہ بیڑی کٹ کر گری مسلمان قیدی کے بیان کے مطابق وہی دن اور وہی وقت تھا جب ان بزرگ نے دعا کی تھی۔

دیکھو بچو ماں کی دعاؤں کی قیمت اور اللہ کے دوستوں کی وقعت کہ دشمن کی آفت اور قید سے نجات مل گئی۔

عطا عابدی

چھوٹی عمر کے بڑے کارنامے

"پوت کے پانو پالنے میں ہی دکھائی دینے لگتے ہیں۔"
"ہونہار بروا کے ہوت چکنے چکنے پات۔"
پیا میو' آپ ان دونوں محاوروں کا مفہوم تو سمجھتے ہی ہوں گے؟

جی ہاں' آپ نے درست کہا' یعنی یہ کہ وہ بچے جو ہونہار ہوتے ہیں' اس کے اثرات بچپن سے ہی محسوس ہونے لگتے ہیں۔ عزم و حوصلہ' ہوشیاری ودانشمندی اور علمی و سماجی کاموں سے دلچسپی' یہ وہ خصوصیات ہیں جو عمر کی محتاج نہیں ہوتیں۔ یہ سمجھنا کہ ہم تو ابھی کم عمر ہیں اور فلاں فلاں کام تو بڑے ہی کر سکتے ہیں' درست نہیں ہے۔

دنیا میں اچھے اچھے اور بڑے بڑے کاموں کو انجام دینے کی لیاقت کی تمنا کس کو نہیں ہوتی؟ آپ کی بھی یہی خواہش ہوگی اور ہونی بھی چاہیے۔ لوگوں کو اپنے اچھے کاموں سے فیض پہنچا کر' انھیں خوش رکھ کر نہ صرف اپنا بلکہ اپنے گھر' شہر' ملک اور قوم کا بھی نام روشن ہوتا ہے لیکن اچھے کام کرنے کی صرف خواہش اور تمنا سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے لیے جدوجہد' محنت ومشقت' صبر و تحمل' عزم مصمم اور مضبوط قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ سخت مراحل اور مخالف حالات میں بھی ہمت نہ ہارنا اور آگے بڑھتے جانے کا عمل ہی کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ چھوٹی عمر میں بھی بڑے کارنامے انجام دیے جا سکتے ہیں۔

"چھوٹی عمر کے بڑے کارنامے" ایسے سچے واقعات وحادثات پر مشتمل مسلسل کالم کا نام ہے جو چھوٹی عمر میں بڑے کارنامے انجام دینے کی ترغیب و تحریک دیتے ہیں۔

پیا میو! یہ سلسلہ آگے بھی جاری رہے گا' تاکہ آپ کی پوشیدہ صلاحیتیں اجاگر ہو سکیں' آپ کے جذبہ جدوجہد کو توانائی مل سکے اور آپ بھی بڑے کارنامے انجام دے سکیں۔

پیا میو' آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر سال ۲۶ر جنوری کو پریڈ میں سجے سنورے ہوئے ہاتھی میں جو بچے بیٹھے ہوتے ہیں' وہ بچے ملک کے بہادر بچے ہوتے ہیں۔ بھارتیہ کلیان پریشد' نئی دہلی کے ذریعہ ہر سال پورے ملک سے بہادری اور حوصلہ مندی کے لیے منتخب بچوں کو

قومی انعام سے نوازا جاتا ہے۔ آیندہ ہم ایسے کچھ بچوں کے کارناموں سے آپ کو آگاہ کریں گے 'جن کو یہ قومی انعام مل چکا ہے۔ یہاں ہم ایک ایسے بہادر بچے کے کارنامے سے آپ کو واقف کرا رہے ہیں کہ جس کے سبب بہادر بچوں کو قومی انعام سے نوازنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

۲/اکتوبر ۱۹۵۷ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو اور چند دوسری معزز ہستیوں کو دہلی کے رام لیلا میدان میں رام لیلا دیکھنے آنا تھا۔ پولس اور انتظامیہ نے خصوصی طور پر حفاظتی انتظامات کر رکھے تھے۔ اس کے لیے دہلی کے مختلف اسکولوں کی اسکاؤٹ ٹیموں کا بھی تعاون لیا گیا تھا۔ ہریش ان ٹیموں کا لیڈر تھا۔ اس کی ڈیوٹی وی آئی پی صف پر پنڈت نہرو کے پاس مقرر تھی۔ شام چھے بجے آتش بازی کا پروگرام تھا۔

اس پروگرام کو شروع ہوئے ۱۵ منٹ ہوئے ہوں گے کہ ایک "ہوائی بم" اس شامیانے پر آکر گرا' جس کے نیچے پنڈت نہرو بیٹھے تھے۔ شامیانہ جلنے لگا اور اس کے ساتھ ہی بھگدڑ مچ گئی۔ سبھی باہر بھاگنے لگے۔ دیگر وی آئی پی لوگوں کے ساتھ پنڈت نہرو کے باڈی گارڈ بھی خوفزدہ ہو کر باہر نکل گئے۔ پنڈت نہرو کھڑے ہو کر حالات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ جلتا ہوا شامیانہ ان پر گرنے لگا۔ یہ دیکھتے ہی ہریش اس شامیانہ کی بلی پر چڑھ گیا اور اپنے اسکاؤٹنگ کٹار سے شامیانہ کا وہ حصہ کاٹنے لگا۔ ہریش کی ہمت اور پھرتی کام آئی اور پنڈت نہرو جلنے سے بچ گئے۔

شامیانہ پر بجلی کے تار بھی لٹک رہے تھے۔ آگ کے سبب وہ تار کئی جگہ سے جل کر ننگے ہو گئے تھے۔ یکایک ایک ننگے تار سے ہریش کی [illegible] ہو گئی۔ بس پھر کیا تھا' ہریش بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اسے ہوش آیا تو وہ نئی دہلی کے اروِن اسپتال کے بستر پر تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں پر پٹیاں بندھی تھیں۔ ایک دن بعد وجے دشمی تیوہار تھا۔ بابو جگجیون رام مہمان خصوصی تھے۔ ہریش نے جلے ہوئے ہاتھوں سے بابو جگجیون رام سے اپنا خصوصی انعام حاصل کیا۔

ایک دن ہریش اپنے کلاس روم میں تھا کہ اس سے انٹرویو لینے کئی صحافی آئے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ اسے بہادری کے قومی انعام سے سرفراز کیا گیا ہے۔ اس انعام کے دیتے وقت پنڈت نہرو نے کہا ــــ "اس بچے کے تعارف کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں خود اس کے کام کا چشم دید گواہ ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسی مثالی صلاحیت' سمجھ بوجھ اور حوصلہ مند بہادر بچوں کو اب ہر سال انعام سے نوازنا چاہیے۔"

اسی وقت سے ہر سال بچوں کو بہادری کے لیے قومی انعام دیے جاتے ہیں۔

(قسط نمبر ۱۰)

ادریس صدیقی

حضرت خدیجہؓ اور نامور خواتین اسلام

یوں تو دنیا میں بہت سی نامور خواتین گزری ہیں لیکن انھیں ہم حضرت خدیجہؓ کے مقابلے پر لا کر دیکھیں تو حضرت خدیجہؓ کی انفرادیت اور عظمت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے۔ دنیا کا تو ذکر ہی کیا، خود رسول اکرمؐ کے گھرانے میں ایک سے ایک نیک، پارسا اور وفاشعار خواتین موجود تھیں جن کے نام ہم آج بھی نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ لیتے ہیں۔ ان ہی میں خاتون جنت حضرت فاطمہؓ بھی شامل تھیں جن پر اپنی ماں یعنی حضرت خدیجہؓ کا گہرا سایہ پڑا تھا۔ حضرت فاطمہؓ کی نیکی، پارسائی اور خدمت گزاری سے ساری دنیا واقف ہے۔ آپؓ ایک مثالی بیٹی ایک بہترین بیوی اور ایک مقدس ترین ماں تھیں۔ آج بھی آپ مسلمان عورتوں کے لیے نظیر اور نمونے کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہؓ کا باہم موازنہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ انھیں ایک سطح پر رکھا جا سکتا ہے کیونکہ خدیجہؓ ایک عظیم ماں اور فاطمہؓ ایک عظیم بیٹی تھیں۔ ایسی ماں کی بیٹی کو ایسا ہونا ہی چاہیے اور یہ بھی حضرت خدیجہؓ کی عظمت کی ایک دلیل ہے کہ آپ نے ایسی بیٹی کو جنم دیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت فاطمہؓ نے رسولؐ پاک کی ساری زندگی خدمت کی اور آپ کا ہر حکم بجالاتی رہیں۔ حضورؐ بھی فاطمہؓ کو حضرت خدیجہؓ کی زندہ نشانی سمجھتے تھے اور آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔

ہر وہ چیز جس سے حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوتی، حضور اکرمؐ کو بے حد متاثر کرتی تھی۔ اس کا ایک یادگار واقعہ یہ ہے کہ حضورؐ کے داماد (حضرت زینبؓ کے شوہر) جب بدر میں قید ہو کر آئے تو فدیہ کی رقم ادا نہ کر سکے اور گھر کہلا بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے اپنے گلے کا ہار بھیج دیا۔ یہ وہ ہار تھا جو حضرت خدیجہؓ نے ان کے جہیز میں دیا تھا۔ حضور اکرمؐ نے یہ دیکھا تو بیتاب ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر تم سب کی مرضی ہو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دیا جائے۔ سب نے خوشی سے اس کی منظوری دے دی۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ عرصے بعد رسول اکرمؐ نے دوسرا نکاح کیا اور زندگی کے آخری دس بارہ برسوں میں کئی ممتاز عورتیں آپ کی زندگی میں داخل ہوئیں۔ انفرادی طور پر دیکھا جائے تو ہر ایک میں اپنی اپنی جگہ بہت سی خوبیاں تھیں جن میں روشن ترین نام حضرت عائشہؓ کا ہے جنھوں نے اپنی خدمت، ذہانت اور اعلا دل و دماغ کی بدولت ازواج مطہرات میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا اور جو رسول پاک ﷺ کی محبوب ترین بیوی ثابت ہوئیں۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ

کی مثال چاند سورج کی سی رہی، یعنی ایک غروب ہو جاتا ہے تو دوسرا نمودار ہوتا ہے۔

مگر حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کے زمانے میں بھی بڑا فرق ہے۔ زندگی کے ابتدائی دور میں حضورؐ کو جس حمایت، محبت اور دست گیری کی ضرورت تھی وہ حضرت خدیجہؓ کے ذریعے حاصل ہوئی اور حضورؐ نے اپنی وفاشعار اور خدمت گزار بیوی کے سہارے بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنی ساری دولت اور ساری زندگی خدا کے رسول کی مرضی پر نثار کر دی اور ایثار اور قربانی کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی۔ حضرت عائشہؓ نے اسلام کے شباب کا وہ زمانہ دیکھا جب دین کی تکمیل ہو چکی تھی یا ہو رہی تھی۔ وہ نہ صرف نیک سیرت اور نہایت خوب صورت تھیں بلکہ رسول اللہ کی اطاعت، دل جوئی اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بھی سب سے آگے تھیں۔ رسول اکرم ﷺ کی بے شمار احادیث کی راوی آپ ہیں۔ لوگ آپ سے دین کے مسئلے پوچھنے آیا کرتے تھے۔ صحابہؓ کے سامنے جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آجاتا تو اسے حضرت عائشہؓ ہی حل کیا کرتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد بھی حضرت عائشہؓ مدت دراز تک لوگوں کے لیے مشعل ہدایت بنی رہیں۔ رسولؐ اللہ کی زندگی اور آپؐ کے اخلاق و کردار کی بیشتر باتیں حضرت عائشہؓ ہی کی معرفت عام مسلمانوں تک پہنچیں۔

رسول اکرمؐ حضرت عائشہؓ سے قلبی لگاؤ رکھتے تھے لیکن وفاشعار خدیجہؓ کی محبت کے نقوش آپ کے دل پر بہت گہرے تھے۔ اس لیے حضرت عائشہؓ کے سامنے بھی آپؐ اکثر حضرت خدیجہؓ کی نیکیوں، قربانیوں اور ان کی محبت کا ذکر کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت خدیجہؓ جیسی نیک اور بزرگ خاتون کی دل کش شخصیت پر رشک آنے لگا۔

رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیویوں میں بھی سیرت و کردار کی اعلا صفات موجود تھیں، لیکن حضرت عائشہؓ کے سوا کوئی اور بیوی اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے حضرت خدیجہؓ کی سطح پر نہیں پہنچی۔ ان خواتین میں الگ الگ مختلف خوبیاں اور صفات تھیں لیکن حضرت خدیجہؓ میں یہ ساری صفات یک جا تھیں، اور آپ نے سب سے زیادہ طویل عرصہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزارا تھا۔

تاریخ انسانی پر نظر ڈالنے کے بعد بھی ہمیں کوئی ایسی عظیم عورت نظر نہیں آتی جو سیرت و کردار اور ایثار و جذبۂ قربانی میں حضرت خدیجہؓ کی ہمسری کر سکے۔ اس دنیا میں بہت سی برگزیدہ ہستیاں گزری ہیں جو نمایاں اوصاف کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی مثلاً حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی جو شوہر کے دور امتحان میں ان کے ساتھ رہیں یا حضرت ہاجرہؑ جنھوں نے اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رضا اور خواہش کے مطابق ویران بیابان میں رہنا گوارا کیا اور اللہ کی مرضی پر شاکر و صابر رہیں۔

ان کے علاوہ دو اور بزرگ عورتوں کے نام ذہن میں آتے ہیں جن میں ایک نام حضرت آسیہ اور دوسرا نام حضرت مریمؑ کا ہے۔ حضرت آسیہ مصر کے حکمران فرعون کی بیوی تھیں۔ ان کا شوہر تو خدائی کا دعوے دار تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان ہی کے دامن میں پرورش پائی اور انھوں نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں فرعون کے قہر و غضب سے محفوظ رکھا۔ بعد میں جب حضرت موسیٰؑ نے نبوت کا اعلان کیا تو وہ ایمان لائیں اور اس کی وجہ سے فرعون کے ظلم و ستم کا نشانہ بنیں۔ اسی بنا پر حضور ﷺ نے حضرت آسیہ کو دنیا کی نیک عورتوں میں شمار کیا ہے اور ان کی نیکی اور خدا پرستی کی تعریف کی ہے۔ حضرت مریمؑ کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کنواری ماں تھیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو دنیا والوں نے حضرت مریمؑ کی پاک دامنی پر شبہہ کیا اور آپ پر طرح طرح کے الزامات عاید کیے لیکن وہ معصومہ تھیں اور برابر ثابت قدم رہیں۔ آخر خود قدرت نے اور نومولود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی معصومیت اور پاک دامنی کی شہادت دی۔ اللہ کی اس نیک بندی نے راہِ حق میں بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔

اس طرح ان عورتوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں صداقت اور شرافت کا پرچم بلند کیا جس کی وجہ سے ہر مذہب و ملت کے لوگ انھیں عقیدت و عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اس دور کو سامنے رکھیں جس میں اللہ کے رسولؐ نے آنکھ کھولی تھی تو پتا چلے گا کہ اس زمانے میں ایک نہیں درجنوں فرعون تھے جو آپؐ کے خون کے پیاسے تھے، جو آپ کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتے تھے اور جنھوں نے کئی برس تک آپؐ کے تمام اہل خاندان کو قید میں رکھا اور کھانے پینے کی چیزوں سے محروم کر دیا۔ بت پرستی اور قبائلی تعصب کا دور دورہ تھا۔ خدا کا نام لینا اور خدا کا پیغام پھیلانا کوئی آسان بات نہ تھی۔ اس مشکل راہ میں حضرت خدیجہؓ نے مستقل پچیس برس تک قدم بہ قدم آپ کا ساتھ دیا۔ آپ نے دامے، درمے، قدمے سخنے ہر طرح حضورؐ کی مدد کی اور خدا نے انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کا جو بھاری بوجھ حضورؐ کے کندھوں پر ڈالا تھا، حضرت خدیجہؓ نے اپنی محبت اور رفاقت سے اس بوجھ کو ہلکا بنا دیا یا بالفاظ دیگر کارِ رسالت میں عورت کا حق ادا کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ اگر ہم اس زمانے کے ماحول کو، اس دور کی مشکلات کو اور چوتھائی صدی کے عرصے تک آپ کی خدمت گزاریوں اور قربانیوں کو سامنے رکھیں تو اندازہ ہو گا کہ آپ کا دل سمندروں کی طرح وسیع اور آپ کا عزم پہاڑوں کی طرح اٹل تھا۔ رسول اللہؐ کو تبلیغ اسلام کی مشکل منزلیں طے کرنے لیے جیسی رفیقۂ حیات کی ضرورت تھی، حضرت خدیجہؓ ہر لحاظ سے اس معیار پر پوری اترتی تھیں۔

اے۔ حمید خلائی ایڈونچر سیریز قسط نمبر ۲۱

خلائی سرنگ سے فرار

شیبا نیم بے ہوش تھی۔

سانپ کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ کسی وقت بھی کوئی خلائی آدمی اندر داخل ہو سکتا تھا۔ سانپ کے پاس شیبا کو ہوش میں لانے کی ایک ہی تدبیر تھی۔ اس نے اپنا پھن پیچھے ہٹایا۔ منہ سے گرم ہوا کی پھنکار شیبا کے چہرے پر پھینکی۔ شیبا نے ایک جھرجھری سی لی اور آنکھیں کھول دیں۔ اپنے سامنے اپنے پرانے ساتھی اور ہمدرد کالے سانپ کو دیکھا تو اسے فوراً پہچان لیا۔ وہ حیران ہو کر بولی۔

"ارے! تم یہاں کیسے آئے؟" "تمھیں میرا پتا کیسے چلا؟ ممی کا کیا حال ہے؟ عمران کہاں ہے؟"

شیبا نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ سانپ نے آہستہ سے کہا۔

"سب ٹھیک ہے۔ عمران میرے ساتھ ہی ہے۔ میں تمھیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں" شیبا اسٹریچر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کمرے میں چار طرف دیکھا اور بولی۔

"وہ لوگ کسی بھی وقت یہاں آسکتے ہیں۔ تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کہیں چھپ جاؤ۔"

ناگ سانپ نے کہا۔

"تم میری فکر نہ کرو شیبا۔ اٹھو اور میرے ساتھ ابھی یہاں سے نکل چلو۔"

شیبا نے بے بسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہاں سے کوئی باہر نہیں نکل سکتا۔ اللہ کے لیے تم اپنی جان بچا کر یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ لوگ آج رات مجھے اپنے سیارے لوٹان پر لے جارہے ہیں۔ انھوں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔"

"شیبا! تم نے حوصلہ کیوں ہار دیا۔ میں اور عمران اپنے وطن سے ہزاروں میل کا

سفر طے کر کے اس ویران علاقے میں صرف تمہاری خاطر آئے ہیں۔ ہم تمہیں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔"

دروازے کی طرف کسی کے قدم بڑھ رہے تھے۔ شیبا جلدی سے اسٹریچر پر لیٹ گئی۔ اور سانپ سے کہا۔

"چھپ جاؤ' چھپ جاؤ۔ وہ لوگ آرہے ہیں۔"

سانپ تیزی سے رینگ کر الماری کے پیچھے گیا۔ دروازہ کھلا اور ایک خلائی آدمی نیلے خلائی سوٹ میں اندر داخل ہوا۔ اس نے دروازہ بند کیا۔ ایک نظر شیبا پر ڈالی اور الماری کھول کر اس میں سے کوئی شے تلاش کرنے لگا۔ خلائی آدمی کے نیلے جوتوں والے پانو ناگ سانپ کے بالکل سامنے تھے۔ خلائی سوٹ کی پتلون کے نیچے سانپ کو خلائی آدمی کی نیلی پنڈلی تھوڑی سی دکھائی دے رہی تھی۔

سانپ کے ذہن میں تیزی سے ایک خیال چمک اٹھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اس کے ڈسنے سے خلائی آدمی ضرور مر جائے گا مگر اس نے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے سامنے دوسری کوئی تدبیر نہیں تھی۔ سانپ نے فوراً ہی اپنے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے خلائی آدمی کی پنڈلی پر اپنے نوکیلے دانت گاڑ دیے اور کافی تعداد میں اپنا مہلک زہر اس کے جسم میں داخل کر دیا۔

سانپ کا خیال تھا کہ یہ خلائی مخلوق ہے۔ اس پر شاید ہی اس کے زہر کا اثر ہو۔ مگر اس کے زہر نے خلائی آدمی کے خون کے نظام کو تہس نہس کر دیا تھا۔ وہ کھڑے کھڑے لرزا اور پھر دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ اسے گرتا دیکھ کر شیبا اسٹریچر پر اٹھ بیٹھی۔ سانپ الماری کے پیچھے سے نکل آیا اور بولا۔

"میں نے اسے ڈس دیا ہے شیبا۔ اس کو میرے زہر نے ہلاک کر دیا ہے۔ جلدی سے اٹھ کر اس کا خلائی سوٹ خود پہن لو۔ دیر نہ کرو شیبا۔ جلدی کرو۔"

شیبا کو پہلی بار وہاں سے فرار ہونے کی ہلکی سی امید نظر آئی۔ اس نے جلدی جلدی خلائی آدمی کا نیلا خلائی سوٹ پہن لیا۔ اس سوٹ کے پہننے سے چہرے کے آگے ایک نقاب آجاتا تھا جس پر نیلا شیشہ لگا تھا اور شکل آسانی سے دیکھی نہ جا سکتی تھی۔ شیبا نے خلائی آدمی کی سیاہ سڑتی لاش کو گھسیٹ کر الماری کے پیچھے ڈال دیا اور سانپ سے کہا۔ "میرے پیچھے پیچھے آنا۔ مجھے یہاں کے کچھ خفیہ راستوں کا تھوڑا بہت علم ہے۔"

شیبا نے الماری میں سے المونیم کا ایک ٹرے نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور بڑے اطمینان سے دروازہ کھول کر نیم روشن راہ داری میں آ گئی۔ سانپ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ خلائی مخلوق کے درمیان رہنے سے شیبا کو ان کے اشاروں اور ایک آدھ الفاظ سے واقفیت ہو چکی تھی۔ راہ داری میں سے وہ یوں سکون سے گزر رہی تھی جیسے کسی پہاڑی یا آپریشن روم کے راستے کوئی ضروری شے لے کر جا رہی ہو۔ یہی وہ راستہ تھا جہاں سے گزار کر اسے پہلی بار لایا گیا تھا۔ دائیں جانب مڑنے کی بجائے شیبا اس طرف ہو گئی جدھر لوہے کا دروازہ تھا اور باہر ایک خلائی گارڈ ہاتھ میں لیزر گن لیے پہرہ دے رہا تھا۔

خلائی گارڈ نے ابھی شیبا کو نہیں دیکھا تھا۔ شیبا نے ایک نظر راہ داری میں پیچھے کی طرف ڈال اور پھر سانپ سے جھک کر کہا۔

"ہمارے راستے کی شاید آخری رکاوٹ وہ خلائی گارڈ ہے۔ کیا تم اسے ختم کر سکتے ہو۔" سانپ نے دھیمی سرگوشی میں کہا۔

"وہ بچ نہیں سکے گا۔ تم اسی جگہ اندھیرے میں ٹھہرو۔"

شیبا دیوار کے ساتھ اندھیرے میں ہو گئی۔ سانپ دیوار پر چڑھ گیا اور پھر سرنگ کی چھت سے چمٹا آہستہ آہستہ رینگتا خلائی گارڈ کے پیچھے آ گیا۔ اس کے پیچھے لوہے کا دروازہ تھا۔ سانپ دروازے پر سے رینگ کر نیچے آ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ خلائی مخلوق کے نیلے سوٹ کی پتلون اور نیلے جوتوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ خالی ہوتی ہے۔ اس خلائی گارڈ کی نیلی پنڈلی بھی تھوڑی تھوڑی نظر آ رہی تھی۔ یہی سانپ کا ٹارگٹ تھا۔ وہاں سوچنے اور غور کرنے اور منصوبہ بندی کرنے کا وقت نہیں تھا۔ سانپ نے پھن اٹھایا اور خلائی گارڈ کی پنڈلی پر ڈس لیا۔ خلائی گارڈ اپنی جگہ کھڑے کھڑے ایسے کانپا جیسے کسی نے اسے ہلا دیا ہو۔ پھر دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی شیبا اس کی طرف دوڑی۔ سب سے پہلے اس کی لیزر گن اپنے قبضے میں کی اور دیوار میں لگا ایک خاص بٹن دبایا۔ آہنی دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔

شیبا نے سانپ کو اشارہ کیا اور وہ دونوں دروازے میں سے گزر گئے۔ آگے پتھر کی سیڑھیاں تھیں جو اوپر جا رہی تھیں۔ شیبا نے سانپ سے کہا۔

"اب تمھیں میری جیب میں آ جانا چاہیے آگے خطرہ ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

سانپ شیبا کے خلائی سوٹ کی جیب میں اتر گیا۔ شیبا سیڑھیاں چڑھ رہی

تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اوپر ایک بڑا کمرہ ہے جہاں خلا میں سفر کرنے والی چھوٹی اڑن تشتری رکھی گئی ہے۔ یہ اڑن تشتری خلائی سیارے اوتان سے شیبا کو لینے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ شیبا کو خلا میں لے جانے کا حکم اوتان سیارے کے گرینڈ کنگ نے دیا تھا اور شیبا کو خلائی سیارے میں لے جانے کے لیے ضروری انجکشن وغیرہ لگائے جا رہے تھے۔ شیبا خلائی سوٹ میں ملبوس بظاہر بڑے اطمینان کے ساتھ اس کمرے میں آئی اور اڑن تشتری کے قریب سے گزر کر عقبی زینے میں آ گئی۔ ایک خلائی آدمی اڑن تشتری کے سامنے والی دیوار کے پاس گن لیے کھڑا تھا۔ مگر وہ یہ سمجھا کہ یہ کوئی اپنے عملے کا ہی خلائی آدمی ہے۔ اس نے شیبا کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ شیبا دھڑکتے دل کے ساتھ زینہ اترنے لگی۔

اس زینے کے آگے اس زیر زمین خلائی اڈے کا آخری دروازہ تھا جو باہر کھلتا تھا۔ اس دروازے تک ایک تنگ راستہ جاتا تھا۔ یہاں آکر شیبا نے ایک گہرا سانس لیا اور سانپ کو جیب سے نکالا اور کہا۔

"میرے دوست! صرف ایک دروازہ باقی رہ گیا ہے۔ اس دروازے پر بھی ایک خلائی گارڈ پہرے پر ہوتا ہے۔ اسے بھی ختم کرنا ہوگا۔ اسے ختم کیے بغیر ہم یہاں سے باہر نہیں نکل سکتے۔"

سانپ نے سرگوشی میں کہا۔

"مجھے دروازے تک لے چلو۔"

شیبا زیر زمین نیم روشن تنگ راستے سے گزرتی اس جگہ آکر رک گئی جہاں لوہے کا دروازہ دیوار میں لگا ہوا تھا اور ایک خلائی گارڈ لیزر گن لیے پہرے پر کھڑا تھا۔ شیبا دیوار کے ساتھ اندھیرے میں تھی۔ اس نے سانپ کو خلائی گارڈ دکھایا اور پھر اسے چھوڑ دیا۔ اگرچہ ایک لیزر گن شیبا کے ہاتھ میں تھی مگر لیزر گن فائر کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی کیونکہ اگر اس کا نشانہ خطا ہو گیا تو خلائی گارڈ ایک سیکنڈ میں دیوار کا بٹن دبا کر وہاں خطرے کا سائرن بجا سکتا تھا اور پھر شیبا اور سانپ کا وہاں سے فرار ناممکن تھا۔ سانپ دیوار پر رینگتا خلائی گارڈ کے پیچھے آ گیا۔ یہاں سے وہ نیچے زمین پر اتر آیا۔

وہ خلائی گارڈ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ خلائی گارڈ نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور ٹہلنے لگا۔ ناگ سانپ پیچھے ہٹنے لگا تو خلائی گارڈ کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اس نے

فوراً سانپ پر اپنی گن سے فائر کردیا۔ گن میں سے نیلی شعاع نکل کر زمین پر پڑی اور وہاں شعلہ بلند ہوا۔ خوش قسمتی سے سانپ تڑپ کر دوسری طرف ہٹ گیا تھا مگر شیبا یہی سمجھی کہ گارڈ نے سانپ کو ہلاک کردیا ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی شیبا اچھل کر سامنے آگئی۔ لیزر گن دونوں ہاتھوں میں پکڑی اور نشانہ باندھ کر فوراً گارڈ پر فائر کردیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ گارڈ اپنی گن اوپر نہ اٹھا سکا۔ شعلہ اس کے سینے پر لگا اور وہ آناً فاناً وہیں بھسم ہو گیا۔ دوسرے لمحے زمین پر خلائی گارڈ کی نسواری رنگ کی راکھ پڑی تھی۔

شیبا بھاگ کر دروازے کے پاس آئی۔ اس نے سانپ کو آواز دی۔ سانپ اس کے سامنے آگیا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ تم بچ گئے۔"

شیبا نے آگے بڑھ کر دیوار کے ساتھ لگے ایک چوکور بٹن کو دبادیا۔ آہنی دروازہ اپنے آپ اوپر اٹھ گیا۔ باہر سے تازہ ٹھنڈی ہوا اور دن کی روشنی اندر آگئی۔ شیبا اور سانپ جلدی سے باہر نکل گئے۔ ان کے باہر نکلتے ہی دروازہ اپنے آپ آہستہ سے نیچے گر گیا۔ یہ دروازہ اس ویران مینار کی دیوار میں زمین کے ساتھ بنایا گیا تھا جو پہاڑی کے اوپر کھنڈر مکانوں کے احاطے کے کونے میں واقع تھا۔ احاطے میں سے گزرنے کے بجائے شیبا دوسری طرف سے پہاڑی کے نیچے اترنے لگی۔ اس نے خلائی سوٹ اتار کر اسے بغل میں دبالیا تھا اور چھوٹے بڑے پتھروں میں سے گزرتی بھاگی جا رہی تھی۔ پہاڑی کی ڈھلان اترنے کے بعد وہ چٹانوں کی طرف دوڑی کیونکہ سانپ نے اسے بتادیا تھا کہ عمران ان چٹانوں میں چھپا ہوا ہے۔

عمران کی نگاہیں بھی ویران کھنڈر مکانوں والی پہاڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک لڑکی کو چٹانوں کی سمت تیز تیز آتے دیکھا تو اوٹ سے باہر نکل آیا۔ اس نے شیبا کو پہچان لیا تھا۔ شیبا نے بھی عمران کو دیکھ لیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ عمران کے پاس آتے ہی بولی۔

"یہاں سے بھاگ چلو عمران۔۔۔ تھوڑی دیر میں خلائی مخلوق کو میرے فرار کا علم ہو جائے گا اور وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔"

عمران نے پوچھا۔ "ناگ کہاں ہے۔"

شیبا نے تعجب سے کہا۔"ناگ کون ہے؟"
عمران بولا۔"میں اپنے دوست کو ناگ ہی کہتا ہوں۔ اس نے اپنا یہی نام بتایا ہے۔"
شیبا نے جیب کی طرف اشارہ کیا۔ سانپ اس کی جیب میں سے گردن نکالے عمران کو دیکھ رہا تھا۔
"اور یہ تمھاری بغل میں کیا ہے؟"عمران نے دوسرا سوال کیا۔ شیبا نے اپنے سانس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔
"یہ خلائی مخلوق کا سوٹ ہے۔ ہمارے کام آسکتا ہے۔ اب زیادہ سوال مت پوچھو اور یہاں سے دوڑو۔۔۔"
اور وہ چٹانوں سے نکل کر پیچھے کی طرف جتنی تیز دوڑ سکتے تھے دوڑ پڑے۔ دس پندرہ منٹ میں وہ خلائی مخلوق والی پہاڑی سے بہت دور نکل گئے۔ یہاں چٹانوں کا سلسلہ ختم ہوگیا اور چھوٹے چھوٹے ٹیلے شروع ہوگئے جن پر ہری ہری جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ لیزر خلائی گن شیبا کے ہاتھ میں تھی۔ وہ دوڑے دوڑتے تھک گئی تھی۔ عمران نے کہا
"یہاں تھوڑی دیر آرام کرلو۔"
شیبا دوڑتے ہوئے بولی۔"ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں نکلے۔"اور وہ دوڑتی چلی گئی۔ آخر ٹیلوں کے علاقے سے نکل کر وہ اس جگہ پر آگئے جہاں برازیل کے گھنے جنگل شروع ہوتے تھے۔ یہاں ایک چشمے کے کنارے وہ دونوں بے سدھ ہو کر گر پڑے۔ وہ بری طرح کانپ رہے تھے' جب ان کے سانس درست ہوئے تو دونوں نے چشمے پر جاکر منہ ہاتھ دھویا۔ جی بھر کے ٹھنڈا پانی پیا اور ایک بڑی چٹان کی اوٹ میں بیٹھ گئے۔ عمران کہنے لگا۔
"میں حیران ہوں تم کیسے اس خلائی جہنم سے نکل آئیں۔"
شیبا نے سانپ کو جیب سے نکال دیا۔ سانپ ان کے سامنے گھاس پر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کا پھن اوپر اٹھا ہوا تھا۔ شیبا نے کہا۔
"اگر ہمارا دوست مدد کرنے نہیں آتا تو میں اس وقت تمھارے پاس نہ ہوتی۔"
عمران بولا۔"واقعی یہ ہمارا سچا دوست ہے شیبا۔ ہمیں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔"

سانپ نے دھیمی آواز میں کہا۔
"میں نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے۔ سچا دوست وہی ہوتا ہے جو مشکل میں اپنے دوست کے کام آئے۔ مگر تمھیں یہاں زیادہ دیر نہیں کرنا چاہیے۔ خلائی مخلوق ہمیں یہاں آکر بھی دبوچ سکتی ہے۔"
شیبا نے عمران کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔
"یہ ٹھیک کہتا ہے۔ یہ وسطی امریکہ کا ملک برازیل ہے۔ اتنا مجھے پتا چل گیا تھا۔ تم کس طرف سے ادھر آئے تھے؟"
عمران نے شیبا کو بتایا کہ وہ اور سانپ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے برازیل کے دار لحکومت برازیلیا اترے تھے اور وہاں سے خطرناک جنگلوں اور دلدلوں کا سفر کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے۔ شیبا کہنے لگی۔
"ہمیں برازیلیا کی بجائے یہاں سے ریوڈی جینرو جانا چاہیے۔ برازیلیا سے آگے سفر بے حد طویل ہے اور ہم کہیں بھی پکڑے جاسکتے ہیں۔"
"اور ریوڈی جینرو کیا محفوظ ہوگا؟" عمران نے پوچھا۔
شیبا بولی "ریوڈی جینرو برازیل کی مشرقی بندرگاہ ہے۔ وہاں سے اگر ہم کسی طرح کسی بحری جہاز میں سوار ہو جائیں تو اس ملک کو آسانی سے چھوڑ کر اپنے وطن کے لیے روانہ ہو سکیں گے۔
عمران نے کہا "لیکن ہمیں خلائی مخلوق کے اس ٹھکانے کو بھی تباہ کرنا ہے شیبا۔"
شیبا کہنے لگی "لیکن سب سے پہلے ہمیں اپنے وطن کی سرزمین اور وطن کے لوگوں کو خلائی مخلوق کے قاتل مشن سے بچانا ہے۔ ہمیں اپنے وطن میں اتری خلائی مخلوق کو ہمیشہ کے لیے نیست ونابود کرنا ہے۔ اس لیے ہمارا اپنے وطن پہنچنا بہت ضروری ہے۔" یہ بات عمران کی سمجھ میں آگئی۔ کہنے لگا۔
"ریوڈی جینرو بھی یہاں سے کافی دور ہے شیبا۔" اور اس نے نقشا کھول کر گھاس پر رکھ دیا۔ شیبا نے ایک جگہ انگلی رکھ دی اور بولی۔
"یہ برازیل کی مشرقی بندرگاہ ریوڈی جینرو ہے۔ یہ ایک ماڈرن شہر بھی ہے مگر ہمارے پاس کافی رقم ہونی چاہیے کیونکہ بحری جہاز کا کرایہ بہت زیادہ ہوگا۔"
عمران بولا "روپے کی تم فکر نہ کرو۔ یوں سمجھ لو کہ میرے لاکھوں ڈالر بینک میں جمع ہیں اور اس بینک کی شاخیں دنیا کے ہر شہر میں موجود ہیں۔"

"یہ لاکھوں ڈالر کہاں سے آگئے؟" شیبا نے تعجب سے پوچھا۔ عمران نے سانپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سب ہمارے دوست کا کرشمہ ہے۔ مگر یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ اب ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

شیبا نے خلائی گن عمران کو دیتے ہوئے کہا۔

"اسے تم اپنے پاس چھپا کر رکھ لو۔"

عمران نے خلائی گن کو غور سے دیکھا اور جیب میں رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ تم نے اچھا کیا جو خلائی سوٹ کے ہمراہ اسے بھی وہاں سے لے آئی۔ یہ ہمارے کام آسکتے ہیں۔"

عمران نے برازیل کے نقشے پر آخری نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"اس وقت ہم ملک کے مشرقی علاقے پاپولوس کے پہاڑی سلسلے میں ہیں۔ یہاں سے ہمیں گھنا جنگل اور دریائے آمیزن عبور کر کے پاپولوس شہر پہنچنا ہوگا۔ وہاں سے ہمیں ریوڈی جینرو کے لیے ہوائی جہاز مل سکے گا۔"

شیبا نے کہا۔ "یہ جنگل دنیا کے گنجان ترین اور خطرناک ترین جنگل ہیں۔ یہاں دلدلیں بھی ہیں اور مگرمچھ بھی ملیں گے۔"

عمران بولا۔ "لیکن ہمیں ان خطرناک جنگلوں سے گزرنا ہی پڑے گا۔ دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

عمران نے نقشا چمڑے کے بٹوے میں لپیٹ کر رکھا۔ سانپ کو اپنی جیکٹ کی بڑی جیب میں رکھا اور پھر وہ اور شیبا اللہ کا نام لے کر برازیل کے جنگلوں کے خطرناک سلسلے میں داخل ہوگئے۔ یہ جنگل اتنے سرسبز اور گنجان تھے کہ سورج کی روشنی بڑی مشکل سے نیچے تک پہنچ رہی تھی۔ وہ شام تک چلتے رہے۔ جب اندھیرا زیادہ گہرا ہوگیا تو انھوں نے ایک جگہ رات بسر کرنے کے لیے زمین صاف کی۔ وہاں کیلے کے پتے کاٹ کر بچھا دیے۔ جنگلی کیلوں کے بے شمار درخت اگے ہوئے تھے۔ انھوں نے پیٹ بھر کیلے کھائے۔ قریبی ندی پر جا کر پانی پیا اور آرام کرنے لگے۔ سانپ نے کہا۔

"تم لوگ سو جاؤ۔ میں تمھاری حفاظت کروں گا۔" ایک طرف شیبا اور دوسری طرف عمران زمین پر سوگئے۔ وہ سخت تھکے ہوئے تھے۔ انھیں بہت جلد نیند نے آگھیرا۔ سانپ ایک طرف ہٹ کر پہرہ دینے لگا۔ رات گہری ہوتے ہی جنگل میں

روں کی آوازیں بند ہو گئیں اور ایک خوفناک قسم کا سناٹا چھا گیا۔ سانپ ہر
ف سے چوکس رہ کر پہرہ دیتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ شیبا اور عمران بیدار
گئے۔ انھوں نے چشمے پر جا کر وضو کیا۔ نماز پڑھی اور اللہ سے اپنی کامیابی کے
ے دعا مانگی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ تین دن کے دشوار گزار پر خطر سفر کے
شیبا اور عمران پاپولوس پہنچ گئے۔

پاپولوس اگرچہ ایک چھوٹا شہر تھا یہاں ایک ہوائی اڈہ بھی تھا اور بینک اور
بصورت ہوٹل بھی تھے۔ یہاں پہنچتے ہی عمران نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ
نک سے کچھ ڈالر نکلوائے۔ اپنے اور شیبا کے لیے ریڈی میڈ کپڑے خریدے۔ پھر
ات کی پرواز سے پاپولوس سے ریوڈی جنیرو کے لیے ہوائی جہاز میں دو نشستیں
ک کروالیں۔ سانپ ان کے ساتھ ہی تھا۔ وہ عمران کے سفری تھیلے میں چھپا دیا گیا
تھا۔ ایئرپورٹ پر معمولی سی چیکنگ ہوئی اور سانپ کا کسی کو پتا نہ چل سکا۔ تین گھنٹے کی
پرواز کے بعد رات کے دو بجے وہ برازیل کے عالیشان جدید بندرگاہی شہر ریوڈی
جنیرو پہنچ گئے۔ یہ شہر نیویارک کی یاد دلاتا تھا۔ ہر طرف روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔
کشادہ سڑکوں پر کاروں کی قطاریں جاری تھیں۔ جگہ جگہ ہائی رائز یعنی بلند
وبالا عمارتیں کھڑی تھیں۔ یہاں ایک ہوٹل میں انھوں نے ساتھ ساتھ دو کمرے
لے لیے اور کھانا کھانے کے بعد سو گئے۔ دوسرے دن شیبا بھی تیار ہو کر عمران کے
کمرے میں آ گئی۔ عمران ابھی ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تھا۔ شیبا نے کمرے کی شیشے کی
دیوار کے آگے پردہ کھینچ دیا اور بولی۔

"عمران! یہ پردہ نہیں ہٹانا تھا۔ ہم ابھی خطرے سے باہر نہیں ہوئے۔ خلائی
مخلوق ضرور ہمارا پیچھا کر رہی ہو گی۔"

عمران بولا۔ "اسی لیے میں نے تمھارے آنے سے پہلے بحری جہاز والوں کی
کمپنی سے معلوم کر لیا ہے کہ ان کا جاپان کی طرف جہاز کب جائے گا۔"

"پھر کیا کہا انھوں نے؟" شیبا نے پوچھا۔ عمران نے کہا "وہ کہتے ہیں کہ یہ
جہاز اگلے ہفتے جانے والا ہے اور ممبئی رک کر جائے گا۔ ہمیں اس جہاز میں سفر کرنا ہو گا۔
ہم ممبئی اتر جائیں گے۔"

شیبا نے کہا "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہمیں ٹکٹ خرید کر سیٹیں بک کروالینی
چاہییں۔"

عمران پیالیوں میں چائے ڈالتے ہوئے بولا۔
"جہاز والے کہتے ہیں سیٹیں دو دن پہلے بک ہوں گی اور ٹکٹ بھی اسی دن ملیں گے۔"
"کوئی بات نہیں۔" شیبا نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "لیکن عمران اس دوران ہمیں ہوٹل سے بہت ہی کم باہر نکلنا ہوگا۔ تم خلائی مخلوق کی بے پناہ سائنسی طاقت سے واقف نہیں ہو۔ مجھے تو یہ بھی ڈر ہے کہ ان کا راڈار ہمیں کمپیوٹر پر دیکھ رہا ہے۔"
عمران نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔
"اگر ایسی بات ہوتی تو وہ اب تک ہمیں گرفتار کر چکے ہوتے۔ ضرور کوئی ایسی بات ہے کہ وہ اپنے زیر زمین خلائی ٹھکانے سے باہر نہیں نکلتے۔ اب تک تو انھیں یہاں ہمارے پیچھے آجانا چاہیے تھا۔" شیبا کچھ سوچتے ہوئے بولی۔
"اب مجھے یاد آتا ہے کہ خلائی مخلوق ہماری دنیا کی روشنی میں آتے ہوئے گھبراتی ہے۔ اس برازیلی خفیہ زیر زمین خلائی اسٹیشن کا انچارج شوگن چیف خلائی آدمی ہے۔ یہاں اس کے علاوہ سات خلائی اسسٹنٹ بھی ہیں۔ خلائی گارڈ ان کے علاوہ ہیں۔ ایک بار مجھے یاد ہے کہ شوگن چیف اپنے ساتھی سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ آپس میں کمپیوٹر سگنل سے بات کر رہے تھے جنھیں میں سمجھ لیتی ہوں اور تم بھی سمجھتے ہو۔ یہ ماڈم لینگویج تھی۔"
"وہ کیا باتیں کر رہے تھے؟" عمران نے شیبا کی طرف چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ شیبا بولی۔
"ان کی باتوں سے صرف ظاہر یہ ہوتا تھا کہ وہ ہماری دنیا کے سورج کی دھوپ اور اس کی روشنی کی معمولی سی تابکاری کو بھی زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے انھوں نے یہاں بھی اور ہمارے ملک میں بھی زمین کے اندر اپنے خفیہ خلائی اڈے بنائے ہیں۔ وہ رات کے وقت آسانی سے باہر کی فضا میں آسکتے ہیں مگر دن کے وقت وہ سورج کی روشنی میں آنے سے گھبراتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے یہاں تک ہمارا پیچھا نہیں کیا لیکن وہ اپنی جدید ترین اور ترقی یافتہ خلائی سائنس کی مدد سے ہمیں کہیں سے بھی اغوا کر سکتے ہیں۔"
عمران نے مسکرا کر کہا "چائے پیو شیبا بہن! ٹھنڈی ہو جائے گی۔" اور شیبا چائے کے ہلکے ہلکے گھونٹ بھرنے لگی۔ (جاری)

بیگم طیبہ قدوائی
۱۹ امہنیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶

عجیب بادشاہ

کسی جنگل میں ایک لومڑی رہتی تھی بڑی مکار بڑی لالچی ہمیشہ دوسروں کی چیز پر نظر رکھتی۔ پیٹ بھرا ہو تب بھی اس کے منہ سے رال ہی ٹپکتی۔

ایک دن اس نے سنا کہ جنگل سے دور ایک گانو میں میلا لگا ہے وہاں طرح طرح کے پکوان پکے ہیں۔ پکوان کی قسمیں سن کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور اپنے ساتھیوں کو بتائے بغیر وہ چپکے سے کھسک گئی اور سیدھی گانو جا کر دم لیا۔

میلے میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ یہ ہجوم یہ بھیڑ بھاڑ دیکھ کر اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ مارے ڈر کے وہ ایک کونے میں چھپ گئی واپس جانا چاہا مگر لالچ نے پانو روک لیے اور کچے مکانوں کی اوٹ میں لوگوں کی آنکھوں سے بچتی بچاتی دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگی۔ بڑھتے ہوئے جانے اس کے جی میں کیا آئی کہ اس نے ایک مکان کے اندر چھلانگ لگا دی اور ایک چھوٹے سے حوض میں جا گری۔ یہ مکان ایک رنگ ریز کا تھا اور جس حوض میں لومڑی گری تھی وہ پکے رنگ سے بھرا ہوا تھا لومڑی اس حوض سے جوں کی توں نکلی اور دم دبائے جنگل کی طرف بھاگ گئی۔ اس کی رنگی ہوئی کھال دھوپ میں چمک رہی تھی۔ یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر اسے ایک بات سوجھی اور پھر وہ سینہ پھلائے گردن اکڑائے اس طرح چلنے لگی جیسے جنگل کی بادشاہت اسی کی ہے۔ راستہ میں اسے ایک شیر ملا۔ شیر نے لومڑی کا نیا رنگ دیکھا تو اسے پہچان نہ سکا اور ڈرتے ہوئے بہت ادب سے پوچھا جناب عالی کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

مکار لومڑی نے کہا میں تمہارا بادشاہ ہوں بادشاہ! شیر نے حیرت سے کہا بادشاہ! لومڑی نے رعب سے بھرپور لہجہ میں کہا۔ ہاں میں بادشاہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس جنگل میں بھیجا ہے تاکہ میں تم سب پر حکومت کروں!

شیر تھر تھر کانپنے لگا۔ اسے یقین آگیا کہ یہ عجیب و غریب جانور یقیناً ہمارا بادشاہ ہے

اب شیر آگے آگے اپنی دم سے راستہ صاف کرتا جاتا اور لومڑی اکڑ کر قدم بڑھاتی جاتی یہاں تک کہ دونوں ایک کھلے مقام پر پہنچ گئے جہاں ہاتھی، چیتا، گینڈا، شیر اور دوسرے کئی جانور جمع تھے۔

شیر نے میدان میں پہنچ کر گرجتے ہوئے اعلان کیا۔ دوستو! ساتھیو! اور بھائیو! خدا نے ہمارے لیے نیا بادشاہ بھیجا ہے۔ باادب باملاحظہ ہوشیار۔۔۔ بادشاہ سلامت کی سواری آرہی ہے۔ تمام جانوروں نے چونک کر دیکھا اور دیکھتے ہی رہ گئے۔ واقعی انھوں نے ایسا جانور کبھی نہ دیکھا تھا لومڑی جوں ہی تخت پر بیٹھی۔ شیر بڑے ادب سے آگے بڑھا سات بار جھک کر فرشی سلام کیا اور پھر نئے بادشاہ کے حضور میں تاج پیش کرتے ہوئے کہا حضور یہ تاج میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اور جب لومڑی کے سر پر تاج رکھا گیا تو بادشاہ سلامت زندہ باد کے نعروں سے سارا جنگل گونج اٹھا۔ اس کے بعد تمام جانوروں نے اپنی نذریں پیش کیں۔ جب یہ سب ختم ہوگیا تو ایک جلوس نکالنے کا پروگرام بنایا گیا۔ اور اس کے انتظامات بھی شروع کر دیے گئے۔ شیر نے نئے بادشاہ کا جھنڈا اٹھایا، چیتے نے چھاتا تھام لیا، ایک لومڑی نے بگل بجانا شروع کیا۔ ریچھ دف بجانے لگا اور مکار لومڑی نیا بادشاہ بن کر ہاتھی کی پیٹھ پر سوار ہوگئی۔ جنگلی جانوروں نے پریڈ کی، پرندوں نے خوش آمدید کے نغمے سنائے، چاروں طرف سے پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ آخر بڑی دھوم دھام کے بعد نئے بادشاہ کا جلوس محل میں پہنچ کر ختم ہوا اور نگین لومڑی نے محل کی بالکنی میں کھڑے ہو کر ہزارہا جانوروں کو نعروں کی گونج میں اپنی دم ہلا کر الوداع کہی۔

دن گزرتے رہے اور نیا بادشاہ نئے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ ایک دن جبکہ وہ محل کی کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا تو اسے دور سے ایک پہاڑ دکھائی دیا۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا سا غار ہے جہاں اس کی ماں رہتی ہے۔ ماں کا خیال آتے ہی اس نے وزیر کو بلا کر حکم دیا کہ فوراً ایک خط لکھو کہ پیاری ماں آؤ ہمارے پاس اس محل میں رہو ہمیں تمھارا انتظار ہے۔ ہم ہیں تمھارے پیارے بیٹے بادشاہ سلامت۔ یہ خط ایک بندر کو دیا گیا جو بتائے ہوئے پتے پر اسی غار پر پہنچ گیا جہاں بوڑھی لومڑی رہتی تھی۔ بندر نے دروازہ کھٹکھٹایا تو بوڑھی لومڑی باہر آئی بندر نے اسے خط دیا تو بوڑھی لومڑی چکرا گئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا بیٹا بادشاہ کیسے بن گیا؟ اس نے بندر سے پوچھا تمھارا بادشاہ کیسا ہے؟ کیا مغرور ہے؟ بندر نے جواب دیا شکل صورت میں تو آپ سے ہی ملتے ہیں پر کھال کا رنگ بہت شوخ

اور چمکیلا ہے جو کوئی دیکھتا ہے دنگ رہ جاتا ہے۔ ہاتھی، گینڈا، چیتا، شیر تک ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ ہمیں تو وہ پوچھتے تک نہیں۔ یہ سن کر بوڑھی لومڑی نے کھانستے ہوئے کہا تو جاؤ پھر میں ایسے گھمنڈی کے ساتھ کیسے رہ سکتی ہوں جسے اپنے بھائی بندوں کا بھی خیال نہیں۔

بندر نے واپس پہنچ کر سارا ماجرا کہہ سنایا اور پھر سب کو اس نے بتایا کہ یہ بادشاہ سلامت لومڑی کی اولاد ہیں لیکن کسی نے بھی اس کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ سب نے کہا یہ ٹھیک ہے کہ شکل صورت لومڑی جیسی ہے لیکن کھال کا وہ شوخ اور چمکیلا رنگ لومڑی کا سا نہیں ہے۔ لیکن ایک لومڑی کو خیال آیا کہ چلو ذرا اس بات کا پتا تو چلائیں کہ اصلیت کیا ہے؟ ساری لومڑیوں نے طے کیا کہ ہم سب مل کر ایک ساتھ چیختے ہیں اگر بادشاہ لومڑی ہوا تو وہ بھی ضرور چیخے گا۔ اس فیصلہ کے ہوتے ہی جنگل کی سب لومڑیاں ایک ساتھ چیخنے چلانے لگیں۔ اس وقت مکار لومڑی بادشاہ کے روپ میں ہاتھی کی پیٹھ پر سوار تھی۔ اس نے یہ آوازیں سنیں تو وہ بھی بے اختیار چلانے لگی۔ آواز سن کر ہاتھی سب سمجھ گیا اور بڑے کان ہلاتے ہوئے سونڈ اٹھائی اور لومڑی کو اس میں جکڑ کر پٹخ دیا اور بولا مکار لومڑی بادشاہ بنی سب کو الو بناتی ہے۔ مکار لومڑی وہاں سے جان بچا کر ایسی بھاگی کہ پھر کبھی اس جنگل میں نظر نہیں آئی۔

دعا

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

تفسیر

کیسی اچھی دعا ہے۔ مسلم کا دین اور مسلم کی دنیا دو الگ الگ چیزیں نہیں۔ خوب کھاؤ۔ کماؤ۔ کھیلو۔ پھولو۔ مگر یہ خیال رکھو کہ تم اللہ کے بندے ہو کوئی قدم اس کی مرضی کے خلاف نہ اٹھے۔ اگر تم یہ سوچ کر کھیلو کہ کھیلنے سے جو قوت حاصل ہوگی اس سے تم اپنے ماں باپ، بھائی، بہن اور اپنے پرائے کی خدمت کروگے تو یقین کرو کہ یہ کھیل تمھارا دین میں داخل ہے۔ ہاں اگر کھیل میں ایسے محو ہوئے کہ وقت کا کوئی ضروری فرض چھوٹ گیا تو یہ کھیل شیطانی ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "دنیا آخرت کی کھیتی ہے"

خدایا تو ہم سب کو اپنا بنا اور دنیا و آخرت دونوں جہان میں ہم کو سرخرو کر۔ آمین۔

انیس الرحمٰن

ٹیبل ٹینس

قواعد اور ضوابط کے آئینہ میں

ٹیبل ٹینس کا کھیل انفرادی اور اجتماعی دونوں طریقوں سے کھیلا جاتا ہے۔ انفرادی مقابلے کو "سنگلز" اور ٹیم مقابلے کو "ڈبلز" کہا جاتا ہے۔ ٹیبل ٹینس کے مقابلے عام طور پر انڈور ہوتے ہیں جس چیز کے ذریعے یہ کھیل کھیلا جاتا ہے اسے عام طور پر "ریکٹ" کہا جاتا ہے لیکن اس سلسلے میں بیٹ اور پیڈل کے نام بھی مستعمل ہیں۔ ٹیبل ٹینس کھیلنے کے لیے ریکٹ کے علاوہ گیند، ٹیبل اور نیٹ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

ریکٹ

ریکٹ کسی بھی سائز اور شکل کا ہو سکتا ہے لیکن اس کا بلیڈ لکڑی کا ہونا چاہیے جو مکمل طور پر برابر موٹائی کا ہو۔ ریکٹ کی ایک جانب کسی ایک ہی گہرے رنگ کی ہونا ضروری ہے۔ بین اقوامی مقابلوں میں ریکٹ کی ایک جانب کا رنگ سرخ اور ایک جانب کا سیاہ ہونا ضروری ہے۔ ریکٹ کا بلیڈ دو ملی میٹر کی ربڑ کی تہہ (جو کہ سادہ اور دانے دار ہو سکتی ہے) سے کور کیا جا سکتا ہے۔

گیند

ٹیبل ٹینس کی گیند کے لیے ضروری ہے کہ وہ سیلولائیڈ یا اسی قسم کی پلاسٹک کی بنی ہوئی ہو۔ رنگ سفید یا پیلا ہو سکتا ہے۔ گیند کا وزن مجموعی طور پر ۲ء۵ گرام ہونا ضروری ہے جبکہ اس کا قطر ڈیڑھ انچ یعنی تقریباً ۳۸ء۲ ملی میٹر ہونا چاہیے۔

ٹیبل

ٹیبل ٹینس کے کھیل میں استعمال ہونے والی ٹیبل یعنی میز کسی بھی چیز کی بنی ہوئی ہو سکتی ہے لیکن عموماً اس کے لیے لکڑی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک معیاری ٹیبل کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک معیاری ٹیبل ٹینس کی گیند کو ۳۰ سینٹی میٹر کی بلندی سے گرائے جانے پر ۲۳ سینٹی میٹرز کا باؤنس (اچھال) دے۔ ٹیبل کی مجموعی لمبائی ۹ فٹ یعنی تقریباً ۲ء۷۴ میٹرز اور چوڑائی پانچ فٹ یعنی تقریباً ۱ء۵۲ میٹرز ہوتی ہے ٹیبل کے اطراف میں دو سینٹی میٹرز کا ایک نشان ہوتا ہے جو کھیل کے میدان میں شامل نہیں ہوتا۔ ٹیبل کی زمین سے اونچائی ڈھائی فٹ یعنی تقریباً ۷۶ سینٹی میٹرز ہوتی ہے۔ ڈبلز کے لیے ٹیبل کو متوازی طور پر دو حصوں میں جو آپس میں برابر ہوتے ہیں ایک تین ملی میٹرز کی لائن سے منقسم کیا جاتا ہے جو عموماً سفید رنگ کی ہوتی ہے۔

نیٹ

ٹیبل کو درمیان سے دو برابر حصوں میں تقسیم کرنے کے لیے نیٹ کا استعمال کیا جاتا ہے اس طرح حاصل ہونے والے ٹیبل کے ہر دو حصے "کورٹ" کہلاتے ہیں۔ نیٹ کی مجموعی لمبائی ۱ء۸۳ میٹرز اور چوڑائی ۱۵ء۲۵ سینٹی میٹرز یعنی تقریباً چھے انچ ہوتی ہے۔ نیٹ، ٹیبل سے اپنی اونچائی کے برابر باہر نکلا ہوا ہوتا ہے۔

گیم

ایک گیم چاہے وہ سنگل ہو یا ڈبل ۲۱ پوائنٹس تک محدود ہوتا ہے یعنی جو کھلاڑی یا ٹیم پہلے ۲۱ پوائنٹس اسکور کرلے وہ فاتح ہوتار ہوتی ہے۔ اگر کسی موقع پر دونوں ٹیموں کا اسکور یکساں طور پر ۲۰ ہو جائے تو پھر فاتح کا فیصلہ کرنے کے لیے دو پوائنٹس کی برتری ضروری ہوتی ہے۔

میچ

ایک میچ "بیسٹ آف تھری" یا "بیسٹ آف فائیو" کی بنیاد پر کھیلا جاتا ہے پہلے میں پہلے دو گیمز جیتنے والا اور دوسرے میں پہلے تین گیمز جیتنے والا فاتح ہوتا ہے۔ کوئی بھی کھلاڑی یا ٹیم ہر دو متواتر گیمز کے دوران میں دو منٹ کے وقفے کی درخواست کر سکتے ہیں۔

سروس

گیند کو پہلے ہٹ کرنے کے عمل کو سروس کہتے ہیں جس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ سروس کرنے والا شخص گیند کو اپنی ہتھیلی پر اس طرح رکھتا ہے کہ اس کی انگلیاں آپس میں جڑی ہوئی ہوتی ہیں اور انگوٹھا آزاد ہوتا ہے۔ ہتھیلی کا اس موقع پر ٹیبل سے اونچا ہونا، سیدھا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ گیند کو چھپانا ہتھیلی کو پیالے کی شکل میں رکھنا غلط ہے۔ ریکٹ سے گیند کو ہٹ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اسے کم از کم ۱۶ سینٹی میٹر کی بلندی تک اچھالا جائے۔ ریکٹ کے ذریعے گیند کو ہٹ کرنے کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ گیند پٹ سروس کرنے والے کے کورٹ میں گرے اور پھر نیٹ کے اوپر سے ہوتی ہوئی مخالف کے کورٹ میں اس طرح گرے کہ ایک ٹپہ کھانے کے بعد اس کا رخ سروس وصول کرنے والے کے کورٹ سے باہر کسی ایک طرف ہو۔ ان تمام قوانین پر عمل کی صورت میں یہ ایک "صحیح سروس" ہوگی۔ سروس کے دوران اگر سروس وصول کرنے والے کے کورٹ میں گیند ایک سے زائد ٹپہ کھا جائے تو یہ صحیح سروس شمار نہیں کی جائے گی۔

سروس کی واپسی

سروس کی "صحیح واپسی" (ریٹرن) کے لیے ضروری ہے کہ سروس وصول کرنے والا گیند کو اس طرح ہٹ کرے کہ گیند نیٹ کے اوپر سے ہوتے ہوئے (بغیر سروس وصول کرنے والے کے کورٹ میں مزید ٹپہ کھاتے ہوئے) سروس کرنے والے کے کورٹ میں گرے۔ نیٹ سے لگنے کی صورت میں بھی سروس کی واپسی درست سمجھی جائے گی۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ گیند مخالف یعنی سروس کرنے والے کے کورٹ میں گرے۔

اطراف کا انتخاب اور پہلے سروس کرنے کا حق

ٹاس کا فاتح اس بات کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہوتا ہے کہ وہ پہلے سروس کرنا چاہتا ہے یا کسی ایک سمت کا انتخاب۔ کسی ایک حق کے استعمال کی صورت میں ٹاس ہارنے والا دوسرا حق استعمال کرتا ہے۔

ریلی

وہ وقت جس کے دوران گیند کھیل میں مصروف عمل ہو اور دونوں جانب سے گیند "صحیح" واپس کی جا رہی ہو "ریلی" کہلاتی ہے۔ ریلی کے دوران (الف) گیند کو بغیر ٹپے کے

(باقی صفحہ ۷۰ پر)

آدھی ملاقات

☆ آپ کو اور عاصی کرنالی صاحب کو مبارک ہو کہ ہمارے اسکول میں جنوری ۹۸ء سے "حمد" نقش ترا فزوں فزوں روزانہ پڑھی جارہی ہے۔ جو دسمبر ۹۷ء کے پیام تعلیم میں شائع ہوئی ہے۔ اور انشاء اللہ فروری سے جنوری ۹۸ء کے شمارے میں جو دعا اور گیت ہے وہ شروع کریں گے۔۔۔ خاص طور سے ایسے کلام پر اعراب کا اہتمام صحت تلفظ کے لیے کیا جائے تو سونے پر سہاگا ہوگا۔

ایس۔ ایف۔ رحمٰن نادر، کلب

☆ ماہ دسمبر ۱۹۹۷ء کا رسالہ ۵ر دسمبر کو وصول ہوا۔ بے حد پسند آیا۔ جاگو اور جگاؤ تو پورے رسالے کی جان ہے ویسے حکیم صاحب کے نسخے بھی بہت اچھے لگتے ہیں۔

ایس۔ جی۔ کہکشاں، مصری گنج، حیدر آباد

پیام تعلیم پڑھا۔ مجھے بہت پسند آیا۔ میں یہ رسالہ جاری [1] کرانا چاہتا ہوں آپ یہ رسالہ جاری کردیں گے تو آپ کا بہت بہت شکر گزار ہوں گا۔

سید احمد رشید حسنی، تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی

نومبر کے پیام تعلیم میں میرا بھیجا ہوا شعر شائع شدہ نظر آیا دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ دل سے دعائیں نکلیں۔ اس شمارے کے اندر سب مضامین اچھے لگے خاص طور پر متفرق۔

شکیل احمد کمہاری، مقام۔ ساروکی، ضلع بھاگلپور

نومبر کا رسالہ اپنی خوبیوں کے ساتھ جھومتا ہوا موصول ہوا لہٰذا تمام کہانیاں پسند آئیں خاص کر۔ اے حمید کی ایڈونچر سیریز قسط نمبر ۱۸۔ تمام پیامی بہن بھائیوں کو نیا سال مبارک ہو۔

منصور احمد، آستانہ۔ بھیرہ ولید پور

پیام تعلیم دستیاب ہوا بہت ہی عمدہ رسالہ ہے۔ اس کی تمام کہانیاں لاجواب ہیں اس خاصیت کی وجہ سے مجھے اس کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ تقریباً دو سال سے میں یہ رسالہ پڑھ رہا ہوں۔ میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ دسویں جماعت کے بعد بچوں کو کیا کرنا ضروری ہوتا ہے اگر آپ پیام تعلیم میں شامل کریں تو بچوں کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔

محمد ذاکر حسن، سلطان پور، بلڈانہ

ماہ نومبر کا پیام تعلیم ذرا تاخیر سے نظر نواز ہوا جس کے تمام مضامین قابل دید و داد ہے خاص کر "آہ رے کرکٹ واہ رے کرکٹ" اور ہم آپ کے غم میں شریک ہیں" پڑھ کر دست بدعا ہوئے کہ اللہ رب العزت ان تمام لوگوں کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت کرے۔

عابد علی اعظمی، چھپیا حسین آباد

نومبر کا پیام تعلیم ڈاک کے ذریعہ ملا پڑھ کر بے حد خوشی ہے۔ یہ رسالہ اردو زبان کی خدمت میں ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ یہ

[1] سالانہ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں۔

رسالہ اور مقبول ہو۔

محمد اشرف علی، کلکتہ

ماہ دسمبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی خاص طور سے (کرکٹ کی دنیا میں پہلی بار) بہت پسند آیا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے میرا لطیفہ شائع کر کے میری ہمت بڑھائی۔

قاضی ریان احمد مبارک پوری، اعظم گڑھ

ماہ دسمبر کا پیام تعلیم ملا۔ اپنا نام "قلمی دوستی" اور "آدھی ملاقات" میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس کا بہت بہت شکریہ۔

پیام تعلیم سے ہمیں بہت سی نئی معلومات حاصل ہوتی ہے۔ اس ماہ کے بھی تمام مضامین پسند آئے خاص کر واجد رضا کا مضمون "کرکٹ کی دنیا میں پہلی بار" بہت پسند آیا۔ میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ یہ رسالہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین!

کلثوم خاتون، کانکی تارہ

ہر گھر کو خوشبو سے مہکانے والا پیام تعلیم پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ سبھی کہانیاں اچھی لگیں۔ پیام تعلیم پڑھے بغیر چین نہیں ملتا۔ پیام تعلیم واقعی ایک اچھا رسالہ ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ رسالہ سورج اور چاند کی طرح چمکتا رہے۔ آمین!

عبدالسمیع بارہ امام نانڈیڑ

ماہ اکتوبر کے شمارہ میں اپنا نام آدھی ملاقات میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

میں تو یہ سمجھتی تھی کہ آپ اس ناچیز کا نام نہیں چھاپیں گے۔ مگر جب میری نظر آدھی ملاقات پر پڑی تو میں بہت خوش ہوئی۔ میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ اس رسالے میں چار چاند لگ جائیں۔

شمشاد بیگم ناز، ترہت فارما اور بھنگہ، بہار

میں پیام تعلیم کا مئی ۹۷ء سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے پیام تعلیم کے سب ہی کالم بہت پسند آئے۔ اگست کا پیام تعلیم ملا ۱۵ر اگست (جذباتی تقریر) بہت پسند آئی۔ بہن انیسہ ناز کو خصوصی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

محمد صابر ارشد، اسلام پورہ، مالیگاؤں

میں پیام تعلیم دو سال سے پڑھ رہا ہوں ویسے تو میں بہت سے رسالے پڑھتا ہوں مگر ان سب رسالوں سے بہترین اور سبق آموز رسالہ پیام تعلیم ہی ہے۔

احمد بیگ، ناندورہ

ہم ان سارے بھائی بہنوں کی خدمت میں نئے سال کی پر تپاک مبارکباد پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں جو ہمارے محبوب و مرغوب رسالہ "پیام تعلیم" کی توقیر قائم رکھنے میں اپنا حصہ ادا کر رہے ہیں۔

ایک شجر ایسا محبت کا لگایا جائے
جس کا ہمسایہ کے آنگن میں بھی سایہ جائے

انیسہ ناز شیخ ساجد، اسلام پورہ کاسودہ، مالیگاؤں

خط لکھنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ میں پیامی بھائیوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں یعنی میں پیام تعلیم اپنے گھر جاری کرانا چاہتا ہوں۔ جب

میرے ایک دوست کے ہاتھ میں اس انمول کتاب پر نظر پڑی تو میں اس کے عنوانات اس کے لطیفے اور اس کے مضامین اور بیرونی واندرونی دل کش تصویروں میں محو ہو گیا۔ ل

افسر علی، رائے کل کریم گر

ماہ اکتوبر کے شمارہ کے ٹائٹل پر چھوٹے بھائی محمد اختر کی تصویر دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ محلے والوں کو دکھائی اور اپنے اسکول میں بھی لے کر گیا۔ لیکن میرے پاس ایجنسی کی ۱۰ کاپیاں آتی ہیں اور دس کی دس خریدار لے لیتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ ماہ اکتوبر کے شمارے کی صرف ایک کاپی مجھے ضرور ارسال فرمائیں۔

محمد ارشد مالیر کوٹلہ، سنگرور، پنجاب

میں تقریباً ایک سال سے پیام تعلیم کا مطالعہ کر رہا ہوں جب بھی یہ رسالہ میرے ہاتھوں میں آتا ہے تو میرا دل بلیوں اچھلنے لگتا ہے اور جب اسے پورا پڑھ لیتا ہوں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ میرے گھر میں سبھی لوگ اسے بہت پسند کرتے ہیں اس کا ہم سب کو بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔

سکندر بیگ بے محلہ مانڈوہ ضلع تھانہ

"پیام تعلیم" کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا پڑھ کر خوشی ہوئی۔ اس پر آشوب دنیا میں اردو زبان میں اتنا بہترین رسالہ نکال کر آپ نے اردو دوست ہونے کا جو ثبوت دیا ہے اسے بیان شاید ہی فراموش کر پائیں۔

سعد اللہ ناصر، ابابکر پور، ویشالی

دسمبر کا پیام تعلیم ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس سے پہلے ماہ میں میں نے آپ کی خدمت میں شعر بھیجا تھا تو آپ نے شائع نہیں کیا لیکن آدھی ملاقات میں میرا نام آیا اپنا نام دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی اور ساتھیوں کو مٹھائی کھلانا پڑی۔

حافظ عبد الصمد شجاع، ارریہ، بہار

پیام تعلیم میں نے اپنے دوست سے مانگ کر پڑھا۔ جب میں نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا تو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور اس کی تعریف اس چھوٹے سے کارڈ میں کرنا بہت مشکل ہے۔

محمد فاروق مارول بیاول (جھالاوس)

پیام تعلیم ملا پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ نے میرا لطیفہ شائع کیا اس کا بہت بہت شکریہ۔

قاضی ریان احمد، مبارک پور

پیام تعلیم کے سبھی کالم بے حد پسند آئے۔ سب سے زیادہ طلسماتی آئینہ۔ قسط وار۔ کالا جنگل نیلی موت۔ اقوال زریں گدگدیاں پسند آئے۔

ایم سالک اعظم چوکنار ریہ، بہار

ہم غم میں شریک ہیں

۱۰ دسمبر فجر کے وقت کامل بزرگ ہستی محسن اردو ہادی ملت حضرت مولانا ہادی نقشبندی، طوہ نقشبندی بالاپور کے والد کا وصال ہو گیا۔ حضرت قبلہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فارغ نے بابائے اردو مولوی عبد الحق کے ساتھ اردو زبان کی بہت

ل [illegible]

خدمت کی۔ آپ کئی انجمن سے وابستہ تھے۔ ہم بھیا طلوہ نقشبندی بالاپوری کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور مرحوم کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ موصوف ملک کی ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جنھوں نے اپنی زندگی اردو ادب، قوم و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ افسوس! آج وہ نہیں رہے خداوند قدوس مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

انیسہ ناز شیخ ساعدو، اسلام پورہ کاسودھا مالیگاؤں

مولانا امین احسن اصلاحی جو مفکرین و محدثین انسانوں میں نہایت پرہیزگار اور بااخلاق تھے ۱۵ر شعبان کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپ سبھی حضرات سے دعا کی درخواست ہے۔ آمین!

فیضان احمد اعظمی، سرائے میر، اعظم گڑھ

اکتوبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ جس طرح یہ دیکھنے میں خوبصورت لگا اسی طرح اندر کے مضامین بھی بہت اچھے لگے۔ تمام کہانیاں اور مضامین اور "بچوں کی کوششیں" کے لیے حل کالم اس کی اندرونی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا۔

اطہر البشر، ۹۰ر سول ویسٹ ہاسٹل ہال، اے ایم یو علی گڑھ

مجھے شکایت ہے کہ "میرے پسندیدہ اشعار" میں انعام کیوں نہیں دیتے؟ ویں تو بہت اچھا ہے۔

ارشاد احمد ملوریا مسجد کے سامنے، مبارک پور

پیام تعلیم تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔ یقیناً ماہ اس ماہ کا رسالہ تو بہت ہی معلوماتی اور معیاری ہے۔ خاص طور سے سید حامد حسین صاحب کی معلومات تو قابل تحسین ہے۔

محمد انوار عبدالجبار صادق، زمیندار کالونی، شیگاؤں

جب پیام تعلیم میرے ہاتھوں میں آتا ہے تو میں خوشی سے اچھل پڑتا ہوں اور اسے پڑھنے کے لیے بے قرار ہو جاتا ہوں۔

ثناء اللہ خاں بالاپور

پیام تعلیم ملا پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ میں پیام تعلیم لگ بھگ پانچ ماہ سے پڑھ رہا ہوں۔ پیام تعلیم میں میرے اسکول کا نام آیا تو دل خوشی سے جھومنے لگا۔

عبدالرزاق، عزیزیہ اردو اسکول، عادل آباد

میں پیام تعلیم تین ماہ سے پڑھ رہا ہوں مجھے یہ بہت اچھا لگ رہا ہے۔ میں خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے ہمیشہ برقرار رکھے آمین!

محمد ابوالکلام جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو۔

نومبر ۹۷ء کا پیام تعلیم موصول ہوا۔ آدھی ملاقات میں اپنا نام دیکھ کر دل مسرت سے جھوم اٹھا کہ آپ نے میرے خط کو اپنے رسالہ پیام تعلیم میں جگہ دی۔ اس لیے میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ پیام تعلیم دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ اس پیام تعلیم میں سبھی کالم خاص طور سے طلسماتی آئینہ پسند آیا

رونق فاطمہ خلافت علی ملاوڑہ، چوپڑہ

میرے پسندیدہ اشعار

سوال یہ نہیں شیشہ بچا کہ ٹوٹ گیا
سوال یہ ہے کہ پتھر کدھر سے آیا ہے
☆ محمد صہیب عالم رحمانی، خانقاہ مونگیر، بہار

چہرے بدل بدل کے مجھے مل رہے ہیں لوگ
کیسا مذاق ہے یہ میری سادگی کے ساتھ
☆ ایم۔ آر۔ شیخ، محمدیہ بک ڈپو، واشم، مہاراشٹر

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا
☆ راغب علی جمالی، غفار منزل، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

رہ گئے قبروں کے پتھر سجدہ ریزی کے لیے
ہو چکا رخصت دلوں سے مسجدوں کا احترام
☆ حافظ محمد قاسم تحصیل ہنذر، جموں و کشمیر۔

تو شکم سیر ہے لیکن کوئی بھوکا تو نہیں
دیکھنا یہ بھی اے مرد خدا عید کے دن
☆ قاضی فوزیہ کبریٰ قاضی منزل مبارک پور

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے
☆ افتخار احمد شیخ مومن پورہ، منگرول پیر

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی
☆ آفرین، عادل آباد

سبھی بدل گئے ہیں جدائی کے شہر میں
اب گھر سے جاتے وقت کوئی پوچھتا نہیں
☆ محمد صابر، منگرول پیر واکولہ، مہاراشٹر

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا
☆ محمد واجد خان، کورٹلہ ضلع کریم نگر

خوشی سے مصیبت اور بھی سنگین ہوتی ہے
تڑپ اے دل تڑپنے سے ذرا تسکین ہوتی ہے
☆ محمد کلیم۔ کوپر گاؤں، مہاراشٹر

میں وہ سورج ہوں نہ ڈوبے گی کبھی جس کی کرن
رات ہوگی تو ستاروں میں بکھر جاؤں گا
☆ محمد مدثر، دیوان پورہ، منگرول پیر

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں
☆ محمد بدیع الملک، جوکی ہاٹ، ارریہ، بہار

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
☆ سعد اللہ ناصر ابابکر پور، ویشالی

زباں کا زاویہ لفظوں کی خو سمجھتا ہے
میں اس کو آپ پکاروں وہ تو سمجھتا ہے
☆ ایم راشد تقی آعظمی، خداداد پور، سنجر پور

اپنا چہرہ اگر تم کبھی دیکھتے
پھر کسی میں نہ کوئی کمی دیکھتے
☆ معاذ عرفی عاقب جمیل، شیخ محلہ، سیوان، بہار

علم ایک شبنم بھی ہے موتی بھی ہے تارا بھی ہے
اور غلط ہاتھوں میں پڑ جائے تو انگارا بھی ہے
☆ محمد اسلم امام رحمانی محلہ چھجو، بہار شریف نالندہ

ٹوٹ جاتا ہے غریبی کا جو رشتہ خاص ہوتا ہے
ہر ایک بنتا ہے رشتہ دار جب کچھ پاس ہوتا ہے
☆ محمد وجیہ الحق، لال باغ، دربھنگہ

خاموشیوں کی موت گوارا نہیں مجھے
شیشہ ہوں ٹوٹ کر بھی کھنک چھوڑ جاؤں گا
☆ ریاض الدین، نائک شاہی پورہ، واشم، مہاراشٹر

نہ پھول اپنا نہ خار اپنا نہ ظالم باغباں اپنا
بنایا آہ کس گلشن میں ہم نے آشیاں اپنا
☆ محمد تقی خان، بیر گاچھی چوک، ارریہ، بہار

زباں سے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نظر جو مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
☆ محمد عیاض، قاضی پورہ، کرنجالہ، اکولہ

اس غیرت ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو
☆ سہیل رشید، وروڈ

جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں
☆ شازیہ طلعت، وروڈ

مار ہی ڈالے جو بے موت یہ وہ دنیا ہے
ہم جو زندہ ہیں تو جینے کا ہنر رکھتے ہیں
☆ پرویز خان، فیروز خاں، پاتور، آکولہ

سجالے دل کی دنیا داغہائے عشق احمد سے
یہ ایسے پھول ہیں جو کھل کے مرجھایا نہیں کرتے
☆ محمد مختار عالم، ابابکرپور، ویشالی، بہار

دل کی زبان جاننے والے کے پاس جا
جو فلسفی نہ ہو کسی ایسے کے پاس جا
☆ علیم ساجد، آسیگاؤں، آکولہ، مہاراشٹر

جینا جسے کہتے ہیں بڑی چیز ہے وہ تو
اس دور میں جینے کی تمنا بھی بہت ہے
☆ مرزا غفران سخنور اعظمی، مرزاپور، اعظم گڑھ

نہ رونے سے نہ ہنسنے سے نہ فریاد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے
☆ سلمہ سلطانہ، مومن پورہ، پاتور، آکولہ

مومن کبھی ہوتا نہیں ہے موت سے خائف
ایمان کا جوہر ہے بس اللہ سے ڈرنا
☆ فرحت پروین عادل آباد (اے۔پی)

وہ طرز حقیقت اپناؤ، وہ پیروی سرکارؐ کرو
تصویر صحابہؓ بن جاؤ، جو دیکھے مسلماں ہو جائے
☆ وسیم احمد، نند دربار، مہاراشٹر

اپنے تاریک مکانوں سے تو باہر جھانکو
زندگی شمع لیے در پہ کھڑی ہے یارو
☆ اقبال الدین، رحمت نگر پوسد ضلع یوت محل

کہا شیطان نے مجھ سے
کہ ہم ناراض ہیں تجھ سے
کہا میں نے ـــــ خطا میری

کہا شیطان نے مجھ سے
کبھی تو ہے خطا تیری
کہ تو ہے— بے خطا اب تک
☆ محمد ثاقب عالم، سلام پورہ، کاسودہ ضلع جالاؤں

کسی کے ایک آنسو پر ہزاروں دل تڑپتے ہیں
کسی کا عمر بھر رونا یونہی بیکار جاتا ہے
☆ ابو اللیث اعظمی، ایل، آئی، جی کالونی، ممبئی

اس شہر میں میرا کوئی اپنا بھی نہیں ہے
اچھا ہے کسی بات کا خطرہ بھی نہیں ہے
☆ راشد لطیف کمریواں سرائے میر، اعظم گڑھ

جتنے الزام چاہے لگاتے رہو
ہم کو رہنا ہے پیغمبروں کی طرح
تم جلاؤ نشیمن مگر سوچ لو
ہم بھی بے تاب ہیں بجلیوں کی طرح
☆ عبد الاحد شاہین، ممبرا تھانہ، بمبئی

سمدھی تلاش کرتے ہیں وہ ہائی رینک کا
بیٹے کو چیک سمجھا ہے اسٹیٹ بینک کا
☆ محمد فہد پاشا، بنگالی بازار، گارڈن ریچ، کلکتہ

گھر سے نکلو تو پتہ جیب میں رکھ کے نکلو
حادثہ چہرے کی پہچان مٹا دیتا ہے
☆ شیر یار خان، منگرول پیر، آکولہ

یہ کمال زندگی ہے کہ جب آفتاب ڈوبے
تو فلک کو نور دے کر نئی انجمن سجادے
☆ خورشیدہ نشاط، ملیحہ

قدم قدم پہ نگاہوں کے تیر برسیں گے
بہت خراب زمانہ ہے تم نہ ساتھ چلو
☆ نکہت جہاں، اندرا گاندھی پورم، حیدر آباد

وطن کی جنگ آزادی میں جس نے سر کٹایا تھا
یہ اس شیدائے ملت باپ کا پرجوش بیٹا ہے
☆ الطاف گھوڑے، بھیورلی، برائے گڑھ

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
☆ محمد اقبال عثمانی، جھاڑ وفرید آباد، ہریانہ

وقت کی ٹھوکر لگی تو اچھے اچھے گر پڑے
سب سے لڑسکتا ہے انساں وقت سے کیسے لڑے
☆ نذیر احمد، منچریال، آندھرا پردیش

کن سے پہلے کون تھا اے لامکاں تو ہی تو تھا
کچھ نہ تھا باقی نشاں لیکن عیاں تو ہی تو تھا
☆ محمد یونس محمود خاں، رسالہ مسجد کیمپ کینٹ

کسی کو اپنا بنائے نہ اس زمانے میں
کہ چوٹ کھاتا ہے انسان دوستانے میں
☆ معصومہ ناز خانم، بھٹکیا، بیر گاچھی چوک، ارریہ

قصہ درد بھلائیں کہ نیا سال آیا
آؤ ہم جشن منائیں کہ نیا سال آیا
☆ کے معین ساگر، بڑی پیٹھ امبازی

مرنے کے بعد ایک خطا اور کروں گا
پیدل چلیں گے لوگ میں کاندھے پہ چلوں گا
☆ آفاق احمد، بیریا، مظفر پور، بہار

ہم بھی ہیں مختار لیکن اس قدر بے اختیار
جب ہوئے مجبور قسمت کو برا کہنے لگے
☆ محمود یہ بک ڈپو، ضلع آکولہ، مہاراشٹر

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے
☆ابوہاشم، محلہ پورہ دیوان، اعظم گڑھ،

میرے دشوار مراحل کو تو آساں کردے
علم کی کلیوں سے یارب مرا داماں بھر دے
☆محمد ثاقب حسن مسٹر، ابابکر پور، ویشالی،

ہر شخص دوڑتا ہے یہاں بھیڑ کی طرف
پھر یہ بھی چاہتا ہے اسے راستہ ملے
☆محمد سلیم انصاری برمل گنج، گورکھپور

پہنچا سزا جو کاٹ کے ناکردہ جرم کی
گھر آکے اس نے سارے پرندے رہا کیے
☆محمد آصف اکرم شیخ، ساٹڈو، اسلام پورہ، بھاگاؤں

یہ بھول کر بھی نہ سوچو وہ لے چلیں تو چلوں
خود اپنے عزم کے سانچے میں ڈھل سکو تو چلو
☆نازیہ اشفاق، دیوان پورہ، منگرول پیر

کتنی مجبوریوں کو پلکوں پہ سجا لیتے ہیں
ہم کہاں روتے ہیں حالات رلا دیتے ہیں
☆ محمد قیصر عالم، لودی پور، خسرو پور، پٹنہ

لہجہ میں اس کے کس قدر شامل تھیں تلخیاں
ڈستی رہے جو عمر بھر وہ بات دے گیا
☆ محمد سلیم انصاری، زہرہ اسپتال، گورکھپور

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں
☆ نظر فاطمہ حفیظ اللہ خان، بڈنیرہ بھولی

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
☆تسلیم سلطانہ، عزیزیہ اردو اسکول، عادل آباد

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں
☆ محمد علاء الدین پروانہ عبد الغفور، حتلوا، نیپال

مرنے کی دعائیں کیوں مانگوں جینے کی تمنا کون کرے
یہ دنیا ہو یا وہ دنیا اب خواہش دنیا کون کرے
☆ رضوانہ پروین، دیوان پورہ، منگرول پیر

کافر ہے تو تلوار پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
☆شکیلہ اعجازی، برہلگنج، گورکھپور،

میٹھی بولی بول
کانوں میں رس گھول
کر ایسے کچھ کام
سب کا دل لے مول
☆ عامر فاروق، انشاء فاروق، بدایوں شریف

معلومات

رنگ بدلتی چٹان

آسٹریلیا میں Ayers Rock نام کی ایک رنگ بدلنے والی انوکھی چٹان موجود ہے۔ جس کی اونچائی ۱۱۵۰ فٹ اور چوڑائی ۱۰ کلو میٹر ہے۔ اس چٹان کی خصوصیت یہ ہے کہ دیکھنے میں تو یہ چٹان سرخ نظر آتی ہے مگر سورج کی روشنی میں اپنا رنگ بدلتی رہتی ہے۔ جب کہ دور سے یہ چٹان صرف ایک ٹیکری نظر آتی ہے۔ ہے نا عجیب و غریب چٹان۔

خان کامران شہزاد، حمال واڑی، کلیان

☆ قطبی ستارہ کبھی سمت نہیں بدلتا ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا رڈار امریکہ میں نصب ہے۔
☆ زمین کی بہن سیارہ زہرہ کو کہتے ہیں۔
☆ زمین اٹھارہ سو میل کی گہرائی تک ٹھوس ہے۔

عزوت فرحی، شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی

☆ ناک اور کان چھیدنے کا رواج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہؑ نے ڈالا۔
☆ مدینہ میں سب سے آخر جس صحابی کا انتقال ہوا تھا وہ حضرت سہیل ابن سعد انصاریؓ تھے۔
☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔

☆ حضرت امام حسینؓ کے قاتل کا نام شمر ذی الجوشن تھا۔
☆ قرآن پاک میں نماز کا حکم ۷۰ مرتبہ آیا ہے۔

محمد عبداللطیف، نور مسجد، بودھن

☆ حضرت آدم علیہ السلام ۹۳۰ سال زندہ رہے
☆ حضرت نوح " " ۹۵۰ " " "
☆ حضرت ہود " " ۴۶۵ " " "
☆ حضرت صالح " " ۱۸۰ " " "
☆ حضرت ابراہیم " " ۱۹۵ " " "

رضی الدین خان، مزرولیا، سدھارتھ نگر

وصال

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے نو سال تک حضور ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کی جب حضور ﷺ کا وصال ہوا۔ تو آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت عائشہؓ ۴۸ سال زندہ رہیں اور سترہ رمضان ۵۷ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۶ سال کی تھی وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت مروان بن حکم کی طرف سے حاکم مدینہ تھے۔ انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

برکت اللہ، پورہ رانی پرتی، مبارکپور

خون کی ایک بوند میں

☆ خون کے سرخ ذرات پانچ کروڑ ہوتے ہیں۔
☆ سفید ذرات پچاس ہزار سے ایک لاکھ تک ہوتے ہیں۔
☆ پانی ۹۱٫۵ فیصد ہوتا ہے۔
☆ پروٹین کی مقدار سات فیصد ہوتی ہے۔

راغب علی جمالی، غفار منزل، جامعہ نگر نئی دہلی

☆ ۱۹۴۰ء میں نیویارک کے ایک مصور جان سوارڈ نے ایک تصویر تین میل لمبے کینوس پر بنائی ہے یہ تصویر مکمل کرنے میں اس کے چار سو دن صرف ہوئے اس میں بارہ سو میل لمبے رقبے کے مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی طویل ترین تصویر ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا دستر خوان ۱۸۸۸ء میں شکاگو میں لگایا گیا۔ یہ دستر خوان تقریباً دو کلو میٹر لمبا تھا اور اس دستر خوان پر بیک وقت سترہ ہزار آدمی کھانا کھا سکتے تھے۔ کہا جاتا ہے صرف ایک دن میں شکاگو کے تمام آدمیوں نے اس پر ناشتہ کیا۔

☆ لندن کے چڑیا گھر میں ایک ایسا سانپ پایا جاتا ہے جس کا وزن بھینسوں کے برابر ہے۔ اس کی خوراک چڑیا گھر میں سب سے زیادہ ہے۔ جب وہ پھنکارتا ہے تو اس کے منہ سے دھواں خارج ہوتا ہے جس سے ارد گرد کی چیزیں سیاہ ہو جاتی ہیں۔

انیسہ ناز شیخ ساتڈہ بھاگلپور

ندیاں جس پر راجدھانیاں آباد ہے

☆ بھارت کی راجدھانی دہلی، "جمنا ندی" کے کنارے بسی ہے۔
☆ مصر کی راجدھانی قاہرہ "نیل ندی" کے کنارے بسی ہے۔
☆ فرانس کی راجدھانی پیرس "سارن" ندی کے کنارے بسی ہے۔

فاطمہ حسین، قادر آباد، نیا جالنہ، مہاراشٹر

حیوانات	عمر
اونٹ	۲۷ سال
سانپ	۱۰۰ سال
بھالو	۵۰ سال
شیر	۷۰ سال
مگرمچھ	۳۰۰ سال

عتیق الرحمن، شیواجی نگر، گونڈی بمبئی

ملاقات کہاں کیسے

بھارت ۔ دو ہندو دوست ملنے پر ہاتھ جوڑ کر ایک دوسرے کو عقیدت پیش کرتے ہیں لیکن مسلمانوں میں السلام علیکم کہہ کر ملتے ہیں۔
چین ۔ یہاں کے لوگ ننگے سر رہتے ہیں ملاقات کے وقت عقیدت سے ٹوپی اوڑھ لیتے ہیں۔
تبت ۔ دو دوست ایک دوسرے سے ملاقات ہونے پر اپنی زبان نکال دیتے ہیں۔
انڈمان ۔ دو دوست ملاقات ہونے پر گلے لگ کر بہت زور سے روتے ہیں۔

ایس۔ ایس۔ جاوید، بلہا منور تھ، سیتامڑھی

☆ بابری مسجد ۱۵۲۸ء میں تعمیر ہوئی تھی۔

☆ تاج محل ۱۶۴۸ء میں تعمیر ہوا تھا۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا اسپتال نیویارک میں ہے۔

شیخ ناہید اختر، ستار محلہ، نندوربار

☆ دنیا کا سب سے بڑا پارک امریکہ میں ہے۔

☆ دنیا میں سب سے زیادہ ٹیلیفون امریکہ میں ہیں۔

☆ آدمی ۲۴ گھنٹے میں ۲۱۰۰۰ بار سانس لیتا ہے۔

فیاض احمد، غوثیہ اسٹریٹ، ہنگل

☆ ہاتھی کے دانت زندگی میں ۶ بار نکلتے ہیں۔

☆ انسان کے دماغ کا وزن تقریباً تین پونڈ ہوتا ہے۔

☆ انسان کے جسم میں ۴۵ لیٹر پانی ہوتا ہے۔

☆ دنیا میں نوسو قسم کی مچھلیاں ملتی ہیں۔

☆ دنیا میں ناخون بڑھانے کا ریکارڈ ہندستان کے دلیش شرمانے قائم کیا اس نے ۲۶ سال تک ۲۲ انچ لمبے ناخون بڑھالیے۔

عزرانہ زبیری، کنگ روڈ ہمیر پور .

لوک سبھا کی تشکیل اور تحلیل ایک جائزہ

	کب بنی	کب ٹوٹی
دستور ساز اسمبلی	9-12-1946	26-1-1950
عبوری پارلیمنٹ	26-1-1950	17-4-1952
پہلی لوک سبھا	17-4-1952	4-4-1957
دوسری لوک سبھا	5-4-1957	31-3-1962
تیسری لوک سبھا	2-4-1962	3-3-1967
چوتھی لوک سبھا	4-3-1967	27-12-1970
پانچویں لوک سبھا	15-3-1977	18-1-1977
چھٹی لوک سبھا	23-3-1977	22-8-1979
ساتویں لوک سبھا	10-1-1980	31-12-1984
آٹھویں لوک سبھا	31-12-1984	27-11-1989
نویں لوک سبھا	2-12-1989	13-3-1991
دسویں لوک سبھا	20-6-1991	10-5-1996
گیارہویں لوک سبھا	15-5-1996	4-12-1997

☆ آنحضرتؐ کے ہاتھوں پوری زندگی میں صرف ایک شخص کا قتل ہوا، غزوہ احد میں، اس کا نام ابی بن خلف تھا۔

☆ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شکل حضورؐ سے مشابہ تھی۔

☆ آنحضرتؐ کی نانی کا نام حضرت شبرہ تھا۔

جاوید شیخ، درگاہ علی، چوپڑہ، جلگاؤں

القاب صحابہ

☆ یار غار . حضرت ابو بکرؓ

☆ صدیق حضرت ابو بکرؓ

☆ سیف اللہ .. . حضرت خالد بن ولیدؓ

☆ غسیل الملائکہ ... . حضرت حنظلہؓ

☆ جامع القرآن . ... . حضرت عثمانؓ

☆ غنی . . . . حضرت عثمانؓ

☆ ذوالنورین . ... حضرت عثمانؓ

☆ اسد اللہ حضرت حمزہؓ
☆ سید الشہداء حضرت حمزہؓ

فوزان، شاکرڈیہہ، الیس نگری

☆ طلوع آفتاب کا ملک جاپان
☆ یورپ کا کھیل کا میدان سوئزر لینڈ
☆ یونان کی آنکھ ایتھنز
☆ سنہری ریاست کیلی فورنیا
☆ سمندر کی دلہن وینس

سید عرفان احمد، مالیر کوٹلہ، پنجاب

☆ سورج کی روشنی صرف ایک منٹ میں ۱۸۰۰۰۰ لاکھ کلو میٹر کی رفتار سے چلتی ہے یعنی ایک سکنڈ میں ۳۰۰۰۰۰ کلو میٹر۔
☆ مکڑی ایک منٹ میں تقریباً چھ میٹر لمبا جالا بنتی ہے۔
☆ برازیل سے چلنے والی آندھی ایک منٹ میں ۱۷۰ کلو میٹر چلتی ہے۔

قاضی فوزیہ ظفر، قاضی منزل، مبارکپور

وہاں گھروں میں دروازے لگانے کا رواج ہی نہیں

کہا جاتا ہے کہ قدیم ہندستان میں ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ لوگ گھر میں تالا نہیں لگاتے تھے لیکن آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ آج کے جیسے زمانے میں بھی اترپردیش کے امبیڈکر نگر ضلع میں ایک ایسا گانو موجود ہے کہ جس کے گھروں میں دروازے لگانے کا ہی رواج نہیں۔
ضلع ہیڈ کوارٹر سے قریب پانچ کلو میٹر کے فاصلہ پر سیہہ مئی کاوی نامی اس گانو کے رادھے شیام نے بتایا کہ میرے یہاں دروازہ نہ لگانے کا بہت پرانا رواج ہے۔ یہاں یہ روایت مشہور ہے کہ کوئی شخص اپنے مکان میں دروازہ لگانا چاہے تو پہلے اسے اپنے گانو کے جنوبی سمت میں شوبابا کی سمادھی پر سونے کا دروازہ چڑھانا ہوگا ابھی تک گانو کا کوئی شخص ایسی جرأت نہیں کرپایا۔

محمد امتیاز رحمانی

☆ ہندستان کے کپتان محمد اظہر الدین نے ہندستان کے لیے اپنی کپتانی میں ۱۱۸ میچ کھیلے جس میں ۶۰ میچ جیتے ۵۴ ہارے ۲ ٹائی ۲ ڈرا ہوئے، یہ ونڈے کا ریکارڈ ہے۔
☆ محمد اظہر الدین نے بھارت کے لیے ۲۷ ٹیسٹ کھیلے اپنی کپتانی میں جس میں ۱۱ میچ جیتے، ۹ میچ ہارے ۷ ڈرا ہوئے۔
☆ سنیل گاوسکر کی ٹیسٹ میں ۳۴ اور ونڈے میں ایک سنچری ہے۔
☆ کپل دیو نے ٹیسٹ کرکٹ میں ۴۳۴ وکٹ حاصل کی ہیں جو ریکارڈ ہے۔

ندیم بیگ چاندپور مرزا، علی گڑھ

☆ مہاراشٹر ریاست کی سرحد پانچ ریاست سے ملتی ہیں۔
☆ بھارت میں سب سے پہلے بیوپار کے لیے عرب کے لوگ آئے۔
☆ بھارتی ریزرو بنک کے پہلے بھارتی گورنر سی۔ڈی۔ دیش مکھ تھے۔

عبدالخالق، بڑا مومن پورہ، گلزار گلی، بالاپور

گدگدیاں

ایک استاد شاگرد سے تم باتیں کیوں کر رہے تھے؟
شاگرد: نہیں سر، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میں نیند میں نہیں بولتا۔

محمد عزیز، کاغذی پورہ، بالاپور، آکولہ

ایک چور (دوسرے سے) میں جس کے یہاں چوری کرتا ہوں اسے میں کنگال بنا دیتا ہوں۔
دوسرا چور (پہلے سے) میں جس کے یہاں چوری کرتا ہوں اسے، لکھپتی بنا دیتا ہوں۔
پہلا چور: کیسے
دوسرا چور: کیوں کہ میں کروڑپتی کے یہاں چوری کرتا ہوں۔

انشا فاروق، بیدوں ٹولہ بدایوں شریف

بیٹا. (باپ سے) "میں سوچ رہا ہوں کہ میں دانتوں کا ڈاکٹر بنوں یا کانوں کا؟"
باپ (بیٹے سے) میرا خیال ہے کہ تم دانتوں کے ڈاکٹر بنو، کیونکہ دانت ۳۲ ہوتے ہیں اور کان صرف دو ۲

نازیہ کوثر بنتِ بستی بدنیرہ، امراوتی، مہاراشٹر

ایک آدمی نے دوسرے سے پوچھا" عورت اور گھڑی میں کیا فرق ہے؟"
دوسرے آدمی نے جواب دیا" جب گھڑی بگڑتی ہے تو خاموش ہو جاتی ہے لیکن جب عورت بگڑتی ہے تو سارا محلہ سر پر اٹھا لیتی ہے۔

نیاز شاہد جیلانی شاہ امام باڑہ چوک مہکر، بلڈانہ

ایک شوہر رات بھر گھر سے غائب رہا اور صبح کو آیا تو بیوی کو بہت غصہ آیا۔ وہ بھڑک کر بولی
"آپ اس وقت بھی کیوں آئے ہیں ؟"
شوہر نے بھولا سا منہ بنا کر کہا "ناشتہ کرنے۔"

شیخ قیصر اراحمد، شاہی مسجد، پربھنی، مہاراشٹر

ایک صاحب کی تین بیٹیاں تھی۔ تینوں توتلی تھیں۔ تینوں کی شادی ہو رہی تھی۔ ان صاحب نے ان کے سسرال والوں سے یہ راز چھپائے رکھا تھا کہ تینوں توتلی ہیں۔ جب بارات آئی تو ان کی ماں نے تینوں سے کہا۔ تم لوگ مہمانوں کے سامنے کچھ بولنا نہیں۔ اسی کمرے میں ایک میں ایک لڈو کی ٹوکری رکھی تھی جس میں ایک چوہا گھس کر لڈو کھا رہا تھا۔ بڑی لڑکی کی نظر لڈو کی ٹوکری پر پڑی تو اس نے کہا ارے دیکھ دیکھ توہا! دوسری نے کہا چپ چپ ماں نے چپ رہنے کو کہا ہے۔ تیسری نے کہا۔ میں تو چپ بیٹھی ہوں۔

شبانہ پروین، جہانگیری محلہ، آسنول

چور: (سیٹھ جی سے) تم نے اگر تجوری کی چابیاں نہیں دیں تو میں تمھاری جان لے لوں گا۔
سیٹھ جی. جان لے لو گے تو چلے گا۔ میں نے تو تجوری کا مال بڑھاپے کے لیے اٹھا رکھا ہے۔

شکیلہ بی شیخ شبیر، سہادہ (جالاؤں)

ایک مرتبہ ایک بس پہاڑی پر اتر رہی تھی جس سے مسافروں کو بار بار جھٹکے لگ رہے تھے۔ بس میں

سوار ایک نوجوان کی نظر سامنے بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی عورت پر پڑی جس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔ نوجوان نے از راہ ہمدردی بوڑھی عورت کا ہاتھ تھام لیا کچھ دیر بعد جب نوجوان نے دیکھا کہ اب ڈھلان ختم ہو گئی ہے تو اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ بوڑھی عورت نے نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "بیٹا! آگے بھی کئی ڈھلوان راستے ہیں اگر تمھیں پھر ڈر لگے تو میرا ہاتھ پھر تھام لینا۔"

سیدہ نائلہ خاتون، ندوہ کالج، لکھنؤ

ایک صاحب جنھیں ہر کسی کام میں خلل ڈالنے کی عادت تھی، جن کو کچھ بھی کا کرتا ہوا دیکھتے تو یہی پوچھتے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ایک مرتبہ یہ ہوا کہ جنازہ جا رہا تھا۔ یہ صاحب گئے اور پوچھنے لگے کیا ہوا۔ مر گئے مر گئے شاید، تب کندھا دینے والے صاحب کو غصہ آیا۔ وہ کہنے لگے کہ جی ہاں بات دراصل یہ ہے کہ یہ صاحب مر نہیں گئے بلکہ ان صاحب کو سونے کا شوق ہے اور ہم لوگوں کو ان کو لے کر پھرنے کا شوق ہے۔

عبدالرب فرمان، ڈاک بنگلہ، کورٹلہ، کریم نگر

ایک شخص اپنے مالدار دوست کے ساتھ بازار گیا۔ بازار میں اس نے اپنے مالدار دوست سے کہا یار سو روپے کا سامان خریدنا ہے مگر بٹوہ گھر میں بھول آیا ہوں۔ کیا تم میری کچھ مدد کرو گے۔ مالدار دوست نے کہا: یقیناً، دوست ہی دوست کے کام آتا ہے۔ یہ لو ۵۰ پیسے بس میں بیٹھ کر جاؤ اور اپنا گھر سے بٹوہ لے آؤ۔

اسلم بن محسن، عرب گلی، آرمور، نظام آباد

راشد: ڈاکٹر صاحب غضب ہو گیا، پچھلے کچھ دنوں سے میری بیوی کی زبان بالکل بند ہے۔

ڈاکٹر: آپ شام کو کتنے بجے گھر پہنچتے ہیں۔

راشد: جی ہر روز چھ بجے۔

ڈاکٹر: ٹھیک ہے آج رات دس بجے گھر جائیے۔

عبدالعزیز، پوسٹ بارا، ضلع غازی پور

ایک پاگل اپنے گھر کا دروازہ کھول رہا تھا لیکن چابی تالے میں نہیں جا رہی تھی۔ ایک آدمی نے کہا لاؤ میں کھول دوں۔

"نہیں تم مکان کو پکڑو میں گھوماتا ہوں" پاگل نے جواب دیا۔

شیخ جابر شیخ شبیر بیورہ مہاگاؤں

استانی شاگرد سے۔ بچو بتاؤ کہ جس طرح ممی (Mummy) کو چھوٹا کرکے مم (Mum) کہتے ہیں۔ ڈیڈی (Dady) کو چھوٹا کرکے ڈیڈ (Dad) کہتے ہیں تو تم لوگ بھی اسی طرح کا لفظ بتاؤ۔

شاگرد: جیسے میڈم! میڈم (Madam) کو چھوٹا کرکے میڈ (Mad) کہہ سکتے ہیں؟

نوید محمد نور محمد، دیہائی گنج وڑسہ ضلع گڑھ چرولی

نوشاد پپو سے: سنا ہے یار تم کل ندی میں ڈوب گئے تھے۔

پپو ہنستے ہوئے: ارے یار میں ڈوبا کب تھا۔ پہلے تو میں پانی پر چڑھا تھا۔ بعد میں پانی ہم پر چڑھ گیا۔

ایم ارمان، بردلیہ کنول، مدھوبنی، بہار

چرواہا: میرے لڑکے نے بھیڑیں گننے کی بڑی آسان ترکیب نکالی ہے۔

دوست وہ کیا؟

چرواہا وہ پہلے تمام بھیڑوں کی ٹانگیں گن لیتا ہے اور پھر ان کو چار سے تقسیم کر دیتا ہے۔

محمد وسیم، محمد اکبر، باغبان پورہ ناشم

بچہ اباجان سے۔ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز سے اوپر کو اڑتا چلا جائے تو کیا وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔

اباجان بیٹا اگر ہوائی جہاز ٹکرا کر کہیں ختم ہو جائے تو یقیناً سب سواریاں جہنم یا جنت میں جا پہنچیں گی۔

عبد الباری پھول چورلیا سوتی مسجد علی گڑھ

استاد (شاگرد سے) منہ میں کیا ہے جلدی سے نکالو

شاگرد۔ جی جلیبی ہے۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کھانے کی چیز بستے میں نہ رکھا کرو۔ اس لیے میں نے سوچا کہ منہ میں رکھ لوں تو اچھا رہے گا۔

وسیم احمد بیری گلی آر مور نظام آباد

دو بیوقوف آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

پہلا بیوقوف۔ سائنس داں نے ہوائی جہاز کے ٹائر کیوں بنائے ہیں۔

دوسرا بیوقوف: وہ اس لیے کہ اگر ہوائی جہاز کا پٹرول ختم ہو جائے تو دھکا دے سکیں۔

محمد فہد پاشا ۱۱۹ بنگالی بازار کاران ریچ کلکتہ

ایک شوہر کی دو بیویاں ایک دوسرے کے سر میں جوئیں دیکھ رہی تھیں۔ اتنے میں ایک بیوی نے دوسری کے سر میں سے جوں نکالی اور اس سے کہنے لگی۔

چھوڑ دیا جائے کہ مار دیا جائے۔ بول تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

شوہر نے یہ دیکھا تو کہنے لگا اس بچاری کے زبان ہوتی تو وہ یہی کہتی۔

تیری زلفوں سے جدائی تو نہیں مانگی تھی قید مانگی تھی رہائی تو نہیں مانگی تھی

شفیق احمد انصاری کسار کمیڈ بالاپور

جج (پہلے ملزم سے) بتاؤ تمہیں کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔

ملزم: جناب میں فٹ بال کھیل رہا تھا کہ سپاہیوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔

جج (دوسرے ملزم سے) اور تم کیا کر رہے تھے؟

جناب میں بھی فٹ بال کھیل رہا تھا۔

جج۔ (تیسرے ملزم سے) جناب تم کیا کر رہے تھے۔

ملزم جناب میں ہی وہ فٹ بال ہوں جس سے یہ دونوں کھیل رہے تھے۔

اسماء تبسم محمد ایوب بڑھی پورہ منگرول پیر

پانچ سالہ عامر دوڑتا ہوا اپنے ابو کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ ابو دادی جان بہت جھوٹی ہیں۔

ابو۔ (حیرت سے) لیکن کیوں بیٹا۔

عامر ابو وہ کہتی ہیں کہ میں ان کی آنکھوں کی روشنی ہوں لیکن اگلی آنکھوں کی روشنی تو ان کا چشمہ ہے

شگفتہ بانو عبد الواحد انصاری شہادہ قاضی پورہ

استاد۔ (احمد سے) احمد بتاؤ مکھی اور مچھر میں کیا

فرق ہے؟

احمد ۔ مکھی اور مچھر میں کچھ فرق نہیں ہے سر۔ دونوں ڈاکٹری کا کورس کر رہے ہیں۔

استاد ۔ (حیرت سے) وہ کیسے؟

احمد سر مکھی معائنہ کرتی ہے اور مچھر انجکشن دیتا ہے۔

محمد شاہ نواز عالم سبیل اکیڈمی ارریہ (بہار)

ایک بیوقوف نے اپنی دھوتی دھو کر سوکھنے کے لیے پھیلائی کہ بڑی زور کی ہوا چلی اور دھوتی اڑ کر کنویں میں جا گری بے وقوف بولا اچھا ہوا کہ میں نے دھوتی اتار کر رکھ دی تھی ورنہ دھوتی کے ساتھ میں بھی کنویں میں گر جاتا۔

راشد لطیف کھریواں سرائے میر

دانتوں کا ڈاکٹر بولا۔ تھوڑا اور منہ کھولو۔۔ اور کھولو۔۔ تھوڑا اور۔۔

عورت گھبرا کر کھڑی ہو گئی اور گرج کر بولی۔۔ ڈاکٹر صاحب کیا آپ میرے منہ میں بیٹھ کر دانت نکالیں گے۔

پرویز خان فیروز خان قاصد پورہ پاتور ضلع آکولہ

ایک خاتون نے تھرمامیٹر غلط پڑھ لیا گھبرا کے ڈاکٹر کو فون کیا۔ ڈاکٹر! ڈاکٹر جلدی پہنچے۔ میرے شوہر کا ٹمپریچر ایک سو بیس ہو گیا ہے۔

بہت دیر ہو چکی ہے۔ خاتون! اب میرا آنا بیکار ہے۔ ڈاکٹر نے جواب دیا۔ آپ فائر بریگیڈ کو فون کیجیے۔

فرزانہ فرح شیخ اسماعیل کاسودہ اسلام پورہ

ڈاکٹر. وکیل صاحب آپ کا پیشہ اچھا ہے آپ کی ذراسی بھول سے آدمی کو زمین سے ۵ فٹ اوپر لٹکا دیا جاتا ہے۔

وکیل ہاں ڈاکٹر صاحب لیکن آپ کا پیشہ تو میرے پیشے سے بھی اچھا ہے آپ کی ذراسی بھول سے آدمی کو زمین کے ۵ فٹ نیچے دبا دیا جاتا ہے۔

نفیسہ بانو امیر خان مالیگاؤں

دنیا کی طویل ترین جنگ وہ ہے جو شوہر اور بیوی کے درمیان اب تک جاری ہے۔

کرکٹ کے دو ریٹائرڈ کھلاڑی ایک ریستوران میں بیٹھے ہوئے اپنے اپنے شاندار ماضی کو یاد کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا۔ تم نے زیادہ سے زیادہ اسکور کتنا کیا تھا؟

دوسرے نے جواب دیا۔ ایک سو دس ناٹ آؤٹ۔

پہلا بولا میرا زیادہ سے زیادہ اسکور ایک سو بیس ناٹ آؤٹ تھا۔ اور اب یہ بتاؤ کہ تم نے زیادہ سے زیادہ کتنی وکٹیں لی تھیں؟

نہیں دوست۔ دوسرے نے کہا۔ اس مرتبہ پہلے تم بتاؤ گے۔

محمد تبریز اختر بسر اسندر گڑھ اوڑیسہ

ایک دیہاتی کو اس کے گدھے نے دو لاتیں رسید کیں۔ دیہاتی بھی غصے میں آکر گدھے کے دو لاتیں ماریں اور بولا "گدھے میاں کیا ہم تم سے کم ہیں"

انجم آرا محمد ذاکر اسلام پورہ کاسودہ جلگاؤں

قلمی دوستی

نام: واثق زبیر ولد شیر محمد　　عمر ۱۴ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت ماسٹر عبدالغفار، کلم چوک تاگپور روڈ
ایوت محل، مہاراشٹر

نام. مظفر اشرفی　　عمر ۱۴ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا چوکنا، پوسٹ چوکنا، ضلع ارریہ بہار

نام: محمود قاسم خاں　•　عمر ۲۱ سال
تعلیم. دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ سے دلچسپی رکھنا
پتا: نورتن ٹیلرس، پوسٹ حسینہ آباد ضلع شیوہر بہار

نام: عبدالرزاق　　عمر ۱۴ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا: عزیزیہ اردو اسکول، بکل گوڑہ عادل آباد، اے پی

نام: اقبال احمد خلیل شاہ
تعلیم. نویں جماعت
مشغلہ. اسکول پابندی سے جانا
پتا: معرفت خلیل شاہ برف والے کیدارنا کیز کے پاس
بروڈ ضلع امراوتی، مہاراشٹر

نام: محمد نوید امام　　عمر. ۱۲ سال
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا

پتا. ریحانہ منزل، آزاد نگر ارریہ بہار

نام. انصاری فیروز احمد　　عمر ۱۴ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا. مقام و پوسٹ، کھوتیا سرائے عاقل علاء آباد یوپی

نام محمد ابوالکلام خاں
تعلیم بارھویں جماعت
مشغلہ. کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو یوپی

نام مدثر احمد خاں　　عمر ۱۸ سال
تعلیم بارھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا ایم ایس خان، کرانہ دکان آسیکاؤس منگرول پیر

نام. عبدالمجید ولد عبدالرؤف باغبان. عمر ۱۴ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا معرفت عبدالمجید فروٹ مرچنٹ مین روڈ مانوت
ضلع پربھنی۔

نام واصف احمد تانبے　　عمر ۱۵ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ. کرکٹ کھیلنا
پتا: تانبے محلہ کرجی، کھیڈ رتناگیری، مہاراشٹر

نام محمد مونس رضا　　عمر ۱۰ سال
تعلیم. چھٹی جماعت
مشغلہ. تعلیم حاصل کرنا
پتا: معرفت مولانا احمد رضا، پورہ رانی، مبارک پور

نام سراج خاں عمر ۲۰ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ اچھے لڑکوں سے دوستی کرنا
پتا معرفت یوسف خاں، اندر نگر، تعلقہ پاتھری ضلع
پر بھنی مہاراشٹر

نام محمد امین الدین عمر ۱۲ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا محمد کلیم الدین بڑا مومن پورہ بالا پور، اکولہ

نام محمد دانش رحمانی عمر ۹ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کراٹے سیکھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا گھر، چک اولیا، ویشالی بہار

نام اختر عبدالغنی تانبے عمر ۱۵ سال
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا کرجی، تانبے محلہ، کھیڈ، رتناگیری، مہاراشٹر

نام زبیر ابراہیم تانبے عمر ۱۶ سال
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، کتابیں پڑھنا
پتا کرجی، کھیڈ تانبے محلہ، رتناگیری، مہاراشٹر

نام محمد ارشد ندیم (شیرو)
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ پڑھائی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا بہار شریف، ضلع نالندہ، بہار

نام نوید الرحمٰن قریشی عمر ۸ سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا عبدالواحد بابو مدار تکیہ، منگرول پیر، آکولہ

نام. محمد طفیل صدیقی عمر. ۱۳ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ کم کھانا، کم سونا، کم بولنا
پتا معرفت محمد عالم گیر، مڈل اسکول لکشمی پور، وایا
چاکنڈ ضلع گیا بہار

نام محمد رستم عمر ۵ سال
تعلیم. دوسری جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا معرفت محمد عالم گیر، مڈل اسکول، لکشمی پور، چاکنڈ
ضلع گیا، بہار

نام محمد خالد عمر ۶ سال
تعلیم. دوسری جماعت
مشغلہ. کرکٹ دیکھنا اور کھیلنا
پتا انکل ہینل اسٹور، اولڈ اسٹیشن روڈ، راوڑکیلا اڑیسہ

نام محمد راشد حسین سملوی عمر ۱۳ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کمپیوٹر اور کراٹے سیکھنا
پتا سلفیہ اسکول، لہریا سرائے، دربھنگہ بہار

نام عابد شیخ غلام غوث عمر ۱۰ سال
تعلیم. پانچویں جماعت
مشغلہ کھیلنا، کودنا، پڑھنا
پتا غلام غوث شیخ کریم، محلہ درگاہ علی مقام چوپڑہ ضلع
جلگاؤں مہاراشٹر

نام محمد ارمان عمیر عمر ۱۵ سال
تعلیم. دسویں جماعت
مشغلہ. کرکٹ کھیلنا
پتا اشرفی نگر، ساؤتھ بازار، ماتھابل ضلع بردوان

نام: حافظ قیس احمد عمر: ۱۵ سال
تعلیم: عربی اول
مشغلہ۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا: اتراری خیر آباد، مئو یوپی

نام محمد حسنین جمالی عمر ۱۹ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ ناول پڑھنا
پتا مقام تاماسوئیا، پوسٹ بھگوان پور ضلع سرہا، نیپال

نام: نوشاد عالم عبدالغنی عمر: ۱۶ سال
تعلیم: حافظ قرآن
مشغلہ اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: مقام بیریا، پوسٹ گور ضلع روہٹ نیپال

نام وسیم اکرم خاں عمر: ۱۳ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ دل و جان سے پڑھائی کرنا
پتا سراج خاں، مقام سلطان پور تعلقہ لونار ضلع بلڈانہ

نام: محمد یونس رکن الدین
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا مین روڈ کھشکل، مہاراشٹر

نام ثمینہ فرحین
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا معرفت محمد قاسم، کاغذی پورہ بالاپور، اکولہ

نام سید ناظم علی شاہ عمر: ۱۷ سال
تعلیم: انٹر
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت ناظم علی شاہ لوگزی پلاٹ آکوٹ اکولہ

نام شعیب خاں سعید خاں
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا حبیب نگر ضلع آکولہ مہاراشٹر

نام سید اختر نواز
تعلیم بی۔ اے
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا الحاج سلیم ذکریا اسکول پاتور ضلع آکولہ

نام محمد رفیع عمر ۲۱ سال
تعلیم گریجویٹ
مشغلہ ہم خیالوں سے دوستی کرنا
پتا ڈاہی پورہ، چاندنی چوک، کارنجہ لاڈ

نام محمد عبدالرزاق خاں عمر ۱۱ سال
تعلیم جماعت ششم
مشغلہ پڑھنا لکھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا موئید المسلمین پرائمری اسکول، پکی بازار، پربھنی

نام شیخ محمود عمر: ۱۳ سال
تعلیم ساتویں جماعت مشغلہ پڑھنا، لکھنا
پتا: اندرا گاندھی ہائی اسکول، نزد شاہی مسجد پربھنی

خط و کتابت کرتے وقت مراسلہ صاف، خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر تحریر فرمائیں اور آخر میں اپنا خریداری نمبر لکھنا ہرگز نہیں بھولیں۔

بچوں کے لیے مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

قرآن پاک ۳۰واں پارہ، مع ترجمہ و تشریح		5/-
صراط مستقیم		7/50
سورہ رحمن (ترجمہ و تشریح)		6/
حضرت شیخ مخدوم علی فقیہہ مہائمی		4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9/
نماز پڑھیے		4/50
السلام علیکم		7/50
حضرت یوسف علیہ السلام		4/50
حدیث کیا ہے؟		4/
حضرت عمر فاروقؓ		6/
نقوش سیرتؐ	(اول)	5/
نقوش سیرت	(حصہ دوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ سوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ چہارم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ پنجم) -	5/
رسالہ دینیات	(اول)	3/
رسالہ دینیات	(دوم)	4/
رسالہ دینیات	(سوم)	5/
رسالہ دینیات	(چہارم)	5/
رسالہ دینیات	(پنجم)	6/
رسالہ دینیات	(ششم)	6/
رسالہ دینیات	(ہفتم)	6/
رسالہ دینیات	(ہشتم)	6/
حضرت آدم علیہ السلام		4/
حضرت یحییٰ علیہ السلام		3/
بزرگان دین		4/
امت کی مائیں		4/50
خوب سیرت	(اول)	6/
خوب سیرت	(دوم)	6/
اچھی باتیں		4/50
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں		4/50
سلطان حق		4/50
سیرت پاک مختصر مختصر		3/
کمسن صحابی		6/
رحمان کا مہمان		6/:

اسلام کے جاں نثار		5/
نور کے پھول		9/
سب سے بڑے انسان رسول ﷺ		3/50
حضرت ابوبکر صدیقؓ		6/
حضرت عبداللہ بن عمرؓ		3/
حضرت طلحہؓ		3/
حضرت ابوذر غفاریؓ		3/
حضرت سلمان فارسیؓ		3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ		3/
حضرت محبوب الٰہیؒ		3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ		3/
حضرت فرید گنج شکرؒ		3/
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ		3/
حضرت نظام الدین اولیاءؒ		3/
حضرت حمزہؓ		3/
حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ		3/
حضرت ابوہریرہؓ		4/
اللہ کے سچے		2/50
اللہ کا گھر		4/50
اللہ کے خلیل		3/50
رسول پاکؐ کے اخلاق		4/
قرآن پاک کیا ہے؟		5/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(اول)	6/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(دوم)	6/
اسلام کے مشہور امیر البحر		9/
اسلام کیسے پھیلا؟	(حصہ اول)	7/50
= =	(حصہ دوم)	6/
اسلام کیسے شروع ہوا؟		7/50
رسول پاکؐ		6/
دس جنتی		7/50
سرکار کا دربار		6/50
چاریار		7/50
آں حضرتؐ	(اردو)	3/50
حضرت عمرؓ	(ہندی)	/40
منہاج القرآن		4/50

اقوال زریں

مسکراہٹ

☆ مسکراہٹ محبت کی زبان ہے۔

☆ مسکراہٹ روح کے دروازے کھولتی ہے۔

☆ مسکراہٹ دوستی کے در کھولتی ہے۔

☆ مسکراہٹ بغیر زندگی بے کار ہے۔

☆ مسکراہٹ اندھیرے دلوں کا اجالا ہے۔

آسیہ بیگم، بلکم پیٹ حیدر آباد

☆ کسی بھی دکھی آدمی کا ایک آنسو پونچھنا ہزاروں خون کے آنسو بہانے سے بہتر ہے۔

☆ اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنا لوگوں کا خیال اپنی طرف سے خراب کرنا ہے۔

☆ ہر نیکی ہر خوبی اپنانے کے قابل ہے چاہے وہ دشمن ہی میں کیوں نہ ہو۔

☆ جو شخص تعلیم کی مصیبت نہیں جھیلتا ہے اسے ہمیشہ جہالت کی ذلت جھیلنی پڑتی ہے۔

محمد آصف انور، سر سید ہال اے ایم یو علی گڑھ

☆ زندگی کی راہوں پر اس طرح گامزن رہو کہ پیچھے آنے والے لوگوں کے لیے تمھارے نقش پا منزل کا نشان بن جائیں۔

☆ انسان کی ہر خواہش کا پورا ہونا ناممکن ہے کیونکہ ایک ہی پھول کی کچھ پتیاں بکھر جایا کرتی ہیں۔

☆ کسی انسان کا دل مت دکھاؤ، ہو سکتا ہے اس کے آنسو تمھارے لیے سزا بن جائیں۔

☆ عالم کی ایک غلطی سے سارا عالم تباہ ہو سکتا ہے۔

نفیسہ ناز شیخ ساٹھ وہ، اسلام پورہ، کاسودہ، جلگاؤں

☆ علم عمل کا چراغ ہے، مرنے بلندی کا سرچشمہ ہے۔

(حضرت علیؓ)

☆ علم حاکم ہے اور مال اس کا محکوم

(حضرت علیؓ)

☆ نیکی پر غرور کرنا نیکی کا اجر ضائع کر دیتا ہے۔

(حضرت علیؓ)

ریشماء جبیں قاضی پورہ کارنجہ، ضلع آکولہ

☆ صرف نیک ہی نہ بنو کسی کے ساتھ نیکی بھی کرو۔

☆ سوچنا اور اس پر عمل کرنا منزل کی طرف پہلا قدم ہے۔

☆ خاموشی غصہ کا بہترین علاج ہے۔

☆ انسان خود عظیم نہیں ہے بلکہ اس کا کردار اسے عظیم بناتا ہے۔

عبدالسمیع بارہ امام ناندیڑ

☆ ماں باپ کی رضامندی دنیا اور آخرت میں باعث نجات ہے۔

☆ جو عیب سے آگاہ کرے وہ دوست ہے اور جو منہ پر تعریف کرے وہ دشمن ہے۔

☆ دنیا میں وہی لوگ سر بلند رہتے ہیں جو غرور کے تاج کو اتار کر پھینک دیتے ہیں۔

☆ حق پر چلنے والے کا پانوں شیطان کے سینے پر ہوتا ہے۔

راؤ عبدالکریم دوتالی غازی آباد (یوپی)

"چند احادیث" (بخاری، مسلم)

☆ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا چھوٹا بڑے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔

☆ مرشد غنویؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا قبروں کی طرف نماز مت پڑھو۔ اور نہ اس پر بیٹھو۔ (مسلم)

☆ عثمانؓ سے مروی ہے رسولؐ نے فرمایا۔ تم میں سے سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔ (البخاری)

☆ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی عیادت کرنا (۳) جنازے میں شریک ہونا (۴) دعوت کو قبول کرنا (۵) کسی کی چھینک پر جواب دینا۔ (البخاری، مسلم)

عبدالقادر ایم۔ کے نگر ممبرا تھانہ

شکایت مت کرو

☆ اپنی قسمت اور زمانے کی۔
☆ اپنے ذاتی مکان کی تنگی کی۔
☆ اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی۔
☆ کبھی بھول کر بھی اپنے والدین کی اور استاد کی۔
☆ بیوی کے سامنے اس کے میکے کی۔
☆ رخصت کرنے کے بعد مہمانوں کی۔

محمد علاء الدین بروابا، کمتول دربھنگہ

زندگی کے بہترین اصول

☆ جھکو وقار کے ساتھ۔
☆ مقابلہ کرو احتیاط کے ساتھ۔
☆ عبادت کرو محبت کے ساتھ۔
☆ سنو توجہ کے ساتھ۔
☆ انتظار کرو صبر کے ساتھ۔
☆ کھاؤ اعتدال کے ساتھ۔

شیخ نعیم شیخ رحمن، مہرہ خورد، بلڈانہ مہاراشٹر

☆ رحم کے زیادہ مستحق یہ تین شخص ہیں:
☆ وہ عالم جس پر جاہل کا حکم چلے۔
☆ وہ شریف جس پر کمینہ حاکم ہو۔
☆ وہ نیکوکار جس پر کوئی بدکار مسلط ہو۔
☆ تین آدمیوں سے بچتے رہنا بہت ضروری ہے۔
☆ وہ حاکم جو غضبناک ہو۔
☆ وہ دشمن جو بدلہ لینے پر قادر ہو۔
☆ وہ دولت مند جو دل میں کینہ رکھتا ہو۔

پرویز احمد شارق پیغمبر پور دربھنگہ بہار

زندگی

زندگی ایک مرجھایا ہوا پھول ہی نہیں بلکہ اس میں انار کے دانوں کی طرح محبت کے بیج بکھرے پڑے ہیں جو محبت کی زمین میں اس طرح پھیلے ہیں کہ اس کو نفرت کی آندھیاں اور غموں کے طوفان بھی نہیں اکھاڑ سکتے۔ جہاں محبت کی زمین میں گلاب کی طرح شیریں اور خوشبو بکھیرنے والے دوست ہیں تو وہیں کریلے کی طرح کڑوے اور مرچوں کی طرح تیز دشمن بھی ہیں۔

زندگی ایک سمندر ہے جو اپنے اندر غموں کے ٹھاٹیں مارتا طوفان اور خوشیوں کی اچھلتی کودتی لہریں سموئے ہے اس لیے ہمیں سمندر کی طرح

ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

محمد حمزہ شمسی کنز ملت، کوچہ جاوا آکولہ۔ یوپی

☆ انسان پر مصیبت بیدار کرنے کے لیے آتی ہے نہ کہ پریشان کرنے کے لیے۔

☆ مصیبت سب سے بڑی کسوٹی پر کھا جاتا ہے کہ محبت کے وقت سچی دوستی کو پڑھا جاتا ہے۔

☆ ماں کی جگہ دنیا کی کوئی دوسری عورت نہیں لے سکتی۔

☆ گناہ اتنا کر جتنا تیرے اندر عذاب سہنے کی طاقت ہے۔

سید اسماعیل ملا پورہ ناندورہ بلڈانہ

☆ چہرہ آنکھوں سے کس قدر قریب ہے لیکن انسان اپنا چہرہ دیکھنے کے لیے آئینہ کا محتاج ہے۔

☆ اس خیال سے احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طلب گار ہو جاؤ۔

☆ دلوں کو جیتنے کے لیے تلواروں کی نہیں بلکہ عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆ اگر دوسروں کے راستے سے پتھر نہیں ہٹا سکتے تو خود بھی کسی کے لیے رکاوٹ نہ بنو۔

☆ کمزور انسان موقعوں کے انتظار میں رہتے ہیں۔ باہمت انسان خود موقعے پیدا کرتے ہیں

☆ کسی بھی کام کو کرنے سے پہلے اس کا انجام ضرور سوچ لو۔

☆ زبان کو استعمال کرنے سے پہلے شہد کی سیاہی میں ڈبولو۔

فاطمہ جبین قادر آباد نیا جالنہ مہاراشٹر

☆ بے کار ہے وہ پردہ جس میں حیا نہ ہو۔

☆ بے کار ہے وہ دوست جس میں وفا نہ ہو۔

☆ بے کار ہے وہ رات جس میں عبادت نہ ہو۔

☆ بے کار ہے وہ اولاد جس میں اطاعت نہ ہو۔

عاصم مجاہد مہرہ خورد، بلڈانہ

☆ دنیا کی رنگینیوں میں قبر کو مت بھولو۔

☆ بارونق محفلوں میں قبر کی تنہائی کو مت بھولو۔

☆ ظلم کرتے وقت خدا کے انصاف کو مت بھولو۔

☆ والدین کا دل دکھاتے وقت دوزخ کی آگ کو مت بھولو۔

محمد رفیع ذاتی پورہ چاندنی چوک لاڑ (آکولہ)

☆ آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

☆ اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔

☆ جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

وکیل احمد خان بڑھئی پورہ منگرول پیر آکولہ

☆ خاموشی عبادت ہے بغیر محنت کے۔

☆ خاموشی قلعہ ہے بغیر دیوار کے۔

☆ خاموشی فتح ہے بغیر ہتھیار کے۔

☆ خاموشی خزانہ ہے حکمتوں کا۔

محمد سعد محمدی پاپولر واچ ہاؤس بازار گنج قصبہ

☆ بچے جنت کے پھول ہیں۔

☆ جو اپنے لیے پسند کرو وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرو۔

☆ ہر مسلمان مرد عورت پر علم حاصل کرنا

فرض ہے۔

☆ بڑوں کا ادب چھوٹوں سے پیار جو ایسا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

☆ برے ساتھی سے تنہا رہنا ہی اچھا ہے۔

عنبریں فاطمہ ایل ایس کالج کیمپس مظفر پور

☆ احمقوں سے تعریفی کلمے سننے کے بجائے عقلمند کی پھٹکار سننا کہیں اچھا ہے۔

☆ انسان اگر سیکھنا چاہے تو اسکی ہر بھول اسے کچھ نہ کچھ سکھا سکتی ہے۔

☆ اس زندگی کو ختم کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں جس زندگی کو ہم تخلیق نہیں کر سکتے۔

شگفتہ ارشاد سجاد درگاہ بیلا ویشالی بہار

☆ ماں کا پیار نصیب والوں کو ملتا ہے۔

☆ ماں کی خدمت ہی سب سے بڑی دولت ہے۔

☆ ماں کے سایہ سے دور رہنے والا بدنصیب ہوتا ہے۔

☆ ماں کبھی دل سے اپنے بچے کو بددعا نہیں دیتی۔

☆ ماں وہ عظیم ہستی ہے جس کے سامنے محبت اور شفقت اپنا سر جھکا دیتی ہے۔

☆ ماں کی قدر ان سے پوچھو جو اس نعمت سے محروم ہیں۔

یاسمین اختری مرزا پور دیاری اررریہ، بہار

☆ جس کے پاس مرہم نہیں اسے زخم دینے سے کیا فائدہ۔

☆ مایوسی امید کے تمام چراغوں کو بجھا دیتی ہے۔

☆ وفا کا سبق پھولوں سے لو جو شاخ سے جدا ہو کر مرجھا جاتے ہیں۔

☆ کردار وہ ہیرا ہے جو پتھر دل کو موم بنا دے۔

☆ اونچائی پر نظر رکھو مگر اپنی حیثیت کو مت بھولو کہ چلنا پیر سے ہے اور پیر نیچے ہے۔

عرفان احمد اکیلا ۹۴ موتی تالاب مالیگاؤں

☆ جو نعمتیں تمہیں حاصل ہیں ان پر شکر ادا کر سکو اور دین کے معاملے میں اپنے سے بدتر کو دیکھو تاکہ عبادت کا جذبہ اور فکر آخرت پیدا ہو۔

☆ تم میرے پاس حسب نسب لے کر نہ آؤ بلکہ اعمال لے کر آؤ۔ (حضرت محمدؐ)

عطا شیخ

☆ اللہ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو صرف اسی کے لیے کیا گیا ہو۔(ابو داؤد)

☆ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا(بخاری)

☆ مُردوں کو برا بھلا نہ کہو اس لیے کہ وہ اپنے اعمال تک پہنچ چکے ہیں۔ (بخاری)

محمد سالم خاں بیج خورد تعلیم ادارہ محمدیہ

☆ نہ بیٹھو تم قبروں پر اور نہ نماز پڑھو ان پر (رواہ مسلم)

☆ خرچ کر تو اے ابن آدم خرچ کروں گا میں تجھ پر۔ (متفق علیہ)

☆ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔(رواہ ابو داؤد)

محمد عاصم خاں عادل ساکن، ...پور

بچوں کی کوششیں

بے آواز لاٹھی

بیٹا بھگوان کے نام پر کچھ دو وہ تمھیں بہت دے گا۔ یہ الفاظ سن کر اشعر رک گیا اور بابا کے ہاتھ پر ایک روپیہ رکھ دیا اور بولا بابا بھگوان سے دعا کرنا کہ وہ مجھے امتحان میں کامیاب کرے۔ بابا ایک روپیا پا کر خوشی سے پھولا نہیں سمایا بولا۔ بیٹا تم امتحان میں ضرور کامیاب ہو گے مگر خوب محنت سے پڑھو۔ نماز پڑھو اور اللہ سے کامیابی کی دعا مانگو۔ تم تو بڑی اچھی قسمت والے ہو۔ اتنا کہہ کر بابا آگے چل دیے اور اشعر بھی بابا کو جاتا دیکھ کر گھر کی سمت چل دیا۔ وہ اس وقت خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ وہ اپنے متعلق اتنی اچھی باتیں سن کر بہت خوش ہوا۔ وہ اتنا خوش تھا کہ اسے یہ پتا نہ چل سکا کہ اس کا گھر کب کا آچکا ہے۔ اس نے گھر پر کسی سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ کسی کو یہ بات بتائی۔ وقت گزرتا گیا لڑکے اسکول جاتے رہے۔ اشعر بھی اسکول جاتا رہا لیکن اس کا دل پڑھائی کی طرف سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ وہ اسکول جاتا اور کھیل میں مصروف ہو جاتا۔ دن بھر وہ اسکول میں کھیلتا اور گھر آکر نئی نئی شرارتیں کرتا۔ وقت گزرتا گیا اور امتحان نزدیک آگئے۔ لڑکے اب اپنی اپنی پڑھائی مصروف ہو گئے لیکن اشعر اپنی شرارتوں میں مشغول رہا۔ دوستوں کے کہنے پر بھی اس کی عادت میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ وہ لڑکوں سے یہی کہتا کہ میں نے بہت اچھی تیاری کر لی ہے۔ تمام لڑکے امتحان کی تیاری میں لگ گئے

دشمن کا وعظ

حضرت معاویہؓ آرام کر رہے تھے کہ کسی نے آواز دی "معاویہؓ اٹھو فجر کا وقت وقت ہو گیا ہے، جماعت کے ساتھ نماز ادا کر۔" حضرت معاویہؓ اٹھے اور چاروں طرف دیکھا۔ مگر جگانے والا اور وعظ سنانے والا نظر نہ آیا۔ پھر انھوں نے پکارا۔ "میاں تم کون ہو جس نے مجھے آواز دے کر جگایا ہے۔" جواب میں آواز آئی کہ حضرت، میں شیطان ہوں۔ آپ حیران ہو کر بولے۔ "شیطان کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جگانا بڑے تعجب کی بات ہے۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم اس امر نیک کی ترغیب کیوں دے رہے ہو؟ اور تمھارا اس میں مقصد کیا ہے؟"

آواز آئی۔ "حضرت! پچھلے بیتے آپ جماعت فجر سے رہ گئے تھے اور آپ اس غم میں اتنا روئے تھے کہ میں نے رحمت کے فرشتوں کی آپس میں گفتگو سنی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہؓ کی اس گریہ زاری کو قبول فرما کر ان کو ستر جماعتوں کا ثواب عطا فرما دیا ہے۔ تو اے معاویہؓ! آج تم سو رہے تھے تو مجھے ڈر ہوا کہ آج بھی اگر تمھاری جماعت رہ گئی اور تم نے پھر رونا شروع کر دیا، تو ایسا نہ ہو کہ آج پھر تمھیں ستر جماعتوں کا ثواب دے دے۔ اس لیے اٹھو، اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ تاکہ تمھیں ایک ہی جماعت کا ثواب ملے۔"

"اخبار ہماری زندگی کا لازمہ بن گیا ہے سمجھ میں نہیں آتا اخبار نہ ہوتے تو ہم صبح صبح کیسے اٹھتے اور کیوں اٹھتے؟ ذاتی طور پر ہمارے علی الصبح آٹھ ساڑھے آٹھ بجے اٹھ بیٹھنے کی بڑی وجہ اخبار ہے۔ سنتے ہیں دیہات میں لوگ پرندوں کی ہوحق سے بیدار ہو جاتے ہیں لیکن اس شہر میں درخت کہاں کہ ان پر پرندے بسیرا کریں۔ ان کی جگہ ہمارے ہاں سبزی والوں کی ہانکیں اور ڈبل روٹی مکھن والوں کی پکاریں ہیں۔ خیر مقصد دونوں کا لوگوں کی نیند میں خلل ڈالنا ہوتا ہے۔ (ابن انشا)

تھے اس لیے اشعر کے ساتھ کھیلنے کے لیے کوئی لڑکا نہیں تھا۔ وہ اکیلا سڑک پر ادھر ادھر گھومتا رہتا گھومتے گھومتے اس کی دوستی محلے کے آوارہ لڑکوں سے ہو گئی۔ وہ دن بھر آوارہ گردی کرتے رہتے۔ وہ نہ تو خود پڑھتے اور نہ اشعر کو پڑھنے دیتے۔ ان سے اشعر بہت خوش تھا۔ اسکول میں وہ ان کی بہت تعریف کرتا لیکن اس کے ساتھی اس کی باتوں کو سن کر خوش نہیں ہوتے بلکہ اس کو سمجھاتے۔ وہ اپنی خوابوں کی دنیا میں مگن تھا۔

دوسرے لڑکوں نے امتحان کی اچھی تیاری کرلی تھی اور اشعر نے کتاب کھول کر بھی نہیں دیکھی پرچے شروع ہوگئے۔ سب لڑکے جی جان سے پڑھتے رہے اور پیپر دیتے رہے۔ اشعر گھومتا رہتا اور پیپر کے وقت اسکول چلا جاتا۔ اس طرح اسے پتا ہی نہیں چل سکا کہ کب امتحان ختم ہوگئے۔ امتحان کو گزرے ہوئے دو ماہ گزر چکے اور رزلٹ آنے میں ابھی دو دن اور باقی تھے۔ سبھی لڑکے اپنی کامیابی کی دعا کر رہے تھے اور کیوں نہ کرتے، سال بھر محنت جو کی تھی۔

خدا خدا کر کے وہ دن آ ہی گیا جب لڑکوں کا رزلٹ نکلنے والا تھا۔ لڑکے صبح ہی صبح بے چینی سے ادھر ادھر چل رہے تھے اور دھڑکتے دل کے ساتھ اپنا رول نمبر اخبار کے رول نمبر سے ملانے جا رہے تھے۔ کچھ خوشی سے دوڑتے پھر رہے تھے اور کچھ منہ لٹکائے چپ چاپ گھر لوٹ رہے تھے۔

اشعر آرام سے صبح دس بجے سو کر اٹھا اور مستی میں گنگناتا ہوا اپنا نمبر دیکھنے چل پڑا۔ اسے پوری امید تھی کہ وہ امتحان میں ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ بابا نے اسے دعا دی تھی۔ وہ ان ہی خیالوں کے تانے بانے بنتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ راہ میں اس کا دوست ساجد مل گیا۔ ساجد بہت ہونہار اور ذہین لڑکا تھا۔ وہ اپنا منہ نیچے لٹکائے چلا جا رہا تھا۔ اشعر اس کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ ساجد فیل ہو گیا ہے۔ اشعر نے موقعہ کو غنیمت جانا اور لگا اس کو سنانے کہ بہت کہتا تھا پڑھو پڑھو۔ یہ تمہارے کام آئے گا۔ اب دیکھ لے تیرے کتنے کام آیا۔ ساجد بہت نروس ہو گیا اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے چپ چاپ منہ لٹکائے رہا۔ ادھر سلیم آکر کہنے لگا اشعر او اشعر یار تو ابھی تک یہیں پڑا ہے، کیا ہوا؟ کیا پاس ہو گیا؟ میں تو پاس ہو گیا ابھی نمبر دیکھا ہی کہاں ہے۔ آؤ چل کر دیکھتے ہیں۔ وہ دونوں نمبر

دیکھنے پہنچے اور انھوں نے اشعر کا نمبر اخبار میں تلاش کرنا شروع کیا۔ کافی ڈھونڈنے کے بعد اشعر کا نمبر اخبار کی فہرست میں نظر آگیا۔ اس کے نمبر پر F مارک تھا۔ یہ دیکھ کر وہ دونوں خوشی سے پھولے نہیں سمائے کیونکہ اشعر کلاس میں فرسٹ آیا تھا دونوں خوشی میں مدہوش تھے۔ ان کے پیر زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ اشعر سیدھا دوڑتا ہوا گھر پہنچا۔ اس نے اپنے فرسٹ آنے کی خوشی میں اللہ کا شکر ادا کیا۔

اشعر کے پاس ہونے کی خوشی میں سارے گھر میں دھوم دھڑاکا مچا ہوا تھا۔ گھر میں اشعر کے پاس ہونے کی خوشی میں پارٹی تھی۔ لوگ گا رہے تھے ناچ رہے تھے غرض خوب خوش تھے۔ تبھی اشعر کا دوست سلیم گھبرایا ہوا آیا اور اشعر سے بولا یار اشعر کچھ سنا تو نے؟

ساجد نے خودکشی کر لی بیچارہ اشعر کے منہ سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔ یار اس کو تو اپنی پڑھائی پر خوب بھروسہ تھا۔ مگر کیا کریں ساری محنت بیکار ہو گئی۔

چلو اپنے پروگرام میں کیوں خلل ڈالیں۔ آؤ خوشی کے ان لمحات کو ضائع نہ کریں اور وہ اپنی پارٹی میں مشغول ہو گئے۔

پارٹی تمام ہوئی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اشعر بھی خوب خوش تھا۔ اور اسی خوشی میں مست ہو کر وہ سو گیا۔

اگلی صبح ایک بھیانک حادثہ رونما ہوا جس کو سن کر اشعر اور اس کے والدین ہکا بکا رہ گئے اور اشعر تو بے ہوش گیا۔ وہ تو اپنے ہوش گنوا بیٹھا۔

صبح صبح جب اشعر کے ابو اخبار پڑھ رہے تھے تو ان کی نظر اخبار کی ایک سرخی پر پڑی جس میں لکھا تھا کہ براہ مہربانی اپنے اپنے رول نمبر دوبارہ چیک کر لیں۔ کتابت کی غلطی سے کچھ نمبر بدل گئے ہیں۔ اس غلطی کے لیے ادارہ معذرت خواہ ہے اور اپنی اس غلطی پر شرمند اور ان نمبروں میں ساجد اور اشعر کا نمبر بدل گیا تھا اور جانے کتنے لڑکوں کا ایسا ہوا تھا۔ اتنا پڑھنے پر اشعر بے ہوش ہو گیا۔ اشعر کی جب آنکھ کھلی تو اس نے خود کو اسپتال کے ایک بیڈ پر پایا۔ گھر والے اور ان کے امی ابو پریشان تھے ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اشعر کو اٹھتا دیکھ کر

ایک عورت قبرستان میں روزانہ آتی ایک قبر پر دو تین گھنٹے تک پنکھے سے ہوا دیتی اور پھر واپس چلی جاتی۔ ایک آدمی ایک ہفتے سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ایک دن وہ اس عورت کے پاس گیا اور پوچھا۔

محترمہ! لگتا ہے کہ آپ کو اس شخصیت سے کافی محبت تھی۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ یہ کون صاحب تھے اور آپ روزانہ ان کی قبر کو پنکھے سے ہوا کیوں دیتی ہیں۔

عورت نے جواب دیا۔ یہ میرے شوہر کی قبر ہے۔ دراصل ہمارے خاندان میں یہ روایت ہے کہ جب تک شوہر کی قبر خشک نہ ہو جائے عورت دوسری شادی نہیں کر سکتی۔

باپ (بلال سے) تم اسکول جانا پسند کروگے؟

بلال ہاں جانا بھی پسند کروں گا اور آنا بھی لیکن وہاں ٹھہرنا پسند نہیں کروں گا۔

شمس تبریز، سبرا، سندر گڑھ

امی فوراً سہارے کے لیے آئیں مگر اشعر خود ہی اٹھ گیا اور امی سے چمٹ گیا اور زار و قطار رونے لگا۔ وہ خوب رویا۔ اس کے رونے سے سب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ روتے ہوئے اپنی امی ابو اور کھڑے سب دوستوں سے اپنے کیے کی معافی مانگتا رہا تھا اور اپنی غلطی پر پشیمان تھا۔ امی ابو اور سارے دوستوں نے اسے معاف کر دیا۔ سب کے معاف کرنے کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو معاف نہیں کرپایا کیونکہ اس کے مذاق سے اس کے دوست کی جان گئی۔

اب اشعر سدھر گیا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ اپنی زندگی میں واپس آرہا تھا۔ اب اس نے اپنے ذہن کے تمام خیالات نکال دیے۔ اس نے تہیہ کرلیا کہ وہ خوب محنت سے پڑھے گا اور کسی کے بہکاوے میں نہیں آئے گا اور صرف محنت پر ہی فخر کرے گا اور اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ کرلے گا۔

محمد حمزہ شمسی، کٹرہ پختہ، کوچہ چاہ، آنولہ

برخ

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بہت بڑا قحط پڑا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ستر ہزار بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر دعا کی مگر دعا قبول نہ ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی اے موسیٰ؟ کیسے دعا قبول کروں گناہوں سے تو ان کے دل تاریک ہوگئے ہیں۔ مجھ سے مانگتے ہیں مگر مجھ پر یقین نہیں، مجھے بڑا کہتے ہیں میرا خوف نہیں، موسیٰ! اگر تم چاہتے ہو کہ دعا قبول ہی ہو تو ہمارا ایک خاص بندہ ہے جس کا نام "برخ" ہے اس سے دعا کراؤ تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام ڈھونڈتے پھرے۔ ایک روز راہ میں ایک غلام سیاہ فام ملا جس کے چہرے سے نور محبت چمک رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہچان لیا اور فرمایا آپ کا کیا نام ہے۔ انھوں نے جواب دیا مجھے "برخ" کہتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ ہی ہیں۔ ہم بہت دنوں سے آپ کے لیے حیران تھے۔ انھوں نے پوچھا مجھ سے کیا کام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے پروردگار سے کہہ کر پانی برسا دیجیے۔ وہ چلے اور بڑے ذوق اور شوق سے کہنے لگے۔

الٰہی! تیرا تو آگے یہ حال نہ تھا اور یہ کام تیرے نہ تھے، تیری ذات سے اور تیرے حلم سے بہت بعید ہے۔ کیوں اتنی مدت سے پانی بند کر دیا۔ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ سب بلبلا رہے ہیں اور آپ کسی کی سنتے ہی نہیں۔ سب مر رہے ہیں اور آپ آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہی نہیں ایسی بھی بے پروائی کس کام کی، الٰہی مجھے بتا کیا تیرے چشمے سوکھ گئے یا ہوا تیرے

اختیار میں نہیں رہی۔ یا جو کچھ تیرے پاس تھا وہ ختم ہو چکا تیرے پانی کے خزانے سوکھ گئے یا تو نے سخاوت چھوڑ دی۔ اس قدر بھی غصہ کس کام کا۔ لوگ مر رہے ہیں اور آپ کو پرواہی نہیں۔ ایسی خشکی کرنا تھا تو آپ نے اپنا نام غفار کیوں رکھا۔ آپ تو یہ کہتے ہیں کہ میں نے گنہگاروں سے پہلے رحمت کو پیدا کیا۔ اب وہ رحمت کہاں گئی۔ ہم سے کہتے ہیں سب پر نرمی کرو اور آپ کو اس قدر غصہ' الٰہی چھوڑوں گا نہیں بتا کیا کسی نے تیرا ہاتھ رحمت سے روک دیا ہے۔ کیا تجھے کسی کا خوف ہے یا اس سے تو ڈرتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور میں اپنا بدلہ گنہگاروں سے نہ لے سکوں۔ سزا دینے میں ایسی بھی کیا جلدی کس کام کی۔ الٰہی تو بڑا ہے' بڑوں کو چھوٹوں کی برائیوں پر نظر نہیں کرنا چاہیے۔ تو اپنی ذات کو دیکھ 'ان کمبخت گناہگاروں کی طرف کیوں خیال کرتا ہے۔ اگر انھوں نے گناہ کیا تو تیرا کیا بگاڑا کیا تیری خدائی میں ان کے گناہ سے کچھ خلل آگیا۔ ان کے گناہ سے کیا تیری شان گھٹ گئی۔ الٰہی! ورنہ کر جلدی پانی برسا نہیں تو کچھ اور بولوں گا۔ یہ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ اس زور سے پانی برسا کہ قحط دور ہو گیا۔ اور جاتے جاتے کہنے لگا۔ ہاں اب تو نے اپنے شایان شان کام کیا خدا کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ موسیٰ علیہ السلام جب ان کے پاس آئے تو کہا موسیٰ دیکھا کس طرح لڑ جھگڑ کر ہم نے اپنے خدا سے پانی برسا لیا۔ دیکھو موسیٰ کیسا منصف خدا ہے قائل ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آگیا۔ چاہا کہ اس بے ادبی پر ماریں۔ پر حکم آیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام یہ کیا کرتے ہو۔ ارے اس دیوانے کو جانے دو۔ ایسی باتیں کر کے دن میں کئی دفعہ ہمیں ہنساتا ہے۔ تم کو اس کی باتوں سے کیا کام یہ جانے یا ہم جانیں۔

فرحانہ بیگم 'ثانی گوزہ' عادل آباد

استاد

ایک دفعہ سکندر رومی سے اس کے اہل دربار نے استفسار کیا کہ آپ نے اپنے استاد ارسطو کی قدر و منزلت اپنے والد محترم سے بھی بڑھا دی ہے جو مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

اس پر سکندر نے کہا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ درست اور مناسب اقدام ہے کیونکہ باپ وہ بزرگوار ہے جو مجھے آسمان سے زمین پر لایا مگر استاد وہ بزرگ ہستی ہے جو مجھے زمین سے آسمان پر لے گئی۔

شیخ ہارون بڑھئی پورہ 'منگرول پیر

محبت بھی اک عبادت ہے

پیارے دوستو! آپ نے یہ کہاوت تو سنی ہو گی کہ کسی جانور کو بھی اگر ایک مہینے دروازے پر رکھا جاتا ہے تو اس جانور سے بھی پیار ہو جاتا ہے لیکن یہ آج کل کے انسان جو صدیوں سے ایک ساتھ رہتے آئے ہیں پھر بھی ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہیں۔ دوستو! مجھے بہت افسوس کے ساتھ یہ

انوکھی فرمائش

بیگم نے بیرون ملک اپنے شوہر کو خط لکھا۔ "سرتاج! حکومت نے کسٹم ٹیکس بڑھا دیا ہے' اس لیے فریج' واشنگ مشین' رنگین ٹی وی' ٹیپ ریکارڈ' وی سی آر اور کراکری کے سوا کوئی سامان نہ لانا۔"

کہنا پڑتا ہے کہ آج کے یہ ترقی یافتہ لوگ اپنی خواہشات کی پوجا کرتے ہیں لیکن اپنے پڑوسیوں اور ساتھیوں کے ساتھ رحم دلی اور محبت کا برتاؤ نہیں کر سکتے۔ چاہے کوئی کتنی ہی عبادت کر لے لیکن اس کے پڑوسی اس سے خوش نہیں۔ اس کے سارے عمل بے کار ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جو کام تلوار نہ کر سکی وہ کام انسان نے محبت سے کر دیا ہے اگر آپ زندگی کا صحیح لطف اٹھانا چاہتے ہیں تو ہر کسی کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آیئے کیونکہ محبت ایک ایسی نعمت ہے جو پتھر جیسے دل کو موم کر دیتی ہے۔ مارٹن لوتھر کا قول ہے کہ زندگی ایک پھول ہے اور محبت اس کی خوشبو ہے۔

وارث علی' برکت علی نگر' وڈالا' ممبئی

ماجد و ساجد

ماجد اور ساجد دو ساتھی تھے۔ دونوں مدرسے جا رہے تھے۔ ماجد کے ہاتھ میں کتاب تھی۔ ساجد کی کتاب بستہ میں تھی۔ ماجد نے پوچھا بتاؤ رسول کسے کہتے ہیں۔ ساجد! رسول کا مطلب میں نہیں جانتا۔ ماجد! تم نے کل کیا پڑھا تھا۔ ساجد! کل میں نے نبی کا بیان پڑھا تھا۔ ماجد نبی اور رسول کا بالکل ایک ہی مطلب ہے یا کچھ فرق بھی ہے۔ ماجد نبی اور رسول میں تھوڑا سا فرق ہے۔ تم یہ سمجھو کہ رسول وہ ہیں جن پر اللہ نے کتاب اتاری ہے۔ ساجد حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰؑ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے حضرت محمد مصطفی ﷺ رسول ہیں یا نبی۔ ماجد یہ رسول بھی ہیں اور نبی بھی۔ ماجد اور ساجد دو محنتی لڑکے ہیں ایک سوال کرتا ہے تو دوسرا جواب دیتا ہے۔

محمد حنیف' کمان پورا' جامع مسجد ہاشم

نیکی کر دریا میں ڈال

غزنی میں رہائش رکھنے والے ایک بزرگ عثمان حزب آبادی شلجم چقندر اور ایسی ہی دیگر سبزیاں پکا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کھوٹا سکہ لے کر آپ کے پاس آتا تو سودا دینے سے انکار نہ کرتے بلکہ کھوٹا سکہ لے لیتے تھے اور سودا بھی پورا دیتے۔ اس عادت کی وجہ سے بہت سے لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ انھیں کھرے کھوٹے کی تمیز ہی نہیں ہے حالانکہ یہ بات نہیں تھی۔ جب آپ کے انتقال کا وقت آیا تو آسمان کی جانب منہ کر کے فرمایا میرے مالک تو آگاہ ہے کہ میں لوگوں کے کھوٹے سکے دانستہ قبول کر لیا کرتا

تھا' تو بھی میرے کھوٹے اعمال اپنی خاص رحمت و عنایت سے قبول فرمالے۔

محمد سعد' پاپولر واچ' محمدی' کھیری

عبادت پر نہیں خدا پر بھروسا

ایک فقیر کعبے کے سامنے سر بسجود روتے ہوئے کہہ رہا تھا اے غفور اے رحیم تو جانتا ہے کہ مجھ جیسے جاہل اور ظالم سے کیا ہو سکتا جو تیرے لائق ہو۔ میں اپنی عبادت پر بھروسا نہیں کرتا بلکہ تیرے کرم کا امیدوار ہوں۔ گنہگار گناہ سے توبہ کرتے ہیں۔ عابد عبادت کا بدلہ اور سود اگر سامان کی قیمت طلب کرتے ہیں۔ میں بندگی کے بدلے بھیک مانگنے اور تجارت کے لیے نہیں آیا ہوں' میں تیرے کرم کی امید لے کر آیا ہوں تو میرے ساتھ وہ سلوک کر کہ جس کا تو اہل ہے۔ وہ سلوک نہ کر جس کا میں اہل ہوں چاہے میری خطائیں معاف کردے یا مجھے ہلاک کردے۔ میں تیرے دروازے کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہوں۔ میں مجبور ہوں اور تو مختار ہے۔ میں نے اپنی عبادت قبول کرنے کے لیے نہیں کہا صرف یہ کہتا ہوں کہ تو اپنے رحم و کرم سے میرے گناہوں کو معاف کردے۔

سید فیض الحق' ندوۃ العلماء' لکھنو

چاندپور کی کرکٹ ٹیم ایک نظر میں

ہمارے کپتان صابر علی ہیں ماشاء اللہ اچھے خاصے بلے باز ہیں۔ گانو میں جب اکیلے ہی کھیلتے ہیں تو پہلا نمبر لیتے ہیں اور ایک ہی اوور میں ۲۰ رن بنا لیتے ہیں۔ جب کسی دوسرے گانو کی ٹیم سے کھیلتے ہیں تو ۲ یا ۳ رن بنا لیے تو سنچری بنالی آؤٹ ہوگئے۔ ہمارے نائب کپتان ہیں جناب کفیل احمد اچھے بلے باز ہیں۔ ان کا ہائی اسکور ہے ۱۲۵ ایک ہی اوور میں ۱۸ رن بھی انھوں نے بنائے ۳ چوکے ایک چھکا۔ کفیل اچھا کھیل دکھاتے

حقوق

نئی نویلی دلہن گھر میں آنے والی عورتوں کو بڑے فخر و غرور سے شادی کے جوڑے اور زیورات دکھا رہی تھی۔ ایک معمر خاتون نے کہا۔ "یہی وقت ہے۔ تم چاہو تو شوہر کو ہمیشہ کے لیے اپنے قابو میں کر سکتی ہو۔"

"کس طرح؟" نئی نویلی دلھن نے اشتیاق سے پوچھا۔

"اس کی بری عادتیں چھڑاؤ اور اپنے حقوق جتاؤ۔" معمر خاتون نے کہا۔ "بیس سال پہلے جب میری شادی ہوئی تھی تو جانتی ہو میں نے شوہر سے کیا کہا؟ میں نے کہا' جب تک سگریٹ نوشی ترک نہ کروگے میرے پاس ہر گز نہ آنا۔"

"کیا انھوں نے سگریٹ چھوڑ دی۔"

"پتا نہیں۔" خاتون نے جواب دیا۔ "بیس سال سے میری اور اس کی ملاقات ابھی تک نہیں ہو سکی ہے۔"

صحت

صحت خدا کی عظیم نعمت بھی ہے اور عظیم امانت بھی۔ صحت کی قدر کیجیے اور اس کی حفاظت پر بے پروائی نہ برتیے۔ ایک بار جب صحت بگڑ جاتی ہے تو جس طرح حقیر دیمک بڑے بڑے کتب خانوں کو چاٹ کر تباہ کر دیتی ہے، اسی طرح صحت کے معاملے میں معمولی سی غفلت اور حقیر بیماری صحت کو تباہ کر ڈالتی ہے۔

صحت کے تقاضوں سے غفلت برتنا اور اس کی حفاظت میں کوتاہی بے حسی بھی ہے اور خدا کی ناشکری بھی۔

ہیں ۱۰ آدمیوں کی طرف سے حمایت کرتے ہیں۔ صابر اکیلے ہیں۔ کفیل کو کپتان بنانا چاہتے ہیں۔ صابر میاں بننا نہیں چاہتے اور کھلاڑی صابر میاں سے چھوٹے ہیں۔ سب کو دھمکا کر اپنی حمایت کے لیے تیار کر لیتے ہیں۔ ٹیم کا کھیل ابھی بند ہے۔ صرف کپتان کو لے کر ہم تو چھوٹی ٹیم میں کھیل لیتے ہیں۔ جب بڑی کا کھیل ہو تو بڑی میں کھیلیں گے۔

ٹیم اس طرح ہے

۱۔ صابر، ۲۔ کفیل، ۳۔ غفران، ۴۔ ندیم علی، ۵۔ حفظ الرحمٰن، ۶۔ شاکر علی، ۷۔ شہنشاہ، ۸۔ شفیق علی، ۹۔ نجم الثاقب ۱۰۔ سہیل علی، ۱۱۔ عتیق خاں۔

ندیم علی بیگ، چاند پور مرزا، علی گڑھ

غریبی

ہمیں آزادی ملی لیکن اگر کوئی غریبوں سے جا کر پوچھے کیا تم خوش حال ہو۔ تو ان کا جواب یہی ہوگا "نہیں" غریب بھوک سے مرتے ہیں۔ امیر ان پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ ایسا کیوں! کیا غریب انسان نہیں ہوتے؟ امیر ہو یا غریب دونوں کو اللہ نے بنایا۔ سب کو آخرت میں اپنے کیے کا پھل ملے گا۔ نہ باپ بیٹے کا ہوگا نہ بیٹا باپ کا۔ نہ بیٹی ماں کی ہوگی۔ نہ ماں بیٹی کی ہوگی۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا ہم ایسا کوئی کام نہیں کریں گے۔ جس سے یتیم غریب بچے یا ہمارے والدین کو تکلیف ہو۔

منصور سردار

داستان عبرت آموز

کوفہ میں ایک بہت ہی امین اور قابل اعتماد قلی رہتا تھا۔ جو لوگوں کی قیمتی امانتیں دور دور کے شہروں میں پہنچایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ لوگوں کا قیمتی سامان اور نقدی وغیرہ لے کر خچر پر سوار ہو کر سفر پر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک مکار ڈاکو ملا جو اپاہج بن کر بیٹھا ہوا تھا۔ قلی سے گڑگڑا کر کہنے لگا کہ بھائی میں چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔ خدا کے لیے تم مجھے اپنے خچر پر سوار کر لو۔ میں تمھیں ایک دینار کرایہ دوں گا۔ بھولے بھالے قلی نے مکار ڈاکو کو خچر پر سوار کر لیا۔

قلی عام سڑک پر چلنے لگا تو مکار ڈاکو نے کہا کہ بھائی! یہ راستہ تو لمبا ہے۔ میں تمھیں بہت قریب کا راستہ بتاتا ہوں جس سے روزانہ میں آتا جاتا ہوں۔ قلی اس مکار ڈاکو کے فریب میں آگیا اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چل پڑا لیکن ابھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ ایک خوف ناک جنگل آگیا۔ قلی نے دیکھا کہ وہاں بہت سی لاشوں کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں پڑی ہوئی ہیں اور آگے راستہ بند ہے۔ وہاں پہنچ کر یہ مکار ڈاکو اترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ قلی نے حیران ہو کر کہا کہ بھائی یہ کیا کر رہے ہو۔ مکار ڈاکو گرج کر بولا۔ کہ خبردار اب تم یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے۔ دیکھ لو یہ سب تمھارے جیسے مسافروں کی کھوپڑیاں ہیں جن کو میں نے فریب سے یہاں لاکر قتل کیا ہے اور ان کا مال لوٹ لیا ہے۔ قلی نے نہایت عاجزی سے کہا کہ بھائی تم سارا مال و سامان لے لو مگر خدا کے لیے مجھے قتل نہ کرو۔ ہر چند قلی عاجزی کے ساتھ رو رو کر گڑگڑا کر جان کی امان مانگتا رہا مگر اس سفاک ڈاکو نے جس کے سینے میں دل کی جگہ شاید سخت پتھر کا ٹکڑا تھا بالکل رحم نہیں کھایا۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر قلی نے کہا اچھا! تم مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ اس کے بعد تم مجھے قتل کر دینا۔ جلاد ڈاکو نے قہقہہ لگایا اور کہا اچھا جلدی کرو۔ قلی نے نماز شروع کر دی۔ حمد شریف پڑھنے کے بعد پریشانی میں کوئی سورۃ یاد نہیں آئی۔ ادھر جلاد ڈاکو خنجر چمکا چمکا کر تقاضا کر رہا تھا کہ جلدی نماز ختم کر۔ بے اختیاری میں قلی کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے یعنی "خدا کے سوا کون ہے۔ جو مجبور کی پکار کو سنے۔ جب وہ مجبور اس کو پکارے" قلی اس آیت کو پڑھنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار اس کے رخسار پر بہنے لگی۔ ابھی ایک رکعت بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ اچانک جنگل میں سے ایک سوار نمودار ہوا اور اس نے مکار ڈاکو کی گردن پر ایسی شمشیر ماری کہ اس کا سر کٹ کر گر پڑا اور ایک دم اس کی لاش پر غیبی آگ کے شعلے بلند ہو گئے۔ قلی نے سلام پھیر کر دیکھا تو ڈاکو کی لاش جل کر خاک ہو چکی تھی۔ قلی نے سجدہ شکر ادا کیا اور غیبی سوار سے دریافت کیا کہ خدا کے لیے اتنا بتا دیجیے کہ آپ کون ہیں اور کس طرح یہاں تشریف لائے۔ غیبی سوار کہنے لگا کہ

عظمت

انسان کو عظمت صرف ایک چیز کی بدولت حاصل ہو سکتی ہے اور وہ ہے محنت۔ محنت میں ہمیشہ عظمت ہے اگر کوئی شخص انتہائی محنت کرے اور اس دنیا میں ایک بہترین اور اعلا مقام حاصل کرے تو یہ اس کی عظمت ہوگی' یعنی اس نے عظمت کی معراج کو پالیا۔ سخت جدوجہد اور محنت کے بعد ہی کوئی چیز حاصل ہوتی ہے۔ یہی اس دنیا کا اصول ہے اور اس اصول پر عمل کیے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

میں امن مجیب المضطر فرمانے والے مالک و مولیٰ کا بندہ ہوں۔ اور اسی کے حکم سے میں تمھاری مدد کے لیے یہاں آیا ہوں۔ اب تم بے خوف ہو جاؤ جہاں چاہو چلے جاؤ۔

مسلمانو! یہ نماز اور دیانت داری کا صلہ ہے۔ اللہ عزوجل نے قلی کو جان مال کی سلامتی بخشی۔ آج کے اس فیشن کے دور میں نماز اور دیانت دار ہونا ہر مسلمان پر بے حد ضروری ہے۔ پروردگار عالم سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو نمازی اور دیانت دار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

تبسم نسرین، چاندنی چوک، امراؤتی

جنازہ اٹھانا

جنازہ کے اٹھانے میں کسی قسم کی کچھ بات نہیں ہے۔ خود حضور ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ اور تابعین اور ائمہ دین نے جنازہ اٹھایا ہے۔ پس جو شخص جنازہ کے اٹھانے میں وقات سمجھے وہ بلا شبہ ضعیف الایمان ہے۔ جنازہ کے ساتھ چلنا ایک حق ہے منجملہ ان حقوق کے جو مسلمان باہم ایک دوسرے پر واجب ہے۔ علاوہ اس کے جنازہ کے ساتھ چلنے میں بہت بڑا ثواب ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول ﷺ نے مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے پر پانچ حق واجب ہیں سلام کا جواب دینا۔ مریض کی عیادت کرنا جنازہ کے ساتھ چلنا۔ دعوت کا قبول کرنا۔ چھینکنے والے کا جواب دینا۔ روایت کیا اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے۔ حضرت ابوہریرہؓ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول ﷺ نے جو شخص ایمان کا کام سمجھ کر اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور برابر اس کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس کے جنازے کی نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہو تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اور جو شخص اس کے جنازے کی نماز پڑھ کر دفن سے پہلے ہی لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔ روایت کیا اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے۔ سبحان اللہ جنازے کے ساتھ جانے میں کتنا بڑا ثواب ہے مگر بہت سے مسلمان اپنی غفلت کی وجہ سے اتنے بڑے ثواب سے اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں۔

محمد ثاقب، مبارک پور، اعظم گڑھ

شہزادی شہناز

وہ ایک حسین ترین شہزادی تھی۔ اس کا نام تھا شہزادی شہناز۔ وہ بہت مغرور تھی کیونکہ وہ کافی خوبصورت اور امیر تھی۔ روزانہ وہ آئینہ دیکھتی اور کہتی کہ میری طرح حسین و جمیل شہزادی دنیا میں کہیں نہیں ہے۔

ایک دن وہ آئینہ دیکھ رہی تھی کہ

ایک غائبانہ آواز سنائی دی اے شہزادی شہناز اپنے حسن پر گھمنڈ نہ کرو۔ دنیا میں تین چیزیں تم سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ اس نے چاروں طرف دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ تب اس نے سنا کہ اپنے گلشن کے تالاب پر جاؤ۔ وہاں تم تین چیزیں دیکھو گی۔ وہ تالاب پر گئی۔

اس نے تالاب میں ایک پیارا پھول دیکھا۔ غیبی آواز آئی "یہ پھول تم سے زیادہ خوبصورت ہے۔ یہ گل سب کو مسرت و شادمانی بخشتا ہے۔ لیکن تم کسی کو بھی خوشی نہیں دیتی ہو کیونکہ تم بڑی گھمنڈی ہو۔" وہ نہایت غصے سے آگ بگولہ ہو کر محل میں چلی گئی۔ جب رات ہوگئی آسمان پر ستارے جگمگانے لگے۔ وہ پھر تالاب پر گئی۔ اس نے تالاب میں ایک خوبصورت تارا دیکھا۔ پھر اس نے غیبی آواز سنی: یہ تارا تم سے زیادہ حسین ہے کیونکہ یہ تارا سب کو خوشی بخشتا ہے۔ تم کسی کو بھی خوش نہیں کرتیں۔ تم بہت مغرور رہو۔

شہزادی شہناز بہت اداسی کے ساتھ آہستہ آہستہ محل میں داخل ہوئی۔ رات کو وہ ذرا نہ سو سکی۔ وہ غمگین تھی کہ اس سے بھی حسین ترین چیزیں دنیا میں موجود ہیں۔ اب وہ تیسری خوبصورت چیز کو جاننا چاہتی تھی اس لیے وہ صبح سویرے ہی تالاب کے پاس گئی۔ اس نے پانی میں ایک خوبصورت چہرہ دیکھا۔ یہ ایک غریب اندھی بھکارن لڑکی کا خوبصورت چہرہ تھا۔ غیب سے آواز آئی: اس نابینا لڑکی کا چہرہ تم سے زیادہ حسین ہے۔

شہزادی شہناز نے غصے سے دریافت کیا: یہ اندھی لڑکی کون ہے؟ اس نے آواز سنی "یہ نابینا لڑکی ایک بھکارن ہے۔ اس کے والد بہت ضعیف ہیں اور اس کی والدہ بہت بیمار ہے۔ یہ لڑکی دن بھر بھیک مانگتی ہے۔ اس طرح اپنے ناتواں اور بیمار والدین کے لیے کھانا مہیا کرتی ہے اور ان کی دیکھ ریکھ بھی کرتی ہے۔ شہزادی شہناز نے سوال کیا۔ یہ نابینا بھکارن لڑکی کہاں ہے؟ غیب سے آواز آئی: یہ اندھی لڑکی محل کے دروازے پر کھڑی بھیک مانگ رہی ہے۔

شہزادی شہناز دوڑتی ہوئی محل کے دروازے پر پہنچی۔ وہ اندھی لڑکی کو محل میں لائی۔ اسے کھانا کھلایا۔ نابینا لڑکی خوشی خوشی اپنے ضعیف اور علیل والدین کے پاس گئی۔ اب شہزادی شہناز بہت خوش و خرم اور مسرور تھی۔ اب اس نے کبھی نہیں کہا کہ مجھ سے خوبصورت کوئی نہیں ہے۔ وہ ہر روز ضرورت مندوں کو اور محتاجوں کو کھانا کپڑا اور پیسہ دیتی رہتی۔ اس شہر کے سبھی مرد عورت اور بچے شہزادی شہناز کو اچھا کہنے لگے۔ اب وہ ہر دلعزیز شہزادی شہناز ہو گئی۔

زینت اقبال، بھگوان پور، بہار

جواہر لال نہرو

دنیا کی عظیم شخصیتوں میں جواہر لال نہرو کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔ انھیں انسانیت کا پرستار اور امن کا دیوتا کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ دنیا کے کسی گوشے میں جنگ کی نوبت آتی تو آپ بے قرار ہو جاتے اور کسی نہ کسی طرح امن قائم کرنے کی کوشش کرتے۔

آپ ۱۴ر نومبر ۱۸۸۹ء کو الہٰ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد موتی لال نہرو الہٰ آباد کے نامور اور دولت مند وکیلوں میں گنے جاتے تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی منشی مبارک علی کے ذریعہ ہوئی۔ وہ ننھے جواہر لال کو کندھوں پر سوار کر کے سیر کو لے جایا کرتے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے قصے سنایا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام سروپ رانی تھا۔ جواہر لال کو ۱۹۰۵ء میں بغرض تعلیم انگلستان بھیج دیا گیا۔ ۱۹۱۰ء میں کیمبرج یونی ورسٹی سے ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۱۲ء میں وکالت کی سند حاصل کر کے بیرسٹر بن گئے اور سات سال بعد انگلستان سے وطن واپس آ گئے۔

جواہر لال نہرو نے بھارت آتے ہی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ الہ آباد ہائی کورٹ میں وکالت کا بھی کام جاری رکھا۔ کانگریس کے پروگراموں میں دلچسپی لیتے گئے۔ ۱۹۱۶ء میں لکھنو اجلاس میں گاندھی جی سے ملاقات ہوئی اور ان سے بہت متاثر ہوئے اور ان کی پالیسیوں پر چلنے کا عہد کر لیا۔ آزادی کی جدوجہد کے سلسلہ میں آپ کو کئی بار جیل جانا پڑا۔ انھوں نے سائمن کمیشن کے خلاف مظاہرہ کی رہنمائی کی۔ وہ آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس کے صدر منتخب ہوئے کانگریس کے بھی صدر بنائے گئے۔ ۱۹۴۵ء میں وہ شملہ کانفرنس میں شریک ہوئے۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو وہ آزاد بھارت کے پہلے وزیر اعظم بنائے گئے اور اسی عہدہ پر وہ تقریباً سترہ سال یعنی اپنی موت تک برقرار رہے۔

بحیثیت وزیر اعظم آپ نے بے شمار کام کیے۔ ملک عبوری دور سے گزر رہا تھا۔ بے شمار مسائل تھے۔ ان مسائل کو بڑی خوبی سے حل کرتے ہوئے اپنے ملک اور قوم کی رہنمائی کی۔ بھارت میں نئی نئی صنعتوں کو جاری کروایا۔ بھارت کو زرعی ترقی کے ذریعہ خود کفیل بننے میں مدد دی۔ بڑی بڑی ندیوں پر بند بنوائے۔ ویران جنگلوں اور پہاڑی خطوں کو لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل کروایا۔ آپ کی کوششوں سے بھارت کا نام دنیا میں بہت بلند ہوا۔

وہ ایک ممتاز مفکر، مصنف اور عالم تھے۔ انھوں نے ملک کے سامنے جمہوریت سیکولرزم اور اشتراکیت کے مثالی نصب العین رکھے۔ انھوں نے پنچایتوں کو دوبارہ زندہ کیا۔ صوبوں کی زبان کی بنیاد پر تنظیم کی زمینداری کا خاتمہ کیا۔ ناوابستگی کی پالیسی کو روشناس کرایا۔ انھوں نے افریقی ممالک کی

آزادی، انڈونیشیا، انڈوچین اور مصر کی آزادی کی حمایت کی بھارت کا یہ مایۂ ناز عظیم رہنما اور معمار قوم ۲۷ مئی ۱۹۶۴ء کو انتقال کر گیا۔ نہرو جی کو بھارت کے لوگ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

انیسہ ناز، اسلام پور کا سودھ جلگاؤں

قصہ بنی اسرائیل کے ایک ظالم کا

ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی سے باتیں کر رہا تھا۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک اجنبی آدمی دروازہ سے چلا آرہا ہے۔ یہ شخص نہایت غصہ میں اس کی طرف لپکا۔ اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور گھر میں آنے کی تجھے کس نے اجازت دی۔ اس نے کہا کہ مجھے اس گھر کے مالک نے اندر آنے کی اجازت دی ہے اور وہ میں ہوں جس کو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں سے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ کسی ظالم کے دبدبہ سے ڈرتا ہوں نہ کسی مغرور متکبر کے پاس جانے سے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے۔ اس کی یہ گفتگو سن کر وہ ظالم خوف زدہ ہو گیا۔ بدن میں کپکپی آ گئی اور اوندھے منہ گر گیا۔ اس کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا پھر تو آپ ملک الموت ہیں۔ اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ صاحب مکان نے کہا کہ آپ مجھے اتنی مہلت دیں کہ میں وصیت نامہ لکھ دوں۔ فرشتہ نے کہا کہ اس کا اب وقت دور چلا گیا۔ افسوس کہ تیری مدت ختم ہو چکی ہے۔ سانس پورے ہو چکے ہیں اور تیرا وقت ختم ہو گیا۔ اب تیرے لیے ذرا سی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں۔ صاحب مکان نے کہا آپ کہاں لے جائیں گے۔ فرشتہ نے کہا تیرے اعمال جو آگے گئے ہیں ان کے پاس ہی لے جاؤں گا۔ جیسے عمل کیے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانا ہوگا اور جس قسم کا گھر تو نے اس جہاں میں بنا رکھا ہوگا وہی تجھے ملے گا۔ اس نے کہا کہ میں نے تو نیک اعمال کچھ بھی نہیں کیے اور نہ کوئی عمدہ گھر اپنے لیے اب تک بنا رکھا ہے۔ فرشتہ نے کہا پھر تو (نزاعۃ للشوی) کی طرف لے جاؤں گا۔ یہ سورۂ معارج کی آیت کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ بیشک وہ آگ ایسی دہکتی ہوگی جو کھال تک کھینچ لے گی اور اس شخص کو جس نے دنیا میں حق سے منہ پھیرا اور بے توجہی کی، وہ آگ خود ہی بلا لے گی۔ اپنی طرف کھینچ لے گی اس کے بعد اس فرشتہ نے اس کی جان نکال لی۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ کوئی رو رہا ہے۔ کوئی چلا رہا تھا اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مردہ پر اس وقت کیا گزر رہی ہے تو اس کے مرنے سے زیادہ آہ و بکا اس کی حالت پر ہونے لگے جو اس پر گزر رہی ہے۔

محمد اوصاف عزیز، کے جی ایف

فائدہ

ابن مسعودؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ بوریے پر سوئے تو مبارک بدن پر نشان

پڑگئے انھوں نے کہا اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے لیے بستر بچھائیں، فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا کام میری مثال اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کے لیے ٹھہرے کچھ دیر بعد اس کو چھوڑ کر چل دے۔ یعنی دنیا مسافر خانہ ہے مسافر کسی جگہ نہیں ٹھہرتا ہے سو جگہ ٹھہرنا نہیں ہے وہاں آرام کا بندوبست کرنا بے کیا۔ حدیث ابی امامہ میں آیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھ سے کہا کہو تو میں بطحہ مکہ کو سونا کردوں! میں نے عرض کیا اے رب ایسا نہ کر، میں ایک دن کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا جب بھوکا رہوں گا تجھ کو راضی کروں گا تجھ کو یاد کروں گا جب سیر شکم ہوں گا تیری حمد تیرا شکر کروں گا اس کو محمد ترمذی نے روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں مرفوعاً انھیں سے یوں آیا ہے کہ سب سے زیادہ رشک مجھ کو اپنے دوستوں میں سے اس مومن پر آتا ہے جو کم مال اور کم عیال ہے نماز سے نصیب ور ہے۔ رب کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے۔ پوشیدہ خدا کا مطیع ہے لوگوں میں انجان ہے اس کی طرف اشارہ نہیں کیا جاتا۔ اس کا رزق بقدر کفایت ہے وہ اس رزق پر صابر ہے۔ پھر ہاتھ سے اشارہ فرما کر کہا جلدی ہوئی اس موت میں کم رونے والیاں ہیں اس کی تھوڑی ہے میراث اس کی معلوم ہوا ایسا مسلمان جس کے پاس کم مال ہو اولاد کم ہو۔ رزق کم ہو پھر وہ زیادہ بھی نہ جیئے جلدی وفات پا جاوے تھوڑا سا ترکہ چھوڑ جاوے اس کے لیے زیادہ رونے والیاں نہ ہوں لائق رشک کرنے کے ہے یعنی اس کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا چاہیے کہ کاش اپنا حال بھی ایسا ہی ہوتا۔ پہلے زمانے میں کچھ میں لوگ متوسط الحال بھی ہوتے اگر کفاف پر قناعت کریں۔ عبادت خدا میں رہے دنیا کی زیادہ حرص نہ کر تو امید ہے کہ سیدھے جنت میں چلے جاؤ گے مگر آفت تو یہ ہے کہ طمع بے حیا نہیں چھوڑتی بغیر ضرورت کے حاجت سے زیادہ طلب کرتے ہیں یہی حرص ان کے لیے سبب ہلاک والدّین کا ہو جاتی ہے۔

مرفوعاً آیا ہے رسول ﷺ نے یوں فرمایا ہے کہ جس نے صبح کی اور اس کی جان امن میں ہے اس کا بدن تندرست ہے اس کے پاس ایک دن کا کھانا ہے تو سمجھو کہ گویا ساری دنیا اس کے لیے جمع کر دی گئی ہے دوسری حدیث میں یوں آیا ہے نہیں بھرا کسی آدمی نے کوئی برتن بدتر پیٹ سے۔ کافی ہیں آدم زاد کو چند لقمے جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اور جو بن بھرے نہ بنے تو تہائی کھانے کے لیے تہائی پانی کے لیے تہائی سانس لینے کے لیے کافی ہے۔ اس حکم کے مقابلے میں اب یہ ہوتا ہے کہ بھوک تو خاص موافق عمر و حیثیت کے موجود ہے مگر کسی دوا دارو معجون اکسیر وغیرہ سے اگر زیادہ ہو جاوے سیر دو سیر کھانا کھا لیا جایا کرے تو کیا مضایقہ ہے۔ پھر جو شخص بیل بھینس کی طرح زیادہ کھاتا ہے وہ اپنے یاروں میں اس بات پر فخر کرتا ہے کہ میں اتنا گوشت کھا جاتا ہوں اتنا دودھ

پی جاتا ہوں اتنا کھانا ایک وقت میں ہضم کر جاتا ہوں۔

خوردن برائے زیستن وذکر کردن ست
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن ست

کہو ایسے انسان اور ان حیوانات میں۔ سوائے ایک دُم کے اور کیا فرق ہے۔ یہ کتنا ہی کھاویں ان میں برابر بیل گھوڑے ہاتھی کے ہرگز طاقت نہ آوے گی۔ اگر بالفرض آئی بھی تو یہ ہوا کہ پہلے انسان ناقص تھے اب حیوان کامل کی طرح ہو گئے رہی سہی آدمیت بھی جاتی رہی۔ اسلام کی پانچ بنیادوں میں ایک زکوۃ دینا بھی ہے زکوۃ کا حکم ویسا ہی ہے جیسے نماز روزہ حج کا۔ حدیث ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ میں مرفوعا آیا ہے جو بندہ پانچوں نماز پڑھے رمضان کا روزہ رکھے زکوۃ نکالے ساتوں کبائر سے بچے اس کے لیے دروازے بہشت کے کھول دیئے جاتے ہیں اس سے کہتے ہیں ادخل بسلام یعنی تو سلامتی سے اس میں داخل ہو اس کو امام نسائی اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ حبان نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے معلوم ہوا بہشت اس شرط سے روزے زکوۃ پر ملتی ہے کہ جب گناہ کبیرہ نہ کرے اس لیے یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ تھوڑی عبادت ہمراہ ترک گناہ کے زیادہ عبادت سے ہمراہ گناہ کے مفید تر ہے کیونکہ دور کرنا نقصان کا حاصل کرنے نفع پر مقدم ہوا ہے انس بن مالکؓ نے کہا کہ ایک آدمی قوم تمیم کا آیا اس نے کہا اے رسول خدا ﷺ میں بڑا مال دار ہوں۔ اہل وعیال بھی شہر میں رکھتا ہوں۔ کیا کروں کس طرح خرچ کروں فرمایا مال کی زکوۃ نکال یہ تجھ کو پاک کردے گی صلہ اقربا کر مسکین وہمسایہ وسائل کا حق پہچان معلوم ہوا کہ دینا زکوۃ کا رشتہ داروں کو درست ہے۔

محمد ثاقب اعلوی اعظم گڑھ

چڑیا کی آواز

بہت سال پہلے اودھ کے ایک چھوٹے سے راج میں ایک طاقتور راجا راج کرتا تھا۔ وہ رعایا میں بہت مقبول تھا۔ اسے پیڑ پودوں سے بڑی محبت تھی۔ اس کا باغیچہ بہت خوبصورت تھا۔ دور دور سے پیڑ پودے منگوا کر اس نے اپنے باغیچے کو اپنے حساب سے جنت جیسا بنا رکھا تھا۔ اس کے باغ میں ایک ببول کا پیڑ تھا۔ ادھر کچھ دنوں سے اس پر ایک ننھی چڑیا آکر بیٹھتی تھی۔ شروع رات سے آخر رات تک وہ کچھ الفاظ کو بار بار دوہراتی تھی۔ راجا پرندوں کی بولی سمجھتا تھا۔ رات کے پہلے وقت میں چڑیا کہتی "ارے کس منہ میں دودھ ڈالوں" "ارے آکر کوئی بتائے نا۔ اور رات کے دوسرے وقت میں وہ بار بار کہتی۔ اس جیسا کہیں نہیں دیکھا رات کے تیسرے وقت میں دکھی اور اداس آواز میں کہتی "اب ہم کیا کریں ؟ بتاؤ نہ اب کیا کریں؟"

راجا ہر رات چڑیا کی باتیں سنتے سنتے

سوچ میں پڑ گیا۔ وہ ہر لمحہ ان باتوں کا مطلب نکالنے کی کوشش کرتا مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک ننھی سی چڑیا نے اس کے دل کا سکون چھین لیا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے نجومی کو بلولیا، راجا نے انھیں اس ننھی چڑیا کے سارے جملے سنائے اور کہا کہ وہ ان کا مطلب سمجھائیں۔ نجومی جی بھی حیران رہ گئے انھوں نے مہاراج سے چوبیس گھنٹے کی مہلت مانگی اور گھر چلے گئے۔

نجومی کو اداس منہ لوٹتے دیکھ کر اس کی بیوی فکر مند ہو گئی کیونکہ جب کبھی وہ راج محل سے لوٹتے تھے تو امنگ اور مسرت ان کے چہرے پر جھلکتی تھی۔ اس لیے کہ راجا ان پر بہت مہربان تھا۔ ان کے پاس محل باغ لونڈی غلام ہیرے جواہرات سبھی کچھ تو تھا۔ بیوی نے ان سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟" آپ اداس کیوں ہیں؟ راج محل میں سب ٹھیک ٹھاک تو ہے؟

"پریشانی آنے والی ہے۔ محل شان وشوکت دھن دولت سب کچھ ختم ہو جائے گا میں راجا کے سوالوں کا جواب نہ دے سکوں گا۔ نجومی نے پریشان ہو کر کہا۔ نجومی نے تفصیل سے سب کچھ بتادیا۔ اس چڑیا کی باتوں کا کیا مطلب نکلتا ہے یہ کوئی بھی نہیں بتا پار ہا ہے۔ شانتی نے انھیں بھروسا دلایا کہ مہاراج سے کہہ دیجیے گا کہ کل میری بیوی راج سبھا میں ان سوالوں کا جواب دے گی۔

دوسرے دن نجومی جی نے مہاراج کو اپنی بیوی کا پیغام پہنچادیا۔ راجا نے شانتی کو لانے کے لیے پالکی بھیجی۔ راج دربار میں رات کے وقت ایک خصوصی جلسہ بلایا۔ ایک پردے کی آڑ میں نجومی جی کی بیوی کے بیٹھنے کا انتظام کرلیا۔

رات کے پہلے وقت میں چڑیا نے کہنا شروع کیا "کس منہ میں دودھ ڈالوں" مہاراج نے اس کا مطلب پوچھا تو شانتی نے کہا "مہاراج یہ چڑیا آدھی بات ہی کہتی ہے پوری بات یہ کہ راون کے دس سر تھے اس کی ماں جب اپنے بیٹے کو دودھ پلانا چاہتی تو سوچ میں پڑ جاتی ہے کہ کون سے منہ میں دودھ ڈالوں؟ راجا نجومی کی بیوی کے منہ سے یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ جواب صحیح تھا۔

اب رات کے دوسرے وقت میں چڑیا نے کہنا شروع کیا "ایسا کہیں نہیں دیکھا" شانتی نے بتایا "یہ چڑیا چاروں طرف گھومتی ہے۔ بہت سی جگہوں سے گھوم کر آئی ہے لیکن اس کا کہنا ہے کہ پوری دنیا میں ایک جمبو جزیرہ ہی ایسا ہے جہاں لوگ سکھ، چین سے رہتے ہیں۔ یہاں آدمی کو کسی طرح کی فکر نہیں ہے۔ اس نے ایسا کہیں نہیں دیکھا۔ راجا کو شانتی کا دوسرے جواب پر بھی یقین آگیا۔

تیسرے وقت میں چڑیا نے کہا "اب ہم کیا کریں؟" یہ سن کر شانتی بولی مہاراج ہمارے یہاں چھوٹی عمر کی لڑکیوں کی شادی بڑی عمر کے لڑکوں سے کردی جاتی ہے۔ اسی شادی کو دیکھ کر چڑیا کہتی ہے کہ اب ہم کیا

کریں۔"

یہ سن کر راجا سنانے میں آگیا۔ سچ مچ بہت سی شادیاں ایسی ہی ہوئی تھیں۔ راجہ سبھا میں سبھی شانتی کی تعریف کر رہے تھے رات بہت ہو چکی تھی۔ راجا کو اس عقلمند چڑیا کے سوالوں کا جواب نجومی کی ہوشیار بیوی کی معرفت مل گیا۔ وہ اس سے بہت ہی خوش ہوا اس نے نجومی اور اس کی بیوی کو بہت سا دھن دولت دے کر عزت سے رخصت کیا۔

نسیم الریاض، پورہ رانی، مبارکپور، اعظم گڑھ

علم کی دین

پرانے زمانے کی بات ہے جب کہ انسانیت حق اور عدل کی علم بردار تھی۔ حکومت کی کرسی پر عمر ابن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ متمکن ہوئے۔ قاعدے کے مطابق علاقے اور ملک کے لوگ گوشے گوشے سے خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے۔ اسی آنے والی جماعت میں حجاز سے بھی اچانک جماعت آئی۔

خلیفہ عمر ابن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کی جانب سے استقبالیہ دیا گیا۔ جب لوگ دربار میں آئے تو اس جماعت کی نمایندگی کے لیے ایک نو عمر لڑکا آگے بڑھا۔ عمر ابن عبد العزیزؒ نے کہا۔ اے میرے عزیز! نمایندگی کے فرائض انجام دینے وہ آدمی آئے جو عمر کے اعتبار سے تم سے بڑا ہو۔ اس لڑکے نے جواب میں کہا۔ اے اللہ! امیر المومنین عمر ابن عبد العزیزؒ کو اچھی سمجھ دے۔ اس لیے کہ آدمی کی قدر دو چیزوں سے ہوتی ہے۔ جو دیکھنے میں تو چھوٹی ہیں لیکن ان کا مقام بلند ہے۔ سب سے پہلی چیز دل ہے اور دوسری چیز زبان پھر اس لڑکے نے کہا۔ امیر المومنین جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو حفاظت کرنے والا دل اور بولنے والی زبان دے دی تو وہی آدمی قوم کی نمایندگی کا حقدار بھی ہو گیا۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر عمر کی وجہ سے امیر المومنین کا عہدہ تفویض کیا جاتا آپ سے زیادہ عمر کا آدمی اس مجلس میں موجود ہے۔ خلیفہ اس بچے کی بات سن کر حیرت میں پڑ گئے۔ انھوں نے پوچھا۔ میرے عزیز! تمھاری عمر کتنی ہے۔ بتایا گیا صرف گیارہ سال پس فوراً خلیفہ ابن عبد العزیز نے شاعر کا ایک شعر پڑھ دیا۔

جس کا ترجمہ یہ ہے: ا۔ علم حاصل کرو اس لیے کہ آدمی علم والا بن کر پیدا نہیں ہوتا اور علم والا ویسا نہیں ہوتا جیسا جاہل ہوتا ہے۔ ۲۔ اور بے شک قوم کا بڑا آدمی جس کو علم نہیں ہے۔ چھوٹا آدمی ہے۔ اس وقت جب اس کے سامنے مجلسوں کا انعقاد ہو یعنی بڑا آدمی اگر بے علم ہو۔ تو مجلسوں میں وہ اپنی بے علمی کی وجہ سے چھوٹا اور ذلیل ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ علم نے اس گیارہ سال کے بچے کو خلیفہ عمر ابن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے دربار میں قوم کی نمایندگی کا حق عطا کیا۔ اللہ

تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فیض الاسلام فیض، دوگھرا، جالہ، دربھنگہ

سو سنار کی ایک لہار کی

کسی گانو میں ایک سنار اور ایک لہار دونوں دوست رہتے تھے۔ ان میں بہت گہری دوستی تھی۔ جب کبھی وقت پڑتا تو سنار لہار دونوں ایک دوسرے کے ضرور کام آتے۔

جب بھی لہار کوئی چیز بناتا تو سنار لے کر چلا جاتا۔ یہ تو اب سنار کا معمول ہو گیا کہ جب کبھی بھی لہار لوہے کی کوئی نئی چیز تیار کرتا تو سنار کہتا کہ تمھاری بھابھی کو ضرور پسند آئے گی۔ ایک دن لہار نے ایک اتنی خوبصورت بالٹی تیار کی اور دل میں سوچا کہ میں یہ بالٹی اپنے پاس رکھوں گا۔ کسی کو نہ بیچوں گا پانی کے استعمال کو رکھوں گا۔ جب یہ لہار سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں سنار آ گیا۔ سنار نے جب بالٹی دیکھی تو کہا کہ تمھاری بھابھی جان کو یہ بالٹی بہت پسند آئے گی۔ اور سنار بالٹی لے کر چل دیا۔

لہار سنار سے بہت تنگ آ چکا تھا اس نے سوچا کہ اب سنار کا کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ وہ دوسرے دن سنار کے یہاں گیا تو سنار نے اس سے بیٹھنے کو کہا۔ وہ دکان میں بیٹھا تھا کہ اچانک اس کی نظر ہیرے کے ہار پر پڑی اور وہ ہار اس نے سنار سے پوچھا کہ یہ ہار کس کا ہے اس نے کہا کہ تمھاری بھابھی جان کے لیے تیار کر رہا ہوں تو لہار کے دل میں خیال آیا کہ چلو اب یہ ہار لے ہی لینا چاہیے۔ اس نے فوراً ہار لیا اور سنار سے کہا کہ بھائی سنار یہ ہار تمھاری بھابھی کو ضرور پسند آئے گا اور یہ کہہ کر سنار کے پاس سے وہ ہار لے کر اپنے گھر چلا گیا۔ تب سنار نے کہا کہ میں نے اس کا کم از کم پانچ سو کا سامان لیا ہوگا مگر یہ تو میرا لاکھوں کا ہار لے کر گیا۔ سنار نے کہا کہ کہنے والے سچ کہتے ہیں کہ سو سنار کی اور ایک لہار کی تب سے یہ کہاوت ابھی تک ہے۔

نفیس فاطمہ، درگاہ محلہ پاتھری، پربھنی

جھوٹی شان

احمد آٹھویں کلاس میں پڑھتا تھا۔ اس کے والد پھیری والے تھے۔ وہ پڑھنے میں بہت ذہین تھا لیکن اسے ہر بات پر جھوٹی شیخی بگھارنے کی بری عادت تھی۔ اس کی ان باتوں سے سب لڑکے اسے امیر سمجھتے تھے اور اس کی تعریفیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس کے دوست اکرم کی بہن کی شادی تھی۔ اکرم نے اپنے سب دوستوں کو بلایا خاص طور پر احمد کو۔ اب احمد بڑا پریشان تھا کہ اس کے پاس کوئی ڈھنگ کے کپڑے نہیں اور شادی میں دینے کے لیے تحفہ بھی نہیں۔ اس کا ایک دوست تھا۔ وہ سلیم سے پہننے کے لیے کپڑے مانگ لایا۔ اب صرف تحفہ کا مسئلہ رہ گیا تھا اس نے اپنے ابو سے پیسے

مانگے۔ انھوں نے روپے نہیں دیے تو اس نے اپنے والد کے کوٹ سے چرالیے اور تحفہ خرید لایا۔ آج شادی تھی اس لیے وہ صبح جلدی اٹھ گیا اور تیار ہو کر اکرم کے گھر گیا وہاں پہلے ہی سے بہت سے دوست انور، کلیم، نعیم موجود تھے۔ سبھی اس کے کپڑوں کی تعریف کرنے لگے۔ احمد اپنی تعریف سن کر پھولا نہ سمایا اور یہ بھی بھول گیا کہ یہ کپڑے اس کے نہیں بلکہ سلیم کے ہیں۔ اکرم اور سلیم خالد زاد بھائی تھے۔ احمد کو اس بات کا علم نہ تھا۔ سلیم بھی شادی میں آیا تھا۔ جب اس نے احمد کو دیکھا تو اس کے پاس گیا اور کہنے لگا احمد تم نے تو یہ کپڑے ڈرامے میں پہننے کے لیے لیے تھے۔ یہ سن کر احمد کی ساری خوشیاں مرجھا گئیں۔ وہاں موجود اس کے سارے دوستوں نے احمد کا خوب مذاق اڑایا۔ ادھر جب احمد گھر پہنچا تو اس کے ابو نے بھی اس کو بہت ڈانٹا کیونکہ جن پیسوں کو اس نے چرایا تھا وہ ابو کے دوست کی امانت تھی۔ احمد کو اب اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے اپنے ابو اور امی سے معافی مانگی اور اس نے قسم کھائی کہ آیندہ نہ وہ جھوٹی شان دکھائے گا نہ اور کسی سے کوئی چیز ادھار مانگے گا۔

محمد احتشام انصاری، آسنسول (بردوان)

سمجھدار شاگرد

بلگرام میں ایک بزرگ تھے ان کے پاس ایک شخص پڑھنے آیا کرتے تھے۔ حسب معمول ایک روز پڑھنے کے لیے آیا تو دیکھا کہ استاد محترم کے چہرے پر ضعف کے آثار نمودار ہیں۔ دیکھ کر سمجھ گئے آج شیخ کے یہاں کھانا کچھ نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر پڑھنا ملتوی کر دیا اور گھر واپس آ گئے اور وہاں سے کھانا پکوا کر استاد کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔ تو شیخ نے فرمایا کہ کھانا تو عین حاجت کے وقت آیا لیکن اس کے لینے سے ایک عذر شرعی مانع ہے وہ یہ ہے کہ جب تم واپس گئے تو مجھے اسی وقت خیال آیا کہ تم میرے لیے کھانا لانے جا رہے ہو تو یہ کھانا شرِ نفس کے بعد آیا۔ اور اس کا لینا حدیث کے خلاف ہے۔

وہ شاگرد بھی کتنے معزز تھے کہ اصرار نہیں کیا اور کھانا لے کر فوراً واپس چل دیے اور تھوڑی دور جا کر پھر لوٹے اور آ کر عرض کیا کہ حضرت اب تو اشرف نفس نہیں رہا ہوگا؟ کیونکہ میرے جانے کے بعد آپ کو یقین ہو گیا ہوگا کہ وہ کھانا چلا گیا۔ لہذا اب آپ قبول فرمالیں۔ چنانچہ استاد محترم نے قبول فرمالیا۔ سبحان اللہ جب دل میں محبت ہوتی ہے تو خدمت کا طریقہ خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے۔

محمد امتیاز رحمانی، خانقاہ رحمانی، مونگیر، بہار

چاہ کندن چاہ در پیش

یہ کہاوت مشہور ہے کہ دوسروں کے لیے کھودے ہوئے گڑھے میں آدمی خود ہی گرتا ہے۔ ابو جہل رشتے میں تو ہمارے نبی

حضرت محمد ﷺ کا چچا تھا لیکن حضورؐ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں سر فہرست رہا ہے مگر آپؐ کی شفیق ذات کلمۂ حق کی دعوت دینے اس کے گھر بار بار جاتی۔

ایک دفعہ ابو جہل نے بیمار ہونے کا بہانہ بنایا۔ اسے یقین تھا کہ آپؐ کو معلوم ہوگا تو عیادت کو ضرور آئیں گے۔ اس نے اپنے گھر کے دروازے کے سامنے ہی گڑھا کھود کر اوپر سے گھاس پھوس سے ڈھانک دیا۔ اس کا منصوبہ تھا کہ حضورؐ جب عیادت کو آئیں گے اس گڑھے میں گر جائیں گے۔ جب آپؐ کو ابو جہل کی بیماری کی خبر پہنچی تو حسب عادت عیادت کے لیے چل پڑے۔ جوں ہی آپ گڑھے کے قریب پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضورؐ کو واپس لے گئے۔ ابو جہل کو اطلاع ملی کہ آپؐ عیادت کو آئے مگر دروازے سے لوٹ گئے۔ اطلاع پاتے ہی وہ لپک کر باہر آیا۔ اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس نے دروازے پر گڑھا کھود رکھا ہے۔ خود ہی اس گڑھے میں گر گیا۔ اسے گڑھے سے نکالنے کے لیے رسی ڈالی گئی مگر وہ چھوٹی پڑی۔ لمبی سے لمبی رسی کئی بار ڈالی جاتی رہی مگر ہر بار رسی چھوٹی ہی پڑتی رہی۔ آخر ہار کر اس نے کہا کہ اس گڑھے سے مجھے محمدؐ ہی نکال سکیں گے۔ تمھاری کوئی ترکیب کارآمد نہ ہوگی۔ آپؐ تک اطلاع پہنچائی گئی۔ آپؐ کی شفقت تو دیکھیے آپؐ آئے اسے کلمۂ حق کی دعوت دی۔ جواب دیا پہلے گڑھے سے باہر تو نکالیے پھر کلمہ توحید پڑھ لیتا ہوں۔ آپؐ نے اپنا دست مبارک آگے بڑھایا۔ آپؐ کے ہاتھ کا سہارا ملتے ہی ابو جہل گڑھے سے باہر نکل آیا۔ خدا نے اس کے دل پر کفر کی مہر لگا رکھی تھی۔ ایمان تو نہیں لایا بلکہ کہنے لگا کہ تم بڑے جادوگر ہو۔

عاصمہ شریف 'بھوسارنبول' رائے گڑھ

جانوروں پر رحم

سمیر اپنے والد کے ساتھ گھر کی طرف لوٹ رہا تھا تو اس نے دیکھا کچھ بچے ایک بچے کے ارد گرد جمع تھے جو ایک بلی کے بچے کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچ رہا تھا اور بلی بے چاری میاؤں میاؤں کر رہی تھی اور تمام لڑکے ہنس رہے تھے۔

سمیر کے والد صاحب نے جب یہ دیکھا تو کہا یہ کام حرام ہے اے میرے بیٹو جب بچوں نے یہ سنا تو بچوں نے بلی کے بچہ کو چھوڑ دیا اور تمام بچے اپنے اپنے گھر چلے گئے اس کے بعد انھوں نے سمیر کو بلایا اور کہا اسے کھانا کھلاؤ اور پانی پلاؤ اور جب سمیر بلی کے بچہ کو کھانا پانی کھلا پلا کر اپنے ابا کے پاس گیا اس کے ابا نے کہا اے میرے لڑکے بے شک حیوان انسان ملے جلے ہوتے ہیں۔ جانوروں کے ستانے سے عذاب ہو سکتا ہے۔ سمیر کے والد نے سمیر کو ایک کہانی سنائی۔ زمانۂ قدیم ایک عورت تھی اس کا دل بہت سخت تھا ایک دن اس نے ایک بلی کو باندھ دیا اور اسے کچھ کھانے پینے کو نہیں دیا۔ آخر کار بلی تین دن

تک بھوک پیاس سے دم توڑ کر مر گئی اور اس عورت کو ذرا بھی احساس نہ ہوا نبی ﷺ کو یہ خبر ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت کو میں نے جہنم کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھا اور بلی کی وجہ سے ہی عذاب ہوا ہے اس لیے پیامی بھائیو آپ سے گزارش ہے کہ کبھی بھی آپ جانوروں کو تنگ نہ کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

جاوید احمد ، اے ۲۸ ابوالفضل انکلیو ، نئی دہلی

عورت کی عظمت

عورت وہ عظیم ہستی ہے جس کے شکم سے ہزروں انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کی ولادت ہوئی اور سیکڑوں ائمہ وقت علمائے دین ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں آئے۔ یقیناً یہ شرف عورت کے لیے باعث عظمت ہے لیکن آج کل عورتیں اور لڑکیاں اپنے آپ کو عورت نہیں سمجھتی ہیں بلکہ وہ گھروں میں رہنا بھی پسند نہیں کرتیں اور اپنے آپ کو پیکر حیا و شرم تصور نہیں کرتی ہیں۔ گھروں میں اپنے خاوند کے ساتھ رہنا، اپنے والدین بھائی بہنوں کے ساتھ رہنے اور پردہ کرنے کو ایک طرح کی قید محسوس کرتی ہیں۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتی ہیں بلکہ ان کا خیال ہے کہ گھروں میں رہنے کا حکم محض عورتوں کے جذبات سے کھیلنا ہے۔ آج کل جو تہذیب جنم پارہی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں کی مسلم عورتیں اور لڑکیاں مغرب سے حد درجہ متاثر ہورہی ہیں۔ نیم عریاں اور چست لباس سے آراستہ ہونا جس سے بدن کے نشیب و فراز کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ غیر مردوں سے اختلاط جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ ان کے ہمراہ بازاروں میں جانا اور ایسے کالجوں اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنا جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط پایا جاتا ہو مغرب کے یہ سب اثرات عورتوں پر پڑ رہے ہیں جس کے افسوس ناک نتائج آئے دن اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح کے تصورات و خیالات مغربی تہذیب کی پیداوار ہیں جہاں عورت حسن و جمال کی نمائش تصور کی جاتی ہے۔ عورتوں کا مردوں کے شانہ بشانہ چلنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ اس کے برعکس قرآن و حدیث عورت کو سراپا شرم و حیا تصور کرتے ہیں اور شرم و حیا کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے جس کے اندر جس قدر شرم و حیا پائی جائے گی وہ اتنا ہی زیادہ صاحب ایمان ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو پردہ کی سخت تلقین کی ہے۔ ایک بار ایک نابینا صحابی حضورؐ کے گھر تشریف لائے۔ حضرت عائشہؓ موجود تھیں۔ آپ نے انھیں پردہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا حضورؐ وہ تو نابینا ہیں آپ نے فرمایا تم تو بینا ہو۔ مندرجہ بالا حدیث سے پردہ کی حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے۔ صرف نا آشنا ہی نہیں بلکہ آشنا ہونا بھی نہیں چاہئے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ مذہب اسلام میں انبیاء اولیاء اور بزرگوں

سے متعلق ہی احکام ہیں بلکہ وہ تو سب کے عمل کرنے کے لیے ہیں۔ افسوس ہے کہ عورتیں بہت کم واقف ہیں اور وہ اس علم کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتی ہیں جس کی وجہ سے انھیں قرآن کریم اور احادیث پڑھنے کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔ حالانکہ بعض سورتیں اور بعض حدیث عورتوں سے ہی متعلق ہیں۔ خاص کر سورۃ نساء جس کے معنی ہی عورتوں کے ہیں۔ اسلام عورتوں اور لڑکیوں کو تعلیم و تربیت سے ہرگز نہیں روکتا بلکہ زیادہ سے زیادہ تعلیم کی ترغیب دیتا ہے۔ علم دین کا حاصل کرنا ہر مرد عورت پر فرض ہے۔ اسلام تعلیم حاصل کرنے سے نہیں روکتا بشرطیکہ وہ تعلیم راہ اسلام میں رہ کر حاصل کی جائے اسکول اور کالج میں تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اسکول اور کالج اسلامی نظم و نسق پر چلتے ہوں۔ عورتوں لڑکیوں کے لیے عورتیں ہی معلمہ ہوں اور آپ اس سے نصیحت حاصل کرسکتی ہیں کہ جب نبی ﷺ کی پیاری بیٹی فاطمہؓ کا انتقال ہو رہا تھا تو اس وقت آپ نے اپنے پیارے شوہر حضرت علیؓ سے کہا اگر میں مرجاؤں تو آپ میری لاش (میت) کو رات میں لے جانا اس لیے کہ میں یہ گوارہ نہیں کرتی کہ میری میت پر غیر آدمی نظر ڈالے۔

وحید الزماں فیصل، دارالعلوم، مبارک پور

چشمے کے قطروں سے سبق

مشہور امام اور مفسر قفال شاشی ابتدائے عمر میں لہاروں کا کام کرتے تھے اور اپنے فن میں نظیر نہ رکھتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ انھوں نے ایک فولادی صندوقچہ بنایا۔ اس کا قفل اس طرح بنایا کہ اس کی کنجی دوسرے قفل میں منتقل کردی جس کا وزن نصف قیراط سے زیادہ نہ تھا۔ جب یہ صندوقچہ اور اس کا قفل اور کنجی تیار ہوگئے تو وہ ان کو لے کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے اور تحفے کے طور پر پیش کیے۔

بادشاہ اور اس کے درباری اس نادر تحفے پر بہت حیران ہوئے اور تعریف کرنے لگے۔ اتنے میں اس زمانے کا کوئی عالم بادشاہ سے ملنے آیا۔ اسے دیکھ کر بادشاہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اسے اپنی جگہ لاکر بٹھایا اور خود ادب سے ایک طرف بیٹھ گیا۔ لہار نے یہ کیفیت دیکھی تو اپنے دل میں سوچنے لگا کہ "اس شخص کی اتنی تعظیم علم کے سبب سے ہے۔ ایک میں ہوں کہ ساری عمر قفل سازی کے کام میں ضائع کی اور دین اور دنیا کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بہتر یہی ہے کہ اب سے میں بھی شریعت کا علم سیکھنا شروع کروں اور باقی عمر اسی میں صرف کردوں۔"

یہ سوچ کر وہ دربار سے نکل کر سیدھے ایک بہت بڑے عالم کی خدمت میں

پہنچے۔ اس وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی۔ جب انھوں نے اس عالم کو اپنا مقصد بتایا تو وہ بہت حیران ہوا۔ بولا "تیس سال کے بوڑھے طوطے ہو کر اب کیا پڑھو گے؟ سینگ کٹا کر بچھڑوں میں شامل ہونے سے کیا حاصل؟"

مگر لہار نے ایک نہ سنی اور شریعت کا علم سیکھنے پر اڑے رہے۔ مجبوراً عالم نے کہا "تم مانتے ہی نہیں تو آؤ تمھارا امتحان کرتا ہوں۔ دیکھوں ایک فقرہ تمھیں بتاتا ہوں۔ کل صبح اسے یاد کر کے لانا اور مجھے سنانا۔ دیکھوں کیسا یاد کرتے ہو۔" یہ کہہ کر اس عالم نے امام شافعی کے مذہب کے مطابق یہ فقرہ بتایا۔ "قال الشیخ جلد الکلب لا تطہر بالدباغ"

امام قفال ایک ستون کے پیچھے جا کر بیٹھ گئے اور اس فقرہ کو یاد کرنے لگے۔ ایک ہزار مرتبہ اسے دہرا کر دوسرے دن حاضر ہوئے۔ عالم نے پوچھا "کل والا سبق یاد ہو گیا تو سناؤ۔" امام قفال نے کہا "قال الکلب الشیخ لا تطہر بالدباغ" "شیخ" کی جگہ "کلب" اور "کلب" کی جگہ "شیخ" پڑھنے کی وجہ سے دوسرے طلبہ ہنسنے لگے۔ استاد نے ان کو منع کیا اور نئے شاگرد کو ایک اور سبق پڑھا دیا۔

اس طرح ایک سال گزر گیا مگر امام قفال جیسے پہلے علم میں کورے تھے ویسے ہی کورے رہے۔ آخر سیاحت کی ٹھہرائی وطن سے باہر نکل کر پہاڑ کا رخ کیا۔ دھوپ تیز اور ہوا گرم ہو گئی تو ایک سایے دار مقام پر پہنچے جہاں ایک چشمہ پہاڑ کی اونچائی سے نکل کر

قطروں کی شکل میں رس رس کر پہاڑ کے دامن میں ایک پتھر پر گر رہا تھا اور ان قطروں کے اثر سے پتھر میں سوراخ ہو گیا۔ اس پتھر پر نظر پڑی تو امام قفال پر بہت اثر ہوا۔ سوچا کہ "علم اس پانی سے زیادہ نرم اور میرا دل اس پتھر سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ اگر پانی کے حقیر قطرے اس پتھر پر اتنا اثر کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ میں محنت کروں تو علم میرے سخت دل پر اپنا نقش نہ جما سکے۔"

یہ سوچ کر اسی وقت شہر میں لوٹ آئے۔ اور دل و جان سے پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ پورے تیس سال تک محنت کر کے آخر ساٹھ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ان ریاضتوں اور مشقتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے ان پر علوم کے دروازے کھول دیے اور وہ اپنے وقت کے امام مانے گئے۔

کہا جاتا ہے کہ انھوں نے تیس سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ تیس سال پڑھا۔ تیس سال پڑھایا اور تیس سال فتوے دینے میں مشغول رہے اور ایک سو بیس سال میں وفات پائی۔ (ماخوذ)

دفتر پیام تعلیم میں حل موصول ہونے کی آخری تاریخ ۲۸ فروری ۱۹۹۸

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 109

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) .... کی طاقت ہزاروں سال سے استعمال کی جارہی ہے (بندوق / تلوار / پانی)

(۲) .... کی شاعری کا غیر معمولی اثر پڑا۔ (غالب / نظیر / اقبال)

(۳) وہی لوگ بہت سے ساتھیوں کے ساتھ .... میں گھس آئے۔ (شہر / مکان / محل)

(۴) مقابلے کے لیے ہتھیار اور .... خریدتے تھے۔ (اونٹ / گھوڑے / سواریاں)

(۵) ایک طرف .... بیٹھنے سے پیٹ دب جاتا ہے۔ (جھک کر / ٹیک لگا کر)

(٦) میرے .... کے تمام پھل اور پھول آپ پر قربان۔ (پیڑ / باغ / باغیچے)

(۷) اسی .... میں وہ پولس تھانے کو روانہ ہوگئے۔ (کپڑوں / لباس / ڈریس)

(۸) اب .... گہرے پانیوں میں اترنے والی ہے۔ (کشتی / ناؤ)

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی ــــــ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معما نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

شرائط پیامی ادبی معما (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معما نمبر 109 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

لفافے پر دو روپے کا ٹکٹ لگائیے

ٹوکن پیامی ادبی معما نمبر 109

یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

پیامی ادبی معما نمبر 109۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

مکتبہ جامعہ کی اہم کتابیں

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/-
بچوں کے نظیر اکبرآبادی ۶/-
بچوں کے ... انصاری ۶/-
بچوں کی آپا جان (بیگم ذاکر حسین) ۶/-
بچوں کی شفیقہ فرحت ۴/۵۰
بچوں کے عابد علی خاں ۴/-
بچوں کے علی سردار جعفری ۴/-
بچوں کے یوسف ناظم ۴/-
بچوں کا چیپلن اور کرسچن اینڈرسن ۹/-
بچوں کے مولانا حسرت موہانی ۴/-
بچوں کے میرامن دلی والے ۴/۵۰
بچوں کے محمد حسین آزاد ۴/-
بچوں کے مرزا غالب ۴/-
بچوں کے سدا رنگ خسروؒ ۴/-
بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد ۴/-
بچوں کے سلطان جی رحؒ ۴/۵
بچوں کے مولانا شبلی نعمانی ۴/۵
بچوں کی صالحہ عابد حسین ۴/-
بچوں کے ڈاکٹر سید عابد حسین ۴/-
بچوں کے بابائے اردو مولوی عبدالحق ۴/-
بچوں کے مرزا ادیب ۴/۵۰
بچوں کے غلام السیدین ۵/-
بچوں کے مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۷/-
بچوں کے ذاکر صاحب ۷/-
... ہیرو ۶/-
... کی کہانی ۶/-
... ۷/-

مولانا آزاد کی کہانی ۵/-
جوہر قابل ۴/۵۰
بچوں کے چار بزرگ دوست ۳/۵۰
گاندھی بابا کی کہانی ۱۰/-
گاندھی جی دکھنی افریقہ میں ۲/-
میر انیس ۲/-
امیر خسروؒ ۳/۵۰

سائنس، طب اور عام معلومات

باتوں باتوں میں معلومات ۱۰/-
کہانی بھی، معلومات بھی ۶/-
چیزوں کی کہانی ۷/۵۰
یہ کیسا بخار ہے ۶/-
آپ کا جسم ۶/-
گندا پانی ۴/-
کیوں اور کیسے؟ ۶/-
سائنس کی دنیا ۸/-
کمپیوٹر کیا ہے ۸/-
عجائب گھر ۶/-
ذرّے کی کہانی ۲۱/-
ملاوٹ میرا دشمن ۶/-
پرواز کی کہانی ۴/۵
غذا کی کہانی ۳/۵
رنگوں کی بستی ۵/-
غذائیں دوائیں ۸/-
دہلی کی چند تاریخی عمارتیں ۴/۵۰
صحت کے ۹۹ نکتے ۲/-
صحت کی الف بے ۵/-
سنہرے اصول ۵/-
... ۴/۵۰

سماجی زندگی حصہ سوم ۴/۴۰
تاریخ جنگ کہانیاں (دوم چہارم) ۵/-
ان تھک جان (زیر طبع)
سمن بھن بانو "
جاں باز سپاہی "
ہمت کے پھل "
موم کا محل "
پیاری قواعد اردو طلبہ کے لیے ۳/-
" " (بڑا سائز) ۶/-

نظمیں

پھلجھڑیاں ۶/-
مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/-
بتاشے (رسری گیت باتصویر) ۷/۵۰
چٹکتی کلیاں (زیر طبع)
ٹوٹے کھلونے ۶/۵۰
سہانے ترانے ۴/۵۰
بچوں کے افسر ۶/-
بچوں کے اقبال ۶/۵۰

ننھے منے بچوں کے لیے

بتاشے (باتصویر) ۷/۵۰
جاں نثار دوست (باتصویر کہانیاں) ۶/-
شیر اور بکری " ۷/۵۰
چاند کی بیٹی " ۶/-
بھیڑیے کا گانا " ۷/۵۰
جادو کی ہنڈیا " ۶/-
چالاک بلی " ۷/۵۰
دم کٹی لومڑی " ۷/۵۰
کوّے کا خواب " ۷/۵۰

Regd No DL-16013/97 FEBRUARY-98
Licence No U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd with R N I at No 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar NEW DELHI-110025


ماہنامہ
پیام تعلیم
نئی دہلی ۲۵

بچوں کے لیے مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

قرآن پاک ۳۰واں پارہ، مع ترجمہ و تشریح		50/
صراط مستقیم		7/50
سورہ رحمٰن (ترجمہ و تشریح)		6/
حضرت شیخ مخدوم علی فقیہہ مہائمی		4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9/
نماز پڑھیے		4/50
السلام علیکم		7/50
حضرت یوسف علیہ السلام		4/50
حدیث کیا ہے؟		4/
حضرت عمر فاروقؓ		6/
نقوش سیرتؐ	(اول)	5/
نقوش سیرت	(حصہ دوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ سوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ چہارم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ پنجم)	5/
رسالہ دینیات	(اول)	3/
رسالہ دینیات	(دوم)	4/
رسالہ دینیات	(سوم)	5/
رسالہ دینیات	(چہارم)	5/
رسالہ دینیات	(پنجم)	6/
رسالہ دینیات	(ششم)	6/
رسالہ دینیات	(ہفتم)	6/
سالہ دینیات	(ہشتم)	6/
ضرت آدم علیہ السلام		4/
عرت یحییٰ علیہ السلام		3/
رگان دین		4/
مت کی مائیں		4/50
وب سیرت	(اول)	6/
وب سیرت	(دوم)	6/
چھی باتیں		4/50
سول اللہ کی صاحبزادیاں		4/50
لطان الہند		4/50
رت پاک مختصر مختصر		3/
سن صحابی		6/
ساں کا مہماں		6/

اسلام کے جاں نثار		5/
نور کے پھول		9/
سب سے بڑے انساں رسول ﷺ		3/50
حضرت ابوبکر صدیقؓ		6/
حضرت عبداللہ بن عمرؓ		3/
حضرت طلحہؓ		3/
حضرت ابوذر غفاریؓ		3/
حضرت سلمان فارسیؓ		3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ		3/
حضرت محبوب الٰہیؒ		3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ		3/
حضرت فرید گنج شکرؒ		3/
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ		3/
حضرت نظام الدین اولیاء		3/
حضرت حمزہؓ		3/
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ		3/
حضرت ابوہریرہؓ		4/
اللہ کے نبی		2/50
اللہ کا گھر		4/50
اللہ کے خلیل		3/50
رسول پاکؐ کے اخلاق		4/
قرآن پاک کیا ہے؟		5/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(اول)	6/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(دوم)	6/
اسلام کے مشہور امیر البحر		9/
اسلام کیسے پھیلا؟	(حصہ اول)	7/50
= =	(حصہ دوم)	6/
اسلام کیسے شروع ہوا؟		7/50
رسول پاکؐ		6/
دس جنتی		7/50
سرکار کا دربار		6/50
چار یار		7/50
آں حضرت	(اردو)	3/50
حضرت محمدؐ	(ہندی)	/40
مصباح القرآن		4/50

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

مارچ ۱۹۹۸ جلد ۳۶ شمارہ ۳

فی پرچہ 6/ روپے — سالانہ 50/ روپے
سرکاری اداروں سے — 75/ روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) 500/ روپے

ایڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

پچھلے دنوں بجلی کی آنکھ مچولی سے جہاں کام کا نقصان ہوا وہاں ایک نقصان یہ بھی ہوا کہ کمپیوٹر صاحب کا مزاج خراب ہو گیا اور جو مضامین ان کے پیٹ میں محفوظ تھے وہ کہاں غائب ہو گئے کچھ پتا نہیں۔ اب ان کو دوبارہ ٹائپ کروانا پڑے گا۔ اس لیے اس ماہ بھی بے ترتیبی رہے گی لیکن انشاءاللہ آیندہ ماہ سے پیام تعلیم نہ صرف وقت پر نکلے گا بلکہ اس میں ایک خوشگوار تبدیلی بھی نظر آئے گی۔

ہمارے پرانے پیامی ہماری درخواست پر توجہ نہیں دیتے اس کا ہمیں بہت دکھ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہر ماہ انھیں کی تخلیقات شائع ہوں جبکہ ان کی برادری میں خاصی بڑی تعداد میں نئے پیامی شامل ہو گئے ہیں۔ ہمیں ان نئے پیامیوں کی خواہش کا بھی تو احترام کرنا چاہیے۔ اس لیے اگر پرانے پیامیوں کے مضامین ایک ماہ شائع نہ ہوں تو انھیں شکایت نہ ہونا چاہیے بلکہ ذرا صبر سے کام لینا چاہیے۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

محمد اعظم چشتی

نعت

کتنا بڑا ہے مجھ پہ یہ احسانِ مصطفیٰ
کہتے ہیں لوگ مجھ کو ثنا خوانِ مصطفیٰ
جبریل سے مجھے بھی ہے نسبت قریب کی
وہ بھی ہے اور میں بھی ہوں دربانِ مصطفیٰ
بخشش نثار ہونے کو آئی ہزار بار
دیکھا جو مجھ پہ سایہ دامان مصطفیٰ
دوزخ میں جائے گا نہ کوئی امّتی میرا
اللہ سے ہوا ہے یہ پیمانِ مصطفیٰ
اک ایک کر کے بند ہوئے سارے میکدے
اس شان سے کھلا ہے خمستانِ مصطفیٰ
یارب مجھے بھی دیدۂ حسان کر عطا
حاصل ہو اس گدا کو بھی عرفانِ مصطفیٰ
اعظم کبھی مجھے بھی تو بلوائیں گے حضورؐ
اک دن بنوں گا میں بھی تو مہمانِ مصطفیٰ

قاری اسمٰعیل رحمانی
کوپر گاؤں

نعت

بزم میں جب محمدؐ کا نام آگیا
ہر زباں پر درود وسلام آگیا
بعثتِ مصطفیٰ سے ہمارے لیے
زندگی کا مکمل نظام آگیا
ظلمتیں چھٹ گئیں روشنی ہوگئی
جگمگاتا جو ماہ تمام آگیا
کھل گئے غنچہائے چمن یک بیک
صحن گلشن میں جو ان کا نام آگیا
زندگی کو نئی زندگی مل گئی
دل میں جب ذکرِ خیر الانام آگیا
دیکھیے قوم کی رہبری کے لیے
بن کے ہادی وہ عالی مقام آگیا
آپؐ کے نام کا فیض تو دیکھیے
ہر گھڑی ہر مصیبت میں کام آگیا
کیوں نہ بھیجیں درود ان پہ شام وسحر
جن پہ رحمانی حق کا کلام آگیا

صوفیہ، کراچی

شہزادی زنیتا

ایک دفعہ کا ذکر ہے' ایک شہر میں دو میاں بیوی رہتے تھے۔ ان کا گھر ایک جادو گرنی کے قلعے کے پاس تھا۔ بیوی اپنے گھر کی سب سے اوپر والی کھڑکی سے ہر روز جادو گرنی کا باغ دیکھتی تھی جس میں رنگ برنگے پھول کھلے نظر آتے تھے۔ ان پھولوں کے بڑے عجیب و غریب نام تھے۔ اس باغ میں جانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ جادو گرنی کے ڈر سے کوئی باغ کے قریب بھی نہ پھٹکتا تھا۔ وہ میاں بیوی اس باغ کے قریب جاتے ڈرتے تھے' بس بیوی اپنی کھڑکی سے دیکھ کر خوش ہوتی رہتی تھی۔

ایک دن اس آدمی کی بیوی اتنی بیمار ہو گئی کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ اس نے اپنے شوہر سے فرمائش کی کہ اگر مجھے جادو گرنی کے باغ سے جامنی پھولوں والی جڑی بوٹی کی جڑ کا سلاد بنا کر کھلا دو تو میں بچ جاؤں گی۔ نوجوان شوہر بیوی کی اس فرمائش پر سہم گیا اور کہنے لگا کہ وہاں کس طرح جاؤں' اگر جادو گرنی نے مجھے پکڑ لیا تو؟



بیوی کو شوہر کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ وہ اُداس ہو گئی۔ یہ دیکھ کر شوہر نے ہمت کی اور جادوگرنی کے باغ کی اونچی دیواروں پر چڑھ کر اندر کودا اور چپکے سے جڑ توڑ لایا جب اس نے اس جڑ کا سلاد بنا کر اپنی بیمار بیوی کو کھلایا تو وہ بھلی چنگی ہو گئی۔ پھر اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں عارضی طور پر ٹھیک ہوئی ہوں۔ اگر مجھے بالکل تندرست دیکھنا چاہتے ہو تو زندگی دینے والی جڑی بوٹیاں لا کر کھلاؤ۔ شوہر راضی ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پہلی بار کی طرح اس بار بھی کامیاب ہو جاؤں گا، لیکن جادوگرنی کو اس کے آنے کا علم ہو چکا تھا۔ وہ ہوشیار ہو چکی تھی اور اس انتظار میں تھی کہ وہ دوبارہ آئے تو اسے پکڑ لوں۔ اور پھر جیسے ہی اس بار وہ بوٹی توڑنے آیا جادوگرنی نے اسے پکڑ لیا۔ شوہر کا تو بُرا حال ہو گیا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے جادوگرنی سے کہا۔

"میری بیوی سخت بیمار ہے۔ اگر اس کو یہ بوٹی نہ دی گئی تو وہ مر جائے گی۔ یہ بوٹی صرف تمھارے باغ میں اُگتی ہے مجھے معاف کر دو اور جانے دو۔"

جادوگرنی لال لال آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی کہ یہ صرف ایک ہی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب تمھاری بیوی کے ہاں پہلا بچہ ہو تو وہ مجھے دے دینا تمھارے بچے کا [illegible] رکھوں گی۔

آدمی یہ سن کر پریشان ہو گیا مگر راضی ہونے کے سوا کوئی صورت نہ تھی۔ اس نے ہامی بھر لی تو جادوگرنی نے اسے بوٹی توڑنے کی اجازت دے دی۔ شوہر دیوار پھاند کر واپس جانے لگا تو جادوگرنی نے اسے پھر یاد دلایا کہ تمھارا پہلا بچہ میرا ہوگا۔ آدمی خاموشی سے چلا آیا اور اس نے بوٹی اپنی بیوی کو کھلا دی۔

جب بیوی کی طبیعت سنبھلی تو شوہر نے اسے جادوگرنی کی شرط کے بارے میں بتایا، لیکن بیوی نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور کہنے لگی کہ وہ بوڑھی جادوگرنی ہمارے بچے کو لے کر کیا کرے گی۔ اس بات کو بھول جاؤ اور خوش رہا کرو۔

اسی سال اُن کے ہاں ایک نہایت خوب صورت اور پیاری سی بچی پیدا ہوئی۔ وہ دونوں بے حد خوش تھے لیکن بچی کو پیدا ہوئے ایک دن بھی نہ گزرا تھا کہ وہ جادوگرنی آن دھمکی۔ اس نے بچی کو ہاتھوں میں اٹھایا اور غائب ہو گی۔

جادوگرنی نے بچی کا نام زنیتا رکھا اور اس کی پرورش شروع کر دی۔ زنیتا بارہ سال کی ہوئی تو جادوگرنی نے اس کو ایک بہت اونچے مینار میں بند کر دیا۔ زنیتا بے حد خوب صورت تھی اور سب سے خاص بات اس کے لمبے سنہرے بال تھے جو ریشم کی طرح نرم

اسی وقت سنہرے بالوں کی رسّی نیچے آتی دکھائی دی۔ جادوگرنی اسی رسّی پر لٹک کر بُرجی تک پہنچ گئی اور اندر غائب ہو گئی۔ شہزادے نے جب یہ دیکھا تو اسے حیرت ہوئی۔ اس نے سوچا کہ وہ بھی قسمت آزمائے گا۔

رات جب اندھیرا چھا چکا تھا' شہزادہ اس بُرجی کے نیچے آیا اور جادوگرنی کی سی آواز میں بولا :

"پیاری زینا' پیاری زینا' اپنے بالوں کو لٹکاؤ تاکہ میں اوپر آؤں۔"

اوپر سے کسی نے اپنے سنہرے بال لٹکا دیے اور شہزادہ ان کے سہارے بُرجی تک پہنچ گیا۔ جب وہ کود کر کمرے میں پہنچا تو ایک حسین لڑکی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ادھر زینا بھی دنگ رہ گئی۔ اس نے کبھی کسی آدم زاد کو نہ دیکھا تھا اور کہاں یہ حسین شہزادہ۔

شہزادے نے زینا سے اس کی کہانی سنی پھر بولا' "تم تو واقعی بڑے دکھ میں ہو۔ میں تمھیں یہاں سے نکالوں گا۔"

زینا نے اس سے کہا" "اس مینار سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ صرف یہ کھڑکی ہے اور اس میں سے میرے بالوں کے ذریعہ سے ہی نکلا جا سکتا ہے۔"

شہزادے نے اس سے کہا" "جب جادوگرنی تم سے مل کر چلی جایا کرے گی تو پھر میں ہر روز رات کو تمھارے پاس آیا کروں گا۔ پھر ہم مل کر ادھر سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچیں گے۔"

اچانک زینا کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔ وہ خوش ہو کر کہنے لگی "تم ایسا کرو کہ ہر روز رات کو اپنے ساتھ ایک ریشم کا گچھا لے آیا کرو۔ میں اس ریشم سے رسّی بن دوں گی۔ جب وہ اتنی لمبی ہو جائے گی کہ نیچے اترنے میں مدد دے سکے تو تم اپنا گھوڑا لے کر نیچے آجانا۔ پھر ہم اس جگہ سے بہت دور چلے جائیں گے۔" شہزادے نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

ادھر جادوگرنی نے محسوس کیا کہ زینا کی اُداسی ختم ہو چکی ہے اور وہ ہر وقت گنگناتی رہتی ہے۔ ایک دن بے خیالی میں زینا کے منہ سے نکل گیا' "اچھی خاتون! تم کوئی راستہ آنے جانے کا کیوں نہیں بنوا لیتیں۔ تم تو شہزادے سے بھی زیادہ بھاری ہو۔"

اس سے پہلے زینا کچھ اور کہتی جادوگرنی کو اندازہ ہو گیا کہ اس کے پیچھے کیا ہوتا رہا ہے۔ وہ چیخ کر کہنے لگی' "شیطان لڑکی! تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔" پھر ظالم جادوگرنی نے زینا کے خوب صورت لمبے بال بے دردی سے کاٹ ڈالے۔ زینا روتے

اور ملائم تھے۔ زینا نے کبھی کسی آدم زاد کی شکل نہ دیکھی تھی۔ اس نے ہمیشہ اپنے سامنے صرف بوڑھی جادوگرنی کو دیکھا تھا جسے وہ خاتون کہتی تھی۔

اس مینار میں نہ تو کوئی کھڑکی تھی اور نہ سیڑھیاں۔ بس ایک چھوٹی سی بُرجی بنی ہوئی تھی جس کے ذریعہ سے بوڑھی جادوگرنی اس سے ملنے آتی تھی۔ جب بھی جادوگرنی اس سے ملنے آتی تو یہ کہتی:

"پیاری زینا' پیاری زینا' اپنے بالوں کو لٹکاؤ تاکہ میں اوپر آؤں۔"

یہ سنتے ہی زینا بھاگتی ہوئی بُرجی کے پاس آتی اور اپنے سنہری لمبے بالوں کو نیچے لٹکا دیتی جو رسّی کا کام دیتے۔ جادوگرنی ان کو مضبوطی سے پکڑ کر اوپر آجایا کرتی تھی۔

کئی سال گزر گئے۔ ایک بار پڑوسی ملک کا ایک حسین شہزادہ گھڑسواری کرتے کرتے بہت دور نکل آیا کہ یکایک اسے درد بھری آواز میں کسی کے گانے کی آواز سنائی دی۔ ایسی آواز اس نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس آواز کی کشش میں شہزادہ مینار کے پاس پہنچ گیا۔ اب دیکھیے اتفاق! جادوگرنی اسی وقت زینا سے ملنے آئی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی۔

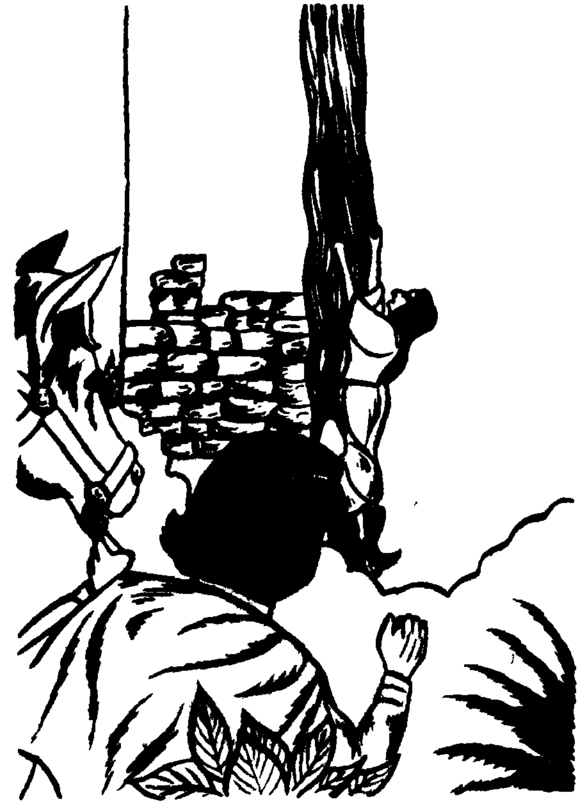
"پیاری [illegible]ی زینا' اپنے بالوں کو لٹکاؤ تاکہ میں اوپر آؤں۔"



روتے روتے سو گئی اور جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ایک تپتے ہوئے ریگستان میں پایا۔

دوسری طرف جادوگرنی مینار کے اندر شہزادے کا انتظار کرنے لگی مگر اس سے پہلے اس نے یہ کام کیا کہ زینیا کے لیے بالوں کی رسّی کو نیچے لٹکا دیا۔ معمول کے مطابق شہزادہ رات کو مینار کے پاس پہنچ گیا اور رسّی سے لٹک کر جیسے ہی اندر آیا تو اس کا سامنا جادوگرنی سے ہوا۔ جادوگرنی غصے میں شہزادے سے بولی:

"تم اب کبھی زینیا سے نہیں مل سکتے۔ میں اسے ایسی جگہ چھوڑ آئی ہوں جہاں کوئی نہیں جا سکتا۔" شہزادے کو یہ سن کر غصہ آگیا۔ اس نے اپنا خنجر نکال کر جادوگرنی کے دل میں گھونپ دیا۔ اس طرح ظالم جادوگرنی کا خاتمہ ہو گیا۔ شہزادے نے غم اور غصے کی حالت میں کھڑکی سے چھلانگ دی۔ مینار کے چاروں طرف خاردار



جھاڑیاں اور جنگلی پودے تھے۔ شہزادہ اُن جھاڑیوں میں جاگرا۔ ان کے کانٹے اس کی آنکھوں میں گھس گئے اور شہزادے کی بینائی جاتی رہی۔

کئی سال یوں ہی بھٹکتے بھٹکتے گزر گئے۔ شہزادہ کئی دن تک بھوکا پیاسا رہتا۔ آخر وہ ایک ریگستان میں پہنچ گیا۔ پیاس کے عالم میں ادھر ادھر بھٹکتے بھٹکتے جس گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ زینا کا تھا۔ زینا نے جیسے ہی شہزادے کو دیکھا وہ خوش ہو گئی۔ اس کو زندہ دیکھ کر خوشی سے زینا کے آنسو نکل پڑے اور پھر وہ آنسو جیسے ہی شہزادے کی آنکھوں میں گرے اس کی بینائی واپس آ گئی۔

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ شہزادہ زینا کو اپنے ملک لے گیا اور اس سے شادی کر لی اور دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے۔ ●



محمد ابراہیم شاہ

مائکرو چپ کیا کام کر سکتا ہے؟

مائکرو چپ نے جو سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے وہ انسانوں کی جگہ کام کرنے والے مشینی روبوٹ کو کنٹرول کرنا ہے۔ اس کا وسیع تر استعمال موٹر کاروں کی صنعت میں کیا گیا ہے جہاں بہت سے معمولی کام کئی کئی مرتبہ انجام دینے پڑتے ہیں چنانچہ اب یہ کام روبوٹ انجام دے رہے ہیں۔ اب روبوٹ ایسے بھی کئی کام کر سکتے ہیں جو انسانوں کے لیے خطرناک ہیں' مثلاً زیرِ زمین کان کنی وغیرہ۔ ایسے کاموں کو روبوٹ سے پورا کرلیا جاسکتا ہے اور انسانوں کو نہ صرف ممکنہ خطرات سے بچلیا جاسکتا ہے بلکہ ان کے کام کو بہت آسان کیا جاسکتا ہے۔

مغربی ممالک میں مائکرو چپ گھر گھر استعمال ہو رہا ہے۔ ہمارے یہاں بھی حساب کنندہ مشین گھڑیاں' وڈیو گیم اور مائکروویو چولہے کے علاوہ کپڑے دھونے کی جدید ترین مشینوں اور ایئر کنڈیشنروں میں مائکرو چپ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مغربی ممالک میں گھروں میں بعض لوگ خودکار نظام نصب کرواتے ہیں۔ اس نظام کی مدد سے گھر میں تمام کام ایسے کمپیوٹر سے مکمل کرائے جاتے ہیں جس میں جدید ترین مائکرو چپ استعمال کیے گئے ہیں۔ اس نظام کی بدولت گھر کی حفاظت کے لیے نہ چوکیدار کی ضرورت پیش آتی ہے اور نہ کوئی چور آپ کے گھر میں چوری کر سکتا ہے' کیونکہ ہنگامی صورت حال میں یہ کمپیوٹر تھانے سے لے کر اسپتال' فائر بریگیڈ اور دیگر تمام متعلقہ جگہوں پر ٹیلی فون کر سکتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک منظم کمپیوٹر کی بدولت ہوتا ہے۔ یہ کمپیوٹر آپ کی غیر موجودگی میں ٹیلی فون بھی سن سکتا ہے اور پیغام بھی نوٹ کر سکتا ہے۔ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام نظام مکمل طور پر خودکار ہوتا ہے اور تمام کام خود بخود انجام دے سکتا ہے۔ یہ تمام سہولتیں مائکرو چپ کی بدولت حاصل کی جاسکی ہیں۔ اس نظام کو پانچ مائکرو پروسیسر کمپیوٹر کے ذریعہ سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ جن گھروں میں یہ جدید نظام نصب کرولیا جاتا ہے ان کے دروازوں میں چابی لگانے کے لیے کوئی سوراخ نہیں

ہوتا ہے۔ کسی غیر متعلقہ شخص کے گھر میں بلا اجازت آمد پر پانچ الارم بجنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ جدید ترین نظام سردیوں میں آپ کے گھر کو گرم رکھ سکتا ہے اور گرمیوں میں ٹھنڈا کر سکتا ہے، پودوں کو پانی دے سکتا ہے اور آپ کے گھر کی بتیاں شام میں جلا سکتا ہے اور دن میں بجھا سکتا ہے۔

مستقبل میں ان کمپیوٹروں کو کم قیمت ہونے کی بنا پر زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے گا کیونکہ ملازمین کی تنخواہوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور اشیائے صَرف کی قیمتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس صورت حال میں ملازمین رکھنے اور ان کو بھاری تنخواہیں دینے کی بجائے کمپیوٹر کم قیمت ثابت ہوتا ہے۔ لندن میں ایک کمپنی نے اپنے حساب کتاب کے شعبے کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک کمپیوٹر لیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ صرف ایک کمپیوٹر اتنا کام کر سکتا ہے جو ایک ہزار کل وقتی کلرک انجام دے سکتے ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کے اخراجات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں اور قیمت بھی بہت کم ہوتی ہے۔ مستقبل میں مائکرو چپ مزید وسیع مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے گا اور جدید ترین آلات کے ذریعہ سے انسانوں کو زیادہ سے زیادہ سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

کیا خطرے کے وقت شتر مرغ اپنا سر ریت میں چھپا لیتے ہیں؟

یہ بات بہت مشہور ہے کہ خطرے کے وقت شتر مرغ اپنا سر ریت میں چھپا لیتے ہیں، لیکن کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اس بات میں کتنی صداقت ہے؟ آیئے ہم آپ کو صحیح بات بتائیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ بات ایسے لوگوں کے لیے کہی جاتی ہے جو تنگ نظر ہوتے ہیں اور دوراندیشی سے کام نہیں لیتے۔ افریقہ کے ایک بہت بڑے فارم میں جہاں دو لاکھ شتر مرغ افزائش نسل کے لیے رکھے گئے ہیں وہاں یہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا کہ شتر مرغ اپنا سر ریت میں چھپا لیتا ہے۔ شتر مرغ کی اس عادت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ شتر مرغ کی گردن خاصی لمبی ہوتی ہے، چنانچہ جب وہ گردن کافی دیر تک اونچی رکھنے کے باعث تھک جاتا ہے تو اپنا سر زمین پر رکھ دیتا ہے تاکہ اس کی گردن کے عضلات کو آرام مل جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شتر مرغ غذا چبانے کے لیے اور غذا کو نرم کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے پتھر تلاش کرتا ہے (اکثر پرندے غذا چباتے وقت پتھر منہ میں ڈال لیتے ہیں تاکہ غذا جلدی نرم ہو جائے) اب تک جتنے بھی نظریات پیش کیے گئے ہیں ان میں سے کوئی بھی اب تک حقائق پر پورا نہیں اترا ہے۔

نصرت ظہیر
۱۵ر۴ بھوگل پور کالونی، نئی دہلی ۹۱

بڑے بھائی جان

گھر کے لیے سودا سلف لانا عام طور پر گھر کے نوکروں کا کام ہوتا ہے۔ لیکن اوسط زندگی گزارنے والے متوسط طبقہ کے درمیانہ لوگوں کو جن کی ساری زندگی دفتروں میں نوکری کرتے کرتے گزر جاتی ہے گھر کا نوکر بھی خود ہی بننا پڑتا ہے۔

تاہم ہمارے ساتھ مشیّت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا۔ ہم خدا کے ان نیک اور خوش قسمت بندوں میں سے ایک ہیں، دفتر میں بھلے ہی نوکری کرتے رہتے ہوں، لیکن گھر میں پورے افسر بن کر رہتے ہیں اور ٹھاٹ سے سب پر حکم چلاتے ہیں۔ یہ افسری حاصل کرنے کے لیے ہمیں صرف اتنا کرنا تھا کہ اپنے بھائی بہنوں سے پہلے پیدا ہو جائیں چنانچہ ہو گئے۔ اس کے بعد اور تو سب کچھ ہوا لیکن اللہ کے فضل سے فارسی میں آہ بھر کر یہ کبھی نہیں کہنا پڑا کہ سگ باش برادر خورد مباش یعنی آدمی کتا بن جائے مگر چھوٹا بھائی نہ بنے۔

بھائی جان ہونا ایک بڑی نعمت ہے اور بڑا بھائی جان ہونا اس سے بھی بڑی نعمت ہے۔ خوش قسمتی سے ہم بڑے بھائی جان تھے اور ہیں اور سگ اور برادر خورد والی کہاوت کبھی ان کی سمجھ میں نہیں آئی۔ آتی بھی کیسے کسی کو فارسی پڑھنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ ہر وقت بس یہی رہتا تھا کہ چکی والے سے پوچھ کر آنا ہے اس نے آٹے کی بوری کیوں نہیں بھیجی۔ ڈیری والے سے کہنا ہے کہ آج کل اس کے دودھ میں ملائی کم آتی ہے۔ مسجد والے امام صاحب کو جا کر بتانا ہے کہ آج شام ان کی دعوت ہے۔ بھائی ناظم علی خاں کو خبر کرنی ہے کہ جمعرات کو محفل میلاد ہو گی لہٰذا اپنی میلاد

پارٹی کو تیار رکھیں۔ اس کے علاوہ کبھی کسی کو نئے کورس کی کتابیں دلانی ہیں۔ کبھی مہینے کا راشن لانا ہے۔ کبھی سبزی لانی ہے' کبھی گوشت آنا ہے یہاں تک کہ پنواڑی سے پان سگریٹ لانا۔ دھوبی کے یہاں سے کپڑے لانے کے کام بھی چھوٹے بھائیوں کے ہی ذمے ہوتے تھے۔

کبھی کوئی تنگ آکر کہہ دیتا۔ ''بھائی جان سے بھی تو کبھی کسی کام کو کہا کیجیے۔ ہر وقت اپنے کمرے میں دوستوں کے ساتھ بیٹھے شطرنج کھیلتے رہتے ہیں۔ یا پھر گراموفون بجتا رہتا ہے۔''

اس پر والدہ کہتیں ''خبردار۔ بڑے بھائی کے بارے میں ایسا نہیں کہتے۔ گھر کے کام چھوٹے ہی کیا کرتے ہیں۔'' اور بے چارہ شکایت کرنے والا اپنا سامنہ لے کر رہ جاتا۔

ایک مرتبہ والد صاحب تک شکایت پہنچی تو انھیں یہ جان کر سخت حیرانی ہوئی کہ ان کی حکومت میں بچوں کے ساتھ ایسی ناانصافی ہو رہی ہے چنانچہ حیران ہوتے ہی انھوں نے انصاف کرنے کے لیے ہمیں عین اس وقت طلب کرلیا جب ہمارا نہتا وزیر دشمن کی پیدل فوج کے ہاتھوں جام شہادت نوش کرنے والا تھا۔ ہم نے دشمن عزیز' میاں احمد جمال ہوش کو بتایا کہ میاں عین لڑائی میں وقت حساب آگیا ہے لہذا ہمارے محمود وایاز کا ذرا خیال رکھیں اور ہمارے پیچھے کوئی تبدیلی ہمارے مہروں کی ترتیب میں نہ فرمائیں' نیز بادشاہ سلامت کو ذلیل کرنے یا اردب میں ڈالنے کی سازشوں سے اجتناب برتیں۔ میاں جمال سنی ان سنی کر کے اپنی ایک سال پرانی مونچھ کو دانتوں سے چبانے کی ناکام کوشش کرتے اور خطرناک انداز میں کچھ سوچتے رہے۔ ہم نے بھی احتیاطاً کچھ دیر رُک کر پوری بساط کو ذہن میں بٹھایا اور سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے والد صاحب کے حضور میں حاضر ہوگئے۔ انھوں نے نہایت غصہ میں فرمایا۔

''بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم بڑے بھائی ہونے کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو۔ لہٰذا آج سے یہ طے کیا جاتا ہے کہ گھر کے لیے سبزی اور گوشت روزانہ۔۔۔۔ پھر کچھ سوچ کر رک گئے اور بولے۔ ''میرا مطلب کہ ہر دوسرے دن۔۔۔'' لیکن اس مرتبہ بھی رک گئے اور پھر کچھ سوچ کر

بولے۔ ''چلو چھوڑو۔ ہفتے میں ایک دن۔ تم لایا کروگے! بس معاملہ ختم۔ اس کے آگے میں کچھ نہیں سنوں گا۔''

ہم نے سعادت مند بچوں کی طرح سر جھکا لیا اور اپنے وزیر کی مدد کے لیے الٹے قدموں لوٹ گئے کہ میاں جمال کا کچھ بھروسا نہ تھا۔

ٹھیک ایک ہفتے بعد ہم نے والدہ سے کہا۔ ''فرمایئے۔ آج کیا پکے گا اور ہمیں بازار سے کیا لانا ہے۔''

یہ سنتے ہی انھوں نے شفقت سے ہمارے سر پر ہاتھ رکھا۔ کچھ دیر تک ہماری بلائیں لیں اور بولیں۔ ''جو تمھیں پسند ہو لے آؤ۔''

ہم نے چند لمحے سوچا اور کہا۔ ''گوشت میں شلغم ڈال لیجیے۔''

کہنے لگیں۔ ''نہیں بیٹے۔ کوئی اور اس سے اچھی چیز بتاؤ۔''

ہم نے پھر سوچا اور سوچ کر کہا۔ ''یہ نہیں تو شلغم میں گوشت ڈال لیجیے۔''

''نہیں کچھ اور بتاؤ میرے چاند۔'' انھوں نے پیار سے کہا۔

ہم نے ایک بار پھر غور سے سوچا اور خوب سوچنے کے بعد کہا۔ ''اچھا چلیے شلغم اور گوشت ایک ساتھ پکا لیجیے۔''

اس مرتبہ انھوں نے مسکرا کر منظوری دے دی اور ہم تھیلا اٹھا کر شلغم اور گوشت لانے چل دیے۔

گھر سے نکلنے کے بعد ہم سیدھے سبزی منڈی پہنچے اور ایک بڑی سی دکان کے آگے رک کر سبزیوں کو غور سے دیکھنے لگے۔ اتنی ساری سبزیاں دیکھ کر ہماری حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا۔ اور ہم سوچنے لگے یا الٰہی سبزیوں کی بھی اتنی قسمیں ہوتی ہیں۔ کچھ سبزیاں تو سرخ' سفید اور زرد رنگ کی بھی تھیں لیکن سب سے زیادہ حیرت ہمیں اس سبزی کو دیکھ کر ہوئی جس کا رنگ بینگنی تھا۔

ہم نے حیرت رفع دفع کرنے کے لیے دکاندار سے پوچھا۔ ''یہ بینگنی سی کیا چیز ہے؟''

سنتے ہی دکاندار ہمیں حیرت سے تکنے لگا اور جب خوب حیرت کر چکا تو عجیب سے لہجے میں بولا۔ ''بیگن!''

ہم نے دل ہی دل میں لاحول پڑھی اور دکاندار سے اپنی آمد کا مقصد بیان کر دیا۔

''شلغم کیا بھاؤ ہیں؟'' ہم نے پوچھا۔

''آٹھ آنے سیر۔۔۔۔'' اس نے کہا۔ (ان دنوں کلو کے باٹ ترازو پر تو چڑھ چکے تھے مگر زبان پر نہیں چڑھے تھے چنانچہ کلو کو سیر ہی کہا جاتا تھا!)

''ٹھیک ہے دو سیر تول دو۔''

''لیکن شلغم اس وقت نہیں ہے۔ کہو تو مولی دے دوں۔''

''نہیں مولی نہیں چاہیے۔ ایک سیر پالک دے دو۔''

''مگر پالک تو نہیں ہے۔ ہاں میتھی ہے۔۔۔''

''اچھا تو ایک پاؤ ادرک دے دو۔''

''معاف کرنا ادرک بھی نہیں ہے۔ البتہ ٹماٹر ہیں۔ بالکل تازہ۔''

''اور آلو؟''

''آلو ابھی آنے والا ہے۔ مگر کدو ہے۔ کہو تو۔۔۔''

''نہیں اب کچھ نہیں کہنا ہے۔'' ہم نے کہا۔ ''عجیب احمق ہیں آپ۔ اتنا وقت برباد کر دیا۔ پہلے کیوں نہیں بتایا کہ یہ سبزی کی دکان نہیں ہے۔'' ہم نے جھنجھلا کر کہا اور آگے بڑھ گئے۔

اس سے بھی بڑی ایک سبزی کی دکان کے آگے رک کر پہلے ہم نے احتیاطاً دکاندار سے پوچھ لیا۔ ''کیوں جی۔ کیا یہ سبزی کی دکان ہے؟''

دکاندار ہمیں غصہ سے گھورنے لگا۔ تبھی ہماری نظر شلغم کی ٹوکری پر پڑ گئی۔ ہم نے سوچا بحث فضول ہے۔ لہٰذا ہاتھ سے اشارہ کر کے پوچھا۔ ''یہ کیا بھاؤ ہیں۔''

''چھ آنے سیر۔'' اس نے کہا۔

ہم نے دو آنہ فی سیر کی بچت دیکھ کر خوشی خوشی دو کی بجائے پانچ سیر شلغم تلوا لیے۔ پھر پالک کی ٹوکری سے ایک سیر پالک ترازو میں رکھوایا تو ساری خوشی کافور ہو گئی کیونکہ اس کا بھاؤ چار روپے سیر نکلا۔

سبزی سے فارغ ہو کر ہم نے گوشت کی مارکیٹ کا رخ کیا۔ جیسے ہی ہم

میٹ مارکیٹ کے دروازے پر پہنچے پوری مارکیٹ میں ایک زلزلہ سا آگیا۔ لوگ اپنی اپنی دکانیں چھوڑکر اٹھنے لگے۔ ہر طرف شور مچ گیا۔ "آیئے بابو جی۔" "آؤ بھائی جان۔" "اس طرف چلیے۔ نہیں اس طرف بھائی میاں۔ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اسی افراتفری میں ایک صاحب نے دکان سے چھلانگ لگائی اور ہمارا ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگے۔

"اپنی دکان چھوڑکر آپ کہاں جارہے ہیں بھائی؟ میں تو کئی روز سے آپ کی راہ دیکھ رہا تھا۔ گھر میں تو سب خیریت ہے نا!؟"

ہم انھیں بتانا چاہتے تھے کہ گھر سے سودا سلف لانے کے لیے آج ہم پہلی بار بازار میں نکلے ہیں لہٰذا ان کی اور ہماری واقفیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن انھوں نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ بلکہ ہمارا سبزی کا تھیلا بھی یہ کہتے ہوئے چھین لیا کہ "آپ بھی کیا بات کرتے ہیں۔ لایئے تھیلا مجھے دیجیے۔ تھک گئے ہوں گے۔ لیجیے حقہ پیجیے گا۔"

"معاف کیجیے حقّہ پینے کی ابھی ہماری عمر نہیں ہے۔" ہم نے کہا اور حقّے کی نے جو تازہ چربی سے تربتر تھی واپس ان کی طرف سرکادی۔

"بھئی یہ تو ماشاء اللہ بہت اچھی بات ہے۔ اچھا خیر بتایئے نواب صاحب کے مزاج کیسے ہیں۔ بہت دنوں سے ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"نواب صاحب کون؟" ہم چونک گئے۔

"بھئی آپ کے والد بزرگوار۔"

"معاف کیجیے ہم نواب شواب نہیں ہیں۔۔۔"

"میاں آپ ابھی بچے ہیں۔ آپ کے والد ہمارے بچپن کے دوست ہیں۔ ہم اور وہ ایک ہی اکھاڑے میں پہلوانی کرتے تھے۔ ان دنوں ان کا پیار کا نام نواب تھا۔ ہم انھیں نواب ہی کہتے تھے۔۔۔"

"مگر جناب ہمارے والد نے تو زندگی میں کبھی پہلوانی نہیں کی۔ ہم تو دراصل بلند شہر کے رہنے والے ہیں۔۔۔"

"اوہو میاں۔ میں بلند ہی شہر کی بات تو کررہا ہوں۔ خیر یہ اگلے وقتوں کی باتیں ہیں۔ یہ بتایئے کیا خدمت کروں آپ کی بوٹی بناؤں یا قیمہ۔ انشاء اللہ مزا آجائے گا۔ ایسا لاجواب جانور کاٹا ہے آج جس کا کوئی جواب

نہیں۔" انھوں نے ہمارا تھیلا دوسرے تھیلوں کی قطار میں رکھتے ہوئے کہا۔

"قیمہ نہیں۔ بس صاف سا گوشت دے دیجیے شلغم میں ڈالنے کے لیے۔" ہم نے احتیاطاً وضاحت کر دی۔

"اچھی بات ہے۔" انھوں نے کہا۔ اور اپنے نوکر سے مخاطب ہو کر بولے۔ "ہاں بھئی فضلو بیٹے۔ ذرا جلدی ہاتھ چلاؤ۔ پہلے بھائی خلیل کا مغزہ (مغز) نکال لو۔ پھر چودھری رحمت علی کے پائے کاٹنے ہیں۔ اس کے بعد صدیق بھائی کا قیمہ بنے گا۔ اللہ بندے کی بوٹیاں کرنی ہیں۔ بندو خاں کے پارچے اتارنے ہیں۔ سید صاحب کی زبان کاٹنی ہے اور شیخ صاحب کے گردے نکالنے ہیں۔ نئے بابو جی کا تمھیں کچھ نہیں کرنا ہے۔ ان کا کام میں کر دوں گا۔ ہاں تو بابو جی آپ نے کیا کہا تھا؟ کیا کرنا ہے آپ کا؟"

"جی کچھ نہیں۔" ہم نے سہم کر کہا اور اپنا تھیلا اٹھا کر وہاں سے بھاگ لیے۔ گھر جا کر ہم نے سب کو اپنی صحیح سلامت واپسی کا قصہ سنایا اور اعلان کر دیا کہ آج سے کبھی گوشت لانے نہیں جائیں گے۔ صرف سبزی لا کر دے سکتے ہیں۔

لیکن جب تھیلا کھولا گیا تو ہمیں نہ صرف گوشت اور سبزی لانے سے بلکہ گھر کے تمام کاموں سے بری الذّمہ کر دیا گیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ ہم شلغم کی جگہ پانچ سیر ٹنڈے اور پالک کی جگہ ایک سیر ہرا دھنیا اٹھا لائے تھے!

خط و کتابت کرتے وقت مراسلہ صاف، خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر تحریر فرمائیں اور آخر میں اپنا خریداری نمبر لکھنا ہرگز نہیں بھولیں۔

ڈاکٹر سید حامد حسین
۵، سلور لائن اپارٹمنٹس ۔اے سیکٹر (بی۔ڈی۔اے)
کوہ فضا، بھوپال ۴۶۲۰۰۱

(قسط نمبر ۱۲)

عقل کا امتحان

(مقابلے کے امتحانوں میں دیے جانے والے سوالوں کے نمونے پر)

سلسلہ وار کڑیاں (۳)

جاوید اور خلیق پک نِک پر جانے کا پروگرام بنا رہے تھے کہ شاہد میاں بھی آدھمکے۔ شاہد میاں کی دھواگیری سے سب ڈرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ وہ ان کے پروگراموں میں شامل نہیں ہوں۔ ان کو دیکھتے ہی جاوید نے نیچی آواز میں خلیق کو آگاہ کیا "ارفس سرسے پرک نرک کرتا مرت کرنہ نرتا۔" جس کا مطلب تھا "اس سے پک نِک کا مت کہنا" جاوید اور اس کے دوستوں نے اپنی ایک خفیہ زبان بنا رکھی تھی۔ جب وہ یہ چاہتے کہ دوسرا اُن کی بات کو نہ سمجھے تو بات اس طرح کرتے کہ ہر حرف کے بعد رے اور نے جوڑتے جاتے جیسے "اس" کہنا ہے تو "ارفس" کہیں گے۔ دوسرے دوست جو اس ترکیب کو سمجھتے تھے وہ تو بات سمجھ لیتے لیکن باہر والا اسے نہیں سمجھ پاتا۔

یہ خفیہ زبان یا کوڈ لوگ کئی موقعوں پر استعمال کرتے ہیں۔ پرانے زمانے میں اس کو زرگری زبان کہتے تھے۔ "زرگر" سنار کو کہتے ہیں۔ سناروں کے پاس جب لوگ لین دین کو پہنچتے تو سنار لوگ عام طور پر اپنی خفیہ زبان میں آپس میں مشورہ کرتے کہ سودے میں فائدہ کس طرح رہے گا۔ اس خفیہ زبان کو سنار تو سمجھ لیتے کیونکہ انھیں پتا رہتا کہ اس زبان میں لفظوں کو کس قاعدے سے بدلا گیا ہے۔ لیکن گاہک اسے سمجھ نہیں پاتا۔ اردو کی ایک پرانی لغت ہے، اس کا نام "فرہنگ آصفیہ" ہے۔ اس میں زرگری کی ایک مثال دی ہے۔ اگر یہ کہنا ہے کہ "آج میرا جی یوں چاہتا ہے" تو کہتے "ازاج مزیرزا جزی یزوں چزاہتزا ہزے" یعنی ہر حرف کے بعد ایک "زے" بڑھاتے جاتے۔

الگ الگ لوگ اپنی پسند سے الگ الگ قسم کی زبانیں بنا لیتے۔ ان زبانوں میں کس طرح تبدیلی لائی گئی اس کو خیال میں رکھتے ہوئے ان کے نام بھی رکھ لیے جاتے جیسے سرسری جس میں بیچ بیچ میں سین اور رے کے حروف جوڑ دیے گئے ہوں۔ یا فرفری جیسی ہم نے جاوید میاں کی زبان کی مثال دی

ہے جس میں نے اور رے کے حروف بڑھا دیے گئے ہیں۔ ایک زبان تھی جسے "ککی" کہتے تھے۔ اس میں دو حرفوں کے بیچ میں لفظ "ککی" ضرور لاتے تھے جیسے "فرہنگ آصفیہ" میں لکھا ہے کہ مکالیکی کی مصری کو ہمکا تکلی ککی سہکعر ککی کہتے۔ اس سے بھی زیادہ لمبی ایک اور زبان تھی جس کا نام کشتولی تھا۔ اس میں ہر حرف کے بعد "کشتولی تمن پلاشہ" لگایا جاتا تھا جیسے "تم چل دو" کو اس طرح کہتے۔ "ت کشتولی تمن پلاشہ۔ م کشتولی تمن پلاشہ۔ چ کشتولی تمن پلاشہ۔ ل کشتولی تمن پلاشہ۔ د کشتولی تمن پلاشہ و د کشتولی تمن پلاشہ۔

بادشاہوں اور امیروں کے یہاں کئی کئی ملازم ہوا کرتے تھے لیکن تھوڑے سے ہی ایسے ہوتے تھے جن پر پورا بھروسا کیا جا سکتا تھا۔ ان بھروسے کے ملازموں کو خاص پیغام دینے کے لیے بھی بادشاہ اور امیر ایسی ہی خفیہ زبان کا استعمال کرتے۔

اب بادشاہ تو رہے نہیں۔ ہاں وزیر ضرور ہیں۔ ایک وزیر کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مشکل سے پانچ لوگوں میں سے ایک آدھ آدمی کا کام کرتے تھے لیکن جو بھی ان کے پاس کوئی درخواست لے کر جاتا وہ خوشی خوشی اس اطمینان سے آتا کہ اس کا کام تو ہو گیا ہے۔ اس اطمینان کی وجہ یہ ہوتی کہ وزیر درخواست لے کر جانے والے کے سامنے ہی اپنے نجی بابو کو ایسے حکم دیتے کہ درخواست والا پوری امید لے کر لوٹتا کہ اس کا کام تو ہو گیا لیکن وزیر صاحب نے اپنی خفیہ زبان بنالی تھی اور ان کا نجی بابو یہ سمجھتا تھا کہ جب وزیر صاحب یہ کہتے کہ "بھئی ان کے کام کے لیے نہیں نہیں کہہ سکتے" تو اس کا مطلب یہی ہے کہ کام نہیں کرنا ہے۔ اگر یہ کہیں کہ "اس کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ نکالنا ہی پڑے گا" تو یہ مطلب ہے کہ نچلے افسر کو بھیج دو، وہ جو ٹھیک سمجھے کرے۔ یہ کہا جائے کہ "کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا" تو مطلب ہے کہ تھوڑی بہت رعایت دے دو۔ یہ الفاظ سُن کر سب خوش ہو جاتے اور یہ سمجھتے کہ ان کا کام بن گیا۔

مقابلے کے امتحانوں میں کوڈ کے سوالات

آپ نے یہ دیکھا کہ کسی بات کو خفیہ زبان میں بتانے کے لیے کوئی خاص قاعدہ بنا لیتے ہیں۔ یہ مانا جاتا ہے کہ سننے والا اس قاعدے کو جانتا ہے اور وہ خفیہ زبان میں دیے گئے پیغام کو سمجھ لیتا ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس نے پیغام سنا ہے اس کو پہلے سے تو قاعدہ نہیں معلوم تھا لیکن وہ اپنی عقل سے اس کا اندازہ لگا لیتا ہے کہ خفیہ زبان میں کس قسم کا قاعدہ استعمال کیا گیا ہے اور وہ اصل بات کو سمجھ لیتا ہے۔ اس طرح کوڈ بنانے یا کوڈ کو حل کرنے میں کامیابی کو دیکھ کر کسی کی ذہانت کا پتا چلایا جا سکتا ہے اور بعض امتحانوں میں، امتحان دینے والے کی سمجھ داری کا اندازہ لگانے کے لیے خفیہ زبان میں کسی کوڈ کو دیا جاتا ہے۔

مثالیں

سوال نمبر ۱۔ اگر کسی خفیہ پیغام میں "ذہین چھوٹے لڑکے" کے لیے ۱۔ ۲۔ ۳ کا "لمبے بڑے لڑکے" کے لیے ۱۔ ۳۔ ۵ کا اور "چھوٹے خوبصورت پھول" کے لیے ۶۔ ۳۔ ۷ کا اشارہ استعمال کیا گیا ہے تو یہ بتایئے کہ "ذہین" کا اشارہ کیا ہے۔

حل: پہلے تو یاد رکھیں کہ یہ ضروری نہیں کہ اصل پیغام میں لفظوں کی جو ترتیب ہے وہی اشاروں کی ترتیب ہو۔ جیسے سوال میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ چھوٹا خوبصورت پھول = ۶۔ ۳۔ ۷ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ "چھوٹا" کے لیے ۶ "خوبصورت" کے لیے ۳ اور "پھول" کے لیے ۷ کا اشارہ ہے۔ بس یہ سمجھنا ہے کہ ان میں کوئی سا ایک اشارہ کسی ایک پیغام (چھوٹا یا خوبصورت یا پھول) کے لیے ہے۔

ہم سے سوال کیا گیا ہے کہ "ذہین" کا اشارہ کیا ہے۔ "ذہین" کا لفظ پہلے پیغام یعنی "ذہین چھوٹا لڑکا" کا حصّہ ہے۔ اب اگر ہم "چھوٹا" اور "لڑکا" کے اشارے الگ کر دیں تو "ذہین" کا اشارہ بچ جائے گا۔

لفظ "چھوٹا" تیسرے پیغام یعنی "چھوٹا خوبصورت پھول" میں بھی ہے۔ اب پہلے اور تیسرے پیغام کے اشاروں کا مقابلہ کریں تو نظر آئے گا کہ جو اشارہ دونوں پیغاموں میں موجود ہے وہ ۳ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ "چھوٹا" کا اشارہ ۳ ہے۔

اب "لڑکے" کی بات ہے تو دوسرے پیغام یعنی "لمبا بڑا لڑکا" میں بھی لفظ "لڑکا" ہے اور پہلے اور دوسرے پیغام میں ایک جیسا اشارہ "ایک" ہے۔ جو "لڑکے" کے لیے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے پیغام میں سے اگر ہم "چھوٹا اور لڑکا" کے اشارے یعنی ۳ اور ایک نکال دیں تو ۲ کا اشارہ بچے گا اور یہی لفظ "ذہین" کا اشارہ ہے۔

سوال نمبر ۲۔ اگر (۱) "لڑکے چالاک ہیں" کا اشارہ الف ب ج ہے (۲) "لڑکیاں لمبی ہیں" کا اشارہ الف ن ہے اور (۳) "لڑکے اور لڑکیاں" کا اشارہ ج ن ق ہے تو "اور" کا اشارہ کیا ہے۔

حل: "اور" (۳) کا حصّہ ہے۔ اگر اس میں سے "لڑکے"، "لڑکیاں" کے اشارے ہٹا دیں تو "اور" بچ جائے گا۔ اب (۱) اور (۳) میں لڑکے کا لفظ ہے اور دونوں میں ج کا اشارہ ہے جو "لڑکے" کے لیے ہوا۔ (۲) اور (۳) میں "لڑکیاں" کا لفظ ہے اور ان دونوں جگہ ن کا ایک جیسا اشارہ ہے جو "لڑکیاں" کے لیے ہوا۔ اب (۳) میں سے ج اور ن ہٹا دینے کے بعد ق بچا جو "اور" کا اشارہ ہوا۔

سوال نمبر ۳۔ کسی خفیہ زبان میں "گھوڑا کالا تھا" کا مطلب "وہ بے وقوف ہے" ہے۔ "چارہ حاضر ہے" کا مطلب "اس کی پٹائی کر دو" ہے اور "چارہ کالا ہے" کا مطلب "پٹائی مشکل تھی" ہے تو

"مشکل" کا کیا مطلب ہے۔

حل: "مشکل" کا لفظ تیسرے پیغام میں ہے۔ اس پیغام میں سے "پہاڑی" اور "تھی" کے الفاظ الگ کرتا ہیں۔ "پہاڑی" دوسرے پیغام میں ہے۔ دوسرے اور تیسرے پیغام میں ایک قسم کا لفظ "چارہ" ہے۔

"تھی" یا "تھا" پہلے پیغام میں ہے اور پہلے اور تیسرے پیغام میں ایک جیسا لفظ "کالا" ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ "مشکل" کے لیے "ہے" کا اشارہ ہے۔

سوال نمبر ۴۔ کسی زبان میں یہ پیغام اس طرح لکھے جاتے ہیں۔

(۱) صاف پانی = گڑا بوکا

(۲) گہرا آسمان = بن گولا

(۳) صاف نیلا آسمان = بن صف بوکا

بتایئے کہ "نیلے" کے لیے کون سا لفظ ہے۔

حل: "نیلا" (۳) میں ہے۔ اب اگر "صاف" اور آسمان" کے الفاظ نکال دیں تو "نیلا" بچ جائے گا۔ (۱) اور (۳) میں "بوکا" ایک جیسے ہیں۔ یہ "صاف" کے لیے ہیں (۲) اور (۳) میں "بن" ایک جیسے ہیں۔ یہ "آسمان" کے لیے ہے۔ اس طرح "نیلا" کے لیے "صف" کا لفظ ہے۔

سوال نمبر ۵۔ (۱) کیو خس ہا دکو۔ لڑکی آم کھارہی ہے (۲) کیو نے پو پتیل = لڑکی اور کھلونے (۳) سوٹ لم دکو = ہماری پسند آم۔ بتایئے کہ "لڑکی" اور "آم" کے لیے کون سے لفظ ہیں۔

حل: "لڑکی" کے لیے (۱) اور (۲) کا مقابلہ کر کے پتا چلتا ہے کہ ایک جیسا لفظ "کیو" ہے۔ آم کے لیے (۱) اور (۳) میں ایک جیسا لفظ "دکو" ہے، اس طرح لڑکی = کیو اور آم = دکو۔

سوالات

سوال نمبر ۱: (۱) لی۔ سو جک = اس نے۔ آم۔ کھائے (۲) جی۔ کمک = میٹھے۔ سنترے۔

(۳) لی۔ کی۔ جو۔ کمک = خالد نے۔ میٹھے۔ کیلے۔ کھائے۔ تو "سنترے" = ؟

سوال نمبر ۲۔ (۱) ثم نیک = ثم۔ نیلی قمیص

(۲) پٹ۔ مٹ۔ ثم = قمیص اور پتلون (۳) نیک۔ پٹ = نیلی پتلون تو اور = ؟

سوال نمبر ۳: (۱) پی۔ سٹو۔ درس = چمکتا۔ لال۔ گلاب (۲) امن۔ نی۔ اسپا = بہتر۔ گاجر۔ لال (۳) اور۔ اسپا۔ درس = رنگ۔ بہتر چمکتا تو لال = ؟

سوال نمبر ۴: (۱) ونے۔ زی۔ سہو۔ بلم = رضوان۔ خوبصورت۔ آنکھیں۔ رکھتا ہے

(۲) مسی۔ دنے۔ نم = بڑی۔ خوبصورت۔ آنکھیں (۳) دنے نم۔ رتی۔ زی۔ نیو = اطہر۔ بھی۔ خوبصورت۔ آنکھیں۔ رکھتا ہے تو رکھتا ہے = ؟

سوال نمبر ۵: (۱) دے۔ بام = خوبصورت پھول (۲) پاک۔ گل۔ دے = پھول اور پھل (۳) بیر۔ے۔ خس۔ بام = خوبصورت ہرا لان (۴) پاک۔ خس = ہرا پھل تو لان = ؟

سوال نمبر ۶. (۱) ا۔۲۔۳ = رفتار اور حادثہ (۲) ۳۔۴۔۵ = رفتار وجہ ہے۔ (۳) ا۔۳۔۶ = حادثہ نتیجہ ہے۔

تو وجہ = ؟

سوال نمبر ۷. (۱) اچھا اور مزےدار = ا۔۳۔۴

(۲) اچھی تصویریں دیکھو = ۴۔۷۔۸

(۳) تصویریں دھندلی ہیں = ۷۔۲۔۹

تو دیکھو = ؟

سوال نمبر ۸. (۱) آم اچھے ہیں = ۷۔۳۔۲

(۲) اچھا کھانا کھاؤ = ۶۔۵۔۷

(۳) آم پکے ہیں = ۹۔۳۔۲

تو پکے = ؟

سوال نمبر ۹ (۱) گرم چٹنی کافی = ا۔۲۔۳

(۲) بہت گرم دن = ۳۔۵۔۶

(۳) دن اور رات = ۵۔۸۔۹

تو بہت = ؟

سوال نمبر ۱۰ (۱) پ۔ز۔س = اچھے پھل کھاؤ

(۲) ق۔س۔ط = پھل اور مٹھائیاں

(۳) ط۔ز۔خ = اچھی مٹھائیاں خریدو

تو اچھا = ؟

سوال نمبر ۱۱. (۱) لڑکا نیک ہے = ق۔ج۔ث

(۲) فریدہ ذہین ہے = ل۔ق۔م

(۳) سب ذہین ہیں = ر۔گ۔م

(۴) ظفر نیک تھا = س۔ھ۔ج

تو لڑکا = ؟

سوال نمبر ۱۲: (۱) س۔ب۔ٹ۔ن = اس کا گاؤں نیم کھیڑا ہے

(۲) م۔س۔ک۔ٹ۔و = شاعری اس کی پہلی پسند ہے۔

(۳) و۔گ۔ٹ۔س۔پ = شاعری پڑھنا اس کا شوق ہے۔

تو شاعری = ؟

سوال نمبر ۱۳: (۱) توتا اڑ گیا = فائدہ کم ہے

(۲) شیر پنجرے میں ہے = نقصان پورا ہو گیا

(۳) پنجرے میں توتا آ گیا = فائدہ پورا کرتا ہے

تو پورا = ؟

سوال نمبر ۱۴

(۱) روپے تکیے کے نیچے ہیں = سفید بلی سو رہی ہے پلنگ پر۔

(۲) روپے گم ہو گئے = سفید بلی چلی گئی۔

(۳) تکیہ سفید ہے = لکڑی کا پلنگ ہے۔

تو تکیہ = ؟

سوال نمبر ۱۵: (۱) مک۔یک۔ٹک۔رک = بلی چوہے کھاتی ہے

(۲) رک۔تک۔لک۔بک = چوہا بل میں رہتا ہے

(۳) مک۔جک رک = بل چھوٹا ہے۔

تو چوہا = ؟

جوابات اور حل

جواب نمبر ۱: (۲) اور (۳) میں میٹھے = تک۔ اس لیے (۲) میں سنترے = جی۔

جواب نمبر ۲: (۱) اور (۲) میں قمیص = ثم۔ (۲) اور (۳) میں پتلون = پٹ۔ اس لیے (۲) میں اور = مٹ

جواب نمبر ۳: (۱) اور (۲) میں لال = پی۔

جواب نمبر ۴: رکھتا ہے (۱) اور (۳) میں ہے۔ ان دونوں میں تین لفظ ایک جیسے ہیں ونے۔ پٹم۔زی لیکن ونے پٹم (۲) میں بھی ہے جس کا مطلب خوبصورت آنکھیں ہوا۔ اس لیے زی = رکھتا ہے۔

جواب نمبر ۵: مدن دس میں ہے۔ (۱) اور (۲) میں بام = خوبصورت اور (۳) اور (۴) میں

حمل = بہرا۔ اس لیے لال = ۵ ہے۔

جواب نمبر ۶: وجہ (۲) میں ہے۔ (۱) اور (۲) میں رفتار = ۳۔ (۲) اور (۳) میں ہے = ۳۔ اس لیے وجہ = ۵۔

جواب نمبر ۷: دیکھو (۲) میں ہے۔ (۱) اور (۲) میں اچھا = ۳۔ (۲) اور (۳) میں تصویریں = ۷۔ اس لیے دیکھو = ۸۔

جواب نمبر ۸: کیے (۳) میں ہے۔ (۱) اور (۳) میں آم ہیں = ۳۔ ۳۔ اس لیے کیے = ۹۔

جواب نمبر ۹ بہت (۲) میں ہے۔ (۱) اور (۲) میں گرم = ۳۔ (۲) اور (۳) میں دن = ۵۔ اس لیے بہت = ۲

جواب نمبر ۱۰: اچھا (۱) اور (۲) میں ہے یعنی "ز"

جواب نمبر ۱۱ لڑکا (۱) میں ہے۔ (۱) اور (۳) میں نیک = ج۔ (۱) اور (۲) میں ہے = ق۔ اس لیے لڑکا = ت۔

جواب نمبر ۱۲ شاعری (۲) اور (۳) میں ہے۔ س اور ث ایک جیسے ہیں۔ لیکن س (۱) میں ہے۔ اس لیے س = ہے تو شاعری = ث۔

جواب نمبر ۱۳: پورا (۲) اور (۳) میں ہے۔ اس لیے پورا = پنجرے میں۔

جواب نمبر ۱۴: تکیہ (۱) اور (۳) میں ہے۔ اس لیے تکیہ = پلنگ۔

جواب نمبر ۱۵: چوہا (۱) اور (۲) میں ہے۔ ان میں بک۔ رک ایک جیسے ہیں۔ رک (۳) میں بھی ہے اور اس کا مطلب "ہے" ہوا۔ اس لیے چوہا = بک

بقیہ صفحہ ۲۰

نے کہا کہ ایک بانس لا کر دیں۔ میں بانس کی تلاش میں چلا گیا۔ اتنی دیر میں اس لڑکے نے کسی طرح قریب پہنچ کر پرندے کو آزادی دلا دی اور وہ نیچے زمین کی طرف پرواز کرتا ہوا آگیا۔ لیکن وہ پوری طرح اڑنے کے قابل نہیں تھا۔ اس کا ایک بازو زخمی تھا۔ جھاڑیوں پر وہ ادھر سے ادھر پھدک پھدک کر چل رہا تھا۔ اس کی رہائی سے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا کہ اب وہ دانہ پانی کھا پی سکتا ہے اور آزاد ہے۔ پرندے کی آزادی سے ہماری بیٹی بھی بہت خوش ہوئی کہنے لگی اس کو پکڑنا دشوار ہے ورنہ اس کے زخمی بازو میں دوا لگا دی جاتی۔ جس لڑکے نے اس کو آزادی دلائی تھی میں نے اس کو انعام دیا۔ اگر ہم یہ دوڑ دھوپ نہ کرتے تو ایک بے زبان سسک سسک کر مر جاتا۔ بچو چڑیاں ہماری دوست ہیں انھیں کبھی تکلیف نہیں پہنچانا چاہیے۔

اقبال مسعود
۱۹۔بی احمد آباد پیلس' بھوپال

ایک اور سر سیّد

یقیناً وہ بہت ہی مبارک گھڑی تھی جب ان کے والدین نے ان کا نام ممتاز احمد رکھا کہ بڑے ہونے پر نہ صرف اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک اطوار والدین کے رکھے گئے نام کی لاج رکھی' یا شاید ان کے نام میں حضرت محمدؐ کے نام نامی کا جزو احمد شامل کرنے کی سعادت تھی کہ ممتاز احمد نے وہ کام کیا جو بڑے بڑے حکمراں امیر و وزیر بھی نہیں کرپاتے کہ ایک مایوس نا امید اور پژمردہ قوم میں علم و عمل کی روح پھونک دی اور یہ ہی خلوص اور انتھک جدوجہد ہے کہ جس کی وجہ سے ان کا نام ملک کے طول و عرض میں احترام و عزت سے لیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خاں جو پیشہ سے سرجن ہیں۔ ان کی تاریخ ساز کامیابی میں اللہ کے علاوہ ان کے والدہ ماجدہ سعادت النّسا بیگم کی تعلیم و تربیت کا بہت ہاتھ ہے جو ایک تعلیم یافتہ اور بیدار مغز خاتون ہیں۔ انھوں نے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے تعلیم حاصل کی تھی اور علی گڑھ تحریک سے متاثر ہو کر اپنے صاحبزادے کی اس طرح تعلیم و تربیت کی کہ ان کے دل میں قوم و ملت کا درد بیدار ہو گیا۔ جب ۱۹۶۶ء میں ہندوپاک جنگ کے دوران لاتعداد مسلمانوں کو محض شک و شبہہ کی بنیاد پر گرفتار کیا گیا' ان کی وطن پرستی کو مشکوک قرار دیا گیا اور بے قصور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے پر اس طرح مجبور کیا گیا کہ اس کی نہ کوئی داد تھی نہ فریاد۔ ایسے وقت اور صورت حال نے ڈاکٹر ممتاز احمد خاں کی فکر کو مہمیز کیا۔ انھوں نے سوچا کہ مسلمانوں کے مستقبل کو سنوارنے آگے بڑھانے اور ان میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لیے اور بیمار کے علاج کے لیے صرف اور صرف ایک ہی نسخۂ کیمیا ہے اور وہ تعلیم میں مضمر ہے۔ چنانچہ انھوں نے سرسید تحریک کی بنیاد پر کرناٹک میں "الامین" تحریک شروع کی اور اس نیکی کی ابتداء اس طرح کی کہ اپنی شریک حیات زرّیں تاج کا ذاتی مکان اور باغ فروخت کر دیا اور ۳۲ طلبہ سے ایک آرٹس' سائنس

وکامرس کالج کی بنیاد ڈالی۔ ابتداء میں جیسا کہ ہوتا ہے اور اللہ اپنے نیک بندوں کا امتحان بھی لیتا ہے، بہت دقتیں پیش آئیں۔ اپنوں اور غیروں نے قدم قدم پر مشکلیں پیدا کیں۔ لیکن تین سال کی جدوجہد اور بے لوث خدمت نے آخر اثر دکھایا کہ جس کام کی بنیاد نیک نیتی اور خلوص پر ہو اور پھر جو مسلسل بھی ہو وہ مصائب ومشکلات کی چٹانوں کو اس طرح ریزہ ریزہ کردیتا ہے جیسے پانی کی ایک بوند سخت سلوں کے جگر چیر دیتی ہے۔

آج ڈاکٹر ممتاز احمد خاں کی الامین تحریک نے کرناٹک کے تعلیمی میدان میں ایک انقلاب برپا کردیا ہے۔ مخلص اور ملک وملت کے ہمدرد آگے آتے گئے اور کارواں بڑھتا گیا اور اب اس تحریک کے زیر اثر ڈیڑھ سو تعلیمی ادارے بشمول میڈیکل کالج انجینئرنگ کالج اور جدید ترین علوم کے سرگرم ہیں۔ اس کے علاوہ تین صوبوں میں گیارہ اسپتال بھی خدمت خلق میں مصروف ہیں۔ یہ تمام تعلیمی ادارے اور اسپتال بلا لحاظ مذہب وملت ایک ابر کرم کی طرح ہیں جو سب پر یکساں مہربان ہے اور ہر ایک پیاسے کی پیاس بجھاتا ہے اور خشک زمین کو سرسبز بناتا ہے۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خاں کی اس بے مثال کامیابی میں ان کی دوراندیشی، محکم یقین اور پیہم عمل کا بڑا ہاتھ ہے۔ ان کی تحریک کا اگرچہ بنیادی مقصد مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی دور کرنا ہے مگر ان کو مستحکم ومضبوط بنانے کے لیے اقتصادی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اس سلسلے میں امانت کوآپریٹو بنک لمیٹڈ قائم کیا۔ جس کی اب آٹھ شاخیں ہیں اور جس میں تقریباً سو کروڑ روپے کا سرمایہ ڈپازٹ ہے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خاں کی یہ تحریک ان کے عزم، خلوص، لگن اور جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج الامین تحریک ایک بہت بڑے اور شاخ در شاخ پھیلتے اداروں میں تبدیل ہوتی جارہی ہے۔ تعلیمی اداروں اور کوآپریٹو اسلامی بنک کے علاوہ کارخانے، اخبار، انفارمیشن سینٹر، نادار مگر ذہین مسلمان طلبہ کے لیے وظائف جیسے کتنے ہی فلاحی کام شروع ہوگئے ہیں اور اس ملت بیمار کے علاج میں شب وروز مصروف ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خاں نے جو چراغ علم کا روشن کیا اس سے متعدد چراغ جل اٹھے جو جہل اور لاعلمی کی تاریکی کو دور کرنے میں مصروف ہیں۔ ان جیسے مرد مومن کے لیے ہی شاید علامہ اقبال نے یہ شعر لکھا تھا۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفریں کارکشا کارساز

ادریس صدیقی　　　قسط نمبر(۱۱)

حضرت خدیجہؓ

مغربی مورخین کی رائے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تعلیمات اور کارناموں پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان سب میں کہیں سرسری طور پر اور کہیں تفصیل کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا ذکر ملتا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ مغربی مصنفوں اور مورخین نے بھی اس موضوع پر کئی مشہور اور اعلادرجے کی کتابیں لکھی ہیں۔ انھوں نے اتفاق رائے سے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ پیغمبر اسلام کی بہترین شریک زندگی اور نہایت اعلا دل ودماغ کی مالک تھیں۔ رسول اللہ کو اپنے کام میں آپ سے بڑا سہارا ملا۔ ایسی خاتون سے شادی کے بعد آپ کو عبادت اور اشاعت دین کے لیے کافی وقت اور موقع ملا۔ حضرت خدیجہؓ کی دولت بھی حضورؐ کی مرضی کے مطابق کار خیر پر صرف ہوتی رہی اور اس دولت سے خلق خدا کو بڑا فائدہ پہنچا۔ ایک اور بات جسے غیر مسلم مورخوں نے بڑی اہمیت دی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے ایمان لائیں اور انھوں نے ہی سب سے پہلے نبوت کی گواہی دی۔ مغربی مورخین کے خیال میں حضرت خدیجہؓ کا ایمان لانا۔ نبوت کی سچائی کا ایک اہم ثبوت ہے کیوں کہ بیوی اپنے شوہر کے مزاج، کردار وتمام رازوں سے خوب واقف ہوتی ہے۔ شوہر کی زندگی کا کوئی پہلو اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہوتا اس لیے بیوی کی گواہی دوسروں کے مقابلے میں زیادہ وزن رکھتی ہے حضرت خدیجہؓ نے نہ صرف نبوت کی گواہی دی بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی خدمت کا حق بھی ایسا ادا کیا جیسا ان کا حق تھا۔

اس مقام پر بعض مغربی مصنفوں کی کتابوں سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ اپنوں کا ذکر ہی کیا، غیروں نے بھی حضرت خدیجہؓ کے اعلا کردار اور ایثار کی تعریف کی ہے:

عالمی معلومات کی مشہور قاموس ماڈرن انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:

"خدیجہ یوں تو آپ سے پندرہ برس بڑی تھیں لیکن عمر کے اس فرق کے باوجود وہ آپ کی بہترین اور نہایت وفادار بیوی ثابت ہوئیں۔"

محمڈ اینڈ محمڈنزم کے مصنف مسٹر باسورتھ اسمتھ نے لکھا ہے:

"حضرت خدیجہؓ کی محبت اور وفاداری ایسی تھی کہ پیغمبر اسلامؐ نے آخری دم تک انھیں یاد رکھا۔"

مشہور عالم و فاضل مسٹر گاڈفرے ہگنس اپنی شہرہ آفاق کتاب "اپالوجی فار محمدؐ" میں لکھتے ہیں:

"اس بات پر سب کو کامل اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہؓ رسول اللہؐ پر سب سے پہلے اور نہایت سچے دل سے ایمان لائیں اور وہ آپؐ کی سچی معتقد تھیں۔ ان کی نیت اور ان کے خلوص پر آج تک کسی نے شک نہیں کیا۔"

یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے

"اس زمانے کی رسم کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بیویاں رکھنے کی اجازت تھی مگر انھوں نے خدیجہؓ کے انتقال تک کوئی دوسری شادی نہیں کی اور خدیجہؓ کے ساتھ ان کا صد درجہ اخلاص، وفاداری اور محبت کا برتاؤ رہا۔ خدیجہؓ بھی ان کی سب سے سچی غم گسار اور رفیق ثابت ہوئیں۔ رسول اللہؐ بھی انھیں ہمیشہ شکر گزاری اور احسان مندی کے جذبات کے ساتھ یاد کرتے تھے۔"

مغرب کے ایک ممتاز مورخ مسٹر جان ڈیوی پورٹ ہیں۔ انھوں نے رسول اللہؐ کی زندگی اور اسلام کی تعلیمات پر دو اعلا درجے کی کتابیں لکھی ہیں۔ وہ حضرت خدیجہؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے گھر پہنچ کر نزولِ وحی کا واقعہ بیان کیا تو حضرت خدیجہؓ نے اسی لمحے آپؐ کی نبوّت کا اقرار کر لیا اور ذرا بھی شک و شبہہ میں نہ پڑیں کیوں کہ وہ اپنے نیک شوہر کے اعلا کردار سے خوب واقف تھیں۔ نیک سیرت خدیجہؓ کے انتقال کے وقت آپؐ ان کے سرہانے موجود تھے۔ خدیجہؓ پچیس برس تک ان کی مشیر حامی اور غم خوار رہیں۔ بڑھاپے میں جب وہ ظاہری حسن و دل کشی سے محروم ہو چکی تھیں، اس وقت بھی حضورؐ ان سے ویسی ہی محبت کرتے تھے۔ خدیجہؓ مرنے کے بعد بھی رسول اللہؐ کے دل میں رہیں اور آپؐ نے آخری سانسوں تک انھیں یاد رکھا۔"

عالمی معلومات کی جدید اور مستند قاموس "انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا" میں پیغمبر اسلام کے سلسلے میں حضرت خدیجہؓ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ اس میں لکھا ہے:

"دونوں کی ازدواجی زندگی نہایت خوش گوار اور پُر مسرت تھی۔ رسولؐ اللہ کو ان پر مکمل اعتماد تھا۔ دعوت اسلام قبول کرنے میں سب پر سبقت لے گئیں۔ پیغمبر اسلامؐ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے خدیجہؓ کے انتقال کے بعد بھی اسی محبت کے ساتھ انھیں ہمیشہ یاد رکھا۔"

حضرت خدیجہؓ کا مرتبہ

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ کی عظمت کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہو گا کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام تمھارے پاس اللہ تعالےٰ کا سلام لائے ہیں۔ خدا جس پر خود سلام بھیجے، اس کی نیکی اور بزرگی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ عورت کے روپ میں فرشتہ تھیں۔ آپؓ کو زندگی ہی میں جنت کی بشارت مل چکی تھی۔ یوں تو حضرت خدیجہؓ میں بے شمار اوصاف تھے لیکن چند باتوں میں انھیں سب پر فوقیت اور اوّلیت کا درجہ حاصل ہے مثلاً۔

☆ حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جو آپؐ کی زندگی میں داخل ہوئیں اور زندگی بھر آپؐ کی خدمت کرتی رہیں۔ کسی اور بیوی نے زندگی کا اتنا طویل عرصہ آپؐ کے ساتھ نہیں گزارا۔

☆ اپ پہلی خاتون تھیں جو سب سے پہلے حضورؐ پر ایمان لائیں اور حضورؐ کی نبوّت کی گواہی دی۔

☆ آپ پہلی عورت تھیں جنھوں نے سب سے پہلے رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

☆ آپ پہلی اور آخری خاتون تھیں جنھوں نے رسول اللہ اور اسلام پر اپنی ساری دولت اور ساری زندگی نثار کردی اور بڑی سے بڑی مصیبتوں میں بھی رسول اللہؐ کے ساتھ رہیں۔

عورتوں میں حضرت خدیجہؓ ہی کی وہ ذات تھی جو حضرت عائشہؓ جیسی عظیم عورت کے لیے باعث رشک تھی۔

علامہ سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"تمام علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اسلام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ عورتوں میں سب سے افضل ہیں اور اگر ایمان کی سبقت، اسلام کے ابتدائی مشکلات کے مقابلے اور اس زمانے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت اور تسکین خاطر کی حیثیت سے دیکھا جائے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی بزرگی سب پر مقدم ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی عورت سب سے اچھی ہے؟

آپؐ نے فرمایا: "جو ایسی ہو کہ جب شوہر اس کو دیکھے تو دل خوش ہو جائے اور جب اس کو کوئی حکم دے تو وہ بجا لائے اور اپنی ذات اور مال کے بارے میں کوئی ناگوار بات شوہر کے خلاف نہ کرے جب اس کا شوہر کسی بات کا عہد کرے تو وہ عہد پورا کرنے میں شوہر کی مدد کرے اور اس کے گھر بار کا خیال رکھے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد ہے "نیکی اور تقوا کے بعد ایک نیک سیرت اور خوب صورت بیوی ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔"

حضور اکرمؐ کے ارشادات کی روشنی میں اگر ایسی مثالی بیویوں کا تصوّر کیا جائے تو سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ہی کا نام سامنے آتا ہے۔ آپ بلا شبہ ایک عظیم اور مثالی خاتون تھیں۔ آپ کی محبت، قربانی اور غم گساری سے ظہور اسلام کے ابتدائی زمانے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور خود اسلام کو جو تقویت پہنچی وہ ناقابل فراموش ہے۔ حضرت خدیجہؓ اخلاق نبوی کی سب سے پہلی راز دار اور ترجمان تھیں اور پچیس برس تک رات دن آپؐ کے ساتھ رہیں۔ نبوّت سے پہلے حضور کے اخلاق وعادات کے بارے میں بے شمار باتیں مسلمانوں کو حضرت خدیجہؓ ہی کے ذریعے معلوم ہوئیں اور بعد میں اخلاق نبویؐ کی سب سے بڑی ترجمان حضرت عائشہؓ نے اس فرض کی تکمیل کی۔

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی زندگی ایک ایسی نورانی مشعل ہے جس کی روشنی میں مسلمان عورتیں اپنی زندگی سنوار سکتی ہیں اور آپ کے نقش قدم پر چل کر دنیا اور آخرت میں سرخ روئی حاصل کر سکتی ہیں۔

جمیل مرتضیٰ
۷ر۳۴۳ راجپور روڈ
دہلی ۱۱۰۰۵۴

پرندے کی رہائی

ہمارے گھر کے سامنے کئی درخت ہیں۔ نیم، املتاس، اشوک اور آم کے دو پیڑ۔ آم کا ایک پیڑ جو لان کے بالکل درمیان میں ہے کافی بڑا اور شاداب ہے۔ اس پر ہر سال آم آتے ہیں۔

ایک دن صبح کو جب ہم لوگ سو کر اٹھے تو دیکھا کہ آم کے اس پیڑ پر بہت سے کوّے بول رہے ہیں اور ایک پرندہ بہت زور زور سے چیخ رہا ہے۔ دل میں خیال آیا کہ شاید کوّے کسی پرندے کو پریشان کر رہے ہیں۔ قریب جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ ایک پرندہ پیڑ کی کافی اونچی شاخ پر الٹا لٹکا ہوا ہے اور پھڑ پھڑا رہا ہے۔ فوراً خیال آیا کہ یہ کسی طرح سے وہاں پھنس گیا ہے۔ اصل میں ہوا یوں کہ پتنگ کی ڈور اس کے بازو میں بُری طرح لپٹ گئی اور وہ پیڑ میں پھنس گیا اور آزادی کی جدوجہد کر رہا ہے۔ کوّے اپنا شکار سمجھ کر اس کو پریشان کر رہے ہیں ۔ اس کی حالت قابلِ رحم تھی۔ قریب کے لان پر ایک آدمی کام کر رہا تھا اس سے مدد طلب کی کہ وہ اوپر جا کر پرندے کو آزاد کردے۔ اس نے معذوری ظاہر کی۔ پرندے کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ اپنے نوکر سے کئی آدمیوں کو بلایا مگر کوئی بھی کام کا آدمی نہ ملا۔

مجھے کہیں جانا تھا۔ میں باہر چلا گیا۔ شام کو جب واپس آیا تب وہ پرندہ خاموش تھا خیال ہوا کہ وہ بھوک پیاس سے مر گیا۔ دل بہت دکھا۔ میری بیٹی کہیں گئی ہوئی تھی اس نے بھی واپس آکر پرندے کے بارے میں پوچھا اور میں نے اس کو بتایا کہ وہ مر گیا۔ دوسرے دن صبح کو اس کی آواز ایک مرتبہ پھر آئی اور میں بے چین ہو گیا اور اس کی رہائی کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ ہمارے یہاں ایک لڑکا باہر سے آیا ہوا تھا۔ اس سے پوچھا کہ کیا تم پیڑ پر چڑھ سکتے ہو۔ اس نے کہا "ہاں چڑھ سکتا ہوں"۔ اس کو سارا قصہ بتایا تو وہ پیڑ پر چڑھ گیا۔ پرندہ چونکہ نازک شاخوں میں پھنسا تھا اس لیے اس تک پہنچنا مشکل تھا۔ اس لڑکے

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

ڈاکٹر دھن جے

ہولی

پچھلے دنوں ہمیں ایک کتاب ملی ''آؤ تیوہار منائیں'' یہ کتاب ڈاکٹر دھن جے کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب کے تیوہاروں کے بارے میں مختصر معلومات دی گئی ہے۔ ڈاکٹر دھن جے نے قومی یکجہتی کے خیال سے یہ کتاب لکھی ہے تاکہ آپس کا فرق مٹ جائے اور سب ایک ہو کر سماج اور ملک کو ترقی کی راہ پر لے جائیں۔ ''ہولی'' آپ ہی کا لکھا ہوا مضمون ہے جو ڈاکٹر صاحب کے شکریے کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے (ادارہ)

ہولی خوشی کا تہوار ہے۔ سال کے سبھی تہواروں میں یہ بڑا ہے۔ اُس دن، چھوٹے بڑے کا فرق نہیں رہ جاتا۔ لوگ آپس کی دشمنی کو بھول کر ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے ہیں۔ عبیر گلال ملتے ہیں۔ اس موقعہ پر راگ رنگ دیکھتے ہیں۔ سڑک اور گلیاں لال پیلے اور ہرے رنگوں سے رنگ اٹھتی ہیں۔ مہینوں پہلے سے لوگ اس کا انتظار کرتے ہیں۔

رمیش کا بھائی ممبئی میں رہتا ہے۔ اس بار وہ ہولی پر گھر آیا ہے۔ ایک دن رمیش نے ان سے پوچھا۔ ''بھیا' ہولی کا تہوار ہر سال اِسی وقت کیوں منایا جاتا ہے۔''

اس کے بھائی نے بتایا۔ ''ہولی ہر سال پھاگن کی پورنیما کو منائی جاتی ہے۔ ایسا پرانے وقتوں سے چلا آرہا ہے۔ آج بھی ہم ویسے ہی کرتے ہیں۔ ہولی کی شروعات بسنت پنچمی کو کسی خاص جگہ پر پیڑ کی ایک ڈال گاڑ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک مہینے تک اسی ڈال کے چاروں طرف لکڑی' اپلے' جھاڑ جھنکاڑ وغیرہ اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ اسے ہولیکا کہا جاتا ہے۔ ہولی سے پہلے رات کے وقت ہولیکا جلائی جاتی ہے۔''

''اسے ہولیکا کیوں کہا جاتا ہے بھیا۔'' رمیش نے پوچھا۔

بھائی نے کہا۔ ''اس کے پیچھے ایک کہانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہرنیہ کشیپ نام کا ایک راجا تھا۔ تم نے بھگت پرہلاد کا نام ضرور سنا ہوگا۔ پرہلاد اُسی

کا بیٹا تھا۔ پرہلاد بھگوان کا بھگت تھا۔ پرہلاد کی بھگتی سے ہرنیہ کیشپ بہت جلتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کو مارنے کی کئی بار کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ راجا کی بہن کا نام ہولیکا تھا۔ اسے یہ وردان ملا تھا کہ وہ آگ میں نہیں جلے گی۔ ایک بار اسی کی گود میں پرہلاد کو بٹھا کر آگ لگا دی گئی لیکن پرہلاد کا کچھ نہ بگڑ پایا۔ الٹے ہولیکا ہی آگ میں جل مری۔ اسی ہولیکا کو جلانے کا رواج آج تک چل رہا ہے۔

ہولیکا کے بعد راگ رنگ منایا جاتا ہے۔ ہولی پر خوشی کا ماحول چھایا رہتا ہے۔ چاروں طرف امنگ اور خوشی دکھائی دیتی ہے۔ صبح سے ہی ہولی کھیلنے والوں کا شور شروع ہو جاتا ہے۔ دوپہر تک رنگ کھیلا جاتا ہے۔ اس کے بعد نہا دھو کر بڑھیا کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ شام کو جگہ جگہ پر طرح طرح کے پروگرام ہوتے ہیں۔

رمیش نے کہا۔ ''کچھ لڑکے ہولی کے موقع پر رنگ کے بجائے کیچڑ اور گوبر لوگوں پر ڈالتے ہیں۔ گالی گلوج بھی کرتے ہیں۔''

رمیش کی بات مانتے ہوئے بھائی نے اس طرح کی عادتوں کو غلط بتایا۔ اس نے کہا۔ ''ہمیں تہواروں کو صحیح طریقہ سے منانا چاہیے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو تہوار کی خوشی ختم ہو جاتی ہے۔ ہنسی مذاق پابندی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ کسی کا دل دکھانے سے خوشی نہیں مل سکتی۔ پڑھے لکھے لوگوں کو چاہیے کہ تہواروں کو نئے طریقہ سے منائیں۔ ان کی برائیوں کو دور کریں۔ تہواروں کے ذریعہ ہم ایک دوسرے کے نزدیک آتے ہیں۔ اس موقعہ پر سب کے ساتھ پریم کا برتاؤ ہونا چاہیے۔

بھائی نے رمیش کو ہولی کے بارے میں بہت سی اچھی اچھی باتیں بتائیں جنھیں سن کر رمیش بہت خوش ہوا۔ اس نے ہولی کو اچھی طرح منانے کا ارادہ کیا۔ بھائی نے اسے بتایا کہ ہولی سے ہندوؤں کا نیا سال شروع ہوتا ہے۔ اتر پردیش اور بہار وغیرہ میں ہولیکا دہن کو سنوت جلانا بھی کہتے ہیں۔ یعنی پرانا سال ختم ہوتا ہے اور ہولی کے دن سے نیا سال شروع ہو جاتا ہے۔ کہیں کہیں اسے وسنت اتسو بھی کہا جاتا ہے۔ بسنت خوشیوں کا موسم ہے۔ ہولی میں دل کی امنگ رنگوں کے روپ میں چاروں طرف بکھرتی ہے۔ ہولی سے جیون میں نیا رنگ گھل جاتا ہے۔ ●

خلائی ایڈونچر سیریز قسط نمبر ۲۲



موت کا مینار

خلائی چیف شوگن اپنے سیڈرے پر گیا ہوا تھا۔
جب وہ سیلہ پہاڑی کے ویران شہر والے اپنے زیر زمین خلائی اسٹیشن پر واپس آیا تو اسے خبر ملی کہ شیبا فرار ہو گئی ہے۔ یہ اس کے لیے بے حد اچنبھے اور حیرت کی بات تھی کہ وہ ایک ایسے قید خانے سے کیسے فرار ہو گئی جہاں سے باہر نکلنے کا بظاہر کوئی راستہ نہیں تھا۔

"ضرور ہمارا کوئی خلائی آدمی اس کے ساتھ مل گیا ہو گا۔"
شوگن غصے سے دھاڑا۔ پھر بے چینی اور اضطراب سے ٹہلنے لگا۔ اس کے اسسٹنٹ نے بتایا کہ شیبا کے پاس کوئی ایسا زہریلا ٹیکہ تھا جس کے لگانے سے ہمارے آدمی فوری طور پر ہلاک ہو گئے۔ اور اسے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ شوگن اسی وقت سخت غصے کے عالم میں اپنے جدید ترین راڈار کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کا بٹن دبا کر اس کی اسکرین پر نظریں جما دی۔ ساتھ ساتھ وہ کہہ رہا تھا۔
"شیبا اکیلی یہ کام نہیں کر سکتی۔ ضرور عمران اس کی مدد کو یہاں آ گیا ہو گا۔ گریٹ کنگ نے اس کو بھی پکڑنے کا حکم دے رکھا ہے۔ طوطم اور خلائی ش... اس کا سراغ لگانے میں ناکام ہو گئے ہیں وہ ضرور یہاں آیا ہوا ہے۔ اور ... شیبا کو کسی طریقے سے یہاں سے نکال لے گیا ہے۔"

اسکرین پر برازیل کے شہروں کی سیکنگ آرہی تھی۔ کمپیوٹر بڑی تیزی سے اس ملک کے ہر شہر کے بڑے بڑے ہوٹلوں کا منظر شوگن کو دکھا رہا تھا۔ اچانک ایک منظر پر شوگن کی نظریں اٹک گئیں۔ اس نے بٹن دبا کر منظر کو ساکت کر دیا اور خوشی سے چلایا۔

"دیکھو۔ ریوڈی جینز و کے ایک ہوٹل کے کمرے میں شیبا سو رہی ہے۔ وہ ہمارا دشمن عمران بھی یہیں کہیں ہو گا۔"

اور خلائی چیف شوگن نے دوسرا بٹن دبایا۔ خلائی کمپیوٹر نے دوسرے کمرے کا منظر دکھایا۔ اس کمرے میں عمران پلنگ پر گہری نیند سو رہا تھا۔ شوگن کے پاس عمران کی تصویر پہلے ہی سے پہنچ چکی تھی۔ اس نے عمران کو فوراً پہچان لیا اور میز پر زور سے مکا مار کر بولا، "ہمارا دوسرا دشمن عمران بھی اسی ہوٹل میں ہے۔" اس نے فوراً اپنے اسسٹنٹ کو ریوڈی جینز و کے ہوٹل کی فریکوینسی بتائی اور کہا:

"ابھی رات کا وقت ہے۔ تم لوگ اس دنیا کی فضا میں بے خطر چل پھر سکتے ہو۔ فوراً ان دونوں کو ان کے کمروں سے اٹھاؤ اور اپنے خلائی سیارے پر پہنچا دو۔ یہاں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ عیّار یہاں سے پھر فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔"

شوگن نے خلاباز طرطوش کو حکم دیا:

"یہ مشین میں تمہارے سپرد کرتا ہوں طرطوش! تم اسی وقت اپنا سپیس شپ لے کر جاؤ اور شیبا اور عمران کو اٹھا کر اپنے سیارے اوثان کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ گریٹ کنگ ہماری اس کارکردگی پر بہت خوش ہو گا۔ طوطم اور ماطون بھی وہ کام نہیں کر سکے جو ہم کر دکھائیں گے۔ فوراً اسی وقت نکل جاؤ۔"

خلاباز طرطوش نے ہاتھ سینے پر رکھ کر شوگن چیف کو سلیوٹ کیا اور اپنے تین خلا بازوں کے عملے کو ساتھ لے کر اس کمرے میں آگیا جہاں اس کا سپیس شپ یعنی

اڑن تشتری موجود تھی۔ چاروں خلا باز اڑن تشتری میں بیٹھ گئے۔ اڑن تشتری کے بے آواز ایٹمی انجن اسٹارٹ کر دیے گئے۔ اس کی بتیاں بالکل نہ جلائی گئیں تاکہ کسی کو پتہ نہ چل سکے کہ آسمان پر کونسی شے پرواز کرتی جارہی ہے۔

ایک خاص بٹن دبانے سے زیر زمین خلائی اسٹیشن کے اس کمرے کی چھت ایک طرف کو ہٹ گئی اور اڑن تشتری آہستہ آہستہ زمین سے اٹھ کر چھت کے شگاف کی طرف جانے لگی۔ چھت کے شگاف سے باہر نکلتے ہی اڑن تشتری نے ایک جھکولا کھایا اور وہ بجلی کی تیزی کے ساتھ آسمان میں غائب ہو گئی۔ چھت دوبارہ بند ہو گئی۔ اڑن تشتری خلائی رفتار سے جارہی تھی۔ اس کی کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ پانچ سیکنڈ کے بعد برازیل کے بڑے شہر ریوڈی جینرو کے آسمان پر پرواز کر رہی تھی۔ اڑن تشتری کے کمپیوٹر کو فیڈ کر دیا گیا تھا کہ وہ ہوٹل کہاں ہے اور وہ کمرے کہاں ہیں جہاں شیبا اور عمران سو رہے ہیں۔ اڑن تشتری کی باہر کی ساری روشنیاں بجھی ہوئی تھیں صرف اس کے اندر روشنیاں ہو رہی تھیں جو باہر سے بالکل دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔

اڑن تشتری بہت بڑے ہوٹل کی چھت پر آکر لگ گئی۔ دروازہ کھلا اور طرطوش نیلے خلائی سوٹ میں ملبوس لیزر خلائی گن ہاتھ میں لیے اڑن تشتری سے باہر نکل آیا۔ اس کے پیچھے عملے کے دو آدمی بھی باہر نکل آئے۔ انھوں نے بھی خلائی سوٹ پہن رکھے تھے اور ہاتھوں میں لیزر گنیں تھیں۔ چھت سے ایک زینہ نیچے جاتا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ دوسری طرف سے تالا لگا ہوا تھا۔ طرطوش نے خلائی گن کا فائر کیا۔ دروازہ کھل گیا۔ تینوں خلائی آدمی ہوٹل کا زینہ اترنے لگے۔ اس وقت رات کا ایک بج چکا تھا ریوڈی جینرو کے اس جدید ترین ہوٹل میں لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام کی نیند سو رہے تھے۔ یا کہیں کہیں پارٹیوں سے فراغت پاکر سونے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

ہوٹل کے تمام کمروں کا نقشہ ان خلائی آدمیوں کے ذہن میں تھا انہیں معلوم تھا ۔کہاں جانا ہے۔ ہوٹل کی چھت کا زینہ ایک روشن گیلری میں ختم ہوتا تھا۔ طرطوش

آگے آگے تھا۔ وہ لفٹ کی طرف بڑھا تو اچانک ایک کمرے سے نکل کر ہوٹل کا بیرا اس کے سامنے آگیا۔ بیرے نے اپنے سامنے ایک عجیب و غریب مخلوق کو دیکھا تو اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ وہیں ساکت ہو گیا۔ طرطوش نے اس پر خلائی گن کا فائر کر دیا۔ بیرے کا جسم وہیں جل کر بھسم ہو گیا۔ ایک سیکنڈ پہلے جہاں ایک زندہ انسان کھڑا تھا اب وہاں اس کی جگہ گیلری کے فرش پر راکھ پڑی تھی۔ تینوں خلائی آدمی لفٹ میں سوار ہو کر ہوٹل کی اس منزل پر آگئے جہاں شیبا اور عمران کے کمرے تھے۔ یہ دونوں کمرے ساتھ ساتھ تھے۔ راہ داری میں کہیں کہیں چھت سے روشنی کی کرنیں نکل رہی تھیں۔

طرطوش نے اشارہ کیا۔ یہ شیبا کا کمرہ تھا۔ دونوں خلاباز دائیں بائیں خلائی گنیں تان کر کھڑے ہو گئے۔ طرطوش نے گن کا فائر کر کے دروازے کو کھول دیا۔ ساتھ ہی تینوں خلاباز کمرے میں گھس گئے۔ کمرے میں مدہم سی روشنی ہو رہی تھی۔ شیبا پلنگ پر بے سدھ ہو کر گہری نیند سو رہی تھی۔ طرطوش نے اپنی خلائی گن کا ایک سرخ بٹن پیچھے کر دیا۔ اور دوسرے لمحے گن میں سے روشنی کی تیز سرخ شعاع نکل کر شیبا پر گری۔ اس شعاع نے شیبا کو نیند میں ہی بے ہوش کر دیا۔ وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھی خواب میں یکدم اندھیرا چھا گیا اور پھر شیبا کو کچھ ہوش نہ رہا۔

طرطوش کے اشارے پر بے ہوش شیبا کو پلاسٹک کے تھیلے میں ڈال کر کاندھے پر اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد یہ خلائی مخلوق عمران کے کمرے میں داخل ہوئی۔ عمران بھی گھوڑے بیچ کر گہری نیند سو رہا تھا۔ خلائی گن کی سرخ روشنی نے عمران کو بھی بے ہوش کر دیا۔ اسے بھی پلاسٹک کے تھیلے میں ڈال کر اٹھا لیا گیا۔ تینوں خلائی آدمی کمرے سے نکل کر ہوٹل کی چھت پر جانے والے زینے کی طرف بڑھے۔ اب انہیں راستے میں کوئی نہ ملا۔ وہ بڑے اطمینان سے ہوٹل کی چھت پر آگئے۔ یہاں ان کی اڑن تشتری اندھیرے میں کھڑی تھی۔ شیبا اور عمران کو لے کر یہ خلائی لوگ اڑن تشتری میں سوار ہو گئے۔ اسی کے ساتھ ہی اڑن تشتری میں سے دھیمی سی آواز نکلی اور وہ اوپر اٹھنے لگی۔ ہوٹل کی چھت

سے کوئی سو فیٹ بلند ہونے کے بعد اڑن تشتری ایک جھولے کے ساتھ فضا کی وسعتوں میں اڑتی ہوئی گم ہو گئی۔

اڑن تشتری کی رفتار زمین کی فضا میں عام خلائی راکٹ سے دوگنا زیادہ تھی۔ وہ چند لمحوں میں زمین کی فضا سے نکل کر خلا اور زمینی فضا کے درمیانی علاقے میں آگئی۔ یہاں اس کی رفتار میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ ایک قیامت کا دھماکہ ہوا اور اڑن تشتری زمین کے مدار کے مقناطیسی علاقے کو پار کر کے خلا میں داخل ہو گئی۔ اسے ہمارے نظام شمسی کو عبور کرنا تھا۔ یہ کوئی معمولی فاصلہ نہیں تھا۔ لیکن اڑن تشتری ہر قسم کے جدید ترین خلائی سائنسی آلات سے لیس تھی۔ خلا میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی اس کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہو گئی۔ یہ روشنی کی رفتار تھی۔ اگر اڑن تشتری میں ہوا کے دباؤ کا مکمل انتظام نہ کیا گیا ہوتا تو اس رفتار میں داخل ہوتے ہی بے ہوش عمران اور شیبا کے جسم پھٹ جاتے مگر اڑن تشتری میں اتنا دباؤ موجود تھا جتنے دباؤ کی عمران اور شیبا کے جسموں کو ضرورت تھی۔

اڑن تشتری روشنی کی رفتار سے سفر کرتی ہوئی دیکھتے دیکھتے ہمارے نظام شمسی کے آخری ستارے پلوٹو سے بھی آگے نکل گئی۔ پلوٹو ہمارے نظام شمسی کا آخری ستارہ ہے اور وہاں اس قدر سردی ہے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک سائنس داں نے پلوٹو کی سردی کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کا کچھ اندازہ ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ ہماری زمین کے پہاڑوں پر جمی ہوئی برف کو ہم پلوٹو سیارے کی آگ کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے نظام شمسی سے نکلنے کے بعد اڑن تشتری کی رفتار اور زیادہ بڑھ گئی۔ جس طرح ہمارا ایک نظام شمسی ہے یعنی ہمارے سورج کے گرد گردش کرنے والے نو سیارے ہیں اسی طرح اس کائنات میں اربوں کھربوں بلکہ اس سے بھی زیادہ نظام ہائے شمسی ہیں ان ہی میں سے ایک نظام شمسی ایسا بھی تھا جس کے سورج کے تیسرے سیارے کا نام لوتان تھا اور یہ خلائی مخلوق اسی سیارے سے ہماری زمین پر آئی تھی۔ اگر کوئی خلائی راکٹ عام رفتار

سے ہماری زمین سے نکل کر اوثان سیارے کی طرف روانہ ہو تو اسے وہاں تک پہنچتے پہنچتے ایک اندازے کے مطابق دو کروڑ سال لگ جائیں مگر اڑن تشتری کی رفتار روشنی سے بھی زیادہ تھی۔ چناں چہ وہ ہماری زمین کے وقت کے حساب سے دو گھنٹوں میں اپنے سیارے کے نظام شمسی میں داخل ہو گئی

طرطوش اڑن تشتری کے پینل پر بیٹھا تھا۔ اس نے کمپیوٹر پر اوثان سیارے سے رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ اچانک کمپیوٹر کی سکرین پر اوثان سیارے کے گریٹ کنگ کی شکل ابھری۔ یہ ایک ایسے شخص کی شکل تھی جس کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح ترچھی تھیں۔ بال سر کے اوپر محراب کی طرح تکونے انداز میں کھڑے تھے۔ جسم کا رنگ ان خلائی آدمیوں کے جسموں کی طرح نیلا تھا اور آنکھوں سے بھی نیلی روشنی کی کرنیں پھوٹ رہیں تھیں۔

طرطوش نے اپنی زبان میں کہا:

"گریٹ کنگ کو مبارک۔ ہم نے زمین پر اپنے خلاف جاسوسی کرنے والے عمران اور شیبا کو اغوا کر لیا ہے۔ زمین کے سیارے پر یہی دو انسان تھے جن پر ہمارے مشن کا راز کھل چکا تھا۔ ہم انھیں لے کر اپنے سیارے [illegible] لے گئے"

گریٹ کنگ کی آنکھیں مزید چمک اٹھیں۔ اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اور اس کے ساتھ ہی کمپیوٹر کی سکرین پر اوثان سیارے کے خلائی ڈکٹیٹر گریٹ کنگ کی شکل غائب ہو گئی۔ طرطوش نے کمپیوٹر کا فیز بدل دیا اور اب سکرین پر اوثان سیارے کی نیلی گیند ایسی تصویر ابھر آئی۔ یہ گیند آہستہ آہستہ قریب ہو رہا تھا۔ پھر اڑن تشتری خلائی سیارے اوثان کی فضا میں داخل ہو گئی۔ فضا میں داخل ہوتے وقت اڑن تشتری کو ہلکا سا دھچکا لگا جس طرح زمین کی فضا سے نکلتے وقت لگا تھا۔ ہماری زمین کی طرح سیارہ اوثان بھی سورج کی طرف سے تیسرا سیارہ تھا۔ ہمارے سورج کا پہلا سیارہ عطارد آتا ہے

جسے انگریزی میں مرکری کہتے ہیں۔ دوسرا سیارہ زہرہ یا وینس آتا ہے اور تیسرا سیارہ ہماری زمین ہے۔ ہماری زمین کی طرح لوثان سیارہ بھی سورج سے اتنے فاصلے پر تھا کہ سورج کی تابکاری اس کے لیے زندگی کی نشوونما کا باعث بن گئی تھی۔ مگر کسی خلائی انقلاب کی وجہ سے لوثان سیارے کی فضا ایک خاص عنصر سے محروم ہو گئی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ یہاں کی خلائی مخلوق کے جسم نیلے تھے۔ آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح ترچھی تھیں اور یہ مخلوق سورج کی تابکاری زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اس پر ایک خلائی وائرس کا شدید حملہ ہوا تھا اور ہزاروں خلائی مخلوق مر گئی تھی۔ پھر گریٹ کنگ کے حکم سے ہماری زمین پر سے نامور خاتون سائنس دان ڈاکٹر سلطانہ کو اغوا کر کے لوثان سیارے پر لایا گیا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ خلائی مخلوق کا حکم ماننے پر مجبور تھی چنانچہ اس کی دن رات کی محنت اور خلائی وائرس پر تحقیق کی بدولت لوثان سیارے پر پھیلی ہوئی بیماری کا خاتمہ ہو گیا۔ گریٹ کنگ نے ڈاکٹر سلطانہ کو ایک پہاڑی کے اوپر فلیٹ میں قید کر رکھا تھا۔ اگرچہ اسے گریٹ کنگ کے شاہی محل میں آنے کی اجازت تھی مگر اس کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی اور اسے اس علاقے میں جانے کی اجازت نہیں تھی جہاں اڑن تشتریوں کے زمین دوز ہینگر بنے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر سلطانہ صبر شکر کر کے بیٹھ گئی تھی۔ وہ اس بات پر بڑی حیران تھی کہ لوثان سیارے کی فضا سوائے چند ایک باتوں کے بالکل ہمارے زمینی سیارے کی طرح تھی۔ کبھی کبھی ڈاکٹر سلطانہ کو اپنا سر چکراتا اور جسم گرتا ہوا محسوس ہوتا مگر خلائی سائنس دان کی کارروائی اسے ٹھیک کر دیتی۔ لوثان سیارے کے درختوں اور گھاس کا رنگ بھی نیلا تھا۔ خلائی لوگ زیادہ تر گھروں کے اندر رہ کر کام کرتے تھے۔ صرف رات کو باہر نکلتے تھے۔ کیونکہ دن کے وقت سورج کی تابکاری میں زیادہ دیر چلنے پھرنے سے ان کے جسم جلنے لگتے تھے۔ یہ خلائی مخلوق سائنس میں بہت ترقی کر چکی تھی۔ ہم لوگ ابھی تک صرف ٹیلی ویژن اسٹیشن سے گانے والے یا خبریں پڑھنے والے کے عکس کے ذرات کو ریڈیائی لہروں میں تبدیل کر کے انٹینا کی مدد سے ٹی وی سیٹ کی اسکرین تک پہنچانے میں کامیاب

ہوئے ہیں جبکہ سیارہ اوٹان کے سائنس دان خلائی انسان کے جیتے جاگتے جسم کے ذرات کو روشنی کی رفتار کے ساتھ ایک سیارے سے دوسرے سیارے میں پہنچا دیتے تھے۔ اس سیارے پر سورج کی روشنی اور حرارت کی تابکاری بڑھ رہی تھی اور اس کا واحد حل یہاں کے سائنس دانوں نے گریٹ کنگ کو یہ بتایا تھا کہ زمین پر سے صحت مند اور ذہین نوجوانوں کو لا کر ان کی شادیاں یہاں کی مخلوق سے کرائی جائیں تاکہ اوٹان کی آنے والی نسل میں سورج کی بڑھتی ہوئی تابکاری کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔ اسی وجہ سے گریٹ کنگ کے منصوبے کے مطابق ہماری زمین پر دو جگہوں پر خلائی مخلوق نے زیرِ زمین اپنے خفیہ خلائی اسٹیشن قائم کر لیے تھے۔ ایک ہماری زمین پر آسیبی قبرستان کے ٹیلوں کے نیچے تھا اور دوسرا براعظم جنوبی امریکا کے ایک ملک برازیل کی شمال مشرقی سیاہ پہاڑیوں کے گمشدہ ویران شہر کے شکستہ مینار کے نیچے قائم کیا گیا تھا جہاں پر شیبا فرار ہوئی تھی۔ اوٹان خلائی مخلوق کا قاتل مشن یہ تھا کہ زمین پر سے تمام صحت مند لڑکے لڑکیوں اور ذہین افراد کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر لایا جائے اور پھر انتہائی طاقتور خلائی ایٹمی نظام کی مدد سے زمین کو تباہ کر دیا جائے۔ گریٹ کنگ اسی خطرناک قاتل مشن پر کام کر رہا تھا۔

اڑن تشتری میں سے طرطوش اور اس کے تینوں ساتھیوں کو گریٹ کنگ کا جدید ترین سائنسی محل صاف نظر آنے لگا تھا۔ طرطوش نے اڑن تشتری کو جیلے پیڈ پر اتار دیا۔ یہ اوٹان سیارے کے خلائی اسٹیشن کی جدید ترین عمارت تھی جو ساری کی ساری نیلے شیشے کی بنی ہوئی تھی۔ یہ ایسا نیلا شیشہ تھا کہ جس کے باہر سے آدمی کو اندر کی کوئی شے نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اندر سے باہر سب کچھ دکھائی دیتا تھا۔ اس عمارت کے پیچھے نیلے درختوں کے ایک پلاٹ کے درمیان اوٹان سیارے کے ڈکٹیٹر گریٹ کنگ کا عالی شان نیلا محل تھا۔ یہ محل بھی جدید طرز کا تھا جس کے درمیان میں ایک نیلا تکونا مینار بنا ہوا تھا۔ خلائی اسٹیشن اور گریٹ کنگ کے محل کے نیچے سیکڑوں فیٹ کی گہرائی تک خلائی لیبورٹریز بنی

ہوئی تھیں جہاں دن رات جدید سائنسی فارمولوں پر کام ہوتا تھا۔ یہاں گھروں میں کوئی کھانا نہیں پکتا تھا۔ ناشتے اور کھانے میں صرف نیلے رنگ کی چھوٹی گولیاں پانی سے نگل لیتے تھے اور ان کی بھوک پیاس مٹ جاتی تھی۔

طرطوش نے خلائی اسٹیشن پر اترتے ہی سگنل دیا۔ ایک جیلی کاپٹر عمارت کی چوتھی منزل پر سے اتر کر نیچے آگیا۔ اس جیلی کاپٹر کے پنکھے بالکل نہیں تھے۔ اوپر سے نیلے بلبلے کی طرح تھے۔ کاک پٹ میں نیلے خلائی سوٹ میں ملبوس ایک پائلٹ بیٹھا تھا۔ طرطوش نے اڑن تشتری میں سے بے ہوش عمران اور شیبا کے تھیلے نکلوا کر جیلی کاپٹر پر رکھوائے اور خود زیر زمین اسٹیشن پر آگیا۔ ایک نیلی گاڑی ہر ایک منٹ کے بعد وہاں آکر رکتی اور پھر آگے نکل جاتی تھی۔ طرطوش اس گاڑی کے بلبلہ نما نیلے ڈبے میں سوار ہو گیا۔ ٹرین طوفانی رفتار کے ساتھ زیر زمین سرنگ میں سے گزرتی ہوئی اسٹیشن پر رک گئی۔ طرطوش یہاں سے لفٹ میں بیٹھ کر اوپر چڑھا اور گریٹ کنگ کے شاہی محل کے ویٹنگ روم میں آگیا۔ اس نے گریٹ کنگ کو اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی۔ گریٹ کنگ نے فوراً اسے طلب کر لیا۔ گریٹ کنگ کا کمرا شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ دیواریں فرش اور چھت نیلے شیشے کی بنی ہوئی تھیں۔ وہ خود ایک اونچے چبوترے پر نیلی کرسی پر بیٹھا تھا۔ دو خلائی محافظ اس کے دائیں بائیں بالکل ساکت کھڑے تھے۔

طرطوش نے جاتے ہی سینے پر ہاتھ رکھ کر سلیوٹ کیا۔ گریٹ کنگ نے آہستہ سے اپنا سر ہلایا اور پوچھا۔

"شیبا اور عمران کو لے آئے طرطوش؟"

طرطوش نے سر جھکایا اور بولا:

"آپ کا حکم تھا گریٹ کنگ۔ میں انھیں ان کے ہوٹل سے اٹھا لایا ہوں۔" گریٹ کنگ کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ پتھر کی طرح ساکت تھا۔ ترچھی آنکھوں میں سے ہلکی نیلی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس نے بھاری آواز میں کہا:

"طوطم اور عاطون سے جو کام نہ ہو سکا وہ تم نے کر دکھایا۔ ہم تم سے خوش ہیں۔"

طرطوش نے ایک بار پھر سر کو جھکایا اور بولا:

"یہ میری خوش قسمتی ہے گریٹ کنگ!"

گریٹ کنگ نے کہا:

"زمینی سیارے پر یہی دو انسان شیبا اور عمران ہمارے قاتل مشن سے واقف ہو گئے تھے اور انھوں نے ہمارے خفیہ اسٹیشن کو بھی دیکھ لیا تھا۔ یہ ہمیں کسی بھی وقت سخت نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اب یہ اپنی باقی عمر ہمارے سیارے پر قید میں بسر کریں گے۔ جاؤ انھیں ڈیتھ ٹاور میں لے جا کر قید کر دو۔ انھیں ٹاور سے باہر نکلنے کی ہرگز اجازت نہیں ہو گی۔"

"ایسا ہی ہو گا گریٹ کنگ!"

طرطوش نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور سلیوٹ کر کے واپس چل دیا۔ عمران اور شیبا خلائی اسٹیشن کے ایک زمین دوز کمرے میں اسی طرح بے ہوش پڑے تھے۔ طرطوش نے دونوں کو ایک خاص ہیلی کاپٹر پر لادا اور ڈیتھ ٹاور کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ ڈیتھ ٹاور یعنی موت کا مینار سیارے کے اس اکلوتے خلائی شہر سے باہر ایک نیلے جنگل کے کنارے کالے پانی کی جھیل کے درمیان بڑی بڑی چٹانوں پر بنا ہوا تھا۔ اس مینار کی آخری منزل میں سطح زمین سے پچاس فیٹ کی بلندی پر دو کمرے بنے ہوئے تھے۔ ان کمروں میں ایلومینیم کے سٹریچر نما پلنگ اور میز کرسیاں تھیں۔ باتھ روم بھی تھے۔ ہر کمرے میں صرف ایک کھڑکی تھی جو جھیل کی طرف نکلتی تھی۔ ان کھڑکیوں میں فولادی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ لوٹان سیارے کی ہر عمارت کی طرح یہاں ایسا خود کار نظام لگا دیا گیا تھا کہ اگر فضا میں خنکی بڑھے تو اپنے آپ کم ہو جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سیارے لوٹان کی ہر عمارت میں سارا سال ایک جیسی خوشگوار فضا قائم رہتی تھی۔ کمرے چھوٹے تھے اور ان کی

دیواریں سخت نیلے پتھر کی تھیں۔ یہ آتش فشاں پہاڑوں کے پتھر تھے جو نوٹ نہیں سکتے تھے۔

طرطوش نے ہیلی کاپٹر میں سے بے ہوش عمران اور شیبا کو نکال کر موت کے مینار کے الگ الگ کمروں میں پہنچا دیا اور دروازے کمپیوٹر کے ذریعہ سے مقفل کر دیے۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر واپس چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ شیبا اور عمران کو کچھ دیر بعد ہوش آنے والا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ سب سے پہلے عمران کو ہوش آیا۔ وہ یہی سمجھا کہ گہری نیند سو کر جاگا ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر کلمہ شہادت پڑھا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں بند کر لیں اور سائیڈ ٹیبل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ اپنی طرف سے ٹیلیفون کرنا چاہتا تھا مگر اس کا ہاتھ نیچے گر پڑا۔ میز وہاں نہیں تھی۔ تب عمران نے آنکھیں کھول دیں اور چھت کو غور سے دیکھا۔ ایک دم اسے احساس ہو گیا کہ وہ ہوٹل والے کمرے میں نہیں ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ہوٹل کے پلنگ کی بجائے وہ اسٹریچر نما بستر پر ہے اور سامنے کھڑکی کی سلاخوں میں سے غروب ہوتے ہوئے سورج کی پھیکی قرمزی روشنی اندر آ رہی ہے۔ وہ لپک کر کھڑکی کے پاس آ گیا۔

یاد رکھیے

☆ پرچہ نہ ملنے کی شکایت پر صرف اسی خریدار کو دوبارہ پرچہ بھجوایا جا سکتا ہے جس نے اپنا خریداری نمبر لکھا ہو۔ پرچہ نہ ملنے کی شکایت ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ تک آنا ضروری ہے۔

☆ آپ کی صرف وہی تحریر شائع ہو سکتی ہے جو کاغذ کے ایک طرف لکھی ہوئی ہو اور درمیان میں ایک سطر چھوڑی گئی ہو۔ آخر میں نام اور مکمل پتا بھی لکھنا ضروری ہے۔

مکتبہ پیامِ تعلیم کی پیش کش

ایک نہایت دلچسپ خلائی سائنس ایڈونچر سیریز

(۱۲ حصے) جسے اے حمید نے لکھا

سیّارہ اوٹان کا زمین پر حملہ

۱۔ خطرناک سگنل : سیارہ اوٹان کی خلائی مخلوق نسلِ انسانی کو ختم کرنے کے لیے زمین پر حملے کا منصوبہ بناتی ہے۔

۲۔ لاش چل پڑی : خلائی مخلوق کا زمین پر خطرناک مشن شروع ہو جاتا ہے۔

۳۔ کالا جنگل، نیلی موت: عمران شیبا کی تلاش میں برازیل کے جنگلات میں پہنچ جاتا ہے۔

۴۔ خلائی سرنگ سے فرار: پُراسرار سانپ خلائی سرنگ کے ذریعے سے شیبا کو فرار کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

۵۔ وہ خلا میں بھٹک گئے: عمران شیبا کو خلائی کیپسول میں قید کر کے خلا میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۶۔ خلائی مخلوق بمبئی میں: خلائی عفریت عمران شیبا کے خلائی جہاز پر حملہ کر دیتی ہیں۔

۷۔ موت کی شعاعیں : عمران شیبا حیرت انگیز طریقے سے سکندرِ اعظم کے زمانے میں جا پہنچتے ہیں۔

۸۔ خطرناک فارمولا : زمین کی تباہی کے لیے خلائی مخلوق ایک خطرناک فارمولا ایجاد کرتی ہے

۹۔ تابوت سمندر میں : سمندر کی تہ میں خلائی مخلوق کی خوفناک سرگرمیاں

۱۰۔ خلائی مخلوق کا حملہ: خلائی قاتل مارگن نے جہاز، ریلوے اسٹیشن، اونچی اونچی عمارتوں کو مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا لیکن اچانک وہ ایک مسجد کے کنویں میں گر پڑا۔ نمازی کنویں کے پاس جاتے تو انھیں جھٹکے لگتے تھے۔ پھر کیا ہوا؟ یہ خونی داستان اس ناول میں پڑھیے۔

۱۱۔ عمران کی زندہ لاش: گارشان نے پوری طاقت سے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔ اندر عمران اور شیبا کی لاشیں پڑی تھیں۔ کیا یہ دونوں پھر زندہ ہو گئے۔ اس کے لیے پورا ناول پڑھیے۔

۱۲۔ شہر پتھر بن گیا : ایک مکروہ قہقہے کے ساتھ مارگن نے سرخ بٹن دبایا اور سرخ بٹن سے نکلنے والی قاتل شعاعوں نے عورت، مرد، بچے، بوڑھے، ہوائی جہاز، ٹرینیں، ٹیکسی اور موٹریں سب کو پتھر بنا دیا۔ آخر ان قاتل شعاعوں سے چھٹکارا کیسے ملا؟ یہ اس ناول کو پڑھ کر ہی معلوم ہوگا۔

○ خوبصورت تصویروں سے مزین ○ دیدہ زیب سرورق

ہر ناول کی قیمت : دس روپے۔ پورا سیٹ : ۱۲۰/ روپے میں!

حکیم صاحب کے مشورے



حکیم محمد سعید

آنکھیں کمزور ہیں

س: میری عمر ۲۹ سال ہے۔ آنکھیں بہت کمزور ہیں اور چشمے کا نمبر ۴ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری نگاہ ٹھیک ہو جائے۔ (کاشف محمود)

ج: ضرور آپ نے اپنی آنکھوں سے غفلت برتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اندھیرے میں زور لگا کر زیادہ پڑھا ہے یا پھر یہ کہ آپ کا ماحول صاف نہیں ہے۔ دھواں بھی آنکھوں کے لیے مضر ہوتا ہے۔ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر غذا میں ضروری اجزا نہ ہوں تو آنکھیں اثر قبول کرتی ہیں۔ آپ کے لیے گاجریں ایک بہترین علاج ہیں۔ کچی گاجریں زیادہ کھائیے یا ان کا رس نکال کر ایک گلاس روز پیا کریں۔ ویسے بھی سبزیاں آنکھوں کے لیے نعمت ہوتی ہیں۔

روزانہ صبح نہایت تازہ ٹھنڈے پانی سے آنکھوں میں چھپکے ماریے۔ اس سے زندگی آئے گی۔ جب زیادہ تیز دھوپ ہو تو رنگین عینک لگائیے۔ جب مطالعہ کریں تو روشنی بائیں جانب سے آنی چاہیے۔

کھانے کے دوران پانی پینا

س : کیا کھانے کے دوران پانی پینا مضرِ صحت ہے؟ پانی کب پئیں؟ (طارق جاوید)

ج : پانی ہر انسان کے جسم کی ضرورت ہے۔ اگر پانی نہ ہو تو زندگی ممکن نہیں ہے۔ اگر کرۂ زمین پر پانی نہ ہوتا تو یہاں حیات ممکن نہیں ہو سکتی تھی۔ آپ نے غور کیا ہو گا کہ چاند پر پانی نہیں ہے' اس لیے وہاں حیات نہیں ہے' زندگی نہیں ہے۔ ہمارا جسم پانی خود طلب کرتا ہے۔ جب جسم میں پانی کم ہو جائے تو خود بہ خود پیاس لگ آتی ہے اور پانی پیا جاتا ہے۔ جسم پانی خود مانگتا ہے۔ جب مانگے اسے پانی دینا چاہیے۔ پانی سیدھے ہاتھ سے پینا چاہیے اور غٹ غٹ معدے میں انڈیلنا نہیں چاہیے بلکہ اطمینان سے گھونٹ گھونٹ پینا چاہیے۔ کھانے کے دوران اگر پیاس ہے تو ضرور پانی پینا چاہیے۔ کوئی حرج ہے نہ نقصان۔

خارش

س : میری چھوٹی بہن کی عمر ۱۰ سال ہے۔ اکثر خارش رہتی ہے۔ جب کھجاتی ہے تو خون بھی نکل آتا ہے۔ (انیلہ عظیم)

ج : بعض نونہال پیدائشی خارش (اگزیما) لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اگر آپ کی بہن کے ساتھ ایسا ہے کہ وہ پیدائشی اگزیما میں مبتلا ہیں تو اس کا علاج مشکل ہے۔ ایک مشکل یہ ہے کہ اگر اگزیما پیدائشی کو آرام آتا ہے تو دمہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اگر ایسا نہیں ہے اور بس عام خارش ہے تو پھر ہمدرد سے نسخہ نمبر ۱۰ لے لیجیے۔ رات تیز گرم پانی میں یہ دوائیں بھگو دیں۔ صبح نتھار کر پانی پی لیجیے۔ پھر پانی ڈال دیں رات کو پھر نتھار کر پی لیں۔ پندرہ' سولہ دن میں خارش کو آرام آجائے گا۔ لگانے کے لیے حکول یا جربین لے لیجیے۔

برص کے دھبے

س : عمر ۲۲ سال ہے۔ مجھے مچھلی پر دودھ پینے سے برص کے دھبے ہو گئے ہیں۔ اس کو ختم کیسے کروں؟" (شازیہ انور)

ج : شازیہ بٹی' یہ اچھا خاصا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں۔ کسی مقامی

خانہ سے "مسلوف برس" مل جائے گا۔ ۷ گرام یہ مسلوف رات کو آدھے گلاس پانی میں ڈال
ہلا کر رکھ دیں۔ صبح اوپر کا پانی نتھار کر پی لیں۔ مہینہ دو مہینے اسے مسلسل جاری رکھیں۔

آدھا سر کا درد

ل : عمر ۱۸ سال، ۵۔۶ سال سے آدھے سر کے درد میں مبتلا ہوں جو کبھی دھوپ اور کبھی
ردی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ ناقابل برداشت درد ۵۔۶ روز جاری رہتا ہے۔ چلنے پھرنے نماز
ھنے سے بھی قاصر ہو جاتی ہوں۔ اب تک تمام علاج بے کار ثابت ہوئے۔

(شاہین اقبال)

: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آدھے سر کے درد کو ہمدرد کے طریق علاج سے فائدہ
جایا کرتا ہے یہ دوائیں استعمال کریں۔

ح : خمیرہ ہمدرد ۶ گرام کھا کر اوپر سے افتیمونی ۲ چمچے لے کر پانی میں گھول کر پی لیں۔

م : وی سی ۲ ٹکیاں ہمراہ افتیمونی دو چمچے چائے والے۔

ت : سوتے چائے والے دو چمچے پھانک لیں پانی کے ساتھ یا دودھ سے۔

ایک ماہ مسلسل یہ علاج جاری رکھیں۔

سر کی خشکی

ل : عمر ۲۲ سال ہے۔ میرے سر میں بہت خشکی ہے اور بال بہت پتلے ہو گئے ہیں۔ سر میں
ت خارش بھی ہوتی ہے۔ دھونے (شیمپو کرنے) اور کنگھی کرنے پر اترتے اور ٹوٹتے ہیں۔

(فوزیہ عمر)

: ہمدرد کی ایک دوا "دہنین" خاصی فائدہ مند ہے۔ آپ رات سوتے وقت دہنین سر میں
یئے، صبح سر دھو کر صاف کر لیجئے۔ غالباً ۱۰۔۱۲ دن میں یہ خشکی دور ہو جائے گی۔ اس کے بعد
"آملین" سر میں ڈالنے کے لیے ایک اچھا تیل ہے۔

بچوں کے لیے منتخب تعلیمی و مذہبی کتابیں

قرآن پاک، تیسواں پارہ، مع ترجمہ و تشریح	5/	[illegible]	5
صراط مستقیم	7/50	نور کے پھول	9
سورۂ یٰس (ترجمہ و تشریح)	6/	سب سے بڑے انسان رسول ﷺ	3/50
حضرت شیخ مخدوم علی مہائمی	4/50	حضرت ابوبکر صدیق	6/
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں	9/	حضرت عثمان بن عفان	3
نماز پڑھیے	4/50	حضرت علی	3
السلام علیکم	7/50	حضرت ابوذر غفاری	3/
حضرت یوسف علیہ السلام	4/50	حضرت سلمان فارسی	3/50
حدیث کیا ہے؟	4/	حضرت عبداللہ بن عباس	3/
حضرت عمر فاروق	6/	حضرت محبوب الٰہی	3/50
نقوش سیرتؐ (اول)	5/	حضرت معین الدین چشتی	3/
نقوش سیرت (حصہ دوم)	5/	حضرت فرید گنج شکر	3/
نقوش سیرت (حصہ سوم)	5/	حضرت قطب الدین بختیار کاکی	3/
نقوش سیرت (حصہ چہارم)	5/	حضرت نظام الدین اولیاء	3/
نقوش سیرت (حصہ پنجم)	5/	حضرت حمزہؓ	3/
رسالہ دینیات (اول)	3/	حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ	3/
رسالہ دینیات (دوم)	4/	حضرت ابوہریرہؓ	4/
رسالہ دینیات (سوم)	5/	اللہ کے نبی	2/50
رسالہ دینیات (چہارم)	5/	اللہ کا گھر	4/50
رسالہ دینیات (پنجم)	6/	اللہ کے خلیل	3/50
رسالہ دینیات (ششم)	6/	رسول پاکؐ کے اخلاق	4/
رسالہ دینیات (ہفتم)	6/	قرآن پاک کیا ہے؟	5/
رسالہ دینیات (ہشتم)	6/	اسلام کے مشہور سپہ سالار (اول)	6/
حضرت آدم علیہ السلام	4/	اسلام کے مشہور سپہ سالار (دوم)	6/
حضرت یحییٰ علیہ السلام	3/	اسلام کے مشہور امیر البحر	9/
بزرگان دین	4/	اسلام کیسے پھیلا؟ (حصہ اول)	7/50
امت کی مائیں	4/50	" " (حصہ دوم)	6/
خوب سیرت (اول)	6/	اسلام کیسے شروع ہوا؟	7/50
خوب سیرت (دوم)	6/	رسول پاکؐ	6/
اچھی باتیں	4/50	دس جنتی	7/50
رسولؐ اللہ کی صاحبزادیاں	4/50	سرکار کا دربار	6/50
سلطان جی	4/50	چاریار	7/50
سیرت پاک مختصر مختصر	3/	آں حضرت (اردو)	3/50
کمسن صحابی	6/	حضرت محمدؐ (ہندی)	/40
رحمان کا مہمان	6/	منہاج القرآن	4/50

بام نعیم

معلومات

☆انسان کے جسم میں ۲۴ گھنٹے کے اندر خون تقریباً ۲۴۰۰ کلو میٹر کی دوڑ لگاتا ہے۔
☆انسانی جسم میں کل ۱۰۶ اجوڑ ہوتے ہیں۔
☆رات کو سوتے وقت ہمارا وزن اوسطاً گیارہ اونس کم ہو جاتا ہے۔
☆ایک بار کھائے ہوئے کھانے کو پوری طرح ہضم ہونے میں تقریباً ۴۸ گھنٹے لگ جاتے ہیں۔
☆اگر ہم سال بھر ناخن نہ کٹوائیں تو وہ تقریباً ۱۲۵ انچ لمبے ہو جائیں گے۔
☆انسان کے آنسوؤں میں سوڈیم کلورائیڈ پایا جاتا ہے۔
غلام نبی مسلم نگر مالیگاؤں۔

☆ہندستان کے پہلے کپتان کا نام سی۔ کے نائیڈو تھا۔
☆ٹسٹ میچوں میں گواسکر نے ویسٹ انڈیز کے خلاف ۱۳ سنچریاں بنائی ہیں۔
☆بھارت کے لیے ۱۰۱ویں سنچری مہندر امرناتھ نے بنائی۔
ایس۔ ایس جاوید رفیع گنج اورنگ آباد (بہار)

☆س۔ وہ چیزیں جنھوں نے ماں کے پیٹ کی مشقت کو نہیں جھیلا کون کون سی ہیں؟
☆ج۔ وہ چار ہیں (۱) حضرت آدمؑ (۲) حضرت حواؑ (۳) صالحؑ کی اونٹنی جس کو اللہ نے پتھر سے پیدا فرمایا (۴) وہ مینڈھا جو حضرت اسمٰعیلؑ کے بدلے میں ذبح کیا گیا۔
محمد شریف پاکوڑی متواحمہ الہ آباد

☆ان باتوں کا اللہ کے سوا کسی اور کو اس کا علم نہیں۔ انسان کو تو اس کا شعور بھی نہیں۔
☆کل کیا ہوگا۔ کوئی بتا سکتا نہیں۔
☆موت کب آئے گی۔
☆قیامت کب آئے گی۔
عرفان احمد نذ لیجنڈ شیگاؤں

☆ہندستان میں پٹرول کی سب سے پہلے کھوج ۱۸۶۷ء میں آسام میں ہوئی۔
☆بھارت میں پہلا صابن سازی کا کارخانہ ۱۸۷۹ء میں میرٹھ میں قائم ہوا۔
☆سب سے زیادہ عمر والا جانور کچھوا ہے۔
☆وہیل مچھلی اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔
☆"مونگا" ایسا جانور ہے جو حرکت نہیں کرتا۔
محمد اظہار مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)

☆جاپان کی ایک فرم نے ۵۰ کلوواٹ طاقت کا ایک ایسا بلب تیار کیا ہے جس کی روشنی میں چھ سو گز دور بیٹھ کر بھی اخبار آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔ اس بلب کا محیط ۲۱۔ انچ اور لمبائی ۳۶ انچ ہے۔ اس کی طاقت عام بلبوں سے ۲۰۷ گنی زائد ہے۔
سیدہ زینب رافعہ

☆امریکا میں گاہکوں کو جلد نمٹانے کے لیے ایک ایسا کمپیوٹر ایجاد ہوا ہے جو اوپر سے گزرنے والی ہر شے کی قیمت نوٹ کر لیتا ہے اور جب آخری چیز بھی اس کے اوپر سے گزر جاتی ہے تو کمپیوٹر حساب بنا کر پرچی گاہک کے ہاتھ میں تھما دیتا ہے۔ یہ کمپیوٹر ہر شے کا سہ طرفہ جائزہ لیتا ہے اور قیمت فوراً ٹائپ کر دیتا ہے۔ آخر میں میزان لکھنے کے بعد شکریہ کے الفاظ بھی ٹائپ کر دیتا ہے۔

محمد صابر حسین

☆پیرس کے ۲۵ سالہ خانساماں سرج اور ویٹرس لونیسا نے ایک لاٹری کے ذریعہ ایک کروڑ فرانک سے زیادہ کا انعام حاصل کیا۔ یہ انعامی رقم دنیا میں اب تک دی جانے والی سب سے بڑی رقم ہے۔

شازیہ اسلام زبیری

کھیل اور کھلاڑی

☆موضوع تیز تر سنچریاں بنانے والے بیٹسمین آج کرکٹ کو بین اقوامی شہرت حاصل ہے۔ جب سے کرکٹ کا کھیل شروع ہوا ہے اس میں سب سے تیز سنچری بنانے والے تین بلے باز ہیں جن میں سب سے پہلے بلے باز محمد اظہر الدین ہیں جنھوں نے نیوزی لینڈ کے خلاف صرف ۶۲ گیندوں پر اپنی سنچری مکمل کرلی۔ یہ ونڈے کی پہلی سب سے تیز سنچری تھی لیکن ریکارڈ بننے کے بعد ٹوٹتے ضرور ہیں لہذا ورلڈ کپ ۹۶ میں شری لنکا کے بلے باز جے سوریا نے پاکستان کے خلاف صرف ۴۸ گیندوں پر سنچری بنائی اور اظہر الدین سے آگے نکل گئے لیکن ریکارڈ ٹوٹنے کے لیے ہی بنتے ہیں۔ حال ہی میں پاکستان کے ۱۶ سالہ کھلاڑی شاہد خان آفریدی نے شری لنکا کے خلاف صرف ۳۷ گیندوں پر اپنی ونڈے سنچری مکمل کرلی اور بین اقوامی طور پر کرکٹ میں سب سے تیز سنچری بنانے والے بلے باز بن گئے۔

محمد انور، اقبال چوک، شیکاؤس، بلڈانہ

تاریخ وفات

☆ڈاکٹر سر محمد اقبال ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء
☆گاندھی جی ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء
☆جواہر لال نہرو ۲۷ مارچ ۱۹۶۴ء
☆راجندر پرساد ۲۷ فروری ۱۹۶۵ء
☆ذوالفقار علی ۱۶ اپریل ۱۹۷۹ء
☆اندرا گاندھی ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء
☆ضیاء الحق ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء
راجیو گاندھی ۲۱ مئی ۱۹۹۱ء

سید ظہیر الدین، رتی ملی، دھاروڑ

انڈونیشیا

☆۱۷ دسمبر کو آزاد ہوا۔
☆۹۴ فیصد مسلمان آبادی ہے۔
☆تین ہزار سے زائد جزیروں پر مشتمل ہے۔
☆دنیا کا سب سے بڑا پھول یہیں پایا جا

ہے۔
محمد کلیم احمد ودیا نگر پربھنی

انسانی عجوبے

☆حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی حضرت سلمیٰؓ اس قدر تیز دوڑتے تھے کہ تیز بھاگتے ہوئے گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے۔

☆عرب کی مشہور شخصیت زرقا الیمامہ کی نظر اس قدر تیز تھی کہ وہ کسی ٹیلے پر چڑھ کر ان قافلوں کو دیکھ لیتی تھیں۔ جو ابھی تین روز کی مسافت کی دوری پر ہوتے تھے

☆عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے ہاتھوں میں اس قدر غیر معمولی طاقت تھی کہ وہ دو انگلیوں سے دینار کو رگڑ کر اس کے نقوش مٹا دیتا تھا۔

نجمہ اجیاء۔ لکی برولیا۔ کسول در بھنگہ

لیموں کے فوائد

☆لیموں ایک مفید پھل ہے جو جسم کی گرمی دور کرتا ہے۔ اس کے علاوہ معدہ کو مضبوط کرتا ہے۔

☆زہریلے جانور کے ڈنک پر اس کا رس لگانے سے زہر کا اثر دور ہو جاتا ہے۔

☆لیموں کا اچار کھانے سے گرمی کا بخار اور بڑھی ہوئی تلی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

☆ ملیریا بخار میں لیموں پر پسی ہوئی سیاہ مرچ اور نمک ملا کر کھلائیں۔

☆نکسیر بند کرنے کے لیے ایک گلاس پانی میں آدھا لیموں نچوڑ کر ناک میں چڑھانے سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

☆اسی طرح ایک گلاس گرم پانی میں ایک عدد لیموں نچوڑ کر اس کے غرارے کرنے سے منہ کے چھالے دور ہو جاتے ہیں۔

☆لگاتار کئی ماہ تک پانی میں لیموں کا رس اور نمک ملا کر دو تین بار دن میں پی لیا جائے تو موٹاپا دور ہو جائے گا۔

☆اگر لیموں کا رس برش پر لگا کر دانت مانجھ لیے جائیں تو دانتوں کی تمام پیلاہٹ دور ہو جائے گی۔

☆لیموں کا رس پانچ گنا گرم پانی میں ڈال کر سر دھونے سے بال گرنا بند ہو جاتے ہیں اور بال ملائم اور چمکدار بھی ہو جاتے ہیں۔

عبدالرحمن حکیم عبدالرقیب مبارک پور

مختلف ممالک کے وقت میں فرق

	منٹ گھنٹہ
امریکہ	۱۱-۳۰ بجے
انگلینڈ	۵-۳۰ بجے
روم	۲-۳۰ بجے
اٹلی	۴-۳۰ بجے
فرانس	۴-۳۰ بجے
جرمنی	۴-۳۰ بجے
سوئزرلینڈ	۳-۳۰ بجے
اسپین	۵-۳۰ بجے
پولینڈ	۴-۳۰ بجے
یونان	۳-۳۰ بجے
کویت	۲-۳۰ بجے
زمباوے	۳-۳۰ بجے
ایران۔ عراق	۳-۳۰ بجے
ترکی	۳-۳۰ بجے

کوئیا	۲۰-۲ پیچھے
ہنگری' رومانیہ' آسٹریا	۳۰-۴ پیچھے
پاکستان۔ افغانستان	۳۰-۰ پیچھے
آسٹریلیا	۳۰-۳ پیچھے
جاپان۔ کوریا	۳۰-۳ آگے
نیوزی لینڈ	۳۰-۶ آگے
ملیشیاء۔ ہانگ کانگ	۳۰-۲ آگے
سنگاپور انڈونیشیاء	۰۰-۲ آگے
تھائی لینڈ	۳۰-۱ آگے

ارشاد احمد عبدالقیوم' آستانہ کارنجہ' لاڈ

☆ہوا کے مقابلے میں پانی ۸۳۰ گنا زیادہ بھاری ہے۔

☆ہیرا جلانے کے بعد نیلا مائل سفید رنگ کا شعلہ نکلتا ہے۔

☆انٹار کٹکا میں ایک قسم کی مچھلی پائی جاتی ہے جس کے خون کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

☆اگر کسی چیز کو پانی میں تولا ڈالا جائے تو اس کا وزن کم ہو جاتا ہے۔

☆ہائیڈروجن اور نائیٹروجن ہوا میں سب سے زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

☆کیکڑے کو سنائی نہیں دیتا۔

☆مگرمچھ سوتے وقت اپنی آنکھ کھلی رکھتا ہے۔

مختار شیخ سید پورہ بالاپور

فارم حسب قاعدہ

بابت "پیام تعلیم" نئی دہلی ۲۵

۱۔ مقام اشاعت جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

۲۔ وقفہ اشاعت ماہنامہ

۳۔ پرنٹر کا نام سید وسیم کوثر ہندوستانی پتا جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔

۴۔ پبلشر کا نام

۵۔ اڈیٹر کا نام شاہد علی خاں

مالکان کا نام اور پتے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ' جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔

چیرمین کا نام۔ ڈاکٹر سید ظہور قاسم اے۔۱۵ ڈیفنس کالونی' نئی دہلی ۲۴۔

۱۔ ڈائریکٹر نواب اقبال محمد خاں۔ کف پریڈ کولابہ' ممبئی ۵۔

۲۔ لفٹیننٹ جنرل ایم۔ اے۔ ذکی وی۔ سی۔ لاج جامعہ نگر' نئی دہلی ۲۵۔

۳۔ خواجہ محمد شاہد ڈی ۱۱/ ۳ قدوائی نگر ویسٹ نئی دہلی ۲۵۔

۴۔ صدیق الرحمٰن قدوائی۔ باغ شفیق' جامعہ نگر' نئی دہلی ۲۵۔

کمپنی کے سرمایے کے ایک فیصد سے زیادہ کے حصے دار جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔ اسلام جیم خانہ کینڈی سی فیس ممبئی ۷۔

میں سید وسیم کوثر تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا اطلاعات میرے علم ویقین کے مطابق درست ہیں۔

مارچ ۱۹۹۸ء   دستخط

سید وسیم کوثر

گدگدیاں

☆ایک مرتبہ جنت اور دوزخ کے درمیان کی دیوار ٹوٹ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے جنت میں رہنے والوں کو بہت پریشانی ہوتی ہے۔ رات دن دوزخ میں رہنے والوں کا شور شرابہ ان لوگوں کو بہت پریشان کرتا ہے۔ جنت والے بار بار دوزخ والوں کو کہتے ہیں کہ دیوار کو جلد سے جلد تعمیر کردو لیکن دوزخ والے ان کی بات مانتے ہی نہیں۔ آخر کار جنت والے فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ دوزخ والوں کو ایک نوٹس دیں۔

جب نوٹس دوزخ میں پہنچتا ہے تو سب کے سب اس نوٹس کو دیکھ کر ہنستے ہیں ہر کوئی ان لوگوں کا مذاق اڑاتا ہے کہ یہ جنت والے بے وقوف ہو گئے ہیں اور ہم لوگوں پر کیس کرنے کی بات کرتے ہیں شاید ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ دنیا بھر کے ایک سے ایک شاندار وکیل تو ہمارے پاس موجود ہیں۔ یہ کس بنیاد پر کیس کرنے کی بات کرتے ہیں۔

☆ایک مرتبہ ایک بدذوق شوہر سے ان کی بیوی نے شکایت کی۔ دیکھو پڑوسن کا شوہر اسے کس طرح پیار سے میری کہکشاں' میرا چاند' میری چاندنی' کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ تم نے تو کبھی بھول کر بھی مجھ سے اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کیے۔

شوہر نے سمجھانے والے انداز میں کہا "لو، بیگم سمجھنے کی کوشش کرو' تم جانتی ہو پڑوسن کا شوہر ماہر فلکیات ہے۔ اس کے دماغ میں تو ہمیشہ چاند' تارے' کہکشاں ہی رہیں گے۔ یہ میرے لیے کیسے ممکن ہے کیونکہ میں تو ماہر حیوانات ہوں۔

محمد نعیم صدیقی مظفر آباد محلہ پاتھری' پربھنی

☆ایک نئی دکان کے سامنے اس طرح کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ "یہاں صرف پانچ سو روپے میں ٹی۔ وی ملتا ہے۔"

دوسرے دن ایک اور نئی دکان اسی دکان کے سامنے کھلی جس کے سامنے اس طرح کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ "یہاں پانچ سو روپے والے ٹی۔ وی درست کیے جاتے ہیں۔"

انور خاں ضیاء گاندھی چوک' دھاروار

☆ایک مرتبہ کی بات ہے۔ ایک مولانا ایک دیہات میں گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو کچھ باتیں سکھا سکیں۔ مولانا کے اطراف ایک مجمع جمع ہو گیا۔ انھوں نے سوال کیا۔ غسل میں کتنے فرض ہیں۔ کسی نے کہا دو، کسی نے کہا چار، ایک نے کہا تین۔

مولانا نے کہا کون سے تین ہیں۔

دیہاتی کہنے لگا (۱)صابن دانی (۲)گرم پانی (۳)سارے بدن پر پانی ہی پانی۔

محمد مظفر احمد نزد شاہی مسجد' پربھنی

☆ماسٹر صاحب (بچے سے) میں تم کو اس لیے مارتا ہوں کہ مجھے تم سے پیار ہے۔ میں

چاہتا ہوں کہ تم کسی قابل بن جاؤ۔
بچہ پیار تو مجھے بھی آپ سے بہت ہے لیکن چھوٹا ہونے کے سبب ثبوت نہیں دے سکتا۔

یوسف خان، شبیر نگر، مالیگاؤں

☆ایک مشہور سائنسداں آئنس ٹائن ہمیشہ اپنے پاس تین چشمے رکھتے تھے۔ ایک بار ان کے گھر آئے مہمان نے بات چیت کے دوران جاننا چاہا۔ "جی جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ پہلا چشمہ نزدیک کی چیزیں دیکھنے کے لیے ہے۔"

"جی ہاں۔"

"اور دوسرا دور کی چیزوں کو دیکھنے کے لیے۔"

جی ہاں۔"

"پر تیسرا چشمہ کیوں؟" مہمان نے جاننا چاہا۔ آئنس ٹائن نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "تیسرا چشمہ ہے دونوں چشموں کو ڈھونڈنے کے لیے۔"

نسیم الریاض پورہ رانی مبارک پور

☆ایک گانو میں ایک ڈاکو کو پکڑا گیا۔ تھانے کا انسپکٹر بہت غصہ والا تھا۔ وہ ڈاکو کے پاس آیا۔ اور غصہ سے آگ بگولہ ہو کر بولا۔

"میں تجھے جیل کی ہوا بعد میں کھلاؤں گا، پہلے مجھے ایک بات بتا دے کہ گاڑی چوری کس طرح کرتا ہے؟

ڈاکو نے کہا۔ "پہلے گاڑی کی چابی مجھے دو بھر میں بتاؤں گا کہ چوری کس طرح کرتا ہوں۔" انسپکٹر نے گاڑی کی چابی ڈاکو کے حوالے کر دی۔ ڈاکو نے گاڑی کو اسٹارٹ کیا اور تیزی سے بھگایا اور بولا۔

"اس طرح چوری کرتا ہوں۔"

محمد جاوید اختر، سبر اسندر نگر۔

☆ایک دفعہ تین شخص ایک اندھا ایک لنگڑا اور ایک بہرہ جنگل سے گزر رہے تھے کہ اچانک بہرہ کہہ اٹھا دوستو میں چوروں کے پیروں کی آواز سن رہا ہوں۔ ذرا ہوشیار ہو جاؤ۔ تو اسی وقت اندھا کہنے لگا کہ مجھے چار چور اس پہاڑی کے پیچھے سے آتے نظر آرہے ہیں، لنگڑا کہنے لگا کہ بھاگو تا کہ وہ ہم کو لوٹ نہ لیں۔

شمیم نازیہ، حیدر پورہ، امراؤتی

☆ایک لڑکا تھانے ~ میں رہتا تھا ایک دن اس نے اپنی ماں کے پاس خط لکھا کہ اماں جان میں بڑے مزے میں ہوں اور یہاں تھانے میں رہ رہا ہوں، کسی چیز کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تو اس کی ماں نے جلدی سے فون کیا اور کہا کہ بیٹے جتنی جلدی ہو سکے اور جتنے بھی روپے لگیں تم مجھ سے لے لو گھر چلے آؤ۔ ہم جانتے ہیں کہ تھانے میں کتنا آرام ہوگا۔

~(تھانہ مہاراشٹر کا ضلع ہے)

عابد علی اعظمی، چکیا حسین آباد، اعظم گڑھ

☆دو آدمی ناؤ میں بیٹھے ہوئے بات کرتے

ہیں۔
پہلا آدمی: بارش آرہی ہے۔ ناؤ ڈوب رہی ہے۔ طوفان آگیا ہے۔
دوسرا آدمی: ڈوب جانے دے۔ ناؤ اپنی نہیں کرائے کی ہے۔
طاہرہ اصغر علی، حوزکو کالونی

☆ایک بس کو حادثہ پیش آگیا، بہت سی سواریاں زخمی ہو گئیں۔ ایک عورت کی انگلی کٹ گئی۔ اس نے اتنا شور مچایا کہ آسمان سر پر اٹھالیا۔ کسی نے کہا کہ دوسرے تجھ سے زیادہ زخمی ہوئے ہیں لیکن تو سب سے زیادہ کیوں شور مچا رہی ہے تو اس نے جواب دیا مجھے جتنا غم ہے کسی کو نہ ہوگا کیونکہ میں اسی انگلی سے اپنے خاوند کو نچایا کرتی تھی۔
حافظ حسین محمود ڈینار، امریلی (گجرات)

☆میڈم گوالا سے: کل سے تم دودھ ذرا اور پہلے لانا کیونکہ بچوں کے اسکول کا ٹائم بدل گیا ہے۔
گوالا: معاف کیجیے گا میڈم پانی ذرا دیر سے آتا ہے!
محمد عابد، ملت نگر، لوہرا سون بھدر

کسی مشہور اخبار کے ایڈیٹر نے یہ خبر شائع کردی کہ اس شہر کے آدھے لوگ بیوقوف ہیں۔ اس خبر کو پڑھ کر بہت سے لوگوں کو غصہ آیا اور وہ ایڈیٹر کے پاس پہنچے اور کہا "آپ نے یہ خبر کیوں شائع کی؟" ایڈیٹر نے ان لوگوں کو سمجھاتے ہوئے کہا بھئی معاف کردو میں کل اس کی تردید شائع کردوں گا۔ دوسرے دن اخبار میں شائع ہوا۔ "اس شہر کے آدھے لوگ بے وقوف نہیں ہیں۔"
آفتاب انور، مبارک پور، اعظم گڑھ

☆ایک آدمی سائیکل مرمت کرنے والی دکان پر گیا اس دکان پر موٹے موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ "بیمار سائیکلوں کا اسپتال۔"
دکاندار نے سائیکل کی حالت زار دیکھ کر کہا۔ جناب۔۔۔۔ اس سائیکل کو کسی کباڑیے کے حوالے کردو۔ دو چار روپے مل ہی جائیں گے۔
سائیکل کے مالک نے بگڑ کر کہا۔ پھر تم نے یہ بیمار سائیکلوں کا اسپتال والا بورڈ کیوں لگا رکھا ہے۔
دکاندار نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ جناب یہ اسپتال ہے۔ قبرستان نہیں۔
ایاز شاہ جیلانی شاہ، بلڈانہ (مہاراشٹر)

☆مٹھائی والا (خریدار سے) ہماری دکان کی مٹھائی بہت لذت دار ہوتی ہے۔
خریدار اس میں کہنے کی کیا بات ہے۔ مٹھائیوں پر بھنبھناتی یہ ہزاروں مکھیاں اس بات کا ثبوت ہیں۔
حیدر عباس، محلہ پورہ رانی، مبارک پور

☆ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارے دادا جان کے انتقال کی خبر سن کر بہت افسوس

ہوا۔ کیا عمر تھی مرحوم کی؟"
دوست "یہی کوئی اٹھانوے سال۔"
پہلا دوست اوہ! کتنی بد قسمتی ہے۔ اگر دو سال اور جی لیتے تو سنچری ہو جاتی۔"
محمد شفیع سیدی بابا، بھٹکل

☆ایک شاعر نے اپنی بیوی کو بتایا کہ میری اگلی نظم کا نام ہوگا۔ آگ، پانی اور دھواں۔
بیگم جو شاعری سے بہت چڑتی تھیں غصہ میں آکر بولیں۔ "ایک لفظ میں کیوں نہیں کہتے حقہ۔
ابو عبید، سرائے میر، اعظم گڑھ (یوپی)

☆تین دوست سڑک سے گزر رہے تھے۔ ایک دوست دونوں کے درمیان چلنے لگا۔ ایک نے درمیان میں چلنے والے دوست سے پوچھا۔
"تم احمق ہو یا بے وقوف۔"
تیسرا دوست دونوں کے درمیان ہوں۔
شمس عالم، گوونڈی، ممبئی

☆بارش میں بھیگتے ہوئے ڈاکیے نے کہا۔ لو بی بی اپنا خط لے لو۔ گھر میں سے ایک عورت کی آواز آئی۔ بارش میں خط پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔ خط ڈاک سے بھیج دیتے۔
محمد علام الدین، بردلیا، کمول، دربھنگہ

☆بیوی نے شوہر سے پوچھا۔ "جب بھگوان عقل بانٹ رہا تھا تب تم کہاں تھے۔
شوہر اس وقت میں تمہارے ساتھ پھیرے لے رہا تھا۔
محمد فہد پاشا، بنگالی بازار، گارڈن ریچ، کلکتہ

تب اور اب

☆ایک فقیر کو ایک مدفون خزانہ مل گیا اور بہت بڑا امیر بن گیا۔ ایک دن اس کے ایک دوست نے پوچھا کہیے! امیری اور فقیری میں کیا فرق ہے۔ کہا بڑا فرق جب میں فقیر تھا اور محفل میں کوئی بات میرے منہ سے نکل جاتی تو لوگ کہتے۔ بکواس بند کرو لیکن اب میں کیسی ہی بکواس کروں لوگ کہتے ہیں۔ ماشاءاللہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔
اعجاز احمد قدوائی، ابراہیم پور، اعظم گڑھ

☆امی (اپنے بیٹے سے) لکھو چھ
بیٹا مجھے نہیں آتا امی۔
امی۔ امتحان میں چوری کر کے لکھو گے۔
بیٹا نہیں دوسرے کا دیکھ کر لکھ لوں گا۔
محمد شان الرحمٰن، اسلام نگر، ارریہ (بہار)

ماسٹر صاحب (محبوب سے)۔ تم رات میں کتنے بجے تک پڑھتے ہو؟
محبوب: سر گیارہ بجے تک۔
ماسٹر صاحب: شاباش اور پڑھنے کب بیٹھتے ہو۔
محبوب: سر دس بج کر ۵۵ منٹ پر۔
محمد خیر الدین، پلنہ، بارسوئی، کٹیہار (بہار)

آدھی ملاقات

☆ماہ دسمبر کا پیام تعلیم جلوہ افروز ہوا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہوا۔ کرکٹ کی دنیا میں پہلی بار پڑھ کر اور بھی خوشی ہوئی۔

وسیم رضا۔ مبارکپور اعظم گڑھ

☆پیام تعلیم کے قلم کار اور چاہنے والوں کو اور نزیم احمد اعوان (کراچی پاکستان) محبوب عالم (مرادآباد) نفیس (بالاپور آکولہ) اور محمد شیخ چاند (جلگاؤں جامود) ان تمام دوستوں کو اور پیام تعلیم کے پڑھنے والوں کی خدمت میں عید کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

☆دوستوں کو اور پیام تعلیم کے پڑھنے والوں کی خدمت میں عید کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ناصر حسین شیرازی موہن پورا ملکاپور

☆پیام تعلیم کا تازہ شمارہ اپنی تمام تر آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔ سب ہی مضامین بے حد پسند آئے۔ خاص طور پر "کرکٹ کی دنیا میں پہلی بار" "ملا نصرالدین کی ذہانت" جاپانی گڑیا" "حضرت خدیجۃ الکبریٰ" اور "کالا جنگل نیلی موت" بہت ہی پسند آئے۔ ان سب کو ہماری طرف سے مبارک باد پہنچادیں۔

تبسم نسرین چاندنی چوک امراوتی

☆اس مرتبہ ہم نے رمضان المبارک کی چھٹیاں رشتہ داری میں گزاریں۔ وہاں پر بھی آپ کے رسالہ سے ملاقات ہوئی۔ ہمارے نانا کے یہاں جو کہ مدرسہ دعوت الحق کڑی گجرات کے مہتمم ہیں ان کے یہاں آپ کے رسالہ کو جب دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ جب ہم کو محسوس ہوا کہ آپ کا رسالہ پورے ملک میں پڑھا جاتا ہے۔ کڑی جاتے ہی نانا جان نے رسالہ ہم کو دے دیا پھر ہم نے اس کو اسی وقت پڑھنا شروع کر دیا۔ سارے مضامین بہت عمدہ تھے اور میرے نانا جان نے بھی اس رسالہ کی بہت تعریف کی۔ ان کے یہاں سارے بچے ہر ماہ اس رسالہ کا شدت سے انتظار کرتے ہیں اور تمام لوگ اس رسالہ کی تعریف کرتے ہیں۔

محمد سعید مدرسہ دعوت الحق کڑی

☆اچانک ایک دوست سے ملاقات ہوئی اس کے ہاتھ میں رسالہ دیکھ کر میں نے پوچھا۔ یہ کون سا رسالہ ہے؟ دوست نے جواب دیا۔ یہ پیام تعلیم ہے۔ دیکھو نا اس میں میرا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ پہلے میں نے اپنے دوست کے مضمون پر نظر ڈالی مجھے اتنا پسند آیا کہ پھر میں نے ایک ایک کرکے سارے مضامین کو پڑھ ڈالا۔ یقیناً یہ رسالہ یونہی اپنی پوری جولانیوں کے ساتھ جاری رہا تو ہمارے بچوں کے دلوں میں پڑھنے لکھنے کا ایک بہترین جذبہ پیدا کر سکتا ہے۔

محمد اسرائیل۔ مکی کوپاپور۔ سیوان

☆ماہ دسمبر کا شمارہ مجھے بے حد پسند آیا کیونکہ میرا نام پیام تعلیم کے معلومات کے صفحے میں شائع ہوا آپ کا بہت شکریہ۔ مجھے معلومات بہت پسند ہے۔

فرحانہ خاتون ہوا محل روڈ بھوپال

☆ پیام تعلیم ملا تمام مضامین بہت ہی بہترین رہے میں پیام تعلیم کا مطالعہ ۳ سال سے کر رہا ہوں۔ واقعی پیام تعلیم کے سارے مضامین بہترین ہوتے ہیں جن کو پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔

پرویز خان قاصد پوڑپاتور ضلع آکولہ

☆جنوری ۹۸ کا ماہنہ پیام تعلیم کا شمارہ پہلی مرتبہ میری نظر سے گزرا جسے پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ یہ رسالہ طرح طرح کے مضامین کا ایک گلدستہ ہے جو بچوں کے لیے بلکہ بڑوں کے لیے بھی مفید ہے۔

آفاق احمد ہاشمی۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی

☆نومبر کا شمارہ ملا پڑھ کر بہت مزہ آیا اور دل کو خوشی ہوئی۔ نومبر کے شمارہ میں جادوگر والی کہانی بہت اچھی لگی ایسی ہی مزید کہانی شائع کریں۔

محمد صدر عالم منصنامال ویشالی بہار

☆ پیامی بھائی بہن کو میرا سلام، ماہ جنوری کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ اس شمارے کا بغور مطالعہ کیا ہماری لکھی ہوئی معلومات۔ اقوال زریں شائع ہوئی اور ہاں اس رسالے میں آپ نے انیسہ شیخ سانظر و کے کالم بچوں کی کوشش صفحہ نمبر ۸۴ کے مطابق جو مضمون شائع کیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں وہ طویل ہو گیا ہے اس کی وجہ سے ۸۔۱۰ پیامی بھائی حصہ لینے سے محروم ہو گئے الغرض آپ لوگ اتنے طویل مضموں۔ شائع کریں۔ ہماری گزارش ہے کہ سب ہی لکھنے والے کی تحریر شائع کریں تاکہ سبھی کو لکھنے کا ذوق پیدا ہو۔ اس سے آپ کے رسالے کے خریدار بنیں اور لوگ اردو کو جانیں، اردو لکھنے اور سیکھنے کی کوشش کریں گے۔ سب قلم کاروں کو میرا سلام۔

مختار اسکرین سید پورہ بالاپور آکولہ

☆ "پیام تعلیم" میری رگ جاں بن گیا ہے۔ حالانکہ میں ایک کم علم قاری ہوں پھر بھی پیام تعلیم کے صفحات کو اپنے دل کی گہرائیوں میں رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں پیام تعلیم کے ایک ایک کارکن اور قلمکاروں کا اپنے دل کی عمیق گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

عبدالرشید۔ محمد بھساری

پیام تعلیم مجھے پڑھنے میں بہت اچھا لگتا ہے خاص طور پر معلومات اور اشعار بہت اچھے لگتے ہیں آپ خواتین کے بارے میں بھی لکھا کیجیے۔

یاسمین بیگم مزگی۔ کرناٹک

☆تمام پیامی بھائیوں اور بہنوں اور پیام تعلیم کے سب قلمکاروں کو میری طرف سے عید مبارک۔

محمد بیگ ڈاگ والے پیٹھ محلہ ناندورہ

☆ماہ دسمبر کا پیام تعلیم ملا پڑھ کر خوشی ہوئی۔

خلائی ایڈ ونچر سیریز اتنا پسند آتا ہے کہ اے حمید صاحب کو بار بار سلام بھیجا (اے حمید صاحب کو میرا اسلام قبول ہو)

مظفر اشرفی۔ چوکتا اررپہ (بہار)

☆ رسالہ پیام تعلیم میرا پسندیدہ رسالہ ہے تازہ شمارے میں بچوں کی کوشش، گدگدیاں۔ آدمی ملاقات کالم بہت پسند آئے۔ میری طرف سے پیام تعلیم کے سبھی قلم کاروں کو مبارکباد پیش کریں۔

بدر الحق انصار کلب۔ مبارک پور

☆ ہمارے یہاں اسکول میں پیام تعلیم آتا ہے اس میں معلومات اقوال اور کہانیاں ہوتی ہیں، جو ہم کو بہت پسند آتی ہیں۔

مقتدر احمد۔ پٹیل پور کلب ایوت محل

☆ میں پیام تعلیم کا کئی سالوں سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ میں پیام تعلیم میں سب سے پہلے "بچوں سے باتیں" کے بعد آدمی ملاقات" کا کالم پڑھتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ میرے پیامی دوست اس بار کون سی رائے لے کر آئے ہیں۔ سبھی پیامی بھائی بہنوں کی طرح مجھے بھی خلائی اڈونچر" سیریز بہت پسند ہے۔ میں ادارے سے ایک سوال بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلا پیام تعلیم کون سے سال میں نکلا؟

(جواب [illegible]ء میں)

انور خان ضیار گاندھی چوک دھاروا ڑ

☆ جنوری کا "پیام تعلیم" اپنی بہترین تحریروں کے ساتھ موصول ہوا۔ لیکن میری کہانی شائع نہیں ہوئی کیا کہانی نہیں ملی؟ (جی ہاں! نہیں ملی)

سید دانش کرہامین روڈ بازار

☆ ماہ جنوری ۱۹۹۸ کا پیام تعلیم موصول ہوا پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا! ڈاکٹر سید حامد حسین صاحب کا "جڑواں لفظ" اے حمید صاحب کا خلائی ایڈونچر سیریز قسط نمبر۔ ۲۰ بے حد پسند آئیں۔

عبد الرحیم سکورہا۔ دربھنگہ (بہار)

☆ ایک بار اپنی سہیلی سے رسالہ مانگ کر پڑھا، بے حد پسند آیا۔ تب سے میں پیام تعلیم کی مستقل خریدار بن گئی ہوں۔ مجھے ہر ماہ اس رسالے کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ پیام تعلیم دن بدن ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بے شمار اجر عطا فرمائے آمین اور رسالے کو نظر بد سے بچائے۔ مجھے اور میرے گھر کے تمام افراد کو یہ رسالہ بہت پسند ہے۔ سبھی اس کا مطالعہ بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ اس مرتبہ (منظوم پہیلیاں) جو بوجھے سیانا کہلائے بہت اچھی لگی ہیں۔

اسماء فاطمہ خان حبیب نگر امراوتی

ضروری اعلان

پیامی معمے کے سیکشن کے انچارج لمبی چھٹی پر چلے گئے تھے اس لیے نتائج کا اعلان اور انعامات کی تقسیم میں کچھ بے ترتیبی ہوگئی۔ اب وہ آگئے ہیں انعامات کی تقسیم اسی ماہ سے شروع ہو جائے گی نتائج کا اعلان آئندہ ماہ کر دیا جائے گا۔
(ادارہ)

میرے پسندیدہ اشعار

ماں کا ہرگز دل نہ دکھانا
ماں کی نصیحت بھول نہ جانا
ماں کو سدا سکھ دیتے رہنا
ماں کی دعائیں لیتے رہنا
☆نازیہ آفریں' عادل آباد

تو رحیم ہے تو کریم ہے
مری لغزشوں پہ نہ کر نظر
تری خو عطا مری خو خطا
نہ وہ تجھ میں کم نہ یہ مجھ میں کم
☆شکیل احمد' پری گلی' آرمور نظام آباد

خودی میں ڈوب جا غافل کہ سرّ زندگانی ہے
نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاوداں ہو جا
☆عبدالرحمٰن انور' دادی کالونی' تھانہ ممبئی

اللہ کا نام لے کر نکلا ہو جو مکاں سے
دیتا ہے دینے والا جانے کہاں کہاں سے
☆علاءالدین' بھینہ عادل آباد

دنیا سے جارہا ہوں کفن میں چھپا کے منہ
افسوس بعد مرنے کے آئی حیا مجھے
☆سید مصطفیٰ' بلگام

ہے قول محمدؐ قول خدا فرمان نہ بدلا جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا
☆زبیر احمد خاں' منگرول پیر' آکولہ

ہم تو ہر راہ سے ہنس کر ہیں گزرنے والے
اور ہی ہوں گے غم و آلام سے ڈرنے والے
☆لیاز خاں' تو نگر خاں' پاتور' آکولہ

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین حکومت سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھو ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ
☆ثاقب اعظمی' مدرسۃ الاصلاح' سرائے میر

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جاکر نہ آئے وہ جوانی دیکھی
☆محمد طفیل صدیقی' لکشمی پور' گیا

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں خوابی
مسلماں کو مسلماں کردیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
☆محمد اختر شاکر' ممبرا' تھانہ' ممبئی

سنبھل سنبھل کے چلو راہ زیست میں صابر
کہ بے حساب پڑے ہیں ادھر ادھر پتھر
☆محمد صابر علی' ویشالی (بہار)

باغباں پھر سے بنائیں گے نشیمن اپنا
بجلیاں لاکھ گریں اس کو جلانے کے لیے
☆شیخ محمد اصغر' قاضی نگر بھنڈارہ

تمام بزم معطر ہے جس کی خوشبو سے
مہک رہا ہے کہیں آس پاس پھول کوئی
فضا میں گونج رہے ہیں جو نعتیہ نغمے
چہک رہا ہے کہیں بلبل رسولؐ کوئی
☆غلام نبی خاں' مسلم نگر' مالیگاؤں

زندگی کے بوجھ کو ہنس کر اٹھانا چاہیے
راہ کی دشواریوں پر مسکرانا چاہیے
☆شبانہ زاہد' دیوان پورہ منگرول پیر' آکولہ

کس طرح ہوتا ہے ایثار بتاتے ہیں چراغ
آپ جلتے ہیں' ہمیں راہ دکھاتے ہیں چراغ
☆محمد حنیف' جامع مسجد واشم

جو پڑھے کلمہ محمدؐ کا مسلماں ہو گئی
صدقے اس نور خدا پر میری یہ جاں ہو گئی
☆عطیہ بانو' جامع مسجد واشم

قبر میں جو کھنٹے خالی ہیں اسے مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر لگا دی جائے
☆حنیف خاں' شبیر نگر

پھلدار کے نصیب میں ہے پتھروں کی چوٹ
یہ حوصلہ نہیں ہے تو تم بے ثمر رہو
☆محمد تجمل حسین' ویشالی (بہار)

مری زندگی یہی ہے کہ ہر اک کو فیض پہنچے
میں چراغ رہ گزر ہوں مجھے شوق سے جلاؤ
☆محمد ناصر' قاضی نگر' بھنڈارہ (مہاراشٹر)

سب کو محفل کے اجالے سے غرض ہوتی ہے
شمع کے درد کو کیا جانے جلانے والا
☆واجد خاں' قاصد پور پالتور

اے چارہ گر فضول تسلی نہ دے مجھے
مجھ سوختہ نصیب کو حاصل کہاں فراغ
☆عابد خاں' مسلم نگر' مالیگاؤں

کم ہمتی سے کیوں نہ ہو توہین زندگی
انسان کا وقار تو عزم جواں میں ہے
☆تبسم محمد سلیم' سرجاپورا' احمد نگر

اب آ گئے ہیں آپ تو آتا نہیں ہے یاد
ورنہ ہمیں کچھ آپ سے کہنا ضرور تھا
☆محمد صابر' بازار لائن' منگرول پیر

اگر نیت نہیں اچھی تو اس کو قتل کر دوں گا
اسی کی تیغ سے سر کاٹ کر چھاتی پہ دھر دوں گا
☆عطا اللہ عالی' ابا بکر پور' ویشالی

ہمارا ترانہ

ہم شعروادب کے پیکر ہیں ہم فکر و نظر کی تصویریں
ہم علم و ہنر کے شیدائی ہم حسن عمل کی تفسیریں
کھاتی ہیں شکست فاش سدا تدبیر سے اپنی تقدیریں
شادابی گلشن کی ضامن ہوتی ہیں ہماری تدبیریں
☆محمد ابواللیث اعظمی' کرلا پائپ روڈ' ممبئی

تم نے کانٹوں کو دیا خود ہی وقار گلشن
ان کے بخشے ہوئے صدمات پہ روتے کیوں ہو
☆محمد رفیق' درگاہ پاس' بھنڈارہ

سانپوں کے مقدر میں وہ زہر کہاں ہوگا
انسان عداوت میں جو زہر اگلتا ہے
☆شکری اظفر' قاضی منزل' مبارکپور

دشمن نے مجھے درد کا احساس دلایا
مجھ پر تو کسی دوست کا احساں بھی نہیں تھا
☆عبدالسمیع' بارہ امام' ناندیڑ

دنیا میں سہاروں کے طالب نہ کبھی بننا
کمزور بناتا ہے انساں کو سہارا بھی
☆نغمہ ناز' آسے گاؤں' منگرول پیر

گل سے حوصلہ سیکھو غم میں مسکرانے کا
قید ہے وہ کانٹوں میں پھر بھی مسکراتا ہے
☆حیدر عباس' پورہ رانی' مبارکپور

شمشیر بکف قاتل ہو کھڑا
اور کوئی رہے سجدہ میں پڑا
کہتی ہے زمین کر بلا
اس شان کا سجدہ کھیل نہیں
☆فیضان اشرف پورہ صوفی' مبارکپور

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس کا افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے
☆ہاشم سلیمانی' پورہ رانی' مبارکپور

عزم گھر سے چلے تھے جان لینے کو محمدؐ کی
خدا نے ایسا دل پھیرا پڑھا کلمہ محمدؐ کا
☆برکت اللہ' پورہ رانی' مبارکپور

نیند پوری ہو چکی تکیہ کو مہلت دیجیے
صبح صادق ہو چکی اٹھ کر عبادت کیجیے
☆قاضی ریان احمد' قاضی منزل' مبارکپور

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا
☆سید اسمٰعیل' ملا پورہ ناندورہ' بلڈانہ

ہوش و خرد سے گزرے دیوانگی سے گزرے
کچھ بھی سمجھ نہ پائے اس برہمی سے گزرے
☆بشیر احمد' انوار العلوم املو' مبارکپور

آج بھی مصروف ہے عزم جنوں تعمیر میں
برق گرتی ہی رہی اور آشیاں بنتا گیا
☆معین احمد' مدار تکیہ منگرول پیر' آکولہ

مناؤ جشن بہاراں چمن رہے نہ رہے
خزاں کے رخ کو بدلنا کوئی مذاق نہیں
☆محمد محسن' مدار تکیہ' منگرول پیر' آکولہ

لے دے کے اپنے پاس فقط اک نظر تو ہے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم
☆عبدالمبین' واشم' آکولہ

پھیر لیں اس نے نگاہیں اس طرح
جیسے ہو انجان کچھ مت پوچھیے
☆ناصر حسین' موہن پورہ ملکاپور' بلڈانہ

بہار میں تو زمیں سے بہار اگتی ہے
جو مرد ہے تو خزاں میں بہار پیدا کر
☆ مرزا غفران، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر

دنیا کا یہ نظام بھی کتنا عجیب ہے
اپنوں سے دور دور بدوں سے قریب ہے
☆ منصور احمد، بھیرہ، ولید پور، مئو

پیسا اگر ملے تو حمیت بھی بیچ دیں
دلی کا آسرا ہو تو عزت بھی بیچ دیں
☆ عبد المجید آرمور، نظام آباد

جس پاس عصا ہوا سے موسیٰ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو عاقل ید بیضا نہیں کہتے
☆ نعما کوثر، منگرول پیر، آکولہ

یہ نہ سمجھو کہ ہر اک راہ میں کلیاں ہوں گی
راہ چلنی ہے تو کانٹوں پہ بھی چلنا ہوگا
☆ عرفان عالم، چک اولیاء ویشالی، بہار

کتنے بزدل ہو کہ جاں اپنی بچانے کے لیے
تم نے اپنے دشمنوں کے پاؤں پہ سر رکھ دیا
☆ انیسہ ناز شیخ سانڈو، اسلام پورہ، جلگاؤں

ملا ہے راستہ قسمت سے تو وقار بنا
یہاں تو لوگ ترستے ہیں راستے کے لیے
☆ جاوید اقبال، منگرول پیر، آکولہ

دشمنوں سے بھی شرمندہ ہونا پڑا
دوستوں کا خلوص آزمانے کے بعد
☆ شمشیر خاں، منگرول پیر، آکولہ

سورج لہولہان ہے ہر شام دیکھ لے
اے زندگی غرور کا انجام دیکھ لے
☆ جاوید اختر، پورہ صوفی، مبارکپور

دن رات پھول بنتے ہیں تو رات بھر چراغ
فردوس میں بھی یاد رہے گی بہار گنگ
☆ نوید الرحمٰن عبد الواحد، منگرول پیر، آکولہ

رنگ لائے گا ہمارا جذبہ ایثار کب
ہوگا اپنا یہ وطن آخر گل و گلزار کب
☆ محمد فاروق، مبارکپور، اعظم گڑھ

ہمارے بچوں کے سر مانگتی ہیں بنیادیں
یہ کیسے شہر کی تعمیر کر رہے ہیں ہم
☆ محمد الطاف، پاچورہ، باغبان جلگاؤں

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے
☆ عبد المطلب، آرمور، نظام آباد

چھری کی دھار سے کٹتی نہیں چراغ کی لو
بدن کی موت سے کردار مر نہیں سکتا
☆ سودہ تبسم، گودلوری کھنی، اے۔پی

مایوسیوں سے حل نہیں ہوں گے یہ مسئلے
اٹھیں اگر تو ساتھ بھی چلتا ہے انقلاب
☆ محمد واجد خاں، بنگلہ کورٹلہ، کریم نگر

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے
نعیم انور انصاری، ولید پور، بازار مئو

وہ دل جو مدتوں سے چاہت کا نغمہ گر تھا
اب ساز ہے شکستہ جس میں صدا نہیں ہے
☆حسین جابری' آرمور' نظام آباد

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں
☆اسامہ انجم' گھر بھگال' انگر ہاٹ' کشن گنج

نیچے رہو کہ جیسا کو تیسا دکھائی دے
اونچے نہ ہو کہ باپ بھی لڑکا دکھائی دے
☆محمد اسعد رحمانی' حیدر آباد' مبارکپور

ہنچے اٹھے تو چاروں طرف پھول کھل گئے
جب مسکرا دیے تو کئی زخم سل گئے
☆غلام حسین' ہنگواں آزاد نگر' ارریہ' بہار

یہ عرض تکلم ہے آقا دکھلا دے مجھے اپنا جلوہ
روتا ہوں میں اپنی قسمت پر جب لوگ مدینہ جاتے ہیں
☆محمد شرف عالم' رحیم آباد' ستی پور

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
☆عمران احمد خاں' دیوان پورہ منگرول پیر

لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر واللہ ڈر گیا
دیکھا قریب جاکر بندر کا تماشہ تھا
☆محمد علاء الدین پروانہ' جھنگوا' نیپال

پہن لیتا ہے جو کھدر کی ٹوپی
سمجھتا ہے جواہرلال ہوں میں
☆غلام نبی' مسلم نگر' مالیگاؤں

بمبئی آئے تھے لکھنے کے لیے فلم میں گیت
کیلے بکوا دیے اس شوق کی ایسی تیسی
☆پرویز خان' فیروز خان قاصد پورہ پاتور'

آپ کہتے جایئے اپنی وفا کی داستاں
لوگ پاگل تو نہیں گلشن کو ویرانہ کہیں
☆محمد قیصر عالم' لودی پور' پٹنہ

کام روزانہ رکابی سے چلا کرتا تھا
آج ہانڈی بھی چلی آئی ہے کفگیر کے ساتھ
☆یوسف خاں' یعقوب خان شیر نگر مالیگاؤں

دوستی ہے اس زمانے کی صرف نام کی
جب خلوص دل نہیں تو دوستی کس کام کی
☆محمد شاداب اعظمی' بگندھرا' ارریہ (بہار)

میں ہوں بنیاد کا پتھر میری قیمت سمجھو
بیٹھ جائے گی عمارت جو میں ہٹ جاؤں گا
☆حنیف خاں' یعقوب خان مالیگاؤں'

اے علم تجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں خزانہ
جاری ہے تیرے دم سے دنیا کا کارخانہ
☆بدر الحق انصار کلب پورہ رانی' مبارکپور

نہ سلام یاد رکھنا نہ کلام یاد رکھنا
ایک آرزو ہے میری میرا نام یاد رکھنا
☆رضوانہ پروین' بالا پور' آکولہ

ہر گھڑی افلاک پر رہتی ہے تیری گفتگو
کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاک دامن ہو رفو
☆محمد عاقب' ابا نگر پور' ویشالی' بہار

اقوال زرّیں

ارشادات نبویؐ

☆جس کو مسلمانوں کا غم نہ ہو وہ میری امت میں سے نہیں۔
☆سلام میں سبقت کرنے والے کو نیں اور جواب دینے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔
☆پڑوسی کو ستانے والا جہنمی ہے چاہے تمام رات عبادت کرے تمام دن روزہ رکھے۔
☆جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے۔

عنایت اللہ خان مدرس بوری عرب

☆مالدار کی دوستی . مطلب کی نشانی
☆کنجوس کی دوستی بربادیٔ وقت کی نشانی
☆بیوقوف کی دوستی خطرے کی نشانی
☆جاہل کی دوستی ذلت کی نشانی

راشد لطیف کمریوال سرائے میر

حیرت ہے

☆بادشاہ ہو کر ظلم کرتے ہو۔
☆عالم ہو کر طمع کرتے ہو۔
☆عابد ہو کر ریاکاری کرتے ہو۔
☆جوان ہو کر سستی کرتے ہو۔
☆مسلمان ہو کر دروغ گوئی کرتے ہو۔

ایم حمزہ شمسی کوچہ چاہ آنولہ (بریلی)

موت کی موت

دوزخ میں ہمیشہ کے لیے کافر اور مشرک منافق ہی رہیں گے اور ان کو اس میں کبھی موت نہ آئے گی اور نہ ہی ان کا عذاب ہلکا کیا جائے گا جیسا کہ سورت فاطر میں ارشاد ہے۔
(ترجمہ)
اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کو قضا آئے گی کہ مر ہی جاویں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ گناہ گار مسلمان دوزخ میں جائیں گے سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ جو جنت میں داخل ہو گا اس میں ہمیشہ ہی رہے گا۔ جنت میں کسی کو موت نہ آئے گی۔ نہ اس سے نکالے جائیں گے۔ نہ نکلنا چاہیں گے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت سید عالمؐ نے فرمایا کہ جب (سارے) جنتی جنت میں اور (سارے) دوزخی دوزخ میں پہنچ چکیں گے تو موت حاضر کی جائے گی یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کے درمیان آنے کے بعد ذبح کر دی جائے گی۔ پھر ایک منادی زور سے پکارے گا کہ اے جنتیو (اب) موت نہیں اور اے دوزخیو (اب) موت نہیں۔ اس اعلان کے سبب جنتیوں کی خوشی میں اور خوشی بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے رنج پر مزید رنج کا اضافہ ہو گا۔
حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ موت (جسم و صورت دے کر) لائی جائے گی۔ گویا کہ وہ شکل و صورت میں

سفید مینڈھا ہوگی جس میں سیاہ رنگ بھی ہوں گے اور وہ جنت اور دوزخ کے درمیان والی دیوار پر کھڑی کی جائے گی۔ پھر جنت والوں کو آواز دی جائے گی کہ اے جنت والو! یہ سن کر وہ نظر اٹھا کر دیکھیں گے۔ اور ندا دی جائے گی کہ اے دوزخ والو! یہ سن کر وہ نظر اٹھا کر دیکھیں گے۔ اس کے بعد ان تمام اہل جنت اور اہل دوزخ سے سوال ہوگا کہ کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ سب جواب دیں گے ہاں، یہ موت ہے۔ اس کے بعد ان سب کے سامنے یہ اعلان کرنے کے لیے کہ اب موت نہ آئے گی' موت کو لٹا کر ذبح کر دیا جائے گا۔ اس وقت اہل جنت کو خوشی اور اہل دوزخ کو رنج بے انتہا ہوگا۔ پس اگر جنت والوں کے لیے ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے کا فیصلہ اللہ کی طرف سے نہ ہو چکا ہوتا تو اس وقت کی خوشی سے مر جاتے اور اگر دوزخ والوں کے لیے ہمیشہ کے لیے موت نہ آنے اور دوزخ میں ہمیشہ پڑے ہی رہنے کا فیصلہ اللہ کی طرف سے نہ ہو چکا ہوتا تو اس وقت کے رنج سے مر جاتے۔

نبیل اختر سعید اختر' جامعہ اسلامیہ ممبرا کوسہ

☆بہت سے نالائق بیٹوں کے مقابلہ ایک ہی لائق بیٹا بدرجہا بہتر ہے کیونکہ صرف ایک ہی چاند دنیا کے تمام اندھیروں کو دور کرتا ہے۔

☆برے لوگ اچھی باتوں میں بھی برا پہلو تلاش کر لیتے ہیں جیسے کہ مکھیاں تمام خوبصورت جسم کو چھوڑ کر صرف زخم پر ہی بیٹھتی ہیں۔

☆سمندر موسم برسات میں نہ بھرتا ہے' اور نہ قحط کے دنوں میں خشک ہوتا ہے۔ اسی طرح با اصول لوگ دنیا کی کامیابی سے مغرور اور ناکامی سے رنجیدہ نہیں ہوتے۔

☆فضول اخراجات کی طرف سے خواہ کتنے ہی چھوٹے ہوں لاپرواہی مت کرو بلکہ ان کو بند کر دو۔ کیونکہ ایک کشتی میں چھوٹا سا سوراخ بھی ہو جائے تو کشتی ڈوب جاتی ہے۔

☆دوسروں پر بھروسہ کرنے والے انسان کی ترقی کی رفتار بہت سست ہوتی ہے۔

محمد آزاد محمد ذاکر اسلام پورہ (جلگاؤں)

دکھ

☆دکھ آنسو ہیں۔ آنکھوں میں رہتے ہیں۔

☆دکھ موتی ہیں۔ ہر ایک آہ سے بکھرتے ہیں۔

☆دکھ دریا ہے قطرہ قطرہ بہتے ہیں۔

محمد اشتیاق محمد ارشد' جالنہ

☆عقل مند پہلے دل سے پوچھتا ہے پھر منہ سے کوئی بات کہتا ہے (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

☆اگر روزی عقل سے حاصل کی جاتی تو دنیا کے تمام بیوقوف بھوکے مر جاتے (شیخ سعدیؒ)

عبدالسلام کوٹہ (یوپی)

ارشاد نبویؐ

☆نابینا سے بھی پردہ کرو اس لیے کہ تم بینا ہو۔

عابد خان امیر خان مسلم نگر مالیگاؤں

علم

☆انسان علم کا بوجھ اٹھانے کے باوجود اپنے آپ کو پھول کی طرح محسوس کرتا ہے۔

☆ علم کے بغیر انسان خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا۔

☆ علم ایک ایسا بادل ہے جس سے ہر وقت رحمت برستی ہے۔ بادلوں کی طرح رحمتیں جو نہ صرف پھولوں پر بلکہ کانٹوں پر بھی برستے ہیں۔

شاہدہ بیگم بھکاپور عادل آباد

آہ آج کا مسلمان

☆ خدا کا دیا ہوا رزق کھاتا ہے مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتا۔

☆ اللہ کو جانتا ہے مگر اس کی بندگی نہیں کرتا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہے مگر ان کی پیروی نہیں کرتا۔

☆ جہنم کی آگ کی خبر رکھتا ہے مگر اس سے نہیں ڈرتا۔

☆ موت کو جانتا ہے مگر اس کی تیاری نہیں کرتا۔

☆ قبرستان جاتا ہے مگر اس سے عبرت حاصل نہیں کرتا۔

صفی الرحمٰن پوسٹ ولید پور ضلع مئو یوپی

ماں

☆ ماں ایک ایسی خوشبو ہے جس سے سارا جہاں مہک اٹھتا ہے۔

☆ ماں ایک دعا ہے جو سدا سر سبز رہتی ہے۔

☆ ماں ایک ایسی آہ ہے جو سیدھی عرش پر جاتی ہے۔

☆ ماں ایک ایسی مشعل ہے جو ہمیشہ راستہ دکھاتی ہے۔

☆ ماں ایک ایسا لفظ ہے جس کی گونج ہمیشہ زندگی کا احساس دلاتی ہے۔

☆ ماں ایک ایسی نصیحت ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔

کے مسعین ساگر بڑی بہت واشپاڑی

☆ اخلاص کے بغیر علم بے کار ہے۔

☆ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

☆ خاموشی گفتگو سے بہتر ہے۔

☆ شراب گناہوں کا مجموعہ ہے۔

ایم۔ سالک اعظم چو کتا ادریہ (بہار)

اچھی باتیں

☆ تین چیزیں پردہ چاہتی ہیں کھانا، دولت عورت۔

☆ تین چیزیں یاد رکھنا گناہ نہیں۔ پہلی فرائض موت

محمد صابر علی۔ بہولیہ پوسٹ سہات (ویشالی)

کہاوتیں

☆ آسمان کا حسن ستاروں سے ہے اور عورت کا حسن بالوں سے (اٹلی کی کہاوت)

☆ کسی کو جنگ پر جانے اور شادی کرنے کا مشورہ نہیں دینا چاہیے۔ (اسپین کی کہاوت)

☆ نوجوان اور خرگوش کو کان سے پکڑنا چاہیے۔ (جرمن کہاوت)

ساجدہ سردار۔ امراوتی

علم

علم ایسی عزت دیتا ہے کہ ذلت کی کوئی نشانی باقی

نہیں رہتی ہے۔

☆علم اور بردباری انسان کی سیرت کو آراستہ کرتے ہیں۔

☆علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے۔

سید عرفان علی، کلمب (اجوت محل)

☆علم ایسی روشنی ہے جو بھٹکے ہوئے انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔

☆علم ایسی نعمت ہے جو ہر انسان کو نصیب نہیں ہوتی قسمت سے ملتی ہے۔

☆علم ایسی بینائی ہے جو کسی نابینا کے لیے شمع کا کام دیتی ہے۔

☆علم ایسا خزانہ ہے جسے چھپانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ یہ خزانہ انسان کے ذہن میں ہمیشہ محفوظ رہتا ہے۔

سلمہ سلطانہ، مومن پورا، ضلع آکولہ

☆حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔

محمد غلام مصطفیٰ، حمانی مقام سبھاش نگر، بنگال

حاصل مطالعہ

☆انسان کا جسم ایک کشتی کی مانند ہے جس کے دل و دماغ ملاح ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں چپو ہیں۔ آنکھیں اور زبان اس کی راہیں متعین کرتے ہیں۔ لباس اس کشتی کی موجودگی کا احساس دلاتا ہے۔ دنیا ایک وسیع و عریض سمندر ہے جس پر یہ کشتی ادھر سے ادھر بہے جا رہی ہے۔ خوشیوں اور مسرتوں کے راستے آجائیں تو اس کی رفتار میں تیزی آجاتی ہے، غموں اور دکھوں کے طوفان اٹھ پڑیں تو یہ طوفانی موجوں پر ساکت ہو کر ڈگمگانے لگتی ہے۔ پھر اگر اس کے ملاح جرأت مند ہوں تو وہ ثابت قدم رہ کر اسے بھنور سے نکال سکتے ہیں اور اگر حوصلہ ہار جائیں تو پھر چیختے چلاتے ہوئے کشتی کے ساتھ سمندر کی گہرائیوں میں رواں دواں رہیں گے۔ انساں کو چاہیے کہ وہ زندگی میں آنے والے المناک طوفانوں کا مقابلہ کرے اور انھیں پسپا کر کے اپنے خیالات کو مسرت کی لہروں پر لیے ساحل کے اس پار جا اترے جہاں اس کی آخری منزل ہے۔

محمد آصف اکرم شیخ ساٹھ واسلام پورہ، جلگاؤں

☆جس احتیاط سے اور پرہیز سے کسی کو رنج پہنچے اس کو چھوڑ دو۔ (امام غزالیؒ)

☆کسی برے فعل سے اس طرح توبہ کرنا کہ پھر اسے نہ کیا جائے "توبتہ النصوح" ہے۔ (حضرت عمرؓ)

☆کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے (حضرت عمرؓ)

☆پڑوسی کا حق صرف یہی نہیں کہ ان کو ستائے نہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنا بھی ضروری ہے۔ (حضرت عمرؓ)

غلام نبی امیر خان مسلم نگر، مالیگاؤں

قلمی دوستی

نام محمد زید ہاشمی — عمر ۱۰ برس
مشغلہ پیام تعلیم اور دوسرے ادبی رسائل کا مطالعہ کرنا۔
پتا معرفت "صدائے ہاشمیت" محتسب پولس
چوکی نزد نالہ حسین آباد لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳

نام محمد منظور عالم — عمر ۱۴ سال
مشغلہ پڑھنا کھیلنا
پتا منظور عالم کبھی گھر۔ (بستی پور)

نام محمد طفیل صدیقی — عمر ۱۴ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ خط کا جواب دینا اور کمنٹری سننا
پتا آزاد اسکول چاکند گیا (بہار)

نام اکبر اعظم — عمر ۱۵ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ خطوط کا جواب دینا اور دوڑنا
پتا آزاد اسکول چاکند گیا (بہار)

نام محمد نور العین — عمر ۱۵ سال
تعلیم میٹرک
مشغلہ فلم دیکھنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا مڈل اسکول لکھی پور دلیا چاکند ضلع گیا بہار

نام محمد جاوید ندیم — عمر ۱۳ سال
تعلیم آٹھویں جماعت

مشغلہ۔ اچھی اچھی کتابیں پڑھنا۔
پتا: ضیاء کالونی کمام گھاٹ۔ ضلع [illegible]

نام عبدالصریح (گڈو)
تعلیم۔ آٹھویں جماعت
مشغلہ دینی کتابیں پڑھنا
پتا۔ عبدالجلیل (سیٹھ) بڑا مومن پورہ آکولہ

نام ×× — عمر ۱۱ سال
تعلیم ششم جماعت
مشغلہ امی سے ضد کرنا۔ پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا ساجدہ ایم سردار حیدر پورہ مہادانگر

نام محمد ثاقب عالم
مشغلہ شعر و نظم کرنا، سیر کرنا
پتا معرفت محمد صابر ارشد۔ کا سودہ

نام محمد نصیر
تعلیم آٹھویں (ہشتم)
مشغلہ۔ کرکٹ کھیلنا۔ مذہبی کتابیں پڑھنا
پتا گورنمنٹ ہائی اسکول حیدر آباد

نام محمد شفیق ضیاء
تعلیم ایس۔ ایس۔ سی۔
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا۔
پتا شیخ چاند ماسٹر بڑا مومن پورہ۔ آکولہ

نام کے محسن ساکر — عمر ۱۸ سال
تعلیم بارھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا کے محسن ساکر ۳۳ خلیپ گلی وانمباڑی

نام: ذرین فاطمہ
تعلیم: جماعت دہم
پتا. گورنمنٹ ہائی اسکول، حیدرآباد

نام: اظہر الدین گردوال
تعلیم. ساتویں جماعت
مشغلہ پڑھائی کرنا
پتا ۲۴۹ شنیوار پیٹھ، شولاپور

نام. ام جویرہ انصاری عمر ۱۲ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا قرآن پاک پڑھنا
پتا. حافظ اصغر اعظم پورہ مئو، یو.پی

نام نیر اسلام عمر ۱۲ سال
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
تعلیم پنجم جماعت
پتا موسیٰ پور گیرا اواری بازار ضلع کٹیہار

نام عبدالستار عمر ۱۵ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ کشتی لڑنا
پتا. مولانا آزاد روڈ۔ بمبئی

نام محمد نور العین علی عمر ۱۳ سال
مشغلہ. اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا مڈل اسکول لکشمی پور رولیا چاکند ضلع گیا بہار

نام محمد شاہد حسین عمر ۲۲ سال
تعلیم انٹر
مشغلہ. قلمی دوستی
پتا بنگال بک ہاؤس. انڈال ویسٹ بنگال

نام: محمد نذر امام عمر ۱۶ سال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا۔ کرکٹ کھیلنا
پتا. ریحانہ منزل آزاد نگر دربھنگہ (بہار)

نام. شکیل ساحل
تعلیم. انٹر
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا دوستی کرنا
پتا. مکان نمبر ۲۳-۵-۷ درگاہ پورہ بیدر

نام: قاضی صلاح الدین عمر ۱۲ سال
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
تعلیم. چھٹی جماعت
پتا اسلام پورہ کھمب ضلع بیوت محل

نام وسیم احمد حبیب احمد
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا گاؤں تر اوڑ تعلقہ۔ چوپڑا ضلع جلگاؤں

نام. پروین بانو عمر ۸ سال
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ گھر کام کرنا۔ پڑھائی کرنا
پتا معرفت۔ غلام نبی۔ مالیگاؤں۔

نام شمشاد بیگم ناز
تعلیم. دسویں جماعت
مشغلہ: کتاب کا مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتا نزہت فارما چوک۔ دربھنگہ

نام شیخ صابر شیخ رزاق
تعلیم ساتویں جماعت

مشغلہ کرکٹ کھیلنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا لوہارہ تعلقہ پاچورہ ضلع جلگاؤں

نام روبینہ پروین عمر ۹ سال
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا عبدالحمید چوک کھمب

نام نعیم الدین عمر ۱۲ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا اسلام پورا کھمب ضلع ایوت محل

نام محمد کاظم زید
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا جامع مسجد شہید عبدالحمید چوک ایوت محل۔

نام احمد آزر عمر ۹ سال
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا نل پور کھمب ضلع ایوت محل

نام محمد کفیل سرپڑگی عمر ۱۳ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا محمد کفیل باوری (کرناٹک)

نام صبیحہ افروز
تعلیم. چہارم
مشغلہ. دینی رسالے پڑھنا بزرگوں کی خدمت کرنا۔

پتا: احسان کرانہ دکان مسجد پورہ درواہا۔

نام: مسعود ظفر سالم عمر ۱۴ سال
تعلیم آٹھویں ہندی پاس عربی چہارم مکمل
مشغلہ: کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا. بیج خورد پوسٹ خاص ضلع سیتاپور یوپی

نام: اشفاق خان بسم اللہ خاں
تعلیم. نویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا محلہ خورشید علی حجیرہ ۔ مہاراشٹر

نام ریاض الدین نصیر الدین ملاجی
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا ٹانک شاہی پورہ واشم (مہاراشٹر)

نام محمد جنید انصاری
تعلیم ڈی۔ایڈ سال اول
مشغلہ مطالعہ کرنا۔ قلمی دوستی کرنا
پتا. مکان نمبر ۲۲۶ سید نسیل کالونی۔ پربھنی

نام طاہرہ اصغر علی
تعلیم. آٹھویں جماعت (ہشتم)
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا۔ قلمی دوستی کرنا
پتا. ہڈکو کالونی مکان نمبر ۸۳۳ نیچے کھٹلے

نام برکت اللہ انصاری عمر ۱۸ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ ڈرائینگ بنانا دوستی کرنا
پتا محلہ پورہ رانی مبارکپور آعظم گڑھ یو۔پی

بچوں کی کوشش

ہاتھی ایک چیونٹیاں بیشمار

برسوں پہلے کا واقعہ ہے۔ ایک تھا جنگل اور شیر اس جنگل کا راجا تھا۔ وہ رحم دل اور منصف مزاج ہونے کی وجہ سے سبھوں کا نہایت ہی پسندیدہ تھا۔ باگھ تو اس کی فرمان روائی (حکومت) پر حد سے زیادہ خوش رہا کرتا۔ اس جنگل کی حکومت کا سب کچھ سلیقہ دار چل رہا تھا کہ ایک روز یکایک راجا شیر نے وفات پائی۔ ہر طرف رنج والم کی چھانو پھیل گئی۔

پرندوں نے اپنا صبح کا گانا موقوف کر دیا۔ خرگوش نے ادھر ادھر گھومنا بند کر دیا۔ باگھ بھی ابھی زیادہ تر چنگھاڑتا ہوا نہیں دکھائی دیتا۔ رفتہ رفتہ جنگل میں سے رنج و غم کا سایہ کم ہونے لگا۔ دس پندرہ دن یوں ہی بیت گئے اور سبھوں پر نیا راجا منتخب کرنے کا خیال غالب ہوگیا۔ رات کے وقت بڑی دیر تک کشتیں دھوم مچانے لگیں اور اراکین کی بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔

آخر کار انتخاب کا دن آگیا۔ حکومت کے تمام آداب و قوانین پس پشت ڈال کے ہاتھی راجا بن گیا اور جنگل نگری میں بڑی ہی ہلچل مچ گئی۔ اس نئے ہاتھی راجا کا بڑے شاندار طریقے پر جلوس نکالا گیا۔

جگہ جگہ کمانیں کھڑی کر دی گئیں۔ دروازوں پر مالائیں اور ادھر ادھر جھنڈیاں لگائی گئیں۔ لومڑی بائی نے جگہ جگہ پر نقش و نگار بنائے۔ خاص داخلے کے دروازے پر کوئل شہنائی بجانے لگی۔ اونٹ زور زور سے ڈھول بجاتا رہا۔ منی تائی گلابی ساڑی پہن کر ہاتھ میں پانچ بتیوں کی تھالی لیے ہوئے داخلے کے دروازے پر کھڑی تھی۔ بندر گال پھلا رہے تھے۔ ہاتھی راجا کا رتھ باجوں کی گرج کے ساتھ جنگل نگری میں آرہا تھا۔ اور ہاتھی راجا کے رتھ کا چلانے والا چیتا ہی ہوتا ہے۔ سبھوں کے لیے بڑے تعجب کی بات تھی رتھ بالکل فنکاری

پرچم

ایک امریکی اور ولندیزی باتیں کر رہے تھے۔ امریکی نے پوچھا تمہارا جھنڈا کیسا ہے۔

ولندیزی نے کہا کہ اس پر لال، سفید اور نیلی پٹیاں ہیں جو ہمارے ٹیکس کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ٹیکسوں کا ذکر آتا ہے تو ہم سرخ ہو جاتے ہیں۔ ٹیکسوں کے بل وصول ہوتے ہیں تو ہم سفید ہو جاتے ہیں اور ٹیکس ادا کرتے کرتے ہم نیلے پڑ جاتے ہیں۔ امریکی نے کہا یہی حال ہمارا ہے۔ دن ہو یا رات ہمیں تو تارے ہی تارے نظر آتے ہیں۔

حفظ ما تقدم

ایک دھوکے باز نے مشتہر کر دیا کہ جو شخص اسے پانچ روپے دے گا' وہ اسے جنت کا ٹکٹ دے گا' جواب میں اسے بے شمار لوگوں نے پیسے بھیجے۔

ایک دن وہ اپنے کمرے میں نوٹ سجائے اپنی دولت شمار کر رہا تھا کہ ایک شخص کھڑکی کے ذریعے داخل ہوا اور ریوالور تان کر بولا۔ "خبردار! یہ ساری دولت میرے حوالے کر دو ورنہ۔۔۔"

"ٹھہرو مت۔" دھوکے باز چلایا۔ "اگر تم نے مجھے لوٹا تو پھر یقین جانو کہ تم جہنم میں جاؤ گے۔"

"ناممکن میں نے پہلے ہی تم سے جنت کا ٹکٹ خرید رکھا ہے۔"

کے طریقہ پر سجایا گیا تھا۔ ہاتھی کا رتھ بڑے دروازے میں آتے ہی گدھوں نے سولہ توپوں کی سلامی دی۔ مینی تائی نے پیشانی پر سہاگ (اچھی قسمت' خوش نصیبی) کا ٹیکا لگا دیا۔ ہتھیانی صاحبہ نے پاتو دھونے کا کام انجام دیا اور ہاتھی باجوں کی گونج کے ساتھ جنگل کے راجا کی حیثیت سے جنگل کی راجدھانی میں داخل ہوا۔ ہوتے ہوتے ہاتھی کا کاروبار شروع ہو گیا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں ہاتھی راجا کا اپنی رعایا کے ساتھ سلوک بالکل بدل گیا اور وہ ظالم بن گیا۔ سبھوں کو اس کا ڈر محسوس ہونے لگا۔ ہاتھی راجا بہت ہی گھمنڈی بن گیا۔ راجا بننے کے بعد اس کا موٹاپا بھی حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اپنے بڑے بڑے نوک دار دانت اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی جگہ چلانے میں وہ پس و پیش نہ کرتا۔

ایک دن ہاتھی راجا ریاست کا معائنہ کرنے کے لیے باہر نکلا تو ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ گرمی کے دن تھے۔ بارش کے موسم کے لیے خوراک کا ذخیرہ کرنے کے لیے جنگل کی چیونٹیاں رات دن جفاکشی سے کام لینے لگیں۔ کچھ چیونٹیاں بارش کے پانی سے اپنا بچاؤ کرنے کے مقصد سے اپنی قیام گاہ درست کر رہی تھیں اور کچھ اناج لا کر ذخیرہ بنا رہی تھیں۔ چنانچہ یہ سارا منظر ہاتھی راجا سے دیکھا نہ گیا۔ وہ چیونٹیوں کے پاس جا کر بڑے ہی غرور سے کہنے لگا۔ اے حقیر کیڑو! میں تو اپنی صرف ایک لات سے ہی تمھارے اس گھر کے پرزے پرزے اڑا دوں گا۔

اس پر ایک چیونٹی نے عرض کیا۔ مہاراج! ہم چھوٹی اور حقیر سہی مگر ہم ناکارہ تو نہیں ہیں۔ چنانچہ ہاتھی کو اس چیونٹی کے کہنے پر غصہ آیا اور اس نے کہا تم تو کچھ کام کی نہیں ہو۔ چیونٹی نے جواب دیا۔ مہاراج اس بنیاد پر ہم کو آپ حقیر نہ سمجھیں۔ آپ ہم سے طاقت میں بڑے ہوں گے مگر آپ ہمارے جیسا نہیں دوڑ سکیں گے۔ چیونٹی کے اس جواب سے ہاتھی راجا بہت خفا ہوا۔ اس نے کہا "اے حقیر سے کیڑو! تم میرے برابر دوڑ سکو گی

کیا؟ میرے ایک قدم کا فاصلہ طے کرنے کو تمھیں بہت سا وقت درکار ہوگا۔ یہ تم خوب جانتی ہو! اگر دیکھنا ہے تو بس ابھی دیکھ لو۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ ہم دوڑ کا مقابلہ کریں گے۔ اگر تم ہار جاؤ گی تو میں تمھارے گھر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا اور تمھیں اس ریاست سے باہر نکال دوں گا۔ کیوں یہ شرط منظور ہے نا؟ ایک چیونٹی نے نڈر ہو کر جواب دیا' ضرور مہاراج! دیری کس لیے؟ ہم بھی دیکھ ہی لیں گے! چنانچہ ہاتھی اور چیونٹیوں کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ ہاتھی نے تھوڑی دیر دوڑنے پر وقفہ کر لیا۔ اس نے نیچے دیکھا تو زمین پر اسے ایک چیونٹی دکھائی دی۔ اسے دیکھتے ہی ہاتھی راجا بول اٹھا! تو میرے ساتھ دوڑ رہی ہے۔ اتنا کہہ کر ہاتھی راجا نے دوبارہ دوڑنا شروع کر دیا۔ ہاتھی ٹھہرتا جاتا اور پھر سے نیچے دیکھتا جاتا مگر پھر چیونٹی کو دیکھ کر دوڑنا شروع کر دیتا۔ ہاتھی اب تک تھک گیا تھا۔ مگر اپنے ساتھ چیونٹی دوڑ رہی ہے اس کا اسے بے حد غصہ تھا۔ وہ دوڑتے دوڑتے بڑے زور سے چلانے لگا۔ اس کے چلانے سے جنگل میں بڑا شور و غل برپا ہوا۔ سب کے سب جانور وہاں جمع ہو گئے۔ چیونٹی کے مقابلے میں ہاتھی دوڑ نہیں سکتا اس سے سبھوں کو حیرت ہوئی۔ ہاتھی ابھی تک غصے کی حالت میں ہی دوڑتا چلا تھا۔ اب اس کے پاؤں میں شدید درد ہونے لگا۔ مگر دوڑتے وقت چیونٹی بھی اس کے ساتھ دوڑ رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ پھر دوڑنے لگا۔ اسکے سر پر اور بدن پر کثرت سے پسینہ آیا۔ اور سر کا پسینہ آنکھوں میں اترنے لگا تو ہاتھی کو سامنے سے کچھ نظر نہ آیا۔ اور آخرکار وہ دوڑتے دوڑتے گڈھے میں گر کر مر گیا۔ در حقیقت ہاتھی کے ساتھ ایک ہی چیونٹی نہیں دوڑ رہی تھی۔ ہر جگہ پر چیونٹیوں کا ہونا لازمی امر تھا۔ مگر مغرور ہاتھی یہ نہ جان سکا۔ وہ جب کبھی نیچے دیکھتا تو اسے چیونٹی نظر آیا کرتی اور وہ دوڑتا ہی رہتا مگر ہر وقت چیونٹی تو الگ الگ رہا کرتی۔ ہاتھی کو آخری وقت تک یہ معلوم نہ ہو سکا۔

☆ سید ناظم علی شاہد توگزی پلاٹ' اکولہ

☆ کسی شخص نے گدھے سے پوچھا کہ تو سب گھاس پھوس کھا جاتا ہے لیکن بھنگ نہیں کھاتا اس کی کیا وجہ ہے گدھے نے جواب دیا۔ مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے۔ وہ اس لیے کہ انسان اس کو کھاتا ہے تو میرے درجے کو پہنچ جاتا ہے اگر میں کھاؤں گا تو نہ معلوم کس درجے کو پہنچوں گا۔

☆ پکاسو سے کسی نے کہا "صاحب آپ کی تصویریں سمجھ میں نہیں آتیں۔ جواب میں پکاسو نے کہا "چینی زبان آپ کی سمجھ میں نہیں آتی مگر پچاس کروڑ آدمی اسے بولتے ہیں۔

ٹھیلے پہ دہلا

میاں بیوی کے درمیان ایک عرصے سے بات چیت بند تھی۔ میاں کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ اب بیوی پریشان تھی۔ اس کو احساس ہو رہا تھا کہ میاں کا آخری وقت قریب ہے اس لیے بات کرنی چاہیے۔ وہ اپنے شوہر کے پاس گئیں اور بات چیت میں پہل کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کہاں دفن ہونا پسند کریں گے؟"

"تمہارے مقبرے کے برابر" شوہر نے جل کر کہا۔

انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھرتی ہے

فرمانِ نبویؐ ہے کہ اگر انسان کو سونے کی دو وادیاں بھی مل جائیں تو وہ انسان پھر تیسری کی بھی تمنا کرے گا کہ کاش اور بھی حاصل ہو جائے مگر انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی پر کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے۔ روایت ہے کہ جب حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی تو صحابہؓ بغرض تعلیم حاضر خدمت ہوتے تھے۔ ایک صحابی بارگاہِ رسولؐ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرمانِ الٰہی ہے کہ ہم نے مال و دولت نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے دیا ہے۔ مگر انسان کو سونے کی ایک وادی مل جائے تو پھر وہ دوسری کی تمنا کرے گا اور اگر دوسری حاصل ہو جائے تو پھر وہ تیسری کی آرزو کرے گا۔ انسان کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ دو بھوکے کبھی بھی سیر نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں ایک علم کا بھوکا دوسرا دولت کا بھوکا۔

فرمانِ نبویؐ ہے کہ انسان ضرور بوڑھا ہو جاتا ہے مگر دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں حرص، دولت کی محبت۔ یہ چیزیں بڑھاپے میں جوان نظر آتی ہیں۔ چونکہ دولت انسان کو گمراہ کر دیتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے قناعت کی تعریف فرمائی ہے۔

فرمانِ نبویؐ ہے کہ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو اسلام کے راستے پر چلا اور پوری زندگی معمولی گزر ان پر قناعت کر لی۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ روزِ محشر ہر امیر اور فقیر یہ تمنا کرے گا کہ کاش مجھے دنیا کی کچھ معمولی سی غذائیں حاصل ہو جاتیں اور سیراب ہوتا۔ فرمانِ نبویؐ ہے کہ تونگری بادشاہت مال کی کثرت سے نہیں ہے بلکہ حقیقی مالدار تو غنی ہونا ہے۔ تونگری بہ دل است نہ بہ مال۔

☆ عبدالغفور نوری، امیکا پور، سرگوجا ایم۔ پی

بچھڑی دوست

ایک دفعہ کا ذکر ہے دو لڑکیاں

اسکول جاتی تھیں۔ ایک کا نام نائلہ تھا اور دوسری کا نام شائلہ۔ ان دونوں میں بہت گہری دوستی تھی۔ وہ اسکول جاتی تھیں تو راستے میں ایک اژدھا ملا۔ اژدھا بہت خوبصورت تھا اژدھا دونوں لڑکیوں کو کاٹنے کو لپکا مگر لڑکی کے پاس بین بھی تھی۔ اس نے بین بجائی۔ اژدھا بین کی آواز سن کر ان دونوں لڑکیوں کے پاس جھومنے لگا۔ اس کے بعد اژدھا کچھ ٹھہرا تو لڑکی نے پوچھا کہ تمہارا گھر کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ میرا گھر آم کے درخت پر ہے۔ دونوں لڑکیاں جب چلنے لگیں تو اژدھے نے کہا اگر تمہیں کوئی تکلیف پیش آئے تو یہ بین بجا دینا میں تمہاری تکلیف دور کرنے کے لیے حاضر ہو جاؤں گا۔ دونوں لڑکیاں چل پڑیں۔ راستے میں ایک دریا پیش آیا۔ نائلہ اور شائلہ نے بین بجائی تو سانپ حاضر ہو گیا۔ نائلہ اور شائلہ نے اپنا حال بتایا تو اژدھے نے دونوں کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا اور دریا سے پار کر دیا۔ نائلہ اور شائلہ نے اژدھے کا شکریہ ادا کیا اور اسکول چل پڑیں۔ بہت دیر ہو چکی تھی۔ ٹیچر نے دیر ہو جانے کا سبب پوچھا تو نائلہ اور شائلہ نے سارا حال بیان کیا۔ ٹیچر نے کہا اچھا ٹھیک ہے بیٹھ جاؤ۔ ان سب کو ہوم ورک ملا۔ یہ دونوں گھر پہنچیں تو ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا لکھیں۔ اس نے اپنی امی جان سے پوچھا۔ امی جان نے خوب اچھی طرح سمجھا دیا نائلہ اور شائلہ نے اسے پورا کیا۔

میں نہ مانوں

☆ وہ پورے قصبے میں خاموش اور سنجیدہ مانی جاتی ہے۔ مگر صد افسوس کو نگی ہے۔

☆ حقوق نسواں آخر کار مل گئے اور اب عورتیں مردوں کے ہم پلہ ہو گئیں۔ اب بے چارے مرد مریخ جا کر کوئی دوسری مخالف جنس تلاش کریں گے۔

☆ سوال یہ نہیں ہے کہ دنیا میں پہلے مرد آیا یا عورت؟ بلکہ سوال یہ ہے کہ پہلے کون بولا۔

☆ ایک دانشور نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ ہمیں عورتوں سے یہ شکایت ہے کہ وہ بہت زیادہ بولتی ہیں۔ مگر کیا عورتوں کو اپنی اس کمزوری کا علم ہے کیونکہ وہ ہمارے جلسوں میں نہیں آتیں۔

اسکول میں نائلہ اور شائلہ کی کاپی دیکھی گئی۔ ٹیچر بہت خوش ہوئیں اور شاباشی دی۔ اسکول میں چھٹی کی گھنٹی بجی یہ دونوں اپنے گھر کی طرف چل پڑیں راستے میں اسے ایک لڑکی ملی۔ اس نے لڑکی کا نام پوچھا تو لڑکی نے کہا کہ میرا نام رحیلہ ہے۔ میری امی نہیں ہے میں بچپن ہی میں بچھڑ گئی ہوں۔ وہ دونوں راحیلہ کو لے کر گھر آ گئیں۔ امی نے پوچھا یہ کون ہے تو نائلہ اور شائلہ نے کہا کہ یہ ہماری بچھڑی دوست ہے۔ امی نے راحیلہ کو گلے سے لگا لیا اور رونے لگیں پھر راحیلہ کا اسکول میں داخلہ کروا دیا گیا۔ اب یہ تینوں ہنستے کھیلتے اسکول جاتی ہیں۔ راستے میں

شکوہ

پوجا کے بعد بیوی پرارتھنا کر رہی تھی۔ "اے بھگوان! میرے شوہر کو میری عمر لگ جائے۔"

شوہر جو پیچھے کھڑے ہوئے تھے کہنے لگے۔ "دیکھو کیا زمانہ آگیا ہے، میری بیوی خود تو نوجوان رہنا چاہتی ہے اور مجھے بوڑھا ہونے کی بددعا دے رہی ہے۔"

☆ بیوی: میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ اس وقت دودھ ابلے، مجھے بتا دیجیے گا؟

شوہر: بتا تو رہا ہوں اس وقت سات بج کر بتائیس منٹ ہوئے تھے۔

کوئی تکلیف پیش آتی ہے تو یہ بین بجاتی ہیں اور وہی اژدہا آتا ہے اور ان سب کی تکلیف دور کرتا ہے۔

☆ غزالہ شاہین، کمہرول، کسول، دربھنگہ

بکری دو گانو کھا گئی

ایک بار ایک بادشاہ جنگل میں شکار کھیلنے کے لیے گیا اور ایک ہرن کا پیچھا کرتے ہوئے جنگل میں اتنی دور نکل گیا کہ اس کے سبھی ساتھی پیچھے چھوٹ گئے۔ دوپہر کا وقت تھا بادشاہ کو پیاس لگی ہوئی تھی۔ مگر پانی کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ ادھر ادھر نظر دوڑائی تو پیڑ کے نیچے بکریاں لیے ہوئے ایک چرواہا دکھائی دیا۔ بادشاہ نے وہاں پہنچ کر اس سے پانی مانگا۔ چرواہے کو کیا معلوم کہ پانی مانگنے والا ایک بادشاہ ہے مگر مہمان سمجھ کر اس نے بادشاہ سے پیڑ کے نیچے آرام کرنے کے لیے کہا۔ چرواہا کہنے لگا پانی تو نہیں ہے مگر میں آپ کو دودھ ضرور پلا سکتا ہوں۔ چرواہے کے برتاؤ سے اور بکری کا تازہ دودھ پی کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور ایک پرچے پر کچھ لکھ کر چرواہے کو دیا اور کہا کہ کل دلی پہنچ کر بادشاہ کے دربار میں جانا اور یہ پرچہ دکھا دینا۔ تم کو دو گانو انعام میں مل جائیں گے۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ آدمی کے نصیب میں جو لکھا ہوتا ہے اس سے زیادہ نہیں ملتا۔ بادشاہ کے جانے کے بعد چرواہا پرچے کو چادر پر رکھ کر تھوڑی دیر کے لیے آرام کرنے لگا۔ ایک بکری آئی اور اس قیمتی پرچے کو چٹ کر گئی۔

اب چرواہے کی بے چینی کا حال نہ پوچھیے۔ اس حادثے سے بیچارا پاگل سا ہو گیا۔ زور زور سے روتا اور بار بار یہی کہتا کہ "ہائے! بکری دو گانو کھا گئی۔" مگر اس کی بات کسی کی سمجھ میں نہ آتی۔ اسی گانو میں ایک عقلمند آدمی رہتا تھا جو اپنی عقلمندی کے لیے بہت مشہور تھا۔ کچھ لوگ چرواہے کو اس کے پاس لے گئے۔ اس آدمی نے چرواہے سے بہت سوال کیے اور اپنی عقلمندی سے سارے معاملے کو سمجھ لیا۔ اس آدمی نے چرواہے سے کہا۔ تم میرے ساتھ دلی چلو جن دو گانو کو بکری کھا گئی ہے انھیں میں تمھیں دلا دوں گا مگر آدھا حصہ میرا بھی ہوگا۔ چرواہے نے یہ بات منظور

کرلی اور دونوں دلی پہنچے۔ جب وہ دونوں بادشاہ کے محل میں داخل ہوئے تو بادشاہ نماز پڑھ رہا تھا۔ چرواہے نے بادشاہ کو فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی آدمی ہے جس نے اس کو دو گانو دینے کا وعدہ کیا تھا۔ چرواہے نے اس سے پہلے کسی بڑے آدمی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ بادشاہ کو اس حالت میں دیکھ کر عقلمند آدمی سے پوچھا کہ بادشاہ ہاتھ پھیلائے کس سے بھیک مانگ رہے ہیں۔ اس آدمی نے جواب دیا کہ خدا جو سب سے عظیم ہے۔ اسی کی عبادت کر رہے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی چرواہے کا خیال ایک دم بدل گیا۔ وہ محل سے باہر آگیا اور عقلمند آدمی سے کہنے لگا کہ میں بھی اسی خدا سے مانگوں گا جس کے سامنے بادشاہ تک ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ عقلمند آدمی نے بہت سمجھایا مگر چرواہے نے ایک نہ سنی اور سیدھے اپنے گانو کا راستہ لیا۔ اب چرواہا "بکری دو گانو کھا گئی" کہنا تو بھول گیا مگر ہر وقت یہی رٹ لگائے رہتا کہ "خدا دے گا تو لوں گا" چرواہا صبح صبح بکریاں چرانے چلا جاتا اور یہی رٹ لگائے رہتا کہ خدا دے گا تو لوں گا۔

ایک دن چار چور ایک پیڑ کے نیچے بیٹھے ہوئے چوری کا مال آپس میں بانٹ رہے تھے۔ اچانک چرواہا وہاں آگیا۔ اس نے زور سے آواز لگائی خدا دے گا تو لوں گا۔ ان چوروں میں سے ایک کا نام "خدا بخش" تھا۔ چرواہے کی آواز سن کر اس نے سمجھا کہ کسی نے مجھے پہچان کر ہی آواز لگائی ہے۔ اب یہاں رکے تو خیر نہیں۔ وہ وہاں سے سرپٹ بھاگا۔ دوسرے چور بھی مال واسباب چھوڑ کر اس کے ساتھ بھاگ گئے۔ چرواہے نے پیڑ کے قریب آکر دیکھا تو روپے اور اشرفیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے مگر اس کو ذرا بھی لالچ نہ ہوا۔ اس نے خدا کا شکر کیا اور ساری دولت کو وہیں زمین میں دبا کر بادشاہ کے دربار پہنچا اور بادشاہ سے سب حال کہہ سنایا۔ پہلے تو بادشاہ کو اس کی بات کا یقین نہ آیا۔ اس نے سوچا کہ ایک معمولی سا آدمی اتنی بڑی دولت کو کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ مگر جب چرواہے نے زیادہ زور دیا تو بادشاہ نے کچھ سپاہیوں کو چرواہے کے ساتھ بھیج دیا۔ سپاہی وہاں گئے زمین کو کھودا اور ساری دولت

کوشش

شاعر الطاف حسین حالی کی یہ رباعی مجھے اس لیے پسند ہے کہ جب تک کسی کام کے لیے مسلسل کوشش نہ کی جائے ہم کامیابی اور اپنی منزل حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ بات اس رباعی سے ظاہر ہے۔

کوشش میں ہے شرط ابتداء انسان سے
پھر چاہیے مانگی دعا یزداں سے
جب تک کہ نہ کام دست و بازو سے لیا
پائی نہ نجات نوح نے طوفان سے

(حالی)

بال کی قیمت

ایک موٹا تازہ پہلوان اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا کسی ہوٹل میں داخل ہوا۔ ہوٹل کا منیجر خوشامدانہ انداز میں بولا۔ "واہ واہ پہلوان جی! کیا آپ کی مونچھیں ہیں۔ ایک ایک بال ایک لاکھ کا ہے۔"

پہلوان جی نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ بل سو روپے کا بنا۔ پہلوان جی نے منیجر کو اپنی مونچھ کا ایک بال پیش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ لو جس کی قیمت تم نے ایک لاکھ بتائی ہے۔ سو روپے اس میں سے رکھ لو اور باقی رقم مجھے واپس کر دو۔"

لاکر بادشاہ کے سامنے اس کا ڈھیر لگا دیا۔ چرواہے کی ایمانداری سے بادشاہ بہت ہی خوش ہوا اور جب بادشاہ کو چرواہے کا پچھلا مال اور بکری کے دو گاؤں کھا جانے کی بات معلوم ہوئی تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ بادشاہ نے چوری کا مال اصلی مالکوں کو دے دیا اور چرواہے کو اپنے خزانے سے بہت سی اشرفیاں اور روپے دیے اور انعام میں پانچ گاؤں اس کے نام کر دیے اور پنج ہزاری خطاب دیا۔ وہ خدا کی عبادت میں مشغول رہنے لگا اور سکھ سے زندگی بتانے لگا۔

داغ کو کون دینے والا ہے
جو دیا اے خدا دیا تو نے

☆انور خاں گاندھی چوک دھاروا ڑ کرناٹک

بیچارا دھوبی

کسی گاؤں میں ایک دھوبی رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک گدھا تھا۔ جس پر وہ کپڑے لاد کر دھونے کی غرض سے گھاٹ پر لے جاتا۔ ایک دن حسب معمول وہ اپنے گدھے پر کپڑے لاد کر لے جا رہا تھا کہ راستے میں ایک ماسٹر سے ملاقات ہو گئی جو چھوٹے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ دھوبی کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہم بھی اپنے گدھے کو پڑھائیں۔ یہ سوچ کر اس نے ماسٹر صاحب سے کہا "آپ میرے گدھے کو بھی پڑھا دیجیے۔ ماسٹر صاحب کچھ دیر کے لیے سوچ میں پڑ گئے پھر بولے۔ "جب میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھا سکتا ہوں تو تمھارے گدھے کو کیوں نہیں پڑھا سکتا لیکن تمھارا گدھا تو بہت بڑا ہے۔"

دھوبی نے اپنا گدھا پڑھنے کی غرض سے دے دیا۔ ماسٹر صاحب نے گھر آکر گدھے کو بیچ دیا اور کچھ روپے گھر میں خرچ کر دیے باقی روپیوں کو تجوری میں رکھ دیا۔ ادھر دھوبی خوشی خوشی گھر آیا اور اپنی بیوی کو بھی یہ خوشخبری سنائی۔ بیوی بھی خوش ہو گئی۔ دھوبی ادھر ادھر اپنا کام کرنے لگا۔ ایک سال پورا ہو گیا تو دھوبی کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اپنے گدھے کی خیر خبر لی جائے۔ جب وہ ماسٹر صاحب کے یہاں پہنچا تو گدھے کو نہ پا کر ذرا اداس ہوا اور غم زدہ لہجے میں ماسٹر صاحب سے پوچھا۔ "میرا گدھا کہاں ہے" ماسٹر صاحب نے ٹالتے ہوئے کہا۔ تمھارا گدھا پورا کا پورا

انسان بن گیا ہے۔ اب وہ پانی پت کی کچہری میں وکیل ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی دھوبی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ فوراً کچہری کی طرف روانہ ہو گیا۔ دھوپ تیز تھی اور دن بھی کافی چڑھ گیا تھا دھوپ کی تیزی سے بچنے کے لیے وہ نیم کے پیڑ کی چھاؤں میں بیٹھ گیا کچھ دیر میں اسے نیند آگئی۔ جب آنکھ کھلی تو دن ڈھل چکا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھا اور کچہری کی طرف روانہ ہو گیا۔ کچہری پہنچ کر جب وہ آفس میں جانے لگا۔ تو دربان نے روکا۔ دھوبی نے اسے ساری بات بتائی تو دربان نے اسے وہیں روک کر وکیل صاحب کو خبر دی۔ وکیل نے جب سنا کہ میرے ابا حضور آئے ہیں تو وہ دوڑ کر اپنے ابا حضور سے ملنے گیا۔ وکیل کو آتا دیکھ کر دھوبی بہت خوش ہوا۔ وکیل جیسے ہی باہر آیا دھوبی نے اسے اپنے گلے لگا لیا۔ وکیل کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس نے سوچا کہ یہ آفت کہاں سے میری جان پر پڑ گئی۔ دھوبی سے پیچھا چھڑانے کے لیے اس نے اسے پیر سے جھٹکا دیا اور چلتا بنا۔ دھوبی کو جب وکیل کے پیر سے چوٹ لگی تو وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ بیٹے گدھے! تمھیں ماسٹر نے انسان بنا کر وکیل بنا دیا لیکن تمھاری فطرت نہیں بدلی۔ تم دولتی مارنا نہیں بھولے۔ دھوبی کے چہرے پر خوشی اور غم کے ملے جلے اثرات ابھر آئے

☆ محمد غلام الدین بردلہا' کمول' دربھنگہ

چٹکلے

ایک شخص پل پر سے دریا میں کود کر مرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عین وقت پر پولیس کا کانسٹبل نے اسے پکڑ لیا۔ اور کہا غضب کی سردی پڑ رہی دریا کا پانی برف کی طرح ٹھنڈا ہے۔ اگر تم چھلانگ لگاتے تو مجھے بھی تمھیں بچانے کے لیے چھلانگ لگانی پڑتی۔ اس طرح ہم بھیگ جاتے اور ایمبولنس آنے تک سرد ہوا کے جھونکوں کے سبب ہمیں ڈبل نمونیہ ہو جاتا۔ تم شوق سے مرو۔ تمھیں کون روکتا ہے۔ مگر دریا میں ڈوب کر ہی کیوں کیا گھر میں پنکھا نہیں ہے کیا ریل کی پٹری نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ شخص رونے لگا بولا کہا۔ گھر میں بیوی روکتی ہے۔ دریا پر تم روکتے ہو۔ ریل پر پولیس پکڑتی ہے۔ تو بتاؤ خودکشی کی جگہ کون سی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نصیحت

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں آٹھ سال کی عمر سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا۔ سب سے پہلے آپ نے مجھے یہ نصیحت فرمائی "انسؓ ٹھیک سے وضو کیا کرو عمر میں برکت ہوگی اور محافظ فرشتے تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ غسل جنابت میں مبالغہ کیا کرو ہر بال کے نیچے ناپاکی ہوتی ہے۔ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ چاشت کی نماز ضرور پڑھا کرو یہ توبہ کرنے والوں کی نماز ہے۔ نماز کے تمام ارکان ٹھیک ٹھیک ادا کیا کرو۔ ایسی نماز اللہ

سوتیلی بیوی

"ساقی" جب کراچی سے نکلا تو ساقی کے پرانے منشی بھی یہاں کام کرنے لگے۔ شاہد احمد صاحب ان سے گھنٹوں باتیں کرتے رہتے۔ لیتے' کام کرتے' فقرے کستے جاتے۔ ایک دن شاہد صاحب منشی جی اور میں ایک ہوٹل میں چائے پی رہے تھے۔ منشی جی اپنی بیوی سے بے زاری کا اظہار کر رہے تھے۔ بڑے آدمی ہیں لیکن بیوی کے بُرے سلوک کی اتنی شکایت کی کہ میں حیرت میں رہ گیا۔ شاہد صاحب بہت دیر تو سنتے رہے۔ پھر یکدم بولے۔
"کیوں بھئی کیا تمھاری بیوی سوتیلی ہیں؟" (جمیل جالبی)

کو پسند ہے اور وہ اس کو قبول فرماتا ہے۔ نیز رات دن خوب نماز پڑھا کرو۔ فرشتے تمھارے لیے دعا کریں گے۔ اگر ہو سکے تو ہر وقت باوضو رہنے کی عادت ڈالو۔ اس سے موت کے وقت کلمۂ شہادت نہیں بھولو گے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ اس سے برکت پیدا ہوگی۔ راستہ میں جو بھی مسلمان ملے اس کو سلام کرو۔ اس سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی اور اس راستہ کا گناہ معاف کردیا جائے گا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی مسلمان سے کینہ یا حسد نہ رکھو۔ یہ میرا طریقہ ہے۔ جس نے میرا طریقہ اپنایا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔ انس! اگر تم نے میری نصیحت و وصیت کی حفاظت کی اور اس پر عمل کیا تو موت تم کو محبوب بن جائے گی۔ موت میں تمھارے لیے راحت مضمر ہے۔

☆ محمد اسلم عطار' منگرول پیر' آکولہ

آرزو پوری کرنے والا درخت

ایک زمانہ کی بات ہے۔ محبوب اپنے گانو سے سفر کرنے نکلا۔ چلتے چلتے دوپہر ہو گئی۔ دھوپ بہت تیز تھی۔ محبوب کا گرمی' دھوپ اور تھکان کے مارے بُرا حال تھا۔ وہ ایک پیڑ کے نیچے آرام کرنے بیٹھ گیا۔ وہ کوئی ایسا ویسا پیڑ نہیں تھا۔ اس پیڑ کے نیچے بیٹھنے والوں کی ہر آرزو پوری ہوتی تھی۔ محبوب کو اس بات کا پتہ نہ تھا اس نے پیڑ کے نیچے بیٹھتے ہی اپنے من میں کہا یہاں پلنگ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک پلنگ آگیا۔ محبوب پلنگ پر سو گیا لیکن اس کے پانو بہت دکھ رہے تھے اس نے پھر من میں کہا اگر پانو دبانے کے لیے کوئی نوکر ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ محبوب کا پیر دبانے کے لیے پلک جھپکتے ہی ایک نوکر آگیا آرزو کی بھی کوئی حد ہوتی ہے بھلا؟ اسے بہت زور کی بھوک لگی تھی۔ کچھ کھانے کو چاہیے کھانے کے علاوہ سب بیکار ہے اور محبوب کے منہ سے نکل گیا۔ اچھے سے اچھا کھانا مل جائے تو کتنا اچھا رہے۔ تبھی بہت سارے پکوان' مٹھائی' پوری' ترکاری آگئی۔

محبوب نے مٹھائیوں کا بہت مزہ لیا۔ اب اس کو نیند آنے لگی۔ اس نے ایک بار پھر من میں کہا اس کا من ڈر گیا۔ اسے محسوس ہوا کہ اس اکیلے پن میں جنگل میں اسی درخت کے نیچے اچانک کوئی شیر آ جائے تو کیا ہوگا۔ اس بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ یہ درخت آرزو پوری کرنے والا درخت ہے۔ آرزو کرتے ہی وہاں ایک گرجتا ہوا شیر سامنے آگیا اور محبوب پر حملہ کر دیا اور اسے کھا گیا۔

☆ محمد راسخ یزدانی راہی' بینی باڑی' کٹیہار

پسندیدہ شخصیت

اس دنیا میں بہت لوگ گزرے مگر سب خاک میں چھپ گئے۔ کچھ لوگ اپنی یادیں چھوڑ گئے جس کا نام آج بھی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔ مثلاً ہمارے آخری نبی محمدؐ' ہمارے خلیفہ اور ہمارے پیغمبر خلفائے راشدین' صحابہ کرامؓ نے ہمارے دین اسلام کو پھیلا کر لوگوں کو مسلمان بنا کر دنیا کے گوشے گوشے میں روشن کر دیا۔ بہت سے لوگوں کی ... پسند ہوتی ہے۔ ہم مسلمانوں کی پسندیدہ شخصیت پیارے اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔

حضور ﷺ ۲۲ اپریل ۵۷۱ء پیر کے دن صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے آنحضرتؐ بچپن ہی سے صابر' شاکر' نیک دل' پاکیزہ اخلاق والے صادق اور امین تھے

☆ جج نے چور سے پوچھا" بتاؤ' تمھاری آخری خواہش کیا ہے؟"

چورؔ نے جواب دیا" جنابعالی! آخری خواہش یہ ہے کہ میں آخری چوری اپنی سسرال میں کروں کیوں کہ چوریوں کا سب مال میں نے سسرال میں ہی رکھا ہے۔"

☆ ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا" آپ کو جنت پسند ہے یا دوزخ؟"

اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا" براہ کرم یہ سوال نہ پوچھیے۔"

پہلے نے کہا

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میرے احباب دونوں جگہ موجود ہیں۔"

آپ مکہ سے قریب غار حر میں جا کر خدائے بزرگ کی عبادت کرتے۔ چالیس سال کی عمر میں خدا نے آپ ک ...ت سے سرفراز کیا۔ آپؐ نے پہلے دن سے ہی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ آپ ک بھی طرح طرح سے پریشان کیا گیا۔ مصیبتوں کا دور لمبا تھا۔ لیکن آنحضرت خد کا پیغام پہنچانے میں مصروف رہے۔ بعد میں آپ نے مدینہ ہجرت کی پھر مکہ والوں سے لڑائیاں لڑیں اور آخر میں دس ہزار لوگوں کو لے کر بغیر کسی لڑائی کے مکہ فتح کر لیا۔ آپ نے فتح کے موقع پر تمام

تم شہد کی مکھی سے کیا سبق سیکھ سکتے

ر جو شخص چھیڑے اسے ڈنک مارو۔
وکیل نے چھڑی سے ملزم کی طرف اشارہ
تے ہوئے کہا "اس چھڑی کے سرے پر
شیطان ہے۔"
زم نے حیرت سے پوچھا "حضور، کون سے
سرے پر؟"

والوں کے مظالم معاف کر دیے۔ اس سے متاثر ہو کر مکہ میں بہت سے لوگ یمان لائے اور مسلمان ہو گئے۔ ہجرت کے دسویں برس حضرتؐ نے آخری حج یا۔ اس موقع پر آپ نے جو خطبہ ارشاد رمایا وہ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ آپ نے عام مساوات انسانی پر اور عمل صالح پر ور دیا۔ عورتوں اور بچوں کے حقوق پر ور دیا۔ خدا پرستی عبادت نماز، حج اور روزہ پر زور دیا۔ آنحضرت کی زندگی کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے آپ ایک یہودی کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے ایک یہودی عورت نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ پر کچرا پھینکا۔ آپ کچھ نہ بولے اور آگے بڑھ گئے۔ اب تو اس عورت کا یہ روز کا معمول ہو گیا۔ آپ وہاں سے گزرتے اور وہ عورت آپ پر کچرا پھینکتی۔ ایک مرتبہ معمول کے مطابق آپ یہودی کے گھر کے پاس سے گزرے۔ وہ عورت وہاں موجود نہ تھی۔ آپ خیریت معلوم کرنے کے لیے اس کے گھر میں گئے۔ وہ عورت بیمار، پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔ آپ کو دیکھ کر وہ عورت شرما گئی اور آپ سے معافی مانگ کر اسلام لے آئی۔ آپ صرف ایک عورت ہی نہیں بلکہ چھوٹوں سے بوڑھوں تک کو اسلام کی باتیں بتا کر مسلمان بناتے رہے۔

آپ کی بدولت اس دنیا میں اسلام اور اللہ کی پیاری کتاب قرآن شریف اب تک زندہ ہے۔ آپ کے قبیلہ والوں نے آپ کو بہت ستایا، گالیاں دیں۔ پتھر برسائے اور کہا اسلام چھوڑ دو مگر آپ کہتے اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک ہے۔ اور اسلام کی باتوں کو پھیلاتے رہے۔ آپ اس دنیا میں چراغ بن کر سب کو روشنی دینے کے لیے آئے تھے۔

آخر آپ ۱۷ مئی ۶۳۲ء کو تقریباً ترسٹھ سال کی عمر میں دنیا کے سب سے بڑے ہادی، سب سے عظیم رہبر اپنا کام پورے کر کے اپنے اللہ کی طرف واپس چلے گئے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ مسلمانوں اور انسانوں کے لیے قابل تقلید ہے۔ جس کی ہدایت سے مسلمانوں نے دنیا بھر میں بڑی بڑی حکومتیں قائم کیں۔ علوم اور فنون کی خدمت کی۔ تہذیب و تمدن کے پرچم بلند کیے اور ساری دنیا کے لیے برکات کا موجب بنے۔ خدا ہم سب کو ان کی حیات طیبہ سے سبق حاصل کرنے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق

عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆ واصف اسمٰعیل، پرکار منزل، بھیونڈی

اردو کا سدا بہار شاعر ۔ مرزا غالب

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

مرزا غالب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ آپ ۲۷ردسمبر ۱۷۹۷ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے اور پچھلے سال آپ کی پیدائش کے دوسو سال مکمل ہوئے جس کی خوشی میں پورے ہندستان اور بیرونی ممالک میں بھی "جشن غالب" کے نام سے تقریب منائی گئی اور دلی خوشی کا اظہار کیا گیا۔

میرے خیال میں شاید پوری دنیا میں کسی بھی لٹریچر کے کسی ادیب یا شاعر پر اتنی زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئی ہوں گی جتنی کہ غالب پر لکھی گئی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دن بدن ان کی شہرت میں بھی اضافہ ہوتا جارہاہے۔ غالب دراصل ایک انجمن کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد اردو کے تقریباً تمام شاعروں نے ان کے خیالات اور انداز بیان سے استفادہ کیاہے اور ان کے طرز تحریر پر چلنے کی کوشش کی اور کچھ لوگ اس قدر آگے بڑھ گئے کہ ان کا لب ولہجہ بالکل غالب ہی سے ملتا جلتا ہے جن میں وحشت کلکتوی کافی مشہور ہیں جنھیں غالب ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

☆ سینما ہاؤس کے ایک گیٹ کیپر کے دانت میں درد ہوا۔ وہ ڈاکٹر کے پاس گیا اور بولا۔ "ڈاکٹر صاحب، میرے دانت میں سخت تکلیف ہے۔"

"کون سا دانت؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

گیٹ کیپر نے منہ کھولتے ہوئے کہا" بالکونی میں دائیں طرف تیسرے نمبر پر۔"

☆ ایک مالک مکان کو مکان کرائے پر دینا تھا۔ اس نے اس کے باہر لکھ دیا "صرف ان کے لیے جن کے بچے نہ ہوں۔" کچھ عرصے کے بعد ایک لڑکا اس کے گھر آیا اور کہنے لگا۔

"جناب، مکان کرائے پر دے دیں۔ میں صرف ماں باپ والا ہوں۔"

غالب نے آٹھ سال کی عمر سے اپنی شاعری کا آغاز کیا اور ابتدائی دور میں اسد کے تخلص سے اشعار کہے مگر ان کی شاعری عوام وخواص کو متوجہ نہیں کر سکی۔ پھر بعد میں غالب تخلص رکھا اور سچ مچ لوگوں کے دلوں پر غالب ہوگئے مگر ان کو جس قدر عظمت وشہرت کی توقع تھی وہ حاصل نہیں ہوپائی اور دنیا کی بے قدری وعدم توجہی کا دکھ زندگی بھر رہا۔ مگر آخرکار دنیا نے ان کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کر ہی لیا۔

غالب نے اردو شاعری کو حسن وعشق اور نالہ وفریاد سے ہٹ کر ایک نیا خیال دیا۔ انھوں نے ماضی، حال اور مستقبل

ایک دفعہ امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کو خلیفۂ وقت نے طلب کیا اور حکم دیا کہ آپ قاضی کا عہدہ قبول کریں۔

آپ نے فرمایا: "میں اس عہدے کے قابل نہیں ہوں۔"

خلیفہ یہ سن کر ناراض ہو گیا اور کہنے لگا "تم جھوٹ بولتے ہو۔"

آپ نے فوراً جواب دیا "جھوٹا شخص تو قاضی کے عہدے پر فائز ہو ہی نہیں سکتا۔"

تیزوں پر نظر رکھی اور خصوصاً مستقبل میں ہونے والے واقعات کی پیش گوئی پہلے ہی سے اپنے اشعار میں کر دی۔ اس لیے آج بھی ان کا دیوان کافی دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے اور تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد بھی ایسا لگتا ہے کہ موجودہ دور کے حالات و حوادث کی عکاسی کرتا ہو۔ اس لیے غالب کو مستقبل کا شاعر کہا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کی زندگی کا زیادہ تر حصہ غم و الم کے سایے میں گزرا مگر انھوں نے بہت حد تک زندگی کی تلخیوں کو اپنے اشعار میں آنے نہیں دیا ہے۔ انھوں نے کہیں کہیں طنز و ظرافت سے بھی کام لیا ہے۔ آپ کی غزلیں اعلا پایے کی ہیں۔ اور اس میں الفاظ کا انتخاب شعر کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیتا ہے۔ آپ کی زبان بہت ہی میٹھی ہے اور اس کی مٹھاس ایک قاری بخوبی محسوس کر سکتا ہے۔ اپنے خیالات کی بلندی اور غزل گوئی سے آپ نے اردو شاعری کو ترقی کی معراج پر پہنچا دیا جس کا اعتراف بڑے بڑے نقادوں اور شاعروں نے بھی کیا ہے۔ بقول علامہ اقبال

زندگی مضمر ہے تیری شوخیٔ تحریر میں
تابِ گویائی سے جنبش ہے لبِ تصویر میں

غالب نے اردو کے ساتھ ساتھ فارسی زبان میں بھی شاعری کی اور اس میں دو دیوان چھوڑے ہیں مگر ان کو اردو دیوان کی بہ نسبت مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ وہ خود بھی اردو سے زیادہ فارسی پر فخر کرتے تھے اور انھیں اپنی فارسی شاعری پر ناز بھی تھا مگر ان کو شہرت اردو دیوان سے ہی حاصل ہوئی۔

یوں تو غالب پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ اس لیے میں اس مضمون کو زیادہ طول نہ دیتے ہوئے اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ غالب اردو کے ایک سدا بہار شاعر ہیں اور ان کی پذیرائی ہر دور میں ہوتی آئی ہے اور مستقبل میں بھی ہو گی۔

☆ مقصود حسن، نیا بازار، کانکی نارہ، ۲۴ پرگنہ

ایک کرشمہ

عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب وہ چھوٹے تھے تو ایک بار مدرسے سے پڑھ کر آ رہے تھے۔ تبھی انھوں نے ایک عالیشان مکان کے سامنے بھیڑ دیکھی اور رونے کی آواز سنی۔ انھوں نے وہاں جا کر وجہ معلوم کی تو لوگوں نے کہا کہ اس امیر آدمی کا اکلوتا بیٹا مر گیا ہے۔

انھوں نے کہا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ وہ لوگ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کو اس لڑکے کی لاش کے پاس لے گئے۔ انھوں نے اس لاش کو دیکھ کر کہا "تم سو رہے ہو اور تمھارے ماں باپ پریشان ہو رہے ہیں۔" اتنا سنتے ہی وہ لڑکا اٹھ بیٹھا۔ اس واقعہ کی خبر جب ان کے نانا کو معلوم ہوئی تو وہ ان کو مارنے کے لیے دوڑے عبدالقادر جیلانیؒ دوڑتے ہوئے قبرستان سے گزرے تو وہ چلاتے ہوئے بولے بھاگو مردو! نانا جان غصّے کے عالم میں چھڑی لیے دوڑے آرہے ہیں۔ یہ سنتے ہی سبھی مردے بھاگنے لگے۔ یہ دیکھ کر نانا جان واپس لوٹ گئے۔ اور عبدالقادر جیلانیؒ بھی لوٹ گئے۔ پھر سبھی مردے اپنی اپنی قبر میں آکر لیٹ گئے۔

☆شازیہ حنا، آزاد عالم سالماری، کٹیہار

پیاسے کتّے کو پانی پلانے کا ثواب

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی جارہا تھا۔ راستہ میں پیاس نے بیتاب کیا۔ ایک کنواں نظر آیا۔ اس میں اترا پانی پیا اور نکل آیا تو دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کی شدّت سے زبان نکالے گیلی مٹی کھا رہا ہے۔ اس نے خیال کیا کہ یہ کتّا پیاسا ہے اور میری ہی طرح اس کو پیاس لگی ہے۔ وہ کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی بھر کر اپنے منہ میں دبالیا اور باہر نکل کر

بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ "ویسے آپ کیا کرتے ہیں؟"

"جی میں کیپٹن ہوں۔"

"ماشاء اللہ! پھر تو آپ میرے بچوں کے آئیڈیل ہوئے۔ یہ تو بتایئے کیپٹن کب ملا آپ کو؟"

"ارے صاحب کیپٹن ملا کہاں کمیشن تو دینا پڑا ہے"

"کیا مطلب!"

"مطلب یہ کہ سلیکشن کمیٹی کو کمیشن دے کر ہی تو میں اپنے شہر کی کبڈی ٹیم کا کیپٹن بنا ہوں۔"

کتّے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کو بخش دیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے بہائم میں بھی اجر ہے۔ آپ نے فرمایا ہر جاندار میں اجر ہے (بخاری و مسلم)

☆عاشق الٰہی، جیت پور، نئی دہلی۔ ۴۴

حضرت زکریا علیہ السلام کا قتل

جب یہودی حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کرنے کے ارادے سے آپ کے پاس پہنچے تو آپ وہاں سے ہٹ کر ایک درخت کے شگاف میں روپوش ہوگئے۔ یہودیوں نے اس درخت پر آرا چلا دیا۔ جب آرہ حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر پہنچا تو خدائے تعالیٰ کی وحی آئی کہ خبردار اے زکریا علیہ السلام اگر آپ نے کچھ بھی آہ وزاری کی تو ہم پوری

...روائے زمین کو تہ و بالا کردیں گے اور اگر تم نے صبر کیا تو ہم بھی ان یہودیوں پر اپنا عذاب نازل کردیں گے۔ چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے صبر کیا اور ظالم یہودیوں نے درخت کے ساتھ ان کے بھی دو ٹکڑے کردیے۔

☆ماجد خاں' قمر منزل' اورنگ آباد

نمازِ تہجدّ

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ رات کے کچھ حصہ میں تہجدّ پڑھ لیا کرو جو آپ کے حق میں زائد چیز ہے۔ کیا عجب کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے (قرآن مجید سورۃ الاسراء) مقام محمود مقام شفاعت کبریٰ ہے۔ قیامت کے دن اس مرتبہ پر فائز ہوکر آپ اپنی امت کی بخشش فرمائیں گے۔

حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جنت میں ایک محل ہے جس کا اندرونی حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہوگا۔ ابومالک اشعریؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ محل کس کو ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو جو شیریں کلام ہو' لوگوں کو کھانا کھلاتا ہو اور نماز تہجدّ پڑھنے میں رات گزارتا ہو جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے دن ایک ہی میدان میں جمع ہوگے۔ ایک اعلان کرنے والا فرشتہ کہے گا وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو بستر سے الگ رہتے تھے (یعنی تہجدّ پڑھتے تھے) بس وہ لوگ اٹھیں گے جو تعداد میں تھوڑے ہوں گے اور بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر اس کے بعد تمام لوگوں کو حساب کتاب دینے کا حکم ہوگا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی رات میں نماز تہجدّ زیادہ ہوگی اس کا چہرہ دن میں زیادہ حسین ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تمھیں تہجدّ ضرور پڑھنا چاہیے اس لیے کہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمھارے رب سے نزدیکی کا ذریعہ ہے۔ گناہوں کا کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والا ہے (ترمذی) دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے بے شک پرہیزگار لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے اور اپنے رب کی عطا کردہ نعمتیں لے رہے ہوں گے (اس بات پر کہ) بے شک یہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) نیکوکار تھے۔ رات کو (تہجد پڑھنے کی وجہ سے) بہت کم سوتے تھے اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے۔

تہجدّ کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجدّ ہے (مسلم وابن ماجہ) اللہ تعالٰی تمام امت مسلمہ کو نماز تہجدّ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆طلحہ نقشبندی' بالاپور' آکولہ' مہاراشٹر

پڑوسی کا حق

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے پڑوس میں ایک یہودی رہا کرتا تھا۔ اس کے گھر کے گندے پانی کی موری امام صاحب کے مکان کے صحن سے ہو کر گزرتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ اس موری میں غلاظت اور کوڑا کرکٹ جمع ہو جاتا۔ وہ رک جاتی جس کی وجہ سے امام صاحب کو بہت تکلیف ہوتی لیکن آپ نے کبھی بھی اپنے ہمسایہ کو اس تکلیف دہ ناگواری طبع کا علم ہونے نہ دیا بلکہ اکثر و بیشتر اور کبھی کبھی روزانہ اس کی صفائی فرماتے۔ اسی طرح قریب پورے دس سال گزر گئے مگر حرف شکایت لبوں پر نہ آیا۔ آخر ایک دن کسی طرح اس بات کا علم یہودی کو ہو گیا کہ اس کی غلیظ موری امام صاحبؒ کے لیے تکلیف کا باعث بلکہ درد سر بنی ہوئی ہے۔ خود امام صاحب اسے صاف کر لیتے ہیں۔ وہ یہودی بہت خجل و نادم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت افسوس سے اس حرکت پر معافی چاہنے لگا۔ اے شخص! حقیقت یہ ہے کہ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ پھر تم اس قدر شرمندہ کیوں ہو۔ ہمارے مذہب میں تو ہمسایہ کے اس سے بھی زیادہ حقوق ہیں۔ ویسے میں نے اپنے پیغمبر عالی مقامؐ کے ارشاد پر عمل کیا ہے۔ تمھیں اس بارے میں پشیمانی یا معافی چاہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

یہودی حضرت امام کے اس حسن سلوک اور اعلا ظرفی سے بہت متاثر ہوا چنانچہ اس نے بڑھ کر حضرت امام اعظم کے ہاتھوں پر توبہ کی اور مشرف با اسلام ہو گیا۔

☆ یاسمین بانو، منگل بازار، نندوربار

بادشاہ اور گھوڑا

پرانے زمانے کی بات ہے کہ کسی ملک میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ اپنے وزیروں کو ہمیشہ تنگ کیا کرتا تھا اور تنگ اس بات کی وجہ سے کرتا تھا کہ کبھی کسی وزیر کو کہتا کہ فلاں چیز ہم کو لا کر دو ورنہ میں تمھیں جان سے مار ڈالوں گا۔ ایک دن بادشاہ نے اپنے ایک وزیر کو بلا کر کہا کہ تم مجھے ایسا گھوڑا لا کر دو جو ہوا میں اڑے اور زمین پر چلے۔ میں تمھیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے مجھے ایسا گھوڑا دس دن کے اندر لا کر نہیں دیا تو میں تمھیں جان سے مار ڈالوں گا۔ پریشان حال وزیر سڑک کے کنارے ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا اچانک ایک پری کا جھنڈ وہاں سے گزر رہا تھا۔ جب پریوں کی رانی نے اس وزیر سے اداسی کا سبب پوچھا تو وزیر نے سارا واقعہ ایک ہی سانس میں کہہ سنایا۔ پری کی رانی نے کہا کہ میں ایک شرط پر تمھیں گھوڑا دے سکتی ہوں کہ تم کسی کو مت بتانا کہ مجھے یہ گھوڑا پری نے دیا ہے۔ وزیر نے نہ بتانے کا وعدہ

ہاتو پری نے کہاکہ میں گھوڑا لے کر آتی
ہوں پھر تمھیں دے دوں گی۔ پری اور پھر
گھوڑا لے کر آئی اور وہ گھوڑا وزیر کے
ہاتھوں میں دے دیا' وزیر بہت خوش ہوا اور
گھوڑے کو فوراً اس نے بادشاہ کے حوالہ
کردیا' بادشاہ بہت خوش ہوا اور اسے ڈھیر
سارا انعام دیا۔ ایک دن وزیر اپنے دوست
کے ساتھ باغ میں ٹہل رہا تھا اس نے
لڑکے سے اپنے دوست کو بتایا کہ یہ
گھوڑا مجھے پری نے دیا ہے۔ اس کو یہ یاد نہ رہا
کہ مجھ سے پری نے کچھ کہا تھا۔ اچانک
وزیر گھوڑا بن گیا۔ اس کا دوست یہ ماجرا
دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آخر وہ اس گھوڑے
کو اپنے گھر لے گیا اور اسے ایک دھوبی کے
ہاتھ بیچ دیا اور وہ اپنے دوست گھوڑے
سے صبح اور شام ملنے جاتا تھا۔ جب یہ
گھوڑے سے بات کرتا تو گھوڑے کی آنکھ
سے آنسو گرا کرتا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کا
دوست بھی غمگین رہا کرتا۔ ایک دن بادشاہ
نے وزیر کے دوست کو غمگین دیکھ کر اس
سے پوچھا تمھیں کیا ہوا ہے۔ تم اتنے
غمگین کیوں رہتے ہو؟ اس نے اپنا سارا
واقعہ سنایا۔ بادشاہ نے کہا میرا ایک بوڑھا
دوست ہے وہ اسے ٹھیک کر دے گا تو اس
نے کہا وہ آدمی کہاں ہے؟ بادشاہ نے کہا وہ
میرے گھر کے پیچھے رہتا ہے' وزیر کا
دوست وہاں گیا اور اس سے سارا واقعہ کہا
تو بوڑھے نے کہا تم اس گھوڑے کو میرے
پاس لاؤ میں اسے ٹھیک کر دوں گا۔ وہ اپنے
دوست کو بوڑھے کے پاس لایا۔ بوڑھے
نے اپنی حکمت سے ویسا ہی بنا دیا جیسا وہ
پہلے سے تھا۔ بچو تم نے دیکھا کہ راز کی
باتیں بتا کر انسان کتنا نقصان اٹھاتا ہے۔

☆ سامعہ طاہر' بیلوا گنج' لہریا سرائے' دربھنگہ

ثابت بن قیسؓ کا ادب رسولؐ

جب یہ آیت اتری لاترفعو اصواتکم فوق صوت النبی آخر تک (پ ۲۶ آیت ۱۳) تو ثابت بن قیسؓ رونے لگے۔ حضرت عاصمؓ بن عدی نے پوچھا۔ اے ثابت تم کیوں روتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ یہ آیت اتری ہے کہ اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے اونچا نہ کرو ورنہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور میری آواز قدرتی طور پر بلند ہے اونچی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ شاید یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد ثابت بن قیسؓ نے اپنی بیوی جمیلہ بنت عبداللہ سے کہا کہ میں اس کوٹھری میں چلا جاتا ہوں جس میں میرا گھوڑا بندھا رہتا ہے بس تو دروازہ بند کر دے۔ اب میں یہاں سے نہیں نکلوں گا جب تک کہ اللہ میرا خاتمہ نہ کر دے یا محمدؐ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں۔ حضرت محمدؐ نے ثابت بن قیسؓ کو اپنی مجلس میں نہ پایا تو اس کا حال دریافت کیا۔ حضرت سعدؓ نے بتایا کہ وہ ایک کوٹھری میں بند ہیں اور رو رہے ہیں اس ڈر سے کہ ان کی آواز بلند ہے۔ قدرتی طور پر وہ

اپنی آواز کو آپ کی آواز سے بلند کرتا ہے کہ اس کے اعمال مٹ گئے ہیں اور وہ جہنمی ہے حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو خوشخبری دو کہ وہ جنتی ہیں۔ حضور ﷺ کے کہنے کے مطابق وہ حاضر ہوئے۔ ثابت بن قیسؓ نے محفل میں اور اپنے کانوں سے بہشت کی بشارت سماعت کی (مسلم بخاری)

☆وارث علی' برکت علی نگر' ممبئی

والدین کا مرتبہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ جو بیٹا ماں باپ سے نیکی کرنے والا اپنے ماں باپ کو شفقت اور رحمت کی نظر سے دیکھے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ہر نظر کے لیے ایک حج متبول فرمانے کا ثواب لکھتا ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ ہر دن سو مرتبہ محبت کی نظر سے والدین کو دیکھے۔ فرمایا ہاں۔ یعنی سو دفعہ ایک دن میں دیکھے تو ہر روز سو حج متبول کا ثواب ملے گا۔

☆خدیجہ فاروق' پاور لرواج ہاؤس' کھمری

علم بڑا یا ہاتھی

مسلمانوں میں ایک بہت بڑے عالم تھے۔ ان کا نام تھا امام مالکؒ مدینہ شریف میں آپ قرآن وحدیث کا درس دیتے تھے۔ طلبہ بہت دور دور سے آپ کے

پاس پڑھنے آتے تھے۔ ایک دن آپ
دے رہے تھے۔ درس میں اسپین
ایک طالب علم شریک تھے۔ ان کا
یحییٰ۔ آپ علم دین کے بڑے دلدا
اتنی دور سے امام مالکؒ کے پاس د
تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے
تھے۔ درس کے دوران میں شور ہوا
ہاتھی۔ عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا۔
کے باشندوں کے لیے یہ ایک انوکھی
تھی۔ آواز سنتے ہی تمام شاگرد باہر
آئے اور ہاتھی دیکھنے لگے۔ مگر یحییٰ اپنی
سے نہیں اٹھے۔ استاد نے پوچھا کہ
تمہارے اسپین میں بھی ہاتھی نہیں
تم بھی دیکھ لو۔ یحییٰ نے کہا کہ استاد ہم
دور سے علم حاصل کرنے آئے ہیں۔ ہا
دیکھنے نہیں آئے ہیں۔ استاد بہت خوش
اور دل سے دعائیں دیں۔ یہی یحییٰ آ
چل کر بہت بڑے عالم بنے۔

☆محمد بدیع الملک' جوکی ہاٹ' ارریہ

خودداری

امام مالکؒ جو اپنے دور کے بہ
بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ آپ کے پا
حصول علم کی خاطر دور دراز سے ط
آتے تھے۔ ایک دن آپ کے درس م
خلیفہ ہارون رشید کے بیٹے مامون رش
کے پاس ایک دوسرے طالب علم یحییٰ
کے بیٹھے ہوئے تھے۔ امام مالکؒ حدیث
بیان کر رہے تھے اور تمام طلبہ اسے نو

رہے تھے کہ درمیان تحریر یحییٰ کا قلم
لکھتے لکھتے ٹوٹ گیا۔ مامون جو کہ قریب ہی
تھا اس کے پاس کئی سونے کے قیمتی قلم تھے
ان میں سے ایک یحییٰ کی طرف بڑھایا اور کہا
لیجیے اس سے لکھیے۔ یحییٰ کی غیرت نے
یہ گوارا نہ کیا کہ ایک دولت مند کا قلم لے
کر اس کی نظروں میں حقیر ہو جائیں۔
انھوں نے قلم لینے سے انکار کر دیا۔
مامون نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ کیا
آپ مجھے جانتے ہیں؟ یحییٰ نے کہا "میں یحییٰ
بن یحییٰ نیشاپوری ہوں اور آپ خلیفہ کے
بیٹے ہیں۔" مامون نے اسی وقت اپنی کاپی
میں یہ تحریر لکھی۔ "میں نے یحییٰ بن یحییٰ
نیشاپوری کی خدمت میں امام مالکؒ کے
درس میں سونے کا قلم پیش کیا تھا مگر
انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"

جب مامون خلیفہ ہوا تو اس نے
حاکم نیشاپور کے پاس خط لکھا کہ یحییٰ بن
یحییٰ کو وہاں کا قاضی بنا دو۔ ایسا خوددار آدمی
جس نے طالب علمی کے دور میں میرا
سونے کا قلم لینے سے انکار کر دیا ہو کبھی
لالچی اور رشوت خور نہیں ہو سکتا۔

جب نیشاپور کے حاکم نے یہ عہدہ
یحییٰ کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے
اسے بھی لینے سے انکار کر دیا اور مامون کے
پاس یہ پیغام بھیجا کہ "نوجوانی کے عالم میں
آپ نے سونے کا قلم پیش کیا جو میں نے
قبول نہیں کیا تو بڑھاپے میں کوئی عہدہ
قبول کرنے پر مجبور نہ کیجیے۔"

☆ محمد نعیم سنجر المتقی (یوپی)

دولت کا جنون تباہ کن ہے

رسول اللہ ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراحؓ کو جزیہ وصول کرنے کے لیے بحرین بھیجا۔

بحرین خلیج فارس کی ایک عرب ریاست ہے۔ ۹ ہجری میں نبیؐ نے بحرین والوں سے جو کہ مجوسی تھے جزیہ پر مصالحت کر کے علاء بن حضرمیؓ کو ان پر حاکم مقرر کیا تھا۔ وہ جب بحرین سے (ایک لاکھ اسی ہزار درہم جزیہ کا) مال لے کر آئے اور انصار کو ان کے آنے کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے اپنے قبیلے کی مسجد میں نماز پڑھنے کی بجائے فجر کی نماز نبیؐ کے ساتھ مسجد نبویؐ میں ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ انھیں دیکھ کر مسکرائے پھر فرمایا میرا گمان ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہؓ کچھ مال لے کر آئے ہیں۔

وہ بولے "ہاں، یا رسولؐ" اللہ کی قسم مجھے یہ ڈر نہیں ہے کہ تم مفلس ہو جاؤ گے۔ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دولت دنیا تم پر کشادہ ہو جائے گی۔ جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر یہ کشادہ ہوئی تھی اور انھیں کی طرح تمھیں مال و دولت کی طرف رغبت ہوگی اور اس کے حصول کے لیے تم ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرو گے اور یہ دولت کی فراوانی، وسعت اور

اس کی طرف بے اختیار رغبت تمہیں تباہ
کر کے رکھ دے گی جیسا کہ اس نے تم سے
پہلے لوگوں کو بربادی اور ہلاکت کے
غار میں دھکیل دیا تھا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ گذشتہ
امتوں کے زوال کا سبب دنیا پرستی تھا آپ
نے اپنی امّت کو تنبیہ کی ہے کہ کہیں یہ
خوفناک بیماری تمہیں اپنے مقصد سے
دور نہ کر دے پس مال و دولت کی محبت اور
عیاشی و تن آسانی کے فتنہ سے پرہیز کرو
ورنہ تم اپنے اصل مقصد کو بھول جاؤ گے
اور اپنے رب کو بھول جاؤ گے اور غفلت
کے تاریک گڑھوں میں دھکے کھاتے پھرو
گے اور دنیا کا عشق تمہاری ہلاکت اور تباہی
کا باعث بن جائے گا اس کے خطرناک
نتائج سے بچ کر رہنا چاہیے۔

☆ محمد امجد، ممبرا کوسہ، تھانہ، ممبئی

نیت میں کھوٹ

ایک نوجوان صادق نام کا تھا۔ اپنے
نام کی طرح وہ من کا بھی سچا تھا یعنی اسم
با مسمّیٰ! صادق نے اپنے ذرائع معاش کی
شروعات تلے ہوئے پاپڑ بیچنے سے کی۔ وہ
گلی گلی جاکر بآواز بلند "پاپڑ لو بھئی پاپڑ
مزیدار گرم گرم پاپڑ" کی صدا لگاتا بچے
دوڑتے ہوئے آتے اور پاپڑ خریدتے۔

کچھ ہی مہینوں بعد صادق نے ایک
چھوٹا سا ٹھیلا لے لیا اور اب چوراہے پر ہی
پاپڑ بیچنے لگا۔ وہ محنتی تو تھا ہی محنت رنگ
لائی۔ دو سال کے اندر اس کے پاس ا
روپیہ جمع ہو گیا کہ اس نے پنساری کی دکا
کھول لی۔ اس کی محنت، صفائی قلب او
خلوص نیت سے یہ دکان بھی خوب چلنے لگی
وہ چیزوں کی برابر ناپ تول کرتا تھا اور غل
منافع لینا بھی حرام سمجھتا تھا۔

ایک مرتبہ کرفیو لگنے پر جب
پندرہ روز تک پورے شہر کی دکانیں بند
رہیں تو چیزوں کے دام آسمان پر چڑھ گئے۔
دکاندار دگنے داموں میں چیزیں فروخت
کرنے لگے۔ ایسے نازک وقت میں بھی
صادق پریشان حال لوگوں کو پرانی قیمتوں
میں ہی چیزیں فروخت کر رہا تھا۔ اس نے
زیادہ منافع نہیں کمایا۔ تب سے صادق کے
لیے لوگوں کے من میں عزت اور بڑھ
گئی۔ اس کی نیکی پر اس کا اثر پڑا۔ والدین
اپنے چھوٹے بچوں کو بھی بے فکر ہو کر
اس کی دکان پر بھیج دیتے۔ اس کی دکان پر
سودا خریدنے والے گاہکوں کی بھیڑ جمع
رہتی۔ صادق کا کاروبار خوب بڑھنے لگا۔
اب اس نے کپڑے کی دکان بھی کھول لی۔
پنساری کی دکان پر اب اس کا لڑکا بیٹھنے لگا
اور وہ خود کپڑے کی دکان سنبھالنے لگا۔ شہر
میں وہ اب ایک نامی دکاندار ہو چکا تھا۔

صادق کے نام کی شہر میں خوب
دھوم تھی اس کی خوش مزاجی ملنسار پن اور
حسن سیرت سے کپڑے کی دکان بھی
خوب زور و شور سے چلنے لگی۔ گاہک دور
دور سے کپڑا خریدنے کے لیے آنے لگے۔

صادق نے زمین خرید کر ایک خوبصورت عمارت تعمیر کرائی۔ اسی میں ایک بڑی کپڑے کی دکان بھی کھول لی۔ دکان میں اب کئی نوکر بھی ہو گئے۔ روپے پیسے کی کمی نہ تھی۔ دھیرے دھیرے سیٹھ صادق کی نیت میں کھوٹ آنے لگا۔ اس کے دل میں دولت بڑھانے کا لالچ اور بڑھ گیا۔ گھٹیا مال کو بڑھیا بتاکر زیادہ قیمت وصول کرنا، ناپ تول کی گڑبڑ جو پہلے وہ کبھی نہیں کرتا تھا اب وہ سب دولت کی چاہ میں کرنے لگا۔ منافع کمانے کے اور طریقے بھی سیکھ لیے۔ صادق نے دولت مند بن جانے کے باعث اب اس کے مزاج میں غرور بھی آچکا تھا۔ خراب نیت ہوتے ہی اس کے کاروبار پر بھی اس کا اثر پڑنے لگا۔ لوگ دھیرے دھیرے سب جاننے لگے اور گاہکوں کی بھیڑ آہستہ آہستہ کرکے دوسری دکانوں کی طرف بڑھنے لگی۔ کاروبار کم ہونے لگا اور دوسری طرف روپے گاہکوں کو قرض دینے میں پھنس گیا۔ اس درمیان اس نے کاروبار کو بڑھانے کے لیے قرض بھی لیا تھا۔ اب اس کی ادائیگی بھی مشکل ہو گئی۔ دن پھر ماضی کی طرف لوٹنے لگے۔ خرچ کم کرنے کے لیے نوکروں کو نکالنا پڑا۔ پھر قرض چکانے کے لیے کپڑے کی دکان بند کرنا پڑا۔ سارا کپڑا سستے داموں میں فروخت کر ڈالا۔ اس کی دوسری دکان بھی اسی طرح بند ہو گئی تو بھی قرض ادا نہ ہو سکا۔ پھر اسے اپنا مکان بھی فروخت کرنا پڑا۔ سیٹھ صادق پھر صادق ہو گیا۔ لیکن اب وہ پائی بھی نہیں کما سکتا تھا۔ سوائے ہاتھ ملنے اور پچھتانے کے "پچھتائے اب کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔"

دیکھا پیارو! نیت خراب ہونے کا انجام؟

☆ انیسہ ناز، شیخ ساٹھ، اسلام پورہ، جلگاؤں

دنیا قید خانہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے بہشت ہے۔

ایمان سے لازم آتا ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی میں ان تمام پابندیوں کو اپنے اوپر لازم کرلے جو خدا اور رسول نے اس پر عائد کی ہیں۔ حرام خوری، ظلم، رشوت، بددیانتی، بے حیائی، جھوٹ، دھوکہ بازی، ایذا رسانی، لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت گری، اور ڈاکہ زنی سے پرہیز کرے اور ان اعلا اخلاق کا مظاہرہ کرے جنھیں خدا کی شریعت نے اپنانے کا حکم دیا ہے۔ ایسی بااصول اور پابند احکام زندگی کو "قید خانہ" سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ مومن دنیا میں بے لگام زندگی بسر نہیں کرتا۔ ہر کام کرنے سے پہلے اسے سوچنا پڑتا ہے کہ اس سے اس کا اللہ ناراض تو نہ ہوگا۔

اس کے برعکس کافر کا ذہن اور

کردار ان تمام پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے اس کے یہاں نہ تو آخرت کی زندگی کا کوئی تصوّر ہے اور نہ خالق کے سامنے جواب دہی کا کوئی احساس ہے۔ چنانچہ وہ حرام حلال اور جائز وناجائز کی تمیز کیے بغیر لذّت نفسانی کے سامان اور اپنی بے لگام خواہشات کی تکمیل کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی کو جنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

☆محمد نبیل۔ جامعہ اسلامیہ تھانہ ممبئی

تعلیمات قرآن

پیارے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ہمارے پیارے نبیؐ پر نازل فرمایا اور ساتھ ساتھ یہ بھی حکم دے دیا کہ اسے پڑھو، سمجھو اور عمل کرو۔ لہذا آؤ آج ہم کچھ قرآن کی تعلیم حاصل کریں۔

افحسبتم انما خلقنا کم عبثا

ترجمہ۔ سو کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے (اللہ نے) تمھیں بے ضرورت پیدا کیا۔

تفسیر: اللہ رب العزت ۱۸ویں پارے میں ۲۳ویں سورۃ کی آیت نمبر ۱۱۵ میں فرماتا کہ اے انسانو! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمھیں اس دنیا میں بے مقصد پیدا کر دیا؟ ہم نے تو تم کو اس دنیا میں اس لیے بھیجا کہ ہماری عبادت کر سکو اور دوسرے لوگوں کو ہم سے ڈراؤ۔ ہم امر بالمعرو[illegible] عن المنکر کی تاکید کریں۔

مسلمان دنیا کا بہترین انسان ہے۔

ترجمہ: بے شک بہترین ہیں وہ مخلوق جو ایمان لائے اور نیک کام کیے۔

تفسیر: اللہ رب العزت قرآن حکیم میں ۳۰ویں پارے میں سورہ ۹۸ کی آیت نمبر ۷ میں فرماتا ہے کہ پورے عالم میں بہترین وہ مخلوق ہیں جو ایمان لائے اور کلمۂ توحید پڑھا اور اس کے ساتھ ساتھ اچھے کام بھی کیے اور جو ایمان نہ لائے اور اچھے کام نہ کیے وہ لوگ بہترین نہیں۔

سچوں کی صحبت

کونوا مع الصّٰدقین (ترجمہ) رہو سچوں کے ساتھ۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ پارہ نمبر ۱۱، سورہ نمبر ۹ کی آیت نمبر ۱۱۹ میں فرماتا ہے کہ میرے بندو! تم اچھوں اور سچوں کی صحبت میں رہو کیونکہ جھوٹا شخص اپنے جھوٹ کی عادت سے تمھیں کبھی بھی نقصان پہنچا سکتا ہے اور سچے کے ساتھ رہنا دین ودنیا دونوں کے اعتبار سے درست ہے۔

☆وعدے کا پورا کرنا

اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا

(ترجمہ) پورا کرو وعدے کو بیشک وعدے کے متعلق پوچھا جائے گا۔

(تفسیر) اللہ تعالیٰ پارہ ۱۵، سورہ ۱۷ کی آیت نمبر ۳۴ میں فرماتا ہے کہ مومنو اپنے وعدوں کو پورا کرو یعنی کسی سے کسی بات کا عہد کر لیا تو اسے نبھاؤ کیونکہ وعدے

…لیم

…متعلق روز قیامت میں تم سے سوال …جائے گا۔

…نے پینے کے آداب

…لوا مما ذکر اسم اللہ علیہ

(ترجمہ) کھاؤ ان میں سے لیا گیا ہو …اللہ کا جس پر۔

(تفسیر) اللہ تعالیٰ پارہ نمبر ۸' …رہ ۶' کی آیت نمبر ۱۱۸ میں فرماتا ہے کہ …چیزوں میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا …ہو (یعنی اس جانور کا گوشت کھاؤ جسے …اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا گیا ہو) اور …روں کے یہاں کے جانور کے گوشت …ت کھاؤ کیونکہ وہ اللہ کے نام کو لے کر …ح نہیں کرتے۔

…مانی صفائی

…ثیابك فطهر (ترجمہ) اپنے کپڑے پاک …کو۔

(تفسیر) اللہ تعالیٰ پارہ ۲۹' سورہ …' کی آیت نمبر ۴ میں فرماتا ہے کہ اپنے …باس کو پاک رکھو یعنی اپنے کپڑے کو …دگی سے بچاؤ۔ بے شک صفائی نصف …مان ہے اور صفائی اللہ کو پسند ہے۔

پیارے پیامیو! یہاں تک ہم نے …رآن کی کچھ تعلیمات پڑھیں۔ اللہ سے …عا ہے کہ وہ ہمیں اور تمھیں تمام قرآنی …علیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا …رمائے۔ آمین

☆ وسیم احمد' ستار محلہ نند دربار' ڈھولیہ

واقعہ

جناب رسول ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل میں تھا یکایک اس نے ایک بدلی میں آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے۔ اس آواز کے ساتھ وہ بدلی چلی اور ایک سنگستان میں خوب پانی برسا اور تمام پانی ایک نالے میں جمع ہو کر چلا۔ یہ شخص اس پانی کے پیچھے ہو لیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچہ سے پانی بھر رہا ہے۔ اس نے باغ والے سے پوچھا کہ اے بندۂ خدا تیرا کیا نام ہے۔ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بدلی سے سنا تھا پھر باغ والے نے اس سے پوچھا اے بندۂ خدا تو میرا نام کیوں دریافت کرتا ہے۔ اس نے کہا میں نے اس بدلی میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی کہ تیرا نام لے کر کہا کہ اس کے باغ کو پانی دے۔ تو ایسا کیا عمل کرتا ہے کہ اس قدر مقبول ہے اس نے کہا جب تو نے پوچھا تو مجھ کو کہنا ہی پڑا۔ میں اس کی کل پیداوار کو دیکھتا ہوں اور ایک تہائی خیرات کر دیتا ہوں اور ایک تہائی اپنے بال بچوں کے لیے رکھ لیتا ہوں اور ایک تہائی پھر اس باغ میں لگا دیتا ہوں۔ سبحان اللہ کیا خدا کی رحمت ہے کہ جو اس کی اطاعت کرتا ہے اس کے کام غیب سے اس طرح سرانجام ہو جاتے ہیں کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بے شک سچ ہے جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا۔

☆ عاشق الٰہی' بدر پور' دہلی۔ ۴۴

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ مارچ ۱۹۹۸ء ہے۔

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 110

600 روپے کے نقد انعامات

کسی داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام۔ ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) ایک بار ہم کو ______ میں اترنے کا اتفاق ہوا۔ (محل / جنگل / تالاب)
(۲) سردار کو اس ______ کی سزا دیں۔ (نالائقی / گستاخی / زبان درازی)
(۳) ______ میں کوئی بھی آپ کی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔ (مدینہ / مکہ)
(۴) ثابت قدم وہ شخص ہے جو مرتے دم تک اس ______ پر جما رہے۔ (خیال / عقیدے / اصول)
(۵) ______ کھانے کو ہضم کرتی ہے اور بھوک لگاتی ہے (ادرک / مولی)
(۶) بادشاہ نے اپنے ______ کی صورت دیکھی تو منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ (وزیر / بیٹے / سپہ سالار)
(۷) تو نے ______ بن کر دھوکا دیا ہے۔ (دوست / بیٹا / بیٹی)
(۸) اللہ میاں مجھے بھی ______ بنا دے (بلی / وزیر / سپاہی)

ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی ——— حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معما نمبر لکھنا نہ بھولیں

لفافے پر دو روپے کا ٹکٹ لگائیے

ٹوکن پیامی ادبی معما نمبر 110 یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

شرائط پیامی ادبی معما

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معما نمبر 110 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں ایڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

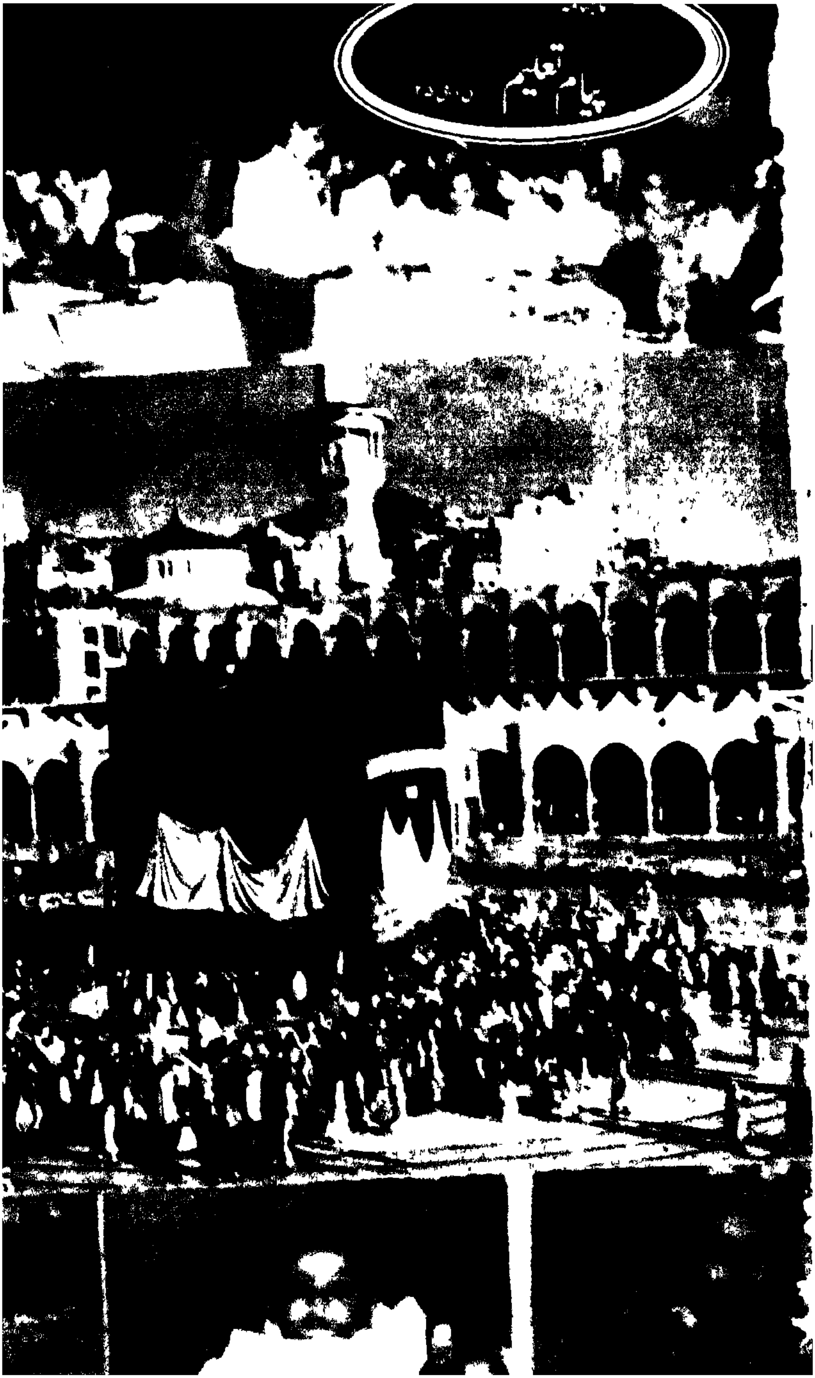
پیامی ادبی معما نمبر 110۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵


مکتبہ
پیام تعلیم
کی نئی اور
دلچسپ
کتابیں
سونے کی چوری
خلائی
طبیب
ہلتا ہوا مکان
5/-
سنہری جھیل
9/-
جادو نگری
٥/-
بونوں کا جزیرہ

Regd No DL-16013/98 MARCH-98
Licence No U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd with R N I at No 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar NEW DELHI-110025


پیام تعلیم

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا' بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

اپریل ۱۹۹۸ جلد ۴۶ شمارہ ۴

فی پرچہ ‎./6‎ روپے ۔۔۔ سالانہ ‎/50‎ روپے
سرکاری اداروں سے ۔۔۔ ‎/75‎ روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) ‎/500‎ روپے

اڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر' نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار' دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ' علی گڑھ 2

بچوں سے باتیں

"حج" اسلام کا پانچواں رکن ہے اور یہ ہر اُس مسلمان پر فرض ہے جو سفر اور اس کے اخراجات برداشت کرنے کا اہل ہو۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس فرض کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ادارہ پیام تعلیم کی طرف سے آپ سب کو عیدالاضحیٰ مبارک۔

پچھلے مہینے ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آیندہ ماہ سے آپ کے پیام تعلیم میں خوشگوار تبدیلی لائیں گے لیکن بھلا ہو، موسمی بیماریوں کا جنھوں نے راقم السطور کو دس پندرہ دن سے پوری طرح جکڑ رکھا ہے۔ نزلہ، زکام اور بخار۔ بخار اب کم ضرور ہے لیکن اس نے کمر توڑ کر رکھدی ہے اس لیے اس مہینے اور معذرت قبول کیجیے۔

میری علالت کی وجہ سے اس ماہ میں بھی آپ کو پیام تعلیم میں خاصی بے ترتیبی بلکہ کچھ بے ڈھنگا پن نظر آئے گا۔ اس کی وجہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ ہم ایک بات اپنے پیامیوں سے کہتے کہتے تقریباً تھک چکے ہیں کہ جب تک آپ کی کوئی تحریر شائع نہ ہو جائے دوسری نہ بھجوایئے لیکن حال یہ ہے کہ بعض پیامی ہر ہفتے مضامین بھرا لفافہ بھجواتے ہیں ان کو رکھنا ہمارے لیے مسئلہ بن جاتا ہے پھر ان کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ ان کی تحریر ہر ماہ کالم میں شائع ہو۔ اگر ہم ان کی خواہش پر عمل شروع کر دیں تو پھر نئے پیامیوں کے لیے تو پیام تعلیم میں جگہ نکالنا ناممکن ہو جائے گا جبکہ ان کا حق بھی ہے اور خواہش بھی۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

مرسلہ: محمد افضل انصاری

نعت

باغ عالم میں باد بہاری چلی
سرور انبیاء کی سواری چلی
یہ سواری سوئے ذات باری چلی
ابر رحمت ہے اور آج کی رات ہے

طور چوٹی کو اپنی جھکانے لگا
چاندنی چاند ہر سو بچھانے لگا
عرش سے فرش تک جگمگانے لگا
رشک صبح و مسا آج کی رات ہے

برق سے تیز تر ہے براق آپ کا
کیوں کہ خالق کو ہے اشتیاق آپ کا
اب نہیں دیکھا جاتا فراق آپ کا
جلد چلنا روا آج کی رات ہے

مرسلہ: محمد سہیل جمیل احمد

دعا

خدایا جس طرح روشن ہیں تارے
انہی جیسی مجھے بھی روشنی دے
ملا پھولوں کو جیسا رنگ و بو ہے
مرے دل کو بھی اس کی آرزو ہے
مہکتے پھول ہیں گلشن میں جیسے
مجھے اللہ، ویسی ہی مہک دے
مجھے بازوے حیدرؓ اے خدا دے
ابوبکرؓ و عمرؓ کا ولولہ دے
مجھے ایمان کی دولت عطا کر
مجھے عزت، مجھے ثروت عطا کر
اگر کچھ ہے تمنا بس یہی ہے
مرے جینے کا منشا بس یہی ہے



عیدالاضحیٰ اور حج بیت اللہ

سید عرفان احمد

ایک عید گئی اور دوسری عید آئی۔ پچھلی عید میٹھی تھی تو یہ عید قربانی والی عید ہے ۔ دنیا بھر کے مسلمان ہر سال ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک جانوروں کی قربانی کر کے حضرت اسماعیلؑ کی اُس قربانی کی یاد تازہ کرتے ہیں جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کے خواب دیکھنے کے بعد دی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ نے تین رات تک مسلسل یہ خواب دیکھا کہ وہ اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اپنے ہاتھ سے قربان کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ چناں چہ انھیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے اُن کے بیٹے کی قُربانی چاہتا ہے۔ انھوں نے اِس خواب کے بارے میں حضرت اسماعیلؑ کو بتایا تو انھوں نے خوشی خوشی کہا :

"آپ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیجیے۔ اِن شاءَ اللہ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔"

حضرت ابراہیمؑ اپنے فرماں بردار بیٹے کے مُنھ سے یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور انھیں اپنے ساتھ جنگل میں لے گئے۔ وہاں ایک جگہ لے جا کر انھوں نے حضرت اسماعیلؑ کو منھ کے بل لٹا دیا اور انھیں ذبح کرنا چاہا، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور حضرت اسماعیلؑ کی جگہ پر جنّت سے ایک دُنبہ بھیج دیا گیا۔ اِس طرح دُنبہ ذبح ہو گیا اور اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کو بچا لیا۔

حدیثِ پاک



حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "حج اور عُمرہ ساتھ ساتھ کیا کرو یعنی حج کے بعد عُمرہ بھی کرو، کیوں کہ یہ دونوں تنگ دستی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جیسے بَھٹّی، لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دُور کردیتی ہے۔"

(ترمذی شریف)

اللہ تبارک وتعالیٰ کو باپ اور بیٹے کی یہ اَدا [illegible] ہی اور مِلّتِ اسلامیہ کے لیے اِس قربانی کو واجب قرار دے دیا گیا۔ چناں چہ اِسی قربانی کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے ہم ہر سال چھوٹے بڑے جانوروں کی قربانی دیتے ہیں۔

ذی الحجہ کی ۹ تاریخ کی فجر کی نماز سے لے کر ۱۳ تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیرِ تشریق بھی پڑھی جاتی ہے۔ عید کے دن مُسلمان نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن کر دو رکعت نمازِ عید الاضحیٰ ادا کرتے ہیں اور نماز سے واپسی پر اپنے جانور ذبح کرتے ہیں۔

اِسی مہینے میں دنیا بھر سے بے شمار مسلمان مکۃ المکرمہ میں جمع ہو کر حضرت ابراہیمؑ کی ایک اور سُنّت کو بھی حج کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ حج اسلام کا پانچواں رُکن ہے۔ یہ ہر اُس مسلمان پر فرض ہے جو اپنے گھر سے اللہ کے گھر تک جانے کی طاقت رکھتا ہو اور اس سفر کا خرچ برداشت کر سکتا ہو۔

قربانی اور حج دونوں ہی اللہ کے احکام ہیں۔ قربانی اللہ کی خاطر اپنی بہترین چیز اللہ کی رضا کے لیے قربان کرنے کا دَرس دیتی ہے اور حج اللہ کو خوش کرنے کے لیے اُس کے بندوں سے میل ملاپ اور صبر و برداشت کے ساتھ رہنے سہنے کا طریقہ سکھاتا ہے۔

اے۔ حمید

خلائی ایڈوینچر سیریز قسط نمبر۲۴

بہرام قاتل خلا میں

کھڑکی کے نیچے کالے رنگ کی جھیل دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے نیلے رنگ کے درختوں والا جنگل تھا۔ عمران نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان کا رنگ بھی بھورا اور گندھک کی رنگ کی طرح کا تھا۔ عمران نے گہرا سانس اوپر کھینچا۔ اسے ہوا میں اوکسیجن کے علاوہ کسی دوسری گیس کا بھی احساس ہوا۔ یہ گیس اس کے گلے میں ہلکی سی خراش پیدا کر رہی تھی۔ اب تو عمران گھبرا گیا۔

اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ مگر دروازہ بند تھا۔ وہ زور زور سے دروازے پر مکے مارنے لگا۔ اس نے چیخ کر آواز دی۔

"بیرا! بیرا! شیبا! شیبا!"

اس کی آواز بند کمرے کے نیلے پتھروں سے ٹکرا کر رہ گئی۔ وہ پریشان ہو کر اسٹریچر پر بیٹھ گیا اور دیواروں اور چھت کو گھورنے لگا۔ کونے میں اسے نیلے رنگ کا ایک چھوٹا دروازہ نظر آیا۔ یہ دروازہ کھلا تھا۔ وہ جلدی سے اس میں داخل ہوا۔ یہ چھوٹا سا بڑا شفاف اور چمکیلا باتھ روم تھا جہاں نیلا شیشہ لگا تھا۔ شیشے میں عمران کو اپنا چہرہ بھی نیلا دکھائی دیا۔ کارنس پر ایلومینیم کی ایک ڈبی پڑی تھی۔ اس نے ڈبی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دیوار سے دھیمی سی آواز آئی۔

"عمران! اس ڈبی میں تمہارے رات کے کھانے، دوپہر کے لنچ اور صبح کے ناشتے

کے لیے نیلی گولیاں ہیں۔ ناشتے پر ایک گولی، لنچ پر دو گولیاں اور رات کے کھانے پر بھی دو گولیاں ہی کافی ہوں گی۔ "

عمران نے چلا کر کہا:

"تم کون ہو؟ میں کہاں آ گیا ہوں؟ شیبا کہاں ہے۔ وہ ہوٹل کہاں ہے؟"

وہی خلائی آواز پھر آئی:

"عمران! چلا کر اپنی طاقت ضائع نہ کرو۔ اب تمہیں باقی ساری عمر اسی کمرے میں گزارنی ہے۔ تمہاری بہن شیبا اسی مینار کی دوسری اور نچلی منزل کے کمرے میں قید ہے۔ وہ بھی ساری زندگی اپنے کمرے میں ہی گزارے گی۔ تم دونوں ایک دوسرے سے کبھی نہیں مل سکو گے۔ "

عمران چلایا:

"میں کہاں ہوں؟ کہاں ہوں میں؟"

خلائی آواز نے آہستہ سے کہا:

"چلانے سے کوئی فائدہ نہیں عمران! تم ہمارے سیارے اوٹان میں ہو۔ یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ چونکہ تم اور شیبا زمین پر ہمارے خفیہ خلائی ٹھکانوں سے واقف ہو چکے تھے اس لیے تم اس وقت تک زمین پر واپس نہیں جاؤ گے جب تک کہ ہمارا قاتل مشن مکمل نہیں ہو جاتا۔ اور جب ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا تو ہم تمہاری دنیا کو تباہ کر دیں گے۔ اس کے سمندروں کو خشک کر دیں گے۔ پھر تم وہاں جا کر کیا کرو گے۔ اس لیے اس کمرے کو اپنا ہمیشہ کا گھر اور ہمیشہ کی قبر سمجھو۔ "

عمران نے چیخ کر کہا، "مجھے شیبا سے بات کرنی ہے۔ مجھے شیبا سے بات کرنے دو" مگر خلائی آواز نے کوئی جواب نہ دیا۔ کمرے میں موت کا سناٹا چھا گیا۔ عمران سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی جیب دیکھی۔ سانپ بھی نہیں تھا۔ ایسی ہی

حالت شیبا کی بھی ہوئی۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ یہی سمجھی کہ ریوڈی جیز والے عالی شان ہوٹل کے کمرے میں ہے لیکن بہت جلد اس پر یہ تلخ حقیقت کھل گئی کہ اسے کسی اجنبی جگہ پر پہنچا دیا گیا ہے۔ جب اس نے بھی دروازے پر زور زور سے ہاتھ ملرے تو پُراسرار خلائی آواز نے اسے بھی بتا دیا کہ وہ زمین سے اغوا کر کے سیارہ اوٹان میں پہنچا دی گئی ہے۔ اسے یہ بھی بتا دیا گیا کہ عمران اسی موت کے مینار کی اوپر والی منزل پر قید ہے اور اب وہ دونوں ساری زندگی ان کمروں میں ہی بسر کریں گے اور موت کے بعد ان کی قبریں بھی اسی کمرے میں بنیں گی۔

شیبا بھاگ کر سلاخوں والی کھڑکوں کے پاس گئی۔ نیچے کالے پانی کی جھیل تھی۔ پیچھے نیلے درختوں کے جنگل تھے۔ آسمان جو پہلے بھورا تھا سورج غروب ہو جانے کے بعد گہرا نیلا اور سیاہ ہو رہا تھا۔ شیبا نے سلاخوں کے ساتھ منہ لگا کر پوری طاقت سے عمران کو آواز دی۔ عمران نے شیبا کی آواز سنی تو دوڑ کر اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس آ گیا۔ چلا کر بولا۔

"شیبا! میں اوپر والے کمرے میں ہوں۔ ہم اوٹان سیارے پر پہنچا دیے گئے ہیں۔ مگر تم گھبرانا نہیں۔ ہم انشاء اللہ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

شیبا کی اونچی آواز آئی:

"عمران! تم بھی مت گھبرانا۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

اس کے ساتھ ہی کھڑکی پر ایک نیلا شیشہ اوپر سے نیچے گرا۔ اور عمران کو شیبا کی آواز آنی بند ہو گئی۔ عمران نے کرسی پکڑ کر شیشے کو توڑنے کی کوشش کی تو وہی پُراسرار خلائی آواز پھر سنائی دی:

"اپنی طاقت اس طرح خرچ کرو گے تو جلدی مر جاؤ گے۔ یہ شیشہ تمہاری دنیا کے پستول کی گولی سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔ ایسا ہی شیشہ شیبا کی کھڑکی پر بھی گرا دیا گیا

ہے۔ اب تم ایک دوسرے کی آواز بھی نہیں سن سکو گے۔ موت تمہارے ساتھ ہے" اور خلائی آواز غائب ہو گئی۔

اس خلائی شہر کے جنوب کی طرف ایک ویران پہاڑی پر چھوٹا سا نیلے شیشوں والا چوکور مکان بنا ہوا تھا۔ اس مکان میں ہماری دنیا کی نامور خاتون سائنس دان ڈاکٹر سلطانہ کو رکھا گیا تھا، ڈاکٹر سلطانہ کو شیبا اور عمران سے بہت پہلے زمین سے اغوا کر کے یہاں لایا گیا تھا تاکہ وہ سیارہ اوٹان پر پھیلی ہوئی وائرس کی بیماری کا علاج کر سکے کیونکہ میڈیکل سائنس میں اوٹان سیارے کی مخلوق زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھی۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں ڈاکٹر سلطانہ نے یہاں پہنچنے کے بعد اپنی محنت اور لیاقت سے بیماری کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے گریٹ کنگ سے درخواست کی کہ اسے واپس زمین پر بھیج دیا جائے تو گریٹ کنگ نے کہا:

"ہمیں پھر بھی تمہاری ضرورت پڑے گی۔ تم ہمارے سیارے کے لیے بہت ضروری ہو۔ اب تم ہمارے سیارے پر ہی رہو گی۔ اپنی زمین کو بھول جاؤ۔ تمہارے ساتھ یہ رعایت ہوگی کہ تم ہماری نگرانی میں اپنے گھر سے ہمارے خلائی اسٹیشن تک آسکو گی مگر اسی صورت میں جب تمہیں یہاں بلایا جائے گا۔ اس کے علاوہ تم اپنے مکان سے باہر نہیں جاسکو گی۔"

ڈاکٹر سلطانہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ آیا تھا کہ کوئی خلائی مخلوق اسے زمین سے اغوا کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے سیارے پر لے جا کر قید کر دے گی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا تو گریٹ کنگ نے خلائی گارڈز سے کہا۔

"اسے اس کے مکان پر پہنچا دو"

ڈاکٹر سلطانہ کو دو خلائی گارڈ اپنی سخت نگرانی میں اس کے پہاڑی والے مکان پر لا کر چھوڑ گئے۔ اس مکان کی دیواریں بھی نیلے شیشوں کی تھیں جن میں باہر سے کچھ نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ اس کے دروازے اس طرح بند کیے گئے تھے کہ صرف خلائی

اسٹیشن کے چیف آپریٹر کے سگنل دینے پر ہی کھل سکتے تھے۔
جب شیبا اور عمران بھی سیارے پر لاکر قید کر دیے گئے تو ڈاکٹر سلطانہ کو ان کی بالکل خبر نہ ہوئی۔ خلائی مخلوق نے بھی ڈاکٹر سلطانہ کو بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ڈاکٹر سلطانہ کے باورچی خانہ میں بھی مختلف قسم کی نیلی گولیاں پڑی تھیں۔ یہ ناشتے اور رات کے کھانے کی گولیاں تھیں۔ انھیں کھانے کے بعد سلطانہ کو ایسے ہی محسوس ہوتا جیسے اس نے جی بھر کر کھانا کھالیا ہے۔ مگر ڈاکٹر سلطانہ نے بھی ہمت نہیں ہاری تھی۔ وہ اپنے مکان پر زیادہ تر وقت اللہ کو یاد کرنے میں گزارتی۔ ہر نماز کے بعد اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگتی کہ وہ اسے اس عذاب سے نجات دلائے۔ مگر بظاہر ڈاکٹر سلطانہ کو یہاں سے واپس اپنی زمین پر پہنچنے کی کوئی صورت دکھائی نہ دیتی تھی۔ صرف اللہ ہی اس کی مدد کر سکتا تھا۔

اب ہم تھوڑی دیر کے لیے اپنی زمین، اپنی دنیا پر واپس آتے ہیں۔ جس وقت ریوڈی حمزو کے ہوٹل میں خلائی مخلوق شیبا اور عمران کو ان کے کمروں سے اغوا کر کے اپنے سیارے پر لے گئی اس وقت عمران کے کمرے میں سانپ بھی موجود تھا مگر یہ سانپ کی بدقسمتی یا خوش قسمتی تھی کہ ڈریسنگ ٹیبل کے ایک خانے میں پڑے پڑے اسے نیند آگئی تھی۔ ویسے خلائی مخلوق نے بھی کسی قسم کا شور نہ کیا تھا۔ بڑی تیزی اور خاموشی سے عمران اور شیبا کو بے ہوش کر کے اٹھا کر لے گئے تھے۔
سانپ کو بہت کم نیند آتی ہے۔ لیکن یہ کالا سانپ ایک پُراسرار ہستی تھی۔ عین اس وقت جبکہ کمرے سے عمران کو اٹھا کر لے جایا جارہا تھا سانپ گہری نیند میں تھا۔ کچھ دیر بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ یونہی وہ ٹیبل کے خانے میں سے رینگ کر باہر آگیا۔ اس نے دیکھا کہ عمران کا بستر خالی ہے۔ وہ سمجھا کہ عمران باتھ روم میں گیا ہو گا۔ وہ وہیں ٹیبل کے پاس قالین پر کنڈلی مارے بیٹھا رہا۔ جب کافی دیر ہوگئی اور عمران غسل خانے سے باہر نہ نکلا تو سانپ کو تشویش ہوئی۔ وہ غسل خانے کی طرف

گیا۔ غسل خانے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ عمران اندر نہیں تھا۔

ناگ سانپ نے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ یہ دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ اس روشنی میں اسے دروازے کا چٹ تالے کی جگہ پر جلا ہوا نظر آیا۔ سانپ تیزی سے دروازے کے باہر راہ داری میں آگیا۔ باہر نیم روشن راہ داری خالی پڑی تھی۔ سانپ نے دوبارہ دروازے پر نگاہ ڈالی۔ باہر سے بھی تالا اکھڑا ہوا تھا اور وہاں سے لکڑی جل کر سیاہ ہو گئی تھی۔ جیسے کسی نے وہاں شعلہ پھینک کر اسے جلا دیا ہو۔ سانپ کے دل میں ایک عجیب سا خوف ابھرا۔ وہ تیزی سے رینگتا ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھا۔ جہاں شیبا سوئی ہوئی تھی یا جہاں شیبا کو سویا ہوا ہونا چاہیے تھا۔ یہ دیکھ کر اس کا دل زور سے دھڑکا کہ شیبا کے دروازے کا تالا بھی اکھڑا ہوا تھا اور تالے کی جگہ لکڑی جل کر سیاہ ہو گئی تھی۔

دروازہ کھلا تھا۔ سانپ کمرے میں آگیا۔ شیبا کا پلنگ بھی خالی تھا۔ سانپ وہیں چپ سا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے صورت حال کا تجزیہ کر رہا تھا اور وہ ان واقعات سے اصل نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خلائی مخلوق کی اپنی زمین پر موجودگی اور ان کے ناپاک منصوبوں سے سانپ پوری طرح واقف تھا۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ شیبا کو وہ اور عمران خلائی مخلوق کی کمیں گاہ سے بھگا کر لائے ہیں اور خلائی مخلوق ان کے پیچھے ضرور آئے گی۔ جلا ہوا دروازہ اس بات کی علامت تھی کہ وہاں خلائی گن کی شعاع سے فائر کیا گیا ہے۔

تو کیا شیبا اور عمران کو خلائی مخلوق دوبارہ اغوا کر کے لے گئی ہے؟ سانپ کے دماغ میں اپنے آپ یہ سوال گونجنے لگا۔ وہ جلدی سے سیڑھیاں طے کر کے آخری منزل کی راہ داری میں آگیا۔ یہاں اسے لفٹ کے دروازے کے آگے قالین پر جلا ہوا نشان ملا۔ وہاں سفید اور سیاہ راکھ بھی بکھری ہوئی تھی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں خلائی مخلوق نے اپنی قاتل گن سے ہوٹل کے بیرے کو بھسم کیا تھا اور وہ جل کر راکھ ہو گیا تھا۔

سانپ نے جھک کر راکھ کو سونگھا۔
وہ تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہ انسانی جسم کی راکھ تھی۔ سانپ رینگ کر ہوٹل کی چھت پر آگیا۔ اس وقت وہاں سے اڑن طشتری پرواز کر کے خلاؤں میں گم ہو چکی تھی۔ سانپ نے چھت کے فرش کو غور سے دیکھا۔ اسے سونگھا۔ وہاں اسے عمران اور شیبا میں سے کسی کی خوش بو محسوس نہ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کو پلاسٹک کے تھیلوں میں بند کر کے چھت پر لایا گیا تھا۔ سانپ نے اپنی خاص حس سے کام لیتے ہوئے ایک گہری پھنکار فضا میں پھینکی اور پھر فرش کو سونگھا۔ اب اسے وہاں سے عمران اور شیبا کی بہت ہی مدہم مدہم خوش بو محسوس ہوئی۔
اب سانپ کو کسی قسم کا شبہ نہیں رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ عمران اور شیبا کو خلائی مخلوق اغوا کر کے لے گئی ہے۔ سانپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں کو خلائی مخلوق کہاں لے گئی ہے۔ یعنی کیا انھیں واپس گمشدہ شہر والی خلائی کمیں گاہ میں لے جایا گیا ہے یا خلائی مخلوق اسے لے کر واقع قریبی قبرستان والی خفیہ زیر زمین کمیں گاہ میں لے گئی ہے۔ سانپ واپس عمران کے کمرے میں آکر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ عمران اور شیبا کو کہاں تلاش کرے۔
ابھی رات باقی تھی۔ سانپ کے دل میں خلائی مخلوق کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ ہر حالت میں عمران اور شیبا کو خلائی مخلوق کی قید سے واپس لانا چاہتا تھا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں خلائی مخلوق ان دونوں کو ہلاک نہ کر ڈالے۔ کیونکہ دنیا میں عمران اور شیبا اس آسمانی مخلوق کی خفیہ کمیں گاہوں کے راز سے واقف ہو چکے تھے۔

ابھی تک ہم نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ یہ سانپ اصل میں کون ہے اور اس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی کہ وہ انسانی آواز میں بات کر سکتا تھا۔ ہم نے صرف اتنا ہی اشارہ دیا ہے کہ یہ سانپوں کا بادشاہ ہے جس کی دنیا کا ہر سانپ عزت کرتا اور

اس کا حکم ماننا ہے اور ابھی ہم آپ کو سانپ کے بارے میں کچھ زیادہ تفصیل بتانا بھی نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس وقت ہمارے سامنے سب سے اہم مسئلہ عمران اور شیبا کی رہائی اور اپنے پیارے وطن اور پیاری دنیا کو خلائی مخلوق کے قاتل مشن سے بچانا ہے۔ سانپ بھی اسی پریشانی میں الجھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے بھی یہی "سب سے اہم ترین کام اور مشن تھے۔"

سانپ خاموش نیم روشن کمرے میں کنڈلی مارے بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اسے کس طرف نکلنا چاہیے۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سب سے پہلے برازیل کے پہاڑی علاقے والے گمشدہ شہر کے کھنڈروں میں جائے گا تاکہ وہاں کی خلائی کمیں گاہ میں دونوں کا سراغ لگایا جائے۔ کیونکہ یہ خلائی کمیں گاہ اسی ملک میں واقع تھی۔

سانپ صبح ہونے سے پہلے ریوڈی جیزو شہر سے نکل جانا چاہتا تھا تاکہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔ اس نے خالی کمرے میں آخری بار چاروں طرف دیکھا اور کمرے کی کھڑکی میں آگیا۔ یہاں سے دیوار پر رینگتا وہ نیچے ہوٹل کے باغ میں اتر آیا۔ باغ میں روشنی تھی مگر رات ہونے کی وجہ سے وہاں کوئی نہیں تھا۔ سانپ تیز تیز رینگتا وہاں سے گزر کر دوسری جانب بڑی سڑک پر آگیا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ریوڈی جیرو کے ہوائی اڈے سے جہاز پاپولوس کی طرف جائے گا۔ اسے اس جہاز میں سوار ہونا تھا تاکہ پاپولوس سے آگے سیاہ پہاڑی تک سفر کر سکے۔ یہ ایک طویل سفر تھا اور خطرناک بھی تھا۔ خطرناک اس طرح کہ راستے میں گھنے جنگل، مگرمچھوں سے بھرا ہوا دریا اور گہری دلدلیں تھیں۔ سانپ یہی کچھ سوچتا تیزی سے ایئرپورٹ کی طرف دوڑتا چلا جارہا تھا۔ اسے دور ایئرپورٹ سے جہازوں کے انجن سے نکلنے والی تیل کی خاص بو برابر آرہی تھی

سانپ شہر کی جگمگاتی عمارتوں سے دور ایک غیر آباد علاقے میں نکل آیا۔ یہاں اونچی نیچی زمین پر گھاس اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ سانپ ایک سوکھے نالے

کے پل پر سے گزرا تو اسے دوسری طرف پتھر کی ایک سل زمین میں گڑی ہوئی نظر آئی جس پر سات منہ والے سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ سانپ وہیں رک گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کس کی تصویر ہے یہ شیش ناگ کی تصویر تھی جو ایک پرانی داستان کے مطابق آسمانی مخلوق تھا اور جس کے آباؤ اجداد کسی خلائی سیارے کے تباہ ہو جانے کے بعد اس زمین پر اتر آئے تھے۔ شیش ناگ میں اتنی طاقت تھی کہ وہ کسی بھی خلائی مخلوق کا حال بتا سکتا تھا اور گمشدہ آدمیوں کی بھی خبر دے سکتا تھا۔ سانپ وہیں رک گیا۔

وہ پتھر کے پاس آیا اور شیش ناگ کی تصویر پر اپنی دونوں آنکھیں جما دیں اور پھر زور سے سانس کھینچ کر پھنکار ماری اور کہا۔

"شیش ناگ! تم جانتے ہو میں کون ہوں مگر یہ نہیں جانتے کہ میں تم سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم جہاں بھی ہو یہاں آؤ اور میرے سوال کا جواب دو"

اسی وقت شیش ناگ سامنے آگیا اور سر جھکا کر ادب سے بولا، "سانپوں کے عظیم بادشاہ! کیا حکم ہے؟"

سانپ نے کہا، "مجھے عمران اور شیبا کی تلاش ہے۔ وہ مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔"

پھر سانپ نے شیش ناگ کو ساری داستان سنا دی۔ شیش ناگ نے آسمان پر چمکتے ستاروں پر ایک نگاہ ڈالی اور سانپوں کے بادشاہ سے کہا، "عمران اور شیبا کو تو خلائی مخلوق اپنے سیارے پر لے گئی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اونان سیارے کے ایک مینار میں بند ہیں اور اگر ان کی مدد کو کوئی نہ پہنچا تو وہ قیامت تک زمین پر اپنی دنیا میں واپس نہ آسکیں گے"

سانپ کو پہلے ہی خطرہ تھا کہ عمران، شیبا کو خلائی لوگ اغوا کر کے لے جا چکے ہیں۔ اس نے پوچھا،

"یہ دیکھ کر بتاؤ کہ اس خلائی مخلوق کی کوئی اڑن تشتری زمین پر کسی جگہ موجود

دیکھا۔ آسمان پر ستارے دہکتے ہوئے انگارے لگ رہے تھے۔ پہاڑی کے چاروں طرف گہری تاریکی اور سناٹا چھایا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ نے دروازہ بند کیا۔ اندر سے تالا لگایا اور واپس کمپیوٹر کے سامنے آکر بیٹھ گئی اور "کی بورڈ" پر انگلیاں چلانی شروع کر دیں۔ دس بارہ سیکنڈ کے بعد اسے اپنے پیچھے کپڑے کی سرسراہٹ سنائی دی۔ اس نے جو پلٹ کر دیکھا تو اس پر عجیب سا خوف طاری ہو گیا۔ اس کے سامنے ایک ایسا انسانی جسم کھڑا تھا جس نے سفید کفن لپیٹ رکھا تھا مگر جس کا سر غائب تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ سائنس کی پروفیسر تھی۔ اس نے حوصلہ کر کے پوچھا:

"کون ہو تم؟"

سر کٹے جسم نے خرخراتی آواز میں کہا:

"سلطانہ! میں بہرام قاتل کی روح ہوں۔ یہ لوگ میرا سر کاٹ کر اس سیارے پر لے آئے ہیں۔ مجھے اپنے سر کی تلاش ہے"

ڈاکٹر سلطانہ کے بدن میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

اس کے بعد کیا ہوا؟

یہ آپ نونہال سائنس فکشن کی اسی سیریز کی اگلی کتاب میں پڑھیے جس کا نام "وہ خلا میں بھٹک گئے" ہے۔

سید نظر زیدی

آیت مِن القرآن

نواں پارہ

قرآن مجید کے اس پارے کا نام قال الملاَ ہے۔ اس میں سورہ الاعراف کی نمبر ۸۸ سے ۲۰۶ تک آیات ہیں۔ یہ سورہ ختم ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد سورہ الانفال شروع ہوتی ہے اور اس کی نمبر ا سے نمبر ۴۰ آیات شامل ہیں۔ ان آیتوں میں بھی قرآن پاک کے خاص انداز میں یہی بتلایا گیا ہے کہ خدا کو ماننے والے اور نیکی کے راستے پر چلنے والے ہر طرح فائدے میں رہتے ہیں۔ انھیں اس دنیا میں بھی عزت ہر طرح کا آرام ملتا ہے اور مرنے کے بعد دوسری دنیا میں بھی کامیابی حاصل ہوگی۔ وہ جنت میں جائیں گے لیکن جو لوگ خدا کو نہیں مانتے یا کسی اور کو اس کا شریک بناتے ہیں اور نیکی کی بجائے برائیوں میں زندگی گزارتے ہیں وہ اس دنیا میں بھی گھاٹے میں رہتے ہیں ا ور مرنے کے بعد دوسری دنیا میں ذلیل ہوں گے۔ انھیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اس بارے میں بنی اسرائیل کا حال خاص طور پر بیان کیا گیا ہے جنھیں ہم آج کل یہودی کہتے ہیں۔ یہ مشہور نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں جن کا ایک نام اسرائیل بھی تھا۔ اسی نسبت سے انھیں بنی اسرائیل کہا گیا۔ قرآن نے ان کے بارے میں یہ بات بتائی ہے کہ جب تک یہ قوم نیکی اور خدا پرستی کے راستے پر چلتی رہی اسے بہت عزت اور شان و شوکت ملی۔ اللہ نے انھیں سب قوموں پر فضیلت بخش دی لیکن جب یہ گمراہ ہو گئی نیکی کی جگہ برائی کا راستہ اختیار کر لیا تو ذلیل و خوار ہو گئی۔ اسے غلام بنا دیا گیا۔ خاص خاص باتیں یہ ہیں سورہ الاعراف کی آیات نمبر ۸۸، ۹۳ میں حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال بیان ہوا ہے۔ بتا یا گیا ہے ان کی قوم کے سرداروں نے انھیں دھمکی دی کہ اگر تم ہمارے باپ دادا کے دین میں واپس نہ آوگے تو ہم تمھیں جلاوطن کر دیں گے لیکن

ہوا یہ کہ ان کے گناہوں کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا اور وہی تباہ و برباد ہو گیے۔ اس کے بعد آیت نمبر ۹۴ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بیان کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی حضرت موسیٰؑ کی قوم یعنی بنی اسرائیل کی گمراہی کا حال بیان ہوا ہے۔ آیت نمبر ۹۴ میں فرمایا جو قومیں گمراہ ہو جاتی ہیں اللہ انھیں تنگی دیتا ہے کہ وہ اپنی غلطیوں سے آگاہ ہو جائیں لیکن جب وہ اپنی حالت نہیں سدھارتیں تو پھر خوشحالی عطا کر دیتا ہے۔ یہ بھی اس لیے ہوتا ہے کہ انھیں اپنی گمراہی کا احساس ہو جائے لیکن جب وہ اس طرح بھی سیدھے راستے پر نہیں آتیں تو عذاب بھیج کر انھیں تباہ کر دیتا ہے۔ بتایا گیا ہے اگر وہ سیدھے راستے پر آ جائیں تو ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

نمبر ۱۰۰ سے ۱۰۸ میں یہ فرمایا گیا کہ ان کے بعد جو لوگ دنیا میں آتے ہیں وہ بھی سیدھے راستے پر نہیں چلتے اور ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے اللہ ان کے دلوں پر مہریں لگا دیتا ہے۔ یعنی وہ اچھائی اور برائی کا فرق سمجھنے ہی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس سے آگے حضرت موسیٰؑ کے فرعون کے دربار میں جا کر اسے سمجھانے اور اس کے برائی پر جمے رہنے کی بات شروع ہو جاتی ہے۔ فرمایا گیا فرعون کے سرداروں نے کہا اگر تم نبی ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ حضرت موسیٰؑ نے دو معجزے دکھائے۔ ایک یہ کہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ اژدھا بن گئی اور دوسرا یہ کہ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ چمکنے لگا۔ اب ان کم عقلوں نے یہ خیال کیا کہ یہ جادو ہے اور ملک کے بڑے جادوگروں کو بلا کر حضرت موسیٰؑ سے کہا ان سے مقابلہ کرو۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ اللہ کے حکم سے اژدہا بن گئی اور جادو کے اس سارے سامان کو نگل لیا جو جادوگروں نے بنایا تھا۔ یہ دیکھ کر جادوگر سمجھ گئے موسیٰؑ نے جو کچھ دکھایا ہے وہ جادو نہیں اور مسلمان ہو گئے۔ فرعون نے کہا میں مقابل سے تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا لیکن جادوگر ایمان پر قائم رہے۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے بارے میں فیصلہ کیا کہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیا کرو اور لڑکیوں کو زندہ رکھو۔ اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ اللہ نے فرعون کی قوم کو طوفان، ٹڈی دل، قحط، پیداوار میں کمی، سرسریوں، مینڈکوں اور خون برسنے کے عذاب دیے کہ وہ سیدھا راستہ اختیار کر لیں لیکن وہ نیک نہ بنے۔ ان کی حالت یہ رہی کہ جب کوئی عذاب آتا تو حضرت موسیٰؑ سے دعا کی درخواست کرتے۔ عذاب ٹل جاتا تو پھر ویسے ہی ہو جاتے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دے دی۔ ان کے لیے دریا میں راستہ بن گیا موسیٰؑ اور ان کے ہمراہی پار ہو گئے مگر فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی سرکشی اور گمراہی

کا حال ہے کہ انھوں نے حضرت موسیٰؑ کے حکم نہ مانے۔ سونے چاندی سے بنے ہوئے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پھر عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ ان میں سے صرف وہ محفوظ رہے جو نیکی کے راستے پر قائم رہے تھے۔ اس سلسلے کی آخری آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ قیامت تک یہودیوں کے پیچھے ایسے دشمن لگے رہیں گے جو انھیں دکھ دیں گے اور ذلیل کریں گے۔

سورہ الانفال کی آیات نمبر ۱ تا ۴۰ میں جہاد یعنی اللہ کے لیے کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان میں کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ انفال یعنی وہ مال اسباب جو جنگ میں کافروں سے حاصل ہوا اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ جنگ بدر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس جنگ میں خاص اللہ کی مہربانی سے تمھیں فتح حاصل ہوئی۔ اللہ نے کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور مسلمانوں پر غنودگی کی شکل میں بے خوفی طاری کی۔ اس کے علاوہ فرشتے مدد کرنے کے لیے بھیجے۔ اس جنگ میں مسلمان ۳۱۳ اور کافر ایک ہزار سے زیادہ تھے اور ان کے پاس جنگ کا ساز و سامان بھی اچھا تھا لیکن فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔

ان آیتوں میں جہاد جاری رکھنے کا حکم بھی دیا گیا ہے اور یاد دلایا گیا کہ کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قید کر دینے، جلاوطن کر دینے یا قتل کر دینے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن اللہ نے ان کی تدبیروں کو ناکام کر دیا۔ اپنے رسولؐ اور ان کے ساتھیوں کو اچھا ٹھکانا اور اچھا رزق دیا۔ کافروں سے کہا گیا ہے کہ اگر وہ گناہ کرنے چھوڑ دیں گے تو اللہ ان کے پہلے قصور معاف کر دے گا۔

ڈاکٹر سید حامد حسین
۵/سلور لائن اپارٹمنٹس، اے سیکٹر (بی۔ڈی۔اے)
کوہ فضا بھوپال ۴۶۲۰۰۱

(قسط نمبر ۱۴)

عقل کا امتحان

(مقابلہ کے امتحانوں میں دیے جانے والے سوالوں کے نمونے پر)

"پیام تعلیم" میں ہم نے "عقل کا امتحان" کے عنوان سے ایک سلسلہ پیش کیا جسے پڑھنے والوں نے بہت پسند کیا۔ ہمیں اس کا اطمینان ہے کہ ہم نے پڑھنے والوں میں ایسے سوالات میں دلچسپی پیدا کی جو انھیں مقابلے کے مختلف امتحانات کی تیاری میں مدد دے سکتے ہیں۔ بعض وجوہ سے اب ہم کو اس سلسلے کو روکنا پڑ رہا ہے۔ امید ہے کہ کچھ عرصے کے بعد ہم اس سلسلے کو نئے انداز سے شروع کر سکیں گے اور اس وقت ذہانت کی جانچ کے دوسرے طریقوں سے بھی ہم اپنے پڑھنے والوں کو واقف کریں گے۔

یہاں عقل کے امتحان کے لیے کچھ اور سوالات پیش ہیں۔ یہ سوالات بھی ایسے سوالوں کے نمونے پر ہیں جو مقابلے کے امتحانوں میں بعض اوقات پوچھے جاتے ہیں۔

سوالات

(۱) کسی چناؤ میں دو امیدوار ہیں۔ جیتنے والے امیدوار کو ہارنے والے امیدوار سے ۴۰ ووٹ زیادہ ملے۔ اگر کل سو ووٹ ڈالے گئے تو جیتنے والے امیدوار کو کتنے ووٹ ملے۔

(۲) ایک بس سلطان پور سے روانہ ہوئی۔ اس وقت اس میں جتنی عورتیں تھیں ان کی تعداد بس کے اندر موجود مردوں سے آدھی تھی۔ جب اگلے اسٹاپ پر بس رکی تو دس مرد اتر گئے اور پانچ عورتیں بس میں سوار ہوئیں۔ اب بس کے اندر عورتوں اور مردوں کی تعداد برابر ہو گئی۔ یہ بتائیے کہ جب بس سلطان پور سے چلی تھی تو بس میں کل کتنے مسافر تھے۔

(۳) کسی امتحان میں سو طالب علموں سے ۵۰ انگریزی میں اور ۳۰ ریاضی میں فیل ہو گئے۔ اگر ۱۲ طالب علم ایسے ہیں جو دونوں مضمونوں میں فیل ہوئے۔ تو دونوں مضمونوں میں پاس ہونے والے طالب علموں کی تعداد کیا ہے۔

(۴) ایک شخص اپنی بیوی سے عمر میں تین سال بڑا ہے۔ اور اپنے بیٹے کی عمر سے اِس کی عمر چار گنا ہے۔ اگر تین سال کے بعد بیٹے کی عمر ۱۵ سال ہو جائے گی تو ماں کی اس وقت کیا عمر ہے۔

(۵) ایک آدمی کے پاس ایک روپے، پانچ روپے اور دس روپے کے نوٹوں میں ۱۹۲ روپے ہیں۔ اگر اس کے پاس ہر قسم کے برابر برابر نوٹ ہیں تو اس کے پاس کل کتنے نوٹ ہیں۔

(۶) ایک نشانے باز کو ہر صحیح نشانے کے لیے ایک روپیہ ملتا ہے اور ہر غلط نشانے کے لیے ایک روپیہ کاٹا جاتا ہے۔ اس نے سو بار نشانہ لگایا اور اسے ۳۰ روپے ملے۔ اس نے کتنی بار صحیح نشانہ لگایا۔

(۷) ایک آدمی کے پاس دو برتن ہیں۔ ان میں سے ایک میں ۵۰ لیٹر دودھ ہے۔ دوسرا برتن خالی ہے۔ اس کو پہلے برتن میں سے ۱۸ لیٹر دودھ نکال کر خالی برتن میں ڈالنا ہے۔ اس کے پاس صرف دو ناپ ہیں۔ ایک دو لیٹر کا اور دوسرا پانچ لیٹر کا۔ یہ بتایئے کہ ۱۸ لیٹر دودھ خالی برتن میں بھرنے کے لیے اسے یہ دونوں ناپ کل کتنی بار استعمال کرنا پڑیں گے۔

(۸) ایک ہوٹل میں چھ مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔ الف۔ ب۔ ج۔ د۔ ہ۔ واؤ۔ الف اور ب دہلی سے آئے ہیں جب کہ باقی بنگلور کے ہیں۔ د اور واؤ لمبے قد کے ہیں جب کہ باقی چھوٹے قد کے ہیں۔ الف ۔ ج اور د لڑکیاں ہیں باقی لڑکے۔ بتایئے کہ بنگلور کی لمبی لڑکی کون ہے۔

(۹) ایک الیکشن میں چار امیدواروں کو کل ملا کر ۲۳،۹۶۸ ووٹ ملے۔ جیتنے والے امیدوار کو باقی تین امیدواروں سے ۱۰۲۶، ۲۸۲۲، ۶۳۲۸ ووٹ زیادہ حاصل ہوئے ۔ چاروں امیدواروں کو کتنے کتنے ووٹ ملے۔

(۱۰) ایک مزدور اگر کام پر آتا ہے تو اسے ۵ روپے مزدوری ملتی ہے لیکن اگر وہ غیر حاضر ہو جاتا ہے تو ٹھیکیدار اس پر ایک روپیہ جرمانہ کرتا ہے۔ اگر وہ چھ دن کے دو ہفتوں میں دس دن کام کرتا ہے تو اسے کل کتنی مزدوری ملے گی۔

(۱۱) ایک کلاس کے ۵۰ طالب علموں میں سے دس فٹ بال کھیلتے ہیں۔ لیکن کرکٹ نہیں۔ دس کرکٹ کھیلتے ہیں لیکن فٹ بال نہیں۔ ۱۵ نہ تو فٹ بال کھیلتے ہیں اور نہ کرکٹ۔ ایسے طالب علم کتنے ہیں جو دونوں کھیل کھیلتے ہیں۔

(۱۲) ایک دکان میں ایک الماری کے چھ خانوں پر الگ الگ قسم کا سامان رکھا گیا ہے۔ بسکٹ جس خانے پر رکھے گئے ہیں وہ ٹافیوں کے خانے کے اوپر اور آلو کے چپس کے خانے کے نیچے ہے۔ کیک والا خانہ سب سے نیچے ہے اور پیپر منٹ کی شیشیاں چاکلیٹوں کے خانے کے نیچے کے خانے پر رکھی گئی ہیں جب کہ اچار کی شیشیاں سب سے اوپر والے خانے پر ہیں۔ یہ بتایئے

کہ پیپر منٹ کی شیشیاں اوپر سے کون سے نمبر کے خانے پر رکھی گئی ہیں۔

(۱۳) اظہر اور سلمان دونوں ایک ہی ٹرین میں سفر کر رہے ہیں۔ اظہر کا ڈبہ ٹرین کے آخری سرے سے ۱۸واں ہے اور سلمان کا ڈبہ انجن کی طرف سے ۱۷واں ہے۔ ان دونوں کے درمیان ۸ ڈبے ہیں۔ ٹرین میں کل کتنے ڈبے ہیں۔

(۱۴) رضوان کیمسٹری یا ہندی نہیں پڑھاتا۔ سلیم کو کسی زبان سے کام نہیں۔ لئیق کوئی سائنس کا مضمون نہیں پڑھاتا۔ ارشد فزکس یا کیمسٹری نہیں پڑھاتا۔ لئیق ہندی نہیں پڑھاتا پڑھائی جانے والی زبانوں میں ایک اور زبان انگریزی ہے۔ بتایئے کہ رضوان اور لئیق کون کون سے مضمون پڑھاتے ہیں جب کہ ہر استاد صرف ایک مضمون پڑھاتا ہے۔

(۱۵) ۳۰ لڑکوں کے ایک کلاس میں سے ۱۵ ٹیبل ٹینس کھیل سکتے ہیں اور ۱۹ فٹ بال۔ ۲ لڑکے دونوں میں سے کوئی کھیل نہیں کھیلتے۔ یہ بتایئے کہ ایسے کتنے لڑکے ہیں جو ٹیبل ٹینس اور فٹ بال دونوں کھیل سکتے ہیں۔

جوابات

(۱) ۷۰۔ کل ۱۰۰ ووٹ پڑے۔ ان میں سے ۴۰ ووٹ تو صرف جیتنے والے امیدوار کو ملے۔ اب باقی ۶۰ ووٹ بچے۔ ان میں سے آدھے آدھے ووٹ دونوں امیدواروں کے ہیں یعنی ان ۶۰ ووٹوں میں سے ۳۰، ۳۰ ووٹ دونوں کو ملے۔ جیتنے والے کو کل ۴۰+۳۰=۷۰ ووٹ ملے۔

(۲) ہم یہ مانیں کہ سلطان پور سے چلتے وقت بس میں عورتوں کی تعداد "ع" تھی۔ مرد عورتوں سے دوگنے یعنی "۲ع" تھے۔ اگلے بس اسٹاپ پر مردوں کی تعداد "۲ع۔۱۰" رہ گئی کیونکہ دس مرد کم ہوگئے۔ عورتوں کی تعداد اس بس اسٹاپ پر بڑھ کر "ع+۵" ہو گئی۔

اب ۲ع۔۱۰ برابر ہے ع+۵ کے

یعنی ۲ع۔ع=۵+۱۰ =۱۵

سلطان پور سے چلتے وقت اس لیے ۱۵ عورتیں اور ۳۰ مرد تھے یعنی کل ۴۵ مسافر تھے۔

(۳) ۱۲ طالب علم انگریزی اور ریاضی دونوں میں فیل ہوئے۔

۵۰ طالب علم انگریزی میں فیل ہوئے۔ ان میں سے ۱۲ کم کر دیں تو ۳۸ طالب ایسے ہیں جو صرف انگریزی میں فیل ہوئے۔

۳۰ طالب علم ریاضی میں فیل ہوئے۔ ان میں سے دونوں مضمون میں فیل ہونے والے ۱۲ کم کر دیں تو ۱۸ طالب علم ایسے ہیں جو صرف ریاضی میں فیل ہوئے۔

اب دونوں مضمونوں میں فیل ہونے والے، صرف انگریزی میں فیل ہونے والے اور ریاضی

میں فیل ہونے والے طالب علموں کو جوڑ کر کل طالب علموں یعنی سو میں سے گھٹادیں تو ایسے طالب علم مل جائیں گے جو دونوں مضمونوں میں پاس ہو گیے۔

۱۲+۳۸+۱۸=۶۸ فیل ہونے والے طالب علم

۶۸۔۱۰۰=۳۲۔ دونوں مضمونوں میں پاس ہونے والے طالب علم

(۴) بیٹا تین سال کے بعد ۱۵ سال کا ہو جائے گا۔ یعنی اس کی موجودہ عمر ۱۲ سال ہے۔ باپ کی موجودہ عمر بیٹے کی عمر کی چار گنا یعنی ۲ ۴=۴۸ سال ہے۔ ماں تین سال چھوٹی ہے۔ یعنی ۳۔ ۴۸=۴۵۔ اس لیے ماں کی عمر ۴۵ سال ہے۔

(۵) اگر اس کے پاس ایک روپے، پانچ روپے اور دس روپے کا ایک ایک نوٹ ہوتا تو تین قسم کے نوٹوں کی کل قیمت (۱+۵+۱۰)=۱۶ روپے ہوتی۔ اس کے پاس ۱۹۲ روپے کے نوٹ ہیں۔ اگر ۱۹۲ کو ۱۶ سے تقسیم کریں تو ۱۲ ملے گا یعنی اس کے پاس ہر قسم کے ۱۲، ۱۲ نوٹ یعنی کل ۳۶ نوٹ ہیں۔

(۶) یہ دھیان میں رکھیے کہ جب وہ غلط نشانہ لگاتا ہے تو اسے دہرا نقصان ہوتا ہے یعنی ایک تو اسے صحیح نشانے نہ لگانے کی وجہ سے ایک روپیہ نہیں ملتا اور دوسرے غلطی کرنے کی وجہ سے ایک روپے کا اسے جرمانہ دینا پڑتا ہے۔ اس طرح غلط نشانے پر اسے دو روپے کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے جب کہ صحیح نشانہ لگانے پر اسے صرف ایک روپیہ ملتا ہے۔

اگر وہ سو نشانے صحیح لگاتا روا سے ۱۰۰ روپے ملتے۔

جب کہ اسے صرف ۳۰ روپے ملے۔

یعنی اسے (۳۰۔۱۰۰) =۷۰ روپے کا نقصان ہوا۔

یہ ۷۰ روپے کا نقصان ۳۵ غلط نشانوں کی وجہ سے ہوا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ۱۰۰ میں سے ۳۵ غلط نشانے لگانے پر ۶۵ صحیح نشانے لگائے۔

(۷) پہلے وہ پانچ لیٹر کے ناپ کو چار بار استعمال کر کے بیس لیٹر دودھ خالی برتن میں ڈالے گا۔ پھر وہ دو لیٹر کے ناپ سے بیس لیٹر میں دو لیٹر دودھ لے کر واپس بڑے برتن میں ڈال دے گا۔ اس طرح چھوٹے برتن میں ۱۸ لیٹر دودھ بچ جائے گا تو اس کو پانچ لیٹر کے ناپ کو چار بار اور دو لیٹر کے ناپ کو ایک بار استعمال کرنے کی ضرورت پڑے گی یعنی وہ دونوں ناپ کل ملا کر پانچ بار استعمال کرے گا۔

(۸) یہ سوال نقشہ بنا کر حل کریں۔

الف۔ب ۔ج۔ د۔ ہ۔ و
دہلی۔دہلی۔ بنگلور۔بنگلور۔بنگلور۔ بنگلور
چھوٹا۔ چھوٹا۔ چھوٹا۔لمبا۔ چھوٹا۔ لمبا
لڑکی۔لڑکا۔ لڑکی۔لڑکی۔ لڑکا ۔ لڑکا
اس کا مطلب یہ ہے کہ بنگلور کی لمبی لڑکی "د" ہے۔

(۹) ۲۳،۹۶۸+۱۰۲۶+۲۸۲۲+۶۴۲۸=۳۴،۲۴۴

۳۴،۲۴۴ کو چار سے تقسیم کریں تو ۸۵۶۱ حاصل ہوگا جو کہ جیتنے والے امید وار کو ملنے والے ووٹوں کی تعداد ہے۔باقی تین امیدواروں کے ووٹ اس طرح ہوں گے۔

۸۵۶۱_۱۰۲۶=۷۵۳۵

۸۵۶۱_۲۸۲۲=۵۷۳۹

۸۵۶۱_۶۴۲۸=۲۱۳۳

(۱۰) مزدور کو ۱۲ دن کام کرنا تھا۔اس نے دس دن کام کیا یعنی دو دن غیر حاضر رہا۔اس کے لیے اسے دو روپیہ جرمانہ ہوا۔دس دن کی مزدوری پچاس روپے ہوئی جس میں سے دو روپے جرمانے کے کٹ جانے کے بعد اسے ۴۸ روپے ملیں گے۔

(۱۱) صرف فٹ بال کھیلنے والے، صرف کرکٹ کھیلنے والے اور کوئی کھیل نہ کھیلنے والوں کی تعداد ۱۰+۱۰+۱۵=۳۵ ہے۔پچاس میں سے ۳۵ گھٹا کر ایسے طالب علموں کی تعداد نکل آئے گی جو دونوں کھیل کھیلتے ہیں۔

۵۰_۳۵=۱۵

(۱۲) سوال میں اوپر سے نیچے ترتیب اس طرح دی گئی ہے (۱) چپس۔بسکٹ۔چاکلیٹیں۔
(۲) چاکلیٹیں۔پیپر منٹ۔(۳) سب سے اوپر اچار اور سب سے نیچے کیک۔
اس طرح خانوں کی ترتیب اس طرح بنتی ہے۔
(۱) اچار (۲) چپس (۳) بسکٹ (۴) چاکلیٹیں (۵) پیپر منٹ (۶) کیک۔
چنانچہ پیپر منٹ اوپر سے پانچویں خانے میں ہے۔

(۱۳) ا۔ ☐ (ک) ☐ (۸ ڈبے) ☐ (ق)۔ا
(انجن) اظہر سلمان (آخری سرا)

اظہر (آخر سے ۱۸ واں۔یعنی اظہر کا ڈبہ + بیچ کے ۸ ڈبے اور باقی ۹ ڈبے جن کو "ق" نام دیتے ہیں۔

سلمان (انجن کی طرف سے ۷اواں۔ یعنی سلمان کا ڈبہ + بیچ کے ۸ ڈبے اور باقی ۸ ڈبے جن کو "ک" نام دیتے ہیں)

یعنی کل ڈبے ک = ک + اظہر کا ڈبہ + بیچ کے ۸ ڈبے + سلمان کا ڈبہ + ق

یعنی = ۸ ڈبے + ایک ڈبہ + ۸ ڈبے + ایک ڈبہ + ۹ ڈبے = ۲۷ ڈبے

(۱۴) اس سوال کو ٹیبل بنا کر حل کریں۔

	کیمسٹری	ہندی	فزکس	انگریزی
رضوان	×	×		
سلیم		×		×
ارشد	×		×	
لئق	×	×	×	

یہاں سب سے پہلے لئیق کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ جب باقی تین مضمون نہیں پڑھاتا تو وہ انگریزی پڑھائے گا۔ اب رضوان کیمسٹری اور ہندی تو پہلے ہی نہیں پڑھاتا اور انگریزی لئیق کا مضمون ہے اس لیے رضوان فزکس پڑھائے گا۔

(۱۵) مان لیجیے کہ ایسے لڑکے جو دونوں کھیل کھیل سکتے ہیں ان کی تعداد "ط" ہے۔ اب لڑکوں کی قسمیں اور ان کی تعداد یہ ہے۔

ایسے لڑکے جو دونوں کھیل کھیلتے ہیں = ط

ایسے لڑکے جو صرف فٹ بال کھیلتے ہیں = ط۔۱۹

ایسے لڑکے جو صرف ٹیبل ٹینس کھیلتے ہیں = ط۔۱۵

ایسے لڑکے جو دونوں کھیل نہیں کھیلتے = ٦

ان چاروں قسم کے لڑکوں کی تعداد جوڑیں تو پورے کلاس کے لڑکوں کی تعداد ہو گی

یعنی ۳۰ = ٦ + ط ۔ ۱۵ + ط ۔ ۱۹ + ط

یعنی ط = ۱۰۔ اس طرح دونوں کھیل کھیلنے والوں کی تعداد دس ہے۔

محمد ابراہیم

جیٹ انجن کس طرح کام کرتا ہے؟

جیٹ انجن کو سمجھنا بہت آسان ہے۔ بعض لوگ جیٹ انجن کو کئی منزلہ دباؤ والا محوری انجن سمجھتے ہیں جس کے ذریعہ سے دباؤ ڈال کر جیٹ انجن مستقل طور پر آگے بڑھتا رہتا ہے۔ لیکن اگر آپ میں سے کسی شخص کو بجھتی ہوئی آگ کو دوبارہ بھڑکانے کا اتفاق ہوا ہو تو سمجھیے کہ آپ نے آدھا جیٹ انجن ایجاد کر لیا ہے۔

جیٹ انجن کا بنیادی اصول دو پنکھوں پر مشتمل ہے۔ ان پنکھوں کو آپ بڑی چرخی (ٹربائن) سمجھ لیں جو ایک دوسرے سے ایک ہی دُھرے (SHAFT) سے منسلک ہیں۔ جس طرح کار میں دونوں پہیے ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں یہ ٹربائن ایک ایسی بڑی سی ٹیوب میں لگے ہوتے ہیں جہاں یہ بڑی آسانی سے گردش کر سکتے ہیں۔ ان دونوں بلیڈوں کے درمیان میں ایندھن کے باہر نکلنے کا سوراخ ہوتا ہے۔ جب جیٹ انجن چلتا ہے تو پنکھے ہوا کو اندر کھینچتے ہیں۔ یہ ہوا ایندھن کو بہت تیزی سے جلاتی ہے۔ ایندھن کو تیز ہوا لگنے کے باعث گرج اور تیز شعلے پیدا ہوتے ہیں۔ جب گرم گیسیں ٹیوب میں سے گزرتی ہیں تو وہ اندر آنے والی ہوا سے زیادہ تیزی سے دوسرے پنکھے کو حرکت دیتی ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں آگے والا پنکھا بہت زیادہ ہوا پھینکتا ہے جو ایندھن جلنے کے عمل کو تیز کر دیتا ہے اور پچھلے پنکھے کو مزید توانائی مسلسل پہنچتی رہتی ہے۔ جب ایک مرتبہ انجن چل پڑتا ہے تو پھر ایندھن کی مقدار میں کمی بیشی کر کے رفتار کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

جن لوگوں نے جیٹ انجن کا ڈیزائن تیار کیا تھا انھیں بہت سے فنی مسائل کا سامنا کرنا پڑا تھا جس کی وجہ سے جیٹ انجن کا ٹربائن یونٹ دو پنکھوں کی بہ نسبت بہت زیادہ پیچیدہ ہو گیا۔ جس رفتار سے ٹربائن حرکت کرتے ہیں ان کی تیز رفتاری کی وجہ سے بلیڈ میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور بلیڈ جلد ہی ناکارہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ بلیڈوں کو مخصوص دھات سے بنوایا گیا مثلاً ٹٹانیم (TITANIUM) یا انھیں کاربن کے ریشوں کے ذریعہ سے مزید طاقتور کیا گیا تاکہ ان میں یہ نقص نہ پیدا ہو۔ جیٹ انجن استعمال کرنے سے قبل ٹیسٹ کر لیے جاتے ہیں کہ استعمال کے دوران یہ ٹوٹ تو نہیں جائے گا۔ بعض اوقات ہوا تیزی سے اندر

کھنچنے کے باعث انجن میں کوئی پرندہ چلا جاتا ہے تو نہایت احتیاط سے بنے ہوئے پنکھوں کو نقصان سے بچانے کے لیے پہلے ہی احتیاطی انتظامات کر لیے جاتے ہیں۔ فضائی حکام نے دھات سے بنے ہوئے بلیڈوں کو ان کی نہایت تیز رفتاری کے باعث اپنا معیار بہت سخت رکھا ہے اور جیٹ انجن کی حفاظت کے پیش نظر صرف اس معیار پر پورا اترنے والوں کو ہی لائسنس جاری کیا جاتا ہے۔

ایک ٹربائن میں پنکھوں کی کئی قطاریں ہوتی ہیں۔ آگے لگی ہوئی ٹربائن میں پنکھوں کے پر یا بلیڈ بہت زیادہ احتیاط سے تیار کیے جاتے ہیں کیونکہ یہ بلیڈ دباو بڑھانے کے لیے ہوا کو پوری طاقت سے اندر کھینچتے ہیں۔ انجن کے جس خانے میں ایندھن بھرا جاتا ہے وہ خاص طور پر تیار کیا جاتا ہے تاکہ توانائی زیادہ سے زیادہ مقدار میں پیدا کی جاسکے۔ پچھلی ٹربائن جو ہوا کو آگے ڈھکیلتی ہے اس کو اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ وہ درجۂ حرارت اور دباو کو برداشت کر سکتی ہے۔

جدید انجن میں دباو ڈالنے والی ٹربائن یعنی کمپریشر کو دو مختلف یونٹوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ پہلے یونٹ میں انجن کے آگے پنکھوں کے بڑے بلیڈ استعمال کیے جاتے ہیں جو اندر آنے والی ہوا کو ابتدائی دباو فراہم کرتی ہے اور اس کے بعد ہوا دوسرے یونٹ میں چلی جاتی ہے جہاں اسے بہت زیادہ دباو کے ساتھ آگے بڑھایا جاتا ہے۔ یہ جیٹ انجن بہترین کارکردگی پیش کرتے ہیں۔ ان کی پرواز سے بہت کم شور پیدا ہوتا ہے، جب کہ ایک کمپریشر کے انجن میں بہت زیادہ شور ہوتا ہے۔ ان بڑے بڑے پنکھوں کی جسامت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ یہ چلتے ہیں تو ان کی رفتار ہوا سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے ان پنکھوں کا قطر دو فٹ ہوتا ہے اور ان کی اونچائی اتنی ہوتی ہے کہ ان کے اندر ایک جوان آدمی کھڑا ہو سکتا ہے۔ ان پنکھوں کے چلنے سے ایک مخصوص آواز پیدا ہوتی ہے جو گرج یا کڑک سے مشابہ ہوتی ہے لیکن یہ کانوں کو اتنی بری اور خوف ناک محسوس نہیں ہوتی ہے جو پرانے انجنوں کے شور سے ہوتی ہے لیکن ان پنکھوں کے بلیڈ پر تیز رفتاری کے باعث جو اثرات نمودار ہوتے ہیں وہ ابھی تک فنی ماہرین کے لیے مستقل مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔

جس طرح جیٹ انجن محض ایک سادہ اصول پر مبنی سائنس کی نہایت اعلا کارکردگی کا ثبوت ہے اسی طرح اب ایک نیا جیٹ انجن تیار کیا گیا ہے جسے ریم جیٹ کہا جاتا ہے۔ یہ بہت مختلف اور سادہ ہوتا ہے۔ ان میں ٹربائن کو قطعی استعمال نہیں کیا گیا ہے یعنی یہ انجن پنکھوں کے بغیر چلتا ہے۔ ریم جیٹ کو محض زمین سے بالائی فضا میں نہیں بھیجا جا سکتا

کیونکہ انھیں ایندھن جلانے کے عمل کے لیے اوپر سے آنے والی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کے انجن بنیادی طور پر ایک ٹیوب یا نلکی کی مانند ہوتے ہیں جو دونوں طرف سے نوکیلے اور مخروطی ہوتے ہیں۔ آگے سے آنے والی ہوا جلتے ہوئے ایندھن کو اوکسیجن فراہم کرتی ہے اور باہر خارج ہونے الی گیس انجن کے پچھلے حصے سے اتنے دباؤ کے ساتھ خارج ہوتی ہے کہ انجن کو آگے چلانے کے لیے طاقت فراہم ہو جاتی ہے۔ ریم جیٹ RAM JET بعض اوقات ملٹری کے تیز رفتار ہوائی جہازوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں جنھیں دوسرے جہاز کے اوپر سے فضا میں بھیجا جاتا ہے یا ہمارے روایتی جیٹ انجن کے ذریعہ سے فضا میں بلند کر دیا جاتا ہے۔ جیٹ انجن کو دوسرے جہاز پر سے فضا میں بھیجنے کے لیے دوسرے طیارے کی رفتار اتنی زیادہ ہونی چاہیے کہ جیٹ انجن اپنی طاقت سے کام لیتے ہوئے فضا میں پرواز کر جائے۔

جیٹ انجن کی ایک درمیانی قسم بھی ہے۔ اسے پلس جیٹ PULSE JET کہا جاتا ہے۔ یہ ریم جیٹ کی بہ نسبت سست رفتار ہے۔ یہ اتنی کم رفتار سے چلتا ہے کہ اس میں جلنے والی گیسیں باہر نکلنے کے لیے پچھلے راستے کے علاوہ اگلا راستہ بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ اس کے اگلے شٹر اس طرح بند کر دیے جاتے ہیں کہ وہ کھڑکی پر پڑے ہوئے اس پردے جیسے نظر آتے ہیں جسے گرد وغیرہ اندر داخل ہونے سے روکنے کے لیے دفتروں اور گھروں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جب جیٹ ہوا میں آگے کی جانب حرکت کرتا ہے تو شٹر کھل جاتے ہیں اور ہوا سیدھی اندر ایندھن کے خانے میں داخل ہوتی ہے اور ایندھن فوری طور پر جل اٹھتا ہے جس کے نتیجے میں دھماکا جیسا عمل رونما ہوتا ہے اور شٹر بند ہو جانے کی وجہ سے توانائی پچھلے حصے میں صرف ہونے کی وجہ سے جیٹ انجن آگے بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ شٹر بند ہو جانے کی وجہ سے جلتا ہوا ایندھن فوراً بجھ جاتا ہے کیونکہ ایندھن جلائے رکھنے کے لیے تازہ ہوا نہیں ملتی ہے۔ جوں ہی اندرونی خانے کا دباؤ کم ہوتا ہے، شٹر دوبارہ کھل جاتے ہیں اور تازہ ہوا اندر آنے لگتی ہے۔ تازہ ہوا ایندھن کو دوبارہ بھڑکا دیتی ہے۔ ایندھن بھڑکنے کے بعد شٹر دوبارہ بند ہو جاتے ہیں اور انجن کے پچھلے حصے سے توانائی کا اخراج عمل میں آتا ہے اور اس طرح یہ جیٹ انجن مسلسل حرکت کرتا رہتا ہے۔ ریم جیٹ کی مانند یہ انجن بھی اسی وقت اپنے طور پر چلنے کا آغاز کرتا ہے جب یہ ہوا میں پہلے ہی پرواز کر رہا ہو، لیکن ریم جیٹ کی طرح شٹر کے اصول کے باعث یہ اتنی زیادہ تیز رفتاری سے پرواز نہیں کر سکتا ہے، پلس جیٹ کا وسیع پیمانے پر استعمال دوسری جنگ عظیم کے دوران ہوا تھا جب جرمنوں نے "وی

اول "(VI) نامی بمباری جہاز میں اس کا استعمال کیا تھا۔ ان بمبار جہازوں میں کوئی پائلٹ نہیں ہوتا تھا۔ ان جہازوں کو کسی ڈھلوان سطح سے فضا میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ یہ جہاز بھاپ کی طاقت سے حرکت کرنے والے پسٹن سے چلتے تھے۔ ایندھن "گلو پلگ" کے ذریعہ سے جلایا جاتا تھا گلو پلگ (GLOW PLUG) دراصل تار کی کچھی (COIL) اور بیٹری پر مشتمل تھا۔ بیٹری سے منسلک کرنے کے بعد تار گرم اور سرخ ہو جاتا تھا اور ایندھن کو آگ لگ جاتی تھی۔ اس ہتھیار کو ڈھلوان سطح کے ذریعہ سے فضا میں بلند کر دیا جاتا تھا۔ اس قسم کے جیٹ انجن میں شٹر بہت جلدی ناکارہ ہو جاتے ہیں لیکن اس قسم کے چھوٹے بمبار جہاز کے لیے یہ شٹر بہت موزوں تھے۔

"وی اول" نامی جرمن طیارے کی تصویروں میں آگے کی جانب ایک چھوٹا سا پنکھا (PROPELLER) لگا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ طیارے کو مسلسل حرکت میں رکھنے کے علاوہ کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ یہ پنکھا بھاپ کے دباؤ سے چلتا تھا اور اس کا تعلق فاصلے کا شمار رکھنے والے نظام (DISTANCE MEASURING SYSTEM) سے تھا۔ مخصوص فاصلہ طے کرنے کے بعد ایندھن کا سلسلہ منقطع کر دیا جاتا تھا۔ پلس جیٹ کا ایندھن فوراً بجھ جاتا تھا۔ طیارہ اسی مقام پر رک جاتا تھا اور اس طرح وہ اپنے مقررہ ہدف پر گر کر تباہی پھیلا دیتا تھا۔

بعض لوگ آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب جیٹ انجن والا طیارہ فضا میں بلند ہوتا ہے تو کیا محض انجن سے خارج ہونے والی گیسیں اس قدر بھاری بھرکم طیارے کو زمین سے فضا میں بلند کر دیتی ہیں؟ طیارے کو زمین سے اٹھانا اور فضا میں بلند کرنے کا معاملہ مختلف ہے، لیکن جیٹ انجن ہوا کو پیچھے کی جانب ڈھکیل کر طیارے کو حرکت نہیں دیتا ہے بلکہ اس کا طریقہ کار مختلف ہے۔ اس کے برخلاف طیارہ اس دباؤ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی طاقت کے باعث آگے کی جانب حرکت کرتا ہے جو ایندھن جلنے کے عمل سے دباؤ کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ فرض کریں اگر ایندھن کے خانے میں ایندھن میں آگ لگنے کے بعد دباؤ کے باعث ایک ٹن طاقت پیدا ہو رہی ہے تو اس کے مخالف جانب عمل کرنے والی طاقت بھی عین اس طاقت کے مساوی ہوگی، لیکن جیٹ انجن کے آگے لگنے والی طاقت اس طاقت کے مساوی نہیں ہے جو اس کے پیچھے عمل کر رہی ہے کیونکہ پچھلا حصہ کھلا ہوا ہے اور گیسیں باہر خارج ہو سکتی ہیں۔ یہی وہ طاقت ہے جو جیٹ انجن کے طیارے کو آگے بڑھاتی ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ فضا میں خارج ہونے والی گیس کے دباؤ

سے "ڈھکیلنے والی طاقت" کے نتیجے میں طیارہ آگے کی جانب بڑھتا ہے۔ جیٹ انجن کی ایجاد اتنی آسان نہیں ہے جتنی عام طور پر آپ کو کہانیوں میں سنائی جاتی ہے۔ صرف سر فرینک وٹل (SIR FRANK WHITTLE) نے ہی پہلا جیٹ انجن نہیں بنایا تھا اور نہ ہی ان کا بنایا ہوا طیارہ اپنی نوعیت کا پہلا طیارہ تھا جسے پہلی مرتبہ فضا میں اڑایا گیا ہو۔ جیٹ انجن کے ڈیزائن کا پہلا خیال الیگزنڈریا کے ہیرو نے پیش کیا تھا جو ایک مشہور یونانی فلسفی تھا۔ اس کی درست تاریخ کے بارے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن تقریباً ۱۵۰عیسوی میں اس نے ایک ایسا کھلونا ایجاد کر لیا جو جیٹ کے اصول پر بھاپ سے چلتا ہے۔

جیٹ انجن میں ٹربائن کا تصور سب سے پہلے انگریز سائنسدان جون باربر نے ۱۷۹۱ء میں پیش کیا تھا۔ آج کے دور کی طرح چار پہیوں پر چلنے والے طیاروں کی مانند پہلا انجن فرانسیسی سائنس دان گلیمو (GUILLUAME) نے ۱۹۲۰ء میں تیار کر کے پیٹنٹ کرالیا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں حکومت برطانیہ کی فضائیہ کے انجینئر فارنبورو، اے آر گرفتھ FARN BO ROUGH A R GRIFFITH نے جیٹ انجن کے عملی ڈیزائن پر کام شروع کیا اور ۱۹۲۹ء میں وہ ایک ایسا کمپریشر ٹربائن یونٹ بنانے میں کامیاب ہو گیا جو بہترین کارکردگی کا حامل تھا۔

اسی دوران آر۔ اے۔ ایف کالج میں ایک زیر تربیت طالب علم کو ٹربائنوں سے دلچسپی ہو گئی۔ اس نوجوان کا نام فرینک وٹل تھا۔ اس نے ۱۹۲۹ء میں ایک ایسے جیٹ انجن کے لیے پیٹنٹ کے لیے درخواست پیش کی جسے گیس ٹربائن کے ذریعہ سے حرکت میں لایا جا سکتا ہو۔ اس نے تجارتی فرموں اور وزارت فضائیہ (AIR MINISTRY) کو اپنے خیال کا حامی بنانے کی سر توڑ کوشش کی، لیکن دونوں جانب سے کوئی مثبت جواب نہ ملا، چنانچہ ۱۹۳۵ء میں فرینک وٹل نے پیٹنٹ کے لیے دی ہوئی اپنی درخواست واپس لے لی۔

اسی اثنا میں جرمنی میں گوٹنگن (GOTTINGEN) یونی ورسٹی میں فضائی حرک (AERODYNAMICS) مضمون کے طالب علم ہانز ون اوہائن HANS VON OHAIN نے اسی پروگرام پر متوازی طور پر کام شروع کر دیا جس پر فرینک وٹل کام کر رہا تھا۔ اور ۱۹۳۴ء میں اس نے اسی قسم کا ایک جیٹ انجن پیٹنٹ کرالیا۔ دو سال کے بعد "جنکرز" (JUNKERS) کی ہوائی جہاز بنانے والی کمپنی نے اس جیٹ انجن کو گیس ٹربائن سے اپنے طور پر چلانے کے پروگرام پر عمل در آمد شروع کر دیا۔ ان کے بنائے ہوئے پہلے جیٹ انجن کی تاریخ ۱۹۳۸ء ہے۔

جب جرمنی میں جیٹ انجن بنانے پر کام کا آغاز ہوا تھا، اسی دوران فرینک وٹل کو بینکاری کرنے والے سرمایہ داروں کے ادارے کی جانب سے مالی وسائل فراہم کیے گئے اور ایک چھوٹی سی کمپنی قائم کی گئی جس کا نام پاور جیٹ لمیٹڈ (POWER JETS LTD) رکھا گیا۔ اس نے بالآخر اپریل ۱۹۳۷ء میں ایک جیٹ طیارہ بنا کر اس کا تجربہ کیا۔ یہ طیارہ بہت جلدی ٹوٹ جاتا تھا۔ اس کو سنبھالنا اور کنٹرول کرنا بھی بہت شوار تھا اس کے علاوہ جیٹ انجن میں سے خارج ہونے والے دباو اور درجہ حرارت کی مزاحمت یا دباد برداشت کرنے والے ایسے مادے یا دھاتوں کی بھی ضرورت تھی جس کے ذریعہ سے طیارے کی مرمت کا کام مکمل کیا جا سکے۔ دو سال تک کیے جانے والے کام کی معمولی حوصلہ افزائی کے بعد مزید کام روک دیا گیا کیونکہ رقم ختم ہو گئی تھی، پھر بھی جیٹ انجن کی تاریخ میں ان تجربات نے گراں قدر خدمت انجام دیں۔ اگرچہ فرینک وٹل کو ٹربائن کے ڈیزائن کے بارے میں کچھ بھی علم نہ تھا اور اس کے خیالات اور تصورات کو عالمی پیمانے پر "احمقانہ" قرار دیا گیا تھا اس نے ذہنی طور پر یہ بات قبول کر لی کہ ٹربائن کے بلیڈ بنانے کے بارے میں اس کے نظریات درست تسلیم نہیں کیے جارہے ہیں، لیکن آج اس کی انفرادی کوششوں نے ہمارے ٹربائن انجن کے ڈیزائن میں انقلاب برپا کر دیا ہے اگرچہ اس دور میں اس کی شدید مخالفت کی گئی تھی۔

۱۹۳۹ء کے اوائل میں مالی وسائل بہت کم رہ گئے تھے اور لوگوں میں یہ افواہ گردش کر رہی تھی کہ حکومت نے اس کام کے لیے جو محدود رقم مختص کی تھی وہ ختم ہونے والی ہے۔ اس وقت خفیہ ذرائع سے اطلاع ملی کہ جرمنی جیٹ انجن سے چلنے والے طیارے بنانے میں بہت جلد مہارت حاصل کر لے گا۔ ۱۹۳۹ء میں جرمنی کے فضائی تحقیقاتی ادارے نے بہت تیزی سے ریم جیٹ، پلس جیٹ اور جیٹ ٹربائن والے طیارے بنائے۔ اب برطانیہ نے جرمنی کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ اسی سال جون میں حکومت برطانیہ نے سائنسی تحقیقات کے سربراہ ڈاکٹر ڈیوڈ پائی سے جیٹ طیاروں کی کارکردگی جانچنے اور انھیں پرکھنے کی درخواست کی۔ وہ ان طیاروں سے مطمئن ہوا اور وعدہ کیا کہ وہ بہت جلد حکومت کی مالی مدد سے بڑے پیمانے پر یہ طیارے بنائے گا۔

صرف دو ماہ بعد اگست ۱۹۳۹ء میں تاریخ میں پہلی مرتبہ جیٹ طیارہ فضا میں بلند ہوا۔ اس کا ڈیزائن ہانز وَن اوہائن کے بنائے ہوئے ڈیزائن کے مطابق بنایا گیا تھا۔ بعد کے چند سالوں میں ناقص منصوبہ بندی اور متضاد قسم کے مشوروں کے نتیجے میں جرمنی کا جیٹ طیارہ

سازی کا منصوبہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ دنیا کے مختلف حصوں میں متعدد کمپنیاں اور بے شمار افراد جیٹ طیارے کے ڈیزائن پر کام کر رہے تھے اور ان میں سے اکثر کو ایک دوسرے کے بارے میں بھی علم نہ تھا۔ بالآخر ۱۹۴۴ء کے اواخر میں پہلا جیٹ لڑاکا طیارہ بنالیا گیا۔ اس کا نام ایم ای ۲۶۲ تھا۔ اسی دوران انگلینڈ میں مئی ۱۹۴۱ء میں پہلا گلوسٹر جیٹ لڑاکا طیارہ فضامیں بلند ہوا۔ لیکن دونوں جانب سے جیٹ طیارہ سازی کا کام اتنی تاخیر سے ہوا کہ جنگ عظیم پر اس کے خاطر خواہ نتائج مرتب نہیں ہوئے۔ یہ بات بڑی حیران کن ہے کہ دونوں ملکوں میں جیٹ انجنوں کی تیاری کا کام بیک وقت شروع ہوا۔ دونوں ملکوں میں جو افراد اس کی تیاری کا کام کر رہے تھے وہ طیارہ ساز کمپنیوں سے قطعی متعلق نہیں تھے اور اکثر افراد غیر تربیت یافتہ تھے۔ اگر یہ معاملہ ایسے لوگوں پر چھوڑ دیا جاتا جو اس کام میں ماہر تھے تو شاید جیٹ انجن بنانے کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا، کیونکہ جیٹ انجن بنانے کا نظریہ اور طریقہ کار طیارہ ساز کمپنیوں کے خیال میں "احمقانہ" تھا۔

خط و کتابت کرتے وقت مراسلہ صاف، خوش خط اور ایک سطر چھوڑ کر تحریر فرمائیں اور آخر میں اپنا خریداری نمبر لکھنا ہرگز نہیں بھولیں۔

(مراٹھی سے ترجمہ)
نارائن شرساڑے
معین الدین عثمانی
۲۶۴۔ شاہو نگر' جلگاؤں

نیکی کا بدلہ

بڑگانو نام کا ایک چھوٹا سا گانو تھا۔ اب گانو ہوا تو لوگ تو ہوں گے ہی ان کے لیے کھیت درخت جانور بھی ہونا چاہیے۔ مطلب اپنے ہی گانو کی طرح وہ ایک گانو تھا۔ پھر اس گانو میں ایسی کیا خاص بات تھی؟ اس گانو میں گوٹیا اور ''بارکیا'' نام کے دو سگے بھائی ایک دوسرے کے پڑوس میں رہا کرتے تھے۔ باپ کا انتقال ہو جانے سے زمین جائداد گھر وغیرہ کی تقسیم ہو گئی تھی۔ دونوں کی شادی بھی ہو گئی تھی اور وہ اپنے اپنے سنسار کی گاڑی کو کسی طرح کھینچ رہے تھے۔

گوٹیا بڑا تھا' اسے ہمیشہ دوسروں پر رشک کرنے کی عادت تھی۔ کوئی امیر ہوا تو وہ بھی امیر بننے کی خواہش کرتا تھا۔ ''بارکیا'' چھوٹا تھا' سنجیدہ تھا' دوسروں کی خدمت کرنے میں اسے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ چھوٹا ہوئے ہوتے بھی وہ بہت سی خوبیوں والا تھا۔ اس کی بیوی اس کے کاموں میں مدد کیا کرتی تھی۔

ایک دن صبح صبح اس کی بیوی نے کھانا باندھ کر اسے دیا۔ اور وہ گاڑی جوت کر کھیت کی طرف روانہ ہو گیا۔ دن بھر کھیت میں کام ختم کر کے اس نے تھوڑا بہت چارہ لیا اور گھر کی طرف روانہ ہوا۔ بیلوں کو گھر آنے کی جلدی تھی۔ ان کے گلے میں بندھی گھنٹیاں آواز کر رہی تھیں اور وہ ہاتھ میں رسی تھامے گنگناتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔

اچانک اس کی نظر درخت کے نیچے تڑپتے ہوئے ایک خرگوش پر گئی۔ خرگوش زخمی حالت میں پڑا تڑپ رہا تھا۔ خون کے لال دھبے اس کے جسم پر چمک رہے تھے۔

خرگوش نے کراہتے ہوئے آواز لگائی۔ ''کسان بھائی مجھے بچاؤ۔'' بارکیا' گاڑی روک کر خرگوش کے قریب گیا اور کہنے لگا۔ تمھاری یہ حالت

کس نے کی ہے۔ کس نے تمھیں زخمی کیا ہے؟

خرگوش نے کہا۔۔۔ جنگل میں شیر کی آواز سن کر خوف سے میں نے نیچے چھلانگ لگادی۔ نیچے نوک دار پتھر تھا جس کی وجہ سے میں زخمی ہو گیا۔ اب تو مجھ سے چلنا پھرنا مشکل ہے۔

کوئی بات نہیں۔ فکر مت کرو میں ہوں نہ یہاں۔'بار کیا' نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''بار کیا'' نے اس کے زخم صاف کیے اور پٹی باندھی' پھر ساتھ لے کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گھر آکر اس نے زخم دھو کر مرہم لگایا۔ تھوڑی دیر بعد اسے کھانا کھلا کر آرام کرنے کے لیے کہا۔

اب خرگوش خوشی خوشی اس کے گھر میں رہنے لگا۔ توتے میاں اور موتی سے اس کی دوستی ہو گئی تھی۔ چار پانچ دنوں میں اس کے زخم بھر گئے تو وہ گھر میں اچھلنے کودنے لگا۔

ایک دن خرگوش نے ''بار کیا'' سے کہا۔ کسان دادا۔ میں ٹھیک ہو گیا ہوں اب مجھے جانے کی اجازت دیجیے۔

اتنی جلدی جانا چاہتے ہو۔ کیا میرا گھر تمھیں پسند نہیں آیا؟ ''بار کیا'' نے سوال کیا۔

خرگوش نے جواب دیا۔ مجھے آپ کا گھر بے حد پسند آیا۔ اسی لیے میں آپ کو انعام دینا چاہتا ہوں۔ میں آپ کے کام سے بہت خوش ہوں۔ اس لیے آپ جو چاہیں مانگ سکتے ہیں۔

خرگوش جی اتنی سی تمھاری جان۔ تم بھلا مجھے کیا دے سکتے ہو ''بار کیا'' نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں چھوٹا ضرور ہوں مگر میرے کام بڑے ہیں۔ مجھ سے مانگ کر تو دیکھیے۔ خرگوش نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

خرگوش جی دیکھیے! میں کتنی محنت کرتا ہوں پھر بھی غریبی میں دن گزارنے پڑتے ہیں۔ کیا تم مجھے ہتھیلی بھر کے روپے دے سکتے ہو؟ ''بار کیا'' نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

خرگوش نے یہ سن کر جواب دیا۔ بس اتنی سی بات۔ اتنا ہی چاہیے؟ ہاں۔ زیادہ لے کر کیا کرنا ہے۔

خرگوش نے نعرہ لگایا اور ''یار کیا'' توتے اور موتی سے رخصت ہو کر جنگل کی طرف نکل گیا۔

اس دن کے بعد ''بار کیا'' کی حالت ایک دم بدل گئی۔ اس نے ایک بڑا گھر بنالیا۔ مزید کھیت لے لیے اور بیوی کے لیے بہت سارے زیور بھی بنا لیے۔

''بار کیا'' کی حالت میں اچانک تبدیلی کو گوٹیا نے محسوس کر لیا تھا۔ یہ کس طرح امیر بن گیا ہے۔ اس میں ضرور کوئی راز ہونا چاہیے۔ وہ اس پر شک کرنے لگا اور اس پر باریکی سے نظر رکھنے لگا۔ کافی عرصہ گزر گیا مگر پھر بھی گوٹیا کی سمجھ میں کچھ نہ آسکا۔ اس لیے خود جاکر اس سے مل کر حالات جاننے کا اس نے طے کیا۔

صبح ہی صبح وہ ''بار کیا'' کے گھر گیا۔ اتنی صبح گوٹیا کو دیکھ کر اسے تعجب بھی ہوا۔

گوٹیا نے ''بار کیا'' سے پوچھا۔ کیوں بھئی! میں بھی تمھاری طرح دن رات محنت کرتا ہوں پھر تم کیسے ایک دم امیر ہو گئے۔

میں امیر ہو گیا تو تمھیں اچھا نہیں لگ رہا ہے کیا؟ بار کیا نے کہا

ایسا ہوا کہ ایک دن میں کھیت سے کام کر کے گھر لوٹ رہا تھا۔ راستے میں مجھے ایک زخمی خرگوش نظر آیا۔ اسے گھر لاکر میں نے اس کی بہت خدمت کی۔ اس نے خوش ہو کر مجھے پتیلی بھر کے روپے دیے۔ اسی دن سے میں امیر ہو گیا ہوں۔

تو یہ بات ہے! میرا شک صحیح نکلا۔ گوٹیا نے تعجب سے کہا۔

مگر آپ کو خدمت کرنا آتا ہے کیا؟ بار کیا نے کہا۔

نہ آئے تو نہ صحیح مجھے تھوڑا ہی تمھاری طرح امیر بننا ہے۔ یہ کہہ کر گوٹیا گھر آگیا۔ بے چینی کے عالم میں اسے رات بھر نیند نہیں آئی۔ رہ رہ کر اسے ''بار کیا'' پر رشک آنے لگا۔

دوسرے دن سے وہ بھی اسی راستے سے کھیت آنے جانے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک مہینا گزر گیا مگر اسے کوئی زخمی جانور نظر نہیں آیا لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اور اسی راستے سے آنا جانا جاری رکھا۔

ایک دن شام میں واپسی کے وقت اسے درخت کے نیچے ایک زخمی شیر نظر آیا جو بری طرح سے پیروں کو جھٹک رہا تھا۔ شیر کو دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔ مدد کرنا چاہیے کہ نہیں وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ تبھی شیر نے کہا۔ کسان دادا۔ گھبرائیے مت۔ میں شیر ضرور ہوں مگر تمھیں کھاؤں گا

نہیں۔ میری مدد کرو۔

اس کی اس بات سے گوٹیا کی ہمت بندھی اور وہ شیر کے نزدیک گیا۔ اس نے شیر کے زخم صاف کیے۔ اور گاڑی میں بٹھا کر گھر لایا۔

شیر کو دیکھ کر اس کی بیوی گھبرا گئی۔

شیر سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے' اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بیوی کو حوصلہ دیا۔

گوٹیا نے ''بارکیا'' کے امیر ہونے کے راز کے بارے میں بیوی کو پہلے ہی بتا دیا تھا اس لیے وہ بھی روزانہ اپنے شوہر کا انتظار کیا کرتی تھی مگر گاڑی میں کسی کو نہ پاکر مایوس ہو جایا کرتی تھی۔ آج گاڑی میں شیر کو دیکھ کر خوش ہوئی۔ شوہر کے کاموں میں اس کی مدد کی۔ شیر کے زخم صاف کیے اور اس کی مرہم پٹی کروائی۔

دھیرے دھیرے شیر کا زخم بھرنے لگا۔ وہ اب اپنے طور پر چلنے لگا تھا۔ اس دوران گھر میں بلی اور مرغے سے اس کی دوستی ہو گئی۔ تینوں مل کر گپ شپ کرنے لگے تھے۔ انھیں دیکھ کر گوٹیا کو ''بارکیا'' کے خرگوش کی یاد آنے لگتی۔ اب موقع آنے والا ہے۔ گوٹیا دل ہی دل میں خوش ہونے لگا۔ امیر بننے میں اب صرف دو تین دن رہ گئے ہیں۔

کچھ ہی دنوں میں شیر بغیر کسی تکلیف کے گھومنے پھرنے لگا۔ گوٹیا اب شیر کے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ شیر نے بھی اسے زیادہ تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا اور کہنے لگا۔ کسان بھائی۔ اب میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔ مجھے اب بہت بھوک لگی ہے۔ کچھ کھانے کے لیے دیجیے نا؟

تمھیں کھانے کے لیے کیا دوں۔ گوٹیا نے پوچھا۔

تمھیں میری غذا معلوم ہے؟ وہی دیجیے۔ شیر نے جواب۔ گوٹیا نے شیر کے لیے کھانے کا انتظام کیا تو اس کے پورے پچاس روپے خرچ ہو گئے۔ اس پر بھی اس کی بھوک ختم نہ ہوئی تو شیر نے کہا۔ کسان بھائی میں جنگل جا کر آتا ہوں۔ شکار کیے بغیر میری بھوک مٹ نہیں سکتی۔

اس پر گوٹیا نے بھڑک کر کہا۔

واہ رے واہ! میں تمھیں جانے دوں اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔ تم جنگل گئے مطلب میرے ہاتھ سے گئے۔

اس کا کیا مطلب؟ شیر نے حیرت سے پوچھا۔ اب میں ٹھیک ہو گیا ہوں

اس لیے تمھیں تکلیف کیوں دوں؟

مجھے تکلیف ہوئی بھی تو کوئی بات نہیں مگر جانے سے پہلے مجھے خوش کر کے جاؤ۔ گوٹیا نے کہا۔

مگر کیوں' شیر نے کہا۔

ہم نے تمھاری جان بچائی ہے۔ دن رات تمھاری خدمت کی ہے۔ اس کے بدلے میں تحفہ نہیں دو گے کیا؟

تحفہ' میں کیسے دے سکتا ہوں۔

تمھیں کیسے بتاؤں۔ ''بار کیا'' ایک زخمی خرگوش کو گھر لایا تھا۔ اس کی خدمت کی۔ اتنے چھوٹے سے خرگوش نے اسے پتیلی بھر روپے دیے۔ تم سے تو مجھے زیادہ کی ہی امید ہے۔ احسان کا بدلہ چکائے بغیر میں تمھیں کیسے جانے دوں گا۔

مطلب تم نے میری خدمت کسی مقصد سے کی ہے۔ اب مجھے تمھاری نیت کا اندازہ ہوگیا۔ یہ کہتے ہوئے اب شیر دوسری حالت میں نمودار ہوگیا۔ اب اس کے سامنے ایک فرشتہ کھڑا تھا۔

یہ دیکھ کر گوٹیا شرمندہ ہوگیا اور معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا' سچ مچ میں نے پیسوں کے لالچ میں تمھاری خدمت کی تھی۔

تمھارا امتحان لینے کے لیے میں نے شیر کا روپ دھار لیا تھا۔ اس امتحان میں تم ناکام ہوگئے۔ ''بار کیا'' میرے امتحان میں کامیاب ہوا تھا۔ اس لیے میں نے اسے پتیلی بھر روپے دیے تھے۔ وہ لالچی نہیں ہے اور تم لالچی ہو۔ ہر ایک کو اپنی نیت کے مطابق ہی محنت کا پھل ملتا ہے۔ تم کبھی امیر نہیں ہو سکتے ہو۔ اتنا کہہ کر فرشتہ غائب ہوگیا۔

گوٹیا کو غمگین دیکھ کر اس کی بیوی کہنے لگی۔ جانے دیجیے ''بار کیا' کی وجہ سے آج ہمیں ایک فرشتہ کا دیدار ہوگیا۔ ہمیں اس واقعہ سے سبق لینا چاہیے۔ چلو ہم ان سے معافی طلب کرتے ہیں۔

بیگم نور الصباح

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں شہر دہلی میں رہتے تھے۔ وہ اپنے وقت کے مشہور صوفی اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ ان کے والد کا نام خواجہ کمال الدین احمد اوشی ہے جو "ماوراء النہر" کے قصبے اوش کے رہنے والے تھے۔ اسی قصبے میں خواجہ بختیار کاکیؒ پیدا ہوئے لیکن ابھی آپ کی عمر صرف ڈیڑھ سال کی ہی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی والدہ ایک نیک اور باعصمت خاتون تھیں، انھوں نے ہی آپ کی پرورش کی۔ وہ اپنے ہونہار بیٹے کو اس زمانے کے مطابق زیور تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتی تھیں مگر کوئی معاون ومددگار نہیں تھا لہٰذا ان نیک بی بی نے اپنے ایک مرد پڑوسی کو بلوایا جو بہت ہی دین دار اور پرہیز گار مشہور تھے۔ ان کے ہمراہ اپنے بیٹے کو کیا اور ساتھ ہی ایک طباق میں چھوہارے بھی دیے۔ اس وقت خواجہ بختیار کاکیؒ کی عمر مشکل سے پانچ سال ہو گی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے پڑوسی بزرگ سے کہا کہ میرے معصوم بچے کو کسی اچھے معلم کے سپرد کردیں تاکہ یہ کچھ علم دین حاصل کرلے۔ وہ اس بچے کو لے کر چلے ہی تھے کہ راستے میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ بزرگ نے ان سے بچے کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ایک اچھے خاندان کا بچہ ہے مگر اس کے والد کا انتقال ہو گیا ہے، بیوہ ماں نے مجھے بلا کر کہا ہے کہ اس کو کسی اچھے مکتب میں داخل کردو۔ بزرگ نے یہ سن کر فرمایا کہ تم یہ کام میرے سپرد کردو، میں اس کو ایک ایسے معلم کے حوالے کروں گا جس کے علم کے فیض اور برکت سے یہ بڑا صاحب کمال بن جائے گا۔ پڑوسی اس بات کو سن کر بہت ہی خوش ہوئے، اور بچے کو لے کر ان بزرگ کے ساتھ معلم کے گھر جانے پر راضی ہوگئے۔

غرض یہ دونوں قصبہ "اوش" کے ایک معلم ابو حفصؒ کے پاس گئے اور خواجہ بختیار کاکیؒ کو ان کے سپرد کردیا۔ ساتھ ہی ان بزرگ نے ابو حفصؒ کو ہدایت کی کہ یہ لڑکا اولیاء اللہ میں شمار ہوگا اس لیے آپ اس پر خاص شفقت فرمائیں اور اعلا تربیت دیں۔

جب یہ دونوں حضرات خواجہ کو چھوڑ کر چلے گئے تو معلم ابو حفصؒ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کون تھے جو تم کو اس مدرسے میں لائے تھے؟ خواجہ بختیارؒ نے کہا کہ میں ان کو بالکل نہیں جانتا' میری والدہ نے تو مجھے اپنے پڑوسی کے سپرد کیا تھا۔ یہ بزرگ راستے میں مل گئے اور مجھے آپ کی خدمت میں لے گئے۔

معلم ابو حفصؒ نے جب دیکھا کہ بچہ ان بزرگ کو نہیں جانتا تو انھوں نے بتایا کہ یہ بزرگ دراصل حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

اس کے بعد خواجہ بختیار کاکیؒ نے اپنے معلم سے علم حاصل کرنا شروع کر دیا اور عرصے تک قرآن شریف اور شریعت اسلام کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر انھوں نے اخلاق ظاہری اور باطنی کی تربیت کے ساتھ ساتھ علم طریقت سیکھنے کی سعادت بھی حاصل کی۔

کہا جاتا ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ کو بشارت ہوئی تھی کہ جلد جا کر قطب الدینؒ کو علم سکھاؤ' اس پر وہ حیران رہ گئے اور دریافت کیا کہ قطب الدین ہے کہاں! آواز آئی کہ "اوش" میں۔ اب آپ نے آنکھیں بند کیں اور چشم زدن میں "اوش" پہنچ گئے۔ وہاں کیا دیکھا کہ حضرت قطب الدینؒ موجود ہیں۔ قاضی صاحب نے تختی ان سے لے کر دریافت کیا کہ اس پر کیا لکھوں؟ فرمایا' لکھو "سبحان الذی اسری بعبدہ" پھر پوری آیت پڑھ دی۔ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ تو سولھویں پارے کی آیت ہے۔ اس پر حضرت قطب الدینؒ نے فرمایا۔ نہیں' میری والدہ کو صرف پندرہ پارے یاد ہیں' میں جب پیٹ میں تھا اس کو سن سن کر میں سیکھا کرتا تھا۔ قاضی صاحب نے کہا اچھا پڑھو تو آپ نے پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد صرف چار دن میں پورا قرآن ختم کر لیا۔ اس وجہ سے آپ کو مادر زاد ولی کہتے ہیں۔ مشہور ہے جب آپ پیدا ہوئے تھے تو سارا مکان ایک غیبی روشنی سے روشن ہو گیا تھا جس سے آپ کی والدہ صاحبہ قدرے خوف زدہ ہوئیں مگر رفتہ رفتہ وہ روشنی کم ہو گئی اور غیب سے آواز آئی کہ یہ روشنی جو تم نے دیکھی ہے اس سے ہم نے تمھارے بیٹے کے دل کو منور کر دیا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے تعارف

کچھ عرصے تک دینی علوم کی تحصیل کے بعد آپ بغداد تشریف لے گئے اور امام ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ سے ملاقات کی۔ اس وقت آپ کی صحبت میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ شیخ اوحد الدین کرمانیؒ ' شیخ

برہان الدین چشتیؒ، شیخ محمد اصفہانیؒ جیسے اولیائے کرام موجود تھے۔ حضرت بختیار کاکیؒ نے ان سب بزرگوں سے فیض روحانی حاصل کیا اور جب خواجہ معین الدینؒ چشتی نے انھیں ولایت پر فائز کیا اور خرقہ عطا فرمایا تو آپ کی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ قصبہ اوش ہی میں بیس سال کی عمر میں خواجہ معین الدینؒ چشتی کی صحبت میں حاضر ہوئے۔

رات دن آپ دو سو پچاس رکعت نماز ادا کرتے اور ہر رات حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح پر دو تین ہزار بار درود بھیجتے اور اوش قصبے کے لوگوں کو فیض پہنچاتے تھے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ سے روایت ہے کہ قصبہ اوش میں آپ کا ایک مرید تھا جس کا نام رئیس احمد تھا۔ وہ بہت پرہیز گار شخص تھا۔ اس نے ایک شب خواب دیکھا کہ ایک محل عالی شان ہے۔ بہت سے لوگوں کا اس کے پاس ہجوم ہے۔ نورانی شکل اور درمیانہ قد کے ایک بزرگ محل کے اندر سے آجا رہے ہیں۔ بار بار باہر کھڑے ہوئے لوگوں کا پیغام لے کر جاتے اور اندر سے جواب لے کر آتے ہیں۔ رئیس احمد نے ایک شخص سے دریافت کیا۔ یہ محل کن صاحب کا ہے اور یہ بزرگ کون ہیں۔ اس نے بتایا کہ محل میں حضرت محمد ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور یہ بزرگ عبداللہؓ بن مسعود ہیں کہ لوگوں کا پیغام لے کر جاتے ہیں اور جواب لاتے ہیں۔

یہ سنتے ہی رئیس احمد نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ میری طرف سے حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں عرض کیجیے کہ میں حضورؐ کے دیدار کا مشتاق ہوں' میرے لیے کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہؓ بن مسعود اندر جاکر جواب لائے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' ابھی تجھ میں ہمیں دیکھنے کی قابلیت نہیں ہے' تو جاکر ہمارا اسلام قطب الدین کو پہنچا اور یہ کہ وہ ہر شب ہمیں ایک تحفہ بھیجا کرتے تھے' کیا وجہ ہے کہ تین راتوں سے وہ تحفہ ہمیں نہیں ملا۔ رئیس احمد جیسے ہی خواب سے بیدار ہوا' خواجہ بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا۔

بات دراصل یہ تھی کہ آپ کی والدہ کو معلوم تھا کہ خواجہ "اوش" سے سفر کے لیے روانہ ہونے والے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے ایک قبول صورت لڑکی تلاش کر کے اس سے آپ کا نکاح کر دیا تھا۔ آپ تین رات سے اس خاتون کے ساتھ رہ رہے تھے اس وجہ سے درود شریف کا ورد نہ کر سکے تھے۔ رئیس احمد کا خواب سن کر آپ نے سوچا کہ مجھ

سے یہ خطا اس بیوی کے سبب سرزد ہوئی ہے چنانچہ آپ نے فوراً اس کو طلاق دے دی اور خود حضرت معین الدین چشتیؒ کی ملاقات کے لیے بغداد روانہ ہو گئے۔

وہاں آپ کی ملاقات شیخ جلال الدین تبریزیؒ سے بھی ہوئی جو خراسان سے بغداد آئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے چالیس روز تک روزانہ روحانی طریقے سے حضرت رسول کریمؐ کو یہ کہتے سنا کہ اے معین الدینؒ! قطب الدینؒ خدا کا دوست ہے اس کو تم اپنا خرقہ دے دو۔ چنانچہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنا خرقہ خواجہ بختیار کاکیؒ کو عطا فرمایا' شہر دہلی کی ولایت پر مامور کیا اور اس کے بعد خود بھی دہلی روانہ ہو گئے۔

حضرت بختیار کاکیؒ اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق دہلی روانہ ہوئے تو پہلے ملتان پہنچے۔ آپ کے ہمراہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ بھی تھے جو بعد میں آپ سے علاحدہ ہو کر دوسری جانب چلے گئے تھے۔ (جاری)

حیدر بیابانی
بسیرا۔ اچل پور سٹی

کلنڈر

دیوار پر لٹکتا یہ ڈولتا کلنڈر
ہے سال بھر کا ساتھی دن رات ڈولتا ہے
کاغذ کا یہ نجومی آگے کا حال جانے
ہوتا ہے سات دن کا ہفتہ بتا رہا ہے
اکتیس تیس دن کا ہوتا ہے اک مہینا
کیا جنوری میں ہوگا کر جائے کیا دسمبر
سردی پڑے گی کب سے گرمی کا کب گزر ہو
دیوالی عید ہولی آئیں گے کب محرم
تاریخ دن مہینہ سن کیا ہے وہ بتائے
یہ معلومات ساری دیوار کا کلنڈر

ہے بے زبان لیکن کچھ بولتا کلنڈر
بارہ مہینے سارے رازوں کو کھولتا ہے
ہر رات کی خبر دے ہر دن کی چال جانے
کب چاند رات ہوگی یہ بھی دکھا رہا ہے
یونہی چلائے جائے وہ سال بھر سفینہ
پہلے سے ہی بتائے وہ موسموں کے تیور
کب موسم بہاراں کا خوشنما سفر ہو
کس وقت خوب ہوگی برسات کی چھما چھم
تعطیل مدرسہ کی خوش خبریاں سنائے
رکھتا ہے سچ کے ان کاغذوں کے اندر

ڈاکٹر اعظم شاہ خاں
لیکچرر گورنمنٹ کالج۔ ٹونک



ہماری کہکشاں

کبھی آپ نے رات کے وقت آسمان کی طرف غور سے دیکھا ہو تو تاروں کے بیچ آپ کی نظر چاندی کی طرح چمکتی دودھیا رنگ کی ایک بڑی بدلی پر ضرور پڑی ہوگی جو شمال سے جنوب کی طرف پھیلی دکھائی دیتی ہے۔ یہ کہکشاں ہے جسے انگریزی میں 'MILKY WAY' اور ہندی میں ''آکاش گنگا'' کہا جاتا ہے۔

۱۶۰۹ء میں دوربین کی ایجاد ہوئی جس کی مدد سے گلیلیو نے آسمان کے ستاروں کو قریب سے دیکھا اور ''ملکی وے'' یعنی کہکشاں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد کہا کہ ''یہ دودھیا بدلی دراصل اَن گنت تاروں کے گچھے اور جھنڈ ہیں۔ میں اپنی دوربین اس کے جس حصّے پر بھی منعکس کرتا ہوں تو وہاں مجھے تاروں کی بڑی بھیڑ دکھائی دیتی ہے۔ ان تاروں میں کئی تو بہت بڑے اور چمک دار ہیں اور چھوٹے چھوٹے تارے تو اتنے ہیں کہ ان کی گنتی ناممکن ہے۔'' لیکن اس وقت کے لوگوں نے گلیلیو کی اس اہم سائنسی دریافت پر کوئی خاص توجہ نہیں دی اور اگلے دو سو سالوں تک کہکشاں کی حقیقت پر پردہ پڑا رہا۔

پچھلی صدی تک کہکشاں کے بارے میں صرف اتنا ہی کہا جا سکتا تھا کہ یہ آسمان میں تاروں کے درمیان ایک چمک دار بدلی ہے لیکن جب گلیلیو کی دریافت کو اہمیت دی گئی اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کی گئیں تو اس حقیقت پر سے پردہ اٹھا کہ نہ صرف ہماری زمین بلکہ کل نظام شمسی بھی اس کہکشاں کا ہی ایک معمولی سا حصّہ ہیں۔ پچھلے ساٹھ سالوں میں، کہکشاں کے بارے میں جاننے کے لیے کوششوں کا

ایک سلسلہ چلا۔ ریڈیو ترنگوں، بالا بنفشی ایکس اور گاما کرنوں کی مدد سے نہ صرف ہماری کہکشاں کے بارے میں بہت سی اہم معلومات فراہم کی جا سکیں بلکہ کائنات میں موجود اس طرح کی دوسری اربوں کی تعداد میں کہکشاؤں کی موجودگی کا بھی پتا چلا۔ پچھلے بیس سالوں میں خلائی جہازوں اور سیاروں کی مدد سے زمین سے کافی اوپر جاکر بہترین قسم کی دوربینوں کے ذریعہ کائنات کا بھرپور جائزہ لیا گیا جس کی بدولت آج ہم اپنی کہکشاں کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ کہکشاں جو ہمیں دکھائی دیتی ہے وہ اس کے صرف ایک حصے کی جھلک ہے۔ جس میں تقریباً دو سو ارب ستارے ایک بڑے جھرمٹ کی شکل میں موجود ہیں۔ پوری کہکشاں میں تو لاتعداد نیلے، پیلے، لال، سفید اور کالے تارے، گیس اور دھول کے بڑے بڑے بادل موجود ہیں جو آپس میں کشش ثقل کے اٹوٹ بندھنوں میں بندھے کائنات میں مستی سے رقصاں ہیں۔

کہکشاں کا وہ حصہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے اس میں موجود تاروں، گیس اور دھول کے بادلوں کی ترتیب کے بغور مطالعہ کے بعد پوری کہکشاں کی بناوٹ کے بارے میں جو قیاس آرائیاں کی گئیں اس کے نتیجے میں کہکشاں کی جو تصویر ابھر کر سامنے آئی اس کے مطابق اگر ہم اپنی پڑوسی کہکشاں ''انڈرومیرا'' پر ایک بڑا آئینہ نصب کر دیں اور اس آئینے پر ہماری کہکشاں کا جو عکس دکھائی دے، اس کو زمین پر سے دیکھیں تو یہ کانچ کے ایک بڑے کٹورے کی شکل کی دکھائی دے گی جس کے گھیرے میں ایک بہت بڑا خلا ہے۔ اس خلاء میں دور دور تک کروڑوں کی تعداد میں چمک دار لال، پیلے، نیلے، سفید اور کالے ستارے اور ان کے جھنڈ موجود ہیں۔ اس کٹورے کے بیچوں بیچ تیز چکاچوند کرنے والی روشنی کی چاندی کی سی بڑی تھالی ہے۔ اس تھالی کی موٹائی کناروں پر کچھ پتلی ہے۔ اس تھالی میں تاروں اور ان کے گچھوں کی آبادی قدرے زیادہ ہے۔ اس چمچماتی تھالی کے بیچ کے حصے میں ایک اوندھی پڑی سونے کی کٹوری کا سا منظر دکھائی دیتا ہے جس میں سے تیز چمک دار نیلی روشنی نکلتی دکھائی دیتی ہے۔ ہماری کہکشاں کا قطر تقریباً ایک لاکھ نوری سال ہے۔ یعنی اس کے ایک سرے سے روشنی کو چل کر دوسرے سرے تک پہنچنے میں تقریباً ایک لاکھ سال کا وقت لگ جاتا ہے۔ یہاں یہ بات

واضح کر دینا ضروری ہے کہ روشنی کی رفتار تین لاکھ کلو میٹر فی سیکنڈ ہے اور ایک نوری سال میں روشنی نو لاکھ کروڑ کلو میٹر چلتی ہے۔ کہکشاں کے تھالی جیسے حصّے کا قطر ۸۰ ہزار نوری سال ہے اور اس کی اوسط موٹائی دو ہزار نوری سال ہے۔ سورج اور نظام شمسی کی حیثیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مرکز سے اگر اس کو تلاش کرنے کی کوشش کی جائے تو باوجود لاکھ کوششوں کے یہ تقریباً نظر ہی نہیں آئے گا۔

اگر کہکشاں کا نظارہ اس کے اوپر جاکر کچھ فاصلے سے کیا جائے تو یہ ہمیں ایک جلیبی کی شکل کی دکھائی دے گی جس میں ستارے، گیس اور دھول کے بادل متحد المرکز دائروں کی شکل میں مرتب دکھائی دیں گے اور پوری کہکشاں اپنے مرکز کے گرد گھومتی چمک دار چکری کی طرح نظر آئے گی۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ دیوالی پر چلائی جانے والی چکری کو اپنے مرکز کا ایک چکر لگانے میں ایک سیکنڈ کا پچاسواں حصہ لگتا ہے جبکہ کہکشاں کو ۲۵ کروڑ سال۔

اب آئیے کہکشاں کے اندر داخل ہو کر وہاں کے نظاروں کا لطف لیں۔ جیسے ہی ہم اس کے اندر داخل ہوں گے تو ہمارے اغل بغل سے اَن گنت چمک دار تارے مانو تیز دھاروں میں بہتے ہوئے نظر آئیں گے۔ کئی تارے صابن کے بلبلوں کی طرح لمحہ بھر میں پھوٹتے ہوئے نظر آئیں گے۔ کئی اتنے بڑے دکھائی دیں گے کہ ان میں لاکھوں سورج یا کھربوں زمینیں سما جائیں۔ ممکن ہے یہ اربوں سال بوڑھے ستارے ہوں۔ کئی اتنے چھوٹے کہ دہلی کا رقبہ ان سے بڑا ہے لیکن فولاد سے بھی کھربوں گنا سخت۔ کئی ستارے ہمارے سورج کی طرح اکیلے دکھائی دیں گے لیکن زیادہ تر تارے جوڑوں میں دکھائی دیں گے۔ ان میں کئی تو اتنے قریب کہ آپس میں تقریباً ایک دوسرے کو چھوتے ہوئے، مانو ایک کی مٹی دوسرے میں چھلک کر جا گرے۔ کئی آپس میں اتنے دور جیسے سورج سے مشتری یعنی ۷۳ کروڑ کلو میٹر کے فاصلے پر۔ کئی جگہ ستارے درجنوں، سیکڑوں، ہزاروں یا لاکھوں کی تعداد میں ٹولیاں بنا کر ایک ساتھ گھومتے نظر آئیں گے۔ کئی تارے ''سوپر نووا'' بننے کی وجہ سے اتنے چمک دار ہیں کہ پوری کہکشاں کو ہی منور

کیے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس کئی تارے اپنی روشنی ختم کر چکنے کی وجہ سے کالے پڑ گئے ہیں اس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں قریب سے بھی نظر آئیں۔ کئی تاروں کی روشنی ایک جیسی نظر آئے گی اور کئی کی کم اور زیادہ ہوتی دکھائی دے گی۔

تاروں کی عمر کا اندازہ ان کی روشنی کے رنگ سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ نیلے تارے اکثر زیادہ چمک دار اور نوجوان ہوتے ہیں۔ جو پیلے ہیں وہ اپنی آدھی عمر پوری کر چکے ہیں۔ جو لال ہیں ان کو تو بوڑھا ہی سمجھو۔ جو تارے چھوٹے، سفید یا کالے پڑ گئے ہیں سمجھ لو وہ تو اپنی زندگی کے آخری دن گن رہے ہیں۔ کئی تاروں میں روشنی نہیں اس وجہ سے وہ ہمیں دکھائی تو نہیں دیتے لیکن اپنی موجودگی کو اپنے ذریعہ خارج کی گئی ایکس کرنوں یا ریڈیو ترنگوں کے ذریعہ درج کراتے ہیں۔

چونکہ کہکشاں کے بیشتر تارے ہم سے اتنے فاصلے پر ہیں کہ ان کی روشنی کو ہم تک پہنچنے میں لاکھوں سال تک لگ جاتے ہیں۔ ایسے میں کوئی یہ سوال کر سکتا ہے کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس درمیان ہماری کہکشاں کا وجود ہی ختم ہو گیا ہو لیکن ہم گارنٹی سے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری کہکشاں کا وجود آج بھی قائم ہے کیونکہ اگر کہکشاں ختم ہو گئی ہوتی تو ہمارا وجود کس طرح ممکن تھا؟

تجمل حسین خان
پرتاپ کھنڈ۔ وشواکرما نگر
دویک وہار دہلی ۹۵

حج

اسلام توحید خالص کا دین ہے۔ اسلام کے چار بنیادی ارکان میں سے حج ایک اہم رکن ہے۔ قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ ہے۔

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو۔ لوگ تمھارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی تاکہ اپنے فوائد کے لیے آپ موجود ہوں اور تاکہ ایام علوم میں اللہ کا نام لیں اور ان چوپاؤں پر جو تم کو اللہ نے عطا کیے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے حج کو عشق کی تسکین کے لیے فرض قرار دیا ہے۔ اس کا بڑا اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ ملت حنفی کے امام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تجدید تعلق کیا جائے۔ ان کی میراث کی حفاظت کی جائے۔ ان کی زندگی اپنے سامنے رکھ کر اپنی زندگی کا موازنہ کیا جائے۔ مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لیا جائے اور ان کی زندگی میں غلطیاں، فساد اور تحریف نظر آئے تو اس کو دور کیا جائے اور اس کے اصل سرچشمہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لیے حج ایک قسم کا سالانہ اجتماع ہے جس کے ذریعہ مسلمان اپنے اعمال اور اپنی زندگی کا احتساب و تجزیہ کرسکتے ہیں اور ان قوموں اور سوسائٹیوں کے اثرات سے چھٹکارا پا سکتے ہیں جن کے بیچ میں وہ رہتی ہے۔ حج جدوجہد، کتاب انسانیت کا نیا روشن اور تابناک عنوان ہے۔ عہد اسلامی اور رسالت محمدیؐ کے دور میں حج بیت اللہ ارشاد روحانیت وللٰہیت، دل کی غذا، اور طمانیت کا ایک مستقل اور ابدی مرکز بن گیا۔ جہاں مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں روح، دل کو غذا اور قوت پہنچائی جاتی ہے۔ دل کے سرد خانے کو پھر سے گرم اور روشن کیا جاتا ہے۔ گویا اس کے استعمال شدہ سیلز کی جگہ نئے اور طاقتور سیلز لگائے جاتے ہیں۔ پوری امت جہاں سے دینی پیغام حاصل کرتی ہے۔ سارا عالم اسلام ہر سال یہاں جمع ہو کر اپنی محبت، اطاعت اور تسلیم وانقیاد کا خراج ادا کرتا ہے۔ اگرچہ پورا عالم اسلام منتشر اور اپنے مسائل اور مطالبات میں منہمک ہے۔ مسلمان مختلف نسلوں اور قوموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مختلف

تہذیبوں اور ثقافتوں سے وابستہ ہیں تاہم ایک خاص نقطہ پر پہنچ کر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔

پس حج ملت کا ایسا سالانہ اجتماع ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ ایک ایسی پریڈ ہے جس کا ملت اسلامی کی سچائی و پاکیزگی اور اصلی و حقیقی بنیادوں کی حفاظت میں بڑا اہم حصہ ہے۔ اس اجتماع سے جو مدد ملتی ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں ملتی۔ اس کے مخصوص اعمال و مناسک کی بدولت عظیم اور لافانی امت، ابراہیمی ذوق مزاج کی اب بھی حامل ہے۔ جس کو ہم پُر سوز و درد مند، مومنانہ و عاشقانہ، مخلص و یکسو حج جیسے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے حج ایک ایسے زندہ طاقت ور اور دھڑکتے ہوئے دل کی طرح ہے جو اس ملت کی رگوں میں برابر تازہ خون تقسیم کرتا رہتا ہے۔ اس کے ذریعے یہ امت اپنی دینی و عقلی ثقافتی وحدت کی بخوبی حفاظت کر سکتی ہے۔ اس علاقائیت اور قومیت کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتی ہے جو ابراہیمیؑ وحدت اور اسلامی و محمدیؐ رنگ و ملک کی حریف ہے اور اس نے گزشتہ مذاہب اور مذہبی اقوام کو بھی سخت نقصان پہنچایا ہے۔

حج بین اقوامی ہدایت و رہنمائی کا ابدی مرکز اسلامی و انسانی قوت اور عالمی برادری کا مظاہر ہے۔ حج میں اس کے علاوہ بھی بہت سے فواید و منافع ہیں جن میں بہت سی باتوں سے ہم واقف ہیں اور بہت سی باتوں سے ناواقف۔ اس طرح حج مسلمانوں کا مذہبی جشن ہے جس میں اسلام کی شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ اسلام کی قوتیں مجتمع ہوتی ہیں اور مسلمان ملت کا نام روشن ہوتا ہے۔

مشتاق مومن

حکایت مفید

ایک شخص گھوڑے پر سوار کہیں جارہا تھا راستے میں اسے ایک شخص ملا جس نے دریافت کیا کہ بوریوں میں کیا بھرا ہے؟

سوار نے جواب دیا۔

"ایک بوری میں گیہوں ہے اور دوسری طرف کی بوری میں وزن برابر کرنے کے لیے ریت بھرا ہے۔

اس شخص نے کہا کہ اگر گیہوں کو ہی دونوں طرف تقسیم کر کے ہم وزن لادا جاتا تو اس قدر زائد وزن سے گھوڑے کو اور اس قدر غیر ضروری محنت سے آپ کو نجات ملتی۔

سوار نے پوچھا۔ "واقعی یہ تدبیر تو تم نے بہت اچھی بتائی۔

لیکن یہ تو بتایئے کہ اس قدر عقل کی موجودگی میں آپ پیدل کیوں جاتے ہیں۔

اس شخص نے کہا کہ "یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔"

سوار نے جواب دیا۔

ایسی عقل کو آپ اپنے پاس ہی رکھیے جو آپ کو پیدل چلا رہی ہے کہیں اس کا سایہ مجھ پر نہ پڑ جائے۔ مجھ کو میری بیوقوفی مبارک ہے جس نے مجھے گھوڑے پر سوار کر رکھا ہے۔

نتیجہ: خوش قسمتی کا عقل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆ یہ ایک مشہور مثال ہے کہ "الوقت من ذھب یعنی وقت ایک سونا ہے۔

انبیائے کرام بھی نصیحت کیا کرتے ہیں کہ وقت سے ہوشیار ہو۔

وقت کی خبر رکھو۔

وقت کو برباد نہ کرو۔ وقت کو غیر مفید باتوں میں صرف نہ کرو۔

☆ اے عزیز، یہ دنیا بھی ایک کُتّے کی دم ہے۔ کوئی ہزار کوشش کرے یہ کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔

حضرت انسان نے بہت کچھ تدبیریں اس کے سیدھا کرنے کی کیں۔

شفا خانے بنوائے لیکن مریض اسی طرح مرتے رہے۔

مکتب اور مدرسے لوگوں کی تعلیم واصلاح اخلاق کے لیے جاری کیے لیکن گناہ گاریاں اور بدکاریاں اسی طرح جاری رہیں۔

عدالت اور کچہریاں جاری کی گئیں لیکن جرائم، ظلم و ستم، قتل و غارت، لوٹ مار اور جبر و تشدد میں اضافہ ہو تا رہا۔

☆ انسان کی کل خوشیوں کا خون کرنے والی ایک مفلسی ہے۔

یہ کمبخت اسے کسی کار خیر میں حصہ لینے کے قابل نہیں چھوڑتی بلکہ اسے گناہوں اور عیب پر مجبور کرتی ہے۔

یہ عیب ہیں۔(۱) عہد بد (۲) جھوٹ (۳) دغابازی (۴) فریب

اقوال زرّیں

ہماری دعائیں بے اثر کیوں؟

☆لوگوں نے مشہور بزرگ حضرت ابراہیم بن ادھم بلخی رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔

آپ نے ارشاد فرمایا دس چیزوں کی وجہ سے تمھارے دل مردہ ہوگئے ہیں۔

☆تم نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہ کیا۔

☆اللہ کے پاک کلام (قرآن) کی تلاوت کی مگر اس پر عمل نہیں کیا۔

☆ابلیس (شیطان) سے دشمنی کا دعوا کیا مگر ہمیشہ اس کے ساتھ دوستی قایم رکھی۔

☆محبت رسول کا تم نے دعوا کیا مگر آپ کے طریقے اور سنت پر کبھی عمل نہیں کیا۔

☆جنت میں جانے کی خواہش تو کی لیکن حصول جنت کے لیے اچھے عمل نہیں کیے۔

☆دوزخ سے خوف کا دعوا کیا لیکن گناہوں سے باز نہ رہے۔

☆موت کے برحق ہونے کا اعلان کرتے رہے لیکن اس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

☆ہمیشہ دوسرے کے عیب تلاش کرتے رہے مگر اپنے عیوب پر کبھی نظر نہیں کی۔

☆اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے رہے مگر اس کی شکر گزاری کبھی نہیں کی۔

☆روز اپنی میتوں کو دفن کرتے رہے مگر ان کے احوال سے عبرت حاصل نہیں کی۔ پس ان حالات میں تمھاری دعائیں کیسے قبول ہو سکتی ہیں۔

☆اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ان کی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆حدیث شریف کا مرقوم ہے کہ

محمد اسعد مولوی ریاض احمد مئو ناتھ بھنجن

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کئی دفعہ بازار گئے اور پھر چلے آئے۔ لوگ ان سے دریافت کرتے کہ حضرت آپ بازار جاتے ہیں اور بازار سے کچھ بھی نہیں لاتے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں کتنے آدمیوں کو سلام کرتا ہوں اور سلام کرنے سے بھی آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

☆دولت سے ہم عینک خرید سکتے ہیں

محمد سراج عالم مدرسہ احمدیہ ابا بکرپور ویشالی

مگر نظر نہیں۔

☆دولت سے ہم نرم گدے اور بستر خرید سکتے ہیں مگر میٹھی نیند نہیں۔

☆دولت سے ہم کتابیں خرید سکتے ہیں مگر علم نہیں۔

☆جھوٹ ایسا دھوکہ ہے جس سے تمام

آمنہ تبسم ایم۔ کے بلڈنگ امرت نگر۔ تھانہ

رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔

☆جھوٹ ایسی دیمک ہے جو انسان کی سچائی کو چاٹ جاتی ہے۔

☆ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے سو سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

عبد الرحمٰن دیگلورنا کہ۔ناندیز(مہاراشٹر)

☆بے ادبی کرنے سے بد نصیبی آتی ہے۔

☆مصیبت و تکلیف کے وقت صبر کرنے سے راحت آتی ہے۔

☆بڑوں کی صحبت میں بیٹھنے سے عقل آتی ہے۔

☆علم انسان کی تیسری آنکھ ہے۔

قمر الزماں محمد نعیم خان مصرویو بڑھنی یو۔پی

☆آج کا کام کل پر نہ ٹالو۔

☆علم لازوال دولت ہے۔

☆زندگی گزارنے کے لیے تعلیم بے حد ضروری ہے۔

مرزا عظمت بیگ ناندورہ

☆تعلیم پر خلوص نیکی کے ذریعہ شادمانی کا حصول ہے(ارسطو)

☆تعلیم کا مقصد مثالی انسان کی تکمیل ہے(پیسن)

☆تعلیم سے مراد ہے شعوری یا ارادی ارتقاء(ڈیوڈسن)

☆تعلیم ایک ہنر ہے جس سے ماہرین خصوصی نہیں بلکہ انسان بنائے جاتے ہیں۔(مانٹین)

☆تعلیم کا مقصد علم سے بہرہ ور ہونا ہی نہیں ہے بلکہ قوت کی تربیت کرنا ہے۔(آرکٹ)

☆میں پیام تعلیم کئی سال سے پڑھ رہا

کھتری محمدؐ فاروق کھتری کالونی کھنڈوہ

ہوں بلکہ میں کیا میرے والد صاحب بھی اس کو اپنے بچپن سے پڑھتے چلے آرہے ہیں۔اس بار میں جوں ہی نیا پیام تعلیم لے کر آیا تو میرے دل میں بھی خواہش جاگی کہ میں بھی اس عظیم اور دلچسپ رسالے میں حصہ ہو۔میری خدا سے دعا ہے کہ ہمارے پیارے پیارے رسالے پیام تعلیم کو دن بہ دن ترقی حاصل ہو اور یہ حاسدوں کی نگاہوں سے بچا رہے۔میں پیام تعلیم کا ہر ورق بڑے

دلچسپ انداز سے پڑھتا ہوں میں نے تو یہ پیام تعلیم اپنے اسکول کے بچوں کو دکھایا تو انھیں بہت پسند آیا۔

ضیاء الحسن۔ نزد گڈلک لیکری۔ علی گڑھ

قرآنی معلومات

☆ قرآن مجید کے سب سے پہلے حافظ حضرت عثمان غنیؓ تھے۔
☆ قرآن مجید میں سب سے زیادہ نام حضرت موسیٰ کا (۱۰۷) جگہ آیا ہے۔
☆ قرآن مجید میں سرکار دو عالمؐ کا ذکر انتیس ناموں سے آیا ہے۔

معراج احمد گوپال گنجوی مبارکپور

☆ جب سلام کرو تو مصافحہ بھی کیا کرو کیونکہ اس سے دلوں کی دشمنی دور ہوتی ہے۔
☆ ناکامیوں سے کامیابی کی راہ کھل سکتی ہے۔
☆ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ عقل و عدل پر مبنی ہوتا ہے اس لیے حرف شکایت کبھی لب پر نہ لائیے۔
☆ جن کے پاس نیک خیالات ہوتے ہیں وہ کبھی بھی تنہا نہیں ہوتے۔

محمد اصغر علی صدیقی اشرفی نگر ساؤتھ بازار ارنڈال

☆ علم انسانی ترقی کا زینہ ہے۔
☆ علم کی تحقیق میں بحث کرنا جہاد ہے۔
☆ علم جائز اور نا جائز کو پہچاننے کی علامت ہے۔
☆ علم کے بغیر کوئی خدا کو نہیں پہچان سکتا۔

صبا احتشام فاروق اسکول جوگیشوری۔ ممبئ

☆ سب سے بڑا بہادر بدلہ نہ لینے والا۔
☆ سب سے اچھی خیرات معاف کر دینا۔
☆ تواضع سے درجہ بلند ہوتا ہے۔
تدبیر جیسی کوئی دانائی نہیں۔

پرویز احمد اے ایس عربک کالج دربھنگہ

☆ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول مقبولؐ نے فرمایا، جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہے مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (بخاری)
☆ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے تمام احکام میں نرمی کو زیادہ پسند فرماتا ہے (بخاری)
☆ حضرت عمران ابن حصینؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ حیا ہمیشہ باعث خیر ہوا کرتی ہے۔

عبد العلیم مہرہ خورد بلڈانہ، مہار اشٹر

☆ حیا سب خوبیوں کی کنجی ہے۔ بے حیائی برائی کی نشانی ہے۔
☆ علم ایک ایسا گہرا سمندر ہے جس کی

تبہ نہیں ملتی۔
☆مومن کو چاہیے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرے۔

رونق فیضان۔ سنجرپور۔ اعظم گڑھ

☆تمھارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے۔
☆اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے گا اس کے لیے بس وہی کافی ہے۔
☆بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار روزی عطا فرماتا ہے۔
☆ تحقیق اللہ تعالیٰ کی مہربانی بھلائی کرنے والوں ہی سے نزدیک رہا کرتی ہے۔

اعجاز احمد فدائی پھاٹک ابراہیم پور اعظم گڑھ

☆نہ بیٹھو تم قبروں پر اور نہ نماز پڑھو ان پر۔(مسلم)
☆ خرچ کر تو اے ابن آدم خرچ کروں گا میں تجھ پر۔
☆حسد نیکیو کوایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔(ابوداؤد)

محمد عاصم خاں عادل ساکن ابھنیاں لکھیم پور

☆اخلاق کا اچھا ہونا محبت الٰہی کی دلیل ہے۔
☆خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے

☆معاف کر دینا سب سے بہترین انتقام ہے۔
☆اسلام کو دنیا کی نظر سے نہ دیکھو بلکہ دنیا کو اسلام کی نظر سے دیکھو۔

حنیف خان بشیر نگر، مالیگاؤں ناسک

☆آپ مجھے اچھی مائیں دیجیے میں آپ کو اچھی قوم دوں گا۔(نپولین)
☆ماں باپ سے زیادہ شفیق ہوتی ہے (افلاطون)
☆ماں اللہ کی دی ہوئی ایک نعمت ہے جو انسان کو زندگی میں صرف ایک بار ہی ملتی ہے۔ دنیا کی ہو ماں عظیم ہوتی ہے (مولانا آزاد)
☆دنیا کی سب سے بہترین شئے ماں اور صرف ماں ہے(مولانا محمد علی جوہر)

عرفات سلمان حیدر آباد مبارک پور

☆اچھی صورت کے مقابلے میں اچھی سیرت کا رتبہ بلند ہے۔
☆انسان پہاڑ سے گر کر کھڑا ہو سکتا ہے، لیکن کسی کی نظروں سے گر کر دوبارہ اپنا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔

محمد اختر شاکر اکرھر اسدھار تھ نگر یو۔پی

خط و کتابت کرتے وقت اپنا
خریداری نمبر ضرور لکھیں

قلمی دوستی

تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا اصغر علی، اعظم پور مئو آئمہ الہ آباد

نام فریدہ فیروز علی
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا۔
پتا جونا بازار مہج ٹی

نام محمد وسیم
تعلیم میٹرک جاری
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا ۱۱۶۹ انجمن رومس، مین روڈ، بھٹکل

نام غلام دستگیر نعیم اختر
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، مطالعہ کرنا
پتا مادھو پورہ گلی نمبر ۴ دھولیہ، مہاراشٹر

نام سید مظفر علی
تعلیم گیارہویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا عبدالحمید چوک کلمب، ایوت محل (مہاراشٹر)

نام ایاز خان تونگر خان عمر ۲۳ سال
تعلیم ایم۔ اے (اردو) جاری
مشغلہ سیر و تفریح اور مطالعہ
پتا ملند نگر، پاتور، ضلع آکولہ (مہاراشٹر)

نام شیخ غلام جعفر قریشی عمر ۸ سال
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ گپ مارنا، کھیلنا
پتا نیشنل اردو پرائمری اسکول کھام گاؤں

نام واجد علی خان طاہر علی خاں
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ اشعار جمع کرنا، قلمی دوستی خط کا جواب دینا۔
پتا سائیکل اسٹور، بس اسٹینڈ، پاتور، آکولہ

نام محمد اسلم عمر ۱۶ سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا محلہ حیدر آباد مبارک پور، اعظم گڑھ

نام ناظم خاں احمد خاں
تعلیم ایس۔ ایس۔ سی
مشغلہ کراٹے کھیلنا
پتا مئو منزل کے پاس مانا، آکولہ ۴۴۴۱۰۶

نام سید آفتاب علی عمر ۱۴ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، پرانے سکے جمع کرنا
پتا محلہ چنار علی چوپڑہ، جلگاؤں (مہاراشٹر)

نام محمد طلحہ انصاری عمر ۱۲ سال

نام سعد اللہ ناصر

تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا ابابکر پور، ولیا باکھی، ویشالی (بہار)

نام. محمد امین فیض
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ ڈی۔ ایم بننا، کرکٹ کھیلنا
پتا. اسلام نگر، ارریہ (بہار)

نام محسن غلام محی الدین عمر ۱۳سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ والی بال کھیلنا
پتا: تانبے کرجی کھیڈ، رتناگیری

نام صدام حسین
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، کتابیں پڑھنا
پتا اسلامنگر، ارریہ (بہار)

نام عمران احمد عمر: ۱۳سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ کراٹے سیکھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: مڈل اسکول لکشمی پور ولیا چاکند، گیا (بہار)

نام: محمد سلیم عمر ۱۶سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی اور گھر کے کام کرنا
پتا: مومن پورہ، پاتور، اکولہ (مہاراشٹر)

....

نام: محمد آفتاب عالم

تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، درسی کتابوں کا مطالعہ
پتا نیو السبیل اسکول، مولوی ٹولہ، ارریہ (بہار)

نام. محمد سمیع الرحمن قریشی عمر ۱۵سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پابندی سے اسکول جانا
پتا حاجی عبدالعزیز قریشی، منگرول پیر، آکولہ

نام نوشاد عالم عمر ۱۲سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا مڈل اسکول لکشمی پور ولیا چاکند، گیا (بہار)

نام: فیاض احمد خطیب
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی اور کرکٹ کھیلنا
پتا. بوتاگارڈن غوثیہ اسٹریٹ، بھٹکل (کرناٹک)

نام. اسرار خان سرفراز خاں
تعلیم جماعت چہارم جاری
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا اور قلمی دوستی کرنا
پتا: پرنس کرانہ، ملیہ نگر، پاتور، آکولہ

نام محمد شہباز عالم
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ علم سیکھنا، دوستی کرنا
پتا: عبدالقدیر، نکٹی مجھیلا، ارریہ (بہار)

... .

نام: عبدالمجید عمر: ۱۴سال

تعلیم نویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا فروٹ مرچنٹ مین روڈ مانوت، پربھنی

تعلیم. میٹرک جاری
مشغلہ. پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: مکان نمبر ۴۴۴ مین روڈ، بھٹکل

نام شعیب خان سعید خاں
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ. پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا حبیب نگر، آکولہ (مہاراشٹر)

نام معراج احمد عمر ۱۶ سال
تعلیم انٹر
مشغلہ خوب محنت سے پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا معراج احمد عربی یونی ورسٹی مبارک پور

نام سہیل احمد کوڑکی
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور دیگر کتابوں کا مطالعہ
پتا ۷۹ مسجد اسٹریٹ نیو کالونی پورورگاہ، بھٹکل

نام: محمد حامی پاشاہ
تعلیم: پی۔ یو۔ سی
مشغلہ. پیام تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا جھنا کٹ پیس سنٹر گاوانچوک، بیدر (کرناٹک)

نام غلام سرور عمر ۱۳ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا مڈل اسکول لکشمی پورولیا چاکند گیا (بہار)

نام معین نواز خاں سرفراز خاں
تعلیم پہلی جماعت
مشغلہ اسکول جانا، لڑنا جھگڑنا
پتا پرنس کرانہ ملینہ نگر، پاتور، آکولہ

نام زینب الغزالی
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم اور دیگر کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا افروز عالم، ایڈوکیٹ، ارریہ (بہار)

نام سید عرفان علی عمر ۱۲ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا: عبدالحمید چوک کلب ایوت محل (مہاراشٹر)

نام محمد نوازش امام عمر ۱۴ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم کا برابر مطالعہ کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا ریحانہ منزل، وارڈ نمبر ۱۲ آزاد نگر، ارریہ

نام. شیخ مقصود شیخ محبوب عمر ۱۳ سال
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور دیگر کتابیں پڑھنا
پتا: باغبان پورہ، واشم

نام محمد نوح رکن الدین شفائی

نام. محمد تاج انور عمر ۱۸ سال
تعلیم. آئی۔ اے

مشغلہ خط و کتابت کرنا
پتا لکشمی پور و لیاچاکند گیا (بہار) ۸۰۴۴۰۴

نام سید عمران علی عمر: ۱۷سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا عبدالحمید چوک کلمب ایوت محل (مہاراشٹر)

نام ابرار خان سرفراز خاں
تعلیم ششم جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا ملینہ نگر پاتور ضلع آکولہ (مہاراشٹر)

نام توصیف علی عمر: ۱۰سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا اسلام پورا کلمب، ایوت محل (مہاراشٹر)

نام محمد نوید امام
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ فوٹو بنانا، دینی کتاب کا مطالعہ کرنا
پتا ریحانہ منزل وارڈ نمبر ۱۲۰ آزاد نگر، ارریہ

نام محمد حفیظ عمر ۸سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا قریشی پورا کلمب ضلع ایوت محل (مہاراشٹر)

نام قاضی توصیف الدین عمر ۵سال
تعلیم: پہلی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، سائیکل چلانا اور پڑھنا
پتا اسلام پورہ کلمب، ضلع ایوت محل (مہاراشٹر)

نام سید ناظم علی شاہد
عمر ۱۷سال
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، پیامیوں سے دوستی کرنا
پتا: سخاوت علی نوگزی پلاٹ، اکوٹ آکولہ

نام محمد کاشف عمر ۱۴سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا ہر ماہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا: محمد داؤد پٹیل پورہ وارڈ نمبر ا، ایوت محل

نام افسانہ بنت صادق پٹیل
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ مطالعہ کرنا پیام تعلم پڑھنا
پتا پٹیل محلہ لوہارہ تعلقہ پاچورہ، جلگاؤں

نام سید فیصل عمر ۸سال
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ کبڈی، کرکٹ کھیلنا
پتا عبدالحمید چوک، کلمب، ایوت محل

نام سید احفاظ سید احسان
عمر: ۱۳سال
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، نت نئی شرارتیں کرنا
پتا حبیب نگر کے پیچھے جمنا کالونی، امراوتی

میرے پسندیدہ اشعار

کچھ مال وزر کا بوجھ ذرا ہاتھ پر تو رکھ
کب تک چلے گا کام بتا شکریے کے ساتھ
☆عبدالرحمان خان رحمت آباد مالیگاؤں

اچھی صورت نہ دیکھ سیرت دیکھ
سنکھیا بھی سفید ہوتا ہے
☆ملکہ بیگم گورنمنٹ اسکول امرپیٹ

تہذیب تو گئی تھی، تمدن بھی چھن گیا
اردو تیرے بغیر قیامت سی آگئی
☆سید ضیاالحسن سید بشیرالحسن علی گڑھ

نیا سال مبارک

نئی ہے کہانی، نیا ہے فسانہ
خوشی کا خزانہ لٹائے زمانہ
ہر اک کی زباں پر یہی ہے ترانہ
مبارک ہو سب کو نیا سال آیا
نیا سال ہے، گنگناتی ہے دنیا
خوشی کے ترانے سناتی ہے دنیا
مٹے غم مسرت کا بادل ہے چھایا
مبارک ہو سب کو نیا سال آیا
نیا سال لایا نیا ولولہ!
نیا سال لایا نیا حوصلہ
زمانے نے جشن مسرت منایا
مبارک ہو سب کو نیا سال آیا
گلستاں میں ہر اک کلی مسکرائی
نئی زندگی ہر طرف لوٹ آئی
رہے تیری رحمت کا سایہ خدایا
مبارک ہو سب کو نیا سال آیا
☆نجم آراء محمد ذاکر اسلام پورہ کاسودہ

کتنا کم ظرف ہے یہ غبارہ
چند پھونکوں میں پھول جاتا ہے
جب کمینہ عروج پاتا ہے
اپنی اوقات بھول جاتا ہے
☆شیخ مشتاق شیخ گلاب باغبان پورہ واشم

دعا کے وقت جو آنکھوں سے گر گئے آنسو
ہوا یقین دعا کی ہوئی پذیرائی
☆صباحت زیبا قریشی مدار تکیہ منگرول پیر

رنگ دکھلاتی ہے کیا کیا عمر کی رفتار بھی
بال چاندی ہو گئے سونا ہوئے رخسار بھی
☆محمد عاصم خاں عادل انجمنیاں لکھیم پور

دل وہ کافر کہ سدا عیش کا ساماں مانگے
زخم پا جائے تو کم بخت نمکداں مانگے
☆مبشر مبین درگاہ بیلا چندن پٹی (ویشالی)

زندگی کم ہے ، مدینہ کا سفر لمبا ہے
یا خدا عمر بڑھا دے تو کرم تیرا ہے
☆شیخ محمود عبدالغفار مدرسہ تحتانیہ پر بھنی

....

کانٹوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو
یہ بھی تو کسی پھول کے سایے میں پلے ہیں
☆شاد رحمانی پبلک اسکول، چک جادو

....

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
☆شبانہ شکیل شبنم کمہرولی، کھول دربھنگہ

....

آپ خون عشق کا الزام اپنے سر نہ لیں
آپ کا دامن سلامت اپنے قاتل ہم سہی
☆حسین جابری آر مورو نظام آباد

....

قدم قدم پہ زمانہ مٹانے والا ہے
خدائے پاک ہمیں بس بچانے والا ہے
☆محمد نجم الهدیٰ قصبہ محمدی قلمپور کھیری

....

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
☆عطیہ تبسم قریشی مدار تکیہ منگرول پیر

....

مجھے بدلنا ہے اپنی قوم کے بچوں کا مزاج
بن تراشے ہوئے ہیرے نہیں اچھے لگتے
☆احفاظ احمد خان دیوان پورا منگرول پیر

....

نہ جس میں سوز ایمانی نہ جس میں روح قرآنی
مسلمانوں کو ایسی زندگی راس آ نہیں سکتی
☆محمد اسعد مولوی ریاض احمد مئو

....

کتنی مجبوریاں پلکوں پہ سجا لیتے ہیں
ہم کہاں روتے ہیں حالات رلا دیتے ہیں
☆فرحینہ سلیم چیل پورہ منگرول پیر آکولہ

....

وفا کے نام پہ تم کیوں سنبھل کے بیٹھ گئے
تمھاری بات نہیں، بات ہے زمانے کی
☆ناصر حسین شیرازی موہن پورا ملکاپور

....

ہمارے شوق انوکھے ہیں مزاج اپنا نرالا ہے
غموں کو دل میں رکھتے ہیں خوشی خیرات کرتے ہیں
☆غلام سرور مڈل اسکول لکشمی پور گیا

سخت کلامی

یہ چیز بنا دیتی ہے احباب کو دشمن
حق میں ہے محبت کے یہ چلتی ہوئی تلوار
اپنا ہو کہ بیگانہ، دشمن ہو کہ ہو دوست
ہو جائے گا تلخی سے تری بات کی بیزار
☆شعیب احمد، دیوان پورہ منگرول پیر

....

ستم کی رسم چلی سلسلے جفا کے چلے
ہمارے بعد نہ پھر تذکرے وفا کے چلے
☆نسیم عزیز یہ اردو اسکول عادل آباد

....

رت نہیں ہے جس میں وہ صورت فضول ہے
س گل میں بو نہیں ہے وہ کاغذ کا پھول ہے
☆ایاز شاہ جیلانی شاہ مہکر بلڈانہ

......

ذبیر کے دست زریں سے تقدیر درخشاں ہوتی ہے
درت بھی مدد فرماتی ہے جب کوشش انساں ہوتی ہے
☆سید ظہیر الدین سر قاضی رتی ہلی ہاویری

......

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک
☆محسن امین احمد مدار تکیہ منگرول پیر

......

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
☆تسیم شفیق احمد منگرول پیر

......

دولت علم عطا کی ہے عمل بھی دینا
مرے اللہ مری تعلیم کا پھل بھی دینا
☆عرفان خان ناکہ بالاپور اکولہ

پیاری ماں مجھ کو تیری دعا چاہیے
تیری ممتا کے سایے میں پھولوں پھلوں
تھام کر تیری انگلی میں بڑھتا چلوں
آسرا بس ترے پیار کا چاہیے
پیاری ماں مجھ کو تیری دعا چاہیے
تیری خدمت سے دنیا میں عظمت میری
ترے قدموں کے نیچے ہے جنت میری
عمر بھر سر پہ تم سایہ تیرا چاہیے
پیاری ماں مجھ کو تیری دعا چاہیے
☆عرشی ناظرہ رحمٰن کرہا امراوتی

......

ہے تعاقب میں زمانے کی نگاہیں میرے
میں جدھر جاؤں لگے رہتے ہیں پہرے کتنے
☆مرزا ابرار بیگ واشم آکولہ

......

لے دے کے اپنے پاس فقط اک نظر تو ہے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم
☆ایم۔ آر۔ شیخ واشم آکولہ

......

اے آب رود گنگا وہ دن ہے یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
☆انور علی ولد محمد شعیب سہان باگھی

......

جہالتوں کے بھنور سے نکال دے اللہ
ہمیں تو علم و ہنر میں کمال دے اللہ
نمازیوں سے ہوں آباد مسجدیں ساری
تو پھر اذانوں میں سوز بلالؓ دے اللہ
☆شکیل احمد پیری کلی آرمور نظام آباد

......

اس دور میں جینا بھی ہے دشوار کیا کریں
لٹکی ہوئی سروں پہ ہے تلوار کیا کریں
☆اختر رسول ناگر بھنڈارہ (مہاراشٹر)

......

جب کلی کھلتی ہے یہ سوچ کے چپ رہتا ہوں
مسکرا دو یہ ابھی انجام سے ناواقف ہے
☆محمد ذاکر حسین سلطان پور لونار بلڈانہ

اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی مقدر کہیں مجھ سا نہ بنا دے
☆ایم۔اے۔قیوم گول بنگلہ۔آرمور

جب رسول ؐپاک کا ہم کو سہارا مل گیا
ڈوبتی کشتی کو طوفاں میں کنارا مل گیا
☆سعیدہ خانم جامع مسجد چوک سلوڑ

ہے یہ دنیا سراب کی مانند
سب تماشے ہیں خواب کی مانند
اے بڑا بول بولنے والو !
زندگی ہے حباب کی مانند
☆مرزا احمد بیگ ناندورہ بلڈانہ

اس نئے دور کے انداز ہی نرالے ہیں
سڑکوں پہ اجالے ہیں ذہنوں میں اندھیرے ہیں
☆عفت انجم قریشی مدار تکیہ منگرول پیر

دو دن کی زندگی میں کئی لاکھ حادثات
کس کس کو یاد کیجیے کس کس کو روئیے
☆ساجد پرویز آسے گاؤں منگرول پیر

اس بزم میں ہم غیور بنے بیباک بنے خوددار بنے
اس بزم کے حق میں ڈھال بنے باطل کے لیے تلوار بنے
☆پرویز احمد شری نگر ممبئی

امی

مجھے راہ سیدھی دکھاتی ہیں امی
برائی سے مجھ کو بچاتی ہیں امی
دلوں سے حسد کے اندھیرے مٹا
محبت کی مشعل جلاتی ہیں ا
خدا کے نبی ؐ ہیں بڑی شان وا
مجھے ان کی باتیں سناتی ہیں امی
بزرگوں کی تعظیم و تکریم کر
ہمیں ایسی باتیں بتاتی ہیں ا
کبھی وقت کو اپنے ضائع نہ کر
ہمیں گر کی باتیں سکھاتی ہیں امی
☆شہناز خانم طیبی مڈل اسکول کیج کینٹ

کرو جان اور دل سے خدمت وطن کی
بڑھے اپنی کوشش سے عظمت وطن کی
☆محمد آصف شیخ سانڈواسلام پورہ کاسود

وہ جھوٹ کہہ رہا تھا مگر صاف بچ گیا
ہم نے زبان کھولی تو ایک شور مچ گیا
☆حیدر عباس محلہ پورہ رانی مبارکپور

تقدیر کے بھروسے یوں نہ بیٹھے بیکار
تدبیر کچھ کروگے تو منزل کو پاؤگے
☆شارق حسن مناظر سعد پورہ مظفرپور

قسم خدا کی جو ہم منتشر نہیں ہوتے
وہ ہم سے زیر ہی رہتے ، زبر نہیں ہوتے
☆رئیسہ پروین اردو ہائی اسکول بدنپرا

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرعرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
☆سلمان شاہد مسجد گلاب چمن مبارکپور

قہقہے توساتھ نہ دیں گے تمام عمر
وتے ہیں ہنسنے والے کبھی اشکبار بھی
منی باباشربت والے دیون پورہ منگرول پیر

ک ہی سب کا نبیؐ دین بھی قرآن بھی ایک
بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
سید الطاف احمد مڈل اسکول ایوت محل

دگی آپ کے روضے پہ بسر ہو میری
ں یہی ایک تمنا ہے رسولؐ عربی
محمد اسلم فاروقی۔ مالیر کوٹلہ

ں کا مجھ کو نہ محتاج کر زمانے میں
ہے کون سی یارب تیرے خزانے میں
شاہینہ پروین مولوی گنج دھولیہ

لہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
دمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
سید مصطفےٰ اسید سبھاش نگر بلگام

خلوص پیدا سجدوں میں اے وقار
ف سر جھکانے کو بندگی نہیں کہتے
شارق نظیر منگرول پیر

ب خدا میں نے کہا تو لب ہوا لب سے جدا
کا بوسہ لے لیا لب نے محمدؐ جب کہا
ایم سالک اعظم چوکتا، اررریہ بہار

بچوں نے میرے گھر کو دیا یوں جدید رنگ
قرآں اٹھا کے رکھ دیا ٹی وی سجا دیا
☆یوسف خان شبیر نگر مالیگاؤں

اک پھول نے کونین کی دولت مجھے دے دی
آنسو سے ہتھیلی پہ لکھا اللہ ہی اللہ
☆فرحینہ شبنم محمد اکبر کلمب ایوت محل

مشقت کے سوا کیا مل گیا مشق سخن کر کے
عدو چاروں طرف پیدا کیے یہ ہم نے فن کر کے
☆مقصود حسن نیا بازار کنکنہ ۲۴ پرگنہ

گو میں ہوں ایک بندہ غلام پُر قصور
جرم میرا حوصلہ ہے نام ہے تیرا غفور
☆امداد احمد سوداگر آکولہ

ہم اپنی زندگی کی اگر بات کریں گے
سر رکھ کے ہتھیلی پہ یوں برسات کریں گے
☆مختار احمد پاتور

گلستاں کو لہو کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہی گردن ہماری کٹی
پھر بھی کہتے ہیں مجھ سے یہ اہل چمن
یہ چمن ہے ہمارا ! تمہارا نہیں
☆صفوۃ اللہ شبلی ابا بکر پور۔ ویشالی

تیرے وعدوں کی طرح ٹوٹ گئے پیمانے
ہونٹ پیاسے ہی رہے دشت و بیاباں کی طرح
☆سید ناظم علی شاہد آکولہ

ہم وہ ولتا ہیں کہ ہر شے پہ نظر رکھتے ہیں
موسم خون کے آنے کی خبر رکھتے ہیں
☆امام الدین مقام بیریا نیپال گورروشہت

کردار

اپنے کردار کو بلند کرو
خود کو دنیا میں ارجمند کرو
سوچ کر تم اگر زباں کھولو
پہلے ہر ایک بات کو تو لو
☆محمد ارشاد مقام سعد پورہ مظفرپور

ایسے رہا کرو کہ کریں لوگ آرزو
ایسا چلن چلو کہ زمانہ مثال دے
☆مدثر احمد خان آسیگاؤں منگرول پیر

ہر ایک غم کو خوشی کی طرح برتنا ہے
یہ دور وہ ہے کہ جینا بھی اک ہنر مانگے
☆پرویز خان فیروز خان قاصد پورہ پاتور

نفرت کے بیج بونے کی کیوں سوچتے ہو تم
امن واماں کے پھول کھلانے کا وقت ہے
☆خورشیدن جھانڈہ فرید آباد ہریانہ

انجمن ہے ایک میری بھی جہاں رہتا ہوں میں
بزم میں اپنی اگر یکتا ہے تو تنہا ہوں میں
☆حافظ محمد اقبال عثمانی جھانڈہ فرید آباد

منزل کی جستجو میں کیوں پھر رہا ہے راہی
اتنا عظیم بن جا منزل تجھے پکارے
☆وامق حسن مناظر سعد پورہ مظفرپور

حفاظت سے رہے یوسف کنویں میں نوح طوفاں میں
اسے کیا خوف ہے جس کا خدا آفت میں حامی ہے
☆فرزانہ عشرت شیخ سانڈواسلام پورہ کاسودہ

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
☆شمس الدین الشمس عادل آباد

پتھر کو چمکا کے نگینہ بنا دیا
جنگل کو مسکرا کے مدینہ بنا دیا
☆عبد الصمد محمد آمین کریم بیڑی دھولیہ

جی رہا ہوں اس اعتماد کے ساتھ
زندگی کو میری ضرورت ہے
☆فیض اللہ ابا بکر پورویشالی

پرندں میں کہیں فرقہ پرستی تو نہیں ہوتی
کبھی مسجد میں جا بیٹھے کبھی مندر پہ جا بیٹھے
☆کاشف ثمر ریلوے کالونی راوڑکیلا اڑیسہ

ٹوٹے ہوئے دلوں کی دعا میرے ساتھ ہے
دنیا تیری طرف ہے خدا میرے ساتھ ہے
☆عبد الکریم شاہی مسجد ٹینٹ ہاؤس۔ پر بھنی

عمر اتنی تو عطا کر میرے فن کو خالق
میرا دشمن مرے مرنے کی خبر کو ترسے
☆محمد ستار انصاری شاہ گنج۔ پربھنی

اپنی اولاد سے تعظیم کی امید نہ رکھ
اپنے ماں باپ سے جب تو نے بغاوت کی ہے
☆صالحہ سراج سلفی سیتامڑھی بہار

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں
☆دانش سراج سلفی اموامدعیۃ الشیخ شیوہر بہار

گلشن کی ہر کلی کی حفاظت کریں گے ہم
نہ جانے کس کلی سے گلستاں مہک اٹھے
☆محمد انور عبد الجبار اقبال چوک سیگاؤں

گل چڑھائیں گے لحد پہ جن سے یہ امید تھی
وہ بھی پتھر رکھ گئے سینے پہ دفن کرنے کے بعد
☆عبد الخالق بالاپور آکولہ

صدیاں تری سمیٹ کے جو لے گیا قتیل
اب تیرے پاس لوٹ کے وہ پل نہ آئے گا
☆پرویز خان قاصد پورہ پاتور آکولہ

ایمان کی ضو لیے ہوئے مسجد میں آیئے
اس کو نہ کاروبار کا مرکز بنایئے
سجدے میں ہے خیال اگر لین دین کا
پھر ہو چکی نماز مصلی اٹھایئے
☆محمد اسعد مولوی ریاض احمد دار العلوم مئو

طیبہ کی سرزمیں پہ کھجوروں کی چھاؤں میں
جنت بھی ہوتی ہے محمدؐ کے گاؤں میں
☆محمد اسعد مولوی ریاض احمد دار العلوم مئو

اک نہ اک دن ہجر کا موسم گزر ہی جائے گا
روک سکتا ہے کوئی کب وقت کی رفتار کو
☆مختار اسکرین سید پورہ بالاپور

غم نے ہنسنے نہ دیا ضبط نے رونے نہ دیا
ایسی الجھن نے کوئی فیصلہ ہونے نہ دیا
☆نذیر احمد منچریال آندھیرا پردیش

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تن درست
ہیں مرد تو وہی کہ ہے جن کا بدن درست
عزت ہے ان کے واسطے جن کا چلن درست
رہتا نہیں کسی کا سدا مال و دھن درست
دولت رہے کسی کی نہ باغ و چمن درست
☆عائشہ صدیقہ بڑپورہ، بنگلہ چوک بروڑ

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں
☆دانش سراج سلفی اموامدعیۃ الشیخ شیوہر بہار

گلشن کی ہر کلی کی حفاظت کریں گے ہم
نہ جانے کس کلی سے گلستاں مہک اٹھے
☆محمد انور عبد الجبار اقبال چوک سیگاؤں

گل چڑھائیں گے لحد پہ جن سے یہ امید تھی
وہ بھی پتھر رکھ گئے سینے پہ دفن کرنے کے بعد
☆عبد الخالق بالاپور آکولہ

گدگدیاں

☆ایک بزرگ نے صبح اٹھنے کے فائدے اپنے بچے کے سامنے بیان کیے اور کہا کہ "جو پرندہ صبح ہی صبح اپنے گھونسلے سے نکلتا ہے، پیٹ بھرنے کے لیے کیڑے مکوڑے اس کو زیادہ ملتے ہیں۔"

یہ سن کر بچہ ہنسا اور کہنے لگا: "دادا جان آپ نے یہ نہیں بتایا کہ صبح ہی صبح نکلنے کا انعام کیڑے مکوڑوں کو کیا ملتا ہے۔"

مختار شیخ، سید پورہ، بالاپور

ایک قیدی (دوسرے قیدی سے) تم جیل کس وجہ سے آئے۔

دوسرا قیدی: پولس کی غلط فہمی کی وجہ سے۔

پہلا قیدی: مگر کیسے۔

دوسرا قیدی: دراصل میں نے مچھروں سے بچنے کے لیے مٹی کا تیل لگایا تھا مگر پولس نے سمجھا میں خودکشی کرنے جارہا ہوں۔

محمد راسخ یزدانی، ماڈل اسکول سالماری، کٹیہار

☆ٹرین کے فرسٹ کلاس ڈبے میں ایک انگریز سفر کر رہا تھا ایک اسٹیشن پر اسی ڈبہ میں ایک سیاہ فام ہندستانی بھی سوار ہوا۔ انگریز کو ہندستانی کا آنا ناگوار گزرا مگر وہ چپ رہا۔ اگلے اسٹیشن پر جب گاڑی رکی تو ہندستانی چائے پینے اترا۔ انگریز نے ہندستانی کا بستر اٹھاکر پھینک دیا۔ جب ہندستانی ڈبے میں پہنچا اور اپنا بستر غائب دیکھا تو انگریز سے پوچھا کہ میرا بستر کیا ہوا؟

انگریز نے کہا "وہ بھی تمھارے پیچھے چائے پینے چلا گیا" یہ سن کر ہندستانی کو غصہ تو بہت آیا مگر چپ رہا۔ پھر ایک اسٹیشن پر انگریز کسی ضرورت سے اترا تو ہندستانی مسافر نے انگریز کا بکس اور دوسرے سامان کو اٹھاکر باہر پھینک دیا۔ جب انگریز آیا تو اس نے اپنا سامان غائب پایا تو ہندستانی سے پوچھا "ہمارا سامان اور بکس کہاں گیا؟"

ہندستانی نے جواب دیا۔ "وہ سب میرا بستر تلاش کرنے گئے ہیں۔"

انیسہ ناز شیخ سانڈواسلام پورہ کاسودہ، جلگاؤں

☆ایک صاحب نے اپنی دکان کے غلہ پر لکھا تھا "ہذا من فضل ربی۔"

ایک رات ایک چور نے سارا غلہ صاف کردیا اور یہ لکھ کر چلا گیا۔ "ان اللہ مع الصبرین"

شکیل احمد، آرمور ضلع نظام آباد (اے۔پی)

☆ایک پارٹی میں ایک انگریز نے ہندستانیوں کی ہنسی اڑاتے ہوئے کہا۔ ان ہندستانیوں کو دیکھو کوئی کالا، کوئی گورا، کوئی بھورا ہوتا ہے جب کہ انگریز صرف گورے ہوتے ہیں۔

محفل میں بیٹھے ہوئے ایک ہندستانی نے کہا: جناب گھوڑے مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں جب کہ گدھے ایک ہی رنگ کے

ہوتے ہیں۔
ظفر احمد انصاری، مبارکپور، اعظم گڑھ

...

☆ایک عطر فروش ایک دیہات میں عطر بیچنے گیا جہاں کے لوگ عطر سے ناواقف تھے۔ عطر فروش نے جب ایک دیہاتی کے ہاتھ پر عطر لگایا تو وہ جھٹ سے چاٹ کر بولا۔
ارے۔۔۔ یہ تو کھٹا ہے۔ اس پر دوسرا دیہاتی فوراً بولا۔ ابے گدھے! روٹی کے ساتھ کھانے والی چیز کو تو ایسے ہی کھائے گا تو کھٹا نہیں لگے گا تو اور کیسا لگے گا۔
محمد عبداللطیف نور مسجد بودھن (اے۔پی)

..

☆استاد: (لڑکوں سے) کل میں نے تمھیں دوست کے نام خط لکھنے کے لیے کہا تھا۔ کیا وہ خط لکھ لائے۔
لڑکے: "جی ہاں۔"
استاد: "لاؤ دستخط کر دوں۔"
لڑکے جناب وہ تو ہم لیٹر بکس میں بھی ڈال آئے۔
صابر رضوی، منگرول پیر، آکولہ

☆ایک آدمی (ڈاکٹر سے) ڈاکٹر صاحب مجھے رات کو چین کے ساتھ نیند نہیں آتی ہے۔
ڈاکٹر اس کا علاج صرف یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے گلے میں سے سونے کی چین نکال کر دے دیں۔
سید عرفان علی کلب ضلع ایوت محل

. . . . . .

☆تین افیمی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا میں اتنی گرم چائے پیتا ہوں کہ کیتلی سے سیدھی پیالی میں اور پیالی سے سیدھی منہ میں ڈال لیتا ہوں۔ دوسرے نے کہا "تم اتنی ٹھنڈی چائے پیتے ہو، میں پیالی کو بیچ میں ہلاتا ہوں اور کیتلی ہی منہ میں لگا کر پیتا ہوں۔ تیسرے سے نہ رہا گیا تو اس نے کہا تم بھی ٹھنڈی چائے پیتے ہوں میں تو چینی پتی اور دودھ منہ میں ڈال کر اسٹو پر بیٹھ جاتا ہوں۔
حنیف خان یعقوب خاں، شبیر نگر، مالیگاؤں

☆ سلیم: (کریم سے) تمھارے والد کیا کرتے ہیں۔
کریم. لوگوں میں غم و خوشی بانٹتے ہیں۔
سلیم: آخر وہ ہیں کیا؟ کیا ڈاکٹر ہیں؟
کریم: نہیں وہ ڈاکیے ہیں۔
مرزا علیم بیگ، موہن پورا، ملکاپور، بلڈانہ

☆منا: ایک چھوٹا منا اپنے ابو سے! ابو میں آپ کو ایک چھوٹا لطیفہ سناؤں۔
ابو: سناؤ تو۔
منا: راستے میں ایک ریل پنکچر ہو گئی۔
محمد عمران محمد عارف، بڑا بازار منگرول پیر

☆دو ٹیچر آپس میں لڑ رہے تھے۔ پہلا ٹیچر تاریخ کا اور دوسرا ریاضی کا۔
پہلا ٹیچر: میں تمھارے پیچھے اکبر کی فوج دوڑا دوں گا۔

دوسرا ٹیچر: (تھوڑا مسکرا کر) میں فوج اکبری کو قوس میں بند کر کے صفر سے ضرب دوں گا۔

محمد حنیف' بڑا محلہ' بدنیرہ بھوکمی

☆آج تم اتنے دیر سے دفتر کیوں آئے۔ الارم گھڑی کی غلطی ہو گئی گھر میں میرے سوا سبھی وقت سے اٹھ گئے۔ کیسے ؟ ہم گھر میں آٹھ آدمی ہیں' الارم سات بجے کا لگایا گیا تھا۔

محمد عاشق گاؤں حسن پور بربروا' سیتامڑھی

☆ایک دیہاتی نے ٹرانزسٹر خریدا۔ گھر لاکر اس کو بجانا شروع کیا۔ کہیں سے پروگرام آرہا تھا کچھ دیر بعد پروگرام ختم ہو گیا اور گانا بند ہو گیا پھر اس کی سوئی گھما گھما کر بہت کوشش کی کہ کہیں لگ جائے۔ مگر کہیں سے کوئی پروگرام آہی نہیں رہا تھا اس لیے اس کی کوشش بیکار ہوئی۔ دیہاتی نے سمجھا کہ ریڈیو ہی خراب ہے۔ اس لیے اس نے غصہ میں اسے اٹھاکر پٹخ دیا۔ پٹخنے سے ریڈیو کا سیل باہر نکل آیا۔ دیہاتی نے دیکھا تو خوش ہو کر کہنے لگا۔ ارے میرے غصے سے ڈر کر گویے تو بھاگ گئے مگر ڈھولکیاں چھوڑ گئے۔

☆ایک سیٹھ اپنی کار سے اتر کر سنیما کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت ایک بھکارن نے سیٹھ کے سامنے آکر کہا!"سیٹھ جی تھوڑا سا کرم مجھ پر بھی۔"

سیٹھ نے پوچھا۔"کیا چاہتی ہو؟"اس نے کہا"ایک ٹکٹ مجھے بھی دلادیجیے بس۔"

فرزانہ عشرت شیخ سانڈو اسلام پورہ کاسودہ

☆ایک شخص ایک فقیر کی پگڑی لے کر بھاگ گیا۔ فقیر قبرستان میں جاکر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ شخص تمھاری پگڑی لے کر ایک باغ کی طرف چلا گیا ہے تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ اس نے کہاکہ آخر وہ مر کر تو یہیں آئے گا اس لیے میں یہاں بیٹھا ہوں۔

جاوید عزیز' جوگابائی' جامعہ نگر' نئی دہلی

☆استاد: (شاگرد سے) مجھے ایک سطر کا لطیفہ سناؤ میں تمھیں ایک روپیا انعام دوں گا۔

شاگرد: ایک بڑھیا اپنے بچپن میں ہی مر گئی۔

مبشر غوث' پوفلو نے ضلع رتناگری

☆ایک بچے نے اپنے باپ سے پوچھا۔

پاپا پاپا آپ نے ممی سے شادی کیوں کی۔ باپ نے جواب دیا۔

کیوں بیٹا تمھیں "بھی" حیرانی ہو رہی ہے۔

☆دو دوست آپس میں بات کر رہے تھے۔

پہلا دوست: یار تم نے شراب کیوں چھوڑ دی۔

دوسرا دوست: سچ بات یہ ہے کہ نشے کی حالت میں بیویاں بار بار سامنے آجاتی ہیں اس لیے شراب چھوڑ دی۔

پہلا دوست: بیویاں؟

دوسرا دوست: ہاں! ہے تو ایک ہی لیکن نشے میں چار چار دکھائی دیتی ہیں۔

شبانہ ریشمہ' اسلام پورا' ایوت محل

☆احمد: "تمھاری مادری زبان کیا ہے؟"
ندیم: "میری مادری زبان کوئی نہیں۔"
احمد: "یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟"
ندیم: میری والدہ گونگی ہیں۔
فیضان احمد، ہانگل (کرناٹک)

☆ایک لڑکا تھانے (۱) میں رہتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنی ماں کے پاس خط لکھا کہ اماں جان میں بڑے مزے میں ہوں اور یہاں تھانے میں رہ رہا ہوں کس چیز کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تو اس کی ماں نے جلدی سے فون کیا اور کہا کہ بیٹے جتنی جلدی ہو سکے اور جتنے بھی روپے لگیں تم مجھ سے لو مگر چلے آؤ ہم جانتے ہیں کہ تھانے میں کتنا آرام ہوگا۔

(۱) یہ تھانے مہاراشٹر کا ایک ضلع ہے۔

عابد علی اعظمی، چکیا حسین آباد، اعظم گڑھ

☆ایک پروفیسر کی سر راہ ایک دوست سے ملاقات ہو گئی دونوں کھڑے ہوئے پندرہ بیس منٹ تک باتیں کرتے رہے پھر ایک دوسرے سے رخصت ہوئے پروفیسر نے دوست کو آواز دی ذرا ایک منٹ کے لیے ادھر آیئے۔ دوست متوجہ ہوا تو پروفیسر صاحب نے پوچھا جب آپ سے ملا تھا تو کس طرف سے آیا تھا دوست نے اشارہ کرتے ہوئے کہا آپ ادھر سے آرہے تھے۔ پروفیسر نے کہا شکریہ، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں گھر سے آرہا تھا؟

سلطانہ پروین، پیر غیبی مسجد باغبان پورہ

☆ایک عورت کی ناک کچھ زیادہ ہی لمبی تھی وہ پلاسٹک سرجری کروانے کے لیے ڈاکٹر کے پاس پہنچی۔ ڈاکٹر نے پانچ سو روپے کا خرچ بتایا اس پر عورت نے کہا۔ "یہ تو بہت ہیں کوئی سستا علاج بتایئے۔ یہ سن کر ڈاکٹر نے کہا۔ آپ آنکھیں بند کر کے بھاگیے اور بجلی کے کھمبے سے ٹکرا جایئے۔

سید طلحہ نقشبندی، بالاپور ضلع آکولہ

☆ایک صاحب خدا سے دعا کر رہے تھے، اے خدا میں اپنی بیوی سے تنگ آگیا ہوں، میں اب بالکل زندہ نہیں رہنا چاہتا۔ مجھے اب موت دے دے۔

اس پر بیوی نے کہا: "اے خدا تو ان سے پہلے مجھے اٹھا لے، میں اس دنیا میں جینا نہیں چاہتی ہوں۔" یہ سن کر شوہر نے جلدی سے کہا۔

"اے خدا تو اس کی دعا قبول کر لے میں اپنی دعا کو واپس لیتا ہوں۔

شیخ محمود عبدالغفار، پربھنی

☆ایک ملحد ٹیچر مسلم بچوں کو پڑھا رہے تھے استاد نے پوچھا بچو بتاؤ اللہ کو کس نے دیکھا ہے
بچے: کسی نے نہیں۔
استاد: اگر اللہ ہوتا تو دیکھتے۔
ایک بچہ: ماسٹر جی کی عقل کس نے دیکھی ہے
بچے: کسی نہیں۔
بچہ: ہوتی تو دیکھتے۔

عبدالوہاب: دوائی ٹولہ، گلی قاسم جان، دہلی

☆ایک روز حضور اکرمؐ کی خدمت میں ایک بڑھیا آئی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے مردوں کے متعلق تو فرمایا کہ دین کی راہ پر چلیں گے تو جنت میں داخل ہوں گے۔ ہمارے متعلق آپ کا کیا فرمان ہے۔ آپ نے بڑھیا کی بات سن کر ہلکا سا تبسم فرمایا اور کہا "بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔" یہ سن کر بڑھیا بہت پریشان ہوئی۔ کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ پھر ہمارا کیا ہوگا؟ بڑھیا کی اس کیفیت کو دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا۔ اے بڑی بی اطمینان رکھو۔ "جنت میں بوڑھے جوان ہو کر جائیں گے۔"

سمیہ نشاط' ایوت محل

☆والد (اپنے بیٹے سے) بیٹا تم کبھی شادی مت کرنا۔ یہ شادی بعد میں بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔

بیٹا: ٹھیک ہے ڈیڈی میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گا اور یہی بات میں اپنی اولاد سے کہوں گا۔

محمد یوسف کوچاپو منکوی (کرناٹک)

☆لڑکا: امی امی ہمارے ابو کے سر پر بال کیوں نہیں ہیں؟

امی: اس لیے بیٹا کہ تمھارے ابو بہت عقلمند اور صاحب فہم ہیں۔

لڑکا: اوہ امی! اب میں سمجھ گیا کہ آپ کے سر پر اتنے سارے بال کیوں ہیں۔۔۔؟

محمد ذاکر حسین' سلطان پوری' بلگام

باپ جب دفتر سے آیا تو اس کا بیٹا مٹی میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔

باپ: تم مٹی میں کیا ڈھونڈ رہے ہو؟

بیٹا: آپ کا نام! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ تم نے میرا نام مٹی میں ملا دیا۔

نوید امام' آزاد لگر السٹیل اکیڈی ارریہ

☆جج: (گواہ سے) جب یہ دونوں کرسیوں سے لڑ رہے تھے تو اس وقت تم نے کیا کیا تھا؟

گواہ: جناب' اس وقت وہاں تیسری کرسی نہیں تھی اس لیے میں نے چھپ جانا ہی بہتر سمجھا۔

غلام سرور مڈل اسکول لکشمی پور' چاکند' گیا

☆ایک صاحب نے اپنے دوست سے کہا "تم کہہ رہے تھے کہ بلی کو کہیں دور جنگل میں چھوڑ آؤ گے' مگر یہ تو یہیں نظر آ رہی ہے۔"

دوست نے جواب دیا "ہاں' میں اسے چھوڑ تو آیا تھا' مگر میں بھٹک گیا اور گھر واپس آنے کے لیے اس کا پیچھا کرنا پڑا۔"

برکت اللہ' محلہ پورہ رانی' پرتی' مبارک پور

☆ایک شرابی نشے میں لڑکھڑاتا ہوا چڑیا گھر میں جا نکلا اور ایک ہیبت ناک گینڈے کو اپنی طرف گھورتے دیکھ کر عاجزی سے کہا۔

"بیگم' اس طرح غصے سے نہ دیکھو' میں ابھی بتلائے دیتا ہوں کہ اتنی دیر کہاں رہا۔"

عارف خاں' انجن گاؤں' سرجی

معلومات

☆عالم اسلام کا سب سے بڑا فلسفی حضرت امام غزالیؒ کو تسلیم کیا جاتا ہے۔
☆مسلمانوں کے لیے لفظ "مسلم" حضرت ابراہیمؑ کے دور میں رکھا گیا تھا۔
☆اذان کی تجویز سب سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ نے پیش کی اور سب سے پہلے اذان حضرت بلال حبشیؓ نے پڑھی۔

شایستہ ارشاد چک جادو درگاہ بیلا ویشالی

نامور ہستیاں

اصل نام	لقب
☆غلام محی الدین	مولانا ابوالکلام آزاد
☆ابو عبداللہ محمد ابن الطوط	ابن بطوطہ
☆ظہیر الدین	بابر
☆نورالدین	جہانگیر
☆جلال الدین محمد	اکبر
☆شہاب الدین	شاہجہاں

ماسٹر پرویز خان سلیم ذکریا اسکول پاتور آکولہ

کرکٹ سے متعلق

☆کسی ونڈے کرکٹ میں سب سے زیادہ رن بنانے والا کھلاڑی سعید انور (پاکستان) ۱۹۴ رن۔
☆ونڈے میں کسی ملک کا سب سے زیادہ اسکور سری لنکا ۳۹۷ رن بمقابلہ کینیا
☆کسی ایک ونڈے میں سب سے زیادہ وکٹ لینے والا بالر عاقب جاوید (پاکستان) ۳۷/۷ وکٹ۔
☆ونڈے میں کسی ٹیم کا سب سے کم رن ۳۶ کناڈا بمقابلہ انگلینڈ
☆ونڈے میں واحد دوبار ہیٹ ٹرک کرنے والا بالر وسیم اکرم (پاکستان)

محمد اصغر علی، ساؤتھ بازار بردوان

☆امریکہ کے پہلے راشٹر پتی جارج واشنگٹن تھے۔
☆برٹین کے پہلے وزیر اعظم رابرڈ وال پول تھے۔
☆بھارت آنے والے پہلے چینی مسافر (سفیر) فاہیان تھے۔
☆بنگلہ دیش کے پہلے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمان تھے۔
☆چین کا سفر کرنے والا پہلا یوروپین مارکوپولو تھا۔

فاروق قاسم بیگ شری رامپور۔ احمد نگر

سائنسی معلومات

☆انسانی جسم میں شریانوں (نسوں) کی تعداد: ۳۲۹ ہے۔

☆انسانی جسم میں دل کی دھڑکن : ۷۲ بار فی منٹ ہوتی ہے۔
☆انسانی جسم میں بالغ انسان کے دل کا وزن ۳۰۰ سے ۳۵۰ گرام تک ہوتا ہے۔
☆انسانی جسم میں دماغ کا وزن ۳ پونڈ اور حجم ۱۳۵۰ ملی لیٹر ہوتا ہے۔
☆انسانی جسم کا درجۂ حرارت عام طور پر ۹۸.۴ ڈگری فارن ہائٹ ہوتا ہے۔

شیخ سالک اسلم۔ پوسر۔ واشم

☆تاریخ اسلام میں جلاوطنی کے موجد حضرت عمر فاروقؓ تھے۔
☆عہد فاروقی میں مدینہ منورہ کے قاضی حضرت زیدؓ بن ثابت تھے۔
☆حضرت عمر فاروقؓ کے سکریٹری جنرل حضرت عبداللہ بن ارقم تھے۔
☆اسلام کی تاریخ میں حضرت عمرؓ نے فوج، پولس اور جیل خانہ کا نظام سب سے پہلے جاری کیا تھا۔

انیسہ ناز شیخ سانڈو۔ کاسودہ جلگاؤں

☆مردم شماری کے مطابق ہندستان کی آبادی '۹۷' کروڑ '۱۶' لاکھ '۸۰' ہزار '۳۷۵' ہے۔ ۹۷,۱۶,۸۰,۳۷۵
☆دنیا بھر میں ایک سیکنڈ میں ۲۴ بچے پیدا ہوتے ہیں۔
☆'کیرالا' بھارت کی واحد ریاست ہے جس میں مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔

محمد ابرار لاکھنواڑہ کھام گاؤں بلڈانہ

☆آسٹریلیا کی ایک کمپنی نے دنیا کی سب سے لمبی کار بنائی ہے۔ جس میں ۳۰ پہیے لگے ہوئے ہیں۔ اس کار کی لمبائی ۲۰۹۷ میٹر ہے۔ اس میں آرام کا جو سامان مہیا کیا گیا ہے ویسا آرام شاید محلوں میں بھی نہیں ملے گا۔ کار میں تیرنے کے لیے تالاب، نہانے کے لیے گرم اور ٹھنڈے پانی کے ٹب اور کھیلنے کا میدان، چار کمرے، دکان وغیرہ۔ کیا کسی گھر میں ہیلی کاپٹر اتارے جانے کا تصور ہے۔ نہیں نا! لیکن اس کار میں ہیلی کاپٹر اتارنے کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔

آصف اقبال جلیل ماسٹر چونا بھٹی مالیگاؤں

☆حضورؐ جس پہاڑی میں قیام پذیر ہوئے اس کا نام "ثور" ہے۔
☆سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار خالد بن ولیدؓ کو کہتے ہیں۔
☆ذوالنورین یعنی دو نور والے، یہ خطاب حضرت عثمان غنیؓ کو حضورؐ نے دیا تھا کیونکہ ان کے نکاح میں حضورؐ کی دو بیٹیاں آئی تھیں۔

محمد انور عبدالجبار۔ شیگاؤں (بلڈانہ)

☆ویسٹ انڈیز میں سانپ نہیں پائے جاتے۔
☆بھارت اور افریقہ کے سوا کہیں شیر ببر پائے نہیں جاتے۔
☆سب سے زیادہ زہریلی چھپکلی امریکہ میں پائی جاتی ہے۔
☆سب سے زیادہ تیل کے کنویں سعودی عرب میں پائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اکرم زمیندار کالونی شیگاؤں بلڈانہ

☆انسانی جسم پر ۲۰ لاکھ مسام ہوتے ہیں۔
☆ انڈے میں پانی کی مقدار ۷۴ فیصد ہوتی ہے۔

عاصمہ تبسم مدار تکیہ منگرول پیر

☆درخت پر لگنے والا دنیا کا سب سے بڑا پھل کٹھل ہے۔
☆دنیا کا سب سے تیز اڑنے والا پرندہ باز ہے۔
☆دنیا کا سب سے بڑا پرندہ شتر مرغ ہے۔

مبشر مبین درگاہ بیلا چندن پٹی ویشالی بہار

☆ہندستانی فلموں میں سب سے پہلے امیتابھ بچن کو "انگری ینگ مین" کا خطاب ملا۔
☆ ہندستانی فلموں میں سب سے پہلے نورجہاں کو "ملکۂ ترنم" کا خطاب ملا۔
☆ہندستانی فلموں میں سب سے پہلے محمد رفیع کو "شہنشاہ نغمات" کا خطاب ملا۔
☆ہندستانی فلموں میں سب سے پہلے غلام محمد کو "شہنشاہ موسیقی" کا خطاب ملا۔
☆ہندستانی فلموں میں سب سے پہلے "شہنشاہ جذبات" کا خطاب دلیپ کمار کو ملا۔

ساجد پرویز آسے گاؤں منگرول پیر آکولہ

☆ سب سے پہلے کشتی حضرت نوحؑ نے بنائی تھی۔
☆ نمک چین کی دریافت ہے۔
☆ برطانیہ میں بغیر دُم کی بلی پائی جاتی ہے۔
☆ حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں ۴۰ دن تک رہے۔

کیف احمد قیصر۔ کھرولی کھول۔ دربھنگہ

☆ سب سے پہلی کتاب لندن میں چھپی تھی۔
☆ افریقہ کے ایک شہر ٹیگارا کے تمام مکانات نمک کے بنے ہوئے ہیں۔
☆ آسٹریلیا میں ایسے بکرے پائے جاتے

ہیں جو درختوں پر چڑھتے ہیں اور مچھلیاں کھاتے ہیں۔

☆ دنیا میں سب سے زیادہ زلزلے جاپان میں آتے ہیں۔

آفتاب انور مبارک پور اعظم گڑھ

☆ دنیا کا سب سے خوب صورت پرندہ "نیوگنی" (جنوب مشرقی ایشیا) میں پایا جاتا ہے۔

☆ دنیا میں جانوروں کا سب سے بڑا مرکز شکاگو میں ہے۔

☆ دنیا میں سب سے لمبی چھلانگ لگانے والا جانور کنگارو ہے۔

☆ دنیا میں کتوں کا سب سے بڑا قبرستان پیرس میں ہے۔

سید تنویر سوداگر پورہ۔ واشم۔ آکولہ

☆ چین کا ایک مصور یانگ ارنان بہت ہی باکمال مصور ہے۔ وہ اپنی زبان سے تصویر بناتا ہے۔ وہ اپنے منہ کو ٹیوب اور زبان کو برش کی طرح استعمال کرتا ہے۔

☆ کیلیفورنیا کے جم پاول نے ۱۴۱ جلتے ہوئے سگریٹ ایک دفعہ پی کر ریکارڈ قائم کیا تھا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۳ برس تھی۔

☆ نیویارک شہر میں ایک شخص کے پاس ایک ایسا قدرتی پتھر ہے جس کی شکل وصورت عورت جیسی ہے اس کے گال گلابی اور بال سرخ ہیں۔

محمد صلاح الدین آسنسول مغربی بنگال

☆ دنیا کا سب سے پہلا جھنکا آسٹریا کے ہیرڈمین نے لگایا تھا۔

☆ گیت "اے میرے وطن کے لوگو" کا گیت کار پردیپ ہے۔

☆ ہمارے ملک میں پن کوڈ کا نظام ۱۵/ اگست ۱۹۷۲ء سے شروع ہوا۔

☆ مہاتما گاندھی نے اپنی زندگی میں صرف ایک فلم دیکھی جس کا نام "رام راجیہ" تھا۔

☆ نوبل انعام کی ابتدا ۱۹۰۱ء سے ہوئی۔

ممتاز شکیل۔ وروڈ

☆ شہد کی مکھی کی رفتار فی گھنٹہ ۳۰ میل ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ گرین لینڈ ہے۔

☆ دنیا کی سب سے لمبی نہر سویز نہر ہے۔

☆ دنیا کا سب سے اونچا ملک تبت ہے۔

محمد سالم مبارکپور اعظم گڑھ (یو۔ پی)

☆ آنکھوں کی پلکیں کاغذ جیسی پتلی ہیں لیکن اس کی ۹ پرت ہوتی ہیں۔

☆ دنیا کا سب سے گہرا کنواں آسٹریلیا میں ہے۔ جس کی گہرائی ۷۰۱۹ افٹ ہے۔

محمد سالم مبارکپور اعظم گڑھ (یو۔ پی)

آدھی ملاقات

☆پیام تعلیم اردو دنیا میں بچوں کا ایک ایسا پسندیدہ اور معیاری ماہنامہ ہے جس کو بوڑھے بھی پسند کرتے ہیں۔ پنڈت نہرو جیسے قدردان ہوتے تو اس کو نئی زمانہ بچوں کی تربیت کا طلائی تمغہ دیتے۔ شمع والے کھلونا نکالتے تھے وہ نہ معلوم کیوں بند ہوا آپ ماہنامہ کو جاری رکھیں۔ صفحات بڑھائیں اور اچھے قلمکاروں کی مقابلی مفید و صحت مند تحریروں پر نذرانہ بھی اور انعامات بھی دیں۔ اس کے لیے قیمت میں اضافہ بھی کریں تو غور فکر کریں ہم اردو والے تعاون کریں گے۔

سید حیدر عباس نقوی مراد آباد

☆آپ کا پیام تعلیم پڑھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اور میرے اندر بھی یہ جوش و جذبہ پیدا ہوا کہ میں بھی قلمی دوستی میں اپنا نام شائع کراؤں۔ میں جب تک میں یہ رسالہ نہیں پڑھتا ہوں مجھے بے چینی رہتی ہے اور اس لیے کہ اس سے نئی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

سلام الدین سرائے خاص بازار بلرام پور

☆جنوری کا شمارہ ملا پڑھ کر دل کو سکون ملا۔ یہ رسالہ اتنی تاخیر سے پہنچتا ہے کہ بس مت پوچھیے۔ انتظار کرتے کرتے تو آنکھیں ہی سوج جاتی ہیں لیکن یہ رسالہ کیا مجال کہ بغیر شکایتی خط لکھے پہنچے۔ پرچہ نہ پہنچنے کی وجہ آپ محکمہ ڈاک کی لاپروائی بتاتے ہیں لیکن پھر جب شکایتی خط کی وصولی پر یہ رسالہ ہمارے پتے پر پہنچتا ہے تو ہمارا دماغ یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ آخر ماجرا کیا ہے۔ خیر اب یہ رسالہ چونکہ شکایتی خط بھیجنے پر ہی ملے گا تو ہم اب آیندہ ماہ کے دوسرے ہی ہفتے میں شکایتی خط روانہ کردیں گے۔

محمد اشرف علی انصاری کلکتہ

☆میں نے اس خط سے چند دن پہلے ایک خط آپ کو لکھا ہے، اس کا مقصد 'پیام تعلیم' دسمبر کا نہ ملنا تھا لیکن 'پیام تعلیم' بروز منگل ۹ر تاریخ کو موصول ہوا جو میرے لیے خوشی لے کر آیا تھا۔ آپ نے 'پیام تعلیم' میں میرا خط شائع کیا جس کا میں احسان مند ہوں۔ پھر کیا کہوں انکل خوشی سے میں نے اپنا خط سب کو بتایا۔ سب نے مجھے شاباشی دی اور میری حوصلہ افزائی کی انھوں نے کہا کہ کہانی صرف صفحے کے ایک طرف لکھی جائے اور تھوڑی جگہ چھوڑ کر جب کہ میں نے جو کہانی آپ کو بھیجی تھی صفحے کے

دونوں طرف لکھی ہوئی تھی۔ شاید اس وجہ سے آپ نے میری کہانی 'بلا' شائع نہیں کی۔

سید دانش شہزاد۔ کرہا۔ ضلع امراوتی

☆ماہ فروری کے پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ کر دل خوشی سے رقص کرنے لگا۔ لیکن ہمارے ابو جان نے کہا کہ آپ نے میرا نام نہیں بلکہ ہمارے ابو جان کا نام لکھا لیکن خیر ان سب باتوں کو چھوڑیے۔ آپ نے میرا مضمون پسند کیا اس کا بہت بہت شکریہ۔

بارز منصور سردار بنگال پورہ بھیونڈی

☆میں نے ماہنامہ پیام تعلیم پڑھا بہت ہی اچھا لگا اور میں اسے منگانے کی خاطر خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے لہذا میں پیام تعلیم کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں۔ اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس میں جتنا پیسہ لگتا ہے لکھ دیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتادیں کہ سادہ ڈاک سے پیسہ بھیجنا ٹھیک ہوگا یا منی آرڈر سے۔ آپ سے گذارش ہے کہ خط پاتے ہی بہت جلد جواب مرحمت فرمادیں نہایت ہی مہربانی ہوگی۔ (منی آرڈر سے بھجوا دیجئے)

حفیظ محمد کاشف محمد آباد گوہنہ مئو

☆ماہ جنوری کا شمارہ بک اسٹال سے موصول ہوا۔ بہت خوشی ہوئی میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ آپ کے مشن کو کامیاب بنائے آمین

رضی احمد مظفر پور

☆ہم سب بہنیں بخیر رہتے ہوئے آپ جناب کی خیریت کے لیے خدا کی بارگاہ میں دعا گو ہیں۔

ماہ دسمبر کا ماہنامہ 'ایک ننھی سی گڑیا کے معصوم چہرے کے ساتھ شاہین کی پرواز سے ہم تک آپہنچا۔ دیکھتے ہی ہم بہنوں کی خوشی کی انتہا نہ تھی پھر بڑی ہی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ مکمل طور پر پڑھنا شروع کیا۔ آخر میں پیامی ادبی معمہ نمبر ۱۰۷ پر نظر پڑی۔ تب ہی ہمارے چھوٹے بھائی اور ہم بہنوں نے اپنے چھوٹے دماغوں سے کوشش کرکے حل کرنے کی ہمت کی اور اب آپ کی خدمت میں روانہ کر رہی ہیں۔

رابعہ بصری نعیم النساء اسماء بری، الیاس احمد

☆فروری کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ ماشاء اللہ بہت بہترین رسالہ ہے۔ اس کے سب مضامین پسند

آئے۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ میں سچے دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ' اس رسالے کو مقبول عام کردے۔ آمین

صمد خان نقشانی باغیچہ ناندورہ (بلڈانہ)

☆میرے خط لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ اب تک میرے لکھے ہوئے خطوط شائع نہیں ہوئے۔ اب میں ایک کہانی لکھ رہی ہوں آپ ضرور شائع کرائیں وہ کہانی میں ایک لفافے میں بھیج رہی ہوں۔

ماہ فروری ۱۹۹۸ء کا رسالہ ۱۲ فروری کو وصول ہوا بے حد پسند آیا۔ جاگو جگاؤ تو پورے رسالے کی جان ہے ویسے غریب ملکہ کہانی بہت پسند آئی۔

نفیس فاطمہ عبدالرحیم درگاہ محلہ، پاتھری

☆جنوری کا پیام تعلیم دستیاب ہوا پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ سبھی کالم اچھے تھے اور ہاں نومبر ۹۷ء کے پیام تعلیم میں آپ نے ادھوری کہانی کا نتیجہ ظاہر کیا اس میں اپنا نام دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ مجھے پیام تعلیم کی طرف سے پہلی بار انعام مل رہا تھا لیکن افسوس کہ میں انعام کا انتظار کرتے کرتے تھک گئی۔ نومبر سے جنوری ۹۸ آیا اور وہ بھی ختم ہوگیا لیکن انعام ابھی تک دستیاب نہیں ہوا۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری اس شکایت کا برا نہیں مانیں گے (ا۔ آپ نے پہلے بھی اپنا نام پتہ نہیں لکھا اور اس خط میں بھی نہیں لکھا۔ انعام بھیجا جاتا تو کس پتے پر۔)

(نام پتہ نہیں لکھا)

☆یوں تو پیام تعلیم بے مثال رسالہ ہے میری خواہش ہے کہ آپ نے جو ادھوری کہانی شائع کی اور اس کا نتیجہ بھی شائع کیا تھا۔ پیامیوں نے جو ادھوری کہانی کو مکمل کرکے اپنی صلاحیت اور خیالات کا اظہار کیا ہے۔ آخر پیامیوں کو کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے میں جاننا چاہتی ہوں۔ اس لیے آپ مہربانی کرکے ایک ایک کرکے ہر مہینے کہانیاں شائع کیجیے آپ کی شکر گزار ہوں گی۔

نعما کوثر حافظ پورہ منگرول پیر آکولہ

☆جنوری کا پیام تعلیم ابھی کل ہی موصول ہوا پورا ایک گھنٹہ پڑھ لیا سچ یہ رسالہ اتنا اچھا ہے اتنا پیارا ہے کہ خیر۔۔! مجھے اپنا انعام ۷ر جنوری کو مل گیا آپ کا بہت بہت شکریہ۔ پیام تعلیم اپنی جگہ ایک مکمل شاہکار ہے اسی لیے تو سبھی اس کے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ میں

پیام تعلیم کی شان میں کیا قصیدے کہوں سب کہانیاں۔ معلومات ایک سے بڑھ کر ایک ہیں ۔ میری دعا ہے کہ پیام تعلیم اسی طرح ہمیشہ چھوٹوں بڑوں میں یکساں مقبول رہے۔

فوزیہ کبریٰ قاضی منزل مبارکپور

☆جنوری کا پیام تعلیم باتفصیل پڑھ چکا ہوں ۔ تمام کہانیاں پسند آئیں اے حمید صاحب کا تو پوچھنا ہی نہیں اور دیگر کہانیاں بھی بے حد پسند آئیں ۔ اسی وجہ سے میں بھی پیام تعلیم جیسے اہم رسالہ کے پڑھنے اور جاری کرنے کے لیے اس میں حصہ لے رہا ہوں ۔ آپ اس ناچیز کا چندہ جلد از جلد قبول فرمائیں مہربانی ہو گی۔

عاصم اختر ولید پور مئو

☆دسمبر کے ماہ کا پیام تعلم ملا ۔ مجھ کو بڑی مسرت ہوئی کہ آپ نے اس غریب کا لطیفہ شائع کیا ۔ اس لیے میں آپ کی شکر گزار ہوں ۔ امید ہے کہ آپ مارچ تک ضرور شائع کریں گے ۔ میں دوسری اور کتابوں کا مطالعہ کرتی ہوں مگر میں نے دوسرے رسائل میں کچھ معلومات بھیجیں تو انھوں نے شائع نہیں کیں تو میرا دل بھر آیا، پھر میں نے فیصلہ کیا کہ پیام تعلیم میں قسمت آزمائی کی جائے اور میری قسمت کتنی اچھی ہے کہ آپ نے میرا دل نہیں توڑا اور مجھ کو اب بھی امید ہے کہ میری بھیجی ہوئی معلومات اور جتنی بھی چیزیں بھیجی ہوئی ہوں آپ ضرور شائع کریں گے ۔

نفیس فاطمہ پاتھری پر بھنی مہاراشٹر

☆پیام تعلیم مجھے بہت پسند آیا۔ میں نے شروع سے آخر تک اسے دلچسپی سے پڑھا۔ یقیناً قابل تعریف ہے۔

سرفراز حیدر امیلو۔ اعظم گڑھ

☆آپ کے رسالہ پیام تعلیم میں جو فہرست مضامین کا صفحہ ہوتا ہے اس پر صفحہ نمبر نہیں لکھا ہوتا ہے جبکہ ہم نے ساری کتابوں میں یہ نہیں دیکھی۔ اگر آپ اس پر توجہ دیں تو مہربانی ہو گی۔

محمد سعد پاپولر واچ ہاؤس۔ محمدی لکھیم پور کھیری

☆امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ میں گزشتہ کافی عرصہ سے پیام تعلیم کا مطالعہ بڑی پابندی سے کر رہا ہوں ۔ ماہ اپریل ۹۸ء کے شمارے میں مجھے سبھی چیزیں بیحد پسند آئیں۔ کہانیاں گدگدیاں قلمی

دوستی کا جواب نہیں ۔ میں ان تمام شعرا
اور ادبا کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں
خاص طور پر محمد جمیل کی کہانی "مخلص"
اسماء قریشی کی کہانی" دنیا رنگ برنگی"
بہت پسند آئیں۔

محمد منظور عالم ٹھیکرا استی پور۔ بہار

☆اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے فروری ۹۸ کا
پیام تعلیم ڈاک کے ذریعہ ۵ تاریخ کو
موصول ہوا ۔پیام تعلیم ملتے ہی میں
خوشی سے جھوم اٹھا اور خوشی کے مارے
پوسٹ مین کو ایک روپے کی ٹھینی خرید کر
دی تو وہ بھی خوشی سے جھوم اٹھا اور وہ
دل ہی دل میں دعا دینے لگے۔ یہ کتنا اچھا
رسالہ ہے کہ اس کے سبب مجھے ایک
روپے کی ٹھینی ملی۔ مجھے خاص طور سے
خونی کھوپڑی اور بکرے کا بھیجا اچھا لگا۔

محمد طفیل صدیقی لکشمی پور چاکند گیا

۱۵فروری کا رسالہ موصول ہوا۔ بے حد
پسند آیا ۔ خاص طور سے اے حمید کی
کہانی خلائی ایڈونچر سیریز تو بہت ہی
مزے دار لگی ۔ میں بہت دنوں سے اپنی
کہانی "پرانا بکس" کے شائع ہونے کا
انتظار کر رہی تھی جو میں نے ستمبر کو
بھیجی تھی مگر وہ ابھی تک نہیں چھپی ۔
فروری کی پیام تعلیم میں نہ دیکھ کر بہت
دکھ ہوا میں دو تین کالم میں حصہ لے
رہی ہوں امید ہے کہ آپ میری حوصلہ
افزائی کریں گے۔

عابدہ خان ۱۷/ ابو الفضل انکلیو جامعہ نگرنئی دہلی

فروری کا پیام تعلیم دستیاب ہوا بہت ہی
عمدہ رسالہ ہے اس کی تمام کہانیاں پڑھ
کر دل باغ باغ ہو گیا خاص کر ماں کی دعا،
غریب ملکہ، عجیب بادشاہ، شہزادی
شہناز، علم کی دین وغیرہ پڑھ کر دل کھل
اُٹھا۔ اللہ اس رسالہ کو ترقی فرمائے۔ آمین

عبد اللہ مالک اکتاب ارریہ بہار

میں پیام تعلیم پانچ چھے ماہ سے پڑھ رہی
ہوں عقل کا امتحان پڑھ کر دل باغ باغ
ہو گیا۔ میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں
کی آپ نے میری بھیجی ہوئی معلومات
شائع کی۔ سبھی مضامین پسند آئے۔ اللہ
کرے پیام تعلیم دن دونی رات چوگنی
ترقی کرے۔ آمین

فوزیہ پروین نیا بازار چھپرہ

میں نے ماہنامہ "پیام تعلیم کا مطالعہ کیا۔
واقعی بہت ہی عمدہ رسالہ ہے۔ یہ ایک
بار ہاتھ میں آجائے تو وقت ہوا کی طرح
گزر جاتا ہے۔ مضامین بہت پسند آئے۔

سعیدہ خانم سلوڑ۔ اورنگ آباد

بچوں کی کوششیں

قربانی

اسلام کی تعلیمات میں نہ تو لہو ولعب کی گنجائش ہے نہ اس کی اجازت۔ چنانچہ تہوار اور یادگار دنوں کے موقعوں پر بھی اس کے مزاج کا بانکپن اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود نظر آتا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اسلام کے دو اہم اور بڑے تہوار ہیں جن میں اول الذکر پیکر بھی عبادت ہی اور رضائے حق کے خمیر سے تیار کیا گیا ہے اور ثانی الذکر کا بھی عید اور بقر عید کے مراسم پر نگاہ ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے صحیفۂ تعلیم میں تہواروں کا جو مزاج دیا گیا ہے اس قدر مہذب شایستہ، پاکیزہ اور اخلاقی فائدوں سے لبریز ہے کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جاسکتا۔

نماز عید الاضحیٰ کے فوراً بعد اہل استطاعت کو حکم ہوا کہ قربانی کریں تاکہ لباس فاخرہ اور شوکتوں کی نمایش غرور وتکبر نہ پیدا کرے۔ اور مسلمانوں کا کوئی قدم لہو ولعب کی جانب اٹھنے کی بجائے پندرہ ہزار برس قبل کی اس عظیم یادگار کو تازہ کرنے کے لیے اٹھے جو ایثار قربانی کا لافانی شاہکار اور قربانی کی عظیم ترین یادگار ہے۔

ایک مقدس شخصیت، ایک معصوم ذات (حضرت ابراہیمؑ) جس نے اولاد کے لیے دعائیں مانگی تھیں، مناجات کی تھی سجدوں کی نذر پیش کی تھی اور بھیگی ہوئی پلکوں کے سایے میں خالق مطلق سے درخواست کی تھی کہ پروردگار مجھے ایک صالح اولاد عطا فرما اور جب تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں چمن زار تمنا میں بہاریں مسکرائیں۔ صاحب زادے (حضرت اسمٰعیلؑ) کی دولت ملی تو ایک دن

قرآن اور زندگی

☆ دیواریں۔ آیات قرآنی سے آراستہ کی جاتی ہیں۔

☆ محرابیں۔ قرآن سے سجائی جاتی ہیں۔

☆ مرنے کے بعد۔ قرآن بخشے جاتے ہیں

آیئے

☆ قرآن سے :۔ دیواروں کو نہیں زندگیوں کو آراستہ کریں۔

☆ قرآن سے :۔ محرابوں کو نہیں دلوں کی دنیا کو سنواریں۔

☆ قرآن سے :۔ مردوں کی ایصال ثواب ہی نہیں زندوں کے مسائل حل کریں۔

سمعیلؑ کو اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کر رہے ہیں نبی کا خواب بےمقصد نہیں ہوتا۔ ان کے خوابوں کو شیطان کے اثر سے محفوظ ومامون رکھا گیا ہے اور ان کے خواب بمنزلہ وحی ہوتے ہیں آپ نے صبح اٹھ کر سو اونٹ ذبح کیے اور ان کا گوشت اور کھالیں غریبوں میں تقسیم کردیں لیکن دوسری رات آپ نے پھر وہی خواب دیکھا۔ اب آپ سمجھ گئے کہ اب اللہ تعالیٰ کے منشاء کی تعمیل اونٹوں کی قربانی سے نہیں بلکہ فی الواقعی حضرت اسماعیلؑ کو ہی قربان کرنے سے ہو سکتی ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے۔ باپ اپنی آرزوں کے مرکز، امیدوں کے حاصل اور ارمانوں کے پیکر ایسی وادی میں جہاں کھیتی باڑی نہیں ہے، وگیاہ سرزمین پر بیٹے سے مشورہ طلب کر رہا ہے کہ "جان پدر! ہم رضائے الٰہی کی خاطر تمھیں قربان کرنا چاہتے ہیں تمھاری کیا رائے ہے؟" گویا باپ کو معلوم ہوا کہ فرزند عزیز کا عہد طفولیت اتنا ایثار پسند ہے کہ بڑے بڑوں کی ہمت اس کا پاسنگ نہیں ہوتی اور سعادت مند بیٹے نے باپ کے اس علم کو عملی جامہ پہناتے ہوئے کہا" ابا جان! اگر آپ کے رب، میرے رب اور سب کے رب کی یہی مرضی ہے تو بسم اللہ، اسماعیلؑ کی زندگی اس کی رضا پر قربان ہے۔" آفرین، قربان جایئے اس انداز وفا پر۔ ایک طرف باپ اپنے جذبات، اپنی تمنا اور اپنے ارمانوں کی قربانی پیش کر رہا ہے تو دوسری طرف سعادت مند فرزند اپنی حیات قربان کر رہا ہے، کیسی تھی یہ قربانی، کیسا تھا یہ ایثار اور کیسا تھا یہ

☆عورت کا جنازہ جارہا تھا۔ پیچھے لوگوں کی ایک بھیڑ تھی۔ ایک صاحب نے جو یہ دیکھا تو سوچا کیسی خوش قسمت عورت تھی جس کے جنازے میں اس کے میاں کے اتنے احباب شامل ہیں پھر آگے بڑھ کر پرسہ دیا۔ اور پوچھا۔ کیا ہوا۔ میاں نے جواب دیا میرے کتے نے کاٹ لیا۔ تو مر گئی۔ ان صاحب نے جھٹ پوچھا۔ کیا آپ اپنا کتا ایک دن کے لیے مجھے دے سکتے ہیں۔ مرنے والی کے شوہر نے کہا۔ ضرور دے سکتا ہوں۔ آپ بھی اس جم غفیر میں شامل ہو جائے جو اسی غرض سے آئے ہیں۔

ترین مقصد محض جانوروں کی قربانی نہیں
بلکہ یہ قربانی اپنی ہی خواہشات و جذبات،
اپنی متاع عزیز اور اپنی زندگی تک قربان
کرنے کی حسن تمہید اور آغاز باب ہے۔
آج وقت آگیا ہے کہ ہم
جانوروں کو ذبح کرتے وقت خاص طور
سے قربانی کے مفہوم کا دھیان رکھیں۔
آج کفر و باطل کے پرستار دین حق کو
صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔
آیئے آج عید قرباں کی مقدس
تقریب پر ہم سب مسلمان عہد کریں کہ
ہم خدا کی راہ میں کسی بھی قسم کی قربانی
سے دریغ نہیں کریں گے، خدا کے دین
پر کسی صورت میں آنچ نہیں آنے دیں
گے اور اس کی حفاظت اور سربلندی کے
لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں
گے۔ اگر ہم نے سچے دل سے عہد کیا اور
پوری طرح عمل کرنے کی کوشش کی تو
انشاء اللہ فتح و ظفر ہمارے قدم چومنے پر
مجبور ہو جائے گی اور اسلام کا ڈنکا ایک بار
پھر ساری دنیا میں بجنے لگے گا۔ آج
دنیائے اسلام میں اتحاد و اتفاق اور جذبہ
ایثار قربانی وقت کی سب سے بڑی پکار
ہے۔
رب قدیر تمام مسلمانوں کو
قربانی کی اصل حقیقت سے روشناس
کرے اور سب مسلمانوں کو پیکر ایثار
بنائے۔ آمین

☆انیسہ شیخ سانڈو اسلام پورہ جلگاؤں

امارنی پیلیس کی کرکٹ

ہمارے محلے میں بارہ گھروں کے مردوں
کی آبادی تقریبا ۱۶۰ ہے اور اس طرح
ہمارے محلے میں ایک ٹیم بن جاتی ہے۔
اس ٹیم کے کپتان محمد ارمان احمد بی۔
ایس۔سی، کے طالب علم ہیں۔ ان کی
باؤلنگ بہت اچھی ہوتی ہے اور بیٹنگ کا
جہاں تک سوال ہے صحیح ہی ہے اگر وکٹ
پر تھوڑی دیر ٹھہر گئے تو اچھا اسکور بنالیتے
ہیں ورنہ کبھی زیرو کبھی ۵ کبھی ۱۰ اسی
طرح کا اسکور ہے ان کا۔ اور ہماری ٹیم
کے وائس کپتان محمد صدام الدین جو آئی۔
ایس۔سی کے اسٹوڈنٹ ہیں۔ وہ ہماری
ٹیم کے اوپنر باؤلر اور بیٹسمین بھی ہیں
ان کی باؤلنگ کا تو جواب نہیں۔ پہلے ہی
اوور میں تین وکٹ لینا ان کا فرض ہے،
اور جہاں ان کی بیٹنگ کا سوال ہے ٹھیک
ہی ہے۔ اگر دو تین اوور تک ٹک گئے تو
سنچری بنانا ان کا فرض ہو جاتا ہے۔ ٹیم
کے دیگر کھلاڑی اس طرح ہیں محمد علام
الدین بیٹسمین و باؤلر (دسویں جماعت)
محمد ہلال انور آل راؤنڈر (دسویں
جماعت) محمد سرفراز احمد بیٹسمین، محمد
رئیس انور آل راؤنڈر محمد امتیاز بیٹس مین،
محمد معراج باؤلر، کلیم اختر بیٹس مین

سر فراز محمد بیٹس مین، محمد شفیع اللہ شاد وکٹ کیپر اور بیٹس مین اور ہماری ٹیم کے کوچ محمد ابرار الحق ہیں۔ ہم لوگوں نے اپنی ٹیم کا نام بی۔سی۔سی۔ رکھا ہے۔ ہم نے اب تک سات مقابلوں میں حصہ لیا ہے اور اللہ کے فضل وکرم سے ۴ جیتے اور ۳ ہارے۔ جیتنے والے میچوں کے فائنل کا اسکور بورڈ اس طرح ہے۔

بیٹنگ کا تجزیہ

نام	بال	رن	آؤٹ
صدام الدین	۵۰	۶۵	کیچ آؤٹ
محمد سرفراز احمد	۴۰	۳۰	//
محمد ارمان احمد	۵	۲۲	بولڈ
محمد علام الدین	۲۰	۵۱	ناٹ آؤٹ
محمد ہلال انور	۴۰	۴۰	بولڈ
محمد رئیس انور	۵۵	۲۰	ناٹ آؤٹ
ٹوٹل ـ		۲۲۸	

بالنگ کا تجزیہ

نام	اوور	میڈن	رن دیا	وکٹ
صدام الدین	۶	۲	۳۵	۵
ارمان احمد	۶	۳	۳۰	۱
ہلال انور	۵	۱	۳۰	۰
رئیس انور	۶	۰	۵۰	۱
محمد علام الدین	۵	۱	۳۲	۳

ٹوٹل اوور ۲۸ میڈن ۷ ۱۶۷ رن ۱۰ وکٹ
مین آف دی سیریز محمد علام الدین
مین آف دی میچ محمد صدام الدین

انشاء اللہ اسی طرح آگے بھی ہم لوگ اچھی کارکردگی دکھاتے رہیں گے آمین

☆ محمد علام الدین کھول دربھنگہ

استاد ہڈا کی پہلوانی

استاد ہڈا کمرے کے کونے میں رکھی ہوئی دوانیٹوں پر کسرت کر کے آئے تو انھوں نے اپنے نوکر فنے کو آواز دی کہ وہ ڈیڑھ بادام کا حلوا لے آئے۔ کسرت کے بعد استاد کے جسم کی ایک ایک ہڈی یوں چمک رہی تھی جیسے کوئی ڈھانچہ سیدھا قبر سے نکل کر کسرت کی انیٹوں پر آگیا ہو۔ ابھی استاد پسینہ بھی خشک نہ کرنے پائے تھے کہ ان کے دونوں شاگرد اور بادشاہ لنگیاں باندھے ننگے بدن قلانچیں بھرتے آگئے۔

"لو بھئی استاد مٹھائی کھلواؤ۔ بڑی اونچی خبر ہے۔"

"بس جی، لوٹا بستر ٹائٹ کرالو۔ آپ کو ایران چلنا ہے۔" بادشاہ نے استاد کے پٹھے پر مالش کی۔

"واں پے پیلوانی (پہلوانی) کا مقابلہ (مقابلہ) ہو رہا ہے۔ ایک سے ایک ملک کا پہلوان آرہا ہے۔"

اکا نے بات آگے بڑھائی۔

پھٹے جوتے کی طرح پھیلتا ہی جا رہا ہے۔

اب تک بھی چک معاملہ کیا ہے؟ استاد

نے پوچھا۔

"استاد، اپنے انڈیا ملک میں ہے کوئی آپ سے ڈبل پہلوان؟ دس بیس ملکوں والے تو آپ کی باڈی دیکھتے ہی واپسی کی گاڑی پکڑلیں گے۔" بادشاہ نے مکھن لگایا۔

" اور آپ سونا لے کر واپس آئیں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر سونا ہمارے کس کام کا؟ آج تمھاری استانی جی زندہ ہوتی تو اسے سونے کے جھمکے بنوادیتے۔ ہمارا تو دل ہی ٹوٹ گیا۔" استاد نے دو تولے آنسو پونچھ کر کہا۔

"اجی ٹوٹے آپ کی سانس۔ دل سلامت رہے! غم نہ کرو استاد۔ سونے کا میڈل بنیان پر ٹانک کر شہر بھر میں دھاک باندھ دو کہ ہم ایران میں اکھاڑا مار آئے۔"

"تم لوگوں کی ضد ہے تو چلیں گے۔ جاؤ، ہمارے کرتے اور لنگی پر صابن مار کر گرم لوٹے سے استری کردو۔ بس ہم تیار ہیں۔"

"مگر استاد جانے سے پہلے ذراسا ڈاکٹری معائنہ ضروری ہے جیسے ریس میں دوڑانے سے پہلے سائیکل یا موٹر کی جانچ پڑتال ضروری ہے۔ اسی طرح مقابلے سے ذرا پہلے پہلوان کا بھی چیک اپ ہوتا ہے کہ جسم کے سارے نٹ بولٹ درست ہیں۔" اکا نے سمجھایا۔

" میں حکیم کنن خاں کو بول آیا ہوں۔ آتے ہی ہوں گے۔ مالش کا ایسا عمدہ تیل بنا دیں گے کہ اکھاڑے میں آپ کی ہڈیاں سائیکل کے تیل پلائے فری وھیل کی طرح چلتی رہیں۔"

"لو بھئی ہم آگئے۔ اپنے ایک مریض کو مٹی دے کر لوٹ رہے تھے۔ سوچا استاد کو بھی مٹی ۔، میرا مطلب ہے مالش کا تیل دے دیں۔ حکیم کنن خاں نے اپنا بکس نیچے رکھتے ہوئے کہا۔ استاد مارے شان کے اپنی چھٹانک چھٹانک بھر کی مچھلیاں ٹٹولنے لگے۔

" ہتھوڑی، پنچ کش میرے پاس ہے۔ کہیں سے آری اور سوراخ کرنے والا برما لے آؤ۔" حکیم صاحب نے فرمایش کی۔

"کیوں؟ ہمیں استاد کا صحت چیک کرانا ہے۔ ان کے جسم کی الماری نہیں بنوانی ہے۔ کہیں کوئی ہڈی باہر آگئی تو دوبارہ فٹ بھی نہیں ہوگی۔" بادشاہ نے اپنی رائے پیش کی۔

حکیم نے ہتھوڑی سے آہستہ آہستہ ٹھونک کر ہڈیوں کی جانچ کی اور مالش کے تیل کا نسخہ تجویز فرمایا۔

اروی کی جڑ۔ آلو بخارے کی گٹھلی۔ پرانے جوتے کے تلے کا اچار۔ اودبلاؤ کا بھیجا۔ سفید کوے کی چونچ۔ دو دو ماشہ۔ آٹے کی چکی کے تیل میں کھرل کر کے

ابال لیا جائے۔ دن میں چار وقت مالش کرنے سے جسم ایروپلین کی طرح دوڑنے لگے گا۔ اچھا میں چلتا ہوں۔ ختم ہو جائے تو اطلاع کر دینا۔"

"کون ختم ہو جائے؟ استاد،" بادشاہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"نامعقول! میں مالش کے تیل کی بات کر رہا ہوں!" حکیم کنن خاں نے ڈانٹ دیا۔

حکیم کے جاتے ہی اکا تیل بنوانے کے لیے دوڑ پڑے، پون گھنٹے تک بادشاہ استاد کو ایرانی کھیلوں کے مقابلے کے بارے میں بتاتا رہا۔ اتنے میں اکا شیشی میں تیل بنوا کر لے آیا۔

استاد نے تیل سونگھا اور ناک سکوڑ کر بولے۔ "اس میں تو مری ہوئی چھچھوندر جیسی بو آ رہی ہے۔"

"اور کیا سوہن حلوے کی خوش بو آئے گی؟ آپ کو اس تیل سے مالش کرانی ہے یا اس میں پکوڑے تلنے ہیں۔؟ بادشاہ نے ترشی سے کہا۔

"آؤ ہم لوگ استاد کو آدھا آدھا بانٹ لیں۔" اکا نے کہا۔

"کیا بکتے ہو؟" استاد بڈا تڑپ اٹھے۔

"میرا مطلب ہے پیروں کے جوڑوں پر میں مالش کرتا ہوں، اور ہاتھوں اور کندھوں کے نٹ بولٹوں کی آئلنگ بادشاہ کرے گا۔" اکا نے سمجھایا۔

مالش شروع ہو گئی۔ استاد بڈا کے جسم کی ہڈیاں کھٹاکھٹ بولنے لگیں۔ تھوڑی ہی دیر میں دیکھتے کیا ہیں کہ استاد بے ہوش پڑے ہیں۔ ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو کر اینٹھ گئے اور منہ سے فوں فوں کی آواز آنے لگی۔ اکا اور بادشاہ گھبرا گئے۔

"ہائے استاد! تمہارے تو ہینڈل سب ٹیڑھے ہو گئے۔" دونوں نے ایک آواز میں کہا، اکا دوڑ کر حکیم کو بلا لایا۔ حکیم نے تیل سونگھا اور غلط تیل بنوا لانے کی وجہ پوچھی۔

"دوائیں ذرا ادھر ادھر ہو گئیں۔ حکیم ساب، پرانی چکی کے تیل کی جگہ ریلوے انجن کا تیل اور جوتے کے تلے کے اچار کی جگہ سینڈل کا شوربا ملا دیا گیا۔ اب انھیں کسی طرح سیدھا کیجیے۔"

حکیم نے سر پیٹ لیا اور بکس سے نکال کر آہستہ آہستہ جسم کے جوڑوں پر عطر گلاب جامن اور روغن بالو شاہی ملنے لگے۔ استاد نے آنکھیں موندے ہوئے ہی پوچھا۔ "ہم کہاں ہیں؟ ایران ابھی کتنے اسٹیشن اور دور ہے۔"

"ایران نہیں استاد، آپ قبرستان پہنچتے پہنچتے رہ گئے"! بادشاہ نے رونی آواز میں کہا۔

استاد کے اٹھ بیٹھنے سے پہلے ہی اکا اور

بادشاہ حکیم کلن خاں سمیت سرپٹ بھاگ نکلے۔ استاد بڈا خاں کراہ کر چیختے ہی رہ گئے۔" ذلیلو! پاجیو! بد تمیزو! کتے کی دُمو! نپٹ لوں گا! ہڈیاں اور جبڑا ذرا سیدھا ہو جائے تو ایک ایک کو چباڈالوں گا۔"

ادھر اکا اور بادشاہ مالش کے تیل کے پیسوں کی گرما گرم جلیبیاں کھا رہے تھے۔

☆ آفتاب احمد ۲۲ ٹینک اسٹریٹ ممبئی ۸

کامیابی کا فن

راو چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ اس کے امتحان ختم ہوئے بیس دن ہو گئے تھے۔ راجو کے چاچا ممبئی میں رہتے تھے۔ گھر والوں نے منصوبہ بنایا کہ کیوں نہ ممبئی کی سیر کا لطف اٹھایا جائے۔ ممبئی جانے کا منصوبہ کامیاب ہوا۔ راجو بہت خوش تھا کہ ممبئی جانے کا موقع ملا۔ سبھی ممبئی پہنچے۔ راجو کو وہاں اکیلا پن محسوس نہیں ہوا کیونکہ اس کے چاچا کا بیٹا اس کے ہم عمر تھا۔ اس کا نام جگنو تھا دونوں کی جوڑی خوب جمی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش تھے جیسے زندگی کی بہت بڑی خوشی مل گئی ہو، دوسرے دن وہ سیر کے لیے نکل پڑے۔ راجو کو گھومنے میں بہت مزہ آرہا تھا وہ جب کوئی چیز دیکھتے تو کہتا ارے کیا چیز ارے واہ کیا سین ہے۔ ادھر دیکھو ہے یہیں رہوں۔ راجن ممبئی کی سیر سے بہت خوش ہوا۔ راجو اور جگنو ایک دوسرے کے بہت قریب آچکے تھے۔

ایک دن پھر یہ گھومنے کو نکلے۔ وہ گھومتے گھومتے بہت آگے نکل چکے تھے انھیں کچھ پتہ نہیں چلا کہ ہم کہاں آپہنچے وہاں چاروں طرف سناٹا تھا وہ واپس لوٹنے لگے۔ سڑک کے کنارے ایک آدمی اپنی ٹیکسی روک کر بیٹھا تھا۔ اس نے ان بچوں کو اکیلا دیکھ کر بلایا "بیٹے یہاں آؤ" راجو اور جگنو وہاں پہنچے بولے "کیا بات ہے انکل" وہ آدمی بولا کہاں جارہے ہو تم لوگ؛ راجو بولا "گھر سے یونہی گھومنے نکلے تھے اب ہم لوگ واپس لوٹ رہے ہیں۔ وہ آدمی بولا آؤ بیٹے میں آگے چھوڑ دیتا ہوں گاڑی ہے ہمارے پاس؛ چلو میں بھی ادھر جارہا ہوں۔ راجو بولا نہیں انکل ہم لوگ چلے جائیں گے تکلیف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"

وہ آدمی بولا ہمیں غلط مت سمجھو بیٹے جگنو اور راجو چلنے کو تیار ہو گئے۔ وہ دونوں گاڑی پر بیٹھ گئے۔ پہلے سے ایک آدمی گاڑی کے اندر چھپا تھا۔ راجو جگنو کے بیٹھتے ہی اس نے ان دونوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور منہ میں ٹیپ چپکا دیا۔ وہ دونوں چلانے لگے۔ اس آدمی نے ریوالور دکھایا اور کہا خاموش! ہلنے کی کوشش کی تو جان سے مار دوں گا اور گاڑی

اسٹارٹ ہو گئی۔ راجو اور جگنو رونے لگے۔ وہ اشارے سے کہنے لگے ہمیں چھوڑ دو مگر ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ گاڑی بہت ہی تیز رفتار سے چلی جا رہی تھی۔ نہ جانے اس کی منزل کہاں تھی۔ یہ دونوں بہت روئے گڑ گڑائے۔ ہمیں چھوڑ دو۔ دونوں بہت ڈرے ہوئے تھے کہ خدا جانے اب کیا ہوگا۔

گاڑی ایک بہت ہی بڑے ہوٹل کے باہر رکی۔ وہ سب اندر گئے۔ راجو اور جگنو کو ان لوگوں نے ایک کمرے کے اندر بند کر دیا اور دروازہ میں تالا لگا دیا۔ ان دونوں کی آنکھوں کی پٹی اور منہ سے ٹیپ کو ہٹایا۔ ان دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ ایک دوسرے کو ٹک ٹک دیکھ رہے تھے۔ راجو بولا اب کیا ہوگا۔ جگنو بولا گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے اوپر بھروسہ رکھو۔ یہ دونوں وہاں سے بھاگنے کا پلان سوچنے لگے۔ وہاں ان کو کسی بھی چیز کی کمی نہیں تھی۔ نوکر آکر تینوں ٹائم کھانا دے جاتا اور دروازہ لوک کر کے چلا جاتا۔ دو تین دن کے بعد پھر ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر انھیں ٹرین پر بٹھا دیا گیا۔ کئی دن وہ ٹرین میں سفر کرتے رہے پٹیاں کھول دی گئی تھیں لیکن دونوں طرف خطرناک آدمی انھیں گھیرے بیٹھے

تھے۔ پھر انھیں کسی اسٹیشن پر اتار کر کسی ہوٹل کے کمرے میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ یہ دونوں وہاں دس دن رہے۔ گھر کے سبھی لوگ پریشان تھے کہاں گئے۔ دونوں کی پولس اسٹیشن میں رپورٹ درج کرائی گئی۔ پولس حرکت میں آگئی لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ گھر کے لوگ بہت پریشان تھے۔ صبح کو نکلتے اور شام کو مایوس ہو کر لوٹتے۔ راجو کی ماں اور جگنو کی ماں بہت روتی تھیں کیوں کہ یہ اکلوتے تھے۔ ایک دن نوکر رات میں راجو اور جگنو کو کھانا دے گیا اور دروازہ لوک کرنا بھول گیا اور چلا گیا۔ جگنو نے دروازہ کو دھکا دیا دروازہ کھل گیا۔ یہ دونوں خوش تھے کہ آج ہم لوگ یہاں سے نکل چلیں گے بھاگنا مشکل تھا اگر یہ سامنے بھاگتے تو پکڑے جاتے۔ وہ لوگ سوچنے لگے کیسے بھاگا جائے۔ تبھی راجو کی نظر ایک رسی پر پڑی۔ وہ بہت خوش ہوا اس نے اس رسی کے سہارے نیچے اترنے کا فیصلہ کیا رسی کو کھڑکی میں باندھ کر نیچے گرا دیا اسی کے سہارے یہ دونوں نیچے اتر آئے اور بھاگ آئے۔ راجو نے ایک آدمی سے پوچھا کہ "بھائی صاحب یہ کون سی جگہ ہے۔" "یہ کلکتہ ہے۔" راجو سوچنے لگا اس شیطان نے ہمیں کلکتہ لا کر چھوڑ دیا۔ اب یہاں سے ہم کیسے جائیں گے۔ جیب میں

پیسے بھی نہیں تھے۔ وہ پیدل پوچھتے پوچھتے اسٹیشن گئے، ریلوے انکوائری میں معلوم کیا کہ ممبئی کے لیے کس وقت ٹرین ہے۔ معلوم ہوا رات کو آٹھ بجے ممبئی جائے گی۔ دونوں بہت ہی بھوکے تھے۔ مسافروں سے کھانا مانگ کر بھوک مٹائی۔ دوسرے دن وہ ممبئی کے لیے روانہ ہوگئے۔ اسٹیشن پہ جہاں بھی ٹی ٹی آتا تو اپنے آپ کو بھیک مانگنے والا بتاتے۔ ڈبے میں بھیک مانگنے کا ڈراما کرکے پیسہ لیتے۔ اس طریقہ سے ممبئی آپہنچے۔ اپنے اپنے گھر پہنچے۔ سب ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جان بچ گئی۔

☆شاہد اکبر گونڈی شیواجی نگر ممبئی ۴۳۔

اب سود کیسا

ایک کسان نے ایک ساہوکار سے سو روپے ادھار لیے۔ اس نے کئی دن تک ساہوکار کے روپے نہیں لوٹائے ساہوکار نے تقاضا شروع کر دیا۔

ایک دن صبح صبح ساہوکار کسان کے گھر پہنچا۔ اتفاق سے کسان گھر پر ہی تھا۔ ساہوکار نے کسان کا گلا پکڑ کر وصولی پر زور دیا۔ کسان نے جواب دیا دس کا خریدا دھنیہ، دس کی لی مرچیں سیٹھ جی اب کیسے سو۔

ساہوکار۔ تو بھائی میرے اسی روپے ہی دو۔

کسان: دس کی کھائی دودھ ملائی، دس کی پی گیا لسی، سیٹھ جی اب کیسے اسی۔

ساہوکار (دکھی ہوکر) چل ساٹھ روپے نکال۔

کسان: دس کا لیا تکیہ دس کی خریدی کھٹیا۔ سیٹھ جی اب کیسے ساٹھ۔ ساہوکار (جھلاکر) تو اب چالیس روپے ہی دے دے۔

کسان: دس کے لیے جوتے موزے، دس کی کرائی پالش، سیٹھ جی اب کیسے چالیس۔

ساہوکار۔ (غصہ ہوکر) بیس روپے تو لے کر ہی جاؤں گا۔

کسان۔ دس کی خریدی کاپی قلم دس کی بھری فیس، سیٹھ جی اب کیسے بیس۔

ساہوکار سے اب نہیں رہا گیا سود بھی کھا جائے گا۔

کسان: دس کے لیے آلو، ٹماٹر، دس کی لی پیاز، سیٹھ جی اب سود کیسا۔

اتنا سنتے ہی سیٹھ جی کو چکر آنے لگے۔ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ کسان نے اپنی سوجھ بوجھ سے ساہوکار کا پیسہ مار لیا۔

☆شاذیہ تبسم اسلام پورہ کلمب ایوت محل

بلا

ڑک پر کسی آدمی کی لاش پڑی تھی۔
ارت کی نظر جب اس لاش پر پڑی تو
یلے تو وہ زور سے چلاّنے لگی۔ پھر
ہوش ہوکر گر پڑی۔ یہ دیکھ کر بہت
ے لوگ وہاں جمع ہوگئے۔ سب کی
نکھیں آنسوؤں سے نم تھیں۔ لاش
ور سڑک کی زمین خون سے رنگی ہوئی،
وشت کے ٹکڑے ادھر ادھر بکھرے
ہوئے تھے۔ لوگوں پر خوف طاری تھا۔
بچارے دل ہی میں دعا مانگ رہے تھے۔
سورج غروب ہوگیا تھا۔ گانو
میں اندھیرا پھیل گیا۔ چاند کی وجہ سے
ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ لوگ آپس
میں باتیں کررہے تھے۔ اتنے میں شیر کی
چنگھاڑ سنائی دی۔ وہ سہم کر بھاگنے ہی
والے تھے کہ شیر نے چھلانگ لگا کر ایک
آدمی کو دبوچ لیا۔ دوسرے آدمی چھپ
کر دیکھنے لگے۔ ان کا دل بچانے کو چاہا
لیکن بچارے ہمت ہار بیٹھے تھے۔
شیر کے جانے کے بعد جب وہاں پر گئے
تو زمین پر خون ہی خون تھا۔ رشتہ دار
دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ گانو
والوں نے مشکل سے ان لوگوں کو
سنبھالا۔ گانو کے مکھیا نے جب یہ حال
دیکھا تو انھوں نے شیر کو مارنے کی ٹھان
لی۔ دوپہر کا وقت تھا رامو اپنے بیلوں کو
ندی پر پانی پلا رہا تھا کہ شیر کی چنگھاڑ نے
اس کو چونکا دیا وہ بیلوں کو چھوڑ کر گانو
کی طرف بھاگنے لگا۔ دوڑتے دوڑتے وہ
مکھیا کے گھر کے اندر داخل ہوگیا۔ مکھیا
جی مکھیا جی نواب مکھیا۔ کیا ہوا رامو؟
رامو۔ "میں اپنے بیلوں کو ندی
پر پانی پلا رہا تھا کہ اچانک وہاں شیر آگیا۔
مکھیا جی جو کرسی پر بیٹھے تھے۔ شیر کا نام
سن کر جلدی سے کھڑے ہوگئے اور اپنے
پلنگ کے نیچے سے بندوق نکالی اور
تیز تیز قدموں سے ندی کی طرف چلنے
لگے۔ جب ندی تھوڑی دور رہ گئی تو مکھیا
نے زمین پر گھٹنے ٹیک کر شیر کا نشانہ لیا۔
شیر کھانے میں اتنا مگن تھا کہ اسے کچھ
خبر ہی نہیں ہوئی۔ مکھیا نے فائر کیا، پہلی
ہی گولی شیر کی ٹانگ میں لی۔ شیر دھڑام
سے زمین پر گر گیا۔ مکھیا نے دوسری گولی
چلائی جو اس کے دماغ میں جا لگی۔ شیر
وہیں ڈھیر ہوگیا۔ لوگ جو دور سے دیکھ
رہے تھے، یہ دیکھ کر خوشی کے نعرے
لگانے اور زور زور سے کہنے لگے مکھیا،
زندہ باد! آج ہمیں اس بلا سے نجات مل
گئی۔

☆سید دانش۔ بو، اسکول۔ کرہا۔ امراوتی

برندابن کی کرکٹ ٹیم ایک نظر میں
میری ٹیم کے کپتان امتیاز احمد،

ہیں جو بہت اچھے بلے باز ہیں۔ وہ آف اسپیس گیند بازی بھی کر لیتے ہیں مگر میری ٹیم کے کھلاڑیوں میں میل جول نہیں ہے، خاص طور پر سراج علی اور شہزاد عالم ہیں یہ دونوں کھلاڑی ہماری ٹیم کے اہم رکن ہیں۔ جہاں تک بلے بازی میں ہماری ٹیم مضبوط ہے وہیں گیند بازی میں بھی ہماری ٹیم اپنے علاقے میں سب سے اچھی ہے۔ خاص طور پر میرے چھوٹے بھائی فیاض احمد کی گیندیں بڑی خطرناک اور تیز ہوتی ہیں۔ پوری ٹیم کو ان کی گیند بازی پر بھروسہ رہتا ہے۔ پیامی بھائیوں سے اپیل ہے کہ میری ٹیم کے مستقبل کے لیے دعا کریں۔ آمین

کل ملا کر ہماری ٹیم اس طرح ہے (۱) امتیاز احمد (۲) معراج احمد (۳) فیاض احمد (۴) عرفان علی (۵) گڈو (۶) سراج علی (۷) فیاض علی (۸) شہزاد عالم (۹) نسیم اختر (۱۰) شاکر عالم (۱۱) قیصر عالم۔

سراج احمد گوپال گنجوی۔ مبارکپور

عبادت

عبادت انسان کی تمام ذہنی الجھنوں اور مسائل کا حل ہے۔ اللہ کی یاد کرنے سے انسان تمام عیش و آرام بھول جاتا ہے۔ یقین نہ آئے تو آزما کر دیکھ لیجیے۔ صدق دل سے نماز پڑھیے۔ آپ کا دل ہلکا ہو جائے گا اور آپ ذہنی طور پر اطمینان و سکون سے ہمکنار ہو جائیں گے حدیث سے ثابت ہے کہ نماز قلب منور کرتی ہے۔ تر و تازگی پیدا کرتی ہے اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے پاس نماز ہی ایسا مشغلہ تھا کہ جس کی وجہ سے ہر موڑ پر کامیابیوں نے ان کے قدم چومے!

نیاز الدین اسلامپورہ کاسودہ جلگاؤں کاسود

عقل مندی

بہت پہلے کا ذکر ہے کسی شہر میں ایک فقیر رہتا تھا وہ بڑا عقلمند تھا ایک دفعہ اس سے غلطی سرزد ہوئی تو لوگ اس کو پکڑ کر حاکم شہر کے پاس لے گئے جو بہت کالا تھا۔ جب فقیر کی غلطی ثابت ہو گئی تو حاکم شہر نے حکم دیا کہ فقیر کا سارا چہرہ کالا کیا جائے اور گدھے پر بٹھا کر تمام شہر کا چکر لگوایا جائے۔

یہ حکم سن کر فقیر نے حاکم سے کہا۔ اے حاکم اگر آپ معاف کر دیں تو ایک بات کہوں۔

حاکم نے کہا۔ اچھا معاف کیا جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ۔ فقیر نے کہا۔ اے حاکم میرا آدھا چہرہ کالا کیا جائے ورنہ شہر کے لوگ سمجھیں گے کہ حاکم شہر ہوں۔ یہ بات سن کر حاکم شہر ہنسا اور اس کو چھوڑ دیا۔

تو میں پیامیوں بھائی بہنوں سے

رض کروں گا کہ عقلمندی بڑی چیز ہے
ے کبھی ہاتھ سے مت جانے دو۔

☆ محمد اسعد ولد مولوی ریاض احمد مئو

ہمارے نام کیسے ہونے چاہئیں

سردار کونین رحمت دارین حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن تم کو تمہاری ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔ اس لیے تم اچھے نام رکھو۔ رسول کریم ﷺ جب کوئی اچھا نام سنتے تو آپ بہت خوش ہوتے۔ نام سے اچھے معنی لیا کرتے اور اگر کوئی نام ایسا ہوتا کہ اس کے معنی غلط نکلتے یا اس نام سے شخصیت پر غلط اثرات پڑنے کا اندیشہ ہوتا تو آپ نام بدلوا دیا کرتے۔ یا دوسرا اچھا نام تجویز فرما دیا کرتے۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ان کی ایک بہن کا نام عاصیہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جب یہ سنا تو آپ نے اس نام کو بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔ اس لیے کہ عاصیہ کے معنی گناہ گار عورت کے ہیں اور جمیلہ کے معنی ہیں خوب صورت وخوب سیرت عورت۔ ایک صاحب کا نام حزن تھا جس کے معنی سختی یا سخت زمین کے ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں مشورہ دیا کہ اس کو بدل کر نام سہل رکھ لو جس کے معنا ہیں آسانی یا نرم مزاج زمین۔

ایک صاحب کا نام تراب تھا۔ جبکہ تراب کے معنی ہوتے ہیں مٹی کے اور آگے لگا لیا علی۔ یعنی تراب علی۔ آپ ہی بتائیے علی کیا مٹی ہے۔ کیوں ہم اپنے نام ایسے رکھیں جس کا مطلب غلط نکلے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ غصہ اس شخص پر آئے گا جس کا نام شہنشاہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سب سے برا ہوگا کیوں کہ اس کے معنی ہیں بادشاہ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔

مندرجہ بالا ارشادات رسول کریم ﷺ سے سبق ملتا ہے کہ ہم اپنے ناموں پر ہمیشہ غور کریں کہ نام جو ہم نے رکھا ہے واقعی اچھا ہے۔ اس کے معنی اچھے ہیں یا نہیں۔ اگر خدانخواستہ نام کے معنا اچھے نہیں یا اس نام کے اثرات شخصیت پر اچھے پڑنے کا کوئی امکان نہیں تو ہمیں چاہیے کہ کسی عالم سے پوچھ کر اچھا نام رکھ لیں۔ اور برے معنی والے نام کو بدل دیں۔ اس لیے انسان کی شخصیت پر نام کے بہت اثرات پڑتے ہیں۔ اچھی سیرت بنانے میں نام کا بڑا دخل ہے۔

کہانی ایک خوبصورت شہزادی کی

ایک بادشاہ تھا۔ جو ملک اکولہ میں رہتا تھا وہ بڑا بے رحم اور سخت دل بادشاہ تھا۔ اس کی شادی ہوئے تیس

سال ہوگئے لیکن بادشاہ کے یہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ بادشاہ اپنی بیوی پر بہت ظلم کرتا۔ ایک دن بادشاہ نے اپنی بیوی کو بہت ڈانٹا اور کہا کہ اگر ایک سال کے اندر تمھارے اولاد نہ ہوئی تو میں تم کو کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دوں گا۔

ملکہ رو پڑی اور بادشاہ سے کچھ کہنا چاہا لیکن بادشاہ نے کہا کہ اب مجھے کچھ سننا نہیں ہے۔ بس مجھے اولاد چاہیے، اولاد' پھر ملکہ نے رو رو کر اللہ سے دعا مانگی کہ اے خدا تو نے مجھے اتنا ظالم شوہر دیا ہے اور تو نے مجھے اولاد سے محروم کردیا ہے۔ یہ تیرا ظالم بندہ مجھ پر کتنا ظلم کرتا ہے۔ اے میرے خالق تو مجھے اولاد سے محروم نہ کر۔ مجھے اولاد عطا کر۔ خدا کو ملکہ پر بہت رحم آیا اور ایک سال کے اندر ملکہ کے ایک بہت خوبصورت لڑکی ہوئی کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں کو ایسا لگتا کہ جیسے ان کی آنکھوں کے سامنے کوئی چاند، یا پھر ستارے یا سیارے چمک رہے ہیں۔ جو اندھا انسان اس کو دیکھتا اس کی آنکھوں میں روشنی آجاتی لیکن جب بادشاہ کو پتہ چلا کہ اس کے لڑکی ہوئی ہے تو وہ آگ بگولا ہوگیا اور اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے لڑکی پیدا کرنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ مجھے تو تاج و تخت سنبھالنے والا ایک طاقت ور شہزادہ چاہیے تھا۔ یہ لڑکی میرے کسی کام کی نہیں اس کا تو مر جانا ہی بہتر ہے میں

ابھی اسے ختم کرتا ہوں تاکہ اس وقت میرے دل میں جو آگ جل رہی ہے وہ کم ہو جائے۔ جب وہ لڑکی مارنے کے لیے آگے بڑھا تو ملکہ نے کہا کہ آپ کو خدا کی قسم جو اس لڑکی کو ہاتھ لگایا۔ بادشاہ نے یہ سنا تو غصہ سے باہر چلا گیا۔ پھر اس لڑکی کا چھلا بہت ہی دھوم سے منا گیا۔ اس لڑکی کا نام ملکہ نے گوہر رکھا۔ ایک دن ایک فقیر آیا تو ملکہ نے اسے کھانا دیا اور اپنی لڑکی کو دکھایا فقیر نے کہا کہ اس کا باپ کہاں ہے اسے بلاؤ جب بادشاہ وہاں آیا تو فقیر نے کہا کہ تو نے اس بچی کو ہاتھ کیوں نہیں لگایا۔ فقیر نے کہا آپ کو تاج و تخت کا وارث چاہیے تھا لیکن جب خدا نے آپ کو لڑکی دی ہے تو آپ کو خوش ہونا چاہیے۔ خدا نے آپ کو ایسی ویسی لڑکی نہیں دی ہے۔ یہ اتنی خوبصورت ہے کہ اندھا بھی اس سے آنکھیں پا سکتا ہے۔ بادشاہ کو یقین نہیں آیا اور وہ بچی کے پاس گیا تو اسے گود میں لیا اور کہا کہ یا خدا تو نے مجھ کو ایسی لڑکی دی ہے کہ میرے پاس تیری تعریف کرنے کو الفاظ نہیں ہے اور پھر اس دن سے بادشاہ ملکہ اور گوہر سب ہنسی خوشی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ گوہر بڑی ہوئی اور بہت بڑی ہوگئی۔ گوہر کو بہت سے شہزادے پسند کرنے لگے لیکن گوہر نے کسی شہزادہ کو پسند نہ کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم گوہر کی شادی اس کی پسند

سے کریں گے۔ شہزادی بہت ہی رحم دل اور کافی سمجھ دار تھی۔ ایک دن وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ سیر کے لیے گئی۔ اور وہ گھومتے گھومتے ایک ویران جنگل میں آگئی۔ اور سب سہیلیاں ڈرنے لگیں اس جنگل میں ایک راکشس رہتا تھا اس کے چیلوں نے کہا کہ راکشس بادشاہ ایک بہت خوبصورت لڑکی آئی ہے۔ راکشس نے کہا کہ کیا وہ گوہر ہے۔ میں اس کی بہت تلاش کر رہا ہوں میں ابھی جاکر دیکھتا ہوں جب راکشس وہاں گیا تو اسے شہزادی گوہر نظر آئی۔ وہ اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں تیرا کب سے انتظار کر رہا تھا اور آج تو میرے ہاتھ آگئی ہے۔ شہزادی بہت گھبرائی راکشس اسے اپنے محل میں لے گیا اور کہا کہ اب میں تجھ سے شادی کروں گا۔ جب گوہر نے شادی سے انکار کر دیا تو راکشس کو بہت غصہ آیا اس نے شہزادی کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتے ہوئے ایک اندھیری کھولی میں لے گیا اور کہا کہ جب تک تو مجھ سے شادی کرنے پر راضی نہیں ہوگی میں تجھ کو یہیں رکھوں گا اور کوئی میرے پاس تجھ کو آزاد کرانے نہیں آسکتا۔ گل گوہر نے رو رو کر اپنا برا حال کر دیا۔ ادھر ملکہ اور بادشاہ بہت پریشان ہوگئے ملکہ نے کہا کہ ایک سال ہوگیا ہے لیکن ہماری گل گوہر کو آج تک کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ باشاہ نے کہا کہ میرا

ایک دوست ملک روم میں رہتا ہے۔ اس کا ایک شہزادہ ہے جس کا نام شجاع ہے وہ بہت بہادر ہے وہ ہمارے گل گوہر کو ضرور لائے گا۔ جب شہزادے شجاع کو پتہ چلا تو وہ ملک اکولہ میں گیا بادشاہ اور ملکہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ شجاع نے کہا کہ اب گل گوہر کی تلاش میں چلنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ اور ملکہ نے شہزادے کو بہت سی دعائیں دیں اور شہزادہ روانہ ہوا۔ چلتے چلتے اس نے راکشس کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا اب اس گل گوہر سے جاکر کہوں گا کہ اگر تو نے مجھ سے شادی نہیں کی تو میں تیرے ماں باپ کو مار ڈالوں گا۔ اس کے ساتھی کہنے لگے تب تو وہ ضرور مان جائے گی۔ ایک سپاہی نے کہا چلو اب ہم سیر کے لیے چلتے ہیں بادشاہ سلامت آپ گوہر کی فکر مت کیجیے میں نے اسے زمین کی تہہ کی آخری کھولی میں بند کر دیا ہے اور وہ سب چلے گیے تب شہزادے سے توتا کہہ رہا تھا تو کون ہے۔ میں ابھی بادشاہ سلامت کو بلاتا ہوں۔ اور اس نے جیسے ہی اڑنے کی کوشش کی شہزادے نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ شہزادی گل گوہر کہاں ہے بتا نہیں تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ توتا شہزادے کو زمین کی آخری تہہ کی آخری کھولی میں لے گیا جہاں بہت اندھیرا تھا۔ شہزادے نے ادھر ادھر دیکھا تو اس کو ایک کونے سے

روتی ہوئی شہزادی نظر آئی ان کا چہرہ اتنا چمک رہا تھا جیسے چاند ہو۔ شہزادہ شہزادی کو دیکھتے ہی رہ گیا اور دل میں کہنے لگا اتنی خوبصورت لڑکی میں نے زندگی میں نہیں دیکھی اور شہزادی کے پاس گیا تو شہزادی ڈر گئی اور کہا تم کون ہو ۔ شہزادے نے کہا کہ کیا تم ہی گل گوہر ہو۔ شہزادی نے کہا ہاں میں ہی گوہر ہوں۔

شہزادی نے کہا لیکن تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو۔ شہزادے نے کہا میں ملک روم کا شہزادہ، شجاع ہوں اور میں تم کو آزاد کرانے کے لیے آیا ہوں۔ تو شہزادی خوش ہو گئی اور اسے ایک جادو کے آئینہ کے پاس لے گئی اس آئینہ پر تین مرتبہ ہاتھ مارا تو اس کو راکشس نظر آیا۔ شہزادے نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ شہزادی نے کہا کہ آپ اس آئینہ کو صرف ایک ہی ہاتھ سے ٹکڑے کر ڈالیے شہزادے نے ایک ہی ہاتھ سے اس آئینہ کے ٹکڑے کر ڈالے۔ شہزادی نے کہا اب جلدی سے اس توتے کو مار ڈالو شہزادے نے تلوار اٹھائی اور اس توتے کے تین ٹکڑے کر ڈالے۔

شہزادے نے شہزادی سے کہا کہ توتے کو کیوں مارنے کے لیے کہا۔ اس نے تو مجھے یہاں کا راستہ دکھلایا تھا۔ شہزادی نے کہا کہ میں نے تم کو سب سے پہلے آئینہ توڑنے کے لیے کہا کیونکہ اس آئینہ میں سب سپاہیوں کی جان بسی ہوئی تھی اور بعد میں اس توتے کو مارنے کے لیے اس لیے کہا کہ اس توتے میں اس راکشس کی جان بسی ہوئی تھی اگر میں پہلے توتے کو مار ڈالتی تو وہ سب سپاہی ایک منٹ میں یہاں آجاتے اور ہم ان سب کا مقابلہ نہیں کر پاتے ۔ شہزادے نے کہا کہ تم تو بہت سمجھ دار ہو پھر شہزادے نے گوہر کو اپنے گھوڑے پر بٹھایا اور ملک اکولہ میں لے گیا۔ جب بادشاہ اور ملکہ نے دیکھا کہ شہزادی اور شجاع دونوں صحیح سلامت واپس آرہے ہیں تو انھوں نے دونوں کو بہت دعائیں دیں اور شجاع نے دونوں کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔

باشاہ نے شہزادے شجاع سے کہا کہ کیا تم ہماری بیٹی سے شادی کرنا پسند کروگے۔ شہزادے نے ہاں کر دی اور دونوں کی شادی بڑی دھوم سے منائی گئی اور سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔ اپنی زندگی گزارنے لگے۔ دو سال بعد شہزادی کے ایک ساتھ دو بچے ہوئے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی لڑکی کا نام گلنار اور لڑکے کا نام ذی شان رکھا گیا جب بادشاہ اور ملکہ کو خبر ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ ☆ تنویر بیگم جامع مسجد قدیم جالنہ

[illegible]

آن پاک • سوالہ پارہ مع ترجمہ و تشریح		45/.
راط مستقیم		7/50
رد منٰن	(ترجمہ و تشریح)	6/
ضرت شیخ مخدوم علی فقیہہ مہائمی		4/50
لامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9/
ہارے نبی		4/50
لسلام علیکم		7/50
ضرت یوسف علیہ السلام۔		4/50
دیث کیا ہے؟		4/
ضرت عمر فاروقؓ		6/
نقوش سیرتؐ	(اول)	5/
نقوش سیرت	(حصہ دوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ سوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ چہارم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ پنجم)	5/
رسالہ دینیات	(اول)	3/
رسالہ دینیات	(دوم)	4/
رسالہ دینیات	(سوم)	5/
رسالہ دینیات	(چہارم)	5/
رسالہ دینیات	(پنجم)	6/
رسالہ دینیات	(ششم)	6/
رسالہ دینیات	(ہفتم)	6/
رسالہ دینیات	(ہشتم)	6/
ضرت آدم علیہ السلام		4/.
ضرت یحییٰ علیہ السلام		3/.
زرگان دین		4/
ت کی مائیں		4/50
وب سیرت	(اول)	6/
وب سیرت	(دوم)	6/
اچھی باتیں		4/50
رسولؐ اللہ کی صاحبزادیاں		4/50
لطان حق		4/50
سیرت پاک مختصر مختصر		3/
محسن صحابی		6/
آسمان کا مہمان		6/

اسلام کے جاں نثار		5/
نور کے پھول		9/:
سب سے بڑے انسان رسول ﷺ		3/50
حضرت ابو بکر صدیقؓ		6/
حضرت عبداللہ بن عمرؓ		3/
حضرت طلحہؓ		3/:
حضرت ابوذر غفاریؓ		3/
حضرت سلمان فارسیؓ		3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ		3/
حضرت محبوب الٰہیؒ		3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ		3/
حضرت فرید گنج شکرؒ		3/
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ		3/
حضرت نظام الدین اولیاء		3/
حضرت حمزہؓ		3/
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ		3/
حضرت ابوہریرہؓ		4/
اللہ کے صفی		2/50
اللہ کا گھر		4/50
اللہ کے خلیل		3/50
رسول پاکؐ کے اخلاق		4/
قرآن پاک کیا ہے؟		5/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(اول)	6/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(دوم)	6/
اسلام کے مشہور امیر البحر		9/
اسلام کیسے پھیلا؟	(حصہ اول)	7/50
= =	(حصہ دوم)	6/
اسلام کیسے شروع ہوا؟		7/50
رسول پاکؐ		6/
دس جنتی		7/50
سرکار کا دربار		6/50
چار یار		7/50
• آں حضرت	(اردو)	3/50
حضرت محمدؐ	(ہندی)	/40
منہاج القرآن		4/50

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء ہے۔

پیامی ادبی معمّا نمبر 111

600 روپے کے نقد انعامات

آپ [illegible] حل [illegible] بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام۔ صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) کچھ عمارتیں . میں تھیں۔ جنگل / روشنی / اندھیرے

(۲) ہم سب . ... کے بھوکے تھے۔ شہرت / دولت

(۳) میں وہی آپ کا . ہوں۔ غلام / خادم

(۴) یہ راستہ جہاں شروع ہوتا ہے وہاں ایک . تھا۔ / محل / گانو / مکاں

(۵) مگر ہمیں . کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ بھاگنے / دوڑنے / تیرنے

(۶) ارے دوڑنا میری ٹانگوں کو . لیا۔ کھا / چھو / پکڑ

(۷) ارے یہ کوئی بڑی . نہیں ہے۔ بات / آفت / مصیبت

(۸) اب کی بار . کی آواز میں غصہ تھا۔ شیر / ہاتھی / خرگوش

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہو گی۔۔۔۔۔ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معمّا نمبر لکھنا نہ بھولیں

لفافے پر دو روپے کا ٹکٹ لگایئے

ٹوکن پیامی ادبی معمّا نمبر 111
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

شرائط پیامی ادبی معمّا

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا نمبر 111 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہو گا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

پیامی ادبی معمّا نمبر 111۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

بچوں کے لیے مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

قرآن پاک ۳۰واں پارہ، مع ترجمہ و تشریح	4 5/
صراط مستقیم	7/50
سورۂ رحمٰن (ترجمہ و تشریح)	6/
حضرت شیخ مخدوم علی فقیہ مہائمی	4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں	9/
نماز پڑھیے	4/50
السلام علیکم	7/50
حضرت یوسف علیہ السلام	4/50
حدیث کیا ہے؟	4/
حضرت عمر فاروقؓ	6/
نقوش سیرتؐ (اول)	5/
نقوش سیرت (حصہ دوم)	5/
نقوش سیرت (حصہ سوم)	5/
نقوش سیرت (حصہ چہارم)	5/
نقوش سیرت (حصہ پنجم)	5/
رسالہ دینیات (اول)	3/
رسالہ دینیات (دوم)	4/
رسالہ دینیات (سوم)	5/
رسالہ دینیات (چہارم)	5/
رسالہ دینیات (پنجم)	6/
رسالہ دینیات (ششم)	6/
رسالہ دینیات (ہفتم)	6/
رسالہ دینیات (ہشتم)	6/
حضرت آدم علیہ السلام	4/
حضرت یحییٰ علیہ السلام	3/
بزرگانِ دین	4/
امت کی مائیں	4/50
خوب سیرت (اول)	6/
خوب سیرت (دوم)	6/
اچھی باتیں	4/50
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں	4/50
سلطان جیؒ	4/50
سیرت پاک مختصر مختصر	3/
کمسن صحابی	6/
رحمان کا مہمان	6/

اسلام کے جاں نثار		5/
پیارے رسول		9/
سب سے بڑے انسان رسول ﷺ		3/50
حضرت ابوبکر صدیقؓ		6/
حضرت عبداللہ بن عمرؓ		3/
حضرت طلحہؓ		3/
حضرت ابوذر غفاریؓ		3/
حضرت سلمان فارسیؓ		3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ		3/
حضرت محبوب الٰہی		3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ		3/
حضرت فرید گنج شکرؒ		3/
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ		3/
حضرت نظام الدین اولیاءؒ		3/
حضرت حمزہؓ		3/
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ		3/
حضرت ابوہریرہؓ		4/
اللہ کے نبی		2/50
اللہ کا گھر		4/50
اللہ کے خلیل		3/50
رسول پاکؐ کے اخلاق		4/
قرآن پاک کیا ہے؟		5/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(اول)	6/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(دوم)	6/
اسلام کے مشہور امیر البحر		9/
اسلام کیسے پھیلا؟	(حصہ اول)	7/50
= =	(حصہ دوم)	6/
اسلام کیسے شروع ہوا؟		7/50
رسول پاکؐ		6/
دس جنتی		7/50
سرکار کا دربار		6/50
چاریار		7/50
آں حضرتؐ	(اردو)	3/50
حضرت محمدؐ	(ہندی)	/40
منہاج القرآن		4/50

Regd No DL-16013/98 APRIL-98
icence No U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd with R N I at No 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025




ماہنامہ
پیام تعلیم

مکتبہ پیامِ تعلیم کی اہم کتابیں

سوانح

- بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/
- بچوں کے نظیر اکبر آبادی ۶/
- بچوں کے "قا" انصاری ۶
- بچوں کی آپا جان دگیر ڈ انلیس ۶
- بچوں کی شفیقہ فرحت ۴/۵۰
- بچوں کے عابد علی جان ۴/
- بچوں کے علی سردار جعفری ۴/
- بچوں کے یوسف ناظم ۴/
- چارلی چپلن اور کرسٹنا اینڈرسن ۹/
- بچوں کے مولانا حسرت موہانی ۴/
- بچوں کے میر امّن دلی والے ۴/۵۰
- بچوں کے محمد حسین آزاد ۴/
- بچوں کے مرزا غالب ۴/
- بچوں کے رنگارنگ خسروؒ ۴/
- بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد ۴/
- بچوں کے سلطان جی رح ۴/۵۰
- بچوں کے مولانا شبلی نعمانی ۴/۵
- بچوں کی صالحہ عابد حسین ۴/
- بچوں کے ڈاکٹر سید عابد حسین ۴/
- بچوں کے بابائے اردو مولوی عبدالحق ۴/۵۰
- بچوں کے میرا ادیب ۴/۵
- بچوں کے غلام السیدین ۵/
- بچوں کے مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/
- بچوں کے ذاکر صاحب ۷/
- دادا نہرو ۶/
- اندرا گاندھی کی کہانی ۶/
- محمد شفیع الدین نیری ۷/۵۰
- ہمارے عظیم سائنس داں ۹/
- چند مشہور طبیب اور سائنس داں ۶/
- مولانا آزاد کی کہانی ۸/
- جوہر قابل ۴/۵۰
- بچوں کے چار بزرگ دوست ۳/۵۰
- گاندھی باپا کی کہانی ۱۰/
- گاندھی جی جنوبی افریقہ میں ۲
- میر انیس ۲/
- امیر خسروؒ ۲/۵۰

سائنس، طب اور عام معلومات

- باتوں باتوں میں معلومات ۱۰/
- کہانی بھی، معلومات بھی ۶/
- چیونٹی کی کہانی ۷/۵۰
- یہ کیسا بخار ہے ۶/
- آپ کا جسم ۶/
- گندا پانی ۴/
- کیوں اور کیسے؟ ۶/
- سائنس کی دنیا ۸/
- کمپیوٹر کیا ہے ۸/
- عجائب گھر ۶/
- ذرّے کی کہانی ۲۱/
- علاج میرا دشمن ۶/
- پردار کی کہانی ۴/۵
- غذا کی کہانی ۳/۵۰
- رنگوں کی بستی ۵/
- غذائیں دوائیں ۸/
- دہلی کی چند تاریخی عمارتیں ۴/۵۰
- صحت کے ۹۹ نکتے ۳/
- صحت کی الف بے ۵/
- سنہرے اصول ۵/
- پرندوں سے جانوروں تک ۴/۵
- دہلی ۲/
- لوک کہانیاں حصہ (۳ حصے) ۱/۵۰
- سماجی زندگی حصہ سوم ۴/۹۰
- تاریخ ہند کی کہانیاں (دوم، چہارم) ۷/۷۵
- ان تھک جاں (زیرِ طبع)
- نعمن کس مالو 〃
- جاں باز سپاہی 〃
- ہمّت کے پھل 〃
- موم کا محل 〃
- پیامی قواعدِ اردو طلبہ کے لیے ۳۰
- 〃 〃 (بڑا سائز) ۶/

نظمیں

- بچوں کے علامہ زماں ۶/
- مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/
- بتاشے (سرسری گپت باتصویر) ۷/۵۰
- چٹکتی کلیاں (زیرِ طبع)
- ٹوٹے کھلونے ۶/۵۰
- سہانے ترانے ۴/۵
- بچوں کے اسر ۶/
- بچوں کے اقبال ۶/۵۰

ننھے منّے بچّوں کے لیے

- تماشے (باتصویر) ۷/۵۰
- جاں نثار دوست (باتصویر کہانیاں) ۶/
- شیر اور بکری 〃 ۷/۵۰
- چاند کی بیٹی 〃 ۶/
- بھیڑیے کا گانا 〃 ۷/۵۰
- جادو کی ہنڈیا 〃 ۶/
- چالاک بلّی 〃 ۷/۵
- دم کٹی لومڑی 〃 ۷/۵
- کوّے کا خواب 〃 ۷/۵۰
- گدھے نے بجائی بانسری ۷/۵۰

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا' بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الہ الا اللہ۔ سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

مئی ۱۹۹۸	جلد ۴۶	شمارہ ۵

فی پرچہ /6روپے۔۔۔ سالانہ /50 روپے
سرکاری اداروں سے ۔۔۔ /75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) /500روپے

اڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر' نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار' دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ' علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں سے باتیں

یہ شمارہ جب آپ کے ہاتھ میں ہوگا آپ امتحانات سے فارغ ہو کر چھٹیاں منا رہے ہوں گے ہم آپ سب کی کامیابی کے لیے دل سے دعا کر رہے ہیں۔ جن پیامیوں نے محنت سے، دل لگا کر پڑھا ہے اللہ تعالیٰ انھیں ضرور کامیاب کرے گا لیکن جن پیامیوں نے پورا سال کھیل کود اور تفریح میں گزار دیا ان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ سکتا ہے لیکن ان کو مایوس ہونے کے بجائے عہد کرنا چاہیے کہ آئندہ سال خوب دل لگا کر پڑھیں گے اور اپنے درجے میں نمایاں کامیابی حاصل کریں گے۔

مارچ کا مہینہ ہمارے لیے انتہا مصروفیت کا مہینہ ہوتا ہے۔ اسی مہینے میں حساب کتاب کے علاوہ اسٹاک شماری بھی ہوتی ہے جس میں خاصا وقت صرف ہو جاتا ہے آپ کے پیام تعلیم میں ہم جو تبدیلی لانا چاہتے تھے وہ مارچ کی مصروفیات کی وجہ سے نہیں لا سکے لیکن جلد ہی اس سلسلے میں قدم اٹھایا جائے گا۔ اس شمارے میں ڈاکٹر سید حامد حسین کا مضمون شامل نہیں ہو سکا شاید وہ اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں بھیج سکے، آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں۔ اس شمارے میں آپ کے نصرت ظہیر، ڈاکٹر اعظم شاہ خاں، عطا عابدی اور پیام تعلیم میں لکھنے والے ایک پرانے ادیب رضوان رضوی کے ساتھ ساتھ آپ کے کئی اور جانے پہچانے ادیب شامل ہیں جن کا شکریہ ادا کرنا آپ پر فرض ہے اس لیے کہ یہ اپنا قیمتی وقت آپ کے لیے صرف آپ کے لیے صرف کرتے ہیں۔

پرنٹر پبلیشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

حمد

خدایا یہ دنیا بنائی ہے تو نے
بنا کے یہ دنیا سجائی ہے تو نے

پہاڑ اور جنگل بھی تو نے بنائے
یہ پھل پھول قدرت نے تیری لگائے

خود اپنے ہی ہاتھوں سے سب کچھ بنایا
کہ ہر شے کا خالق ہے تو ہی خدایا

سبھی کے لبوں پر ہے تعریف تیری
لکھی ہر قلم ہی نے توصیف تیری

ہماری دعائیں بھی سنتا ہے یارب
ہماری صدائیں بھی سنتا ہے یارب

ہوا میں پرندے بھی تو نے اڑائے
سفینے سمندر میں تو نے بہائے

نعت

محمدؐ کا لب پر جو نام آگیا
تو عرفانِ حق کا مقام آگیا

مدینہ جو دیکھا تو بے ساختہ
زباں پر درود و سلام آگیا

ہوا رحمتِ حق کا کیا کیا نزول
جو لب پہ کبھی ان کا نام آگیا

رسولِ خدا کا تصور کیا
تو فکر و نظر کا پیام آگیا

شبِ غم کی تاریکیاں چھٹ گئیں
کہ ظلمت میں ماہِ تمام آگیا

درِ مصطفیٰؐ پر جو اشہر گیا
ہوا شور ہر سُو غلام آگیا

جاگو جگاؤ

جب ہم حضرت امام حسینؓ کو یاد کرتے ہیں اور ان کی عظمت اور بڑائی کو بیان کرتے ہیں تو ہم اصل میں اس عظیم اور اعلا مقصد کو یاد کرتے ہیں جس کے لیے انھوں نے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جانیں تک قربان کر دیں اور شہادت کے بلند مقام پر فائز ہوئے۔

وہ عظیم مقصد کیا ہے؟ وہ ہے اسلام۔ اسلام کے اصولوں کو زندہ رکھنے کے لیے حضرت امام حسینؓ نے یہ قربانی دی۔ اللہ تعالی نے انسانوں کی بھلائی کے لیے جو نظام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بتایا تھا، اس کی خلاف ورزی ہوتے دیکھ کر حضرت امام حسینؓ نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہوں تو گویا میں نے اس غلط طریقے کو قبول کر لیا جو قائم کیا جا رہا ہے۔

اسلام کا اصول یہ ہے کہ قیادت اور حکومت کے منصب پر صرف وہی شخص یا اشخاص فائز ہو سکتے ہیں جو نیک ہوں، متقی ہوں، اہل ہوں اور جن کے اخلاق اور کردار پر لوگ بھروسا کرتے ہوں۔ باپ کے بعد بیٹا اگر اس معیار پر پورا نہیں اترتا اس کو خلافت کے عہدے پر ہرگز فائز نہیں کیا جانا چاہیے۔

حضرت امام حسینؓ نے اپنی جان قربان کر کے اس اصول کی گواہی دی اور اس اصول کی سچائی ثابت کی۔ شہادت کے معنی ہیں گواہی۔ گواہی دینے والے کو شہید کہتے ہیں۔ شہید مرتے نہیں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اگر حضرت امام حسینؓ اپنی شہادت سے اسلام کا اصول خلافت واضح نہ فرماتے تو لوگ ہمیشہ کے لیے یہی سمجھنے لگتے کہ باپ کے بعد بیٹے ہی کو خلافت ملنی چاہیے، چاہے وہ نا اہل ہو اور نیک نہ ہو۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

نصرت ظہیر
۹-۱۵ اکھچڑی پور دہلی ۹۱
فون ۲۴۷۴۴۲۵

گل محمد چشمے والے!

بات ان دنوں کی ہے جب ہم شہر سہارن پور میں نخاس بازار کے محلہ خانی باغ میں، محمد علی جوہر لائبریری کے پیچھے رہا کرتے تھے، اور یہ خاکسار روزانہ صبح صبح ایک ہاتھ سے بستہ اور دوسرے ہاتھ سے پائجامہ سنبھالے، حصول علم کے لیے ٹاٹ پٹی والے پرائمری اسکول جایا کرتا تھا۔

راستے میں پڑتا تھا نیا بازار، جو ان دنوں خاصا پرانا سا لگتا تھا اور نئے بازار میں پڑتی تھی چچا گل محمد کی دکان۔ گول گول آنکھوں، کشمیری رنگت اور لمبی ستواں ناک والے گل محمد۔ شیخ یامین اینڈ سنز کے کتب خانہ سے ذرا پہلے، چچا گل محمد کی قلم اور چشموں کی دکان ہم بچوں کا مستقل درمیانی پڑاؤ تھی، جہاں ہم اپنے اپنے فاؤنٹین پن میں روشنائی بھروانے کے لیے رُکا کرتے تھے۔ جو بچہ بھی روشنائی بھروانے کے لیے اپنا قلم آگے بڑھاتا، چچا گل محمد شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے، پھر اس کا قلم لے کر نب، ٹیوب اور جوڑ جوڑ الگ کر دیتے، سب چیزوں کی پانی سے صفائی ہوتی۔ آخر میں روشنائی بھر کر لوہے کی چمٹی سے نب کی نوک درست کرتے، قلم کو سفید کاغذ پر چلا کر دیکھتے اور بچے کو قلم واپس دیتے ہوئے یہ تاکید ضرور کرتے۔ شاباش، جی لگا کر پڑھنا اور ماں باپ کا نام روشن کرنا!

چچا گل محمد کی یہ فری سروس، صرف اسکولی بچوں کے لیے تھی۔ ایک وقت میں کتنے ہی بچے کیوں نہ آجائیں، ان کے ماتھے پر اکتاہٹ کی شکن تک نہ آتی تھی۔ سبھی بچوں کے قلم وہ اتنی ہی توجہ، انہماک اور بے غرضی سے صاف کرتے تھے جس طرح کوئی ماں اپنے شریر بچے کی گندی ناک صاف کرتی ہے۔ اور ظاہر ہے، اس خدمت کا معاوضہ نہ کوئی ماں لیتی ہے نہ چچا گل محمد لیتے تھے۔

پھر ایک وقت وہ آیا جب مجھے عینک کا شوق چرایا۔ ہم خانی باغ سے کھجور تلہ منتقل ہو چکے تھے۔ کالج کی پڑھائی چل رہی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے عینک والے چہرے بہت اچھے لگتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی اگر بینائی کے نقص کی وجہ سے عینک لگائے دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا تھا۔ عینک لگانے والا ہر شخص، پڑھا لکھا، ذہین اور انٹلکچوئل معلوم ہوتا

تھا اور غالباً لاشعوری طور پر میں یہی چاہتا تھا کہ کوئی خاص محنت کیے بغیر یہ سب بن جاؤں یعنی پڑھا لکھا، ذہین اور انٹیلکچوئل!

دوستوں نے مشورہ دیا کہ اگر عینک کا ایسا ہی جنون ہے تو زیرو پاور کا چشمہ لگا لیا کرو۔ مگر مشکل یہ ہے کہ جھوٹ اس ناچیز کو کبھی راس نہیں آیا چنانچہ ایک روز چچا گل محمد کی دکان پر جا کر عرض کی کہ جناب ہر چند کہ فدوی کی نگاہ ذرا بھی کمزور نہیں تاہم اگر آپ کوئی نمبر والی عینک بنا دیں تو ہو سکتا ہے لوگ اپنی بھی کچھ عزت کرنے لگیں مگر انھوں نے صاف انکار کر دیا اور ہزار منت کرنے پر بھی یہی کہتے رہے کہ مرتے مر جاؤں گا مگر جھوٹی عینک کبھی نہیں بناؤں گا۔ میں نے انھیں یاد دلایا۔ چچا بچپن میں تو آپ فاؤنٹن پن میں روشنائی بھی مفت بھر دیا کرتے تھے اور اب عینک بنانے سے منکر ہو رہے ہیں۔ میں تو اس کا معاوضہ بھی دینے کو تیار ہوں۔

چچا فوراً تنک کر بولے "معاوضہ رکھو اپنے پاس۔ میری روشنائی بھی سچی تھی اور عینک بھی سچی بناتا ہوں۔ "کیا سمجھے!؟ خدا حافظ۔ والد صاحب کو میرا سلام کہنا۔"

اس دن پہلی بار میری سمجھ میں آیا۔ بزرگ خواہ مخواہ میں نہیں کہہ گئے تھے۔ زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد!

لیکن بندہ بھی ذہن کا پکا تھا۔ اسی روز سے نظر خراب کرنے کی کوشش شروع کر دی رات میں ہی نہیں دن میں بھی آسمان کے تارے گننے لگا۔ چھت پر بیٹھ کر چاند کی روشنی میں ابن صفی کے ناول پڑھ ڈالے یہاں تک کہ گرلز کالج کے گیٹ کے چکر بھی بڑھا دیے۔ یہ کوششیں رنگ لائیں اور ایک روز صبح جو میں سو کر اٹھا تو نگاہ اتنی دھندلائی ہوئی تھی کہ بڑی دیر تک انگریزی کے اخبار کو دائیں سے بائیں اور اردو کے اخبار کو بائیں سے دائیں پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔ کافی کوشش کے بعد بھی جب کوشش ناکام رہی تو یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو نگاہ کمزور اور نظر خراب ہو گئی ہے۔

اس خیال کے آتے ہی میں خوشی کے مارے بستر سے اچھل پڑا اور سیدھا آنکھوں کے ڈاکٹر کے پاس جا پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو ٹارچ کی تیز روشنی آنکھوں میں ڈال کر پتلیوں کا بغور معائنہ کیا اور یوں رہی سہی بینائی بھی ختم کر دی۔ پھر سامنے دیوار پر ٹنگے حروف کے بورڈ کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

"سب سے نیچے والی لائن پڑھو۔"

میں نے کہا۔ "کیسی لائن ہے"

وہ بولے "وہ جو بورڈ پر لکھی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کون سا بورڈ!"

بولے "وہ جو دیوار پر ٹنگا ہے!"

میں نے پوچھا "کون سی دیوار؟"

اس پر ڈاکٹر صاحب جھنجھلا گئے اور بولے۔ "تمھاری نگاہ کمپیوٹر سے ٹیسٹ ہوگی! تیس روپے فیس نکالو۔"

اس کے بعد انھوں نے ایک ٹیلی ویژن نما مشین کے پیچھے بٹھاکر مشین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کو کہا اور خود بھی مشین کی دوسری جانب بنی ہوئی آنکھوں میں جھانکنے لگے۔ جیسے ہی میں نے مشین کی آنکھوں میں دیکھا، خوف سے میری چیخ نکل گئی۔ مشین کے اندر سے دو بڑی بڑی خوفناک آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ "گھبراؤ نہیں یہ میری آنکھیں ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو پلیز آپ ادھر آجایئے، میں آپ کی جگہ بیٹھ جاتا ہوں۔"

"چپ رہو! اور خاموشی سے مشین میں دیکھتے رہو۔" انھوں نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر بعد مشین میں کھٹ پٹ ہوئی اور ایک کاغذ کا پرزہ اس کے اندر سے برآمد ہوا جسے پڑھ کر ڈاکٹر صاحب نے اعلان کیا۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تمھاری نزدیک کی ایکسیس (AXIS) ۱۶۱ ڈگری اور دور کی ۹۷ اور ۷۰ ڈگری ہے جس پر نزدیک کا نمبر اعشاریہ پانچ زیرو پلس اور دور کا اعشاریہ دو پانچ پلس ہے۔"

میری سمجھ میں خاک نہ آیا۔ ان سے درخواست کی کہ جناب ہم مسلمان پکے ہیں اور حساب میں کچے ہیں۔ براہ کرم سب جوڑ کر بتایئے کہ آنکھ کتنی کمزور ہے۔ ڈاکٹر صاحب پہلے تو حیرت سے دیکھتے رہے، پھر کچھ سوچ کر بولے "میرا خیال ہے تمھیں کسی دماغی ٹانک کی بھی ضرورت ہے۔ یہ پرچی لو اور بازار سے دوا خرید لینا۔ اور ہاں عینک بھی بنوا ہی لینا۔"

یہ حکم جانفزا سنتے ہی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا اور فدوی فوراً چچا گل محمد کی دکان پر جا پہنچا۔ دیکھتے ہی چچا بڑی بڑی آنکھوں سے گھورنے لگے۔

میں نے کہا۔ "آداب!"

وہ رُکھائی سے بولے۔ "وعلیکم آداب۔ کیا بات ہے؟"

میں نے کہا۔ "عینک بنوانی ہے۔"
کہنے لگے۔ "آپ کی عینک نہیں بنے گی۔"
میں نے پوچھا۔ "کیوں نہیں بنے گی۔"
بولے۔ "اس لیے کہ آپ جھوٹی عینک بنوانا چاہتے ہیں لوگوں پر رعب جھاڑنے کے لیے۔"

میں نے کہا۔ "لیکن اس مرتبہ میں ڈاکٹر کی پرچی ساتھ لایا ہوں۔ یہ لیجیے۔"

انھوں نے پرچی کا بغور معائنہ کیا۔ اسے کرنسی نوٹ کی طرح الٹ پلٹ کر دیکھا اور جب پوری طرح یقین ہو گیا کہ پرچی جعلی نہیں ہے۔ تو مسکرا کر ہاتھ ملایا اور بولے

"یہ بات ہے' تو پہلے کیوں نہیں کہا۔ آیئے اندر آیئے۔ آپ کی ہی دکان ہے لیجیے پہلے فریم پسند کیجیے۔" میں ایک چشمہ لگا کر خود کو آئینے میں دیکھتا رہا لیکن ہر چشمے میں ایک سادھندلا دکھائی دے رہا تھا۔ شکایت کی۔ "جناب یہ تو سارے چشمے خراب ہیں ان میں تو بالکل صاف دھندلا دکھائی دے رہا ہے۔"

تب انھوں نے بتایا کہ میاں یہ خالی فریم ہیں ان میں لینس نہیں ہے۔

"کمال ہے آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں۔" اس مرتبہ میں نے ان کی غلطی پکڑلی۔ "جناب جب تک آپ فریم میں لینس نہیں لگائیں گے تب تک ہمیں صاف کیسے نظر آئے گا اور جب تک صاف نظر نہیں آئے گا تب تک ہم آئینے میں فریم کو کیسے دیکھ سکیں گے اور جب تک فریم کو دیکھیں گے نہیں تب تک اسے پسند کیسے کریں گے؟" یہ سن کر وہ مسکرانے لگے۔ "بات تو آپ کی معقول ہے۔ چلیے پہلے آپ کے لینس لگا دیتے ہیں، پھر آپ فریم پسند کر لیجیے اور کل آکر چشمہ لے جایئے۔ انشاء اللہ ایسی عینک بناؤں گا کہ اچھے برے کی تمیز اور اپنے پرائے کی پہچان ہو جائے گی!" وہ دن ہے اور آج کا دن ہم ان ہی کی بنائی ہوئی عینک سے لکھ پڑھ رہے ہیں اور اپنا پرایا پہچان رہے ہیں۔

مگر افسوس خود چچا گل محمد کو یہ تمیز اور یہ پہچان نہ ہو سکی۔ بابری مسجد سانحہ کے بعد شہر میں ایک فساد سا ہوا۔ گندی نیت اور اندھی پہچان والوں نے بلوائیوں میں ان کا بھی نام لکھوا دیا۔ لیکن چند روز بعد ہی اس فہرست سے ان کا نام نکال دیا گیا۔ ظاہر ہے سب کی آنکھوں میں جھوٹ کا موتیا بند نہیں اترا تھا۔ اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے ایک دن بڑے افسوس سے بولے۔ "اُن دنوں ایک لڑکا جو لاکھوں کا کاروبار کرتا ہے، اور اخبار کا رپورٹر بھی ہے، میری مدد کو آیا اور کہنے لگا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے لے کر ایس ایس پی تک سب

میرے جاننے والے ہیں، جب چاہو آپ کا نام بلوائیوں کی لسٹ سے نکلوا سکتا ہوں۔ بس دس پندرہ لاکھ روپے کے خرچ کی بات ہے!" اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گئے۔ پھر جیسے اپنے آپ سے کہنے لگے۔ یہ لڑکا وہ تھا جو میرے سامنے بچے سے بڑا ہوا اور مجھے چچا چچا کہتا تھا! میں نے اس سے کہا بیٹا جب میں بے قصور ہوں تو رشوت کیوں دوں۔ جو خدا کو منظور ہو گا دیکھا جائے گا۔" آپ نے اس کے قلم میں روشنائی نہیں بھری ہو گی!" میں نے کہا۔

"نہیں۔ تب تک بال پوائنٹ پین کا زمانہ آگیا تھا!!" چچا ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

دوستو، نیا بازار اب کافی ترقی کر گیا ہے۔ دیکھنے میں سچ مچ نیا بازار لگتا ہے۔ اس نئے بازار میں چچا گل محمد کی دکان آج بھی موجود ہے۔ ان کا چشموں کا کاروبار کافی پھیل گیا ہے۔ شہر کے سب سے مہنگے علاقوں میں ان کی کئی دکانیں ہیں اور آج بلا مبالغہ، آدھے سے زیادہ شہر چچا گل محمد کے چشموں سے ہی اس دنیا کا دیکھ رہا ہے۔

مسلمانوں کا امتیاز

سعد الدین انصاری

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

تم سب سے بہترین قوم ہو' اور دنیا جہان کے لوگوں کی رہنمائی کے لیے تمھیں بھیجا گیا ہے' تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

تفسیر

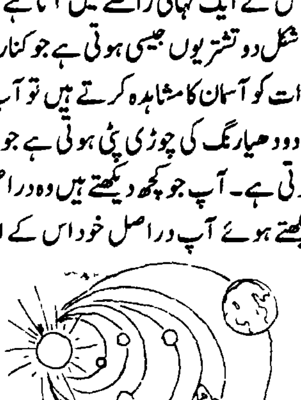
رسول اللہ ﷺ تمام دنیا کے لیے رحمت تھے آپ کا کام سب کو سیدھی راہ دکھانا تھا۔ آپؐ نے اپنی زندگی میں یہ فرض بہت خوبی سے انجام دیا۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ اس رحمت کو دنیا میں عام کریں اور جو لوگ سیدھی راہ سے دور جا پڑے ہیں یا وہ اس راہ سے ناواقف ہیں ان کی رہنمائی کریں۔ مسلمان سب قوموں سے ممتاز ہیں' کیونکہ ان کا کام بھی سب سے ممتاز ہے۔ یہ جہاں کہیں بُرائی یا ظلم ہوتا دیکھتے ہیں' اس کو دور کرتے ہیں۔ یہ نیکی کرتے ہیں اور دوسروں کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور اللہ پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور اس کی بتائی ہوئی سیدھی راہ پر چلتے ہیں۔ مسلمان بُرائی ہوتی دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا اور جہاں کہیں موقع ملے نیک کاموں کے کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

محمد ابراہیم شاہ

خلا میں کرۂ ارض کہاں واقع ہے؟

زمین سورج کے گرد اپنا ایک چکر جو تقریباً نوے کروڑ تیس لاکھ میل کا ہوتا ہے تین سو پینسٹھ دن اور چھے گھنٹوں میں مکمل کرتی ہے۔ سورج کا قطر بذات خود آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار میل ہے۔ اس کی سطح کا درجۂ حرارت پانچ ہزار سینٹی گریڈ ہے۔ ہمارے شمسی نظام میں زمین اور آٹھ سیارے سورج کے گرد مسلسل چکر لگا رہے ہیں۔ ہمارے شمسی نظام کی عمر تقریباً پانچ ہزار ملین سال ہے اور اب تک ہمارا شمسی نظام آدھی عمر گزار چکا ہے۔

سورج ایک اوسط درجے کا سیارہ ہے۔ سورج چکّردار کہکشاں کے بیرونی حصے کا ایک معمولی سا جز ہے۔ اس کہکشاں میں ایک لاکھ ملین سیارے ہیں۔ اس کہکشاں کی چوڑائی بذات خود ایک لاکھ نوری سال ہے اور ہمارا شمسی نظام اس کے ایک تہائی راستے میں آتا ہے۔ یہ کہکشاں چپٹے ستاروں پر مشتمل ہے۔ ان ستاروں کی شکل دو تشتریوں جیسی ہوتی ہے جو کناروں سے ایک دوسری سے جڑی ہوئی ہوں۔ اگر آپ رات کو آسمان کا مشاہدہ کرتے ہیں تو آپ کو کئی مرتبہ کہکشاں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا، یہ ایک دودھیا رنگ کی چوڑی پٹی ہوتی ہے جو افق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوتی ہے۔ آپ جو کچھ دیکھتے ہیں وہ دراصل کہکشاں کا بیرونی منظر ہے۔ کہکشاں کے منظر کو دیکھتے ہوئے آپ دراصل خود اس کے اندر ہوتے ہیں اور باہر کا نظارہ آپ کو نظر آتا ہے۔



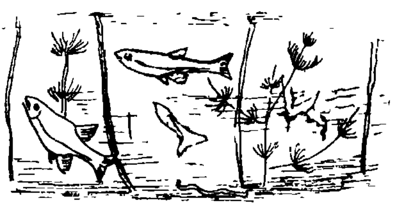
ہماری کہکشاں کی طرح اور کئی کہکشائیں بھی ہیں۔ انتہائی نزدیک ترین کہکشاں بیس ملین نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔ بے حد طاقتور دوربین سے کروڑوں کہکشائیں نظر آتی ہیں۔ فرض کریں کہ ہر کہکشاں میں دس ہزار ستارے ہیں تو گویا ہم کھربوں ستاروں کو بیک وقت دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہم ان ستاروں کی تعداد کو تحریر کرنا چاہیں تو ہمیں کم از کم بیس ہندسے استعمال کرنا ہوں گے۔ اگر کوئی یہ سوچتا

ہے کہ ان ستاروں میں کہیں زندگی موجود ہے اور جان دار موجود ہیں تو یہ غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ اگر کہیں زندگی پائی بھی جاتی ہے تو ان جان داروں یا انسانوں سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ان تک پہنچنا بے حد مشکل ہے۔ اگر ہم اس کائنات کے ایک چھوٹے سے کونے کے درمیان بھی سفر کرنا چاہیں تو اس کے لیے ہمیں اتنا وقت درکار ہوگا کہ شاید تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہو۔ سورج سے قریب ترین ستارہ پروکزیما سینٹوری PROXIMA (CENTAURIPIPI) ہے جو چار نوری سال سے زائد فاصلے پر واقع ہے۔ نوری سال سے مراد روشنی کا طے کیا ہوا وہ فاصلہ ہے جو ایک سال میں روشنی طے کرتی ہے۔ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ (تین لاکھ کلو میٹر فی سکنڈ) ہے۔ آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ روشنی صرف ایک گھنٹے میں ایک ارب میل سے زائد فاصلہ طے کرسکتی ہے۔ اس طرح ایک سال میں جو فاصلہ طے ہوگا وہ ایک نوری سال کہلائے گا۔

کہکشاں کی عمر اندازاً دس ہزار ملین سال ہے۔ تقریباً پانچ ہزار ملین سال گزر جانے کے بعد سورج کی جسامت میں ڈرامائی تبدیلی پیدا ہوگی اور یہ تمام سیاروں کے بیرونی مدار کی جانب پھولنا شروع ہو جائے گا۔ اس کے بعد یہ سکڑنا شروع ہوگا اور چند سو ملین سال کے بعد یہ بہت مختصر رہ جائے گا اور دنیا فنا ہو جائے گی۔

دنیا میں کتنی قسم کے جاندار ہیں؟

اس سوال کے جواب کا کسی کو درست علم نہیں ہے کیونکہ دنیا میں ایسے بے شمار مقامات ہیں جہاں تک انسانوں کے قدم ابھی تک نہیں پہنچے ہیں۔ کیڑوں مکوڑوں کی بے شمار ایسی اقسام اس کرۂ ارض پر پائی جاتی ہیں جن کے بارے میں ابھی تک نہ تو مکمل چھان بین کی گئی ہے اور نہ انھیں کوئی نام دیا گیا ہے۔



ابھی تک جتنے جانداروں کے بارے میں ہمیں علم حاصل ہوا ہے وہ کل دو فیصد ہیں جن میں سے بیشتر اقسام ایسے جانداروں کی ہیں جن کے جسم میں ریڑھ کی ہڈی پائی جاتی ہے۔ ان میں مگرمچھ، پرندے اور چار ٹانگوں سے چلنے والے جانور شامل ہیں۔ باقی جانوروں میں ریڑھ کی ہڈی نہیں ہوتی ہے۔ ایسے جانوروں میں کیڑے، کیچوے، گھونگے

اور خول دار مچھلیاں ہیں۔ ابھی بے شمار ایسے جان دار رباقی ہیں جن کی شناخت ابھی نہیں کی گئی ہے اور نہ ان کا کوئی نام رکھا گیا ہے۔ ان جانداروں میں صرف ممالیہ جانوروں (دودھ پلانے والے جانور) کی تعداد تقریباً تین ہزار سے بھی زائد ہے۔ ایک چمچہ پانی یا کھاد میں ایک خلیے والے بے شمار زندہ خرد بینی اجسام ہوتے ہیں جن کی تعدادزمین پر بسنے والے تمام انسانوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ زمین پر رہنے والے جانور بہت کم تعداد میں ہیں جب کہ پانی اور فضا میں رہنے والے جاندار بہت بڑی اکثریت میں ہیں، اگرچہ وہ ہمیں خالی آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

وائرس کیا ہے؟

لفظ "وائرس" کی اصطلاح بہت استعمال کی جاتی ہے۔ ہر شخص یہ لفظ کسی نہ کسی انداز میں اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق استعمال کرتا ہے، لیکن بہت کم لوگ اس کا صحیح استعمال کرتے ہیں۔ اخبارات اور رسائل بھی اس کا صحیح استعمال نہیں کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص جس نے وائرس کا کبھی خرد بینی معائنہ نہ کیا ہو وہ کس طرح وائرس کی اصطلاح کو صحیح طور پر استعمال کر سکتا ہے۔ ہم سب وائرس سے ضرور متاثر ہوتے ہیں۔ وائرس نے انسانی عادات اور رہن سہن کے طریقوں میں بہت سی تبدیلیاں کر دی ہیں۔ وائرس کے باعث انسانی تاریخ میں بھی بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اور وائرس سے پھیلنے والی بیماریوں کا سیاست پر بھی بہت اثر پڑا ہے۔

وائرس جاندار جسم نہیں ہے۔ جاندار اجسام سانس لیتے ہیں اور غذا کھانے اور ہضم کرنے کے دوران توانائی خرچ کرتے ہیں اور پیدا بھی کرتے ہیں، ان کے جسم میں خلیات کی تقسیم عمل میں آتی رہتی ہے اور وہ اپنے ارد گرد پائی جانے والی اشیا کو بطور غذا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی جسامت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ وائرس میں ان میں سے کوئی ایک بھی خاصیت نہیں ہوتی ہے۔ یہ بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں، اتنے چھوٹے کہ خرد بینی اجسام سے بھی چھوٹے، یہ غذا اس طرح استعمال نہیں کرتے جس طرح عام طور پر ہم استعمال کرتے ہیں۔ ان کا جینیاتی مادّہ بے حد سادہ ہوتا ہے۔ بعض اقسام کے وائرس ایسے خامرے (ENZYMES) پیدا کرتے ہیں جو کسی بھی خلیے پر حملہ کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ وائرس کو صرف میزبان خلیے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وائرس کا اپنا کوئی باقاعدہ جسمانی نظام نہیں ہوتا ہے، چنانچہ وہ درست خلیے کے اجزا پر حکم چلانا شرع کر دیتا ہے اور جینیاتی طور پر خلیے کو حکم دیتا ہے کہ وہ بھی اسی جیسے مزید متعدد اجسام پیدا کر لے۔ خرد بینی

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

عطا عابدی
۲۸-۳ گردنی باغ پٹنہ ۸۰۰۰۰۱

قسط نمبر ۲

چھوٹی عمر کے بڑے کارنامے

گزشتہ شمارے میں آپ نے پڑھا کہ بھارتیہ بال کلیان پریشد کے ذریعہ ہر سال بہادر بچوں کو قومی انعام دینے کا سلسلہ کب سے اور کس طرح شروع ہوا۔ اس بار ہم آپ کو اُن بہادر بچوں کے کارناموں سے متعارف کرائیں گے، جن کو ۱۹۹۲ء کے قومی انعامات سے نوازا گیا تھا۔

۱۹۹۲ء کے قومی انعامات پانے والے ۱۲ بچے تھے، جن میں نو لڑکے تھے اور تین لڑکیاں تھیں۔ ان میں سے ۳ بچوں کو یہ انعام بعد از مرگ دیا گیا۔ ان بچوں کی تعداد ریاست وار اس طرح ہے: مہاراشٹر ۳، راجستھان ۳، منی پور ۲، ہریانہ ۲، دہلی ۱، ہماچل پردیش ۱

۱۹۹۲ء کے قومی انعامات کی درجہ بندی اور اس سے متعلق واقعات اس طرح ہیں۔

گیتا چوپڑا انعام -- یہ انعام کماری سُر میش کو بعد از مرگ دیا گیا۔ دس سالہ سُر میش بھرت پور میں اسسٹنٹ انجینئر جناب جل سنگھ کی بیٹی تھی۔ ۲۳ر جولائی ۱۹۹۰ء کو سُر میش پانچ دیگر بچیوں کے ساتھ تالاب میں نہا رہی تھی۔ نہاتے نہاتے پانچوں لڑکیاں گہرے پانی میں چلی گئیں۔ انہیں ڈوبتے ہوئے دیکھ کر سُر میش نے اپنی جان کی پروانہ کرتے ہوئے انھیں بچانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے ۵ سالہ سُر ویش، ۷ سالہ گائتری اور ۱۰ سالہ راجیش کو ایک ایک کر کے باہر نکالا۔ لیکن ۹ سالہ راج بیری اور ۹ سالہ ریکھا کو بچانے کی کوشش میں وہ کامیاب نہ ہو سکی اور خود بھی ڈوب گئی۔

پیارے بھائیو بہنو! اگر کبھی اس قسم کا واقعہ پیش آئے اور آپ کو ڈوبتے ہوئے ساتھی کو بچانا ہو تو فوراً نہ ٹوٹنے والی یعنی خوب مضبوط رسّی یا موٹے اور لمبے کپڑوں کا ایک سرا ڈوبنے والے کی طرف پھینکنا چاہیے تاکہ وہ پکڑ لے۔ اس سے قبل دوسرے سرے کو کسی درخت یا وزنی پتھر سے پھنسا دینا چاہیے۔--

سنجے چوپڑا انعام۔۔ یہ انعام کانگڑا ہماچل پردیش کے ۱۳ سالہ چندر موہن کو دیا گیا ۸ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو چندر موہن اپنی ۹ سالہ بہن سمتا کے ساتھ بونگتا گانو کے جنگل میں کھیل رہا تھا۔ چندر موہن کو ہاکی کھیلنے کا شوق ہے۔ وہ ہاکی بنانے کے لیے درانتی سے لکڑی کاٹ رہا تھا۔ اچانک ایک تیندوا نکل آیا اور سمتا پر جھپٹا۔ سمتا زور زور سے چلّانے لگی۔ چندر موہن نے فوراً تیندوے پر درانتی سے وار کیا۔ اس اچانک وار سے تیندوا گھبرا گیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ سمتا خوف کے مارے بے ہوش ہو گئی تھی۔ چندر موہن نے اسے اپنے کندھے پر اٹھایا اور اسپتال لے گیا۔ اس طرح چندر موہن کی سمجھ بوجھ اور حوصلہ مندی سے اس کی چھوٹی بہن کی جان بچ گئی۔

باپو گیادھانی انعام۔۔ ۱۰ سالہ انیش تیواری اور ۱۵ سالہ کنال پاریکھ یہ انعام بعد از مرگ دیا گیا۔ ۱۱ سالہ میوری کو بچاتے ہوئے دونوں ڈوب گئے تھے۔ ۲۴ر مئی ۱۹۹۰ء کا یہ واقعہ ہے۔ انیش اپنے چچازاد بھائی بہن کنال اور میوری کے ساتھ چھٹیاں گزارنے کے لیے سلی گوڑی کے گانو چوپڑا گیا ہوا تھا۔ کھیلتے کھیلتے میوری ندی میں گر گئی۔ اسے ڈوبتا دیکھ کر انیش اور کنال بھی ندی میں کود پڑے۔ ان دونوں نے میوری کو تو کنارے تک پہنچا دیا لیکن خود تیز دھارے میں پھنس کر ڈوب گئے۔ انبالہ (ہریانہ) کے ۱۶ سالہ ہر کمار کو بھی یہ انعام دیا گیا۔ ہر کمار نے ۳۰ر جون ۱۹۹۰ء کو ایک لکڑ بگھے کو کلہاڑی سے مار ڈالا تھا۔ لکڑ بگھے نے اس پر حملہ کیا تھا۔

بہادری کے دیگر انعامات ۔۔ شولا پور (مہاراشٹر) کے وٹھو بھال چندر ستار، امپھال (منی پور) کے وائی ششی کانت اور دہلی کی شبھرا اکماری، ہریانہ کے مانو ٹونک، جلگاؤں (مہاراشٹر) کے اجول نیلکنٹھ پوار اور کولہاپور (مہاراشٹر) کے ونود باپو صاحب چوگلے کو بھی بہادری کا انعام دیا گیا۔

انعام پانے والے بچوں میں ہریانے کا مانو ٹونک سب سے کم عمر کا ہے۔ ۱۷ر جون ۱۹۹۰ء کو کچھ بچے شاہ پور گڑھی نریلا کے ایک فارم ہاؤس کے پاس سوئمنگ پول کے کنارے کھیل رہے تھے۔ ۵ سالہ سوربھ بھی وہیں کھیل رہا تھا۔ سوربھ نے ربڑ کی ٹیوب کو پکڑنا چاہا تو پانی میں گر گیا۔ ۸ سالہ مانو ٹونک نے سوربھ کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر کھینچ لیا۔ شولا پور

(مہاراشٹر) کا وٹھوپال چندر ستار نے بھی کنوئیں میں ڈوب رہے ۶ سالہ دتاترے کی جان بچائی تھی۔ دہلی کی شہر اکماری کی پڑوسن میر چندانی کو بجلی کا کرنٹ لگ گیا تھا۔ شہرا کی بروقت مدد سے ان کی جان بچ گئی۔ شہرا نے عین وقت پر مین سوئچ بند کیا۔

اگلی قسط میں کچھ اور برسوں کے قومی انعام یافتہ بچوں کی بہادری کا ذکر کیا جائے گا۔

☆ پیارے پیامیو! عزم و حوصلہ اگر ہو تو کوئی بھی پریشانی یا مجبوری راہ کی رکاوٹ نہیں بن سکتی ہے۔ ۴ سال قبل کا واقعہ ہے کہ جب جگن ناتھ ۱۷ سال کا تھا۔ وہ اپنی پیدائش سے ہی بازوؤں سے محروم ہے۔ مگر اس کے عزم و حوصلہ اور جستجو و لگن نے معذوری کو مات دے دی۔ ہاتھوں کی جگہ اس نے اپنے پانو کو دے دی اور لکھنا پڑھنا سیکھا۔ تصویر میں جگن ناتھ مدنا پور (مغربی بنگال) کے ایک اسکول میں ہائی اسکول کا پرچہ اپنے پانو سے حل کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۱

اجسام کی افزائش دو طریقوں سے ہوتی ہے جن میں سے ایک حیوانی طریقہ ہے جو حیوانات اور جانداروں میں رائج ہے جب کہ دوسرا طریقہ نباتاتی طریقہ کہلاتا ہے۔ جو پودوں میں پایا جاتا ہے، لیکن وائرس کی افزائش کا طریقہ یکسر مختلف ہے۔

وائرس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے خلیے کو مزید وائرس پیدا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، خود وائرس نہیں پیدا کرتا۔ وائرس جینیاتی مادّے کا ایک پارسل ہوتا ہے جو ادھر ادھر گھومتا رہتا ہے۔ بعض وائرس اپنی انتہائی سادہ نوعیت کی وجہ سے پیپر فلٹر سے آسانی سے گزر جاتے ہیں، اس وجہ سے ان کا مطالعہ دشوار ہو جاتا ہے۔ انھیں غذائی مادّے "جیلی" پر نہیں پالا جاسکتا، جیسا کہ دیگر خردبینی اجسام اس انداز میں پالے جاسکتے ہیں۔ وائرس کو اپنے جیسے دیگر اجسام بنانے کے لیے خلیے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ وائرس جو خلیے میں پیدا ہوتے ہیں، اس خلیے کو کنٹرول نہیں کرسکتے۔ جب اس عمل کو روکنے کے لیے دوائیں استعمال کرائی جاتی ہیں تو خلیے کا پیداواری نظام متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ جو دوائیں وائرس کے امراض کا علاج کرنے کے لیے استعمال کرائی جاتی ہیں ان سے مریض مر بھی جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وائرس سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں عام دوائیں استعمال نہیں کرائی جاتی ہیں۔

بعض پیامی ایک کالم کے لیے اپنی دو، دو، تین، تین تحریریں بھیج دیتے ہیں یہ غلط طریقہ ہے۔ ایک کالم کے لیے صرف ایک تحریر ہی بھجوایئے۔ (ادارہ)

بیگم نورالصّباح قسط نمبر ۲

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

حضرت بختیار کاکیؒ دہلی میں

ملتان میں شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کو آپ کی آمد کی خبر ملی تو وہ استقبال کے لیے آئے، بڑی تعظیم کے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور اپنے پاس ٹھہرایا۔ ایک روز تینوں حضرات بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک سردار قباچہ ایک نامی حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ مغلوں کا لشکر ہمیشہ پریشان کرتا رہتا ہے، آپ خدا سے دعا فرمائیں کہ وہ بھاگ جائے۔ چنانچہ تینوں بزرگوں نے دعا کی۔ اس کے بعد خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اس کو ایک تیر دیا اور فرمایا کہ تم اس تیر کو مغلوں کے لشکر میں پھینک دو اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ سنا ہے تیر پھینکنے کے بعد مغل لشکر میں خود بخود بھگدڑ پڑ گئی اور ایسا خوف طاری ہوا کہ سب فرار ہو گئے۔

یہ سردار دراصل ملتان کا حاکم سلطان ناصر الدین قباچہ تھا۔ جب حضرت بختیار کاکیؒ ملتان سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے تو اس نے ملتان ہی میں رہنے کے لیے ان کی بہت خوشامد کی اور اصرار کیا مگر آپ نے جواب دیا کہ یہ جگہ شیخ زکریا ملتانیؒ کے لیے مقرر ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ میں اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی اجازت کے بغیر کسی جگہ سکونت اختیار نہیں کر سکتا۔

خود خواجہ معین الدینؒ ہندستان پہنچ چکے تھے۔ حضرت بختیار کاکیؒ جب دہلی آئے تو انھوں نے ان کو خط لکھا کہ میں آپ کی قدم بوسی کے شوق میں اتنی لمبی مسافت برداشت کر کے دہلی پہنچ گیا ہوں۔ حکم ہو تو خدمت میں حاضر ہو جاؤں؟ حضرت خواجہ نے جواب دیا کہ تم دہلی ہی میں مقیم رہو کیونکہ دہلی کی ولایت خدا کے حکم سے تم کو دی گئی ہے۔ روحانی طور پر میں تمھارے قریب ہوں۔ چند روز بعد میں خود دہلی آ رہا ہوں اس وقت ظاہری ملاقات بھی ہو جائے گی۔ اس لیے حضرت بختیار کاکیؒ نے دہلی میں ہی سکونت اختیار کر لی اور وہاں کے تمام لوگ آپ کے حلقے میں شامل ہونے لگے۔

لوگوں کا ہجوم روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ بعض وقت تو اس قدر آدمی آپ کی زیارت کے لیے آجاتے کہ ملنا مشکل ہو جاتا اور آپ مجبور ہو کر حجرے کے اندر چلے جاتے تھے۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے راتوں کو سونا چھوڑ دیا تھا۔ نیند زیادہ آتی تو اول رات میں تھوڑا سا سو لیتے لیکن شب کا پچھلا حصہ عبادت میں ہی گزرتا۔ بعد کو تو یہ عالم ہو گیا تھا کہ ہر وقت ایک خود فراموشی (استغراق) کی حالت میں رہتے۔ کوئی شخص دست بوسی کے لیے حاضر ہوتا تو تھوڑی دیر اسے انتظار کرنا پڑتا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کا ایک بچہ چھوٹی سی عمر میں فوت ہو گیا۔ آپ اس کو دفن کر کے واپس آئے تو بچے کی ماں کے رونے کی آواز آئی۔ آپ افسوس کرنے لگے۔ شیخ بدرالدین غزنویؒ نے جو آپ کے خاص خلیفہ تھے اور اکثر ساتھ رہتے تھے' دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس بچے کی بیماری اور موت کی مجھے خبر ہی نہ تھی' خبر ہوتی تو خدا سے اس کی صحت کی دعا کرتا' شاید خدا میری سن لیتا اور وہ موت سے بچ جاتا۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس قدر محویت (استغراق) کے عالم میں رہتے کہ گرد و پیش سے بھی بے خبر ہو جاتے۔

حضرت بختیار کاکیؒ کے دہلی پہنچنے سے قبل ایک روز قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے کشف کے عالم میں دیکھا کہ آفتاب کی روشنی دہلی اور اس کے آس پاس پھیلی ہوئی ہے' پھر آفتاب آپ کے مکان میں اتر آیا اور کہنے لگا۔ "میں تمھارے گھر ہی میں رہوں گا" آپ سوچنے لگے اس خواب کا کیا مطلب ہے۔ خیال کیا کہ آفتاب سے مراد شاید کوئی ولی ہیں۔

اس خواب کے دو روز بعد حضرت بختیار کاکیؒ دہلی تشریف لائے اور ایک نان بائی کے گھر ٹھہرے جو آپ کا بہت معتقد تھا۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ کو روحانی طریقے سے پتا چل گیا کہ ان کے دوست قطب الدینؒ دہلی آئے ہوئے ہیں اور فلاں نان بائی کے گھر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آپ اسی وقت پیدل نان بائی کے گھر گئے اور اپنے دوست کو اپنے گھر لے آئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔ قاضی حمید الدینؒ اگرچہ آپ کے استاد تھے لیکن وہ ان کا بے حد احترام کرتے اور کہتے تھے کہ حضرت بختیار کاکیؒ مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

امی کے بچے کی یاد

شان الحق حقی

کچھ پوچھیے مت امی کے ستم
ہے جن سے ہمارا ناک میں دم

آفت میں ہوں ان کے جبر سے میں
بس جھیل رہا ہوں صبر سے میں

آتا نہیں ان کو رحم ذرا
دیتی ہیں سویرے ہی سے اٹھا

میں کھیل رہا تھا خواب میں میچ
لینے ہی کو تھا اک عمدہ کیچ

ٹھوڑی کو لگا ہاتھ امی کا
میں خواب سے اپنے چونک پڑا

لینے نہیں دیتیں اک کروٹ
منھ پر وہی اٹھ بیٹھو کی رٹ

پھر دانت مرے منجھوائیں گی
پلوائیں گی دودھ زبردستی

دوبھر ہے کچھ ایسا دم میرا
بستہ پکڑا کر چلتا کیا

کب کھیلنے دیں وہ جی بھر کے
کہتی ہیں چلو بس کھیل چکے

اب کرنا ہے اسکول کا کام
کرتی ہیں نہ کرنے دیں آرام

ہر بات کریں گی من مانی
بن بیٹھی ہیں خود بھی استانی

گھر کو بھی بنا ڈالا اسکول
لگتی ہے مجھے یہ بات فضول

ہے فکر بہت صحت کا مری
پروا نہیں اپنی صحت کی

پڑ جاؤں ذرا بھی میں بیمار
تو ان کو ہوا چڑھتا ہے بخار

سدھ بھولیں کھانے پانی کی
جو بات ہے وہ نادانی کی

کھلتی ہے مجھے یہ روک اور ٹوک
مت کھاؤ چنے مت مانگو کوک

ابو کے بھی وہ بھرتی ہیں کان
کہتی ہیں یہ بچہ ہے شیطان

ہیں باتیں اور بہت ساری
امی ہیں پھر بھی بہت پیاری

ڈاکٹر سیّد فرحت حسین

پیغمبر کی ماں

قمری سال کا آخری مہینہ حج کا ہے۔ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے' اسی لیے حج کے دوران کیے جانے والے بعض ارکان کی نسبت حضرت ابراہیمؑ اور ان کے گھر والوں کے واقعات سے ہے۔ ان میں حج کے دوران صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا بھی شامل ہے۔ سعی کے معنی دوڑنا اور کوشش کرنا ہیں۔ اس کا تعلق اس ماما سے ہے جو ایک ماں کو اپنے بچے سے ہوتی ہے۔

حضرت بی بی ہاجرہ' حضرت ابراہیمؑ کی بیوی اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ تھیں۔ حضرت اسماعیلؑ ان کی اکلوتی اولاد تھے۔ جب وہ پیدا ہوئے تو انتہائی حسین و جمیل اور خوب صورت تھے' آنکھیں روشن اور پر نور۔ بہت دعاؤں اور تمناؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو پہلی اولاد عطا کی تھی اور حضرت ہاجرہ کو ایک پیغمبر کی بیوی کے علاوہ ایک پیغمبر کی ماں ہونے کا شرف عطا کیا تھا۔ باپ انتہائی مسرور تھے اور انھیں ایک لمحے کے لیے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔ ماں ان پر جان نچھاور کرتی تھیں اور ان کو دیکھ کر جیتی تھیں۔ پیغمبر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور بی بی ہاجرہ کو ایک امتحان اور آزمائش سے گزارا۔

حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ بی بی ہاجرہ اور نومولود اسماعیل کو بیت المقدس سے دور عرب کے ویران ریگستان میں چھوڑ آئیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا' اس لیے اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا فرض تھا۔ انسان ہونے کے ناتے حضرت ابراہیمؑ کو دکھ ہوا' مگر اللہ کی رضا کے لیے اپنی خوشیاں قربان کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔ اصل خوشی اللہ کو راضی رکھنا ہے۔ چناں چہ انھوں نے اپنے بیٹے اور بیوی کو ساتھ لیا۔ ماں' بیٹے کو ایک الگ اونٹ پر سوار کرایا' خود دوسرے اونٹ پر بیٹھے اور نامعلوم مقام کی طرف روانہ ہوگئے۔ کئی روز تک سفر کرتے رہے۔ آخر لمبے

ر کے بعد ایک جگہ رک گئے۔ یہ ایک اجاڑ اور ویران ریگستان تھا۔ ماں اور بیٹے کو ایک
ٹوٹا سی جگہ پر بٹھا دیا۔ خود کسی سوچ میں ڈوبے رہے۔ آخر حکم الٰہی کے مطابق کچھ دیر کے
ر بیوی بچے کو ریگستان میں تنہا چھوڑ کر وہاں سے واپس چلے آئے۔ یہ ریگستان کوہ صفا و مروہ
ے قریب واقع تھا' جہاں تک نظر جاتی تھی نہ کوئی سایہ نہ کوئی درخت۔ دور دور تک پانی کا نام
نشان نہیں تھا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آج خانۂ کعبہ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دل کی بات بی بی ہاجرہ کو نہیں بتائی تھی۔ وہ ننھے اسماعیل کو گود
ں لیے حضرت ابراہیمؑ کی واپسی کا انتظار کرتی رہیں۔ جب کافی دیر ہوگئی اور حضرت ابراہیمؑ
اپس نہیں آئے تو ان کو بڑی حیرانی ہوئی اور چہرے پر مایوسی اور پریشانی چھانے لگی۔

دن کا وقت تھا۔ سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ریگستان کی تپش اور
ورج کی تیزی نے گرمی کو اور بڑھا دیا تھا۔ بی بی ہاجرہ کو پیاس نے ستایا تو انھیں حضرت
ساعیلؑ کی پیاس کی فکر ہوئی۔ حضرت اسماعیلؑ پیاس کی وجہ سے بہت بے چین ہو رہے تھے
ر نڈھال ہوئے جا رہے تھے۔ بی بی ہاجرہ اپنی پیاس کو تو کسی نہ کسی طرح برداشت کر رہی
ھیں' لیکن ننھے بچے کا پیاس سے تڑپنا اور ایڑیاں رگڑنا ان کی برداشت سے باہر تھا۔ جب وہ
متا کی وجہ سے بے قابو ہوگئیں تو خود پانی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں۔ ننھے بچے کو اس لق
دق صحرا میں تنہا چھوڑ کر جانا بھی ماں کو گوارا نہ تھا اور بچے کے لیے پانی کی تلاش بھی ضروری
تھی۔ کبھی وہ صفا پہاڑی کی طرف پانی کی تلاش میں جاتیں' لیکن ممتا انھیں بچے کو تنہا چھوڑ
ینے پر وسوسوں میں گھیر لیتی تو اسے دیکھنے کے لیے واپس آجاتیں۔ بچے کو پیاس سے بے تاب
یکھ کر پھر ہمت کرتیں اور پانی تلاش کرنے کے لیے مروہ پہاڑی کی طرف چلی جاتیں۔ بچے کی
نائی کا خیال آتا تو بے چین ہو کر پھر واپس آجاتیں۔ اس طرح بی بی ہاجرہ نے حضرت اسماعیلؑ
ی پیاس بجھانے کی غرض سے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات چکر
ئے' لیکن انھیں پانی کی تلاش میں کامیابی نہیں ہوئی۔

آخر ممتا کی بے تابی پر قدرت کو رحم آگیا۔ ساتویں مرتبہ جب بی بی ہاجرہ مایوسی اور فکر
کے عالم میں بچے کو دیکھنے واپس آئیں تو انھیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ننھے اسماعیل پیاس کی
دت سے بے تاب ہو کر جس جگہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں اللہ کے حکم اور مہربانی سے

صاف شفاف پانی کا چشمہ جاری ہے۔ اس لق و دق صحرا میں اتنا صاف اور میٹھا پانی پا کر ماں کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور ان کے دل کو قرار اور سکون مل گیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پہلے بچے کو پانی پلایا۔ جب ان کو قرار آگیا اور ان کی پیاس بجھ گئی تو پھر خود بھی سیر ہو کر پانی پیا۔

بی بی ہاجرہ نے پانی کو پھیلنے سے روکنے کے لیے چاروں طرف مٹی اور پتھر لا کر جمع کر دیے۔ یہ چشمہ آب زم زم کے نام سے آج تک جاری ہے۔ اسی موقع پر بی بی ہاجرہ کو حضرت اسماعیلؑ کو نبوت سے سرفراز کیے جانے کی خوش خبری دی گئی۔

قدرت کو بچے کے لیے ماں کی یہ تڑپ اور جدوجہد بہت پسند آئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماں کی اس ممتا کا اعتراف اور احترام اس طرح کیا گیا کہ اللہ نے اپنے گھر خانۂ کعبہ کے طواف کے ساتھ ساتھ صفا و مروہ کے درمیان "سعی" یعنی سات چکر لگانے کو حج کے ارکان میں شامل کیا اور حضرت ہاجرہ کی روایت کو ہمیشہ کے لیے زندہ رکھا۔

حضرت اسماعیلؑ کے ایڑیاں رگڑنے سے جو پانی جاری ہوا اسے پاکیزگی عطا کی گئی اور آب زم زم پینے اور اس کا احترام کرنے کو کار ثواب اور وجہ فیض قرار دیا۔ ::

رشوت کی بنیاد

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سیب بہت پسند کرتے تھے۔ کئی روز سے ان کا دل چاہتا تھا کہ سیب کھائیں لیکن انھیں اتنی گنجائش نہ تھی کہ بازار سے سیب خرید سکیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک شخص نے انھیں کچھ سیب بہ طور تحفہ بھیجوائے۔ انھوں نے ایک سیب ہاتھ میں لے کر کہا۔ "سبحان اللہ کس قدر خوب صورت اور خوشبودار ہے لیکن میں اس کو کھا نہیں سکتا کیونکہ نبی کے پاس اگر کوئی کچھ لاتا ہے تو وہ تحفہ ہوتا ہے اور خلیفہ کو کوئی کچھ دے تو وہ رشوت ہے۔" یہ کہہ کر آپ نے وہ سیب واپس کر دیے۔



اے، حمید

ایڈونچر سیریز نمبر ۲۴

خوف سے ڈاکٹر سلطانہ کا حلق خشک ہو گیا

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بہرام قاتل کی روح کو تک رہی تھی جس کا سر غائب تھا۔ یہ بد روح ہی ہو سکتی تھی۔ کیونکہ کوئی نیک روح اس حالت میں زمین پر نہیں آتی۔ بہرام قاتل نے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی۔

"سلطانہ! میں اپنا سر واپس لینے آیا ہوں۔ یہ خلائی مخلوق میرا سر کاٹ کر اپنے منحوس سیارے میں لے آئی ہے۔ میری مدد کرو۔"

ڈاکٹر سلطانہ ایک سائنس داں خاتون تھی۔ انسان ہونے کے ناتے وہ ایک بار خوف زدہ ضرور ہو گئی تھی لیکن پھر جلدی ہی سنبھل گئی۔ بہرام قاتل کی بد روح کے بارے میں اس نے یہی نتیجہ نکالا کہ سر الگ کر دیے جانے کے شدید صدمے کی وجہ سے بہرام کے ذہن کے مادی اجزاء توانائی میں تبدیل ہو گئے ہیں اور یہ ایٹمی توانائی روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اس سیارے میں پہنچ گئی ہے۔ سلطانہ نے اب اپنے ہوش و حواس کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں کر لیا تھا۔ اس نے کمپیوٹر پر سے ہاتھ ہٹا لیے اور بہرام کی روح بلکہ سلطانہ کے خیال کے مطابق بہرام کے مادی جسم کی ایٹمی توانائی کے ہیولے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر میں تو خود خلائی مخلوق کی قید میں ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ ان لوگوں نے تمہارا

کٹا ہوا سر کہاں رکھا ہے۔"

بہرام کا ہیولا بولا۔

"وہ میں تمھیں بتائے دیتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ سیارے کے حاکم گریٹ کنگ کے وزیر اعظم طرطوش نے میرا سر کہاں پر رکھا ہے۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے کہا۔ "اگر تمھیں معلوم ہے تو تم خود جاکر اپنا سر وہاں سے کیوا نہیں اٹھا لاتے" اس پر بہرام کے ہیولے نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر! میں جسم نہیں ہوں۔ روح ہوں۔ روح کی اپنی اگر کچھ طاقت ہوتی ہے تو پ مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ میں خود اپنا سر اٹھا کر اپنے جسم پر نہیں لگا سکتا۔ اس کے لیے تمھیں میری مدد کرنی ہوگی۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے پوچھا کہ اس کا سر کس جگہ پر ہے۔ بہرام قاتل کی روح نے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ میں تمھیں اپنے سر تک لیے چلتا ہوں۔ میرا سر بل لیبوریٹری میں ہے۔"

سلطانہ بولی۔ "مگر وہ خلائی مخلوق مجھے پکڑ لے گی۔ مجھے بلیو لیبوریٹری میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

بہرام کی روح نے کہا۔

"تم میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلو گی اور تمھیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ آ دیر نہ کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ طرطوش اور اس کے ساتھی خلائی سائنس دان میرے کٹے ہوئے سر کو ایٹمی بھٹی میں نہ ڈال دیں۔ وہ میرے دماغ کی تخریب پسند توانائی کے ایٹموں کو ایک ٹیوب میں بند کر کے محفوظ کر لینا چاہتے ہیں۔"

ڈاکٹر سلطانہ خاموشی سے اٹھی اور بہرام کی روح یا توانائی کے ہیولے سے قدم ملا کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ جوں ہی اس نے بہرام کی روح سے قدم ملائے وہ غائب ہ گئی۔ اب وہ سب کو دیکھ سکتی تھی مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ہم پہلے آپ کو بتا چکے ہیں کہ ڈاکٹر سلطانہ کو خلائی مخلوق کے ڈکٹیٹر گریٹ کنگ کے حکم سے نیلے شیشوں والے خلائی کمپلیکس سے کچھ دور ایک پہاڑی پر واقع نیلے پتھروں کے مکان میں رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ نے اس سیّارے اوٹان پر پھیلی ہوئی ایک بیماری کے وائرس کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے ختم کر دیا تھا۔ گریٹ کنگ اور طرطوش اسے اب زمین پر واپس نہیں بھیجنا چاہتے تھے تاکہ اگر پھر کبھی سیّارہ اوٹان پر کوئی وبا پھیلے تو ڈاکٹر سلطانہ اس وبا سے خلائی مخلوق کو بچانے میں مدد دے سکے۔ مگر ڈاکٹر سلطانہ کو اپنے نیلے پتھروں والے مکان سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن اس وقت ڈاکٹر سلطانہ بہرام کے ہیولے کے ساتھ چل رہی تھی اور اس ہیولے کے ایٹموں سے نکلنے والی تابکاری کی وجہ سے کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ بہرام قاتل کا ہیولا اسے لے کر نیلی پہاڑی سے اترا اور سیدھا بلیو لیبوریٹری کمپلیکس کی طرف لے گیا۔ بہرام کے ہیولے کو اس جگہ کا علم تھا جہاں اس کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ کمپلیکس کے باہر خلائی گارڈ لیزر گن لیے پہرہ دے رہا تھے۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی ڈاکٹر سلطانہ اور بہرام قاتل کا ہیولا دکھائی نہ دیا اور وہ دونوں کمپلیکس میں داخل ہو گئے۔ ایک روشن زینہ اتر کر وہ راہ داری میں آ گئے جس کا نیلا فرش روشنی میں چمک رہا تھا۔ خلائی لیبوریٹری کے کچھ لوگ ان کے قریب سے گزر گئے۔ وہ کسی کو نظر نہ آئے۔

بہرام کا ہیولا ڈاکٹر سلطانہ کو لے کر اس لیبوریٹری میں آ گیا جہاں اس کا سر شیشے کی ایک الماری میں پڑا تھا۔ بہرام کے ہیولے نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر سلطانہ! تم صرف اتنا کرو کہ الماری کو کھولو۔ میرا سر باہر نکال کر میرے ہیولے کے کاندھوں پر رکھ دو۔ اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔"

لیبوریٹری میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ سلطانہ نے الماری کھول دی اور نیلے شیشے کی پلیٹ پر رکھا ہوا بہرام قاتل کا سر اٹھا لیا۔ بہرام قاتل کا ہیولا ایک قدم آگے آ گیا۔ ڈاکٹر سلطانہ نے کٹے ہوئے سر کو بہرام کے ہیولے کے کندھوں کے درمیان کٹی ہوئی گردن پر

رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک عجیب سی سرگوشی کی آواز بلند ہوئی۔ جیسے بہرام قاتل کے ہیولے نے اطمینان کا گہرا سانس لیا ہو۔

بہرام نے کہا۔

"تمھارا بہت بہت شکریہ ڈاکٹر سلطانہ! تم نے میرے لیے وہ کام کیا جو یہاں کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اب میں تمھیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ عمران اور شیبا اس منحوس سیارے اوٹان پر اغوا کر کے لائے جا چکے ہیں اور کالی جھیل والے موت کے مینار میں قید ہیں۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے چونک کر بہرام کے ہیولے کی طرف دیکھا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں" بہرام کے ہیولے نے کہا۔ "میں نے خود انھیں وہاں دیکھا ہے۔ انھیں خلائی مخلوق نے عمر بھر کے لیے وہاں قید میں ڈال دیا ہے۔ کوئی پتا نہیں انھیں گریٹ کنگ کے حکم سے کب ہلاک کر دیا جائے۔"

"کیا تم انھیں واپس اپنی زمین پر نہیں پہنچا سکتے؟"

ڈاکٹر سلطانہ نے بے تابی سے سوال کیا۔ بہرام کا ہیولا بولا۔

"کاش میں ایسا کر سکتا۔ میں مجبور ہوں۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ آؤ تمھیں واپس تمھارے مکان پر پہنچا دوں۔"

بہرام قاتل کا ہیولا جس کی گردن پر اب اس کا سر موجود تھا ڈاکٹر سلطانہ کو ساتھ لے کر اس کے مکان کی طرف چل دیا۔ جب ڈاکٹر سلطانہ اپنے کمرے میں پہنچی تو اس نے بہرام قاتل کے ہیولے سے کہا۔

"میں نے تمھارے لیے اتنا بڑا کام کیا ہے کیا تم میرے لیے اتنا کام بھی نہیں کر سکتے کہ عمران اور شیبا کو یہاں سے واپس اپنی زمین کے سیارے پر لے جاؤ۔"

بہرام قاتل کے ہیولے کی آواز آئی۔

"میں تمھارے لیے صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ تمھیں ایک لڑکی گارشا کے بارے میں بتا دوں جو چیف سائنس دان اور اسی سیّارے کے وزیرِ اعلیٰ طرطوش کے ساتھ لیبوریٹری کام کرتی ہے اور یہاں سے نیچے دوسری پہاڑی کے دامن والے نیلے مکان میں ایک نوکرانی کے ساتھ اکیلی رہتی ہے۔ "

"وہ کیا کرے گی؟" ڈاکٹر سلطانہ نے پوچھا۔

بہرام قاتل کے ہیولے نے کہا۔

"وہ تمھارے لیے وہ کچھ کر سکے گی جو اس منحوس سیّارے پر تمھارے لیے کوئی نہیں کر سکتا۔ گارشا کے دل میں زمینی سیّارے کی مخلوق کے لیے ہمدردی کے جذبات ہیں۔ گریٹ کنگ اور طرطوش نے اپنے سیّارے کی فضا کو بچانے کے لیے ہماری زمین کو تباہ کرنے کا جو منصوبہ بنایا ہے وہ گارشا کو سخت ناپسند ہے، مگر وہ اکیلی اس منصوبے کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ اگر وہ کسی سے بات کرتی ہے تو اسے اسی وقت لیزر گن کے فائر سے جلا کر بھسم کر دیا جائے گا۔ "

ڈاکٹر سلطانہ کے سامنے یہی ایک امید کی کرن تھی۔ اس نے پوچھا۔

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ گارشا کے دل میں ہمارے زمینی سیّارے کے لوگوں کے لیے ہمدردی کے جذبات ہیں۔ "

بہرام قاتل کے ہیولے نے جواب دیا۔

"میں جسم نہیں ہوں۔ توانائی ہوں اور توانائی کا دائرہ ساری کائنات میں پھیلا ہوا ہے۔ اسی توانائی کی مدد سے میں نے گارشا کا ذہن پڑھا ہے۔ تم بے فکر ہو کر اس سے بات کرو، وہ تمھاری بہت مدد کرے گی۔ اسے بہت کچھ معلوم ہے۔ وہ خود سائنس دان بھی ہے اور خلائی سائنس میں اس کا جواب نہیں ہے۔"

ڈاکٹر سلطانہ کچھ پوچھنے لگی تھی کہ بہرام قاتل کا ہیولا بولا۔

"اب میں جاتا ہوں۔ اللہ حافظ۔ شاید اب پھر کبھی ملاقات نہ ہو۔ تمھارا ایک بار

پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔"
اتنا کہہ کر بہرام قاتل کا ہیولا غائب ہوگیا۔
ڈاکٹر سلطانہ کمرے میں اکیلی رہ گئی۔ کھڑکی کے نیلے شیشوں میں سے باہر وہ دوسری پہاڑی نظر آرہی تھی جس کے بارے میں بہرام کے ہیولے نے بتایا تھا کہ وہاں گارشا نام کی لڑکی کا مکان ہے اور وہ وہاں اکیلی رہتی ہے۔
سلطانہ اب رات ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ کیونکہ رات کے اندھیرے میں ہی وہ اپنے مکان سے نکل کر گارشا سے ملنے جاسکتی تھی۔ اسی دوران ڈاکٹر سلطانہ نے کمپیوٹر کے سگنل کے ذریعہ سے اپنی زمین سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش چھوڑ دی۔ کیونکہ اب اسے خلائی سیارے میں ہی ایک ایسا رابطہ مل گیا تھا جو اس کی مدد کرسکتا تھا۔ اور یہ رابطہ گارشا خلائی لڑکی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ بہرام قاتل کا توانائی ہیولا درست کہہ رہا تھا۔ کیونکہ توانائی کا رابطہ کائنات میں پھیلی ہوئی توانائی سے ہوتا ہے اور وہ دلوں کے حال پڑھ سکتی ہے۔
جب رات ہو گئی اور اوٹان سیارے پر اندھیرا چھا گیا اور تاریک آسمان پر ستارے انگاروں کی طرح دمکنے لگے تو ڈاکٹر سلطانہ چپکے سے مکان کے پچھلے دروازے سے نکلی اور پہاڑی کی ڈھلان پر اترنے لگی۔ وہاں اسے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ نیچے میدان میں آگئی۔ یہاں نیلے اور سیاہ رنگ کے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ تھوڑی دور اسے وہ چھوٹا سا ٹیلا نظر آرہا تھا جس کے دامن میں ایک مکان کے روشن دان میں روشنی ہو رہی تھی۔ یہی گارشا کا مکان ہو سکتا تھا۔
سلطانہ بڑی احتیاط سے چلتی گارشا کے چھوٹے سے مکان کی عقبی کھڑکی کے پاس آکر رک گئی۔ کھڑکی پر نیلا شیشہ لگا تھا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی مگر اس شیشے میں سے اندر کی کوئی شے نظر نہ آتی تھی۔ سلطانہ وہاں سے گزر کر مکان کے دروازے پر آگئی۔ دروازہ بھی نیلے شیشے کا تھا اور دوسری طرف کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ سلطانہ کو معلوم

تھا کہ وہاں اندر سے کسی کو کیسے بلایا جاسکتا ہے۔ اس نے دروازے کے درمیان میں اپنا پنجہ لگا دیا۔ اس کے ساتھ ہی مکان کے ڈرائنگ روم میں گھنگھرو سا بجا۔ دوسرے لمحے گارشا کی آواز آئی۔ اس نے اپنی خلائی زبان میں پوچھا تھا کہ باہر کون ہے۔ اس پر سلطانہ نے خلائی زبان میں جواب دیا۔ ”ایک ضروری اطلاع دینی ہے۔ کیا تم گارشا ہو؟“ جواب دیا۔

”ہاں میں گارشا ہوں۔ مگر تم کون ہو؟“

سلطانہ نے خلائی زبان میں کہا۔ ”طرطوش نے بھیجا ہے۔ میں لیبوریٹری اسسٹنٹ ہوں۔“ پھر دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ ”اندر آجاؤ“ گارشا کی آواز آئی۔ سلطانہ اندر داخل ہوئی۔ ایک چھوٹا سا راستہ سامنے ڈرائنگ روم میں جاتا تھا جہاں روشنی تھی۔ سلطانہ ڈرائنگ روم میں آگئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک نیلے رنگ کی دبلی مگر بڑی خوبصورت لڑکی میز کے پاس بیٹھی کچھ لکھ رہی ہے۔ گارشا نے سلطانہ کو دیکھا تو چونک کر کہا۔

”تم تو ڈاکٹر سلطانہ ہو۔ تم زمینی سیارے کی مخلوق ہو۔ تمھیں طرطوش چیف نے میرے پاس کس لیے بھیجا ہے؟“

ڈاکٹر سلطانہ سب کچھ سوچ کر آئی تھی۔ وہ کرسی کھینچ کر گارشا کے قریب بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔

”گارشا! تم بھی ایک عورت ہو۔ میں بھی ایک عورت ہوں۔ ایک عورت ہی دوسری عورت کے دل کا درد جان سکتی ہے۔ مجھے میرے بہن بھائیوں سے جدا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ میں جانتی ہوں اب میں اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں سے کبھی نہیں مل سکوں گی۔ میں ساری عمر کے لیے یہاں قید میں ڈال دی گئی ہوں۔ لیکن میں سسک سسک کر نہیں مرنا چاہتی۔ مجھے یہ بھی اچھی طرح علم ہے کہ میں یہاں سے فرار بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے میں نے مرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس زندگی سے موت ہزار درجے بہتر

ہے۔ میری زمین پر میرے ماں باپ بہن بھائی بھی رو رو کر مر جائیں گے۔ میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں، مگر کسی ایسی شے سے مرنا چاہتی ہوں جس سے مجھے تکلیف نہ ہو۔ تم ایک سائنس دان لڑکی ہو۔ تمھارے پاس لیبوریٹری میں ایسا زہر ضرور ہوگا جس کا انجکشن لگتے ہی میں اس دکھ بھری زندگی سے نجات حاصل کرلوں۔ میں تمھارے پاؤں پڑتی ہوں مجھے کسی ایسے زہر کا انجکشن لگا دو جس سے میں بغیر تکلیف کے ایک پل میں مر جاؤں۔"

ڈاکٹر سلطانہ کی تقریر کا گارشا پر گہرا اثر ہوا۔ وہ تو پہلے ہی زمین پر رہنے والوں سے محبت کرتی تھی اور زمین کی انسانی مخلوق کو تباہ کرنے والے گریٹ کنگ کے منصوبے سے اسے سخت نفرت تھی۔ سلطانہ نے گارشا کے چہرے سے پڑھ لیا تھا کہ اس کے دل میں ہمدردی کی لہر پیدا ہو چکی ہے۔ بہرام کے ہیولے نے بالکل ٹھیک اطلاع دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سلطانہ نے آگے بڑھ کر گارشا کے گھٹنے چھو لیے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

"پیاری بہن گارشا! مجھ پر رحم کھاؤ اور انجکشن لگا کر مجھے ہمیشہ کے لیے اس اذّیت سے نجات دلا دو۔ میں اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں نے یہاں اتنا عرصہ اندر ہی اندر غم کھا کر گزارا ہے۔ اب مجھ میں مزید غم اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔"

اس پر گارشا نے ڈاکٹر سلطانہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے اور ہمدردی سے کہا۔

"سلطانہ بہن! میں تمھارے دکھ کو سمجھتی ہوں۔ میں تمھارے غم کو محسوس کر سکتی ہوں۔ مگر میں تمھیں مرنے نہیں دوں گی۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے جب دیکھا کہ گارشا کا دل اس کی ہمدردی سے بھر گیا ہے تو فوراً کہا۔

"تو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں ساری زندگی یہاں اپنے بہن بھائیوں ماں باپ کے غم میں گھلتی رہوں؟ ساری زندگی اذیت اٹھاتی رہوں؟"

گارشا نے گہرا سانس بھرا۔ ڈاکٹر سلطانہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"نہیں سلطانہ بہن! میں تمھیں مرنے نہیں دوں گی۔ میں تمھیں تمھاری زمین پر، تمھارے ماں باپ بہن بھائیوں کے پاس واپس پہنچا دوں گی۔ اور تمھاری خوبصورت زمین کو بھی تباہی سے بچانے کی کوشش کروں گی۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے گارشا کا ہاتھ چوم لیا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو گارشا؟"

"ہاں" گارشا نے کہا۔ "میں نے تمھاری مدد کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مگر تمھیں میری ایک شرط ماننی ہو گی۔"

"میں تمھاری ہزار شرطیں تسلیم کرتی ہوں۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے جلدی سے کہا۔ گارشا کہنے لگی۔

"میری شرط صرف اتنی ہے کہ تمھیں مجھے اپنے ساتھ اپنی خوبصورت زمین پر لے جانا ہو گا۔"

ڈاکٹر سلطانہ سوچ رہی تھی کہ معلوم نہیں وہ کون سی شرط لگائے گی جب گارشا نے زمین پر ساتھ چلنے کی خواہش کا اظہار کیا تو وہ خوش ہو کر بولی۔

"پیاری بہن میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہوگی کہ تم میرے ساتھ ہماری زمین پر چلوگی۔ تم ایک تجربہ کار اور لائق خلائی سائنس دان ہو۔ ہمیں تم سے بڑی مدد ملے گی۔ گارشا اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ پھر سلطانہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"تمھیں شاید معلوم نہیں سلطانہ! تمھاری زمین سے ایک لڑکا اور لڑکی اغوا کر کے یہاں لائی گئی ہے۔ اور انہیں اب اپنی موت تک اسی سیارے پر قید میں زندگی بسر کرنی

ہوگی۔"

سلطانہ جانتی تھی کہ عمران اور شیبا بھی وہاں لائے گئے ہیں اور موت کے مینار میں بند ہیں مگر اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو گارشا؟"

"ہاں" گارشا ٹہلتے ہوئے بولی۔ "لڑکے کا نام عمران ہے۔ لڑکی کا نام شیبا ہے۔ دونوں کمپیوٹر سائنس میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ اس راز سے واقف ہو چکے ہیں کہ گریٹ کنگ نے زمین کو تباہ کرنے کے لیے ایک خفیہ خلائی اسٹیشن قائم کر رکھا ہے اس لیے ان دونوں کو اغوا کر لیا گیا۔"

سلطانہ نے دبی زبان میں کہا۔

"تو کیا ہم عمران اور شیبا کو یہاں چھوڑ جائیں گے؟"

گارشا کرسی پر بیٹھ گئی اور فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"نہیں سلطانہ! ہم انھیں بھی واپس اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔"

سلطانہ بڑی خوش ہوئی۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ نے نجات کی راہ پیدا کر دی ہے۔ گارشا نے اٹھ کر کھڑکی کے نیلے شیشے میں سے باہر دیکھا اور پلٹ کر کہا۔

"اب تم جاؤ سلطانہ! جب تک میں نہ اشارہ کروں تم ہرگز یہاں مت آنا۔ اب سارا کام میں کروں گی۔"

سلطانہ نے گارشا کا ہاتھ چوما اور خاموشی سے کمرے سے نکل کر مکان سے باہر آگئی۔ باہر سیارہ اوثان کی رات اسی طرح تاریک اور بھیانک تھی۔ وہ جس راستے سے آئی تھی اسی راستے سے گزرتی اپنے مکان میں آکر پلنگ پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے اللہ کے حضور سر سجدے میں گرا دیا اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے کہا۔ "یا اللہ! میں کس زبان سے تیری اس رحمت کا شکر ادا کروں؟ تو نے میرے یہاں سے واپس جانے کی سبیل پیدا کر کے میرے مردہ جسم میں پھر سے زندگی کی حرارت پیدا کر دی ہے۔ یا اللہ! تو ہی ساری

کائنات کا مالک ہے۔ سب کچھ تیرے ہی اختیار میں ہے۔ اب میری مدد کرنا اور مجھے عمران، شیبا اور گارشا کو اپنی حفاظت میں اس جہنم سے نکال دینا۔"

دعا مانگ کر سلطانہ نے اپنے آنسو پونچھے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس میں ایک نئی طاقت آگئی ہے۔ پھر وہ اپنے پلنگ پر جا کر گہری نیند سو گئی۔ دوسرے دن وہ صبح صبح اٹھی۔ وضو کر کے نماز پڑھی اور اپنے مشن کی کامیابی کے لیے اللہ میاں سے دعا مانگی اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر روز کے مطابق کام کرنے لگی۔ وہ اس سیارے کی فضا میں پھیلے کسی وائرس پر کام کر رہی تھی۔ گریٹ کنگ کے بلائے بغیر وہ خلائی کمپلیکس میں نہیں جا سکتی تھی بلکہ اپنے مکان سے بھی باہر نہیں نکلتی تھی۔ اگرچہ اسے اجازت تھی کہ وہ آس پاس کے علاقے میں سیر وغیرہ کر سکتی ہے۔ اس روز وہ اس وجہ سے بھی گھر سے باہر نہ گئی کہ گارشا کا کوئی پیغام کسی بھی وقت آسکتا تھا۔ دوپہر تک وہ کمپیوٹر کے آگے بیٹھی کام کرتی رہی۔ شام کے وقت گارشا نے سلطانہ کو کمپیوٹر سگنل دیا کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ میں فرار کے منصوبے پر کام کر رہی ہوں۔ تم تیار رہنا۔ کسی بھی وقت ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہوگا۔ سلطانہ نے سگنل آنے کے بعد کمپیوٹر بند کر دیا اور کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھنے لگی۔ اس کے دل میں بار بار خیال آرہا تھا کہ کیا وہ کبھی اس جہنمی سیارہ سے فرار ہو سکے گی۔ (باقی آئندہ)

معاوضہ

سردی زیادہ ہو رہی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نوکر سے فرمایا۔ "وضو کے لئے پانی گرم کر کے لاؤ۔ وہ ایک پڑوسی کے چولھے پر پانی گرم کر کے لے آیا۔ آپ نے جب دیکھا کہ پانی اس قدر جلدی گرم ہو گیا تو آپ کو تعجب ہوا اور پوچھا۔ "پانی اتنا جلدی کیسے گرم ہو گیا؟

نوکر نے کہا۔ "پڑوسی کے یہاں آگ جل رہی تھی۔ اس کے چولھے پر گرم کر کے لایا ہوں۔" آپ نے صبح اس کے یہاں لکڑی کی قیمت کے طور پر ایک درہم بھجوا دیا۔



ننھے منّے بچّوں
کے لیے
دلچسپ
اور
باتصویر کہانیاں
بتاشے
نرسری کے بچّوں کے لیے آسان
زبان میں دلچسپ نظمیں
7/50
جاں نثار دوست
بچّوں کے لیے باتصویر کہانی
قیمت ۶/- روپے
جادو کی ہنڈیا
5/-
بھیڑیے کا گانا
7/50
شیر اور بکری
9/-
دُم کٹی لومڑی
7/50
کوّے کا خواب
7/50
چاند کی بیٹی
چالاک بلی
7/50
کرشن کنہیا کی بانسری
قیمت 7/50

نظم پارہ نظمی

بارش کے بعد

ایک گاؤں میں دو بھائی رہتے تھے۔ بڑے کا نام محسن تھا اور چھوٹے کا حسن۔ دونوں کسان تھے اور بہت محنتی تھے۔ وہ زمینوں پر بہت محنت کرتے تھے' اسی لیے فصل بھی اچھی ہوتی تھی۔ زمین دار ان دونوں بھائیوں سے بہت خوش تھا' مگر حسن لالچی تھا جب کہ محسن بہت اچھا انسان تھا۔

ایک دفعہ حسن نے محسن سے کہا:

"کیا ہی اچھا ہو کہ زمین دار کی ساری جائیداد ہماری ہو جائے۔"

یہ سن کر محسن نے حسن کو زور سے ڈانٹا اور کہا کہ جتنا اللہ تعالیٰ دے رہا ہے ہمارے لیے یہی بہت ہے۔

حسن نے کہا: "زمیں دار کی بیوی کا بہت پہلے انتقال ہو چکا ہے۔ اس کی کوئی اولاد بھی



نہیں ہے۔ زمیں دار یہ مال و دولت کس کے لیے جمع کر رہا ہے؟؟"

محسن نے جواب دیا: " یہ سب دولت گاؤں والوں کی ہے۔ زمیں دار نے ایک دفعہ کہا تھا کہ گاؤں والے میری اولاد کی طرح ہیں۔ وہ گاؤں میں اسکول کھلوائے گا' ہسپتال تعمیر کروائے گا جہاں گاؤں والوں کا مفت علاج ہوا کرے گا۔"

"زمیں دار ایسے ہی کہہ رہا ہوگا۔" حسن کو یقین نہ آیا۔

انھی دنوں زمیں دار بیمار ہوگیا۔ اس نے سب گاؤں والوں کو بلوایا۔ اس گاؤں کے علاوہ زمیں دار کے تین گاؤں اور دو آم کے باغ بھی تھے۔ زمیں دار نے گاؤں والوں سے کہا کہ محسن اور حسن محنتی لڑکے ہیں۔ میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ میرے بعد یہ دونوں میری جگہ ہوں گے۔

حسن یہ سن کر خوش ہوگیا۔ اس نے کہا:

"جی ہاں زمیں دار صاحب! ہم آپ کی جائیداد کی بہت اچھی طرح دیکھ بھال کریں گے۔"

لیکن محسن نے کہا: "زمیں دار صاحب! اللہ تعالٰی آپ کو سلامت رکھے۔ ہمیں آپ کی جائیداد کی نہیں آپ کی ضرورت ہے۔ ہم اس قابل کہاں کہ آپ کی زمینیں سنبھالیں۔ آپ کسی اور کو یہ ذمے داری سونپیے۔"

زمیں دار نے کہا:

"میں نے گاؤں والوں سے پوچھ لیا ہے۔ سب تم دونوں کو ہی چاہتے ہیں۔"

دونوں بھائی حویلی سے باہر آگئے۔

حسن نے کہا: "محسن بھائی! آپ کیوں آتی ہوئی دولت پر ٹھوکر مار رہے تھے؟ وہ تو زمیں دار صاحب ہی اچھے ہیں ورنہ آپ تو اس دولت سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ یہ ساری جائیداد اگر کوئی اور لے اڑتا تو؟؟"

محسن حسن کی بات سن کر خاموش ہوگیا۔ وہ اپنے بھائی کے اندر کے لالچ کو جان کر خوف زدہ ہوگیا تھا۔

کچھ روز بعد ہی زمیں دار کا انتقال ہوگیا۔ سب لوگ بہت اداس تھے۔ زمیں دار بہت اچھا آدمی تھا۔ سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا تھا' اس لیے کوئی بھی اس کا مخالف نہ تھا۔ وہ اپنے



اچھے مالک کے چلے جانے پر رو رہے تھے۔

کچھ روز کے بعد محسن اور حسن نے حویلی سنبھال لی۔ حسن نے سب سے پہلے زمیں دار کی ذاتی تجوری کھولی۔ اس میں بہت سا نقد روپیہ اور قیمتی زیوارات تھے۔ اس نے کہا:

"اب یہ سب ہمارے ہیں۔ ہم اس دولت کو جس طرح چاہیں خرچ کریں۔"

مگر محسن نے فوراً تجوری بند کر دی اور کہا:

"یہ دولت دیکھ کر تمھاری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ تمھیں اپنا فرض بھی نظر نہیں آرہا۔ یہ دولت ہمیں لٹانے کے لیے نہیں ملی بلکہ یہ گاؤں والوں کی امانت ہے۔ یہ دولت ہمیں ایمان داری کی وجہ سے ملی ہے۔ ہم اسے ایمان داری سے خرچ کریں گے۔ گاؤں والوں کی بھلائی کے کام کریں گے۔"

حسن نے کچھ کہنا چاہا تو محسن نے کہا:

"یاد رکھو! اگر مالک کا برتاؤ اچھا نہ ہو تو زمین سے امن و امان ختم ہو جاتا ہے۔"

اس وقت تو حسن خاموش ہو گیا' مگر دل سے اس کے یہ بات نہ نکل سکی۔ اس کے دل میں محسن کے لیے اب نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اسے غلط مشورے دیتا' مگر محسن نہیں مانتا تھا۔ پھر حسن کو غصہ آگیا۔ اس نے کچھ گاؤں والوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ وہ کہتا تھا کہ جب جائیداد میں میرا بھی برابر کا حصہ ہے تو میری بات کیوں نہیں مانی جاتی۔ یوں گاؤں میں دو گروپ بن گئے اور لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔ لہٰذا گاؤں کے بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ زمیں دار کے چار گاؤں میں سے دو گاؤں حسن سنبھالے گا اور دو گاؤں محسن۔ ایک آم کا باغ حسن کا ہو گا اور دوسرا محسن کا۔ اس طرح جائیداد کی تقسیم ہو گئی۔ حسن زمیں دار کی دولت لٹا لٹا کر مزے کرتا رہا۔ اس نے شہر میں کئی دکانیں اور بنگلے خریدے اور زیادہ تر شہر میں ہی رہنے لگا۔ اسے گاؤں والوں کی فکر نہ تھی۔ وہ چاہے کتنی ہی پریشانی میں ہوں اسے پروا نہ تھی۔

دوسری طرف محسن نے اپنے دونوں گاؤں پر پوری توجہ کی۔ ہسپتال اور اسکول تعمیر کروائے۔ وہ گاؤں والوں کے ساتھ مل کر رہتا۔ ان کے مسئلے سنتا اور انھیں حل کرتا۔ اس کے گاؤں والے اس سے بہت خوش تھے۔ اصل میں محسن کو زمیں دار سے بہت پیار تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ مرحوم زمیں دار کی خواہش اور خواب پورے کرے۔

حسن کو یہ بات بھی پسند نہیں آئی کہ محسن کو لوگ اتنا چاہیں اور گاؤں میں اتنی ترقی ہو۔ چناں چہ اس نے ہنگامہ شروع کر دیا۔ کبھی اس کے گاؤں پر حملے کرواتا کبھی مویشی چوری کرا لیتا' فصلیں اٹھوا لیتا' مگر محسن نے اپنے گاؤں والوں کو ہمیشہ صبر کرنے کو کہا۔

ایک بار حسن نے سوچا کہ محسن کی تیار فصلوں کو آگ لگا دی جائے۔ اس کے آدمی اس کی حرکتوں سے بیزار ہو چکے تھے' مگر مجبوراً اس کا حکم مانتے تھے۔ اس کے آدمیوں میں نور دین کسان بھی تھا جو بہت محنتی تھا۔ اس نے جب حسن کے منصوبے کے بارے میں سنا تو اسے اپنے بھائی عمر دین کا خیال آیا۔ وہ بھی کسان تھا اور محسن کے گاؤں میں رہتا تھا۔ اسے اپنی فصلوں سے ایسے ہی پیار تھا جیسے کسی کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے۔ وہ دن رات محنت کرتا تھا۔ نور دین نے کسی نہ کسی طرح یہ بات عمر دین تک پہنچا دی۔ عمر دین کو بہت افسوس ہوا۔ اس نے یہ بات جا کر محسن کو بتائی۔ محسن کو بھی غصہ آگیا۔ اس نے کہا:

"اس دفعہ ہم بھی منہ توڑ جواب دیں گے۔ برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔ ہم بھی رات کو



ان کی فصلوں میں آگ لگا دیں گے۔"

یہ سن کر عمردین نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے اور کہا:

"زمیں دار صاحب! یہ بات میں نے آپ کو اس لیے بتائی تھی کہ آپ فصلیں بچانے کے لیے کچھ کریں، مگر آپ تو الٹا فصلیں جلانے کا سوچ رہے ہیں۔ ایسی زمین پر ہم آگ کیوں لگائیں جس سے ہمیں رزق ملتا ہے؟"

مگر محسن اس وقت بہت غصے میں تھا۔ عمردین نے جب بے بسی محسوس کی تو اللہ کے سامنے جھک گیا۔ جب انسان مایوس اور بے بس ہو تو اسے اللہ یاد آتا ہے اور اللہ بھی اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔ وہ رو رہا تھا اور دعا کر رہا تھا:

"اے اللہ! ان دونوں بھائیوں کو ایک کر دے۔ ان کے الگ ہونے سے بہت نقصان ہوا ہے۔ ان کے دل سے نفرت نکال دے۔ انھیں ہدایت دے کہ ہم تیرے دیے ہوئے رزق کو آگ نہ لگائیں۔"

رات کا وقت تھا۔ دونوں طرف کے لوگ ایک دوسرے کی فصلوں کو آگ لگانے کے لیے چلے۔ اچانک تیز ہوائیں چلنی شروع ہوگئیں۔ پھر تیز بارش شروع ہوگئی۔ محسن اور حسن یہ

دیکھ کر بہت مایوس ہوئے۔ بارشوں کے دن تو تھے نہیں، بارش بھلا کیسے ہو گئی، یہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ پھر فیصلہ ہوا کہ چند روز بعد اس منصوبے پر عمل کریں، مگر بارش کی ایسی جھڑی لگی کہ دو ہفتے گزر گئے اور بارش رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اب سب کو یہ خیال آیا کہ فصلیں نہ تباہ ہو جائیں۔ گاؤں میں سیلاب کا خطرہ بھی بڑھ گیا تھا۔ اگر بارش نہ رکتی تو سیلاب آسکتا تھا جس کے نتیجے میں چاروں گاؤں بہہ جاتے۔

نمردین نے محسن کو سمجھایا:

"آپ تو اچھی عادت کے مالک ہیں۔ آپ ہی حسن صاحب سے گلے مل لیجئے۔ ہم سب مل کر بارش رکنے کی دعا کریں گے۔"

ادھر حسن کو بھی سیلاب کا خطرہ تھا۔ وہ بھی پریشان تھا۔ اسے نور دین نے سمجھایا۔ پھر دونوں بھائیوں کے قافلے بارش میں بھیگتے ہوئے ایک دوسرے کے گاؤں کی طرف بڑھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، مسکرائے پھر گلے مل گئے اسی وقت بارش ہلکی ہوگئی اور تھوڑی دیر بعد بالکل رک گئی۔ ان دونوں کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ حسن کی آنکھوں میں شرمندگی کے آنسو تھے اور محسن کی آنکھوں میں خوشی کے۔ گھٹاؤں نے جو یہ منظر دیکھا تو اپنا پردہ ہٹا کر سورج کو بھی یہ منظر دکھایا۔ سورج بھی خوش ہوگیا۔ اس دھوپ چھاؤں میں سب منظر صاف ہوگئے۔ ساتھ ہی دونوں بھائیوں کے دل بھی صاف ہوگئے۔ محسن اور حسن کی آنکھوں سے جو بارش برسی تھی اس میں ان کے دل کی نفرتیں بھی بہہ گئیں تھیں اور ان کے دل کے اندر کے موسم ایسے صاف ہوگئے جیسے بارش کے بعد ہو جاتے ہیں۔

کہر کس طرح بنتا ہے؟

ٹھنڈے موسم میں ہوا کے انجرات اپنا توازن کھو بیٹھتے ہیں اور تیزی سے گرد و غبار اور دھوئیں کے ذرات سے گھل مل جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فضا اس نئے میل جول سے تاریک ہو جاتی ہے اور ہم اسے کہر یا دھند کہتے ہیں۔ صنعتی شہروں میں کہر بہت زیادہ چھاتا ہے۔ لندن اور مانچسٹر وغیرہ میں تو بعض اوقات دن میں بھی چند گز آگے کی چیز نظر نہیں آتی

ڈاکٹر اعظم شاہ خاں
لیکچرر زولوجی گورنمنٹ کالج
ٹونک، راجستھان

الرجی

آلودگی اور ملاوٹ سے بھرے آج کے اس دور میں ''الرجی'' ہو جانا ایک بہت عام سی بات ہو گئی ہے کیونکہ آج ہر آدمی کسی نہ کسی قسم کی غذائی اشیا، دوا یا خاص قسم کے ماحول کے لیے کسی نہ کسی حد تک حساس ہے۔ موجودہ دور میں اصلی چیزوں میں نقلی چیزوں کی ملاوٹ کی وجہ سے ایسی چیزیں جن سے عام طور پر الرجی نہیں ہوتی تھی وہ بھی الرجی کرنے لگی ہیں۔ اگر خود اپنے معاملے پر ہی غور کریں تو آپ خود محسوس کریں گے کہ ہم آپ خود کسی قسم کے خاص ماحول، خوشبو سے بھری محفل، پھولوں سے لدے باغ، گرد اور دھوئیں سے بھرے بازار، خاص قسم کی غذا، مشروب یا دوا وغیرہ کے لیے کسی نہ کسی حد تک حساس ہیں۔ ایسے ماحول یا ان چیزوں کے کھانے یا پینے کے بعد ہم عجیب قسم کی بے چینی، گھبراہٹ، سر درد، چکر، دماغی بکھراؤ اور الجھن سی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ جسم میں کھجلی ہونے لگتی ہے، جسم پر خارش داد، دانے یا چکتے ابھر آتے ہیں، جسم کا کوئی حصہ جیسے ہونٹ یا مسوڑے پھول جاتے ہیں، زبان پر ایک دم چھالے ابھر آتے ہیں یا آنکھ اور ناک سے پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ سب علامات ہمیں کسی نہ کسی قسم کی الرجی کی وجہ سے ہوتی ہیں جن پر دھیان دینا بہت ضروری ہے کیونکہ کبھی کبھی الرجی اتنی خطرناک قسم کی ہو سکتی ہے کہ جان کے لالے پڑ سکتے ہیں۔ جسم کے کسی چیز کے لیے اس شدید رد عمل کو انگریزی میں ''ری ایکشن'' (Reaction) اور طبی اصطلاح میں ''اینافائلیکٹک شاک (Anaphylactic Shock) کہتے ہیں۔

الرجی ہونے کی وجوہات:

جسم میں ایک بہت اہم نظام پایا جاتا ہے جسکو ''دفاعی نظام (Immune System) کہتے ہیں۔ اس نظام کے دو اہم عنصر ہیں۔ خون میں موجود ''لیوکو سائٹس'' (Leukocytes) اور ''لمفو سائٹس'' (Lymphocytes) جو جسم کو کسی بھی بیماری کے

جراثیم کے خلاف لڑنے میں مدد کر کے تندرست رکھتے ہیں۔ یہ نظام جسم کی حفاظت کے علاوہ کچھ مخصوص حالات میں جسم میں الرجی کے حالات پیدا کرنے کے لیے بھی ذمہ دار ہے۔ جن اشیا کو جسم قبول نہیں کرتا یا جن چیزوں کے لیے جسم حساس ہوتا ہے جیسے ہی وہ چیزیں خون میں جا کر شامل ہوتی ہیں' جسم ان کے لیے اپنا رد عمل شروع کر دیتا ہے۔ اگر یہ رد عمل ہلکے قسم کا ہوتا ہے تو جسم کا تحولی نظام (Metabolism) کچھ دیر میں اس پر قابو پالیتا ہے۔ اس وجہ سے جسم کے رد عمل کی علامات کا عیاں طور پر اظہار نہیں ہوپاتا لیکن کچھ اشیا کے لیے یہ رد عمل بہت شدید اور تیزی سے ہوتا ہے جس پر بروقت اگر قابو نہ پایا جائے تو مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ جسم کے اس رد عمل کو "بیش حسیت" (Hypersensitivity) کہتے ہیں۔ بیش حسیت کی وجہ سے جسم میں جو علامات رونما ہوتی ہیں اس کو 'الرجی' (Allergy) کہا جاتا ہے۔ بیش حسیت دو طرح کی ہوتی ہے۔ جب جسم کا رد عمل ہاتھوں ہاتھ الرجی یا ری اکشن کی صورت میں دکھائی دے تو اسے "فوری بیش حسیت (Immediate) کہتے ہیں اور جب کچھ عرصے بعد دکھائی دینا شروع کرے تو اسے "تاخیری بیش حسیّت" (Delayed Hypersensitivity) کہتے ہیں۔

فوری بیش حسیّت (Immediate Hypersensitivity)

جب بھی کسی قسم کے کیمیائی مادے جو اکثر پروٹین ہوتے ہیں اور جنھیں "الرجن" (Allergen) یا "ہیپ ٹینس" (Haptenes) کہتے ہیں اور جن کے لیے جسم حساس ہوتا ہے' خون میں جا کر شامل ہوتے ہیں' تب خون میں موجود "بی لمفو سائٹس" (B_Lymphocytes) ان کے رد عمل میں مخصوص قسم کے کیمیات یعنی "اینٹی باڈیز" (Antibodies) بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اینٹی باڈیز "امیونو گلو بیولن ای" (Immunoglobulin-E= Gge) قسم کی ہوتی ہیں۔ پہلی بار کسی چیز سے بیش حسیت کی صورت میں بنی اینٹی باڈیز کی وجہ سے کوئی خطرناک علامات الرجی یا ری اکشن کی شکل میں دکھائی نہیں دیتیں بلکہ یہ اینٹی باڈیز خون کی نالیوں میں سے باہر نکل کر آس پاس کے بافتوں (Tissues) پر موجود 'ماسٹ خلیوں' (Mast Cells) پر جا کر چپک جاتی ہیں۔ اس لیے آدمی کو اس بات کا علم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اس چیز کے لیے بیش حساس (Hyper Sensitive) ہے۔ لیکن دوبارہ جب بھی کبھی اسی قسم کی اشیا کسی بھی طریقے سے جسم میں داخل ہو جاتی ہیں تب وہ اشیا یا الرجنس سیدھے ان ماسٹ خلیوں پر جا کر اثر کرنا شروع کر دیتے ہیں جن پر پہلی بار بیش حسیت کی وجہ سے اینٹی باڈیز جا کر چپک گئی

تھیں۔اس طرح ان الرجنس یا"ہیپ ٹینس" کے ماسٹ خلیوں پر چپکنے کی وجہ سے "ماسٹ خلیے" ٹوٹنا شروع ہو جاتے ہیں اور ان میں موجود مختلف قسم کے کیمیائی مادے ادھر ادھر بکھرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کیمیائی مادوں میں "ہسٹونس" (Histones)"پروسٹا گلینڈنس" (Prostaglandins)"لیوکوٹرانس" (Leukotrines)اور "سیروٹونس" (Serotonins) کی مقدار کافی ہوتی ہے جو جسم کے تحولی نظام پر اپنے مضر اثرات ڈالتے ہیں اور جن کی علامات الرجی یا ری ایکشن (Reaction) کی شکل میں ہاتھوں ہاتھ دکھائی دینا شروع ہو جاتی ہیں۔ ان مادوں میں "ہسٹامن"(Histamin) نام کا مادہ سب سے زیادہ مقدار میں خارج ہوتا ہے جو باریک خون کی نالیوں(Capillaries) میں "نفوذ پذیری" (Permeability) بڑھا دیتا ہے جس کی وجہ سے خون میں موجود "پلازما" (Plasma)خون کی نالیوں سے رس رس کر آس پاس کے بافتوں (Tissves) کے درمیان جاکر جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے جسم پر ورم (Oedema) آجاتا ہے۔اس کے علاوہ ہسٹامنس کے اثر سے پھیپھڑوں کی ذیلی نالیاں سکڑنے لگتی ہیں جس کی وجہ سے سانس بھرنے لگتی ہے اور دم گھٹنے لگتا ہے اور جسم پر کھجلی، لال دانے اور چکتے ابھر آتے ہیں۔

فوری بیش حسّیت کے لیے ذمہ دار کچھ عامل

ذیل میں کچھ عامل کی فہرست دی جارہی ہے جو اکثر بیش حسیت کے لیے ذمہ دار ہوتے ہیں۔یہاں یہ بات دھیان میں رکھنا ضروری ہے کہ ان عامل کے لیے صرف کچھ لوگ ہی حساس ہوتے ہیں، زیادہ تر افراد پر ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا

کچھ قسم کے اناج مکئی، جوار، گندم اور چاول، ان کے علاوہ دودھ، چاکلیٹ، انڈا، مچھلی، ٹماٹر، بینگن، لیمو، موسمی، نارنگی، گوشت، کیڑے مکوڑے کے ڈنک میں پایا جانے والا زہر، کچھ قسم کے پھولوں کے زیرہ دانے، دھول کے باریک ذرات، (Pollen Grains)دھول میں پائی جانے والی باریک جوئیں، (Dermatophagoides Farinae)کچھ قسم کی ادویات جیسے سلفونامائیڈس، (Svlphonamides) پینی سلین(Penicilline)، اینٹی سیرا(Antisera)، مصنوعی رنگ، مصنوعی طور پر تیار شدہ انسولن(Insulin)، پروٹینس سے تیار شدہ ادویات، کچھ قسم کے خامرے(Enzyme)، ایسپیرین(Aspirine)، پروکین امائڈس(Procainamides)، میتھائل ڈوپا (Methyl Dopa)، کچھ قسم کے ہارمونس(Harmones)، گاما گلبیولن، ویکسین

(Gamma Globulin Vaccine) کچھ قسم کے مرہم جیسے فیوراسن (Furacin)' نیو مائیسین (Neomycine)' ٹیرامائیسین (Terremycine)' سوفرامائیسین (Soframy-cin)' بلکوسامائیڈ (Bulcosamide) وغیرہ۔

ان عامل کے علاوہ اور بھی ان گنت اشیا فوری بیش حسّیت پیدا کر سکتی ہیں۔

فوری بیش حسیت کی وجہ سے ہونے والی کچھ قسم کی الرجیاں

ا۔ پتّی اچھلنا (Urticaria) اور اینجیوڈیما (Angioedema)

یہ بہت عام قسم کی الرجی ہے جس میں جسم پر لال دانے اور چکتّے ابھر آتے ہیں اور ان میں بہت تیز کھجلی چلتی ہے۔ اس قسم کی الرجی میں جب جسم پر ورم بھی آجائے اور الرجی کی علامات جسم میں گہرائی تک محسوس ہوں تو اسے اینجیوڈیما (Angiedema) کہتے ہیں۔ اس قسم کی الرجی میں جسم کا درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے اور بہت بے چینی محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح کی الرجی انڈے' مچھلی' گوشت' اخروٹ' کچھ قسم کے مشروبات گائے کا دودھ اور روٹی وغیرہ کے ساتھ چیونٹی کھا جانے سے ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ تخمیر شدہ پنیر (Fermented Cheese)' سیلی سائیلیٹ (Salicylate)' کھانے کے مصنوعی رنگ جیسے (Tartarazine) سوکھے میوے' کھیرا' انگور' چائے' اچار' مربے' چیونٹی' کیک' آئس کریم' بیر' اناس' شہد' اور کسٹرڈ وغیرہ سے بھی اس قسم کی الرجی ہو جاتی ہے۔

۲۔ آنکھ اور ناک سے پانی بہنا (Rhinitis) اور دمہ (Asthama)

کچھ لوگوں میں باریک دھول کے ذرات یا دھول پر موجود باریک جوئں (Dermato Phagoides Farinae) مرچ کی دھانس' مسالے دار کچومر' چپس (Chips)' انڈا' سوکھے میوے' الکوہل' فریج سے نکلا ٹھنڈا شربت اور بہت تیز ٹھنڈ کی وجہ سے آنکھیں اور ناک لال ہو جاتی ہیں اور ان سے پانی بہنے لگتا ہے' چھینکیں آنا شروع ہو جاتی ہیں' دم گھٹنے لگتا ہے اور سخت بے چینی ہونے لگتی ہے۔ یہ سب علامات الرجی کی ہیں۔

۳۔ ہاضمی نظام کی الرجی

کچھ لوگوں میں کچھ قسم کی غذائی اشیا کھاتے ہی اچانک منہ میں چھالے ابھر آتے

ہیں یا منہ میں سخت قسم کی جھنجھناہٹ ہونے لگتی ہے۔ ہونٹ اور مسوڑے پھول جاتے ہیں۔ متلی، الٹی، دست، اپھارا اور پیٹ درد کی شکایت ہونے لگتی ہے۔ اس طرح کی الرجی انڈے، مکئی، چاول، آلو، ڈیری میں تیار شدہ اشیا، کچھ قسم کے پھل، چائے، کافی وغیرہ سے ہونے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔

۴۔ شقیقہ (Migrain)

شقیقہ، آدھا سیسی، یا آدھے سر کا درد جس کے ساتھ متلی یا قے بھی ہوتی ہے اور بعض اوقات بصارت بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس قسم کا درد اکثر دماغی تناؤ، ماہواری کے دوران یا خون میں گلوکوز کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن کچھ قسم کی اشیا یا وجوہات کیونکہ اس میں اضافہ کردیتی ہیں اس لیے اس قسم کے درد کو بھی الرجی کہا جاسکتا ہے مثلاً تیز خوشبو کے سونگھنے، لیموں کی سکنجبین، موسمی یا نارنگی کا رس پینے اور چاکلیٹ کھانے سے۔

آج کل اسپتالوں میں کوئی آدمی کن کن اشیا کے لیے کتنا بیش حساس ہے اس کی جانچ کے لیے سہولیات مہیا ہیں۔ اس جانچ کے طریقے کو "فلیر اینڈ وھیل ری ایکشن" (Flare- And Wheal Peaction) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وہ کیمیائی مادّے یا عناصر جن سے الرجی ہونے کے امکانات ہوں ان کی تھوڑی تھوڑی مقدار انجکشن کے ذریعہ ہاتھ کی کلائی میں داخل کرائی جاتی ہے۔ جس مادّے کے لیے آدمی بیش حساس ہوتا ہے اس کے جسم میں داخل ہونے کے چند سیکنڈوں میں ہی سوئی لگانے والی جگہ پر ایک لال گول سا چکتہ ابھر آتا ہے اور اس آدمی کو گھبراہٹ ہونے لگتی ہے یا چکر آنے لگتے ہیں۔

تاخیری بیش حسّیت

تاخیری بیش حسّیت (Delayed Hypersensitivity) یں کیونکہ ہاتھوں ہاتھ کسی قسم کی علامات دکھائی نہیں دیتیں اس لیے اس پر عام لوگوں کا دھیان کم جاتا ہے۔ اس طرح کی بیش حسّیت کی علامات کچھ گھنٹوں سے لے کر کچھ دنوں کے بعد دکھائی دیتی ہیں اور ان کے اثرات اتنے مضر یا خطرناک نہیں ہوتے جتنے فوری بیش حسّیت میں ہوتے ہیں۔ ان کا علاج کرنے کے لیے آدمی کو وقت بھی کافی مل جاتا ہے۔ اکثر اس طرح کی بیش حسّیت کچھ لوگوں میں بناؤ سنگھار میں کام آنے والی اشیا جیسے خوشبودار تیل، کریم،

لپ اسٹک کی وجہ سے دیکھی گئی ہے۔ اس کی وجہ سے الرجی ہونے سے جلد کا بدرنگ ہو جانا یا پھٹ جانا ہوتا ہے۔ جلد کے پھٹ جانے کی وجہ سے جراثیم جلد میں داخل ہو کر کئی طرح سے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اس قسم کی الرجی کے علاج کے لیے "کورٹیکواسٹیرائڈس" (Corticosteroids) دیتے ہیں۔

الرجی سے بچاؤ

کسی بھی قسم کی الرجی کی علامات دکھائی دینے پر یہ پتا لگانے کی کوشش کرنا چاہیے کہ وہ کس وجہ سے ہو سکتی ہے اس کے لیے "فلیر اینڈ وہیل ری ایکشن تکنیک" کا فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔ الرجی کی وجہ معلوم ہو جانے کے بعد ان اشیاء، عناصر، ماحول اور وجوہات سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنا چاہیے۔ ان چیزوں سے پرہیز کیا جانا چاہیے جن کے لیے یہ عام ہے کہ ان سے الرجی ہو جاتی ہے۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ جسم میں الرجی کی علامات فوری بیش حسیت کی وجہ سے پیدا ہونا شروع ہو گئی ہیں تو بنا وقت ضائع کیے جلد از جلد ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے کیونکہ اس میں ذرا بھی تاخیر جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ کسی مخصوص وجہ یا موقعے پر آپ کو الرجی ہونے کے امکانات ہیں تو اس کے لیے ڈاکٹر کی تجویز کی گئی دوا پہلے سے ہی اپنے پاس رکھیں تاکہ الرجی ہو جانے کی صورت میں اس کو جلد از جلد لیا جا سکے۔

رضوان رضوی
"آشیانہ" بنولیا، بہار سریف
(نالندہ) ۸۰۳۱۰۱

فریب

اس ناٹک میں کام کرنے والے
شیر ---- جنگلی جانوروں کا بادشاہ
گیدڑ ---- وزیر اعظم
اور ایک گدھا

مقام ------ ایک کھوہ
وقت ------ ۱۲ بجے دن

پہلا منظر

[پہاڑ کے اوپر ایک کھوہ ہے اور اسی کھوہ کے اندر ایک شیر بیماری کے سبب بہت ضعیف اور کمزور ہوگیا ہے اور گیدڑ اُسی شیر کی بغل میں بیٹھا ہوا ہے]

عالم پناہ -- (گیدڑ سے) بھئی آج تم میری دوا تو لادو۔

وزیر -- کون سی دوا لاؤں عالم پناہ؟

عالم پناہ -- حکیموں نے اس بیماری کی دوا گدھے کے کان اور مغز بتایا ہے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو بہم پہنچا۔

وزیر -- تو پھر میں کس طرح گدھے کو یہاں لاؤں عالم پناہ؟

عالم پناہ -- تو اتنا چالاک ہوتے ہوئے بھی مجھ سے پوچھتا ہے جبکہ تو میرا وزیر ہے اور میرا رعب تمام جنگلوں پر ہے اور اس کے علاوہ چالاکی میں بھی تو میری وجہ سے مشہور ہوگیا ہے تو پھر تو مجھ سے کیوں ایسا سوال کرتا ہے۔

وزیر -- اچھا میں گدھے کو کسی بہانہ سے یہاں لاتا ہوں۔

(اور پھر گیدڑ وہاں سے چلا جاتا ہے)

دوسرا منظر

مقام ------ ایک دھوبی کا گھاٹ

وقت-------اسی وقت

(گھاٹ کے کنارے ایک گدھا چر رہا ہے اور گیدڑ پہنچتا ہے)

گیدڑ --آداب عرض ہے گدھے بھائی۔

گدھا --آداب، آداب۔ کہیے کِدھر کدھر آنا ہوا حضور کا؟

گیدڑ --سُنا ہے کہ آج کل تم بھوک سے مر رہے ہو اور تمھارا مالک تم پر بہت زیادہ بوجھ ا کرتا ہے اور تمھارے کھانے پینے کا کچھ بھی خیال نہیں رکھتا ہے۔

گدھا --ہاں بھائی دھوبی ہمیشہ مجھ پر بوجھ لادا کرتا ہے۔ کچھ بھی خبر نہیں لیتا کہ میں ز ہوں یا مردہ۔ صرف اپنی کمائی کے لیے بوجھ لادنا جانتا ہے۔

گیدڑ --ارے بیوقوف! خدا نے تجھے پیر دیے ہیں اور تو چل پھر سکتا ہے پھر تو کیوں نہیں بھاگ جاتا ہے۔ رات دن دکھ میں کیوں پھنسا رہتا ہے۔

گدھا --ہماری قسمت میں لدنا ہی لکھا ہوا ہے۔ جہاں جائیں گے وہیں لدیں گے اس۔ ایک جگہ کا رہنا ہی اختیار کرنا چاہیے۔

گیدڑ --(سنجیدگی سے) خیر تیرا یہ خیال غلط ہے سُن! خدا نے زمین کو وسیع اس واسطے ہے کہ اگر ایک جگہ تکلیف ہو تو دوسری جگہ چلا جائے۔

گدھا .--(ایک ٹھنڈی سانس بھر کر) کہاں جاؤں؟ جو روزی مقدر میں لکھی ہے اس۔ زیادہ ہرگز نہیں مل سکتی۔ پھر در بدر بھٹکنا بے فائدہ ہے۔

گیدڑ --(منہ بنا کر) ارے پاگل اگر تو کہہ تو میں تجھے ایک اچھی ہری بھری چراگاہ بتا دوں وہاں تو بے کھٹکے چرا کر۔ کسی کی بھی وہاں پہنچ نہیں ہے۔ اور میں نے ایسے بہت سے مصیبت زدوں کو وہاں پہنچا دیا ہے کہ آج تک خوشی سے چرتے ہیں اور بے حد کلیلیں کرتے ہیں۔

گدھا --اچھی بات ہے بھئی چلو میں تمھاری بات مان لیتا ہوں۔

(اور پھر وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں)

تیسرا منظر

مقام-------وہی شیر کی کھوہ

وقت-------۱۲ بج کر ۴۰ منٹ

(گیدڑ گدھے کو لے کر شیر کے پاس پہنچتا ہے۔ شیر نے اُس پر حملہ کیا لیکن کمزوری کی وجہ سے کام بن نہ سکا اور گدھا قابو سے نکل گیا)

گیدڑ --(عالم پناہ سے) آپ نے بڑی عجلت سے کام لیا۔ میں تو شکار بڑی مشکل سے لایا تھا جس کو آپ نے ہاتھ سے کھو دیا۔

عالم پناہ --(جھنجھلا کر) تو کیوں بک بک کر رہا ہے۔ کم ظرفوں کو چاہیے کہ شاہی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ جو مناسب وقت تھا وہ عمل میں آیا۔ اس میں تو کچھ چوں چرا نہ کر۔ تو پھر کسی طرح سے بھی اس گدھے کو لا ورنہ میں تجھے ہی پھاڑ ڈالوں گا سمجھے۔

(گیدڑ پھر وہاں سے سر جھکائے چلا جاتا ہے)

چوتھا منظر

مقام------وہی دھوبی کا گھاٹ

وقت------ایک بجے دن

گدھا گھاٹ کے کنارے بیٹھا ہوا کچھ سوچ رہا ہے اور اتنے میں گیدڑ وہاں پہنچتا ہے،

گیدڑ --نمستے بھائی گدھے۔

گدھا --(منہ پھیر کر) نمستے! کیسے خوب دوستی ہوئی۔ مجھے تو شیر کا لقمہ بنایا ہوتا آپ نے۔

گیدڑ --(سنجیدگی سے) ارے بھائی اگر وہ شیر ہوتا تو تو اس کے پنجے سے کس طرح بچتا۔ ارے احمق وہ تو ایک طلسم کا شیر ہے۔ حکیموں نے اسے اس چراگاہ کی حفاظت کے لیے بنایا ہے جس کے ڈر سے کوئی بھی وہاں نہیں پہنچتا۔ میں تو تجھ سے یہ کہنا بھول ہی گیا تھا۔ باتوں باتوں میں خیال نہ رہا۔ اب تو بے کھٹکے چل اور میں تیرے آگے آگے چلتا ہوں۔ اگر یہ شیر اصلی ہوگا تو پہلے مجھے کھائے گا۔

گدھا -- بھئی واقعی تم بہت ہی مہربان ہو۔ آج سے میں تم سے پکی دوستی کرتا ہوں۔ چلو جلدی کرو۔

(پھر وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں)

پانچواں منظر

مقام------وہی شیر کی کھوہ

وقت------ڈیڑھ بجے دن

(اسی کھوہ کے قریب پہنچ کر گیدڑ شیر کے پاس ٹہلنے لگتا ہے)

گیدڑ --(گدھے سے) دیکھا تو نے؟
گدھا --ہاں بھئی واقعی یہ شیر نہیں ہے۔
(گدھا پھر بے فکری سے چرنے لگتا ہے۔ جب چرتے چرتے شیر کے قریب آیا او شیر نے گدھے کو غافل پایا تب ہی ایک جھپٹ میں اُس کا کام تمام کر دیا۔)
عالم پناہ --(گیدڑ سے) تو یہیں پر ٹھہر اور اس کی حفاظت کر۔ میں فوراً اس جھرنے سے غسل کر کے آتا ہوں تب اس کے کان اور مغز کھاؤں گا کیونکہ بغیر غسل کیے کھانے میں کوئی مزہ نہیں، حکیموں نے یہی بتایا ہے۔
(اور وہ شیر بغل کے ایک جھرنے میں غسل کرنے چلا جاتا ہے۔ اور ادھر گیدڑ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گدھے کے کان اور مغز نکال کر کھا لیتا ہے اور جب شیر غسل کر کے آتا ہے تو گدھے کے کان اور مغز نہ پا کر بہت غصہ ہوا اور گیدڑ سے بولا)
عالم پناہ --(گیدڑ سے) اس کے کان اور مغز کیا ہوئے۔
گیدڑ --(منہ بنا کر) یہ گدھا نہ کان رکھتا تھا اور نہ مغز کیونکہ اگر اس کے مغز ہوتا تو عقل کی جگہ ہوتی تو میرے فریب میں کیونکر آتا اور اگر اس کے کان ہوتے تو سننے کی جگہ ہوتی تو پھر حضور کی ڈکار کی آواز سن کر میری باتوں کو مانتا اور آپ کے پاس ہرگز نہ آتا۔
(اور پھر شیر یونہی؟ مونچھوں؟ پر تاؤ پھیر کر رہ جاتا ہے)
(اور پھر پردہ آہستہ، آہستہ گرتا ہے)

پسندیدہ اشعار

دعاؤں میں اثر دے یا الٰہی
محبت اپنی بھر دے یا الٰہی
جو قیدی بند و غم میں مبتلا ہیں
انھیں آزاد کردے یا الٰہی
حامد محمود، نورباغ، کوسہ، ممبرا، ممبئی

یہ بھی تو سوچے کبھی تنہائی میں ذرا
دنیا سے ہم نے کیا لیا، دنیا کو کیا دیا
شمع پروین، داؤدی اعظمی سرائے میر

سنا ہے میں نے کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں
پرانے جھونپڑوں میں ہے ٹھکانا دستکاروں کا
مگر سرکار نے کیا خوب کونسل ہال بنوایا
کوئی اس شہر میں تکیہ نہ تھا سرمایہ داروں کا
زبیر احمد، اجتماع نگر، مالیگاؤں (ناسک)

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا توتے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا
صبا احتشام اندھیری ویسٹ، ممبئی

محمدؐ مصطفیٰ سے تم وفا کرکے بھی دیکھو تو
کریں گی بجلیاں عظمت تمھارے آشیانے کی
فریدہ شیخ وزیر، بدنیرہ بھوکمی

زلزلہ اونچی عمارت کو گرا سکتا ہے
میں تو بنیاد کا پتھر ہوں مجھے خوف نہیں
محمد امجد، نورباغ، کوسہ، ممبئی

مظلوم پہ گرتی ہیں قانون کی تلواریں
اس دور کے منصف کا انصاف نرالا ہے
تاریخ بتاتی ہے جو ظلم کے خوگر ہیں
ان لوگوں کے ہاتھوں میں روٹی ہے نہ پیالا ہے
خورشید ن، جھانڈہ فرید آباد، ہریانہ

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
محمد عرفان، قصاب پورہ، منگرول پیر، اکولہ

میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے چاہتا کوئی اور ہے
میرا آئینہ میرا عکس ہے پس آئینہ کوئی اور ہے
محمد شاداب اعظمی، بگدہرا، اررِیہ (بہار)

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہہ کامل نہ بن جائے
شیخ اصغر، قاضی نگر بھنڈارہ، مہاراشٹر

غیر ممکن ہے زمانے کی ہوا لے جائے
میری کشتی کو جدھر چاہے خدا لے جائے
محمد فہد پاشا، بنگالی بازار گارڈن ریچ، کلکتہ

اس شہر نگاراں میں ہمدم لاکھوں ہیں تیرے شیدائی اگر
بدنام ہوئی کیوں تیری گلی یہ بات مجھے معلوم نہیں
فرزانہ پروین کاکی نارا

یہ مصرع کاش نقش ہر در و دیوار ہو جائے
جسے جینا ہو مرنے کے لیے تیار ہو جائے
نکہت جمال اعظمی، سرائے میر

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں
نورعین احمد شاداب شاہین شکری مدھوبنی

اپنے تاریک مکانوں سے تو باہر جھانکو
زندگی شمع لیے در پہ کھڑی ہے لوگو
شبانہ نگار زاہد خاں، دیوان پورہ، منگرول پیر

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا
محمد شبیر شیخ، منگرول پیر، اکولہ

پھونک کر اپنے آشیانہ کو
بخش دی روشنی زمانے کو
نغمہ نور عین، لکشمی پور، چاکند، گیا (بہار)

ابر میں چاند چھپتا ہے مگر کالا نہیں پڑتا
محبت دل جلاتی ہے مگر چھالا نہیں پڑتا
نزہت بانو اعظمی، سرائے میر

آپ کتنا ہی ملیں لوگوں سے ہشیاری کے ساتھ
گفتگو ہر شخص کرتا ہے اداکاری کے ساتھ
مبشر مبین، درگاہ بیلا، چندن پٹی، ویشالی

اس صدی میں ترے چہرے پہ تبسم کی لکیر
ہنسنے والے تیرا پتھر کا کلیجہ ہوگا
سعد رحمٰن، ایوت محل

گلشن کے ذرے ذرے پہ جب بھی نظر گئی
بے شک خدا کے نور سے دنیا سنور گئی
عبدالرحمٰن، ایم۔ کے بلڈنگ امرت نگر ممبرا

یکساں ہیں سب نگاہ میں پروردگار کی
کانٹے کو بھی فروغ ملا ہے کلی کے ساتھ
یہ شمس، یہ قمر، یہ ستارے، یہ روشنی
کس کس کی زندگی ہے تیری زندگی کے ساتھ
عبدالاحد شاہین، جامعہ اسلامیہ، ممبرا، ممبئی

خاموش مزاجی تمھیں جینے نہیں دے گی
اس دور میں جینا ہے تو کہرام مچادو
شاداب شاہی، کرم گنج، دربھنگہ (بہار)

بد کی صحبت میں مت بیٹھو بد کا ہے انجام بر
بد نہ بنے تو بد کہلائے بد اچھا بدنام بر
واجد خان طاہر خان، قاصد پورہ، پاتور

نہ پوچھ میرے صبر کی وسعت کہاں تک ہے
ستا کر دیکھ لے ظالم تیری طاقت جہاں تک ہے
معاذ عرفی آقیب جمیل، شیخ محلہ سیوان (بہار)

نہیں یہ شان خودداری چمن سے توڑ کر تجھ کو
کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیب گلو کر لے
خالد انور، مولوی ٹولہ، ارریہ (بہار)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
محمد اختر شاکر، جامعہ اسلامیہ، کوسہ، ممبرا، ممبئی

چھوٹوں سے یوں بڑوں کو تکبّر نہ چاہیے
جھک کر ملے زمیں سے اگر آسماں ملے
نوید احمد بلو درجہ چہارم 'منگرول پیر' اکولہ

اے وطن تو مانگ کر چاہے جہاں بھی دیکھ لے
وقف ہے تیرے لیے ہی قطرہ قطرہ خون کا
وسیم رضا' پورہ رانی' مبارکپور' اعظم گڑھ

اے مسلمانو سنو دل سے ذرا
وقت پر کر لو نماز اپنی ادا
عبدالرزاق' عزیزیہ اردو اسکول' عادل آباد

تیرے بغیر غیر کو سجدہ کریں گے ہم
ایسا کبھی کیا نہ کبھی کر سکیں گے ہم
وسیم احمد ریاض احمد جھونپڑپٹی' دھولیہ

یہ دور ہے تنہائی کا منظر لیے ہوئے
ہر لمحہ آنے والا ہے محشر لیے ہوئے
نذیر احمد' منچریال آندھرا پردیش

اپنا مٹی کا دیا توڑ نہ لینا اے دوست
جب کبھی چاند کو آنگن میں اترتے دیکھو
یوسف خاں' شبیر نگر' مالیگاؤں

یہ محبت کا اثر ہے کہ نگاہوں کا فریب
ہر ورق پر تیری تصویر نظر آتی ہے
مرزا ابرار بیگ' مرزا متول' واشم (مہاراشٹر)

فلک دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتا ہے
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتا ہے
محمد خلیق الرحمن' روپیلی' رجوکمر' ارریہ

اپنی ہستی کو خود فنا کر کے
غیر کے سر پہ تاج رکھتا ہوں
اک قطرۂ حقیر ہوں لیکن
میں سمندر کی لاج رکھتا ہوں
شاہ زماں' دیوان پورہ' منگرول پیر' اکولہ

فضا میں وہ پرواز کیا کر سکے گا
مزاج اس کا جب رافعانہ نہیں ہے
مرزا غفران سخنور رفیقی' مرزا پور' اعظم گڑھ

کافر کے لیے جائے سکوں موت سے دوری
مومن کے لیے جائے سکوں موت کی آغوش
ناہید اختر' سنجر پور' اعظم گڑھ

الٰہی خیر میرے کارواں کی
جسے دیکھو امیر کارواں ہے
محمد نعمت الرحمن' ایوت محل

غالب جسے کہتے ہیں، اردو ہی کا شاعر تھا
اردو پہ ستم کر کے، غالب پہ کرم کیوں ہو
ہدایت اللہ شیخ اسماعیل بیگ محمد ہائی اسکول ممبئی

نئی صبح لائے نئی شام لائے
نیا سال خوشیوں کا پیغام لائے
محمد امتیاز عمران رحمانی اشرف نگر مونگیر

پرندے بھی نہیں رہتے پرائے آشیانوں میں
ہماری عمر گزری ہے، کرائے کے مکانوں میں
محمد عرفان، مدرسہ انوارالعلوم۔ مالیگاؤں

ہم سوالی سے بھی کرتے ہیں تجارت اکثر
ایک پیسے میں جو لاکھوں کی دعا دیتا ہے
نیلوفر جہاں قریشی قصاب پورہ منگرول پیر

مصیبت اور لمبی زندگانی
بزرگوں کی دُعا نے مارڈالا
عبدالقدیر جنگلہ شاہجہانپور

پہیلیاں

(۱) یا وہ آتا ہے یا وہ جاتا ہے
اور بچھڑوں کو وہ ملاتا ہے
(۲) آپ کے ساتھ وہ چلتا جائے
کوئی پکڑ کر اسے دکھائے
(۳) موتی سچے تھے یا جھوٹے
ہاتھ کے لگتے ہی سب ٹوٹے
(۴) مٹی میں تھا جسے دبایا
بن ٹھن کر وہ باہر آیا
(۵) اوپر رہ کر شور مچائے
نیچے آکر آگ لگائے
(۶) جلنے سے پہلے جیسی تھی
راکھ بنی تو پھر ویسی تھی

جوابات

(۱) خط (۲) سایہ (۳) شبنم (۴) بیج سے پودا
(۵) آسمانی بجلی (۶) رسّی۔
محمد سہیل ابراہیم بارہ دری ملکاپور۔ بلڈانہ

پہیلیاں

تن اُجلا تو کالا سر (۱) گھس جائے سر اور اگر
چمکے شعلہ، بھڑ کے آگ ڈر کر منّا جائے بھاگ
کون ہوں میں بتلاؤ تم پھر گیانی کہلاؤ تم
چونچ نوکیلی ٹوٹی دُم (۲) دُم میں ناک ہے سمجھے تم؟
اس میں لمبی پڑے نکیل ڈگ بھرنا پھر میرا کھیل
کون ہوں میں بتلاؤ تم پھر گیانی کہلاؤ تم
گرمی پاکر، کھاکر دھوپ (۳) جل برساتا میرا روپ
ٹھنڈک پائے لگے ہوا ہو جائے کچھ اور ادا
کون ہوں میں بتلاؤ تم پھر گیانی کہلاؤ تم
ملے دن نکلوں ساتھ (۴) گھرے اندھیرا کھینچوں ہاتھ
ادل بدل مرے دو روپ آئے دھوپ اور جائے دھوپ
کون ہوں میں بتلاؤ تم پھر گیانی کہلاؤ تم
مخمل جیسی میری کھال (۵) رنگت میری لال گلال
بارش کا جب نیلا جل ہری زمیں پر پڑوں نکل
کون ہوں میں بتلاؤ تم پھر گیانی کہلاؤ تم

جوابات

۱۔ دیا سلائی کی تیلی ۲۔ سوئی ۳۔ سایہ
۴۔ سایہ ۵۔ بیر زہوتی
کوثر ہرلیس۔ سرائے میر اعظم گڈھ

معلومات

☆انسان کی بنائی ہوئی سب سے باریک ترازو ایکیوائی آرم ہے جو کاغذ پر لکھے الفاظ کا وزن تک بتا سکتی ہے۔
☆مچھلی پانی کا جانور ہوتے ہوئے بھی ایک گھونٹ پانی نہیں پیتی۔
☆کھٹا شہد برازیل کے جنگلات سے حاصل ہوتا ہے۔

عبد اللطیف نور مسجد بودھن

☆ہمیشہ صاف اور ہوادار مکان میں سونا چاہیے، شبنم میں سونے سے بچیں۔
☆سوتے وقت لحاف وغیرہ سے منہ بالکل نہ ڈھانکیں۔
☆مرد کو چت سونا اور سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھنا بُرے خواب لاتا ہے اور دماغ میں کمزوری پیدا کرتا ہے۔
☆سونے سے قبل تمام قسم کے خیالات دماغ سے نکال دیں نیند فوراً آئے گی۔

محمد اعجاز انجن گاؤں۔ سرجی۔ امراوتی

☆اسپین کے لوگ سانڈ سے لڑتے ہیں۔
☆امریکہ ایک ایسا ملک ہے جہاں سب سے زیادہ جرائم ہوتے ہیں۔
☆سعودیہ عرب ایک ایسا ملک ہے جہاں کا قانون سب سے زیادہ سخت ہے۔

مرزا احمد بیگ ناندورہ بلڈانہ

☆جان آف آرک	(امریکہ)
☆دیوار چین	(چین)
☆ٹاور آف پیسا	(اٹلی)
☆تاج محل	(ہندستان)
☆نائیجیریا آبشار	(امریکہ)
☆ایفل ٹاور	(فرانس)
☆اہرام مصر	(مصر)

محمد شکیل قادری کتب خانہ رنڈ کیڑا

☆سمندر کا پانی کبھی ساکن نہیں رہتا۔ اس میں ہمیشہ حرکت ہوتی رہتی ہے۔ جن لوگوں نے سمندر کو دیکھا ہے وہ مدوجزر کو جانتے ہوں گے۔ سمندر کے پانی کی سطح برابر ایک سی نہیں رہتی۔ ۲۴ گھنٹوں میں دو بار پانی اوپر اٹھتا ہے اور دو بار گھٹتا ہے اور اس طرح پانی کے دو بار اٹھنے اور گھٹنے میں بارہ بارہ گھنٹوں سے کچھ زیادہ یعنی ۱۲ گھنٹے ۲۵ منٹ کا فرق ہوتا ہے سمندر کے اس اتار چڑھاؤ کی وجہ چاند اور سورج کی کشش ہے۔ چونکہ چاند، سورج کے مقابلے میں زیادہ نزدیک ہے، اس لیے اس کی کشش کا مدوجزر پر زیادہ اثر پڑتا ہے۔

صبیح الدین اسلام الدین مانا آکولہ

☆دنیا کا سب سے بڑا بجلی کا گولا شکاگو میں ہے جسے مصنوعی سورج کہتے ہیں۔ اسی گولے سے سردیوں میں برف پگھلائی جاتی ہے۔

جمیل احمد اشوک نگر نظام آباد۔ آر مور

☆خانہ کعبہ کی بنیاد حضرت آدم کی تخلیق سے ۴۰ ہزار برس پہلے فرشتوں نے رکھی تھی۔

حافظ محمد صابر علی بہولپور سہان ویشالی

☆آدمی ۲۴ گھنٹہ میں ۲۱۰۰ دفعہ سانس لیتا ہے۔
☆ایک آدمی کے بدن میں تقریباً ۲۰۵ ہڈیاں ہوتی ہیں۔
☆آدمی کے سر کا وزن تقریباً ۳ پونڈ ہوتا ہے۔
☆انسولین خون میں شکر کو کم کرتا ہے۔

وسیم رضا، پورہ رانی مبارکپور آعظم گڑھ

☆۱۶۲۷ء میں جہانگیر کا انتقال ہوا۔
☆۱۶۶۶ء میں شاہجہاں کا انتقال ہوا۔
☆۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب بادشاہ بنا۔

سید تنویر ڈاکٹر اقبال اردو اسکول واشم

☆چیتا ایک ایسا جانور ہے جو اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا ہے۔
☆سعودی عرب ایک ایسا ملک ہے جہاں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ نہیں پڑھتے
☆سب سے خطرناک مچھلی شارک مچھلی ہے
☆کنگارو ریٹ ایک ایسا جانور ہے جو زندگی بھر پانی نہیں پیتا۔

محمد کاظم زید کلمب ایوت محل

تحریریں رنگ بدلتی ہیں

☆بکری کے دودھ میں نوشادر ملا کر لکھیے۔ تحریر خشک ہونے کے بعد زمرد رنگ کی ہو جائے گی۔
☆کیلے کے پانی سے لکھ کر سایہ میں خشک کیا جائے تو پھر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے لگانے سے تحریر ظاہر ہوگی۔
☆بکری کے خالص دودھ سے لکھی ہوئی تحریر خشک ہونے پر غائب اور آنچ دکھانے پر سرخ رنگ کی نمودار ہوگی۔
☆گل سرخ کے عرق سے لکھ کر چونے میں غوطہ دینے سے تحریر عجیب نیلے رنگ کی ہو جائے گی۔
☆پیاز کے عرق سے لکھی ہوئی تحریر خشک کرنے پر غائب اور آنچ دکھانے پر ہرے رنگ کی ہو جائے گی۔
☆لیموں اور نارنگی کے پانی سے لکھی چھوٹی تحریر خشک ہونے پر غائب اور آنچ دکھانے پر چمک دار سبز رنگ کی نظر آئے گی۔

انجم آرا اسلام پورہ کاسودہ (جلگاؤں)

☆دنیا کا سب سے ست رفتار جانور گھونگا ہے جس کی رفتار ۵۸ سینٹی میٹر فی گھنٹہ ہے۔

☆دنیا کا سب سے زہریلا جانور "ایرو" نامی مینڈک ہے جو کولمبیا میں پایا جاتا ہے۔

☆دنیا کا سب سے بڑا مینڈک امریکہ میں اور چھوٹا مینڈک کیوبا میں پایا جاتا ہے۔

انور خان انیس خاں، بالاپور، آکولہ

☆دنیا کا سب سے اونچا مجسمہ سوویت روس میں واقع ہیں۔

☆دنیا کا سب سے بڑا ہوٹل روس کی راجدھانی ماسکو میں واقع ہے۔

☆دنیا کا سب سے بڑا اسٹیڈیم چیکوسلوکیہ میں واقع ہیں۔

محمد اشراق محمد اسحاق (بدنیرہ بھوجی)

☆امریکہ کا دارالحکومت واشنگٹن ہے۔

☆روس کا دارالخلافہ ماسکو ہے۔

☆جاپان کا دارالخلافہ ٹوکیو ہے۔

☆فرانس کا دارالخلافہ پیرس ہے۔

☆برطانیہ کا دارالخلافہ لندن ہے۔

محمد فہد پاشا۔ گارڈن ریچ۔ کلکتہ ۲۴

☆مہاتما گاندھی کی موت ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔

☆اندرا گاندھی کی موت ۳۱ راکتوبر ۱۹۸۴ء میں ہوئی۔

☆سنجے گاندھی کی موت ۲۳ جون ۱۹۸۰ء میں ہوئی۔

☆راجیو گاندھی کی موت ۲۱ رمئی ۱۹۹۱ء میں ہوئی۔

جاوید اختر گھر ولوی۔ کھول۔ دربھنگہ

☆دنیا کی سب سے پہلی خاتون ملکہ نور جہاں تھی جس نے گلاب کا عطر ایجاد کیا۔

☆دنیا کا سب سے بڑا گنبد بیجاپور میں ہے۔

☆دنیا کا سب سے قدیم ترانہ جاپان کا ہے۔

☆دنیا کی سب سے بڑی توب ترکی میں ہے

مبشر احمد کامل آزاد نگر۔ ارریہ

ملک	قومی کھیل
☆بھارت	ہاکی
☆اسپین	بیلوں کی لڑائی
☆امریکہ	بیس بال
☆روس	فٹ بال
☆جاپان	جوڈو۔ کراٹے

ایم۔ آر۔ شیخ واشم۔ مہاراشٹر

☆آدمی بغیر سوئے ہوئے ۱۱۵ گھنٹے تک رہ سکتا ہے۔

☆عام طور پر ایک دن میں آدمی تین پونڈ کھانا کھاتا ہے۔

☆ ہمارے جسم کو روزانہ ایک لیٹر پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

محمد اسلاف درگاہ کوارٹر منگرول پیر آکولہ

☆ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ شیطان جنت کا خزانچی چالیس سال تک رہا۔
☆ شیطان نے عرش کا طواف چودہ ہزار سال تک کیا۔
☆ شیخ بخدی یہ شیطان کا لقب ہے۔

امیر احمد ولید پوری ولید پور بھٹی مئو

☆ دنیا کا سب سے قیمتی جانور ریس کا عربی گھوڑا ہے۔
☆ دنیا میں تقریباً ۲۰ کروڑ آدمی ایسے ہیں جو بائیں ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا باندھ باکڑا باندھ ہے۔ یہ ہمارے بھارت میں ہے۔

غلام نبی امیر خان مسلم نگر مالیگاؤں

☆ جنوبی امریکہ کو پرندوں کا برّ اعظم کہتے ہیں۔
☆ ہیروشیما پر ۹/اگست ۱۹۴۵ء کو ایٹم بم گرایا گیا۔
☆ ڈاک ٹکٹ کا آغاز ۱۸۵۴ء میں ہوا۔
☆ ہرن کان اور ناک دونوں سے سانس لیتا ہے۔

بدرالحق انصار کلب پورہ رانی مبارکپور

۲۸ ستمبر کا دن تاریخ کے آئینے میں

☆ بہادر شاہ ظفر آج ہی کے دن تخت نشین ہوئے۔
☆ ترکوں نے اسی دن ۱۶۶۷ء میں ایتھنس شہر، تیونس کی افواج کے حوالے کر دیا۔
☆ روس نے اسی دن ۱۸۲۶ء میں فرانس کے خلاف اعلان جنگ کیا۔
☆ اسی دن امریکی فوج کے دو طیارے پوری دنیا کا چکر لگا کر ۱۹۲۴ء میں سیائل میں اترے۔
☆ انڈونیشیا ۲۸/ ستمبر ۱۹۵۰ میں اقوام متحدہ کا ممبر بنا۔

محمد ثاقب ظفر عالم۔ پانڈولی۔ سہارنپور

☆ قبروں کا شہر احمد آباد کو کہتے ہیں۔
☆ بازاروں کا شہر "قاہرہ" کو کہتے ہیں۔
☆ فلک بوس عمارتوں کا شہر نیویارک کو کہتے ہیں۔
☆ فولاد کا شہر "پیٹرس برگ" کو کہتے ہیں۔

محمد نجیب پاشا بنگالی بازار گارڈن ریچ کلکتہ

☆ دنیا کا سب سے پہلا انسان حضرت آدمؑ۔
☆ دنیا کی سب سے پہلی عورت حضرت حواؑ۔

محمد تنویر زماں اسلام پورہ کاسودہ جلگاؤں

آدھی ملاقات

☆میں نے اپنی ایک سہیلی کے گھر میں پیام تعلیم دیکھا اور اس کو مانگ کر پڑھنے لگی۔ میں پڑھتے پڑھتے اتنی محو ہو گئی کہ مجھے وقت کا پتا ہی نہیں چلا یقیناً یہ رسالہ بچوں کو مذہبی تعلیم کی طرف رجوع کرے گا۔ اس کی کہانیاں' لطیفے' اقوال زریں وغیرہ بھی اس قدر دلچسپ ہیں کہ جس کی تعریف کی جائے تو ایک دفتر ناکافی ہو گا۔

زیبا خاں کامٹی کالری' ناگپور (مہاراشٹر

☆میں نے پہلی بار ستمبر ۱۹۹۷ء کا پیام تعلیم پڑھا تب سے ہر ماہ خرید کر پڑھتا ہوں میں پہلی مرتبہ آپ کے پاس خط بھیج رہا ہوں میرا تو دل ہی ڈر رہا ہے کہیں آپ اپنی ردی کی ٹوکری کی زینت نہ بنادیں خیر فیصلہ تو مئی ۱۹۹۸ء کے پیام تعلیم سے ہو ہی جائے گا۔

انصاری مزمل حسین' قصائی واڑہ بھیونڈی

☆میں پیام تعلیم تقریباً دو سال سے پڑھ رہا ہوں۔ مجھے یہ رسالہ بہت اچھا لگتا ہے اور آپ کا بھی بہت بہت شکریہ ہے کہ آپ نے میرے بھیجے ہوئے خطوط کو پیام تعلیم میں شائع کر کے میری ہمت افزائی کی۔

عبدالرحمٰن انور' ایم۔ کے بلڈنگ امرت نگر

☆میں پیام تعلیم بہت شوق سے پڑھتا ہوں یہ رسالہ مجھے بے حد پسند ہے خاص طور سے "گدگدیاں" اور بچوں کی نگارشات اور پسندیدہ اشعار کا کالم مجھے بہت پسند ہے۔

ارشد جمال' محلہ صوفی جعفر' مبارکپور

☆پیام تعلیم کی چار ماہ سے خریدار ہوں اور اس کالم میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں۔ مجھے پیام تعلیم بہت اچھا لگتا ہے جب پیام تعلیم آتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے ساری دنیا کی خوشیاں میرے ہاتھوں میں آگئی ہیں اللہ اس کو نظر بد سے بچائے۔ آمین

خدیجہ کوثر' اوکھلا نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

☆ماہ مارچ کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ تمام مضامین بہت پسند آئے خاص طور سے "شہزادی زنیتا' اے حمید کا قسط وار خلائی ایڈونیچر سیریز اور موت کا مینار بہت پسند آیا۔

عبدالجلیل مالی پورہ کارنجہ 'لاڈ' آکولہ

☆میں پیام تعلیم کا ماہ نومبر سے خریدار رہتا ہوں پیام تعلیم ایک قابل تعریف رسالہ ہے۔ میں بڑی بے چینی سے اس کا ہر ماہ کی پہلی تاریخ سے انتظار کرتا ہوں۔ اس کا ہر کالم بڑا دلچسپ لگتا ہے۔ ماہ جنوری کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ ہر کالم اچھا تھا۔ اس میں اے۔ حمید کی خلائی ایڈونچر سیریز اچھی لگی۔ یہ ناول تو دن بدن دلچسپ ہوتا جارہا ہے اور ہمیں بے قرار کرتا جارہا ہے۔

معین شبیر' سنویری' مہسلہ' رائے گڑھ

☆ماہ فروری ۱۹۹۸ء کا رسالہ بے حد پسند آیا۔ خاص کر خلائی ایڈونچر سیریز اور ادریس صدیقی صاحب کی حضرت خدیجہؓ اور نامور خواتین اسلام مضمون بہت پسند آیا۔ یہ مضمون سلسلہ وار جاری رکھیے تاکہ ہماری ماں اور بہنیں اس سے سبق حاصل کریں اور ان کے نقش قدم پر چلیں۔

دیگر تھوڑی معلومات کرنی ہے خلائی ایڈونچر سیریز کے ناول نمبر ۸ سے ۱۲ تک کے کتابیں مل سکتی ہے وہ ہو سکے تو پیام تعلیم میں ہی جواب دیں گے تو عین نوازش ہو گی۔ اگر نہ ہو سکے تو خط کے ذریعے بتایئے عین نوازش ہو گی۔ (مل سکتی ہیں)

مجاہد' ایم' سروے۔ چپلون

☆ماہ فروری پیام تعلیم ملا پڑھ کر دل خوش ہوا۔ سبھی مضامین اچھے لگے خاص کر "ماں کی دعا" بہت اچھا لگا۔

عبدالرزاق' عزیزیہ اردو اسکول' بوگل گوڑہ

ہمارے یہاں اسکول میں پیام تعلیم آتا ہے میں سب سے پہلے بچوں سے باتیں پڑھتا ہوں آدھی ملاقات پڑھتا ہوں میں پیام تعلیم کا سات سال سے مطالعہ کرتا ہوں۔

محمد رفیق' کلمب (ایوت محل)

☆پیام تعلیم پڑھ کر دل کو بے حد خوشی ہوئی۔ اس کے ہر کالم پسند آئے خاص کر "بچوں کی کوششیں" بہت پسند آئی۔ پیام تعلیم کے مشہور کالم "آدھی ملاقات" میں اپنا نام دیکھ کر دل خوش ہوا۔

مرزا احمد بیگ' ناندورہ ضلع بلڈانہ

☆میں جب ایک بک اسٹال پر گیا تو میری نظر پیام تعلیم پر پڑی اور اسے خرید کر گھر لے آیا اور اس کو بڑی دلچسپی سے پڑھا اور پڑھتا ہی چلا گیا یہ رسالہ اتنا اچھا ہے کہ میرے پاس اس کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہے۔

امجد خان' سیتا برڈی' ناگپور (مہاراشٹر)

☆مارچ کا "پیام تعلیم" ملا کالم آدھی ملاقات میں صفحہ نمبر ۵۸ پر شیخ مختار بھیا بالاپوری نے ہمارے طویل مضمون "ام المومنین حضرت عائشہؓ" پر جو مخالفت کا بھرپور اظہار کیا ہے اس سے ہم متفق نہیں۔ اگر مضمون معلومات سے پر ہو اور وہ بھی اسلامی جانکاریوں سے لبریز ہو تو اس کے طویل ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہاں اگر مضمون فضول ہو جس سے ہمیں کوئی نصیحت یا کوئی سبق نہ مل رہا ہو تو اسے یقیناً شائع نہ کیجیے۔

انیسہ ناز' سانڈو اسلام پورہ کاسودہ' جلگاؤں

☆مارچ ۱۹۹۸ء کا ماہنامہ "پیام تعلیم" جلوہ افروز ہوا تمام مضامین قابل ستائش رہے۔ مگر "شہزادی زینیا" صوفیہ کراچی کی لکھی تحریر میں تھوڑی الٹ پھیر ہوئی۔ میں نے آپ کو اس سے پہلے بھی خط تحریر کیا تھا مگر آپ نے اسے "آدھی ملاقات" میں شائع نہیں کیا مجھے

لگتا ہے شاید وہ ردی کی ٹوکری کی زینت بن گیا ہے۔
سید مدثر عالم، کھولاپور، امراوتی، مہاراشٹر

☆ مجھے ریل کے سفر میں میری ہم عمر لڑکی کے ہاتھ میں پیام تعلیم دکھائی دیا جب میں نے اسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ خالص سبق آموز پرچہ ہے۔ کہانیاں ' نعت' اور اقوال زریں بھی نور نظر ہوا اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو نگاہ بد سے محفوظ رکھے اور یہ ہر مسلمان بچوں کے گھر کی زینت بنے۔
شبانہ بیگم کائی کالری ضلع ناگپور، مہاراشٹر

☆ پیام تعلیم بڑے ذوق وشوق سے پڑھتا ہوں کیونکہ یہ میرا پسندیدہ رسالہ ہے اس کا ہر کالم ہر صفحہ اتنا اچھا لگتا ہے اور بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ مجھے قلمی دوستی' پسندیدہ اشعار' آدھی ملاقات' معلومات' بچوں کی کوششیں سبھی اچھا لگتا ہے میرے والد صاحب بھی اسے اپنے بچپن سے پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ یہ اس قدر دلچسپ ہوتا ہے جس کا بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ میری خدا سے دعا ہے اور پیامیوں سے درخواست ہے کہ وہ اس رسالہ کو جہاں تک ہو سکے دوسروں کو پڑھنے کو دیں تاکہ بہت سے لوگ پیام تعلیم پڑھنے لگیں میں نے بھی بہت سے پیامی بنائے ہیں جو پیام تعلیم پڑھنے کو بے چین رہتے ہیں اور ہر ماہ دکان سے خرید کرلاتے ہیں۔ میں پھر خدا سے دعا کروں گا کہ اللہ اس رسالے کو سب سے زیادہ ترقی عطا فرمائے۔ آمین
سید نصیر الحسن، ۷۴۴۴/۷ ہزارا باغ، علی گڑھ

☆ پیام تعلیم مارچ ۱۹۹۸ء کا مجھے بھیجا۔ جس وقت یہ رسالہ مجھے ملا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مجھے قلمی دوستی اور اقوال زریں میں جگہ دے کر آپ نے میری ہمت افزائی فرمائی۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کا کس طرح سے شکریہ ادا کروں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ رسالہ دن دونی رات چوگنی ترقی کی منزل طے کرتا رہے۔ آمین۔ اس شمارے میں سبھی کہانیاں بہت اچھی لگیں۔ پسندیدہ اشعار اور معلومات بچوں کی کوششیں بھی بہت پسند آئیں۔ باقی دوسرے مضامین اور کہانیاں وغیرہ بھی بہت خوب رہیں۔ تمام قلم کاروں کو میری طرف سے دلی مبارک باد قبول ہو۔ آخر میں آپ سے گزارش ہے کہ میرا خط پیام تعلیم میں شائع کرکے شکریہ کا موقع ضرور دیں گے۔
کے۔ معین ساگر، ونیم باڈی

☆ پیام تعلیم ملا۔ آپ کی یاد آوری کا بہت بہت شکریہ پرچہ پیام تعلیم بہت ہی دلچسپ اور بچوں کا نایاب رسالہ ہے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ میرے بچے پیام تعلیم کے بڑے شوقین ہیں۔ دل لگا کر پرچہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ بچوں کے دل چسپی کا اچھا پرچہ ہے۔ اس کے مضامین و اقوال

زریں بہت اچھے اور سبق آموز ہیں۔
مفید خان، بیر بھوم، بنگال

☆پیام تعلیم ماہ مارچ کا شمارہ بڑے انتظار کے بعد موصول ہوا کیونکہ آج مارچ کی ۱۸ر تاریخ ہے۔ ہم سبھی مدرسین اس کو پڑھنے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔ آج یہ شمارہ پہلے کون پڑے گا اس کے لیے چھٹیاں ڈالی گئی۔ چھٹی میں میرا نام آگیا۔ میں نے اس شمارے کو بڑی خوشی کے ساتھ پڑھا۔ ہم اس رسالے سے اقوال زریں اور کہانیاں بچوں کو یاد کراتے ہیں۔ گویا یہ رسالہ ہمارے لیے ایک تعلیمی موڈل کا کام کررہا ہے۔ بچوں کی کوششیں میں تمام کے تمام کہانیاں یا واقعات ہوتے ہیں میری رائے ہے کہ اس میں بچوں کی ذہانت کے حساب سے چھوٹی چھوٹی نظمیں بھی تحریر کی جائے نوازش ہوگی۔
محمد الطاف، مدرسہ پنچابند بھر، رسوڑ

☆پیام تعلیم کا پچھلے پانچ سالوں سے مطالعہ کررہا ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔ ایسا رسالہ اتنی کم قیمت پر نکالنا آسان بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرائے۔ آمین
ذاکر احمد، مڑہامہ بجبہاڑہ اننت ناگ، کشمیر

☆کتاب نما کے حوالے سے پیام تعلیم کو بہت پہلے سے جانتا ہوں لیکن پڑھنے کا اتفاق آج تب ہوا جب آپ نے اس کی دسمبر ۱۹۹۷ء کی کاپی میرے نام بھیجی۔ اتنے دلچسپ معلومات اور بامقصد رسالے کو پڑھ کر میں یہ فیصلہ نہیں کرپارہا ہوں کہ اسے پہلے بچوں کا رسالہ کہوں یا بڑوں کا؟ اتنی حسین اور خوبصورت چیز کو سینے سے لگا لینے کو جی چاہتا ہے۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ آمین
فراق جلال پوری، جلال پور، امبیڈکر نگر

☆بعد صد تعظیم کے عرض کرتی ہوں کہ چچا جان پہلے میں اپنا تعارف کرادوں۔ میں آپ کی بیٹی منور سلطانہ ہوں اتنے دن ہوئے آپ کا شفقت نامہ مجھے موصول نہیں ہوا۔ فکر ہوئی کہ کہیں آپ اس ناچیز کو بھول ہی نہ گئے ہو۔ اس لیے سوچا چند لمحے آپ ہی سے گفت وشنید کرکے ذرا اپنا موڈ فریش کرلوں۔ جانتی ہوں کہ آپ بے انتہا مصروف رہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی میں آپ کو پریشان کرنے کی حماقت کررہی ہوں۔ پلیز آپ بُرا نہ مانیں۔ ویسے آج کل چچا جان کافی گہما گہمی شروع ہے امتحان شروع ہوگئے ہیں۔ آج کل پڑھائی میں ہی وقت کا پتا ہی نہیں چل رہا۔ آپ ہمارے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ کامیابی سے نوازے۔

(بیٹی منور سید۔ ڈھیر ساری دعائیں۔ آپ نے خط بہت اچھا لکھا مگر بیٹی آپ نے پتا تو لکھا نہیں، جواب کیسے دیا جائے لیکن ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرمائے اور آپ کے بزرگوں کو آپ کی خوشیاں کامیابیاں دیکھنا نصیب کرے۔ آمین (ش۔ع۔خ)

اقوال زرّیں

میری طرف آکر تو دیکھ

☆میری راہ میں چل کر تو دیکھ
☆ مجھے اپنا ربّ مان کر تو دیکھ
☆میرے خوف سے آنسو بہا کر کر تو دیکھ۔
☆ مجھے حیّ قیوم مان کر تو دیکھ۔

ارشاد احمد آستانہ کاربخہ (لاڈ)

سود خوری کا انجام

☆حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ معراج کی شب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر کی طرف دیکھا۔ وہاں گرج، چمک اور کڑک ہو رہی تھی، حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیٹ اس طرح پھولے ہوئے تھے کہ جیسے گھر معلوم ہوتے تھے، ان میں سانپ ہی سانپ تھے اور یہ سانپ باہر سے نظر آتے تھے، تو میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو انھوں نے بتایا کہ سود خور لوگ ہیں۔

نثار احمد نور چکوی ابا بکر پور ویشالی (بہار)

☆زبان کو شکایت کی حرکت سے بند رکھو تو خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔
☆سلام میں پہل کرنے والے کو ۹۰ اور جواب دینے والے کو ۱۰ نیکیاں ملتی ہے۔
☆دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔
☆اپنی چوکھٹ کے آگے جھاڑو لگایئے ساری دنیا صاف ہو جائے گی۔

حافظ خالد سعد خان آکولہ

☆مصیبت میں ہمت سے کام لینا نصف کامیابی حاصل کر لینا ہے۔
☆ جھوٹا وعدہ کرنے سے انکار بہتر ہے۔
☆وعدہ قسم سے بڑھ کر ہے۔
☆ تجربہ ہی سب سے سچا دوست ہے۔

زبیر احمد افضال احمد اجتماع نگر مالیگاؤں ناسک

☆عقل مند انسانوں کی رہنمائی "عقل" کم عقل انسانوں کی رہنمائی "تجربہ" عقلی طور پر معذور انسانوں کی رہنمائی "ضرورت" اور وحشیوں کی رہنمائی "قدرت" کرتی ہے۔
☆ تمام جانداروں میں انسان سب سے زیادہ ذہین اور سب سے زیادہ بیوقوف ہے
☆اس دنیا میں بیشتر انسان ایسے بھی ہیں جو دوسروں کی آنکھوں سے دیکھتے بھی ہیں اور دوسروں کے کانوں سے سنتے بھی ہیں

حمید اللہ شاہ کرہا۔ امراوتی (مہاراشٹر)

☆علم کی قدر جاہلوں سے پوچھو۔
☆صحت کی قدر مریضوں سے پوچھو۔
☆روٹی کی قدر بھوکوں سے پوچھو۔
☆دولت کی قدر غریبوں سے پوچھو۔

شاداب محمود پرنگنٹی۔سہاں۔ویشالی۔بہار

☆استاد کی عزت علم میں اضافہ کرتی ہے۔
☆امن تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ محبت کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔
☆بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔
☆بچہ کا پہلا مکتب ماں کی گود ہے۔

محمد خالد انور مولوی ٹولہ وارڈ نمبر ۱۳۔اررریہ

بہتر ہے

☆جھگڑا مول لینے سے غم کھانا۔
☆بے موقع بولنے سے گونگا ہو جانا۔
☆بُرے اور بدکار آدمی کی صحبت سے سانپ کی صحبت۔
☆خوف اور ذلت کے حلوے سے آزادی کی خشک روٹی۔

شیخ عمران الدین نندور بار دھولیہ، مہاراشٹر

☆حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ حجر اسود کے سامنے آئے اور اپنے لب ہائے مبارک اس پر رکھ کر دیر تک روتے رہے۔ اتفاق سے ایک بار آپ کی نگاہ اٹھی تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ بھی رو رہے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ یہ جگہ آنسو بہانے کی ہے۔(ابن ماجہ)

عقیل احمد انصاری مئو آئمہ الہ آباد(یوپی)

☆مشقت کی سیڑھی کامیابی ہے۔
☆علم کی سیڑھی عمل ہے۔
☆عقل کی سیڑھی ایجاد ہے۔
☆ٹھوکر کی سیڑھی تجربہ ہے۔

محمد حمزہ شمسی کٹرہ پختہ، آنولہ

☆علم ایک ایسی دولت ہے جسے کوئی چرا نہیں سکتا۔
☆مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ وہاں پر اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔
☆چھوٹے بچوں سے پیار کرو کیونکہ یہ بچے اللہ تعالیٰ کے باغ کے پھول ہیں۔
نماز ایسے پڑھو جس سے خدا راضی ہو جائے۔

شیخ ہارون بڑھئی پورہ منگرول پیر

☆اللہ کی حرام کی ہوئی اور منع کی ہوئی چیزوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو تو تم سب سے زیادہ عبادت گزار شمار ہوگے۔
☆پڑوسی پر احسان کرو تو تم سچے مومن بن جاؤگے۔
☆دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جس کو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو تو اچھے مسلمان

بن جاؤ گے۔

عتیق الرحمٰن عبد القدیر گونڈی بمبئی

☆غریبوں کے ساتھ دوستی رکھو اور امیروں کی مجلس سے پرہیز کرو۔
☆حکمت اور دانائی جہاں بھی پاؤ قبول کرو۔
☆سادگی ایمان کی علامت ہے۔

تابنے عطاء اللہ شمس الدین کارجی۔ کھیڈ

☆چار چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔
☆قیامت کب آئے گی۔
☆بارش کب ہوں گی۔
☆انسان کب اور کہاں مرے گا۔
☆موت کب آئے گی۔

یاسمین پروین محمد شبیر بوری عرب

☆بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔ (سورۂ احزاب، رکوع ۷)

شیخ جاوید درگاہ علی چوپڑہ جلگاؤں

دو چیزیں اچھی بھی اور بری بھی

☆لقمان حکیم کو ان کے آقا نے ایک مرتبہ ایک بکری دی اور حکم دیا کہ اسے ذبح کرو اور اس کی جو چیز بدترین ہو وہ میرے سامنے لاؤ، لقمان نے بکری ذبح کی اور آقا کے سامنے دل اور زبان لاکر پیش کیے۔ دوسری مرتبہ پھر آقا نے اسے ایک بکری دی اور کہا اس مرتبہ جو چیز سب سے اچھی ہو لاکر پیش کرو، اب کی بار بھی لقمان نے وہی دو چیزیں پیش کیں اور کہا۔ اے آقا یہ دو چیزیں (دل وزبان) اگر بد ہوں تو ان سے بڑھ کر بدترین کوئی نہیں اور اگر نیک ہوں تو ان سے بڑھ کر بہترین کوئی نہیں۔

محمد اسماعیل بالا ناخدا محلہ شیرور۔ کرناٹک

علم کی برکت

☆ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور حافظ قرآن ہو جاتا ہے تو اس کے ماں باپ کو قیامت میں تاج پہنایا جائے گا جو سورج سے زیادہ پرچمکدار ہوگا۔
اور اگر عالم ہوگا تو پھر کیا کہنا خدا ہی بہتر جانتا ہے، اس کو کیا حاصل ہوگا پھر علم حاصل کرنے والے سے دوسروں کو بھی اس کا فائدہ پہنچتا ہے۔

محمد یسین رحمانی دیگھیہ سہرسہ بہار

☆ دو قسم کے لوگ خداوند عالم اور مستجاب الدعوات انبیاء مرسلین کی لعنت ونفرین میں گرفتار ہوتے ہیں۔

☆جو میرے احکام و فرامین سے سر تابی کرے۔

☆جو میرے خاندان اور اہلبیت، جن کا احترام خدا نے واجب کیا ہے، کا احترام نہ کرے۔

حسن اختر اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ

☆اگر دشمن مر گیا تو خوشی کا موقع نہیں ہے کیوں کہ ہماری زندگی بھی ہمیشہ کے لیے نہیں ہے۔

☆جو شخص اپنی محنت کی روٹی کھاتا ہے وہ حاتم طائی کا احسان نہیں اٹھاتا۔

☆بوجھ اٹھانے والے بیل اور گدھے آدمیوں کو ستانے والے آدمیوں سے بہتر ہیں۔

محمد عبدالعزیز نظام آباد

☆تکبر	علم کو کھا جاتا ہے۔
☆صدقہ	بلا کو کھا جاتا ہے۔
☆غصہ	عقل کو کھا جاتا ہے۔
☆انصاف	ظلم کو کھا جاتا ہے۔
☆جھوٹ	رزق کو کھا جاتا ہے۔

محمد عبدالمعید آرمور نظام آباد

فضائل درود شریف

☆جو کوئی مجھ پر سوؐ مرتبہ درود بھیجے گا اس کی سوؐ حاجتیں پوری ہوں گی۔

☆تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھتے رہا کرو بے شک تمھارا درود مجھ کو پہنچتا رہے گا۔

☆جب کسی کو مشکل پیش آئے تو اسے چاہیے کہ وہ مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرے۔

نشاط کوثر بکل گوڑہ عادل آباد (اے۔پی)

عیب تلاش نہ کرو

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا "لوگ جو صرف زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور دل میں ایمان نہیں رکھتے یہ نہ بھولیں کہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا، ان کے عیب تلاش کرنا، خدا اور اس کے رسولؐ کو پسند نہیں ہے۔

نسرین کوثر سلوڑ اورنگ آباد

ماں کی عظمت

☆ماں اور پھول میں کوئی فرق نہیں۔

☆ماں کے پانوں کے نیچے جنت ہے۔

☆ماں آسمان کا خاص تحفہ ہے۔

حنیف یار خاں دیوان پورہ منگرول پیر آکولہ

☆ حلال روزی کی تلاش جہاد ہے۔

☆مفلسی اور تنگ دستی کے وقت شرافت کو اپنا سرمایہ بنالو۔(بقراط)
☆وقت ایک ایسی زمین ہے جس پر محنت کے بغیر کچھ پیدا نہیں ہوتا(افلاطون)

محمد اصغر علی ساؤتھ بازار انڈال، بردوان

☆تم اپنے پڑوسی سے بھی اسی طرح پیار کرو جس طرح تم اپنی ذات سے کرتے ہو۔(قرآن)
☆فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔(قرآن)
☆تم میرے پاس حسب و نسب لے کر نہ آؤ بلکہ اعمال لے کر آؤ(حضرت محمدؐ)
☆گری ہوی چیز کا بغیر اطلاع قبضے میں لانا چوری ہے۔(امام غزالیؒ)

غلام نبی امیر خان مسلم نگر مالیگاؤں

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

☆غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔
☆جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔
☆اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے۔

سید عرفان علی کلمٹ ایوت محل(مہاراشٹر)

☆علم روح کی غذا اور انسانیت کا وقار ہے۔

☆علم کا درخت ہمیشہ امید کے پھول اور صبر کے پھل لاتا ہے۔
☆جو علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلے وہ اللہ کی راہ میں(جہاد) میں ہے۔

مختار شیخ سید پورہ بالاپور آکولہ(مہاراشٹر)

☆نماز دین کا ستون ہے۔
☆نماز جنت کی کنجی ہے۔
☆نماز میں ہر مشکل کا حل ہے۔

محمد مشتاق تویر محمد علی بیگ۔ نندورا

☆میوے کھاؤ خوب پکے ہوئے کچے نہیں۔
☆رات کا کھانا کھاکر چند قدم ٹہل لو۔
☆دوپہر کا کھانا کھاکر قیلولہ کرو۔
☆دوا سے بچو جب تک صحت رہے۔
☆مصیبت سب سے بڑی کسوٹی ہے۔ مصیبت کے وقت سچی دوستی کو پرکھا جاتا ہے۔
☆جہنم کی آگ کو وہی آنسو بجھا سکتے ہیں جو وقت سحر مومن کی آنکھ سے ٹپکتے ہیں۔ قدرت کے آگے آنسوؤں کا ڈھیر لگاتے جاؤ۔ شاید کوئی آنسو اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے۔
☆دشمن کے حسن سلوک پر ہرگز بھروسہ نہ کرو کیونکہ پانی کو آگ پر جتنا گرم کیا جائے وہی پانی اسے بجھا دیتا ہے۔

محمد ابرار قاصد پورہ۔ پاتور

گدگدیاں

☆شوہر: (بیوی سے) ارے بیگم، ابھی تک کھانا نہیں پکا؟
بیوی: (تنگ کر) کھانا کیسے پکاؤں۔ سارے برتن تو آپ نے انٹینا میں لگا دیے ہیں۔

☆ماسٹر صاحب نے مچھلی گھر میں ایک لڑکے سے سوال کیا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان مچھلیوں میں نر اور مادہ کون کون سے ہے۔
لڑکا جو تیر رہے ہیں وہ نر اور جو تیر رہی ہے وہ مادہ۔
عبدالرحمٰن اعظم، شیشگر راویر، جلگاؤں

☆ملا نصرالدین اپنی عقل مندی کی وجہ سے سارے محلے میں مشہور تھے۔ ایک روز ملّا کے پاس کچھ آدمی آئے، تاکہ ان کی ذہانت کا امتحان لے سکیں۔ لوگوں نے ملّا کو ایک چاقو دکھایا اور پوچھا" یہ کیا ہے؟" ملا نے فوراً جواب دیا" یہ آری کا بچہ ہے۔ ابھی اس کے دانت نہیں نکلے ہیں۔
محمد عزیز، انعام دار پورہ، آکولہ

☆ماں: (بیٹے سے) کیا کر رہے ہو؟
بیٹا۔ امی، جغرافیہ کے سوالات کر رہا تھا۔
ماں: اگر تمھیں کوئی سوال نہ آئے تو مجھ سے پوچھ لینا۔
بیٹا: اچھا تو امّی، یہ بتایئے کہ نیل کہاں ہے؟
ماں: غسل خانے میں دیکھ لو، صابن کے ساتھ رکھا ہوگا۔
شیخ مقصود شیخ محمود، باغبان پورہ، واشم

☆ایک شخص اپنے دوست کو اپنے لٹ جانے کی تفصیل بتا رہا تھا۔
"ہاں تو میں موٹر میں جا رہا تھا کہ اچانک ڈاکوؤں نے مجھے گھیر لیا اور میرا سب کچھ چھین کر فرار ہوگئے، روپے پیسا گھڑی حتیٰ کہ گاڑی بھی۔
"مگر تمھارے پاس تو یہ ریوالور تھا۔"
"ہاں، بس یہ ریوالور بچا ہے جو میں نے چھپا لیا۔
نور الٰہی الحق، کھیڈ (رتناگری)

☆ایک صاحب نہایت پابندی سے پانچ وقت کی نماز کے لیے مسجد میں حاضری دیا کرتے تھے۔ لوگ ان کی نیکی سے بہت متاثر تھے۔ ایک آدمی نے جب انھیں نہایت انہماک سے نماز ادا کرتے دیکھا تو اپنے ساتھی سے بولا" یہ آدمی جو نماز ادا کر رہا ہے نہایت نیک اور پرہیزگار ہے۔"
اس پر وہ صاحب نماز توڑ کر بولے
"اور جناب، میں حاجی بھی ہوں۔"
محمد قیام الدین، مرداہا، کھول (دربھنگہ)

☆ایک صاحب باغ میں بیٹھے اونگھ رہے تھے کہ اچانک ایک بچے نے انھیں جگا کر ایک

روپیہ ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ صاحب پریشان ہو کر بولے۔ "تم مجھے روپے کیوں دے رہے ہو؟" بچے نے معصومیت سے جواب دیا "اس لیے کہ آپ انگلی اٹھا کر ایک روپے کا اشارہ کر رہے تھے۔" اس پر وہ صاحب شرمندہ ہو کر بولے "یہ تو میری عادت ہے' کیوں کہ میں کرکٹ کا ایمپائر ہوں۔"

مصباح پرکار پو فلوے (رتناگری)

☆ایک خاتون نے اپنی پڑوسن سے کہا "کون کہتا ہے کہ میں موٹی ہوں' ہاں اتنا ضرور ہے کہ جب میں فوٹو اتروانے گئی تو فوٹو گرافر نے مجھ سے گروپ فوٹو کھنچوانے کی قیمت وصول کی۔

☆ایک صاحب ایک دن اپنے بال ترشوا رہے تھے۔ انھوں نے حجام سے کہا "سفید بال چن لینا۔"

حجام نے کہا "حضور' جو بال چن لیے جائیں وہ اور زیادہ نکلتے ہیں۔" ان صاحب نے کہا "یہ بات ہے تو سیاہ بال چن لینا۔"

☆ایک آدمی اور اس کی بیوی کار میں جا رہے تھے۔ بیوی کار چلا رہی تھی۔ کار کی انتہائی تیز رفتاری پر شوہر نے کہا' اتنی تیز مت چلاؤ۔ اگر حادثہ ہو گیا تو اخبار والے تمھاری ٹھیک عمر چھاپ دیں گے۔

بیوی نے غصے سے شوہر کی طرف دیکھا اور کار کے اسپیڈومیٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کار کی رفتار کم کر دی۔

محمد یحیٰ' عظیم ڈیری' جامعہ نگر' نئی دہلی ۲۵

☆"ویسے باربر جی! آپ دن میں کتنی بار شیو کرتے ہیں؟"

"یہی کوئی ستر اسی بار۔"

"اف خدایا' آپ پاگل تو نہیں ہیں؟"

"نہیں تو' میں تو حجام ہوں۔"

☆ایک طالب علم نے اپنے والد کو خط لکھا "جناب والد صاحب! عرصہ ڈیڑھ ماہ سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہو سکی۔ بہت پریشانی ہے۔ براہ مہربانی' میرا خرچ روانہ کر دیں تاکہ معلوم ہو کہ آپ خیریت سے ہیں۔

عامر فاروق' بدایوں شریف

☆ایک آدمی بہت شراب پیتا تھا۔ اس کے ایک دوست نے سختی سے اسے منع کیا۔ شرابی نے آئندہ شراب پینے سے توبہ کرنے کا وعدہ کیا' مگر چند دنوں کے بعد پھر پی لی۔ اتفاق سے وہی دوست مل گیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے شراب پی رکھی ہے؟" شرابی نے کہا "نہیں' اگر آپ تصدیق کرنا چاہیں تو زمین پر ایک سیدھی لکیر کھینچ دیں' میں اس پر صحیح چل کر دکھاؤں گا۔ یہ سن کر اس کے دوست نے انگلی سے ایک لکیر کھینچ دی اور کہا' اس لائن پر چل کر دکھاؤ۔

شرابی ہنس کر بولا "کیوں مذاق کرتے ہو' تم نے تو دو لکیریں کھینچ دی ہیں۔

میں کس پر چلوں۔"
عبدالرحمٰن خاں بھوپت پور (ایٹہ)

☆استاد . اکرم کون سی دیوی تمھیں اچھی لگتی ہے۔
اکرم: سر مجھے تو سری دیوی اچھی لگتی ہے۔
وسیم احمد وزیر احمد 'برکت علی نگر' ممبئی

☆داروغہ (قیدی سے): "کیا تم پہلی بار سسرال آئے ہو۔
قیدی "نہیں جناب سسرال تو کئی بار آیا ہوں لیکن ان سالوں کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔

☆ایک گنجا دوست اپنے دوسرے دوست سے "یار اگر مردوں کی جگہ پر عورتیں مردوں کی مانگ بھرا کریں تو کیسا رہے گا۔
دوسرا دوست: "لیکن اس سے تمھارے جیسے سبھی گنجے کنوارے رہ جائیں گے۔
محمد ارشد سیفی' مالیر کوٹلہ

☆حامد کیا یہ صحیح ہے کہ ہر شخص کو ایک دن مرنا ہے؟ اور دوستوں کو اسے قبرستان لے جانا ہے؟
خالد. بالکل صحیح ہے۔
حامد: میں سوچتا ہوں کہ جو شخص آخر میں مرے گا' اسے کون قبرستان لے جائے گا؟

وسیم احمد' پری گلی' آر مور' نظام آباد

☆اسکول کے سپر وائزر کو چند دہشت پسندوں نے اغوا کرکے' اسکول کے انتظامیہ کو لکھا کہ جب تک شہر کے باہر برگد کے درخت کے نیچے پچاس ہزار روپے نہ پہنچا دوگے' تمھارا سپروائزر ہمارے قبضہ میں رہے گا۔ اسکول کے انتظامیہ نے مقررہ جگہ پر ایک لاکھ روپے پہنچاتے ہوئے لکھا کہ پچاس ہزار کے بجائے ایک لاکھ کی رقم حاضر کررہے ہیں ۔ خدا کے واسطے اس نااہل سپروائزر کو چھوڑیے گا نہیں۔ شکریہ!
نظیر رشیدی' وارث پورہ کامٹی

☆ماسٹر صاحب: "پہلے ایک روپے کا اناج جوان آدمی سے نہیں اٹھتا تھا مگر اب بچے دس روپے کا اناج اٹھالاتے ہیں۔"
طالب علم: "جناب اس زمانے کے جوان ہم بچوں سے بھی زیادہ کمزور ہوتے ہوں گے۔"

● ماسٹر صاحب: (عابد سے) "بتاؤ وہ کون سی چیز ہے جو ہر وقت چلتی رہتی ہے۔
عابد: "میری امی کی زبان۔"
محمد وسیم' اشوک نگر' آر مور' نظام آباد

☆سونو: امی منّے کو کیا پلا رہی ہو۔
امی: بیٹا گرائپ واٹر' اس لیے کہ منّے کے دانت جلد نکل آئیں۔
سونو: تو پھر دادا جان کو بھی پلا دیجیے۔
اشتیاق احمد شیخ مشتاق بودوڑ' جلگاؤں

قلمی دوستی

نام محمد یونس
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا رسالہ مسجد نیچ کینٹ

نام صبیحہ صدف
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ سائیکل چلانا
پتا عبدالحمید چوک کلمب، ایوت محل، مہاراشٹر

نام شیخ ہارون عمر ۱۵سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا بڑھئی پورہ، منگرول پیر، آکولہ

نام محمد اکرم خاں ستار خاں عمر ۱۶سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا دھانور، محلّہ، اڑاور، چوپڑا (جلگاؤں)

نام محمد منظور عالم عمر ۱۴سال
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا ماسٹر عبدالرشید، سستی پور (بہار)

نام پرویز خان آرزو عمر ۲۰سال
تعلیم ڈی ایڈ
مشغلہ پیام تعلم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا سلیم ذکریا پرائمری اسکول، پاتور، آکولہ

نام عبدالرحیم انصاری عمر ۸سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور سائیکل چڑھنا
پتا حافظ اصغر علی اعظم پور مئو آئمہ، الہ آباد

نام عبدالعزیز عالم عمر ۳۰سال
مشغلہ عربی بولنے کا شوق
پتا مدرسہ کافیۃ العلوم اڑاود، چوپڑہ، جلگاؤں

نام شیخ ستار شیخ عثمان عمر ۱۲سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ کبڈی کھیلنا
پتا مدرسہ کافیۃ العلوم، اڑاود، چوپڑہ، جلگاؤں

نام شیخ عمران شیخ اکبر عمر ۱۱سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، تلاوت قرآن کرنا
پتا مدرسۃ کافیۃ العلوم اڑاود، چوپڑہ جلگاؤں

نام محمد الیاس انصاری عمر ۶سال
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا اصغر علی، اعظم پور مئو آئمہ الہ آباد (یوپی)

نام ذاکر فقیرا پٹیل عمر ۱۲سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ نماز کی پابندی، تلاوت قرآن
پتا مدرسہ کافیۃ العلوم اڑاود، چوپڑہ، جلگاؤں

نام علیم نواب پٹیل
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ امنگ پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا مدرسہ کافیۃ العلوم اڑاود، چوپڑا، جلگاؤں

نام زبیر احمد انیس احمد عمر ۱۲ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا مدرسہ کافیۃ العلوم ازاود' چوپڑہ' جلگاؤں

نام ناظم الدین عمر: ۱۰ سال
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا اسلام پورہ نزد درگاہ کلمب' ایوت محل

نام سید عرفان علی سید رشید علی
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا عبدالحمید چوک' کلمب ایوت محل' مہاراشٹر

نام فہد محمد علی چوگلے عمر ۱۲ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا' دوستی کرنا' پیام تعلیم پڑھنا
پتا ببرولی نمبر ۲ تعلقہ کھیڈ' رتناگری' مہاراشٹر

نام فیض الاسلام فیض
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا' کرکٹ کھیلنا
پتا دوگھرا' جالہ' دربھنگہ (بہار)

نام ضمیر حسن چوگلے عمر: ۱۵ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا' پیام تعلیم پڑھنا
پتا ببرولی نمبر ۲ تعلقہ کھیڈ رتناگری' مہاراشٹر

نام محمد تنویر زماں عرف تجو عمر ۱۲ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ روتوں کو ہنسانا ہنستوں کو رلانا
پتا انیسہ ناز شیخ سانڈوا اسلام پورہ کاسودہ' جلگاؤں

نام ابراہیم حسن چوگلے عمر ۱۳ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا' قرآن پاک کا مطالعہ کرنا
پتا ببرولی نمبر ۲ تعلقہ کھیڈ' رتناگری' مہاراشٹر

نام محمد رفیق عمر: ۱۲ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا قریشی پورا کلمب ایوت محل مہاراشٹر

نام ہاشم حسن چوگلے عمر ۱۰ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ تقریر کرنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا ببرولی نمبر ۲ تعلقہ کھیڈ' رتناگری' مہاراشٹر

نام عمران علی عمر ۱۲ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا قریشی پورا کلمب' ایوت محل' مہاراشٹر

نام مرزا سکندر بیگ سکندر
تعلیم بارہویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا' اخبارات کا مطالعہ کرنا
پتا چیتھ محلّہ ناندورہ' ضلع بلڈانہ (مہاراشٹر)

نام محمد عاصم خاں عادل
تعلیم چہارم عربی
مشغلہ تحصیل علم اور پیام تعلیم کا مطالعہ
پتا انجھنیاں پوسٹ خاص، کھیری لکھیم پور

نام غلام سرور
عمر ۱۴ سال
مشغلہ بڑوں کا کہنا ماننا
پتا آزاد ہائی اسکول، چاکند ضلع گیا (بہار)

نام سلمان شاہد
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا مسجد گلاب چین محلہ پورہ صوفی، مبارکپور

نام مرزا سخنور رفیقی عمر ۱۷ سال
تعلیم چہارم عربی
مشغلہ شاعری کرنا
پتا مرزاپور، اعظم گڑھ (یوپی)

نام سید فیض الحق
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ ماں باپ کی خدمت کرنا
پتا دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنو

نام احمد بیگ آزاد عمر ۱۳ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ شاعری کرنا
پتا محمد بیگ ڈاگ والے، ناندورہ، بلڈانہ، مہاراشٹر

نام محمد جنید رافع
عمر ۱۴ سال
مشغلہ تعلیم حاصل کرنا، پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا چپریا، کیوٹی رنوے، مدھوبنی (بہار)

نام یاسر عرفات کھروری عمر ۱۳ سال
تعلیم جماعت ہفتم
مشغلہ کراٹے سیکھنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا اسلامیہ عربک کالج منصورہ آلور، (ہاسن)

نام محمد تمیم قاضیا عمر ۱۳ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کراٹے سیکھنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا اسلامیہ عربک کالج منصورہ آلور، (ہاسن)

نام فیضان اشرف حنفی عمر ۱۳ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ اچھے دوست کی تلاش
پتا مسجد گلاب چین پورہ صوفی، مبارکپور

نام محمد شہباز عالم نظامی
تعلیم گریجویشن (آنرس)
مشغلہ اردو ادب کی خدمت کرنا، دوستی کرنا
پتا محلہ ڈانگی بستی، چھتر گاچھ، کشن گنج (بہار)

نام جاوید اختر
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا پورہ صوفی چوفال مبارکپور، اعظم گڑھ

نام حمیرہ
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ کتابیں پڑھنا ممی پپا کو خوش رکھنا
پتا ۸۴ دلشاد نگر کالونی، ریتی باؤلی، حیدر آباد

نام سرور محمد عمر شیخ
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا ۱۱۸ سوداگر محلّہ، بھیونڈی، مہاراشٹر

نام شفیق الرحمٰن انصاری عمر ۱۵ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا سنی جامع مسجد غیبی نگر، بھیونڈی مہاراشٹر

نام ثمیہ خالد تانبے عمر ۸ سال
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ پڑھائی کرنا
پتا تانبے محلّہ کرجی کھیڈ، رتناگری

نام سبحان رضا نوری
تعلیم ۱۵ پارہ حفظ
مشغلہ حفظ و قرات
پتا دارالعلوم کریلی اسکیم، الہٰ آباد

نام شبانہ پروین
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ قلمی دوستی صرف بہنوں سے
پتا محمد قاسم سلفی تاجپور، ضلع سمستی پور (بہار)

نام محمد آزاد حسین
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا مروائل ڈریسز ہاسپٹل روڈ، ارریہ (بہار)

نام محمد نوید اسلم
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا انسان اسکول کشن گنج، بہار

نام تنویر حسین عمر ۱۲ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا البشیر بورڈنگ اسکول، جتوار پوچوتھ سمستی پور

نام جہاں گیر عالم عمر ۱۰ سال
تعلیم درجہ سوم
مشغلہ کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا عبداللہ پور نیمیٹھی، دربھنگہ (بہار)

نام رمیز راجا عمر ۱۲ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا نیر اپری فوغ ہاسپٹل، بھٹی روڈ کیلا

نام مرزا سلیم بیگ عمر ۱۳ سال
تعلیم عربی دوم
مشغلہ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا مدرستہ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ

تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم اور امنگ پڑھنا
پتا شیخ اسمٰعیل لوہارہ تعلقہ پاچورہ جلگاؤں

نام ام ایس عمر ۱۲سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ امنگ پڑھنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا ڈاکٹر علی منظور گرام سکرپلی ضلع ارریہ بہار

نام مہ جبیں خانم عمر ۶سال
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ: بڑوں کا کہنا ماننا پیام تعلیم پڑھنا
پتا حسین خان ٹھیکیدار۔ کپڈہ۔ مانورہ (آکولہ)

نام کلثوم خاتون عمر ۱۱سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا مولوی محمد سلیم گلی نمبر ۱۵۔ کاکی سارہ.

نام مبشر سراج الدین کھوت عمر ۱۲سال
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا پونلونے کھیڑ ضلع رتناگری

نام معصومہ ناز خانم عمر ۹سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا مستقیم خان بیر گاچھی چوک بھنگیا آرریہ

نام محمد سعادت حسن منٹو عمر ۱۶سال
تعلیم آئی۔ ایس۔ سی
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، دینی کتاب کا مطالعہ کرنا
پتا مقام و پوسٹ، پرسونی۔ مدھوبنی (بہار)

نام ندیم حسین عمر ۱۵سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ پیڑ پر چڑھ کر پھل کھانا
پتا. ندیم حسین ۲ جلہ لائن۔ کلکتہ۔ ۲۷

نام محمد احمد عمر ۱۸سال
تعلیم: انٹر
مشغلہ دوستی کرنا
پتہ۔ حافظ ارشاد احمد مبارکپور اعظم گڑھ

نام عادل خان اسرئیل خان
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا سوپر ایلیشن ٹیلر شبیر نگر پہلی گلی مالیگاؤں

نام. ارشاد خاں عمر ۱۰سال
تعلیم. قرآن پڑھنا
مشغلہ: ٹی وی کی مرمت کرنا

نام شاہد خاں عمر. ۶سال
تعلیم. طفل مکتب
مشغلہ: پانچوں حکم زبانی سنانا
پتا ریلوے کالونی کوارٹر نمبر ۷ ۲۳ رام پور ہاٹ بیر، جوم، بنگال

بچوں کی کوششیں

مجدد الف ثانیؒ

دسویں صدی کے اوائل کا زمانہ تھا کہ ۹۶۴ھ میں اکبر ہندستان کے تخت و تاج کا مالک ہوا اور پورے پچاس سال اس نے حکومت کی، یہ ایک ان پڑھ بادشاہ تھا، اسے کسی نے یہ پڑھا دیا کہ اب نبی ﷺ کی بعثت کو ہزار سال ہو رہے ہیں، دوسرے ہزار میں نئے دین اور نئے مذہب کی ضرورت ہے، چنانچہ ۹۸۳ھ سے یہاں اکبری الحاد کا دور شروع ہو گیا، ۹۸۷ھ میں ایک محضر نامہ تیار کیا گیا جس کا مضمون تھا بادشاہ ظل اللہ ہے۔ امام عادل ہے، مجتہد العصر ہے، کسی کا پابند نہیں، اس کا حکم سب پر بالا ہے" یہ محضر نامہ نئے مذہب کے اعلان کی تمہید تھی، آخر ۹۹۰ھ میں "دین الٰہی" کی تاسیس کا اعلان بھی ہو گیا، اب ہر قسم کی گمراہیاں اس کے دور میں رواج پانے لگیں، وحی و رسالت، حشر و نشر، جنت و دوزخ، ہر چیز کا مذاق اڑایا جانے لگا، نماز و روزہ، حج و زکاۃ اور دوسرے شعائر دین پر اعتراضات کیے جانے لگے، یہی حالات تھے کہ ۹۷۱ھ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ پیدا ہوئے، آپ سن رشد کو پہنچتے ہی اس فتنہ کو بھانپ گئے، چنانچہ آپ اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔، حکومت کے افسروں اور فوج کے سپہ سالاروں پر تبلیغ شروع کر دی اور ہر طرف اپنے مریدوں کے جال بچھا دیے، ۱۰۱۴ھ میں اکبر کا انتقال ہو گیا، اور اس کی جگہ اس کا

☆ کریم (اپنے دوست سے) اگر کسی کرکٹ یا ہاکی کے کھلاڑی کی نظر کمزور ہو جاتی ہے تو وہ پھر کیا کرتا ہے؟

انجم (مسکرا کر) آج کل تو ایسے شخص کو ایمپائر بنا دیتے ہیں۔

☆ ایک صاحب اخبار پڑھ رہے تھے آدمی نے کہا۔ "کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے مجھے اپنی عینک دے سکتے ہیں؟"

پہلے شخص نے عینک اتار کر دے دی تو دوسرا شخص پھر بولا۔ "اب آپ کے لیے اخبار بے کار ہے۔ برائے مہربانی وہ بھی مجھے دے دیں۔"

☆ ایک فقیر (دوسرے سے) تم فقیر کیسے بنے۔

دوسرا فقیر میں ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے ٹھکرا کر کسی دوسرے سے شادی کر لی۔ اسی غم میں فقیر بن گیا۔ اور تم کیسے بنے؟

پہلا فقیر دراصل میں بھی ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا اس نے مجھ سے شادی کر لی۔

☆ڈاکٹر "جو کھانا میں نے تمھیں کھانے کے لیے کہا تھا، تم نے وہ کھایا؟"

مریض "میں نے کوشش تو کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔"

ڈاکٹر "یہ کیا بے وقوفی ہے، میں نے تم سے کہا تھا جو کھانا تمھارا منا کھاتا ہے وہی تم بھی کھاؤ۔"

مریض "ڈاکٹر صاحب میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میرا بچہ مٹی اور کوئلے کھاتا ہے۔"

بیٹا جہانگیر تخت و تاج کا مالک و وارث ہوا حضرت مجدد صاحب نے اپنا کام جاری رکھا اور اب کھل کر میدان میں آگئے۔ بالآخر آپ کی دعوت کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہوئے، تو شروع شروع میں جہانگیر کی حکومت نے ان پر کوئی سختی نہ کی، مگر دربار میں کھلبلی ہوئی، آپ کسی بات پر تشریف لے گئے، سلام مسنون پر اکتفا کیا اور رواج کے مطابق زمین بوس نہ ہوئے، یہ دیکھ کر درباری بہت برہم ہوئے۔ آپ نے اس کی پروانہ کی اور دربار کے منکرات کی مذمت شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گوالیار کے قلعہ میں آپ قید کر دیے گئے، حضرت مجدد صاحب نے وہاں بھی اپنا کام جاری رکھا، دیکھتے ہی دیکھتے قید خانہ کی کایا پلٹ گئی، بادشاہ کو اطلاع کی گئی کہ اس قیدی نے حیوانوں کو انسان، اور انسانوں کو فرشتہ بنا ڈالا، بادشاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے پایۂ تخت پر آنے کی دعوت دی، اور اپنے بیٹے شاہ جہاں کو استقبال کے لیے بھیجا، حضرت مجددؒ صاحب تشریف لے آئے۔ باشاہ نے معذرت چاہی، حضرت مجدد صاحبؒ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا، دور اکبری کے منکرات و بدعات کی منسوخی کا مطالبہ کیا، بادشاہ نے اس کے منسوخ کیے جانے کا فرمان جاری کیا۔ اس طرح نصف صدی کی گھٹا ٹوپ تاریکی کے بعد ایک مرتبہ پھر اسلام کو اس ملک میں سربلندی حاصل ہوئی۔

حضرت مجدد صاحبؒ کا پورا نام احمد بن عبدالاحد فاروقی ہے۔ ۱۰۳۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔ رحمہ اللہ و نظر وجہہ یوم القیامہ

ابوالموثر لوہرسن بازار سدھار تھ نگر

امام ابو حنیفہؒ

عداوت اسلام سے چور اور بغض محمدیؐ سے مخمور مخالفین اسلام کے گروہ کا ایک آدمی اپنی قوم کا نہایت ہی جوشیلا اور شعلہ بیان مناظر تھا۔ اپنی ہمنوا ایک جماعت لے کر گلشن علم وادب سرزمین بغداد حاضر ہوا اور نہایت ہی زور

شور سے چیلنج کیا کہ اگر مسلمان ہمارے چار سوالوں کے جواب دے دیں گے تو ہم اپنی جماعت کے ساتھ مسلمان ہو جائیں گے ورنہ مسلمانوں کو ہمارا مذہب اختیار کرنا پڑے گا۔

مناظرے کے لیے بغداد شہر کے چوک پر عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ جلسہ میں کافی تعداد میں لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ جس میں مختلف ادیان و مذاہب کے لوگ تھے۔ تو محفل میں اس نے اپنا چیلنج پیش کیا کہ کوئی ہے جو میرے سوالوں کا جواب دینے کے لیے اسٹیج پر آئے، ساری محفل پر سناٹا چھا گیا۔ اچانک ایک باوقار نوجوان طالب علم سامنے آیا اور نہایت ہی سنجیدگی سے کہا۔ میں تمھارے سوالات کا جواب دینے کو تیار ہوں۔ تم اسٹیج سے نیچے اترو۔ وہ اسٹیج سے نیچے اتر آیا۔ اور اب طالب علم چین و سکون سے اسٹیج پر جلوہ افروز ہو گیا اور کہا سوال کرو۔ کافر مناظر نے پہلا سوال کیا۔ بتاؤ اس وقت خدا کیا کر رہا ہے؟

طالب علم نے جواب دیا۔ خدا نے تم کو منبر سے اتار کر مجھے منبر پر بٹھا دیا۔ مجھے عزت بخشی اسٹیج پر لے آیا۔ تمھیں رسوا کیا۔ جواب سن کر مناظر جھینپ گیا۔ دوسرا سوال کیا تمھارے رَب کا رخ کس طرف ہے، طالب علم نے کہا۔ اگر تم یہ بتا دو کہ جلتی ہوئی شمع کا رخ کس طرف ہوتا ہے۔ اس سوال کا جو جواب ہو گا وہی تمھارے اس سوال کا جواب ہے۔ یعنی جس طرح جلتی شمع چاروں سمت روشنی بخشتی ہے اسی طرح باری تعالیٰ تمام عالَم کو منور کر رہا ہے۔

مناظر کے دانتوں تلے پسینہ آ گیا۔ تیسرا سوال تھا۔ خدا کہاں ہے؟ طالب علم نے کہا پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمھارے جسم میں روح ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کہاں ہے۔ مناظر گھبرا گیا اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ طالب علم نے کہا جب تم روح کو تسلیم کرتے ہو اور یہ بتا نہیں سکتے کہ وہ کہاں ہے تو پھر کس کی مجال اور طاقت ہے جو بتا سکے، خدا کہاں ہے۔ جس طرح روح سارے جسم میں ہے مگر نظر نہیں آتی اسی طرح خدا بھی ہر جگہ ہے مگر نظر نہیں آتا۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا۔ "یہ اس شخص کی قبر ہے جس نے مرتے وقت بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیا۔ اپنا سب کچھ یتیم خانے کو دے دیا۔"

دوسرے نے کہا۔ "سبحان اللہ! اب یہ بھی بتایئے کہ انھوں نے یتیم خانے کو کیا کیا دیا۔"

"چھے لڑکیاں اور ایک لڑکا۔" پہلے نے جواب دیا۔

☆ایک نوجوان نے نئی فیشن کی ٹائی گلے میں باندھ رکھی تھی۔ ایک بچہ اس کے قریب آکر بولا"انکل آپ نے گلے میں یہ کپڑا کیوں باندھ رکھا ہے۔ اس نوجوان نے بچہ سے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟
ہاں انکل ـــ اب مجھے یاد آگیا آپ کی امی جان نے ناک صاف کرنے کے لیے کپڑا آپ کے گلے میں باندھ دیا ہوگا بچہ نے بڑی معصومیت سے کہا۔

محمد حسین شاھین کالونی ناندورہ بلڈانہ

اب مناظر نے چوتھا اور آخری سوال کیا۔ خدا سے پہلے کیا تھا؟ نوجوان طالب علم نے نہایت متانت سے پوچھا بتاؤ ایک سے پہلے کیا ہے؟ اس نے کہا ایک سے پہلے نہ کچھ ہے اور نہ کچھ تھا۔ ایک سے پہلے زیرو ہوتا ہے کیا تم کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے۔ نوجوان طالب علم نے کہا اے نادان جب مجازی گنتی میں ایک سے پہلے کچھ نہیں ہے تو پھر وحدہ لاشریک سے پہلے کیا ہو سکتا ہے وہ ہمیشہ سے ایک ہے اور اس سے پہلے کچھ نہیں ہے۔

اس طالب علم نے ان عالمانہ جوابات سے مناظر کو اتنا متاثر کیا کہ وہ زارو قطار رونے لگا اور اپنے ساتھیوں سمیت مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ مناظر کو جواب دینے والے یہ نو جوان طالب علم امام ابو حنیفہؒ تھے۔

☆ابو خورشید ربانی ابا بکر پور باکھی ویشالی

ظلم کا بدلہ دنیا میں ملتا ہے

ایک گانو میں دو بہن رہتی تھیں۔ ان دونوں کے سر سے بچپن سے ہی باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ گانو والے بھی ان کے سکھ دکھ میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔ بڑی بہن کا نام عشرت تھا اور چھوٹی کا نام نوشین۔ ان کے ماں باپ ان کے لیے کچھ زمین کا ٹکڑا اور ایک گائے اور ایک کمبل چھوڑ گئے تھے۔ نوشین بہت بھولی تھی جیسا عشرت کہتی ویسا کرتی۔ عشرت شاہانہ دماغ رکھتی تھی۔ ایک دن اس نے نوشین کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ ہمارے ماں باپ جو کچھ سرمایہ ہمارے لیے چھوڑ کر گئے ہیں۔ ہم ان کو تقسیم کر کے برابر برابر استعمال کریں گے۔ نوشین بہت بھولی تھی۔ اس نے بڑی بہن سے کہا" ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی"۔ عشرت کہنے لگی ہماری زمین میں جو پھل اُگے گا اس میں سے آتی فصل کا سب سے نچلا حصہ لینا اور گائے کا سامنے کا حصہ لینا۔ دن میں کمبل تم استعمال کیا کرو۔ اس کے برعکس میں فصل کا اوپر کا حصہ لیتی ہوں اور گائے کا پیچھے کا حصہ لیتی ہوں اور رات میں کمبل میں استعمال کروں گی۔ نوشین نے بلا کوئی اعتراض کے اس کی ساری شرطوں پر منظوری دی،

مہر لگا دی۔ پھر کیا تھا حالات سے مجبور نوشین کو مشکلات کے راستے پر سفر کرنا پڑا۔ جب بھی فصل پکتی تو عشرت آرام سے اوپر کی فصل ہڑپ کر جاتی اور کھیت میں سوائے جڑوں کے نوشین کے لیے کچھ نہ رہتا۔ نوشین ان جڑوں کو لاکر گائے کے سامنے کے حصے کی دیکھ ریکھ کرتی۔ یعنی گائے کو اس کی غذا مہیا کرتی جس کا فائدہ عشرت گائے کے بھرپور دودھ سے اٹھاتی جب رات آتی تو نوشین کے لیے ایک مشکل ہوتی اور رات کو وہ مارے سردی کے سو نہ پاتی۔ اس طرح کئی دن اور راتیں گزریں جب نوشین کے قدم اس ظلم و ستم کو سہتے ہوئے ڈگمگائے تو نوشین نے ایک ارادہ کیا۔

وہ ایک دن گانو کے کھیا کے پاس گئی اور اسے اپنی آپ بیتی سنائی اور کہا کہ میں سب کچھ پاکر بھی اس سے محروم ہوں۔ کھیا نے اس کی بات سنی اور اس سے اس کی بات کو اپنی سمجھ سے باہر بتا کر مشورہ دیا کہ تم ایسا کرو اپنے گانو میں جو بوڑھے بابا رہتے ہیں ۔ان کے پاس جاؤ۔ بوڑھے بابا ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے جو کسی کے ساتھ بھی اور کیسی بھی ناانصافی کو برداشت نہیں کرتے تھے اور اس کو کسی بھی طریقے سے انصاف دلانے کی کوشش کرتے تھے سوائے

☆ برطانوی وزیر اعظم جارج ہیتھ ایک عام جلسے میں تقریر کر رہے تھے یکا یک پنڈال کے باہر ایک گدھے نے رینگنا شروع کر دیا۔ جارج نے تقریر جاری رکھی اس پر پیچھے سے آواز آئی "ایک وقت میں ایک جناب!"

حامد اعظم ایک ۱۰ یا ۱۰ ویشالی بہار

لڑائی جھگڑے کے گانو کا ہر ایک فرد اپنی مشکل کے حل نکالنے کے لیے ان سے صلاح و مشورہ لیتا تھا۔ نوشین ان کا اتا پتہ معلوم کرکے ان کے گھر جا پہنچی اور پھر نوشین نے ان سے ملاقات کرکے ان کو اپنی آپ بیتی سنائی۔ بابا نے کہا جیسا میں کہوں ویسا کرو تو وہ اسے مشورہ دیں گے۔ نوشین ایک نرم مزاج رکھنے والی معصوم لڑکی تھی۔ اس نے فوراً ہاں کر دی۔ انھوں نے کہا تم نیچے کی پوری فصل کاٹ دو۔ نوشین نے جلد ہی حکم کی تعمیل کی۔ جب عشرت نے کھیت میں کٹی ہوئی فصل پائی تو اس کے ہوش اڑ گئے اور وہ نوشین پر بہت غصہ ہوئی اور کہا کہ ابھی میں نے اپنی فصل کاٹی نہیں اور تم نے صفایا کر دیا۔ نوشین نے کہا نیچے کی فصل پر میرا حق ہے۔ میں جب چاہوں کاٹ سکتی ہوں۔ جب نوشین نے دو یا تین دن سے گائے کو چارہ نہیں ڈالا تو گائے نے دودھ بھی بند کر دیا۔ پھر عشرت نے اس سے غصہ ہو کر کہا کہ تم

[redacted]

☆باپ:۔ غم نہ کرو بیٹا تقدیر میں ہی لکھا تھا کہ تم امتحان میں فیل ہو جاؤ گے، سو وہ تم ہو گئے۔
بیٹا:۔ تب تو بہت اچھا ہوا۔ میں نے محنت نہیں کی اگر میں محنت کرتا تو ساری محنت بے کار جاتی۔
صابر شیخ رضوی۔ بازار لائن منگرول پیر

گائے کی دیکھ ریکھ کیوں نہیں کر رہی ہو۔ نوشین نے اس پر بھی اپنا حق بتایا۔ عشرت بھی نوشین کے ساتھ رات کو سردی میں سونے پر مجبور ہوگئی۔ کیونکہ نوشین نے سورج ڈوبنے کے وقت کمبل کو پانی میں گیلا کر دیا تھا۔ یہ سب ماجرا دیکھ کر عشرت کے ہوش ٹھکانے آگئے، اس نے اپنی بھولی بہن سے سمجھوتا کر لیا اور اپنے کیے پر شرمندہ ہو کر خدا سے اور بھولی نوشین سے معافی مانگی اور دونوں بہنیں ہنسی خوشی اپنے گاؤ میں رہنے لگیں۔

دیکھا بیا ہیو۔ کبھی کبھی ظلم بچوں کے ہاتھوں بھی مات کھاتا ہے۔ ہمیں کبھی کسی پر ظلم نہیں کرنا چاہیے اور خاص کر ان لوگوں پر جو آپ سے کم عمر ہوں۔
☆سیدہ ریشما سروش چھل پورہ منگرول پیر

حضرت خنساءؓ

اسلام کی لگن بھی عجیب لگن ہے۔ جب یہ کسی شخص کے دل میں اپنا گھر کر لیتی ہے تو اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ وہ شخص اسلام کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے زن، کیا زمین، کیا اولاد غرض کسی چیز کی پروا نہیں کرتا یہ باتیں صرف مردوں کی ذات تک کے لیے مخصوص نہیں تھیں بلکہ عورتیں بھی اس کام میں کافی جوش اور ولولہ سے حصہ لیتی تھیں اور اللہ کی راہ میں خوشی سے متاع حیات لٹا دیتی تھیں۔

ایسی ہی نیک دین کی عاشق ایک بی بی حضرت خنساؓ تھیں۔ جنھوں نے آنحضرتؐ کی دعوت اسلام پر بے چون وچرا لبیک کہا اور آستانہ رسالت پر حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئیں اور پھر تمام عمر اسلام کی خدمت کرتی رہیں۔ زمانہ جاہلیت میں وہ شاعرہ تھیں حسن وعشق و مرشید گوئی میں خاص مہارت رکھتی تھیں لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد وہ مجاہدین حق کو اپنی آتش بیانی سے جوش دلانے لگیں اور لوگوں کو شہادت کا ذمہ حاصل کرنے پر آمادہ کرتی تھیں۔

جنگ قادسیہ کے موقع پر جب حق وباطل کا زبردست معرکہ ہوا تو آپ اپنے چار بچوں کے ساتھ لڑائی میں شریک تھیں، آپ کو معلوم ہے کہ ایک

ماں کو اپنی اولاد سے انتہائی پیار ہوتا ہے، وہ ان کے لیے منت مانگتی ہے۔ ان کے آرام وراحت کے لیے دعائیں کرتی ہے۔ ان کو زندہ سلامت دیکھنے کے لیے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دیتی ہے مگر اس کی محبت اتنی شفقت اور ممتا کے باوجود نیک بیبیوں کے سامنے جب دین کی سر بلندی کا معاملہ آتا ہے تو وہ اپنے نونہالوں اور راج دلاروں کی پرواہی نہیں کرتی اور گھر کا، ہر ایک چراغ بجھا کر اسلام کی نمود سحر دیکھنے کے لیے بے تاب رہتی ہیں۔ قادسیہ میں ایسا ہی سخت معرکہ تھا۔ کفارؔ اسلام کے چراغ کو بجھانا چاہتے تھے۔ بڑا ہی سخت وقت تھا فوجیں ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ ڈالے تھیں۔ تلواریں چمک رہی تھیں کفار کا غضب وغیظ بڑھا ہوا تھا۔ عناد کی بھٹی سے شعلے اٹھ رہے تھے۔ لوگوں میں انتقام کی آگ جل رہی تھی۔ اس قیامت خیز عالم میں حضرت خنساءؓ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا " اے میرے بچو! تم نے برضا ورغبت ایمان قبول کیا اور کسی کے دباؤ کے بغیر ہجرت کی۔ خدا کی قسم جس طرح تمھاری ماں ایک ہے اسی طرح تمھارا باپ بھی ایک ہے کیونکہ تمھاری ماں نے نہ تو تمھارے باپ کے ساتھ کوئی خیانت کی، نہ حسب کو کوئی بٹہ لگایا۔

اور نہ تمھارے نسب کو غبار آلود کیا۔

یعنی (تم ایک شریف اور باعفت ماں کے بطن سے پیدا ہوئے ہو اس لیے تمھارے اعمال بھی شریفوں کے سے ارفع واعلا ہونے چاہیں۔) تمھیں معلوم ہے کہ اللہ نے کفار سے لڑنے کے عوض کس قدر ثواب عظیم رکھا ہے۔ تم اس بات کو خوب سمجھ لو اس فانی عالم سے عالم جاودانی ہزار درجہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ۔

اے ایمان لانے والو! ثابت قدم رہو اور ثابت قدمی سے ایک دوسرے کا مقابلہ کرو۔ حق کی راہ میں جتے رہو اور اللہ سے ڈرو۔ شاید تم فلاح پاؤ۔ یعنی تم اللہ کی راہ میں بے خوف وخطر جان دے دو۔۔ دشمن کا مقابلہ ثابت قدمی سے کرو اور اگر قربان ہو جاؤ تو سمجھو یہی تمھاری زندگی کی معراج ہے۔ ماں کی تقریر سے

☆ماں (بیٹے سے) "اٹھو جلدی کرو۔ زلزلہ آگیا ہے۔"
بیٹا۔ اماں! زلزلہ کیسے آسکتا ہے میں تو دروازہ بند کر کے سویا تھا۔

☆ایک طالب علم نے والد کو خط لکھا۔
جناب والد صاحب! ڈیڑھ ماہ سے آپ کی خیریت معلوم نہ ہو سکی۔ برائے مہربانی میرا خرچ روانہ کریں تاکہ آپ کی خیریت کی اطلاع مل سکے۔

☆ایک آدمی کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ اس لیے وہ زندگی سے بیزار ہو کر خودکشی کرنے لگا۔
جب وہ سمندر کے کنارے پہنچا تو اسے ایک آدمی نظر آیا جو بہت اچھل کود رہا تھا جبکہ اس کے دونوں ہاتھ بھی کٹے ہوئے تھے۔
اس آدمی نے پوچھا۔ "تمھارے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں تم پھر بھی اتنے خوش ہو۔"
دوسرے آدمی نے جواب دیا۔ "میں خوش تھوڑی ہوں۔ میری تو پیٹھ میں کھجلی ہو رہی ہے۔"

متاثر ہو کر چاروں بچوں نے شہادت اور حق کے لیے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا یعنی شہید ہو گئے۔ جب حضرت خنساءؓ نے اپنے لڑکوں کا شجاعت کے ساتھ جام شہادت پینے کا مژدہ سنا تو خدا کا شکر ادا کیا۔ گویا ایک قرض تھا جو ادا ہو گیا۔

☆ فہیم النساء فاروقی۔ جواہر کالونی۔ پربھنی

ہاتھی کا دانت اس کا ہاتھ ہوتا ہے

ہاتھی کا ایک دانت لمبا اور نوکیلا ہوتا ہے کہ وہ اسے ہاتھ کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ وہ اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ اس سے درختوں کی چھال اکھاڑتے ہیں اور شاخوں کو توڑتے ہیں تاکہ اپنی بھوک مٹا سکیں۔

اب تک ہاتھی دانتوں کا جو جوڑا پایا گیا ہے وہ افریقہ (برِاعظم) کے ایک چھوٹے سے ملک زائر سے ملا ہے جسے "برانکس پارک" نیویارک میں رکھا گیا ہے۔ دائیں دانت کی لمبائی تین سو چالیس سینٹی میٹر ہے اور بائیں دانت کی لمبائی تین سو پینتیس سینٹی میٹر ہے۔

دنیا کے سب سے وزنی ہاتھی دانت کا وزن ۲۰۵ کلو ہے جو برٹش میوزیم لندن میں ہے۔

کمسن خلابازوں کی تربیت گاہ

امریکہ کے ایک شہر "الباما" میں بچوں کو خلائی تربیت دینے کے لیے ایک ادارہ قائم ہوا ہے۔ جہاں انھیں راکٹ اڑانے کی چاند کی سطح کا مشاہدہ کرنے کی اور ہر وہ کام کرنے کی تربیت دی جاتی ہے، مشق کرائی جاتی ہے جو خلا میں کیے جا سکتے ہیں۔ اس دوران ماحول ایسا رکھا جاتا ہے کہ تمام چیزیں حقیقی انداز میں لگتی ہیں اور بچے خود کو خلا میں محسوس کرتے ہیں۔

ہر بچے کو اصلی خلانوردوں جیسا سوٹ پہننے کو دیا جاتا ہے جس پر عقاب بنا ہوتا ہے۔ (جو اونچی پرواز کے لیے جانا جاتا ہے اس لیے انھوں نے اپنا نشان عقاب منتخب کیا ہے) لیکن اس کورس کی فیس بہت زیادہ ہے۔

انوکھا شہر جسے نمک سے بنایا گیا تھا!

آپ نے کسی ایسے شہر کا تصور کیا ہے جو نمک سے بنا ہوا ہو؟ اگر نہیں تو اب آپ ایسے شہر کا تصور کر سکتے ہیں ایسا شہر مغربی صحارا میں پایا جاتا تھا۔

مغربی صحارا میں اس شاہراہ پر جو مالی میں ٹمبکٹو سے ہوتی ہوئی مراکش تک جاتی تھی۔ ایک زمانہ میں قدیم شہر THEGAZI واقع تھا۔ یہ شہر نمک کہلاتا تھا۔

اسے مکمل طور سے نمک کی سلوں اور چٹانوں سے بنایا گیا تھا۔ یہاں نمک کی کانوں میں کام کرنے والوں (غلاموں) کے مکانات نمک سے بنائے گئے تھے۔ حتیٰ کہ یہاں موجود ایک عظیم الشان مسجد بھی نمک سے بنائی گئی تھا۔ ۱۳۵۲ میں ابن بطوطہ نے اس شہر کا دورہ کیا تھا۔

ایم شاہین انصاری ۱۶۱ ۳۱ محمد علی روڈ مالیگاؤں

میری پسندیدہ شخصیت "میری ماں"

ماں تین حرفوں کا مجموعہ ہے۔ اسے بولتے ہوئے دل ودماغ کو سکون محسوس ہوتا ہے۔ یہ تین حرفوں کا مجموعہ ہمارے لیے اللہ کا بیش قیمت تحفہ ہے۔ جو اگر کھو جائے تو دوبارہ نہیں ملتا۔ ماں اُس پھول کی مانند ہے جو سارے گلشن کو مہکاتا ہے۔ ماں اپنی اولاد کو سدا اپنے آنچل کے سایے میں رکھتی ہے۔ اسے کبھی اپنے آپ سے جدا ہونے نہیں دیتی۔ اسے ہمیشہ اپنے سینے سے لگائے رکھتی ہے۔

ماں چاہے انسان کی ہو چاہے جانور کی ہو۔ ماں کا پیار کبھی اپنے بچوں پر کم نہیں ہوتا۔ جس کی جیتی جاگتی مثال مرغی ہے جو چیل کو آتا دیکھ کر بچوں کو اپنے پروں میں چھپاتی ہے۔ اور بندریا جو کہ اپنے بچے کو اپنے سینے سے لگائے ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگاتی ہے۔ ایک مرتبہ میں بخار میں مبتلا تھی تبھی میری ماں رات بھر میری خدمت کرتی رہیں میرے لیے

☆ایک آدمی کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ وہ دوڑا دوڑا نل کے قریب پہنچا تو پیچھے سے آواز آئی۔

"ذرا ٹھہریے، میں اپنا سگریٹ سلگالوں"

☆مالک نے ملازم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "تجارت کی کامیابی اور ترقی کے لیے دیانت اور عقل مندی بہت ضروری ہے۔ دیانت داری کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی سے کوئی وعدہ کرو تو پھر اسے ہر قیمت پر پورا کرو۔ چاہے اس میں نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔"

نوکر۔ اور عقل مندی کا کیا مطلب ہے؟

مالک۔ "کسی سے ایسا وعدہ ہی نہ کرو۔"

رشتے

☆رشتے اپنائیت کے ہوں یا خلوص کے اتنے ہی نازک ہوتے ہیں جتنے آبگینے۔ ذرا سی ٹھیس لگی ٹوٹ گئے۔ بدگمانی نے سر ابھارا تو چکنا چور ہوگئے۔ پھر ان پر فخر کیسا؟ اعتماد کیسا؟

شکایت

☆اوروں کا حال معلوم نہیں، لیکن اپنا تو یہ نقشا رہا کہ کھیلنے کھانے کے دن پانی پت کی لڑائیوں کے سن یاد کرنے، اور جوانی دیوانی نپولین کی جنگوں کی تاریخیں رٹنے میں کٹی۔ اس کا قلق تمام عمر رہے گا۔

خدا نے زمین پر جنت الفردوس کا عیش عطا فرمایا۔ خدا سبھی کو یہ عیش عطا فرمائے۔ آمین۔

میری ماں کوئی معمولی ماں نہیں ہے۔ جب میں اسکول جانے کے لیے صبح ۷ بجے اُٹھتی ہوں تبھی اس سے کئی گھنٹے پہلے میری ماں اُٹھ جاتی ہے۔ پھر میرے لیے ناشتہ تیار کر کے ڈبے میں رکھ دیتی ہے۔ جب میں چلی جاتی ہوں تو بھائی اور ابا کے لیے ڈبہ تیار کر کے دیتی ہے۔ پھر ۱۱ بجے خود تیار ہو کر میری ماں ہاں، وہی تین حرفوں والی ماں اسکول جاتی ہے۔ کیونکہ وہ خود پرنسپل ہیں۔ وہ میری ماں نہیں بلکہ سارے مدرسے کے بچوں کی ماں ہے۔ کسی نے سچ کہا کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

مجھے خدا کا یہ تین حرفوں والا تحفہ بہت پسند ہے۔ میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی ہوں۔

دیشمکھ فرزین سیوڑی ممبئی

آیت الکرسی

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور پاکؐ نے فرمایا جو شخص ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھتا ہے وہ جنت میں جائے گا اور اسے جنت میں جانے کے لیے کوئی نہیں روک سکتا صرف موت ہی روکے ہوئے ہے۔

محمد حسان رحمانی کسیلا مدن پور اارریہ بہار

وفا کا پیکر

پروانوں سے سیکھے کوئی آداب محبت
جل جاتے ہیں پر شمع کو رسوا نہیں کرتے

ہیڈ ماسٹر صاحب آئے اور یہ شعر پڑھا، اس کے بعد کچھ دیر تک ایران توران کی گپ شپ ہوئی اور پھر صاحب جانے لگے۔ میں انھیں بہت چاہتا ہوں اس لیے انھیں رکنے پر اصرار کرنے لگا۔ وہ رک گئے۔ پھر بولے، "میں سفر میں تھکا ہوا ہوں اس لیے تھکان کا غلبہ ہے۔" اس جملے کے بعد میں نے ضد چھوڑ دی اور ہم دونوں الگ الگ ہو ہی رہے تھے کہ میری نیند ٹوٹ گئی اور

خواب ادھورا رہ گیا۔

میں خواب کو یاد کرتا ہوا تاروں کو تکتا رہ گیا۔ بار بار ہیڈ ماسٹر صاحب کی موہنی صورت سامنے آنے لگی۔ ان کے سرمئی ہونٹوں سے یہ شعر بڑا پیارا لگ رہا تھا۔ میں نے چاہا وہ خواب کا تسلسل پھر جڑ جائے مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ ساری رات گزر گئی۔ آج اتوار کا دن ہے ان سے میری ملاقات بھی بہت مشکل ہے اس لیے کہ وہ اپنے بھائی کے کام سے کہیں باہر گئے ہیں اب تو پیر کو ہی ملاقات ممکن ہو سکتی ہے۔ اب بھی میری آنکھوں میں ان کا مسکراتا ہوا پیارا چہرہ ہے۔ جی نہیں چاہتا کہ آنکھیں بند کروں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب دل کے بڑے صاف ہیں صورت اور سیرت کے دھنی ہیں۔ سانولا رنگ، موٹی آنکھیں، کھڑی اور پتلی ناک نازک دل نشیں ہونٹ۔ سرمئی رنگ کے، مناسب قد، چھریرہ بدن، موتیوں جیسے دانت، اور ہر عضو سے ٹکاتی ہوئی مونچھ، کیا کہنے ایسا جمال کہ بس خدا نظر بد سے بچائے رکھے میرے ہیڈ ماسٹر صاحب کو۔ میری بڑی تمنا تھی کہ صاحب اور ان کی اہلیہ میرے گھر آئیں۔ رمضان کی عید کے بعد ہمارے اسکول "الحاج سلیم ذکریا اردو پرائمری اسکول پاتور ضلع آکولہ" میں بچوں کے تعلیمی مقابلے ہو رہے تھے میں نے اس دن اپنے محسن سر اور ان کی اہلیہ کو مدعو کیا، وہ لوگ آئے۔ مرے دل میں پھلواریاں ہو رہی تھیں کہ میرے غریب خانے میں یہ جنت کا جوڑا آرہا ہے۔ اسکول سے نکل کر میں سر کے ساتھ ہولیا۔ آگے میں اور میرے بھائی سر اور پیچھے بھابی اور ان کا بھانجا۔ میں ان کے بھانجے کو بھی بہت چاہتا ہوں اس لیے کہ وہ ہو بہو صاحب کی طرح ہے

مکھی کا جواب

ایک چیونٹی نے ایک شہد کی مکھی سے کہا: "تم کتنی خوش قسمت ہو! تمھیں خوبصورتی بھی ملی ہے اور استقلال بھی، تم صرف ادھر ادھر دوڑ ہی نہیں سکتی بلکہ اڑ بھی سکتی ہو اور دنیا بھر میں تمھاری خوراک سب سے زیادہ شیریں ہے۔ تمھارے لیے گھر بھی اچھا ہوتا ہے۔ تمھارا جمع شدہ شہد ایک عظیم نعمت گردانا جاتا ہے۔ تم بہت عظیم ہو، مگر میری حیثیت تمھارے سامنے کچھ بھی نہیں، تم جسے یہ کہہ کر پھینک دیتی ہو کہ کافی میٹھا نہیں میں اسے پا کر خوش ہوتی ہوں، میں کم تر بھی جاتی ہوں، ایسا کیوں ہے؟"

شہد کی مکھی نے جواب دیا "یہ سچ ہے، مگر مجھ پر رشک نہ کرو۔ بے شک ہم تم سے کئی باتوں میں اچھے ہیں، مگر ہم شہد دوسروں کے لیے اکٹھا کرتے ہیں۔ جبکہ تم صرف اپنے لیے خوراک اکٹھی کرتی ہو۔"

صحت

☆صحت خدا کی عظیم نعمت بھی ہے اور عظیم امانت بھی۔ صحت کی قدر کیجیے اور اس کی حفاظت میں کبھی بے پروائی نہ برتیے۔ ایک بار جب صحت بگڑ جاتی ہے تو بڑی مشکل سے بنتی ہے۔ جس طرح حقیر دیمک بڑے بڑے کتب خانوں کو چاٹ کر تباہ کر دیتی ہے، اسی طرح صحت کے معاملے میں معمولی سی غفلت اور حقیر بیماری صحت کو تباہ کر ڈالتی ہے۔ صحت کے تقاضوں سے غفلت برتنا اور اس کی حفاظت میں کوتاہی کرنا بے حسی بھی ہے اور خدا کی ناشکری بھی

صورت میں۔ گھر میں آئے اور میں نے ان تینوں کو کمرے میں داخل کیا اور خود صحن میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ چھوٹی بہن انھیں البم دے آئی ان لوگوں نے تصاویر دیکھیں اور اچانک سر نے مجھے جھانک کر بلا یا۔ میں بھابی جان کے سامنے جانے کے لیے شرمایا اس لیے کہ پردہ کا لحاظ ذہن نشین تھا۔ پر بھیا کے پُرزور اصرار پر میں اندر کی طرف چلا اور نظریں جھکائے عارف بھائی کے پاس بیٹھ گیا بھابی جان کو دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ سر بڑے بھلے ہیں۔ وہ مجھ سے یونہی کچھ بولے اور میں نے جواب دیا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ بھابی کو دیکھ لے ورنہ پھر نہ

جانے کب موقع آئے۔ بھابی کو دیکھنے کے لیے نظر اٹھائی اور ڈر کر سر جھکا لیا۔ پتہ نہیں ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹی بہن شیر خرما لے آئی اور میں نے اس بہانے ہمت جٹا کر بھابی کو ایک نظر دیکھ ہی لیا اور فوراً آنکھیں جھکا لیں۔ سبحان اللہ دل میں کہا۔ میرے سر کی بڑی پیاری جوڑی ہے۔ میں بھابی کی تعریف تو نہیں کر سکتا لیکن اتنا کہہ سکتا ہوں کہ بھابی بہت اچھی ہیں۔ صرف دو بار دیکھا تھا آج شکل ذہن میں نہیں۔ شیر خرمے کے بعد نمکین ہوا۔ امی جان اندر آئیں کچھ باتیں ہوئیں باتوں باتوں میں امی نے سوال کر لیا شادی کو کتنے دن ہوئے! صاحب بولے چھے سال۔

پر اولاد نہیں !!! میرے دل پر پھر مایوسیوں کے بادل چھا گئے۔ اس لیے جب بھی میں یہ سنتا ہوں کہ صاحب کے اولاد نہیں تو انھیں غمگین محسوس کرتا ہوں۔ صاحب تو ہمارے بیچ ہنس بول کر وقت کاٹ لیتے ہیں، پر بھابی کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ پھر وہ چلے گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ ایک مرتبہ میں نے صاحب سے کہا تھا کہ آپ دوسری شادی کر لیں۔ تو وہ سنجیدہ ہو کر بولے " جب تک میری بیوی زندہ ہے میں ایسا

کبھی نہیں کروں گا" اور یہ شعر پڑھا۔

پروانوں سے سیکھے کوئی آداب محبت
جل جاتے ہیں پر شمع کو رسوا نہیں کرتے

پیام تعلیم کے سبھی قارئین سے التجا ہے کہ میرے وفا کے پیکر ہیڈ ماسٹر صاحب کے لیے دعا دیں

واقعی میرے سر کا دل سمندر کی طرح وسیع ہے جس میں اولاد کے اس غم کو برداشت کرنے کی ہمت تو ہے مگر۔ اپنی اہلیہ پر سوتن لانے کی بے وفائی نہیں ہے۔ ہاں! یہی ہے میرا وفا کا پیکر جو جل جانا جانتا ہے مگر شمع کو رُسوا کرنا نہیں جانتا۔ پیام تعلیم پڑھنے والے سبھی بچوں سے گذارش ہے کہ وہ، مجھ انجان کی اس والہانہ گذارش کو قبول کریں سر صاحب نو عمر ہے۔ شادی ۲۰ سال میں تقریباً ہو گئی تھی۔ ان کی اسی حالت پر دل چور چور ہو جاتا ہے کہ ۲۶۔۲۷ سال کا جوان۔ اس خطرناک دور میں اتنے اونچے خیالوں کا مالک ہے۔ وہ ہمیشہ مجھ سے کہتے ہیں۔ اقرار صاحب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اس لیے میں نے وہ مضمون پیام تعلیم کے لیے چنا ہے کہ ہزاروں لاکھوں معصوم دل اس کا مطالعہ کرتے ہیں پتہ نہیں خدا کس دل کی فریاد سُن لے۔

عظمت

☆انسان کو عظمت صرف ایک چیز کی بہ دولت حاصل ہو سکتی ہے اور وہ ہے محنت۔ محنت میں ہمیشہ عظمت ہے۔اگر کوئی شخص انتہائی محنت کرے اور اس دنیا میں ایک بہترین اور اعلا مقام حاصل کرے تو یہ اس کی عظمت ہوگی یعنی اس نے عظمت کی معراج کو پالیا۔ سخت جدوجہد اور محنت کے بعد ہی کوئی چیز حاصل ہوتی ہے۔ یہی اس دنیا کا اصول ہے اور اس اصول پر عمل کیے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

☆ اقرار حسین آزاد قلعہ چوک پاتور آکولہ

نیم پاگل

راجو بارہ سال کا تھا تو وہ بکریاں چرانے جنگل میں جایا کرتا اور وہاں اپنے دوستوں کے ساتھ طرح طرح کے کھیل کھیلتا تھا۔ ایک دن راجو درخت پر چڑھا تو اس کا پیر پھسل گیا اور وہ دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ اس کا سر پتھر سے جا ٹکرایا جس کی وجہ سے اس کے سر میں شدید چوٹ آئی اور علاج ہوتا رہا۔ زخم اچھا ہو گیا مگر وہ نیم پاگل ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے صلاح دی کہ اس کا کوئی علاج نہیں

خطرناک مہم

خطرناک مہم پر بھیجنے سے پہلے میرا معائنہ کیا گیا۔ آیا میں جسمانی طور پر مہم پر جانے کے قابل ہوں بھی یا نہیں۔ ایک درجن ڈاکٹروں نے میرے جسم کے سارے اعضا کو خوب اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھا، لیکن ان ایک درجن ڈاکٹروں میں سے کسی ایک کو بھی میرا دل نہیں مل سکا۔ وجہ یہ تھی کہ خطرناک مہم کا نام سنتے ہی میرا دل سینے سے اچھل کر حلق میں آگیا تھا۔

ہے۔ اگر راجو کے سر میں دوبارہ چوٹ آئے تو شاید اس کی یادداشت لوٹ آئے گی اور وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اب راجو نیم پاگل ہو گیا ہے کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ دن بھر پاگلوں کی طرح اکیلے جنگل میں گھومتا رہتا ہے۔ سارا گانو جانتا ہے کہ راجو پاگل ہو گیا ہے۔ آس پاس کے گانو کے لوگ بھی جان گئے ہیں کہ راجو پاگل ہے اس لیے کوئی اس کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ ایک دن راجو جنگل میں گھوم رہا تھا کہ اس کا پیر پھسل گیا وہ گر پڑا اور پتھر سے جا ٹکرایا اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کی یادداشت لوٹ آئی تھی۔ اس کے سر میں دوبارہ چوٹ لگنے سے اس کا دماغی توازن ٹھیک ہو گیا تھا۔ وہ بہت خوش ہوا۔ وہ یہ بات سب کو بتانا چاہتا تھا اس لیے خوشی خوشی گانو کی طرف بڑھنے لگا۔ تبھی اس نے جنگل کے راستے میں کچھ ڈاکوؤں کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا وہ سمجھ گیا کہ یہ لوگ چور ہیں اور گانو میں ڈاکہ ڈالنے کی سوچ رہے ہیں۔ اس نے عقل سے کام لیا اور پاگلوں کی طرح حرکت کرتے ہوئے ان کے پاس جا بیٹھا اور ان کی باتیں سننے لگا۔ چور بھی جانتے تھے کہ راجو پاگل ہے اس لیے اُس کی طرف انھوں نے دھیان نہیں دیا وہ اپنی باتوں میں لگے رہے۔ وہ لوگ گانو کے مکھیا کے گھر میں نقب لگا کر ڈاکہ ڈالنے کی بات کر رہے تھے۔ راجو نے ان کی ساری باتیں سنیں اور پھر پاگلوں کی طرح حرکت کرتے ہوئے وہاں سے گانو کی طرف چل پڑا۔ گانو پہنچ کر اس نے ساری بات مکھیا کو بتا دی۔ مکھیا نے پہلے سے ہی پولس بلوا کر پہرا لگوا دیا۔ جب رات کو چوروں کی ٹولی آئی تو پکڑی گئی۔ گانو کے سبھی لوگوں نے راجو کی عقلمندی کی تعریف کی۔ مکھیا نے بھی اس کی تعریف کرتے ہوئے اسے شاباشی دی۔ پولس کی طرف سے اسے انعام دیا گیا کیوں کہ اس نے چوروں کی ایک بہت بڑی ٹولی پکڑنے میں پولس کی مدد کی تھی۔

☆وارث علی، برکت علی نگر، وڈالا، ممبئی

انصاف

"حضور والا میں انصاف کے حصول کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ خدا کے لیے مجھ سے انصاف فرمائیے" فریادی روتے ہوئے بولا۔

" تم اپنا بیان پیش کرو اور اطمینان رکھو کہ تمھارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔"

" عالم پناہ! مجھے عظیم علی کہا جاتا ہے۔ کل میں اپنے بھائی کے ساتھ شکار کھیل رہا تھا کہ آپ کی سرحد کی طرف سے تیر آیا اور بھائی کو لگا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ میں نے یہ مقدمہ امیر قاسم حاکم شہر کی خدمت میں پیش کیا تھا مگر انھوں نے کہا چونکہ تیر آپ کی سلطنت کے علاقے سے آیا تھا اس لیے آپ سے انصاف طلب کروں۔ فریادی نے کہا۔

" ہمیں سخت افسوس ہے کہ تمھارا بھائی ہلاک ہوا لیکن جب تک قاتل کا سراغ نہیں ملتا تمھیں اس وقت تک انتظار کرنا ہوگا بادشاہ نے کہا۔

" حضور قاتل کی نشاندہی کے لیے میرے پاس اس کا تیر موجود ہے" فریادی نے کہا اور تیر نکال کر پیش کردیا مگر یہ کیا ---؟ یہ تو شاہی تیر تھا سب لوگ حیران رہ گئے بادشاہ بھی کچھ لمحات کے لیے سناٹے میں آگیا مگر پھر بولا۔

"ہمیں یاد ہوگیا ہے کہ کل ہم اپنی سرحد کے پاس شکار کھیل رہے تھے اور یہ افسوسناک اتفاق ہے کہ ہمارا تیر آپ کے بھائی کو لگا لیکن تم فکر نہ کرو تمھارے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ انصاف کی نظر میں بادشاہ و رعایا برابر ہیں۔ امیر الامراء آپ اس معاملے میں میں ہماری مدد کریں۔

" شاہ معظم ------ یہ غلطی غیر ارادی طور پر سرزد ہوئی ہے اس میں آپ کی کوئی خطا نہیں" امیر الامراء نے باادب ہو کر جواب دیا۔

" نہیں امیر الامراء قتل قتل ہے۔ ہم مجرم ثابت ہو چکے ہیں ہمیں

جوانی

☆جوانی بہت قیمتی چیز ہے۔ جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو جوانی کو ترستا ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے شہنشاہ جہانگیر اور اس کی بیگم ملکہ نور جہاں سیر کو جا رہے تھے کہ راستے میں ان کو ایک شخص نظر آیا جو بوڑھا تھا اور بوڑھا ہونے کی وجہ سے اس کی کمر ٹیڑھی تھی۔ اس کا سر زمین کی طرف جھکا ہوا تھا' جیسے وہ کوئی چیز ڈھونڈ رہا ہو۔ جہانگیر نے نور جہاں سے پوچھا کہ یہ بوڑھا کیا ڈھونڈ رہا ہے؟ تو نور جہاں نے جواب دیا کہ یہ اپنی کھوئی ہوئی جوانی کو ڈھونڈ رہا ہے۔

تین چوہے

☆ایک جرمن شہزادے نے خواب میں تین چوہے دیکھے۔ ایک موٹا ' ایک دبلا اور ایک اندھا چوہا۔ اس نے ایک تجربے کار شخص سے اپنے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو اس نے کہا۔ "موٹا چوہا تمھارا وزیر ہے ' دبلا چوہا تمھاری رعایا اور اندھے چوہے تم خود ہو۔"

عالم کی عمر

☆کسی شخص نے ایک بڑے تاریخ داں سے دریافت کیا' "آپ کی عمر کتنی ہے؟" اس تاریخ داں نے کہا "یہی کوئی سات آٹھ ہزار سال کی۔"

آدمی نے کہا' "صورت سے تو آپ چالیس برس کے معلوم ہوتے ہیں۔" تاریخ داں نے جواب دیا "بالکل صحیح ہے' لیکن علم نے میری عمر کو اتنا بڑھا دیا ہے کہ آج سے سات آٹھ ہزار سال پہلے کی باتیں مجھے ایسی معلوم ہوتیں 'گویا میرے سامنے ہوئی ہوں۔"

سزا ضرور ملنی چاہیے ۔یہ قانون اور انصاف کا تقاضا ہے ۔ آپ ہمیں بے انصافی کی ترغیب دے رہے ہیں تاکہ کل تاریخ میں ہمیں بے انصاف بادشاہ کے لقب سے یاد کیا جائے ۔ نہیں ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے ۔" بادشاہ گرج کر بولا اور تخت سے اٹھ کر فریادی کے پاس آیا۔ اپنا تاج اتار کر فریادی کے سر پر رکھا اور اسے تخت پر بٹھا کر خود مجرموں کی طرح کھڑا ہو گیا اور بولا " اب تم جو فیصلہ کرو گے مجھے منظور ہے " فریادی ایہ دیکھ کی حیران رہ گیا۔ فوراً تخت سے اترا اور بولا " آپ عظیم ہیں اور آپ کا انصاف بے مثال ہے۔ میں نے آپ کو صدق دل سے معاف کیا" بادشاہ یہ سن کر دوبارہ تخت پر بیٹھا اور فریادی کو فخر الملک کا خطاب دے کر وزیر دربار کا عہدہ عطا کیا۔

☆زبیر احمد افضال احمد۔ اجتماع نگر۔ مالیگاؤں

ٹمیلپو (Tabiuc) کیا ہے ؟

ڈائنا سور کے ڈھانچے جنوبی افریقہ یوروپ اور قدیم ایشیا میں ملے ہیں ۔ بھارت میں بھی ڈائنا سور کے پانچ مختلف قسم کے ڈھانچے ملے ہیں ۔ ان میں ۱۴ کروڑ سال پرانا ڈائنا سور ، بھارت کی گوداوری گھاٹی میں ملا ہے جو کلکتہ میں بیر کپور روڈ پر واقع میوزیم میں رکھا ہو ہے ۔ یوم جمہوریہ کے موقع پر جن تین ڈائنا سرو کی نمایش کی گئی تھی ۔ ان کے نام بیرا پاسورس ٹیگوری، لڑاکی سرناپ، ٹیرانوڈان ہیں۔ ان کی جسمانی ساخت اور خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(۱) بیراپاسورس ٹیگوری Bairapasorous Tagon

لمبائی ---لگ بھگ ۱۸ میٹر
ڈھانچہ ---کوتاہ اور گودلو رعاگر سائی سے
غذا ---سبزی خور
کل وزن --۴۵ سے ۶۵ ٹن
(۲) ٹرائی سر ساٹاپ (Tnsirctop)
لمبائی ---۶ء۳ میٹر
اونچائی ---۸۵ء۲ میٹر
چوڑائی ---۲ میٹر
غذا ---سبزی خور
کل وزن ---لگ بھگ ۱۳ ٹن
☆ محمد فاروق برہانپوری بیاول

ایمان

حضرت حسن بصریؒ کے ساتھ ایک مرتبہ ایک عجیب معاملہ پیش آیا کہ شمعون نامی ایک شخص آپ کا پڑوسی تھا۔ آتش پرستی کرتے کرتے اس کو ستر سال گزر گئے تھے۔ حسن بصریؒ کو خبر ملی کہ وہ مرض الوفات میں مبتلا ہیں۔ آپ تشریف لے گئے اور دیکھا کہ اس کا جسم آگ کے دھوئیں سے سیاہ پڑ گیا ہے آپ نے فرمایا اے شمعون ساری عمر آتش پرستی میں گزار دی کہ سارا جسم بھی کالا پڑ گیا اب تو ایمان لے آ اللہ تیرے تمام گناہوں کو معاف کر کے آخرت کی ایسی زندگی عطا کر دے جو تیرے تصور میں بھی نہ ہو شمعون کہنے لگا۔ اے حسنؒ مجھے اسلام قبول کرنے سے تین چیزیں مانع ہوئی ہیں، حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ وہ کیا کہنے لگا کہ جب تم لوگوں کے عقائد میں دنیا کی محبت بُری شے ہے تو پھر تم اس کی جستجو و تلاش کے لیے کیوں مارے مارے پھرتے ہو۔ یہاں تک کہ جھوٹ اور چوری سے بھی گریز نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ موت یقینی ہے کہ وہ آئے گی پھر بھی اس کا سامان نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ تم اپنے قول کے مطابق جلوۂ خداوندی کے دیدار کو بہت عمدہ شے تصور کرتے ہو تو پھر دنیا میں خدا کے منشا کے خلاف کام کیوں کرتے ہو۔ جواب میں حسن بصریؒ نے فرمایا یہ تو مسلمانوں کے افعال و کردار ہیں۔ ان سے مذہب کی سچائی کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ ساری عمر آگ کو پوجتے رہے اس

ادیب

☆ مشہور ناول نگار ولیم ہاولز کی بیوی نے گھریلو کام کاج کے لیے ایک لڑکی کو ملازم رکھا۔ کچھ ہفتے گزر گئے۔ لڑکی نے ناول نگار کو ہمیشہ گھر میں رہتے دیکھا' تو اسے اس کے بارے میں غلط فہمی ہو گئی کہ وہ بے روزگار ہے۔ ایک روز اس نے مسز ہاولز سے سرگوشی کے انداز میں کہا" آپ لوگ مجھے چار ڈالر فی ہفتہ ادا کرتے ہیں' لیکن جب تک مسز ہاولز کو کوئی روزگار نہیں ملتا' میں تین ڈالر فی ہفتہ قبول کرنے پر تیار ہوں۔"

☆ایک پروفیسر صاحب ایک حجام کے پاس پہنچے اور پوچھا "کیا پچھلی مرتبہ تم نے ہی میرے بال بنائے تھے؟" حجام نے پروفیسر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "نہیں جناب، مجھے یہاں آئے ہوئے صرف دو سال ہی ہوئے ہیں۔"

طرح وقت کو ضائع کر کے تمھیں اس کے صلہ میں کیا ملا مومن تو چاہے کچھ بھی ہو کم از کم اللہ کے ایک ہونے کو تو دل سے تسلیم کرتا ہے مگر تو نے ستر سال آگ کو پوجا ہے۔ اگر ہم دونوں آگ میں ہاتھ ڈالدیں تو وہ ہم دونوں کو برابر جلائے گی۔ کیا تو اس کا پجاری ہے اس کا لحاظ کرے گی؟ اس کے بالمقابل میرے مولا میں وہ طاقت ہے کہ اگر وہ چاہے تو آگ مجھ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ حسن بصریؒ نے یہ فرما کر اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دیا اور کوئی اثر آپ کے ہاتھوں میں نہ ہوا۔ شمعون اس کیفیت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

☆محمد بدیع الملک: میناری جو کی ہاٹ اررہ

بادشاہ کا عدل اور مساوات

حضرت عمرؓ کی نگاہ میں عدل وانصاف حدود خلافت کے چپے چپے اور محل اور جھونپڑی میں یکساں پہنچاتا تھا۔ آپ کی کی نگاہ میں گورنر و گمنام شہری اور شاہ و گدا، اپنا و بیگانہ، ادنا و اعلا سب برابر تھے۔ حاکموں کو ہمیشہ تاکیدی احکام بھیجتے رہتے تھے کہ وہ اپنے اور عام رعایا کے درمیان کوئی امتیاز نہ پیدا کریں۔ ایک دفعہ کچھ لوگ مشہور صحابی حضرت ابی بن کعبؓ سے ملنے گئے، جب وہ اٹھے تو لوگ تعظیماً ان کے ساتھ ہو گئے۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت عمرؓ نکل آئے، یہ امتیازی شان دیکھ کر ابیؓ کو کوڑا لگایا تو وہ حیرت میں پڑ گئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اس قسم کی تعظیم حاکم کے لیے فتنہ اور ماتحت کے لیے ذلت ہے۔

ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہے تھے کہ کان میں آواز آئی۔ مصر کے عامل عیاض تو باریک کرتا پہنتے اور دروازے پر دربان رکھتے ہیں۔ آپ فوراً لوٹ آئے۔ ابن مسلمہ کو حکم دیا کہ مصر پہنچو اور عیاض کو جس حالت میں وہ ہو اپنے ساتھ مدینے لے آؤ۔ وہ پہنچے تو انھوں نے دروازے پر ملازم کو موجود پایا۔ عیاض بھی باریک کرتا جو عام طور پر لوگوں کو میسر نہ تھا، پہنے ہوئے تھے۔ ان کی پیشی ہوئی تو آپ نے ان کا کرتا اتروا کر سب کے سامنے کمبل کی قمیص پہنائی۔ اس کے بعد بکریوں کا ریوڑ منگا کر حکم دیا کہ صحرا میں لے جاؤ اور شام تک روزانہ چراؤ۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے کوفہ شہر میں جو چھاؤنی سے متعلق تھا۔ رہنے کے لیے مکان بنوایا۔ جس کا پٹا ہوا دہرا دروازہ تھا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو کہا ایسے دروازے سے تو اہل حاجت کی

آواز پہنچنے میں رکاوٹ ہوگی۔ حکم دیا کہ دروازے کو آگ لگا دو۔ آپ نے غلاموں کو ان کے آقاؤں کے برابر کر دیا۔ ان کے ساتھ کسی قسم کا فرق و امتیاز روا نہیں رکھتے تھے۔ اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے تھے۔ اور حاضرین کو یہ سنا کر فرماتے خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں عار ہے۔ غلاموں کے وظائف ان کے آقاؤں کے برابر مقرر کیے۔ اس قسم کے بہت سے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں۔ لہٰذا پیارے بھائیوں سے یہ اپیل ہے کہ آپ بھی ایک عادل انسان بن کر نام روشن کیجیے اور ان واقعات سے سبق حاصل کیجیے۔

☆معراج احمد 'عربی یونی ورسٹی' مبارک پور

بجلی کی کہانی

انسانی ذہن کی ایجادات بلب' ٹیلی فون' ٹیلی ویژن' پنکھا' ریڈیو اور بہت سی دوسری چیزیں ہیں لیکن ساتھیو! کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ ان کو چلانے والی چیز کیا ہے؟ جی ہاں یہ بجلی ہے جس کے بغیر ہمارے ہزاروں کام ادھورے رہ جاتے ہیں۔

بجلی کا نام آج سے سو سال پہلے تک کوئی نہیں جانتا تھا لیکن یہ آج ہر گھر کی ضرورت بن چکی ہے۔ بجلی کوئی مادی شے نہیں بلکہ یہ حرارت کی طرح قوت یا اثر کا نام ہے۔ اس کا نام ایک یونانی لفظ سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی "عنبر" کے ہیں۔

یوم عاشورہ کا روزہ

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش یوم عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی اس دن کے روزے کا حکم دیا تھا لیکن جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص چاہے یوم عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

(بخاری شریف)

یونانیوں کو معلوم تھا کہ "عنبر" کو رگڑا جائے تو ہلکی چیزیں مثلاً تنکے اور بھوسا اس کی طرف کھنچنے لگتے ہیں۔

آہستہ آہستہ سائنس دانوں نے مزید مشاہدات و تجربات کیے تو بجلی کے متعلق علم میں اضافہ ہوا۔ گذشتہ سو سال کے دوران میں یہ معلوم ہوا کہ وہ تمام اشیاء جنھیں ہم ٹھوس جانتے ہیں' دراصل ٹھوس نہیں ہیں۔ انھیں ایسے چھوٹے چھوٹے ذرات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جن کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ صرف مثبت اور منفی بجلی کے طریقے ہیں۔ جس مادے میں یہ ذخیرے کثرت سے ہوں' اس میں بجلی آسانی سے گزر سکتی ہے۔ تانبا بجلی کے گزرنے کے لیے بہترین موصل ہے۔ اسی لیے بجلی کے عام تار تانبے کے ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ربر' لکڑی اور چینی

تحفہ

ایک دفعہ حضرت امام حسینؓ کو ان کی کنیز نے پھول پیش کیا۔ آپؓ نے اسے سونگھا اور کہا "اے کنیز، جا آج میں نے تجھے آزاد کیا۔" اس وقت حضرت انس بن مالکؓ بھی آپؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ انھوں نے پوچھا۔ "آپؓ نے اس کنیز کو خریدتے وقت کافی رقم خرچ کی ہوگی اور صرف ایک پھول کے بدلے آزاد کردیا؟" آپؓ نے فرمایا "میرے نانا کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمھیں تحفہ دے، اسے اس سے بہتر تحفہ دو ورنہ اس کا تحفہ واپس لوٹا دو چنانچہ میں نے اس کنیز کو اس تحفہ سے بڑھ کر تحفہ دیا۔ ایک کنیز کے لیے آزادی سے بڑا کوئی تحفہ نہیں۔"

مٹی جیسے مادے بجلی گزارنے کے لیے اتنے کمزور ہیں کہ ان کا استعمال بطور بجلی کے روکنے کے آلات میں ہوتا ہے۔ ربر پر کھڑے ہو جائیں تو کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں سے کرنٹ نہیں گزر سکتا۔

بجلی کی رو دو طریقوں سے پیدا کی جاتی ہے۔ رگڑ سے اور کیمیائی عمل سے۔ اگر شیشے کی سلاخ کو ریشم کے کپڑے پر رگڑ کر کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے نزدیک لے جایا جائے تو ٹکڑے اس سلاخ سے چمٹ جائیں گے۔ اسی طرح گھاس کے تنکے بھی چمٹ جاتے ہیں پھر گر پڑتے ہیں۔ اس رگڑ سے شیشے کی سلاخ میں بجلی کی ہلکی سی رو پیدا ہو جاتی ہے۔

برسات کے موسم میں جب آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہوں تو کبھی کبھی بجلی کوندتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ آسمانی بجلی اور رگڑ سے پیدا ہونے والی بجلی دونوں ایک ہی ہیں۔ آبی بخارات میں بجلی ہوتی ہے۔ برسات میں چونکہ فضا میں آبی بخارات زیادہ ہوتے ہیں اسی لیے بجلی زیادہ جمع ہو جاتی ہے۔ بادلوں میں منفی اور مثبت دونوں قسم کی بجلیاں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کو تیزی سے اپنی طرف کھینچتی ہیں چونکہ یہ کشش کا عمل تیزی سے ہوتا ہے اس لیے بادلوں کے درمیان کی ہوا کو رگڑ لگتی ہے اور وہ دبتی ہے۔ رگڑ سے اس میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور حرارت کی تیزی سے چمک جسے ہم بجلی کا کوندنا کہتے ہیں۔

بجلی گھروں میں جنریٹروں کے ذریعے وسیع پیمانے پر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ بعض مقامات پر اس سلسلے میں پانی کی تیز روانی سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ یہ پانی بجلی پیدا کرنے والی مشین (جنریٹر) کو چلاتا ہے۔

ساتھیو بجلی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے اگر ہم اس کا استعمال ضرورت کے تحت کریں اور فالتو ضائع نہ کریں تو ملک کو فائدہ بھی ہوگا، بل بھی کم آئے گا اور امی سے ڈانٹ بھی نہیں پڑے گی۔ اس لیے بجلی کو احتیاط سے خرچ کریں۔

(نمیر خالد)

ڈاکٹر روف پارکھ

اپنا "املا" درست کیجیے

بعض اوقات کسی لفظ میں نادانستہ تبدیلی ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگ کم علمی یا کسی مغالطے کی بناء پر کسی لفظ کا املا غلط لکھ دیتے ہیں۔ دیکھا دیکھی کئی لوگ اس لفظ کو اسی طرح لکھنے لگتے ہیں اور پھر یہ غلط املا اتنا مروج اور مانوس ہو جاتا ہے کہ صحیح املا دیکھ کر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ آج ایسے چند الفاظ کی وضاحت مقصود ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض الفاظ کا غلط املا رائج ہے۔

اژدہام نہیں، ازدحام

اس لفظ کو خواہ مخواہ اژدہام، اژدھام یا ازدہام لکھا جاتا ہے۔ جبکہ اس میں "ژ" آ ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ فارسی کا حرف تہجی ہے جبکہ ازدحام عربی میں زحم، یزحم، ازحم، تزاحم اور ازدحم "بھیڑ بھاڑ" اور "تنگ جگہ میں دبانا" "دھکیلنا" وغیرہ کے مضمون میں آتے ہیں۔ چونکہ زیادہ بھیڑ بھاڑ میں دبانے اور دھکیلنے کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے "ازدحام" کہا گیا۔ اردو میں یہ زیادہ بھیڑ کے مضمون ہی میں مستعمل ہے۔

عش عش نہیں، اش اش

اس لفظ کو "ع" سے یعنی "عش عش" لکھنا غلط ہے۔ اش اش کرنا یا اش اش کر بیٹھنا اردو کا محاورہ ہے، عربی یا فارسی کا نہیں۔ لہٰذا اسے "عش عش کر اٹھنا" غلط ہے۔ اردو کی معروف لغات میں بھی اسے "اش اش" ہی لکھا گیا ہے۔ مولوی نورالحسن نے "نوراللغات" میں لکھا ہے "اش اش کی اصل اشاش (بروزن تلاش) اور اشش معلوم ہوتی ہے جس کے معنی عربی میں شادی، خوشی منانے اور وجد کرنے کے ہیں۔ اردو میں ان لفظوں سے اش اش ہو گیا۔

طوطا نہیں، توتا

اس قدر مقبول ہے کہ اکثر درسی کتاب میں بھی خدا جانے "توتا" کو "ط" سے یعنی "طوطا" لکھنا کس نے اور کب شروع کیا۔ لیکن یہ غلط املا "ط" سے "طوطا" لکھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ہندی کا لفظ ہے اور "ط" عربی کا حرف تہجی ہے۔ اسے ہندی الفاظ میں برتنے کا کوئی جواز نہیں۔ اردو کی تمام معروف لغات کے مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ توتا "ط" سے نہیں لکھا جائے۔ لیکن بعض لوگ اسے طوطا لکھنے پر ہی کیوں مصر ہیں؟

پیارے میو! تفنن بر طرف، توتا "ت" ہی سے درست ہے۔ اور اسے ط سے لکھنا آلکس یا بھول چوک نہیں بلکہ غلط زبان لکھنے کی باقاعدہ کوشش ہے۔

[redacted]

صحیح حل: (۱) پانی (۲) نگینہ ساز (۳) منہ (۴) تاجر (۵) خطرناک (۶) آم (۷) سوادو برس (۸) بھینس

پہلا بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے سات خوش نصیب فی کس ۵۵ روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) حکیم خاں، بربھنی (۲) تبسم نسرین، امراوتی (۳) سعودہ تبسم کریم نگر (۴) کے۔ ایف، زہرا، رفیع گنج، اورنگ آباد (۵) اوصاف عزیز، کے۔ جی۔ ایف، کرناٹک (۶) اکلیم خاں، ممبئی (۷) صفوۃ اللہ، ویشالی

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے چھے خوش نصیب فی کس ۳۵ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں

(۱) این۔ ایف۔ زہرا (۲) جی۔ ایف زہرا ان دونوں کا پتا مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج ہے۔ (۳) شمس تبریز، سمی کرنول (۴) ذکیہ خانم، بلڈانہ (۵) غلام نبی، مالیگاؤں (۶) قاضی ریان احمد، مبارک پور

[redacted]

صحیح حل (۱) فارم (۲) بکس (۳) خوراک (۴) من (۵) ۲۶ (۶) ضبط (۷) عمران (۸) قصہ

بالکل صحیح پر پہلا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب فی کس ۵۰ روپے تقسیم کیے گئے

(۱) عزیزہ نیلوفر، رفیع گنج، اورنگ آباد، بہار (۲) واصف اسماعیل قادری بھیونڈی، تھانے (۳) محمد یعقوب سیراب علی، مالیگاؤں (۴) ریاض احمد، آرمور، نظام آباد (۵) رونق علی، گڑگاؤں، ہریانہ (۶) مہ جبیں، آزاد نگر، بھٹکل (۷) اعجاز حسین، باندرہ، ممبئی (۸) سید عبدالحمید رنگیلی کھڑکی، حیدر آباد

دوسرا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب فی کس ۲۵ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) ایس۔ ایس، جاوید (۲) کے۔ ایف۔ زہرا (۳) ایم۔ ایس سلمان ان سب کا پتا مدرسہ اسلامیہ، رفیع گنج اورنگ آباد ہے (۴) عدنان، منگرول پیر (۵) حیدر عباس، مبارک پور، اعظم گڑھ (۶) صبیح الدین، مرتضیٰ پور، آکولہ (۷) محمد فیاض الدین، نیکھا، بردوان (۸) حکیم عصام الحق اظہر، کھیری۔

[redacted]

صحیح حل: (۱) پانی (۲) اقبال (۳) شہر (۴) سواریاں (۵) باغیچے (۶) لباس (۷) کشتی

صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے نو خوش نصیب فی کس ۴۵ روپے تقسیم کیے گئے

(۱) زاہدہ عبدالغفار خواجہ، ڈانڈیلی (۲) نوید الرحمٰن، منگرول پیر (۳) عاصم سعید خورسید، مالیگاؤں (۴) سرور محمد عمر شیخ، بھیونڈی (۵) شیخ مختار احمد، دھولیہ (۶) عذرا شوکت، ممبئی (۷) ایم۔ کے کاشف، مصری گنج، حیدر آباد (۸) امیر احمد، مبارک پور، اعظم گڑھ (۹) محمد رفیق، آکولہ

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے پانچ خوش نصیب فی کس ۴۰ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں

(۱) کے۔ ایف۔ زہرا، رفیع گنج اورنگ آباد (۲) محتشم، ممبئی (۳) شمیہ شاداب، واردھا (۴) مقبول الرحمٰن، برہان پور (۵) محمد محسن پاشا، حیدر آباد

حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ مئی ۱۹۹۸ء ہے۔

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 112

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام · ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ' جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) سوئی کی نوک ...... کے علاوہ کسی اور سمت نہ رکی۔ (شمال / جنوب / مشرق / مغرب)
(۲) ...... کو بہت غصہ آیا۔ (کریم / کسان / بندر)
(۳) اس ...... کو ہم کیا سمجھیں؟ (واقعے / حادثے / علامت)
(۴) ایک ...... کا منہ کھلا ہوا تھا۔ (شہر / دیو / ہاتھی)
(۵) یہ خبر اڑتے اڑتے ...... تک پہنچ گئی۔ (مدینہ / مکہ)
(۶) بچے اور بڑے سب ...... کے پھاٹک کے پاس جمع ہوگئے۔ (باغ / محل / کوٹھی)
(۷) ...... کا کاروبار آپ نے بہت بڑے پیمانے پر کیا۔ (گیہوں / کھیتی / چاول)
(۸) بس بچے کو ...... بھیج دیا جاتا۔ (اسکول / مدرسے)

ادھر اُدھر بھیجنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی ------ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معما نمبر لکھنا نہ بھولیں

لفافے پر دو روپے کا ٹکٹ لگائیے

ٹوکن پیامی ادبی معما نمبر 112
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

شرائط پیامی ادبی معما

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں ' البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معما نمبر 112 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

پیامی ادبی معما نمبر 112۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

مکتبہ پیامِ تعلیم کی پیش کش

ایک نہایت دلچسپ خلائی سائنس ایڈونچر سیریز

(۱۲ حصّے) جسے اے حمید نے لکھا

سیّارہ اوٹان کا زمین پر حملہ

۱۔ خطرناک سگنل : سیّارہ اوٹان کی خلائی مخلوق نسلِ انسانی کو ختم کرنے کے لیے زمین پر حملے کا منصوبہ بناتی ہے۔

۲۔ لاش چل پڑی : خلائی مخلوق کا زمین پر خطرناک مشن شروع ہو جاتا ہے۔

۳۔ کالا جنگل، نیلی موت: عمران شیبا کی تلاش میں برازیل کے جنگلات میں پہنچ جاتا ہے۔

۴۔ خلائی سرنگ سے فرار: پُراسرار سانپ خلائی سرنگ کے ذریعے سے شیبا کو فرار کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

۵۔ وہ خلا میں بھٹک گئے: عمران شیبا کو خلائی کیپسول میں قید کر کے خلا میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۶۔ خلائی مخلوق بمبئی میں: خلائی عفریت عمران شیبا کے خلائی جہاز پر حملہ کر دیتی ہیں۔

۷۔ موت کی شعاعیں : عمران شیبا حیرت انگیز طریقے سے سکندرِ اعظم کے زمانے میں جا پہنچتے ہیں۔

۸۔ خطرناک فارمولا : زمین کی تباہی کے لیے خلائی مخلوق ایک خطرناک فارمولا ایجاد کرتی ہے

۹۔ تابوت سمندر میں : سمندر کی تہہ میں خلائی مخلوق کی خوفناک سرگرمیاں

۱۰۔ خلائی مخلوق کا حملہ: خلائی قاتل مارگن نے جہاز، ریلوے اسٹیشن، اونچی اونچی عمارتوں کو مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا لیکن اچانک وہ ایک مسجد کے کنوئیں میں گر پڑا۔ نمازی کنوئیں کے پاس جاتے تو انھیں جھٹکے لگتے تھے۔ پھر کیا ہوا؟ یہ خونی داستان اس ناول میں پڑھیے۔

۱۱۔ عمران کی زندہ لاش: گارشاں نے پوری طاقت سے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔ اندر عمران اور شیبا کی لاشیں پڑی تھیں۔ کیا یہ دونوں پھر زندہ ہو گئے۔ اس کے لیے پورا ناول پڑھیے۔

۱۲۔ شہر پتھر بن گیا : ایک مکروہ قہقہے کے ساتھ مارگس نے سرخ بٹن دبایا اور سرخ بٹن سے نکلنے والی قاتل شعاعوں نے عورت، مرد، بچے، بوڑھے، ہوائی جہاز، ٹرینیں، ٹیکسی اور موٹریں سب کو پتھر بنا دیا۔ آخر ان قاتل شعاعوں سے چھٹکارا کیسے ملا، یہ اس ناول کو پڑھ کر ہی معلوم ہو گا۔

○ خوبصورت تصویروں سے مزین ○ دیدہ زیب سرِورق

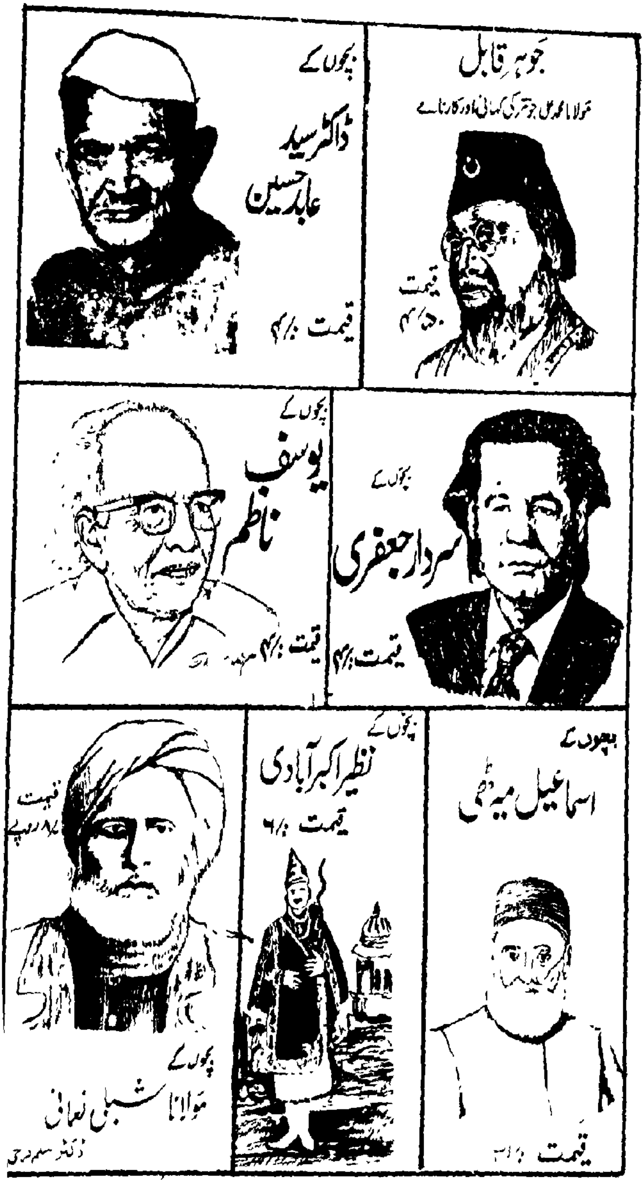
(ہر ناول کی قیمت : دس روپے۔ پورا سیٹ /۱۲۰ روپے میں)

Regd No DL-16013/98 MAY-98
Licence No U(SF)21 to post without prepayment to postage
Regd with R N I at No 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar NEW DELHI-110025




جوہرِ قابل
مولانا محمد علی جوہر کی کہانی اور کارنامے
قیمت
بچوں کے
ڈاکٹر سید عابد حسین
قیمت ۴/-
بچوں کے
سردار جعفری
قیمت ۴/-
بچوں کے
یوسف ناظم
قیمت ۴/-
بچوں کے
اسماعیل میرٹھی
قیمت
بچوں کے
نظیر اکبرآبادی
قیمت ۶/-
قیمت
بچوں کے
مولانا شبلی نعمانی

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

جون ۱۹۹۸ جلد ۴۶ شمارہ ۶

فی پرچہ /6 روپے ـــــ سالانہ /50 روپے
سرکاری اداروں سے ـــــ /75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) /500 روپے

ایڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر۔ 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں سے باتیں

پیارے پیامیو! یہ شمارہ آپ سب کو بے حد تاخیر سے ملے گا اس کی وجہ ہم نہیں بلکہ بجلی کا محکمہ ہے۔ گرمی ہر سال پڑتی ہے، بجلی کا آنا جانا صرف گرمیوں میں ہی نہیں پورے سال رہتا ہے مگر اس بار تو بجلی نے چودہ طبق روشن کر دیے۔ ایک دن کا رونا ہوتا تو رو لیتے مگر یہ سلسلہ تو پورے مہینے رہا۔ کمپیوٹر کام کر سکتا تھا اور نہ پرنٹر۔ آپ کے پریس (لبرٹی آرٹ پریس) کی مشینیں بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھی بیٹھی رہیں۔ جو کچھ چھپ سکا وہ حاضر ہے● پیامی مقابلے کے انعامات ضرور ملیں گے۔ اس شعبے سے جو صاحب متعلق ہیں ان کے ایک عزیز بہت سخت بیمار ہیں وہ ان کو علاج کے لیے حیدرآباد لے گئے ہیں دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عزیز کو صحت عطا فرمائے۔ آمین

نصرت ظہیر صاحب واقعی بڑی محبت کے آدمی ہیں ہماری درخواست پر انھوں نے فوراً آپ کے لیے مضمون بھیج دیا جبکہ سنا ہے کہ ان کے علاقے میں بجلی ہی نہیں پانی کی بھی قلت ہے۔

ڈاکٹر وہاب قیصر کی مصروفیات کا علم آپ کو تو نہ ہوگا مگر ہم کو ہے اس کے باوجود وہ آپ کے لیے وقت نکال کر مضمون لکھتے ہیں یہ آپ حضرات سے ان کی محبت کا ثبوت ہے● "ماں" کی عظمت کو سمجھنے کے لیے ڈاکٹر اسلم فرخی، نظر زیدی کو پڑھیے۔ "ماں" کو اللہ تعالیٰ کا بہترین تحفہ سمجھیے اور ان کی خدمت کیجیے۔ دعائیں لیجیے۔ آپ کی کامیابی کے لیے آپ کی محنت اور "ماں" کی دعائیں کافی ہیں۔

ہمارے ایک بہت ہی مخلص دوست نے مشورہ دیا ہے کہ لطائف خوب چھان پھٹک دیا کریں نیز "میرے پسندیدہ اشعار" میں شاعر کا نام ضرور لکھوائیں۔ ہم ان کے مشورے پر عمل ضرور کریں گے۔

پرنٹر پبلشر [illegible] نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

مرسلہ: محمد عامر عزیز

حمد

حمد کرتے ہیں ہم خدا تیری
زندگی خود ہے اک ثنا تیری
پوری دنیا کا تُو ہی خالق ہے
تو ہی داتا ہے تو ہی رازق ہے
تُو نے پھولوں کو تازگی بخشی
تُو نے انساں کو زندگی بخشی
تیری بخشش ہے عام دنیا پر
تیری رحمت تمام دنیا پر
تیرا احساں ہے اے خدا ہم پر
کیوں جھکائیں نہ تیرے آگے سَر

مرسلہ: محمد اقبال قمر

نعت

مدینے سے واللہ جام آگیا ہے
جسے پی کے لطفِ دوام آگیا ہے
فرشتے مجھے چومتے کیوں نہ جائیں
میرے لب پہ احمدؐ کا نام آگیا ہے
حبیبِ خدا کے عُدو کا نپتے ہیں
حبیبِ خدا کا غلام آگیا ہے
بنا ہوں میں جب سے گدائے محمدؐ
مجھے دو جہاں کا سلام آگیا ہے
خوشی سے قمر میں نہ کیوں پھول جاؤں
میرے نام اُن کا پیام آگیا ہے

نصرت ظہیر
۴/۱۵ کچہری پور کالونی دہلی ۹۱
فون: ۲۴۷۴۴۲۵

ایک آنچ کی کسر

عزیز دوستو، یہ محاورہ آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ فلاں کام ٹھیک تو ہو جاتا مگر ایک آنچ کی کسر رہ گئی، لیکن کیا کبھی آپ نے سوچا یہ محاورہ آیا کہاں سے ہے؟

ویسے تو یوں لگتا ہے کہ اس محاورے کو، بریانی قورمہ اور فیرنی جیسے لذیذ کھانے بنانے والوں نے ایجاد کیا ہوگا جن کے پکانے میں چولھے کی آنچ کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کس وقت کتنی آنچ دی جائے جس سے کھانا ٹھیک بنے، لیکن یہ سچ نہیں۔ اصل میں یہ محاورہ اُن کیمیاگروں نے ایجاد کیا جو دن رات بس سونا بنانے کی دُھن میں لگے رہتے تھے۔ اب آپ پوچھیں گے یہ کیمیاگر کیا ہوتا ہے؟ ٹھیک ہے۔ ضرور پوچھیے۔

آپ نے کیمسٹری تو ضرور پڑھی ہوگی۔ اور اگر ابھی تک نہیں پڑھی ہے تو آگے چل کر ضرور پڑھیں گے۔ کیمسٹری اصل میں وہ علم ہے جس سے دنیا کی ہر دکھائی دینے والی یا محسوس ہونے والی چیز کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً اینٹ پتھر، تانبا، پیتل، ہوا، پانی، کوئلہ یا کوئی بھی چیز۔ یہ چیزیں کس طرح بنتی ہیں، اِن کے ایٹموں کی بناوٹ کیا ہے وغیرہ وغیرہ اِن تمام باتوں کو جاننے کا علم کیمسٹری کہلاتا ہے اور کیمسٹری کو اردو میں کیمیا کہتے ہیں۔ (ویسے یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔) لیکن کیمیا کا ایک اور بھی مطلب ہے۔ سیسہ کی دھات سے چاندی یا تانبے کی دھات سے سونا بنانا چنانچہ کیمیاگر کے معنی ہوئے سونا یا چاندی بنانے والا۔

لیکن کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ کیا کسی دھات کو کسی اور دھات میں بدلا جا سکتا ہے؟ مثلاً کیا لوہے سے تانبا اور تانبے سے سونا بن سکتا ہے۔ آج کی ایٹمی تھیوری کے مطابق یہ ممکن تو ہے لیکن اس کے ذریعہ کسی کم قیمت کی دھات کو قیمتی دھات میں بدلنے میں اتنا زیادہ خرچ آئے گا کہ اس کے مقابلے میں قیمتی دھات سستی پڑ جائے گی۔

پرانے زمانے میں جب ایٹمی تھیوری کا کسی کو علم نہ تھا، لوگوں کا خیال تھا کہ تانبے یا کسی اور دھات میں کچھ ملاوٹ کر کے اور اسے تیز آنچ دے کر سونا بنایا جا سکتا ہے۔ اس طرح بہت سے لوگ معمولی چیزوں سے سونا بنا کر راتوں رات دولت مند بن جانے کے خواب دیکھا کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ آج تک کوئی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

لیکن دوستو یہ سن کر آپ کو کچھ عجیب سا لگے گا کہ آج کا علم کیمیا ان ہی سر پھرے لوگوں کی دین ہے۔ کہتے ہیں علم کیمیا مصر سے آیا ہے۔ وہاں کے حکیموں کے دماغ میں نہ جانے کہاں سے دو باتیں جم کر بیٹھ گئی تھیں۔ ایک یہ کہ پارس نامی پتھر ڈھونڈ لیا جائے یا بنا لیا جائے تو اسے چھونے سے ہر دھات سونا بن سکتی ہے اور دوسری یہ کہ ایک ایسا محلول یعنی سیال مادّہ، یا عام لفظوں میں کہیں تو ایک ایسا "پانی" تیار کیا جا سکتا ہے جس میں دنیا کی ہر شئے گھل جائے۔

پہلی بات تو چلو جو بھی تھی مگر دوسرا خیال عجیب تھا کیونکہ ان حکیموں نے یہ بالکل نہیں سوچا کہ اگر ایسا عجیب و غریب پانی تیار ہو بھی گیا، جس میں ہر شئے گھل جائے، تو وہ اسے رکھیں گے کس چیز میں؟ چونکہ اس میں تو ہر چیز گھل جائے گی اس لیے جس برتن میں رکھیں گے وہ اُس میں سوراخ کر دے گا!

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان حکیموں کے دماغ میں ایک تیسری بات بھی جم گئی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ ایک ایسا پانی تیار کیا جا سکتا ہے جسے پینے کے بعد آدمی ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس خیالی پانی کو "آبِ حیات" کہا جاتا ہے۔

بہر حال، جو بھی ہو، مصری حکیم یہ دونوں تینوں چیزیں تیار کرنے میں جٹ گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی بعد میں دنیا بھر کے حکیموں نے بھی طرح طرح کے تجربے شروع کر دیے۔ ایک چیز کو دوسری میں اور دوسری کو تیسری میں ملا کر دیکھنے لگے۔ ان تمام کوششوں کے نتیجے میں "پارس" یا "آبِ حیات" تو تیار نہ ہو سکا، البتہ کئی اور طرح کی دھاتیں اور دوائیں وجود میں آ گئیں جن سے انسان کو بڑا فائدہ ہوا۔ یوں سائنس کی ایک نئی شاخ کھل گئی، جس کا نام کیمیا یا کیمسٹری پڑ گیا۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ سونا بنانے کی کوششیں بند ہو گئیں۔ جی نہیں یہ آج بھی جاری ہیں۔ اگرچہ بہت تھوڑے سے لوگ ہیں جو اس کوشش میں لگے ہوئے ہوں گے۔ وہ بھی کہیں کسی چھوٹے شہر یا قصبے میں بہت ڈھونڈنے پر ہی مل پائیں گے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے آپ میں سے کسی کو بھی کسی کیمیا گر سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا ہو لیکن جب ہم آپ کی طرح بچے تھے تو آس پاس کافی کیمیا گر مل جاتے تھے۔ اجڑے ہوئے رئیسوں کی بیٹھکوں میں ہی نہیں چائے خانوں میں بھی کیمیا گروں کی محفلیں جما کرتی تھیں۔ حکیم حضرات بھی، اپنے مریضوں میں کم اور کیمیا بنانے کے قدیم اور پر اسرار نسخوں میں زیادہ دلچسپی لیا کرتے تھے۔ خوش قسمتی سے ہمیں ایسی خفیہ محفلوں میں شرکت کا کافی موقع ملا اور وہ بھی اپنے دوست بھائی الیاس کی بدولت، جو برسوں سونا بنانے کی کوششوں میں لگے رہے اور اللہ کی رحمت سے ہر کوشش میں ناکام ہوئے۔

بھائی الیاس کی ایک خاص عادت یہ تھی اور اب بھی ہے کہ جب بھی انھیں کوئی نیا شوق ہوتا ہے تو اسے انتہا تک پہنچادیتے ہیں کیمیا کے بارے میں بھی یہی ہوا۔ اس فن میں وہ ان منزلوں تک پہنچ گئے جہاں فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں بلکہ سچ پوچھیے تو وہ خود بھی جلتے جلتے رہ گئے۔ مگر یہ قصہ ہم بعد میں سنائیں گے۔ پہلے یہ سن لیجیے کہ انھیں کیمیا کا شوق کیوں کر ہوا؟

ہوا یہ کہ ایک دن کسی نے باتوں باتوں میں ذکر کر دیا کہ ایک بڑے ہی پہنچے ہوئے بزرگ شہر میں آئے ہوئے ہیں جو سونا بنانے کی صحیح ترکیب جانتے ہیں۔ ان دنوں بھائی الیاس کو صوفی بننے کا شوق لاحق تھا۔ دن رات بزرگوں کی تلاش میں رہتے تھے جہاں کسی بزرگ کا پتہ چلتا وہیں پہنچ جاتے اور تب تک بزرگ کا پیچھا نہ چھوڑتے جب تک وہ ان کے گھر چل کر چند روز قیام کرنے کے لیے راضی نہ ہو جاتے۔ راہ چلتے چلتے بھی اگر کوئی سفید داڑھی والے بزرگ نظر آجاتے تو فوراً رک کر ان سے مصافحہ کر کے ہاتھ چوم لیتے اور ان سے اپنے گھر چل کر چند روز خدمت کا موقع دینے کی ضد کرنے لگتے۔ چنانچہ شہر کے تمام بزرگ ان سے عاجز آگئے تھے اور کئی بزرگوں نے تو ان کے محلے کے پاس سے گزرنا بھی بند کر دیا تھا۔

خیر! جیسے ہی میاں الیاس نے سنا کہ ایک پہنچے ہوئے نئے بزرگ شہر میں آئے ہوئے ہیں، حالانکہ اس وقت وہ چٹنی کے لیے پودینہ خریدنے بازار جارہے تھے مگر فوراً پودینہ کی بجائے بزرگ کی تلاش میں نکل گئے۔ ادھر بزرگ کو بھی نہ جانے کیسے میاں الیاس کے آنے کی بھنک پڑ گئی اور ان کی عادت کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ بھائی الیاس کے پہنچنے سے پہلے ہی رفو چکر ہو گئے۔

مگر بھائی الیاس بھی کہاں چھوڑنے والے تھے۔ لگ گئے بزرگ کے پیچھے اور بالآخر محلہ کنکوئیاں رام پور میں بزرگ کو جالیا۔ دیکھتے ہی بزرگ کے قدموں میں گر گئے اور کہنے لگے کہ حضور مجھ حقیر فقیر، پر تقصیر کو بھی کچھ خدمت کا موقع دیجیے اور میرے گھر چلیے۔ یہ عقیدت اور جذبہ دیکھ کر بزرگ کا دل پسیج گیا اور وہ ان کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئے۔ دونوں چیزیں (بزرگ اور پودینہ) لے کر میاں الیاس اپنے شہر اور گھر واپس پہنچے تو پہلے تو گھر والوں نے خوب ڈانٹا کہ اب آئے ہو ایک ہفتہ بعد پودینہ لے کر؟ مگر پھر بزرگ کی نورانی صورت، سرخ آنکھیں اور لال داڑھی دیکھ کر ڈر گئے۔ اس دن کے بعد پھر کبھی انھوں نے بھائی الیاس سے پودینہ نہیں منگوایا۔

بزرگ نے جن کا نام شاید کڑک شاہ تھا، بھائی الیاس کو صوفیوں کی باتیں تو ذرا نہ بتائیں، مگر یہ ضرور کیا کر کے انھیں کیمیا کی راہ پر ضرور ڈال دیا کہ ان کے شیخ اور پیر بابا بھڑک شاہ انھیں سونا

بنانے کا ایک نادر اور لاجواب نسخہ بتا گئے ہیں اور یہ کہ وہ چلم کی آنچ پر بھی سونا بنا سکتے ہیں۔

یہ سنتے ہی بھائی الیاس اپنے دادا مرحوم کا پرانا خاندانی حقہ لے آئے جس کی نے اور چلم پر سونے اور چاندی کے تار لپٹے ہوئے تھے۔ کڑک شاہ کئی ہفتوں تک وہ حقہ گڑگڑاتے اور طرح طرح کے لذیذ کھانے کھاتے رہے۔
آخر کار جب بزرگ نے دیکھا کہ ان کی انتہائی منہگی خاطر مدارات سے میاں الیاس کے گھر والے تنگ آگئے ہیں۔ اور اب ان سے ڈرنے کی بجائے ٹیڑھی آنکھوں سے دیکھنے لگے ہیں تو ایک رات انھوں نے بابا کڑک شاہ کا نسخہ کیمیا میاں الیاس کو بتادیا اس رات میاں الیاس کو بڑی اچھی نیند آئی لیکن اگلی صبح سو کر اٹھے تو کڑک شاہ حقہ سمیت غائب تھے!
تاہم میاں الیاس خوش تھے چلو ایک بزرگ کی خدمت کا کچھ تو صلہ ہاتھ آیا۔ کڑک شاہ نے اس نسخے کے بارے میں کہا تھا کہ اس کے ذریعہ تانبے کو تو کیا لوہے کو بھی سونے میں بدلا جا سکتا ہے، بشرطیکہ آنچ صحیح دی جائے۔
نسخہ بابا نے خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا تھا اور کچھ یوں تھا۔
"اول، عقاب کی چونچ اور چیل کے پنجے چار عدد لے کر کوّے کی چربی میں میٹھی آنچ پر تلو، اس طرح جو لیس دار چیز تیار ہو اُسے ٹھنڈا کر کے گولیاں بنالو۔ پھر یہ گولیاں کسی سفید اور کالی مرغی کو کھلا دو گولی کھانے کے ایک ماہ بعد مرغی جو انڈا دے گی اس کی زردی الگ کرلو پھر اس زردی میں تانبے اور پیتل کا برادہ ایک ایک تولہ ملا کر چکنی مٹی کی بڑی سی ہانڈی میں رکھ دو۔ ہانڈی کو کسی شلغم کے کھیت میں بیچوں بیچ گاڑ کر اور گائے کے گوبر سے بنے ہوئے چالیس کلو اپلوں کے بیچ رکھ کر پورے بارہ گھنٹوں تک پکاؤ۔ اس کے بعد ہنڈی کو کھولو گے تو اس میں دو تولہ اصلی سونا پاؤ گے۔ اس پر اصلی سونے کا رنگ لانے کے لیے کسی سنار سے سونے کا پانی چڑھوالو۔ اس کے بعد بابا کڑک شاہ کے حق میں دعائے خیر کرو، انشاء اللہ کوئی بھی تمھارے بنائے ہوئے سونے کو نقلی ثابت نہ کر سکے گا"
یہ نسخہ پڑھ کر میاں الیاس کافی دیر تک خوشی سے جھومتے رہے اور جب جھومتے جھومتے تھک گئے تو فوراً عقاب کی تلاش میں نکل پڑے۔ بڑی تگ و دو کے بعد ایک عقاب ہاتھ لگا لیکن جب یہ عقاب انھوں نے اپنے ہم راز اور ہم نام دوست اور بڑے پہنچے ہوئے حکیم مولوی الیاس نشتر کو دکھایا تو انھوں نے کہا" بھئی یہ عقاب نہیں ہے کیونکہ جیسا حکیم بطلیموس نے حکیم جالینوس کے حوالے سے حکیم افلاطون کی زبانی حکیم ارسطو کا قول نقل کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھا ہے، عقاب کی چونچ آگے اور دُم پیچھے ہوتی ہے۔ جب کہ یہ جانور جو تم پکڑ کر لائے ہو اس کی دُم چونچ کی طرف اور چونچ دُم کی طرف ہے لہذا یہ

عقاب ہرگز نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ تم اسے باز کہہ سکتے ہو۔"

اب حالانکہ میاں الیاس چاہتے تو اس عقاب کو دوسری طرف گھما کر مولوی نشتر کا وہم دور کر سکتے تھے مگر وہ اس قدر جلدی میں تھے فوراً دوسرے عقاب کی تلاش میں نکل گئے اور آخر کار ایک ایسا عقاب ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئے جس کی چونچ چونچ کی طرف اور دُم دُم کی طرف تھی۔

چیل اور کوّوں کو وہ اچھی طرح پہچانتے تھے اس لیے ان کے پنجے اور چربی حاصل کرنے میں کوئی خاص دشواری نہیں ہوئی۔ اس کے بعد لیس دار چیز اور اس کی گولیاں تیار کرنے کا مرحلہ بھی آسانی سے طے ہو گیا لیکن سفید اور کالی مرغی ڈھونڈنے میں پسینے آگئے انھوں نے اپنے گھر کے اور پڑوسیوں کے مرغی خانے دیکھ ڈالے مگر جو مرغی سفید ملتی وہ کالی نہ ہوتی اور جو کالی ملتی وہ سفید نہ ہوتی۔ ادھر مولوی نشتر بھی مرغیاں دیکھتے پھر رہے تھے۔ ایک مرتبہ تو ایک گلی کے لوگوں نے دونوں کو مرغی چور سمجھ کر پکڑ لیا۔ آخر انھیں سارا معاملہ سمجھایا تب کہیں معاملہ رفع دفع ہوا۔ بہت ڈھونڈنے پر بھی جب کالی سفید مرغی نہ ملی تو مولوی نشتر کو ایک ترکیب سوجھی انھوں نے ایک سفید مرغا اور کالی مرغی لے کر دونوں کو کابک میں بند کر دیا۔ ایک ماہ بعد مُرغی نے جو انڈے دیے اور انڈوں سے چوزے نکلوائے گئے تو تین مرغیاں کالی سفید نکل آئیں۔ اس کے بعد ایک برس تک انتظار کیا گیا مرغیاں انڈے دینے کے قابل ہو گئیں تو ان میں سے ایک کو چربی کی گولیاں زبردستی کھلائی گئیں۔ پھر ایک ماہ بعد مرغی نے انڈا دیا تو نسخہ کے مطابق اس کی زردی ہانڈی میں تمام چیزوں کے ساتھ ڈال کر اپلوں سمیت دونوں حضرات ایک دوست کے کھیت پر پہنچ گئے۔ مگر وہاں پتہ چلا کہ دوست نے کھیت میں گاجر بور کھی تھی۔ آخر دونوں نے گاجر کی پودا کھاڑ کر شلغم کے بیج کھیت میں بوئے اور ایک صبح ہانڈی اور اپلوں کا الاؤ روشن کر کے کھیت کی مینڈھ پر جا بیٹھے۔

ایک ایک لحہ مشکل سے کٹ رہا تھا۔ میاں الیاس اور مولوی نشتر باری باری سانس روکے بارہ گھنٹے پورے ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ خدا خدا کر کے وقت پورا ہوا تو دونوں اپلوں کے ڈھیر کے پاس پہنچے۔ ایک بانس سے اپلوں کو کریدا۔ اچانک ایک زور کا دھماکہ ہوا اور ہانڈی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر گئی۔ خود میاں الیاس اور مولوی نشتر بھی پیچھے کی طرف لڑھک گئے۔

بعد میں دونوں نے پورے تجربہ کا تجزیہ کیا یعنی حساب کتاب لگایا تو معلوم ہوا کہ مولوی نشتر کی جس گھڑی سے بارہ گھنٹوں کا وقت دیکھا گیا تھا وہ تیز چل رہی تھی۔ میاں الیاس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔۔۔۔۔

"افسوس! ایک آنچ کی کسر رہ گئی۔ ورنہ بابا بھڑک شاہ کا نسخہ تو بالکل صحیح تھا!"

ڈاکٹر وہاب قیصر
وائس پرنسپل، ممتاز کالج
ملک پیٹ، حیدر آباد۔۳۶

جلنا اور بجھنا

روز مرہ زندگی میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض اشیاء بہت ہی آسانی کے ساتھ جل اٹھتی ہیں اور بعض اشیاء کو جلانے کے لیے بڑے جتن کرنے پڑتے ہیں، یہاں تک کہ بعض اشیاء تو جل ہی نہیں سکتیں۔ اسی طرح جلتی ہوئی بعض اشیاء آسانی سے بجھائی جا سکتی ہیں اور بعض اشیاء کی آگ کو بجھانے کے لیے بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر کچی لکڑی کو جلانے کی کوشش کریں تو وہ سوکھی لکڑی کی بہ نسبت آسانی کے ساتھ نہیں جلے گی۔ کچی لکڑی میں عام طور پر اس کے وزن کا 10 فیصد پانی ہوتا ہے۔ جلانے کے لیے جب اس کو حرارت پہنچائی جاتی ہے وہ حرارت پانی کو بخارات میں تبدیل کرنے میں صرف ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ہی یہ لکڑی جلنے کے قابل ہوتی ہے۔ لیکن اگر لکڑی بہت زیادہ کچی ہو جس میں پانی کی مقدار 60 فیصد کی حد تک پائی جاتی ہے تو ایسی صورت میں لکڑی کو جلانا دشوار ہو جاتا ہے۔ کپڑا چاہے سوتی ہو یا ریشمی آسانی کے ساتھ موثر روشنی دیتے ہوئے جلنے لگے گا۔ PVC پائپ کے ٹکڑے کو جلانے کی کوشش کریں تو وہ نہیں جل پائے گا۔ اسی طرح کاربن کی بہروپی شکلیں (Allotropic Forms) کوئلہ اور چارکول آسانی کے ساتھ جلائے جا سکتے ہیں۔ ہیرا بھی کاربن کی ایک بہروپی شکل ہے جو مشکل سے جلتا ہے جب کہ کاربن کی ایک اور بہروپی شکل گریفائٹ ہے، جو جلنے نہیں پاتا تا جلنے کی خاصیت اس میں اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ دھاتوں کو پگھلانے کے لیے گریفائٹ کی بنی ہوئی کٹھالیاں (Crucibles) استعمال کی جاتی ہیں۔

کسی شئے کا جلنا ایک کیمیائی عمل ہے جس کو احتراق (Combustion) کہتے ہیں۔ احتراق کے لیے حرارت اور آکسیجن کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ کسی شئے کو صرف آکسیجن میں رکھ دینے سے وہ نہیں جل پائے گی جب تک کہ حرارت نہ پہنچائی جائے۔ اسی طرح کسی

شئے کو آکسیجن کی غیر موجودگی میں حرارت پہنچائیں تو وہ جل نہیں پائے گی' البتہ قدرت میں چند اشیاء ایسی ضرور پائی جاتی ہیں جو آکسیجن کی بجائے کسی اور گیس کی موجودگی میں جلتی ہیں۔ لوہے کا زنگ کھانا بھی احتراق ہی ہے۔ اشیاء کا جلنا تیز رفتار احتراق ہے تو لوہے کا زنگ کھانا ست رفتار احتراق۔ سفید کاغذ کا رنگ پرانا ہو کر زردی مائل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ایک ست رفتار احتراقی عمل کا نتیجہ ہے جس میں کاغذ میں موجود کاربن اور ہائڈروجن ست رفتار سے جلتے ہیں۔ ست رفتار احتراق کبھی کبھی خطرناک صورت حال بھی اختیار کر جاتا ہے اسی لیے تیل یا پینٹ لگے ہوئے کپڑے اور کاغذ کے چیتھڑوں کو بند جگھوں پر ڈالے رکھنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ہوتا یہ ہے کہ ان چیتھڑوں میں ست رفتار احتراق واقع ہوتا ہے جو حرارت پیدا کرتا ہے۔ بند جگھوں پر چونکہ حرارت کا اخراج ممکن نہیں ہوتا اس لیے یہ حرارت تپش میں اضافے کا باعث ہوتی ہے جس سے احتراق کی رفتار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح مسلسل حرارت کا پیدا ہونا' تپش کا بڑھنا اور احتراق کی رفتار میں اضافہ آگ کے شعلے پیدا کر کے ایک بڑے حادثے کا موجب بنتا ہے۔

ایسی اشیاء جو جل کر بہت زیادہ حرارت یا روشنی پیدا کرتی ہیں ایندھن کہلاتی ہیں۔ کسی بھی ایندھن کو جلنے کے لیے کم سے کم ایک خاص تپش رکھنے والی حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس تپش کو Kindling Temperature یا Flash Point کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر چولھے کی LPG گیس کو جلانے کے لیے لائٹر کی چنگاری کافی ہوتی ہے۔ اس چنگاری کی حرارت سے موم بتی کو نہیں جلایا جا سکتا۔ اس کو جلانے کے لیے جلتی ہوئی تیلی درکار ہوتی ہے۔ اسی طرح لکڑی کو جلانے کے لیے جلتی ہوئی تیلی کافی نہیں ہوتی۔ یہ اسی وقت جلتی ہے جب اس کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالیں۔ کسی ٹھوس شئے کو جب شعلہ بتایا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس شئے کی تپش بڑھتی ہے اور جب یہ تپش اس شئے کے Kindling Temperature کو پہنچتی ہے تو وہ جلنا شروع کر دیتی ہے۔ سیال مادے جلنے سے پہلے بخارات میں تبدیل ہوتے ہیں اور اس کے بعد یہ بخارات ہی جلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مائعات میں آگ ہمیشہ ان کی سطح کے اوپر ہی لگتی ہے۔ یہاں تک کہ چراغ کا تیل اور موم بتی کا موم بھی جب بخارات میں تبدیل ہوتا ہے، تب ہی چراغ اور موم بتی جلنے لگتے ہیں۔

اشیاء کو جلنے کے اعتبار سے تین زمروں میں بانٹا جاتا ہے۔ (1) شعلہ پیدا کرنے والی اشیاء (2) خود کار بجھنے والی اشیاء (3) نہ جلنے والی اشیاء۔ وہ اشیاء جو حرارت اور روشنی پیدا کرتے

ہوئے مکمل طور پر جل جاتی ہیں' شعلہ پیدا کرنے والی اشیاء کہلاتی ہیں۔ بعض اشیاء ایسی ہوتی ہیں جو اس وقت تک جلتی رہیں گی جب تک ان کو آگ میں رکھا جائے۔ جیسے ہی انھیں آگ سے باہر نکال دیں تو تھوڑی دیر بعد وہ خود بخود بجھ جائیں گی۔ ایسی اشیاء خود کار بجھنے والی اشیاء کہلاتی ہیں۔ لکڑی کا جلنا اس کی ایک اچھی مثال ہے۔ تیسرے زمرے کی اشیاء وہ ہیں جو کسی صورت میں نہیں جلتیں۔ یہاں تک کہ انھیں دہکتی ہوئی آگ ہی میں کیوں نہ ڈال دیا جائے۔ جہاں تک اشیاء کے جلنے کے عمل کا تعلق ہے وہ تین شکلوں میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اس کی ایک شکل وہ ہے جس میں شئے جلتی تو ہے لیکن شعلہ پیدا نہیں کرتی۔ جلنے کی یہ شکل Condensed Phase کہلاتی ہے۔ اگر بتی کا جلنا اس کی ایک مثال ہے۔ جلنے کی دوسری شکل وہ ہے جس میں شعلہ پیدا ہوتا ہے جو Gas Phase کہلاتی ہے۔ جب کہ تیسری شکل میں شعلہ بھی پیدا ہوتا ہے اور وہ Condensed Phase میں بھی جلتی ہے۔

مختلف ایندھنوں کو جب جلایا جاتا ہے تو ان سے پیدا ہونے والے شعلہ کی تپش مختلف ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک گرام ایندھن کے جلنے پر جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اس ایندھن کی حراری قیمت (Calorific Value) کہلاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک گرام کیت کی لکڑی' کوئلہ اور پٹرول کے مکمل طور پر جل جانے پر بالترتیب 2500' 7500 اور 11400 کیلوریز حرارت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں یہ بات دلچسپی کا باعث ہوگی کہ غذا کا ہضم ہونا بھی احتراقی عمل ہے۔ اسی لیے مختلف غذاؤں کے ہضم ہونے پر مختلف مقداروں کی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ہم غذاؤں کو سرد اور گرم سے ظاہر کرتے ہیں۔ ایندھن کی طرح غذاؤں کی بھی حراری قیمتیں معلوم کی جاتی ہیں۔ یہ دراصل حرارت کی وہ مقدار ہوتی ہے جو ایک گرام غذا کے ہضم کر جانے کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ غذاؤں کی حراری قیمتوں میں تربوز کی 26' دودھ کی 65' چاول کی 109' انڈے کی 163 اور شہد کی 304 کیلوریز فی گرام ہوتی ہے۔

جلتی ہوئی مختلف اشیاء کو مختلف طریقوں سے بجھایا جاتا ہے۔ چونکہ جلنے کے لیے حرارت اور آکسیجن دونوں ضروری ہوتے ہیں اس لیے آگ بجھانے کے لیے یا تو حرارت میں کمی کر دی جاتی ہے یا آکسیجن کی فراہمی کو منقطع کر دیا جاتا ہے۔ آگ بجھانے کا ایک عام طریقہ پانی کا استعمال ہے۔ جلتی ہوئی آگ پر جب پانی ڈالا جاتا ہے تو وہ آگ سے حرارت حاصل کر کے بھاپ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس عمل میں پانی کو بہت زیادہ حرارت کی

ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے ایک گرام کھولتے ہوئے پانی کو بھاپ بننے کے لیے 540 کیلوریز حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح ڈھیر سارے پانی کو پہلے 100 ڈگری سنٹی گریڈ تک گرم ہونا پڑتا ہے اور پھر اس کے بعد وہ بھاپ میں تبدیل ہوتا ہے۔ چنانچہ جلنے والی شئے سے حرارت کا بہت زیادہ نقصان عمل میں آتا ہے، اس لیے آگ بجھ جاتی ہے۔

پٹرول کے کنویں میں لگی آگ کو بجھانے کے لیے جہاں دوسرے کئی جتن کیے جاتے ہیں وہیں پر کنویں کی گہرائی میں دھماکے کے ذریعہ ہوا کے جھکڑ پیدا کیے جاتے ہیں۔ تاکہ گہرائی میں موجود ٹھنڈا پٹرول اوپر کے حصہ میں اور اوپر کا گرم پٹرول گہرائی میں چلا جائے۔ اس عمل سے ہوتا یہ ہے کہ پٹرول کی سطح کے اوپر اس کے بخارات کے شعلوں کا تعلق گرم پٹرول سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس طرح کنویں کی آگ بجھ جاتی ہے۔ یہ وہی عمل ہے جو اکثر ہم جلتی ہوئی مختلف اشیاء کو پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں۔ جیسے جلتی ہوئی موم بتی کو بجھانا' ہمارے مشاہدے میں کبھی کبھی یہ بھی آتا ہے کہ پھونک کی وجہ سے جلتی ہوئی شئے بجھ نہیں سکتی۔ کیوں کہ پھونکی گئی ہوا کی رفتار' شعلہ کی رفتار سے کم ہوتی ہے۔ جب پھونکی گئی ہوا کی رفتار' شعلہ کی رفتار سے زیادہ ہوگی تب شعلہ کا تعلق جلنے والی شئے سے ٹوٹ جاتا ہے اور وہ بجھ جاتی ہے۔ شعلوں کا تعلق توڑنے کی خاطر ہی جلتے ہوئے لوگ زمین پر لوٹنے لگتے ہیں۔

جلتی ہوئی اشیاء کو آکسیجن کی فراہمی روکنے کے لیے کئی طریقے اپنائے جاتے ہیں جیسے آگ پر ریت ڈالنا' جلتے ہوئے لوگوں کو کمبل میں لپیٹ دینا وغیرہ۔ جنگل میں لگی آگ کو بجھانے کے لیے جہاں کئی طریقے اپنائے جاتے ہیں' وہیں آکسیجن کو منقطع کرنے کی خاطر جنگل میں آگ بھی لگائی جاتی ہے۔ جنگل کی جلتی ہوئی آگ کو جس سمت سے فضا کی آکسیجن فراہم ہوتی ہے' وہیں پر قابل کنٹرول آگ لگائی جاتی ہے جس سے نکلنے والی کاربن ڈائی آکسائڈ جنگل کی آگ کو' آکسیجن کی بجائے فراہم ہوتی ہے۔ اس طرح آکسیجن کے نہ ملنے پر اور آتش فرو شئے کاربن ڈائی آکسائڈ کی وجہ سے جنگل کی آگ بجھنے لگتی ہے۔ غرض ان تمام طریقوں کے علاوہ آگ بجھانے کے لیے کئی ایک آتش فرو کیمیائی اشیاء استعمال کی جاتی ہیں۔ جن میں کاربن ڈائی آکسائڈ' کاربن ٹٹرا کلورائیڈ' سوڈیم بائی کاربونیٹ اور سوڈیم کیلشیم ریٹ قابل ذکر ہیں۔

بیگم نور الصباح قسط نمبر ۳

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

بختیار کاکیؒ کے لقب کی وجہ

جب آپ دہلی میں رہنے لگے اور آپ کا حال لوگوں کو معلوم ہوا تو ہزاروں کی تعداد میں معتقدین آپ کے آستانے پر زیارت کے لیے جمع ہونے لگے۔ بڑے بڑے امیر بھی خدمت میں حاضر ہوتے اور نذرانہ قبول نہ کرتے لیکن ایک مسلمان بنیا آپ کے پڑوس میں رہتا تھا' اس سے اکثر قرض لے لیا کرتے اور جب کہیں سے کوئی ایسا نذرانہ مل جاتا جس کو حلال سمجھ کر آپ قبول کر لیتے تو اس کا قرضہ ادا کر دیتے۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے آپ کو خیال آیا کہ قرض کسی سے بھی نہیں لینا چاہیے۔ اور کوئی بھی نذر قبول نہ کرنا چاہیے' یہ بری بات ہے۔ اس کے بعد واقعی آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اللہ کے حکم سے روزانہ آپ کی جائے نماز کے کونے کے نیچے سے ایک اتنی بڑی روٹی نکلتی جو پورے خاندان کا پیٹ بھرنے کے لیے کافی ہو جاتی۔ کچھ دنوں بعد بنیے نے سوچا کہ شاید خواجہ صاحب مجھ سے ناراض ہو گئے جو قرض نہیں لیتے چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو آپ کے گھر حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ تب یہ بات معلوم ہوئی اور اسی روز سے لوگوں نے آپ کو بختیار کاکیؒ کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ کاک کے معنی روغنی روٹی کے ہیں۔

کرامات

جب آپ قاضی حمید الدینؒ کے مکان میں مقیم تھے تو انھوں نے ایک محفل سماع (قوالی) منعقد کی جس میں بہت سے لوگ شریک ہوئے اور گھر میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہ رہی۔ محفل میں دونوں بزرگوں پر کیف کا عالم طاری ہوا۔ محفل ختم ہونے پر کچھ لوگوں نے قاضی صاحب سے کہا کہ مجلس میں ہر قسم کے لوگ شریک ہیں یہ بات کچھ اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ وہ بغیر کھانا کھائے واپس چلے جائیں۔

قاضی صاحب نے یہ بات حضرت بختیار کاکیؒ سے کہی۔ آپ نے فرمایا کہ سب لوگوں سے کہو کہ قطاریں لگا کر بیٹھ جائیں چنانچہ لوگ بیٹھ گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر اپنی دونوں آستینوں کی جھاڑا اور ان کے جھاڑتے ہی ہر شخص کے سامنے دو دو روغنی روٹیاں اور گرم حلوہ رکھا نظر آیا۔ مہمانوں نے خوب اچھی طرح کھانا کھایا۔

قاضی صاحب نے کہا کہ کھانے کے بعد پینے کے لیے شربت بھی چاہیے ہوگا۔

اتفاقاً کوئی شخص حضرت بختیار کاکیؒ کے لیے ایک سیر شکر لایا تھا۔ آپ نے اس شکر کو سات پیالے پانی میں ڈال کر ایک برتن میں گھولا اور کہا کہ سب کو پلادو اس شربت میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے پیا پھر بھی بچ رہا۔ اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے۔ پھر محفل سماع کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی ایسی ہی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ ایک دفعہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ لوگ مہنگائی کی وجہ سے بھوکوں مر رہے تھے۔ ایک ایک روٹی خریدنا مشکل ہو گیا تھا۔ ایسے میں شہزادہ سعد الدین کے محل سے کئی من میدہ ایک نان بائی کے گھر ٹکیاں پکانے کے لیے بھیجا گیا۔ نان بائی نے ٹکیاں تنور میں لگادیں مگر بد نصیبی سے اس کو نیند آگئی۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ تمام ٹکیاں تنور میں جل کر راکھ ہو چکی ہیں۔ وہ اس پریشانی میں مبتلا تھا کہ شہزادے کے آدمی ٹکیاں لینے آگئے۔ انھوں نے ٹکیوں کا یہ حال دیکھ کر اس بے چارے کو گرفتار کرلیا اور لے کر چلے گئے۔

راستے میں حضرت بختیار کاکیؒ اتفاق سے کہیں جاتے ہوئے مل گئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ کیوں اس کو پکڑے لیے جاتے ہو؟ انھوں نے سب حال بتایا۔ آپ کو نان بائی پر بہت رحم آیا۔ آپ نے سفارش کی کہ اس کی خطا معاف کر کے چھوڑ دو۔ سپاہیوں نے نہ مانا تو آپ نے کہا کہ اگر تمھاری ٹکیاں درست ہو جائیں تب تو چھوڑ دو گے؟ سپاہی آپس میں کہنے لگے کہ کس دیوانے سے سابقہ پڑا ہے' کہیں جلی ہوئی ٹکیاں بھی درست ہوئی ہیں! آپ نے ان کی باتیں سن لیں اور فرمایا۔ اے بے وقوفو اللہ تو مردے کو زندہ کر سکتا ہے' یہ تو صرف میدے کی ٹکیاں ہیں۔

یہ سن کر سپاہیوں پر ایک خوف طاری ہو گیا۔ وہ بولے۔ ہم اس کو چھوڑے دیتے ہیں مگر آپ جلی ہوئی ٹکیاں درست کر دیں۔ آپ نے سب ٹکیاں سامنے رکھ کر ان پر اپنا ہاتھ پھیرا اور دوبارہ ٹکیوں کو تنور میں ڈال کر نکالا تو وہ بہت ہی خستہ سنکی ہوئی نکلیں۔ سپاہی حیران ہو گئے اور آپ کے قدموں پر گر کر معافی مانگنے لگے۔

پھر وہ ٹکیاں لے کر شہزادے کے پاس آئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ شہزادہ آپ کی کرامات کا یقین لا کر معتقد ہو گیا اور فوراً خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ شہزادے تم کس لیے فقیر کے پاس آئے ہو۔ شہزادے نے کہا کہ میں اپنے خلوص کی بنا پر حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے کہا کہ اگر تمھارا خلوص واقعی سچا ہے تو میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تمھارا دل اس دنیا سے بھر جائے اور تم فقر اور فاقہ اختیار کرلو۔ چنانچہ شہزادہ واپس ہو گیا' اور اپنا سب مال و متاع غریبوں میں تقسیم کر کے دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے فقیری لے لی۔ آپ نے اس کو اپنی گدڑی عطا فرمائی جس کی برکت سے وہ بھی ولی کامل بن گیا۔

حکیم محمد سعید

حکیم صاحب کے مشورے

جوئیں

س: میری چھوٹی بہن جس کی عمر بارہ سال ہے، اس کے سر میں بہت جوئیں ہیں۔ بال تک کٹوا دیے، مگر پھر جوئیں ہو گئی ہیں۔ کوئی ایسا علاج بتائیں، جس سے جوئیں اور لیکھیں ختم ہو جائیں۔

فرح ناز کھتری

ج: ہمدرد کے کسی دواخانے سے حسب ذیل دوائیں لے لیں

دوائے خارش سفید ۱۲ گرام۔ روغن کمیلا ۶۰ گرام۔ روغن نیم ۶۰ گرام

ان تینوں کو ملا لیں اور روزانہ رات کو سر میں لگا لیں، صبح صابن سے صاف کر لیں، کم از کم ۱۵ روز یہ عمل کریں۔

ہاتھوں کا کانپنا

س: میری عمر ۱۵ سال ہے اور جب بھی میں کسی نئی شخصیت کے سامنے یا کسی تقریب میں (جس میں سب کی توجہ مجھ پر ہو) جاؤں تو میرے ہاتھ بہت کانپتے ہیں۔ جس کی وجہ سے میں اکثر اسکول کے جلسوں میں شرکت نہیں کر سکتی۔ براہِ کرم مجھے اس کا کوئی حل بتائیں۔

ایم، سردار

ج: گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ابتدا میں شرم کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ لوگوں سے ملیے، تنہائی میں وقت کم سے کم گزاریے۔ سہیلیوں کے علاوہ بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے باتیں کرنے کی کوشش کیجیے۔ جب بار بار آپ نئی شخصیتوں کو دیکھیں گی اور ان سے ملیں گی تو یہ کیفیت دور ہو جائے گی۔

آنکھیں اور ناک کی تکلیف

س: میری آنکھوں میں سخت تکلیف رہتی ہے، آنکھوں سے ہر وقت پانی بہتا رہتا ہے، ڈاکٹر کو دکھایا تو اس نے کہا میری ناک کی ہڈی اندر سے بڑھ رہی ہے۔ ناک کے بڑے ڈاکٹر کو دکھایا اور آپریشن بھی کروالیا، لیکن پھر بھی میری آنکھیں ٹھیک نہیں ہوئیں۔ میں دسویں

جماعت کا طالب علم ہوں۔ ۱۷ سال عمر ہے۔ آنکھوں میں تکلیف رہتی ہے پانی بھی بہت آتا ہے آنکھیں روز بہ روز بند ہوتی جا رہی ہیں؟
عثمان غنی

ج: یہ عین ممکن ہے کہ آنکھوں کی وہ نالیاں جو ناک کے اندر کھلتی ہیں ورم کی وجہ سے مسدود ہو گئی ہوں اور اس وجہ سے آنکھوں سے پانی جاری رہتا ہو۔ اگر ایسا ہے تو ناک کو جوشاندہ برگ نیم سبز سے صبح و شب دھو کر ورم کو رفع کرنا چاہیے۔ آنکھوں میں آپ روزانہ صبح و شب عرق گلاب خالص کے چند قطرے ٹپکائیے اور اگر خالص شہد مل جائے تو رات کو سوتے وقت سلائی سے آنکھوں میں سرمے کی طرح شہد لگائیے۔

چھوٹا قد

س: میں میٹرک کا طالب علم ہوں، عمر ۱۵ سال ہے۔ میرا قد میٹرک کلاس کے لحاظ سے بہت چھوٹا ہے اور میری آواز بھی بہت بھاری ہو گئی ہے۔
شاہد علی

ج: آپ کے ذہن میں میٹرک کے طالب علم کا قد کتنا ہونا چاہیے؟ اگر میٹرک کا کوئی قد ہے تو پھر فیصلہ ہو سکتا ہے کہ آپ کا قد اس سے بڑا ہے یا چھوٹا۔ غور کیجیے! آدمی فٹوں کے ناپ سے بڑا یا چھوٹا نہیں ہوا کرتا، بلکہ اپنے علمی مرتبے کے اعتبار سے بڑائی چھوٹائی ناپی جاتی ہے۔
جس عمر میں آپ ہیں۔ اس عمر میں آواز میں تبدیلی ہوا کرتی ہے۔ آپ مرد ہیں۔ مرد کی آواز بھاری ہی اچھی لگتی ہے۔

پت

س: میری عمر ۱۳ سال ہے میری کھال بہت سخت ہے جسم پر کیلوں کے ساتھ ساتھ عجیب نشانیاں ہیں، ڈاکٹروں نے پت کہا ہے، علاج بھی کیا، مگر کوئی فائدہ نہیں۔

زہرہ پروین

ج: گیہوں کی بھوسی چائے کے ایک چمچے برابر لیں اور اسے ذرا سے دودھ اور پانی میں جوش دیں، چھان کر اس میں شہد ملا کر پی لیں۔ یہ صبح کا ناشتا ہوا، پھر صبح ۵ دانے خشک خوبانی کے پانی میں بھگو دیں۔ رات کو سوتے وقت انھیں نوش جان کر لیں۔ یہ غذائی علاج ماہ دو مہینے جاری رکھیں۔ اس سے آرام ہونا چاہیے۔ خشک جلد پر دہی کا ملنا فائدہ مند ہوتا ہے۔

ہر وقت سستی رہتی ہے

[illegible] میرے سر میں [illegible] درد رہتا ہے، میرا دل ہر وقت بستر پر لیٹے رہنے کو کرتا ہے اور پڑھائی

میں دل نہیں لگتا ہے۔ آخر کیوں؟

ج: یہ سستی کا پلندہ ہونا کون سا ہنر ہے! یہ زندگی زندہ رہنے کے لیے ہے، بستر پر سوئے ہونے کے لیے نہیں ۔ اس زندگی کی قدر دانی صرف یہ ہے کہ انسان زندہ اور متحرک ہو اور اس زندگی کو حرکت کی پوری رعنائیوں کے ساتھ دوسروں کی خدمت میں لگا دے۔ بستر سے اٹھ جائیے! بیدار ہو کر کمر ہمت باندھ لیجیے۔ صحت کے ہر اصول پر عمل کیجیے۔ اپنے شب و روز کو کار آمد بنائیے۔

آنکھوں میں خارش

س: میری آنکھوں میں خارش ہوتی ہے، اگر نہ کھجاؤں تو چین نہیں آتا اور اگر کھجالوں تو چھوٹے چھوٹے دانے ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل کبھی کبھی ہوتا ہے۔ عمر سولہ سال ہے۔

سعدیہ حق

ج: آپ کی آنتیں صاف نہیں ہیں۔ رات کو ۱۲، ۱۱، ۱۵ دنوں تک اطریفل شاہترہ ۶ گرام کھائیے۔ اس سے آنتیں صاف ہوں گی اور آنکھوں کی تکلیف کو بھی فائدہ ہو گا۔ آنکھوں میں ڈالنے کے لیے "دوائے چشم" کی ایک شیشی کسی دواخانے سے خرید لیجیے اور رات کو سونے سے پہلے اور دن کو بھی ایک بار یہ قطرے آنکھوں میں ٹپکائیے۔

چہرے کے داغ دھبے

س: اگر منہ پر داغ دھبے ہوں تو کیا کرنا چاہیے؟ امجد محمود

ج: اپنے چہرے کے داغ دھبوں پر دہی لگائیے۔ رات کو لگائیے صبح صاف کر دیجیے۔ اس سے فائدہ ہوتا ہے، مگر اس مقامی علاج کے ساتھ دہی کی لسی کا استعمال بھی کر لیجیے تو اچھا ہے۔ یہ تو آج کا زمانہ ہے کہ لوگ چائے پیتے ہیں، سوڈے والی بوتلیں پیتے ہیں اور اپنی ہستی کا رنگ بدلتے جا رہے ہیں، جب تک ہم دودھ، دہی پیا کرتے تھے محبِ وطن اور کڑیل جوان تھے۔ زندہ تھے اور متحرک تھے! اسے مزاح نہ سمجھ لیجیے، غذا ہم جو کھاتے ہیں ہم وہی کچھ بنتے ہیں اور ہمارے کردار پر اس کے اثرات ضرور پڑتے ہیں۔

ایک عجیب و غریب جرمن کہانی

ایک گڈریا' دو بچے' تین بکریاں' تین کتے' ایک خوف ناک بلا'
ایک شہزادی' شریف عمران' مکار کوچوان' سچا بادشاہ۔

بیرا' قاتل اور فولادی

معراج

بہت دن گزرے ہسپانیہ میں ایک غریب گڈریا رہتا تھا۔ اس کی بیوی تو بہت دن پہلے مر چکی تھی اس کا ایک بیٹا عمران اور ایک بیٹی راحیلہ تھی۔ وہ سب ایک پہاڑی کے دامن میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہتے تھے۔ ایک دن گڈریا بہت سخت بیمار ہوگیا اور اس کی طبیعت روز بروز خراب ہوتی گئی۔ آخر ایک دن وہ مرگیا۔

مرنے سے تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنے بچوں کو پاس بلایا اور بولا: ''آپس میں اتفاق اور محبت سے رہنا۔ تم چیزوں کو آپس میں بانٹ لینا اور لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔''

جب گڈریا مرگیا تو عمران نے کہا: ''پیاری بہن! تم کیا چیز لینا پسند کرو گی؟ بکریاں یا گھر؟''

راحیلہ بولی: ''مجھے گھر چاہیے۔''

عمران نے کہا: ''ٹھیک ہے تم گھر لے لو۔ میں بکریاں لے لیتا ہوں۔ میں دنیا میں گھوم پھر کر روزی کماؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ قسمت ضرور میرا ساتھ دے گی۔'' یہ کہہ کر عمران تینوں بکریوں کو ساتھ لے کر گھر سے روانہ ہوگیا۔

شروع شروع میں تو اسے بہت تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے بدنصیبی کا سایہ پڑ گیا ہے۔ ایک دن وہ سڑک کے کنارے اداس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ کوئی اس کے پیچھے کھڑا ہوا ہے۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ یہ ایک اجنبی شخص تھا۔ اس کے ساتھ تین کتے تھے۔ ان میں سے ایک کتا چھوٹا تھا' دوسرا اس سے بڑا' تیسرا سب سے بڑا۔

نووارد نے خوش دلی سے پوچھا: ''کہیے کہیے! کیسے مزاج ہیں؟''

عمران سنجیدگی سے بولا: ''آج کل میں بہت مشکل سے گزر بسر کر رہا ہوں۔ اکثر اوقات

دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں آتی۔"

اجنبی شخص بولا : "نوجوان تمھارے پاس تین بہت خوب صورت بکریاں ہیں۔ اگر تم مجھے اپنی بکریاں دے دو تو میں ان کے بدلے تمھیں اپنے کتّے دے دوں گا۔"

عمران بہت اُداس تھا، لیکن اجنبی شخص کی بات سن کر وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

وہ بولا : "میں تمھارے کتّے لے کر کیا کروں گا؟ میری بکریاں مجھے دودھ دیتی ہیں جسے بازار میں بیچ کر مجھے کچھ رقم مل جاتی ہے۔ تمھارے کتّوں کو مجھے اپنی جیب سے کھلانا پلانا پڑے گا۔ میں خود کیا کھاؤں گا اور انھیں کیا کھلاؤں گا۔"

اجنبی شخص نے جھک کر اپنے کتوں کا سر تھپتھپایا اور بولا : "میرے کتّے بھی کوئی معمولی کتّے نہیں ہیں۔ یہ تم سے کچھ نہیں مانگیں گے بلکہ وہ خود تمھارے کھانے پینے کا بندوبست کریں گے۔"

ذرا دیر بعد وہ پھر بولا : "یہ چھوٹا کتّا بیرا ہے، جب بھی تم حکم دو گے کہ بیرا کھانا لاؤ! یہ کتّا کھانے پینے کا سامان لے کر آجائے گا۔ یہ دوسرا کتّا قاتل ہے۔ جب بھی تم اسے حکم دو گے یہ تمھارے دشمن کی تکا بوٹی کر دے گا۔ دشمن چاہے کتنا بھی طاقت ور اور بڑا کیوں نہ ہو، یہ کتّا اس کو ہلاک کر کے چھوڑے گا۔ تیسرا کتّا فولادی ہے۔ جب بھی تم حکم دو گے۔ یہ فولاد اور لوہے کو دانتوں سے چبا کر ٹکڑے ٹکرے کر دے گا۔"

پہلے تو عمران رضا مند نہ ہوا، لیکن بعد میں وہ اس تبادلے پر راضی ہوگیا۔ اس نے بکریاں اجنبی کے حوالے کر دیں۔ اجنبی یہ بکریاں ہانکتا ہوا لے گیا اور جلد ہی اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

عمران نے سوچا کہ ان کتوں کی خاصیت کو آزما کر دیکھنا چاہیے کہ اجنبی نے ان کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ؟

عمران نے چھوٹے کتّے کو حکم دیا : "بیرے جاؤ اور میرے لیے کھانے پینے کا سامان حاضر کرو۔"

کتّا پلک جھپکتے ہی نظروں سے غائب ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس نے دانتوں میں ایک ٹوکری پکڑی ہوئی تھی جو کھانے پینے کی چیزوں سے بھری ہوئی تھی اور کھانے

بھی ایسے مزے دار اور لذیذ کہ عمران نے زندگی میں پہلے کبھی چکھے نہ تھے۔ اس کو اطمینان ہوگیا کہ اس نے گھاٹے کا سودا نہیں کیا۔

عمران ان کتوں کے ساتھ خوشی خوشی ملک ملک میں گھومنے پھرنے لگا۔ اس نے ایسے ایسے مزے دار کھانے کھائے کہ جن کا اس نے کبھی خواب میں بھی تصور نہ کیا تھا۔ ایک دن اس نے گھوڑا گاڑی آتی دیکھی۔ گاڑی کا رنگ سیاہ تھا۔ اس میں کالے رنگ کے گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ گاڑی کے کوچوان نے کالے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ گاڑی کے اندر ایک بے حد خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے بھی کالے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ لڑکی بُری طرح رو رہی تھی۔ گاڑی میں جتے ہوئے گھوڑے بھی سر جھکائے ہوئے بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ بھی سوگوار ہوں۔ جب گاڑی عمران کے پاس سے گزری تو اس نے کوچوان سے پوچھا :

"تم لوگ اتنے افسردہ اور سوگوار کیوں ہو؟ اور تمھارے ساتھ یہ خاتون کون ہے؟"

کوچوان غصے سے بولا : "جاؤ میاں اپنے کام سے کام رکھو۔"

عمران کے بار بار پوچھنے پر کوچوان بولا : "شہر کے باہر ایک خون خوار بلا رہتی ہے۔ یہ بلا ہر سال ایک خوب صورت لڑکی کی قربانی مانگتی ہے۔ اگر اسے لڑکی نذر نہ کی جائے تو وہ شہر میں گھس جاتی ہے اور بہت تباہی مچاتی ہے۔ بہت سے لوگوں کو ہلاک یا زخمی کر دیتی ہے۔ ہر سال ملک کے باشندے قرعہ اندازی کرتے ہیں جس لڑکی کا نام قرعے میں نکلتا ہے اسے بلا کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ اس سال جس لڑکی کا نام قرعہ اندازی میں نکلا ہے' وہ شہزادی رومانہ ہے۔ اس وجہ سے بادشاہ بھی سوگوار ہے۔ اس کے ساتھ ملک کا ہر شخص سوگوار ہے۔"

عمران کو بھی شہزادی رومانہ کا بے حد افسوس ہوا۔ وہ بھی شہزادی رومانہ کی گھوڑا گاڑی کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ آخر کوچوان نے گاڑی ایک غار کے قریب روک دی۔ شہزادی گاڑی سے نیچے اتری اور آہستہ آہستہ غار کی طرف روانہ ہوئی۔

کوچوان نے دیکھا کہ عمران بھی شہزادی کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ اس نے آواز دے کر عمران کو روکنا چاہا' لیکن اس نے کوچوان کی بات سنی ان سنی کر دی اور وہ چلتا ہی رہا۔

جب شہزادی غار کے پاس پہنچی تو غار کے اندر سے ڈراؤنی شکل کا عجیب اژدہا باہر نکلا۔ اس

کے جسم پر مچھلی جیسے چھلکے تھے' چمگادڑ جیسے پر تھے' سر پر چھوٹے چھوٹے نوکیلے سینگ تھے جب وہ سانس لیتا تو اس کے منہ سے شعلے نکلتے۔ وہ شہزادی پر حملہ کرنے کے لیے آہستہ آہستہ اس کی طرف رینگنے لگا۔ غریب شہزادی ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی۔

عمران نے اپنے کتے قاتل کو حکم دیا اس خوں خوار بلا کو ہلاک کر دو۔

قاتل نے چھلانگ ماری اور بلا کے اوپر سوار ہوگیا اور اس نے بلا کی گردن میں دانت گاڑ دیے۔ بلا نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کتے قاتل کو جھٹک کر گرا دے' لیکن قاتل نے اس کی گردن چھوڑ کر نہ دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے قاتل نے خوں خوار بلا کو جان سے مار ڈالا اور اسے چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ صرف ناخن اور ہڈیاں باقی رہ گئیں۔ وہ عمران نے رومال میں لپیٹ کر اپنی جیب میں رکھ لیں۔

شہزادی رومانہ صدمے اور خوف سے بے ہوش ہوگئی تھی۔ عمران نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ شہزادی کو ہوش آگیا۔ اس نے کہا : "آپ نے اس خوں خوار بلا کو ہلاک کر کے بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ آپ میرے ساتھ چلیے' بادشاہ سلامت آپ کو منہ مانگا انعام دیں گے۔"

عمران نے کہا : "میں پہلے دنیا کی سیر کروں گا۔ تین سال بعد جب میں واپس آؤں گا تب بادشاہ کی خدمت میں حاضری دوں گا۔"

شہزادی رومانہ نے بے حد اصرار کیا کہ عمران اس کے ساتھ چلے' لیکن اس نے اپنا ارادہ تبدیل نہ کیا۔ وہ اپنے کتوں کے ساتھ سیٹی بجاتا ہوا دنیا کے سفر پر روانہ ہوگیا۔

شہزادی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر محل کی طرف روانہ ہوئی۔ وہ اپنی جان بچ جانے اور بلا کی ہلاکت پر بے حد خوش تھی۔

کوچوان بے حد بدفطرت اور کمینہ شخص تھا۔ اس کے دل میں ایک شیطانی منصوبہ آیا۔ جب وہ ایک پل پر سے گزر رہے تھے تو کوچوان نے گاڑی روک دی۔ پل کے نیچے ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا بہہ رہا تھا۔ کوچوان بولا :

"شہزادی صاحبہ ! آپ کی جان بچانے والا تو اب جاچکا ہے۔ اب بادشاہ سلامت سے یہ کہیے گا کہ میں نے آپ کی جان بچائی ہے اور خوف ناک بلا کو ہلاک کر دیا ہے۔ اگر آپ نے

یہ کہنے کا وعدہ نہ کیا تو میں آپ کو دریا میں دھکا دے دوں گا۔ ہر کوئی یہی خیال کرے گا کہ آپ کو اس بلا نے نگل لیا ہے۔"

شہزادی نے کوچوان کی بہت منت سماجت کی کہ وہ اپنے ناپاک ارادے سے باز رہے' لیکن کوچوان نے اس کی ایک نہ سنی۔ بے چاری شہزادی کیا کرتی اس نے اپنی جان بچانے کے لیے کوچوان سے وعدہ کر لیا کہ وہ کسی کو اصل بات نہیں بتائے گی اور ہر کسی سے یہ کہے گی کہ کوچوان نے ہی بلا کو مار ڈالا ہے۔ تب کوچوان نے گھوڑوں کو چابک ماری اور محل کی طرف روانہ ہوا۔

شہر کا ہر شخص شہزادی کو زندہ سلامت دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ کالے رنگ کا جھنڈا جو سوگ کی علامت کے طور پر محل پر لہرا رہا تھا' وہاں سے اتار دیا گیا۔ شہر میں خوشی کے شادیانے بجائے جانے لگے۔ لوگ خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے جوق در جوق گلیوں میں اکٹھے ہونے لگے۔ مختصر یہ کہ لوگوں نے شہزادی کی جان بچ جانے کی خوشی میں بے حد خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

شہزادی نے وعدے کے مطابق یہی بیان دیا کہ یہ کارنامہ کوچوان نے کیا ہے۔ ہر شخص کوچوان کا شکر گزار تھا۔ بادشاہ تو کوچوان کا بار بار شکریہ ادا کر رہا تھا۔

وہ بولا : "اگرچہ تم نے نہ صرف میری بیٹی کی جان بچائی ہے بلکہ اس منحوس بلا کا خاتمہ بھی کر کے ملک کے سب لوگوں کو مصیبت سے نجات دی ہے۔"

ذرا دیر بعد بادشاہ نے دوبارہ بات شروع کی : "میں تمھیں اس کارنامے کا پورا پورا معاوضہ دوں گا۔ میں اپنی بیٹی شہزادی رومانہ کی شادی تم سے کر دوں گا' لیکن ابھی تمھیں کچھ دنوں انتظار کرنا ہو گا' کیوں کہ میری بیٹی ابھی بہت چھوٹی ہے۔"

کوچوان نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کوچوان کو شان دار کپڑے پہنائے جائیں' رہنے کے لیے عالی شان محل دیا جائے۔ خدمت کے لیے بہت سے ملازم دیے جائیں۔ اور ہر ماہ خرچ کے لیے بہت سی اشرفیاں دی جائیں۔

کوچوان مزے سے رہنے لگا۔ شہزادی سب کچھ دیکھتی تھی' لیکن اپنا وعدہ نبھانے کی خاطر وہ چپ رہی اور اس نے سچ بات ظاہر نہ کی۔

دن گزرتے گئے آخر ایک سال کا عرصہ گزر گیا' شہزادی نے اپنے والد سے درخواست کی :

"ابا حضور میں ابھی بہت چھوٹی ہو اس لیے ایک سال تک شادی نہیں کروں گی۔"

بادشاہ نے شہزادی کی بات مان لی اور شادی کے لیے مزید ایک سال کی مہلت دے دی۔

آخر یہ سال بھی گزر گیا شہزادی کو اپنے اصلی محسن عمران کے الفاظ یاد تھے کہ میں تین سال کے بعد واپس لوٹوں گا۔

اس لیے شہزادی نے درخواست کی کہ شادی ایک سال کے لیے مزید ملتوی کر دی جائے۔

بادشاہ کو اپنی بیٹی سے بے حد پیار تھا۔ وہ اس کی ہر بات پوری کرنا بے حد ضروری خیال کرتا تھا۔ اس نے کہا :

"بیٹی! تمھاری شادی کی تقریب ایک سال کے لیے ملتوی کر دوں گا' مگر یہ مدت گزر جانے کے بعد تمھاری شادی ضرور کر دی جائے گی۔"

آخر یہ سال بھی گزر گیا۔ شادی کی تاریخ مقرر کر دی گئی جس دن شادی کی تقریب ہونی تھی ایک اجنبی شہر میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ تین کتے بھی تھے۔ یہ عمران تھا۔ اس نے شہر میں جشن جیسا سماں دیکھا تو اس نے اس کی وجہ پوچھی۔ ایک آدمی نے بتایا کہ جس شخص نے شہزادی کی جان بچائی تھی آج اس شخص کے ساتھ شہزادی کی شادی ہو رہی ہے۔

یہ سن کر عمران آپے سے باہر ہوگیا۔ وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا : "لوگو! شہزادی کی جان بچانے کا دعوے دار جھوٹا ہے۔ اس کی جان میں نے بچائی تھی۔ اس خوں خوار بلا کا خاتمہ میں نے کیا ہے۔"

لوگوں کو یہ بات معلوم ہو کر بے حد حیرت اور تعجب ہوا۔ اس بات کی اطلاع بادشاہ کو بھی ہوگئی اس نے کوچوان سے پوچھا : "کیا ماجرا ہے؟ صحیح بات کیا ہے؟"

کوچوان نے مکاری سے کہا : "عالی جاہ! یہ شخص کوئی جعل ساز ہے اور اس پر مسرت موقع پر رنگ میں بھنگ ملانا چاہتا ہے۔"

بادشاہ نے فوراً سپاہیوں کو بھیج کر عمران کو گرفتار کرایا اور جیل خانے میں بند کروا دیا۔

عمران جیل خانے میں بھوسے کے ڈھیر پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ میں کتنا بدنصیب ہوں۔ عین

وقت پر قسمت نے منہ موڑ لیا۔ اچانک اسے باہر سے کسی کتے کے غرانے اور بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ یہ فولادی تھا جو اپنے آقا کو ڈھونڈتا ہوا جیل خانے تک آپہنچا تھا۔ اس نے زور سے آواز دی : "فولادی' فولادی! فوراً میری مدد کو آؤ۔"

اس کے ساتھ فولادی کتا جیل خانے کی سلاخوں کو توڑتا پھوڑتا اس کوٹھڑی میں جا پہنچا جہاں عمران قید تھا۔

عمران فولادی کی کمر پر سوار ہو کر جیل خانے سے باہر نکلا۔ اسے بہت زور کی بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے ہیرے کتے کو حکم دیا کہ میرے لیے کھانے کا بندوبست کرو۔

پلک جھپکتے ہی ہیرا وہاں سے غائب ہوگیا اور تھوڑی دیر بعد ٹوکری اٹھائے ہوئے واپس لوٹا۔ اس ٹوکری میں بہت سی لذیذ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ ٹوکری ایک رومال سے ڈھانپی ہوئی تھی۔ اس رومال پر شاہی نشان کڑھا ہوا تھا۔ دراصل کتا اس میز سے کھانا اٹھا لایا تھا' جس پر بادشاہ اور شہزادی کے لیے کھانا چنا ہوا تھا۔

شہزادی رومانہ پہلی ہی نظر میں پہچان گئی کہ یہ عمران کا کتا ہے۔ اب وقت آگیا تھا کہ شہزادی نے اپنے والد کو اصل حقیقت بتانا ضروری خیال کیا۔ بادشاہ نے اسی وقت ملازموں کو حکم دیا کہ عمران کو تلاش کیا جائے۔

ایک ملازم عمران کو لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب بادشاہ نے عمران کی زبانی سب کہانی سنی تو وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر اس جگہ لایا جہاں شادی کی رسم ادا کی جانی تھی۔

کوچوان نے جب عمران کو دیکھا تو اس کا رنگ فق ہوگیا۔ وہ جان گیا کہ اس کا راز افشا ہو چکا ہے۔ وہ فوراً بادشاہ کے قدموں میں گر پڑا اور جان بخشی کی درخواست کرنے لگا۔

عمران نے ایک رومال کھول کر اس خوف ناک بلا کے دانت اور پنجے دکھائے۔ عمران یہ رومال ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ مکار کوچوان کو زنجیروں سے جکڑ کر جیل خانے میں ڈال دیا جائے۔

شہزادی کی شادی عمران سے کر دی گئی۔ نوجوان جوڑا بہت خوش تھا۔ شہزادی رومانہ عمران کے کتوں کی بہت دیکھ بھال کرتی تھی۔

ایک دن عمران نے کہا : "میری ایک چھوٹی بہن ہے جو بہت دور ایک گاؤں میں غربت کی

زندگی بسر کر رہی ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔" شہزادی رومانہ نے ایک گاڑی بھیج کر راحیلہ کو بھی محل میں بلوالیا۔ بھائی بہن ایک دوسرے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

اس وقت ایک کتا انسانی زبان میں بولا: "میرے آقا اب ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔ آپ کو ہماری ضرورت بھی نہیں رہی ہے۔ اب ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اپنے اصل مالک کے پاس واپس چلے جائیں۔ جب کبھی آپ کو ہماری ضرورت ہو آپ ہمیں بلا لیجیے گا' ہم فوراً حاضر ہو جائیں گے۔"

عمران نے تینوں کتوں کو جانے کی اجازت دے دی۔ وہ تینوں کتے اچانک ہی غائب ہو گئے۔

امیر تیمور

امیر تیمور چنگیز خاں کی نسل میں سے جگاتے کی اولاد سے تعلق رکھتا تھا۔ ۱۳۳۶ء میں سمرقند کے قریب مقام "کش" میں پیدا ہوا۔ ۱۳۶۰ء میں اپنے باپ کی جگہ قبیلے کا سردار بنا۔ ۱۳۷۰ء میں اس نے ترکستان کو فتح کیا اور سمرقند کو صدر مقام بنایا۔ اس کے بعد اس نے ایران کو فتح کیا۔ پھر اس نے ماسکو تک روس کو فتح کیا۔ ۱۳۹۸ء میں اس نے ہندستان پر حملہ کیا۔ پھر شام اور ترکی کے ترکوں کو شکست دی۔

ہندستان میں پہلے تیمور کا پوتا پیر محمد فوج لے کر آیا۔ اس نے اوچ اور ملتان پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد تیمور اپنے لشکر کے ساتھ آپہنچا۔ اس علاقے کے اطراف میں آباد کھوکھروں کی سرکوبی کی۔ پاک پٹن میں دس ہزار افراد کو تہ تیغ کیا اور لوٹ مار کی۔ پھر پانی پت اور دہلی پہنچا۔ اس وقت دہلی پر آخری تغلق بادشاہ نصیر الدین محمود کی حکومت تھی۔

امیر تیمور کی ایک لاکھ فوج نے دہلی پر یلغار کی تو دربار منعقد کیا گیا۔ اس کو تحفے پیش کیے گئے۔ اس نے وعدہ کیا کہ دہلی کو تباہ نہیں کرے گا۔ لیکن شہر میں اس کے چند سپاہی قتل ہوئے تو اس نے غارت گری کا حکم دے دیا۔ ایک ہفتے تک شہر کو لوٹا جاتا رہا۔ تمام دولت سمیٹ لی گئی۔ سلطنت دہلی کمزور ہو کر رہ گئی۔

بی بی زلیخا

ڈاکٹر اسلم فرخی

یہ آج سے تقریباً ساڑھے سات سو برس پہلے کی بات ہے۔

ہندستان کے صوبے اترپردیش کے ایک شہر بدایوں میں ایک چھوٹا سا کنبہ رہتا تھا۔ کل تین آدمی تھے۔ اس چھوٹے سے کنبے میں ماں، بیٹا اور بیٹی اور ہاں ایک کنیز بھی تھی جو گھر کا کام کاج کرتی تھی۔ ماں کا نام تھا بی بی زلیخا، بڑی نیک، اللہ والی، دن رات نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے والی بی بی۔

بی بی زلیخا بڑے باپ کی بیٹی تھیں۔ ان کے باپ خواجہ عرب ترکستان کے شہر بخارا سے لاہور آئے تھے۔ پھر وہاں سے بدایوں آگئے اور یہیں آباد ہوگئے۔ خواجہ عرب مال دار آدمی تھے۔ ان کے ایک دوست تھے خواجہ علی۔ دونوں دوست بخارا سے ساتھ نکلے تھے اور ساتھ ہی ساتھ بدایوں میں بھی آباد ہوئے۔ خواجہ علی کے ایک بیٹے تھے خواجہ احمد۔ انھی خواجہ احمد سے بی بی زلیخا کی شادی ہوئی۔ خواجہ احمد بڑے نیک اور اچھے بزرگ تھے، مگر وہ جلد ہی اللہ کو پیارے ہوگئے اور بی بی زلیخا اپنے بچوں کے ساتھ اکیلی رہ گئیں۔

بی بی زلیخا بڑی سمجھ دار اور حوصلے والی خاتون تھیں۔ شہر بھر میں ان کی بڑی عزت تھی۔ وہ ہر شخص کے ساتھ بھلائی کرتی تھیں۔ ہر شخص کے ساتھ نیکی سے پیش آتی تھیں۔ گھر میں دن رات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا رہتا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی ان کے دونوں بچے بھی اس رنگ میں رنگ گئے تھے۔ بی بی زلیخا اپنے بچوں کو بہت چاہتی تھیں۔ ان پر جان چھڑکتی تھیں، مگر ان کی دیکھ بھال اور تعلیم سے غافل نہیں تھیں۔ ان کے بیٹے کا نام تو خواجہ محمد تھا، مگر وہ انھیں نظام الدین کہتی تھیں۔

نظام الدین جب پڑھنے لکھنے کے قابل ہوگئے تو بی بی زلیخا نے انھیں بدایوں کے ایک بڑے مشہور اور نیک بزرگ مولانا علاء الدین اصولی کے مکتب میں پڑھنے بھیجا۔ مولانا اصولی بڑے اچھے استاد تھے۔ انھوں نے نو عمر نظام الدین کو بڑی محنت اور شوق سے پڑھایا۔ بہترین تعلیم دی۔ اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

مکتب میں تعلیم تو ہو رہی تھی، مگر گھر میں اللہ کا نام تھا۔ بی بی زلیخا کے پاس دولت تو تھی نہیں، خواجہ احمد کوئی مال دار آدمی نہیں تھے۔ بی بی زلیخا کا ہاتھ اکثر تنگ رہتا تھا۔ کھانے پینے کی کمی ہو جاتی تھی۔ کبھی کبھی فاقے کی نوبت آجاتی۔ ایسے موقع پر وہ بڑے پیار سے بیٹے کو سمجھاتیں۔

"بیٹا نظام الدین! آج ہم لوگ اللہ میاں کے مہمان ہیں۔ تم جانتے ہو اللہ میاں کے مہمان ہونے کا مطلب کیا ہے۔ مطلب یہ کہ آج ہم لوگ کھانا نہیں کھائیں گے۔"

نظام الدین ماشاء اللہ بڑے نیک اور ہونہار بچے تھے۔ فوراً سمجھ جاتے کہ آج ہمارے گھر میں کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ فاقہ ہوگا۔ بڑی خوشی سے کہتے :

"امی جان! یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ ہم لوگ اللہ میاں کے مہمان ہیں۔ اس سے زیادہ اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔"

نو عمر نظام الدین اپنی ماں اور بہن کی طرح چپ چاپ بھوک برداشت کر لیتے تھے۔

ایک دن مولانا اصولی نے نظام الدین سے کہا: "میاں! تم نے ایک بڑی کتاب ختم کر لی ہے۔ اب تمھیں پگڑی باندھنے کا حق حاصل ہوگیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمھاری دستار بندی کا جلسہ ہو۔"

نظام الدین یہ بات سن کر چپکے رہے۔ گھر آئے تو چپ چاپ کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے۔ بی بی زلیخا بڑی ہوشیار تھیں۔ بیٹے پر جان بھی دیتی تھیں اور بیٹے کے تیور بھی خوب پہچانتی تھیں۔ فوراً سمجھ گئیں کہ کوئی نہ کوئی خاص بات ضرور ہے جو یہ لڑکا اتنا پریشان ہے۔ پہلے تو اتنا پریشان کبھی نہیں ہوا تھا۔ نظام الدین کو پریشان دیکھ کر انھیں فکر اس وجہ سے ہوئی تھی کہ نظام الدین بچپن ہی سے عام بچوں سے بالکل الگ تھلگ تھے۔ نہ کھیل کود سے دل چسپی تھی اور نہ محلے کے لڑکوں کے ساتھ سارے شہر میں دوڑتے پھرتے تھے۔ ہر کام قرینے قاعدے سے کرتے تھے۔ مکتب جاتے یا گھر پر قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں، سارا وقت انھی کاموں میں گزارتے تھے۔ عام بچوں کی طرح فضول شوق اور سیر سپاٹے کا چسکا نہیں تھا۔ اسی وجہ سے بی بی زلیخا کو زیادہ پریشانی ہوئی کہ آخر کیا بات ہے؟

تھوڑی دیر تک تو وہ خاموش رہیں اور نظام الدین کو دیکھتی رہیں۔ پھر بیٹے کے سر پر ہاتھ

پھیر کر نرمی سے پوچھا :

بیٹا نظام الدین! کیا بات ہے، آج تم کچھ پریشان نظر آتے ہو؟"

"جی، کچھ نہیں۔"

"کچھ ہے تو ضرور جو تم اتنے پریشان ہو؟"

"امی جان! مولانا اصولی یہ کہہ رہے تھے کہ تم نے ایک بڑی کتاب ختم کرلی ہے۔ اب تمھیں پگڑی باندھنا چاہیے اور تمھاری دستار بندی کا جلسہ بھی ہونا چاہیے۔ امی جان میں دستار کہاں سے لاؤں۔ دستار بندی کا جلسہ بھی کیسے ہو سکتا ہے۔"

بی بی زلیخا بولیں : "بس بیٹا! اتنی سی بات کے لیے پریشان ہو۔ دستار بھی باندھنا اور انشاء اللہ دستار بندی کا جلسہ بھی ہوگا۔ میں خود تمھاری دستار کے لیے کپڑا بُنوں گی۔ مجھے تو کپڑا بُننا آتا ہے۔ ایسی کیا مشکل بات ہے۔ چند دنوں میں کپڑا تیار ہو جائے گا۔ بس پھر جلسہ بھی ہو جائے گا۔ جلسے کے لیے کھانا بھی میں خود ہی پکاؤں گی۔ ان شاء اللہ شہر کے سارے عالموں اور استادوں کو جلسے میں بلائیں گے۔"

اس دن سے بی بی زلیخا نے نظام الدین کی دستار بندی کے لیے کپڑا بُننا شروع کر دیا۔ وہ بڑے گھر کی بیٹی تھیں۔ اس قسم کا کام کبھی کیا نہیں تھا۔ اگر آدمی کوئی کام نہ جانتا ہو یا اس کام کی عادت نہ ہو تو وہ کام مشکل معلوم ہوتا ہے، مگر بی بی زلیخا خوب سمجھتی تھیں کہ اگر دستار تیار نہ ہوئی تو نظام الدین اپنی نیک بختی کی وجہ سے کہیں گے تو کچھ نہیں، لیکن دل ہی دل میں یہ ضرور سوچیں گے کہ ہم لوگ بھی کتنے گئے گزرے ہیں کہ ایک دستار بھی نہیں لے سکتے، نہ شہر کے عالموں اور بزرگوں کو ایک وقت کھانا کھلا سکتے ہیں۔ یہ سوچ سوچ کر میرے بچے کو کتنا رنج ہوگا۔ وہ اپنے آپ کو کتنا مجبور خیال کرے گا۔ بڑی کمی کا احساس ہوگا۔

بس اسی خیال سے بی بی زلیخا نے کپڑا بُننے میں بڑی محنت کی۔ کنیز کو ساتھ لگا لیا۔ دونوں مل کر دن رات لگی رہتیں۔ بڑی محنت ہوئی مگر کپڑا تیار ہو گیا۔ کپڑا دیکھ کر نظام الدین بھی بہت خوش ہوئے۔ وہ یہ تو سمجھتے تھے کہ میری ماں مجھے بہت چاہتی ہیں، مگر یہ اندازہ نہیں تھا کہ میرے لیے دن رات ایک کر کے اتنی محنت سے کپڑا بھی تیار کریں گی۔ اس وقت انھیں یہ خیال ہوا کہ ماں کی مامتا اور بچوں کی خوشی کے لیے اپنی جان کو جان نہ سمجھنے اور بچوں کے لیے

ہر طرح کی سہولت حاصل کرنے کی جو باتیں عام طور پر مشہور ہیں وہ کتنی کچی ہیں۔ انھیں معلوم ہو گیا۔ ان کی ماں ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتی ہیں۔

دستار تیار ہو گئی تو دستار بندی کے جلسے کا دن بھی مقرر ہو گیا۔ مولانا علاء الدین اصولی نے بدایوں کے تمام بزرگوں، استادوں اور عالموں کو اس جلسے میں بلایا۔ سب خوشی خوشی شریک ہوئے۔ بی بی زلیخا نے بڑی محنت سے مزے مزے کے کھانے پکا کر مکتب بھیجے۔ سب لوگوں نے وہ کھانے کھائے اور کھانوں کی بڑی تعریف کی۔ پھر نظام الدین کی، جو اب مولانا نظام الدین کہلانے لگے تھے، دستار بندی ہوئی۔ پگڑی کا ایک سرا بدایوں کے مشہور بزرگ شیخ علی مولاؒ نے ہاتھ میں لیا۔ دوسرا سرا مولانا نظام الدین نے سنبھالا۔ اس طرح پگڑی باندھی گئی۔ سب نے مولانا نظام الدین کو دعائیں دیں۔

بی بی زلیخا اس دن بہت خوش ہوئیں، کیوں کہ ان کے بیٹے، جو اب تک محض نظام الدین کہلاتے تھے، مولانا نظام الدین کہلانے لگے اور شہر کے پڑھے لکھے لوگوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔

بدایوں میں مولانا نظام الدین کی تعلیم پوری ہو گئی۔ مولانا اصولی نے ان سے کہہ دیا :

"مولانا نظام الدین! میں تمھیں جو کچھ پڑھا سکتا تھا پڑھا دیا۔ اب اگر اور علم حاصل کرنا چاہتے ہو آگے بڑھنا چاہتے ہو تو دلی چلے جاؤ۔ شاہی شہر ہے۔ وہاں بہت بڑے بڑے استاد موجود ہیں۔ ان سے پڑھو۔ علم حاصل کرو۔ ماشاء اللہ قابل ہو، ذہین ہو، محنتی ہو، پڑھنے لکھنے کا شوق ہے، اللہ اور اس کے رسولؐ سے لو لگائے رہتے ہو۔ اپنی والدہ سے مشورہ کرو۔ وہ جیسا کہیں ویسا کرو۔ ویسے میری رائے یہ ہے کہ تم اور علم حاصل کرو۔"

مولانا نظام الدین گھر آئے۔ بی بی زلیخا کو ساری بات بتائی۔ وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں کہ بدایوں میں جو پڑھائی ہو سکتی تھی وہ پوری ہو گئی، مگر جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ اگر اور علم حاصل کرنا ہے تو دلی جانا پڑے گا تو وہ ذرا سوچ میں پڑ گئیں۔

انھیں اپنی سہولت اور آرام کے مقابلے میں بیٹے کی ترقی زیادہ عزیز تھی۔ ان کی سوچ یہ تھی کہ مجھے جو بھی تکلیف ہو گی، برداشت کروں گی، مگر بیٹے کی ترقی میں رکاوٹ نہیں بنوں گی۔ وہ ترقی کرے، آگے بڑھے، اسی میں میری خوشی ہے۔ سچ مچ ان کی خوشی یہی تھی۔ دن رات

بیٹے کی ترقی کے لیے دعائیں مانگتی رہتیں۔ ساری تکلیف اس لیے برداشت کر رہی تھیں کہ بیٹے کا مستقبل سدھر جائے۔

بی بی زلیخا کچھ دیر سوچتی رہیں۔ پھر انھوں نے مولانا نظام الدین سے کہا :

"بیٹا نظام الدین! تم دلی ضرور جاؤ۔ وہاں بہت بڑے بڑے عالم ہیں۔ ان سے پڑھو گے تو تم خود بھی بہت بڑے عالم بن جاؤ گے۔ وہاں مکان وغیرہ کا بندوبست کرلو۔ پھر آکر ہم لوگوں کو لے جاؤ۔ ان شاء اللہ وہاں بھی سہولت سے گزر ہو جائے گی۔ اللہ کا نام لے کر سفر کی تیاری کرو۔"

بی بی زلیخا نے بیٹے کی ترقی کی خاطر قربانی دی۔ وطن چھوڑ دیا۔ کوئی آدمی اپنی خوشی سے گھر بار اور وطن نہیں چھوڑتا۔ جس جگہ ایک عمر گزری ہو وہاں سے کہیں اور جانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ پھر کوئی آج کل کا زمانہ تو تھا نہیں کہ جب اور جس وقت جہاں جی چاہا چل دیے۔ ریل میں بیٹھے یا ہوائی جہاز میں پھر سے اڑے اور جا پہنچے۔ اس زمانے میں سفر جان جوکھوں کا کام تھا۔ بڑی پریشانی اور تکلیف ہوتی تھی۔ مگر بی بی زلیخا خوشی خوشی دلی چلی آئیں۔ یہاں بھی ان کی نیکی اور بھلائی اور دن رات کی عبادت کی وجہ سے ان کی بڑی عزت ہوئی۔ مولانا نظام الدین بھی دلی کے بڑے بڑے عالموں سے پڑھنے لگے۔

تھوڑے ہی دنوں میں ساری دلی میں مولانا نظام الدین کے علم اور نیکی کی دھوم مچ گئی۔ لوگ انھیں سر آنکھوں پر بٹھانے لگے۔ ان کی باتوں کو توجہ سے سنتے۔ بی بی زلیخا بھی یہی چاہتی تھیں۔ انھیں بس ایک ہی دھن تھی کہ میرا بیٹا نیک اور اچھا انسان ہو۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے رستے پر چلے اور ساری زندگی دوسروں کی خدمت میں گزارے۔ یہی ان کی دعا اور خواہش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری کر دی۔

ماں بیٹے دلی میں رہتے رہے۔ یہاں بھی بدایوں ہی کی سی زندگی تھی۔ تکلیف اور پریشانی' فاقے کی نوبت بھی آجاتی تھی' مگر بی بی زلیخا نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ ہمیشہ بیٹے کا حوصلہ بڑھایا۔ بیٹا بھی ماں پر جان دیتا تھا۔ ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کا سہارا تھے۔

مولانا نظام الدین کا قاعدہ تھا کہ ہر مہینے کی چاند رات کو ماں کو نئے چاند کی مبارک باد ضرور

دیتے تھے اور دعائیں لیتے تھے۔ ایک دفعہ وہ جمادی الثانی کی چاند رات کو مبارک باد دینے گئے تو اس دن بی بی زلیخا کی طبیعت خراب تھی۔ لیٹی ہوئی تھیں۔ بیٹے کو دیکھ کر اٹھ بیٹھیں دعا دی ۔ پھر کہنے لگیں :

"بیٹا نظام! اگلی چاند رات کو کسے مبارک باد دو گے؟"

مولانا نظام الدین یہ سن کر سناٹے میں آگئے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رو کر ماں سے کہا :

"امی جان! آپ مجھ غریب اور بے چارے کو کس کے سپرد کر رہی ہیں۔"

بی بی زلیخا کہنے لگیں : "بیٹے! اس کا جواب تمھیں کچھ دیر میں ملے گا۔ اس وقت تم جا کر سو رہو۔"

صبح ہونے والی تھی کہ بی بی زلیخا کی کنیز نے مولانا نظام الدین کو جگایا۔ "امی جان آپ کو بلا رہی ہیں۔"

مولانا نظام الدین فوراً ماں کے پاس گئے ۔ دیکھا تو ان کی طبیعت زیادہ خراب تھی۔ انھیں دیکھ کر کہنے لگیں ۔ "بیٹا! رات کو تم نے ایک بات پوچھی تھی اور میں نے کہا تھا کہ اس کا جواب تمھیں کچھ دیر میں ملے گا۔ غور سے سنو۔ بیٹا! تمھارا سیدھا ہاتھ کون سا ہے؟"

مولانا نظام الدین نے اپنا سیدھا ہاتھ بڑھا کر کہا : "یہ ہے۔"

بی بی زلیخا نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا : "یا اللہ! میں اسے تیرے سپرد کرتی ہوں۔" یہ کہا اور اللہ کی رحمت سے جا ملیں۔ ایسا اللہ پر بھروسا کرنے والی ماں تھیں کہ آخری وقت میں بیٹے کو اطمینان سے اللہ کے سپرد کر کے اطمینان سے چلی گئیں۔

بی بی زلیخا بڑی اللہ والی عورت تھیں۔ انھیں اللہ پر بڑا بھروسا تھا۔ ایک دفعہ ان کی کنیز چپکے سے بھاگ گئی۔ اب کیا ہو، کہاں ڈھونڈیں، کون ڈھونڈے؟ کام کاج کی پریشانی ہو گئی، مگر انھیں اللہ پر بھروسا تھا۔ جا ے نماز پر بیٹھ گئیں اور دعا کی :

"یا اللہ! میری کنیز مل جائے۔"

دعا مانگ رہی تھیں کہ کسی نے دروازہ کھٹ کھٹا کر کہا :

"اپنی کنیز کو لے جاؤ، ہم اسے ڈھونڈ لائے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دعائیں ضرور سنتا ہے۔ ماں کی دعاؤں سے مولانا نظام الدین چل کر حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کے القاب سے مشہور ہوئے۔ ے ملک میں ان کی دھوم ہوگئی۔ آج بھی ان کے نام کی دھوم ہے۔ ان کی کوششوں سے م کا پیغام ملک کے دور دراز حصوں میں بھی پہنچ گیا۔

بی بی زلیخا کا مزار دلی میں قطب مینار کے راستے میں ایک نئی بنی ہوئی خوش نما عمارت میں اکثر لوگ فاتحہ پڑھنے اور برکت حاصل کرنے وہاں جاتے ہیں۔ کیا نیک دل اور بزرگ تھیں۔ آج تک نام زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

نیکی کیا ہے اور کیا نہیں؟

نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یومِ آخر اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنے دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر' مسکینوں اور مسافروں پر' مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے' نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔ (البقرہ:۱۷۷)

ماں کی عظمت

نظر زیدی

ماں کے پیروں میں جنت ہے، بلکہ ماں ہی جنت ہے
دکھ سہ کر سکھ دینے والی ماں اللہ کی رحمت ہے

اپنے ننھے بچوں کو ماں یوں پروان چڑھاتی ہے
کھانا، پینا چلنا پھرنا سب کچھ انھیں سکھاتی ہے

پیار کی میٹھی لوری دے کر سکھ کی نیند سلائے ماں
اچھی چیزیں سب بچوں کی، روکھی سوکھی کھائے ماں

دنیا میں جو بازی بھی جیتی ہے شاہسواروں نے
یہ طاقت بخشی ہے ان کو ماں کے دودھ کی دھاروں نے

جس نے ماں کا کہنا مانا وہ اونچا انسان بنا
جس نے ستایا اپنی ماں کو وہ پکا شیطان بنا

بھول کے بھی اے پیارے بچو! امی کو نہ ستانا تم
شان سے رہنا اس دنیا میں دودھ بتاشے کھانا تم

بینک میں فرضی ڈکیتی کا منصوبہ بنایا گیا تھا، مگر...

دوسرا ڈاکا

شمیم نوید

اس بینک کی شاخ میں دو مرتبہ ڈاکا پڑ چکا تھا۔ ایک ڈاکے میں ڈاکوؤں نے بینک کے گارڈ کو ہلاک کر دیا تھا اور دوسرے ڈاکے میں وہ کئی لاکھ روپے لے اڑے تھے۔ اس واردات کے آدھے گھنٹے بعد پولیس موقع پر پہنچی تھی، کیوں کہ ڈاکوؤں نے ٹیلے فون کے تار کاٹ دیے تھے۔

بینک کی یہ شاخ نئے قائم ہونے والے فیکٹری ایریے میں تھی۔ ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں یہاں لاکھوں روپوں کا لین دین ہوتا تھا۔ فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں اور کاریگروں میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل تھے جن پر مجرم ہونے کا شبہ کیا جاسکتا تھا، اس لیے وہاں ڈکیتی کا خطرہ زیادہ تھا۔

ان خطروں کو سامنے رکھتے ہوئے بینک کی اس شاخ میں ایک نیا الارم سسٹم لگا دیا گیا۔ خطرے کی اس گھنٹی کا تعلق مقامی پولیس اسٹیشن سے جوڑ دیا گیا۔ اس الارم کے دو سوئچ تھے۔ ایک سوئچ منیجر کی میز کے نیچے اور دوسرا کیشیئر کے کاؤنٹر کے نیچے۔ یہ سوئچ بقیہ جسم کو حرکت دیے بغیر پیر سے دبائے جاسکتے تھے۔ سوئچ دبتے ہی پولیس اسٹیشن میں الارم بجنے لگتا۔ پولیس کو خطرے کی گھنٹی بجتے ہی پتا چل جاتا کہ بینک میں ڈکیتی کی واردات کی جارہی ہے۔

بینک کے صدر علیم الدین کے علم میں کچھ ایسی باتیں بھی آئی تھیں جن سے شبہ ہوتا تھا کہ پہلے ہونے والی دو وارداتوں میں مقامی پولیس والوں کا ہاتھ بھی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بینک کی اس شاخ میں نیا الارم لگوانے کے بعد انھوں نے فرضی ڈکیتی کا منصوبہ بنایا تاکہ پولیس کی کارکردگی کے ساتھ ساتھ الارم کی آزمائش بھی ہو جائے۔ اس سلسلے میں نہ تو انھوں نے بینک میں کام کرنے والوں کو کچھ بتایا اور نہ مقامی پولیس کو۔ ہاں انھوں نے اس علاقے کے ایس ایس پی کو اعتماد میں لیتے ہوئے منصوبے کی تفصیل بتا دی اور ساتھ یہ درخواست بھی کی کہ فرضی ڈاکے والے روز وہ بینک کے آس پاس رہے۔

"اس طرح آپ کو علاقے کی پولیس کے بارے میں اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کتنی چوکنا رہتی ہے!" علیم الدین نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔
اس پر ایس ایس پی اقرار میں سرہلا کر بولا: "اور یہ بھی پتا چل جائے گا کہ نیا الارم سسٹم جو آپ نے لگوایا ہے وہ کتنا فائدے مند ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ بینک کا عملہ الارم کا سوئچ دبانے میں دیر نہ کرے۔"
بینک کے صدر علیم الدین نے کہا: "میرا خیال ہے وہ اس میں دیر نہیں لگائیں گے۔ ہاں آپ کو ایک بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ کہیں پولیس والے ہمارے فرضی ڈاکو پر فائر نہ کھول دیں۔"
"پولیس کو تو میں روک دوں گا' لیکن آپ نے بینک کے گارڈ کے متعلق بھی کچھ سوچا۔ وہ تو آپ کے فرضی ڈاکو پر گولی چلا سکتا ہے۔"
علیم الدین نے جواب دیا: "یہ بات میرے ذہن میں بھی آچکی ہے۔ میں نے اس کا حل سوچ لیا ہے۔ فرضی ڈکیتی کے لیے میں نے بدھ کا دن مقرر کیا ہے۔ اس سے ایک روز پہلے میں بینک کی اس شاخ کے گارڈ کو ہیڈ آفس میں طلب کر لوں گا۔ اس کی جگہ جو گارڈ بھیجا جائے گا اس کی پیٹی میں تمام خالی کارتوس ہوں گے۔"
ایس ایس پی نے سوال کیا: "وہ گارڈ کیا اس بات سے باخبر ہوگا کہ اس کی پیٹی میں خالی کارتوس ہیں اور یہ کہ بینک میں فرضی ڈکیتی کا منصوبہ بنایا گیا ہے؟"
علیم الدین نے بتایا: "نہیں' اس گارڈ کو اس بات کا پتا نہیں ہوگا۔"
"خوب اور فرضی ڈاکو کا کردار ادا کرنے کے لیے کس شخص کا انتخاب کیا گیا ہے؟"
ایس ایس پی ہر طرح اپنا اطمینان کر لینا چاہتا تھا۔ علیم الدین بولا: "ہمارے بینک کی سیکورٹی کا چیف آفیسر' فرضی ڈاکو بنے گا۔ وہ بہت عقل مند آدمی ہے۔"
اس پر ایس ایس پی نے اعتراض کیا: "پھر تو بینک کا عملہ اسے پہچان لے گا۔"
علیم نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ وہ بھیس بدل کر جائے گا۔ مجھے یقین ہے کوئی اسے نہیں پہچان سکے گا۔
ایس ایس پی چند لمحے سوچتا رہا' پھر بولا: "میں ایک بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس

تمام ڈرامے کی ذمے داری آپ کے اوپر ہوگی۔ آپ کے فرضی ڈاکو کو کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ بینک کا گارڈ یا کوئی ملازم اسے جسمانی چوٹ بھی لگا سکتا ہے۔

علیم الدین نے بڑے اعتماد سے کہا : "مجھے امید ہے ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔"

"ایک بات اور، اس منصوبے کا علم کتنے لوگوں کو ہے۔"

علیم الدین نے جواب : "اس وقت تک ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں اپنے سیکورٹی افسر کو بھی اس کی اطلاع منگل کو دوں گا، یعنی بس ایک دن پہلے تاکہ وہ تیاری کر لے۔ ویسے میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارا چیف سیکورٹی آفیسر بھروسے کا آدمی ہے۔ اس سے ہمیں کسی سازش کا خطرہ نہیں۔"

بینک کی اس شاخ میں گارڈ سمیت کل چھے افراد تھے۔ کیشیئر ادھیڑ عمر کا خوش اخلاق شخص تھا۔ اس کا سر گنجا تھا اور آنکھوں پر نظر کا چشمہ لگاتا تھا۔ بدھ کے روز کیشیئر ٹھیک نو بجے کاؤنٹر پر موجود تھا۔ نو بج کر دو منٹ پر سب سے پہلا گاہک بینک میں داخل ہوا اور سیدھا کیش کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ اپنے حلیے سے وہ ایک بوڑھا آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے سفید اور بے داغ لباس پہن رکھا تھا۔ آنکھوں پر گہرے رنگ کے شیشوں والا چشمہ تھا۔ صفائی سے ترشی ہوئی اس کی داڑھی تقریباً سفید ہو چکی تھی۔ کہیں کہیں سیاہ بال بھی نظر آرہے تھے۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سیاہ بریف کیس کاؤنٹر پر رکھا اور اس کا ڈھکنا کھولنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں سیاہ نال والا خوف ناک ریوالور نظر آرہا تھا۔ ریوالور کا رخ کیشیئر کی طرف تھا۔ بریف کیس کی وجہ سے دوسرے لوگ ریوالور کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ریوالور پر نظر پڑتے ہی کیشیئر کے اوسان خطا ہوئے۔ چند ہی مہینے پہلے وہ بینک کے گارڈ کو ایک ڈاکو کی گولی کا نشانہ بنتے دیکھ چکا تھا۔ اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں اور ماتھے پر پسینا آگیا۔

بوڑھے آدمی نے اس سے پُرسکون آواز میں کہا : "گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے شریف اور فرماں بردار آدمی لگتے ہو۔ میری بات پر عمل کرتے جاؤ گے تو تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ورنہ اپنے پیروں پر چل کر گھر نہیں جا سکو گے۔ تمھیں چار آدمی کاندھا دے کر لے جائیں گے۔

"ج... جی... جی... ہاں فر... فرمایئے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

بوڑھے آدمی نے بھورے رنگ کا ایک تھیلا کیشیئر کی طرف بڑھا کر کہا : "کیوں نہیں' تم یقیناً میری خدمت کر سکتے ہو۔ اس تھیلے کو نوٹوں سے بھر دو اور ہاں خود کو پر سکون رکھنے کی کوشش کرو! تمہارے چہرے پر یتیمی برس رہی ہے۔"

کیشیئر نے دراز کھولی اور کانپتے ہاتھوں سے تھیلے میں نوٹوں کی گڈیاں بھرنے لگا۔ داہنی طرف والے کاؤنٹر پر کیشیئر کا جو معاون بیٹھا تھا اس نے جب کیشیئر کو تھیلے میں نوٹوں کی گڈیاں ڈالتے دیکھا تو اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ وہ چند لمحے حیرت سے کیشیئر کو دیکھتا رہا پھر اٹھ کر اس کے قریب آیا اور کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا : "مجیب صاحب! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

پھر جیسے ہی اس کی نظر بوڑھے آدمی کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور پر پڑی اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

بوڑھے آدمی نے ریوالور اس کی طرف کر دیا اور کہا: "تم بھی یہیں کھڑے رہو بلکہ اس طرح کھڑے ہو جاؤ کہ دوسروں کی نظر ادھر نہ پڑے اور تم جلدی کرو مجیب!"

مجیب نے درازوں میں موجود نوٹوں کی ساری گڈیاں تھیلے میں بھر دیں اور تھیلا کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ اسی لمحے ٹائپسٹ نجمہ ٹائپ کیا ہوا ایک کاغذ ہاتھ میں تھامے کیشیئر کے قریب آئی اور بولی : "مجیب صاحب! یہ رہا اس اکاؤنٹ کا حساب جو آپ نے کل ..."

اسی وقت نجمہ کی نظر ریوالور پر پڑ گئی۔ اس کی آنکھیں جیسے ابل پڑیں اور آواز حلق میں اٹک گئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ بے ہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہوگئی۔ اپنے کمرے سے منیجر صاحب نے نجمہ کو گرتے دیکھا تو اسے صورت حال کا اندازہ لگانے میں کوئی دیر نہیں لگی۔ اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ الارم کا بٹن دبا دیا۔ دروازے پر کھڑے ہوئے گارڈ نے اپنی رائفل کاندھے سے اتار کر ہاتھ میں پکڑ لی۔ نجمہ کے گرنے کی آواز اس نے بھی سن لی تھی۔ گارڈ ذرا سا آگے بڑھ کر اندر کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔

بوڑھا آدمی نوٹوں سے بھرا ہوا تھیلا بریف کیس میں بند کرتا ہوا بولا : "میرے باہر پہنچنے تک یونہی کھڑے رہو ورنہ یاد رکھو میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوا۔"

پھر اس نے بریف کیس اٹھایا اور دروازے کی طرف چل پڑا۔ ریوالور والا ہاتھ اس نے

اپنے لمبے کرتے کی جیب میں ڈال لیا تھا۔

گارڈ کو کچھ شبہ تو ہوگیا تھا' مگر اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ وہ شک بھری نظروں سے بوڑھے آدمی کو گھورنے لگا۔ بوڑھے آدمی نے بزرگانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

بوڑھے آدمی کے باہر نکلتے ہی کیشیئر' اس کا معاون اور منیجر کچھ اس طرح حرکت میں آگئے جیسے کوئی ٹھہری ہوئی فلم چل پڑی ہو۔ وہ سب شور مچاتے ہوئے باہر کی طرف بھاگے۔ گارڈ نے ان لوگوں کے چیخنے چلانے سے اندازہ لگا لیا کہ بوڑھا آدمی بینک لوٹ کر جارہا تھا۔ وہ سب سے پہلے باہر پہنچا اور بوڑھے آدمی پر اندھا دھند فائرنگ کرنے لگا' لیکن اس کی رائفل کے تمام کارتوس خالی تھے' لہٰذا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ نقلی کارتوسوں کی آواز سن کر آس پاس بھگدڑ مچ گئی۔ بوڑھا آدمی دوڑتا ہوا ایک نیلی کار میں گھس گیا۔ فوراً ہی انجن اسٹارٹ ہوا اور کار تیزی سے ایک طرف روانہ ہوگئی۔

اس کے دس سیکنڈ بعد پولیس کی وین سائرن بجاتی ہوئی بینک کے سامنے پہنچ گئی۔ بینک منیجر جو دروازے کے سامنے ہی کھڑا تھا۔ چیخ چیخ کر نیلی کار کے بارے میں بتانے لگا۔ وین میں آنے والے پولیس انسپکٹر نے ڈرائیور کو نیلی کار کے تعاقب کا حکم دیا۔

وین ڈرائیور نے گئیر کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک بڑی سی کار اس کے عین سامنے بمپر سے بمپر ملا کر کھڑی ہوگئی۔

وین کا ڈرائیور چیخ کر بولا : "اے احمق! کار سامنے سے ہٹاؤ۔"

دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے پر حماقت برسنے لگی۔ کار کے اندر بیٹھے ہوئے ایس ایس پی کو اس نے دیکھ لیا تھا' تاہم وضاحت کرنے کا یہ موقع نہیں تھا۔ اس نے اپنی وین تیزی سے پیچھے ہٹائی اس وقت ایس ایس پی نے چلا کر کہا : "رک جاؤ!"

پولیس انسپکٹر نے وین کی کھڑکی سے سر نکال کر بتایا: "سر! بینک میں ڈاکا پڑ گیا ہے۔"

ایس ایس پی کار سے اتر کر وین کے سامنے کھڑا ہوگیا اور گرجا : "میں کہتا ہوں رک جاؤ۔"

"لیکن سر۔۔۔"

ایس ایس پی نے کھڑکی کے پاس جا کر پولیس انسپکٹر کو بتایا: "سب ٹھیک ہے۔ یہ فرضی ڈکیتی تھی۔ بینک کے صدر نے الارم سسٹم کی آزمائش کے لیے یہ ڈراما کیا تھا۔"

"سر! ہمیں اس کی اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟"

ایس ایس پی نے کہا: "یہ بھی تو دیکھنا تھا کہ تم لوگ کتنے ہوشیار اور چوکنا رہتے ہو! بہر حال مجھے خوشی ہے تم لوگ وقت پر یہاں پہنچ گئے۔ اب تم واپس جا سکتے ہو۔ میں جا کر بینک کے منیجر کو صورت حال سمجھا دیتا ہوں۔"

پولیس وین واپس روانہ ہو گئی۔ منیجر کو ساتھ لیے ایس ایس پی' بینک کے اندر چلا گیا۔ نجمہ ہوش میں آچکی تھی اور اپنا میک اپ ٹھیک کر رہی تھی۔ ایس ایس پی نے بینک کے ملازموں کو منیجر کے کمرے میں بیٹھ کر بتایا جو کچھ ہوا تھا۔ ایس ایس پی بولا: "وہ محض ایک ڈراما تھا جو نیا الارم سسٹم چیک کرنے کے لیے کیا گیا تھا' لہٰذا فکر یا پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

منیجر نے پوچھا: "لیکن وہ بوڑھا آدمی جو رقم لے گیا ہے' اس کی ذمے داری کس پر ہوگی؟"

ایس ایس پی نے جواب دیا: "وہ بوڑھا آدمی تمھارے ہیڈ آفس کا چیف سیکورٹی آفیسر تھا۔ شاید وہ اس وقت علیم الدین صاحب کے دفتر میں بیٹھا ہوگا اور اس ڈرامے کی تفصیل بتا رہا ہوگا۔"

منیجر نے سکون کا گہرا سانس لیا' پھر چپراسی سے چائے لانے کے لیے کہہ کر اپنے اسٹاف سے مخاطب ہوا: "آپ لوگ اپنی اپنی سیٹ پر چلے جائیں۔"

لوگ منیجر کے کمرے سے چلے گئے اور پھر چپراسی بھی چائے رکھ کر چلا گیا۔

منیجر نے چائے کا ایک گھونٹ لے کر ایس ایس پی سے کہا: "علیم الدین صاحب کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس ہنگامے نے میرے اعصاب پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔ چائے پی کر میں علیم الدین صاحب کو فون کرتا ہوں۔"

چائے پیتے ہوئے وہ دونوں جرائم کے موضوع پر باتیں کرتے رہے۔ ہنگامہ ختم ہو گیا تھا۔ بینک کے اندر باہر سے لوگ آنے جانے لگے تھے۔

اچانک منیجر نے دیکھا کہ بینک کا گارڈ' سیاہ داڑھی والے ایک شخص کے آگے آگے چلتا ہوا

کیش کاؤنٹر کے پاس جا کر رک گیا۔ واڑھی والے شخص نے ڈھیلا ڈھالا اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ گارڈ کی پیٹھ سے لگا ہوا تھا۔ بینک کے اندر صرف دو گاہک تھے۔ ایک بوڑھا آدمی اور ایک نوجوان لڑکی۔ یہ منظر دیکھ کر منیجر گھبرا سا گیا۔

منیجر اپنی سیٹ سے اٹھتے ہوئے بولا: "یہ کیا معاملہ ہے۔"

ایس ایس پی بھی اٹھا اور مڑ کر کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا۔

اوور کوٹ والے نے ان دونوں کو اٹھتے دیکھ لیا تھا۔ وہ چلایا: "کوئی شخص اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرے ورنہ نتیجے کا خود ذمے دار ہوگا۔"

منیجر نے ایک مرتبہ پھر پیر بڑھا کر خطرے کی گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

اوور کوٹ والے نے کیشیئر کی طرف پلاسٹک کا ایک تھیلا بڑھایا اور حکم دیا: "تمہارے پاس جتنی رقم ہے فوراً اس تھیلے میں ڈال دو۔"

کیشیئر کانپتی آواز میں کہنے لگا: "رقم تو ختم ہو چکی ہے۔ کیا تمھیں بھی علیم الدین صاحب نے بھیجا ہے؟"

اوور کوٹ والا بوکھلا کر بولا: "کیا کہا؟ کیا مجھ سے پہلے بھی کوئی آچکا ہے۔"

کیشیئر نے احمقانہ لہجے میں کہا: "ہاں آچکا ہے۔ پہلے آیئے پہلے پایئے پر عمل کر کے وہ ساری رقم لے جاچکا ہے۔ تم دیر سے آئے ہو جب کچھ نہیں رہا۔"

اوور کوٹ والا گرجا: "تم نے پولیس کو خبر نہیں کی؟"

اس عرصے میں منیجر اور ایس ایس پی دونوں وہاں پہنچ گئے۔ ایس ایس پی نے اوور کوٹ والے سے سوال کیا: "تم کون ہو یہ پوچھنے والے؟"

جواب میں اوور کوٹ والے نے اپنی نقلی داڑھی اتار کر جیب میں ڈالی اور ڈھیلا ڈھالا اوور کوٹ اتار کر ہاتھ پر لٹکایا اور اپنا تعارف کرایا: "میرا نام شہباز خاں ہے اور میں اس بینک کا چیف سیکورٹی آفیسر ہوں۔"

منیجر نے اداس لہجے میں کہا: "تو پھر تم واقعی دیر سے آئے ہو۔ ایک شخص تم سے پہلے کام دکھا کر جا چکا ہے۔ ویسے علیم الدین صاحب کو بتا دینا کہ نیا الارم سسٹم بہت لاجواب ہے پولیس صرف دو منٹ کے اندر یہاں پہنچ گئی تھی۔ اگر میری بات پر یقین نہ ہو تو ذرا غور سے یہ آواز

سنو ! یہ پولیس کے سائرن کی آواز ہے وہ لوگ اسی طرف آرہے ہیں۔"

پولیس پاپانی بینک میں داخل ہوئی تو اس کے ساتھ وہ بوڑھا آدمی بھی تھا جو پہلے بینک کو لوٹ کر فرار ہوگیا تھا۔ سب اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ بوڑھے کے ہاتھ میں سیاہ بریف کیس تھا اور ہونٹوں پر بڑی پراسرار سی مسکراہٹ تھی۔

بوڑھے آدمی نے وہ بریف کیس منیجر کو تھمایا اور پھر اس نے بھی نقلی داڑھی اتار کر جیب میں رکھ لی۔ داڑھی کے ساتھ ہی سر کے نقلی بال بھی ہاتھ میں آگئے تو شہباز خاں' ایس ایس پی اور منیجر سبھی چونک اٹھے۔ وہ اس بینک کا صدر علیم الدین تھا۔

شہباز خاں ہکلایا : "سر! آپ؟"

علیم الدین مسکرا کر بولا : "مجھے معلوم تھا کہ شہباز خاں تم ہر کام میں دیر کر دیتے ہو۔ اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں کوئی اور شخص اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر بینک کو نہ لوٹ لے جائے ! میں نے تم سے ٹھیک نو بجے پہنچنے کو کہا تھا۔ دو منٹ تک تمھارا انتظار کیا۔ پھر میں سمجھ گیا کہ تم اپنی عادت کے مطابق اس انتہائی اہم معاملے میں بھی دیر لگا دو گے۔ میں اسی لیے پہلے ہی سے تیار تھا' اسی لیے فوراً تمھاری جگہ لے لی اور جو کام تمھارے حوالے کیا تھا خود انجام دے دیا۔ اس کے بعد ہی میں خود پولیس اسٹیشن پہنچ گیا۔ مجھے پتا تھا کہ جب تم یہاں پہنچو گے تو خطرے کی گھنٹی پھر بجے گی اور پھر ایسا ہی ہوا۔ شہباز خاں! نئے الارم سسٹم کے ساتھ ہی آج تمھاری بھی آزمائش تھی جس میں تم ناکام رہے۔ تمھیں اس عہدے سے برخاست کیا جاتا ہے۔ الارم سسٹم تو کام یاب رہا' لیکن افسوس کہ تم اس آزمائش پر پورے نہیں اتر سکے۔

*

چھری یا تلوار

امریکہ کے ایک مزاحیہ اداکار بول ویک نے اپنی سال گرہ پر ساڑھے سات من وزنی کیک تیار کروایا جس پر اس نے ۲۱۰ موم بتیاں روشن کیں اور اس کیک کو کاٹنے کے لیے چھری کی بجائے تلوار کو استعمال کیا۔

اے، حمید

قسط نمبر ۲۵

خلائی ایڈونچر سیریز

اب ہم اپنے ہیرو عمران کی طرف چلتے ہیں۔
یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ موت کے مینار کی اوپر منزل کی ایک تنگ کوٹھری میں قید تھا اور شیبا اس سے نیچے کی منزل والی کوٹھری میں قید تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے کا پتا تھا، مگر دونوں میں سے کوئی بھی وہاں سے فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ موت کا یہ مینار ایک سیاہ جھیل کے درمیان ایک چٹان پر بنا ہوا تھا۔ جھیل کا پانی گہرا تھا اور اس میں عجیب و غریب قسم کے خونخوار سیاہ فام مگرمچھ اچھلتے اور تیرتے رہتے تھے۔ اس جھیل کے آگے سیاہ اونچے درختوں کے جھنڈ تھے۔ جھیل کے کنارے خلائی گارڈز ہر وقت گشت لگاتے رہتے تھے۔ کھانے پینے کے لیے سلطانہ کی طرح عمران اور شیبا کو بھی نیلی گولیوں کا ایک ایک پیکٹ دے دیا جاتا تھا جو ایک مہینے کے لیے کافی ہوتا۔ دن میں دو نیلی گولیاں کھانے کے بعد چوبیس گھنٹے تک نہ بھوک لگتی نہ پیاس کا احساس ہوتا تھا۔
عمران اس بات سے بے خبر تھا کہ ڈاکٹر سلطانہ کا گارشا نام کی ایک خلائی لڑکی سے رابطہ ہو گیا ہے اور گارشا انہیں خلائی سیارے سے فرار کروانے کے منصوبے پر کام کر رہی ہے۔ عمران اپنے طور پر موت کے مینار سے بھاگ نکلنے پر سوچ بچار کرتا رہتا تھا۔ وہ شیبا کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ شیبا سے اس کی ابھی کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ کوٹھری کی کھڑکی پر نیلا موٹا شیشہ جڑا ہوا تھا جس میں سے کوئی آواز نہ اندر سے باہر

جاسکتی تھی نہ باہر سے اندر آ سکتی تھی۔ عمران بہت غور کرتا، بہت سوچتا کہ یہاں سے کیسے فرار ہوا جائے مگر اس کی سمجھ میں کوئی ترکیب نہ آتی۔ وہ تھک ہار کر چپکا ہو کر بیٹھ جاتا۔ مگر وہ مایوس نہیں ہوا تھا۔ وہ اللہ کی رحمت سے کبھی بھی ناامید نہیں ہوا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اللہ میاں اس کی نجات کا کوئی ذریعہ پیدا کر دے گا۔

اور اللہ میاں نے اس کی نجات کا ایک سبب پیدا کر دیا تھا اور یہ گارشا اور سلطانہ کی ملاقات تھی۔ گارشا اپنے طور پر فرار کے منصوبے پر لگی ہوئی تھی۔ وہ خلائی کمپلیکس کی ایک ایک شے کو جانتی تھی۔ وہ صرف ایک قابل سائنس دان لڑکی ہی نہیں تھی بلکہ خلائی جہاز اور خلائی شٹل بھی چلانا جانتی تھی اور اسے ان کی ساری سائنس کا علم تھا۔ گارشا کو معلوم تھا کہ اوٹان سیارے پر کالے جنگل کے پار چٹانوں کے اندر ایک خلائی بیس ہے جہاں ہنگامی حالات میں کام آنے والا ایک خلائی راکٹ ہر وقت پرواز کے لیے تیار رہتا ہے۔ اس راکٹ میں ہر قسم کا ضروری سامان اور راشن موجود تھا اور گارشا کو یہ بھی معلوم تھا کہ چٹانوں میں صرف دو گارڈ پہرے پر ہوتے ہیں اور پھر گارشا کو وہ دونوں جانتے تھے اور وہ بڑی آسانی کے ساتھ کوئی معقول بہانہ بنا کر خلائی بیس میں داخل ہو سکتی تھی۔

گارشا نے کافی سوچ بچار کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ اسے اس ہنگامی خلائی راکٹ کے ذریعہ سے سیارے سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ گارشا جب یہ فیصلہ کر چکی تو اس نے سلطانہ کو کمپیوٹر سگنل پر کہا۔

"آج رات میرے ہاں آؤ، تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

سلطانہ تو اس سگنل کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ فوراً آدھی رات کو گارشا کے ہاں پہنچ گئی۔ گارشا نے اسے اپنا منصوبہ بیان کر دیا اور کہا۔

"صرف یہی ایک ہنگامی راکٹ ایسا ہے کہ جس کی مدد سے ہم اس منحوس سیارے سے فرار ہو سکتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے ہمیں عمران اور شیبا کو موت کے مینار سے نکال کر کسی جگہ چھپا دینا ہو گا تاکہ وقت آنے پر ہم ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر یہاں سے

بھاگیں۔ ۔ "

"عمران اور شیبا کو موت کے مینار سے نکالنا بڑا کٹھن کام ہے کیونکہ وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ایک تو وہاں سخت پہرہ ہے دوسرے جس جھیل میں یہ مینار بنا ہے اس میں خونخوار مگرمچھ رہتے ہیں جو پانی کی ذرا سی حرکت پر منہ پھاڑ کر باہر نکل آتے ہیں۔ "

گارشا مسکرائی اور بولی۔

"اس کا انتظام میں کر لوں گی۔ اس معاملے میں ہماری خلائی سائنس تمہاری سائنس سے بہت آگے نکل چکی ہے۔ "

پھر اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ کہنے لگی۔

"سوال یہ ہے کہ عمران اور شیبا کو وہاں سے نکالنے کے بعد کہاں چھپایا جائے۔ "

سلطانہ نے کہا۔

"تم اسے میرے مکان میں چھپا سکتی ہو۔ وہاں کسی کو شک نہیں پڑے گا۔ میرے ہاں تو کوئی آتا جاتا نہیں۔ "

گارشا سوچ میں پڑ گئی۔ کہنے لگی۔

"نہیں۔ تمہارے ہاں ان دونوں کا چھپایا جانا خطرناک ہو سکتا ہے۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی ہے۔ "

پھر گارشا نے سلطانہ کو بتایا کہ کالے درختوں والے جنگل کے شمال میں نیلی چٹانوں میں ایک پرانا اسٹور ہاؤس ہے جو ایک عرصے سے خالی پڑا ہے۔ ہم عمران اور شیبا کو موت کے مینار سے نکال کر اسی خالی اسٹور ہاؤس میں چھپا دیں گے اور وقت آنے پر وہاں سے نکال کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ سلطانہ کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

"مگر کیا ہم شیبا اور عمران کو موت کے مینار سے نکال سکیں گے گارشا؟"

گارشا بولی۔ "یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اب تم جاؤ اور میرے اگلے سگنل کا انتظار

کرہ''

سلطانہ واپس اپنے مکان میں آ گئی۔

دوسری رات گارشا نے نیلی خلائی یونیفارم پہنی۔ یہ وہ یونیفارم تھی جو ڈیوٹی کے وقت پہنی جاتی تھی۔ اپنا چھوٹا بلبلہ نما خلائی ہیلی کاپٹر باہر نکالا اس میں سوار ہوئی اور سیدھی اس جھیل کی طرف اڑ گئی جہاں موت کا مینار تھا۔ اسے وہاں تک پہنچنے میں ایک منٹ کا عرصہ لگا ہوگا۔ رات کے وقت موت کے مینار کے اوپر روشنی ہو رہی تھی اور کالی جھیل کا پانی شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ جونہی گارشا کا ہیلی کاپٹر جھیل کے قریب پہنچا نیچے سے گارڈ نے سگنل دیا۔ "کون ہو۔ ادھر کس لیے آئے ہو؟" گارشا جانتی تھی کہ اسے کیا کہنا ہے۔ اس نے اوپر ہی سے سگنل دیا۔

"میں طرطوش چیف کی اسسٹنٹ گارشا ہوں۔ ایک ضروری مشن پر زمینی سیارے کے قیدیوں کے پاس جا رہی ہوں۔ تم نیچے کتنے گارڈ ہو؟"

نیچے سے سگنل آیا۔

"میڈم ہم اس وقت صرف دو گارڈز ڈیوٹی پر ہیں۔"

گارشا نے سگنل دیا۔

"باہر نکل کر اپنی شناخت کراؤ"

دونوں گارڈ چٹان کے پیچھے سے نکل کر گارشا کے ہیلی کاپٹر کے نیچے آ گئے۔ گارشا نے دونوں کو اپنی خلائی لیزر گن کے نشانے میں لیا اور فائر کر دیا۔ ایک ہی فائر سے دونوں گارڈز وہیں شعلے میں بھسم ہو گئے۔ گارشا انھیں زندہ نہیں چھوڑ سکتی تھی کیونکہ انھیں پتا چل گیا تھا کہ گارشا موت کے مینار کی طرف جا رہی ہے۔

گارشا ہیلی کاپٹر کو جھیل کے اوپر سے گزار کر موت کے مینار پر لے آئی۔ اس نے ہیلی کاپٹر کو مینار کے پاس ہی چٹان پر روک دیا۔ عمران اور شیبا نے ہیلی کاپٹر کو دیکھا تو کھڑکی کے شیشے کے پاس آ گئے۔ انھوں نے چھوٹے سے بلبلہ نما ہیلی کاپٹر میں سے

اندھیرے میں ایک سایہ باہر نکلتے دیکھا۔ سایہ مینار کے نیچے آ کر ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ گارشا جانتی تھی کہ اسے اوپر کیسے جاتا ہے۔ اس نے ایک خاص پتھر کے نیچے لگے بٹن کو دبایا تو فولاد کا چھوٹا طاقچہ نکل گیا۔ گارشا اس کے اندر داخل ہو گئی۔ وہ تنگ زینے میں سے گزرتی سب سے پہلے شیبا کی کوٹھری میں آئی۔ شیبا نے اپنے سامنے ایک نیلی خلائی لڑکی کو دیکھا تو بولی۔

"کیا میری موت کی خوش خبری لے کر آئی ہو؟ اللہ کے لیے مجھے موت کی نیند سلا دو۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔"

گارشا بڑے غور سے شیبا کو تک رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"میں تمہارے لیے موت کی نہیں زندگی کی خوش خبری لے کر آئی ہوں۔ اسی جگہ میرا انتظار کرو۔ میں اوپر والے کمرے سے عمران کو لے آؤں۔"

عمران نے اپنے سامنے نیلی خلائی لڑکی کو دیکھا تو کہا۔

"اب کیا پیغام لے کر آئی ہو تم؟"

گارشا نے کہا۔ "کیا تم ہی عمران ہو؟"

عمران طنزیہ انداز میں بولا۔

"جیسے تم جانتی ہی نہیں ہو۔ تم لوگوں نے ہی تو مجھے موت کے مینار میں ڈال رکھا ہے۔"

گارشا نے کہا۔

"میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں اور شیبا کو یہاں سے نکالنے آئی ہوں۔"

پہلے تو عمران ہکا بکا سا ہو کر رہ گیا۔ پھر بولا۔

"تم لوگوں کی ضرور یہ کوئی نئی سازش ہے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

گارشا نے لیزر گن نکال کر اس کا رخ عمران کی طرف کر دیا اور غصے سے بولی۔

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔ جلدی سے میرے ساتھ نیچے چلو۔ نیچے شیبا ہمارا

انتظار کر رہی ہے۔ میں تم دونوں کو یہاں سے نکالنے آئی ہوں اور اپنے دو خلائی گارڈز کو ہلاک بھی کر چکی ہوں۔"

عمران کے دل نے کہا۔ اس کے ساتھ چلو۔ یہ جھوٹ نہیں بول رہی۔ وہ گارشا کے ساتھ موت کی کوٹھری سے نکل کر نیچے والی کوٹھری میں آگیا جہاں شیبا پہلے سے تیار بیٹھی تھی۔ دونوں بہن بھائی نے ایک دوسرے کو دیکھا تو خوشی سے آنکھوں میں آنسو آگئے۔

گارشا نے کہا۔

"جلدی سے میرے ساتھ آؤ"

گارشا نے عمران اور شیبا کو اپنے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بٹھایا اور ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر کالے درختوں والے جنگل کی طرف غوطہ لگا گیا۔ ہیلی کاپٹر بڑی تیزی سے کالے جنگل کے اوپر سے گزر گیا۔ اب اس کا رخ نیلی ویران چٹانوں کی طرف تھا۔ ہیلی کاپٹر بہت نیچی پرواز کر رہا تھا۔ شیبا نے عمران سے سرگوشی میں پوچھا۔

"کیا ہم سچ مچ یہاں سے فرار ہو جائیں گے؟"

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا گارشا نے کہا۔ "خاموش رہو۔"

ہیلی کاپٹر کی رفتار بہت ہلکی ہو گئی تھی۔ پھر اس نے ایک طرف کو غوطہ لگایا اور دو چٹانوں کے درمیان اتر گیا۔ یہ نوکیلی چٹانیں تھیں جو اندھیری رات میں خاموش کھڑی تھیں۔ گارشا نے عمران اور شیبا سے کہا۔

"یہاں ایک ویران اسٹور ہاؤس ہے۔ تمہیں وہاں اس وقت تک رہنا ہو گا جب تک کہ میں ڈاکٹر سلطانہ کو لے کر یہاں نہیں آ جاتی۔"

عمران نے چونک کر گارشا کی طرف دیکھا۔ "تو کیا ڈاکٹر سلطانہ بھی تمہارے ساتھ ہے؟" گارشا بولی۔

"ہاں وہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ ہم سب اکٹھے اس سیارے سے فرار ہوں گے مگر

ابھی تمہیں چھپ کر رہنا ہو گا۔ میرے ساتھ آؤ۔ "

گارشا تاریک رات کے اندھیرے میں شیبا اور عمران کو ساتھ لیے اک نوکیلی چٹان کے عقب میں گھوم گئی۔ چٹان کے پیچھے ایک خفیہ راستہ پرانے اسٹور روم کو جاتا تھا۔ جو چٹان کے اندر بنایا گیا تھا۔ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں المونیم کے خالی ڈبے اور فولاد کی دو خالی الماریاں پڑی تھیں۔ گارشا نے کہا۔

"تم دونوں اس وقت تک یہاں رہو گے جب تک میں سلطانہ کو لے کر واپس نہیں آتی۔ ایک بات کا خیال رہے کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے۔ "

یہ کہہ کر گارشا چلی گئی۔ وہ اپنے چھوٹے ہیلی کاپٹر میں بیٹھی اور سیدھی سلطانہ کے نیلے مکان کی طرف پرواز کر گئی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ وہ دو گارڈز کو ہلاک کر چکی تھی۔ صبح ہوتے ہی جب ان کی جگہ نئے گارڈز آئیں گے تو انہیں وہاں پر پہلے گارڈز کی لاشوں کی جھلسی ہوئی راکھ ملے گی۔ پھر شیبا عمران کے فرار کا راز بھی کھل جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی سارے سیارے پر ہنگامی صورتحال پیدا ہو جائے گی۔ اور شیبا، عمران، اور ڈاکٹر سلطانہ کے ساتھ ساتھ گارشا کی تلاش بھی شروع ہو جائے گی۔ اسی لیے اسے تیزی سے کام کرنا تھا۔

ڈاکٹر سلطانہ بھی جاگ رہی تھی۔ اس نے گارشا کا ہیلی کاپٹر اپنے مکان کے آگے اترتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ فرار کا لمحہ آگیا ہے۔ گارشا ہیلی کاپٹر سے نکل کر سلطانہ کی طرف بڑھی۔

"سلطانہ جلدی کرو۔ وقت اڑا جا رہا ہے شیبا اور عمران محفوظ مقام پر پہنچا دیے گئے ہیں۔ "

سلطانہ لپک کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی۔ گارشا نے ہیلی کاپٹر کا ایٹمی انجن بند نہیں کیا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کو اٹھایا اور تیزی سے مشرقی چٹانوں کی طرف نکل گئی۔

نیلی چٹانوں والے اسٹور روم سے شیبا اور عمران کو ساتھ لیا اور ان پہاڑیوں کی طرف اڑ گئی جہاں ہنگامی حالات میں کام آنے والا خلائی راکٹ موجود تھا۔

عین اسی وقت ایک ایسی بات ہو گئی جس نے گارشا کے فرار کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ جس وقت گارشا ہیلی کاپٹر لیے ہنگامی خلائی راکٹ کی طرف جا رہی تھی اس وقت خلائی کمپلکس میں چیف سائنس دان اور وزیر اعلیٰ اوٹان کو سگنل وصول ہوا کہ کالے جنگلوں کے اوپر ایک ہیلی کاپٹر جاتا دیکھا گیا ہے جس کی اسکیننگ کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اس میں زمینی سیارے کے تین انسان اور اپنے سیارے اوٹان کی ایک خلائی عورت سوار ہے۔

چیف طرطوش چھلانگ لگا کر اپنے بڑے کمپیوٹر کی طرف لپکا۔ اس کے کمپیوٹر اور اس میں بیٹھے ہوئے انسانوں کی اسکیننگ ایکس رے کی طرح نمودار ہو گئی۔ چیف طرطوش کے لیے ان کی شناخت کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کو پتا چل گیا کہ ہیلی کاپٹر میں خلائی سائنس دان لڑکی گارشا کے ساتھ شیبا، عمران اور ڈاکٹر سلطانہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ہیلی کاپٹر کا رخ ہنگامی خلائی راکٹ والے زیر زمین خلائی اسٹیشن کی طرف ہے۔ طرطوش فوراً سمجھ گیا کہ گارشا ان لوگوں کے ساتھ مل گئی ہے اور انھیں سیارہ اوٹان سے فرار کروا رہی ہے۔

طرطوش نے فوراً ہنگامی خلائی راکٹ کے سیکورٹی گارڈ کو سگنل دے کر ساری صورت حال بتائی اور حکم دیا۔

"ہیلی کاپٹر میں آنے والوں کو فریز کر دو میں آ رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے سیکورٹی چیف کی آواز آئی۔

"او کے سر!"

گارشا اس افسوس ناک حقیقت سے بالکل بے خبر تھی کہ ان کا منصوبہ فاش ہو گیا ہے اور آگے ان کو قابو کرنے کے واسطے ایک خطرناک جال بچھا دیا گیا ہے۔ (باقی آئندہ)

خبر نامہ

۲۵ ہزار الفاظ فی منٹ

امریکی شہر نیویارک کا سابق اسکول ٹیچر ۴۴ سالہ ددھورا اڈبرگ دنیا میں سب سے زیادہ تیز رفتاری سے کتابیں پڑھنے والا شخص ہے۔ یقین نہیں آتا، مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ ایک منٹ میں ۲۵ ہزار الفاظ پڑھ سکتا ہے۔ اس نے بتایا کہ اس نے تیزی سے کتاب پڑھنے کی ایک تکنیک دریافت کی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جو الفاظ پڑھتا ہے ان کی آواز اپنے دماغ میں پیدا نہیں ہونے دیتا۔ دماغ میں آواز پیدا ہونے سے مطالعے کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ اس طریقے سے وہ برق رفتاری سے پڑھ سکتا ہے۔ اس کا نام گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں لکھا ہے۔ وہ آج کل لوگوں کو تیزی سے مطالعہ کرنے کا طریقہ سکھا رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اتنی تیزی سے مطالعہ کرنا مشکل کام ہے، لیکن ناممکن نہیں ہے۔ اگر نونہال کوشش کریں تو وہ بھی اپنے مطالعے کی رفتار خوب بڑھا سکتے ہیں۔

سمندر کے نیچے دریا

۱۹۵۲ء میں سمندر کے نیچے بہنے والے ایک دریا کا سراغ لگایا گیا تھا جو ایک سو نوے (۱۹۰) میل چوڑا تھا۔ کرومویل نامی اس زیریں رو کو بحر الکاہل کی سطح کے نیچے خط استوا کے ساتھ ساتھ ۴ ہزار میل تک بہتا ہوا دریافت کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر یہ دریا تیرہ سو (۱۳۰۰) فیٹ کی گہرائی میں بہتا دیکھا گیا ہے۔ اور اس دریا میں جو پانی ہے اس کا حجم امریکا کے سب سے بڑے دریا مسی سیپی سے ایک ہزار گنا زیادہ ہے۔

۷۷ سالہ رشتہ ختم

سوئزر لینڈ کی فوج اور کبوتروں کے درمیان ۷۷ سالہ پرانا رشتہ ختم ہو گیا ہے اور فوجی حکام نے اپنے ذرائع مواصلات کو جدید بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ حکام کا کہنا ہے کہ انھیں ۳۰ ہزار کبوتروں کو ملازمت سے برطرف کرنے پر افسوس ہے، لیکن اخراجات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان سے جان چھڑانا ضروری ہے۔ سوئزر لینڈ میں کبوتر پالنے والے اداروں کے ترجمان نے کہا ہے کہ کبوتروں نے دونوں جنگ عظیم کے دوران ملک کی بڑی مدد کی تھی۔ وہ انتہائی محفوظ طریقے سے جاسوسی کے پیغامات پہنچاتے رہے جس کی وجہ سے سوئزر لینڈ غیر جانب دار رہنے میں کامیاب رہا۔ کبوتروں نے ۵۰ میل فی گھنٹے کی رفتار سے ۶ ہزار فیٹ کی بلندی پر پرواز کر کے اپنی وفاداری کا مظاہرہ کیا۔ وہ اب بھی مواصلات کا بہترین ذریعہ ہیں جنھیں فون کی طرح نہ تو جام کیا جا سکتا ہے اور نہ ٹیپ کیا جا سکتا ہے۔

خلا میں آپریشن

سائنس دانوں نے خلائی سفر کے چوہوں اور انسانوں پر پڑنے والے ایک جیسے اثرات کے پیش نظر خلا میں سفر کرنے والے چوہوں کی سرجری (آپریشن) کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ خلائی اثرات سے بچنے کا طریقہ

معلوم کیا جا سکے۔

اس مقصد کے لیے کولمبیا کی آئندہ خلائی پرواز کے دوران پانچ چوہوں کو مار کر ان کے دماغ، کان، پھیپھڑے، گردے، جگر اور دوسرے جسمانی حصوں پر الگ الگ تحقیق کی جائے گی۔ اس تحقیق میں امریکا، روس، جاپان اور فرانس کے سائنس داں حصہ لیں گے۔ اس کے علاوہ خلائی سفر سے آنے والے ان ۴۸ چوہوں کا بھی آپریشن کر کے تحقیق کی جائے گی جو اپنا سفر کامیابی سے پورا کر کے زمین پر واپس پہنچیں گے۔

آنکھوں میں ٹی وی

سائنس داں اب ایک ایسا ٹی وی ایجاد کر رہے ہیں جو اگر نابینا آدمی کی آنکھوں میں لگا دیا جائے تو وہ دیکھنے لگے گا۔ یہ ٹی وی آنکھوں کے برابر ہوگا۔ یہ ننھا منا ٹی وی خود کار کیمروں کے ذریعے سے معلومات براہ راست دماغ میں منتقل کرے گا۔ اس سیٹ کو عضلات میں نصب کیا جائے گا۔

قدیم مقبروں کی دریافت

فرانسیسی ماہرین آثار قدیمہ کی ایک ٹیم نے پچھلے دنوں قاہرہ سے ۳۵ کلو میٹر جنوب میں سحری کی پہاڑیوں میں تاریخی اہمیت کے قدیم مقبرے دریافت کیے۔ ان مقبروں کا تعلق فرعونوں کے اٹھارھویں سلسلے سے ہے جو تقریباً ۱۳۵۰ـ۱۳۰۰ قبل مسیح میں برسر اقتدار تھا۔ ان مقبروں سے بہت سی بیش قیمت اشیا دریافت ہوئی ہیں۔ ماہرین کے لیے پہاڑیوں میں ترشے ہوئے بت اور دیواروں پر بنی تصاویر زیادہ دل چسپی کی حامل ہیں۔ یہاں ایک دروازہ بھی ہے جسے اتنی مہارت سے بند کیا گیا تھا کہ صدیوں تک کوئی ان مقبروں کے بارے میں جان نہیں سکا اور مقبروں میں موجود اشیا چوروں اور قزاقوں کی دست برد سے محفوظ رہیں۔

جانوروں کا خون پینے والی بلا

امریکا کی کئی ریاستوں میں ایک ایسی بلا کا پتا چلا ہے جو جانوروں کا خون پیتی ہے۔ مویشی رکھنے والے کسانوں میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے اس بلا کا چند سال پہلے لوگوں کو علم ہوا۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ انھوں نے اس بلا کو مویشیوں کا خون پیتے دیکھا ہے۔ گزشتہ ایک سال کے دوران ۳۰۰ بکریاں، بھیڑیں اور گھوڑے مر چکے ہیں۔

ننھا روبوٹ

دنیا میں چھوٹی اشیا بنانے کا رجحان بھی صدیوں پرانا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ ایسی مشینیں بنائی جا رہی ہیں جن کی جسامت کم سے کم ہو۔ حال ہی میں دنیا کا سب سے چھوٹا روبوٹ تیار کیا گیا ہے جو انسانی انگلی کے ایک پورے سے بھی چھوٹا ہے۔ شمسی توانائی سے چلنے والا یہ روبوٹ چھوٹے چھوٹے پاپ کھولنے کے کام آتا ہے

عباس العزم

گفتگو

بات کرنے کا سلیقہ چاہیے
گفتگو کا بھی طریقہ چاہیے
گفتگو کا اک حسیں انداز ہو
نرم لہجہ' دل نشیں آواز ہو
اختلاف آپس میں ہو جائے اگر
بات میں پھر بھی نہ ہو تلخی مگر
پیار کا اظہار ہو گفتار سے
غیر بن جاتے ہیں اپنے پیار سے
نرم اور شیریں ہو ساری گفتگو
ہو ہمیشہ خوب پیاری گفتگو
کہہ رہا ہوں جو' عمل اس پر کرو
کان میری بات پر بچو! دھرو
بات یہ دل میں اترنی چاہیے
گفتگو نرمی سے کرنی چاہیے

حشمت علی خاں
کاشانہ فیض' جمناوالہ
ٹھاکردوار (مراد آباد)

نظم

اے پیارے لڑکو' اے نو نہالو
ہمت کو اپنی اونچا اٹھالو
دل میں تم اپنے' رکھو ہمیشہ
اچھے ارادے
اونچے ارادے
سوچو گے جیسا' ویسے بنو گے
سوچو گے اچھا' اچھے بنو گے
دل میں تم اپنے' رکھو ہمیشہ
اچھے ارادے' اونچے ارادے
اچھے ارادے' اونچے ارادے
اچھے ارادے' اچھا بنائیں
اونچے ارادے' اوپر اٹھائیں
دل میں تم اپنے رکھو ہمیشہ
اچھے ارادے' اونچے ارادے

مقبول احمد عاصم

اسلامی آداب

☆ جب بھی آپ کسی مسلمان بھائی سے ملیں تو سب سے پہلے حقیقی طور پر مسکراتے ہوئے چہرے سے سلام اور گرم جوشی سے مصافحہ کریں۔

(۱) "ایک مسلماں کے دوسرے مسلمان پر چھے حق ہیں۔ (جن میں سب سے پہلا یہ ہے) کہ جب اس سے ملے سلام کہے۔" (ترمذی' دارمی)

(۲) "جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں' ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے۔" (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

☆ گفتگو کرتے ہوئے مخاطب کی عزت کا خیال رکھیں، اچھے طریقے سے گفتگو کریں۔ دوستانہ لہجہ اختیار کریں۔ اسے شرمندہ کرنے یا اس پر چھا جانے کی کوشش نہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے ذلیل کرے اور نہ اسے حقیر سمجھے۔" (مسلم)

فرمان خداوندی ہے

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔" (سورۃ الاحزاب آیت ۷۰)

☆ اونچی آواز میں بات نہ کریں۔

فرمان باری تبارک و تعالیٰ ہے

"اور بولتے وقت اپنی آواز نیچی رکھا کرو' کچھ شک نہیں کہ سب سے بُری آواز گدھوں کی ہے۔" (لقمان۔ آیت ۱۹)

☆ اپنے بھائی کو اچھے ناموں سے پکاریں اور وہ نام زیادہ استعمال کریں جو اس کو سب سے زیادہ پسند ہو۔

فرمان خداوندی ہے

"ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے نہ پکارو۔" (الحجرات۔ آیت ۱۱)

☆ دوسروں کا مذاق نہ اڑائیں نہ اپنے بڑوں کا' نہ چھوٹوں کا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے کہ وہ قوم جس سے مذاق کیا جا رہا ہے' بہتر ہو ان سے جو مذاق کر رہے ہیں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور طعنہ نہ دو ایک دوسرے پر اور نہ پکارو برے لقب سے ایک دوسرے کو" (الحجرات)

☆کسی کی بدگمانی اور غیبت نہ کریں۔ یعنی اس کی غیر موجودگی میں اس کے عیب بیان نہ کریں' بلکہ دوسروں کی خامیوں پر اچھے طریقے سے انھیں آگاہ کریں۔

فرمان خداوندی ہے

"اے اہل ایمان! زیادہ گمان کرنے سے بچو (کیوں کہ) بعض گمان (یعنی بدگمانی) گناہ ہے اور ایک دوسرے کے حال کا تجسّس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ کا ڈر رکھو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔" (سورۃ الحجرات آیت ۱۲)

☆اپنی غلطی کا اعتراف کرنا سیکھئے اور بحث میں جیتنے کا بہترین طریقہ بحث سے باز رہنا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

"جب بندہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتا ہیں۔" (بخاری مسلم)

فرمان خداوندی ہے

کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص قتل ہوگیا تو آپؑ نے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور معافی مانگی۔ موسیٰؑ نے کہا "اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ پس مجھے معاف کر دے۔" تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔ بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ القصص آیت ۳۱)

(۱۲۱۱ ☆ لوٹ ہو کر دوسروں کی خدمت کریں۔ ہاتھ پاؤں اور زبان سے، اگر ہو سکے تو مال سے بھی۔ خاص طور پر والدین کی' قریبی رشتہ داروں اور عام طور پر سب کی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا ہیں جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔" (مسلم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"اور والدین کے ساتھ' قریبی رشتہ داروں' یتیموں' محتاجوں' قریبی ہمسایوں' ہمنشین ساتھیوں' مسافروں اور جو تمھارے غلام ہیں' سب کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اللہ تعالیٰ اچھا سلوک کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور تکبر کرنے والوں اور بڑائی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔" (سورۃ النساء آیت ۳۶)

☆غصہ اور غرور نہ کریں' غصہ آنے کی صورت میں فوراً پڑھیں.

اعود باللہ من الشیطان الرحیم

قرآن حکیم میں ارشاد ہے

"غصہ کو پینے والے' لوگوں کو معاف کرنے والے اور احسان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہیں۔" (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۴)

تجمل حسین خان
۱۰۵ پرتاپ کھنڈ۔ وشواکرما نگر
وویک دہار دہلی ۹۵

نماز

نماز اللہ اور بندے کے درمیان ایک تعلق ہے یہ ایسا تعلق ہے۔ جس کی نظیر کسی اور جگہ نہیں مل سکتی۔ اس کو اس کائنات کی کسی دو ہستیوں کے باہمی تعلق یا محض صانع و مصنوع حاکم و محکوم، قوی و ضعیف، مفلس و محتاج کے تعلق پر بھی قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے یہ تعلق ان تمام رشتوں سے زیادہ لطیف اور بلند ہے اور اس کے علاوہ ان سب سے زیادہ گہرا اور مستحکم جامع اور وسیع ہے۔

نماز اخلاق رذیلہ، برائی و بے حیائی کے کاموں اور وقتی لذّت پسندی اور ہوس پرستی کو ختم کرنے میں جو تاثیر رکھتی ہے وہ کلمۂ توحید کے سوا کسی اور چیز میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"جو کتاب آپ پر وحی کی گئی اسے پڑھا کیجیے اور نماز کی پابندی کیجیے"

نماز انسان کو بے حیائی اور ناشایستہ کاموں سے روکتی ہے، اور اللہ کی یاد دلاتی ہے جو بندے کے سب کاموں کو جانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انسان کا رخ تبدیل کر دیتی ہے اور اس کو ایک نیا ذوق، نئی طلب اور نیا ذہن عطا کرتی ہے۔ وہ اس کو حقیر و پست کاموں سے نکال کر بلند کاموں کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کے دل میں ایمان کی محبت اور ایمان کا شوق پیدا کرتی ہے۔ اور کفر و فسق و نافرمانی سے بھی بچاتی ہے۔ لیکن یہ سب اسی وقت ہوتا ہے جب یہ نماز حقیقی ہو اور وہ زندگی کی حرارت و قوت سے لبریز ہو۔

نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہے۔ اسلام میں نماز کا مزاج اور اس کی صحیح شکل یہی ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام اس پر زور دیتے رہے کہ نماز کا ذکر بھی نماز کا جزو اور نماز کے اندر داخل ہے۔

نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں بہت سی نازک حکمتیں اور مصلحتیں رکھی ہیں۔ان میں بہت سے اجتماعی اور اخلاقی فوائد ہیں۔ مثلاً وحدت واجتماع اور تعاون و تعارف وغیرہ۔ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر امید کا دامن تھامے ہوئے خوف سے بھرے سر تسلیم خم کیے ہوئے جمع ہوتے ہیں تو ان کے اجتماع کی وجہ سے برکتوں کا نزول ہوتا ہے، رحمتیں اترتی ہیں۔اور ان کو اپنے سایے میں لے لیتی ہیں ۔استسقا کی اجتماعی دعا جمعہ وجماعت اور حج کے اجتماعات کا راز یہی ہے۔اگر ان عبادات میں انفرادیت یا ناواقفیت کی وجہ سے کوئی خلل واقع ہو جاتا ہے تو جماعت کی وجہ سے اس کو دور کرنے میں بڑی سہولت ہو جاتی ہے۔دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ بعض اوقات بعض مخلصین کے اخلاص عنایت اور توجہ کی وجہ سے پوری جماعت اللہ تعالیٰ کے سایہ میں آجاتی ہے اور کسی ایک مرد حق کا صدق واخلاص اہت سے افسردہ وشکستہ دلوں کے لیے حیات نو کا پیغام اور بہت سے پست ہمتوں کے لیے مہمیز بن جاتا ہے۔اور سب کی عبادت قبول ہو جاتی ہے۔ اسلام میں اتحاد واتفاق بنیادی روح کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ نماز باجماعت در حقیقت پوری زندگی کی تربیت ہے۔اس سے ہم طبقاتی زندگی کے انتشار اور ناہمواری کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر دور کرتے ہیں اور یہی مسلمانوں کی وحدت تقویٰ کا نیا جذبہ اور ولولہ کا وسیلہ ہے۔

ہماری مساجد بجا طور پر مسلمانوں کا دینی مرکز اور ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح ورہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔دور نبوت میں اور اس کے بعد کے عہد میں مسجدوں میں مسلمانوں کے مختلف شعبوں اور مختلف مہموں میں یہیں سے احکام صادر کیے جاتے تھے۔جب کوئی بڑا واقعہ پیش آتا یا کوئی مہم درپیش ہوتی اور مسلمانوں کو نئی حرارت اور نئی رہنمائی کی ضرورت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ حکم دیتے کہ مسلمانوں میں اعلان کر دیا جائے۔ مسجدوں کو یہ مرکزیت وجامعیت برابر حاصل رہی۔ مسلمانوں کی ساری زندگی اسی محور کے گرد گھومتی رہی۔علم وہدایت کا سرچشمہ،اصلاح وارشاد کی تحریکیں۔جہاد وسرفروشی کی لہریں سب اسی مرکز سے پیدا ہوتیں اور پھیلتی تھیں۔ آج بھی ان مساجد میں وہ پرانے اثرات باقی ہیں جن پر غیر اور غیر مذاہب کے پیروؤں کو حسد ہوتا ہے۔ کبھی وہ ان کو حیرت کے ساتھ دیکھتے ہیں کبھی ڈر اور خوف کے ساتھ۔ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان مساجد کو مسلم معاشرہ اور مسلم قیادت میں وہ مرکزیت اور اہمیت دوبارہ حاصل ہو جو پہلے حاصل تھی۔

مساجد سے اللہ تعالیٰ کی عظمت سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں پر سب مخلوق برابر ہوتی ہے۔ جہاں پر چھوٹا، بڑا، آقا، غلام، حاکم و محکوم، امیر و فقیر سب مساوی نظر آتے ہیں۔ اسلام بدعتوں اور جدّتوں سے بالکل نا آشنا ہے۔ جو سلاطین و امراء نے اپنا امتیاز و تفوق ظاہر کرنے کے لیے عہد صحابہ کے بعد وضع کرلی تھیں۔

اس طرح نماز کو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کو ادا کر کے نہ آدمی آزاد اور اپنی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتا ہے اور نہ اس کو چھوڑ کر کسی اور چیز سے اس کی تلافی کر سکتا ہے یہ مومن کی ڈھال بھی ہے اور مومن کی شمشیر بھی۔ یہ وہ شاہ کلید ہے جس سے ہر قفل کھل سکتا ہے اور ہر مصیبت ٹل سکتی ہے اور ہر قسم کا تردد، اضطراب اور حزن و یاس دور ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے خوف کے لیے، سورج گرہن کے لیے، استخارہ کے لیے۔ کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے نیز موت و شہادت کی تیاری کے لیے علاحدہ علاحدہ نمازیں ہیں۔

حضورؐ کے وصال کے بعد جو خلا پیدا ہوا حضور نے اس کو دور کرنے کے لیے امت کو دو چیزیں دی تھیں۔(۱) ابدی کتاب قرآن مجید (۲) نماز جو قرآن ہی کی طرح زندگی سے بھرپور ہے۔ نظام شریعت میں ان دونوں چیزوں کے ذریعہ اس امت کے محققین و مجاہدین ہر نسل اور دور میں ایمان و یقین علم و حرفت، روحانیت، قرب ولایت کے ان درجات تک پہنچ گئے جہاں انسانی عقل نہیں پہنچ سکتی ہے لہذا ہماری اسلامی زندگی میں نماز کو وہی حیثیت حاصل ہے جو جسم کو روح سے ہے۔

اقوال زرّیں

مہکتی کلیاں

☆سچائی انسانیت کا حسن ہے۔
☆جھوٹ، دم گھٹنے والا دھواں ہے۔
☆حسن، نگاہ کی جستجو ہے۔
☆ساحل، سمندر کا لب ہے۔

خدیجہ کوثر۔ اوکھلائی دہلی

☆میں نے اللہ سے طاقت مانگی تاکہ کارنامے انجام دے سکوں مگر اس نے مجھ کو کمزوری عطا کی تاکہ میں فرمانبرداری سیکھ سکوں۔
☆میں نے اللہ سے دولت مانگی کہ خوشی میسر ہو اس نے مجھے غربت دی تاکہ غریبوں کا دکھ سمجھ سکوں۔

انجم آراء محمد ذاکر اسلام پورہ کاسودہ

حدیث

☆حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو میری اطاعت کرتے تھے۔ آج میں ان کو سایے میں رکھوں گا اس لیے کہ آج میرے سایے کی علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسلم)

عبدالرحمٰن انور امر نگر ممبرا تھانہ

☆توبہ کرنا آسان ہے گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔
☆ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔
☆میاں اور بیوی کے جھگڑا لرنے سے شیطان خوش ہوتا ہے۔

عبدالواحد شیخ قاسم العلوم چند گڑھ۔ کولہاپور

☆مصائب کا مقابلہ صبر سے اور دشمن کا مقابلہ ذہانت سے کرو۔
☆ ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم ہے۔
☆ عقل مند صبر کرتا ہے مگر بے وقوف انتقام پر تل جاتا ہے۔

محمد ثاقب عالم محمد ذاکر اسلام پورہ کاسودہ

زمین کی پکار

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ زمین ہر دن پکارتی ہے

☆اے ابن آدم تو میری پشت پر دوڑ دھوپ کررہا ہے آخر کار میرا پیٹ تیرا ٹھکانہ ہوگا۔
☆ تو میری پشت پر ہنسی مذاق کرتا ہے ایک دن تو میرے پیٹ میں روئے گا۔
☆ تو میری پشت پر حرام کھاتا ہے ایک دن میرے پیٹ میں تجھے کیڑے مکوڑے کھائیں گے۔

سید طلحہ نقشبندی القادری بالاپور آکولہ

☆مصیبت کے وقت انسان اس شمع کی مانند ہوتا ہے جو ہوا کے جھونکے سے بجھ جاتی ہے اور اس کے گرد اڑتے ہوئے پروانے اسے اسی حالت میں چھوڑ کر دوسری شمع تلاش کر لیتے ہیں۔

☆پھولوں پر چلنے سے آرام وسکون ملتا ہے لیکن کانٹوں پر چلنے سے خون کے جو نقش بنتے ہیں وہ آنے والی نسلوں کے لیے روشن شمع کا کام دیتے ہیں۔

انیسہ ناز شیخ ساانڈ واسلام پورہ کا سودرہ

مجھے محبت ہے

☆اس دل سے جس میں خدا کے بندوں سے پیار کا جذبہ ہوتا ہے۔

☆ اس چہرے سے جو معصومیت کی تصویر ہوتا ہے۔

☆ ان آنکھوں سے جو کسی کے دکھ کو دیکھ کر چھلک پڑتی ہیں۔

شمیہ۔ آشی۔ پھولپور۔ اعظم گڑھ

نسخہ علاجِ روح

☆نسخہ انسانیت، ہمدردی، نیکی، خوش اخلاقی، خوش کلامی ، خدمت خلق ، قناعت۔

☆ترکیب استعمال ان تمام چیزوں کو ہم وزن لے کر خدا ترسی کے برتن میں ملالیں پھر میل ملاپ کے پانی میں بھگولیں اور ایثار وقربانی کے چولھے پر چڑھا کر درد دل کی آنچ دیں۔ اس کے بعد اتار کر صدق دل کے کپڑے سے چھان لیں اور صبح وشام حقوق ہمسایہ کے چمچے سے روزانہ پیتے رہیں۔

☆ پرہیز بدنیانی، نفرت، بغض وحسد حقارت کینہ، تنگ نظری، جھوٹ، فساد ظلم وستم۔

فرہاد احمد تشنہ پور کیولی رنوے دربھنگہ

☆ آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے۔ (حضرت ابو بکرؓ)

☆ کم بولنا حکمت ہے۔ (حضرت عمرؓ)

☆ حق کے معاملے میں چپ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔ (حضرت علیؓ)

☆ اللہ اس مسلمان سے محبت کرتا ہے جو محنت کر کے روزی کماتا ہے۔ (طبرانی)

عبدالرؤف امرت نگر ممبرا تھانہ

☆ بازار میں کھانا ہلکے پن کی نشانی ہے۔

☆ وضو نماز کی کنجی ہے۔

☆ بات کرنے سے پہلے سلام کرو۔

☆ روٹی کی عزت کرو۔

محمد شان الرحمٰن اسلام نگر اررریہ (بہار)

نصیب نہیں ہوتی

☆ دولت کے بھوکے کو "راحت"

☆ غیبت کے بھوکے کو "بلندی"

☆ شہرت کے بھوکے کو "کامیابی"

محمد حمزہ رحمٰن کٹرہ پختہ، کوچہ چاہ آنولہ

فرمانِ رسولؐ

☆میری بنیاد محبت ہے۔

☆میرا خزانہ: خدا پر اعتماد ہے۔
☆میرا ہتھیار: علم ہے۔
میرا ساتھی: صدق ہے۔

نسیم الریاض مبارکپور اعظم گڑھ

☆حضرت انسؓ فرماتے ہیں مجھے حضور نے تاکید فرمائی پیارے بیٹے جب تم گھر میں داخل ہوا کرو تو پہلے گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ یہ تمھارے لیے اور تمھارے گھر والوں کے لیے خیر و برکت کی بات ہے۔
☆ حضورؐ نے فرمایا عقلند وہ آدمی ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں کرلیا اور ایسے کام کیے جو مرنے کے بعد نفع دیں۔

محمد مختار عالم ابا بکرپور ویشالی (بہار)

☆حضورؐ نے فرمایا مصیبت میں صبر کرنا عبادت ہے۔
☆ خاموشی دانائی ہے مگر اس پر عمل کرنے والے کم ہیں۔
☆ہر حالت میں بلااور مصیبت پر صبر کرنا چاہیے۔
☆سب سے پسندیدہ وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔

مختار اسکرین شید پورہ بالا پور

☆ جھوٹے آدمی کی سچ بات پر بھی یقین نہیں کیا جاتا اور اسے ہمیشہ حقیر نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔
☆ اپنا وعدہ پورا کرو، تاکہ تم پر سبھی دوست، دشمن بھروسا کریں۔
☆ دشمن سے لڑنے جھگڑنے کی بجائے دوستی کرنا بہتر ہے۔

محمد حافظ کلمب (ایوت محل)

☆دل کی سب سے بری بیماری حسد ہے۔
☆ زبان کا قلم استعمال کرنے سے پہلے اسے اپنے دل کی روشنائی میں ڈبو لینا ضروری ہے۔
☆علم ایسی روشنی ہے جس میں کوئی اندھیرا نہیں ہوتا۔
☆صرف نیک ہی نہ بنو بلکہ نیکی کرو بھی۔

محمد سالم خاں تیج خورد۔ سیتا پور

☆خدا اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو دوسرے انسانوں پر رحم نہیں کھاتا۔ (بخاری، مسلم)
☆ نیکی اور پرہیز گاری (کے کاموں) میں ایک دوسرے کا ساتھ دو۔ (قرآن)
☆برے کاموں سے منع کرتے رہو خواہ کتنی ہی تکلیف اٹھانی پڑے۔ (قرآن)

عبدالرحمن ایم۔ کے بلڈنگ ممبرا تھانہ

☆توحید مسلمانوں کے لیے ایمان کی جڑ ہے۔
☆ تبلیغ رسولؐ میں مسلمانوں کے لیے امن ہے۔

☆ اتفاق سے رہنا مسلمانوں کی کامیابی ہے۔
☆ شریعت پر عمل کرنا مسلمانوں کے لیے امن ہے۔

کے معین ساگر بڑی پیٹ وانمباڑی

☆ ہر مسلمان کو اپنے دل میں قیامت کا خوف رکھنا چاہیے۔
☆ والدین کی خدمت کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔
☆ کسی کا ہرگز دل مت دکھاؤ کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

سید اسمٰعیل ملاپورہ ناندورہ۔ بلڈانہ

☆ دو رکعت فرض فجر کی نماز حضرت آدمؑ نے پڑھی ہے۔
☆ چار رکعت فرض ظہر کی نماز حضرت ابراہیمؑ نے پڑھی ہے۔
☆ چار رکعت فرض عصر کی نماز حضرت یونسؑ نے پڑھی ہے۔

عبدالعزیز جامع مسجد روڈ کلمب ایوت محل

☆ بڑوں کی باتوں اور ہدایت پر عمل کرنا مفید ہے۔
☆ سچے آدمی کا ہر شخص دوست ہوتا ہے۔

محمد کاظم زید شہید عبدالحمید چوک کلمب

☆ دانا وہ ہے جو دنیا کی چمک دمک سے دھوکا کھائے اور دولت مند وہ ہے جو خدا کی تقسیم پر راضی ہو۔
☆ دولت کی کمی آسانی سے پوری کی جاسکتی ہے مگر روح کا افلاس ناقابل تلافی ہے۔

محمد خالد د محمد ضیا دیوان پورا منگرول پیر

☆ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن کوئی روزہ نہیں۔ (متفق علیہ)
☆ جو اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ (مسلم)
☆ اللہ کو سبحان اللہ وبحمدہ سب سے زیادہ پسند ہے۔ (مسلم)

عبدالقادر خان امرت نگر ممبرا تھانہ

دوستی

☆ جذبہ دوستی ایک ایسا سمندر ہے جس کی ہر لہر پکار کر کہتی ہے۔ د، سے دائمی۔ و، سے وفا۔ س، سے سدا۔ت، سے تازہ۔ ی، سے یاد، یعنی دائمی وفا کے ساتھ سدا تازہ یاد رکھنا۔

حنا کوثر بنت بکل گوڑہ (عادل آباد)

آنکھ کیا ہے؟

☆ آنکھ جھکتی ہے تو زمانے بھر کی اپنے اندر سمو لیتی ہے۔
☆ اٹھتی ہے تو راہ گزاروں کو بھی گلزر بنا دیتی ہے۔

محمد ظہیر احتشام شیخ سانڈو

گدگدیاں

☆ حکیم. اگر کوئی زہر کھالے تو اسے کیا دینا چاہیے۔
شاگرد. جناب غسلِ میت
صوفیہ، علی گڑھ

☆ گاہک آپ نے کہا تھا کہ جلیبی تازی بنائی ہیں مگر یہ تو باسی ہے۔
حلوائی صاحب میں نے تو تازی بنائی تھی۔ جب چار دن تک گاہک نہ آئے تو میں کیا کروں۔

☆ ایک کنجوس شخص بازار سے گزر رہا تھا اس کی ایک آنکھ کھلی ہوئی تھی اور دوسری بند۔ ایک شخص نے پوچھا "بھائی صاحب آپ نے ایک آنکھ کیوں بند کر رکھی ہے" کنجوس بولا " بھائی جب ایک آنکھ سے صاف دکھائی دیتا ہے تو دوسری آنکھ کی روشنی کیوں خرچ کروں۔
نم نسرین، چاندنی چوک (امراوتی)

☆ کسی نے شاعر سے پوچھا آپ جنت میں جانا پسند کریں گے یا جہنم میں، شاعر نے جواب دیا جہاں سامعین زیادہ ہوں گے وہیں جانا پسند کروں گا۔
انصار ریڈیوں کلب، مبارک پور (اعظم گڑھ)

☆ ڈرائنگ ٹیچر: اسلم میں نے کل کہاں تھا کہ کاغذ پر مچھلی کی تصویر بنا کر لانا' لائے ہو؟
اسلم: جی ہاں۔
ٹیچر: لاؤ۔ دکھاؤ۔
اسلم: وہ سربات یہ ہے کہ اتنی اچھی مچھلی بنی تھی کہ وہ سچ مچ کی مچھلی جان پڑتی تھی۔ بس ایک چیل آئی اور کاغذ جھپٹ کر لے گئی۔
محمد اسلم والد ڈاکٹر حفظ الرحمان، حیدر آباد، مبارک پور

☆ ٹکٹ بابو: اس لفافے کا وزن زیادہ ہے اس پر ٹکٹ اور لگایئے۔
دیہاتی مگر بابو جی ٹکٹ لگانے سے اس کا وزن اور بڑھ جائے گا۔
سید عرفان علی کلب' (الوشمل)

☆ مریض. بغیر میرے آنکھوں کی جانچ کیے ہوئے آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مجھے چشمہ کی ضرورت ہے۔
ڈاکٹر وہ اس لیے کہ دروازہ کھلا ہوا ہے اور آپ کھڑکی سے اندر آئے۔
فرحت افروز، دلشیر گڑھ، ضلع بردوان

☆ ایک آدمی پہلی بار ہوائی جہاز سے سفر کر رہا تھا۔ اسے کسی نے بتایا تھا کہ پلین کے

اڑنے پر نیچے کی سبھی چیزیں بہت چھوٹی دکھائی دیتی ہے۔
اس آدمی نے بغل والے آدمی سے کہا۔ بھائی نیچے دیکھیے سبھی چیزیں چیٹیوں کی طرح دکھائی دے رہی ہے۔
اس پر دوسرے آدمی نے کہا' معاف کرنا بھائی صاحب ابھی جہاز اڑا ہی نہیں ہے۔
محمد ارشد نقی، خداداد پور، آعظم گڑھ

☆ کمرے میں شراب کی ایک بوتل زمین پر ٹوٹ گئی۔ تین چوہوں کے علاوہ اس وقت کمرے میں کوئی نہ تھا۔ تینوں نے شراب چاٹ لی۔
نشے میں آکر ایک چوہا بولا میں اس وقت باکسنگ کرنے جا رہا ہوں۔
دوسرے نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اگر اس وقت دنیا کا طاقت ور آدمی بھی آجائے تو میں اس کا بھر کس نکال دوں گا۔"
تیسرا چوہا کوئی بات کرے بغیر کمرے سے باہر جانے لگا تو دونوں نے پوچھا کہ تم کہاں چلے تو تیسرے چوہے نے اطمینان سے جواب دیا "بلی سے شادی کرنے جا رہا ہوں"۔
نجمہ سوداگر محمد ذکی سوداگر، دیوان پورہ، منگرول پیر

☆ دو پاگل ایک دن پاگل خانے سے بھاگ گئے تھوڑی دیر بعد انھیں ایک دریا نظر آیا۔ ایک پاگل نہ اسی میں چھلانگ لگا دی۔ اچانک ہی دوسرا پاگل بھی کود پڑا اور پہلے کو پکڑ کر کنارے لے آیا اور دونوں واپس پاگل خانے میں آگئے۔ دوسرے پاگل نے اگلے روز یہ واقعہ سپرٹینڈنٹ کو سنایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور بولے کہ تم نے بہت بہادری اور عقل مندی کا کام کیا ہے ایسے کارنامے دینے والا یقیناً پاگل نہیں ہو سکتا تم کل واپس اپنے گھر جا سکتے ہو۔ اتنے میں ایک سنتری نے آکر سپرٹینڈنٹ کے کان میں کچھ کہا سپرٹینڈنٹ نے پاگل سے مخاطب ہو کر کہا بھئی ایک بڑی بُری خبر ملی ہے کہ کل جس پاگل کی تم نے جان بچائی تھی اسی نے اپنے گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر اپنے آپ کو لٹکا لیا ہے پاگل نے احتجاج کیا نہیں صاحب اسے کچھ نہیں ہوا وہ بہت بھیگ گیا تھا اس لیے میں نے خود اسے سکھانے کے لیے لٹکا دیا ہے۔"
امجد خان، ناگ پور مہاراشٹر

☆ ایک شرابی اور اس کی بیوی گاؤں سے دور کھیت میں رہتے تھے شرابی کی مونچھیں بڑی بڑی تھی جس سے اس کی بیوی ناراض تھی۔ وہ ہمیشہ اسے کترنے کے لیے کہتی۔ پر شرابی بیوی کی نہیں سنتا تھا۔ مگر ایک دن بیوی کے کہنے پر شرابی نے مونچھیں کتر

ڈالی۔ اور جب وہ گھر میں آیا تو اس کی بیوی نے کہا' میں ہوں ایک ایسی بائی ایک آدمی کی مونچھ کٹوائی۔

شرابی پریشان ہو گیا اور گھر سے باہر چلا گیا اب اس کی بیوی اسے ہمیشہ چڑانے لگی۔ ایک دن شرابی اپنی سسرال میں گیا اور کہا کہ آپ کی بیٹی کا انتقال ہو گیا شرابی کی بیوی کے سات بھائی تھے انھوں نے بال دینے کی غرض سے اپنے بال منڈا لیے اور شرابی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ جب گھر قریب آیا تو شرابی دوڑ کر گھر میں گیا۔ جیسے ہی وہ گھر میں گیا۔ بیوی نے کہا۔ میں ہوں ایک ایسی بائی ایک آدمی کی مونچھ کٹوائی" اس پر شرابی نے کہا۔ ذرا دیکھ تو سہی بائی نکلوں کی ٹولی آئی۔

محمد الطاف محمد افضل پٹیل، پنچ نمبر پھر

☆ شہر سے دور ایک کالونی میں ایک فقیر بھیک مانگتے ہوئے یہ آواز لگا رہا تھا "ہے کوئی سخی داتا جو مجھے ایک جیب خیرات میں دے۔"

ایک راہگیر نے یہ انوکھی خیرات مانگتے فقیر سے کہا بابا بھلا کون تمہیں جیب خیرات میں دیگا؟

فقیر نے کہا بیٹا یہ کالونی سرکاری عہدہ داروں کی ہے جیب کی خیرات مانگنے پر بس کا کرایہ ہی مل جائے تو بہت ہے۔

☆ ڈاکٹر صاحب کے کلینک سے واپس لوٹتے وقت مریض کے ساتھی نے اس سے پوچھا ڈاکٹر صاحب نے جیسے ہی تمھارے سینے میں ہاتھ رکھا ویسے ہی تمھارا دل زور سے کیوں دھڑکنے لگا۔ مریض نے کہا۔ کیا بتاؤں دوست اصل میں ڈاکٹر صاحب کا ہاتھ میرے سینے میں نہیں بلکہ میری جیب میں تھا۔

محمد شاداب اعظمی، بگذھرا، ارریہ، بہار

☆ استاد (طالب علم سے) تم روزانہ کتنے وقت کی نماز ادا کرتے ہو؟

طالب علم۔ جناب میں تمام وقت کی نماز ادا کرتا ہوں مگر افسوس پانچ وقت کی چھوٹ جاتی ہے۔

مرزا سکندر بیگ، پیٹھ محلہ' ناندورہ' بلڈانہ

☆ مالکن: (نوکر سے) پہلے کہاں کام کرتے تھے

نوکر۔ پہلے میں سیٹھ کرڑوی مل کے یہاں کام کرتا تھا۔

مالکن۔ سیٹھ جی نے کیوں نکال دیا۔

نوکر۔ میں نے صرف ایک مکھی ماردی تھی۔

مالکن۔ صرف مکھی مارنے کی وجہ سے؟

نوکر۔ جی وہ سیٹھ جی کے ناک پر بیٹھی تھی۔

☆ ایک ضعیف آدمی کو نظر کا چشمہ دیتے ہوئے ڈاکٹر نے کہا یہ لیجیے اسے لگا کر اب

آپ اخبار پڑھ سکتے ہیں۔ شکریہ ڈاکٹر صاحب آپ نے مجھ جیسے اَن پڑھ کو پڑھنے کے قابل بنا دیا۔ ضعیف آدمی نے کہا۔
نعیم الدین اسلام پورہ قلمب

☆ تین آدمی ایک ریل گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ جن میں ایک فرانسیسی ایک انگریز اور ایک ہندوستانی تھا۔ فرانسیسی نے اچانک اپنے سارے روپے ریل گاڑی سے باہر پھینک کر کہا میرے ملک میں روپیوں کی کمی نہیں ہے۔ اس پر انگریز اپنے پینٹ شرٹ اتار کر ریل گاڑی سے باہر پھینک کر کہا میرے ملک میں کپڑے کی کمی نہیں ہے۔ تب ہندوستانی نے دونوں غیر ملکیوں کو ریل گاڑی سے باہر پھینک کر کہا میرے ملک میں آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔
حیدر عباس پوراراتی، مبارک پور، (اعظم گڑھ)

☆ عبدالرحیم (اپنی بہن سے) اچھا آپا اگر آدمی کی رات کو آنکھ کھل جائے اور گھڑی بند ہو۔ تو وقت کیسے معلوم کرے۔
(آمنہ) یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ بس زور زور سے گانا شروع کر دو۔ پڑوسن سے آواز آئے گی "یہ رات کے بجے گانا گانے کا کون سا وقت ہے۔"
شبنم خاتون، بدر بلڈنگ ممبرا، تھانہ

☆ استاد: (جمیل سے) میٹ کے معنے کیا ہوتے ہیں؟
جمیل. میٹ کے معنے چٹائی۔
استاد. (سرفراز سے) کلاس میٹ کے کیا معنے ہوں گے؟
سرفراز. (جلدی سے) کلاس میٹ کے معنے کلاس کی چٹائی۔
محمد شمیم، احتشام اختر، مبارکپور، اعظم گڑھ

☆ عورت (دودھ والا سے) تم نے جو پاؤ بھر دودھ دیا تھا اس میں سے مینڈک نکلا۔
دودھ والا پاؤ بھر دودھ میں سے میڈک نہیں نکلے گا تو کیا ہاتھی نکلے گا۔
محمد طفیل صدیقی، ہاشمی پور، گیا، بہار

☆ مہمان (بچے سے) تمھارے ابو کیا کر رہے ہیں۔
بچہ آپ کے جانے کا انتظار۔
محمد ثاقب عبدالرشید، دیوان پورہ، منگرول پیر

☆ مریض (دانت کے ڈاکٹر سے) "ڈاکٹر صاحب آپ کئی دنوں سے میرے دانت نکال رہے ہیں اور ہر مرتبہ غلط دانت نکال دیتے ہیں"۔
ڈاکٹر آج یقیناً صحیح دانت نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ گا۔"

مریض: وہ کیسے؟
ڈاکٹر: اس لیے کہ آپ کے منہ میں اب صرف ایک دانت ہی رہ گیا ہے"
راغب علی جمالی، غفار منزل، نئی دہلی۔ ۲۵

کہ میرا لڑکا عارف کوئی گلاب کا پھول نہیں ہے۔ آپ اسے سونگھیے نہیں صرف تعلیم دیجئے۔
سہیل احمد، فیشن بٹ ہاؤس، بالا پور

☆عیراق، امریکہ، بھارت کے افسروں میں بحث چل پڑی عراقی نے کہا کہ چور کو ۴۸ گھنٹہ میں پکڑ سکتے ہیں تو امریکی نے کہا کہ ہم ۲۴ گھنٹہ میں پکڑ سکتے ہیں تو بھارتی نے کہا کہ ہم ۲۴ گھنٹہ پہلے ہی جان جاتے ہیں کہ آج کہاں چوری ہونے والی ہے۔
نفیس احمد، اتراری خیر آباد (یو۔پی)

☆جیومٹری کے استاد: (طلبہ سے) "آج ہم آپ کو مربع بنانا سکھائیں گے"۔
ایک چھوٹا سا طالب علم جو گھر پر مربّا اور چٹنی بڑے شوق سے کھاتا تھا۔ معصومیت سے بولا۔ "اور سر! چٹنی بنانا کب سکھائیں گے؟"
یوسف خان یعقوب خان، مالیگاؤں، ناسک

☆ایک آدمی کی سائیکل چوری ہو گئی تو وہ چوراہے میں کھڑا ہو کر زور زور سے ہانک لگا کر لوگوں کو مخاطب کر رہا تھا۔ بھائیو! کان کھول کر سن لو۔ اگر میری سائیکل نہیں ملی تو میں بھی ویسا ہی کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا جیسا کہ میرے باپ نے اپنی سائیکل کے گم ہونے پر کہا تھا۔
چور یہ سن کر مارے ڈر کے سائیکل وہیں رکھ آیا جہاں سے اس نے اٹھائی تھی۔ اور انجان بنتے ہوئے اس شخص سے پوچھنے لگا۔ بھائی صاحب! آپ کے ابّا نے اپنی سائیکل گم ہونے پر کیا کیا تھا۔؟
اس شخص نے جواب دیا۔ "کچھ نہیں یار۔ انھوں نے دوسری سائیکل خرید لی تھی۔"
محمد شہباز عالم نظامی، ڈانگی بستی، کشن گنج، (بہار)

☆ معلّمہ · (شاگرد) عارف یہ بات آپ اپنی امیّ سے کہہ دیجئے کہ آپ کے جسم سے ہمیشہ بد بو آتی رہتی ہے۔ براہِ کرم آپ کو روزانہ مدرسے نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہنا کر بھیجا کریں۔
عارف: (معلّم سے) میری ماں نے کہا ہے

☆ایک دیہاتی رئیس کسی شہری رئیس کے ہاں مہمان گئے تھے۔ اس نے قالین پر بٹھایا اور پان پیش کیا۔ ان کو پیک پھینکنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ادھر ادھر دیکھا میزبان نے ایک منقش اور مجلّا مراد آبادی اگلدان

سامنے رکھ دیا۔ انھوں نے اسے ہاتھ سے ہٹایا اور قالین کا گوشہ اٹھا کر پیک تھوک دی۔ تھوڑی دیر بعد پھر یہ ضرورت پیش آ ئی تو میزبان نے پھر وہ چم چم کرتا اگلدان آگے کیا۔ مہمان عزیز نے پھر اسے ہاتھ سے پرے کر دیا۔ اور قالین کے گوشہ سے کام لیا۔ تیسری بار میزبان نے اگلدان آگے کیا تو مہمان صاحب تلملائے اور قلین کے نیچے پیک پھینک کر بولے۔ یہ کیا بدتمیزی ہے؟ ہر بار تم یہ برتن آگے کر دیتے ہو اب کے کیا تو اس میں اسی میں تھوک دوں گا۔

محمد تبریز اختر، بسرا، سند گڑھ

☆ شوہر بیوی سے بیگم تمھاری ماں کو میں نے خط لکھا تھا کہ وہ یہاں نہ آئیں تو پھر وہ یہاں کیوں آگئیں۔
بیوی شوہر سے وہ یہ پوچھنے کے لیے ہی تو آئی ہیں کہ تم نے ایسے خط کیوں لکھا؟

انور خان، گاندھی چوک، دھارواڑ (کرناٹک)

☆ سپاہی: تم چوری کر کے کہاں بھاگ رہے تھے۔
چور۔ آپ کو بلانے جا رہا تھا۔

عمران احمد، گھو نگمٹ نگر، بھیونڈی

☆" کیا نظام نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی۔" کی تھی مگر میں نے صاف انکار کر دیا۔ کیوں؟ مگر وہ تو لاکھوں میں ایک ہے۔ انکار کی وجہ ایک کتاب تھی۔ کیسی کتاب؟ پس منظر جانے بغیر تمھاری سمجھ میں اصل بات نہیں آسکے گی۔ درحقیقت جب میرے دولھا بھائی نے باجی سے شادی کی درخواست کی تھی اس وقت باجی "تین عورتیں۔ تین کہانیاں" پڑھ رہی تھی انھوں نے دولھا بھائی کی درخواست قبول کر لی۔ اور شادی کے ایک سال بعد ان کے یہاں بیک وقت تین جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ تمھارا مطلب ہے تمھاری باجی کی زندگی پر تین کا عدد اثر انداز ہوا۔ بے شک! اور اب سنو میرے انکار کی وجہ جب نظام نے مجھ سے شادی کی درخواست کی۔ میں "بلبل ہزار داستان" کا مطالعہ کر رہی تھی۔

ساجدہ سردار، حیدر پورہ امراوتی، مہاراشٹر

☆ مہمان (بچے سے) بیٹا تمھارا ابو گھر پر ہے؟
بچہ: انتظار کریں۔ میں اندر دیکھ کر آتا ہوں۔ بچہ (واپس آکر) ابو کہہ رہے ہیں کہ میں سو رہا ہوں۔
مہمان: ٹھیک ہے تمھارے ابو جب اٹھ جائیں تو اس سے کہنا سوتے ہوئے کچھ نہ بولا کریں۔

محمد عثمان متعلم مدرسہ اشرف اعدارس۔ ہردوئی

پسندیدہ اشعار

ہمارے پیامی اپنے پسندیدہ اشعار تو لکھتے ہیں لیکن یہ نہیں لکھتے کہ وہ شعر کس شاعر کا ہے۔ آئندہ سے صرف انھیں پیامیوں کے بھیجے ہوئے اشعار شامل اشاعت ہوں گے جن میں شاعر کا نام لکھا ہو۔ (ادارہ)

قدم قدم پہ یہاں رہزنوں کا خطرہ ہے
جدا جدا نہ چلو' کا رواں بنا کے چلو
عبدالاحد شاہین، مدرسہ جامعہ اسلامیہ، کوسہ۔ ممبرا

چھوٹا ہوں میں ابھی تو
ہوں گا کبھی بڑا بھی
میری یہ آرزو ہے
خدمت کروں سبھی کی
محنت سے میں پڑھوں گا
میں ڈاکٹر بنوں گا
پڑھنے کو روز یوں ہی
مکتبہ کو جا رہا ہوں
محنت سے دل لگا کر
تعلیم پا رہا ہوں
جب خوب پڑھ چکوں گا
میں ڈاکٹر بنوں گا
مفلس مریض مجھ کو
آکر اگر دکھائیں
امداد میں کروں گا
دے کر فری دوائیں
پیسے کبھی نہ لوں گا
میں ڈاکٹر بنوں گا
کوئی غریب ہو یا
کوئی امیر آئے
اک عام آدمی یا
کوئی وزیر آئے
مہنگی دوا نہ دوں گا
میں ڈاکٹر بنوں گا
حافظ محمد اقبال عثمانی جھانڈہ، فرید آباد، ہریانہ

مقتل میں کیا ہجوم تھا اس نور عین پر
پروانے گر رہے تھے چراغ حسین پر
غلام سرور، لکشمی پور، گیا، (بہار)

خاموشیوں کی موت گوارا نہیں مجھے
شیشہ ہوں ٹوٹ کر بھی کھنک چھوڑ جاؤں گا
محمد عمران، ضیاء الرحمٰن، دیوان پورہ، منگرول

دیوار اٹھالی ہے بھائی نے بھی آنگن میں
اب پیڑ کے سایہ کی تقسیم کا ماتم ہے
حمیرہ انجم دیوان پورہ، منگرول

مشکلوں کو حل کرنا جن کو خوب آتا ہے
ایسے لوگ دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں
انیس ا انصاری خیر آبادی، مکری، کھیری

کون بہتے ہوئے آنسو پر نظر رکھتا ہے
لوگ ہنستے ہوئے چہرے کو دعا دیتے ہیں
محمد شاداب اعظمی، بگڈھرا، ارریہ، (بہار)

ہمیں خود اپنی ہی نادانیوں نے مارا ہے
کسی کا جرم نہیں جرم سب ہمارا ہے
نذیر احمد، منچریال، آندھرا پردیش

جاگے تھے جب، بہار کا موسم گزر گیا
اب پھل تلاش کرتے ہیں سوکھے شجر میں ہم
پرویز خان آزرو، پاتور، (آکولہ)

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا ہوتا ہے انساں سے
عفت مریم اعظمی

بہر سو عرضِ طیبہ پر نظارے مسکراتے ہیں
شہ کونین کی آمد ہے تارے جگمگارے ہیں
شاقب اعظمی، سرائیمر

رہے گا خواب تغافل میں تابکے رضواں
سوال کرتی ہے دنیا، جواب پیدا کر
سیفی سبطین، آسنسول۔۲

ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی
دل چاہتا نہ ہو، تو دعا میں اثر کہاں
فیض الاسلام فیض، جالہ، دربھنگہ، (بہار)

اپنا سمجھ رہے ہو ہر اک شخص کو مگر
یہ شہر بے وفا ہے یہاں دیکھ کر چلو
محمد سالم خاں، کھیری لکھیم پور (یو۔پی)

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے
سید تنویر، سواگر پورہ، واشم

سر بلندی کی خواہش ہے تم کو اگر
سر اٹھا کر نہ اتنا چلا کیجئے
محمد الطاف محمد افضل پٹیل، پنچانبہ بھر۔

پہن لیتا ہے جو ہری ٹوپی
یوں سمجھتا ہے آفریدی ہوں میں
شعیب احمد خاں، دیوان پورہ، منگرول پیر

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
اے۔جی شیخ، منیار چھوٹا بازار، ملکاپور، بلڈالہ

آئیں گے جب فرشتے لینے کو جان تیری
کرلے گی تب کنارا جھوٹی یہ شان تیری
عبداللہ مالکی ہمراہ نکہت پروین، ارریہ (بہار)

جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

محمد مقتور احمد عزیز کلب (یوت محل)

جینے کا آج ہم کو قرینہ تو آگیا
عشق رسول پا گئے جینا تو آگیا
ضرار احمد چکیا مدرسہ فیض العلوم اعظم گڑھ

سکندر جب چلا دنیا سے اس کے ہاتھ خالی تھے
فقط خالی نہیں رحم و کرم کے بھی سوالی تھے
عرفان الحق آرزو، مغربی چمپارن، (بہار)

وہ کھو بیٹھے آخر کمائی بڑوں کی
بھلا دی جنھوں نے بڑائی بڑوں کی
نفیس فاطمہ عبدالرحیم انصاری پاتھری

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
کے، معین ساگر، بڑی پیٹ وانمباڑی

نکلے تھے ہم خلوص کا اک آئینہ لیے
لوگوں نے اپنے ہاتھ میں پتھر اٹھا لیے
مچلے نہیں کبھی یہ کھلونے کے واسطے
بچے ہیں میرے کتنے سمجھدار دیکھنا
ہمیں تو روشنی کرنا ہے ہم یہ کیوں سوچیں
ہوا کا زور ہمارا دیا بجھا دے گا
نفرت کی آگ میں نہ عداوت کی آگ میں
انسان جل رہا ہے سیاست کی آگ میں

اب احترام اندھیروں کا کرنا پڑتا ہے
دیا جلا کے سر شام رکھنا پڑتا ہے
مبشر مبین، درگاہ بیلا، چندن پٹی، (بہار)

رکی جاتی ہیں نفسیں اور قدم رک رک کے بڑھتے ہیں
مجھے اب قربت باب نبیؐ محسوس ہوتی ہے
نذیر احمد ناظر سستی پوری، اعظم گڑھ، یو۔پی

سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہل جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو
خورشید احمد، بلاقی پورہ، مئو ناتھ بھنجن، (یو۔پی)

انھیں تو درگذر فرما خطائیں جو ہوئیں ہم سے
برائی ہم میں ہے جو اس کو، مالک دور تو کر دے
حافظ خلیق الرحمٰن رحیم آبادی، عمر آباد

ان کی کہیں زمیں نہ ان کا کہیں نشان
پھرتے ہیں یوں ہی شام و سحر زیر آسماں
محمد کاظم زید۔ پٹیل چوک کلمب

کعبہ کس منہ سے جاؤں گے غالب
سرم تم کو مگر نہیں آتی
غلام محمد دستگیر، نوری منزل، جلگاؤں

اسلام کا پرچم نہ جھکا ہے نہ جھکے گا
پھونکوں سے یہ فانوس بجھا ہے نہ بجھے گا

باطل جو صداقت سے الجھتا ہے تو الجھے
ذروں سے یہ خورشید چھپایا نہ چھپے گا (ماہر القادری)
شیخ اصغر شیخ غلام مصطفیٰ' بھنڈارہ

پہلے یہ طئے کرو کہ وفا دار کون ہے
پھر وقت خود بتادے گا غدار کون ہے
محمد عاصم خاں عادل' اتھنیاں کھیری

سورج کے ساتھ ڈوب گیا میرا دل بھی آج
اتنا اداس شام کا منظر کبھی نہ تھا
یوسف خاں' مالیگاؤں' ناسک

ہم سمجھ پائیں گے اس دن آپ کو پوری طرح
جب ہمیں دنیا کی ساری بولیاں آجائیں گی
حنیف خان۔ غیاث نگر، مالیگاؤں' ناسک

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہا
ضمیر احمد' بھرواڑہ' دربھنگہ (بہار)

لوگوں سے نہ ملنا جلنا اچھا کام نہیں
ہر اک سے خود جا کے ملیں ہم اتنے بھی عام نہیں
سید اطہر علی' اسلام پورہ' (بوت محل) کلمب

وہ بھوک جو آدم کے جرائم کا سبب ہے
اس بھوک کو سولی پہ چڑھا کیوں نہیں دیتے
عبدالجاوید' سوداگر پورہ' واشم (آکولہ)

اپنی بستی میں اندھیرے نہیں دیکھے جاتے
مجھ سے تاریک سویرے نہیں دیکھے جاتے
محمد صابر پاچورہ

بھول کوئی تو ہم سے ہوئی ہے
دشت کیوں بڑھ کے آیا گھر میں
محمد اخلد' محمدی (کھری چوبی)

لوگوں نے میرے حق میں بہت کچھ کہا مگر
اس نے تو جو سنا وہ سنا ہی میرے خلاف
عبدالقدیر' محمد جنگلا' شاہ جہان پور (یو۔پی)

دشمن نے مری پشت پہ کیوں وار کیا ہے
یہ رسم نبھانے کو میرے یار بہت ہیں
معاذ عرضی آقیب' شیخ محلّہ' سیوان' (بہار)

تمام پیڑ جلا کر خود اپنے ہاتھوں سے
عجیب شخص ہے سایہ تلاش کرتا ہے

عزم انسان ہے کہ بن جائے فرشتہ لیکن
ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انسان ہوتا
جاوید محمد مقصود۔ لوٹس کالونی' گوونڈی' ممبئی۔ ۴۳

کبھی راضی تو کبھی مجھ سے خفا لگتی ہے
زندگی تو ہی بتا' تو میری کیا لگتی ہے
زینت النسا، کے۔ این۔ خان۔ واشم روڈ' آکولہ

آدھی ملاقات

☆ پیام تعلیم اپنی خوبیوں کے ساتھ ذرا تاخیر سے دستیاب ہوا۔ اس میں فوزیہ اور ریاں کا نام دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہانیاں تو سبھی لاجواب ہیں لیکن خاص کر ہمیں تو "خونی کھوپڑی' کچھ اور کلام تیکھے" بے حد پسند آئے۔ سبھی قلم کاروں کو مبارک باد۔

شکریٰ ظفر، مبارک پور' اعظم گڑھ

☆ پیام تعلیم کا تازہ شمارہ ملا انکل آپ نے اس قدر لاجواب اور خوبصورت رسالہ شائع کر کے ہمیں اس کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ اس کی ہر تحریر دل کو چھو لیتی ہیں جب ہم پیام تعلیم پڑھنے بیٹھتے ہیں تو ہمیں کسی بات کا ہوش نہیں رہتا پیام تعلیم ایک بہت ہی خوبصورت رسالہ ہے اس کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں ہر ماہ میں سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے اور ہر گھر کو ادب سے مالا مال کرتا ہے۔ خداوند کریم سے التجا ہے کہ ہمارے اس رسالے کو تاقیامت قائم رکھے اور یہ رسالہ ترقی کی منزلوں میں سب سے آگے رہے۔ (آمین) اس رسالے کو ہمارے گھر کے سب ہی افراد جنون کی حد تک پسند کرتے ہیں یہ رسالہ پاکیزہ چمن ہے جس کے اندر قسم قسم کے مہکتے دمکتے پھول اپنی بھینی بھینی خوشبوؤں سے فضا کو معطر کر رہے ہیں۔

شاہد احمد خاں ایوب خاں قریشی' املیز' جلگاؤں

☆ ماہ جنوری کا رسالہ پیام تعلیم اپنی تمام تر عنائتوں اور خوشبوؤں کو لیتے ہوئے نظر نواز ہوا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اور ہمارے دیگر احباب نے بھی پڑھ کر بہت زیادہ داد دی۔ ہم تمام احباب کا یہ رویہ بن چکا ہے کہ کھانا چھوٹ جائے مگر پیام کا مطالعہ نہ چھوٹے۔

اختر حسین شاکر' نور باغ' کوسہ ممبرا' ممبئی

☆ اب کی مرتبہ آپ کے رسالہ میں لکھا تھا کہ اپنے پتے اردو میں لکھیے اس کو پڑھ کر دلی خوشی ہوئی۔ آپ کا رسالہ ایک ایسا واحد رسالہ ہے جس نے اردو کے فروغ کے لیے قدم اٹھایا ہے اور ہم کو امید ہے کہ اس قدم سے ہندوستان کے تمام اردو والے آپ سے جڑ جائیں گے ویسے یہ کام بہت پہلے ہونا چاہیے تھا لیکن پھر یہ بھی بات ہے کہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے خیر میں آپ کے اس قدم پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں دعاء کرتا ہوں کہ آپ کی عمر اللہ تعالیٰ دراز فرمائے آمین۔

محمد سعد محمدی' محمدی' لکھیم پور کھیری

☆ "پیام تعلیم" اپنی تمام تر حشر سامانیوں سے دلفریب علم کے رنگوں سے آراستہ ہو کر باصرف نواز ہوا۔ ماشاء اللہ رسالہ کو اپنی توقعات سے بڑھ کر پایا۔ تعریف کے لیے الفاظ کم ہیں اور اس کی خو ں بہت زیادہ ہیں۔ اسلامی مضامین، عبرت آموز کہانیاں اور قسطوار کہانی لائق تحسین ہیں۔ صرف ایک کمزوری ہے کہ آپ ہر ماہ کوئی نہ کوئی چھپا ہوا شعر شائع کر دیتے ہیں۔ اس رسالے نے فی الوقت جو رخ اختیار کیا ہے۔ ایسے دیکھ کر آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ موجودہ تمام تر پہلوؤں کی بہترین پیشکش اس عمدہ جریدے کی عمدہ صفت ہے۔ خدا اسے عروج ثریا تک پہنچائے۔ (آمین)

انیسہ ناز شیخ ساٹھ واسلام پورہ کاسودہ، جلگاؤں

☆ میں پیام تعلیم دوسری جماعت سے پڑھتا چلا آرہا ہوں۔ دسویں کے بعد میں نے ایک مرتبہ معلومات ہی معلومات کے بارے میں خط لکھا۔ جو تقریباً چار سال کے بعد چھپا دیکھ کر خوشی ہوئی۔ جب بھی پیام تعلیم ہاتھ میں آتا ہے۔ دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے میری ہر وقت یہ دعا ہے کہ اس رسالہ کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔

محمد کلیم احمد ودیا نگر پربھنی

☆ مارچ کا پیام تعلیم ملا، شہزادی زینتا، نعت۔ ایک اور سرسید۔ حضرت خدیجہؓ اور ایڈونچر سیریز اے۔ حمید صاحب کا بہت اچھا لگا اور دیگر مضامین بھی اچھے لگے خاص طور پر بچوں کی کوشش وغیرہ۔

محمد امران، ویلکم سیلم پور، دہلی۔ ۵۳

☆ میں پیام تعلیم کا مطالعہ تقریباً ۸ سال سے کر رہا ہوں۔ میں ہر ماہ پیام تعلیم کا انتظار بے صبری سے کرتا ہوں۔ مجھے یہ رسالہ کافی پسند ہے۔ اس میں ہر چیزیں قابل تعریف ہے۔ یہ رسالہ بچوں کے لیے کافی مفید ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ پیام تعلیم تمام رسالوں میں گلاب کے مانند ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ پیام تعلیم دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین۔

محمد الیاس، ودیا نگر، پربھنی (مہاراشٹر)

☆ مجھے مارچ کا "پیام تعلیم" ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس سے پہلے میں نے یہ رسالہ اپنے قریبی دوست سے لے کر پڑھا تھا۔

محمد حسنین شاہین قالونی، ناندوراہ، بلڈانہ

☆ میں پیام تعلیم کا ۸ ماہ سے مطالعہ کر رہا ہوں میری نظر میں بچوں کا کوئی ماہ نامہ اس سے اچھا نہیں نکلتا اس کے علاوہ میں دوسرے رسالہ بھی پڑھتا ہوں لیکن مجھے سب سے اچھا پیام تعلیم لگتا ہے۔

مجیب الدین انصاری دین پورہ' ناگپور'

☆ فروری کا پرچہ ملا۔ پڑھ کر دل بہت مسرور ہوا جب صفحہ نمبر ۱۷ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ نصرت ظہیر انکل کا لکھا ہوا مضمون کچھ اور کلام تکیے پڑھا بہت پسند آیا۔ خلائی سرنگ سے فرار' بکرے کا بھیجا اور غریب ملکہ دل کو چھو گیا۔ یہ رسالہ بہت ہی عمدہ رسالہ ہے۔ جب بھی آتا ہیں سب افراد جھگڑا کرتے ہیں کہ میں پہلے پڑھوں۔

محمد صابر ارشد محمد اسماعیل' اسلام پورہ' جلگاؤں

☆ آج ہی میں نے پیام تعلیم پڑھا جس میں میں نے ایک اشتہار پڑھا "اپنے خطوط پر پتہ اردو لکھے" ہمارے طرف یہ تحریک زور و شور سے شروع ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ تحریک کامیاب ہوگی۔ آپ سے مجھے امید ہیں آئندہ بھی آپ اسی تحریک کے بارے میں زیادہ سے زیادہ پیام تعلیم میں شائع کریں گے اس سے ہماری مادری زبان کو ضرور فائدہ ہوگا۔

محمد فیروز رضوی کاسودہ' جلگاؤں (مہاراشٹر)

☆ سفر کے دوران مطالعہ کے لیے رسالہ خریدنے بک اسٹال پر پہنچا تو اچانک آپ کے رسالہ پیام تعلیم پر نظر پڑی۔ مطالعہ کے دوران ہی دل سے دعائیں نکلیں۔ رسالہ کے تمام مضامین بہت پسند آئے۔ خدا تعالیٰ رسالے کو قبولیت سے نوازے اور دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے نوازے۔ آمین۔

شبیر احمد مراد' جابر عید گاہ' پورنیہ (بہار)

☆ پیام تعلیم ملا۔ ماں کی دعا' اور وہ چلا گیا پسند آئے۔ مستقل کالم ہر شمارے میں بہترین ہوتا ہے۔ قلمی دوستی میں اپنا نام بھیج رہا ہوں۔ ہمیں بھی خوش ہونے کا موقع دیں۔

لوحید احمد (پورا پتہ نہیں لکھا)

☆ ہمارے یہاں پیام تعلیم آتا ہے میں اس کا کئی سال سے مطالعہ کر رہا ہوں میں اردو مڈل اسکول میں چھٹی جماعت میں ہوں۔ پیام تعلیم میں اقوال زرّیں' معلومات اور کہانیاں پڑھ کر خوشی ہوئی۔

سید عرفان علی کلمب (ایوت محل)

☆ پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوش ہوا' دل سے دعائیں نکلیں ۔ اس رسالے

کے سبھی مضامین مجھے بہت پسند آئے۔
حافظ نفیس احمد۔ تراری خیر آباد، (مئو)

☆ پیام تعلیم ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میں پچھلے ۴ مہینوں سے پیام تعلیم پڑھ رہا ہوں۔ مجھے اس کے سبھی مضامین بہت پسند آتے ہیں۔
لطیف خان، نندوربار، دھولیہ

☆ پیام تعلیم ملا۔ آپ نے جو قسط وار کہانی شروع کی ہے۔ وہ مجھے بہت اچھی لگی۔ ہم آپ کے پیام تعلیم کے نئے خریدار ہیں۔ ہماری باتوں پر بھی ذرا دھیان دیجئے۔ پچھلے پوسٹ کارڈ میں ہم نے ایک اقوال زرّیں لکھا تھا۔ ہم کو امید تھی کہ مارچ میں شائع ہوگا۔ خیر کوئی بات نہیں۔
عبدالعزیز جامع مسجد روڈ، کلمب، ایوت محل

☆ رسالہ پیام تعلیم اردو کے تمام رسالوں میں بچوں کا سب سے بہترین اور درخشاں رسالہ ہے۔ اس پیارے رسالہ میں ہر طرح کے اچھے اور معلوماتی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ جن میں دینی مضامین کی کثرت ہوتی ہے جو ہمارے لیے انمول سرمایہ ہے۔ میری تمام پیامیوں سے گزارش ہے کہ وہ دینی تقاریر میں جب بھی آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے تو درود پاک مختصر (صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور کہیں۔
محمد انور عبدالجبار اقبال چوک، بلڈانہ

☆ پیام تعلیم ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اتنا اچھا رسالہ صرف پانچ روپیہ میں پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا اللہ کرے یہ رسالہ رات دونی دن چوگنی ترقی کرے اس رسالہ کے لیے دعا گو ہوں۔
محمد سرفراز عالم، بگڈرہا، ارریہ، بہار

☆ میں تو آپ کے پیام تعلیم کا پرستار ہوں اور تقریباً میرے گھر کے سبھی افراد بھی اس کے پرستار ہیں۔ اس مرتبہ پیام تعلیم کا شمارہ کافی تاخیر سے ملا کیا بتاؤں اتنے دن کیسے انتظار میں کاٹے۔ پر جب پیام تعلیم موصول ہوا اس کو پاکر میں جھوم اٹھا۔
ایم حمزہ شمسی، کوچہ چاہ، آنولہ۔ یو۔پی

☆ اپنا محبوب رسالہ ماہنامہ پیام تعلیم نہایت ہی آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بارے میں کیا لکھوں آخر میں یہ کہوں گا کہ اس پرچے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ جتنے پرچے و رسالے اس قسم کے شائع ہوتے ہیں ان تمام میں اس کو اونچا مقام حاصل ہے۔ مجھے پیام تعلیم دل و جان سے

عزیز ہے ہر ماہ شدت سے اس پرچے کا انتظار رہتا ہے۔ گھر کے سبھی افراد بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں'اللہ اس کو تادیر باقی رکھے۔ آمین۔
نیو انصار ریڈیو کلب' مبارک پور' اعظم گڑھ

☆ آپ کو خط لکھنے کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ میں پیام تعلیم کی بہت پرانی خریدار ہوں میرے ساتھ میری ساتھیوں کا بھی پیام تعلیم محبوب رسالہ ہے لیکن اس کی خریدار میں ہی ہوں میری سہیلیاں بازار سے خرید کر پڑھتی ہیں۔
حنا کوثر۔ نیو عزیز اسکول۔ عادل آباد

☆ ماہ مارچ کا شمارہ موصول ہوا' سبھی مضامین پسند آئے۔ خاص کر شہزادی زنیتا' بڑے بھائی جان وغیرہ بہت پسند آئے۔ اللہ تعالی اس پیارے پیام تعلیم کو سارے جہاں کے لیے پیارا بنادے۔
ضمیر احمد' بھرواره' دربھنگہ (بہار)

☆ فروری کا شمارہ ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سب کالم پسند آئے۔ زیادہ تر خلائی ایڈونچر سیریز اور بچوں کی کوشش پسند آئیں۔ آپ سے صرف ایک سوال ہے کہ کیا اگر میں کہانی لکھوں تو آپ اسے شائع کریں گے؟ [1]

[1] (اگر اچھی ہوئی تو ضرور شائع ہوگی۔ (ادارہ)

محمد وجاہت خان۔ قریشی پورہ قلمب

☆ آپ کا پیام تعلیم پڑھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اس رسالہ کا دو سال سے مطالعہ کر رہا ہوں یہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے میرا دل کرتا ہے کہ میں ہر وقت اس رسالہ کو پڑھتا رہوں۔
ایم شاداب اعظمی' بگڈھرا' اررریہ' بہار

☆ اپریل کے ماہ کا پیام تعلیم ملا۔ مجھ کو بہت مسرت ہوئی کہ آپ نے اس غریب کا لطیفہ شائع کیا۔ اس لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔
غلام سرور آزاد ہائی اسکول' چاکند' گیا۔ بہار

☆ ماہ مئی کا تازہ شمارہ دستیاب ہوا۔ اس کی سبھی کہانیاں بہت پسند آئیں آپ کی چھوٹی۔ چھوٹی کہانیاں نصیحت آمیز ہیں۔ آپ نے تو "دوریا کو کوزے" میں بند کر دیا ہے۔ اللہ اس رسالے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔
شبنم صدیقی' مباکپور اعظم گڑھ

☆ میری ایک دوست الیس بانو کو شادی ۹۸-۴-۱۹ کو ہوئی ہے۔ اس کی مبارکباد میں سبھی پیامی بھائیوں بہنوں کی طرف سے پیش کرتی ہوں۔
الیس صدیق' مبارک پور اعظم گڑھ

آپ کے پتے کے دائیں طرف سرخ دائرے کا مطلب ہے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو گیا۔

قلمی دوستی

نام: کے۔ فیضان احمد عمر ۱۸ سال
تعلیم: بارہویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم اور دیگر رسالے پڑھنا
پتا: اے ۴۴۹، حاجی گلی، قلعہ وانمباڑی

نام: آمنہ تبسم سمیع اللہ
تعلیم: عربی چہارم
پتا: ایم۔ کیے بلڈنگ امرت نگر۔ ممبرا

نام: شہناز بانو
تعلیم: جماعت ہفتم
مشغلہ: پیام تعلیم اور جامعہ کی کتابیں پڑھنا۔
پتا: طیبی مڈل اسکول رسالہ مسجد مہو کینٹ

نام: سید اختر نواز
تعلیم: ڈی ایڈ
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا۔
پتا: الحاج سلیم ذکریا اسکول پاتور۔ آکولہ

نام: پرویز خان آرزو
تعلیم: ڈی ایڈ
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: ثناءاللہ خان ماسٹر قاضی پورہ پاتور۔ آکولہ

نام: نوید احمد خاں عمر ۱۰ سال
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: عوض خان دھوتر شندے مرتضٰی پور آکولہ

نام: محمد حفیظ عمر ۸ سال
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا: قریشی پورہ کلمب۔ ایوت محل

نام: زرین فاطمہ محمد علی
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا۔ دوستی کرنا۔
پتا: سیدہ زرین فاطمہ محمد علی مارول جلگاؤں

نام: ثمیہ کوثر یوسف علی عمر ۹ سال
تعلیم: چوتھی جماعت،
مشغلہ: شرارت کرنا کھیلنا۔
پتا: نئی بستی، بدنیرہ، امراوتی

نام: حافظ نفیس احمد عمر ۱۶ سال
تعلیم: عربی دوم
مشغلہ: پیام تعلیم اور تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: حافظ نفیس احمد اتراری خیر آباد مئو

نام: سید عمران علی عمر ۱۳ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت

مشغلہ: کرکٹ کھیلنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا: عبدالحمید چوک کلمب۔ ایوت محل

نام: سیما جبیں
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: آزاد ہائی اسکول جاکند گیا۔ بہار

نام: محمد معروف عمر ۱۰ سال
تعلیم: جونیئر ہائی اسکول
مشغلہ: اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا، دوستی کرنا
پتا: مہادیوارام پور۔ جروا (بلرام پور)

نام: شیخ عمران شیخ اکبر عمر ۱۲ سال
تعلیم: جماعت ششم قرآن کی تلاوت کرنا۔
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا دوسروں کی مدد کرنا۔
پتا: مدرسہ کافیۃ العلوم اڑاود چوپڑا (جلگاؤں)

نام: الطاف حسین
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: قرشی پور کلمب ایوت محل

نام: شگفتہ پروین
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: لنگڑی کھیلنا
پتا: اسلام پورا کلمب ایوت محل

نام: محمد شعیب ابن محمد ابراہیم
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ڈاکٹر اقبال اردو پرائمری اسکول واشم

نام: نعیم الدین دیشمکھ عمر ۱۱ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا دوستی کرنا
پتا: نظام الدین دیشمکھ۔ اسلام پورہ کلمب

نام: عظمہ اضحیٰ سلیم
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا۔ خط کا جواب دینا۔
پتا: اسلامک نرسری اسکول اوپر کوٹ علی گڑھ

نام: عبدالباری عمر ۱۵ سال
تعلیم: عربی اول
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا۔ کرکٹ کھیلنا
پتا: پھول چوراہا مسجد پرانی علی گڑھ

نام: محمد دانش عمر ۱۵ سال
تعلیم: نہم
مشغلہ: چھوٹے بچوں سے محبت کرنا پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا: دہی والی گلی چھوٹا پھاٹک علی گڑھ

نام: محمد علاؤالدین
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا نماز پڑھنا۔
پتا: قاضی پورہ بھینسہ

نام۔ غلام سرور عمر ۱۳سال
تعلیم : نویں جماعت
مشغلہ ۔ کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا۔ آزاد ہائی اسکول چاکند گیا۔ بہار

نام : صبغت اللہ ارمار عمر ۱۲سال
تعلیم : دوسری جماعت
مشغلہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا
پتا : جالی روڈ مخدوم کالونی ارمار منزل بھٹکل

نام۔ مرزا احمد بیگ عمر ۱۴سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ : خط کتابت کرنا۔ شاعری کرنا۔
پتا۔ محمد بیگ ڈاگ والے پیٹھ محلہ۔ ناندورہ

نام : محمد عمران خان عمر ۴سال
تعلیم ۔ ایل۔ کے۔ جی۔
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا
پتا : بنگال بک ہاؤس ساؤتھ بازار۔ انڈال ویسٹ بنگال

نام : محمد ذاکر ابن محمد حسین عمر ۲۲سال
تعلیم : ڈی ایڈ سال دوم
مشغلہ : اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا : سلطان پور، لونار، بلڈانہ

نام : محمد محبوب عالم مستانہ عمر ۱۵سال
تعلیم : نویں جماعت

مشغلہ : کرکٹ کھیلنا اور قلمی دوستی کرنا۔
پتا : محمد مقیم الدین، نظرا باڑی پٹنہ، کٹیہار

نام : شریف علی آصف علی سید عمر ۱۲سال
تعلیم : چھٹی جماعت انگلش میڈیم
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا، پڑھائی کرنا
پتا : نور باغ عابد علی شاپنگ سینٹر ہزار کھولی مالیگاؤں

نام ۔ صائمہ سلطانہ عمر ۵سال
تعلیم ۔ پہلی جماعت
مشغلہ : نظمیں یاد کرنا
پتا : منصف علی رونق علی چنار علی۔ چوپڑہ

نام ۔ عبد الرزاق عمر ۱۴سال
تعلیم : نہم جماعت
مشغلہ : کرکٹ کھیلنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا : عزیزیہ اردو اسکول عادل آباد (اے۔ پی)

نام : شبنم بانو عمر ۹سال
تعلیم : چہارم جماعت
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا۔ منصف علی رونق علی، چنار علی۔ چوپڑہ

نام : عین الحسن نقوی عمر ۹سال
تعلیم : درجہ اول
مشغلہ : پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا : سید ہلال حسین نقوی زہرا باغ علی گڑھ

نام: اسماء ہلال
تعلیم: درجہ پنجم
مشغلہ: اچھی اچھی کتابیں اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا ہلال حسین نقوی زہراباغ علی گڑھ

نام: محمد تنزیل الرحمٰن عمر ۱۶ سال
تعلیم . درجہ یازدہم
مشغلہ تاریخی کتابیں پڑھنا۔ قلمی دوستی کرنا
پتا: ۴۔ حبیب بلاکس شندے نگر ایوت محل

نام: کاشف علی عمر ۶ سال
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: اسلام پورا کلمب ایوت محل

نام: محمد عاطف محمد داؤد عمر ۱۳ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا
پتا: پٹیل پورا وارڈ نمبر ا کلمب ایوت محل

نام. محمد انیس بیکراں عمر اٹھارہ سال
تعلیم: آئی، ایس، سی۔
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: محمد انیس بیکراں۔ چکنوٹہ، درگاہ بیلا، ویشالی

نام: ضمیر احمد (عاقب جاوید) عمر ۱۳ سال
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، محنت سے پڑھائی کرنا
پتا. ضمیر احمد، قاضی محلہ بھرواڑہ دربھنگہ۔ بہار

نام اصالت خان عمر ۲۰ سال
تعلیم: بارہویں کامیاب
مشغلہ اچھے دوستوں سے دوستی کرنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا: عید گاہ نگر پاتھری پربھنی

نام: محمد تبریز عالم عمر ۱۳ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا اشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارکپور اعظم گڑھ

نام: ارشد جمال عمر ۱۷ سال
تعلیم: ساتویں جماعت پاس
مشغلہ: اسلامی تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا. جمال الدین محلہ پورہ صوفی مبارکپور اعظم گڑھ

نام: توثیق احمد عامر
تعلیم: درجہ دوم
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا: شہید عبدالحمید چوک کلمب ایوت محل

نام: فرحانہ ناہید
تعلیم: چوتھی جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، کھیل کھیلنا
پتا: شہید عبدالحمید چوک قریشی پورہ کلمب (ایوت محل)

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ جون ۱۹۹۸ء ہے۔

پیامی اَدبی مُعمّہ نمبر 113

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام صحیح حل پر مبلغ 400۔دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) سوداگر نے خطرہ دیکھ کر ... کی رفتار تیز کر دی۔ گھوڑوں / اونٹوں / سانڈوں
(۲) آواز دادا جان کی شروع ہی سے ... تھی۔ باریک / موٹی / کڑک
(۳) احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر گیارہ اور دتی پر ... حملے کیے۔ / بارہ / دو / نو
(۴) پانچ ڈاکو برف کے نیچے پڑے ... رہے ہیں۔ تڑپ / رو / چیخ
(۵) سونا ... کے پاس ہے۔ / باشاہوں / امیروں / چوروں
(۶) یہ ... اکثر یہاں رہتی ہے۔ ناؤ / کشتی / موٹر
(۷) اسے بہت ... ہوئی تھی۔ مایوسی / خوشی
(۸) میں ... گھنٹے تک مسلسل سوتا رہا۔ نو / بارہ / دس

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔۔۔۔۔ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معمہ نمبر لکھنا نہ بھولیں

شرائط پیامی ادبی معما

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں ' البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا نمبر 113 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہئے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

لفافے پر دو روپے کا ٹکٹ لگائیے

ٹوکن پیامی ادبی معمّا نمبر 113
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

پیامی ادبی معمّا نمبر 113۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

بچوں کے لیے دلچسپ کتابیں

چالاک خرگوش کے کارنامے

اگرچہ لومڑی چالاک ہوتی ہے، ریچھ خطرناک ہوتا ہے اور بھیڑیا خوں خوار ہوتا ہے لیکن یہ خرگوش ان تینوں سے بڑھ کر شریر اور چالاک ہے۔ اس خرگوش کی شرارتوں کے بارے میں بچوں کا بہترین اور مزے دار ناول معراج صاحب نے لکھا ہے۔

قیمت -/9

کھلونا گھر

بیسویں صدی کے ذہین بچوں کا مزے دار ناول۔ اس میں گذے نارچی کی پٹ پٹ کا حال، جادو کی چھڑی اور اس کے ماتھے پر لگی ہوئی نارج کا کمال اور راکٹ کی سیر کا حال پڑھیے۔ اسے غازی کمال زشدی نے لکھا ہے۔

قیمت 8/50

ننھا سیاح

ایک ننھے سیاح کا سفر نامہ جو اس نے لوگوں کی عجیب و غریب دنیا کی سیر کے بعد لکھا۔ اس میں ننھے سیاح کی کئی مہموں کا حال ہے جس میں شرارتی جن کو قید کرنے کا دلچسپ حال بھی ہے۔ یہ مزے دار باتیں محمد زکریا مائل کی زبانی سنیے۔

قیمت 8/50

پُر اسرار غار

پراسرار اور ہمت و جوش پیدا کرنے والی کہانیاں، اس لڑکی کا حال جو وطن کے لیے پھانسی چڑھی، اس کتے کی کہانی جس نے اندھے کو موت سے بچایا اور دوسری مزے دار کہانیاں۔ قیمت -/6

ننھا سراغ رساں

کئی ذہین بچے بلا کے سراغ رساں ہوتے ہیں۔ اس میں ایک ایسے بچے کی کہانی ہے جسے بچوں کے مشہور ادیب مسعود احمد برکاتی نے لکھا ہے۔ ان قیدیوں کا حال جو سرنگ بنا کر فرار ہوئے اور اس طرح کی دوسری حیرت انگیز کہانیاں۔ قیمت -/6

ابو علی کا جوتا

اپنے مالک کو جیل بھجوانے والے جوتے اور سمندر میں گر کر ۲۹ گھنٹوں تک تیرتے رہنے والے لڑکے کی سنسنی خیز کہانیاں۔ کتاب کو ختم کیے بغیر آپ کو چین نہیں آئے گا۔ قیمت -/6

ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی

تین دلچسپ کہانیوں میں سے ایک وہ ہے جسے انگلستان کے وزیر اعظم مسٹر چرچل پڑھا کرتے تھے۔ دوسری کہانی ایک لڑکے کی پُر خطر زندگی کے بارے میں اور تیسری حرات کے ایک کارنامے سے متعلق ہے۔ یہ کہانی علی اسد نے لکھی ہیں۔ قیمت -/6

قصہ اژدھا پکڑنے کا

نیشنل بک کونسل سے ۱۹۷۷ میں اول انعام پانے والی کتاب۔ ۱۵ فیٹ لمبا اژدھا پکڑنے کے لیے بچوں اور بحر اطلانٹک کو ربڑ کی کشتی میں عبور کرنے کی حیرت انگیز کہانیاں۔ قیمت -/6

تقسیم کار مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

بچوں کی پسندیدہ کتابیں

نردولی کا آدم خور

گھنے جنگلوں اور پہاڑوں کی خطرناک ڈھلانوں میں شکار کرنا، نڈر، ہوشیار اور بڑے تیز دماغ والے آدمی کا کام ہوتا ہے۔ اس کتاب کی چھے کہانیاں شکار اور مہم جوئی کے حیران کن واقعات سے بھری ہیں۔ قیمت = /6 روپے

سمندری طوفان اور تین لڑکے

کیا بچے سمندر کی طوفانی موجوں سے لڑ سکتے ہیں؟ جی ہاں لڑ سکتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو اس کتاب کو پڑھ لیجیے۔ یہ کتاب چھے کہانیوں یعنی چھے موتیوں کی لڑی ہے۔ ہر کہانی دوسری سے دلچسپ اور حیرت انگیز ہے۔

قیمت = /6 روپے

ایک غوطہ خور کی آپ بیتی

بچو! اگر تم بہادر بننا چاہتے ہو اور شجاعت کے میدان میں جھنڈا گاڑنا چاہتے ہو تو اس کتاب کو پڑھو۔ پانچ کہانیاں ہیں اور ہر کہانی ایک سے ایک ولولہ انگیز اور مہم جوئی کے کارناموں سے بھری ہے۔ قیمت = /6 روپے

شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں

جو بچے گہری باتوں کے راز معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ شہنشاہ کیوں مفلس تھا، پتھر نے کیسے گواہی دی اور ندامت کے آنسو کب نکلتے ہیں؟ وہ اس کتاب کی سات کہانیاں پڑھیں دلچسپ کہانیاں جو زندگی کے رازوں سے پردہ اٹھاتی ہیں۔ قیمت = /6 روپے

زیور

ایک بڑا ادیب بچپن میں کیسے مسجد کا قیدی بنا، ایک نیلی نیلی آنکھوں والی بہن، جان کی قربانی کی ایک خوبصورت کہانی اور لطیفوں کے بادشاہ ملا نصر الدین کے ساتھ ایک دن۔ صرف یہی نہیں ان کے علاوہ چار چٹپٹی اور مزے دار کہانیاں۔ قیمت = /6 روپے

غریب لکڑہارے کی کہانی

پیاری پیاری آٹھ کہانیاں، جو کہانی بھی آپ پڑھیں گے آپ کا دل دھک دھک کرے گا کہ دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے پوری کتاب پڑھے بغیر چھوڑنے کو دل نہ چاہے گا۔

قیمت = /6 روپے

تقسیم کار مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

Regd No DL-16013/98 JUNE-98
Licence No U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd with R N I at No 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

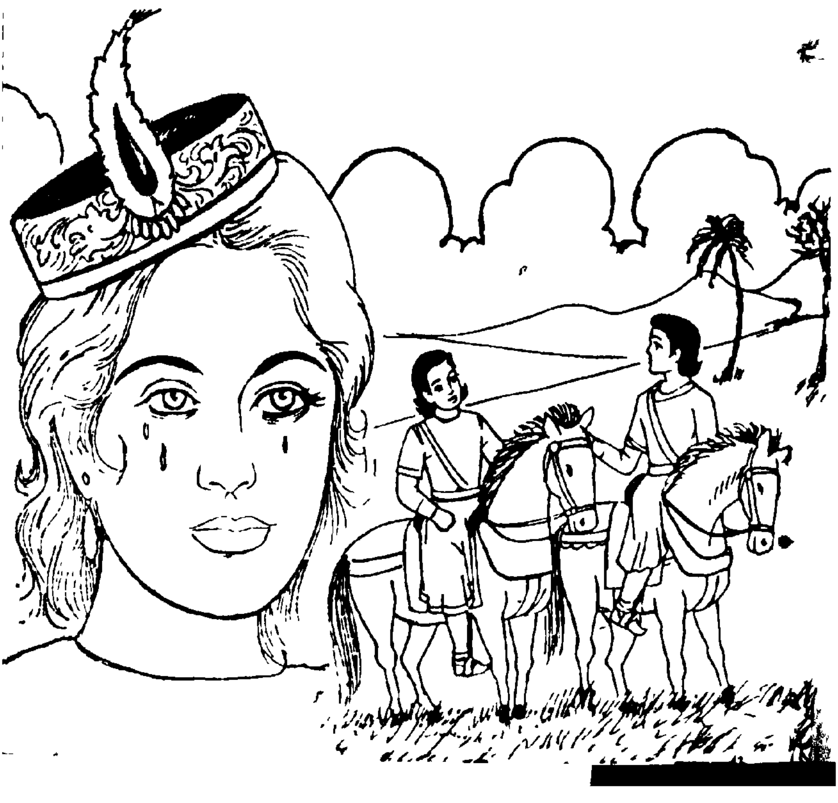
Jamia Nagar, NEW DELHI-110025

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دلی ۲۵

اس تصویر پر ایک کہانی لکھیے اور انعام حاصل کیجیے۔



بچوں کے لیے سوانحی سلسلے کی کتابیں

بچوں کے
مولوی
عبدالحق



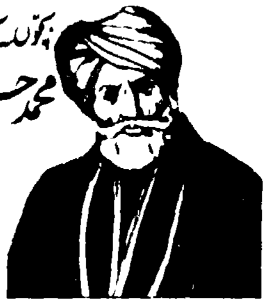
قیمت ۴/۵۰

بچوں کے
مولانا حسرت موہانی



قیمت ۴/-

بچوں کے
محمد حسین
آزاد



قیمت ۴/-

بچوں کے
ڈپٹی نذیر احمد



قیمت ۴/-

بچوں کے
رنگا رنگ خسرو



قیمت ۴/-

بچوں کے
میر امن دلی والے کا



قیمت ۴/۵۰

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا' بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

جولائی ۱۹۹۸ جلد ۴۶ شمارہ ۷

فی پرچہ : /6 روپے ـــ سالانہ /60 روپے
سرکاری اداروں سے ـــ /75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) /600 روپے

ایڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں سے باتیں

ہمارے بہت سے پیامیوں کی خواہش ہے کہ ہم ان کے خطوط کے جوابات پیام تعلیم کے صفحات میں ہی دیں ہم اس کو جگہ کی قلت کی وجہ سے ٹالتے رہے لیکن اب فیصلہ کیا ہے کہ ضروری باتوں کے جوابات ضرور دیے جائیں۔ اس بار آپ کے نصرت ظہیر انکل نے خرگوشوں کے مشاعروں کا آنکھوں دیکھا حال نہایت دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ پڑھیے اور مزے لیجیے۔ پچھلے کسی شمارے میں ہم نے کرکٹ کی کہانی پیش کی تھی اب ہماری فرمائش پر ندرت حسین صاحب نے فٹبال کی کہانی لکھی ہے۔ ابھی مقابلے چل رہے ہیں ہمیں یقین ہے کہ فائنل کی کہانی بھی ندرت صاحب ضرور لکھیں گے۔ پچھلے مہینے آپ نے ڈاکٹر وہاب قیصر صاحب کا مضمون "جلنا اور بجھنا" پڑھا کتنا معلوماتی مضمون تھا وہ؟ اب پڑھیے ڈاکٹر اعظم شاہ خاں کا مضمون خلائی اسٹیشن "میر" آپ کے یہ دونوں بزرگ دوست جس خلوص سے آپ کے لیے سائنسی معلومات فراہم کر رہے ہیں ان کے شکریے کے لیے واقعی ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں' لیکن ان حضرات کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ہمارے عطا عابدی میاں آپ کے دل سے یہ بات نکالنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کم عمر ہیں تو کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دے سکتے۔ آپ بھی ان بچوں کی طرح جن کا ذکر وہ اپنے مضامین میں کر رہے ہیں' بڑا کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔ گدھے کے سر سے سینگ کیسے گئے یہ رشید الدین صاحب کی زبانی سنیے۔ پیامی حصے کا 113 کا نتیجہ اگلے ماہ ملاحظہ فرمائیں۔ پچھلے مہینوں کے انعامات بھجوانے شروع کر دیے گئے۔ جس کو ۱۵ جولائی تک انعام نہ ملے وہ ایک خط لکھ کر مطلع کرے۔

پرنٹر و پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

ہمت نہ ہارنا

حسن عابدی

ہر ساعت امتحان ہے ہمت نہ ہارنا
انسانیت کی شان ہے ہمت نہ ہارنا

اے دوستو! یہ راہ کے روڑے تو کچھ نہیں
آگے بڑی چٹان ہے ہمت نہ ہارنا

تم موم کے نہیں کہ پگھل جاؤ دھوپ میں
سورج بھی سائبان ہے ہمت نہ ہارنا

جاتا ہے اس کا تیر نشانے پہ ٹھیک ٹھیک
یہ اک کڑی کمان ہے ہمت نہ ہارنا

تم ناخدا ہو، پھر کسی طوفان کا ڈر نہیں
ہمت ہی بادبان ہے ہمت نہ ہارنا

یہ بھی تو بندگی ہے کہ بندوں کے کام آؤ
اللہ کی امان ہے ہمت نہ ہارنا

تم ہو جہان تازہ کی تعمیر کے لیے
تم ہو تو اک جہان ہے ہمت نہ ہارنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

ماں ایک نعمت ہے' عظیم نعمت!

ماں ایک سائبان ہے جس کے نیچے انسان کو سکون' راحت اور حفاظت میسر آتی ہے۔

ماں ایثار اور قربانی کا مجسمہ ہے۔

ماں بے غرض خدمت کی علامت ہے۔

ماں محبت ہے' سراپا محبت۔

ماں روشنی کا ایک منارہ ہے۔

ایک بار ایک صحابیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا : "یا رسول اللہؐ! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوگیا ہے' کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟"

حضورؐ نے دریافت فرمایا :

"کیا تمھاری ماں زندہ ہے؟"

صحابیؓ نے عرض کیا : "جی نہیں' میری ماں زندہ نہیں ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا :

"کیا تمھاری خالہ زندہ ہے؟"

صحابیؓ نے عرض کیا :

"جی ہاں' میری ایک خالہ موجود ہیں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "تو خالہ کی خدمت کرو' ان سے اچھا سلوک کرو' اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمھاری توبہ قبول کرلے گا اور تمھیں معاف فرما دے گا۔"

حضورؐ کے اس فرمان سے ماں کے مرتبے کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

پارہ عم مع اردو و انگریزی ترجمہ و تشریح		45/-
سورہ رحمٰن	مع اردو ترجمہ	6/-
صراط مستقیم		7/50
سورہ رحمٰن (ترجمہ مع تشریح)		6/-
حضرت شیخ مخدوم علی فقیہ مہائمی		4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9/-
نماز پڑھیے		4/50
السلام علیکم		7/50
حضرت یوسف علیہ السلام		4/50
حدیث کیا ہے		4/-
حضرت عمر فاروقؓ		6/-
نقوش سیرتؐ	حصہ اول	5/-
نقوش سیرتؐ	دوم	5/-
نقوش سیرتؐ	حصہ سوم	5/-
نقوش سیرتؐ	حصہ چہارم	5/-
نقوش سیرتؐ	حصہ پنجم	5/-
رسالہ دینیات	اول	3/-
رسالہ دینیات	دوم	4/-
رسالہ دینیات	سوم	5/-
رسالہ دینیات	چہارم	5/-
رسالہ دینیات	پنجم	6/-
رسالہ دینیات	ششم	6/-
رسالہ دینیات	ہفتم	6/-
رسالہ دینیات	ہشتم	6/-
حضرت آدم علیہ السلام		4/-
حضرت یحییٰ علیہ السلام		3/-
بزرگان دین		4/-

امت کی مائیں	4/50
خوب سیرتؐ اول	6/-
خوب سیرتؐ دوم	6/-
اچھی باتیں	4/50
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں	4/50
سلطان جی	4/50
سیرت پاک مختصر مختصر	3/-
کمسن صحابی	6/-
رحمان کا مہمان	6/-
اسلام کے جاں نثار	5/-
نور کے پھول	9/-
سب سے بڑے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	3/50
حضرت ابوبکر صدیقؓ	6/-
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	3/-
حضرت طلحہؓ	3/-
حضرت ابوذر غفاریؓ	3/-
حضرت سلمان فارسیؓ	3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	3/-
حضرت محبوب الٰہیؒ	3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ	3/-
حضرت فرید گنج شکرؒ	3/-
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	3/-
نیک بیٹیاں	3/50
حضرت نظام الدین اولیاءؒ	3/-
حضرت حمزہؓ	3/-
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	4/50
حضرت ابوہریرہؓ	4/-
اللہ کے نبی	2/50



گروی آنکھ

شکیل فاروقی

ایک تھا شہر۔ صاف ستھرا، چھوٹا، مگر بہت خوب صورت۔ اس میں رہتا تھا ہیروں کا سوداگر۔ اس کے تھے دو دوست۔ بہت گہرے، بڑے پکے۔ ان میں ایک دوست تھا لنگڑا۔ وہ ریشمی کپڑے کی تجارت کے سلسلے میں ملک در ملک جایا کرتا تھا۔ دوسرا دوست تھا کانا۔ ہیروں کا سوداگر اسے پیار سے "کانیا" کہہ کر پکارتا تھا۔

تینوں دوستوں میں بہت گاڑھی چھنتی تھی۔ ایک بار لنگڑا تاجر تجارت کے سلسلے میں عرب ممالک کے دورے پر گیا۔ اس دوران میں ہیروں کے سوداگر کا انتقال ہو گیا۔

کچھ عرصے تک کانیا ہیروں کے سوداگر کے کاروبار کی نگرانی کرتا رہا، لیکن جب اس نے

دیکھا کہ کاروبار بہت ہی منافع بخش ہے تو اس کے دل میں بے ایمانی آگئی۔ اس نے ہیروں کے سوداگر کے بھولے بھالے لڑکے کو جال میں پھنسانے کی ترکیبیں شروع کر دیں۔

ایک صبح جب سوداگر کا لڑکا دکان کھول کر بیٹھا تو کانیا نے بڑے پیار سے اس سے کہا :

"دیکھو بیٹے ! اب تمہارا کاروبار سنبھل گیا ہے۔ اب میں اپنی تجارت کے سلسلے میں نکلنا چاہتا ہوں، اس لیے اب تم میری آنکھ مجھے واپس کر دو۔"

"کیسی آنکھ انکل !" لڑکے نے حیرت سے پوچھا۔

"بیٹے ! ایک مرتبہ مجھے پانچ سو روپے کی بہت سخت ضرورت پڑ گئی تھی۔ تب میں نے اپنی نہایت قیمتی آنکھ تمہارے ابا کے پاس گروی رکھوا کر ان سے پانچ سو روپے لے لیے تھے۔ تم وہ آنکھ تلاش کرو۔ کہیں نہ کہیں رکھی ہوئی ہوگی۔ بس جیسے ہی مل جائے مجھے واپس کر دینا۔" کانیا نے مکاری سے کہا۔

بھولے بھالے لڑکے نے کانیا کی باتوں میں آکر ساری دکان الٹ پلٹ کر رکھ دی اور سارا گھر چھان مارا، لیکن آنکھ کہیں نہ ملی۔ بے چارہ رات بھر سوچتا رہا کہ پتا نہیں ابا نے کانیا انکل کی آنکھ کہاں رکھ چھوڑی۔ اگر آنکھ نہ ملی تو بے چارے انکل ایک آنکھ ہی کے رہیں گے۔ لڑکے کو اپنے ابا کی بھول پر بہت افسوس ہو رہا تھا۔ وہ یہ سوچ سوچ کر اور زیادہ پریشان ہو رہا تھا کہ اگر اباجی دوسرے لوگوں کی آنکھیں گروی رکھ کر اسی طرح بھول کر اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں تو پھر وہ اتنے سارے لوگوں سے کیسے نمٹے گا اور اپنی جان کیوں کر چھڑائے گا۔

دوسرے دن وہ پریشانی کی حالت میں دکان پر پہنچا۔ تھوڑی ہی دیر بعد کانیا آدھمکا اور بولا : "کیوں بیٹے، میری آنکھ لے آئے؟"

"انکل ! آپ کی ہی نہیں، کسی کی بھی آنکھ نہیں ملی۔ پتا نہیں اباجی نے کہاں رکھ چھوڑی۔" لڑکے نے پریشان لہجے میں جواب دیا۔

چالاک کانیا نے اپنی دوسری آنکھ ملتے ہوئے کہا :

"میری یہ آنکھ خراب ہو چلی ہے۔ میں تو اب کسی کام کا نہ رہوں گا۔ تم ہرجانے کے طور پر مجھے دو ہیرے دے دو۔"

"انکل ! بس ایک روز اور ٹھہر جائیے۔ ذرا میں اپنی اماں سے بھی معلوم کرلوں۔ شاید اباجی

نے ان کے پاس رکھوا چھوڑی ہو۔ اماں اپنے بھائی سے ملنے گئی ہوئی ہیں۔ بس واپس آنے ہی والی ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے، لیکن اگر کل بھی تم نے میری آنکھ واپس نہ لوٹائی تو پھر ہرجانے کے طور پر دو سیرے میرے لیے لیتے آنا۔" کانیا نے لڑکے کو پھسلاتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔

سوداگر کا لڑکا پریشانی کے عالم میں دکان پر بیٹھا تھا کہ مرحوم سوداگر کا لنگڑا دوست ادھر آنکلا۔

لڑکا اس کی آمد پر اور بھی سہم گیا۔ وہ سمجھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ لنگڑے نے اپنی ایک ٹانگ بھی اس کے باپ کے پاس گروی رکھوائی ہو اور اب وہ اسے واپس مانگنے کے لیے آیا ہو۔

"آپ بھی ابا کے پاس گروی رکھوائی ہوئی اپنی ٹانگ واپس لینے آئے ہیں شاید۔" اس نے سہمے ہوئے انداز میں لنگڑے سے کہا۔

"کیا بک رہے ہو تم؟ ٹانگ بھی کوئی گروی رکھوانے کی چیز ہے۔" لنگڑے نے سوداگر کے لڑکے کو گھورتے ہوئے کہا۔

اور پھر لڑکے نے کانیا والی بات لنگڑے چاچا کو بتادی۔ لنگڑے کو کانیا کی اس حرکت پر بڑا غصہ آیا، پھر اس نے لڑکے کو سمجھاتے ہوئے کہا:

"بیٹا سنو! جب کانیا تمہارے پاس آئے تو اس سے کہنا کہ ابا کا آنکھوں والا ڈبا مل گیا ہے۔ آپ اپنی آنکھ نکال کر دے دیجئے تاکہ اس سے ملاکر آپ کی آنکھ تلاش کرلی جائے اور آپ کو لوٹا دی جائے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت سے آنکھوں میں سے کسی دوسرے کی آنکھ آپ کو دے ڈالوں۔" لڑکا لنگڑے چاچا کی عقل مندی کا قائل ہوگیا۔

اگلے دن جب وہ دکان پر پہنچا تو کانیا اس کے انتظار میں پہلے ہی سے وہاں موجود تھا۔ لڑکے کو دیکھتے ہی بولا : "کہو بیٹا، معلوم کیا میری آنکھ کے بارے میں اپنی اماں سے؟"

لڑکے کو کانیا کی چالاکی پر دل ہی دل میں بہت ہنسی آئی، لیکن اس نے اپنے تاثرات کو ظاہر نہ ہونے دیا اور نہایت معصومانہ انداز میں کانیا سے کہا :

"انکل! وہ آنکھوں والا ڈبا تو مل گیا ہے، لیکن دوسرے بہت سے لوگوں کی آنکھیں بھی اس میں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ مہربانی کریں اور اپنی یہ آنکھ نکال کر مجھے دے جائیں تاکہ میں

اس سے ملاکر آپ کی آنکھ آپ کو واپس لوٹادوں' ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غلطی سے کسی دوسرے کی آنکھ آپ کے پاس آجائے۔ لائیے' جلدی کیجئے۔"

چالاک کانیا کو بھولے بھالے لڑکے سے ایسے جواب کی توقع نہ تھی۔ وہ بری طرح بوکھلا گیا اور بولا :

"میں گھر جاتا ہوں اور یہ آنکھ نکال کر تھوڑی دیر بعد واپس تمھارے پاس آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چلا گیا۔

"انکل! آنکھ نکال کر ذرا جلدی واپس آیئے گا' مجھے کہیں ضروری کام سے جانا ہے۔" لڑکے نے پیچھے سے آواز دی۔

لیکن کانیا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چلا گیا اور پھر کبھی واپس نہ آیا۔

اے' حمید قسط نمبر ۲۶

خلائی ایڈونچر سیریز

گارشا نے دور سے خلائی راکٹ والی پہاڑی کو دیکھا اور بولی۔

تم لوگ اس وقت تک ہیلے کاپٹر میں بیٹھے رہنا جب تک کہ میں واپس نہ آؤں۔"

ہیلے کاپٹر ہنگامی راکٹ اسٹیشن کے گیٹ سے چند قدم دور اتر گیا۔ سیکورٹی گارڈ اسی ہیلے کاپٹر کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ گارشا ہیلے کاپٹر سے نکل کر گیٹ کے پاس آئی۔ سیکورٹی چیف نے پوچھا۔ "گارشا! اتنی رات گئے کس مقصد کے لیے آنا ہوا؟"

اگر چہ رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا مگر سیکورٹی چیف نے ہیلے کاپٹر کے اندر موجود تین انسانوں کے سائے دیکھ لیے تھے۔ گارشا نے اپنا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے چیف طرطوش نے چیک اپ کے لیے بھیجا ہے۔ گیٹ کھول دو۔"

گارشا کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ گارڈ روم میں جا کر چیف سیکورٹی آفیسر اور دوسرے گارڈز کو اپنی خلائی گن سے ہلاک کر دے گی اور پھر خلائی راکٹ تک راستہ صاف ہو گا۔ گیٹ پر صرف ایک ہی گارڈ تھا۔ باقی دو گارڈز سیکورٹی روم میں تھے۔ اگر وہ سیکورٹی چیف اور گارڈ کو گیٹ پر ہلاک کرتی ہے تو گارڈ روم سے باقی گارڈ اس پر فائر کر سکتے تھے۔

سیکورٹی چیف تو اپنے بچھائے ہوئے جال کے مطابق کام کر رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا اور گارشا سے کہا۔

"اندر آجاؤ۔"

سیکورٹی چیف بھی جانتا تھا کہ خلائی لڑکی گارشا کو قابو کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے پاس خلائی گن ہے۔ کاپٹر میں بیٹھے ہوئے تین زمینی آدمیوں کو تو آسانی سے گرفتار کیا جا سکتا تھا۔ گارشا تیز تیز قدموں سے گارڈ روم کی طرف چلی۔ گارڈ روم میں پورا انتظام پہلے ہی سے کر دیا گیا تھا۔ وہاں ایک بھی گارڈ نہیں تھا۔ جونہی گارشا گارڈ روم میں داخل

ہوئی کمرے کا الیکٹرانک دروازہ تیزی سے بند ہو گیا۔ گارشا چونک کر گھومی مگر وہ پھندے میں پھنس چکی تھی۔ گارڈ روم کی چھت کے ایک سوراخ میں سے سرخ رنگ کی شعاع نکل کر ایک چھپاکے کے ساتھ گارشا پر پڑی اور وہ سنبھلنے سے پہلے بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑی۔ چوکور شیشے میں سے سیکورٹی چیف نے اسے گرتے دیکھا تو اپنے گارڈز کو اشارہ کیا۔ تینوں گارڈز ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ پڑے۔ ان کے ہاتھوں میں خلائی گنیں تھیں۔

گارڈز نے آتے ہی خلائی گنیں تان لیں اور شیبا، عمران اور ڈاکٹر سلطانہ کو ہیلی کاپٹر سے باہر نکلنے کا حکم دیا۔ وہ لوگ پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ سمجھ گئے کہ ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا ہے اور گارشا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر سے باہر آ گئے۔ ان تینوں کو بھی گارڈ روم میں بند کر دیا گیا۔ وہاں گارشا پہلے سے ہی بے ہوش پڑی تھی۔ عمران نے گارشا کو بے ہوش دیکھا تو بولا۔

"اب کیا ہو گا؟ شاید ہم کبھی یہاں سے نہ نکل سکیں۔"

شیبا وہیں بیٹھ گئی۔ "مجھے پہلے ہی دھڑکا لگا تھا۔ یہاں سے فرار ہونا اتنا آسان کام نہیں ہے جتنا گارشا سمجھ رہی تھی۔" ڈاکٹر سلطانہ نے جھک کر گارشا کے کان کے نیچے ہاتھ رکھا۔ "یہ بے ہوش ہے۔ سوال یہ ہے کہ انھوں نے ہمیں بے ہوش کیوں نہیں کیا؟"

عمران بولا۔ "اسی لیے کہ انھیں ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ گارشا خلائی مخلوق ہے۔ وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔"

رات ڈھلنے لگی تھی۔ انھیں باہر ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ یہ خلائی ہیلی کاپٹر پروں کے بغیر ایٹمی توانائی سے چلتے تھے اور ان کی بڑی دھیمی آواز آتی تھی۔ اس ہیلی کاپٹر میں چیف طرطوش سوار تھا۔ وہ سیکورٹی چیف کے ساتھ گارڈ روم میں آیا۔ آنکھیں سیکیڑ کر سب کو دیکھا۔ پھر سیکورٹی چیف کو اشارہ کیا اور باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد سیکورٹی چیف نے اپنے آدمیوں کو بلا کر بے ہوش گارشا،

سلطانہ، شیبااور عمران کو خلائی راکٹ اسٹیشن کے ایک تہ خانے میں بند کر دیا۔ دو منٹ بعد سیکورٹی چیف تہ خانے میں آیا۔ اپنی کمر سے خلائی گن نکالی اور اوپر تلے عمران، شیبا اور سلطانہ پر فائر کر دے۔ خلائی گن سے سفید شعاع نکل کر ان پر گری۔ وہ یہی سمجھے کہ ان کا آخری وقت آگیا ہے مگر یہ سفید شعاع صرف انھیں بے ہوش کرنے کے لیے تھی۔ گلر شا پہلے ہی بے ہوش تھی۔ اب شیبا، عمران اور سلطانہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ طرطوش نے گریٹ کنگ سے بات کی اور کہا کہ گلر شا، شیبا، عمران اور ڈاکٹر سلطانہ کا منصوبہ ناکام بنا دیا گیا ہے اور وہ ان کے قبضے میں ہیں۔ گریٹ کنگ نے ایک خاص سگنل کا اشارہ دیا۔ طرطوش نے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا گریٹ کنگ!"

جب لوٹان سیارے پر سورج نکلا تو خلائی راکٹ اسٹیشن سے ایک بند گاڑی باہر آئی۔ اس گاڑی میں گلر شا، شیبا، عمران اور سلطانہ بے ہوش پڑے تھے۔ گاڑی کالے رنگ کی تھی اور راکٹ اسٹیشن سے باہر نکلتے ہی وہ ہوا میں پرواز کر گئی۔ پہاڑیوں کے اوپر ہی اوپر تیزی سے اڑتی ہوئی یہ سیاہ خلائی گاڑی سیاہ جھیل کو پار کرتی ایک پہاڑی کی چوٹی پر اتر گئی۔ اس پہاڑی کی چوٹی سے نیچے پہاڑی کے اندر تک کنوئیں کی طرح کا ایک کشادہ شگاف جاتا تھا۔ اس کنوئیں کی دیوار کے ساتھ ایک لفٹ لگی تھی۔ بے ہوش گلر شا، عمران، شیبا اور سلطانہ کو اس لفٹ میں ڈال کر پہاڑی کے کنوئیں میں نیچے لے جایا گیا۔ یہاں پہاڑی کی تہ کے ساتھ ایک سلنڈر نما کیپسول لگا کھڑا تھا۔ چاروں کو اسی کیپسول سلنڈر میں ڈال کر اس کا الیکٹرانک دروازہ ہوا کے دباؤ سے بند کر دیا گیا۔

جب گلر شا، سلطانہ، عمران اور شیبا کو ہوش آیا تو انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک سجے سجائے گول کمرے میں پڑے ہیں۔ کمرے میں چمکیلی دھات کی چار کرسیاں اور ایک میز فرش کے ساتھ میخوں سے جکڑ دی گئی تھی۔ کمرے کا دروزلہ نہیں تھا۔ صرف ایک کھڑکی تھی جس پر سیاہ موٹا شیشہ اس طرح لگا تھا کہ باہر سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

دیوار کے ساتھ ساتھ آمنے سامنے چار اسٹریچروں پر سونے کے لیے بستر لگے تھے۔ گارشا کا ماتھا ٹھنکا۔ اسے کچھ شبہ ہوا۔ اس نے اپنے شبہے کو کسی پر ظاہر نہ کیا۔

وہ خلا میں بھٹک گئے

خلائی لڑکی گارشا اٹھ کر کمرے کی دیوار کو غور سے تکنے لگی۔

سلطانہ، عمران اور شیبا سخت مایوسی کے عالم میں اسٹریچروں پر بیٹھے تھے۔ سلطانہ نے گارشا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"گارشا! ہمیں کسی زیرِ زمین تہ خانے میں بند کر دیا گیا ہے۔ کیوں کہ باہر سے کوئی آواز نہیں آتی۔"

شیبا نے ٹھنڈا سانس بھرا اور بولی۔

"اللہ جانے کس نے طرطوش کو خبر کر دی کہ ہم فرار ہو رہے ہیں۔"

عمران نے کہا، "شاید ہمارے ہیلی کاپٹر کو کمپیوٹر راڈار پر دیکھ لیا گیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم اس وقت اوٹان سیّارے سے نکل کر اپنی زمین خوبصورت زمین کی طرف پرواز کر رہے ہوتے۔"

اس وقت خلائی لڑکی گارشا دیوار کے ساتھ کان لگائے باہر کی آواز سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے کسی خطرے کی بُو سونگھ لی ہے۔

سلطانہ نے پوچھا۔

"کیا بات ہے گارشا! تم کیا سننے کی کوشش کر رہی ہو۔"

گارشا نے کوئی جواب نہ دیا اور گول کمرے کی اس کھڑکی کے پاس آگئی جس پر سیاہ رنگ کا موٹا شیشہ چڑھا ہوا تھا اور جس میں سے کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ گارشا جھک کر دیوار میں کسی خفیہ بٹن کو تلاش کرنے لگی۔ آخر اسے ایک بٹن نظر آگیا۔ وہ بٹن کو انگلی سے دباتے دباتے رک گئی۔

"کیا بات ہے گارشا بہن!" عمران نے پوچھا۔

گارشا نے پلٹ کر شیبا، سلطانہ اور عمران کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی صاف دیکھی جاسکتی تھی۔ اب عمران، شیبا اور سلطانہ بھی فکر مند ہوگئے۔ وہ اسٹریچروں پر سے اٹھ کر گارشا کے قریب آگئے اور جھک کر دیوار میں اندر کی جانب دھنسے چھوٹے سے نیلے بٹن کو تکنے لگے۔ گارشا بولی۔

"ہمارے ساتھ ایک انتہائی بھیانک واقعہ ہوگیا ہے۔"

شیبا، عمران اور سلطانہ کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ گارشا نے ایک گہرا سانس کھینچا اور کہا۔

"وہ اس سے زیادہ خوفناک انتقام ہم سے نہیں لے سکتے تھے۔"

"آخر ہوا کیا ہے گارشا! کچھ تو کہو۔" سلطانہ نے بے تابی سے پوچھا۔ گارشا نے نیلے بٹن کو آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں تھوڑی دیر بعد تم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔"

نیلے بٹن کے دبانے سے دیوار میں ایک پلیٹ پیچھے ہٹ گئی۔ وہاں ایک چھوٹا سے سوکٹ تھا جس میں دو بٹن لگے تھے۔ ایک بٹن کا رنگ سبز اور دوسرے کا سرخ تھا۔ گارشا نے سبز بٹن کو دبا دیا۔ اسی کے ساتھ ہی کھڑکی پر سیاہ رنگ کا موٹا شیشہ چڑھا تھا وہ آہستہ آہستہ اوپر کھسکنے لگا۔ اس کے پیچھے لگا ہوا دوسرا موٹا شیشہ ظاہر ہوگیا۔ یہ سفید رنگ کا تھا۔ اس شیشے کے پیچھے عمران، شیبا اور سلطانہ نے جو منظر دیکھا اس سے ان کے رونگٹے

کھڑے ہوگئے۔ چہروں کا رنگ زرد پڑ گیا۔ ہونٹ ایک دم خشک ہوگئے۔
شیشے کے پیچھے، کھڑکی کے باہر تاریک سیاہ خلا تھا جہاں انگاروں کی طرح دہکتے ہوئے سیارے آہستہ آہستہ گردش کرتے اور خلا کی وسعتوں میں تیرتے نظر آرہے تھے۔
گلرشا نے کہا۔
"ہمیں اس سلنڈر نما کمرے میں بند کر کے خلا کی نامعلوم وسعتوں میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہمیں بے ہوشی کی حالت میں ریڈ ٹاور پہاڑی کے کنوئیں سے اس موت کے سلنڈر میں بند کیا گیا۔ پھر ایک زبردست راکٹ کی مدد سے سلنڈر کو اوٹان سیارے کی فضا سے نکال کر خلا میں پھینک دیا گیا۔ راکٹ الگ ہوگیا اور اب ہم اس وقت تک اس موت کے سلنڈر میں بند خلا میں گردش کرتے رہیں گے جب تک کہ یہ کائنات موجود ہے۔ جب ہماری خوراک کی گولیاں ختم ہوجائیں گی تو ہم بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اسی خلائی کمرے میں دم توڑ دیں گے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بھوک پیاس کی وجہ سے ہم پر درندگی طاری ہوجائے اور ہم ایک دوسرے کا گوشت کھا جائیں۔ خون پی جائیں اور ہم میں سے صرف ایک زندہ بچے پھر وہ بھی مر جائے۔"
یہ سننا تھا کہ شیبا، سلطانہ اور عمران کے رنگ اڑ گئے۔ وہ کھڑکی کے شیشے کے ساتھ لگے باہر خلا میں پھٹی پھٹی نظروں سے تک رہے تھے۔ انگاروں کی طرح دہکتے ستارے اور سیارے ان سے قریب بھی تھے اور اربوں میل دور بھی تھے۔ کچھ آہستہ آہستہ حرکت کرتے نظر آرہے تھے۔ اور کچھ بالکل ساکت تھے۔ ان کی حرکت اسی لیے محسوس نہیں ہورہی تھی کہ ان کا فاصلہ اربوں نوری سال کا تھا۔ خلائی پتھر کا ایک بڑا ٹکڑا تیزی سے موت کے سلنڈر کے اوپر سے ہو کر نکل گیا۔ شیبا، سلطانہ اور عمران جلدی سے نیچے بیٹھ گئے۔ سلطانہ نے سہمی آواز میں کہا۔
"ہماری کسی سیارے سے ٹکر بھی ہوسکتی ہے۔"
گلرشا بولی! ہماری ٹکر کیا ہوگی۔ اگر ہم کسی سیارے کے حلقہ کشش کی زد میں آگئے

تو وہ ہمیں اتنی تیزی سے اپنی طرف کھینچے گا کہ ہمارا یہ سلنڈر نما کمرا فضا میں ہی جل کر راکھ ہو جائے گا۔"

شیبا پر موت کا خوف چھا گیا تھا۔ عمران نے ابھی تک حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ اسے اپنے اللہ پر اب بھی پورا بھروسا تھا کہ وہ ساری کائنات کا مالک ہے۔ وہ اگر چاہے تو انھیں ایک پل میں اس بھیانک مصیبت سے نکال سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی مصیبت میں اپنے ہوش گم نہ ہونے دے اور اللہ پر اپنا ایمان قائم رکھے اور بہتری کے لیے غور و فکر کرتا رہے۔ اس نے گارشا سے کہا۔

گارشا! جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس سلنڈر کمرے میں اتنا دباؤ رکھا گیا ہے جو ہمارے جسموں کو ثابت و سالم رکھنے کے لیے کافی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس دباؤ میں کمی واقع ہو جائے؟ کیوں کہ اگر سلنڈر کا دباؤ کم ہو گیا تو ہمارے جسم پھٹنا شروع ہو جائیں گے۔"

سلطانہ نے جلدی سے کہا۔

"دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کششِ ثقل نہیں ہے تو ہم فرش پر کھڑے کیوں ہیں؟ ہمیں تو بے وزنی کی حالت میں سلنڈر میں تیرتے پھرنا چاہیے تھا۔"

گارشا اسٹریچر پر بیٹھ گئی۔ پھر کہنے لگی۔

"آپ ایک بات بھول گئے ہیں کہ یہ خلائی سلنڈر آپ کے زمینی سائنس دانوں نے نہیں بنایا بلکہ ہمارے خلائی سیارے اوٹان کے سائنس دانوں نے بنایا ہے جو آپ کے مقابلے میں ہزار گناہ زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ اس سلنڈر میں ہوا کے دباؤ کے ساتھ ساتھ فرش میں ایک خاص قسم کا مادہ لگا کر اس میں پوری کششِ ثقل پیدا کر دی گئی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک خاص وقت گزرنے پر ہوا کا دباؤ اور کششِ ثقل آہستہ آہستہ کم ہونی شروع ہو جائے گی۔ یہ عرصہ ایک ماہ کا بھی ہو سکتا ہے اور ایک سال کا بھی۔ اس کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ہم خلا کے جس حصّے سے گزر رہے ہیں وہاں کون کون سی الٹرا

وائیلٹ شعاعیں گردش کر رہی ہیں۔ " شیبا، عمران اور سلطانہ چپ رہے۔ گارشا بولی۔

"میں نے کھڑکی کے باہر خلا کو دیکھ کر جو اندازہ لگایا ہے اس حساب سے ہم ابھی تک خلا کے کسی خطرناک علاقے میں داخل نہیں ہوئے۔ لیکن ایسی حالت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ خلا بے رحم ہے۔ اگر ہم کسی بلیک ہول نامی سیارے کی زد میں آگئے تو اس سیارے میں اتنی کشش ہوتی ہے کہ وہ ایک کروڑ نوری سال کے فاصلے سے بھی ہمیں اپنی طرف کھینچ لے گا اور اس کے تاریک سوراخ میں داخل ہوتے ہی ہمارے پرخچے اڑ جائیں گے۔ "

عمران نے کہا، گارشا! میرا ایمان ہے کہ اللہ کی طاقت ان تمام سیاروں اور ستاروں کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے۔ اللہ ہی کے حکم سے یہ سب سیارے ستارے گردش کر رہے ہیں اور اسی کے حکم سے انھیں اتنی طاقت ملی ہے۔ اگر اللہ چاہے تو ہمیں یہ آفت سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ "

گارشا مسکرائی اور بولی۔

"ہم خلائی مخلوق ہیں۔ ہمارے سیارے پر کبھی کسی نے اللہ کا نام نہیں سنا۔ "

عمران نے کہا۔ "گارشا! تم اللہ کا نام سنو چاہے نہ سنو۔ اس سے اللہ کے وجود کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ ساری کائنات اسی نے بنائی ہے۔ اور اسی کے حکم سے چل رہی ہے۔ "

سلطانہ کہنے لگی۔

"سب سے زیادہ خطرہ کسی ستارے سے ٹکرا جانے کا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے اس خلائی سلنڈر کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے سکیں۔ اور اسے اپنی مرضی سے خلا میں چلائیں؟ تم خلائی سائنس میں ہم سے بہت آگے ہو گارشا! تمھیں ضرور کوئی راستہ نکالنا چاہیے۔ "

(باقی آئندہ)

نصرت ظہیر
۱۵/۴ کھچڑی پور کالونی دہلی ۹۱

خرّاٹوں کا مشاعرہ

پیارے دوستو، خرّاٹے ویسے تو ایک بیماری ہیں، لیکن دبلے پتلے، دھان پان لوگ کبھی خرّاٹے نہیں لیتے۔ خراٹے عموماً ان ہی لوگوں کو آتے ہیں جو ضرورت سے زیادہ صحت مند اور خوب موٹے تازے ہوں۔ اور تازے چاہے نہ بھی ہوں، موٹے ضرور ہوں۔ یعنی یوں سمجھیے کہ خرّاٹے اور صحت دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں بشرطیکہ آپ موٹاپے کو صحت مان لیں۔ چنانچہ آدمی صحت مند تب بنتا ہے، جب وہ خرّاٹے لینے لگتا ہے۔ اور خراٹے تب لیتا ہے جب اس میں خراٹے لینے کا دم ہو۔ یعنی پھیپھڑے خوب مضبوط ہوں۔ چنانچہ ہر ایرا غیرا اگر چاہے کہ وہ خراٹے لے لیا کرے تو وہ ممکن نہیں ہے۔ خراٹے لینے کے لیے اچھا خاصا دم لگانا پڑتا ہے اور یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

ویسے آج تک ہم یہ نہیں سمجھ پائے ہیں کہ خراٹے کو خراٹا کیوں کہتے ہیں اور یہ کہ خراٹے سب سے پہلے کس نے ایجاد کیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خراٹے کو یہ نام اس کی آواز کی مناسبت سے دیا گیا ہے اور سوتے وقت ناک اور حلق سے جو خر خر کی آواز نکلتی ہے غالباً اسی سے لفظ خراٹا بنایا گیا ہے۔

لیکن اردو کی طرح سب زبانوں میں اسے خراٹا نہیں کہتے۔ سب لوگ اپنی اپنی مادری زبان میں خراٹے بھرتے ہیں۔ مثلاً انگریز لوگ بڑی نزاکت سے سنورنگ کرتے ہیں۔ عربوں کے خراٹوں میں خ پر غ غالب رہتی ہے لہٰذا وہ اسے غطیط کہتے ہیں۔ جس میں غ خراٹے کی آواز کو ظاہر کرتی ہے اور ط ناک کی علامت ہے، کیونکہ ط کی صورت ہی ناک جیسی ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے ناک خراٹا لینے میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اسی طرح پنجاب والے اپنی زبان کے مزاج کے مطابق گراڑھے بھرتے ہیں اور کرناٹک والے تو اتنی زور کا خراٹا مارتے ہیں کہ اسے خر خٹا کہتے ہیں۔ جی ہاں خر خٹا۔ ہمارے خیال سے خراٹوں کا اس سے زیادہ مزیدار نام کسی اور زبان میں نہیں ملے گا۔ اور بنگال والوں کی تو کچھ نہ پوچھیے۔ ان کے یہاں خراٹے کو ناک ڈاکر کہا جاتا ہے۔ یعنی ناک کی ڈکار!

خراٹے بنیادی طور پر دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو صرف سنائی دیتے ہیں اور دوسرے وہ جو نظر بھی آتے ہیں۔ پہلے والے خراٹوں میں صرف ناک اور گلے کا عمل دخل ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری طرح کے خراٹوں میں آدمی کا پورا جسم انوالو (INVOLVE) رہتا ہے اور خراٹے کے آنے اور جانے کے مطابق' سینہ اور پیٹ کے ساتھ پورا جسم پھولتا پچکتا رہتا ہے۔ چنانچہ ایسا خراٹا دور سے ہی نظر آجاتا ہے۔ اور بد قسمتی سے ایسا آدمی اگر کسی ڈھیلی ڈھالی چارپائی پر سوتے ہوئے خراٹے لے رہا ہو تو اس کے ساتھ ساتھ چارپائی بھی خراٹے لینے لگتی ہے۔

بعض لوگ بڑے سریلے خراٹے لیتے ہیں۔ ان کا خراٹا ہلکی سی سیٹی بجاتا ہوا آتا ہے اور سیٹی بجاتا ہوا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ تم چاہو تو ایسے خراٹوں کو مترنم خراٹا یا سراٹا بھی کہہ سکتے ہو۔ اس کے برعکس بہت سے لوگ اتنے زور کے خراٹے بھرتے ہیں کہ آس پاس سونے والوں کا ناک میں دم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خراٹے بھرنے والے دو آدمی اگر بدقسمتی سے ایک کمرے میں رات گذارنے پر مجبور ہو جائیں اور دونوں ایک دوسرے کے خراٹوں کی شہرت سن چکے ہوں تو دونوں کی پہلی کوشش یہ ہوگی کہ کسی طرح دوسرے کے سونے سے پہلے خود سو جائیں۔ اس وقت کچھ اس طرح کی گفتگو سنائی دے گی۔

"بھائی خلیل' آپ کو ذرا تکلیف تو ہوگی' لیکن کیا کروں جب تک کوئی شخص مجھے کچھ دیر تک کتاب پڑھ کر نہ سنادے مجھے نیند ہی نہیں آتی۔ اس لیے بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ میرے بریف کیس میں قصہ چہار درویش کی کتاب ذرا سی پڑھ کر سنادیں۔"

" آپ بھی کیا بات کرتے ہیں جلیل بھائی۔ بھلا اس میں تکلیف کی کیا بات ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ آج میں اپنا قریب کی نظر والا چشمہ مرمت کے لیے دے آیا ہوں۔ پھر میری کمزوری یہ ہے کہ جب تک علامہ اقبال کا شکوہ جواب شکوہ ترنم سے نہ سن لوں ٹھیک سے سو ہی نہیں پاتا۔ سنا ہے آپ کو تو پورا یاد ہے۔ اور پھر ترنم بھی ماشاء اللہ بہت اچھا ہے۔"

"ارے بھئی۔ یہ تو آپ کی بندہ نوازی ہے ورنہ بندہ کس قابل ہے۔ لیکن کیا کروں آج کل گلا کچھ خراب چل رہا ہے۔ اس لیے حکم کی تعمیل نہ کر سکوں گا۔ ارے ہاں میں نے سنا ہے آج رات چاند گہن لگے گا۔ چھت پر جاکر دیکھ کیوں نہیں آتے۔ آپ تو علم فلکیات میں بڑے دلچسپی رکھتے ہیں۔"

"آپ نے ٹھیک سنا ہے۔ گہن صبح چار بجے اذانوں کے وقت لگے گا جبکہ ابھی صرف دس بجے ہیں۔ اور ویسے بھی اب میری نظر اتنی اچھی نہیں رہی کہ رات کو آسمان کا مشاہدہ کر سکوں۔ بتلایا نا' میری قریب کی نظر کمزور ہے۔ مگر یاد آیا' آج رات تو نوگزہ پیر کا

عرس ہے اور قوالیاں بھی ہو رہی ہیں۔ آپ تو قوالیوں کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ جائیے سن آیئے کچھ دیر۔ سنا ہے کوئی بڑا اچھا قوال آیا ہوا ہے۔"

"ارے صاحب اب وہ پہلے کے شوق کہاں۔ اب تو دنیا کی ہر چیز سے جی بھر گیا ہے۔ مگر کچھ سنا آپ نے ۔ چھت پر کسی کے چلنے کی آواز آرہی ہے۔ میرا خیال ہے بلی ہے۔ ذرا دیکھیے تو چھت پر جاکر' ہو سکے تو پکڑ کر اگلے محلے میں چھوڑ آیئے۔"

"کیا کہا۔ بلی!؟ نہیں صاحب مجھے تو معاف ہی رکھیے۔ بڑا ہی عیار جانور ہے۔ کیا پتہ اندھیرے میں پنجہ ہی مار دے۔ میرا خیال ہے آپ چھت پر ہو آیئے۔"

غرض اسی طرح دونوں کوشش کرتے رہیں گے کہ دوسرا اس سے پہلے نہ سونے پائے۔ بالآخر اس بک بک جھک جھک میں آدھی رات ہو جائے گی' دونوں تھک کر بستر پر گر پڑیں گے اور ساتھ ساتھ خراٹے لینے لگیں گے۔ اور اگر ایک ہی گھر میں کئی خراٹے لینے والے ہوں تو پورا گھر ایک ایسا کھیت بن جائے گا جس پر ایک ساتھ کئی ٹریکٹر اسٹارٹ کر کے کھڑے کر دیے گئے ہوں۔

ہمیں خود خراٹوں کے کئی تلخ تجربے ہو چکے ہیں کیونکہ ہم خود بھی ماشاءاللہ خوب زور کے خراٹے لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہمیں کسی کام سے کرناٹک کے شہر بنگلور جانا پڑا۔ رات کو جس کمرے میں ہمیں سلایا گیا وہاں ایک خالی چارپائی اور پڑی تھی۔ ہم اتنے تھکے ہوئے تھے کہ دوسری چارپائی کو نظر انداز کر کے فوراً اپنے پلنگ پر گر کر نیند میں کھو گئے۔ اس کے بعد آدھی رات سے کچھ اوپر کا وقت ہوگا کہ کسی نے خوب جھنجھوڑ کر ہمیں جگا دیا۔ جگانے والا چلا رہا تھا اور ہمیں بڑا بھلا کہہ رہا تھا کہ یہ کیا بکواس ہے۔ دوسرے آدمی کو سونے بھی نہیں دیتے۔

ہم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور جگانے والے کو غور سے دیکھنے لگے۔ یہ شخص اسی خالی چارپائی پر سونے کے لیے آیا تھا اور ہمارے سو جانے کے بعد آیا تھا۔ ہم نے پوچھا۔ "کیا آفت ہے میاں۔ اس طرح کیوں جگا دیا۔" اس پر وہ شخص نہایت بد تمیزی سے بولا۔ "جگایا اس لیے ہے کہ مجھے بھی سونا ہے اور صبح جلدی اٹھ کر پھر ڈیوٹی پر جانا ہے!"

"تو جناب آپ کو سونے سے منع کس نے کیا ہے" ہم نے کہا۔

"منع تو نہیں کیا لیکن یہ جو تم خرخٹے لے رہے ہو انھیں سن کر کوئی سو سکتا ہے؟ اور وہ بھی اتنے بھاری خرخٹے۔ توبہ توبہ!"

یقین جانیے اس کی بات سن کر ہم شرم سے پانی پانی ہو گئے۔ خراٹوں کے لیے اتنا ذلیل لفظ ہم نے آج تک نہیں سنا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس شخص سے باقاعدہ معافی مانگی اور کہا کہ وہ آرام سے سو جائے اور یہ بھی یقین دلایا کہ اب ہم دوبارہ خراٹے نہیں لیں گے۔ اور واقعی پھر پوری رات ہم خراٹے نہیں لے سکے۔ کیونکہ اس کے بعد جب وہ شخص لمبی

تان کر سویا ہے تو اس نے اتنے زور کے خراٹے لیے کہ ایک جگہ دیوار سے پلستر اکھڑ گیا اور ہم بار بار جھنجھوڑ کر بھی اسے نہ جگا سکے! اس روز ہماری سمجھ میں آیا کہ کرناٹک میں فراٹے کو خرخشا کیوں کہا جاتا ہے۔

لیکن سب سے دلچسپ خراٹے شادی بیاہ کی تقریبوں میں سنائی دیتے ہیں جب دور دور سے آئے ہوئے مہمان ایک ہی شامیانے یا ہال میں سونے کے بعد انواع و اقسام کے خراٹے چھیڑ دیتے ہیں۔ سن کر ایسا لگتا ہے جیسے خراٹوں کا مشاعرہ شروع ہو گیا ہے۔ ایسے ہی ایک مشاعرے میں ہمیں بھی شرکت کا موقع مل چکا ہے۔ جو آغاز میں تو طرحی رہا لیکن کچھ دیر بعد غیر طرحی اور آخر میں نثری شاعری کی طرح بالکل آزاد ہو گیا۔ تم میں سے کئی پڑھنے والے شاید طرحی مشاعرے کا مطلب نہ جانتے ہوں، اس لیے بتائے دیتے ہیں طرحی مشاعرہ وہ مشاعرہ ہوتا ہے جس میں سب شاعروں کو کسی شعر کا ایک مصرع دے دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس مصرعے کے برابر، ہم وزن اور ہم قافیہ شعر کہہ کر کلام سنائیں۔ ایسے مشاعرے عام طور سے پرانے زمانے میں ہوتے تھے۔ اب زیادہ تر مشاعرے غیر طرحی ہوتے ہیں جن میں شاعر حضرات اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی طرح کی غزل یا نظم سناتے ہیں۔

اب سنو اس مشاعرے کا احوال جس کا ذکر ہم کر رہے تھے۔ موقع ایک شادی کا تھا اور باراتی ایک بڑے ہال میں سلائے گئے تھے۔ ہم نے اس ہال میں اپنے تکیے پر سر رکھا ہی تھا کہ قریب کے سوتے ہوئے ایک صاحب نے زور کی سانس لے کر مصرع طرح کا اعلان کر دیا۔ اعلان اتنا زوردار تھا کہ ہم ڈر کے مارے اچھل کر بیٹھ گئے۔

چند لمحے گزرے تھے کہ دور کے کونے سے ایک صاحب اسی "طرح" میں "خراٹا سرا" ہو گئے۔ لیکن مطلع کچھ جاندار نہیں تھا۔ اس لیے کسی طرح سے کوئی ردِ عمل نہ ہوا۔ اگلا شعر بھی پھسپھسا نکلا چنانچہ کسی نے داد نہ دی۔ یہ دیکھ کر وہ صاحب "پھی پھی" کی مایوس بھری آواز کے ساتھ خاموش ہو گئے۔ تبھی درمیان سے ایک صاحب نے "پھٹر پھوں" کی اور اعلان کر دیا کہ اب وہ اپنا کلام بلاغت نظام پیش کریں گے۔

پہلے تو ان صاحب نے خوں خاں، پھوں پھاں اور ٹھوں ٹھاں کی آوازوں میں چند متفرق اشعار پیش کیے۔ اس کے بعد نہایت میٹھے لہجے میں ترنم کے ساتھ سیٹیوں والی ایک ایسی غزل چھیڑی کہ سامعین میں ہلچل مچ گئی۔ سارا ہال داد سے گونج گیا۔ ہر طرف سے مکرر ارشاد کی صدائیں آنے لگیں اور ہم کانوں میں انگلی دے کر منہ ڈھانپ کر لیٹ گئے۔ اس کے بعد صبح تک یہ مشاعرہ نہایت کامیابی کے ساتھ، سامعین کی چائے وغیرہ سے تواضع کے بغیر چلتا رہا۔

لیکن اب ہم یہ ذکر بند کرتے ہیں۔ کیونکہ رات بہت زیادہ ہو چکی ہے اور ہمیں بھی نیند آنے لگی ہے۔ لہٰذا ہُنہ۔ خدا حافظ۔ خر۔ خر خر۔ خررررر۔۔۔۔ ●●●

ڈاکٹر اعظم شاہ خاں
لیکچرر گورنمنٹ کالج
ٹونک۔ راجستھان

خلائی اسٹیشن "میر"

زمین سے بہت دور خلا میں موجود چاند، سورج، ستاروں کی اصلیت جاننے کا تجسس انسان میں اپنے وجود کے ساتھ ہی پیدا ہو گیا ہو گا۔ اسی لیے اس نے ان کے بارے میں قیاس آرائیاں شروع کر دیں تھیں۔ سائنس کی ترقی کے ساتھ ان کی اصلیت جاننے کی غرض سے اس نے طرح طرح کے آلات بنائے۔ دور بین کی ایجاد ہوئی۔ تیز رفتار راکٹ اور جدید ترین آلات سے لیس خلائی جہاز تیار کیے گئے۔ جن کی بدولت انسان کائنات کی بہت سی حقیقتوں کو جاننے اور سمجھنے میں کامیابی حاصل کر سکا۔ اس ضمن میں سائنسدانوں کی یہ بھی ایک بڑی تمنا تھی کہ وہ زمین سے بہت اوپر خلا میں کسی جگہ اس طرح کے خلائی اسٹیشن بھی قائم کریں جن کی مدد سے خلا میں پہنچائے گئے سیاروں، سیارچوں اور خلائی جہازوں کی نقل و حرکت پر قریب سے نظر رکھی جا سکے۔ ضرورت پڑنے پر ان کی کار کردگی میں ترمیم کی جا سکے۔ اگر ان کے نظام میں کچھ خرابی آجائے تو اسے درست کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ خلا میں رہ کر وہاں کے مخصوص ماحول میں اس طرح کے تجربات بھی کیے جا سکیں جن کے نتائج کے پیش نظر آئندہ تشکیل دیے جانے والے بڑے خلائی پروگراموں کی منصوبہ بندی زیادہ بہتر طریقے سے کی جا سکے۔

اس غرض سے امریکہ کے ذریعے "اسکائی لیب" اور روس کے ذریعے ایک کے بعد ایک "سیلوٹ" نام کے سات خلائی اسٹیشن خلا میں پہنچائے گئے۔ لیکن وہ زیادہ عرصے تک اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکے۔ اسکائی لیب کچھ عرصے بعد ہی زمین کی قوتِ ثقل سے کھنچ کر سمندر میں گر گیا جبکہ سیلوٹ سیریز کے ساتوں اسٹیشن یا تو ناکارہ ہو کر خلا میں گم ہو گئے یا ٹوٹ پھوٹ گئے۔ لیکن اس سلسلے کا ایک کامیاب ترین خلائی اسٹیشن ۲۰ فروری ۱۹۸۶ کو خلا

میں داغا گیا۔ جس کو زمین سے ۳۲۵ کلومیٹر کی اونچائی پر زمین کے مدار میں خط استوا (Equator) سے ۲۸٫۵ ڈگری پر روس کے ذریعہ "پروٹون" نام کے راکٹ کی مدد سے خلا میں نصب کیا گیا۔ اس اسٹیشن کو "میر" نام دیا گیا (روسی زبان میں 'میر' کے معنی امن کے ہوتے ہیں) تب سے آج تک خلا میں نصب یہ اسٹیشن بہت کامیابی کے ساتھ اپنی سبھی ذمہ داریاں انجام دے رہا ہے' اور مصنوعی سیارے کی شکل میں زمین کے گرد چاند کی طرح طواف کر رہا ہے۔ اس کی رفتار چاند کے مقابلے کہیں زیادہ ہے۔ یہ زمین کے گرد ایک چکر لگانے میں صرف ۹۱ منٹ کا وقت لیتا ہے۔ جبکہ چاند کو زمین کا چکر لگانے میں ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے اور ۴۳ منٹ لگتے ہیں۔

جب میر کو خلا میں داغا گیا تھا اس وقت اس میں کوئی خلائی مسافر نہیں پہنچایا گیا تھا۔ لیکن خلا میں نصب ہونے کے بعد باقاعدہ طور پر اس پر سائنسدانوں کے آنے جانے کا سلسلہ جاری ہے۔ اگر کہیں کہ "میر" خلائی سائنسدانوں کا مسکن بن گیا ہے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ سائنسداں "میر" پر اس طرح آتے جاتے رہتے ہیں جیسے وہ زمین کا ہی کوئی حصہ ہو۔ اس پر کھانے پینے کی اشیاء' تکنیکی آلات اور دوسرا سامان بھی اکثر بھیجا جاتا رہتا ہے۔ "سویز ٹی ایم" نام کے خلائی جہاز کے ذریعے خلائی مسافروں کو میر پر پہنچایا جاتا ہے' جبکہ "پروگریس" نام کے خلائی جہاز کے ذریعے صرف سامان پہنچایا جاتا ہے' اس پر کوئی آدمی نہیں ہوتا۔ یہ دونوں جہاز میر تک پہنچ کر اس پر موجود چھ "پورٹوں" میں سے کسی ایک سے جڑ جاتے ہیں۔ "سویز ٹی ایم" میں موجود خلائی سائنسداں میر میں داخل ہو جاتے ہیں اور جن کو واپس لوٹنا ہو' اس میں بیٹھ کر واپس زمین پر آجاتے ہیں۔ اسی طرح "پروگریس" خلائی جہاز سے میر پر موجود سائنسداں زمین سے بھیجے گئے سامان کو اتار لیتے ہیں اور واپس لوٹانے والے سامان کو اس کے ذریعہ واپس پہنچا دیتے ہیں۔

میر خلا میں اپنی قسم کا اکیلا اسٹیشن ہے۔ اس کا وزن ۲۱ ٹن ہے۔ اس کی لمبائی ۱۳٫۸ میٹر ہے۔ اس میں خلائی سائنسدانوں کے رہنے اور تجربات کرنے کے لیے الگ الگ کمرے اور تجربہ گاہیں ہیں۔ جو جدید قسم کے آلات سے لیس ہیں۔ میر کے اندر کے ماحول کو زمین کے ماحول کے مطابق رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہاں ہوا کا دباؤ بالکل زمین کی طرح ہے۔ درجہ حرارت ۱۸ سے ۲۸ ڈگری کے درمیان ہے۔ لیکن میر کے اندر قوت ثقل زمین جیسی نہیں ہے۔ جو اس کی ایک بڑی کمی مانی جاتی ہے۔ اس میں بجلی کی سپلائی لگاتار بنی رہتی ہے۔ بجلی پیدا کرنے کے لیے اس پر "سولر پینل" لگے ہوئے ہیں۔ جو سورج کی روشنی سے

لگاتار بجلی پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے میر کی بجلی سپلائی بند ہو جائے تو اس کی ساری کارکردگی ہی ٹھپ ہو جائے۔ "یورو رومینکو" (Uro Romenko) نام کے روسی سائنسداں نے میر میں لگاتار ۳۲۶ دن ۱۱ گھنٹے اور ۸ منٹ رہ کر اب تک خلا میں رہنے کا سب سے لمبا رکارڈ بنایا ہے۔ روسی سائنسدانوں کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک کے سائنسداں بھی میر پر جاتے رہتے ہیں اور اپنے تجربات کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے خلائی سائنسدانوں کو میر سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ نت نئے تجربات کے ذریعے وہ کائنات اور خلاء کی حقیقت جاننے کے لیے دل و جان سے کوشاں ہیں۔ لیکن "میر" اب اپنی زندگی کے آخری دور میں ہے۔ روس نے ۱۹۹۹ کے آخر تک اس کو خلا میں ہی جلا دینے کا پروگرام بنایا ہے۔ تب تک میر ۱۳ سال پرانا ہو چکا ہوگا۔ اس کی جگہ پر روس خلا میں "انٹر نیشنل اسپیس اسٹیشن" (International Space Station) نصب کرنے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ اس سلسلے کی شروعات نومبر ۱۹۹۸ سے کی جانے والی ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۷ کا

ورلڈ کپ فٹبال کی تاریخ۔ ایک نظر میں

نمبر شمار	سنہ	میزبان	کل میچ	کل گول	فاتح چمپئن
۱	۱۹۳۰	اروگوے	۱۸	۷۰	اروگوے
۲	۱۹۳۴	اٹلی	۱۷	۷۰	اٹلی
۳	۱۳۸	فرانس	۱۸	۸۴	اٹلی
۴	۱۹۵۰	برازیل	۲۲	۸۸	اروگوے
۵	۱۹۵۴	سوئزرلینڈ	۲۶	۱۴۰	جرمنی
۶	۱۹۵۸	سویڈن	۳۵	۱۲۶	برازیل
۷	۱۹۶۲	چلی	۳۲	۸۹	برازیل
۸	۱۹۶۶	انگلینڈ	۳۲	۸۹	انگلینڈ
۹	۱۹۷۰	میکسکو	۳۲	۹۵	برازیل
۱۰	۱۹۷۴	مغربی جرمنی	۳۸	۹۷	مغربی جرمنی
۱۱	۱۹۷۸	ارجنٹینا	۳۸	۱۰۲	ارجنٹینا
۱۲	۱۹۸۲	اسپین	۵۲	۱۴۶	اٹلی
۱۳	۱۹۸۶	میکسکو	۵۲	۱۳۲	ارجنٹینا
۱۴	۱۹۹۰	اٹلی	۵۲	۱۱۵	جرمنی
۱۵	۱۹۹۴	امریکہ	۵۲	۱۴۱	برازیل
			۵۱۶	۱۵۸۴	

ندرت حسین
محلہ قاضی، نزد مسجد
سیارن پور۔۲۴۷۰۰۱

سفر نامہ فٹبال ورلڈ کپ کا

اور یہ ایک اور گول۰۰۰۰۰ رومانیہ نے ارجنٹینا کو ۲۔۳ سے ہرا دیا تو رومانیہ والے خوشی سے پاگل ہو اٹھے اور لاکھوں کی تعداد میں ناچتے گاتے سڑکوں پر نکل آئے۔

ایک مریض ایمبولنس سے کود پڑا اور چلایا کہ آج مجھے اپنی پروا نہیں، جیت کی خبر سنتے ہی میری طبیعت ٹھیک ہو گئی۔

☆ روسی پارلیمنٹ میں قومی بجٹ اس لیے منظور نہ ہو سکا کہ زیادہ تر ممبران پارلیمنٹ ٹیلی وژن پر میچ دیکھنے میں مشغول تھے۔

☆ جمیکا کے فٹبال شائقین نے ۲۴ سال بعد اپنے ملک کے عالمی کپ فٹبال کے فائنل دور کے داخلہ کی خوشی میں ایک دیو ہیکل 50 فٹ اونچی فٹبال تیار کر ڈالی۔ دنیا میں اتنی بڑی گیند اب تک نہیں تھی۰۰۰۰۰ یہ چند جھلکیاں ہیں اس جوش و خروش اور ولولے کی، جس کا بھرپور اظہار فرانس میں شروع ہونے والے سولہویں فٹبال ورلڈ کپ کے دوران ہو گا، ۱۰ جون ۹۸ء سے شروع ہونے والے اس صدی کے آخری عالمی مقابلے میں دنیا بھر سے ۳۲ ٹیمیں حصہ لے رہی ہیں جو ایک نیا ریکارڈ ہے۔ ویسے بھی فرانس کو فٹبال کے معاملہ میں کئی اعتبار سے اولیت حاصل ہے۔ فیفا (عالمی فٹبال فیڈریشن) کا قیام فرانس میں ۱۹۰۴ء میں عمل میں آیا تھا اور فرانس کے ہی ایک صحافی کی تجویز سے ۱۹۳۰ء میں پہلے فٹبال ورلڈ کپ کا انعقاد "اروگوے" (جنوبی امریکہ) میں کیا گیا، فرانس کے ہی کھلاڑی لیوکن لارنٹ نے اس میں پہلا گول داغا تھا اور یہ فرانس ہی تھا جس نے پہلے ورلڈ کپ کا پہلا میچ جیتنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ خیر اس وقت تو سب شائقین کی نظریں ۱۸ کیرٹ سونے سے بنے ۵ کلو وزنی فیفا کپ پر لگی ہیں کہ اس کا حقدار کون بنتا ہے۔ فیفا کپ یعنی ورلڈ کپ، جسے اٹلی کے مشہور مجسمہ ساز سلویو گازگو نے تیار کیا تھا، پہلے فیفا کپ کو جولیے رمیٹ ٹرافی کے نام سے

جانا جاتا تھا'جو لیے رمیٹ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۵۴ تک فیضا کے سربراہ رہے تھے اور انھیں کی سربراہی میں پہلا عالمی فٹبال کپ اب سے ۶۸ سال پہل منعقد کیا گیا تھا' جو لیے رمیٹ ٹرافی کو برازیل میں چوروں نے چراکر ضائع کر دیا تھا' تب فیضا کپ تیار کر لیا گیا اور شاید اسی لیے اب فیضا کپ' فیضا ہیڈ آفس میں محفوظ رہتا ہے اور جیتنے والی ٹیم کو فیصا کپ کے ماڈل یا شبیہ ہی پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔ ہے نا دلچسپ بات کہ ورلڈ کپ جیتنے والے کو اصل کپ نہیں ملتا!

فرانس نے اس کو کامیاب بنانے کے لیے تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں' ۳۳ دنوں تک چلنے والے ان مقابلوں کے لیے دس نئے اسٹیڈیم بنائے گئے ہیں' میلنس بندرگاہ کے قریب ایک فٹبال نگری بسائی گئی' ۲۰ میٹر اونچائی والی ۴ دیو ہیکل اسکرین لگائی گئی ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس تقریب کو دیکھ سکیں' اس دوران کل ۶۴ میچ کھیلے جائیں گے اور اندازہ ہے کہ تقریباً پونے چار ارب شائقین ٹیلی وژن پر ان کو دیکھیں گے' فٹبال کا شمار دنیا کے قدیم ترین کھیلوں میں ہوتا ہے اور اولمپک کھیلوں میں فٹبال کے مقابلے بہت اہم ہوتے تھے لیکن ۱۹۰۴ء میں فیضا کے قیام کے بعد سے' علاحدہ فٹبال کا عالمی کپ منعقد کرانے کی تجاویز آنے لگیں اور بالآخر ۱۹۳۰ء میں اروگوے (جنوبی امریکہ) میں پہلا عالمی فٹبال کپ منعقد ہوا اور تب سے اب تک ہر چوتھے سال اس کا اہتمام ہوتا رہتا ہے' البتہ دوسری جنگ عظیم کے اثرات سے ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۶ء میں عالمی فٹبال کپ مقابلے نہ ہو سکے۔

آیئے اب ذرا مختصراً اس سفر کو طے کریں جو عالمی فٹبال کپ نے ۱۹۳۰ء سے ۱۹۹۸ء تک کیا ہے۔

(۱) اروگوے ۱۹۳۰ء: فائنل دور کا مقابلہ کل تیرہ ٹیموں کے درمیان ہوا اور آخر کار میزبان اروگوے (جنوبی امریکہ) نے پڑوسی ارجنٹینا کو ۲-۴ سے ہرا کر فرانسیسی مجسمہ ساز روبیل لِف لیور کی بنائی ہوئی ٹرافی پر قبضہ جمایا۔

(۲) اٹلی ۱۹۳۴ء: فائنل مقابلوں میں کل سترہ ٹیموں نے شرکت کی' مقررہ وقت میں میچ کا فیصلہ نہ ہو سکا تو ایکسٹرا ٹائم میں میزبان اٹلی نے چیکوسلوواکیہ کو ۱-۲ سے ہرا کر خطاب حاصل کیا۔

(۳) فرانس ۱۹۳۸ء: دوسری جنگ عظیم سے پہلے کی سرد جنگ اور سیاست کے زیر اثر' اس مقابلے میں کئی اہم ٹیمیں حصہ نہ لے سکیں' اٹلی نے ہنگری کو ۲-۴ سے ہرا کر کپ دوبارہ اپنے قبضے میں رکھا۔ ایک دلچسپ مقابلہ میں برازیل نے پولینڈ کو ۶-۵ سے ہرا لیا'

اس میں برازیلی کھلاڑی لیونڈاس نے ننگے پاؤں کھیلتے ہوئے ۴ گول کیے تھے۔ فرانس کو اس معنی میں بھی اولیت حاصل ہوئی کہ اس کے یہاں منعقدہ ورلڈ کپ میں برازیل اور چیکوسلواکیہ کے درمیان کوارٹر فائنل میں خوب مار دھاڑ ہوئی۔

(۴) برازیل ۱۹۵۰ء . جنگ کے خاتمہ کے ۵ سال بعد برازیل میں ورلڈ کپ منعقد کیا گیا' فائنل میں اروگوے نے برازیل کو ۱۔۲ سے ہرا کر دوسری مرتبہ کپ حاصل کیا۔

(۵) سوئزرلینڈ ۱۹۵۴ء · مضبوط ٹیم ہنگری' کمزور سمجھے جانے والی جرمنی کی ٹیم سے فائنل میں ۲۔۳ سے ہار گئی۔

(۶) سویڈن ۱۹۵۸ء : اس ٹورنامنٹ میں دنیا نے پہلی بار فٹبال کے جادوگر ۱۷ سالہ برازیلی "پیلے" کا کرشمہ دیکھا' میزبان سویڈن کو ہرا کر برازیل پہلی مرتبہ عالمی چیمپین بنا' اسی ورلڈکپ کے دوران فرانس کے جسٹ فانٹین نے ۱۳ گول داغے تھے جو ایک ٹورنامنٹ کے لیے ابھی تک عالمی ریکارڈ ہے۔

(۷) چلی ۱۹۶۲ء · اس کپ میں بھی گذشتہ ورلڈکپ کے سپر اسٹار "پیلے" پر سب کی نظریں مرکوز تھیں لیکن ایک ہی میچ کے بعد وہ ایسے زخمی ہوئے کہ پھر ان مقابلوں میں شرکت نہ کر سکے' فائنل میں سابق چمپین برازیل نے چیکوسلواکیہ کو ۱۔۳ سے ہرا کر اپنا خطاب برقرار رکھا۔ اس ٹورنامنٹ کے دوران' میزبان چلی اور اٹلی کے درمیان ایک میچ میدان جنگ میں تبدیل ہو گیا تھا' اسے "سنٹیاگو" جنگ سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۸) انگلینڈ ۱۹۶۶ء . سابق چمپین برازیل' لیگ میچوں ہی میں ہار کر مقابلہ سے باہر ہو گیا' فائنل میچ جرمنی اور انگلینڈ کے بیچ کھیلا گیا جسے انگلینڈ نے ۲۔۴ سے جیت کر ٹرافی حاصل کی' ایک نمائش کے دوران چوروں نے ہاتھ کی صفائی دکھا دی لیکن بعد میں اسے برآمد کر لیا گیا۔

(۹) میکسکو ۱۹۷۰ء · گذشتہ ریکارڈ دیکھ کر لوگ اس وہم کا شکار ہو چکے تھے کہ فائنل میں پہلا گول کرنے والی ٹیم آخر کار ہار جاتی ہے لیکن برازیل نے اس غلط فہمی کو دور کر دیا' برازیلی اسٹار کھلاڑی "پیلے" نے پہلا گول کیا جسے مخالف ٹیم نے پہلے ہاف ہی میں برابر کر دیا' لیکن دوسرے ہاف میں برازیل نے لگاتار تین گول کر کے مقابلہ ۱۔۴ سے جیت لیا اور جولیے رمیٹ ٹرافی پر ہمیشہ کے لیے قبضہ جمالیا۔ برازیل تیسری مرتبہ عالمی چمپین بنا۔

(۱۰) مغربی جرمنی ۱۹۷۴ء : اس کپ کو گولوں کی بوچھار کے لیے یاد رکھا جاتا ہے' جہاں یوگوسلاویہ نے زائرے کو صفر۔۹ اور پولینڈ نے ہیٹی کو صفر۔۷ سے رونڈ ڈالا تھا' رازیل کی ٹیم اپنے اسٹار کھلاڑیوں کی غیر موجودگی میں کچھ خاص نہ کر سکی' فائنل میں میزبان جرمنی نے ہالینڈ کو ۱۔۲ سے ہرا کر نیا فیضا کپ حاصل کیا۔

(۱۱) ارجنٹینا ۱۹۷۸ء : یہاں بھی میزبان کے خطاب حاصل کرنے کی روایت اقی رہی' فائنل میں ارجنٹینا نے ہالینڈ کو ۱۔۳ سے ہرا دیا' میچ کا فیصلہ فاضل وقت میں وا' یاد رہے کہ یہاں بھی پہلا گول ارجنٹینا کے ماریو کمپاس نے کر کے اس وہم کو دور کر یا کہ پہلا گول کرنے والی ٹیم فائنل ہار جاتی ہے۔

(۱۲) اسپین ۱۹۸۲ء : اٹلی نے پاولو روسی کی زبردست کارکردگی کی بدولت' ائنل میں جرمنی کو ۱۔۳ سے ہرا کر تیسری مرتبہ عالمی چمپئن بننے کا اعزاز حاصل کیا۔

(۱۳) میکسکو ۱۹۸۶ء : اس ٹورنامنٹ کے ہیرو' ارجنٹینا کے ڈیاگو میراڈونا تھے' ن کی شاندار کارکردگی نے ارجنٹینا کو فائنل میں پہنچایا اور پھر جرمنی کو ہرا کر ارجنٹینا ے دوسری مرتبہ فیضا کپ حاصل کیا۔

(۱۴) اٹلی ۱۹۹۰ء : اس مرتبہ زیادہ تر میچوں کا فیصلہ پنالٹی شوٹ آؤٹ سے ہوا' یہ کہ فائنل میں بھی جرمنی نے ارجنٹینا کو صفر۔۱ سے پنالٹی گول سے ہرایا' اس طرح جنٹینا وہ پہلا ملک بنا جو فائنل میں کوئی گول نہ کر سکا' اس کی ٹیم کے دو کھلاڑی میدان ے باہر بھی نکالے گئے' ویسے بھی ضابطہ شکنی اور خراب رویے کی وجہ سے پورے نامنٹ میں ۱۶ کھلاڑی باہر نکالے گئے اور ۱۶۴ کو وارننگ دی گئی۔

(۱۵) امریکہ ۱۹۹۴ء : اٹلی اور برازیل کے درمیان فائنل مقابلہ مقررہ وقت میں لہ کن نہ ہو سکا' پنالٹی شوٹ آؤٹ میں برازیل نے اٹلی کو ۲۔۳ سے ہرا کر چوتھی مرتبہ کپ جیتنے کا اعزاز حاصل کیا' اسی ٹورنامنٹ میں امریکہ اور کولمبیا کے درمیان ایک میچ کولمبیائی کھلاڑی "ایسکوبار" نے غلطی سے اپنی ہی ٹیم پر گول کر دیا' اس خودکش گول کی ت اسے اپنی جان دے کر ادا کرنی پڑی کہ کولمبیا کے کچھ جوشیلے فٹبال شائقین نے اسے سے اڑا دیا۔

(۱۶) فرانس ۱۹۹۸ء : ساٹھ سال بعد دوسری مرتبہ فرانس کو ورلڈ کپ فٹبال کی یانی کا موقعہ ملا ہے' اب تک فیضا کپ سات مرتبہ یوروپ اور آٹھ مرتبہ لاطینی امریکہ کو ملا دیکھنا یہ ہے کہ اس مرتبہ یوروپ برابری پر آئے گا یا لاطینی امریکہ کا پلڑا اور بھاری ہو جائے گا۔

باقی صفحہ ۲۳ پر

رشید الدین
رشید گلشن، سنتوش نگر کالونی، مہدی پٹنم
حیدر آباد ۲۸

گدھے کے سینگ

آج گدھا ایک غریب، مسکین اور عقل کا مارا جانور مشہور ہے۔ آج اسے اس کی شرافت کی وجہ سے بیوقوف کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ کسی لڑکے یا طالب علم کو بیوقوف کہنا ہو تو گدھے کی مثال دی جاتی ہے۔ لیکن کسی زمانہ میں گدھا ایسا نہ تھا اس کے سینگ تھے اور وہ اپنے سینگوں سے جنگل کے جانوروں کو ڈرایا کرتا تھا۔ اس زمانے میں وہ بہت نڈر اور شریر بھی تھا۔ خوامخواہ غریب جانورں کو چھیڑا کرتا اور اپنا رعب جماتا۔ ایک بار جنگل کے تمام جانوروں نے یکجا ہو کر اپنی ایک انجمن بنائی جس کا بادشاہ شیر کو بنایا گیا۔ گدھے کو کمانڈر بنایا گیا۔

گدھا چونکہ بہت ہوشیار تھا اس لیے وہ اپنے بادشاہ یعنی شیر کا ہر کام سنتا، اسے اپنے اعتماد میں رکھتا اور دیگر جانوروں پر سختیاں کرتا تھا۔ ایک بار اس نے جنگل کے چند جانوروں کو بُری طرح مارا پیٹا اور اس میں اس نے نہ صرف اپنے سینگوں کا بھرپور استعمال کیا بلکہ دولتیاں بھی خوب جھاڑیں جس کی وجہ سے جنگل کے زخمی جانور اپنی شکایت لے کر جنگل کے بادشاہ شیر کے پاس پہنچے اور اس کی نہ صرف شکایت کی بلکہ پرانی زیادتیوں کا بھی تذکرہ کیا۔ شیر نے غصہ میں آکر گدھے کو طلب کیا۔ اس نے زخمی جانوروں کو دیکھ کر سارا ماجرا سمجھ لیا اور چپ سادھنے ہی میں عافیت سمجھی۔ جب گدھا اپنی صفائی میں کچھ کہہ نہ سکا تو شیر کو یقین ہو گیا کہ شرارت اسی کی ہے۔

شیر نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ سزا تجویز کی کہ گدھے کو ان سینگوں ہی سے محروم کر دیا جائے جن سے جنگل کے دیگر جانوروں کو مارتا اور ستاتا تھا۔ راجا یعنی شیر نے غصہ میں آکر جنگل کے دیگر جانوروں سے کہا کہ گدھے کو پچھاڑ کر ایک تیز دھاری چھری سے اس کے دونوں سینگ کاٹ دیئے جائیں۔ جنگل کے جانور تو گدھے کی زیادتیوں سے

پہلے ہی نالاں تھے۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً مل کر گدھے کو پچھاڑ دیا اور اسے زمین پر لٹا کر تیز چھری سے اس کے دونوں سینگ جڑ سے کاٹ دیے۔

اس تکلیف سے گدھا بلبلا اٹھا لیکن وہ مجبور تھا۔ جب سینگ کاٹنے کے دوران اسے زیادہ تکلیف ہوئی تو وہ اسے برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو شیر سمیت سارے جانور غائب تھے اور گدھے کے سر سے سینگ غائب تھے۔ اسے احساس ہوا کہ محض ان سینگوں کی وجہ سے وہ اس حال کو پہنچا۔ چنانچہ تب سے وہ سب جنگلی جانوروں سے الگ تھلگ رہنے لگا اور بہت مسکین اور غریب و بے ضر بن گیا۔ لیکن اس کی دولتی جھاڑنے کی عادت نہیں گئی اور اب بھی خاص موقوں پر جب اسے کوئی بہت ستاتا ہے تو وہ اسی کا استعمال کرتا ہے۔ گدھا دولتی اپنے پچھلے دونوں پاؤں سے جھاڑتا ہے جس کا مار بہت شدید ہوتا ہے۔

اس وقت سے یہ محاورہ عام ہو گیا کہ وہ اس طرح گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ چونکہ گدھے کے سینگ اچانک غائب ہو گئے تھے اس لیے ہماری زبان میں یہ محاورہ عام ہو گیا۔ لیکن ہمارے ملک میں گدھے کو ایک مسکین، مصیبت کا مارا اور ظلم سہنے اور زیادتی برداشت کرنے والا کہتے ہیں جب کہ دیگر ممالک میں ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ امریکہ جیسے آج سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور دولت مند ملک میں گدھا قومی جانور ہے۔ گدھے میں جو اچھی چیزیں ہیں یوروپ اور امریکہ میں اس کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ (مرکز کا خیال پنچ تنتر سے)

عطا عابدی
۲۸۔۳ گردنی باغ۔ پٹنہ

قسط نمبر ۳

چھوٹی عمر کے بڑے کارنامے

پیارے پیامیوں، گزشتہ شمارہ میں آپ نے پڑھا کہ ۱۹۹۲ میں کن کن بچوں کو ان کے کن کن کارناموں پر قومی انعام سے نوازا گیا تھا۔ اس بار ہم آپ کو ان بہادر بچوں کے کارناموں سے متعارف کرا رہے ہیں، جن کو ۱۹۹۳ کے قومی انعامات سے نوازا گیا تھا۔

بہادری اور حوصلہ مندی کے لیے ۱۹۹۳ میں پورے ملک سے ۱۶ بچوں کو قومی انعامات دینے کا اعلان کیا گیا تھا۔ حالات چاہے مشکل سے مشکل تر ہوں، ڈوبتے کو بچانے کا معاملہ ہو یا کسی کی مدد کے لیے خود کو خطرے میں ڈالنا پڑے، ان بچوں نے اس کی پروا کیے بغیر دوسروں کی مدد کے لیے آگے بڑھنے کا کام کیا۔

رنجیت کور نے، جس کے والدین اور دادی کو دہشت پسندوں نے گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا، بہت ہمت اور سوجھ بوجھ سے اپنے بھائی اور بہن کو دہشت پسندوں کی نظر سے بچاتے ہوئے نزدیک کے ایک کھیت میں چھپا دیا تھا۔ رنجیت کور نے نہ صرف دہشت پسندوں سے اپنی جان بچائی بلکہ اپنے بھائی بہن کی جان کا دفاع بھی کیا۔ کماری رنجیت کور راجستھان میں ضلع گنگانگر، تحصیل وجے نگر کی رہنے والی ہے۔ اسی طرح ہری چرن سلین پور گاؤں کا رہنے والا ہے لیکن کچھ عرصہ سے دہلی میں رہ رہا تھا۔ چند سال قبل اس کے دونوں ہاتھ بجلی کا کرنٹ لگنے کی وجہ سے کٹ گئے تھے اس کے باوجود اس نے تیر کر آنند کو جمنا ندی میں ڈوبنے سے بچایا۔

۱۵ر مئی ۱۹۹۱ کو امرت سر کے چیلا گاؤں میں دہشت پسندوں نے اندھا دھند گولیاں چلاتے ہوئے ۱۱ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس واقعہ میں ۱۰ سالہ استالین جیت سنگھ نے بہت جرات مندی کا ثبوت دیا۔ وہ گھر کے تین بچوں کو لے کر مرولا، (گیہوں رکھنے کی جگہ) میں چھپ گیا اور اپنے ساتھ تین بچوں کی جان بچائی۔ راکیش کمار سوارا گاؤں (ہماچل پردیش) کا رہنے والا ہے۔ اس نے ۱۴ر اکتوبر ۱۹۹۱ کو وجے کمار کو وند ساگر باندھ میں غرقاب ہونے سے بچایا۔ اسی طرح سنتوش مار سارنگ (رتناگری)

تیرنے کا بہت شوق تھا۔ اس نے گریش کو سمندر کی لہروں کی چپیٹ سے بچایا۔ ننھی کماری منجو باوا مالمو گاؤں (ضلع کانگڑہ، ہماچل پردیش) کی رہنے والی ہے۔ اس نے جنگلی تیندوؤں کو جان سے مار کر اپنی اور اپنی بہن کی جان بچائی تھی۔ کماری سنگیتا بڈونے بی اور اگاؤں (مدھیہ پردیش) کی رہنے والی ہے۔ ایک دن اس کے گھر میں آگ لگ گئی۔ اس کے والد گھر کے اندر تھے۔ سنگیتا آگ کی لپٹوں میں سے اپنے والد کو بچا لائی۔ اس نے اپنی جان کی فکر بھی نہ کی۔ اس حادثہ میں دونوں بُری طرح جل گئے۔

پریم پرکاش پاٹھک گانگولی ہاٹ، ضلع پتھوراگڑھ (اترپردیش) کا رہنے والا ہے۔ اپنی تعلیم حاصل کرنے کے لیے وہ اپنے نانا نانی کے پاس دہلی رہ رہا تھا۔ اس نے ایک ۸ سالہ بچہ کو پاگل گائے کے چنگل سے چھڑانے کا کام کیا۔ لوکیش جل پوری (کاراپورا، جموں کشمیر) نے ۲۰ رمئی ۱۹۹۰ کو اپنی عقل مندی سے اپنے والد کی جان دہشت پسندوں سے بچائی۔ اسی طرح مانگی لال نے ۵ راگست ۱۹۹۱ کو اپنے گاؤں جمانی، ہوسنگ آباد (مدھیہ پردیش) میں ۱۵ فٹ گہری جھیل میں پھنسی تین لڑکیوں کو ایک ایک کر کے باہر نکالا اور انھیں ڈوبنے سے بچالیا۔ منپریت سنگھ (مدھیہ پردیش) نے نرمدا ندی کی تیز لہروں میں بہتی ہوئی دو لڑکیوں کو ڈوبنے سے بچایا۔ اس حادثہ میں اس کے بھائی ہرپریت نے مدد کی، لیکن ہرپریت کو اپنی جان نچھاور کر دینی پڑی۔ وپن کمار پروہت (مدھیہ پردیش) ایک دن اپنے والدین اور بہن کے ساتھ نہانے کے لیے بیتوا ندی پر گیا۔ نہانے کے بعد اس کی بہن اس ندی کی تیز لہروں میں بہنے لگی۔ اس نے ہمت سے کام لے کر بہن کو بچایا۔ اسی طرح ایک دن وپن نے بجلی کے کرنٹ میں چپکے گھر کے پانچ افراد کو بچایا۔ اس نے اپنی عقل مندی سے مین سوئچ بند کر دیا۔ ماسٹر للتھن جاما جنوبی تاوی لوئی گاؤں (میزورم) کا رہنے والا ہے۔ اس نے اپنی عقل کا استعمال کر کے اپنے کلاس فیلو کو بروں کے چنگل سے چھڑا کر اپنے ایک دوست کی مدد کی۔ یہ مکھیاں جان لیوا ہوتی ہیں۔ ماسٹر دنگتھیل، سگول بند (منی پور) کا ہے۔ اس نے اپنے کلاس فیلو کو جب بجلی کے تار سے چپکا پایا تو اپنی قمیص اتر کر بجلی کے تار میں لپیٹ دیا اور زور سے کھینچا۔ اس سے اس کا ساتھی حادثہ کا شکار ہونے سے بچ گیا۔

پیامیوں، ان میں سے کچھ ہمت ور بچے خود معذور ہوتے ہوئے بھی دوسرے کی مدد کے لیے آگے بڑھ گئے۔ ان انعام یافتہ بچوں میں سے اکثر بچے شہر کی چکاچوندھ سے دور گاؤں کے رہنے والے ہیں اور چند بچے تو یتیم، مجبور اور غریب بھی ہیں۔

پیامیوں، ہمیں ایسی کئی مثالیں اور واقعات آئے دن اخبارات و رسائل میں پڑھنے کو ملتے ہیں۔ بچوں کی بہادری پر مشتمل کہانیاں بھی سننے کو ملتی ہیں۔ ان واقعات اور کہانیوں سے ہمیں ترغیب لینی چاہیے اور زندگی میں اچھے اچھے کام کرنے کے مواقع کا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

بیگم نور الصباح

قسط نمبر ۴

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

سماع کا شوق

آپ کی محفل سماع کی خبریں جب بادشاہ وقت سلطان شہاب الدین تک پہنچیں تو اس نے اس کو روکنے کے لیے سختی شروع کی۔ آپ کو خبر ملی تو آپ نے کہلوایا کہ تم دنیا دار شخص سماع کو کیا جانو' سماع ہمارے لیے حرام نہیں بلکہ تمھارے لیے حرام ہے۔ ہر شخص اس نعمت کے لائق نہیں' یہ تو خاص لوگوں کے لیے خدا کا عطیہ ہے یہ سن کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ اس نے قسم کھائی کہ جو کوئی گانا سنے گا اس کو میں سولی پر لٹکوادوں گا یا زندہ جلوا دوں گا۔ آپ نے سنا تو فرمایا۔ تو اپنی خیر منا اگر تو باقی رہے گا تو ضرور جلوائے گا۔

پھر واقعی اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سلطان شہاب الدین اسی ماہ خراسان چلا گیا اور دہلی میں کچھ عرصے بعد سلطان شمس الدین التمش بادشاہ ہو گیا۔ اس نے یہ خواہش کی کہ خواجہ صاحب کو دہلی شہر کے اندر لا کر رکھے مگر آپ نے پانی کی قلت کی وجہ سے شہر کے اندر رہنا پسند نہ کیا۔

ادھر شیخ حمید الدین ناگوری اور شیخ جمال الدین احمد بسطامی' جو دہلی کے مشہور بزرگانِ دین میں سے تھے اور ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے تھے' وہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ آپ اندرُونِ شہر میں جا کر رہیں اس لیے سلطان التمش نے یہ انتظام کیا کہ وہ خود ہفتے میں دو بار شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر برکت حاصل کرتا۔

پھر سلطان کے دیکھا دیکھی اعلا اور ادنا لوگوں کا ہجوم بڑھنے لگا اور شہر سے کیلو کہ تک 'جہاں آپ رہتے تھے' راستہ ملنا دشوار ہو گیا۔ راہ میں ہر وقت ہجوم رہتا اس لیے سلطان نے دوبارہ آپ سے درخواست کی کہ شہر میں تشریف لے آئیں۔ اس دفعہ جب سلطان اصرار کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا تو آپ نے قبول کر لیا اور شہر کے قریب مسجد عزالدین میں تی

فرمایا۔ اسی زمانے میں شیخ بدر الدین نے آپ کی بیعت کی اور آپ نے ان کو اپنا خرقہ عطا فرمایا۔ اُدھر شیخ جمال الدین بسطامی کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت سلطان نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو شیخ الاسلام بنانے کی دعوت دی مگر انھوں نے منظور نہ کیا تو یہ عہدہ شیخ نجم الدین صغرائے کو دے دیا گیا۔

اب شیخ نجم الدین کو رشک پیدا ہوا کہ مخلوق خدا خواجہ بختیار کاکیؒ کے پاس اس قدر کیوں جاتی ہے؟ ادھر اتفاق سے ایک دن سلطان شمس الدین، بختیار کاکیؒ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے نصیحت کی کہ تم کو خدا نے دہلی کی بادشاہت عطا فرمائی ہے، تم کو چاہیے کہ سلطنت کے تمام کام اچھی طرح انجام دو اور غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ بہتر سلوک کرو تاکہ خدا تم کو اس کا اجر دے۔

انھیں دنوں شہر کے چند عالم مثلاً قاضی صادق اور قاضی عماد خواجہ کے مخالف ہو گئے۔ انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ خواجہ قطب الدین گانا سنتے ہیں جو بہت غلط ہے۔ ابھی تو وہ بہت کم سن ہیں، ان کو اس چیز سے روکنا چاہیے۔ بادشاہ نے کہا میں ان سے کچھ نہیں کہوں گا تم جیسے چاہو منع کرو۔

چنانچہ دونوں قاضی صاحبان خود خواجہ کے پاس پہنچے۔ اتفاق سے وہاں محفل سماع ہو رہی تھی۔ قاضی حمید الدین پر حالت وجد طاری تھی اور خواجہ صاحب سینے پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ قاضی عماد نے ان کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ نابالغ مرد کو مجلس سماع میں شریک نہ ہونا چاہیے۔ یہ سنتے ہی خواجہ بختیار کاکی نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیرے اور فرمایا۔ اللہ داڑھی نکل آئے! اس دعا کے ساتھ ہی آپ کے داڑھی نکل آئی۔ اب آپ نے قاضی عماد کی طرف دیکھ کر فرمایا ہاں بیشک نابالغ کو محفل سماع میں شریک نہ ہونا چاہیے۔ مگر ہم اہل سماع ہیں اور سماع ہمارے لیے مُباح ہے۔

تمام حاضرین جلسہ حیران رہ گئے۔ قاضی صاحبان کی سمجھ میں اور تو کچھ آیا نہیں، چپکے سے واپس چلے گئے اور آپس میں مشورے کرنے لگے کہ ان دونوں نے یہ قوالی کی محفلیں کرنے کا رواج ڈالا ہے، اس کو فوراً بند کرنا چاہیے ورنہ یہ رواج قیامت تک جاری رہے گا۔

پھر بادشاہ کے پاس جاکر داڑھی نکل آنے کا پورا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ کا اعتقاد اور زیادہ پختہ گیا۔ اس نے کہا کہ ان دونوں بزرگوں کے معاملے میں دخل نہیں دینا چاہیے، ورنہ نتیجہ بہت خراب ہوگا۔ قاضیوں نے کہا۔ شرع میں سماع جائز نہیں ہے، ہم شرع کے حکم

کے مطابق جب تک ان کی محفلیں بند نہ کرا دیں چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔

بادشاہ نے کہا کہ تم روک سکتے ہو تو روک لو۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ اگر ہم ان کی محفل میں جاکر نہ کرنے کا حکم لگائیں گے تو وہ کہیں گے کہ تم کوئی شہر کے قاضی ہو یا مفتی ہو جو ہم پر فتویٰ لگاتے ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ آخر تم چاہتے کیا ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم کو قاضی اور صدر کے عہدے دیے جائیں۔ اس پر بادشاہ نے قاضی صادق کو قاضی بنا دیا اور قاضی عماد کو صدر کا عہدہ دے دیا۔

اختیارات پاکر دونوں نے قاضی حمید الدینؒ کے پاس حکم بھیجا کہ وہ مع بختیار کاکیؒ عدالت میں حاضر ہو کر سماع کے جائز ہونے کے دلائل پیش کریں یا ہمیشہ کے لیے توبہ کر لیں۔ اس حکم کو سنتے ہی خواجہ بختیار کاکی کی زبان سے نکلا۔ ان سے کہنا کہ بدبختو! تم دنیا میں رہنا چاہتے ہو یا قبر میں دفن ہونا چاہتے ہو۔ قاضی حمید الدین نے خواجہ صاحب کے منہ سے یہ بددعا سنی تو کہلا بھیجا کہ کل ہمارے پیر کا عرس ہے کل کے لیے ہمیں معافی دو۔ پرسوں شہر کے تمام علماء کو جمع کر لینا ہم بھی آجائیں گے۔ اگر ہم ان کو قائل کر سکے تو ٹھیک ہے ورنہ توبہ کر لیں گے۔ انھوں نے ایک دن کی مہلت دے دی مگر شرط یہ رکھی کہ عدالت میں صرف قاضی حمید الدینؒ اور خواجہ بختیار کاکیؒ آئیں تیسرا کوئی نہ آئے۔

اس کے فوراً بعد قاضی صادق اور قاضی عماد نے دہلی شہر کے دونوں دروازوں پر پہرہ لگوا دیا کہ کسی شخص کو اندر نہ آنے دیا جائے۔ ان دنوں شہر کے صرف دو دروازے تھے۔ ایک خادم نے جس کا نام مبارک تھا خواجہ صاحب کو بتایا کہ قاضی اور مفتی نے پہرے لگوا دیے ہیں تاکہ سماع کی محفل میں بہت کم لوگ آسکیں، بتائیے اب کتنا کھانا تیار کرایا جائے؟ قاضی حمید الدین موجود تھے بولے کہ پہلے سے دگنا پکواؤ۔ کون ایسا ہے جو ہماری محفل کی شرکت سے لوگوں کو روک سکے۔ اس پر پھر خواجہ صاحبؒ نے وہی کہا کہ قاضی عماد اور قاضی صادق کا دل شاید زندگی سے بھر گیا ہے، وہ اپنی موت کے خواہش مند ہیں۔

مبارک خادم نے کھانا پکوانا شروع کیا اور قاضی حمید الدینؒ نے دو رکعت نفل نماز پڑھ کر کہا۔ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی آرہے ہیں۔ ذرا سی دیر میں دیکھا کہ شیخ دہلی کے مشرقی دروازے سے داخل ہوئے تمام دربان اندھے ہو گئے اور کسی نے ان کو آتے نہ دیکھا۔ پھر فرمایا۔ شیخ جلال الدین تبریزی آرہے ہیں۔ وہ جنوبی دروازے سے داخل ہوئے۔ وہاں کے دربان بھی اندھے ہو گئے۔ اسی طرح بہت سے لوگ آگئے۔ جب سب جمع ہو گئے

تو پیر کے عرس کی محفل سماع شروع ہوئی۔ قوالوں نے لہک لہک کر قوالیاں گانا شروع کر دیں۔ ان کی آوازیں اتنی اونچی تھیں کہ قاضی عماد اور قاضی صادق کے کانوں تک بھی پہنچیں۔ انھوں نے ایک آدمی دریافت حال کے لیے روانہ کیا کیونکہ قوالی تو پہلے بھی ہوتی تھی مگر اتنی اونچی آواز سے نہیں۔ اس آدمی نے بتایا کہ قوالی میں بہت بڑا مجمع ہے' تل دھرنے کو جگہ نہیں ہے۔ قاضی عماد اور مفتی صادق نے سوچا کہ یہ اچھا موقع ہے اسی وقت چل کر ان لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے تاکہ روز روز کی قوالی کا جھگڑا ختم ہو جائے۔

یہ فیصلہ کر کے دونوں اپنے آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ یہاں خواجہ بختیار کاکیؒ پر وجد کی حالت طاری تھی اور محفل کے تمام لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ قاضی حمید الدین نے جو ان لوگوں کو دیکھا تو بولے۔ اے سنگ دلو! وہیں ٹھہرو۔ یہ سنتے ہی سب کے قدم اسی جگہ پر رک گئے وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ جب خواجہ صاحب کی وجد کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ آؤ تم بھی ہماری محفل سماع میں شریک ہو کر لطف اٹھاؤ تاکہ تم کو افسوس نہ رہے کہ ہم شامل نہ ہوئے۔ ان دونوں پر کچھ ایسا اثر تھا کہ وہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں ان پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور جب ہوش میں آئے تو دونوں نے خواجہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بولے۔ ہم معافی چاہتے ہیں' ہم اس کیفیت سے واقف نہ تھے۔ کون ایسا ہو گا جو واقف ہونے کے بعد سماع کو ناجائز کہے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا: تم اب بھی سماع کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ غرض کہ دونوں اپنے آدمیوں کو لے کر واپس چلے گئے۔ اور جا کر بادشاہ کو پورا قصہ سنایا۔ سلطان بہت خفا ہوا اور ان کو ان کے عہدوں سے ہٹا کر حکم دیا کہ کبھی میرے سامنے نہ آنا۔ دونوں شرمندہ اور قصوروار اپنے اپنے گھر چلے گئے اور اسی شرم سے اسی دن دونوں مر گئے۔ بادشاہ نے موت کی خبر سنی تو کہا کہ خواجہ صاحب نے سچ ہی فرمایا تھا کہ وہ اپنی زندگی سے سیر ہو چکے ہیں۔ (باقی آئندہ)

انسان دوست

حسن ذکی کاظمی

شانتو اور کامی چلتے چلتے خلائی جہاز سے کافی دور پہنچ گئے تھے۔ یہ سیارہ رنگوں کے معاملے میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ ایسے نرالے رنگ تھے کہ جو زمین پر شاید ہی دیکھنے میں آئیں اور پھر وہ درخت کتنے حسین تھے جیسے شیشہ، جیسے کسی چیز کی سوئیاں لٹک رہی ہوں۔ ان سوئیوں پر سورج کی روشنی پڑتی تو رنگوں کی عجب بہار دکھائی دیتی تھی۔ چلتے چلتے کامی کی نظر اچانک اس بورڈ پر پڑی جس پر لکھا تھا :

"خبردار! نوواردوں کے لیے اس سے آگے جانا منع ہے۔" کامی یہ بورڈ دیکھ کر ٹھٹک گیا اور اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس نے شانتو سے کہا: "چلو واپس چلیں۔"

"چھوڑو بھئی! تم نے پھر لڑکیوں کی طرح ڈرنا شروع کر دیا۔"

کامی کو شانتو کا یہ طعنہ بے حد ناگوار گزرا۔ اسے محسوس ہوا کہ شانتو پھر وہی جارحانہ انداز اختیار کر رہا تھا جس کا اظہار وہ زمین پر کیا کرتا تھا حالانکہ زمین سے روانگی کے وقت یہ معاہدہ ہوا کہ وہ اپنا جھگڑا زمین پر چھوڑ کر جائیں گے اور شاہلا سیارے پر اچھے دوستوں کی طرح وقت گزاریں گے۔ بہر حال کامی نے بات بڑھانا مناسب نہ سمجھا اور وہ خاموشی سے شانتو کے ساتھ چلتا رہا۔ درحقیقت کامی کو خود بھی اس سیر میں بڑا مزہ آرہا تھا۔

کامی اور شانتو اس سیارے پر نئے آنے والوں میں سب سے کم عمر تھے۔ ان دونوں کا شمار اپنے ملک کے خلائی تحقیق کے ادارے میں زیر تربیت انتہائی ہونہار طالب علموں میں ہوتا تھا۔ ان کی ذہانت اور گہری دل چسپی کی وجہ سے شاہلا پر جانے والی تیسری پرواز میں انھیں بھی شامل کر لیا گیا۔ ان کی ابتدائی تربیت خلائی تحقیق کے ادارے میں ہوئی اور طے پایا کہ شاہلا پہنچنے کے بعد انھیں ہر شعبے میں تھوڑے تھوڑے دن کام کرنے کا موقع دیا جائے گا تاکہ آیندہ کے لیے ان کی صلاحیتوں کا صحیح طور پر اندازہ لگایا جا سکے۔

شاہلا کی پہلی دو پروازوں میں جو لوگ آئے ان میں خلانورد، موسمیات کے ماہر، ارضیات

کے ماہر' نقشہ ساز' حیوانات و نباتات کے ماہر اور بعض دوسرے سائنس داں تھے۔ یہ دونوں پروازیں فنی اعتبار سے بھی بہت کام یاب رہیں اور سارے سائنس دان اس بات پر متفق تھے کہ شاہلا کے حالات کم و بیش زمین جیسے ہیں البتہ وہاں کسی حیوانی مخلوق کا پتا نہیں چلا ہے۔ صرف ایک سائنس داں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس نے گہرے ہرے رنگ کا ایک ایسا ڈھیر دیکھا جو آہستہ آہستہ حرکت کر رہا تھا' لیکن چند لمحوں بعد وہ گھنی جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ کافی دیر بحث کے بعد اس بات کو دوسرے تمام لوگوں نے محض ایک وہم قرار دیا۔

شانتو اور کامی نے یہ بات سن رکھی تھی لہٰذا شانتو نے کامی کو خوف زدہ کرنے کے لیے اس گہرے ہرے ڈھیر کا ذکر نکالا:

"کامی! ہم اتنا آگے نکل آئے ہیں کہ اگر وہ مخلوق ہمیں واقعی مل گئی تو بھاگنا مشکل ہو جائے گا۔"

کامی پر اس بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے کہا : "جب ایسا ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ البتہ مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ اب ہماری تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔ واپس چلنا چاہیے۔" شانتو نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

"بات یہ ہے کہ سزا تو بہرحال ملے گی۔ پھر ہم اور آگے کیوں نہ جائیں؟"

"ہاں' لیکن ہمیں وقت کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ابھی ہمیں راستوں کا بھی صحیح اندازہ نہیں ہے۔ یہاں صرف چھے گھنٹے روشنی رہتی ہے جس میں سے آدھا وقت گزر چکا ہے۔"

کامی پر اس خیال سے ہی خوف طاری ہونے لگا کہ اگر وہ راستہ بھٹک گئے اور اندھیرا ہو گیا تو کیا ہوگا' لیکن وہ اپنے اس خوف کو شانتو پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کہیں وہ پھر طعنے نہ دینے لگے۔ ادھر شانتو نے کامی کی طرف دیکھے بغیر کہا :

"دوست تم بھی بات کبھی کبھی ٹھیک کہہ جاتے ہو۔ واقعی ہمیں روشنی ختم ہونے سے پہلے واپس پہنچ جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ سب لوگ ابھی یہی سمجھ رہے ہوں کہ ہم کپتان کی ہدایت کے مطابق پہرے پر کھڑے ہیں۔"

وہ دونوں ایک ساتھ واپس مڑے اور جس راستے سے آئے [illegible] پر چلنا شروع کیا۔ ابھی تھوڑا ہی چلے تھے کہ کامی نے ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا: "کیا ہم [illegible] راستے پر جا رہے

ہیں؟"

"کیوں؟ تمھیں یہ خیال کیوں آیا؟" شانتو نے کہا۔

کامی نے آگے بڑھتے ہوئے پھر دائیں بائیں دیکھا اور کہنے لگا : "تم نے غور نہیں کیا کہ وہ اخروٹ جو میں نے تھوڑی تھوڑی دور پر نشانی کے لیے ڈالے تھے، کہیں نظر نہیں آرہے ہیں۔"

"ارے ہاں! یہ کیا ماجرا ہے؟" شانتو چلتے چلتے رُک گیا۔ چند لمحے بعد اس نے پھر چلنا شروع کیا اور بولا :

"خیر کوئی بات نہیں، چلتے رہو۔ میرا دل کہتا ہے کہ ہم ٹھیک راستے پر جارہے ہیں۔"

کامی پریشان سا ہو کر بولا : "لیکن خیال سے کام تو نہیں چلے گا۔ ہمیں کچھ ..."

شانتو نے بات کاٹی : "اچھا تو پھر یہیں کھڑے رہو۔ قسمت میں ہوگا تو کپتان اور اس کے ساتھی خود آکر تلاش کرلیں گے۔"

کامی کو اس کے طنزیہ لہجے پر غصہ تو آیا، لیکن وہ برداشت کرگیا اور کہنے لگا :

"دیکھو! بات یہ ہے کہ ایک تو راستے سے بھٹک جانے کا اندیشہ ہے اور دوسرے یہ کہ اخروٹ خود بہ خود تو غائب نہیں ہو سکتے۔ انھیں یقیناً کسی نے اٹھایا ہوگا۔"

"ہوں ہوں ... بات تو سمجھ میں آتی ہے۔" شانتو نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور پھر وہ زور سے اچھل پڑا۔

"کامی! وہ دیکھو وہ کیا ہے؟" اس نے انگلی سے درخت کی طرف اشارہ کیا۔

کامی نے اس طرف دیکھا تو وہ سہم سا گیا۔ درخت کے تنے کے نچلے حصے میں ہرے رنگ کا تار جیسا ایک لمبا سا ڈنٹھل نکلا ہوا تھا جس کے سرے پر ایک موٹی سی کلی تھی۔ یہ کلی اس طرح کھلتی اور بند ہوتی تھی جیسے گھوڑا اپنا منہ کھولتا اور بند کرتا ہے۔ کلی کا منہ کھلا تو شانتو اور کامی نے دیکھا کہ اس میں اخروٹ رکھا ہے۔ دوسرے ہی لمحے منہ بند ہوگیا۔ دونوں نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو انھیں [illegible]لا کہ ہرے درخت کے تنے میں اسی طرح کے ڈنٹھل لگے ہوئے ہیں، لیکن وہ یہ نہیں [illegible] سکے کہ اخروٹ ان تک کیسے پہنچے۔ یہ بات انھیں کچھ دیر بعد معلوم ہوئی کہ جو چھوٹی [illegible] چیز ان ڈنٹھلوں کی پہنچ میں ہوتی ہے اسے آگے بڑھ کر منہ میں رکھ لیتے

تھے۔ ان کے منہ میں ایک ایسا کیمیائی مادہ پیدا ہوتا تھا جو اس چیز کو گلا دیتا تھا اور یہ درخت کی غذا بن جاتے تھے۔

مختصر طور پر یہ کہ راستہ یاد رکھنے کے لیے جو اخروٹ ڈالے گئے تھے' ڈنٹھلوں کے منہ میں جا چکے تھے اور شانتو اور کامی اپنا راستہ بھٹک چکے تھے۔ روشنی کم ہونا شروع ہوگئی تھی اور ان کا اندازہ تھا کہ تقریباً ایک گھنٹے میں اندھیرا ہو جائے گا۔ چاروناچار دونوں نے اندازے سے چلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دور چلے ہوں گے کہ انھیں محسوس ہوا کہ ان کے کپڑوں اور ہاتھوں پر لال لال چھینٹے پڑے ہوئے ہیں۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ ابھی وہ ان سرخ چھینٹوں کا راز پانے کی کوشش ہی کر رہے تھے کہ ہوا میں سرسراہٹ محسوس ہوئی۔ شانتو اور کامی ٹھٹک گئے اور دونوں کی نظریں اوپر اٹھیں۔ ان کے سروں پر تتلیوں کا ایک غول منڈلا رہا تھا۔ یہ تتلیاں نہایت خوش رنگ تھیں اور شکل میں بھی ہماری دنیا کی تتلیوں سے ملتی جلتی تھیں' لیکن جسامت میں ایک تتلی ہماری پر پھیلائی مینا کے برابر تھی اور ان کے پَروں سے سرخ ننھی ننھی بوندیں اس طرح گر رہی تھیں جیسے بارش کی ہلکی ہلکی پھوار ہو۔

شانتو اور کامی کا خوف اب اس مرحلے میں تھا کہ وہ ایک دوسرے سے کچھ بول بھی نہیں رہے تھے۔سراسیمگی کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور خاموش رہتے۔ البتہ دل میں دونوں پچھتا رہے تھے کہ انھوں نے کیا حماقت کی جو شاہلا پر آمد کے دوسرے تیسرے دن ہی بغیر کسی سے مشورہ کیے اور بغیر اطلاع دیے اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر اتنی دور نکل آئے۔

اب شانتو اور کامی جس جگہ کھڑے تھے وہاں سے درخت تو تھوڑے فاصلے پر تھے' لیکن سبزہ خوب تھا اور جھاڑیاں بھی کافی تھیں۔ دونوں نے ایک بار پھر سورج سے اپنی سمت کا اندازہ لگایا اور چل پڑے۔ چند قدم آگے گئے تھے کہ ایک ٹیلا راہ میں حائل پایا۔ گہرے ہرے رنگ کا ٹیلا جس پر دو تتلیاں اپنے غول سے بچھڑ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔

چند لمحے بعد زور دار پھنکار سنائی دی۔ دونوں نے سہم کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا اور رک گئے۔ ہرے ٹیلے پر دو تین لال دھبے بھی تھے اور اب اس میں ہلکی سی جنبش بھی محسوس ہو رہی تھی۔ انھیں اب یقین ہو چکا تھا کہ پہلی پرواز کے سائنس داں نے جس گہرے ہرے

ڈھیر کا ذکر کیا تھا اور جو تھوڑی دیر میں اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا وہ اب ان کے سامنے ہے۔

کامی نے سہمی ہوئی آواز میں شانتو سے کہا :

"لیکن اس کی پیٹھ پر یہ لال لال دھبے کیسے ہیں؟"

شانتو کچھ دیر ادھر ادھر تکتا رہا اور پھر بولا :

"میرا خیال ہے یہ خون کے دھبے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ تتلیاں ڈنک مار مار کے اسے زخمی کرتی ہیں اور پھر اس کا خون چوستی ہیں۔" اس نے اپنے کپڑوں اور ہاتھ پر پڑے ہوئے چھینٹوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا :

"دیکھو یہ اس کا خون ہی ہے جو تتلیوں کے پَروں میں لگ گیا تھا۔"

کامی نے برا سا منہ بنایا اور بولا : "مجھے تو اس خیال ہی سے متلی ہونے لگی کہ یہ تتلیاں ایسے ہیبت ناک جانور کا خون چوس کر اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔ ہماری تتلیاں تو پھولوں کا رس چوستی ہیں۔"

"تم بھی کمال کرتے ہو۔ یہ تتلیاں کہاں ہیں! بس پَر تتلی جیسے ہیں، لیکن دیکھو یہ کتنی بڑی ہیں اور پھر ڈنک بھی ہیں ان کے۔" شانتو نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

کامی نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے ہرے ڈھیر کی پیٹھ پر بیٹھی ہوئی تتلیوں کا غور سے جائزہ لیا اور چونک کر بولا : "انھوں نے اس جانور کی پیٹھ کو... اگر یہ واقعی کوئی جانور ہے، خاصا زخمی کر دیا ہے۔ شاید یہ گوشت بھی کھاتی ہیں۔"

مشاہدہ اور تحقیق کا شوق اب ان دونوں پر پوری طرح حاوی تھا۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ وہ خوف خود بخود کافی کم ہوگیا جو یہ منظر دیکھ کر شروع میں ان پر طاری ہوا تھا۔ اب ان کا انداز کچھ ایسا تھا کہ وہ اس معاملے کی تہ تک پہنچ کر ہی دَم لیں گے۔ اپنے اسی شوق و تجسس اور لگن کے باعث وہ اپنے تربیتی کورس میں سب سے ممتاز تھے اور اسی وجہ سے انھیں اس پرواز میں ساتھ لانے کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔

ان دونوں ذہین اور باہمت لڑکوں کے درمیان گفتگو کا وہ سلسلہ جو ڈر اور پریشانی کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا اب دوبارہ جڑ چکا تھا۔ کامی نے اس ہرے ڈھیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا :

"دیکھو شانتو! اب ہمیں ایک ایک چیز کا بہت غور سے جائزہ لینا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہمیں راستہ نہ بھی ملا تو وہ لوگ ہمیں تلاش کرلیں گے اور بظاہر یہ جانور۔۔۔"

"اگر یہ جانور ہے تو۔۔۔" شانتو مسکرا کر بولا۔

"ہاں اگر یہ جانور ہے تو بھی بظاہر ہمیں یہ کوئی نقصان پہنچانے کے موڈ میں نہیں معلوم ہوتا۔ اب ہمیں ایک ایک چیز کو اپنے ذہن میں نوٹ کرلینا چاہیے تاکہ۔۔۔"

"سب سے پہلے ہم اس سیارے کے بارے میں یعنی اس کے ماحول کے بارے میں رپورٹ دے سکیں اور دوسرے سب لوگ ہم سے پیچھے رہ جائیں۔" شانتو نے کامی کا جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! میرا یہی مطلب ہے' کیوں کہ ہم نے اگر کیپٹن کو مکمل رپورٹ دی تو وہ یقیناً ہماری غلطی کو معاف کر دے گا اور صرف یہی نہیں بلکہ ہماری ترقی کے امکانات بھی پیدا ہو جائیں گے۔" کامی نے بڑے یقین کے ساتھ کہا۔

خوف کے آثار اب بالکل ختم ہو چکے تھے اور وہ دونوں کافی اطمینان سے باتیں کر رہے تھے۔

کامی نے کہا: "شیشے کی سوئیوں والے درخت تو غالباً سب ہی نے دیکھ لیے ہوں گے' کیوں کہ وہ جہاز کے قریب ہی تھے' لیکن وہ درختوں کے سانپ کی طرح لہراتے ہوئے ڈنٹھل اور یہ تتلیاں اور پھر یہ۔۔۔"

شانتو نے پھر بات کاٹی: "مگر تم اسے جانور کہتے ہوئے کیوں ڈرتے ہو۔ میرے بھائی کیا سمجھ اس کی حرکت اور اس کا خون دیکھنے کے بعد بھی کچھ شبہ ہے۔"

"نہیں' یہ بات نہیں۔ اب تو مجھے یقین ہے' لیکن یہ کم بخت نہ چل رہا ہے اور نہ ان تتلیوں کو کچھ کہہ رہا ہے جو اسے نوچے جا رہی ہیں۔" کامی نے بڑی معصومیت سے کہا۔

شانتو نے ارد گرد کا جائزہ لیتے ہوئے کہا: "کیا خیال ہے اس کے اور قریب جا کر دیکھیں۔"

کامی نے کہا: "ہاں خیال تو بُرا نہیں۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ آخر کب تک اس طرح یہ ہمارا راستہ روکے رہے گا۔"

اب دونوں نے دبے پاؤں آگے بڑھنا شروع کیا۔ ان کے آگے بڑھنے سے اس ہرے ڈھیر پر تو کوئی اثر نہ ہوا البتہ دونوں تتلیاں وہاں سے اڑیں اور ان میں سے ایک شانتو کے منہ پر اور دوسری کامی کے بازو پر حملہ آور ہوئی۔ ان دونوں نے گھبرا کر انھیں جھٹکا۔ وہ نیچے گریں اور ایک بار پھر حملہ کیا۔ شانتو اور کامی کے زخموں سے خون رسنے لگا اور ان کی مزاحمت کے باوجود تتلیوں نے کئی حملے کیے۔ وہ اب نئے زخم لگانے کے بجائے رستے ہوئے خون کو چوسنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ شاید انھیں انسانی خون اس ہیبت ناک جانور کے خون سے زیادہ مزے دار لگا تھا یا پھر وہ منہ کا مزا بدلنا چاہتی تھیں۔

بالآخر شانتو اور کامی دونوں تتلیوں کو بھگانے میں کام یاب ہو گئے' لیکن وہ تھک بھی گئے تھے اور زخموں میں خاصی جلن بھی محسوس ہو رہی تھی۔ انھیں یہ بھی خیال تھا کہ اس جانور کی طرف سے بالکل بے فکر نہیں ہو جانا چاہیے۔ کیا معلوم وہ بھی حملہ کر دے۔

اچانک ہوا میں پھر سرسراہٹ پیدا ہوئی۔ شانتو نے اوپر دیکھا اور چلایا :

"کامی! اپنے آپ کو بچاؤ! تتلیوں کا غول واپس آ رہا ہے۔"

دم بھر میں غول ان کے سر پر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دونوں تتلیاں اپنی حمایت کے لیے یعنی اس اجنبی مخلوق انسان سے بدلہ لینے کے لیے بلا کر لائی تھیں یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ انسانی خون سے اپنی طرح دوسری تتلیوں کے منہ کا ذائقہ بھی بدلوانا چاہتی ہوں۔

ابھی شانتو اور کامی اپنے بچاؤ کے لیے سنبھلے بھی نہ تھے کہ پانچ چھے تتلیوں نے ایک ساتھ حملہ کیا۔ انھوں نے ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی' لیکن وہ تتلیوں کے حملے کو پوری طرح ناکام نہ بنا سکے اور ان کے ہاتھ زخمی ہو گئے۔ اچانک انھیں وہی پھنکار سنائی دی جو کچھ دیر پہلے انھوں نے سنی تھی۔ وہ گہرا ہرا ڈھیر تیزی سے اوپر اٹھا اور اپنے چاروں پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پاؤں ہاتھی جیسے تھے' اس کا جسم خصوصاً پیٹھ کچھوے کی طرح تھی۔ دم کافی لمبی تھی جو شروع میں موٹی اور پھر پتلی ہوتی گئی تھی۔ دم کو وہ کبھی لہراتا اور کبھی پٹختا تھا۔ شاید یہ غصے کا اظہار ہو۔ منہ مگرمچھ کی طرح کا تھا جس پر دو گول گول بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ منہ سے کوئی لیس دار گاڑھی گاڑھی چیز بہ رہی تھی۔ یہ خوف ناک جانور آگے بڑھا تو اس کے سر کے پیچھے سے ایک ڈنڈے کی طرح کی چیز ابھری جو آگے سے مڑی ہوئی تھی اور اس کے

کنارے پر ایک گول منہ بنا ہوا تھا۔ یہ کچھ ایسا لگتا تھا کہ جیسے دھات کے ایک چک دار اسٹینڈ میں مائکرو فون لگا کر اسے آگے کی طرف موڑ دیا گیا ہو۔ اس عجیب مخلوق کا جسم ایک بار زور سے کانپا اور اس نے اس مائکرو فون نما چیز کا رخ تتلیوں کی طرف کر کے پھنکارنا شروع کیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس عضو سے ہوا کے فوارے چھوٹ رہے ہیں جنھوں نے تتلیوں کو دور بھگا دیا۔

کامی کی آواز دور سے سنائی دی : "شانتو! تیز بھاگو! ایک بلا سے پیچھا چھوٹا ہے اب کہیں دوسری گلے نہ پڑ جائے۔ بالکل نہ ڈرو، یہ بھاری جسم والا جانور ہم سے تیز نہیں دوڑ پائے گا۔"

شانتو نے دیکھا کہ کامی خاصا دور پہنچ گیا ہے۔ بس سورج کی آخری کرنیں تھوڑی سی روشنی بکھیر رہی تھیں۔ اندازہ یہ تھا کہ چند منٹ بعد اندھیرا ہو جائے گا۔ شانتو نے اس سمت میں دوڑنا شروع کر دیا جس سمت کامی گیا تھا۔ وہ جلد ہی کامی کے پاس پہنچ گیا پھر دونوں ساتھ بھاگتے رہے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کا سانس پھول گیا اور ان کی رفتار بہت سست ہو گئی۔

تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ وہی ہرے رنگ کا ڈھیر ایک بار پھر ان کی راہ میں حائل تھا۔ کامی پر دہشت طاری ہو گئی۔ اس کا اندازہ غلط نکلا کہ اس مخلوق کی رفتار ان سے بہت کم ہو گی۔ اس نے ان کا پیچھا کرنے کے بجائے تھوڑا مختلف راستہ اختیار کیا اور پھر ان کے آگے آکر کھڑا ہو گیا۔

کامی نے بڑی کم زور آواز میں کہا : "بس اب بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔"

اور پھر اسے ہوش نہ رہا۔

کامی کتنی دیر بے ہوش رہا اسے کچھ اندازہ نہ تھا۔ ہوش آنے کے بعد اس نے آنکھ کھولی تو ہر طرف اندھیرا تھا۔ آسمان پر چمکتے ہوئے تاروں کی روشنی بہت مدھم تھی لہٰذا صاف کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہوا میں خنکی پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے ایک عجیب بات محسوس کی اور وہ یہ کہ اس کے زخموں کی تکلیف دور ہو چکی تھی البتہ زخموں پر انگلیاں پھیرنے سے محسوس ہوا کہ ان پر کوئی لیس دار گاڑھی سی چیز ملی ہوئی تھی۔ کامی کروٹ سے لیٹا تھا اور اس کی پیٹھ ایک دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ دیوار خاصی نرم ہے اور اس میں کچھ

حرکت بھی ہو رہی ہے۔ کامی نے جلدی سے کروٹ بدلی تو مدھم روشنی کے باوجود اسے وہی ہرا ہرا جسم نظر آیا۔ بے اختیار اس کی چیخ نکل گئی اور اس نے بھاگنے کی کوشش کی' لیکن بدہیبت جانور نے کامی کو اپنی دم میں کس لیا اور اس کی کوشش ناکام بنا دی۔ کامی کو کچھ تو اپنی بے بسی پر رونا آیا اور کچھ شانتو کی فکر ہوئی۔ اس نے سوچا : "پتا نہیں شانتو کس حال میں ہوگا؟ زندہ بھی ہوگا یا نہیں؟"

پھر اس نے اپنے بارے میں سوچنا شروع کیا کہ کیا وہ ہمیشہ اس بدہیبت مخلوق کی قید میں رہے گا اور بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ملے گا؟

اچانک اسے کچھ فاصلے سے شانتو کی آواز سنائی دی : "کامی! ڈرو مت۔ ہمت نہ ہارنا! میرا خیال ہے یہ جانور ہمیں ہرگز نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"تم آخر ہو کہاں؟" کامی خوشی سے اچھل پڑا۔

"میں اس زندہ دیوار کی دوسری طرف ہوں۔ میرے زخم اب کافی ٹھیک ہوگئے ہیں' لیکن ان پر کچھ عجیب سی لیس دار چیز ملی ہوئی ہے۔"

"شانتو! ابھی مزید باتوں کے موڈ میں تھا' لیکن انھیں ایسا لگا کہ جیسے ایک دم روشنی ہوگئی ہے۔ ٹارچ کی روشنی کا رخ انھی کی طرف تھا۔ شانتو اور کامی کے درمیان سے وہ دیوار لمحوں میں غائب ہوگئی اور انھیں نائب کپتان کی آواز سنائی دی جو اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ میرا خیال ہے یہ ٹھیک ہیں۔ صبح کپتان کے سامنے ان کی پیشی ہوگی۔

دوسرے دن کپتان سے ملاقات ہوئی تو وہ سخت برہم تھا' لیکن جوں جوں وہ شانتو اور کامی کی روداد سنتا رہا' اس کا غصہ بھی ٹھنڈا ہوتا رہا۔ آخر میں وہ مسکرایا اور بولا :

"اچھا تو اس نے نہ صرف تمھیں ان ظالم تتلیوں سے بچایا بلکہ ذرا سی دیر میں تمھارے زخم بھی ٹھیک کر دیے۔"

شانتو اور کامی نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر کپتان اور سائنس دانوں کا جو کام آسان کر دیا تھا اس پر سب نے ان کی تعریف کی اور آیندہ انھیں اہم تر ذمے داریاں سونپنے کا وعدہ کیا' لیکن پھر بھی وہ ضابطے کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے سزا سے نہ بچ سکے۔ سزا یہ تھی کہ وہ ایک ہفتے تک کیمپ سے باہر نہ جا سکیں گے اور اس دوران روزانہ کیمپ کی صفائی اور کھانے

کے سارے برتنوں کی دھلائی ان دونوں کو کرنا پڑے گی۔ مزید یہ کہ سزا ختم ہونے کے بعد وہ اپنی پوری رپورٹ لکھ کر پیش کریں گے۔

دونوں نے کپتان کی ہدایت کی مطابق مشترکہ تحریری رپورٹ چند ہی روز میں پیش کر دی جس کے آخری جملے یہ تھے :

"اس ہیبت ناک مخلوق کا رویہ پورے وقت ہمارے ساتھ ہمدردانہ رہا۔ اس نے ہماری جان بچائی اور ہمارے زخموں کا علاج بھی کیا۔ یہی نہیں بلکہ اس نے ہمیں اس وقت تک اپنی حفاظت میں رکھا جب تک ہمارے ساتھی ہمیں تلاش کرتے ہوئے وہاں نہ پہنچ گئے۔ ہمیں اندازہ ہوا کہ اسے انسانوں سے ہمدردی ہے۔ ہمیں اس جانور اور ایسے ہی دوسرے جانوروں کی طرف (اگر وہ اس سیارے پر موجود ہیں) دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہیے اور انسانوں سے ہمدردی اور محبت کے اس جذبے کی قدر کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ جذبہ اب خود انسان کے دل سے ختم ہو رہا ہے۔"

ہو رہا ہے۔"

قوموں کی پستی اور بلندی

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اللہ اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلیں۔

تفسیر

اللہ کا یہ قانون ہے کہ وہ کسی قوم کو صرف اپنی طرف سے پست یا بلند نہیں کرتا بلکہ ہر قوم خود اپنے ایمان و عمل سے جیسا اپنے کو پہلے مستحق بناتی ہے۔ ویسا ہی اللہ اس کی حالت کو بدل دیتا ہے اگر ہم بلندی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ تو اللہ اپنی مہربانی سے ہم کو اور بلند کرتا ہے۔ اگر پستی کی طرف مائل ہوتے ہیں تو بطور سزا کے وہ ہم کو اور پست کر دیتا ہے۔ اس قانون میں کسی قوم اور کسی نسل کی کوئی تخصیص نہیں۔ مسلم ہو یا غیر مسلم جس قوم نے جیسا اپنے ساتھ کیا۔ ویسا ہی اللہ نے اس کے ساتھ کیا۔ اس سچائی پر تمام قوموں کی تاریخ گواہ ہے۔

حکیم صاحب کے مشورے



حکیم محمد سعید

صحت خراب ہے

س : عمر ۲۱ سال ہے۔ بچپن میں بہت صحت مند تھا، مگر دو سال سے صحت مسلسل خراب ہو رہی ہے۔ ہاتھوں، پیروں اور منھ پر گوشت بہت کم ہو گیا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میری طاقت ضائع ہو رہی ہے۔ میں پانچ وقت کا نمازی ہوں۔ (سجاد)

ج : میرے عزیز! وطن کے نوجوان جب تک صدقِ دل سے اس پر غور نہیں کریں گے کہ صحت ان کی ذاتی ضرورت بھی ہے، اور ملک کی ضرورت بھی ہے اس وقت تک وہ بے پروا رہیں گے۔ آپ کی خراب صحت بے پروائی کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ اپنی صحت اور قوت کی حفاظت کرتے تو آج نہ گوشت کم ہوتا اور نہ طاقت ضائع ہوتی۔

اب خراب صحت کو بنانا مشکل مرحلہ ہے، مگر ناممکن نہیں ہے۔ حفظِ صحت کے اصولوں پر عمل کریں۔ رات جلد سو جائیں۔ صبح جلد اٹھ جائیں۔ ضرورت سے زیادہ کھانا صحیح نہیں ہے۔ اگر صبح اچھا ناشتا کرلیں اور بعد مغرب کھانا کھالیں تو صحت کے لیے خوب رہے گا۔ زیادہ کھانے والے صحت مند نہیں رہتے۔

عبادت کو فرض جانیں۔ صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں۔

پسینا آتا ہے

س : عمر ۲۱ سال ہے۔ مجھے پسینا بہت آتا ہے۔ (تنویر احمد' محمد شریف)

ج : میرے شریف انسان پسینا آنا کوئی مرض نہیں ہے! پسینہ تو سب ہی کو آتا ہے۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ۔ انسان کی جلد میں پسینے کی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ کسی میں ان کا فعل کم ہوتا ہے کسی میں زیادہ۔ یہ قدرت کا نظام ہے۔ اسے چھیڑنا صحیح نہیں ہے۔ بس صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔ غسل کرنا ایک اچھی عادت ہے۔ اس سے ستھرائی رہتی ہے اور دل بھی خوش رہتا ہے۔

پیٹ پر مسّے

س : میری امی کی عمر ۴۹ سال ہے اور ان کے پیٹ پر بہت سالوں سے لال لال مسّے ہیں اور چکنے چکنے ہیں' معالجین کہتے ہیں خون خراب ہے۔ (بینش صدیق')

ج : میری رائے ہے کہ ان مسّوں کو فراموش کر دینا چاہیے۔ ان کا علاج کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ان مسّوں کو چھیڑنا یا ان کو گرانے کی کوشش کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ خون کی خرابی سے الگ کی بات ہے۔ محترمہ والدہ صاحبہ سے کہہ دیں کہ وہ ان کو بھول جائیں پروا نہ کریں۔

پیٹ خراب ہے

س : عمر ۱۸ سال ہے۔ میرا پیٹ اکثر خراب رہتا ہے۔ کبھی دست شروع ہو جاتے ہیں تو کبھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ میں پہلے ہر وقت کھاتی رہتی تھی۔ اپنے آپ پر قابو نہیں تھا۔ ناشتے میں دو پراٹھے' دوپہر دو روٹیاں اور رات کو بھی دو' مگر اب سال ہو گیا' میں نے پراٹھے کھانے چھوڑ دیے ہیں۔ اب میرا معدہ بگڑ چکا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے سر میں درد رہتا ہے۔ ہر وقت چکر آتے رہتے ہیں۔ میں بی ایس سی کی طالبہ ہوں۔ (ثمین')

ج : بیٹی! یہ فقط تمہارا حال نہیں ہے۔ پوری قوم اس وقت رات دن کھانے پر لگی ہوئی

ہے۔ ہمارے دشمن نہایت احتیاط سے ایسے انتظامات کررہے ہیں کہ ہم بس کھانے پر لگ جائیں اور باقی ہر چیز بھول جائیں۔ اس کھانے کے شوق نے تو ملک کو تباہ کیا ہے۔ رات دن صبح دوپہر، شام اور رات کھاتے رہنا بے حد غلط ہے۔ ایک ناشتا ایک کھانا ہی صحیح راستہ ہے۔ تم کو کسی دوا کی ضرورت نہیں ہے۔ احتیاط کا دامن تم نے اب پکڑ ہی لیا ہے۔ اب تم فقط تازہ ادرک ۶ گرام لے کر اسے ایک کپ پانی میں جوش دو۔ چھان کر ذرا سا شہد ملا کر پینا شروع کردو۔ اس سے پیٹ ٹھیک ہوجائے گا انشااللہ۔

قبض کی شکایت

س : عمر ۲۳ سال ہے۔ کبھی بھوک لگتی ہے کبھی نہیں۔ کبھی کھانا کھانے کے بعد بوجھ محسوس کرتا ہوں۔ قبض کی شکایت اکثر رہتی ہے۔ بدخوابی زیادہ ہوتی ہے، جس کے سبب کم زوری محسوس کرتا ہوں۔ بہت علاج کرایا مگر وقتی فائدہ ہوتا ہے۔ (نثار)

ج : اگر آپ مغرب کے فوراً بعد کھانا کھالیا کریں اور عشا کی نماز ادا کرکے جلد سوجائیں تو یہ آپ کی صحت کے لیے اچھا ہے۔ عبادت کے بعد خیالات میں تازگی آجاتی ہے۔ یہ اچھائی قوت کی حفاظت کرتی ہے۔ صبح ناشتا کرلیا کریں۔ دن کا کھانا ترک کردیں۔ صحت اچھی ہوجائے گی۔

دل کی دھڑکن

س : میرے بڑے بھائی کی عمر ۲۶ سال ہے۔ ان کے دل کی دھڑکن اٹھنے بیٹھنے اور کام کرنے سے تیز ہوجاتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ (عاصمہ ہمایوں خان)

ج : عاصمہ بٹی، آپ کو تاخیر نہیں کرنی چاہیے اور بھائی جان کا معائنہ قلب کرالینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی بڑی خرابی ہورہی ہو۔ اکثر اوقات دھڑکن کا سبب قلب کا مرض نہیں ہوتا بلکہ حالات ہی ہوا کرتے ہیں۔ لیکن ہر صورت میں پہلے معائنہ کروالینا صحیح اصول ہے۔ اگر کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ محض عصبی تناؤ ہے تو پھر مجھے لکھیے میں بغیر دوا کے علاج کی تدبیر بتادوں گا۔

پسندیدہ اشعار

ہمارے پیامی اپنے پسندیدہ اشعار تو لکھتے ہیں لیکن یہ نہیں لکھتے کہ وہ شعر کس شاعر کا ہے۔ آئندہ سے صرف انھیں پیامیوں کے بھیجے ہوئے اشعار شامل اشاعت ہوں گے جن میں شاعر کا نام لکھا ہو۔ (ادارہ)

کچھ لوگ جو خاموش ہیں یہ سوچ رہے ہیں
سچ بولیں گے جب سچ کے ذرا دام بڑھیں گے

نصرت سلطانہ عب الحق' نئی بستی' بدنیرہ

دوستوں سے ملاقات کی شام ہے
یہ سزا کاٹ کر اپنے گھر جاؤں گا

عابد خان امیر خان مسلم نگر' مالیگاؤں

عروجِ آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہِ کامل نہ بن جائے

نجمہ سوداگر' دیوان پورہ' منگرول پیر

ہمارا شہر تو چھوٹا ہے لیکن
ہمارے شہر کا مقتل بڑا ہے

محمود عالم مہدیو اسکول سدھار تھ نگر یوپی

ل نہیں سکتی نکموں کو زمانے میں مراد
کامیابی کی جو خواہش ہو تو محنت چاہیے

نغمہ ناز آسے گاؤں' منگرول پیر

وہ ساتھ اپنے لے گئے یادوں کے سلسلے
جلتے ہوئے مکان میں رہتا بھی کون ہے

تبسم ناز شیخ' بی ایچ' سبحانی ہائی اسکول' ناگپور

رحمت کے آسرے کا مزہ اس سے پوچھیے
نیکی بھی جس نے اپنی لکھا دی گناہ میں

رانی شبانہ' شیخ محلہ' سیوان' بہار

میں حقیقت میں تھا ایک مقدس کتاب
لوگ پڑھتے رہے ناولوں کی طرح

شیخ ضفر شیخ یاسین' بی بی تالونار' بلڈانہ

ممکن ہے کل زبان و قلم پر ہوں بندشیں
آنکھوں کو گفتگو کا سلیقہ سکھائیے

سعیدیہ بدر' گرلز آئیڈیل اکیڈمی' اررریہ

میرے گناہ زیادہ ہیں یا تری رحمت
کریم تو ہی بتا دے حساب کر کے مجھے

محمد حنیف ملا مصباح العلوم گلبرگہ

نیزے پہ رکھ کے اور میرا سر بلند کر
دنیا کو ایک چراغ تو جلتا دکھائی دے

اسرار احمد خاں' وی۔ ایم۔ وی' امراوتی

ٹوٹ کر ڈالی سے جس دم ہاتھ میں آتا ہے آم
لذتیں ہر دو جہاں کی ساتھ میں لاتا ہے آم
گرمیوں میں آگیا تعبیر بن کے خواب کی
سردیوں میں پھر سنہرا خواب بن جاتا ہے آم
ٹوٹ سکتا ہوں مگر جھکنا مری فطرت نہیں
بادِ صرصر کو یہ کہہ کر آنکھ دکھلاتا ہے آم
پاؤں سے معذور ہے پر دیکھیے ہمت کی داد
یوں تو لنگرا ہے مگر لندن پہنچ جاتا ہے آم

پہلے سب کو تھا میسر کیا امیر اور کیا غریب
اب تو اپنے ملک سے عنقا ہوا جاتا ہے آم

محمد توسین' قریش نگر۔ بھیونڈی

ذکر تھا آستیں کے سانپوں کا
آپ کیوں پیچ و تاب کھانے لگے

ایم۔یو۔خان' شبیر نگر' مالیگاؤں' ناسک

رحمان کے فرشتے گوہیں بہت مقدس
شیطان ہی کی جانب لیکن "مجارٹی" ہے (اکبر)

شکیل احمد نعیم اللہ' کنیسری' براہپور

سورج تن کر نکلا تھا اپنی کرنوں کی رعنائی میں
آخر جھک کر جانا پڑا تاریکی کی گہرائی میں

مبشر مبین' سنٹرل پبلک اسکول' چسکجادو

قرآن لانے والا ' قرآن لانے والا
عرشِ بریں سے جاکر رحمت لٹانے والا
اب ناز کر تو اپنی قسمت پہ اے حلیمہ
خوشبوں سے بھر گیا ہے گھر بھی تیرا حلیمہ
گودی میں کھیلتے تھے بگڑی بنانے والے
مٹھی میں کنکری سے کلمہ پڑھانے والے
قرآن لانے والا ' قرآن لانے والا

محمد پرویز عالم' آزاد ہائی اسکول' باراگیا

نیرنگیء سیاست دوراں تو دیکھیے
منزل انھیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

محمد آصف' مئوناتھ بھنجن پور' یو۔پی

خدا کے فضل سے دونوں میاں بیوی مہذب ہیں
حجاب ان کو نہیں آتا' انھیں غصہ نہیں آتا (اکبر)

آرزو کوثر فاروقی' جواہر کالونی' پربھنی

گوشہ دل سے نفرت مٹا دیجیے
کوئی گالی بھی دے تو دعا دیجیے

محمد فہید پاشا' بی۔۱۱۹' بنگالی بازار' کلکتہ

اغیار مہر و ماہ سے آگے نکل گئے
الجھے ہوئے ہیں صبح کی پہلی کرن میں ہم

سید اطہر پرویز' باغبان پورہ واشم' آکولہ

تاک میں بیٹھا ہوا بوڑھا کبوتر رو دیا
جس میں ڈیرا تھا اسی مسجد میں تالے پڑ گئے

محمد وسیم ایوب۔ منگرول پیر

زندگی ایسی جیو کہ دشمنوں کو رشک ہو
موت ہو ایسی کہ دنیا دیر تک ماتم کرے

محمد ندیم محمد ایوب بڑھئی پورہ' منگرول پیر

رفتار زمانہ کو کوئی نام نیا دو
اٹھتی ہوئی نفرت کی یہ دیوار گرا دو

اسما تبسم بڑھئی پورہ' منگرول پیر

صبر' خدداری' دلیری' حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا نام اک اور مسلماں ہو گئے

ہلال انور بردایا' کھول' مدھوبنی' بہار

میری انا کا تو ساگر کھنگال دے اللہ
شرابِ عشق نبیؐ اس میں ڈھال دے اللہ

برکت اللہ پورہ رانی' مبارکپور' اعظم گڑھ

چہرے سے لگتے ہیں، بڑے دیندار ہیں
گھر میں لگا ہے ان کے مگر V.C.R ہے

محمد نایاب عالم، جامعہ اسلامیہ انوارالعلوم، مبارکپور

میاں سجدے میں گر جاؤ دعائیں مانگ کر دیکھوں
خدا کاغذ کے پھولوں میں بھی خوشبو بھیج دیتا ہے

جنید عبدالعزیز، دسگرے رائے گڑھ

چین و عرب ہمارا سارا جہاں ہمارا
رہنے کو گھر نہیں ہے سارا جہاں ہمارا

محمد سلمان محمد عمر، مدینہ بک ڈپو، دھولیہ

مجھ کو شکوہ ہے اپنی آنکھوں سے
تم نہ آئے تو نیند کیوں آئی (جگر)

زبیر احمد، بڑا ہائی پورہ، منگرول پیر، آکولہ

تمام عمر حنا بیچتا رہا لیکن
خود اپنی بیٹی کے پیلے نہ ہاتھ کر پایا

تعدلیس فاطمہ مدرسہ احمدیہ، ابابکرپور

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

محمد امداداللہ رحمانی، مدرسہ احمدیہ، ویشالی

نہ جانے کس کی دعاؤں کا فیض ہے مجھ پر
میں ڈوبتا ہوں تو دریا اچھال دیتا ہے

سید مقصود علی، کلمب، ایوت محل

ٹوٹ کر ایک ستارے نے دیا ہم کو سبق
روشنی راہ میں بن جاؤ زمانے کے لیے

اسماء ہلال نقوی، زہراباغ، علی گڑھ

ڈوب جانا تو کوئی بات نہیں ہے لیکن
باعث شرم ہے طوفاں سے ہراساں ہونا

سید عین الحسن نقوی، زہراباغ علی گڑھ

نبیوں میں اس طرح ہے محمدؐ کی آب و تاب
پھولوں کے بیچ پھول ہو جیسے گلاب کا

ایاز شغف اطہر، ملینہ نگر۔ پاتور، آکولہ

اک دل ہے کہ بسایا نہیں جاتا ہم سے
لوگ صحراؤں کو گلزار بنا دیتے ہیں

حسین جابری۔ انوار العلوم کالج، آرمور

دنیا کی شاہ راہ میں کانٹے ہزار ہیں
ان کو ہٹا کر چلتے ہیں جو ہوشیار ہیں

واجد علی خان طاہر علی خان، قاصد پورہ، پاتور

مسجدیں سنسان ہیں اور کالجوں کی دھوم ہے
مسئلہ قومی ترقی کا مجھے معلوم ہے

خالد انور مولوی ٹولہ، ارریہ، بہار

روش روش، چمن چمن، چراغ دیں جلائے چل
زمیں پہ بن کے مہر و ماہ ہر ایک صحن سجائے چل

آمنہ تبسم، ایم۔ کے۔ نگر، ممبرا تھانہ

جیسے ہی برکھا رت آئی
بھاگی گرمی سردی آئی
گرمی گئی برسات جو آئی
سوکھا گیا، ہریالی چھائی

فریدالزماں خاں، بٹلہ ہاؤس، نئی دہلی۔ ۲۵

کم سے کم اتنا معطر ہو تمھارا کردار
گھر سے نکلو تو پڑوسی کو بھی خوشبو آئے

رضوانہ پروین' واشیم' مہاراشٹر

خدائے برتر تیری نوازش قدم قدم پر تیرا دوگانہ
ہمارے خوابوں میں رنگ بھر دے کہ رشک کرتا رہے زمانہ

انسہ بانو امیر خان' مسلم نگر' مالیگاؤں

شہرت کی فضاؤں میں اتنا نہ اڑو ساغر
پرواز نہ کھو جائے ان اونچی اڑانوں میں

نفیسہ بانو امیر خان مسلم نگر مالیگاؤں

کون آتا ہے یہاں کوئی آیا ہوگا
مرا دروازہ ہواؤں نے ہلایا ہوگا

زبیر انور مجاہد' علی گڑھ مسلم یونیورسٹی' علی گڑھ

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی (اقبال)

ام الخیر مدرسہ احمدیہ ابابکرپور' ویشالی

لوگوں نے دونوں ہاتھوں سے دنیا سمیٹ لی
اور ہم گھسیٹتے ہی رہے عمر بھر قلم

محمد ادیب آزاد ہائی اسکول چاکند' گیا' بہار

آدمی کے پاس سب کچھ ہے مگر
ایک تنہا آدمیت ہی نہیں

مینا پروین' بھدرلی چک سجوا' دھنباد' بہار

کوئی مشکل نہیں موجوں سے ٹکرا کر گزر جانا
کمال زندگی ہے غرق ہونا پھر ابھر جانا

محمد صدام الدین' برداہا' کھول' دربھنگہ

موت نے چپکے سے آکر کچھ کہا
زندگی خاموش ہو کر رہ گئی

مبشر مبین' سنٹرل پبلک اسکول' ویشالی

موت برحق ہے مگر میری گذارش یہ ہے
زندہ انساں کا جنازہ نہ اٹھایا جائے

محمد ذاکر حسین' سلطان پور' بلڈانہ

مٹھیوں میں خاک لے کر دوست آئے وقتِ دفن
زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے

یوسف خان یعقوب خان' شبیر نگر۔ مالیگاؤں

تہذیب کے موتی بھی آنچل پہ سجا رکھنا
پہلو میں دل مخلص' آنکھوں میں حیا رکھنا

شیخ محمد جاوید' عالم گنج' برباپور

ظلم ہوتا تھا تو زنجیر ہلا دیتے تھے
آج تو ہونٹ ہلانے سے بھی ڈر لگتا ہے

شبین نوشی' دیوان پورہ' منگرول پیر

سورج نہیں کہ ڈوب کے دے جاؤں تیرگی
میں چاند ہوں میں چھپ کے سحر چھوڑ جاؤں گا

محمد عابد الرحمٰن' شمشیر پورہ' بدنیر بھولجی

کیسے ہمدرد ہیں خود آگ لگائی پہلے
اور اب آئے ہیں خود آگ بجھانے کے لیے

مرزا ابرار بیگ' مرزا منزل' واشیم

تجھ پہ کیا اعتبار اے ہستی
آن میں کچھ، اور آن میں کچھ ہے

فضل الرحمٰن 'مدرسۃ الاصلاح' اعظم گڑھ

قتلِ حسین اصل میں مرگ مزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

محفوظ احمد 'بھیرا' ولید پور' مئھن' یو۔پی

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (اقبال)

نازیہ کوثر یوسف علی' نئی بستی' بدنیرہ

خواب لکھنا نہ کوئی جاگتا سپنا لکھنا
کس طرح رہتے ہو پردیس میں تنہا' لکھنا

معصومہ ناز خانم 'ارریہ' بہار

واضح خدا نے کر دیا قرآن میں کہ بس
آئے گا اب نبیؐ نہ کوئی مصطفیٰؐ کے بعد

برکت اللہ انصاری 'پورہ رانی' مبارکپور

سارے کونین کے سلطان رسولؐ عربی
سارے نبیوں میں ہیں ذیشان رسولؐ عربی
ہم کو ہر حال میں پیارا ہے عبادت کی طرح
آپ کا جو بھی ہے فرمان رسولؐ عربی
آپ کی ذات مبارک سے منور ہے جہاں
آدمیت کی ہیں پہچان رسولؐ عربی

محمد انیس اختر خیر آبادی 'متعلم محمدیہ محمد کھیری

وہ صورت کچھ انوکھی ہے وہ نقشہ کچھ نرالا ہے
خدا نے جس کو اپنے نور کے سانچے میں ڈھالا ہے

محمد افسر علی رضوی 'ہزاری باغ' مئو

ارادے جن کے پختہ ہوں' نظر جن کی خدا پر ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

شیخ عمران الدین رحیم الدین 'نندوربار

فطرت کوئی نتیجہ خود ہی نکال لے گی
محمود بھی بنے گا پہلے لیاز ہو جا

محمد ماجد محمد ساجد 'دیوگھاٹ' بلڈانہ

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

شعیب احمد خاں 'دیوان پورہ' منگرول پیر

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

شاداب شاہی 'کرم گنج' دربھنگہ' بہار

ہر رات کے ماتھے پر چمکتے ہیں ستارے
ہر رات کی قسمت میں اجالا نہیں ہوتا

پرویز خان' قاضی پورہ' پاتور' آکولہ

آج کے دور میں امید وفا کس سے رکھیں
دھوپ میں بیٹھا ہے خود پیڑ لگانے والا
بارود سے بھری ہوئی خبریں ہیں اس قدر
کاغذ اٹھا لیا تو مرے ہاتھ جل گئے
سچ بولنے کے جرم میں مجھ کو صلیب پر
لایا گیا تو پاؤں کی زنجیر رو پڑی

انیسہ ناز شیخ ساجد واسلام پورہ' جلگاؤں

غفلت کو چھوڑ دیجیے کچھ کام کیجیے
علم و ہنر سے کام کو انجام دیجیے
یہ بھی نہ ہو تو حضرت اکبر کا قول ہے
مردوں کے ساتھ قبر میں آرام کیجیے

حافظ محمد اقبال عثمانی' متعلم جامعہ محمدیہ' منصورہ

الحاد کے دامن کو ہوا دیتی ہیں فلمیں
اور خوف خدا دل سے مٹا دیتی ہیں فلمیں
پڑتا ہے دماغوں پر کوئی اچھا اثر کب
ماحول کو ناپاک بنا دیتی ہیں فلمیں

معاذ عرفی عاقب جمیل' شیخ محلہ' سیوان

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

فہیم انور انصاری ولید پور' مئو

ہر گھڑی افلاک پر رہتی ہے تیری گفتگو
کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاک دامن ہو رفو؟

محمد عاقب کمال لڈن' ابا بکر پور' ویشالی

مثال دینے میں شاعر سے ہو گئی ہے بھول
کہاں جناب کا چہرہ' کہاں گلاب کا پھول

ایم۔ شاداب اعظمی' بگدھرا' ارریہ' بہار

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیری بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں (اقبال)

امتیاز احمد' بلدیاں' سیوان' بہار

الزام کچھ تو گردشِ ایام کو بھی دے
اپنے ہر ایک غم کو غمِ یار مت بنا
ہر ایک کے لیے نہ کھلا رکھ اسے قتیل
یہ دل ہے اِک گھر اسے بازار مت بنا

ثمینہ رحمٰن' بدنیرہ بھوجی

بہترین اشعار لکھنے پر انعامات

(جولائی ۹۸ کے پیام تعلیم میں ۳۵ پیامیوں کے اشعار پسند کیے گئے۔ قرعہ اندازی سے اُن میں سے جن اٹھارہ پیامیوں کو انعام میں کتابیں روانہ کی جا رہی ہیں ان کے نام ہیں)

(۱) نصرت سلطانہ' بدنیرہ (۲) عابد خاں امیر خان۔ مالیگاؤں (۳) محمد عالم۔ سدھارتھ نگر (۴) تبسم ناز۔ ناگپور (۵) رانی شبانہ۔ سیوان (۶) سعدیہ بدر۔ ارریہ (۷) اسرار احمد خاں۔ امراوتی (۸) شکیل احمد نعیم اللہ۔ براہمپور (۹) آرزو کوثر فاروقی۔ پربھنی (۱۰) سید اطہر پرویز۔ واشم (۱۱) محمد وسیم ایوب۔ منگرول پیر (۱۲) محمد ندیم محمد ایوب منگرول پیر (۱۳) جنید عبدالعزیز وسگرے۔ رائے گڑھ (۱۴) تعدیس فاطمہ۔ ابابکر پور (۱۵) آمنہ تبسم۔ ممبرا (۱۶) نفیسہ بانو امیر خاں۔ مالیگاؤں (۱۷) اسماء ہلال نقوی علی گڑھ (۱۸) انیسہ ناز شیخ سانڈو' جلگاؤں

ضروری اطلاع

(اگر آپ کے پتے کے بائیں طرف لال سیاہی سے دائرہ بنا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو گیا)

معلومات

☆ قیامت کے قریب ایسا جانور پیدا ہوگا جو انسانوں سے باتیں کر سکے گا۔
☆ سانپ کی عمر طبعی ایک ہزار سال ہے۔
☆ ۳۳ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ آسمان پر اٹھا لیے گئے۔
☆ بھالو ایک ایسا جانور ہے جو زخمی ہونے پر آدمی کی طرح روتا ہے۔
☆ سورج کی روشنی پانی کے اندر زیادہ سے زیادہ چار سو میٹر تک جا سکتی ہے۔

محمد حافظ قریشی محلّہ 'کلمب' ایوت محل

☆ نظریہ ارتقاء سب سے پہلے ڈارون نے ایجاد کیا تھا۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا پل سین فرانسسکو امریکہ میں ہے۔ جس کی لمبائی ۸ میل ہے۔
☆ دنیا کا سب سے اونچا مجسمہ 'آزادی کا' نیویارک (امریکہ) میں ہے۔
☆ فوٹو گرافی سب سے پہلے ایل ڈاگورے (فرانسیسی) نے ایجاد کی۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا درخت امریکہ میں ہے جس کی لمبائی ۲۳۱ فٹ اور موٹائی ۵۰ فٹ۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا جنرل اسٹور میکی نیویارک میں ہے جو ۱۶۸ شعبوں میں منقسم ہے۔
☆ دنیا کی سب سے بڑی عمارت امپائر بلڈنگ نیویارک میں ہے جس میں ۱۲۰ منزلیں اور ۱۶۸۰ اسٹیر صیاں ہیں۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ گرین لینڈ ہے۔ جس کا رقبہ ۸۴۶۷۴۰ مربع میل ہے۔
☆ دنیا کی سب سے اونچی مینار "قطب مینار" ہے۔ جو ۲۱۰ فٹ اونچی ہے۔
☆ قرآن شریف میں زیر زبر حجاج بن یوسف نے لکھوائے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا ملک رقبہ کے لحاظ سے روس اور آبادی کے لحاظ سے چین ہے۔
☆ سیفٹی لیمپ (Safty Lamp) سب سے پہلے ہمرے ڈیوی نے ۱۸۱۶ء میں ایجاد کیا تھا۔

جاوید محمد مقصود 'لوٹس کالونی' ممبئی۔ ۴۳

رونے کے فائدے

☆ انسانی صحت کے لیے رونا بھی اتنا ہی مفید ہے جتنا کہ ہنسنا۔ ممکن ہے رونا اتنا خوشگوار نہ ہو جتنا کہ ہنسنا۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ رونا ہنسنے سے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ رونے سے قلبی تناؤ اور جذبات کی شدت میں کمی ہو جاتی ہے اور غم و غصّہ کے اثرات کم یا زائل ہو جاتے ہیں۔ (ڈاکٹر سلیون براڈی)
☆ خدا کبھی کبھی اپنی مخلوق کی آنکھیں آنسوؤں سے دھوتا ہے تاکہ وہ اس کے اصول و احکام کو اچھی طرح سے پڑھ سکیں۔ (کارلائن)

انجم آراء محمد ذاکر اسلام پورہ 'جلگاؤں'

ہندوستان میں دن کے ۱۲ بجتے ہیں تو؟

☆ مدینہ منورہ میں صبح کے ۳۰-۹ بجتے ہیں۔
☆ لندن میں صبح کے ۳۰-۶ بجتے ہیں۔
☆ عدن میں صبح کے ۳۰-۹ بجتے ہیں۔
☆ ایران میں صبح کے ۳۰-۱۱ بجتے ہیں۔
☆ نیپال میں دن کے ۱۲ بجتے ہیں۔
☆ کناڈا میں رات کے ۳۰-۱ بجتے ہیں۔
☆ نیویارک میں رات کے ۳۰-۲ بجتے ہیں۔
☆ انڈونیشیا میں دن کے ۲ بجتے ہیں۔

کلثوم خاتون' مانک پیر کانکی نارہ ۲۴' پرگنہ

☆ محمد اظہر الدین نے بھارت کے لیے اپنی کپتانی میں اب تک ۱۲۳ ونڈے میچ کھیلے ہیں جس میں ۶۴ میں بھارت جیتا' ۵۵ میں ہارا میچ ۴ کا کوئی رزلٹ نہیں ایک ٹائی ہوا ہے۔

☆ محمد اظہر الدین نے اپنے ۱۰۰ کیچ کا سیکڑا پورا کیا ہے وہ بھارت کا دوسرا اور دنیا کا ۱۱واں کھلاڑی ہے بھارت کا اس سے پہلا سنیل گواسکر کھلاڑی ہے جس نے ۱۲۵ ٹیسٹ کھیلے اور ۱۰۷ کیچ لپکے اظہر نے ۹۱ میچ میں ۱۰۱ کیچ لیے ہیں۔

سلیم جاوید ندیم علی بیگ' علی گڑھ

☆ دنیا میں سب سے تیز بڑھنے والا پودا بانس ہے۔

☆ دنیا میں ایک سیکنڈ میں تین بچے جنم لیتے ہیں۔

☆ دنیا کا سب سے گرم سمندر مصر میں بحر قلزم ہے۔

☆ دنیا میں سب سے زیادہ جھونپڑیاں برازیل میں ہیں۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا ریلوے جنکشن سنٹرل ٹرمنل' نیویارک میں ہے۔

شیخ نگار احسان' بھنڈی بازار' ممبئی۔۳

☆ سائنس کی زبان میں H_2O کو پانی کہتے ہیں۔

☆ انگریزی میں صرف ۲۶ حروف ہوتے ہیں ان حرفوں کے مختلف جوڑے سے کافی تعداد میں الفاظ بنتے ہیں۔

☆ موسیقی کے چند بنیادی سروں کے جوڑے سے مختلف اقسام کی موسیقی کی دھنیں ملتی ہیں۔

☆ صرف صفر سے نو تک کے ہندسوں سے اَن گنت اعداد بنتے ہیں۔

ابو طلحہ' پوسٹ طوی' اعظم گڑھ

☆ سمندر کی گہرائیوں میں ڈبکی لگانے والے غوطہ خور پانی کے اندر کی دنیا کو دیکھ کر چونک جاتے ہیں پانی کے اندر کے کیڑے مکوڑوں اور پودوں کی تصویر کھنچنا بڑی پریشانی تھی لیکن اب ایک ایسا کیمرا بازار میں آگیا ہے۔ جو پانی کے اندر کی گہرائیوں کو تصویر آسانی سے کھینچ سکتا ہے۔ GX4 نام کا یہ کیمرا اگر پانی میں گر جائے تو وہ ڈوبتا نہیں بلکہ سطح پر تیرنے لگتا ہے۔

عامر فاروق انصاری' بیدوں ٹولہ' بدایوں

☆ ٹیسٹ میچ میں سب سے زیادہ رَن بنانے والا کھلاڑی۔ ایلن بارڈر
☆ ونڈے میں سب سے زیادہ رَن بنانے والا کھلاڑی۔ ڈیسمنڈ ہینس
☆ ونڈے میں سب سے زیادہ ہٹ ٹرک بنانے والا۔ وسیم اکرم
☆ونڈے میں سب سے زیادہ چھکے مارنے والا کھلاڑی۔ شاہد آفریدی
☆ ٹیسٹ میں سب سے زیادہ سنچری بنانے والا کھلاڑی۔ سنیل گواسکر

وسیم رضا'پورہ رانی' مبارکپور' اعظم گڑھ

☆ صحابہ کرامؓ دوڑ میں مقابلہ کرتے تھے اور نبی ﷺ انھیں ایسا کرنے دیتے۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ دوڑ لگانے میں بہت تیز تھے۔ نبی ﷺ خود اپنی زوجہ مطہرۃ حضرت عائشہؓ سے ان کو خوش کرنے کی خاطر اور صحابہ کو تعلیم دینے کی غرض سے دوڑ میں مقابلہ کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دوڑ میں میرا مقابلہ کیا تو میں آگے نکل گئی۔ پھر جب میرا جسم بڑھ گیا تو آپؐ نے مسابقت میں مجھے ہرا دیا اور فرمایا۔ یہ اس وقت کا بدلہ ہے (احمد ابو داوٗد)

محمد اقبال عثمانی' مالیگاؤں' ناسک

☆زمین کا قطر 12742 کلومیٹر ہے۔
☆ زمین کا کل رقبہ 510 ملین مربع کلومیٹر ہے۔
☆زمین پر خشکی کا علاقہ 29.2% ہے۔
☆زمین پر تری کا (پانی) کا حصہ 78.8% ہے۔
☆ زمین کو سورج کے گرد گروش کرنے کے لیے 365 1/4 دن لگتے ہیں۔

شیخ اسلم یوسد ریلوے گیٹ' واشیم' آکولہ

☆ دنیا کا سب سے لمبا آدمی "عالم چنا" (پاکستان) ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا سینما ہال امریکہ میں ہے۔
☆ سب سے بڑا دریا دریائے نیل ہے۔
☆ نیبو میں وٹامن سی پایا جاتا ہے۔

ضمیر احمد' قاضی محلّہ' بھروارہ' دربھنگہ

ہفت عجائبات عالم

☆ اہرام مصر
☆ بابل کے جھولتے باغات
☆ جوپیٹر مجسمہ
☆ دیوار چین
☆ آگرہ کا تاج محل
☆ پیسا (اٹلی کا جھکا ہوا مینار)
☆ اسکندریہ

مختار اسکرین سید پورہ' مہاراشٹر

☆ اگر ہاتھ یا جسم کا کوئی حصہ بھاپ سے جل جائے تو کچا آلو پیس کر لگا دیجئے۔ چند منٹوں میں ہی آپ کافی آرام محسوس کریں گے۔

☆اگر آنکھوں میں کنکر یا تنکا وغیرہ پڑ جائے تو اس کو نکالنے کی ترکیب یہ ہے کہ ایک پیالے میں پانی لبالب بھر لیں اس میں آنکھ ڈال کر بار بار جھپکائیں تو تنکا نکل جائے گا آنکھوں کا ملنا نقصان دہ ہے۔

☆اگر آپ کو ہچکیاں بار بار آرہی ہوں تو آپ لونگ کھالیں یا سانس روک کر ایک گلاس پانی پی لیں ہچکیاں آنا بند ہو جائیں گی۔

☆کھٹی چیزوں کے کھانے سے دانت اکثر کھٹے ہو جاتے ہیں اگر گرم گرم روٹی کا نوالہ کھالیا جائے تو دانتوں کا کھٹا پن دور ہو جاتا ہے۔

☆اگر اچانک بخار تیز ہو جائے تو مریض کے ہاتھ اور پاؤں پر بکری کا دودھ ملیے بخار فوراً اتر جائے گا۔

انیسہ ناز شیخ سانڈ داسلام پورہ' جلگاؤں

☆1707 اورنگ زیب کی وفات۔

☆1739 نادر شاہ کا دہلی پر حملہ۔

☆1757 پلاسی کی جنگ میں انگریزوں کی فتح۔

☆1761 پانی پت کی تیسری لڑائی میں مراٹھوں کی شکست۔

☆1770 میں بنگال میں قحط پڑا جس میں وہاں کے ایک تہائی لوگ مر گئے۔

محمد کلام الدین' دھرم پورہ' دہلی۔۳۱

☆برازیل کا قومی کھیل فٹ بال ہے۔

☆دلی کو ہندوستان کا دل کہا جاتا ہے۔

☆سورج کی روشنی میں سات رنگ ہوتے ہیں۔

☆سورج ہماری زمین سے ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ کیلو میٹر کی دوری پر ہے۔

☆دنیا میں سب سے بڑی ندی نیل ندی ہے۔

عبداللہ مالکی' الکتاب' اررہہ' بہار

ملک	صدر مقام
☆افغانستان	کابل
☆بنگلہ دیش	ڈھاکہ
☆چین	بیجنگ
☆فرانس	پیرس
☆جرمنی	برلن
☆ایران	طہران
☆ایراق	بغداد
☆اٹلی	روم

خلیل احمد مانک' مانک بلڈنگ' دھارواڑ

☆دنیا کا سب سے قدیم قرآنی نسخہ لندن کے میوزیم میں ہے۔

☆حضورؐ کی وفات کے وقت ۱۰ لاکھ مربع میل کا علاقہ اسلام کی روشنی سے منور ہو چکا تھا۔

☆پہلی عید الفطر کی نماز حضرت محمدؐ نے ۲ہجری کو پڑھائی۔

شیخ مختار شیخ احمد' مومن پورہ' پاتور' آکولہ

☆فرشتے کی گنتی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں

اہاں اتنا معلوم ہے کہ فرشتے بہت ہیں اور
یں چار فرشتے مقرب اور مشہور ہیں۔
حضرت جبرئیل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی
یں اللہ کے احکام اور پیغام پیغمبروں کے
لاتے تھے۔
حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت میں
ر پھونکیں گے۔
حضرت میکائیل علیہ السلام جو بارش
مانے اور بندوں کو روزی پہنچانے کے کام
قرر ہیں۔
حضرت عزرائیل علیہ اسلام جو مخلوق کی
ن نکالنے کے کام پر مقرر ہیں۔

قریشی انور حسین ملک 'چھایا نگر' امراوتی

کافی کی پیداوار میں برازیل کا پہلا نمبر ہے۔
یائے نیل وکٹوریہ جھیل سے نکلتا ہے۔
دنیا کا سب سے بڑا ہوائی اڈا ریاض شہر میں
-
نہر پناما بحرالکاہل اور بحر اوقیانوس کو ملاتی
-
مصر کی اہم بندرگاہ۔ اسکندریہ ہے۔

محمد ذاکر حسین 'سلطان پور' بلڈانہ

مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ "بہادر شاہ
ر" تھا۔
مصر کا آخری بادشاہ "فاروق" تھا۔
ایران کا آخری بادشاہ "رضا شاہ پہلوی"

☆افغانستان کا آخری بادشاہ "ظاہر شاہ" تھا۔
☆اسپین کا آخری بادشاہ "ابو عبداللہ بن حسن" تھا۔

نفیس فاطمہ 'عبدالرحیم انصاری' پاتھری

حضرت ابو بکرؓ

☆حضرت ابو بکر صدیق مکّہ کے رہنے والے تھے۔
☆حضورؐ سے ڈھائی سال چھوٹے تھے۔
☆حضرت ابو بکرؓ مردوں میں پہلے مسلمان ہوئے۔
☆حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ۲۳/ جمادی الثانی ۱۳ھ کو ہوا۔
☆ انتقال کے وقت حضرت ابو بکر کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔
☆ حضرت ابو بکر کی قبر آنحضرتؐ کی قبر مبارک کے پاس ہی ہے۔
☆ آنحضرتؐ کی بیوی حضرت عائشہ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی تھیں۔

سالم احمد سعید اختر 'نور باغ' کوسہ ممبرا

☆کمرہ میں تازہ رنگ و روغن ہوا ہو اور اس کی مہک آتی ہو تو ایک پیاز کاٹ کر کمرہ میں رکھ دینے سے رنگ و روغن کی مہک جاتی رہے گی۔
☆چاولوں میں کیڑا نہ لگے اور وہ خراب نہ ہوں اس کے لیے چاولوں میں ہلدی اور نمک

ڈال دینا چاہیے۔ اس سے چاول خراب نہیں ہوں گے۔

☆ چاولوں میں کیڑے نہ پڑیں اس کے لیے ان میں نیم کی پتیاں اور نمک ڈال دینا چاہیے' چاول کیڑوں سے محفوظ رہیں گے۔

☆ اگر استری کرتے وقت کپڑے پر جلنے کا داغ پڑ جائے تو اس جگہ پر پسا ہوا نمک رگڑ دیں اور پھر اسے دھو دیں۔ داغ صاف ہو جائے گا۔

☆ لیموں' سنترے اور موسمی کا رس نکالنا ہو تو ان پھلوں کو تھوڑی دیر گرم پانی میں ڈال دیں ایسا کرنے سے رس نسبتاً زیادہ نکلتا ہے۔

☆ سفید اون سے جب سوئٹر بنتا ہو تو سلائیوں اور ہتھیلیوں پر ٹیلکم پاؤڈر لگا لینا چاہیے۔ اس سے اون خراب نہیں ہوگا۔

☆ گلا خراب ہو تو نمک گنگنے پانی سے غرارے کرنے سے گلا صاف ہو جاتا ہے۔ ایسا دن میں دو تین مرتبہ کرنا چاہیے۔

☆ اگر کبھی آپ کے گھر میں بدبو آنے لگے اور اگر بتی بھی گھر میں موجود نہ ہو تو آپ سنگترے کے سوکھے ہوئے چھلکوں کو لوبان کی طرح کوئلوں پر جلائیے اس سے بدبو ختم ہو جائے گی اور پورے گھر میں سنگترے کی خوشبو پھیل جائے گی۔

☆ گلیسرین اور لیمو کا عرق جسم پر ملنے سے مچھر نہیں ستاتے۔

☆ گھر میں مکھیاں پریشان کرتی ہوں تو کمرہ میں کسی جگہ پودینہ لٹکا دیا جائے تو مکھیاں بھا[گ] جائیں گی۔

سورین خانم مختار خان' تواپورا' گجرات

زلزلہ کیوں آتا ہے؟

☆ زلزلہ تباہی کا دوسرا نام کہلاتا ہے۔ زمین ہلنے لگتی ہے۔ زمین پھٹ جاتی ہے' عمارتیں گر جاتی ہیں' بند ٹوٹ جاتے ہیں اس سے دریاؤں اور سمندروں کا پانی آبادی میں آجانے سے مزید تباہی پھیلتی ہے۔ گیس لائین ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں جو آگ لگ جانے کے سانحات کو جنم دیتی ہیں۔ زلزلے کے نتیجے میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ اگر زندہ بچ بھی جائیں تو ان کا گھربار اور شہر تباہ ہو چکا ہوتا ہے۔ ساتھیوں! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ زلزلے کیوں اور کیسے آتے ہیں؟ شاید نہیں۔ ہے نا! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ سب کیسے ہوتا ہے؟ یہ زمین کی اندرونی تہوں میں پتھروں میں ہونے والی توڑ پھوڑ زلزلے کے جھٹکوں کی وجہ بنتی ہے۔ زمین کے اندر 720 کیلومیٹر تک زلزلے آسکتے ہیں مگر وہ زلزلے جو ہماری بستیوں میں تباہی پھیلا سکتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ 70 کلومیٹر گہرائی تک اثر رکھتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہر سال دنیا بھر میں ایک ہزار کے لگ بھگ زلزلے آتے ہیں۔

شمس عالم' شیواجی نگر' ممبئی۔ ۴۳

اقوال زرّیں

اقوال لکھتے وقت متعلقہ کتاب یا رسالے کا
الہ ضرور دیں تاکہ آپ کے بھیجے ہوئے
اقوال زرّیں" جلد از جلد شائع ہو سکیں)

مسجد کے آداب

☆ خدا کی نظر میں روئے زمین کا سب سے یادہ بہتر حصّہ وہ ہے جس پر مسجد کی تعمیر کی جائے۔

☆ فرض نمازیں ہمیشہ مسجد میں جماعت سے پڑھیے۔ مسجد کو صاف ستھرا رکھیے۔ مسجد میں جھاڑو دیجیے۔ کوڑا کرکٹ صاف کیجیے خوشبو لگا کے مسجد میں سکون سے بیٹھیے۔

حشمت علی خاں ٹھاکر دوار

☆ نشہ لانے والا ہر مشروب حرام ہے۔

☆ غصّہ اور غضب کے وقت اپنے ہاتھ کی حفاظت کرو۔

☆ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

آمنہ تبسم' ایم۔ کے بلڈنگ امرت نگر' ممبرا

☆ موتی کیچڑ میں گر کر بھی قیمتی ہوتا ہے اور گرد آسمان پر چڑھ کر بھی بے قیمتی رہتی ہے۔

☆ آرزو انسان کو ذلیل کرتی ہے اور سوال کی ذلت موت سے زیادہ رسواکن ہے۔

☆ جو شخص ادب سے محروم ہو جاتا ہے وہ تمام نیکیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

نعمہ ناز' آسے گاؤں' منگرول پیر

☆ احمق بھی خاموش رہے تو عقلمند سمجھا جاتا ہے۔

☆ بُرے ساتھی سے تنہا رہنا اچھا ہے۔

☆ گفتگو چاندی تو خاموشی سونا ہے۔

☆ دنیا بہترین کتاب ہے تو زمانہ بہترین استاد ہے۔

افتخار علی ایجوڑہ

کامیاب کون ہے

☆ آخرت میں عزت کا مقام تو ہم نے صرف ان لوگوں کے لیے رکھا ہے۔ جو زمین پر نہ اپنی بڑائی قائم کرنا چاہتے ہیں اور نہ فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ عاقبت کی کامیابی صرف خداترس لوگوں کے لیے ہے۔ (سورہ القصص)

روفیدہ تبسم عباس علی ایجوڑہ

درود شریف کے فائدے

☆ اللہ بصیغہ امر حکم دیتا ہے۔ اے اہل ایمان اپنے نبیؐ پر کثرت سے درود و سلام بھیجو۔ درود بھیجنے سے اللہ کے حکم کی بجاآوری ہوتی ہے۔

☆ درود و سلام سے اللہ اور فرشتوں سے موافقت ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ بھی سلام و رحمت بھیجتا ہے۔ اور فرشتے بھی یہی دعا کرتے ہیں۔

☆ درود خود پڑھنے والوں کے لیے نیکیوں اور

رحمتوں کا دروازہ کھولتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ جو ایک دفعہ مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے' دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔ اور اس کی دس برائیاں اس کے نامہ اعمال سے خارج اور ختم کر دی جاتی ہیں۔ اور اسے دس درجے نیکیوں میں آگے بڑھادیا جاتا ہے۔

خان مدثر احمد۔ آسے گاؤں۔ آکولہ

ارشاد نبوی ﷺ

☆ آدمی کی موت اسے ہر جگہ تلاش کر لیتی ہے ایسے ہی رزق بھی آدمی کو ڈھونڈ کر پہنچ جاتا ہے۔

☆ پانی پر چل کر جس طرح کسی کے پاؤں خشک نہیں رہ سکتے اسی طرح دنیادار گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔

☆ زیادہ افضل اعمال میں نماز کو وقت پر پڑھنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔

سید طلحہ نقشبندی القادری' آکولہ

☆ انسان کو کبھی مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہیے بلکہ خود کو وسیلہ بنا کر مقابلہ کرنا چاہیے۔

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعلیم میں بھی اس کا ذکر ہے کہ (ترجمہ) اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے ناامید کافر ہی ہوا کرتے ہیں۔

شازیہ فاطمہ' رویندر انگر' عادل آباد

قرآنی آیت ترجمہ

☆ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں (الاعراف' ۷۳)

☆ اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

☆ جس چیز کا تم سے وعدہ ہے وہ آنے والی ہے۔ "قیامت" (الانعام' ۱۳۴)

☆ تمہارا رب بے نیاز ہے۔ اور مہربانی اس کا شیوہ ہے۔ (الانعام' ۱۳۳)

☆ صبر کرنے والے کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ (الذمر' ۱۰)

عبدالرحیم اکبر' ایم۔ کے بلڈنگ' ممبرا۔ تھانہ

انمول موتی

☆ شوق ایک ایسے جذبے کا نام ہے جو کمزور انسان کو بھی توانائی بخش دیتا ہے۔

☆ خواہش ایک ایسی طلب ہے جو انسان کے اندر سے جائز اور ناجائز کی تمیز مٹا دیتی ہے۔

☆ غریب کا ایک درہم صدقہ بہتر ہے غنی کے ایک لاکھ درہم سے۔

ترنم نسرین محمد اسمٰعیل' امراوتی

سلام مسنون

مسلمان کے لفظی معنی

☆م۔ سے موت کو یاد کرنے والا۔

س۔ سے سلام میں پہل کرنے والا۔

ل۔ سے لا الہ اللہ کہنے والا۔

م۔ سے محمد رسولؐ اللہ کہنے والا۔

ن۔ نبیؐ کی اتباع کرنے والا۔

نذرانہ بی، رضوانہ بی اردو مڈل اسکول، بدنیرہ بھولجی

☆رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بندہ جس وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ اس وقت بندے کے ساتھ ہوتا ہے۔ (بخاری)

☆رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندۂ مومن جب اپنے صاحب ایمان بندے کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ گویا جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔ (مسلم)

احمد بیگ چیٹھ، تاندورہ، بلڈانہ

☆سستی اتنے دھیرے چلتی ہے کہ غریبی اسے پکڑ لیتی ہے۔

☆جو یہ سوچ سوچ کر ڈرتا ہے کہ کہیں ہار نہ جائے تو وہ ضرور ہارے گا۔

☆رشتے داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

☆اپنے دوست کو پیار دو مگر راز نہ دو۔

☆کامیاب انسان بننے کے لیے ہمیشہ وقت کی دہلیز کو پار کرنا پڑتا ہے۔

مبشر مبین، سنٹرل پبلک اسکول، ویشالی

خوش کلامی

☆خوش کلامی جنت کی اور بدکلامی دوزخ کی نشاندہی کرتی ہے۔

☆خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

☆خوش کلامی زبان کا صدقہ ہے۔

غلام سرور، لکشمی پور، ولیا چاکند، گیا

☆سورج طلوع ہونے کے بعد تک سوتے رہنا اپنی روزی سے دشمنی کرنا ہے۔

☆بے کار وہ دل جس میں درد نہ ہو اور بے کار ہے وہ پردہ جس میں حیا نہ ہو۔

☆بُری صحبت میں بیٹھنے سے تنہا رہنا ہزار درجے بہتر ہے۔

سید اسمعیل، مالاپورہ تاندررہ، بلڈانہ

امریکہ کی کہاوتیں

☆مچھلی اور مہمان سے تین روز کے بعد بو آنے لگتی ہے۔

☆خدا صحت دیتا ہے مگر فیس ڈاکٹر لے جاتا ہے۔

☆دشمن کبھی چھوٹا نہیں ہوتا۔

☆دولت جانے کے ساتھ ساتھ اکثر شہرت بھی رخصت ہو جاتی ہے۔

☆اتنی ہی باتیں راز رکھو جتنی تم چھپا سکتے ہو۔

مینا پروین، مولانا ابوالکلام آزاد ہائی اسکول، دھنباد

☆ سب سے اچھی خیرات معاف کر دینا ہے۔
☆ سب سے بہادر بدلہ نہ لینے والا ہے۔
☆ عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔
☆ یتیم اور بیوہ کا مال کھانے سے مفلسی آتی ہے۔

شمساد جہاں' سانیور پیٹھ' وروڈ

حضور کا پیغام

☆ حضور نے فرمایا اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو۔
☆ فرمایا! ایمان یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہے۔

یونس خان امام خاں قریشی' جلگاؤں

خاموش

☆ خاموشی عبادت ہے۔ بغیر محنت کے
☆ خاموشی قلعہ ہے۔ بغیر دیوار کے
☆ خاموشی فتیابی ہے۔ بغیر ہتھیار کے
☆ خاموشی شیوہ ہے۔ عاجزوں کا

وسیم بن جمال الدین چھاؤں اعظم گڑھ

☆ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اور کون شخص زیادہ ظالم ہو سکتا ہے اس شخص سے' جو پیدا کرنے لگ میرے پیدا کرنے کی طرح تو چاہیے۔ کہ وہ پیدا کرے ایک ذرہ' یا چاہیے کہ وہ پیدا کرے ایک دانہ' یا چاہیے کہ وہ پیدا کرے ایک جو(اخرجاہ)

عبدالرحمٰن انور' ایم۔ کے بلڈنگ امرت نگر

☆ ہر نیکی صدقہ ہے۔
☆ اخلاق سب سے بڑی دولت ہے۔
☆ جو پوچھنے سے شرم کرتا ہے وہ علم سے محروم رہتا ہے۔
☆ نماز کے بعد سب سے اچھا کام والدین کی اطاعت ہے۔

محمد حفیظ کلمب' ایوت محل

دلکش باتیں

☆ اپنے حالات سے مقابلہ کرنے والا کبھی غریب نہیں ہوتا۔ جو حالات سے مقابلہ نہیں کرتا وہ کبھی امیر نہیں ہوتا۔
☆ وقت بہترین معلم ہے۔

افتاب عالم رنکو' دشیت گڑھ' بردوان

☆ محبت ان سے رکھو جو نیکی کرکے فراموش کر دیتے ہے۔
☆ دشمن سے زیادہ خطرناک وہ ہے جو دوست بن کر دھوکا دے۔
☆ خوش مزاج شخص وہ ہے جو دوسروں کو خوش مزاجی عطا کرے۔
☆ چاند کے [illegible] اور علم کے

بغیر ذہن۔

شیخ محبوب شیخ مومن پورہ' بالاپور' آکولہ

گوہر نایاب

☆ دل اگر ٹوٹتا ہے تو ایک قیمتی آبگینہ ہو جاتا ہے اور اسی دل میں چاندنی راتوں کا نور شبنم کی نمی آسمان کی وسعتیں سمندر کی گہرائیاں سمو جاتی ہیں۔

☆ دل اگر خدا کی یاد سے آشنا نہ ہو تو وہ ویران کھنڈر بنجر زمین کی طرح ہے۔

☆ دل میں اگر خدا کی یادوں کے پھول مہکیں خدا کے عشق کے موتی بکھریں تو یہ دل کوہ نور سے بھی قیمتی ہو جاتا ہے۔

عائشہ قدسی قدوائی' رائے بریلی' (یو' پی)

☆ اپنی خوشی کو دوسروں کی خوشی پر مقدم سمجھنا اور دوسروں کے جذبات سے بالکل بے پرواہو جانا خود غرضی کی مکمل تشریح ہے۔

☆ اکثر لوگ اپنے بہترین دوستوں کی کمتری سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (جسٹر فیلڈ)

☆ شہرت بخارات کی مانند ہوتی ہے' مقبولیت کو ایک حادثہ کہنا چاہیے دولت کو بہت جلد پر لگ جاتے ہیں' بس ایک چیز رہنے والی ہے وہ ہے کردار۔ (لیو دیس گریلی)

انیسہ ناز' شیخ سانڈو اسلام پورہ' جلگاؤں

☆ اللہ کے نزدیک بڑائی صرف اچھے عمل کی ہے۔ اس کے نزدیک شاہ اور گدا کالے اور گورے میں کوئی فرق نہیں۔ جو جتنا برائیوں سے بچے گا اتنا ہی وہ اللہ کے قریب ہو گا۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ عربی اور عجمی کالے اور گورے میں امتیاز نہیں سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔

سید عمران علی' عبدالحمید چوک' ایوت محل

آداب زندگی

☆ باشاہوں' عالموں اور دوستوں سے مذاق کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

☆ تکلیف و مصیبت کے موقع پر صبر کا دامن تھامنا لازمی ہے۔

☆ عقل مند ہمیشہ حکمت و دانش کی طلب میں منہمک رہتا ہے۔

محمد غلام رازق پرنس' تیگھرہ' کٹیہار

☆ ایک عالم کی طاقت ایک لاکھ جاہلوں سے زیادہ ہے۔

☆ کوئی مشکل لمحہ ایسا نہیں جو کچھ سکھائے بغیر گزر جائے۔

پرویز خان فیروز خان' قاصد پورہ' پاتور

☆ شک' دوستی کا زہر ہے۔

☆ زندگی کی کتاب میں سب سے حسین صفحہ ماں کی محبت ہے۔

☆ کردار وہ سفید چادر ہے جس پر ایک بار داغ لگنے کے بعد چھوٹ نہیں سکتا۔

☆ سب کچھ کھونے کے بعد بھی اگر آپ میں

حوصلہ باقی ہے تو سمجھ لیجیے کہ ابھی آپ نے کچھ نہیں کھویا۔

محمد ضمیر شیخ سانڈو کاسودہ

☆ انسان ہو کر ایسا کام نہ کرو کہ انسانیت کا دامن داغدار ہو جائے۔

☆ اپنی لمحہ بھر خوشی کے لیے دوسروں کی لبوں کے خوشی مت چھینو۔

ایم۔ سالک اعظم 'چوکنا' ارریہ 'بہار

☆ سادگی شرافت پیدا کرتی ہے۔ (عربی کہاوت)

☆ دل مردہ ہے جب تک اسے علم کی زندگی نہ ملے (حضرت ابو بکرؓ)

☆ جس کی زبان میں نکتہ چینی ہے وہ آفت میں پڑے گا۔ (حضرت سلیمانؑ)

فارعہ پاشا 'بی ۱۱۹ بنگالی بازار' کلکتہ۔ ۲۴

☆ سچائی 'انسانیت کا حسن ہے۔

☆ جھوٹ 'دم گھٹنے والا دھواں ہے۔

☆ محبت 'مشکلات کی سیڑھی ہے۔

☆ نیک ہمسایہ' برے وقت کا بہترین دوست ہے۔

محمد ظہیر احتشام شیخ سانڈو اسلام پورہ کاسودہ

حدیث

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بیشک اللہ کھڑا کریگا ایک مرد کو میری امت میں سے قیامت کے دن میں پھیلا دیے جائیں گے اس کے سامنے ۹۹ دفتر برائیوں کے اور ہر دفتر حد نظر تک بڑا ہوگا۔ پھر اللہ تعالی اس بندے سے فرمائے گا کیا انکار کرتا ہے تو ان میں سے کسی چیز کا؟ کیا ظلم کیا ہے تجھ پر میرے لکھنے والے فرشتوں نے؟ تو وہ بندہ کہے گا نہیں اے میرے رَب پھر اللہ تعالی فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ بندے کہے گا نہیں اے میرے رَب' پھر اللہ تعالی فرمائے گا ہاں بیشک تیری ہمارے پاس ایک نیکی ہے اور بیشک نہیں ظلم کیا جائے گا تجھ پر پھر نکالا جائے گا ایک پرچہ جس میں کلمہ شہادت لکھا ہو گا' پس کہا جائے گا حاضر کرلو اور وزن کرلو' تو وہ بندہ کہے گا کہ میرے رَب کیا حیثیت ہے اس پرچہ کی ان دفتروں کے سامنے تو اللہ تعالی فرمائے گا' بیشک تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا پھر کہے گا اللہ رکھو تو ان دفتروں کو ایک پلڑے میں اور پرچہ کو ایک پلڑے میں پس ہلکے ہو جائیں گے دفتر اور بھاری ہو جائے گا پرچہ پس نہیں بھاری ہوتی ہے اللہ کے نام کے ساتھ کوئی چیز
(ترمذی ابن ماجہ)

محمد سعد ادارہ محمدیہ 'کھیری' (یو۔پی)

یاد رکھیے

(خط و کتابت اور زر تعاون بھجواتے وقت اپنا پورا پتہ اردو اور انگریزی میں صاف صاف لکھیے)

گدگدیاں

☆کسی گاؤں میں ایک بھیڑیا گھس آیا۔ سارے گاؤں میں بھگدڑ مچ گئی ۔ ایک بہت موٹی عورت اپنے بھائی سے کہنے لگی۔ "آؤ ہم بھی بھاگ چلیں کہیں بھیڑیا مجھے اٹھا کر نہ لے جائے۔"
بھائی بولا۔ تم کیوں ڈرتی ہو۔؟ وہ بھیڑیا ہے کوئی کرین نہیں۔

سید عمران علی' کلمب' ایوت محل

☆ایک گپّی۔ کل میں نے ریلوے اسٹیشن پر کھڑی ریل گاڑی کی ساری ہوا نکال دی۔
دوسرا گپّی۔ ہاں، وہی ریل گاڑی آج ہمارے دکان پر پنچر لگانے آئی تھی۔

شعیب' غفار منزل' جامعہ نگر' نئی دہلی۔۲۵

☆دانت نکال کر ڈاکٹر نے پچاس روپے طلب کیے تو مریض حیران ہوا۔ "مگر آپ نے تو کہا تھا کہ صرف دس روپیے معاوضہ ہوگا۔" "ڈاکٹر" "ہاں لیکن دانت نکلواتے وقت تم اتنی زور سے چلائے جیسے میں تمھیں ذبح کر دیا ہوں۔ تمھاری چیخیں سن کر میرے چار مریض بھاگ گئے۔

محمد عابد علی' اچھوڑہ

☆عباس نانا جان کچھ سنا آپ نے کل اشرف بھائی نے فٹبال میں ریکارڈ توڑ دیا۔
نانا جان ارے شکر کرو بیٹا۔ اشرف نے ریکارڈ ہی توڑا۔ ورنہ فٹبال میں تو اچھے اچھوں کے ہاتھ پیر ٹوٹ جاتے ہیں۔

شبانہ اصغر۔ چھوٹا بازار' ملکاپور' بلڈانہ

☆مریض' (ڈاکٹر سے) ڈاکٹر صاحب سوئی مت لگائیے' گولی کھانے کے لیے دے دیجیے۔
ڈاکٹر۔ گولیاں کھانے کا اتنا شوق ہے تو فوج میں بھرتی ہو جاتے۔

شبنم بانو۔ وروڑ

☆ایک عورت (دوسری سے) جب تمھارا بچہ روتا ہے تو تم اسے لوری کیوں نہیں سناتیں۔
دوسری عورت میں جب بھی لوری سناتی ہوں تو پڑوسی آکر کہتے ہے کہ انھیں بچہ کا رونا زیادہ پسند ہے۔

زبیر احمد۔ وروڑ

☆ بیوی شوہر سے' آپ کو حلوا پسند ہی نہیں آیا جب کہ بچے تو حلوے کی تین تین پلیٹیں ختم کر چکے ہیں۔
اندر سے ایک بچے کی آواز آئی "امّی حلوے کی ایک پلیٹ اور دے دیں۔ صرف دو کتابیں جوڑنے سے رہ گئی ہیں۔"

پرویز خان آرزو قاصد پورہ۔ پاتور

☆ لڑکی ابو' آج اسکول میں مجھے بہت مار پڑی۔ آج سے میں کسی کے ساتھ بھلائی نہیں کروں گی۔

والد یہ کیوں بیٹے؟ لڑکی ہوا یوں کہ کسی بچے نے کرسی پر سیاہی گرادی تھی جیسے ہی میڈم بیٹھنے لگی میں نے سوچا کہ کہیں اُن کی ساڑھی خراب نہ ہو جائے۔ تو میں نے جھٹ سے کرسی کو کھینچ لیا۔ اسی وجہ سے میری بہت مار پڑی۔

محمد سعد پاپولر واچ ہاؤس محمدی

☆انگلستان سے واپسی پر مشہور سیاسی لیڈر آصف علی نے ایک نہایت عبرت انگیز واقعہ سنایا تھا کہ وہ واپس آتے وقت مصر میں ٹھہرے۔ وہاں کسی ہوٹل سے نکل رہے تھے تو ایک مصری فقیر نے ان سے بھیک مانگی انھوں نے ایک نوٹ جس کی قیمت پانچ روپے تھی اس فقیر کو دی' اتنی بڑی رقم دیکھ کر فقیر نے پوچھا "آپ کس ملک کے رہنے والے ہیں" انھوں نے جواب دیا "ہندوستان کا" یہ سنتے ہی فقیر نے حقارت سے ان کی طرف دیکھا اور نوٹ واپس کرتے ہوئے بولا "میں غلام ملک کے کسی بھی فرد سے بھیک قبول نہیں کر سکتا"۔

☆ بیوی اور شوہر اردو گرام کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے بیوی نے شوہر کا امتحان لینے کے لیے پوچھا "میں خوبصورت ہوں"۔ بتائیے کون سا فعل ہے۔"
شوہر نے جواب دیا "فعل ماضی"

یوسف خان یعقوب خان' شبیر نگر' مالیگاؤں

☆ایک آدمی اپنے دوست سے میری کہانی ماہنامہ پیام تعلیم میں شائع ہوئی ہے' میں نے یہ کہانی خود لکھی ہے۔
دوست میرے پاس ایک ایسی کتاب ہے جس میں تمھاری کہانی کا ایک ایک لفظ موجود ہے وہ آدمی اکڑ کر بولا "ذرا دکھاؤ تو وہ کتاب"
دوست نے ڈکشنری رکھ دی۔

عبدالغفار' راجاپور' ورانسی' یو۔پی

☆غدر کے بعد جو پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو مرزا غالب کو بھی بلا لیا گیا انگریز افسر نے ان کی عجیب و غریب وضع و قطع دیکھ کر کہا۔
ویل مرزا تم عیسائی ہو یا مسلماں؟
مرزا صاحب نہایت متانت سے جواب دیا آدھا مسلمان ہوں۔
انگریز افسر نے حیرت سے پوچھا آدھا مسلمان سے کیا مطلب۔
مرزا صاحب بولے شراب پیتا ہوں' سور نہیں کھاتا۔
یہ سن کر انگریز افسر نے غالب کو با عزت رخصت کر دیا۔

مجاہد علی خان شروانی' میر کوٹلہ

☆ایک صاحب اپنے دوست کے سامنے اپنی بیگم کے خلاف دل کی بھڑاس نکال رہے تھے "کبھی کبھی اس کی اوٹ پٹانگ باتیں سن کر میرا دل چاہتا ہے کہ۔۔۔ اسے اٹھا کر اوپر سے نیچے کی طرف پھینک دوں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ

میں ایسا نہیں کر سکتا۔ "کیوں؟" دوست نے پوچھا "کیا اس کا وزن زیادہ ہے جو تم اٹھا نہیں سکتے "نہیں یار" ان صاحب نے چڑ کر کہا "سوچتا ہوں اگر وہ بچ گئی تو میرا کیا ہوگا؟"

صدیقہ پروین او العرفان' بیل باغ' مالیگاؤں

ایک فقیر (دوسرے سے) تم فقیر کیسے بنے؟

دوسرا فقیر میں ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے ٹھکرا کر کسی دوسرے سے شادی کر لی۔ اس کے غم میں فقیر بن گیا۔ اور تم کیسے بنے؟

پہلا فقیر۔ دراصل میں بھی ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا اس نے مجھ سے شادی کر لی۔

محمد رازق اشرفی' تیگھرا' کٹیہار' بہار

☆مالک (نوکر سے) ارے بھائی اگر میں تم سے کوئی کام کے لیے کہوں تو تم ایک ساتھ تین کام کیا کرو۔

نوکر ٹھیک ہے۔

ایک دن مالک کی طبیعت خراب ہونے پر مالک نے کہا

مالک تم جاؤ ڈاکٹر کو بلا لاؤ

نوکر جاتا ہے ڈاکٹر، گورکن اور کفن تینوں کو ساتھ لاتا ہے۔

مالک آپ دیر سے کیوں آئے۔

نوکر آپ ہی نے تو کہا تھا ایک ساتھ تین کام کرنا اس لیے میں ڈاکٹر، گورکن اور کفن ساتھ لایا۔

رمیز الرحمٰن' بازار لائن' منگرول پیر

☆مجسٹریٹ تمھاری عمر کتنی ہے؟

ملزم جناب تیس سال

مجسٹریٹ تم پانچ سال پہلے بھی عدالت میں پیش ہوئے تھے تو تم نے اپنی عمر یہی تیس سال بتائی تھی۔

ملزم جناب میں زبان کا پکا آدمی ہوں جو بات ایک بار کہتا ہوں۔ اسی پر ہمیشہ قائم رہتا ہوں۔

محمد شاداب اعظمی' بگدہرا' اررریہ' بہار

☆ایک شخص کسی کے یہاں مہمان بن کر ٹھہرا' اسے ہر روز کھانے کو دال ملتی تھی وہ بے چارا دال کھا کھا کر تنگ آ گیا۔ ایک دن جب معمول جب وہ دال کھا رہا تھا تو میزبان نے پوچھا۔ "جانتے ہو آج چاند کی کون سی تاریخ ہے۔"

مہمان نے کہا۔ "چاند کی تاریخ تو نہیں بتا سکتا۔ البتہ دال کی آج اٹھارہ تاریخ ہے۔"

مستقیمہ خاتون' ہرپور ہری' ویشالی' بہار

☆ایک صاحب کا ٹیلی فون خراب ہو گیا۔ اس لیے وہ ضروری فون کرنے پڑوس کے بنگلے میں گئے۔ بنگلہ کسی کمپنی کے ڈائریکٹر کا تھا۔ ڈائریکٹر صاحب گھر پر نہیں تھے اس لیے وہ صاحب نوکرانی سے ہی اجازت لے کر فون کی طرف بڑھے۔ تبھی یاد آیا کہ وہ ٹیلی فون نمبر

لانا بھول گئے۔ تب انھوں نے نوکرانی سے پوچھا"ڈایکٹری ہے کیا'؟
نوکرانی جواب دیا "ہیں تو صحیح لیکن وہ نہار ہی ہیں"

محمد فہد پاشا' بنگالی بازار' کلکتہ

☆خودکشی کرنے والوں کے بارے میں تین دوست آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔
پہلا جو لوگ خودکشی کرتے ہیں ان کو ایسا کرنے سے روکنا چاہیے۔
دوسرا خودکشی کے جو مسائل اور وجوہات ہیں ان پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔
تیسرا میرے خیال سے ایک قانون بننا چاہیے کہ جو بھی خودکشی کرے گا اسے پھانسی دے دی جائے گی۔

مرزا سکندر بیگ' ناندورہ' بلڈانہ

☆ایک آدمی ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحب میں چلتا ہوں تو میرے پاؤں آگے پیچھے ہوتے ہیں۔ بات کرتا ہوں تو زبان نیچے اوپر ہوتی ہے۔ اور سوتا ہوں تو آنکھیں بند ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر جو قدرے ہوشیار تھا کہنے لگا۔ یہ دو گولیاں ہیں۔ اس میں سے ایک سونے کے بعد اور ایک اٹھنے سے پہلے کھالو۔

☆دو شرابی ایک باغ سے گزر رہے تھے وہ باغ آم کا تھا۔ ایک آم ان دونوں کے پاس گر گیا۔ ایک شرابی کہنے لگا۔ چل یار ہم دونوں اس جھاڑ کو لٹک کر آم بن جائیں۔ دوسرے شرابی نے مشورہ مان لیا۔ دونوں اس پیڑ پر لٹک گئے۔ اس میں سے ایک شرابی گر گیا۔ پہلا شرابی کہنے لگا۔ "ارے تھک گیا کیا؟" دوسرا شرابی کہنے لگا۔ "تھک نہیں گیا۔ پک گیا ہوں"

محمد عبدالرحمٰن خان' منگلوارہ' پربھنی

☆ایک آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا "باہر جاؤ اور دیکھو آسمان صاف ہے یا ابر آلود ہے؟"
لڑکا گیا اور تھوڑی دیر بعد آکر بولا میں نہیں جانتا کیونکہ بارش نے مجھے آسمان دیکھنے سے روک دیا ہے۔

عبدو سیم شہید عبدالحمید چوک' کلمب

☆ایک دفعہ ایک مرغ درخت پر بیٹھا بانگ دے رہا تھا۔ اسی وقت ایک بھوکی لومڑی درخت کے نیچے آئی اور کہنے لگی کہ مودن صاحب اذان دے چکے اب نیچے آؤ جماعت سے نماز پڑھ لیں گے۔ مرغ اپنی جان بچانے کی کوئی ترکیب سوچ ہی رہا تھا کہ لومڑی کی نظر اچانک جنگل کے راجا پر پڑی اور لومڑی دم دبا کر بھاگی۔ تو فوراً مرغ نے آواز دی۔ امام صاحب کہاں جا رہے ہیں۔ نماز نہیں پڑھائیں گے۔ لومڑی کہنے لگی۔ میرا وضو ٹوٹ گیا۔

اسماء' عزیز حمید اللہ' کرہا

☆ایک بار ملّا نصیرالدین نے اپنے بیمار دوست کی طبیعت پوچھی۔ دوست نے کہا' بخار تو ٹوٹ گیا ہے مگر گردن میں سخت درد ہے۔ ملّا نے

ہمدردی کرتے ہوئے کہا گھبراؤ نہیں خدا نے چاہا تو جیسے بخار ٹوٹا ہے ویسے ہی گردن بھی ٹوٹ جائے گی۔"

محمد وجیہ الحق' ڈلوکھر' ترہوتہ' مدھوبنی

☆جج (ملزم سے) تم نے اس گھر میں چوری کیوں کی۔

ملزم بہت معصومیت سے سر اس دروازے پر "ویل کم" لکھا ہوا تھا۔

عبداللہ عادل نعمانی۔ چند نبارہ' مشرقی چمپارن

☆پہلا شکاری (دوسرے شکاری سے) میں نے مصر میں بہت سارے خونخوار چیتے مارے ہیں۔

دوسرا شکاری (حیرت سے) لیکن مصر میں تو چیتے ہوتے ہی نہیں۔

پہلا شکاری وہی تو کہہ رہا ہوں' مصر کے تمام چیتے میں نے مار ڈالے ہیں۔ اب وہاں ایک بھی نہیں ہے۔

محمد شعیب' ڈاکٹر اقبال اردو پرائمری اسکول' واشم

☆اسپین کے ایک شہر میں ٹریفک قوانین کے تیز رفتار گاڑی چلانے والوں کے لیے سزا کا بڑا دلچسپ طریقہ اختیار کیا گیا ہے خصوصاً نوجوانوں میں تیز رفتار گاڑی چلانے کے بڑھتے جنون کو روکنے کے لیے یہ سزا مقرر کی گئی ہے کہ جو شخص یا نوجوان تیز رفتار گاڑی چلانے کے جرم کا مرتکب ہوگا اسے فوراً پکڑ کر قریبی لائبریری میں بیٹھا دیا جائے گا اور سزا یہ ہوگی کہ اسے ایک کتاب کا مکمل مطالعہ کرنا ہوگا سزا کا یہ طریقہ دلچسپ ہی نہیں مفید بھی محسوس ہوتا ہے۔

عائشہ معلم' بھٹکل

☆پاگل خانے میں ایک پاگل خط لکھ رہا تھا۔ خط لکھتے ہوئے دیکھ کر ایک ڈاکٹر نے اس پاگل سے پوچھا۔ "کیا لکھ رہے ہو"

پاگل "خط لکھ رہا ہوں"

ڈاکٹر کیسے خط لکھ رہے ہو؟

پاگل میں خود کو خط لکھ رہا ہوں۔

ڈاکٹر خط میں کیا مضمون لکھ رہے ہو؟

پاگل ابھی کیسے پتا چل سکتا ہے خط تو مجھے ابھی نہیں ملا نا۔

انور خان مینار' گاندھی چوک' دھارواڑ

☆ایک شخص نے اپنے میکنک دوست سے کہا۔ یار میں نے اُس روز تم سے کہا تھا کہ گھر آکر میرے گھر کی گھنٹی درست کرنا مگر تم نہیں آئے۔

دوست نے جواب دیا۔ بھئی اللہ جانتا ہے میں تو چار بار آیا اور بار بار گھنٹی بجائی مگر کسی نے دروازہ ہی نہیں کھولا پھر میں کیا کرتا۔

شہناز پروین' بڑھئی پورہ' منگرول پیر

☆گاہک ویٹر ذرا ادھر آؤ اور ایک کپ چائے لاؤ۔

ویٹر پیسے دیجئے صاحب۔
گاہک میں تو ہر دن پیسے دے کر چائے پیتا ہوں آج بنا پیسے دے کر چائے پینے میں کیا مزا آتا ہے۔ یہ دیکھنا چاہتا ہوں۔
تب ویٹر ایک دوسری ٹیبل سے ایک خالی کپ گاہک کو لا کر دیتا ہے۔
گاہک۔ ارے یہ کیا دیتے ہو۔
ویٹر آپ تو ہر دن بھرا ہوا کپ پیتے ہیں آج خالی کپ پی کر دیکھیے کیا مزا آتا ہے۔

محمد راسخ راہی جلیل لاج' سالماری' کٹیہار

☆ایک آدمی کچھ چھوٹا جوتے پہنے جارہا تھا کسی بیوقوف کی نظر پڑی تو پوچھا جناب یہ جوتا کہاں سے لائے۔"
وہ آدمی غصے میں بولا "درخت سے" بیوقوف بولا "چار مہینے بعد توڑتے تو یہ آپ کے پیر کے برابر ہو جاتا"

راؤ عبدالکریم دوتائی' غازی آباد۔یو۔پی

☆ماں (بیٹے سے) جو بچے روز اسکول جاتے ہیں وہ اچھے آدمی بنتے ہیں۔
بیٹا مگر ماسٹر جی مجھے روز مرغا بناتے ہیں۔
☆ڈاکٹر. (لڑکے سے) کس کے لیے چشمہ لینا چاہتے ہو۔
لڑکا۔ ماسٹر جی کے لیے انھیں میں گدھا نظر آتا ہوں۔

محمد الیاس' وِدّیا نگر' پر بھنی

☆بیٹا باپ سے: میں سوچ رہا ہوں کے میں دانتوں کا ڈاکٹر بنوں یا کانوں کا۔
باپ تم دانتوں کے ڈاکٹر بنو کیوں کہ دانت ۳۲ ہوتے ہیں۔ اور کان صرف دو۔

ریشما صدیق میمن' شری رامپور

☆ایک نوجوان لڑکا سنار کے پاس گیا اور بولا کہ میں نے کچھ دن پہلے ایک سیٹ سونے کا خریدا تھا۔ مہربانی کر کے واپس کر لیجئے۔ سنار نے حیران ہو کر پوچھا۔ کیا وہ سیٹ آپ کے سسرال والوں کو پسند نہیں آیا؟ لڑکے نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ سیٹ تو پسند آ گیا۔ مگر افسوس میں پسند نہیں آیا۔

تبسم اسمٰعیل' چاندی چوک' امراوتی

☆ایک باپ اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے بولا "لڑکی کے گھر جا رہے ہو اگر پوچھیں تو ہر بات کا جواب خوب بڑھا چڑھا کر دینا"۔ لڑکی کی ماں نے دروازے پر استقبال کیا۔ "آؤ آؤ بیٹا کیا ٹرین سے آرہے ہو؟"
لڑکا نہیں ہوائی جہاز سے آیا ہوں۔
لڑکی کی ماں سنا ہے تم بینک میں اکاونٹنٹ ہو؟
لڑکا نہیں منیجر ہوں۔
اتنے میں لڑکے کو کھانسی آ گئی۔
ماں ارے تمہیں تو کھانسی ہے۔
لڑکا نہیں ٹی بی ہے۔

عبدالمجید باغبان' مانوت' پر بھنی

☆ایک عورت نے کسی مرد سے پوچھا"میں کتنے سال کی لگتی ہوں؟ مرد نے مسکراتے ہوئے کہا" بالوں سے ۱۷ سال کی اور دانتوں سے ۱۸ سال کی اور جسم سے ۱۹ سال کی۔ مرد کا جواب سن کر عورت کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ شخص پھر بولا ان سب کو جمع کر یں تو ٹوٹل ۵۴ سال بنتے ہیں۔ عورت نے منہ بنالیا۔

محمد اقبال عثمانی' متعلم جامعہ محمدیہ منصورہ' مالیگاؤں

☆بچہ (ماں سے) امی امی میں آئس کریم کھاؤں گا۔

ماں نہیں بیٹا ٹھنڈ لگ جائے گی۔

بچہ اچھا تو ماں میں کمبل اوڑھ کر کھالوں گا۔

عابد خان 'مسلم نگر' مالیگاؤں

☆کسی ریلوے اسٹیشن پر تین بھلکڑ پروفیسر بات کرنے میں ایسے محو ہو گئے کہ انھیں گاڑی آنے کی خبر تک نہ ہوئی اور چند منٹ بعد انجن نے سیٹی دی۔ تینوں چونکے اور گھبرا کر ایک ڈبے کی طرف بھاگے۔ ان میں سے دو کسی طرح چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن تیسرے صاحب نہ چڑھ سکے اور جاتی ہوئی ٹرین کو بہت مایوسی سے دیکھتے رہے۔ پاس ہی کھڑے قلی نے کہا "کوئی بات نہیں صاحب دوسری ٹرین سے چلے جانا"۔ وہ صاحب بولے میں تو چلا ہی جاؤں گا لیکن ان دونوں کا کیا ہوگا وہ تو مجھے چھوڑنے آئے تھے۔

محمد عاصم' کھریواں موڑ' اعظم گڑھ

☆ کافی دونوں سے ٹھیر ہوئے بن بلائے مہمان سے تنگ آکر میزبان نے کہا جناب آپ دو ماہ سے یہاں ٹھہرے ہیں کیا آپ کو اپنی بیوی اور بچے یاد نہیں آتے۔ مہمان نے مسکراتے ہوئے کہا واہ جناب آپ نے بھی خوب یاد دلایا میں آج ہی فون کر کے ان کو بلا لیتا ہوں۔

شاہنواز احمد' نیو کیندہ' بردوان

☆انور' گڈو سے' سنا ہے کل تم تالاب میں ڈوب گئے تھے۔

گڈو ہنستے ہوئے' ارے میں ڈوبا کیا تھا پہلے تو میں پانی پر چڑھ گیا تھا۔ بعد میں پانی مجھ پر چڑھ گیا۔

حنا 'جمال پور' علی گڑھ' یو۔پی

جج (چور سے) تم نے نہایت چالاکی اور ہوشیاری سے کام کیا۔

چور آپ پہلے شخص ہے جس نے میرے کام کی تعریف کی۔

شمشاد جہاں' دروڑ

باپ نے بیٹے کو پڑھاتے ہوئے کہا بیٹے کتاب بند کرو اور اسکول جانے کی تیاری کرو اب وہیں اپنے سَر سے پڑھنا۔ بیٹے نے جواب دیا" پاپا سب لڑکے تو منہ سے پڑھتے ہیں میں سر سے کیسے پڑھوں گا۔

حیدر عباس انصار' کلب پورہ رانی' مبارکپور

قلمی دوستی

نام ہدایت اللہ شیخ		عمر ۱۱ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا۔ گھوگھاری محلہ آمنہ مینشن، روم نمبر ۲۰، ممبئی

نام واجید شیشگر		عمر ۲۰ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا عبدالرحمٰن اعظم شیشگر، واٹر ٹینک، جلگاؤں

نام غلام محمد یزدانی فصیحی		عمر ۱۶ سال
تعلیم میٹرک
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، خطوط کے جواب دینا
پتا علامہ اقبال روڈ، رحمت نگر۔ برہانپور

نام حافظ سراج		عمر ۱۸ سال
تعلیم درجہ عربی اول
مشغلہ کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا مدرسہ جامعہ، چند گڑھ، کولہاپور

نام حافظ اکرم نگارے		عمر ۱۹ سال
تعلیم درجہ حفظ مع قرآن
مشغلہ قرآن شریف کی تلاوت کرنا
پتا: مدرسہ جامعہ چند گڑھ، کولہاپور

نام محمد ندیم حسین		عمر ۱۶ سال
تعلیم گیارویں جماعت
مشغلہ تیرنا، خط لکھنا
پتا ندیم حسین، ۲ نمبر جلالائن، کلکتہ

نام سید شکیل احمد محمد علی		عمر ۲۱ سال
تعلیم بی۔اے
مشغلہ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا ماردل تعلقہ یاول۔ جلگاؤں

نام سعید احمد علی احمد		عمر ۱۸ سال
تعلیم ایس ایس سی
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا۔ دینی باتیں سننا
پتا۔ نزد خوجہ جماعت خانہ، مومن پورہ، اکولہ

نام عمر شریف		عمر ۱۲ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا
پتا۔ عبدالحمید چوک، کلمب، ایوت محل

نام برکت اللہ		عمر ۱۸ سال
مشغلہ دوستی کرنا
پتا۔ محلہ پورہ رانی، برتی مبارکپور، اعظم گڑھ

نام روحی۔ تعلیم دسویں جماعت مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
نام صوفی: تعلیم ساتویں جماعت مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
نام عالیہ: تعلیم تیسری جماعت مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا

پرویز خاں تعلیم. نویں جماعت مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
معرفت حشمت علی خاں، ٹھاکر دوار مراد آباد

م بارز سردار عمر ۱۲ سال
لیم چھٹی جماعت
غلہ خط لکھنا۔ مطالعہ کرنا
۔ بنگال پورہ، بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹر

م کلثوم خاتون
لیم آٹھویں جماعت
شغلہ پیام تعلیم پڑھنا، خبریں پڑھنا
۔ معرفت محمد سلیم، مانک پیر کانکی ناره ۲۴، پرگنہ

ام محمد عبداللہ کامل عمر ۱۸ سال
علیم درجہ چہارم عربی
شغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
ا موضع ملگواں کھیری لکھیم پورہ، یو۔پی

ام محمد صادق عمر ۱۳ سال
تعلیم عربی دوم (آٹھویں جماعت)
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
۔ عتیق الرحمٰن اصلاحی کھریواں، سرائے میر

ام مجیب الدین
تعلیم گیارویں جماعت
مشغلہ دینی علم حاصل کرنا
لال ہری مسجد، سعادت گنج، لکھنو

نام شیخ عقیل شیشکر عمر ۱۷ سال
تعلیم گیارویں جماعت (جاری)
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا۔ معرفت عبدالرحمٰن، راویر، جلگاؤں

نام عابد علی اعظمی عمر ۱۷ سال
تعلیم حافظ قرآن، عربی دوم (جاری)
مشغلہ۔ پیام تعلیم اور کرکٹ سمراٹ پڑھنا
پتا چکیا حسین آباد پڑاگاؤں، اعظم گڑھ

نام اشرف علی (گرولوی)
تعلیم درجہ ہشتم
مشغلہ سکّہ اچھالنا، تصویر بنانا
پتا۔ سلفیہ اسکول، لہریا سرائے، دربھنگہ

نام سید عرفان علی
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا۔ عبدالحمید چوک، کلمب، ایوت محل

نام شیخ رضوان عمر ۱۲ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، ٹی۔وی دیکھنا
پتا۔ معرفت عبدالرحمٰن راویر، جلگاؤں

نام نورالہدیٰ
تعلیم دسویں جماعت

مشغلہ قلمی دوستی کرنا، کتاب پڑھنا
پتا تمبوری مینشن، عثمانیہ مسجد روڈ، بھٹکل

نام شمس تبریز احیائی عمر ۱۹ سال
تعلیم حافظ و قاری
مشغلہ قلمی دوستی کرنا
پتا معرفت محمد لقمان کوٹین مرچینٹ، ہلگندہ

نام محمد مختار عالم عمر ۱۲ سال
تعلیم حافظ قرآن
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کیرم بورڈ کھیلنا
پتا مدرسہ احمدیہ ابابکرپور، ویشالی

نام خلیل احمد مانک عمر ۱۶ سال
تعلیم گیارہویں جماعت
مشغلہ ہر قسم کے کھیل کھیلنا
پتا۔ اے۔ ائی۔ آر۔ روڈ، دھارواڑ، کرناٹک

نام محمد وجیہ الحق عمر ۱۴ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا۔ بابر لاج، لال باغ، دربھنگہ

نام محمد حنیف مصباحی عمر ۱۸ سال
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا۔ مدرسہ عربیہ جیلان باغ، گلبرگہ

نام لیاز الدین ریاض الدین عمر ۶ سال
مشغلہ نعت سننا
پتا غلام نبی، مسلم نگر، مالیگاؤں

نام محمد شفیع عمر ۱۶ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا فرشی پورہ، کلمب، ایوت محل

نام محمد امام الدین پٹیل
مشغلہ نمازوں کی پابندی کرنا
پتا مدرسہ مصباح العلوم، گلبرگہ

نام محمد ابوالحیات عمر ۱۵ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا کلداسپور بارسوئی کٹیہار۔ بہار

نام فروغ احمد خان عمر ۱۴ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، نماز پڑھنا
پتا افسر خان، اسلام پورہ، کلمب، ایوت محل

نام محمد ارشد شمیم اختر انصاری عمر ۱۴ سال
تعلیم آٹھویں
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، خط و کتابت کرنا
پتا بلڈنگ نمبر ۵۱۳، مالا کمپاؤنڈ، نظام پورہ، بھیونڈی

نام عمار احمد عمر ۹ سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ بیڈمنٹن کھیلنا۔ کیرم کھیلنا
پتا سلفیہ جونیئر اسکول کلکتہ۔۱۷

نام ضمیر احمد عبدالستار
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا محلہ خورشید علی، مصطفیٰ آباد، چوپڑا

نام نازیہ فردوس
جماعت ہفتم
مشغلہ صرف بہنوں سے دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا اردو اسکول، آمور

ام فخر عالم عمر ۱۳ سال
علیم ہفتم
شغلہ کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
ا ۸ سید صالح لین، کلکتہ۔۷۳

م اسلام الدین
اجہ ہشتم
شغلہ کرکٹ کھیلنا اور پیام تعلیم پڑھنا
ا انیس احمد بنکھو کمرائے خاص بازار، بلرام پور

ا سید ارشد احمد مرشد
لیم ہفتم
غلہ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا سید جانی صاحب نیر گلی، بودھن

نام نذرانہ نظیر خاں عمر ۱۳ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، بڑوں کی عزت کرنا
پتا الورائے محلہ معرفت نظیر خاں چپلون، رتناگری

نام تاج الدین
مشغلہ قلمی دوستی، پیام تعلیم پڑھنا
پتا میودنگر، اسلام پیٹھ پیٹن، وشاکھاپٹنم

نام امجد حسین عمر ۸ سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا۔ چیریا قاضی ٹولہ، مدھوبنی

نام مرزا عظمت بیگ عمر ۱۱ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ اسکول میں پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا محمد بیگ ڈاگ والے پیٹھ محلہ، ناندورہ

نام محمد ریاض الدین عمر ۱۵ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ پڑھائی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا محمد کلیم الدین کرانہ شاپ، آکولہ، بالاپور

نام: ابوحمزہ شافعی عمر ۱۳ سال

تعلیم عربی چہارم
مشغلہ مطالعہ کرنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا مقام چکیاسرائے میر' اعظم گڑھ

نام روبینہ پروین محمد سعید پاشا
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا وودربھ ہاؤسنگ سوسائٹی' ایوت محل

نام محمد انعام الحق عمر ۱۳ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ اللہ کی عبادت کرنا' پیام تعلیم پڑھنا
پتا سلفیہ جونیر اسکول لہریاسرائے' دربھنگہ

نام نزاکت نظیر خان عمر ۱۵ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا' قلمی دوستی کرنا
پتا الورے محلہ۔ چپلون' رتناگری

نام احمد علی عمر ۱۳ سال
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا' کرکٹ کھیلنا
پتا احمد علی محلہ پورہ دیوان۔ مبارکپور

نام محمد ریاض الدین
تعلیم وسفانیہ اولی میں پڑھنی
مشغلہ عربی و فارسی پڑھنا
پتا گھر چکیسی' کشن پور' دوالہا' سمستی پور

نام محمد اسرار الحق
تعلیم تحتانیہ سوم میں پڑھنا
مشغلہ روم نمبر ۱۲ کا بوس بننا
پتا مدرسہ اسلامیہ شاہ پور بگھونی' سمستی پور

نام سراج الحق
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا گھر راجاپور' دوما' مظفر پور

نام عبدالرب عمر ۲۰ سال
تعلیم بی۔اے سال اول
مشغلہ کرکٹ کھیلنا' کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا کھریوں سرائے میر' اعظم گڑھ

نام محمد کاشف حسین عمر ۱۴ سال
تعلیم ہشتم
مشغلہ غریبوں کی مدد کرنا
پتا معرفت مظاہر حسین۔ کملد اہالرریہ' ہ

نام تقی عمار
تعلیم پہلی جماعت
مشغلہ اچھی اچھی کتابیں پڑھنا
پتا معرفت تنزیل الرحمٰن' سونتھا' کشن گنج

نام شمیم اشرف عمر ۱۶ سال
تعلیم میٹرک پاس

مشغلہ فلم دیکھنا. پیام تعلیم پڑھنا
پتا شاہ پور بگھونی تاجپور، سمستی پور، بہار

نام محمد عارف رضا عمر ۵ سال
تعلیم پہلی جماعت
مشغلہ بڑوں کی خدمت کرنا
پتا معرفت مولانا احمد رضا، پورہ رانی مبارکپور

نام ابوالکلام عمر ۱۴ سال
تعلیم عربی پنجم
مشغلہ دینی تعلیم حاصل کرنا
پتا ابوالکلام مسکونہ ولید پور جوشن چوک کٹیہار

نام محمد نجیب خان
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، فٹ بال کھیلنا
پتا محمد نجیر خان، بیر گاچھی چوک، ارریہ

نام محمد غلام ربانی انصاری عمر ۲۰ سال
تعلیم بارہویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا حما ہوٹل بس اسٹینڈ۔ پاتھری

نام تراب احمد عمر ۱۰ سال
تعلیم درجہ ششم
مشغلہ فٹ بال کھیلنا، رسالہ پڑھنا
پتا مڈل اسکول، بچھی پور، ولیا چاکند، گیا

نام پرویز احمد
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ. پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا سمسی چوک۔ برداہا، ضلع مدھوبنی

نام عبدالکریم عمر ۱۴ سال
تعلیم قرآن حفظ کرنا
مشغلہ دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا معرفت قمر رحمت الکہا گھر، بھنسیا، ارریہ

نام نیاز احمد زبیری
مشغلہ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا راجاپور، دوبہا، مظفرپور، بہار

نام ذاکر علی بگھونوی
تعلیم پنجم
مشغلہ ہاکی کھیلنا
پتا بگھونی، سمستی پور

نام شہاب الدین
تعلیم الف، ب، پڑھنا
مشغلہ پیاری پیاری باتیں کرنا
پتا چکہسی کشن پور، سمستی پور

نام محمد نسار عمر ۱۳ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، نٹ بال کھیلنا
پتا چیریا قاضی ٹولہ، مدھوبنی

آدھی ملاقات

ماہ مئی کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہوا۔ تمام مضامین پسند آئے اور آپ نے ہمارے بھیجے ہوئے خط کو شائع کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی، میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور پیام تعلیم کے تمام فنکاروں کو مبارکباد دیتا ہوں۔

☆انصاری مزمل حسین قصائی واڑہ بھیونڈی

پیام تعلیم کی تقریباً ایک سال سے خریدار ہوں۔ لیکن پہلی مرتبہ آپ کے پاس خط روانہ کر رہی ہوں۔ پیام تعلیم کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ یہ رسالہ اتنا اچھا ہے کہ میرے پاس اس کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ میری خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ پیام تعلیم کو بُری نظر سے بچائے (آمین)

☆شیخ نگار احسان' بھنڈی بازار' ممبئی ۳

میں پیام تعلیم کو اس وقت سے جانتا ہوں۔ جب یہ گھٹنوں کے بل چلتا تھا۔ پیام تعلیم کی طرح پہلے زمانہ میں ہماری درسی کتابیں حمایت الاسلام لاہور کی چھپی ہوتی تھیں۔ جس میں زبان کے ساتھ سائنس ' تاریخ' جغرافیہ وغیرہ ہوا کرتے تھے۔ اللہ اس رسالہ کو ہمیشہ قائم رکھے۔ میرا ایک مشورہ ہے قابل قبول ہو تو ذرہ نوازی۔ لطیفوں اور پسندیدہ اشعار کے انتخاب میں اور توجہ کی ضرورت ہے۔ بچوں کی معیار کے ہوں تو بہتر ہے۔ نیز اشعار کے ساتھ شاعر کا نام ضروری ہے۔ اکثر اشعار وزن سے گر جاتے ہیں مثلاً عید نمبر اپریل ۹۸

کانٹوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھوں
(نظر سے تو دیکھو)
یہ بھی تو کسی پھول کے سایہ میں پہلے ہیں

صفحہ نمبر ۶۳۔ دائیں کالم میں

گلشن کی ہر کلی کی حفاظت کریں گے ہم
نہ جانے کس کلی سے گلستاں مہک اٹھے
گل چڑھائیں گے لحد یہ جن سے یہ امید تھی

یہ دو اشعار بائیں کالم میں بھی چھپ گئے ہیں۔

☆ہنر کارواری ٹھرڈ کراس' مدینہ کالونی بھٹکل

مئی کا شمارہ ملا۔ بہت خوشی ہوئی "بارش کے بعد" اور دیگر مضامین اچھے لگے خاص طور سے خلائی ایڈونچر سیریز۔ آپ کو تکلیف ضرور ہوگی۔ اگر آپ کے پاس خلائی ایڈونچر سیریز قسط نمبر ا سے ۱۲ تک ہے تو آپ ہمیں بتائیں اور ساتھ ساتھ قیمت لکھ دیں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

(بارہ حصّوں کی قیمت -/120 روپے ہے)

☆محمد عمران' سلیم پور' دہلی۔ ۵۳

پیام تعلیم اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔ آج کے پُر آشوب حالات میں

اردو کا رسالہ جاری کرنا گویا چٹانوں میں گلاب پیدا کرنے کی مانند ہے۔ آپ 'اردو' مسلمانوں اور دین کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں خدا آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائیں۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور خدا سے آپ کے ادارہ کے کامیابی وکامرانی کے لیے حلقہ احباب کے ساتھ ہمیشہ دعا گو ہوں۔

☆عنایت اللہ خان (ٹیچر) بوری عرب 'مہاراشٹر

مئی ۹۸ کا پیام تعلیم موصول ہوا! تمام مضامین پسند آئے خاص طور سے! گل محمد چشمے والے 'چھوٹی عمر کے بڑے لوگ' خلاء میں کرۂ ارض کہاں اور خلائی ایڈونچر سریز نمبر ۲۴' بہت پسند آئے' تمام مضمون نگاروں کو میری طرف سے مبارکباد دیں اور شکریہ ادا کریں۔

☆حنا کوثر ابکل گوڑہ' عادل آباد (اے' پی)

☆ہم نئے پیامی ہے۔ ہمیں خط لکھنے کا طریقہ بھی معلوم نہیں ہے۔ پلیز انکل آپ یہ خط شائع کر دیجئے اگر آپ یہ خط شائع کر دیں گے تو بہت نوازش ہوگی۔

☆ثمینہ پروین' کھنر کارروڈ' بھساوی

☆میں پیام تعلیم کا نیا قاری ہوں اور میں نے پہلی بار اسے اپریل میں پڑھا۔ اس رسالے کی تمام چیزیں مجھے پسند آئیں۔ میں اللہ سے یہی دعا کروں گا کہ اللہ اس رسالے کو مزید ترقی عطا فرمائے۔

☆محمد ندیم حسین '۲ نمبر جلا لائن کلکتہ۔۲۷

☆ہم سب بھائی اس دلچسپ اور خوبصورت رسالے کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ اس رسالے میں چھپے سبھی مضامین اور کہانیاں اور کالم بہت اچھے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس رسالے میں سوال جواب کا کالم بڑھا دیں تو اس رسالے کی خوبصورتی میں چار چاند لگ جائیں گے۔ آپ ہماری اس چھوٹی سی فرمائش کو ضرور قبول فرمائیں گے۔

(آپ کی فرمائش بہت جلد پوری ہوگی۔ ادارہ)

☆عامر و سبھی بھائی بہن 'شاستری پارک' دہلی۔۵۳

انکل! "پیام تعلیم" میں ایک دو باتوں کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ بچوں کے اس پیارے رسالے میں "اشعار" والا کالم کچھ خاص نہیں لگتا۔ اس کی جگہ اگر "محفلِ اطفال" کے نام سے ایک کالم شروع کیا جائے جس میں بچے اپنے دل میں آنے والے سوالات بے تکلف ہو کر پوچھ سکیں تو کتنا اچھا ہو۔ دوسری بات یہ کہ "آدھی ملاقات" والے کالم میں آپ ہم بچوں کے خطوط شائع تو کر دیتے ہیں لیکن ان خطوط میں سے کسی خط کے جواب میں بھی ایک جملہ تک نہیں لکھتے۔ آپ اگر ان دو ایک باتوں پر غور کریں تو آپ محسوس کریں گے کہ واقعی یہ تو اچھی خاصی

کی ہے جو دور ہونی چاہیے۔اور جس سے "پیام تعلیم" کی مقبولیت میں بھی اضافہ ہوگا۔

☆اسامہ مسرور، مدرسہ امینیہ اسلامیہ، دہلی۔۶

قریب تین ماہ ہوئے جب سالانہ چندہ کی رقم روانہ کی گئی تھی مارچ کے آخر تک انتظار کرنے کے بعد یہ طے ہوا کہ پرچہ منگانا ضروری ہے اس لیے چندہ کی رقم دوبارہ بھیج کر درخواست کی جائے کہ رسالہ جاری رکھیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ابھی ارادہ ہی ہوا تھا کہ پہلی یا دوسری اپریل کو ڈاکیے نے ماہ اپریل کا نسخہ لاکر دیا۔ امید ہے کہ ہمیں آئندہ ایسی پریشانی نہ ہوگی اور پرچہ برابر آتا رہے گا۔ رسالہ پیام تعلیم کا جہاں تک تعلق ہے بچوں کے لیے بہت ہی بہترین رسالہ ہے۔ باری تعالیٰ زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت فرمائیں۔

☆عبدالحلیم انصاری، بابو گنج، پرتاب گڑھ

اس وقت ہندوستان میں جتنے بھی ادبی اور دوسرے رسالے شائع ہوتے ہیں ہم کو چاہیے کہ ان کو خرید کر اردو کو فروغ دیں۔ خاص طور پر جو پیام تعلیم کو صرف ۶ روپے کا ہے اتنی کم قیمت اور اتنی اچھی کتابت۔ ہر مضمون معلوماتی۔ بچوں کی کوششیں۔ اقوال زرّیں۔ آدھی ملاقات، بچوں کی نصیحت آموز کہانیاں یہ ساری باتیں پڑھیں۔ یاد رکھیے اس دور میں اردو زبان کا کوئی اخبار یا رسالہ شائع کرنا بڑے دل و گردے کا کام ہے۔ اردو کو حکومت کی عدم دلچسپی نے ان مسائل کو اور بھی سنگین بنا دیا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ معزز قارئین اکرم رسالے کو خریدیں گے۔ اردو پڑھیں گے اردو پڑھائیں گے۔ اردو کی ترقی اسی طرح ہو سکتی ہے۔

☆مختار سکرین سید پورہ، بالاپور، آکولہ

اپریل کا پیام تعلیم دستیاب ہوا، آدھی ملاقات کے کالم میں اپنا گم نام خط پڑھا جس کے جواب میں آپ نے مجھ سے میرا پتہ لکھنے کو کہا تھا اس لیے میں اپنا پتہ روانہ کر رہی ہوں گم نام لیٹر اس لیے لکھی تھی کہ مجھے آپ سے انعام نہیں ملا یہ لکھتے ہوئے جھجک محسوس ہو رہی تھی کہ میرا یہ مضمون پڑھ کر دوسرے لوگ ہنسیں گے اس لیے میں اس بات کی معافی چاہتی ہوں۔

☆رحما کوثر، منگرول پیر، آکولہ

ایک شعر لکھ رہی ہوں آپ سے گزارش ہے کہ پیام تعلیم میں شائع کر کے ہمت افزائی کریں۔ پیام تعلیم ہمیں بہت پسند ہے۔ ہمارے گھر میں پیام تعلیم کئی سالوں سے آرہا ہے۔
پیام تعلیم بہت اچھا رسالہ ہے۔

☆رئیسہ بانو ممتاز احمد، آزاد نگر، دھولیہ

اللہ اس وقت بند و گلبرگہ میں خیریت رہ کر آپ کی خیریت معلوم کرنے کا مند ہے دیگر تحریر یہ ہے وہ آپ کا لکھا لفاظ ملا پڑھ کر تمام حالات معلوم ہوئے۔ خریداری نمبر بھی معلوم ہوا میں آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں آپ جیسے شفیق ایڈیٹر کا ہم جیسے بچوں کو پیار و محبت سے کا جواب دینا بہت ہی پسند آیا۔

محمد حنیف ملا، گلبرگہ

ایک سال سے پیام تعلیم کو مطالعہ کر رہے ہمیں اس کی کہانیوں میں بہت ہی مزا آتا ماشاء اللہ پیام تعلیم بہت ہی مشہور ہو گیا ہمارے مدرسے میں بچے بہت شوق کے کو پڑھتے ہیں۔

پرویز احمد، جلال پیٹ، تیسری گلی، آمبور

تعلیم کا مارچ کا شمارہ پڑھا۔ محترم نصرت صاحب کا مضمون "بڑے بھائی جان" سے خوب تر ہے۔ پڑھ کر مزہ آگیا اور ف کے لیے بہت ساری دعائیں نکلیں، تعالیٰ ان کو اس قسم کی اصلاحی تحریریں لکھنے کا موقع فراہم کرے۔ اب ناز جو اکثر و بیشتر پیام تعلیم کے لیے لکھتی ہیں ان کا مضمون "نیت میں کھوٹ" پسند آیا۔ اس مضمون میں بچوں کی اصلاح

کا سامان موجود ہے۔ اب رہی پیام تعلیم کی توسیع اشاعت اور خریداروں میں اضافے کی بابت تو جن کے اندر زبان اردو کی ترویج و اشاعت کا احساس ہوگا اور جنہیں اردو سے تعلق و شغف ہوگا وہ پیام تعلیم کے ممبر خریدار بن کر ضرور اس کا ثبوت پیش کریں گے۔

☆اعجاز احمد گیاوی، روم ۱۰، دارالعلوم دیوبند

میں پیام تعلیم کا پچھلے چھ ماہ سے برابر مطالعہ کر رہی ہوں۔ الحمد للہ بہت ہی دلچسپ اور معلومات سے آراستہ ہے۔ دنیاوی اور دینی معلومات بھی بہت پڑھنے کو ملتی ہیں۔ دعا کرتی ہوں کہ یہ رسالہ ہر پکے اور کچے گھر میں ایک چراغ کی طرح روشن ہو۔ اور اس روشنی سے ہم سب کو فائدہ ہو۔ جس طرح آسمان پر ستارے چمکتے ہیں اسی طرح دنیا میں یہ رسالہ چمکے (آمین)

☆فاطمہ بی یاسین بیگ، آمنت نگر، آکولہ

میں ہر ماہ "بچوں سے باتیں" پڑھتی ہوں۔ آپ کی خواہش کے مطابق میں اپنے شائع ہوئے خطوط پڑھنے کے بعد ہی دوسرا خط بھیجتی ہوں لہٰذا آپ اس بات کا برا نہ مانئے کہ میں خط پر خط بھیجتی ہوں صحیح بات تو یہ ہے کہ میرے دل میں جب آتا ہے میں کہانیاں اور اشعار لکھ کر لفافے میں ڈال کر بھیجتی ہوں۔ اس لیے آپ کی گزارش پر عمل نہیں

ہو پاتا۔ میں چاہتی ہوں پیام تعلیم ہر جگہ نظر آئے۔ اس میں بہت ہی اچھی کہانیاں اور معلومات ہوتی ہیں۔

☆ نفیس فاطمہ عبدالرحیم انصاری، پاتھری

میرے عزیز قلمی دوست محترم لیاز خان اطہر پاتوری جنھوں نے مجھے پیام تعلیم سے روشناس کر لیا ۵ مئی کو ایک حادثے کے شکار ہوئے ان کا پاؤں بہت بُری طرح زخمی ہوا۔ ان کے لیے تمام پیامی بھائیوں اور بہنوں سے دعا کی درخواست ہے کہ دعائے صحت کریں۔

☆ شیخ مختار مدرس شیخ احمد، پاتور، آکولہ

انکل میں تو یہ کہوں گا کہ پیام تعلیم ایک ایسا رسالہ ہے جس کا کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دیسے بھی اس رسالے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس رسالے میں جو کچھ ہونا چاہیے اس میں وہ سب کچھ موجود ہے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ اگر اس میں ایک اور انعامی مقابلہ شروع کیا جائے تو بہت ہی بہتر ہوگا۔ (بہترین شعر پر انعام کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ ادارہ)

☆ یوسف خان، بسم اللہ کٹ پیس سینٹر، مالیگاؤں

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ ایک حدیث بھیجی تھی وہ چھپی مجھے بہت خوشی ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ پیام تعلیم میں کام کرنے والوں کے لیے (اس کو کیا کہتے ہیں کہ عملہ مجھے یاد نہیں آرہا ہے) (عملہ) عملہ ہو یا املہ میں نے دل سے دعا کی کہ تعالیٰ پیام تعلیم کو اور اس کے کارکنوں کو اتنی عزت دے کہ خوشیوں سے ان کا دا[من] بھر جائے آمین ثم آمین

☆ اوصاف عزیز کے بی ایف۔ کرناٹک

میں تقریباً دو سال سے "پیام تعلیم" کا خر[یدار] ہوں۔ گھر کے بچے بڑے تقریباً سبھی [اس] رسالے کے شیدائی ہیں۔ واقعی یہ رسالہ د[ینی] ادبی، سائنسی، تاریخی، معلومات فراہم ک[رتا] ہے۔ بچوں کا تو یہ ایک اچھا مدرس اور ر[ہنما] ہے۔ میں خود بھی وقت نکال کر اس کا مط[العہ] کرتا ہوں۔

☆ ایم۔ اے۔ شاہد، ونی، ایوت محل

ماہ مارچ کے پیام تعلیم میں اقوال زریں [کے] کالم میں میرا نام آیا تھا اور قلمی دوستی [میں] بھی۔ میں سب سے پہلے بچوں سے ما[ہنامہ] پڑھتا ہوں۔ اور اس کے بعد قلمی دو[ستی] آدھی ملاقات۔ میں پیام تعلیم کا ۱۹۹۸ [سے] مطالعہ کر رہا ہوں۔

☆ سید عرفان علی، مسجد روڈ، کلمب، ایوت محل

پیام تعلیم رسالہ ہر ماہ پابندی سے آتا

پڑھ کر دلی مسرت ہوتی ہے۔ میں جب
یہ رسالہ نہیں پڑھتا تو مجھے بے چینی رہتی
اس سے نئی نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں
کہانیاں بھی بہت مزیدار ہوتی ہیں۔
عزیز احمد انصاری 'کرہا' امراوتی

...ری کا پرچہ بہت ہی خوشیاں کے ساتھ
...ل کے ذریع جلوہ فروز ہوا۔ ہمارا نام آدھی
...ات میں شائع ہوا۔ دیکھ کر خوشی کی انتہا
نہیں رہی۔ ہم آپ سے ایک گزارش کرتے
ہیں کہ پیام تعلیم میں سوال و جواب کا کالم
شروع کیا جائے۔
☆محمد صابر محمد اسماعیل کاسودہ جلگاؤں

پیام تعلیم دستیاب ہوا۔ پڑھ کر بڑی خوشی
ہوئی۔ رضوان رضوی صاحب کی کہانی
"فریب" بے حد پسند آئی میرے اور میرے
دوستوں کی جانب سے تمام قلمکاروں کو
مبارکباد قبول ہو۔ اگر ہم اسی طرح رسالے
کے خریدار بنانے کے لیے دل لگا کر کام کریں
گے تو رسالے میں اور خوبصورتی آجائے گی۔
ایسے بھی اس رسالے کا جواب نہیں۔
☆گلاب خان 'مالی پورہ' تاندورہ 'بلڈانہ

مئی ۹۸ کا پیام تعلیم ملا۔ شکریہ۔ کہانیاں پسند
آئیں۔ اے حمید انکل کی خلائی ایڈونچر سیریز
اچھی جا رہی ہے۔ مبارکباد دیں۔ انکل مجھے

پیام تعلیم کی چند کتابیں ابھی ملی نہیں ہیں جن
کے نام اسی خط میں ہیں مہربانی کر کے انھیں
روانہ کر دیں۔ اس کے علاوہ کتابوں کے پیسے
بھیج رہی ہوں شامل کر لیجئے گا عین نوازش
ہوگی۔ آپ کی بیٹی
☆سامیہ پروین

مئی ۹۸ء کا محبوب رسالہ "پیام تعلیم" اپنی
تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ بار ہوا۔
سرورق کافی خوبصورت اور جاذب نظر ہے۔
تقریباً سب مضامین پسند آئے خاص طور سے
"محمد ابراہیم شاہ" کا مضمون کافی معلوم افزا
ہے۔ بیگم نورالصباح اور ڈاکٹر سید فرحت
حسین نے اسلامیات پر بڑا اچھا لکھا ہے۔ ڈاکٹر
اعظم شاہ خان بھی اپنے مضمون "انرجی" کے
لیے قابل صد ستائش ہیں۔ اور "فریب" تو
بہت ہی دلچسپ ہے۔ میں ان تمام بزرگ قلم
کاروں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اس
لیے کہ ان کے مضامین سے دل و دماغ کو
ایک نئی فکر' نیا ولولہ' نیا جوش اور نئی معلومات
فراہم ہوتی ہے۔ آخر میں "بچوں کی کوشش"
کے نوعمر اور ہم عمر قلم کاروں کو سلام۔
☆امتیاز احمد 'لہدیاں' سیوان' بہار

مئی کا پیام تعلیم موصول ہوا۔ پڑھ کر دل باغ
باغ ہو گیا۔ کہانیوں میں گل محمد چشمے والے'
بارش کے بعد' فریب وغیرہ بہت پسند آئے۔

میں اس سے پہلے بھی ایک خط بھیج چکا ہوں لیکن کیا وہ خط آپ کے پاس پہنچا نہیں یا آپ نے اسے چھاپا ہی نہیں۔

☆ضمیر احمد' قاضی محلہ' بھرواڑہ' دربھنگہ

مارچ ۹۸ء کا رسالہ پیام تعلیم موصول ہوا پڑھ کر دلی خوشی ہوئی تمام مضامین بہت اچھے لگے۔ خاص کر نصرت ظہیر صاحب کا "بڑے بھائی جان" اللہ تعالی اس رسالے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین

☆غلام رسول قیس احمد' پرانا جالنہ' دھولیہ

کیا وجہ ہے کہ بہت دن ہوئے کہ میری تحریر رسالہ میں شائع نہیں ہوئی۔ اور میرے بھائی اعجاز احمد کی دلی و جان سے خواہش ہے کہ وہ اپنا نام پیام میں دیکھیں مجھے امید ہے کہ آپ اس کا نام شائع کریں گے۔ اس کا نام یہ ہے۔

☆اعجاز احمد' فاضل خان پورہ' بدنیرہ' بھونجی

میں پیام تعلیم ۲ سال سے پڑھ رہا ہوں واقعی پیام تعلیم بہت بہترین رسالہ ہے اور اس رسالے میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اشعار پسند آتے ہیں۔

☆شیخ مختار شیخ احمد' پاتور ضلع' آکولہ

مارچ کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ ماشاء اللہ بہترین رسالہ ہے۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے میں سچے دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مقبو عام کر دیے۔ آمین

☆محمد عرفان' پورہ منگرول پیر' آکولہ

میں پیام تعلیم کا بہت شوق سے مطالعہ کر ہوں اور ہر مہینہ اس کا شدت سے انتظار ک رہتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے میری اردو میں کافی بہتری ہوئی ہے میں ابھی درجہ تین میں پڑھتا ہوں مگر پیام تعلیم ملتے ہی اسی دن اس مکمل پڑھ ڈالتا ہوں اسی شوق سے تقریباً تین سال سے میرے گھر پیام تعلیم ہر ماہ پابندی سے آتا ہے۔

☆ارمان عزیز پورب محلہ' اعظم گڑھ

میں نے زندگی میں پہلی بار پیام تعلیم پڑھا ہے اور ایک ہی بیٹھک میں پڑھ گئی ابھی میری ایک سہیلی آئی تھی اس نے ہی یہ رسالہ دیا' ہر کالم بہت پسند آیا مگر دقت یہ ہے کہ ہمارے دھنباد شہر میں اس طرح کے رسالے نہیں ملتے ہیں میں نے اپنے اسکول کی بہت سی لڑکیوں کو دکھلایا سب کو یہ بالکل نیا معلوم ہوا اور سب نے بہت پسند کیا ہم لوگ چاہتے ہیں کہ اس کو منگوائیں ہم کو کیا کرنا پڑے گا لکھیں "عقل کا امتحان" ہم طالب علموں کے لیے بہت مفید ہے' اللہ اس پرچے کو مزید قبولیت عطا فرمائے۔ (مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر "ماہنامہ پیام تعلیم جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵"

کے نام بھجوادیں۔ رسالہ سال بھر کے لیے جاری کردیا جائے گا۔ ادارہ)
☆مینا پرین' ابوالکلام آزاد ہائی اسکول، جنیاد

اپریل ۹۸ کا ماہنامہ پیام تعلیم موصول ہوا۔ مجھے سبھی کہانیاں بہت اچھی لگیں۔ اور خاص طور سے نیکی کا بدلہ بہت ہی اچھی لگی میں اس رسالے کو چار سال سے پڑھ رہا ہوں اس میں بہت دلچسپ کہانیاں ہوتی ہیں۔
☆غلام سرور' آزاد ہائی اسکول' چاکند رگیا

میں اور میرا دوست غلام دستگیر بڑی بے صبری سے اس رسالے کا انتظار کرتے ہیں۔ اس میں مجھے سب سے زیادہ 'خلائی ایڈونچر سریز' یوسف ناظم کی مزاحیہ تحریریں' ڈاکٹر سید حامد حسین کے مضامین بہت ہی اچھے لگتے ہیں۔
☆جنید احمد غفور نگر وروڈ دھولیہ

ماہ جنوری کا شمارہ ملا شکریہ مگر بہت انتظار کرنا پڑا۔ یہ رسالہ ہر مہینے ہماری نئی لائبریری میں آتا ہے۔ سب لوگوں نے اسے بہت پسند کیا ہے۔
☆شیخ مختار نورانی پبلک لائبریری پاتور

ہم آپ کے رسالہ سے اتنا ہی پیار کرتے ہیں جتنا کہ اپنی درسی کتابوں سے۔ دل چاہتا ہے کہ اسے اپنے سینے سے لگائے رکھیں۔ ساتھی مظفر اشرفی سے جب یہ رسالہ مانگا تو وہ بھی دینے کے لیے تیار نہیں تھا بڑی مشکل سے دیا۔ اس کے تمام مضامین دلچسپ ہیں۔
(مظفر اشرفی میاں! اپنا پرچہ دوسروں کو پڑھنے کے لیے ضرور دے دیا کیجیے۔ ادارہ)
☆محمد شادہ عالم بلوا' ارریہ

میں نے پیام تعلیم کا مطالعہ ابھی ابھی شروع کیا ہے۔ اس رسالے نے میرے دل کو اس قدر متاثر کیا کہ میں اس کا دیوانہ ہو گیا۔ پیام تعلیم کے سبھی کالم قابل تعریف ہیں۔ مجھے ایسے ہی رسالے کی تلاش تھی۔
☆اصغر بیگ' سونالہ' بلڈانہ

فروری ۹۸ء کا رسالہ اپنی خوبیوں کے ساتھ جھومتا ہوا موصول ہوا۔ قلمی دوستی میں اپنا نام دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا دل سے دعائیں نکلیں اس شمارے کے اندر سبھی مضامین اچھے لگے میری طرف سے سبھی پیامیوں کو مبارکباد ہو۔
☆نفیس احمد انزاری' خیرآباد' مئو

پیام تعلیم ہمارے گھر پر بڑے بھائی منگواتے ہیں لیکن جیسے ہی یہ رسالہ گھر پر آتا ہے میں پہلے پڑھ کر دوسروں کو دیتا ہوں لہٰذا آپ سے پھر ایک بار گزارش کرتا ہوں کہ رسالہ جلد از

جلد روانہ کریں ایک اور بات میرے اشعار اور گدگدیاں بھی نہیں چھپیں۔
☆ محمد علاؤالدین 'قاضی پورہ' لکھنو

میں پیام تعلیم تین سال سے پڑھ رہا ہوں۔ نیکی کا بدلہ' اشعار 'گدگدیاں' اقوال زریں اور معلومات پڑھ کر میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ اللہ اس رسالے کو ترقی فرمائے۔ آمین
☆ محمد شان الرحمٰن 'اسلام نگر' ارریہ

میں پیام تعلیم بہت ہی شوق سے پڑھتا ہوں اور اپنے رب کائنات سے جو ہمارا اور آپ کا کیا ساری دنیا کا پالن ہار ہے اس کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اے رب کائنات تو اس رسالے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرما اور اس رسالے کے سبھی پیامیوں کو اور اس سے تعلق رکھنے والے سبھی لوگوں کو صحت و سلامتی دے۔ آمین
☆ برکت اللہ 'محلہ پورہ رانی' مبارک پور

ماہ فروری کا ماہنامہ دستیاب ہوا۔ اس شمارے میں خلائی سرنگ سے فرار' غریب ملکہ اور معلومات پسند آئیں۔ اس رسالے سے اسکولی زندگی میں فائدہ ہو رہا ہے۔ جب میں نے یہ رسالہ اپنے دوستوں کو دکھایا تو انھوں نے اس رسالے کو سراہا اور وہ رسالہ شروع کرنے کی خواہش کر رہے ہیں۔ کاش! یہ رسالہ ہفتہ وار ہوتا تو مزہ آجاتا۔
☆ فہیم شمر ڈ' دولوئی' چلوان

فروری کے پرچے میں اپنا نام دیکھ کر دل خوشیوں سے ڈانس کرنے لگا۔ اور ہاں ابھی تک مئی کا پرچہ موصول نہیں ہوا۔ پھر بھی کوشش کر کے دیکھیے اور جلدی ہی بھیج دیجیے۔
☆ محمد ذاکر محمد اسماعیل کاسودہ

میں تقریباً چھے مہینوں سے پیام تعلیم کا پابندی کے ساتھ مطالعہ کر رہا ہوں۔ ویسے تو یہ رسالہ بچوں کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن حقیت میں بڑوں کے دلوں کو بھی لبھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔
☆ مرزا انور بیگ' پیٹھ محلہ' ناندورہ

ماہ اپریل کے پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ ویسے تو پیام تعلیم اردو رسالوں میں بہت بلند مقام رکھتا ہے کہ اس کے ہر ماہ کے رسالے میں ایسی باتیں ہوتی ہیں جو اس طرح کے اور رسالوں میں نہیں ملتیں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔
☆ محمد اسعد' دارالعلوم مئو ناتھ بھنجن

پیام تعلیم مجھ کو بہت پسند آتا ہے اور میں اس کا دلجمعی کے ساتھ مطالعہ کرتا ہوں مجھے مدتوں سے تمنا تھی کہ پیام تعلیم جیسے معزز رسالہ میں کچھ لکھ کر بھیجوں آج موقع ملا ہے اس لیے ایک شعر لکھ کر روانہ کر رہا ہوں۔
☆ منظر عالم بھنسیا' ارریہ' بہار

بچوں کی کوشش

وعدہ

پرانے زمانے کی بات ہے کہ کسی ملک میں ایک بہت ہی گھنا جنگل تھا۔ اس جنگل میں مختلف قسم کے جانور پائے جاتے تھے اس جنگل کے بیچ ایک بہت خوبصورت تالاب تھا۔ اس کا پانی بہت میٹھا تھا۔ صاف ستھرے پانی کو جنگل کے سبھی جانور پینے کے لیے آیا کرتے تھے۔ اسی تالاب کے کنارے ایک بہت ہی گھنا پیلا کا درخت تھا۔ اس کی شاخیں بہت موٹی موٹی تھیں۔ اسی کا عکس تالاب میں بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ جب کبھی کسی بھی مسافر کا وہاں آنا ہوتا تو وہ اس کا پانی پیئے اور درخت کے سایے میں بیٹھے بغیر نہیں جاتا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک شکاری' شکار کے لیے جنگل میں صبح سے ہی پہنچ گیا اس دن اسے ایک شکار بھی نہیں ملا۔ صبح سے دوپہر دوپہر سے شام وہ جنگل میں بھٹکتا بھٹکتا تھک ہار کر آرام کے خیال سے کوئی اچھی جگہ ڈھونڈنے لگا۔ آخر کار اسے وہ تالاب مل ہی گیا۔ اس نے تالاب میں ہاتھ منہ دھو کر پانی پیا۔ پھر وہ درخت کے نیچے آرام کے غرض سے بیٹھ گیا۔ پانی پینے سے کچھ تکان اتری اور آرام محسوس ہوا۔ اب وہ یہ سوچنے لگا خالی ہاتھ گھر پر نہیں جا سکتا۔ بچے بھوک کی وجہ سے بدحال ہو رہے ہوں گے۔ شام ہو چکی تھی اب اس نے رات بھی بسر کرنے کا فیصلہ کیا لیکن اسے اس بات کا ڈر تھا کہ رات میں جنگلی جانور پانی پینے آئیں گے اور اس کا کام تمام کر دیں گے۔ ڈرا سہا سوچ ہی رہا تھا کہ کچھ ہرنیں آتی دیکھائی دی۔ اس نے فوراً تیر کمان میں جوڑا اور تیر چلانے ہی والا تھا کہ ایک ہرن آگے بڑھا اور کہنے لگا ہم مدت سے یہاں رہتے ہیں۔ آپ ہمیں اتنی جلدی مت ماریئے۔ شکاری بولا" گھر پر میرے بچے بھوکے مر رہے ہیں اور میں تمھیں چھوڑ دوں نہیں ہو سکتا۔ ہرنوں کی بڑی منت وساجت پر شکاری کو رحم آگیا اور وہ بولا اچھا اب صبح آنا تب فیصلہ ہوگا۔ ہرنیں چلی گئیں شکاری جنگلی جانوروں سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے درخت کی سب سے اونچی شاخ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ رات اندھیری تھی اسے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو کوستا بھی رہا کہ ہرنوں کو کیوں چھوڑ دیا۔ رات اسی سوچ میں گزر گئی۔ سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے اس نے اپنے سامنے ہرنوں کے ایک جھنڈ کو دیکھا وہ درخت سے اترا اس جھنڈ کی نمائندگی وہی کل والا ہرن کر رہا تھا۔ اس نے کہنا شروع کیا اے بہادر شکاری دیکھ ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا اگر ہم کو مارنے سے تیرے بچوں کو زندگی مل سکتی ہے تو لے ہم سب کو مار ڈال۔ ہم تیرے بچوں کے لیے قربانی دینے کو تیار ہیں شکاری سوچنے لگا۔ یہ جانور ہو کر

مخلص ہیں اور میں خود غرض انسان ہوں جو ان کا شکار کرنے والا تھا۔ اس نے بندوق تالاب میں پھینک دی اور سب ہرنوں سے معافی مانگی۔ (مراٹھی سے ترجمہ)

زبیر احمد افضال احمد 'اجتماع نگر' مالیگاؤں

ایماندار کسان

غفور ایک غریب کسان تھا۔ اس کے پاس تھوڑی سی زمین کھیتی کے قابل تھی۔ غفور پڑھا لکھا بھی نہیں تھا اور نہ اس کے کوئی اولاد تھی۔ لیکن وہ نماز' روزہ اور نیک عمل کا پابند تھا۔ گو کہ اللہ تعالیٰ نے غفور کو دنیاوی دولت سے محروم کر دیا تھا۔ لیکن اس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ غفور روز کی طرح آج بھی اپنے کھیت پر جا رہا تھا جیسے ہی وہ سڑک پار کر کے دوسرے طرف پہنچا تو اس نے ایک بڑا سا بیگ دیکھا۔ غفور تھوڑی دیر تک بیگ کو دیکھتا رہا کہیں کوئی بم نہ ہو۔ پھر تھوڑا آگے بڑھا' سوچا اگر موت ہے تو اس طرح ہی آجائیں گی یہ سوچتے ہوئے جیسے ہی اس نے بیگ کھولا تو اس کی آنکھوں کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ کسی کے پاس اتنا روپے ہوں گے۔ اس نے زندگی میں پہلی بار نوٹوں کی گڈیاں دیکھی تھیں اور وہ بھی اتنی ڈھیر ساری۔ اس نے سوچا پتا نہیں کس بیچارے کا یہ روپیہ گر گیا؟ اس کا روپیہ کس طرح پہنچایا جائے؟ اس نے سوچا میں گاؤں کے پردھان کو پوری بات بتاتا ہوں وہ ہی کوئی ترکیب بتائے گا وہ بیگ اپنے کاندھ پر لٹکا کر چل دیا۔ وہ ابھی اپنے گاؤں کے راست میں تھا کہ اس کو پردھان مل گیا۔ اس نے کہ "ارے غفور بھائی! آپ صبح ہی صبح کہاں سے مہمانی کھا کر آرہے ہیں کل شام تک تو می نے آپ کو گاؤں میں ہی دیکھا تھا" نہیں می کہیں مہمانی کھا کر نہیں آرہا ہوں "غفور نے جواب دیا' پھر اس نے ساری بات پردھان ک بتادی" غفور بھائی تم کل کہہ رہے تھے ک میرے کھیت کو کھاد کی ضرورت ہے اور مج سے روپے ادھار مانگ رہے تھے۔ ایسا کر آدھا روپیہ تم رکھو آدھا مجھے دے دو۔ سمجھ ل اس کا روپیہ اس تک پہنچ گیا۔ پردھان نے لالچی لہجے میں کہا۔ نہیں نہیں اللہ کی قسم می کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ غفور بھائی نے اپ دونوں گالوں کو پیٹتے ہوئے کہا۔ پردھان نے اپنی دال گلتی نہ دیکھی تو کہا ہم اخبار میں بیگ کے بارے میں اشتہار چھپوا دیتے ہیں۔ جس ک ہے وہ اپنی پہچان بتا کر لے جائے۔ اس طر دوسرے دن اخبار میں بیگ کی برآمدگی ک اشتہار شائع ہوا تو ایک شخص اپنی ماروتی کا سے غفور بھائی کے دروازے پر آیا۔ اس سیٹ نے غفور بھائی کو دروازے پر بلایا۔ جب غفو بھائی دروازے پر آئے تو اس نے کہا "وہ بیگ میرا ہے" اس کی پہچان بتائیں؟ غفور بھائی نے فوراً سوال داغا۔ بیگ کا رنگ کالا اور لال ہے اس میں پچاس کے نوٹ کی پانچ گڈیاں اور د

کی بیس گڈیاں ہیں اور اس میں مہتا کمپنی کے نین کاغذ ہیں۔ غفور بھائی کے گھر پر تمام لوگ جمع ہو گئے تھے تو اس کی پہلی بات رنگ والی صحیح نکلی اور اندر کھول کر دیکھا گیا تو وہ بھی سب کچھ سچ تھا اس کا بیگ غفور بھائی نے اسے دے دیا۔ وہ غفور بھائی کو گلے لگاتا ہوا بولا۔ آپ کی ایمانداری نے میرے دل میں بہت جگہ کر دی ہے۔ آپ کو میں اپنی کمپنی میں کسی اچھے عہدے پر رکھوں گا لیکن موہن مہتا کو جب یہ معلوم ہوا کہ غفور بھائی پڑھے لکھے نہیں ہیں تو اس نے کہا غفور بھائی معاف کرنا آج کل کسی فیکٹری میں چپراسی تک بغیر پڑھا لکھا نہیں ہوتا۔ میں معافی چاہتا ہوں اس نے دس دس کے نوٹ کی ایک گڈی غفور کی طرف بڑھائی تو غفور نے لینے سے انکار کر دیا۔ وہ سیٹھ جا چکا تھا لیکن غفور بھائی یہ سوچ رہے تھے اور اللہ سے زندگی میں پہلی مرتبہ دبی زبان سے شکوہ کر رہے تھے کہ اے اللہ تو نے مجھے اتنی قیمتی چیز "تعلیم" سے کیوں محروم رکھا۔

احتشام اللہ خاں، آنولہ

فیصلہ

عزیز دبے دبے پاؤں سے گھر میں داخل ہوا۔ پہلے اس نے دروازے کے پاس ہی سے چاروں طرف نظر گھمائی سب سو چکے تھے۔ اس نے دروازہ بند کیا۔ اور جلدی سے بستر میں دب گیا۔ لیکن اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر کروٹیں بدلنے لگا۔ پھر نجانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔ جب جاگا تو سورج نکل چکا تھا۔ تب ہی ابا جان کی آواز آئی "بیٹے عزیز اٹھو۔ ۹ بج رہے ہیں۔ ناشتہ کر لو اور اسکول کی تیاری کرو۔ ابا جان کی آواز سن کر عزیز کا دل چاہا کہ وہ پھر سے لحاف میں دب جائے لیکن وہ بے دلی سے اٹھ گیا۔ منہ ہاتھ دھویا۔ باورچی خانے میں داخل ہوا۔ ابا جان نے کہا بیٹے رات میں کہاں گئے تھے؟ عزیز نے کہا "کہیں نہیں کریم کے یہاں ہوم ورک کر رہا تھا" "تم نے جھوٹ بولنا کب سے شروع کر دیا" ابا جان نے کڑک دار آواز میں کہا۔ کیا تم رات میں فلم دیکھنے نہیں گئے تھے؟ عزیز کا مارے خوف کے برا حال تھا اس نے گردن جھکائی"۔ ابا جان نے نرمی سے کہا "بیٹا تم یہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو جھوٹ بولنا اچھی عادت نہیں ہے۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے۔ جھوٹ بولنے والا اللہ اور دنیا والے دونوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ تم نے تو اب نماز پڑھنا بھی چھوڑ دی کیا؟ تمھیں معلوم نہیں کہ نماز حضورؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ بیٹا میں کھیلنے سے منع نہیں کرتا لیکن ہر وقت کھیلنا بھی اچھا نہیں۔ بلکہ کھیل کے وقت کھیل، پڑھائی کے وقت پڑھائی، میں نے تمھیں یہ چند باتیں بتائیں اگر تم ان پر عمل کرو گے تو ضرور کامیاب ہو گے نہیں تو ---- یہ کہہ کر ابا جان چلے گئے۔ عزیز نے

اسکول جانے کی تیاری کی۔ وہ راستے میں لبّا جان کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ اب اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ لبّا جان کی باتوں پر ضرور عمل کرے گا اور بڑا آدمی بنے گا۔ یہ فیصلہ کر کے وہ نئی امنگ کے ساتھ اسکول میں داخل ہوا۔

سید دانش شہزاد' ایچ ایم' اردو مڈل اسکول' کرہا

حضرت سلیمانؑ اور ایک چیونٹی

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے فرزند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت اور سلطنت دونوں سعادتوں سے سرفراز فرما کر تمام روئے زمین کا بادشاہ بنایا۔ آپ چالیس برس تک تخت سلطنت پر جلوہ افروز رہے۔ جن' انسان' شیاطین' چرندوں' پرندوں سب پر آپ کی حکومت تھی۔ اور سب کی زبانوں کا آپ کو علم عطا کیا گیا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنے تمام لشکر کو لے کر طائف یا شام سے گزرے۔ جہاں چیونٹیاں بکثرت تھی۔ اور چیونٹیوں کی ملکہ جو لنگڑی تھی اس نے تمام چیونٹیوں سے کہا کہ تم سب اپنے گھڑوں میں چلے جاؤ ورنہ حضرت سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمھیں کچل ڈالے گا۔ چیونٹی کی اس تقریر کو حضرت سلیمانؑ نے تین میل دور ہی سے سن لیا اور مسکرا دیئے۔

شمشاد جہاں' وروڈ

ایک بلبل اور ایک جگنو

ایک بلبل جس نے اپنے نغمہ سے گاؤں والوں کو پورے دن محظوظ کیا اور یہاں تک کہ شام ہو گئی تب بلبل نے بھوک محسوس کی اور چاروں طرف نظر دوڑائی تاکہ کہیں حشیش نظر آئے اس کی نظر ایک چمکتے ہوئے جگنو پر پڑی اور اس نے سوچا کہ اس کو چٹ کر جائے اس نے ناگ پھنی (ایک خاردار کانٹا) کے چوٹی پر سے جھپٹا مارا لیکن جگنو اس کے مقصد کو پہلے ہی سمجھ گیا تھا وہ بولا اے بلبل کیا تم میرے چمکنے کی وجہ سے مجھے ختم کرنا چاہتی ہو' یاد رکھو جس طرح تم اپنے گانے سے رات کی سنسناہٹ کو ختم کرتی ہو بالکل اسی طرح میں رات کی تاریکی کو اپنی چمک سے ختم کرتا ہوں اس تقریر کو سن کر فوراً بلبل وہاں سے اڑ گئی اور کہیں جا کر الگ اپنا (حشیش) چارہ تلاش کیا۔

شکیل احمد نعیم اللہ' منکاپور' گنیڑی' بلرامپور

ماں کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! میں اس شخص کو دیکھنا چاہتا ہوں جو جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! فلاں جگہ جاؤ وہاں ایک قسائی ہے وہ جنت میں تمھارے ساتھ ہوگا۔ موسیٰ

تلاش کرتے کرتے اس قصاب کی دکان پر پہنچے اور شام تک اس کی دکان کے باہر کھڑے ہو کر اس قصاب کے ہر عمل کو بڑے غور سے دیکھتے رہے کہ آخر اس شخص میں کونسی خوبی ہے جس کی وجہ سے اس کو یہ مقام ملا ہے جنت میں میرے ساتھ ہوگا لیکن حضرت موسیٰ کو اس قصاب میں کوئی خاص بات یا خوبی نظر نہیں آئی۔ جب شام کو قصاب نے اپنی دکان بند کی اور اپنے گھر جانے لگا تو حضرت موسیٰ اس کے ساتھ ساتھ چلے تاکہ یہ دیکھیں کہ گھر جاکر کونسی عبادت کرتا ہے جس کا بدل اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہ مقرر کیا۔ قسائی اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنی بیوی بچوں سے بات کرنے سے پہلے ایک بوڑھی عورت کو سلام کیا' اس کا ہاتھ منہ دھلایا اور ایک چمچہ سے اس کو کھانا کھلایا۔ حضرت موسیٰ نے اس سے پوچھا یہ بوڑھی عورت کون ہے؟ قسائی نے جواب دیا "میری ماں ہے۔" جب وہ بوڑھی عورت کھانا کھا چکی تو اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنے بیٹے کے حق میں یہ دعا کرنی شروع کر دی کہ "اے اللہ میرے اس بیٹے کو تو اس دنیا میں بھی خوش رکھ اور آخرت میں بھی اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جنت میں جگہ دے" حضرت موسیٰ نے قصاب سے پوچھا کہ تمھاری بوڑھی ماں نے جو تمھیں دعا دی ہے کیا یہ قبول ہوئی؟ قسائی بولا۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ میری ماں کی ایک دعا تو قبول ہو گئی کہ اللہ نے مجھے دنیا میں ہر قسم کا آرام دیا ہے' اب معلوم نہیں کہ میری ماں کی دوسری دعا کے اثر سے مجھے جنت میں جگہ مل جائے گی یا نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ کے نیک بندے تو خوش ہو جا' میں ہی موسیٰ ہوں' اللہ تعالیٰ نے تمھاری ماں کی دعا قبول فرمائی ہے اور جنت میں میرے ساتھ ہی تیری جگہ مقرر فرمائی ہے۔

اشفاق عمر کوپے '۱۳۹ اے' یوسف ہاؤس' ممبئی۔ ۱۰

اولاد کا حق

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی تھیں۔ اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا۔ صرف ایک کھجوڑ کے سوا کچھ نہ تھا' وہی اٹھا کر دے دی۔ عورت نے اس کھجوڑ کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں لڑکیوں میں برابر برابر تقسیم کر دیے۔ جب رسول کریمؐ باہر سے تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا "جو ماں اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے اور ان کے حق ادا کرتی ہے وہ دوزخ سے بچ جاتی ہے"۔

احمد بیگ' ناندورہ' ضلع بلڈانہ

استاد کا ادب

پیارے پیامیو! دوسری صدی ہجری میں امام

علی بن حمزہ کسائیؒ بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ وہ زمانہ خلیفہ ہارون رشید کی دور خلافت کا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دو بیٹے امین الرشید اور مامون الرشید جب چھوٹے تھے تو خلیفہ نے ان دونوں کا امام کسائیؒ کا شاگرد بنا دیا۔ امام کسائیؒ دونوں شہزادوں کو بڑی محنت اور شفقت سے تعلیم دیتے تھے۔ ایک دن وہ انھیں سبق پڑھا کر اٹھنے لگے تو دونوں شہزادے دوڑے تاکہ استاد کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیں۔ اس پر دونوں میں جھگڑا ہوا۔ ایک کہتا تھا میں جوتے استاد کے سامنے رکھوں گا۔ دوسرا کہتا تھا میں رکھوں گا۔ امام کسائیؒ نے شہزادوں کو جھگڑتے دیکھا تو انھوں نے فرمایا "بھئی یوں کرو کہ امین ایک جوتا اٹھا لائے اور مامون دوسرا" انھوں نے اسی طرح کیا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے امام کسائیؒ کو بلا بھیجا جب وہ آئے تو خلیفہ نے ان سے پوچھا۔ "ہماری سلطنت میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ امام کسائیؒ نے فرمایا۔ "امیرالمومنین سے بڑھ کر کون عزت والا ہو سکتا ہے؟ خلیفہ نے کہا "نہیں! میرے خیال میں تو وہ شخص سب سے زیادہ عزت والا ہے 'جس کے جوتے سلطنت کا ولی عہد اور اس کا بھائی اٹھائیں اور اس بات پر آپس میں جھگڑیں کہ کس کو اس کے جوتے اٹھانے کا زیادہ حق ہے" امام کسائیؒ نے خلیفہ کی بات سن کر خیال کیا کہ ان کو شہزادوں کا جوتے اٹھانا اچھا نہیں لگا لیکن وہ حیران رہ گئے جب خلیفہ نے کہا! "اگر آپ شہزادوں کو جوتے اٹھانے سے منع کرتے تو مجھ کو بہت دکھ ہوتا اس کام سے میرے بیٹے کی عزت اور شان کم نہیں ہوئی بلکہ اور بڑھ گئی۔ آپ نے میرے بچوں کو جو تعلیم دی ہے اس سے ان کو علم کو قدر اور استاد کا مرتبہ معلوم ہو گیا ہے" یہ کہہ کر خلیفہ کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا! "میں سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو ان تین سے بڑا نہیں ہو سکتا" **بادشاہ۔ ماں باپ۔ استاد۔** جب امام کسائیؒ جانے لگے تو خلیفہ نے دس ہزار درہم دیئے اور کہا "میرے بچوں کو آپ نے جو تمیز سکھائی ہے اس کے لیے یہ چھوٹا سا انعام ہے اسے قبول کیجیے۔

ہدایت اللہ۔ مدرسہ وصیۃ العلوم' پرنام بٹ

بادشاہ کا عدل اور مساوات

حضرت عمرؓ کی نگاہ میں عدل و انصاف حدود خلافت کے چپے چپے اور محل اور جھونپڑی میں یکساں پہنچا تا تھا۔ آپؓ کی نگاہ میں گورنر و گمنام شہری اور شاہ و گدا' اپنا و بیگانہ' ادنا و اعلا سب برابر تھے' حاکموں کو ہمیشہ تاکیدی احکام بھیجتے رہتے تھے کہ وہ اپنے اور عام رعایا کے درمیاں کوئی امتیاز نہ پیدا کریں' ایک دفعہ کچھ لوگ مشہور صحابی حضرت ابی بن کعبؓ سے ملنے گئے' جب وہ اٹھے تو لوگ تعظیماً ان کے ساتھ ہو

گئے' اتفاق سے اسی وقت حضرت عمرؓ نکل آئے' یہ امتیازی شان دیکھ کر ابیؓ کو کوڑا لگوائے تو وہ حیرت میں پڑ گئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اس قسم کی تعظیم حاکم کے لیے فتنہ اور ماتحت کے لیے ذلت ہے۔ ایک مرتبہ آپؓ کہیں جا رہے تھے کہ کان میں آواز آئی "مصر کے عامل عیاضؓ تو باریک کرتا پہنتے اور دروازے پر دربان رکھتے ہیں' آپؓ فوراً لوٹ آئے۔ ابن سلمہ کو حکم دیا کہ مصر پہنچو اور عیاض کو جس حالت میں وہ ہو اپنے ساتھ مدینے لے آؤ۔ وہ پہنچے تو انھوں نے دروازے پر ملازم کو موجود پایا۔ عیاض بھی باریک کرتا (جو عام طور پر لوگوں کو میسر نہ تھا) پہنے ہوئے تھے۔ ان کی پیشی ہوئی تو آپؓ نے ان کا کرتا اتروا کر سب کے سامنے کمبل کی قمیص پہنائی۔ اس کے بعد بکریوں کا ریوڑ منگا کر حکم دیا کہ صحرا میں لے جاؤ اور شام تک روزانہ چراؤ۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے کوفہ شہر میں 'جو چھاؤنی سے متعلق تھا' رہنے کے لیے مکان بنوایا' جس کا پٹا ہوا دہرا دوازہ تھا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو کہا ایسے درواز سے تو اہل حاجت کی آواز پہنچنے میں رکاوٹ ہو گی" حکم دیا کہ دروازے کو آگ لگا دو۔ آپؓ نے غلاموں کو ان کے آقاؤں کے برابر کر دیا۔ ان کے ساتھ کسی قسم کا فرق و امتیاز روا نہیں رکھتے تھے۔ اپنے ساتھ بیٹھا کر کھلاتے تھے' "اور حاضرین کو یہ فرماتے" خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں عار ہے۔ غلاموں کے وظائف ان کے آقاؤں کے برابر مقرر کیے' اس قسم کے بہت سے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں' لہٰذا پیامی بھائیوں سے یہ اپیل ہے کہ آپ بھی ایک عادل انسان بن کر نام روشن کیجیے اور ان واقعات سے سبق حاصل کیجیے۔ (ماخوذ' تاریخ اسلام واصحاب رسولؐ)

معراج احمد گوپال گنجوی' عربی یونیورسٹی مبارکپور

بندروں کی عقل مندی

ایک مرتبہ کی بات ہے۔ رام نگر میں چار بندر رہتے تھے۔ الٹو' پلٹو' ملو' کھلو۔ وہ بہت ہی شرارتی تھے۔ لوگوں کو پریشان کرنے میں انھیں بڑا مزہ آتا تھا۔ کبھی کسی کے پیڑ کے پھل توڑ کر کھالینا ان کا روز کا معمول تھا۔ دن بھر ادھر سے ادھر دوڑتے رہتے اور لوگوں کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ کی بات ہے چاروں بندر سریندر بھیا کے باغیچے میں پھل توڑنے گئے۔ اس سال وہاں سیب بہت لگے تھے۔ چاروں درخت پر چڑھ کر بڑے مزے سے پھل کھانے لگے الٹو اور پلٹو سریندر بھیا کے باغیچے کے مالی کے گھر کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے تھے۔ مالی نے انھیں دیکھ لیا۔ ملو اور کھلو مالی کو آتے دیکھ کر بھاگ گئے۔ الٹو اور پلٹو دونوں سیب کھانے میں مگن تھے۔ مالی نے آکر دونوں کی لاٹھی سے خوب پٹائی کی الٹو

اور پلٹو نے فیصلہ کر لیا کہ محنت کر کے کھائیں گے۔ اور پھر دونوں ملٹو اور کھلٹو کو ڈھونڈنے چلے گئے۔ جب الٹو اور پلٹو کو ملٹو اور کھلٹو ملے تو الٹو نے کہا "دوستوں آج سے ہم محنت کر کے کھائیں گے"۔ ملٹو اور کھلٹو نے کہا "ہم کیوں کریں گے محنت' ہمیں نہیں کرنی محنت۔ تم کو اگر محنت کرنا ہے تو کرو۔ ہم تو عیش کریں گے۔ پلٹو نے کہا" "ٹھیک ہے۔ ہم محنت کر کے کھائیں گے اور تم چوری کر کے کھانا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔ الٹو اور پلٹو نے فیصلہ کیا کہ ہم ملٹو اور کھلٹو کو سبق سکھا کر رہیں گے' اور دونوں نے ایک ترکیب سوچی اور اس کے مطابق کام کرنے لگے۔ وہ سریندر بھیا کے باغیچے میں بڑا گڈھا کھودنے لگے۔ انھیں معلوم تھا کہ آج ملٹو اور کھلٹو سریندر بھیا کے باغیچے میں پھل توڑنے آئیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا ملٹو اور کھلٹو سریندر بھیا کے باغیچے میں آئے۔ الٹو اور پلٹو چھپ کر دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے اس گڈھے کو اس طرح چھپایا کہ ایسا لگ رہا تھا کہ وہاں کوئی گڈھا نام کی چیز نہیں ہے۔ ملٹو اور کھلٹو گڈھے کی طرف بڑھنے لگے اچانک دھڑام کی آواز آئی اور ملٹو اور کھلٹو گڈھے میں گر پڑے۔ گڈھے میں گرنے کی وجہ سے انھیں چوٹ آئی۔ تھوڑی دیر میں الٹو اور پلٹو مالی کو لے کر آئے۔ مالی نے دونوں کی ڈنڈے سے خوب پٹائی کی۔ اس دن کے بعد سے دونوں نے چوری سے توبہ کر لی۔

جنید خان' دیسائی گنج' وڑسہ گڑھ چرولی

راحیل کی عقلمندی

گرمی کے دن تھے راحیل پڑھ رہا تھا اس کے والد کتابیں جانچ رہے تھے ماں کھانا بنا رہی تھی۔ چھت پر پنکھا چل رہا تھا۔ تب ہی اچانک پنکھا چلتے چلتے بند ہو گیا۔ پھر لائٹ چلی گئی۔ اس کے والد نے کہا "راحیل ذرا پڑوس کے یہاں دیکھ کر بتاؤ کہ ان کے یہاں لائٹ ہے یا نہیں؟" راحیل پوچھ کر فوراً لوٹ آیا۔ پھر والد سے کہا "ان کے گھر میں لائٹ ہے"۔ راحیل کے والد اٹھ کر باہر آئے۔ ادھر ادھر نظر دوڑا ہی رہے تھے کہ ان کی نظر بجلی کے ٹوٹے ہوئے تار پر پڑی وہ بولے ہو نہ ہو یہ بندروں کی حرکت ہے۔ انھوں نے راحیل سے پلاس لانے کہا۔ راحیل فوراً پلاس لے آیا راحیل نے دیکھا کی اس کے والد لوہے کے ہتھے کو نیچے کر رہے ہیں اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اور اسے نیچے کیوں کیا ہے؟" راحیل کے والد نے کہا یہ مین سوئچ ہے اسے نیچے کرنے کے بعد پورے گھر کی بجلی بند ہو جاتی ہے اب اس ٹوٹے ہوئے تار کو چھونے سے ہمیں کرنٹ نہیں لگے گا۔ راحیل کے والد نے ٹوٹے ہوئے تار کو جوڑ دیا اور آفس چلے گئے۔ راحیل کی ماں دھلے ہوئے کپڑوں کو سکھانے کے لیے تار پر ڈال رہی تھی جس کی وجہ سے لوہے کا تار جھولنے لگا تبھی "بچاؤ بچاؤ" کی آواز سنائی

سائی دی۔ راحیل یہ سنتے ہی باہر آگیا اور دیکھا کہ ماں تار سے چپکی ہوئی ہے وہ کچھ سوچتا جب تک اس کا چھوٹا بھائی وارث جو کہ گھر میں سو رہا تھا جاگ گیا اور آکر ماں سے لپٹ گیا۔ اس طرح سے اسے بھی کرنٹ لگنے لگا۔ راحیل کوئی ترکیب سوچنے لگا اچانک ہی اسے اپنے والد کی بات یاد آئی وہ فوراً میٹر کے پاس گیا اور اس نے مین سوئچ بند کر دیا۔ بعد میں اس نے دیکھا کہ اس کے والد نے جو تار جوڑا تھا وہ ننگا تھا جس کی وجہ سے کپڑا سکھانے والے تار میں بھی کرنٹ آگیا تھا۔ چیخنے چلانے سے پڑوس کے لوگ بھی جمع ہو گئے والدہ اور بھائی کو ڈاکٹر کو دکھایا اس کی سوجھ بوجھ سے محلوں والے بہت خوش ہوئے اور اسے شاباشی دی راحیل کے والد کو پتہ چلا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہمیشہ اسی طرح عقلمندی سے کام لینا چاہیے گھبرانا نہیں چاہیے۔

شیخ راشدہ محمد کامل، نیبی نگر، بھیونڈی

مغرور شہزادی

بہت پرانے زمانے کی بات ہے ملک فارس پر ایک راجا حکومت کرتا تھا۔ اس راجا کی ایک بہت ہی خوبصورت بیٹی تھی لمبے سنہری بال آنکھیں اور دودھ ایسا سفید رنگ تھا پورے ملک میں اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی موجود نہ تھی۔ شہزادی ہونے کے علاوہ وہ بڑی عقل مند تھی۔ راجا رانی اس سے بہت پیار کرتے اور اس کی ہر خواہش پوری کرتے تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ شہزادی اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتی مگر وہ مغرور ہو گئی کئی ملکوں کے شہزادے اس سے شادی کی خواہش لے کر آئے مگر شہزادی نے سب کو ٹھکرا دیا۔ اب تو راجا رانی بھی پریشان ہو گئے انھوں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح شہزادی شادی کے لیے رضا مند ہو جائے مگر وہ ہر شہزادے میں کوئی نہ کوئی عیب نکال دیتی۔ خاصی مدت تک یہی چکر چلتا رہا۔ آخر کار راجا رانی کے اصرار سے مجبور ہو کر شہزادی شادی پر رضا مند ہو گئی مگر اس نے ایک شرط رکھی کہ جو شخص میرے پانچ سوالوں کا جواب دے گا میں اس سے شادی کروں گی اور جو میرے سوالوں کے درست جواب نہ دے سکے گا اسے پھانسی دے دی جائے گی۔ حکومت کی طرف سے یہ اعلان کرا دیا گیا۔ بہت سے شہزادے آئے لیکن انھیں پھانسی کا پھندہ ہی گلے میں ڈالنا پڑا۔ کوئی بھی سوالوں کے صحیح جواب نہ دے سکا۔

ملک فارس میں ایک نوجوان لکڑہارا بھی رہتا تھا وہ بڑا ایماندار اور سچا انسان تھا ایک دن وہ گاؤں سے لکڑیاں بیچنے شہر آیا تو شہر کے دروازے پر ایک اشتہار لگا دیکھا جس میں شہزادی کی شرط کا حال لکھا ہوا تھا، لکڑہارے نے شہزادی کی شرط غور سے پڑھی اور محل پہنچ گیا۔ دربان نے جب ایک غریب نوجوان کو دیکھا تو کڑک کر بولا "اے کہاں چلا جا رہا

ہے یہ شاہی محل ہے کوئی سرائے نہیں ہے۔" لکڑہارے نے کہا۔ مجھے معلوم ہے بھائی میں تو شہزادی کے سوالوں کے جواب دینے آیا ہوں "کیا"؟ دربان چلایا۔ بڑے بڑے عقلمند شہزادے جو کام نہ کر سکے تم کس طرح کر لوگے۔ جاؤ میاں اپنا راستہ ناپو۔ کیوں مفت میں اپنی جان گنواتے ہو۔ لکڑہارے نے اصرار کیا تو دربان نے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

دربار سجا ہوا تھا۔ راجا تخت پر بیٹھا تھا اس کے ساتھ ہی رانی اور شہزادی بھی تھیں' لکڑہارے نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو شہزادی کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی۔ "تم میرے سوالوں کے جواب دو گے؟" "ہاں" لکڑہارے نے بڑی تحمل سے جواب دیا' اگر میں جواب نہ دے سکا تو آپ مجھے پھانسی پر لٹکا دیجیے گا۔" "اچھا" شہزادی بولی۔ تو سنو! میرا پہلا سوال یہ ہے کہ ہمارے شاہی ہاتھی کا وزن کتنا ہے۔" لکڑہارا ایک دن کی مہلت لے کر آگیا اور دن بھر سوچتا رہا۔ آخر ایک ترکیب اس کے ذہن میں آگئی اس نے شاہی محل سے ہاتھی کو لیا اور دریا پر پہنچ گیا۔ ہاتھی کو ایک بڑی کشتی میں سوار کیا اس کے وزن سے کشتی کا کچھ حصہ پانی میں ڈوب گیا تو لکڑہارے نے ڈوبتے ہوئے حصہ پر نشان لگا کر ہاتھی کو کشتی سے اتار دیا۔ اب لکڑہارے نے کشتی میں ریت بھرنی شروع کی اور جب کشتی ریت کے وزن سے اسی نشان تک پانی میں ڈوب گئی جتنی ہاتھی کے وزن سے ڈوبی تھی تو لکڑہارے نے ریت کا وزن کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح ہاتھی کا وزن معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا

اگلے دن لکڑہارا شاہی دربار میں حاضر ہوا اور شہزادی سے کہا "آپ کے ہاتھی کا وزن چالیس من ہے"۔ شہزادی نے پوچھا "تم نے وزن کس طرح معلوم کیا۔"؟ لکڑہارے نے ساری بات بتا دی۔ درباری اور راجا لکڑہارے کی ذہانت دیکھ کر اش اش کر اٹھے۔ شہزادی نے کہا۔ تم نے پہلا سوال حل کر لیا۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک من وزنی پتھر کو پھونکوں سے اڑا دو۔" یہ سوال سن کر لکڑہارے کا دماغ گھوم گیا۔ بھلا ایک من وزنی پتھر پھونکیں مار کر کس طرح اڑایا جا سکتا ہے؟ بہر حال ایک دن کی مہلت لے کر چلا آیا اور سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے۔۔؟ لکڑہارا بڑا باہمت تھا لکڑہارے نے جب ٹھنڈے دل سے سوچا تو جواب ڈھونڈ لیا۔ اگلے دن وہ ایک ہتھوڑا لے کر شاہی محل پہنچ گیا اور بولا۔ شہزادی صاحبہ ایک من وزنی پتھر کہاں ہے۔ فوراً پتھر منگوا لیا گیا۔ لکڑہارے نے ہتھوڑے سے پتھر کے ٹکڑے ٹکڑے کیے پھر ان ٹکڑوں کو پیس کر سفوف سا بنا لیا اور اسے پھونکوں سے اڑا دیا۔ یوں شہزادی کا دوسرا سوال بھی حل ہو گیا۔ اب شہزادی نے تیسرا سوال پوچھا۔ "بتاؤ' دنیا میں سب سے قیمتی اور مالدار چیز کیا ہے۔؟" لکڑہارے نے کہا "اس سوال کا جواب

تو بہت آسان ہے سب سے مال دار شے زمین ہے کیوں کہ وہ ہمیں ضرورت کی ہر چیز فراہم کرتی ہے۔ زمین سے ہم اناج حاصل کرتے ہیں۔ اسی میں درخت اُگتے ہیں، جن کے میٹھے پھل ہم کھاتے ہیں اور زمین کھود کر ہی ہم پانی حاصل کرتے ہیں۔ سارے درباری واہ وا کر اٹھے۔ شہزادی تیسرے سوال کا درست جواب پا کر کچھ پریشان ہو گئی۔ پھر اپنا چوتھا سوال پوچھا۔ بتاؤ وہ کون سا جرم ہے جسے کرتے وقت اگر انسان پکڑا جائے تو اسے سزا ملتی ہے لیکن اگر وہ جرم کرے تو پھر کوئی اسے سزا نہیں دے سکتا۔" بڑا مشکل سوال تھا۔ لکڑہارا ایک دن کی مہلت لے کر واپس آگیا اسے نیند بھی نہ آئی۔ وہ سوچتا رہا آخر اس کے ذہن نے اس سوال کا جواب بھی ڈھونڈ ہی لیا۔ اگلے دن جب لکڑہارا شاہی دربار پہنچا تو شہزادی نے مسکرا کر کہا۔ ذرا بتاؤ تو ہمارے چوتھے سوال کا جواب کیا ہے؟" شہزادی کا خیال تھا کہ لکڑ ہارا اتنے مشکل سوال کا جواب نہ دے سکے گا۔ وہ خود کو بہت عقلمند سمجھ رہی تھی لیکن یہ بات بھول گئی تھی کہ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔ لکڑہارے نے کہا۔ "شہزادی صاحبہ! میں نے ڈھونڈ لیا ہے وہ جرم خودکشی ہے۔ اگر کوئی انسان خودکشی کرتا پکڑا جائے تو اسے سزا دی جاتی ہے۔ کیوں کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے۔ لیکن اگر انسان خودکشی کر کے مر جائے تو مردے کو کون سزا دے سکتا ہے۔" دربار تو واہ وا کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ رانی نے بھی خوشی سے تالیاں بجائیں راجا نے لکڑہارے کی پیٹھ ٹھونکی۔ شہزادی کے چار سوالوں کا جواب مل چکا تھا اب صرف ایک سوال باقی تھا اگر لکڑہارا اس کا جواب بھی دے دیتا تو اسے شرط جیت جاتا تھا۔ شہزادی نے اپنی پانچواں اور آخری سوال کیا۔ اس نے ایک ہی لباس میں دس آدمی بلوائے اور کہا۔ "بتاؤ ان میں سے کون غلام ہیں اور کون وزیر زادے ہیں۔" لکڑہارے نے سب کے چہروں کو غور سے دیکھا۔ ان کے لباس دیکھے مگر کچھ معلوم نہ کر سکا وہ سب ایک جیسے لگتے تھے لکڑہارے نے کچھ سوچ کر پانی لانے کو کہا۔ پانی آگیا تو لکڑہارے نے دسوں آدمیوں کو ہاتھ دھونے کا حکم دیا۔ ویسا ہی کیا گیا جیسے ہی وہ ہاتھ دھو کر فارغ ہوئے لکڑہارے نے تین آدمیوں کو پکڑ کر ایک طرف کر دیا اور کہا۔ "یہ تین وزیر زادے ہیں اور باقی غلام ہیں۔ بالکل صحیح جواب تھا شہزادی نے پوچھا۔ تم نے یہ کس طرح معلوم کیا؟ لکڑہارا ہنس کر بولا "جو وزیر زادے تھے انھوں نے امیرانہ طریقے سے اپنے ہاتھ اچھی طرح دھوئے جبکہ غلاموں نے صرف انگلیاں ہی گیلی کی تھیں۔" شہزادی نے اپنی شکست تسلیم کر لی لکڑہارے نے اپنی ذہانت سے اس کا غرور توڑ دیا تھا۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ کبھی غرور نہ کریں اللہ تعالیٰ مغرور انسان کو پسند نہیں کرتا۔ اور ہاں ایک

بات اور یاد رکھیں کبھی مایوس نہ ہوں کتنے ہی بُرے حالات ہوں امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور خدا پر بھروسا رکھیں۔

شمشاد عالم، شیواجی نگر، گوونڈی، ممبئی۔ ۴۳

شیر خان غریبوں کا دوست

بہت پرانی بات ہے کہ دکن میں ایک شخص رہتا تھا۔ اس کا نام تھا شیر خان ۔ وہ ہمیشہ غریبوں پر رحم کرتا اور ان امیروں کو سزا دیتا جو غریبوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے۔ اس لیے جب بھی وہ لوگوں کو نظر آتا اسے دیکھ کر لوگ خوشی سے کہتے "وہ دیکھو شیر خان غریبوں کا دوست جا رہا ہے"۔ ایک دفعہ وہ اپنی بہن سے ملنے گیا۔ اس کی بہن نے اسے بتایا کہ یہاں کے لوگ بہت دُکھی ہیں۔ کیوں کہ گانو کا مکھیا بہت ظالم ہے۔ وہ ایک چھوٹی سی غلطی کے لیے کسانوں سے 'غریبوں سے بطور سزا بڑی رقم اینٹھتا ہے۔ اپنے اس طریقے کی وجہ سے وہ امیر ہو تا گیا اور کسان غریب۔ یہ سُن کر شیر خان کو بہت غصہ آیا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ مکھیا کو ضرور سبق سکھائے گا۔ دوسرے دن شیر خان فقیر کا بھیس بدل کر بازار روانہ ہو گیا۔ بازار میں اس نے مکھیا کو اس کے دوست کے ساتھ جاتے دیکھا۔ شیر خان ان کا تعاقب کرنے لگا۔ مکھیا اپنے دوست سے کہہ رہا تھا۔ اوہ مجھے ابھی یاد آیا میں گھر میں دو تھیلیاں سونے کے سکّوں سے بھری ہوئی رکھ آیا تھا۔ میں نے انھیں اپنے کمرے میں میز پر ہی چھوڑ دیا۔ جب گھر جاوں گا فوراً اسے تجوری میں رکھ کر تالا لگا دوں گا نہیں تو کوئی بھی اسے چُرا سکتا ہے۔ جب مکھیا کچھ دور نکل گیا۔ تو شیر خان تیزی سے اپنی بہن کے گھر پہنچا۔ فقیرانہ لباس اتار کر اچھے کپڑے زیب تن کیے۔ وہ اپنی بہن سے کہنے لگا۔ "مہربانی کر کے مجھے ایک موٹی مرغی دو" اس نے ایک اچھی موٹی تازی مرغی اپنے بھائی کے ہاتھ میں دے دی۔ مرغی لے کر وہ مکھیا کے گھر گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا ۔ کچھ توقف کے بعد دروازہ کھلا۔ مکھیا کی بیوی نمودار ہوئی اور کہنے لگی "کیا چاہیے تمھیں؟" شیر خان نے کہا "محترمہ! آپ کے شوہر نے مجھ سے کہا کہ وہ رات کے کھانے پر اپنے دوست کو لانے والے ہیں۔ اس لیے آپ اس مرغی کا بہترین سالن بنا کر دستر خوان پر چُن دینا"۔ اس کی بیوی نے خوش ہو کر کہا اوہ! شکریہ! مہربانی کر کے ان سے کہنا فکر نہ کریں میں سب تیار کر لوں گی۔ دو گھنٹے بعد شیر خان دوبارہ مکھیا کے گھر آیا اور دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ مکھیا کی بیوی نے دروازہ کھولا اور شیر خان کو دیکھ متحیر ہو گئی۔ اور کہا "آپ! اب انھوں نے اور کیا کرنے کے لیے کہا ہے۔" شیر خان نے کہا محترمہ! آپ کے شوہر نے کہا ہے کہ آج صبح وہ سونے کے سکّے

ل رہے تھے۔ جو کہ میز پر رکھی تھیلیوں میں ہیں۔ وہ دونوں تھیلیاں مجھے لانے کے لیے کہا ہے۔ کیوں کہ انھیں زمین خریدنی ہے۔ مکھیا کی بیوی کو اعتبار ہو گیا تھا کہ یہ میرے شوہر کا ...ے مند دوست ہے۔ کہنے لگی "ٹھیک ہے آپ انتظار کیجیے میں ابھی لائی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سونے سے بھری دو تھیلیاں لے آئی اور شیر خاں کے حوالے کر دیا۔ محترمہ! آپ کے شوہر نے کہا تھا جیسے ہی یہ تھیلیاں مجھے ملیں یہ چٹھی میز پر رکھ دینا"۔ شیر خان نے چٹھی دیتے ہوئے کہا۔ مکھیا کی بیوی چٹھی رکھ کر کام میں مشغول ہو گئی۔ شام کو اپنے شوہر کو اکیلا آتے دیکھ کر تعجب سے کہنے لگی۔ "تمھارا دوست کہاں ہے؟ میں نے تمھارے لیے دال کا بہت اچھا سالن بنایا ہے"۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کس کا دوست" مکھیا نے حیرانگی سے پوچھا۔ تب اس کی بیوی نے کہا "کیا تمھیں یاد نہیں تم نے ایک آدمی کے ہاتھ چٹھی بھیجی تھی اور بعد میں زمین خریدنے کے لیے سونے سے بھری دو تھیلیاں منگوائی تھیں۔ میں نے وہ دونوں تھیلیاں اسے دے دیں اور تمھاری چٹھی میز پر رکھ دی۔" مکھیا سمجھ گیا کہ ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔ اس نے فوراً چٹھی اٹھا کر اس پر لکھا۔ "شیر خان" آگے تحریر تھا میں نے ہی تمھیں لوٹا ہے کیوں کہ تم غریبوں پر ظلم کرتے ہو۔ ان سے جبراً پیسے وصول کرتے ہو۔ اب یہ رقم میں انھیں دے دوں گا۔ اگر تم نے ان سے لینے کی کوشش کی تو میں دوبارہ آؤں گا اور اس وقت تمھاری گردن توڑ دوں گا۔ شیر خان نے اپنی بہن کو ساری ترکیب کہہ سنائی اور کہا یہ رقم تم ان غریبوں کو بانٹ دینا۔ جن سے مکھیا نے روپے وصول کیے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد شیر خان دوسرے گانو گیا۔ بہت تھک چکا تھا۔ اس لیے کنویں سے قریب پیڑ کے نیچے آرام کرنے لگا۔ جب وہ آرام کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک دیہاتی اور اس کی بیوی کنویں سے پانی نکال رہے ہیں۔ تب دیہاتی نے آہ بھری اور بیوی سے کہنے لگا۔ کل سے تمھیں سب کام خود ہی کرنے ہوں گے۔ میں ایک سال تک اب تم سے دور ہو جاؤں گا۔ یہ سنتے ہی بیوی سسک سسک کر رونے لگی۔ یہ دیکھ کر شیر خان اس کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ "میرے دوست تم اتنے غمگین کیوں ہو؟" دیہاتی کہنے لگا "افسوس دوست! مجھے ایک سال کے لیے جیل جانا پڑے گا۔ کیوں کہ زمیندار اپنے بیل کے لیے جو رقم مانگ رہا ہے وہ میں نہیں چکا سکتا"۔ شیر خان نے پوچھا بیل کے لیے کتنے روپے دینے ہیں؟ دیہاتی نے بتایا ایک ہزار روپے۔ اونہہ ہونہہ! ایک ہزار روپے ایک بیل کے لیے یہ تو بہت بڑی رقم ہے' ہے نا؟ دیہاتی نے سرد آہ بھری اور کہا۔ "دراصل

میں نے زمیندار سے بیل کرایے پر لیا تھا اور وہ اسی رات مر گیا۔ اس میں میری کیا غلطی ہے۔ اب وہ کہتا ہے۔ مجھے وہی بیل چاہیے یا پھر مطلوبہ رقم دے دو"۔ شیر خان مسکرایا اور کہنے لگا "تو یہ بات ہے وہ زمیندار ہے' مالدار ہے' اس لیے سمجھتا ہے کہ جو چاہے وہ کر سکتا ہے لیکن اب وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ میں تمھاری مدد کروں گا۔ لیکن پہلے تم مجھے اپنے گھر لے چلو"۔ جب وہ گھر پہنچے شیر خان نے انھیں پانی سے بھرا مٹکا لانے کو کہا۔ دروازہ کو آدھا کھلا رکھ کر پانی کا مٹکا دروازے پر اس طرح رکھا کہ جوں ہی کوئی دروازہ کھولے تو مٹکا گر کر ٹوٹ جائے۔ اور شیر خان چاہتا ہی یہی تھا۔ اس نے دیہاتی سے کہا تم پیچھے سے جاکر زمیندار سے کہو کہ وہ گھر آکر اپنی مطلوبہ رقم لے جائے"۔ شیر خان نے نقلی بال لگا لیے' کپڑے بدلے بوڑھے کی صورت اختیار کی اور کمرے میں چھپ گیا۔ تھوڑی دیر بعد زمیندار آیا اور دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ تب دیہاتی کی بیوی نے اندر سے آواز دی "چلے آؤ"۔ زمیندار نے جیسے ہی دروازہ کھولا۔ مٹکا گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ دیہاتی کی بیوی ٹکڑے دیکھ کر زور زور سے رونے لگی۔ "ہائے میرا پیارا مٹکا زمیندار نے توڑ دیا۔ میں اس مٹکے کے بغیر مر جاؤں گی۔" تب شیر خان کمرے سے باہر آیا اور زمیندار سے کہا "میں نے تمھیں مٹکا توڑتے دیکھا ہے۔ اب تمھیں اس عورت کو وہی ثابت مٹکا دینا ہوگا۔ یا پھر اس کی رقم ادا کرنی ہوگی۔ زمیندار نے قدرے حیرت سے پوچھا "میں مٹکا ثابت و سالم کیسے دے سکتا ہوں۔ البتہ اس مٹکے کی رقم ضرور دے سکتا ہوں۔" تب شیر خان عورت کی طرف مڑا اور کہنے لگا تمھیں کتنے روپے چاہیے؟ یہ مٹکا میری ماں کی آخری نشانی تھا۔ اس لیے مجھے اس کے ہزار روپے چاہیے۔ زمیندار چلایا۔ کیا! مٹی کے مٹکے کے ہزار روپے۔ یہ تو ڈکیتی ہے۔ یہ تو لوٹ ہے"۔ میں نے اسے جان بوجھ کر تھوڑے ہی توڑا ہے۔ میں اتنی بڑی رقم نہیں دے سکتا۔" شیر خان نے برجستہ کہا' بہت اچھے الفاظ ادا کیے تم نے۔ میرے دوست تم نے بھی تو اتنی ہی رقم اس غریب سے مانگی تھی۔ بیل کے مرنے میں اس کا کیا قصور تھا۔ اس نے اسے جان بوجھ کر تو نہیں مارا۔ زمیندار سمجھ گیا کہ وہ پکڑا گیا اب اس کا کھیل ختم ہو چکا۔ تب شیر خان نے اپنے نقلی بال نکالے۔ زمیندار فوراً اسے پہچان گیا۔ کون ہے؟ اس کی عقلمندی سے وہ خوف کھانے لگا۔ اور شیخ خان کے قدموں پر گر مجھے مت مارنا میں اس بیل کے صرف چالیس روپے لوں گا۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں لوگوں کو کبھی تکلیف نہیں دوں گا کبھی کسی ظلم نہیں کروں گا۔ کبھی کسی سے جبراً ر

رقم وصول نہیں کروں گا"۔ وہ گڑگڑانے لگا۔ شیر خان نے کہا "اٹھو! اس بار تمھیں میں معاف کر دیتا ہوں لیکن کبھی تم نے کسی کو دوبارہ تکلیف پہنچائی یا کسی پر ظلم کرتے پکڑے گئے۔ تو میں تمھیں چھوڑوں گا نہیں۔" تو علاقہ والے سمجھ گئے تا کہ لوگ شیر خان کو کیوں کہتے تھے "شیر خان غریبوں کا دوست۔"

(انگریزی سے ترجمہ)

جاوید محمد مقصود، لوٹس کالونی، گوونڈی، ممبئی ۴۳

اسلام میں پردہ کی حقیقت

یہ بات تمام اہل ایمان جانتے ہیں کہ اسلام میں پردہ کی کیا حقیقت و اہمیت ہے۔ لیکن پھر بھی اس میں ہم سے بہت زیادہ کوتاہی ہو رہی ہے۔ ان پڑھ اور جاہل خواتین کا ذکر ہی کیا۔ اچھے اچھے تہذیب یافتہ اور ذمے دار لوگوں کی خواتین آج پردہ کو بوجھ سمجھ رہی ہیں۔ بال کھلے ہوئے، سر برہنہ رکھنا گویا موجودہ دور کی اعلا اور معززانہ تہذیب ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالی اس عورت پہ لعنت بھیجتے ہیں جس کا سر کھلا ہوا ہو اور جس خاتون کا دوپٹہ اتنا پتلا ہو کہ جس میں سے ایک سر کا بال بھی نظر آئے اس خاتون کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ یہ تو سر کے تعلق سے پردے کا حکم ہوا۔ آپ ذرا غور کریں کہ جب اسلام نے عورتوں کے سر کے بالوں کے پردے کے متعلق اتنی سختی سے حکم دیا ہو تو وہ مذہب اسلام خواتین کے دوسرے اعضاؤں کی بے پردگی کیسے گوارا کر سکتی ہے۔ مرد کو با آواز بلند قرآت کرنے کا حکم ہے یعنی با آواز بلند قرآت کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ لیکن عورتوں کے لیے گھر میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اور قرآت کو اتنا بلند نہ ہونے دیں کہ کوئی غیر محرم اس کی آواز کو سنے۔ تلاوت بھی عورت با آواز بلند نہ کریں۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی غیر محرم ان کی آواز کو سن لے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک اسلامی خاتون کھلے عام میدان میں ہزاروں لوگوں کے سامنے کوئی نظم، غزل یا تقریر کرے یہ بھی نماز اور قرآن کی تلاوت سے بڑھ کر تو نہیں ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عورت کی آواز بھی پردے کی حکم میں شامل ہے۔ اسلام نے تو یہاں تک تعلیم دی ہے کہ جو عورت اپنے بال سنوارنے کے بعد جو بال نکل جاتے ہیں اور اپنے ناخن کو بھی اس جگہ نہ ڈالے جہاں سے غیر محرم لوگ آتے جاتے ہوں۔ تاکہ ان کی نگاہ بھی اس پر نہ پڑے۔ آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو چیز بیکار ہو گئی ہو جو کسی کام کی نہیں پھر بھی اسلامی تعلیم نے اس کے لیے پردے کا حکم دیا ہے۔ تحریر میں جن چیزوں کا ذکر آیا ہے جسے ہم معمولی درجہ دیتے ہیں۔ یعنی بال، ناخن، زبان وغیرہ لیکن اسلام نے ان چیزوں کے لیے پردے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالی ہماری مسلم خواتین کو پردہ کے احکام کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

شیخ مستان، شیر پوری، مالیگاؤں

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے	دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۱ جولائی ۱۹۹۸ء ہے۔

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 114

600 روپے کے نقد انعامات

پہلا انعام صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ' جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) لیکن اب ہمیں تمھاری ضرورت نہیں (ڈاکٹر / حکیم / پروفیسر)
(۲) تم اسے بات کہتی ہو (معمولی / چھوٹی / جھوٹی)
(۳) گویا وہ مسلسل کرتا رہے اور مایوس نہ ہو (دعا / دوا / علاج)
(۴) خلیفہ کو اس پر بڑا آیا (رحم / ترس)
(۵) کا مالک بھی عزت سے پیش آیا (مکان / سرائے)
(۶) لوگوں نے اس کو سے پہچانا (عینک / انگوٹھی / گھڑی)
(۷) کے فرش پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا (محل / مکان / غار)
(۸) مخلوق میں سے ایک نے کہا (خلائی / ہوائی)

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں اس تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔۔۔۔۔۔ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معما نمبر لکھنا نہ بھولیں

شرائط پیامی ادبی معما

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں 'البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا نمبر 114 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

لفافے پر دو روپے کا ٹکٹ لگائیے

ٹوکن پیامی ادبی معمّا نمبر 114
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

پیامی ادبی معمّا نمبر 114۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

بچوں کے لیے مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

قرآن پاک ۳۰واں پارہ مع ترجمہ و تشریح		4 6/
صراط مستقیم		7/50
سورۂ رحمٰن	(ترجمہ و تشریح)	6/
حضرت شیخ مخدوم علی المہائمی		4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9/
نماز پڑھیے		4/50
السلام علیکم		7/50
حضرت یوسف علیہ السلام		4/50
حدیث کیا ہے؟		4/
حضرت عمر فاروقؓ		6/
نقوش سیرتؐ	(اول)	5/
نقوش سیرت	(حصہ دوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ سوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ چہارم)	6/
نقوش سیرت	(حصہ پنجم) -	5/
رسالہ دینیات	(اول)	3/
رسالہ دینیات	(دوم)	4/
رسالہ دینیات	(سوم)	5/
رسالہ دینیات	(چہارم)	5/
رسالہ دینیات	(پنجم)	6/
رسالہ دینیات	(ششم)	6/
رسالہ دینیات	(ہفتم)	6/
رسالہ دینیات	(ہشتم)	6/
حضرت آدم علیہ السلام		4/
حضرت یحییٰ علیہ السلام		3/
بزرگان دین		4/
امت کی مائیں		4/50
خوب سیرت	(اول)	6/
خوب سیرت	(دوم)	6/
اچھی باتیں		4/50
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں		4/50
سلطان جیؒ		4/50
سیرت پاک مختصر مختصر		3/
کمسن صحابی		6/
رحمان کا مہمان		6/

اسلام کے جاں نثار		6/
نور کے پھول		9/
سب سے بڑے انسان رسول ﷺ		3/50
حضرت ابوبکر صدیقؓ		6/
حضرت عبداللہ بن عمرؓ		3/
حضرت طلحہؓ		3/
حضرت ابوذر غفاریؓ		3/
حضرت سلمان فارسیؓ		3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ		3/
حضرت محبوب الٰہیؒ		3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ		3/
حضرت فرید گنج شکرؒ		3/
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ		3/
حضرت نظام الدین اولیاء		3/
حضرت حمزہؓ		3/
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ		3/
حضرت ابوہریرہؓ		4/
اللہ کے نبی		2/50
اللہ کا گھر		4/50
اللہ کے خلیل		3/50
رسول پاکؐ کے اخلاق		4/
قرآن پاک کیا ہے؟		5/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(اول)	6/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(دوم)	6/
اسلام کے مشہور امیر البحر		9/
اسلام کیسے پھیلا؟	(حصہ اول)	7/50
= =	(حصہ دوم)	6/
اسلام کیسے شروع ہوا؟		7/50
رسول پاکؐ		6/
دس جنتی		7/50
سرکار کا دربار		6/50
چار یار		7/50
آں حضرت	(اردو)	3/50
حضرت محمدؐ	(ہندی)	/40
مصباح القرآن		4/50

Regd No DL-16013/98 JULY-98
Licence No U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd with R N I at No 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar NEW DELHI-110025



پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵



مکتبہ پیامِ تعلیم کی اہم کتابیں

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی ۶/-
بچوں کے نظیر اکبرآبادی ۶
بچوں کے حیات اللہ انصاری ۶
بچوں کی آپا جان ڈگیرڈا فلیس ۶
بچوں کی شفیقہ فرحت ۴/۵
بچوں کے عابد علی خاں ۴/-
بچوں کے علی سردار جعفری ۴/
بچوں کے یوسف ناظم ۴/-
چارلی چپلن اور کینتھ اینڈرسن ۹/
بچوں کے مولانا حسرت موہانی ۴/
بچوں کے میر امن دلی والے ۴/۵
بچوں کے محمد حسین آزاد ۴/
بچوں کے مرزا غالب ۴/-
بچوں کے رنگا رنگ خسروؒ ۴/
بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد ۴/-
بچوں کے سلطان جی رح ۴/۵
بچوں کے مولانا شبلی نعمانی ۴/۵
بچوں کی صالحہ عابد حسین ۴/-
بچوں کے ڈاکٹر سید عابد حسین ۴/
بچوں کے بابائے اردو مولوی عبدالحق ۴/۵۰
بچوں کے میرزا ادیب ۴/۵
بچوں کے غلام السیدین ۵/
بچوں کے مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/
بچوں کے ذاکر صاحب ۷/
دادا نہرو ۶/
اندرا گاندھی کی کہانی ۶/
محمد شفیع الدین نیر ۷/۵
ہمارے عظیم سائنس داں ۹/
چند مشہور طبیب اور سائنس داں ۶/-
مولانا آزاد کی کہانی ۱۸/
جوہرِ قابل ۴/۵۰
بچوں کے چار بزرگ دوست ۳/۵۰
گاندھی باپو کی کہانی ۱۰/
گاندھی جی جنوبی افریقہ میں ۲
میر انیس ۲/
امیر خسروؒ ۲/۵۰

سائنس، طب اور عام معلومات

باتوں باتوں میں معلومات ۱۰/
کہانی بھی، معلومات بھی ۶/
پھیپھڑوں کی کہانی ۷/۵۰
یہ کیسا بخار ہے ۶/-
آپ کا جسم ۶/
گندا پانی ۴/
کیوں اور کیسے؟ ۶/
سائنس کی دنیا ۸/
کمپیوٹر کیا ہے ۸/-
عجائب گھر ۶/
درّے کی کہانی ۲۱/
علاج میرا دشمن ۶/
پرواز کی کہانی ۴/۵
غذا کی کہانی ۳/۵۰
رنگوں کی بستی ۵/
غذائیں دوائیں ۸/
دہلی کی چند تاریخی عمارتیں ۴/۵
صحت کے ۹۹ نکتے ۳/
صحت کی الف بے ۵/
سنہرے اصول ۵/-
پرندوں سے جانوروں تک ۴/۵
دہلی ۲/-

انوکھا عجائب خانہ (۳ حصے) ۱/۵۰
سماجی زندگی حصہ سوم ۴/۹۰
تاریخ ہند کی کہانیاں (دوم، چہارم) ۷/۷۵
ان تھک جاں (زیر طبع)
کھن کھن مانو "
جاں نثار سپاہی "
ہمت کے پھل "
موم کا محل "
بنیادی قواعد اردو طلبہ کے لیے ۳/-
" (بڑا سائز) ۹/-

نظمیں

پھلجھڑیاں ۶/-
مولانا اسمٰعیل میرٹھی ۲۱/-
بتاشے (درسی گیت باتصویر) ۷/۵۰
چہکتی کلیاں (زیر طبع)
ٹوٹے کھلونے ۶/۵۰
سہانے ترانے ۴/۵۰
بچوں کے اثر ۶/-
بچوں کے اقبال ۶/۵۰

ننھے منّے بچوں کے لیے

تماشے (باتصویر) ۷/۵۰
جاں نثار دوست (باتصویر کہانیاں) ۶/-
شیر اور بکری " ۷/۵۰
چاند کی بیٹی " ۶/-
بھیڑیے کا گانا " ۷/۵۰
جادو کی ہنڈیا " ۶/
چالاک بلی " ۷/۵۰
دم کٹی لومڑی " ۷/۵۰
کوّے کا خواب " ۷/۵۰
گدھے نے بجائی بانسری ۷/۵۰

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا' بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

اگست ۱۹۹۸ جلد ۴۶ شمارہ ۸

فی پرچہ /6 روپے --- سالانہ /50 روپے
سرکاری اداروں سے --- /75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) /500 روپے

اڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر' نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر 011-6910191

شاخیں
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار' دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ' علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں سے باتیں

لیجیے اگست کا شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی ماہ کی ۱۵ر تاریخ' ہماری' آپ کی زندگی میں بڑی اہمت رکھتی ہے۔ ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو ہندستان انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہوا تھا۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے آپ کے بزرگوں نے جن میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی' سکھ بھی تھے اور عیسائی بھی۔ بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ہم نے آپ کی خاطر اعظم شاہ خاں صاحب سے درخواست کی کہ ہمارے پیامیوں کے لیے جنگ آزادی کی مختصر تاریخ لکھ دیں۔ انھوں نے اپنی مصروفیت کی پرواہ کرتے ہوئے وعدہ کرلیا۔ مضمون انھوں نے یقیناً لکھ لیا ہوگا اس لیے کہ وہ جو وعدہ کرتے ہیں وہ ضرور پورا کرتے ہیں لیکن تادم تحریر ان کا مضموں ڈاک کی ہڑتال کی وجہ سے ہم کو نہیں ملا۔ پرچہ تیار تھا اس لیے پریس بھجوادیا گیا۔ اب اگر ان کا مضمون آجائے گا اور وقت ہوگا تو آخر میں معذرت کے ساتھ شائع کردیا جائے گا امید ہے ہمارے اعظم شاہ خاں ہماری مجبوری کا خیال کرتے ہوئے معذرت قبول فرمائیں گے۔ ڈاکٹر سید حامد حسین نے علالت کے باوجود آپ کے لیے مضمون لکھا۔ آپ حضرات سے یہ ان کی دلی محبت کا ثبوت ہے۔ موصوف کے صحت یابی کے لیے آپ کو دعا کرنا چاہیے۔ نصرت ظہیر صاحب کے بارے میں کیا لکھا جائے اب تو وہ آپ کی محفل کے اہم رکن بن چکے ہیں۔ بس شکریہ ادا کرنا ہمارا آپ کا فرض ہے۔ ہمارے بعض پرانے پیامی چاہتے ہیں کہ ہر ماہ ان کی تحریر شائع ہو یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ آخر نئے پیامیوں کا بھی تو پیام تعلیم پر حق ہے اس لیے پرانے پیامیوں کو ذرا صبر سے کام لینا چاہیے ورنہ ان نگارشات کے پڑھنے والوں کی تعداد بجائے بڑھنے کے کم ہو جائے گی۔

پرنٹر پبلیشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

مرسلہ: فرعین فطرت

حمد

یارب سب سے فائق تو ہے
حمد و ثنا کے لائق تو ہے
سب کی زباں پر ہے یہ آتا
یارب تو ہے سب کا داتا
تونے اپنا عرش بنایا
تونے زمیں کا فرش بنایا
جب دھرتی پانی کو ترسے
تیرے حکم سے بارش برسے
تیرا کام ہے رحمت کرنا
دور ہماری زحمت کرنا
حمد سراسر زاہد بھی ہے
فطرت اس کی شاہد بھی ہے

مرسلہ: محمد سجاد اشرف بھٹی

نعت

جدھر نظر کرم اٹھی ادھر گلزار کر ڈالا
عرب کی خشک مٹی کو بھی سبزہ زار کر ڈالا
بتایا ہے خدا نے رحمت للعالمین تجھ کو
کہ تُونے عاصیوں کا بھی سفینہ پار کر ڈالا
پلائے جام بھر بھر کے مئے توحید کے تونے
کہ جس سے بھی ملیں نظریں اسے مئے خوار کر ڈالا
بسائے پھر رہے تھے جو کبھی اصنام سینوں میں
انھیں پیمانہ توحید سے سرشار کر ڈالا
بھٹکتی پھر رہی تھی قوم ساری دشتِ غفلت میں
تیرے قرباں کہ تونے ان کو بھی بیدار کر ڈالا

جاگو جگاؤ

محنت کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ محنت کسی بھی قسم کی ہو، فائدہ پہنچاتی ہے۔ محنتی آدمی بہت جلد کامیاب ہو کر عزت کا مستحق بن جاتا ہے۔ ایک مزدور جو دن بھر محنت کر کے اپنی روزی کماتا ہے، اس پیسے والے آدمی سے کہیں بہتر ہے جو دن بھر بے کار رہتا ہو اور کاہلی میں اپنا وقت گزارتا ہو۔ جو طالب علم اپنی تعلیم کو جاری رکھنے کے لیے محنت مزدوری کر کے اپنے تعلیمی مصارف پورے کرتا ہے، وہ ان طالب علموں سے بھی زیادہ قابل قدر ہے جن کے والدین ان کی تعلیم کا خرچ برداشت کرتے ہیں۔ دولت نہ ہو تو آدمی غریب نہیں ہوتا، وہ محنت سے دولت حاصل کر سکتا ہے، لیکن محنت کی عادت نہ ہو تو امیر آدمی بھی اپنی دولت کھو کر غریب ہو جائے گا اور دوبارہ اس کو دولت میسر نہیں آئے گی۔

جو لوگ محنت نہیں کرتے، وہ محنتی آدمی کی عزت بھی نہیں کرتے۔ محنت کی عادت ڈالو، محنتی آدمی کی عزت کرو۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

خانزادہ سمیع الوری

عزم

مخصوص ہیں ہم معذور نہیں
مختار ہیں ہم مجبور نہیں
ہم نور بصیرت رکھتے ہیں
ہم میں سے کوئی بے نور نہیں
ہم عزم و عمل کے پیکر ہیں
ہم سے کوئی منزل دور نہیں

ہم شمع وطن کے پروانے
ہم علم و ہنر کے دیوانے
ہے عظمت آدم پیش نظر
اپنے ہوں وہ چاہے بیگانے
ہم علم و ہنر کی خوشبو کو
نکلیں گے وطن میں پھیلانے

ہر سمت ترقی کے جھنڈے
جس وقت یہاں لہرائیں گے
ہر شخص یہاں پر خوش ہوگا
ہم وہ خوش حالی لائیں گے
ہم عزم و عمل کے پیکر ہیں
ہم سے کوئی منزل دور نہیں

نصرت ظہیر
۱۵/۴ کھچڑی پور کالونی، دہلی ۹۱

قسمت کے کھیل نرالے

جہاں تک قسمت کا تعلق ہے تو ہم خوش قسمتی سے کافی خوش قسمت واقع ہوئے ہیں۔ کسی بات پر شرط بدنے یا دانو لگانے کا معاملہ ہو یا ادبی معمّا بھرنے کا۔ گفٹ پرائز ہو یا انعامی کوپن جوا ہو یا لاٹری۔ ہر جگہ قسمت اور ستاروں نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔

حالانکہ ہم وہی آدمی نہیں ہیں۔ اور قسمت اور ستاروں کو بالکل نہیں مانتے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قسمت اور ستارے ہمیں کافی مانتے ہیں۔

زندگی کی پہلی شرط ہم نے میونسپل کمیٹی کے چناؤ میں اپنے عزیز پڑوسی میاں عبدالقدوس سے لگائی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارے حلقے سے "اونٹ والا" ہار جائے گا۔ جب کہ ہم اس پر بضد تھے کہ "ترازو والا" جیتے گا۔ بس پھر کیا تھا۔ لگ گئی دس دس روپے کی!

اس کے بعد وہی ہوا جو ہونا تھا! قسمت نے ہمارا ایسا ساتھ دیا کہ "ترازو والا" سچ مچ جیت گیا اور اونٹ والا ہار گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میاں عبدالقدوس نے شرط کی آدھی رقم اپنے پاس رکھ لی، کیوں کہ ان کی پیشن گوئی بھی سچ نکلی تھی!

ایک مرتبہ ہم سنیما دیکھنے کے لیے گئے۔ فلم میں گھوڑ دوڑ کا سین آگیا۔ میاں عبدالقدوس بھی ساتھ تھے۔ ہم نے فوراً موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے ایک مریل سے گھوڑے پر شرط بدلی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گھوڑا جب جیت گیا اور میاں عبدالقدوس ہار گئے۔ دوسری طرف ہم کافی دیر تک اس اتفاق پر حیرت کرتے رہے کہ ہفتہ بھر پہلے جب وہ فلم ہم نے دیکھی تھی، تب بھی وہی گھوڑا جیتا تھا! بہر حال اس کے بعد بھی ہم نے کئی مرتبہ وہ فلم دیکھی۔ ہر مرتبہ اسی گھوڑے پر دانو لگایا اور قسمت کی بات دیکھیے کہ قسمت اور ستاروں نے ہر شو میں ہمارا ساتھ دیا، اور ہر دوڑ میں وہی مریل سا گھوڑا اول آیا۔

پہلی مرتبہ جوا کھیلنے پر بھی قسمت ہمارے اوپر پوری طرح مہربان رہی اور ذرا سی دیر میں ہم نے فلیش میں ساٹھ ستر روپے جیت لیے۔ وہ تو اچھا ہوا کہ اسی وقت بجلی چلی گئی اور محکمہ بجلی کی اعلا کارکردگی ہمارے دوستوں کو مزید رقم ہارنے اور ہمیں جیل جانے سے بچالیا، کیونکہ پولیس نے اس وقت چھاپا مار دیا تھا، مگر اچانک بجلی فیل ہونے کی وجہ سے ان کا

چھلاپا بھی فیل ہو گیا۔ اس دن ہمیں سبق ملا کہ بُرا کام چاہے ایک بار بھی کیا جائے، مگر اس کا نتیجا اتنا ہی بُرا ہوتا ہے جتنا دو دفعہ یا زیادہ مرتبہ کرنے کا! اور یہ بھی کہ نتیجا سامنے آنے میں دیر بھی نہیں لگتی۔ اس لیے بھئی، خدا کے لیے آپ کبھی جوا نہ کھیلیں۔

خیر' اس واقعے کے بعد دوستوں نے بدلہ لینے کے لیے ہمیں جوئے میں ہرانے کی بہت کوشش کی لیکن ہم ایک دفعہ بھی نہیں ہارے۔ جس کی سیدھی سی وجہ یہ تھی کہ پہلی مرتبہ جیت کے بعد ہم نے کبھی جوا نہیں کھیلا۔

انعامی کوپن اور گفٹ پرائز میں بھی قسمت ہمارے ساتھ ہیں۔ غرض یہ کہ ہم نے جب بھی کسی ایسے کام میں ہاتھ ڈالا جس میں ہاتھ نہ ہلانے پڑیں، اس میں قسمت نے کم سے کم پہلی مرتبہ ہمارا ساتھ ضرور دیا۔

یہ سب جاننے کے بعد ایک دن میاں عبدالقدوس کہنے لگے۔ "میری بات مانو تو کسی پیر فقیر سے اپنے حق میں دعائے خیر کروالو۔"

دعائے خیر! مگر کیوں؟" ہم نے حیرت سے پوچھا۔

"دراصل تمھارے واقعات سن کر ایسا لگتا ہے کہ۔۔۔کہ۔۔۔"

"ہاں ہاں۔ بتایئے کیسا لگتا ہے؟" ہم خوف زدہ ہو گئے۔

"کہ قسمت تمھارے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

ان کا لہجہ ایسا تھا کہ ہم کافی دیر تک خوف سے لرزتے رہے۔

ایک دن اسی قول کو انھوں نے اس طرح دوہرایا۔ 'جن کاموں میں عمل اور تدبیر کی ہینگ یا پھٹکری استعمال نہیں کرنی پڑتی، ان میں تم ہمیشہ کامیاب رہتے ہو۔ لہٰذا میری بات مانو اور لاٹری کا ٹکٹ خرید لو۔ مجھے پورا یقین ہے کہ تمھارا انعام ضرور بالضرور نکلے گا۔"

لیکن ہم نے مشورہ قبول نہیں کیا۔ اس میں ہماری اپنی کئی مصلحتیں تھیں۔ ایک روز انھوں نے بہت اصرار کیا تو ہم نے دل کی بات کہہ ہی دی!

ہم نے کہا "خاں صاحب! لاٹری کا ٹکٹ تو ہم خرید لیں، لیکن ایک بات سے ڈر لگتا ہے۔ کہیں ہمارا پہلا انعام نہ نکل آئے۔"

خاں صاحب نے ہمیں اوپر سے نیچے تک غور سے دیکھا اور بولے۔ "میاں لوگ تو لاٹری میں انعام پانے کے لیے سیکڑوں جتن کرتے ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی تو پوری تنخواہ لاٹری میں جھونک دیتے ہیں۔ اور تم ہو کہ انعام نکلنے سے ڈر رہے ہو۔"

اس پر ہم نے انھیں سمجھایا۔ "معاف کیجیے خاں صاحب، یوں تو آپ ہم سے زیادہ ذہین اور عقل مند ہیں لیکن لگتا ہے اس معاملے میں آپ چوک گئے۔ کیا آپ اتنا بھی نہیں

سمجھتے کہ لاٹری کا پہلا انعام نکلنے سے کتنا مالی نقصان ہوتا ہے۔"

"مالی نقصان!؟" انھوں نے کہا اور ہمیں حیرت سے یوں آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگے جیسے ہمارے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔ یہی نہیں اس کے بعد انھوں نے ہمارادلیاں ہاتھ بھی پکڑا اور چند لمحوں تک نبض ٹٹولنے کے بعد سرگوشی کے انداز میں دھیرے سے بولے۔

"اچھا! تو کیا لاٹری کا پہلا انعام نکلنے سے نقصان بھی ہوتا ہے!"

"جی ہاں! اور یہی وہ نکتے کی بات ہے جس کی طرف لاٹری کے شوقین کبھی توجہ نہیں دیتے۔" ہم نے پورے جوش و خروش کے ساتھ انھیں سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اب ذرا غور کیجیے۔ سب سے بڑی قباحت پہلا انعام نکلنے میں یہ ہے کہ انعام کا ایک بڑا حصہ سرکاری خزانے میں چلا جاتا ہے۔ پھر ڈسٹری بیوٹر بھی اپنا حصہ کاٹ لیتا ہے اور ٹکٹ بیچنے والا الگ سے اچھی خاصی رقم بغور کمیشن لے لیتا ہے۔ جس کا نتیجا یہ ہوتا ہے کہ اگر پہلے انعام کی رقم ۵۰ لاکھ روپے ہو تو مشکل سے ۲۵، ۳۰ لاکھ روپے پلے پڑتے ہیں اور باقی رقم دوسرے اخراجات میں چلی جاتی ہے۔ اب آپ ہی بتائیے اپنی ہی جیب سے پانچ روپے کا ٹکٹ خرید کر بیٹھے بٹھائے لاکھوں روپے کا نقصان اٹھالینا کہاں کی عقل مندی ہے!؟"

بات خاں صاحب کی سمجھ میں آگئی اور وہ حیرت سے آنکھیں جھپکانے لگے۔ لیکن اگلے روز وہ اس مشکل کا ایک حل لے کر آگئے۔ کہنے لگے۔ "دیکھو میرے عزیز! لاٹری کا ٹکٹ پانچ روپے کا ہے۔ پہلا انعام نکلنے پر چونکہ چالیس فیصد رقم کٹ جائے گی، لہٰذا اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے ٹکٹ کی قیمت کا ۴۰ فیصد حصہ یعنی دو روپے میں ادا کیے دیتا ہوں۔ باقی جو ۶۰ فیصد فائدہ ہوگا اس کے لیے تین روپے تم ادا کرو۔ اس طرح جو لاکھوں کا نقصان ہوگا وہ میرے حصے میں رہے گا۔ اور باقی رہی تمھاری منافع کی رقم تو وہ ہم دونوں آدھی آدھی بانٹ لیں گے۔ کیا سمجھے!؟"

اب حیرت سے پلکیں جھپکانے کی ہماری باری تھی۔ مسئلے کا حل اتنا آسان ہو سکتا ہے یہ تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا۔

میاں عبدالقدوس کی اس منطق کا ہم پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ کافی دیر تک فرطِ خوشی سے کانپتے رہے۔ اور جب خوب جی بھر کا کانپ چکے تو بازار جاکر پچاس لاکھ کی لاٹری کا ایک ٹکٹ خرید لائے جس میں دو روپے کی پاٹنر شپ خاں صاحب کی تھی۔

اس کے بعد لاٹری کا نتیجا نکلنے میں حالانکہ تین ہفتے باقی تھے، مگر ہمارے حالات اسی دن سے بدلنا شروع ہو گئے۔

سب سے پہلی تبدیلی یہ آئی کہ رکشہ، تانگہ اور لوکل بس جیسی سواریوں کا سفر

چھوٹ گیا۔ ہم سوچنے لگے کہ جب انعام میں لاکھوں روپے کی رقم ملے گی تو اسے خرچ کرنے کے لیے سب سے پہلے ایک اچھی سی کار خریدنی پڑے گی۔ لہٰذا کیوں نہ ابھی سے ادنا اور کم درجہ والی سواریوں میں سفر نہ کرنے کی عادت ڈال لی جائے۔ تھوڑا سا اور سوچا تو خیال آیا کہ ڈرائیونگ سیکھ لینا بھی مفید رہے گا۔ پتا نہیں بعد میں لاکھوں روپے خرچ کرتے وقت اس کے لیے فرصت ملے نہ ملے۔ پس ہم نے مزید سوچنا بند کیا اور پانچ سو روپے خرچ کر کے ایک ڈرائیونگ اسکول میں داخلہ لے لیا، جس کی تربیت سے دو ہفتوں میں محض چار پانچ چھوٹے بڑے حادثے کرنے کے بعد ہم کار کو اسٹارٹ کرنا بخوبی سیکھ گئے۔

لیکن اس سے پہلے کہ مزید حادثوں کے لیے ہم کار کے بریک لگانا سیکھ پاتے ایک روز ذرا سی فرصت ملی اور ہم پھر سوچنے بیٹھ گئے۔ خیال آیا کہ جب کار خریدیں گے تو ڈرائیور بھی رکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے کیوں خواہ مخواہ لوگوں سے ٹکراتے پھریں۔ یہ کام ڈرائیور ہم سے کہیں زیادہ مہارت اور زیادہ اچھے ڈھنگ سے انجام دے سکتا ہے۔

اس خیال کے آتے ہی ہم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ڈرائیونگ اسکول کی ٹوٹی پھوٹی کاروں کی مرمت کا چند ہزار روپوں کا بل ادا کیا اور داخلہ منسوخ کرا دیا۔ بعد میں ہم نے نوٹ کیا کہ ہمارے پڑوسی بھی نہ جانے کیوں کافی خوش نظر آنے لگے۔ بلکہ ایک دو نے تو یہ جان کر کہ ہم کار چلانے کی ٹریننگ لینا بند کر دیے ہیں ہمیں گھر پر چائے پینے کی دعوت بھی دی! ان میں ایک صاحب وہ بھی تھے جو ایک مرتبہ ہماری کار کے نیچے آتے آتے بچ گئے تھے۔

خیر اس دوران اور بھی کئی باتیں ہوئیں۔ مثلاً ایک روز ہمیں گھر میں لیٹے لیٹے خیال آیا کہ ہمارے کرایے کے مکان کی چھت کافی نیچی ہے اور دیواریں کافی تنگ ہیں۔ اور یہ کہ ہم جو اپنے گھر میں کھل کر یا کھڑے ہو کر کبھی انگڑائی نہیں لیتے تو اس احتیاط کے پیچھے دراصل یہ خوف چھپا رہتا ہے کہ کہیں دائیں بائیں الماریوں میں رکھے ٹی سیٹ ہاتھ لگ کر نہ گر جائیں اور کہیں بجلی کے پنکھے سے سر نہ ٹکرا جائے۔ یہ بات سمجھ میں آتے ہی ہم سیدھے ایک پراپرٹی ڈیلر کے یہاں پہنچے اور بڑی محنت سے اپنی انگڑائیوں اور جمائیوں کی ناپ کا ایک کشادہ کمرہ والا فلیٹ ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کا کرایہ دو ہزار روپے ماہوار اور قیمت پانچ لاکھ روپے تھی۔ ہم نے پراپرٹی ڈیلر سے سودا پکا کرنے کے لیے ایک ماہ کا کرایہ پیشگی دیا اور اگلے مہینے ۲۰ سال کا کرایہ پیشگی ادا کرنے کے بعد فلیٹ میں شفٹ ہونے کا وعدہ کر کے اطمینان کی سیٹی بجاتے ہوئے گھر آ گئے۔

ایک دن اور، اسی طرح سوچنے بیٹھے تو خیال آیا کہ کار بھی ہو گی، ڈرائیور بھی ہو گیا اور اچھا سا گھر بھی مل گیا تو پھر کیوں نہ ایک عدد اچھی سی گھروالی کا انتظام بھی کر لیا جائے۔ چنانچہ کچھ رقم اور خرچ کی گئی اور تمام اخبارات میں ضرورت رشتہ کے اشتہار دے دیے

گئے۔ خیال تھا کہ لاکھ دو لاکھ شادی کی تقریب پر خرچ ہو جائیں گے۔ مگر جب حساب لگایا تو پایا کہ کئی لاکھ روپے اب بھی بچتے تھے۔ لہٰذا اب ہم انھیں ٹھکانے لگانے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔ ہمارا تو خیال تھا کہ یہ رقم لاٹری والے کو بطور انعام دے کر باقی عمر یاد میں گزار دیں گے

مگر میاں عبدالقدوس نے یہ آئیڈیا فوراً رجیکٹ کر دیا۔ کہنے لگے جب ایک عدد بیوی لاؤ گے تو ایک عدد ٹی وی بھی لے آنا۔ اور جب ٹی وی لو گے تو ایک عدد وی سی آر، ایک تھری اِن وَن، ایک ٹو اِن وَن، اور ایک وَن اِن وَن بھی لے لینا۔ اس کے بعد جو رقم بچے وہ بلا سودی بنک کاری کرنے والی کسی اسلامی امدادی سوسائٹی میں فکس ڈپازٹ کرا دینا۔ سوسائٹی اللہ کے نام پر پوری رقم ڈکار جائے گی، بس قصہ ختم!

"اور اگر پھر بھی کچھ رقم بچ گئی تو!؟" ہم نے پوچھا۔

"تو۔۔۔ تو۔۔ باقی رقم کسی دوسری اسلامی امدادی سوسائٹی میں جمع کرا دینا!" اس طرح تمام رقم ٹھکانے لگ جانے کے بعد ہم نے چین کا سانس لیا اور بے تابی سے لاٹری کے نتیجے کا انتظار کرنے لگے۔

اس دوران ہم نے سوچنا بالکل بند کر دیا۔ اگر کبھی کچھ سوچنے کی حاجت ہوتی بھی، تو فوراً لاحول پڑھ کر سر پر ٹھنڈے پانی کا لوٹا ڈال لیتے۔

خدا خدا کر کے نتیجے کا دن آیا۔ دھڑکتے دل کے ساتھ ہم نے صبح کا اخبار ہاتھ میں لیا۔ اور لاٹری کا نتیجا ڈھونڈنے لگے۔ بڑی تلاش کے بعد پہلے صفحہ پر نتیجا ملا اور نتیجا پڑھتے ہی خوشی کے مارے ہمارے ہاتھ پانو پھول گئے۔

قسمت ہم پر ایک بار پھر مہربان ہو گئی تھی۔ ہمارا انعام سچ مچ نکل آیا تھا!

ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ ۵۰ لاکھ روپے کا پہلا نہیں بلکہ ایک لاکھ روپے کا ساتواں انعام تھا۔ جس کی رقم دو ہزار ہو لوگوں میں برابر، برابر تقسیم کی جانی تھی۔ اور ہمارے حصے میں ۵۰ روپے نقد یا اس کے عوض اگلی لاٹری کے ایک درجن ٹکٹ مفت ملنے والے تھے۔

اگلے روز حواس بحال ہونے پر ہم نے حساب لگایا تو پتا چلا کہ تین روپے خرچ کر کے ہم نے ۲۵ روپے منافع اور پانچ ہزار روپے کا نقصان کمایا تھا۔ ظاہر ہے میاں عبدالقدوس فائدے میں سے اپنا آدھا حصہ چھوڑنے والے نہیں تھے۔ اور لاٹری کا نتیجا آنے سے پہلے ہونے والے نقصان میں حصے داری کا انھوں نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔

اس کے علاوہ کوئی ٹھوس فائدہ ہوا تو صرف یہ کہ جن صاحبہ سے ہمارا رشتہ طے ہوا تھا انھوں نے لاٹری کا نتیجا معلوم ہوتے ہی رشتہ توڑ دیا اور یوں قسمت آخر میں بھی ہمارا ساتھ دے گئی۔

ڈاکٹر سید حامد حسین
۵۔ سلور لائن اپار ٹمنٹس
اے۔ سیکٹر (بی۔ ڈی۔ اے) کوہ فضا
بھوپال۔ ۴۶۲۰۰۱

آپ کتنا جانتے ہیں؟

(کھیلوں کے بارے میں)

آپ کو یقیناً کھیلوں میں دلچسپی ہوگی اور کھیلوں کے بارے میں خبریں بھی پڑھتے رہتے ہوں گے۔ آیئے یہ دیکھیں کہ آپ کی معلومات کتنی مکمل ہے۔ اس کے لیے ہم نے مقابلے کے امتحانوں کے نمونے پر سوالات تیار کیے ہیں۔ ہر سوال کے ساتھ چار چار جواب دیئے گئے ہیں۔ ان میں کوئی ایک جواب صحیح ہے۔ آپ کو بتانا ہے کہ یہ صحیح جواب کون سا ہے۔ آپ کو اس کا صحیح اندازہ ہو کہ آپ کتنا جانتے ہیں اس کے لیے یہ بہتر ہوگا کہ آپ پورے سوال نامے کو ایک ساتھ حل کریں اور آپ کی سمجھ میں جو صحیح جواب آتے ہیں انھیں الگ کاغذ پر لکھ لیں۔ جب سارے سوال حل کر لیں تو پھر آپ اپنے جوابوں کا ہمارے دیے جوابوں سے مقابلہ کر کے دیکھیں۔

سوالات

۱۔ ہاکی کے ورلڈ کپ میں جو حال ہی میں نیدر لینڈ س میں ہوا تھا، ہند ستان کی ٹیم نے کون سا مقام حاصل کیا۔

(الف) چوتھا　(ب) پانچواں　(ج) آٹھواں　(د) نواں

۲۔ نیچے ایک کالم میں کھلاڑیوں اور دوسرے میں کھیلوں کے نام دیے گئے ہیں۔ اس میں سے کس کھلاڑی کی کس کھیل کی وجہ سے شہرت ہے۔

(ک) شہباز (سنیئر)	(۱) کرکٹ
(ل) مارٹینا ہنگس	(۲) اسکویش
(م) شین وارن	(۳) ہاکی
(ن) جن شیر خاں	(۴) ٹینس

جواب: (الف) ک۔ ۳۔ل، ۴۔ م، ۳۔ن، ۱۔
(ب) ک ، ۴۔ل، ۴۔ م، ۱۔ن، ۲۔
(ج) ک، ۴۔ل، ۳۔م، ۱، ن۔ ۲۔
(د) ک، ۳۔ل ۱۔م، ۴۔ن، ۲۔

۳۔ شارجہ میں کھیلے گئے سہ ملکی کوکوکولا کرکٹ مقابلے میں ان میں سے کن تین ملکوں کی ٹیموں نے حصہ لیا۔
(الف) ہندستان، پاکستان، آسٹریلیا
(ب) ہندستان، پاکستان، نیوزی لینڈ
(ج) ہندستان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ
(د) آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، پاکستا ن

۴۔ سنتوش ٹرافی کس کھیل کے لیے دی جاتی ہے۔
(الف) فٹ بال (ب) ہاکی (ج) بیڈ منٹن (د) والی بال

۵۔ فٹ بال کا عالمی کپ اس سال کس ملک میں کھیلا جارہا ہے۔
(الف) اٹلی (ب) فرانس (ج) اسپین (د) جرمنی

۶۔ اسو رسٹی ۱۹۹۷ء سے ۱۱رجون ۱۹۹۷ء تک بنگلور اور میسور میں منعقدہ ہندستان کے چوتھے قومی کھیلوں میں سب سے زیادہ تمغے کس صوبے کے کھلاڑیوں نے حاصل کیے۔
(الف) پنجاب (ب) مہاراشٹر (ج) کیرالا (د) کرناٹک

۷۔ نیچے ایک کالم میں کھلاڑیوں اور دوسرے میں کھیلوں کے نام ہیں۔ ان میں تعلق پیدا کیجیے۔

(ک) جس پال رانا	(۱) ہاکی
(ل) مہیش بھوپتی	(۲) پستول شوٹنگ
(م) دھن راج پلے	(۳) کرکٹ
(ن) جوگل شری ناتھ	(۴) ٹینس

جواب: (الف) ک، ۲۔ ل، ۴۔ م، ۱۔ ن، ۳۔
(ب) ک، ۴۔ ل، ۲۔ م، ۱۔ ن، ۳۔
(ج) ک، ۴۔ ل، ۲۔ م، ۳۔ ن، ۱۔
(د) ک، ۲۔ ل، ۴۔ م، ۳۔ ن، ۱۔

۸۔ ۱۹۹۸ء میں تیرھویں ایشیائی کھیل کہاں ہوں گے۔
(الف) ہیروشیما (ب) بنکاک (ج) جکارتہ (د) منیلا۔
۹۔ فروری ۱۹۹۸ء میں جو جاڑے کے اولمپک کھیل ہوئے تھے ان میں سب سے زیادہ تمغے کس ملک کے کھلاڑیوں نے حاصل کیے۔
(الف) ناروے (ب) جرمنی (ج) روس (د) جاپان
۱۰۔ ۲۰۰۴ کے اولمپک کھیل کہاں ہوں گے۔
(الف) سڈنی (ب) ایتھنز (ج) سیول (د) ٹوکیو۔
۱۱۔ ہندستان میں فٹ بال کا سب سے پرانا کپ کون سا ہے۔
(الف) بیٹن کپ (ب) روورس کپ (ج) ڈیورینڈ کپ (د) سبر و تو کپ۔
۱۲۔ ان میں سے کون سا کھیل ۱۹۹۸ء کے ایشیائی کھیلوں، ۲۰۰۲ کے دولت مشترکہ (کامن ویلتھ) کھیلوں اور ۲۰۰۴ کے اولمپک کھیلوں میں شامل کیا جارہا ہے۔
(الف) گولف (ب) اسکویش (ج) بلیرڈس (د) شطرنج۔
۱۳۔ چوتھے قومی کھیلوں میں کس کھلاڑی کو بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔
(الف) جے ابھی جیت (ب) ایم۔ ڈی۔ ولسما (ج) لشا ملٹ (د) جس پال رانا۔
۱۴۔ ایک کالم میں کھیلوں کے نام دیے گئے ہیں اور دوسرے میں کھیلوں کے ٹیم میں کھلاڑیوں کی تعداد۔ ان کا مقابلہ کیجیے۔

(ک) کبڈی	(۱) ۵
(ل) کھو۔ کھو۔	(۲) ۶
(م) والی بال	(۳) ۷
(ن) باسکٹ بال	(۴) ۹

جواب (الف) ک، ۱۔ ل، ۲۔ م، ۳۔ ن، ۴۔
(ب) ک، ۳۔ ل، ۴۔ م، ۲۔ ن، ۱۔
(ج) ک، ۳۔ ل، ۳۔ م، ۲۔ ن، ۱۔
(د) ک، ۳۔ ل، ۴۔ م، ۱۔ ن، ۲۔
۱۵۔ آسٹریلیا کا قومی کھیل کون سا ہے۔
(الف) کرکٹ (ب) ہاکی (ج) فٹ بال (د) بیڈ منٹن۔
۱۶۔ ان میں سے کون سی اصطلاح کرکٹ کے کھیل سے متعلق نہیں ہے۔

(الف) گگلی (ب) ہیٹ ٹرک (ج) بلی (د) ایل بی ڈبلو۔
۱۷۔ ہندستان میں ان میں سے کون سا کھیلوں کا بین اقوامی مقابلہ ابھی تک منعقد ہوا ہے۔
(الف) اولمپک کھیل (ب) دولت مشترکہ کھیل (ج) ایشائی کھیل (د) فٹ بال کا عالمی کپ۔
۱۸۔ وان کھیڑے اسٹیڈیم کہاں ہے۔
(اف) کلکتہ (ب) چے نئی (ج) نئی دہلی (د) ممبئی
۱۹۔ ٹینس کے گرینڈ سلیم کو جیتنے کے لیے جن مقابلوں کو جیتنا ہوتا ہے، ان میں نیچے دیے مقابلوں میں سے کون سا شامل نہیں ہے۔
(الف) ڈیوس کپ (ب) ومبلڈن (ج) فرنچ اوپن (د) آسٹریلین اوپن
۲۰۔ میراتھن دوڑ میں حصہ لینے والے کھلاڑی کو کتنی دوری طے کرنا ہوتی ہے۔
(الف) ۳۸۵ء۳۶ کلو میٹر (ب) ۱۹۵ء۴۲ کلو میٹر
(ج) ۴۵۵ء۱۸ کلو میٹر (د) ۲۱۵ء۴۱ کلو میٹر
۲۱۔ دوڑ کے مقابلے میں حصہ لینے والے ہر کھلاڑی کے لیے جو پٹی بنائی جاتی ہے، اس کی چوڑائی کتنی ہوتی ہے۔
(الف) ایک میٹر (ب) دو میٹر (ج) ۵ء ۱ میٹر (د) ۲۲ء۱ میٹر۔
۲۲۔ ۱۹۹۷ء میں "سیف" (جنوبی ایشائی فیڈریشن) کھیل کہاں ہوئے تھے۔
(الف) کاٹھمنڈو (ب) ڈھاکہ (ج) چے نئی (د) اسلام آباد۔
۲۳۔ ہیروشیما میں منعقد ایشیائی کھیلوں میں ہندستان کا کون سا مقام تھا۔
(الف) تیسرا (ب) پانچواں (ج) آٹھوں (د) دسواں۔
۲۴۔ ۱۹۹۸ء میں دولت مشترکہ (کامن ویلتھ) کھیل کہاں کھیلے جائیں گے۔
(الف) سڈنی (آسٹریلیا) (ب) وکٹوریا (کناڈا) (ج) کوالالمپور (ملیشیا)
(د) مانچسٹر (برطانیہ)
۲۔ فٹ بال کے مردیکا کپ کے لیے کون سا ملک اہتمام کرتا ہے۔
(الف) انڈونیشیا (ب) ملیشیا (ج) سنگاپور (د) فلپائن
۲۔ ہندستان نے اولمپک کھیلوں میں آخری بار کب سونے کا تمغہ جیتا۔
(الف) ۱۹۶۴ء (ب) ۱۹۶۸ (ج) ۱۹۷۲ (د) ۱۹۸۰۔
۲۔ نئے اولمپک کھیل کب سے شروع ہوئے۔

(الف)۱۸۹۰(ب)۱۸۹۶(ج)۱۹۰۰(د)۱۹۰۵۔

۲۸۔ کون سا کپ یا ٹرانی کس کھیل کے لیے ہے۔

(ک) رنجی ٹرانی (۱) ٹیبل ٹینس

(ل) رائڈر کپ (۲) گولف

(م) سویتھ لنگ کپ (۳) ہاکی

(ن) بیٹن کپ (۴) کرکٹ

جواب۔ (الف) ک، ۳۔ ل، ۲۔ م، ۴۔ ن، ۱۔

(ب) ک، ۲۔ ل، ۴۔ م، ۳۔ ن، ۱۔

(ج) ک، ۲۔ ل، ۴۔ م، ۱۔ ن، ۳۔

(د) ک، ۴۔ ل۔ ۲۔ م، ۱۔ ن، ۳۔

۲۹۔ ۱۹۹۷ء میں راجیو گاندھی کھیل رتن انعام ان میں سے کسے ملا۔

(الف) سچن تندلکر (ب) گیت سیٹھی (ج) لینڈر پیس (د) وشونا تھن آنند۔

۳۰۔ موہن باگان ٹیم کا کس کھیل سے تعلق ہے۔

(الف) ہاکی (ب) فٹ بال (ج) بلیرڈس (د) کرکٹ۔

۳۱۔ کرکٹ کا سہارا کپ کہاں کھیلا گیا تھا۔

(الف) ڈھاکہ (ب) شارجہ (ج) ٹورنٹو (د) ایڈیلیڈ۔

۳۲۔ ۱۹۹۶ء کے اولمپک کھیلوں میں ہاکی کا سونے کا تمغہ کس ملک کی ٹیم نے جیتا۔

(الف) آسٹریلیا (ب) ہالینڈ (ج) اسپین (د) جنوبی کوریا۔

۳۳۔ ۲۰۰۲ کے جاڑے کے اولمپک کھیل کہاں ہوں گے۔

(الف) ایتھنز (ب) سڈنی (ج) ناگانو (جاپان) (د) سالٹ لیک سٹی (یو۔ایس۔اے)

۳۴۔ اولمپک کھیلوں کے پانچ چھلوں کے نشان جن رنگوں میں بنائے جاتے ہیں ان کی صحیح ترتیب (بائیں) سے (دائیں) کون سی ہے۔

(الف) نیلا۔ پیلا۔ کالا۔ ہرا۔ لال۔

(ب) پیلا۔ نیلا۔ کالا۔ ہرا۔ لال۔

(ج) کالا۔ ہرا۔ لال۔ پیلا۔ نیلا۔

(د) لال۔ ہرا۔ کالا۔ پیلا۔ نیلا۔

۳۵۔ بین اقوامی اولمپک کمیٹی کا صدر دفتر کہاں ہے۔
(الف) جنیوا (ب) لوزان (ج) پیرس (د) لندن۔

۳۶۔ اٹلانٹا میں کھیلے گئے اولمپک کھیلوں میں کس ایشیائی ملک کے کھلاڑیوں نے سب سے زیادہ تمغے لیے۔
(الف) جنوبی کوریا (ب) جاپان (ج) چین (د) ایران۔

۳۷۔ ۱۹۹۴ء میں فٹ بال کا عالمی کپ کس ملک کی ٹیم نے جیتا تھا۔
الف) برازیل (ب) اٹلی (ج) جرمنی (د) ارجن ٹائنا۔

۳۸۔ ان میں سے کس کھیل کی ابتدا برطانوی فوج کے افسروں نے پونا میں کیا۔
(الف) ٹیبل ٹینس (ب) بیڈ منٹن (ج) باسکٹ بال (د) والی بال۔

۳۹۔ پچھلے ایشیائی کھیلوں میں ہندستان نے ان میں سے کس کھیل میں سونے کا تمغہ نہیں لیا۔
(الف) لان ٹینس (ب) کبڈی (ج) ہاکی (د) شوٹنگ۔

۴۰۔ نیچے کچھ ایسے مقامات دیے گئے ہیں جن کا کسی کھیل وغیرہ سے تعلق ہے۔ ان میں سے کون سا جوڑا صحیح نہیں ہے۔
(الف) ویمبلے۔ بیڈ منٹن۔ (ب) ومبلڈن۔ لان ٹینس۔
(ج) ایپ سم۔ ڈربی گھڑ دوڑ۔ (د) لارڈس کا میدان۔ فٹ بال۔

جوابات

(د) ۲۔ (ب) ۳۔ (ج) ۴۔ (الف) ۵۔ (ب)
(د) ۷۔ (الف) ۸۔ (ب) ۹۔ (ب) ۱۰۔ (ب)
(ج) ۱۲۔ (ب) ۱۳۔ (د) ۱۴۔ (ب) ۱۵۔ (الف)
(ج) ۱۷۔ (ج) ۱۸۔ (د) ۱۹۔ (الف) ۲۰۔ (ب)
(د) ۲۲۔ (الف) ۲۳۔ (ج) ۲۴۔ (ج) ۲۵۔ (ب)
(د) ۲۷۔ (ب) ۲۸۔ (د) ۲۹۔ (ج) ۳۰ (ب)
(ج) ۳۲۔ (ب) ۳۳۔ (د) ۳۴۔ (الف) ۳۵۔ (ب)
(ج) ۳۷۔ (الف) ۳۸ (ب) ۳۹۔ (ج) ۴۰ (د)

محسن باعشن حسرت
۴۔ پرسپ اسٹریٹ، کلکتہ۔۷۲

برسات کا موسم

پھر برسات کا موسم آیا
کالا بادل ہر سو چھایا"
بجلی چمکی، بادل گرجا
اتنے زور سے پانی برسا،
ندی، نالے جل تھل ہو گئے
اپنے گھر سب بے کل ہو گئے
پپو کی تھی حالت خستہ
بغل میں تھا اسکول کا بستہ
بھیگ کے پپو آیا گھر میں
پانی بھی تھا اس کے سر میں
کپڑے سارے بھیگ گئے تھے
اما اس کو ڈانٹ رہے تھے
ختم ہوا برسات کا موسم
یعنی کالی رات کا موسم

سید علی شبنم کارواری
۲۱۸ر شریف ہاؤس، مسجد روڈ
کاروار۔ ۵۸۱۳۰۱ (کرناٹک)

ہم بچے

ہم سارے اصلی ہیرو ہیں ڈپلی کیٹ نہیں ہیں
ہم سب سیدھے سادے بچے، ڈپلومیٹ نہیں ہیں
صاف اور ستھری سوچ ہماری، کچھ بھی مکس نہیں ہے
کہنے اور کرنے میں ہمارے، پالٹیکس نہیں ہے
فکروں سے آزاد ہے سارا، چائیلڈ ہوڈ ہمار
سن کے ڈانٹ بگڑ جاتا ہے یکسر موڈ ہمار
نیا دور ہے کیوں کھیلیں ہم گڑیا سے موٹر سے
سائنس میں اب دلچسپی ہے کھیلیں کمپیوٹر سے
کھیل کی خاطر لیتے ہیں ہم ڈیڈی سے پرمیشن
وقت پہ گھر نہ لوٹیں تو پھر مشکل ہے ایڈمیشن
ممی اور ڈیڈی کرتے ہیں ہر انکوائری ڈیلی
پڑھتے ہیں چیکنگ کرتے ہیں اپنی ڈائری ڈیلی



چالیس سال قبل وہ بوڑھا انتقال کر چکا تھا مگر اس کے باوجود وہ دوستوں کے درمیان موجود تھا مگر کس طرح؟

سنسنی خیز کہانی ۔ میرزا ادیب کی زبانی

خوفناک بوڑھا

گرمیوں کے موسم میں جب تپش کی شدت سے لوگ گھبرا رہے ہوں۔ ایک صبح ٹھنڈی ہوا چلنے لگے۔ فضا میں بادل گھر کر آجائیں اور ہوا کے جھونکے جسم کو چھوئیں تو بڑا لطف آتا ہے۔ بچے 'بوڑھے' جوان سب خوش ہوجاتے ہیں' خاص طور پر بچے تو خوشی سے ناچ اٹھتے ہیں۔ ان کی خوشی کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ایسے سہانے موسم میں چھوٹے لڑکوں کے اسکول بند ہوجاتے ہیں اور لڑکے یا تو باغوں کی طرف نکل جاتے ہیں یا گھروں میں اپنی ماؤں سے مزے مزے کے کھانے پکانے پر اصرار کرنے لگتے ہیں۔

ایک ایسی ہی سہانی صبح تھی۔ رحمت ہائی اسکول کے طالب علموں نے "فائن ڈے 'فائن ڈے"؟ سور مچا دیا۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ دن بڑا سہانا ہے' اس لیے آج اسکول سے چھٹی ہو جائے تو مزہ آ جائے۔

اسکول کے استادوں نے ہمیشہ کی طرح آپس میں مشورہ کیا اور لڑکوں کو یہ خوشخبری سنا دی کہ آدھ گھنٹے کے اندر اسکول کی چھٹی ہو جائے گی۔ اتنا سننا تھا کہ لڑکے اپنے اپنے بستوں میں کتابیں' کاپیاں وغیرہ رکھ کر گھنٹی بجنے کا انتظار کرنے لگے۔

بالآخر گھنٹے نے اعلان کر دیا کہ طالب علموں کی چھٹی ہو گئی ہے۔

لڑکوں نے بستے سنبھالے اور اچھلتے کودتے اسکول کے کمروں سے نکلنے لگے۔ ان لڑکوں میں ارشاد اور امتیاز بھی تھے۔ دونوں ایک ہی محلے میں رہتے تھے۔ ایک ہی جماعت میں پڑھتے تھے۔ اسکول سے واپسی پر گھر کا کام اور پڑھائی کے بعد ایک ساتھ کھیلتے بھی تھے۔ ان میں بڑی محبت تھی۔ ایک دوسرے کے بغیر کہیں آتے جاتے بھی نہیں تھے۔

اسکول سے چھٹی ہوئی تو دونوں نے سوچا کہ جلدی گھر جانے کی بجائے کسی خوب صورت باغ میں جا کر ڈیڑھ دو گھنٹے گزارے جائیں۔ نرم نرم' سبز سبز گھاس پر بیٹھ کر باتیں کی جائیں اور گھوما پھرا جائے۔

اب دونوں کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ جائیں تو کس باغ میں جائیں، اسکول اور گھر سے دور کئی باغ تھے مگر ان سارے باغوں میں وہ ایک بار نہیں کئی بار جا چکے تھے۔ وہ کسی نئے باغ میں جانا چاہتے تھے۔ ارشاد نے اپنے دوست امتیاز کو اپنی یہ خواہش بتائی تو وہ بولا ۔ "میں بھی تو یہی چاہتا ہوں۔ پرانے باغوں میں جا کر کیا کریں گے۔ کسی ایسے باغ میں جانا چاہیے جہاں پہلے کبھی نہ گئے ہوں۔"

امتیاز کو یاد آیا کہ ایک دفعہ وہ اپنے ابو کے ساتھ ہوائی اڈے سے گھر آ رہا تھا تو اس نے راستے میں ایک جگہ دیواروں کے پیچھے اونچے اونچے درخت دیکھے تھے۔ ان درختوں کو دیکھ کر اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کے ارد گرد پھولوں سے بھرے ہوئے پودے بھی ہوں گے اور گھاس بھی۔ اس وقت تو اس کے ابو کو گھر جانے کی جلدی تھی' اس لیے وہ ان سے باغ کے اندر جانے کے بارے میں کچھ نہ کہہ سکا مگر اس کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ جب بھی موقع ملے گا وہ اس باغ کے اندر ضرور جائے گا۔

اس وقت امتیاز نے ارشاد سے اس باغ کا ذکر کیا تو وہ بول اٹھا۔ "ہم آج اسی باغ میں جائیں گے۔"

"مگر میں بھول گیا ہوں کہ ہوائی اڈے سے واپسی پر اسے دیکھا کہاں تھا۔"

انعام بھی سزا بھی

خلیفہ ہارون رشید عباسی کے دربار میں ایک شخص پیش ہوا اور اپنا کمال دکھایا۔ اُس نے صحن میں ایک سوئی گاڑ دی۔ دُور جا کر دوسری سوئی پھینکی تو یہ سوئی اس گڑی ہوئی سوئی کے ناکے میں پہنچ گئی۔ لوگ آفریں آفریں کرنے لگے۔ ہارون رشید نے حکم دیا کہ اسے ایک دینار انعام دیا جائے اور دس دُرّے مارے جائیں۔

لوگوں نے اس جزا و سزا کی بات پوچھی تو ہارون رشید نے کہا: "اس کی ذہانت اور مشّاقی قابلِ داد ضرور تھی، لیکن اِس نے اپنا ذہن ایسے فضول کام میں لڑایا لہٰذا یہ سزا کا بھی مستحق ہے۔"

امتیاز کی بات سن کر ارشاد مایوس نہ ہوا اور کہنے لگا۔ "ڈھونڈ لیں گے۔ میں بھی کئی بار ہوائی اڈے جا چکا ہوں۔" دونوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ وہ اس باغ میں ضرور جائیں گے۔

اسکول سے چھٹی ہو چکی تھی۔ گھر میں کوئی ضروری کام بھی نہیں تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ایسے سہانے دن کو بیکار گزارنا دونوں ہی کو پسند نہ تھا۔ دونوں چلنے لگے۔

باغ تلاش کرنے میں انھیں وقت تو ضرور ہوئی مگر زیادہ نہیں۔ ایک جگہ دیواروں کے پیچھے لمبے لمبے درختوں کو دیکھ کر امتیاز چلایا۔ "ارے! یہی تو ہے وہ باغ۔"

"سچ!"

"اور کیا۔ دیکھ لو یہ دیواریں اور اونچے اونچے درخت۔"

اب ان کی کوشش یہ تھی کہ دروازہ نظر آ جائے اور وہ اس کے ذریعے باغ میں داخل ہو جائیں۔ دروازہ نظر تو آیا مگر انھیں دیکھ کر افسوس ہوا کہ وہ مقفل تھا اور قفل بھی کوئی چھوٹا نہیں کافی بڑا لگا تھا۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ باغ میں کیسے جائیں؟" ارشاد نے مایوسی سے سوال کیا۔

"یاد آیا۔ میں پہلے بھی ادھر سے گزرا تھا تو تالا لگا ہوا تھا۔" امتیاز بولا۔

"امتیاز!" ارشاد نے کہا۔ "یہ باغ عام لوگوں کے لیے نہیں ہو گا، کسی ایک شخص کی ملکیت ہو گا۔"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے۔" امتیاز بولا۔

"اس سے یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص جب چاہے اس کا دروازہ کھول سکتا ہے اور جب بھی چاہے اسے بند کر سکتا ہے۔" ارشاد نے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہتے ہو، مگر ہم ایسے اچھے موسم میں باغ کے اندر ضرور جائیں گے۔"

دونوں باغ کے اندر جانے کا پکا ارادہ کر چکے تھے۔ وہ دیواروں کے ارد گرد گھومنے لگے کہ کہیں دیوار نیچی ہو یا کوئی اور دروازہ ہی کھلا ہو تو وہ اندر چلے جائیں۔

ایک جگہ دیوار کا اوپری حصہ گرا ہوا تھا۔ اور وہ آسانی سے باغ میں داخل ہو سکتے تھے۔ انھوں نے اینٹیں جمع کر کے ایک چبوترہ سا بنایا۔ پہلے ارشاد اوپر چڑھا اور دیوار کے اوپر سے اس نے اندر چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد امتیاز کی باری تھی، اس نے بھی یہی کام کیا۔

باغ کے اندر جا کر وہ حیران رہ گئے۔ پودے بے شمار تھے مگر کسی پودے پر کوئی کھلا ہوا پھول دکھائی نہیں دیتا تھا۔ گھاس بڑھ بھی چکی تھی اور زرد بھی پڑی تھی۔

"یار امتیاز یہ کیا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں۔ اونچے اونچے درخت دیکھ کر تو میں نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ اس میں ہزاروں رنگا رنگ پھول ہوں گے۔ سبز سبز گھاس ہوگی۔ تتلیاں اڑ رہی ہوں گی مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"باغ تو ہے نہیں، بس ایک ویرانہ ہے۔"

"ہاں ایک ویرانہ ہے۔"

وہ باہر نکلنے کی سوچ رہے تھے کہ ایک گرجتی ہوئی آواز آئی۔ "کیا کہا، یہ ایک ویرانہ ہے؟"

دونوں نے دیکھا کہ ان کے قریب ایک بوڑھا شخص انھیں سخت غصے سے دیکھ رہا تھا۔ لمبا قد، سر پر ترکی ٹوپی۔ آنکھوں پر عینک، کمر جھکی ہوئی۔ وہ ڈر گئے۔

"کیا یہ ویرانہ ہے؟"

"جی.....جی.....وہ....." امتیاز نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر دہشت اور خوف کی وجہ سے اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ وہ خوفناک بوڑھا دو قدم اور ان کے قریب آگیا۔

"میرے خوب صورت باغ کو ویرانہ کہتے ہو۔ کون ہوتے ہو تم یہ کہنے والے۔ میں نے اتنے پیار سے، اتنی محبت سے یہ پودے لگائے ہیں۔ دھوپ میں گھنٹوں محنت کی ہے۔ ان کی پوری پوری رکھوالی کی ہے۔ بولو کون ہو تم۔"

دونوں تھر تھر کانپ رہے تھے۔

"بولتے کیوں نہیں ہو؟"

"جی' اس گستاخی کے لیے' آپ سے معافی مانگتے ہیں۔" امتیاز بولا۔

وہ بوڑھا خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا پھر منہ موڑ کر ادھر دیکھنے لگا۔ "کون ہو تم' کہاں سے آئے ہو۔"

"ہم اسکول میں پڑھتے ہیں' آٹھویں جماعت میں۔"

بوڑھے نے سر ہلایا۔ "ادھر کیوں آئے ہو میرے باغ میں؟"

امتیاز خاموش رہا۔ ارشاد نے جواب دیا۔ "آج اسکول میں چھٹی ہو گئی۔ جی چاہا کہ کسی بڑے اچھے سے باغ میں جا کر گھومیں پھریں۔ ہمیں بہت افسوس اور ندامت ہے کہ آپ کی اجازت کے بغیر یہاں آ گئے۔ ابھی چلے جاتے ہیں۔"

"اور آپ سے ایک بار پھر معافی مانگتے ہیں۔" امتیاز بولا۔ دونوں چلنے لگے۔

"کیا کہا ہے تم نے۔" وہ بوڑھا انھیں جاتے دیکھ کر بولا۔ "معافی۔"

"میرے باغ کے متعلق تم نے کیا کہا ہے۔"

دونوں گھبرا کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"کیا تم نے یہ نہیں کہا کہ یہ ایک ویرانہ ہے۔"

وہ خاموش رہے۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اب کے اس کا لہجہ غضب ناک نہیں لگتا تھا۔ "تم نے بالکل درست کہا ہے۔ یہ ایک ویرانہ بن گیا ہے۔ افسوس' صد افسوس۔" بوڑھے نے آہ بھری اور ایک پودے کے پاس بیٹھ گیا۔ "اس پودے میں سیاہ گلاب لگا تھا۔ لوگ دور دور سے آکر اسے دیکھتے تھے۔"

ارشاد اور امتیاز کی گھبراہٹ اور خوف بہت حد تک دور ہو چکا تھا۔ وہ بوڑھے سے گفتگو کرنے لگے۔ "اچھا بابا جی!"

"سیاہ گلاب صرف میرے باغ میں تھا۔ میں نے یہ پودا بڑی محنت سے لگایا تھا اور وہ پودے۔ وہ سامنے دیکھ رہے ہو نا۔ ان میں سرخ گلاب لگتا تھا۔ اس کی خوشبو باغ کے باہر دور دور تک پھیل جاتی تھی۔"

امتیاز اور ارشاد ان پودوں کو دیکھ رہے تھے جو بالکل سوکھے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

"میں نے نہ جانے کہاں کہاں سے پھولوں کے بیج ڈھونڈ نکالے تھے' سب ادھر لے آیا تھا۔ جتنے عمدہ عمدہ اور

خوب صورت پھولوں کے پودے، میرے باغ میں تھے، سارے شہر کے کسی باغ میں بھی نہیں تھے۔ آؤ میرے ساتھ میں تمہیں اپنے باغ کے اور پودے دکھاؤں۔"

بوڑھا انھیں پورے باغ میں گھماتا رہا۔ وہ تھک گئے تھے مگر بوڑھا نہیں تھکا تھا۔

یکا یک بادل برسنے لگے۔ سیاہ بادلوں کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ وہ ایک چھتنار درخت کے نیچے رک گئے۔ بارش ہوتی رہی اور وہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔

آخر بارش رک گئی۔ انھوں نے دیکھا کہ بوڑھا اپنی جگہ پر نہیں تھا۔

"پتا نہیں کہاں گیا ہے، شاید یہیں کہیں ہو گا۔" امتیاز نے جواب دیا۔

دونوں اس جگہ پہنچ گئے، جہاں دیوار کا اوپری حصہ گر پڑا تھا۔ دونوں نے جلدی جلدی اینٹیں جمع کر کے ایک ڈھیر لگایا۔ پہلے ارشاد اس ڈھیر پر چڑھ کر دیوار کی دوسری طرف کودا، پھر امتیاز بھی کود پڑا۔ اس کے پاؤں زمین پر لگے ہی تھے کہ ایک شخص بھاگا ہوا آیا اور اس نے ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"کیا لینے گئے تھے باغ کے اندر؟"

"ہمارا جی چاہا تھا۔"

"جی چاہا تھا۔ کیوں جی چاہا تھا۔"

"ویسے ہی جی۔ ہم نے اس کے مالک سے معافی مانگ لی تھی۔"

"اس کے مالک سے۔ کون ہے وہ؟"

ارشاد نے امتیاز کو اشارے سے کہا۔ "تم بتاؤ"

امتیاز کہنے لگا۔ "وہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ سر پر ترکی ٹوپی تھی اور آنکھوں پر عینک۔"

"کیا کہا۔ سر پر ترکی ٹوپی۔"

"اور آنکھوں پر عینک۔ کوٹ سفید رنگ کا تھا۔ کمر جھکی ہوئی تھی۔ اس نے کہا تھا میں اس باغ کا مالک ہوں۔" امتیاز نے اس کی بات مکمل کی۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو لڑکے۔" وہ شخص بڑی حیرت سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں جناب۔ انھوں نے ہمیں معاف کر دیا تھا، ہم سے باتیں کی تھیں، ہمیں بتایا تھا کہ انھوں نے کتنی محبت سے ایک ایک پودا لگایا تھا۔"

وہ آدمی خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "چلو میرے ساتھ۔"

ارشاد اور امتیاز ایک شاندار بنگلے میں صوفے پر بیٹھے تھے' وہاں اس آدمی کے علاوہ ایک اور آدمی بھی تھا جو کافی عمر کا لگتا تھا۔

"چچا جان! یہ لڑکے کیا کہہ رہے ہیں۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" وہ آدمی کافی عمر والے آدمی سے کہنے لگا۔

"میری سمجھ میں سب کچھ آگیا ہے۔" چچا بولا۔

"کیا سمجھ میں آگیا ہے۔"

"سلیم بیٹا' تمھارے باپ اور میرے بڑے بھائی کو اپنے باغ سے بہت محبت تھی' اس نے ایک ایک پودا بڑے پیار اور شوق سے لگایا تھا۔ اسے مرے ہوئے چالیس برس گزر چکے ہیں مگر اپنے باغ سے اس کی محبت نہیں مری' ابھی زندہ ہے۔ آج اپنے اجڑے ہوئے اور ویران باغ کو دیکھ کر اس کی روح کو کتنا صدمہ پہنچا ہے۔ یہ تم نہیں جان سکتے۔"

اپنے چچا کے یہ الفاظ سن کر اس آدمی کے چہرے پر ندامت پھیل گئی۔ "آپ نے ٹھیک کہا ہے چچا جان۔ مجھے سخت شرمندگی ہے کہ اپنے ابا جان کے باغ کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ میں باغ کی پوری پوری نگرانی کروں گا۔"

ارشاد اور امتیاز اس آدمی کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے جسے اس شخص نے چچا جان کہا تھا۔

"بچو!" چچا بولا۔ "تم حیران ہو گئے ہو اور تمھیں حیران ہونا بھی چاہیے۔" جس بوڑھے کو آج تم نے باغ میں دیکھا ہے' اسے دنیا سے رخصت ہوئے پورے چالیس سال گزر گئے ہیں۔ یہ اس کا بیٹا ہے جو تمھاری باتیں سن کر تمھیں یہاں لے آیا تھا۔ شاید تم نے اصلی معاملہ سمجھ لیا ہے۔"

ارشاد اور امتیاز نے زبان سے کچھ نہ کہا مگر ان دونوں کے سر' ہاں کہنے کے انداز میں ہلنے لگے۔

ایک گھنٹے کے بعد جب وہ اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے تو انھیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ باغ کا بوڑھا مالک ان کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ فلاں پودے پر کیسے پھول لگتے تھے اور فلاں پودے کے پھولوں کا رنگ کیسا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے۔



پیغام

مجید فکری

نسلِ آدم کا احترام کرو
جب کسی سے ملو سلام کرو

صرف جینا تو کوئی بات نہیں
قابلِ فخر کوئی کام کرو

علم کی روشنی کو پھیلاؤ
نونہالو! جہاں میں نام کرو

دہر سے تیرگی مٹانے کا
اک نیا عزم صبح و شام کرو

نام روشن ہو ملک و مِلّت کا
ملک و مِلّت کا کوئی کام کرو

غم کے ماروں کے دوست بن جاؤ
غم بٹانے کا اہتمام کرو

کام کرنا ہی کامیابی ہے
کام محنت سے صبح و شام کرو

بعد مرنے کے نام رہ جائے
فکری دنیا میں ایسا کام کرو

بیگم نور الصباح قسط نمبر ۵

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

حضرت معین الدین چشتیؒ کا دہلی آنا

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر سے دہلی تشریف لائے تو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ استقبال کے لیے گئے اور آپ کو اپنے گھر لے آئے اور اس خوشی میں کہ پیر ہمارے گھر ٹھہرے ہیں، دو رکعت نفل شکرانہ ادا کی۔ وہ ہر وقت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حضور میں حاضر رہتے اور اپنے مُریدوں کو بھی خدمت میں حاضر رکھتے۔ اس طرح، ہر شخص جو مُراد مانگتا، وہ پاتا۔

پھر حضرت بختیار کاکیؒ نے چاہا کہ سُلطان التمش کو اپنے پیر کی آمد کی اطلاع دیں۔ مگر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ میں صرف تم سے ملنے کے لیے آیا ہوں، دو چار روز رہ کر چلا جاؤں گا لہٰذا حضرت بختیار کاکیؒ خاموش ہو گئے مگر شہر کے عوام اس قدر آتے تھے کہ ان کو روکنا نا ممکن تھا۔

صرف ایک صاحب نہیں آئے۔ شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ، کیوں کہ وہ خواجہ قطبُ الدین بختیار کاکیؒ کی شہرت سے جلتے تھے۔ مگر چونکہ خواجہ صاحب کی خُراسان میں اُن سے دوستی تھی اِس لیے وہ خود ان سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا کہ آپ مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ نے اپنا ایک مُرید یہاں بھیج دیا ہے، تمام خلقت اُس کی طرف متوجہ ہے، کوئی ہمیں گھاس بھی نہیں ڈالتا۔ ہم کیا کریں آپ سے مل کر۔

خواجہ صاحب جس وقت پہنچے تھے اس وقت نجم الدین مزدوروں سے کوئی عمارت بنوا رہے تھے اور انھوں نے خواجہ صاحب کو دیکھ کر اس طرح محبت سے استقبال نہیں کیا تھا۔ اس لیے خواجہ صاحب نے فرمایا۔ شیخ الاسلام شیخ نجم الدین تم کو ہوا کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام کا رُتبہ ملنے سے تم میں غُرور اور تکبّر پیدا ہو گیا ہے، جو تم بالکل ہی بدلے ہوئے نظر آ رہے ہو؟

نجم الدین یہ سن کر بہت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے۔ نہیں نہیں میں تو اب بھی ویسے ہی آپ کا مخلص ہوں جیسے پیشتر تھا اور آپ کے قدموں میں سر جھکانا اب بھی فخر

سمجھتا ہوں۔ یہ سُن کر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر تم قطب الدین کی موجودگی برداشت نہیں کرتے تو میں ان کو اپنے ہمراہ لیے جاتا ہوں۔ واپسی پر آپ نے حضرت بختیار کاکیؒ سے ساتھ چلنے کے لیے کہا، وہ فوراً تیار ہوگئے اور خواجہ صاحب کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوگئے۔

حقیقتاً نجم الدین کی باتیں خواجہ صاحب کو اس قدر بُری لگی تھیں کہ باوجود اصرار کے انھوں نے ان کے ہاں کھانا نہیں کھایا ادھر دہلی میں شیخ فرید الدین گنج شکرؒ، عراق خراسان اور مکہ مدینہ ہوتے ہوئے حضرت بختیار کاکیؒ کی خدمت میں آگئے تھے اور ان کے ذریعے سے خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بھی ملاقات کی تھی۔ خواجہ صاحب نے ان سے مل کر فرمایا تھا۔ قطب الدین تم نے ایک عظیم شاہ باز کو قید کر رکھا ہے فریدؒ وہ شمع ہے جو ہزاروں پیروں کے گھرانوں کو روشن کرے گا۔

غرض کہ ان ہی دنوں حضرت بختیار کاکیؒ اپنے پیر کے ساتھ دہلی سے اجمیر کے لیے روانہ ہوگئے۔ اس سے دہلی سے شہر کے عوام بہت پریشان ہوئے اور گھر گھر رنج و غم کی ایک لہر دوڑ گئی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں نکل کر آپ کے ساتھ ہو لیے۔ سڑک پر ایک خلقت کا ہجوم تھا۔ جہاں سے آپ گزرتے اور جہاں آپکا پیر پڑتا لوگ وہاں کی خاک اٹھا اٹھا کر آنکھوں سے لگاتے اور روتے دھوتے ساتھ چلتے رہتے۔ یہ حال دیکھ کر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ قطب الدین تم دہلی ہی میں رہو۔ یہاں کے لوگ تم کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ہر شخص پریشان ہے۔ یہ حکم سن کر آپ واپس دہلی چلے گئے اور پھر وہیں مقیم ہوگئے۔

ایک روایت ہے کہ خواجہ بختیار کاکیؒ کی دہلی سے روانگی کی خبر جب شمس الدین التمش کو معلوم ہوئی تو وہ سخت پریشان ہوا اور اس نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خدمت میں کہلایا کہ آپ خواجہ کو دہلی سے نہ لے جائیں۔ دہلی کے لوگ ان سے بہت مانوس ہیں اور بے حد منت خوشامد بھی کی تب خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ان کو دہلی میں چھوڑا۔

خواجہ بختیار کاکیؒ کی اولاد

حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ نے بتایا ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ روزانہ دو قرآن شریف ختم کرتے تھے، کلام پاک انھیں حفظ تھا۔ مال وزر سے بالکل اُنسیت نہ رکھتے۔ بعد میں آپ نے شادی بھی کی اور ان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام شیخ احمد، دوسرے کا نام شیخ محمد رکھا تھا۔ شیخ محمد نے سات سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ان ہی کی والدہ کے آہ وزاری کرنے کا قصہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ نے اپنی بیوی کو رونے سے منع کیا، اور خود مراقبے میں چلے گئے۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جس بنیے سے خواجہ صاحب قرض لیا کرتے تھے، اس کا نام شرف الدین تھا۔ خواجہ صاحب کے گھر میں ان دنوں کھانے والے نو آدمی تھے شرف الدین کی بیوی پڑوسن ہونے کی وجہ سے اکثر آتی رہتی۔ ایک روز وہ خواجہ صاحب کی بیوی سے کہنے لگی کہ ہماری وجہ تمھاری گزر بسر ہو جاتی ہے، اگر ہم نہ ہوں تو تمھیں فاقے کرنے پڑیں۔ بیوی کو یہ بات بہت بُری لگی۔ وہ سُن کر خاموش ہو گئیں مگر خواجہ صاحب سے ذکر کیے بغیر نہ رہیں۔ وہ یہ سُن کر مُراقبے میں چلے گئے اور بعد کو سر اٹھا کر بیوی کو اشارہ کیا تو حُجرے کے طاق میں روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ فرمایا اب کبھی کسی سے قرض نہ لینا، جتنی روٹی کی ضرورت ہو یہاں سے لے لیا کرو۔ اس کے بعد سے ان کی بیوی اکثر وہاں سے روٹیاں لے کر غریبوں کو بھی تقسیم کر دیتی تھیں۔ یہ روٹی حضرت خواجہ خضر علیہ السلام اس جگہ پہنچا دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ عوام اب بھی آپ کے مزار پر روٹیاں پکوا کر مجاوروں، غریبوں اور مسافروں کو دیتے ہیں۔ اکثر صاحب استطاعت لوگ بھی آکر غربا اور فقراء کو روٹیاں تقسیم کرتے ہیں۔

حضرت بابا فرید گنج شکر نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ قصبہ اوش سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے تھے تو آپ راستے کے ایک شہر میں ٹھہر گئے۔ شہر کے باہر ایک مسجد تھی جس کا صرف ایک مینار تھا۔ خواجہ صاحب کو خبر ملی تھی کہ مسجد کے ایک کونے میں اگر کوئی شخص نفلیں پڑھے اور آخری شب میں فلاں دعا پڑھے تو اس کی ملاقات خواجہ خضرؑ سے ہو جاتی ہے۔ خواجہ صاحب آخری پہر رات کو مسجد میں گئے اور دو نفل پڑھکر دعا کا ورد کرتے رہے۔ مگر کوئی شخص آپ کو نظر نہ آیا۔ مایوس ہو کر وہ مسجد سے باہر نکل آئے۔ جب آپ مسجد کے دروازے پر پہنچے تو بے حد نورانی شکل کے ایک بُزرگ نظر آئے اور آپ سے پوچھنے لگے۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟ آپ نے اپنی آمد اور دعا کا پورا حال بیان کیا۔ وہ بزرگ کہنے لگے۔ تم دنیا طلب کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں، تو وہ بزرگ بولے۔ پھر خواجہ خضرؑ سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟ وہ بھی تمھاری طرح ہی سرگرداں پھرتے ہیں لیکن اس شہر میں ایک شخص ایسا رہتا ہے جو دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے، خواجہ خضرؑ سات بار اس کی ملاقات کو خود جا چکے ہیں مگر اس کی عبادت کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔

دونوں ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک اور بزرگ مسجد کے ایک کونے سے نکل کر آگئے۔ پہلے والے بزرگ نے خواجہ بختیار کاکیؒ کا ہاتھ پکڑ کر ان بزرگ سے ملوایا اور کہا کہ یہ شخص نہ تو دنیا کا طلب گار ہے اور نہ کسی کا قرض دار ہے۔ یہ صرف آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ خواجہ بختیار کاکیؒ بہت خوش ہوئے کہ ان کی مُراد بر آئی اور سوچا کہ شاید پہلے والے بزرگ کوئی آسمانی فرشتہ ہیں اور دوسرے حضرت خضرؑ۔ پھر وہ دونوں بزرگ نظروں سے غائب ہو گئے۔ (باقی آئندہ)

ہنڈ کلیا

گھیا یا لوکی کھانا سنت ہے تو پھر آئیں لوکی کو دو طریقوں سے بنا کر کھائیں اور ثواب کمائیں۔

لوکی کا رائتہ

لوکی (گھیا)	۲۵۰ گرام	زیرہ	ایک چمچہ
ہری مرچیں	دو عدد	ہرا دھنیا	پانچ گرام
دہی	آدھا کلو	بالائی	۱۰۰ گرام
نمک اور سرخ مرچ		حسب منشا	

ترکیب: لوکی چھیل کر باریک کدو کش کریں پھر ابال کر ٹھنڈا کریں اور ہاتھ سے دبا کر تمام پانی نکال دیں۔ اس کے بعد دہی میں بالائی' سرخ مرچ' نمک' زیرہ اور ہری مرچیں کتر کر ڈالیں اور خوب اچھی طرح پھینٹ لیں۔ اس کے ساتھ ہی اس میں ابلے ہوئے لوکی کے ٹکڑے ڈال کر ملائیں' اوپر سے ہرا دھنیا کتر کر چھڑ کیں اور کھانے کے لیے پیش کریں۔

لوکی کا حلوا

لوکی (گھیا)	ایک کلو	سبز رنگ (کھانے والا)	معمولی سا
شکر	۵۰۰ گرام	پستہ	۳۰ گرام
دودھ	دو لیٹر	الائچی سبز	چار عدد
گھی	۲۵۰ گرام	کیوڑہ	چند قطرے

ترکیب: لوکی چھیل کر کدو کش کر لیں۔ ایک دیگچی میں لوکی ڈال کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔ ساتھ ہی الائچی کے دانے کوٹ کر شامل کر لیں۔ لوکی کا پانی خشک ہو جائے تو دودھ ڈال دیں جب جمنے کے قابل ہو جائے تو پستے باریک کاٹ کر لوکی میں ڈال دیں۔ آخر میں کیوڑہ ڈال کر چمچے سے ملائیں۔ گرم یا ٹھنڈا جیسا پسند ہو مزے سے کھائیں۔ (جاری)

حکیم محمد سعید

حکیم صاحب کے مشورے

جوڑوں میں درد

س عمر ۱۱ سال ہے۔ بچپن سے جوڑوں میں بہت درد ہوتا ہے۔ بہت علاج کروایا، لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔ ازرہ کرم کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ (قرۃ العین کریم)

ج جو نونہال اپنے منہ کی صفائی سے غفلت برتتے ہیں ان کے گلے بھی ورم کر جاتے ہیں۔ ان متورم گلوں کی وجہ سے جوڑوں کا درد بھی ہو سکتا ہے۔ غالباً آپ کے جوڑوں میں درد کا آغاز اسی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر آپ کے یہاں نیم کا درخت ہے تو آپ نیم کے تنے کا بکل کوئی چار پانچ گرام لے لیں۔ اسے پانی میں جوش دیں اور پینا شروع کر دیں۔ صبح و شب مہینہ بیس دن پی کر دیکھ لیجیے۔ اگر حب سورنجان مل جائے تو اسے جوشاندے کے ساتھ ایک ایک کھالیا کریں۔ نونہال اپنی صحت کا خیال رکھیں، منہ کو صاف رکھیں اور گلے میں ذرا بھی خرابی ہو تو اس کا علاج کریں۔ گرم پانی میں نمک ملا کر اس سے غرارے کرنا ایک نہایت موثر تدبیر ہے۔

ٹانگوں اور ہاتھوں میں درد

س میری والدہ جن کی عمر تقریباً ۴۰ سال ہے ان کی بائیں ٹانگ اور بائیں ہاتھ میں دو یا تین سال سے سخت درد رہتا ہے۔ اگر کوئی کام کریں تو بائیں ہاتھ میں درد شروع ہو جاتا ہے اور اگر تھوڑا سا پیدل چلیں تو بائیں ٹانگ میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ ازرہ کرم اس مسئلے کا کوئی حل بتائیں، عین نوازش ہو گی۔ (محمد عارف خاں)

ج اچھا تو یہ ہے کہ ان کی گردن کی ہڈیوں کا ایکسریز کرانا چاہیے اور ریڑھ کی ہڈی کا بھی۔ بعض اوقات دو ہڈیوں (مہروں) کے درمیان عصب (پٹھا) آجاتا ہے۔ اس کے دبنے سے درد ہوتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کے ساتھ غالباً صورت حال یہی ہے۔

فی الحال حب سورنجان ۲۔ ۲ صبح و شب کھانا شروع کر دیں۔ اگر دست لگ جائیں تو ایک ایک کر دیں۔

سر کے بال گرتے ہیں

س: میری عمر ۱۵ سال ہے۔ بال گرتے ہیں۔ جہاں سے سر کے بال گرتے ہیں' کیا وہاں دوبارہ اُگ سکتے ہیں؟ اس کے لیے کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ (پرویز اقبال)

ج: بات صاف نہیں ہے۔ اگر بال گر رہے ہیں اور جہاں سے وہ گر رہے ہیں وہاں سفید نشانات واضح ہوتے جارہے ہیں تو یقینی طور پر یہ گنج کا مرض ہے جو زیادہ تر کسی ذہنی پریشانی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کے سر میں خشکی (ڈینڈرف) ہو۔ اس کو دور کرنے کے لیے ہمدرد کی لفین رات کو سر میں لگائیں۔ صبح سر دھوڈالیے۔ مفید دوا ہے۔

کمزوری اور رنگت پیلی

س: میری بھانجی صائمہ کی عمر ساڑھے تین سال ہے۔ بہت کمزور ہے۔ رنگت بھی پیلی ہے۔ دودھ بھی مشکل سے پیتی ہے۔ ہر وقت انگوٹھا چوستی ہے اور منہ میں انگوٹھا رکھ کر گوں گوں کرتی رہتی ہے۔ کافی علاج کروایا' مگر کوئی خاص افاقہ نہیں ہوا۔ معالجوں کا کہنا ہے کہ اس میں خون کی کمی ہے۔ (محمد اختر جمال)

ج: اگر صائمہ کا پیٹ صاف نہ کیا ہو تو کیڑے مار کوئی دوا دے کر اس کا پیٹ صاف کر دینا چاہیے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ صائمہ پیدائشی طور پر کمزور ہے۔ شاید اس کا ذہن بھی خراب ہے۔ ممکن ہے کہ پیدائش کے وقت غلطی سے اوکسیجن نہ ملی ہو اور اس کا ذہن پورا نہ بنا ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھے شبہ ہے کہ صائمہ ذہین بچی اب نہیں بن سکے گی۔

نظر کمزور ہے

س: عمر ۱۵ سال ہے' میری نظر کمزور ہے۔ ۳ عینک لگی ہے۔ مہربانی فرما کر کوئی ایسی دوا لکھیں جس سے میری عینک اتر جائے۔ (خواجہ فراست عباس)

ج: ہو سکتا ہے کہ بینائی کی یہ کمزوری موروثی ہو۔ ایسی صورت میں آپ کے دوسرے بھائی' بہن کو بھی شاید یہی تکلیف ہو۔ اس موروثی یا خلقی مسئلے پر تو زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جو نمبر ۳ آج ہے وہ ۱۳ تک پہنچ جائے۔ جب گاجروں کا موسم آئے تو خوب گاجریں کھائیں اور ان کا پانی پیا کیجیے۔ اس کے لیے مغز بادام کی بھی شہرت اور

اہمیت ہے۔ ۱۲ دانے بادام رات کو بھگودیں۔ صبح خوب چبا کر کھالیں ۔ یہ سلسلہ مہینوں سالوں بند نہ کریں۔ آنکھ کی صفائی کا خیال رکھیں۔ صبح و شب ٹھنڈے پانی کے چھپکے آنکھوں پر مارنا مفید تدبیر ہے۔

دانوں سے خون نکلتا ہے

س: عمر ۱۶ سال ہے۔ میرے چہرے پر دانے ہیں۔ ان میں سے اکثر پیپ اور خون نکلتا رہتا ہے۔ بہت سی کریمیں استعمال کیں، مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ میرے پورے جسم پر خارش بھی ہوتی ہے۔ ازرہ کرم کوئی دوا تجویز فرمائیں۔ (بابر بلوچ)

ج آپ کو اپنی غذا سے گوشت کم کر دینا چاہیے۔ بڑے کا گوشت لازماً آپ کے لیے مضر ہے۔ زیادہ تر سبزیاں کھانی چاہیں۔ انڈے اور مچھلی کی زیادتی بھی نقصان دیتی ہے۔ گل منڈی آپ کے لیے اچھا علاج ہے۔ ۶ گرام گل منڈی رات کو گرم پانی میں بھگودیں۔ صبح اسے مل چھان کر پی لیں۔ اس سے خون کی حدت کم ہو جائے گی اور چہرے کے دانے ختم ہو جائیں گے۔ ہمدرد کی "صافی" بھی ایک اچھی دوا ہے۔ دو چائے کے چمچے صبح نیم گرم پانی میں ملا کر پینا شروع کر دیں۔ دانوں پر مرہم ہمدرد لگائیے۔

پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی

یاد کرو وہ وقت جب تم تھوڑے تھے، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمھیں مٹا نہ دیں۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی، اپنی مدد سے تمھارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمھیں اچھا رزق پہنچایا، کہ شاید تم شکر گزار بنو۔ (الانفعال ۲۶)

پیامی توجہ فرمائیں

ڈاک کی ہڑتال کی وجہ سے جولائی کے ٹائیٹل پر چھپی ہوئی تصویر پر لکھی ہوئی کہانیاں صرف دو، تین موصول ہوئی ہیں اس لیے اس کی آخری تاریخ ۳۰/ اگست کر دی گئی ہے۔

غنی دہلوی

غریب کا لڑکا

ایک مفلس غریب کا لڑکا
جو کہ شرم و حیا کا پتلا تھا

جس نے غربت میں پرورش پائی — تھی بہن کوئی اور نہ تھا بھائی
اپنے ماں باپ کا وہ تنہا تھا — ساتھیوں میں وہ اپنے یکتا تھا
شوق تھا اس کو لکھنے پڑھنے کا — جذبہ رکھتا تھا آگے بڑھنے کا
نیک سیرت تھا خوب صورت تھا — کام کرتا تھا وہ ذہانت کا
جب وہ اسکول اپنے جاتا تھا — لوٹ کر سیدھا گھر کو آتا تھا
جس نے غربت میں آنکھ کھولی تھی — جس کی دولت سے خالی جھولی تھی
حیر میں جس جگہ وہ رہتا تھا — اس کو ہر شخص اچھا کہتا تھا
کام آتا تھا وہ غریبوں کے — ساتھ چلتا تھا وہ یتیموں کے
اچھی عادات کا وہ پیکر تھا — اچھے اوصاف کا سمندر تھا
اس کے دل میں تھا جذبہ خدمت کا — وہ تو طالب تھا اچھی شہرت کا

رات روشن ہو ماہ و انجم سے
بول بالا وطن کا ہو تم سے



سبق

وہ بچہ اپنا بستہ بھول چکا تھا مگر کتابوں نے
اسے پھر بھی سبق سکھا ہی دیا۔

کاشان ہنزی

"آیئے، آیئے جناب عقیل احمد صاحب"

خوش آمدید!

جیسے ہی عقیل نے کمرے میں قدم رکھا، مختلف آوازیں سن کر چونک پڑا۔ ادھر دیکھا، ادھر دیکھا..... پھر اس کی نظریں اسٹیڈی ٹیبل پر رکھی نصابی کتب پر جم گئیں۔ یہ آوازیں وہیں سے آ رہی تھیں۔

وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولا۔ "ہوں تو تم سب میرا مذاق اڑا رہی ہو.....؟"

"نہیں جناب ہماری اتنی مجال کہاں کہ آپ کا مذاق اڑا سکیں۔" اردو کی نصابی کتاب نے کہا۔

"آپ تو ہمارے آقا ہیں... میں آپ کی ادنیٰ کنیز۔" معاشرتی علوم کی کتاب نے بڑے ادب سے کہا۔

"آپ نے ہمیں کتب فروش کے یہاں سے لا کر کتنی خوب صورت الماری میں بند کر دیا تھا۔ ہم پر چھائی ہوئی گرد سے ہمارا چہرہ کس قدر دلکش ہو گیا ہے ہم کتنی خوب صورت نظر آ رہی ہیں۔ ایم آئی رائٹ.......؟"

انگریزی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ نے ہمیں مسلسل آرام کرنے کا زریں موقع فراہم کیا' ہم آپ کا مذاق اڑانے کی بھلا کیوں کر جرات کرسکتے ہیں' عقیل صاحب!" سائنس بھی خاموش نہ رہ سکی۔

عقیل نے دیکھا' واقعی کتابوں پر بڑی دھول جمع ہوگئی تھی' بعض کا تو نام تک دھول کی تہہ میں چھپ گیا تھا۔ اس نے بڑی شرمندگی سے کہا۔ "بھئی معاف کرنا میں اپنی بھول کی معذرت چاہتا ہوں' واقعی یہ میری غلطی ہے۔"

"ار...... رے ......رے یہ کیا' آپ اور ہم سے معذرت خواہ ہیں۔ اپنی غلطی کا' ہم سے اعتراف کر رہے ہیں" میتھ نے کھنکتی ہوئی آواز میں کہا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "ساتھیو کیا آپ کو معلوم ہے کہ عقیل احمد صاحب کو آج ہمارا خیال کیوں آیا ہے.........؟"

ارے تمہیں اتنا بھی علم نہیں کہ پیاسا کنویں کے پاس کب جاتا ہے؟" سائنس نے بھرپور طنز کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میں بتاؤں؟ اصل بات یہ ہے کہ صرف سات دن بعد ہی ان جناب کے اسکول میں امتحانات کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ ایم آئی رائٹ سر۔" انگلش نے اپنی آنکھوں کو اوپر' نیچے گھماتے ہوئے شوخی سے کہا۔

عقیل نے ان کتابوں کی طرف ندامت بھرے انداز میں دیکھتے اور قدرے شرماتے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ لا کر کہا۔ "ہاں بھئی ہاں واقعی اگلے ہفتے سے امتحانات شروع ہو رہے ہیں۔"

"اگلے ہفتے سے نال' تو پھر کیا ہوا' ابھی تو بہت وقت پڑا ہے امتحانات میں' سات دن یعنی ایک سو اڑسٹھ گھنٹے باقی ہیں' امتحان میں۔" میتھ نے پھر طنز کیا۔ "ابھی تو آپ اور کھیل' کود سکتے ہیں اتنی بھی جلدی کیا ہے' تیاری کرنے کی؟"

"پھر اگر یہ چاہیں تو ہمیں چند دن اور نظر انداز کرسکتے ہیں' میرا مطلب ہے کہ ہمیں مزید آرام کا موقع دے سکتے ہیں۔" معاشرتی علوم نے بھی اپنی زبان کھولی۔

عقیل کو اب واقعی غصہ آنے لگا تھا۔ "برداشت کو بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ میں نے معذرت کی' اپنی غلطی کا اعتراف بھی کیا' پھر بھی یہ کتابیں مجھ پر طنز کیے جا رہی ہیں۔" عقیل نے دل ہی دل میں سوچا' اس کا منہ ایسا بن گیا' جیسے اس کے حلق میں کسی نے زبردستی کڑوی دوا انڈیل دی ہو

اس نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔ "ہاں' ہاں اڑالو' تم سب مل کر میرا مذاق!"

"غلط بات ہے ساتھیو ہمیں ان کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرنا چاہیے۔" اردو نے قدرے لجاجت سے مفاہمانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"ہم ان کے ساتھ برا سلوک کب کر رہے ہیں؟ ہم نے کون سی ان کی بے عزتی کی ہے؟ بھلا ہماری یہ جرات ہو سکتی ہے؟" سائنس نے بھی بڑی نرمی سے کہا۔

"آپ ہمارے آقا ہیں۔" انگریزی بھی بولے بغیر نہ رہ سکی۔

عقیل اور جھنجلا گیا۔ وہ بلبلا کر بولا۔ "تو پھر تم سب خاموش کیوں نہیں ہو جاتے۔"

"اسی طرح خاموش ہو جاؤ' جیسے ان کی ممی انھیں چیخ' چیخ کر صبح و شام اسٹڈی کرنے کے لیے کہتی ہیں اور پھر خود ہی تھک کر خاموش ہو جاتی ہیں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

یہ سن کر اردو کے منہ سے قہقہہ بلند ہو گیا وہ اپنے بلند ہوتے ہوئے قہقہے کو روکتے ہوئے بولی۔ "مہینوں بعد تو ہمیں تازہ ہوا میں سانس لینے کا موقع ملا ہے۔ ایک جگہ پڑے' پڑے تو ہمارے ہاتھ پیر سُن ہو کر رہ گئے تھے' دوران خون رک سا گیا تھا اور جسم اینٹھ کر رہ گیا تھا۔"

"ہاں' جب یہ پہلی بار ہمیں کتب فروش سے خرید کر لائے تھے اس وقت انھوں نے ضرور ہمارے کچھ صفحات الٹ' پلٹ کر دیکھے تھے۔" معاشرتی علوم نے کہا۔

اردو نے بھی ایک گہری اور ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے اعتراضاً کہا۔ "ہاں بھیا اس کے بعد تو یہ ہمیں بھول ہی گئے کہ ہم بھی ان کے پاس ہیں اور ہم پر ان کا بھی کوئی حق ہے۔"

"نہیں' نہیں دراصل ان کے پاس ہمارے رقیبوں کو جگہ جو مل گئی تھی۔ ماہنامہ ہنگامہ' پندرہ روزہ قاتل' ہفتہ روزہ خنجر کی موجودگی میں بھلا یہ ہماری طرف کیسے رخ کرتے۔" معاشرتی علوم نے کٹیلے انداز میں کہا۔

اس کے اس انداز پر عقیل کو بے ساختہ ہنسی آگئی وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"پروا تو انھیں اب بھی ہماری نہیں ہے مگر کریں بھی کیا امی' ابو' باجی اور بھائی جان کی باتیں سن' سن کر ہمارے پاس آنے' ہمیں ہاتھ میں لے کر بیٹھنے اور ہماری ورق گردانی کرنے کے لیے مجبور ہو گئے ہیں۔ کیوں عقیل بھائی ٹھیک کہا ناں میں نے!" ڈرائنگ نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے نقشہ کشی کی۔

عقیل اپنی ہنسی کو مسکراہٹ ہی بدلتے ہوئے بولا۔ "غلط غلط بالکل غلط' یہ بات نہیں ہے۔ کیا میں اتنا بے

وقوف ہوں کہ اپنا برا بھلا بھی نہیں سمجھتا؟ بس وقت کی کمی تھی۔"

"ارے ہاں ہم بے کار انھیں قصوروار قرار دے رہے ہیں' بے چارے اسکول سے ہی اتنی محنت کر کے دماغ کھپا کر تھکے' ہارے گھر آتے ہیں کیا ذرا تفریح کے لیے کھیلیں گے نہیں' تو اور کیا کریں گے۔" سائنس نے ہمدردی جتاتے ہوئے کہا۔

ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو' طالب علم کی زندگی کیا صرف نصابی کتابوں میں ہی مغز کھپانے کے لیے ہوتی ہے۔ ارے یہی عمر تو ہے کھانے' کھیلنے اور ہلا گلا کرنے کی۔" انگلش گرامر نے بھی اپنی ہمدردی ظاہر کی۔

"اسکول سے گھر لوٹ کر تین' چار گھنٹے اگر کھیل لیے تو کون سا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ پھر دو' تین' گھنٹے ٹی وی کے سامنے بیٹھ گئے تو کیا زلزلہ آگیا۔ آخر ٹی وی کے پروگرامز جنرل نالج میں اضافے کا باعث جو بنتے ہیں۔" انگریزی نے کہا۔

عقیل کا چہرہ اب بری طرح ستا گیا تھا۔ وہ پھر تنک کر بولا۔ "تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں اسکول میں یوں ہی وقت ضائع کرتا ہوں۔ مجھے وہاں محنت نہیں کرنا پڑتی؟"

"اف فوہ ہم یہ تو بھول ہی گئے تھے' غلطی ہو گئی' سرجی اسکول میں وقت گزارنے نہیں پڑھنے کے لیے ہی جاتے ہیں' وہاں ماسٹر صاحب کی ڈانٹ پھٹکار بھی تو سننا پڑتی ہوگی' ہوم ورک مکمل نہ ہونے پر بطور سزا اپنی سیٹ پر بھی کھڑا رہنا پڑتا ہوگا۔" معاشرتی علوم نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

عقیل کا غصہ بڑھتے بڑھتے آخری حدوں تک پہنچ گیا تھا۔ وہ بری طرح جھلا کر بولا۔ بس بس رہنے دو میں تم سب کی باتیں اگر خاموشی سے سن رہا ہوں' برداشت کر رہا ہوں تو اس کا قطعی یہ مطلب نہیں کہ میں بے وقوف ہوں اور کچھ جانتا' سمجھتا نہیں۔

"تو اسے کہتے ہیں' چوری اور سینہ زوری۔" میتھ نے عقیل کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یہاں روز تمھاری ممی ڈانٹتی تھیں۔ پڑھنے کے لیے ہدایت کرتی تھیں' اور تم سنی ان سنی کر کے گھر سے باہر نکل جاتے تھے اپنے دوستوں کے ساتھ گپیں لڑاتے تھے۔ کیا یہ باتیں ہمیں معلوم نہیں ہیں۔" سائنس نے بھی اسی انداز میں کہا۔

عقیل اب بری طرح چراغ پا ہو گیا۔ وہ گرج کر بولا۔ "خاموش ہو جاؤ تمہیں تو!"

"اس کے آگے تم کہہ بھی کیا سکتے ہو جو کچھ من مانی تمہیں کرنا تھی' وہ اب تک تم کر چکے ہو۔ اب جو کرنا ہے

ہیں کرنا ہے۔" معاشرتی علوم نے عقیل کی بات درمیان میں سے اُچکتے ہوئے کہا۔

عقیل بپھر کر بولا۔ "کیا کرلو گے تم لوگ اور کر بھی کیا سکتے ہو' بے جان کتابوں کی وقعت ہی کیا ہے۔"

"ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔" میتھ نے تڑخ کر جواب دیا۔ "یہاں تک کہ ہم سب مل کر تمہیں یادگار سبق بھی سکھا سکتے ہیں کیوں' ساتھیو' ٹھیک کہا' میں نے۔"

سب نے ایک زبان ہو کر جواب دیا۔ "جی بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔" اور اس کے ساتھ ہی میتھ نے عقیل کے منہ پر ایک تھپڑ جماتے ہوئے سبق سکھانے کی ابتداء کر دی۔ میتھ کا تھپڑ بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا' پھر تو اردو' سائنس' ڈرائنگ' معاشرتی علوم' انگلش' گرامر سب نے ہی اپنے اپنے ہاتھ دکھانا شروع کر دیئے عقیل گھبرا کر مدد کے لیے پکارنے لگا۔ "ممی بچاؤ' ممی بچاؤ۔"

اس کی آواز سن کر ممی گھبرائی ہوئی دوڑی آئیں۔ "عقیل' عقیل بیٹے اٹھو کیا ہوا کیا خواب میں ڈر گئے کلمہ پڑھو' شاباش' ہوشیار ہو جاؤ' آنکھیں کھولو دیکھو سورج کہاں چڑھ آیا ہے۔" انہوں نے بیٹے کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

عقیل ہوشیار ہو گیا۔ اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں وہ پسینے میں شرابور تھا۔

وہ ممی کو اپنے قریب دیکھ کر گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ "ممی خدا کا شکر ہے کہ میں واقعی خواب دیکھ رہا تھا مگر ایسا خواب جس نے مجھے غفلت کی نیند سے جگا دیا۔"

"کیا مطلب بیٹے کیسا خواب دیکھا ہے تم نے؟ مجھے بھی تو بتاؤ۔" اس کی ممی نے پیار سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا اور عقیل نے ممی کو اپنا سارا خواب بتا دیا۔

"بیٹے اسی لیے تو میں تمہیں برابر سمجھاتی رہی ہوں کہ کہانیوں کی کتابیں' رسائل ضرور پڑھو' مگر ساتھ ساتھ اپنی نصابی کتب کو بھی یاد رکھو۔ ان کے لیے بھی ایک وقت مقرر کر دو۔ اگر رات کو سونے سے قبل ایک گھنٹا روز اپنی نصابی کتب کو بھی وقت دیتے تو یہ کتابیں تم سے کیوں ناراض ہوتیں' یہ ڈراؤنا خواب تمہیں کیسے تنگ کرتا۔"

"بس ممی پلیز اب مجھے کافی سبق مل گیا ہے میں عہد کرتا ہوں' آج سے ہی روزانہ ایک گھنٹا پڑھا کروں گا۔ یہ تو خدا کا شکر ہے کہ میرے سالانہ امتحان میں ایک ہفتہ نہیں' دو ماہ باقی ہیں۔" اور اس کے ساتھ ہی عقیل کے چہرے پر عزم و استقلال کی سرخی پھیل گئی۔

ہمّت

بچو! ہمت اک نعمت ہے
عظمت، دولت اور شہرت ہے
محنت سے تم جی نہ چرانا
ہردم آگے بڑھتے جانا
چلتی گاڑی ہمت سے ہے
کھیتی باڑی ہمت سے ہے
ہمت سے جو کام ہیں کرتے
لوگ وہی ہوتے ہیں اچھے
ناکامی سے مت گھبرانا
ہر دم ہمت کے گن گانا
غفلت سے تم کام نہ لینا
رکنے کا تم نام نہ لینا
حرکت سے ہوتی برکت ہے
دنیا میں ملتی جنت ہے
محنت کی وہ شان ہے بچو
قوموں کی پہچان ہے بچو
ہمت کا ہر بولا ہے بالا
جگ میں جیتے ہمت والا

ضیغم حمیدی

گھریلو چٹکلے

مرسلہ: شاہدہ لطیف

• پانی میں نمک ملا کر فرش دھونے سے دیمک، چیونٹی اور دوسرے کیڑے نہیں
تے۔
• سیاہ بوٹ پالش میں تھوڑا سا سرکہ ملا دیا جائے تو جوتوں پر خوب چمک آجاتی ہے۔
• لیموں کے عرق میں ملتانی مٹی پیس کر چہرے پر لیپ کرنے سے جلد شگفتہ اور
رب صورت ہو جاتی ہے۔

مرسلہ: دل عزیز احمد صدیقی،

• چاولوں کو اُبالتے وقت اگر ان میں ایک چمچہ لیموں کا رس ڈال دیں تو ان کی رنگت
اف ہو جاتی ہے۔
• ٹھنڈے پانی میں لیموں کا رس نچوڑ کر اس میں باسی سبزی ایک گھنٹہ رکھ دیں، تازہ
جائے گی۔
• پیاز اور لہسن کھانے کے بعد اگر ذرا سی مولی کھالی جائے تو بُو نہیں آئے گی۔
• سرکے اور نمک سے شیشے کی صراحیاں اور بوتلیں خوب صاف ہوتی ہیں۔ تانبے اور
یتل کے برتن بھی سرکے سے صاف ہوتے ہیں۔
• چینی کے ٹوٹے ہوئے برتن جوڑنا ہوں تو انڈے کی سفیدی میں تھوڑا سا اَن بُجھا
نا ملا کر لئی بنالیں اور پھر رکھ کر چھوڑ دیں۔ سوکھ کر سخت ہو جائے گا۔
• کوئلوں کا سفوف گُل دان میں ڈال دیں۔ اس میں جو گُل دستہ لگایا جائے گا وہ
یک ہفتے تازہ رہے گا۔

- اگر لیموں کا چھلکا دانتوں پر ملیں تو دانت چمک دار ہو جائیں گے۔
- پیاز کاٹنے سے پہلے ہاتھوں پر نمک مل لیا جائے تو آنسو نہیں نکلتے۔

مرسلہ: صالحہ حسن،

- تل کے پتوں کو مہندی کے ساتھ پیس کر بالوں میں لگانے سے بال سیاہ ہو جاتے ہیں۔
- بیسن سے منہ دھونے سے چہرے کے داغ دھبے دُور ہو جاتے ہیں اور رنگ نکھر آتا ہے۔
- روشنائی کے دھبے دُور کرنے کے لیے آلو اُبال کر اس کے پانی میں دھبوں والا حصّہ ڈال دیں، صاف ہو جائے گا۔
- پرانے گوٹے پر صابن لگا کر سلور کے برتن دھونے سے وہ بے حد چمک دار ہو جاتے ہیں۔
- گوشت دھونے کے بعد اس کا پانی گلاب کے پودے میں ڈالنے سے پھول کی رنگت نکھر آتی ہے۔
- تازہ سنگترے کے چھلکے کچّے دودھ میں پیس کر چہرے پر لگانے سے رنگ صاف ہو جاتا ہے اور جلد ملائم ہو جاتی ہے۔
- مچھلی تلنے سے پہلے اگر اسے آدھا گھنٹہ سرکہ میں بھگوئیں تو بے حد لذیذ ہو جاتی ہے۔
- رات کے بچے ہوئے آٹے پر ہلکا سا گھی کا ہاتھ لگا دیں اس طرح یہ صبح تک سوکھنے سے محفوظ رہے گا۔
- کریلے کے چھلکے نچوڑ کر اس کا پانی دو چمچے پینے سے خون صاف ہو جاتا ہے اور رنگت نکھر جاتی ہے۔
- بھونتے وقت گوشت جل جانے کی صورت میں تھوڑا سا دودھ ڈالنے سے جلنے کی بُو نہیں آئے گی۔
- گوشت نہ گلے تو چٹکی بھر چینی ڈال دیں۔

ے، حمید

خلائی ایڈونچر سیریز　　قسط نمبر ۲۷

گارشا پہلے ہی جیسے کسی گہری سوچ میں تھی۔ اندر کی کھڑکی کے پاس گئی۔ سفید موٹے شیشے کی دیوار میں سے باہر خلا میں ایک نظر ڈالی اور پلٹ کر کہنے لگی۔

"میں کسی ایسے خلائی جہاز کو کیسے چلا سکتی ہوں جس میں کوئی مشین ہی نہ ہو؟

شیبا نے آزردہ دلی سے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی موت کی طرف جا رہے ہیں۔ کوئی بھی سیارہ ہمیں اپنی طرف کھینچ کر ہمارے ٹکرے اڑا سکتا ہے۔"

اچانک خلائی لڑکی گارشا کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی مانند کوند گیا۔ وہ کرسی سے اٹھ کر شیشے والی کھڑکی کے پاس آئی۔ جھک کر اس چھوٹے چوکور سوراخ کو دیکھا جس میں سرخ اور سبز بٹن لگے تھے۔ اس نے سوراخ کے نیچے والی المونیم کی پلیٹ کو باہر کھینچ لیا۔ اس کے پیچھے ایک چھوٹا سا ہینڈل لگا تھا۔ شیبا، عمران اور سلطانہ بھی اس کے پاس آگئے۔ عمران نے پوچھا۔

"ہینڈل کس لیے لگایا گیا ہے؟"

گارشا ہینڈل پر انگلی پھیرتے ہوئے بولی۔

"یہ ہینڈل اسی چھوٹی مشین کو کنٹرول کرتا ہے جو ہمارے سلنڈر کی فضا کو ایئر کنڈیشنڈ کر رہی ہے۔ اور اس میں مائع گیس کی بجائے ہم لوگ ایٹمی توانائی کا شدید پریشر استعمال کرتے ہیں۔ اسی پریشر کو ہم راکٹ کے ایندھن کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس طرح سے ہم اپنے سلنڈر کا رخ کسی سیارے کی طرف موڑ بھی سکتے ہیں اور اگر کوئی سیارہ معمولی کشش سے ہمیں اپنی طرف کھینچے تو اس کی طرف سلنڈر کو جھکنے سے روک بھی سکتے ہیں۔"

شیبا نے فوراً کہا۔

"پلیز گارشا! اس پریشر کی مدد سے سلنڈر کنٹرول کرو اور کسی سیارے پر اترنے کی کوشش کرو۔"

گارشا کہنے لگی۔ "لیکن ایک خطرہ بھی ہے۔ خطرہ یہ کہ پریشر کم ہونے سے سلنڈر میں اوکسیجن کم ہونے لگے گی اور ہم گرمی اور سانس رکنے سے مر سکتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا۔ "میرا خیال ہے ہم اس ہینڈل کو اس وقت استعمال کریں گے جب کوئی ایسا سیارہ ہمارے قریب ہو گا جس پر زندگی کے آثار ہوں یا کم از کم جو آگ کا انگارہ نہ ہو۔"

گارشا نے کہا۔ "ہمیں ایسا ہی کرنا ہو گا۔ اس طرح سے ہم کم سے کم وقت میں پریشر کی کم سے کم توانائی استعمال کر کے کسی سیّارے پر اترنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

عمران بولا۔ "کھڑکی میں سے دیکھو کیا کوئی ایسا سیّارہ ہمارے قریب ہے؟ تم تو ان سیّاروں کو خوب جانتی ہو گی؟"

گارشا کھڑکی میں شیشے کے پاس کھڑی ہو گئی۔ وہ باہر خلا میں دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"ابھی تک کوئی بھی سیارہ ہمارے قریب نہیں ہے۔ یہ سب بڑے سیّاروں کے ٹکڑے ہیں جو آگ کے گولے ہیں۔ ہمیں ان سے بچنا ہے۔"

وقت کا انھیں کوئی احساس نہیں تھا۔ وہاں نہ دن تھا نہ رات تھی۔ دن رات تو ہمارے ہاں ہوتے ہیں۔ جہاں سورج غروب ہوتا ہے تو رات ہو جاتی ہے۔ سورج نکلتا ہے تو دن چڑھ آتا ہے۔ مگر خلا میں تو ہر ستارہ اپنی جگہ پر سورج تھا۔ کوئی بجھ کر ٹھنڈا ہو چکا اور کوئی زبردست آگ میں جلتا ہوا۔ جب کسی کو نیند آتی وہ سو جاتا۔ جب آنکھ کھلتی جاگ اٹھتا۔ گولیاں کھانے سے وہ بھوک پیاس سے بچے ہوئے تھے۔ اس طرح نہ جانے کتنے دن گزر گئے۔ ان کا سلنڈر نما کمرا خلا میں تیرتا چلا جا رہا تھا۔ ابھی تک وہ کسی سیّارے کی کشش کی زد میں نہیں آیا تھا۔

پھر ایسا ہوا کہ عمران، شیبا اور سلطانہ اپنے اپنے اسٹریچر پر سو رہے تھے۔ صرف گارشا

جاگ رہی تھی اور کھڑکی کے پاس نیچے بیٹھی سوکٹ کے پریشر ہینڈل کو باہر نکال کر اس کے تاروں کا جائزہ لے رہی تھی کہ اچانک سلنڈر کو زبردست جھٹکا لگا اور باہر سے گونج کی تیز آواز اندر آنے لگی۔ جھٹکے کی شدت سے شیبا، عمران اور سلطانہ اپنے اپنے اسٹریچروں پر سے نیچے گر پڑے۔ گلرشا نے کرسی کو پکڑ لیا۔ سلطانہ نے خوف بھری آواز میں پوچھا۔

"یہ کیا ہوا۔ ؟"

شیبا نے گھبرا کر کہا۔

"ہم کسی سیارے سے ٹکرا گئے ہیں۔ "

گلرشا کھڑکی میں سے باہر خلا میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہمیں ایک سیارہ اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ یہ گڑگڑاہٹ اور جھٹکے کی آواز اسی سیارے کی فضا میں داخل ہونے کی تھی۔

سب کھڑکی میں آگئے۔ ان کا سلنڈر انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ فضا میں ایک بہت بڑے سیارے کی طرف گرتا چلا جا رہا تھا۔ گلرشا نے پوری طاقت سے ہینڈل کو ایک طرف موڑ دیا۔ سلنڈر کو ایک بار پھر جھٹکا لگا۔ سلنڈر کی چھت میں سے ایسے شور کی آواز نکلی جیسے کہیں کوئی آبشار گرنے لگا ہو۔ گلرشا نے چیخ کر کہا۔

"فرش پر سیدھے لیٹ جاؤ۔ اوکسیجن اور ہوا کا دباؤ کم ہونے لگا ہے۔ سانس آہستہ لینا۔ "

شیبا، سلطانہ اور عمران فرش پر بالکل سیدھے لیٹ گئے اور لمبے لمبے سانس لینے لگے۔ گلرشا نے ہینڈل کو پوری طاقت سے اپنی طرف کھینچ رکھا تھا۔ پھر اس نے دوسرے ہاتھ سے سیاہ رنگ کے ایک فولادی پائپ کو کھینچ کر اپنے سوکٹ سے الگ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہلکے سے جھٹکے سے سلنڈر کی رفتار میں فرق پڑ گیا۔ گلرشا نے چلا کر کہا۔

کہا"

"عمران اس ہینڈل کو اپنی طرف کھینچے رکھو"

عمران نے ہینڈل کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ ہینڈل اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا مگر عمران
ایک طاقتور نوجوان تھا۔ اس نے ہینڈل کو نہ چھوڑا۔ گارشا نے کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔
سلنڈر کی رفتار دھیمی ہو گئی تھی۔ اور اجنبی گمنام سیارہ آہستہ آہستہ قریب آ رہا تھا۔
سلنڈر اس گمنام سیارے کی فضا میں داخل ہو چکا تھا اور سیارے کی بھوری زمین اور بھوری
بھوری ابھری ہوئی پہاڑی چٹانوں کا سلسلہ سلنڈر کے نیچے آ گیا تھا جن پر سلنڈر آہستہ
آہستہ اتر رہا تھا۔ گارشا نے اپنے جسم میں شدید گرمی اور دباؤ محسوس کیا۔ وہ جلدی سے
لیٹ گئی۔ سلنڈر کی فضا گرم ہونے لگی تھی۔ اوکسیجن کم ہو رہی تھی۔ ان سب کے
سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگے تھے۔ سانس لینے میں سب کو شدید دقت محسوس ہو رہی
تھی۔ سلطانہ نے کچھ کہنا چاہا مگر تیز سانس کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آ سکا کہ اس نے کیا کہا
ہے۔ گارشا جلدی سے اٹھی۔ اب اسے خطرہ مول لینا ہی پڑ گیا تھا۔ کیونکہ جس رفتار
سے سلنڈر نئے سیارے پر اتر رہا تھا اسے ایک گھنٹہ مزید لگ جاتا اور اتنی دیر میں سلنڈر میں
وہ سب اوکسیجن کے بغیر مر جاتے۔ گارشا کو ابھی تک یہ علم نہیں تھا کہ اس نئے سیارے کی
فضا میں اوکسیجن ہے بھی کہ نہیں۔ اگر سیارے کی فضا میں اوکسیجن نہیں ہے تو بھی ان کی
موت یقینی تھی۔ اسی لیے وہ کھڑکی کا دوسرا شیشہ کھولتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ لیکن جب
اس نے دیکھا کہ سلنڈر میں اب زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہے اور ویسے بھی ان سب کی موت
واقع ہو جائے گی تو اس نے سوکٹ کا سرخ بٹن دبا دیا۔ اس وقت عمران کا یہ حال تھا کہ
اس کا جسم پسینے میں تر بتر تھا۔ سانس تیز چل رہی تھی اور جسم کی جیسے جان نکلی جا رہی تھی۔
پھر بھی اس نے پریشر ہینڈل کو نہیں چھوڑا تھا جس کی وجہ سے سلنڈر کے اوپر سے لیتھی دبا
بڑی تیزی سے خارج ہو رہا تھا اور یوں سلنڈر کی رفتار دھیمی ہو گئی تھی۔ گارشا کے سرخ
بٹن دباتے ہی سلنڈر کی کھڑکی کا دوسرا سفید شیشہ بھی اوپر اٹھ گیا۔ گارشا نے چیخ کر کہا۔

"آنکھیں بند کرلو"

شیبا کا بُرا حال تھا۔ وہ تو بے ہوش ہو رہی تھی۔ ان سب نے گارشا کی آواز سنتے ہی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ ہدایت گارشا نے اِس لیے دی تھی کہ اگر سیارے کی فضا میں کوئی زہریلی گیس ہوتی تو اس کا سب سے پہلا اثر آنکھوں پر ہوتا۔ کھڑکی پر سے موٹے شیشے کے ٹھتے ہی سلنڈر تھر تھرایا۔ کیونکہ اس کے اندر ہوا داخل ہو گئی تھی۔

سب سے پہلے گارشا نے محسوس کیا کہ سیارے کی فضا میں زہریلی گیس نہیں ہے۔ یہ صرف خلائی لڑکی کا جسم ہی محسوس کر سکتا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دوسری طرف شیبا عمران اور سلطان نے بھی محسوس کیا کہ انھیں سانس لینے میں کچھ آسانی محسوس ہونے لگی ہے۔ دراصل اس سیارے میں اوکسیجن کی بھاری مقدار موجود تھی جو ہوا کے ساتھ سلنڈر میں آگئی تھی۔ سیارے کی کشش بھی نارمل اور موزوں تھی۔ گارشا نے عمران کے ہاتھ سے ہینڈل خود تھام لیا۔ عمران فرش پر دونوں ہتھیلیاں ٹکا کر بیٹھ گیا اور زور زور سے سانس لینے لگا۔ اسے ہر سانس پر تسکین محسوس ہو رہی تھی۔ گارشا نے خوشی سے چلا کر کہا۔

"سیارے پر اوکسیجن موجود ہے۔"

عمران، شیبا اور سلطانہ کے زرد چہروں پر زندگی کی رونق ایک بار پھر واپس آگئی مگر وہ فرش پر ہی پڑے رہے۔ گارشا نے عمران سے کہا۔

"عمران کھڑکی سے باہر دیکھو سیارے کی زمین اور سلنڈر میں کتنا فاصلہ رہ گیا ہے"

ابھی یہ بات گارشا کے منہ میں ہی تھی کہ سلنڈر کسی چیز سے ٹکرا کر الٹ گیا۔ وہ سب اوپر تلے ہو گئے۔ پھر کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کو سنبھالتے سلنڈر کی کھڑکی میں سے باہر نکل آئے۔ ان کا سلنڈر ایک بہت بڑے اور گھنے درخت کی شاخوں میں گر کر وہیں پھنس گیا تھا۔ وہ درخت کی شاخوں کو پکڑ پکڑ کر نیچے زمین پر اتر آئے۔ گارشا نے

زمین پر سے خشک مٹی اٹھا کر دیکھی اور بولی۔
"اس میں وہ تمام معدنیات موجود ہیں جو ہمارے سیارے پر تھے۔ ہم یہاں زندہ رہ سکیں گے۔"
سلطانہ نے درخت کی طرف نگاہیں اٹھا کر کہا۔
"ہمیں سلنڈر کو نیچے اتار لینا چاہیے"
شیبا نے کہا۔ "اسے درخت میں ہی لٹکا رہنے دو۔ یہ ہمارے لیے ایک محفوظ گھر کا کام دے گا۔ ہم رات کو اس کے اندر سو سکیں گے۔"
رات کے لفظ پر انھوں نے فضا میں نگاہیں دوڑائیں۔ انھیں محسوس ہوا کہ وہاں سورج غروب ہو رہا تھا۔ اس سیارے کی زمین کا بھی ایک سورج تھا جو بھوری پہاڑیوں کے پیچھے چلا گیا تھا اور درختوں اور بھوری بھوری جھاڑیوں کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔
گارشا سے سلطانہ نے کہا۔
"ہمیں رات ہونے سے پہلے پہلے اس سیارے پر چل پھر کر اس کا جائزہ لینا چاہیے کہ یہاں کوئی رہتا ہے کہ نہیں۔"
عمران نے کہا۔
"اگر یہاں اوکسیجن اور درخت ہیں تو پانی بھی ہو گا اور یہ سب کچھ ہے تو انسانی آبادی بھی ہوگی۔"
گارشا کہنے لگی۔
"یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے یہ سیارہ ابھی اپنے شروع کے زمانے میں ہو اور ابھی یہاں صرف نباتات ہی ہو انسانی زندگی کا کہیں وجود نہ ہو۔"
شیبا کہنے لگی۔
"یہاں کی فضا میں خوشگوار خنکی ہے۔ ہمیں کچھ دور تک سیر کرنی چاہیے تاکہ معلوم ہو سکے کہ آس پاس کوئی بستی ہے کہ نہیں۔"

اور وہ چاروں طرف بھوری جھاڑیوں میں پہاڑیوں کے درمیان چلنے لگے۔ خلائی لڑکی گلارشا آگے آگے تھی۔ پہاڑیاں چھوٹی چھوٹی تھیں اور ان پر بھورے رنگ کی خشک جھاڑیاں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سیارے کی زمین بھوری اور خشک تھی۔ پہاڑیاں ختم ہوگئیں۔ سامنے ایک چھوٹا سا میدان تھا جس میں ایک جگہ سے آگ کے چھوٹے چھوٹے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ اس کی طرف بڑھے۔ (سنسنی خیز کہانی معمائیہ حصہ اول ماہ ۵)

کھرا کھوٹا

حضرت لقمان ایک شخص کے غلام تھے، اُن کا آقا اپنے غلاموں میں لقمان کو سب سے کم زور سمجھتا تھا۔ وہ سب غلاموں کو باغ میں پھل چننے کے لیے بھیجتا۔ لقمان بھی ساتھ جاتے۔ اُن کے علاوہ سارے غلام پھل چنتے وقت خود بھی پھل کھا جاتے تھے۔ آقا کو ایک بار خبر ہوگئی۔ اس نے پوچھا کہ پھل کون کھا جاتا ہے؟ غلاموں نے حضرت لقمان پر الزام لگایا۔ آقا، حضرت لقمان پر بہت خفا ہوا اور اُن پر سختی کرنے لگا۔ حضرت لقمان نے کہا "اے آقا! اللہ بے ایمان کو معاف نہیں کرتا۔ بہتر ہے کہ آپ آزمائش کریں اور اس کی صورت یہ ہے کہ سب کو گرم پانی پلا کر دوڑایا جائے"۔ آقا نے سب غلاموں کو گرم پانی پلا کر کھیتوں میں خوب دوڑایا۔ اس دوڑ دھوپ سے سب کا جی متلانے لگا۔ آخر سب کا کھایا پیا باہر آگیا۔ لقمان کو جو قے ہوئی اس میں پانی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اس طرح آقا کو معلوم ہوگیا کہ چور دوسرے غلام ہیں۔ ذرا سوچیے کہ جب لقمان کی حکمت ایسے کام کرسکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت کھرا کھوٹا الگ کرنے میں کیا کچھ نہیں کرسکتی؟

(ماخوذ۔ از مثنوی مولانا روم)

مکتبہ پیام تعلیم کی دل چسپ کتابیں

چالاک خرگوش کے کارنامے (ناول) : ایک شریر خرگوش نے بھیڑیے اور شیر کو کیسے ناکوں چنے چبوائے۔ ہنسانے والی شرارتوں سے پر قصے۔ قیمت -/9روپے

ننھا سیاح (ناول): ہر سال سمندر میں رہنے بسنے والے عجیب بونوں کی عجیب عجیب باتیں۔ قیمت -/8

کھلونا نگر (ناول) : بیسویں صدی کے ذہین بچوں کے لیے کھلونوں کی دنیا کی انوکھی باتیں اور راکٹ پر کھلونوں کی سیر کا حال۔ قیمت 7/50روپے

ننھا سراغ رساں : بچہ جو بڑا سراغ رساں تھا، قیدی جو سرنگ بنا کر فرار ہوئے اور اس طرح کی دوسری حیرت انگیز کہانیاں۔ قیمت -/6روپے

ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی. وہ کہانی جسے مسٹر چرچل وزیر اعظم انگلستان پڑھتے تھے اور اسی قسم کی دوسری ولولہ انگیز کہانیاں۔ قیمت -/6روپے

ابو علی کا جوتا: اپنے مالک کو جیل بھجوانے والے جوتے اور سمندر میں گر کر گھنٹوں تک تیرنے والے لڑکے کی سنسنی خیز کہانیاں۔ قیمت -/6روپے

پر اسرار غار لڑکی جو پھانسی چڑھی، کتا جس نے اندھے کو موت سے بچایا اور دوسری ہمت اور جوش پیدا کرنے والی کہانیاں۔ قیمت -/6روپے

قصہ اژدہا پکڑنے کا ۱۵۰ فٹ لمبا اژدہا بیچنے کے لیے پکڑنے اور بحر اطلانتک ربڑ کی کشتی میں عبور کرنے کی حیرت انگیز کہانیاں۔ قیمت -/6روپے

صحت کی الف بے : صحت و تندرستی کے سادہ اصول اور طریقے آسان زبان اور دل چسپ انداز میں۔ قیمت -/5روپے

چند مشہور طبیب اور سائنس داں: چھے مسلمان اور اٹھارہ دوسرے مشہور طبیبوں، سائنس دانوں اور موجدوں کے دل چسپ حالات اور کارنامے۔ قیمت -/9روپے

غذائیں دوائیں : لہسن سے بلڈ پریشر کم ہوتا ہے، اڑوسا پھیپڑوں کا ٹانک ہے ایسے ہی فائدوں سے پر ۵۰ سبزیوں پھلوں اور جڑی بوٹیوں کے خواص۔ قیمت -/8روپے

سنہرے اصول: آج کا بچہ کل کا معمار، بچوں میں صحت کا شعور پیدا کرنے کے اصول۔ دل کش تصویروں میں۔ قیمت -/5روپے

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر،، نئی دہلی۔۲۵

گدگدیاں

☆کسی کنجوس کے گھر نیا بجلی کا میٹر لگا۔ایک ماہ بعد جب میٹر ریڈر آیا تو صرف ایک یونٹ چلا تھا۔اس نے کنجوس سے پوچھا
"کیا آپ بجلی استعمال نہیں کرتے؟"
"جی کرتے ہیں لیکن اس وقت جب لالٹین تلاش کرنی ہوتی ہے۔" کنجوس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

عابدہ خان، ۱۷۔ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی

☆بیٹا "پاپا میں میوزک شو کروں؟"
پاپا "میری طرف سے تو اجازت ہے، لیکن شملہ میں سخت سردی کی وجہ سے انڈے اور ٹماٹر بہت سخت ہوگئے ہوں گے۔"

حنا، جمال پورہ، علی گڑھ

☆ایک بار منگل اور ان کی بیوی "جنگل میں منگل" فلم دیکھ کر آئے تو نند نے پوچھا
"بھابھی کون سی فلم دیکھی؟"
بھابھی "جنگل میں تمہارے بھیا"

محمد توصیف عبدالرشید۔پوان پورہ، منگر ول پیر

☆تین مصوّر ایک جگہ جمع تھے اور اپنی مصوری اور تصویر سازی کے واقعات ایک دوسرے کو سنا رہے تھے۔
ایک مصوّر نے کہا۔"میں نے آگ کی تصویر بنانا چاہی اور کینوس پر ابھی رنگ لگائے ہی تھے کہ کینوس جل کر خاکستر ہوگیا۔"
دوسرے مصوّر نے اس پر حیرت کی بجائے اپنا تجربہ بیان کرنا شروع کردیا۔"میں نے قطب شمالی کے ایک منظر کو کینوس کی گرفت میں لینا چاہا کہ وہ کپکپی طاری ہوئی کہ برش پر برف جم گئی۔"
تیسرا مصوّر یہ سب کچھ سنتا رہا اور کچھ کہنے کی بجائے ہیٹ پہنا اور جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔
پہلے دو مصوروں نے شور مچایا کہ یہ کیا، اپنا کوئی تجربہ بھی تو سناؤ، مگر وہ بڑے تشویشناک انداز میں یہ کہتا ہوا رخصت ہوگیا کہ میں اس وقت نہیں رُک سکتا۔"دراصل میں نے ایک بچے کی تصویر بنائی تھی، جب میں گھر پر نہیں ہوتا تو وہ خود کو اکیلا پاکر رونے لگتا ہے۔"

انصاری حارث، نظام پورا۔بھیونڈی

☆خاتون تم نے میرے بیٹے کی پٹائی کیوں کی؟
موٹی خاتون اس نے مجھے بھینس کہا تھا۔
خاتون تو بہن، تمھیں میرے بیٹے کو پیٹنے کی بجائے اپنی خوراک میں کمی کرنا چاہیے تھی۔"

برکت اللہ انصاری، محلہ پورہ رانی، مبارکپور

☆پہلا پڑوسی "میں جب بھی گانا شروع کرتا ہوں تو تمہارا کتّا بھونکنے لگتا ہے۔"
دوسرا "اس میں کتّے کا کیا قصور؟ ابتدا تو تم ہی کرتے ہو۔"

فوزیہ کبری، قاضی منزل مبارکپور

☆ارشد (شوکت سے) تم نے آج کا پرچہ کیسا کیا؟

شوکت آج کے پرچے میں تو صرف پانچ نمبر ہی ملیں گے۔

ارشد تمھیں کیسے پتا؟

شوکت ماسٹر صاحب نے کہہ دیا تھا کہ صفائی کے پانچ نمبر ہیں۔

نغمہ ناز، آسے گاؤں، منگرول پیر

☆ڈاکٹر (مریض سے) تمھاری اس حالت کے لیے صرف شراب ہی ذمے دار ہے۔

مریض "شکریہ ڈاکٹر صاحب آپ پہلے شخص ہیں جس نے یہ نہیں کہا کہ میں ذمے دار ہوں۔"

راشد لطیف اعظمی کھریواں سرائمیر اعظم گڑھ

☆ہوائی جہاز میں ایک بچے نے اودھم مچا رکھا تھا۔ درمیانی راستے پر دوڑتا بھاگتا پھر رہا تھا ایک مسافر جو دیر سے سونے کی کوشش کر رہا تھا اسے قریب بلا کر پانچ کا ایک نوٹ دیتے ہوئے بولا "یہ لو بیٹا اور باہر جا کر کھیلو۔"

حسینہ بانو ۔ عربک ہائی اسکول کنکل

☆جمال: میں ایک ایسی چیز ایجاد کروں گا کہ لوگ دیوار کے اس پار دیکھ سکیں گے۔

راشد لیکن ایسی ایجاد تو ہو چکی ہے۔

جمال۔ اس کا نام تو بتاؤ۔

راشد کھڑکی۔

شہناز پروین، بڑھئی پورہ، منگرول پیر (آکولہ)

☆نوکر "صاحب! فضلو آپ کو گدھے کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔"

مالک "کیوں فضلو! تو ہمیں گدھے کے برابر نہیں سمجھتا۔"

فضلو "نہیں صاحب! یہ جھوٹ بولتا ہے، میں تو سمجھتا ہوں۔"

محمد ہلال خان، او کے روڈ آسنسول

☆ایک سپاہی رات گشت پر تھا اچانک اس کو چور نظر آیا۔ سپاہی نے اس کا پیچھا کیا۔ چور پوری تیز رفتاری سے بھاگنے لگا۔ جب ایک چوراہا آیا تو سپاہی نے رک کر کہا "اب تو اتنا تیز کیوں بھاگ رہا ہے میری ڈیوٹی تو صرف اسی چوراہے تک تھی۔"

محمد شاداب بگڈھرا ۔ ارریہ (بہار)

مریض میں رات بھر سردی سے کانپتا رہا۔

ڈاکٹر کیا سردی سے دانت بج رہے تھے؟

مریض "اس بات کا تو مجھے علم نہیں۔ کیونکہ وہ تو میز پر پڑے تھے۔"

پرویز خان سلیم ذکریا اسکول پاتور (آکولہ)

☆دو دوست ہوٹل میں کھانا کھا رہے تھے

پہلا دوست "یار تم میری ماں بن جاؤ اور اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاؤ۔"

دوسرا دوست: کھانا کھانے کے بعد "یار اب تم میرے باپ بن جاؤ اور کھانے کا بل ادا کر دو۔"

عبدالمعید وزراعت نگر آر مور (نظام آباد)

ایک شریر لڑکا دعوت کا منڈپ دیکھ کر بن بلائے مہمان کی طرح دعوت کھانے چلا گیا۔ میزبان نے پوچھا آپ کون ہیں تو اس نے جواب دیا۔ میں دولھے میاں کے بھائی کے دوست کا سالا

ہوں۔ میزبان سمجھ گیا کے بن بلایا مہمان ہے اس نے رکابی میں تھوڑا سا سالن ڈال کر اس میں پانی ملایا اور لڑکے کے سامنے رکابی رکھ دی تو لڑکے نے حیرت سے پوچھا ارے بھائی! یہ کیسا سالن ہے میزبان نے جواب دیا "یہ بکرے کے گوشت کی یخنی کے شوربے کا سالن ہے۔"

محمد افسر علی، رائیکل کریم نگر

☆ڈاکٹر آپ کو کیا شکایت ہے؟
مریض میری آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔
ڈاکٹر کب؟
مریض "آدھی رات کو جب بجلی گل ہو جاتی ہے۔"

سید جنید آرزو۔ سید پورہ۔ پاتور (آکولہ)

☆نجیب (ابوذر سے) کیا تم انگریزی سمجھ سکتے ہو؟
ابوذر "ہاں اگر اردو میں ہو تو"۔

محمد فیضان سرور، الا قراء اکیڈمی، آزاد نگر۔ اررہ

☆ایک شخص آموں کی ٹوکری اٹھائے آم بیچ رہا تھا۔ اس سے کسی شخص نے پوچھا کیوں بھائی تمھارے پاس لنگڑا آم بھی ہے؟ آم والے شخص نے جواب دیا جناب! "سارے کے سارے آم لنگڑے ہیں اسی لیے تو انھیں سر پر اٹھائے پھر رہا ہوں۔"

محمد صادق کمریواں، سرائے میر، اعظم گڑھ

☆ایک بار ایک لڑکا اپنے ابو سے ایک روپیہ مانگ رہا تھا۔ ابو نے اس سے کہا بیٹا ابھی ٹوٹا ہوا روپیہ نہیں ہے جب ہوگا تب دے دیں گے۔ یہ سن کر لڑکے نے کہا میں ٹوٹا ہوا روپیہ نہیں پورا روپیہ لوں گا۔

محمد اعظم جسپور۔ اودھم سنگھ نگر۔ یو۔ پی

☆دو دوست ایک محفلِ موسیقی میں شریک تھے۔ ایک دوست نے دوسرے دوست کو کہنی مار کر کہا
"دیکھو وہ سامنے والی سیٹ پر بیٹھا شخص موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے بجائے سو رہا ہے۔"
دوسرا دوست (بگڑتے ہوئے) "چھوڑو بھی۔ اتنی سی بات کے لیے مجھے جگانے کی کیا ضرورت تھی۔"

افروز علی طیب علی۔ نئی بستی، بدنیرہ۔ امراوتی

☆ایک گاہک دکان پر چھتری خریدنے گیا، ایک چھتری پسند آنے پر دوکاندار سے پوچھا "زیادہ دن چلے گی نا؟"
"بابوجی دھوپ اور پانی سے بچا کر رکھنا کئی سال چلے گی۔" دکاندار نے جواب دیا۔

نصر رجائی۔ انسان اسکول کشن گنج (بہار)

☆ایک شاعر نے اپنے دوست کو بتایا، پتا ہے اس شیروانی کا کپڑا میں نے سات دکانیں دیکھنے کے بعد خریدا ہے۔
"سمجھ گیا۔" "آٹھواں دکاندار ہی تمھیں ادھار دینے پر راضی ہوا ہوگا۔" دوست نے جواب دیا۔

حسیب داؤد محمد دے (شرشی) کرناٹک

☆صلاح الدین (رفیق سے) یار میرا جوتا بہت کاٹتا ہے۔

رفیق "کتے کی کھال کا بنا ہوگا۔"

محمد رفیق کلمب (ایوت محل)

ایک بہرہ ملازمت کے لیے انٹرویو دینے جارہا تھا۔ راستے میں سوچنے لگا کہ سیٹھ سب سے پہلے مجھ سے عمر دریافت کرے گا۔ میں کہوں گا بیس سال۔ پھر وہ مجھ سے میرا تجربہ دریافت کرے گا۔ میں کہوں گا چار سال۔

بدقسمتی سے سیٹھ کے سوالات کی ترتیب مختلف تھی۔ سیٹھ نے پوچھا

"تمھارا تجربہ کتنا ہے؟"

بہرہ جناب بیس سال۔"

سیٹھ حیرت سے "اور تمھاری عمر؟"

بہرہ "جناب چار سال۔"

سیٹھ غصے سے بولا "میں پاگل ہوں یا تم؟"

"دونوں" بہرے نے جواب دیا۔

شاذی البشریٰ۔ انسان اسکول کشنگنج۔ بہار

☆ماں بیٹے میں نے تو تمھیں ہوٹل سے دودھ لانے کو کہا تھا لیکن تم یہ خالی گلاس کیوں لائے؟ بیٹا ماں بات یہ ہے کہ میں جس راستے سے دودھ لارہا تھا، میرے پیچھے سے ایک کار آرہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ

پی پی پی، تو میں نے دودھ پی لیا۔

وسیم احمد، پہری گلی، آرمور، نظام آباد

☆بیوی (غصے میں) میں پوچھتی ہوں کی ایسا چور نوکر آپ نے رکھا ہی کیوں ہے۔

شوہر۔ کیوں کیا ہوا۔؟

بیوی ہوگا کیا۔ ہم لوگ ہوٹل سے چاندی کے جو پیالا اٹھالائے تھے اس نے غائب کردیا۔

ایم رازق۔ حضرت ٹولہ۔ تیگھرا۔ کٹیہار۔ (بہار)

☆لڑکے نے اپنے باپ سے پوچھا۔

"ابو یہ بتائیں کہ دنیا کا سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار کونسا ہے۔"

باپ نے کچھ سوچ کر آہستہ سے کہا "بیلن"

محمد انور نارجن۔ تیگھرا۔ سالماری

☆ایک مولوی صاحب تقریر کررہے تھے تقریر کرتے ہوئے مولوی صاحب نے کہا "اناج پیدا کرنا چاہیے۔ تبھی ایک سامع نے کہا" مولوی صاحب گھاس پیدا کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے"

مولوی صاحب "میں پہلے انسانوں کی غذا کے بارے میں کہہ رہا ہوں آپ کی غذا کے بارے میں بعد میں کہوں گا۔"

بدارالحق انصار کلب پورہ رانی مبارکپور

☆ایک افیمی نے رکشے والے کو روک کر کہا کہ مجھے آگے چوک میں اتار دینا۔"

رکشے والے نے رکشے کو دو تین دفعہ آگے پیچھے کرکے اسے اسی جگہ اتار کر کہا "چوک آگیا"۔

افیمی نے پانچ روپے کا نوٹ دے کر کہا

"ذرا آہستہ چلا کرو۔"

حیدر عباس انصار کلب پورہ رانی۔ مبارکپور

☆ایک بچے نے گھر آکر اپنی امی سے کہا "مجھے بلیک بورڈ نظر نہیں آتا۔"
بچے کے والدین بہت پریشان ہوئے اور اس کو آنکھوں کے ڈاکٹر کو دکھایا۔ ڈاکٹر نے بہت ٹیسٹ کیے، مگر کامیابی نہ ہوئی تو پریشان ہو کر بولا "آخر تم ہی بتاؤ تم کو بلیک بورڈ کیوں نظر نہیں آتا۔"
"کیوں کہ میرے آگے ایک بہت لمبا لڑکا بیٹھتا ہے۔" بچے نے معصومیت سے کہا۔

محمد خلیل اللہ خاں، نورالہدیٰ بھکور، ہری

☆نوکر (مالک سے) سرکار رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے دس روپے دیے ہیں!
کنجوس مالک نے کڑک کر جواب دیا اچھا تو تم اب خواب میں بھی لوٹنے لگے ہو گھبراؤ نہیں اس مہینے کی تنخواہ میں سے دس روپے کاٹ لوں گا!

محمد اشہر شاہد۔ بردابا کھول (دربھنگہ)

☆مالک میری الماری سے سو روپے غائب ہیں۔ الماری کی ایک چابی میرے پاس ہے اور دوسری تمھارے پاس رہتی ہیں۔
نوکر صاحب یہی بہتر ہوگا کہ اس قصے کو یہی دبا دیا جائے، پچاس روپے آپ جمع کر دیں اور پچاس میں ورنہ میرے ساتھ ساتھ لوگ آپ پر بھی شک کریں گے۔

شائستہ ارشاد (عاشی)۔ چسکجادو۔ درگاہ بیلا

☆"ایک آدمی نے ایک خالی کاغذ کو ایک لفافہ میں بند کیا اور اس پر اپنے گھر کا پتا لکھ دیا۔ اس کا دوست یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ خالی کاغذ لفافے میں ڈالنے سے فائدہ۔؟"
جواب ملا آج کل بیوی سے میری بول چال بند ہے۔

انور خان، لوناپور، بالاپور (آکولہ)

☆گاہک کیا میں آپ کے ہوٹل میں آرام سے رہ سکتا ہوں۔
منیجر جی ہاں کیوں نہیں یہاں آپ کو گھر جیسا آرام ملے گا۔
گاہک "ابھی گھر سے پریشان ہو کر تو یہاں آیا ہوں اگر گھر جیسا آرام مجھے یہاں بھی ملا تو یہاں آنے کا کیا فائدہ۔"

محمد ثاقب، چکیا سرائمیر۔ اعظم گڑھ۔ یو۔ پی

☆یار میرے پانچ سال کے لڑکے نے میری ساری نظمیں، غزلیں پھاڑ ڈالیں۔"
"بڑے خوش نصیب ہو یار، اتنی کم عمر میں ہی تمھارا بیٹا، ادب کی سمجھ رکھنے لگا ہے۔"

محمد مستقیم۔ چکیا حسین آباد، بڑا گاؤں، اعظم گڑھ

☆ایک شاندار ہوٹل میں آگ لگ گئی۔ لوگ جان بچانے کے لیے بھاگے۔ باہر اکٹھے لوگوں میں سے ایک صاحب بولے۔
میں تو آگ لگنے پر ٹھاٹ سے اٹھا، قمیص پہنی، گھڑی باندھی، بال سنوارے اور سگریٹ پیتا ہوا باہر آگیا۔"

"بھائی صاحب آپ نے بہت کچھ کیا لیکن ایک کام بھول گئے۔" کسی نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"پینٹ پہننا۔"

شاہنوز عالم ادریس۔ مبارکپور۔ آعظم گڑھ

☆ پہلا چور میں جس گھر میں چوری کرتا ہوں اسے کنگال بنادیتا ہوں۔

دوسرا چور یہ تو کچھ بھی نہیں میں جس گھر میں چوری کرتا ہوں اسے لکھ پتی بنادیتا ہوں۔

پہلا چور وہ کیسے؟

دوسرا چور "میں کمتر ہی کروڑ پتی کے گھر میں ہوں۔"

فرزانہ فرح۔ کاسودہ

☆ ٹیچر سارہ تم مہاتما گاندھی کی زندگی پر روشنی ڈالو۔

سارہ معاف کیجیے سر، میں ایسا نہیں کر سکتی۔

ٹیچر کیوں؟

سارہ کیونکہ میرے پاس ٹارچ نہیں ہے۔

ضمیر احمد، بھروارہ، قاضی محلّہ، دربھنگہ (بہار)

☆ ایک شخص سڑک کے کنارے چلتے ہوئے دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ! اگر مجھے ایک روپے مل جائے تو میں پچیس پیسے تیرے نام پر دے دوں گا۔ تھوڑا آگے جاکر اسے زمین پر پچھتر پیسے پڑے ہوئے ملے۔ پیسے اٹھا کر اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا۔

"واہ اللہ میاں! مجھ پر اتنا بھروسا بھی نہ کیا اور اپنے حصے کے پیسے پہلے ہی کاٹ لیے۔"

پرویز خان ماسٹر الحاج سلیم ذکریا اسکول پاتور آکولہ

☆ راجیش (موہن سے) ارے تیرے بابا تجھ کو وکیل کیوں بنانا چاہتے ہیں۔

موہن کیونکہ جب ان کا کالا کوٹ چھوٹا ہو جائے تو میرے کام آجائے۔

نفیس فاطمہ۔ درگاہ محلّہ پاتھری۔ پربھنی

☆ شہزاد پتا نہیں لوگ دو دو مہینہ تک کیسے نہیں نہاتے۔

وسیم کیوں کیا بات ہے۔

شہزادہ مجھے تو ایک مہینے کے بعد ہی کھجلی ہونے لگتی ہے۔

مجاہد مشتاق سروپے الورے محلّہ جیلون۔ رتناگری

☆ پہلا جواری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تم میرے ساتھ جوا کھیلتے ہو تو ہمیشہ جیت جاتے ہو۔ اور دوڑ میں کیوں ہار جاتے ہو۔

دوسرا جواری بات یہ کہ میں گھوڑوں کو بیوقوف نہیں بناپاتا۔

نفیس احمد معرفت شاہد اختر اتراری خیر آباد۔ مئو

☆ ایک دوست دوسرے دوست سے بولا

"اگر دنیا میں مچھر نہ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔"

دوسرا دوست بگڑتے ہوئے کہنے لگا

"تم تو ہمارے کاروبار کو خراب کرنا چاہتے ہو تاکہ ہماری مچھر دانیاں نہ بکیں۔"

نسیم الریاض۔ پورہ رانی مبارکپور۔ اعظم گڑھ

معلومات

سورج

☆سورج کا زمین سے فاصلہ اس کا قطر آٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار میل ہے۔ اور زمین کے قطر سے تقریبا ایک سو نو گناہ بڑا ہے۔ سورج گردش نہیں کرتا بلکہ اپنے ہی بل بوتے پر اپنی ہی کشش ثقل کی وجہ سے قائم ہے۔ زمین کے ماڈوں کی کمیت سے ۳۳۳۰۰۰ گنا سورج کے ماڈے زیادہ ہیں۔ اندرونی حصہ کا درجہ حرارت ۱۹۵ کروڑ درجہ سینٹی گریڈ ہے۔ یعنی پندرہ ملین ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ جبکہ ایک بھٹی کا درجہ حرات تیس ہزار سینٹی گریڈ ہو تو اسے سادہ آنکھ دیکھنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ سورج کے بیرونی سطح کا درجہ حرارت چھے ہزار ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ سورج میں کیمیائی حالت میں ہائڈروجن، آکسیجن کاربن اور بھاری دھاتیں گیس کی حالات میں موجود ہیں۔ اس میں ہائڈروجن کی مقدار 73% ہے۔ ہائڈروجن گیس مسلسل ہیلم گیس میں تبدیل ہوتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے سورج میں حرارت اور روشنی کی توانائی پیدا ہوتی ہے۔ ہیلم لفظ (ہیلیان) Helion سے لیا گیا ہے جس کے معنی سورج کے ہیں۔ اور اس گیس کا پتا سب سے پہلے انگلستان کے سائنس دان "سرولیم رمزے" نے لگایا تھا۔ سورج میں موجودہ ہائیڈروجن پانچ ارب سال چلے گی۔ اس کے بعد سورج میں مسلسل تبدیلیاں شروع ہو جائے گی۔

سید مدثر عالم' اردو ہائی اسکول' امراوتی

☆سورج کی روشنی کو زمین تک پہنچنے کے لیے ۸ منٹ اور ۳ سیکنڈ درکار ہیں۔

☆سورج کا زمین سے فاصلہ ۱۴ کروڑ ۹۴ لاکھ ۵۰ ہزار کلو میٹر ہے۔

☆سورج کی بیرونی سطح کا درجہ حرارت ۵۷۰۰ درجہ سینٹی گریڈ ہے۔

☆ ایک کہکشاں میں دس ہزار کروڑ سے لے کر بیس ہزار کروڑ تک ستارے ہوتے ہیں۔

رحمت ندیم غلام غوث' مہرہ خورد، بلڈانہ

☆ نمرود نے چار سو سال تک حکومت کی اور چار سو سال تک مچھر اس کی ناک میں گھسا رہا اور بالآخر موت کی وجہ یہی مچھر بنا۔

☆ قارون کے خزانوں کی کنجیاں ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھیں۔

☆ شداد کی عمر نو سو سال ہوئی لیکن وہ نو سو سال میں نو مرتبہ بھی اپنے خالق کو یاد نہ کر سکا۔

☆ابلیس نے عبادت میں بڑا مقام حاصل کیا لیکن تکبّر کی وجہ سے راندہ درگاہ ہو گیا۔

حافظ ایم۔ آر ملا مصباح العلوم' جیلان آباد، گلبرگہ

☆ یو' این' او' کا پورا نام یونائیٹڈ نیشنز آرگنائزیشن ہے اور یہ ۲۵ر اپریل ۱۹۴۵ کو قائم ہوا تھا۔

☆ ہندستان کے پہلے مسلم وزیر تعلیم کا نام مولانا ابوالکلام آزاد ہے۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا ہوائی اڈا ریاض (سعودی عرب) میں ہے۔

☆ ہندستان میں مغلیہ سلطنت کی ابتدا ۱۵۲۶ء میں ہوئی۔
☆ حضرت نظام الدین اولیاءؒ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔
☆ گاندھی جی کا انتقال ۳۰؍ جنوری ۱۹۴۸ء کو ہوا۔ جس وقت گاندھی جی پرارتھنا کرنے جارہے تھے تو ناتھورام گوڈ نے ان پر گولی چلادی۔

راغب علی جمالی، غفار منزل، نئی دہلی۔ ۲۵

مدرسہ کیا ہے؟

☆ مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے۔ جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں۔ مدرسہ عالم اسلام کا بجلی گھر (پاور ہاؤس) ہے، جہاں سے اسلامی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے۔ مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب و نگاہ اور ذہن و دماغ ڈھلتے ہیں۔ مدرسہ وہ مقام ہے جہاں سے پوری انسانی زندگانی کی نگرانی کی جاتی ہے۔ اس کا تعلق براہ راست دعوت محمدیؐ سے ہے۔

تبریز عالم، جامعۃ الفلاح، اعظم گڑھ

☆ جرمنی کے ایک شخص نے اپنے گھوڑے کو ریاضی جیسے مشکل مضمون کی تعلیم دی یہ گھوڑا پانچ منٹ میں چھے بندسوں کے جذر مکعب نکال سکتا ہے سوالوں کا جواب اپنے ٹاپوں یعنی ٹک ٹک کی مدد سے دیتا ہے۔
☆ چلی کی مرغیاں انڈے نیلے رنگ کی دیتی ہیں کیونکہ یہاں کی زمین میں تانبا بہت پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے تانبے کی خاصی مقدار ان کے منہ میں چلی جاتی ہے اسی وجہ سے یہاں کی مرغیاں انڈے نیلے رنگ کی دیتی ہیں۔

محمد اعجاز محمد نثار، انجمن گاؤں سرجی، امراوتی

عید کی نماز

☆ سال بھر میں کل دو عیدیں ہی ہیں۔ کون مسلمان ہوگا جو عید کی نماز چھوڑے گا۔
وقت: دونوں عیدوں کی نماز کا ایک ہی وقت ہے۔ سورج بلند ہوتے ہی وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ عیدالاضحیٰ کی نماز ذرا جلدی پڑھتے ہیں تاکہ قربانی میں سہولت ہو، قربانی نماز کے بعد ہی کی جاتی ہے۔ پہلے کرنا جائز نہیں۔

شیخ اصغر شیخ مصطفےٰ قاضی نگر، بھنڈارہ

☆ ایک تندرست آدمی کا دل ایک سال میں چار کروڑ بار دھڑکتا ہے۔
☆ چھوٹا بچہ ایک منٹ میں ۴۰ دفعہ سانس لیتا ہے۔
☆ امریکہ کے ۹۸ فیصد گھروں میں کم از کم ایک کلر ٹی وی ہے دو تہائی گھروں میں دو یا دو سے زیادہ ٹی وی ہیں۔
☆ ۱۹۶۰ میں امریکہ کے ایک کاغذ ساز کارخانے نے کاغذ کے لباس تیار کیے تھے لیکن لوگوں نے انھیں پسند نہیں کیا۔
☆ ہماری زمین کا تین چوتھائی حصہ پانی سے ڈھکا ہوا ہے لیکن اس میں سے صرف ایک فیصد پینے کے قابل ہے۔

محمد ضیاء الحق، پلاٹ نمبر ۲۷، شیواجی نگر، ممبئی۔ ۴۳

مدر ٹریسا کو ملنے والے چند اہم ایوارڈ

☆ پدم شری ایوارڈ　　1962

☆ریمن میگے ایوارڈ	1963
☆پوپ جان امن ایوارڈ	1971
☆گڈ لیمیرٹن ایوارڈ	1971
☆جواہر لال بین اقوامی انڈر اسٹرنیگ نہرو ایوارڈ	1972
☆ٹمپلٹن ایوارڈ	1973
☆میٹرابٹ میگر لبٹر ایوارڈ	1973
☆ویشو بھارتی کا ویشکو تم ایوارڈ	1976
☆نوبل امن ایوارڈ	1979
☆بھارت رتن ایوارڈ	1980
☆ریاستہائے متحدہ امریکہ کا اعلا سول اعزاز	1985
☆ویمن آف دی ایر ایوارڈ	1989
☆کانگرس گولڈ میڈل (امریکہ)	1996

محمد ضیاء الہدیٰ مچھو محلہ' بہار شریف

☆اللہ کے رسولؐ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔
(۱) قاسم (۲) عبداللہ (۳) ابراہیم (۴) زینب (۵) رقیہ (۶) ام کلثوم (۷) فاطمہ

☆حضرت زینب کا نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا۔

☆حضرت ابوالعاص حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔

عبدالواحد عبدالمالک' سدھارتھ نگر

☆دنیا کا سب سے چھوٹا پرندہ ہمینگ برڈ ہے جو کیوبا میں پایا جاتا ہے۔

☆دنیا کا سب سے بڑا پرندہ شتر مرغ ہے۔

☆آسٹریلیا میں پیٹا برڈ نامی پرندہ کے پر نورنگ کے ہوتے ہیں۔

☆پینگوئن واحد پرندہ ہے جو کئی مہینوں تک بغیر کھائے پیے زندہ رہتا ہے۔ یہ قطبین پر پایا جاتا ہے۔

☆فریگیٹ سب سے تیز اڑنے والا پرندہ ہے۔

محمد اصغر علی' ساؤتھ بازار' انڈال، بردوان

☆یورپ اور ایشیا کو الگ کرنے والا دریا "یورال" ہے۔

☆دنیا کا سب سے بڑا دریا "امیزن" امریکہ میں ہے۔

☆دنیا کی سب سے بڑی نہر "پناما" ہے۔

☆دنیا کا سب سے بڑا براعظم ایشیا ہے۔

☆دنیا کو پانچ براعظموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

☆رقبہ کے لحاظ سے بھارت کا دنیا میں ساتواں نمبر ہے۔

☆دنیا کا سب سے بڑا سمندر بحر الکاہل ہے۔

محمد انور عبدالجبار' شیگاؤں' بلڈانہ

☆بندوق کی گولی کی رفتار ۹ میل فی سکنڈ ہے۔

☆بجلی کی رفتار ۸۶ ہزار میل فی سکنڈ ہے۔

☆دنیا کا سب سے چھوٹا براعظم آسٹریلیا ہے۔

☆دنیا میں پٹ سن کی پیداوار میں بنگلہ دیش کا پہلا نمبر ہے۔

☆نظام شمسی کا سب سے قریبی سیارہ "عطارد" ہے۔

محمد انور' اقبال چوک' شیگاؤں' بلڈانہ

☆قرآن مجید کی دوسری وحی تین سال کے بعد نازل ہوئی۔

☆قرآن مجید کی پہلی سورۃ فاتحہ اور آخری سورۃ الناس ہے۔

☆قرآن مجید میں بسم اللہ ۱۱۴ مرتبہ آیا ہے۔

☆قرآن مجید میں ۸۷ مکی سورتیں اور ۲۷ مدنی سورتیں ہیں۔

محمد انور تار جن تیکھرا' سالمازی

عراق

☆ رقبہ ۶۷۹۲۵ مربع میل ہے۔
☆ ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو اقوام متحدہ کا رکن بنا۔
☆ اس کے سکے کا نام دینار ہے۔
☆ بصرہ عراق کا اہم شہر ہے۔
☆ "عربی" عراق کی اہم زبان ہے۔
☆ موجودہ صدر کا نام صدام حسین ہے۔
☆ یہاں تیل کے بے شمار ذخائر ہیں۔

محمد الیاس وڈیا نگر' پر بھنی' مہاراشٹر

☆ کرکٹ ونڈے میں سب سے زیادہ وکٹ لینے کا ریکارڈ وسیم اکرم کے پاس ہے۔
☆ ونڈے میں سب سے زیادہ سنچری بنانے کا ریکارڈ سعید انور کے پاس ہے۔
☆ ونڈے میں نصف سنچری سب سے زیادہ بنانے کا ریکارڈ محمد اظہر الدین کے پاس ہے۔

حنیف خان یعقوب خان' مالیگاؤں' ناسک

☆ دنیا میں سب سے پہلے پہاڑ پر قلعہ نوشیرواں عادل نے بنایا۔
☆ اسپین کے آخری مسلم بادشاہ کا نام ابو عبداللہ محمد تھا۔
☆ دنیا میں سب سے پہلی سڑک براعظم افریقہ کے علاقے سوڈان میں بنی تھی۔
☆ دنیا میں سب سے پہلے پتنگ بازی چین میں ہوئی۔
☆ دنیا میں سب سے پہلے ٹریفک کنٹرول کے لیے برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۹۳۰ء میں قانون بنائے۔
☆ دنیا میں سب سے پہلے قتل قابیل نے ہابیل کا کیا تھا۔

محمد ریحان عمر' پتھر کی مسجد' پٹنہ' بہار

☆ اگر بجلی کے اسٹوو (ہیٹر) پر دودھ یا کوئی اور چیز ابل کر گر پڑے تو فوراً اس کا سوئچ بند کر کے اس پر نمک ڈال دینا چاہیے۔ پانی ہرگز نہیں ڈالنا چاہیے' پانی ڈالنے سے کرنٹ لگ سکتا ہے۔
☆ لالٹین جلاتے وقت تیل میں نمک کی ڈلی ڈال دینی چاہیے اس سے لالٹین کی روشنی تیز ہو جائے گی

مختار شیخ شیخ غفار' بالاپور' آکولہ

جبرئیلؑ کا زمین پر تیزی سے چار بار آنا

☆ پہلی بار جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت جبرئیلؑ عرش الٰہی کے نیچے تھے خدا کا حکم ہوا فوراً میرے خلیل کے پاس پہنچو۔ چنانچہ بڑی سرعت کے ساتھ پہنچے اور آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔
☆ دوسری بار جب اسمٰعیلؑ کی گردن اطہر پر چھری رکھ دی گئی تب حکم ہوا کہ چھری چلنے سے پہلے پہنچو اور چھری کو الٹ دو چنانچہ جبرئیلؑ پہنچے اور چھری کو چلنے نہ دیا۔
☆ تیسری بار جب یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں گرادیا تو خدا کے حکم سے فوراً جبرئیلؑ کنویں کی تہہ میں پہنچ گئے اور کنویں سے ایک پتھر نکال کر حضرت یوسفؑ کو آرام سے بٹھادیا۔
☆ کافروں نے حضورؐ کا دندان مبارک شہید کیا تو جبرئیلؑ فوراً زمین پر آئے اور زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ خون مبارک اپنے ہاتھوں میں روک لیا

محمد نسیم اختر، ایم۔ ۵۳، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵

پسندیدہ اشعار

ہمارے پیامی اپنے پسندیدہ اشعار تو لکھتے ہیں لیکن یہ نہیں لکھتے کہ وہ شعر کس شاعر کا ہے۔ آیندہ سے صرف انھیں پیامیوں کے بھیجے ہوئے اشعار شامل اشاعت ہوں گے جن میں شاعر کا نام لکھا ہو۔ کسی شاعر کا کلام اپنے نام سے پیش کرنا تہذیب سے گرا ہوا عمل ہے۔(ادارہ)

خودی کا سر نہاں لَا اِلٰہ اِلّا اِللّٰہ لاَ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ
خودی ہے تیغ فساں لَا اِلٰہ اِلّا اِللّٰہ لاَ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
ضم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہ اِلّا اِللّٰہ لاَ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ
لیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں لَا اِلٰہ اِلّا اِللّٰہ لاَ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ
یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لَا اِلٰہ اِلّا اِللّٰہ لاَ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ
فسرد ہوئی ہے زمان مکان کی زناری
ہے زماں نہ مکاں لَا اِلٰہ اِلّا اِللّٰہ لاَ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ
یہ نغمہ فصلِ گل لا الہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَا اِلٰہ اِلّا اِللّٰہ لاَ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ
ر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لَا اِلٰہ اِلّا اِللّٰہ لاَ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ

عرشیہ ناظرہ رحمان۔ بازار لائن۔ گرلا

رکار تمھاری یاد میں ہم دن رات تڑپتے رہتے ہیں
دامان غموں کے اٹھتے ہیں اور نین برستے رہتے ہیں
یبہ کے مسافر قسمت پر جتنا بھی کرے تو ناز بجا
ں در پہ فرشتے آنے کو واللہ مچلتے رہتے ہیں
والیل نبیؐ کی زلفِ دو ، اور چاند نبیؐ کی پیشانی
لب لعل و گہر دندانِ نبیؐ تاروں سے چمکتے رہتے ہیں
چاہت کا جو دعوا کرتے ہیں کب موت سے اپنی ڈرتے ہیں
تلوار کے سایے میں سجدے بے خوف وہ کرتے رہتے ہیں
ہم پیارے نبیؐ کا کھاتے ہیں اور گن بھی انھیں کے گاتے ہیں
وہ منکرِ رحمت ہیں اکبر جو کھا کے مکرتے رہتے ہیں

محمد ابو اللیث اعظمی، کرلا پائپ روڈ، ممبئی۔ ۷۰

نعت کا شعر تب لکھا میں نے
جب درود آپؐ پر پڑھا میں نے
ان کے نقشِ قدم پہ چل چل کر
اپنا ایمان بنا لیا میں نے
بادشاہوں کو مانگتے دیکھا
ان کی چوکھٹ پہ بارہا میں نے
اب کسی شے کی کیوں کروں خواہش
اپنے آقا کو پالیا میں نے
ان کے یادوں سے ان کے پر تو سے
اپنے دل کو سجا لیا میں نے
اب پریشانیاں نہ ہوں گی امیر
پالیا اپنا آسرا میں نے

عمیر انجم عمیر، فش مارکیٹ، دھولیہ

رسولِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ
شہِ انبیاءؑ ہیں ہمارے محمدؐ
فلک پر گئے ہیں خدا سے ملے ہیں
حبیبِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ
زمانے کو جس نے رہِ حق دکھائی
وہی پیشوا ہیں ہمارے محمدؐ

نسیم فاطمہ۔ درگاہ محلہ، پاتھری

چلا جا رہا ہوں چلا جا رہا ہوں
حضور حبیبِ خدا جا رہا ہوں
کہاں میں کہاں بارگاہِ رسالت
خود اپنے قدم چومتا جا رہا ہوں

شیخ محمد الیاس، ودیا نگر، پر بھنی، مہاراشٹر

سوتے ہوئے عوام کو بیدار کر سکے
وہ جوش اب کہاں ہے کسی انقلاب میں (علامہ اقبال)

شکیل احمد، دیو لگھاٹ

جہاں میں اہل ایماں مانند خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

قیصر سلطانہ، ہارسی ناکلی

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے
نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے (علامہ اقبال)

محمد ہارون سجاد، چلماری، جکسیلی، پورنیہ

جہاں ہوتا ہے ذکرِ پاک حضرتؐ
برستا ہے وہاں بارانِ رحمت (حضرت امانیؒ)

صفوت نشاط، ویلور

اللہ اللہ رحمت عالمؐ
رحمت عالمؐ شافع اعظمؐ
جس نے بتائی راہِ ہدایت
جس نے جلائی شمع محبت
جس نے جہاں سے شر کو مٹایا
شر کو مٹاکر نیک بنایا
جس کی محبت حق کی محبت
جس کی عداوت حق کی عداوت
ظلم بھی سہہ کر جس نے دعا دی
راہِ مروّت سب کو سکھا دی
دینِ محمدؐ دین ہمارا
جاں سے بھی ہے ہم کو پیارا
آیئے انجم کام کریں ہم
دین کا روشن نام کریں ہم

اشہم اریب۔ تروتی

جسے بھی عشقِ محمدؐ نصیب ہوتا ہے
وہ دو جہاں میں بڑا خوش نصیب ہوتا ہے
تصورات عالم عجیب ہوتا ہے
مدینہ دور بھی ہو کر قریب ہوتا ہے
ملائکہ بھی درود و سلام پڑھتے ہیں
زمیں پہ جب کہیں ذکر حبیب ہوتا ہے
گدائی ملتی ہے اس در کی خوش نصیبوں کو
یہ مرتبہ کہیں سب کو نصیب ہوتا ہے
قدم قدم پہ جلاتا ہوں شمع یاد نبیؐ
اندھیرا کفر کا جب بھی مہیب ہوتا ہے

محمد انور طارجن، تیگھرا، سالماری، کٹیہار

بے علم کو حق ہی نہیں رہنے کا جہاں میں
ان پڑھ کوئی مل جائے تو اس کو بھی پڑھا دو (سیماب)
یوں تو ہر علم کے عنوان الگ ہوتے ہیں
ہے وہی علم جو انسان کو انساں کر دے (ولی)
غرور علم نے بھٹکا دیا فرشتے کو
سرور عالم نے معراج بندگی دے دی (نامعلوم)

مختار سکرین، سید پورہ، بالا پور، مہاراشٹر

جب حلیمہ کے دُلارے کا اشارہ نہ ملا
ڈوبتی ناؤ کو طوفاں سے کنارہ نہ ملا

محمد غالب آعظمی چکیا، ابراہیم پور

وعدہ خلافیوں سے کھلا مجھ پہ اس کا ظرف
تھا آدمی میں جس کو خدا مانتا رہا (فیروز کیفی)

قاضی فوزیہ، قاضی منزل، مبارک پور

ڈھونڈنے والے ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا (علامہ اقبال)

محمد عاصم خاں، عادل اکھنیاں، خاص، کھیری

وہ نغمہ، بلبل رنگیں نوا، اک بار ہو جائے
کلی کی آنکھ کھل جائے، چمن بیدار ہو جائے
چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے (اصغر گونڈوی)

شکیل احمد، آرمور، نظام آباد، اے۔پی

متاع حرف بھی خوشبو کے ماسوا کیا ہے
ہوا کے رخ پہ نہ جاؤں تو راستا کیا ہے (سعود عثمانی)

عبدالرزاق گریڈیہوی، دارالعلوم دیوبند سہارنپور

طوفاں بھی کر رہا ہے میرے عزم کا طواف
دنیا سمجھ رہی ہے کہ کشتی بھنور میں ہے

محمد افضل خاں، حفیظ پورہ، منگرول پیر، آکولہ

وفا کی راہ میں جو کچھ ملے غنیمت ہے
کئی تو یوں بھی گئے ہیں جنھیں کفن نہ ملا (حیران)

جنید عبدالعزیز دسگرے، کیمبوری، رائے گڑھ

دور یہ آیا ہے قاتل کی سزا کچھ بھی نہیں
ہر سزا اس کے لیے جس کی خطا کچھ بھی نہیں

اسماء آفرین، کلگاؤں

مسکراتے ہوئے ہر درد چھپایا ہم نے
زہر پیتے رہے پر منہ نہ بنایا ہم نے

محمد سالم خاں متعلم ادارہ محمودیہ، کھیری

تدبیر سے انساں کی بدل جاتی ہے قسمت
ہاتھوں کی لکیروں میں مقدر نہیں ہوتا

سید ثریا فرحت، کولھاپور، امراوتی

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے (اقبال)

عقیل احمد۔ دیولگھاٹ

طلب منزل مقصود اگر ہے زاہد
آ تجھے راز کی ایک بات بتا دی جائے
نام نامی و گرامی ہے محمدؐ جن کا
نظر اس رہبر کامل پہ جما دی جائے (اقبال)

شاہین پروین ستار خان، مدھوکر نگر، پوسد

بے عمل کو دنیا میں راحتیں نہیں ملتیں
دوستو! دعاؤں سے جنتیں نہیں ملتیں
اس نئے زمانے کے آدمی ادھورے ہیں
صورتیں تو ملتی ہیں سیرتیں نہیں ملتیں

یوسف خان یعقوب خان، مالیگاؤں

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

سید مجتبیٰ مظفر علی، ایوت محل

جوانو! یہ صدائیں آرہی ہیں آبشاروں سے
چٹانیں چور ہو جائیں، جو ہو عزم سفر پیدا (سہیل مہدی)
کس کو معلوم ہے ہنگامہ فردا کا مقام
مسجد و مکتب و میخانہ ہیں مدت سے خموش (اقبال)
ہمارا ذکر ہی کیا ہم تو نابینا ہیں اے کشفی
نظر والوں میں بھی ہم نے بصیرت کی کمی پائی (کشفی)

خورشید احمد بلاقی پورہ، مئوناتھ بھنجن

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

شعیب احمد، اسماء اسمٰعیل بھنڈار دیو لگھاٹ

ہم سمجھتے ہیں جسے شمع فروزاں لیکن
موم کے سینے میں دھاگے کا جگر جلتا ہے

محمد ماجد محمد ساجد، دیو لگھاٹ

مہر و مہ و انجم نہیں محکوم ترے کیوں؟
کیوں تری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک؟
اب بھی ہے رواں گرچہ لہو تیری رگوں میں
نے گرمئ افکار، نہ اندیشہ بے باک (اقبال)

فضل الرحمٰن اعظمی، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر

ستارے پاس کے ہوتے ہیں جس افق پہ غروب
وہیں سے عزم کا خورشید نو نکلتا ہے

سید منتظم الدین، سید پورہ، پاتور آکولہ

موج گل ، موج صبا، موج سحر لگتی ہے
سر سے پا تک وہ سماں ہے کہ نظر لگتی ہے

محمد صابر شیخ، بازار لائن، منگرول پیر، آکولہ

رحمتیں عام ہیں یہ سارے زمانے کے لیے
علم مخصوص نہیں خاص گھرانے کے لیے

محمد مستقیم محمد اسحاق، بھنڈار، دیو لگھاٹ

انساں کو چاہیے کہ خیال قضا رہے
ہم کیا رہیں گے جب نہ رسولؐ خدا رہے

محمد اشہر شاہد، برداہا، کمول، دربھنگہ

فضل خدا سے صاحب ذیشان ہو گیا
جو خوش نصیب حافظ قرآن ہو گیا
اس کو جلا سکے گی نہ دوزخ کی آگ بھی
محفوظ جن کے سینے میں قرآن ہو گیا
ایسے دس آدمی کو وہ جنت دلائے گا
دوزخ میں جن کے جانے کا اعلان ہو گیا
گل وہی شاندار ہوتا ہے جس کے پہلو میں خار ہوتا ہے
جس کا حامی نہیں کوئی اس کا پروردگار ہوتا ہے

محمد خلیل پینٹر، سائیکل پورہ، ناندورہ

مشکل جب آئے پاس تو ہمت نہ ہارنا
تم بس خدا کے سامنے دامن پسارنا (آصف آروی)

محمد فہد پاشا، بنگالی بازار، کلکتہ۔ ۲۴

تو انقلاب کی آمد کا انتظار نہ کر
جو ہو سکے تو خود ہی انقلاب پیدا کر

سید احمد مبشر، ایوت محل

برباد گلستاں کے خاطر بس ایک ہی الو کافی ہے
ہر شاخ پر الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

محمد معصوم رضا، ماڈل پبلک اسکول، اررپہ

وہ لوگ بہت کم ہیں جو نفرت نہیں کرتے
اخلاص سے ملتے ہیں عداوت نہیں کرتے

نذیر احمد، منجریال، آندھرا پردیش

اس نے جلتی ہوئی پیشانی پہ جب ہاتھ رکھا
روح تک آگئی تاثیر مسیحائی کی

سید بصیر الحسن نقوی، زہرا باغ، علی گڑھ

کما پردیس قسمت میں وطن کو یاد کیا کرنا
جہاں بے درد حاکم ہو وہاں فریاد کیا کرنا

منور حسن نزد کلب پورہ صوفی مبارکپور

امتحان میں نقل کرنا ایک فائن آرٹ ہے
نقل کرتا ہے وہی جو واقعی اسمارٹ ہے

محمد آزاد حسین، بیلوار یکھاٹولہ، ارریہ

دہلیز سے آنکھوں کی نکلے نہ قدم اشکو
اس گھر کو جو چھوڑا تو کوئی گھر نہ ملے گا

مقصود حسن، کانکی نارہ، چوبیس پرگنہ

جو مندر اور مسجد کی حفاظت بھی نہ کر پائے
ہم ایسی ہر حکومت پاؤں کی ٹھوکر پہ رکھتے ہیں

سرفرانہ رفیع، گونڈوی

آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرہ نسیاں کبھی بنتا نہیں گوہر

مرزا سکندر بیگ، ناندورہ، بلڈانہ

سجدہ کے عوض جنت ملے یہ بات مجھے منظور نہیں.
بے لوث عبادت کرتا ہوں بندہ ہوں تیرا مزدور نہیں

سید طلحہ نقشبندی، القادری، بلاپور

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

خان مدثر احمد محبوب خاں، آسیگاؤں،

کترا کے نکل جاتا ہے جو بھیڑ میں اکثر
تنہائی میں مجھ سے وہی رو رو کے ملا ہے

پرویز خان آرزو، الحاج سلیم زکریا اسکول، پاتور

کیا خبر ان کو کہ ایماں کا اجالا کیا ہے
جن کو معلوم نہیں عظمتِ سجدہ کیا ہے
حق پہ ہم جان دینے کا بھی ہنر رکھتے ہیں
تو نے گردشِ دوراں ہمیں سمجھا کیا ہے
ہم تو مر کر بھی نہ چھوڑیں گے وطن کی مٹی
پھر بھی کچھ لوگ یہ کہتے ہیں تمہارا کیا ہے
بھائی کہتے بھی ہیں اور قتل بھی کر دیتے ہیں
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ تماشا کیا ہے

وکیل منصور معہد التعلیم اسلامی، نئی دلی۔ ۲۵

ایمان ہمارے سینوں میں
قرآن ہمارے ہاتھوں میں
ہم سید کے ارمانوں کے
تابندہ درخشاں تارے ہیں

صفی الرحمن ولید پور، مئو، یو۔پی

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کر دے (اقبال)

محمد علام الدین، اتارنی چلیس، بردا ہا

زخم تو اپنا مقدر تھا مگر سچ یہ ہے
تیر کے زہر سے اپنوں کی مہک آتی ہے

عبدالسلام، متعلم جامعہ محمدیہ منصورہ، مالیگاؤں

غنچوں کے مسکرانے پہ کہتے ہیں ہنس کے پھول
اپنا کرد خیال ہماری تو کٹ گئی

عبداللہ خان، امرت نگر، ممبرا تھانہ

دعائیں بیچ رہے ہیں، دعاؤں کے تاجر
اگر دعا نہ خریدو تو بددعا دیں گے

جاوید علی پرویز، جاسیار، سری نگر

چار جانب دیکھ کر سچ بولیے
آدمی پھرتے ہیں سرکاری بہت

بشیر احمد، جامعہ محمدیہ منصورہ، مالیگاؤں

جو ایک لفظ کی خوشبو نہ رکھ سکا محفوظ
میں اس کے ہاتھ میں پوری کتاب کیا دیتا

محمد سلیم، مسرکھ سیتاپور، یو۔پی

دھوپ برداشت کر کے ہی تو شجر
راہ گیروں کو چھاؤں دیتا ہے

بشیرا شیم، قمیر واری، سری نگر، کشمیر

مندرجہ ذیل پہیلیاں بہت آسان ہیں۔ ان کے صحیح جوابات سیکڑوں کیا' ہزاروں کی تعداد میں آسکتے ہیں اس لیے صحیح جوابات بھیجنے والے دس پیامیوں کو قرعہ اندازی سے انعام میں کتابیں روانہ کی جائیں گی۔ جوابات علاحدہ کارڈ پر مع مکمل پتے کے لکھ کر بھیجیے۔ آخری تاریخ ۳۱ اگست ۹۸ء۔ (اڈیٹر)

(۱) شیشے کا گھر لوہے کا در
مٹکا کا سا پیٹ چھوٹا سا سر
(۲) اک تلوار سی ہے دو دھاری
جس نے کاٹی کھیتی ساری
(۳) ایک درخت کا ایک ہی پتہ
لہراتا ہے وہ البتہ
(۴) اور نہیں ہے کپڑے گہنے
پیٹ بھرے تو ٹوپی پہنے
(۵) دیکھی بن دھاگے کی سوئی
منہ سے نکلے ہائے اُوئی
(۶) پیڑ ہے وہ ایک سیدھا سادا
ہے وہ پورا کہہ دیں آدھا
(۷) منہ میں ڈال کے ہر ایک کھالے
لگ جائے تو جان نکالے

فہیم النساء فاروقی، جواہر کالونی، پربھنی

(۱) کاشمیر میں ایک ملے گا، کلکتہ میں دو، دو
دلّی میں نہیں ایک بھی' کان پور میں کھوجو
(۲) آدھا خر' آدھا کان
جو بوجھے وہ چتر انسان
(۳) آگے آگے میم لگے تو بیٹھے میرے بھیاً
الف سے آکے ملتی تو ہو گئی کھٹی میری میاً
(۴) موتی کی پوتی' جواہر کی بیٹی
نہ جوڑا نہ چوٹی!
(۵) اللہ اللہ کہو تو نہ ملے
محمد محمدؐ کہو تو مل جائے
(۶) تین حروف کا میرا نام
الٹا سیدھا ایک سمان
(۷) میرے دیش کے نام میں چھپی ہے یہ سوغات
پیٹ جب اس کا کاٹے تو سامنے آئے بھات

انیسہ ناز شیخ ساٹھو، اسلام پورہ، کاسودہ

اقوال زرّیں

☆ دنیا کا ہر زندہ انسان اس مسافر کی طرح ہے جو سفر میں ہو۔ اس سفر کی ابتدا ماں کی گود ہے اور انتہا قبر ہے اور ان دونوں کے درمیان گنی چنی منزلیں ہیں۔ ہر سانس کو ایک قدم سمجھنا چاہیے۔ ہر سانس لینے والا اپنا سفر طے کر رہا ہے تو کسی کا سفر ایک میل باقی ہے کسی کا کم اور کسی کا زیادہ۔

☆ انسان نے چڑیوں کی طرح آسمانوں میں اڑنا سیکھ لیا۔ مچھلیوں کی طرح پانی میں تیرنا سیکھ لیا لیکن انسان کی طرح اس زمین پر چلنا نہیں سیکھا۔

معاذ عرفی عاقب جمیل، شیخ محلہ، سیوان

☆ غصہ انسان کو پاگل کر دیتا ہے۔
☆ گھمنڈ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔
☆ فکر زندگی کو کم کر دیتی ہے۔

محمد عابد الرحمٰن، شمشیر پورہ، بدنیرہ

حکومت

☆ دنیا پر حکومت کرنے سے پہلے کسی براعظم پر حکومت کیجیے۔
☆ کسی براعظم پر حکومت کرنے سے پہلے کسی ملک پر حکومت کیجیے۔
☆ کسی ملک پر حکومت کرنے سے پہلے کسی گاؤں پر حکومت کیجیے۔
☆ کسی گاؤں پر حکومت کرنے سے پہلے کسی خاندان پر حکومت کیجیے۔
☆ کسی خاندان پر حکومت کرنے سے پہلے کسی فردِ واحد پر حکومت کیجیے۔
☆ کسی فردِ واحد پر حکومت کرنے سے پہلے اپنے آپ پر حکومت کیجیے۔
☆ اپنے آپ پر حکومت کرنے سے پہلے اپنے نفس پر حکومت کیجیے۔

ناہید اشفاق، منگرول پیر

☆ اے مومنو کوئی قوم کسی قوم پر نہ ہنسے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں۔ اسی طرح کوئی عورت کسی عورت پر ٹھٹھا نہ کرے، ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے اچھی ہو اور اپنے آپ کو بُرا مت کہو اور کسی کو بُرے القاب سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد برے نام سے پکارنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں (القرآن)

عابد علی اعظمی، چکیا، حسین آباد

☆ علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعوا نہیں کیا، بخلاف مال کے۔

☆ امرا کے پاس جانے والے عالم ء اللہ کے دشمن اور علما کے پاس جانے والے امرا اللہ کے دوست ہیں۔

☆ علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کفار، فرعون و قارون وغیرہ کی۔

انظار احمد بستی پوری، مدرسہ احمدیہ، ابابکر پور

☆ اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھاؤ۔
☆ کپڑا پہنو تو داہنے سے شروع کرو۔
☆ چغلی کسی کی نہ کھاؤ نہ چغل خور کی بات سنو۔

محمد عاصم خاں عادل اچھنیاں، لکھیم پور

قرآن مجید

☆ قرآن مجید۔ شفا اور رحمت ہے۔
☆ قرآن مجید۔ باعث برکت ہے۔
☆ قرآن مجید۔ باعث تسکین ہے۔
☆ قرآن مجید۔ رفعت کا سبب ہے۔
☆ قرآن مجید۔ دلوں سے زنگ اتارنے کا ذریعہ ہے۔
☆ قرآن مجید۔ کی تلاوت سے اپنے گھر کو روشن رکھو۔

محمد حسان رحمانی کسیلا مدن پور، ارریہ

☆ نیچی آنکھ رکھو اور دست درازی سے بچو۔
☆ نیک عمل وہی بہتر ہے جو برابر ہوتا رہے۔
☆ جو شخص غیروں پر رحم نہیں کرتا وہ رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہے۔
☆ مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ وقت پر نماز پڑھے رمضان کے روزے رکھے اور مال کی زکوٰۃ دے۔

محمد حذیفہ برئی پور۔ محمد آباد، مئو

مسلمان کو سات چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

☆ اللہ پر، فرشتوں پر
☆ اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں پر
☆ آخرت پر، اللہ کے رسولوں پر
☆ تقدیر پر کہ اچھی یا بُری اللہ ہی کی طرف سے ہے۔
☆ اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر

محمد عابدین عارف چکیا، اعظم گڑھ

☆ اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام۔ (البقر ۲۷۵)
☆ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے بہشت ہے۔
☆ سادہ لباس عورت کی عفت و عصمت کا محافظ ہے۔ (یحیٰ برمکیؒ)
☆ اہل و عیال کو ادب سکھانا جہاد سے افضل ہے۔ (امام غزالیؒ)
☆ جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو گویائی کم ہو جاتی ہے۔ (حضرت ابو بکرؓ)

نواب، آسنسول

☆ یتیم اور بیوہ کا مال کھانے سے مصیبت آتی ہے۔
☆ بے ادبی کرنے سے بد نصیبی آتی ہے۔
☆ بے موقع بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔

محمد مشتاق بھنگیہ، ارریہ، بہار

☆ اچھا کھاتے ہو تو پڑوسی کو یاد رکھو۔
☆ دنیا میں رہتے ہو تو موت کو یاد رکھو۔
☆ اچھا پہنتے ہو تو کفن کو یاد رکھو۔

محمد نور العین علی، لکشمی پور گیا، بہار

☆ اپنی ضرورتیں کم کرو گے تو راحت پاؤ گے۔(امام شافعیؒ)
☆ دنیا کا سب سے بہترین زیور شرافت ہے۔
☆ میٹھی زبان بے شمار دشمنوں سے بچاتی ہے۔(شیخ سعدیؒ)

اے۔جی شیخ 'مُیار چھوٹا بازار' بلڈانہ

حدیث

☆ بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں (جب وہ طلب کریں) تو جوں کی توں ان کے حوالہ کر دیا کرو اور جب لوگوں کے آپسی جھگڑے کا فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم کو جس بات کی نصیحت کرتا ہے' وہ تمھارے حق میں بہت اچھی ہے' اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔(سورہ نساء پ ۵ رکوع ۸)

محمد امداد اللہ۔ابا بکر پور' دربھنگہ

☆ کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد اکٹھا نہیں رہ سکتے (حضرت محمدؐ)
☆ دولت مند پر حسد نہ کرو۔دولت تو آتی جاتی ہے۔(حضرت ادریسؑ)
☆ اللہ کے بندو حسد چھوڑ دو اور باہم بھائی بھائی بن جاؤ۔(حضرت ابو بکرؓ)

چشمہ فاروقی 'مُیا محل' جامع مسجد' دہلی۔۶

علم

☆ علم ایک سمندر ہے جس میں تیرنا عبادت ہے۔
☆ علم ایک سونے کی بھٹی ہے جس کا زیور پہنا جائز ہے۔
☆ علم ایک رنگ ہے جس میں رنگنا سنت ہے۔
☆ علم ایک سفر ہے جس کا مسافر عابد ہے۔
☆ علم ایک خزانہ ہے جس کا لوٹنا واجب ہے۔

محمد سلیم شاکر 'قمرواڑی' سری نگر' کشمیر

☆ عورت مرد کی غلام نہیں بہترین ساتھی ہے۔
☆ کردار کے بغیر علم بُرائی کی طاقت بن جاتا ہے۔
☆ صدقہ اللہ کے غضب کو بجھاتا ہے اور انسان کو بُری موت سے محفوظ رکھتا ہے۔
☆ مظلوم یعنی کمزور کی بددعا سے بچو' اگر چہ مظلوم کافر ہی ہو۔
☆ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

شاہین درخشاں' بنگلور۔۲۶

☆ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔
☆ کردار ایک ایسا ہیرا ہے جو ہر پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔
☆ خوشی کے پھول کو زیادہ نہ سونگھو ورنہ اس

سے غموں کا رس ٹپکنے لگے گا۔
☆جو لوگ وقت کے ساتھ چلنا نہیں سیکھتے وقت انھیں چھوڑ کر آگے نکل جاتا ہے۔
☆مصائب کا مقابلہ صبر سے اور دشمن کا مقابلہ ذہانت سے کرنا چاہیے۔
☆جس شخص نے کسی یتیم کا دل دکھایا وہ مسجد شہید کرنے کے برابر ہے۔
☆دنیا مسافر خانہ ہے لیکن بد بختوں نے اسے اپنا وطن بنا رکھا ہے۔
☆علم کی مجلس جنت کے باغ کے مانند ہے۔

فیروز احمد زاہد، جامعہ اسلامیہ نور باغ، ممبرا

☆اگر ہمدردی کرنا چاہتے ہو تو غریبوں کے ساتھ کرو۔
☆اگر پینا چاہتے ہو تو غصہ کو پیو۔
☆اگر ڈرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔
☆اگر کھلانا چاہتے ہو تو یتیموں کو کھلاؤ۔

شیرین بشیر قدیر احمد ویدھر 'ایوت محل

انمول موتی

☆اچھی بات کہنا بھی نیکی ہے۔
☆ انسانوں سے محبت کرنا دراصل خدا سے محبت کرنا ہے۔
☆ آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہوتی ہے۔
☆گناہوں پر شرمندہ ہونا توبہ ہے۔

پروین جمال 'فاروق حسین 'بیدوں ٹولہ 'بدایوں

☆زبان ہی دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بناتی ہے۔(حضرت عثمانؓ)
☆قرض غلامی ہے اس کا ادا کرنا آزادی ہے۔ (حضرت عثمانؓ)
☆اخلاق وہ پونجی ہے جو ہمیشہ نفع دیتی ہے۔
☆اپنی زبان کے خنجر سے لوگوں کے دلوں کو زخمی نہ کرو۔

تیر زیدی عبد الغنی 'بیرہا گور 'روئیٹ 'نیپال

آج کا مسلمان

☆اذان سنتا ہے مگر نماز کو نہیں جاتا۔
☆اللہ کو جانتا ہے مگر بندگی نہیں کرتا۔
☆جنت کی خبر رکھتا ہے مگر اس کے لیے کوشش نہیں کرتا۔
☆والدین کے حقوق سمجھتا ہے مگر ادا نہیں کرتا۔
☆ خود کھاتا ہے مگر بھول کر بھی پڑوسی کو نہیں کھلاتا۔
☆قبرستان جاتا ہے مگر عبرت حاصل نہیں کرتا۔
☆ قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا۔

خان کامران شہزاد 'ریتی بندر روڈ 'کلیان 'مہاراشٹر

توبہ استغفار (حدیث نبوی کی روشنی میں)

☆حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا جو بندہ استغفار کو لازم پکڑے (یعنی اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے تنگی و مشکل سے نکلنے اور رہائی پانے کا راستہ بنادے گا اور اس کی ہر فکر و پریشانی کو دور کر کے کشادگی، و اطمینان عطا فرمائے گا اور اس کو ان طریقوں سے رزق دے گا جن کا اس کو خیال و گمان بھی نہ ہوگا۔ (مسند احمد)

سید طلحہ نقشبندی القادری، بالاپور، مہاراشٹر

حدیث کی فضیلت

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس ایک روپیہ ہے جس کو وہ راہ خدا میں بانٹ رہا ہو اور دوسرا شخص خدا کا ذکر کر رہا ہو تو یہ ذکر کرنے والا ہی افضل رہے گا۔

یٰسین بانو، مولانا آزاد چوک، درواہ، امراوتی

☆ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا حلم کیا ہے تو آپ نے فرمایا علم یہ ہے

۱۔ اگر تم پر کوئی ظلم کرے تو تم اس کو معاف کردو۔

۲۔ اگر کوئی تعلقات توڑے تو تم جوڑ دو۔

۳۔ انتقام کی طاقت ہو تو عفو و درگزر سے کام لو۔

۴۔ خطا کار سامنے آئے تو سوچو اس کی خطا بڑی ہے یا تمھارا رحم۔

انیس احمد انصاری، خیر آبادی، ادارہ محمودیہ مخری

☆ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صداقت میں ہر کلام سے بڑھ کر اللہ کا کلام ہے۔

☆ مضبوط ترین رسی تقویٰ کی رسّی ہے۔

☆ ابراہیم علیہ السلام کی ملت سب سے بہترین ملت ہے۔

☆ سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔

اسمٰعیل ابراہیم شاہ، شہری رامپور، احمد نگر

☆ اللہ تعالیٰ بے حیائی اور فحش کاری کو پسند نہیں کرتا۔ (مسلم)

☆ کامل ایمان والا وہ ہے جو اپنے اخلاق میں سب سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

☆ جب نااہل کو ذمہ داری سونپی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (متفق علیہ)

☆ اس شخص پر خدا کی لعنت ہے جو اپنے والدین پر لعنت کرے۔

☆ تم دنیا میں اس طرح رہو گویا مسافر ہو۔ (بخاری)

محمد عادل خاں عادل، اچھنیا، کھیری

ارشادِ رسولؐ

۱۔ نماز دین کا ستون ہے۔ ۲۔ چہرے کی رونق ہے۔ ۳۔ دل کا نور ہے۔ ۴۔ بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے۔ ۵۔ اعمال ناموں کی ترازو کا وزن ہے۔ ۶۔ اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ ۷۔ آسمان کی کنجی ہے۔ ۸۔ جنت کی قلمیت ہے۔ ۹۔ دوزخ کی آڑ ہے اور جس نے نماز کو چھوڑا اس نے اپنے دین کو ڈھادیا۔

شہناز صباناز قاضی پورہ، وروڈ امراوتی

معما نمبر 110 کا شاندار نتیجہ

صحیح حل ۔(۱) جنگل (۲) گستاخی (۳) کمہ (۴) عقیدے (۵) اورک (۶) بیچے (۷) بنی (۸) سپاہی

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب۔ فی کس -/50 روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) شیخ نسرین یوسف، بھیم پورہ، کیمپ پونہ (۲) تاریہ شاہین، مالیگاؤں (۳) ایس، سعدیہ نسیم، آمبور (۴) شیخ محمد جاوید، عالم گنج، رماں پور (۵) محمد اکرم مظفر نگری، ندوۃ العلماء لکھنو (۶) رارق، وشاکھاپٹنم (۷) سید ابو سعید، بجار ابلز، حیدر آباد (۸) صائمہ رضوان، ممبئی

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے ساتھ خوش نصیب۔ فی کس -/30 روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) مبین الحق، جوگ بنی، بہار (۲) عادلہ عروج، ایوت محل (۳) سید نوارش علی ناظم علی، ملکاؤں (۴) صائمہ عفت، وروذ، (۵) ضیاء الحق نیپالی، اعظم گڑھ (۶) نبیلہ کوثر، منگرول پیر (۷) عظیم الدین، مدھوبنی

معما نمبر 111 کا شاندار نتیجہ

صحیح حل ۔ (۱) روشنی (۲) دولت (۳) غلام (۴) گاؤ (۵) تیرنے (۶) کھا (۷) آفت (۸) شیر

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے سات خوش نصیب۔ فی کس -/55 روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) سید جاوید سید حسین، بیڑ (۲) محمد احسان اللہ، مدن پورہ، ممبئی (۳) محمد یونس، مالیگاؤں (۴) فاروق احمد، کلکتہ (۵) اطہر الدین، شولاپور (۶) صبا عمر کوپے، ممبئی ۷۰ (۷) کہکشاں فصیح، بدایوں

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے چھ خوش نصیب۔ فی کس -/35 روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) فوزیہ رانا، ماتا، آکولہ (۲) تحسین انصاری، کلکتہ (۳) ناطمہ بیگم، بلڈانہ (۴) محمد فاروق سدھار تھ نگر (۵) ایم ایس، سلمان، رفیع گنج، بہار (۶) فیض اللہ، ابا بکر پور، ویشالی

معما نمبر 112 کا شاندار نتیجہ

صحیح حل ۔ (۱) شال (۲) کسان (۳) واقعے (۴) دیو (۵) مدینہ (۶) کوٹھی (۷) کھیتی (۸) مدرسے

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب۔ فی کس -/50 روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) عطاء الرحمٰن شیخ، قلابہ، ممبئی (۲) جاوید لطیف، گلبرگہ، کرناٹک (۳) ظہور احمد، مرتضیٰ پور، آکولہ (۴) محمد عبدالمعیز، شاہ گنج، حیدر آباد (۵) شاذلی المشرقی، انساں اسکول، کشن گنج (۶) نعیمہ، ایولہ (۷) محمد عبدالحمید، مبارکپور، اعظم گڑھ (۸) محمد ظفر محی الدین، پرسی

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے نو خوش نصیب۔ فی کس -/22 روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) ابودر انیس احمد انصاری، بھیونڈی (۲) امیر خاں، ممبئی (۳) صالحہ ضیاء حوانے رائے گڑھ (۴) حارث رئیس اللہ بھیونڈی (۵) تنویر احمد عالم گنج، پٹنہ (۶) جی ایف زہراء (۷) ایس، ایف زہرا ان دونوں کا پتا مدرسہ اسلامیہ، رفیع گنج ہے (۸) نکہت، سیوان، بہار (۹) ایس، امیر ماشا، منگلور

معما نمبر 113 کا شاندار نتیجہ

صحیح حل۔(۱) سانڈوں (۲) باریک (۳) نو (۴) تڑپ (۵) چوروں (۶) کشتی (۷) مایوسی (۸) لو

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے سات خوش نصیب۔ فی کس -/55 روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) این۔ایف، زہراء (۲) ایس، ایس، جاوید ان دونوں کا پتا مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج ہے (۳) نذیر احمد مبارکپور، اعظم گڑھ (۴) شملہ عیاض۔ کلکتہ ۔۱۷ (۵) صبا خاں، ممبئی (۶) محمد عرفان۔ ملک پیٹ، حیدر آباد (۷) غوثیہ سلطانہ بیلگام، کرناٹک

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے سات خوش نصیب۔ فی کس -/22 روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) کے۔ایف، زہراء (۲) جی۔ایف زہراء (۳) ایم، ایس سلمان (۴) ایس، ایف، زہراء ان سب کا پتا مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج اورنگ آباد ہے (۵) ابو طلحہ ارریہ، بہار (۶) عزیز احمد، سرائے میر، اعظم گڑھ (۷) عبدالتواب، شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

قلمی دوستی

نام عاطف پرویز عمر ۱۲ سال
تعلیم جماعت ہفتم
مشغلہ خوش خطی کی مشق کرنا۔
پتا ابن رفیق احمد ۱۳۲۶ ننگاپور محلہ خانہ پور بلگام

نام رنکو عمر ۱۴ سال
تعلیم میٹرک جاری
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا معین اسلم ہمراہی مرراحیات بیگ لال باغ دربھنگہ

نام نگار انجم
تعلیم درجہ ہفتم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا تلاوت قرآن کرنا
پتا کل گاؤں (ڈگرس) ایوت محل

نام ارشد
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا ماڈل پبلیک اسکول ارریہ

نام ثعلبہ رحمٰن عمر ۱۳ سال
مشغلہ شرارتیں کرنا
پتا راؤ ہارون رشید دوتائی غازی آباد

نام محمد ولی اللہ رحمانی عمر ۱۴ سال
تعلیم اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی

نام محسن خان شکیل خان عمر ۱۳ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا کنٹری سننا
پتا ڈاکٹر جمیل خان ہزار کھولی مالیگاؤں

نام محمد باسط انصاری عمر ۱۳ سال
تعلیم نہم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا شانے سائیکل مین روڈ پاتھری پر بھنی

نام محمد سمیع الزماں
تعلیم میٹرک
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا مقام پوسٹ بردایا۔ کھول (دربھنگہ)

نام مزمل احمد عبدالرحیم عمر ۱۴ سال
تعلیم ہفتم
مشغلہ روتوں کو ہنسانا
پتا مدرسہ کاشفیہ العلوم اڑاود چوپڑ حلگاؤں

نام نشاط انجم
تعلیم درجہ ہفتم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا نماز پڑھنا
پتا کلگاؤں (ڈگرس) ایوت محل

نام سید فہد سلیم راجہ عمر ۸ سال
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ ویڈیو گیم کھیلنا
پتا سید فہد سلیم راجہ مارول جلگاؤں

نام معصوم
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا ماڈل پبلک اسکول اررِیہ

نام لبنیٰ بریرہ عمر ۱۶ سال
تعلیم دورہ حدیث عالم سال فراغت
مشغلہ مہمانانِ رسولؐ سے محبت کرنا
پتا بنت ڈاکٹر سلمان الحق قصبہ محمدی کھیری

نام راشد محمود
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ سائیکل چلانا
پتا آزاد نگر اررِیہ

نام سید نوشاد علی پٹیل
تعلیم بارہویں جماعت مراٹھی میں
مشغلہ کرکٹ کھیلنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا شہید عبدالحمید چوک۔ کلمب۔ ایوت محل

نام مرزا کریم بیگ
مشغلہ بہادروں کی تعریف کرنا پیام تعلیم پڑھنا

پتا پوسٹ ناندورہ (بلڈانہ)

نام زمرت انصاری عمر ۱۳ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ دوستی سیر و تفریح
پتا انصاری منزل پورہ خضر مبارکپور

نام سیدہ ساجدہ مسجود عمر ۱۰ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیار ہونا، کہانیاں پڑھنا
پتا سید عبدالمسجود، ننک گاہ محلّہ بھدرک اڑیسہ

نام مسعودہ ام ایمن
تعلیم فارسی اول
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا مدرسہ دعوۃ الحق کنڈی مہسانہ اتر گجرات

نام عامر فاروق انصاری عمر ۱۳ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم جیسے خوبصورت رسالے پڑھنا
پتا معرفت فاروق حسین محلّہ بیدوں ٹولہ۔ بدایوں

نام دلشاد عبدالرحمٰن پرکار عمر ۱۲ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا دوستی کرنا
پتا ساگر ولی، کھید، رتناگری

نام فرحت شمس الدین تابنے عمر ۱۲ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا دوستی کرنا
پتا کرجی، کھید، رتناگری (مہاراشٹر)

نام الطاف حسین نور محمدؐ عمر ۱۴ سال
تعلیم جماعت عربی سوم
مشغلہ کرکٹ کھیلنا درسی کتابیں پڑھنا
پتا مدرسہ امداد العلوم یوسفیہ گوپال واڑی روڑ دونڈ (پونا)

نام عبدالمجید عمر ۱۸ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا پیام تعلیم پڑھنا
پتا معرفت عبدالمجید باغبان پربھنی

نام محمد اکبر علی عمر ۱۴ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ بچوں کو تعلیم دینا
پتا مدرسہ عربی دارالعلوم ہمدہ شاہی۔ بستی

نام تمرین فردوس عمر ۱۳ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا۔ نماز کی پابندی
پتا اصغر حسین اردو ہائی اسکول کھوراپور امراوتی

نام سید توصیف علی عمر ۱۱ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا اسلام پورہ کلب ایوات محل

نام سلمان احمد ابن رفیق احمد عمر ۱۰ سال
تعلیم پنجم
مشغلہ کرکٹ، فٹ بال کھیلنا
پتا رفیق احمد خانہ پوری ۱۳۲۶ رنگاپور خانہ پور بلگام

نام ثاقب احمد خان
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ اچھی اچھی باتیں کرنا
پتا ایم۔ ایس خان کرانہ کان آسگاؤں منگرول پیر

نام خلیل احمد خلیل
تعلیم ڈپلوما انجینئرنگ
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا گاوان چوک روڈ نزدیک مدرسہ محمود گاوان بیدر

نام شاہین پروین ستار خاں ڈرائیور عمر ۹ سال
تعلیم پنجم جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا مدھوکر راؤ نائیک اردو پرائمری اسکول مدھوکر نگر

نام نور عین احمد
تعلیم حافظ قرآن
مشغلہ کرکٹ کھیلنا دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا معرفت حسین احمد مقام و پوسٹ شکری درباتور

نام. انصاری محمد شاہد محمد حسن عمر ۱۶ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ. ورزش کرنا، کتابیں پڑھنا
پتا. معرفت غلام نبی امیر خان مسلم نگر مالیگاؤں

نام حافظ نوشاعالم زیدی عمر ۱۷ سال
تعلیم ثانیہ متوسط مع حفظ
مشغلہ اچھی اچھی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کرنا
پتا جامعہ ابن تیمیہ مدینۃ السلام چندنبارہ چمپارن

نام ریاض احمد عمر ۱۲ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا۔ کرکٹ کھیلنا
پتا مقام و پوسٹ بردا ہا کھول۔ دربھنگہ، بہار

نام ضمیر احمد عمر ۱۳ سال
تعلیم نویں جماعت (جاری)
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا ضمیر احمد، بھرواڑہ، قاضی محلّہ دربھنگہ۔ بہار

نام اتمنا انور
تعلیم آئی۔ ایس۔ سی
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا پنگھرا سالماری، کٹیہار (بہار)

نام محمد ابو بکر عمر ۹ سال
تعلیم قرآن حفظ کرنا
مشغلہ خطوں کا جواب دینا
پتا مدرسہ دارالعلوم لکشمی پور رولیا چاکند (گیا)

نام. برکت اللہ انصاری ۱۸ سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ دوستی کرنا مطالعہ کرنا
پتا محلّہ پورہ رانی پرتی مبارکپور

نام محمد ذیشان احمد عمر ۷ سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا ابو توصیف بیلوا ریکھا ٹولہ ارریہ (بہار)

نام فیض الاسلام عمر ۱۴ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا دوگھرا۔ جالہ۔ دربھنگاہ۔ بہار

نام محمد انور نار جن عمر ۱۵ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا۔ دینی کتاب پڑھنا
پتا پوسٹ پنگھرا وایہ۔ سالماری کٹیہار (بہار)

نام محمد کاظم زید عمر ۱۱ سال
تعلیم ششم جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا. شہید عبدالحمید چوک کلب ایوت محل

نام محمد حفیظ عمر ۸ سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، کتابیں پڑھنا
پتا قریشی پور کلب ایوت محل

- - - - - - - - - -

نام محمد اشہر شاہد عمر ۷ سال
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ کبڈی کھیلنا، نماز پڑھنا
پتا مقام و پوسٹ برداہا کھول، دربھنگہ (بہار)

نام عبد العلیم عمر ۱۳ سال
تعلیم جماعت حفظ
مشغلہ سائیکل چلانا
پتا مدرسہ امداد العلوم یوسفیہ گوپالواڑی ڈونڈ (پونا)

نام سرفراز انصاری عمر ۱۸ سال
تعلیم انٹر فائنل
مشغلہ اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتا بیت اللہ انصاری پرانی جامع مسجد پھولپور

نام ضیاء الحق نیپالی
تعلیم عربی سوم
مشغلہ پیام تعلیم اور دیگر رسائل کا مطالعہ کرنا
پتا جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ

نام محمد غلام رازق عمر ۱۵ سال
تعلیم درجہ دہم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا ہنگھروا، وایہ۔ سالماری۔ کٹیہار

نام سید عرفان علی
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا عبدالحمید چوک کلب ایوت محل (مہاراشٹر)

- - - - - - - - - -

نام محمد پرویز عمر ۱۳ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ استاد کی خدمت کرنا
پتا پوسٹ باراوایا چاکند (ضلع گیا)

- - - - - - - - - -

نام محمد حسنین
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ اخبارات پڑھنا
پتا محمد حسنین شاہین کالونی نانودرہ ضلع بلڈانہ

نام محمد اطہر اعظمی
تعلیم عربی دوم
مشغلہ پڑھنا لکھنا۔ اچھی کتابیں پڑھنا
پتا محمد اطہر اعظمی و پوسٹ مرزاپور (اعظم گڑھ)

آپ کے پتے کے دائیں طرف سرخ دائرے کا مطلب ہے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو گیا۔

آدھی ملاقات

یہ رسالہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میں اس کا بے صبری سے انتظار کرتی ہوں۔ اس کی سبھی کہانیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔ اور خاص طور پر "خلائی ایڈونچر سیریز" بہت اچھا لگتا ہے۔ اقوال زریں اور گدگدیاں بھی پڑھنے میں بہت مزہ آتا ہے۔ اس کا ہر ورق سبق آموز رہتا ہے۔ میری تو خدا سے بس یہ التجا ہے کہ "پیام تعلیم" ہمیشہ ترقی کی منزلیں چھوتا رہے۔ آمین۔

☆کوثر فاطمہ، سلطان گنج پٹنہ

ضروری بات یہ ہے کہ بندہ آپ کا پیام تعلیم ایک سال سے مطالعہ کر رہا ہے اور میرا سالانہ چندہ بھی پورا ہو گیا ہے۔ درخواست ہے کہ بندہ کے نام پرچہ جاری رکھیں انشاءاللہ جولائی میں چندہ بھیج دوں گا۔

☆نذیر احمد راہی جامعہ رشیدیہ۔ سورت

ماہ جون کا پیام تعلیم میرے ہاتھ میں ہے۔ دیکھ کر بے انتہا خوشی محسوس کر رہا ہوں، لیکن بغور مطالعہ کرنے کے بعد کچھ کمی سی محسوس کی، وہ یہ ہے "بچوں کی کوشش"۔ ایک بات سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے لکھا ہے کہ شعر کے ساتھ شاعر کا نام ہوگا تو شائع کر دیں گے۔ یہ آپ کی بہت ہی اچھی رائے ہے۔

☆عبدالرزاق گریڈیہوی دیوبند سہارنپور

میں آپ کا ایک پیامی ہوں اور پیام تعلیم جب بھی آتا ہے اسے مکمل پڑھ کر ہی مجھے چین آتا ہے۔ اللہ کرے یہ رسالہ ہمیشہ جاری رہے۔ آمین۔

آپ نے اس سے پہلے میرے ایک لطیفے کو رسالہ میں جگہ دی اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں اور اب بھی کچھ کالم کے لیے ارسال کر رہا ہوں اسے بھی اپنے رسالے میں جگہ دیں گے۔ ایسی امید کرتا ہوں۔

☆محمد الطاف محمد افضل ہیٹسیل چچانبہ بھر، آکولہ

پیام تعلیم پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ بہت سی کہانیاں لطیفہ، واقعات پسند آئے۔ سب سے بڑی خوبی اس رسالہ کی یہ ہے کہ جو کہانیاں، واقعات دیے جاتے ہیں سب کے سب نصیحت آمیز ہوتے ہیں بلکہ بڑوں کے لیے بھی یہ رسالہ کار آمد ہوتا ہے۔ میں یہ خط ڈرتے ڈرتے لکھ رہی ہوں کہ کہیں آپ اپنی ردی کی ٹوکری کی زینت نہ بنا دیں۔

☆زمرت انصاری، انصاری منزل، مبارکپور

مجھے مئی کا شمارہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ایسی کہانیاں اور نظم شائع کیا کریں۔ میں پیام تعلیم جنوری ہی سے پڑھ رہا ہوں۔ میری یہ چھوٹی موٹی تحریر آدھی ملاقات میں ضرور شائع کیجیے گا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

☆محمد مختار عالم مدرسہ احمدیہ ابابکر پور، ویشالی

پیام تعلیم اپنے خوشنما سرورق کے ساتھ کچھ تاخیر سے موصول ہوا، پڑھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ ہمارے ساتھ ہمارے گھر کے تمام افراد پابندی سے ہر ماہ پیام تعلیم پڑھتے ہیں۔ پیام تعلیم خوشیوں کے پیغام لے کر آتا ہے اور ہم سب کے دلوں کو روشن کرتا ہے۔

☆راؤ عبد الکریم دوتائی غازی آباد

جون کا شمارہ نظر نواز ہوا، کافی دلچسپ مضامین ہیں۔ خاص طور پر قلمی دوستی، گدگدیاں پسندیدہ اشعار کافی دلچسپ ہیں میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو کامیابی کی منزل عطا کرے۔ آمین۔

☆ سمیع الزماں چاند بردواہا، مدھوبنی، (بہار)

پیام تعلیم ملا۔ تمام مضامین بہت ہی بہترین رہے میں پیام تعلیم کا مطالعہ تین سال سے کر رہا ہوں۔ واقعی پیام تعلیم کے سارے مضامین بہترین ہوتے ہیں جن کو پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔

☆محمد سہیل سر بزگی ہانگل شریف، ہاویری

محترم چچا جان' میں بعد آدب کے عرض کرتی ہوں کہ میں پیام تعلیم کا بہت عرصہ سے مطالعہ کر رہی ہوں لیکن لکھنے کا اتفاق پہلی بار ہو رہا ہے مجھے پیام تعلیم میں لکھ کر کچھ بھیجنے کا شوق ہے لیکن میں نے ہمیشہ اس سے گریز کیا کیونکہ مجھے خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں میرے خط کو شائع ہی نہ کیا جائے لیکن آج میں ہمت کر کے اپنی اس خواہش کے تحت 'دعا' لکھ کر بھیج رہی ہوں۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ آپ اسے شائع کر کے اپنی اس بیٹی کی حوصلہ افزائی کیجیے۔ عین نوازش ہوگی۔ پیام تعلیم کے تمام مضامین اور معلومات بہت دلچسپ اور سبق آموز ہیں اور اے حمید کا خلائی سائنس ایڈونچر تو بہت دھماکہ خیز ہے۔ میری اللہ رب العزت سے دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رسالے کو ہمیشہ ترقی کی راہ پر گامزن کرے۔ آمین۔

☆ تمنا شوکت فراحی

میں پیام تعلیم دو سال سے پڑھ رہا ہوں۔ مجھے پیام تعلیم پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ جب بھی میں پیام تعلیم پڑھتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ یہ رسالہ تمام رسالوں میں بہترین رسالہ ہے۔

☆کریم بیگ پیٹھ ناندورہ

میں ایک بار اپنی سائیکل سے اپنے دوست عزیر کے یہاں گیا۔ وہاں جب میں نے اسے " پیام تعلیم " پڑھتے دیکھا تو مجھے بھی اسے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ جب میں نے اسے پڑھا تو میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ تب سے میں خود سائیکل سے جاکر ہر مہینے "پیام تعلیم" لاتا ہوں اور اسے دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ میں نے اپنے ٹیچر سید مدثر عالم سر کا نام "پیام تعلیم" میں پڑھا تو مجھے اور

بھی خوشی ہوئی اور میں اس میں اپنا تعارف بھی بیان کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اصغر حسین اردو ہائی اسکول کولھا پور میں پڑھتا ہوں۔ اس سال ۱۹۹۸ء میں میں نے درجہ پنجم کا امتحان پاس کیا ہے۔ مجھے ۶۵۰ میں سے ۵۸۱ نمبر ملے ہیں۔ پانچویں چھٹی ساتویں ان تینوں جماعتوں میں اوّل نمبر آیا ہوں۔ میرے والد صاحب جو پیسے مجھے دیتے ہیں میں وہ جمع کرتا ہوں اور "پیام تعلیم" مدینہ بک ڈپو سے پابندی سے خرید کر لاتا ہوں اور اس کا ایک ایک لفظ پڑھ لیتا ہوں اور میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ "پیام تعلیم" کو نظر بد سے بچائے اور دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

☆سید کلیم سید قیوم ماسٹر کولھاپور۔ امراوتی

پیام تعلیم فروری ۱۹۹۸ء کا مجھے ملا۔ جس وقت پیام تعلیم مجھے ملا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مجھے قلمی دوستی اور اقوال زریں میں جگہ دے کر آپ نے میری ہمت افزائی فرمائی۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کا کس طرح سے شکریہ ادا کروں۔ اس شمارے میں سبھی کہانیاں بہت اچھی لگیں پسندیدہ اشعار اور معلومات بچوں کی کوششیں بھی بہت پسند آئیں۔ باقی دوسرے مضامین اور کہانیاں وغیرہ بھی بہت خوب رہیں۔ تمام قلم کاروں کو میری طرف سے دلی مبارکباد قبول ہو۔

☆محمد امداد اللہ مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی

ضروری لکھنا یہ ہوا کہ مارچ اپریل مئی اور جون کے شمارے ملے۔ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا میں نے غلطی سے آپ کے یہاں دو خط روانہ کردیے۔ میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔

☆امیر احمد عبدالغفار ولید پور۔ یو۔ پی۔

میں دو سال سے آپ کے اس رسالے کا خریدار ہوں۔ خریدار بننے سے پہلے بھی "پیام تعلیم" ... اسٹال سے لیتا تھا۔ وقت کی کمی ہونے کی وجہ سے میں خریدار بنا۔ تاکہ گھر بیٹھے آسانی سے ... افسوس مئی ۹۸ء کا رسالہ نہیں ملا ... میں نے ۱۵/ مئی ۹۸ء سے پہلے آپ کے نام ... سے آگاہ کیا۔ پورا مہینہ انتظار میں گزرا ... اسٹال سے لینا پڑا کیونکہ جب تک یہ رسالہ ... مہینہ نہ پڑھیں یہ ممکن نہیں ایک ... رہتی ہے۔

خوشی اس بات کی ہوئی مئی ۹۸ء کا رسالہ ... میں وصول ہوا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ ... کے تمام افراد کو یہ رسالہ بہت پسند ... صبری کی معافی چاہتا ہوں۔

☆محبوب حسین شاہ پور شولاپور۔ مہاراشٹر

جون کا پیام تعلیم اپنی پوری آب و تاب ... افروز ہوا تمام مضامین پسند آئے اور میری ... سے ڈاکٹر اسلم فرخی، نظر زیدی، نصرت ... بیگم نورالصباح، اے حمید اور حکیم سعید صاحب ... تمام حضرات کو میرا اسلام اور شکریہ ...

آپ سے ناراض ہیں انکل جی۔ کیوں؟ اس لیے کہ جون ۹۸ء کے پیام تعلیم کے اقوال زریں میں صفحہ نمبر ۶۰ پر میرا اقوال زریں "دوستی" شائع ہوا اس میں آپ نے میرا پتہ یوں لکھا۔ حنا کوثر ست بگل گوڑہ (عادل آباد) جبکہ میں نے پتا ایسا لکھا تھا۔ حنا کوثر بنت شکور خان محلّہ بگل گوڑہ (عادل آباد) انکل آئندہ خیال رکھیے کہ دوبارہ ایسی غلطی نہ ہو۔

☆ حنا کوثر بنت شکور خان محلّہ بگل گوڑہ (عادل آباد)

گزارش یہ ہے کہ میں مدرسے میں پڑھ رہا ہوں مجھے پیام تعلیم پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ پیام تعلیم جیسے ہم اس کو مطالعہ کر کے جو بھی علم حاصل کریں گے، آپ کو اس کا ثواب جاریہ ملے گا ہم ایک سال سے پیام تعلیم مطالعہ کر رہے ہیں۔ بہت مزہ آتا ہے اس میں جو کہانیاں ہوتی ہیں وہ بہت ہی مزیدار ہوتی ہیں۔ ہمارے مدرسے میں اس کو پڑھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

☆ محمد شفیق عرفاں مسجد اسٹریٹ گاندھی نگر۔ پریاں کوپم

میں اپنے محبوب رسالے "پیام تعلیم" کے ذریعے اپنی باجی محترمہ تزئین حسین کو ایم۔اے۔بی ایڈ ان کامیابی پر خلوص دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں جنھوں نے شیگاؤں شہر میں پہلی مسلم خاتون ایم۔اے بی ایڈ کی سند حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ خدا ان کی علمی صلاحیتوں کو عروج ثریا عطا کرے اور ان کی علمی دنیا میں مزید وسعت پیدا کرے۔ آمین۔

☆ محمد انور علامہ اقبال چوک شے گاؤں، بلڈانہ

جون کا" پیام تعلیم" انتہائی تاخیر سے موصول ہوا۔ موجودہ شمارے میں "بچوں کی کوشش" کی کمی کو ہم نے شدت سے محسوس کیا۔ اس کالم کے بغیر رسالہ ادھورہ ادھورہ اور پھیکا پھیکا سا لگا۔ کالم "معلومات" کو بھی غائب پاکر دُکھ ہوا براے کرم انکل جی آئندہ ہاں تمام کالموں سے غفلت نہ برتیے۔

نصرت ظہیر انکل کا مضمون "ایک آنچ کی کسر" نے خوب ہنسایا۔ ہیرا قاتل اور فولادی، دوسرا اڑاکا بہت ہی دلچسپ ہیں جلنا اور بجھنا مضمون نے بھی سائنسی معلومات کی سیر کرائی۔ اسلامی مضمون لی بی زلیخاؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور نماز کے مطالعہ سے روحانی حظ حاصل ہوا۔ اور قسط وار کہانی نمبر ۲۵ کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ خبر نامہ پڑھ کر حیرت ہوئی۔

☆ انیسہ ناز شیخ سانڈو اسلام پورہ کاسودہ جلگاؤں

میں پیام تعلیم بہت دلچسپی سے پڑھتا ہوں اور خط بھی لکھتا ہوں آپ میری تمناؤں کو پورا بھی کرتے ہیں۔ میری خدا سے دعا ہے کہ آپ لوگ میری خواہش کو پورا کریں اور میں یونہی اس رسالہ کے ساتھ رشتہ جوڑے رہوں۔ خدا حافظ

☆ برکت اللہ محلّہ پورہ رانی پرتی مبارکپور

جناب ایڈیٹر صاحب سلام قبول ہو۔ لکھنا ضروری یہ ہے کہ میں ابھی تک کتنے خطوط بھیج چکا ہوں لیکن ایک بھی خط نہیں چھپا اس لیے میں آپ کو بڑی تکلیف کے ساتھ یہ خط لکھ رہا ہوں اگر میرا خط نہیں چھپا تو میں آپ کے اس رسالے کو پڑھنا چھوڑ دوں گا۔

خلائی ایڈونچر والی کہانی (اے حمید) کی لکھی اتنا کم کیوں دیتے ہیں اس کو تھوڑا زیادہ دیں۔ آپ کے رسالے کا دیوانہ۔

☆ایم مظفر اشرفی چوکتا

میں گزشتہ آٹھ نو سال سے پیام تعلیم کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ یہ رسالہ میرا بہت ہی پسندیدہ رسالہ ہے۔ ماہ جون ۱۹۹۸ء کا شمارہ پوری آب و تاب کے ساتھ موصول ہوا۔ اس میں گدگدیاں بچوں کی کوشش خلائی ایڈونچر سیریز کی بائیسویں قسط سبھی کالم بہت پسند آئے۔ میں پیام تعلیم کے سبھی قلم کاروں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ پیام تعلیم دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔

☆بدر الحق پورہ راتی مبارکپور

تقریباً ایک سال سے کچھ زیادہ ہی عرصہ ہوا کہ میری اپنے محبوب رسالے "پیام تعلیم" سے ملاقات ہی نہیں ہوئی وہ اس لیے کہ اس ایک سال جماعت دہم میں ہونے کی وجہ سے اس رسالہ کو ترک کر دینا پڑا۔ اللہ کے فضل و کرم سے جماعت دہم میں درجہ اول کی کامیابی نصیب ہوئی جس سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی لیکن رسالہ کو بھول جانے سے قاصر رہا اور اس رسالہ کی یاد مجھے پھر ستانے لگی۔ ہم نے سوچا پہلے آدھی ملاقات کر لیں پھر ہماری دوستی شروع ہو جائے گی۔ انشاءاللہ

☆عبدالروف مور تاؤ

اصغر حسین اردو ہائی اسکول کوٹھا پور کے ہیڈ جناب محترم عبدالرشید صاحب اس دنیا سے فانی سے ۱۸ر مارچ کو کوچ کر گئے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین

☆سید مدثر عالم اصغر حسین اردو ہائی اسکول کوٹھاپور ام اوتی

اپنے پیامی بھائیوں کو انتہائی غم ناک خبر سنا رہا ہوں کہ کلمب (ضلع ایوت محل) کے اردو ہائی اسکول کے صدر مدرس جناب عبد الماجد دکنی کی اہلیہ محترمہ حمیدہ بانو کا بروز منگل بتاریخ ۱۷ر جون کو عارضہ سعال ودمہ کی وجہ سے انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ انتہائی ملنسار، حیادار، عبادت گزار، اطاعت شعار، غربا و اقربا پرور، مہمان نواز و خاموش مزاج تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

ہمارے استاد محترم ماجد صاحب اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

☆سید شاہ فیضان الرحمٰن فیضی کلمب، ایوت محل

بچوں کی کوشش

مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

دانے مجھے نہ جانے کس غلطی کی سزا کے طور پر
چد مہربان دوست عطا کیے ہیں جن کی مہربانیاں
برے لیے مسئلہ بن گئی ہیں۔ میرا سب سے
پہلا دوست عارض ہے اس کا مکان میرے مکان
ے قریب ہی ہے۔ مرا عزیز دوست اُس وقت
جھ سے ملنے آتا ہے جب میں اسکول کا ہوم
ورک کر رہا ہوتا ہوں۔ یہ حضرت آتے ہی
برے ہاتھ سے قلم چھین لیتے ہیں اور کتابیں
ایک طرف رکھ کر میرا ہاتھ پکڑ کر باہر لے جاتے
ہیں۔ باہر دوستوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ اور کرکٹ
کا میدان سجا رہتا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر کس کا دل
قابو میں رہ سکتا ہے اور پھر میرا دل ایمں تو اُسی
وقت کبھی گیند کے پیچھے تو کبھی رَن بنانے والے
کے پیچھے دوڑنے لگتا ہوں پھر نہ کاپی کتاب کی یاد
آتی ہے اور نہ قلم کا ہوش رہتا ہے اور تو اور
استاد جی کا ڈنڈا بھی یاد نہیں آتا۔ ہوش تو
دوسرے دن اس وقت آتا ہے جب میں کلاس
میں بنچ پر کھڑا کیا جاتا ہوں یا باہر مرغا بنایا جاتا
ہوں۔ یا پھر جب مولا بخش میری مزاج پُرسی
کرتے ہیں۔ لیجیے اب دوسرے کرم فرما سے بھی
ملاقات کر لیجیے۔ ان کا نام ایاز ہے یہ فلم دیکھنے کے
بہت شوقین ہیں۔ یہ حضرت پیر، جمعہ اور اتوار کو اپنا
شوق پورا کرتے ہیں۔ اور یہ شوق پورا کرنے کے
لیے انھیں ایک عدد ساتھی کی ضرورت رہتی ہے
اس کے لیے وہ اس ناچیز کی خدمات حاصل کرتے
ہیں پیر، اتوار اور جمعہ اِن حضرات کے چکر میں
غارت ہو جاتا ہے اور میری پڑھائی اور ہوم ورک
کا سارا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جاتا ہے۔ رات کو
سوتے وقت جب ابا جان پڑھائی کے متعلق سوال
کرتے ہیں تب مجھ پر کیا گزرتی ہے یہ کہنے کی
بات نہیں، سمجھنے کی بات ہے۔ اس قسم کے
مخلص دوست تو اور بھی ہیں مگر سب کے نام بتا
کر انھیں اپنے خلاف کرنا نہیں چاہتا بس یہ دعا
کر رہا ہوں کہ "خدا مجھے میرے دوستوں سے
بچائے۔"

واصف اسمٰعیل قادری غیبی نگر۔ بھیونڈی۔ تھانہ

تین دوست جنگل میں سے
گزر رہے تھے اچانک انھوں نے تین ڈاکو
دیکھے جو رائفلوں سے مسلح تھے۔ انھیں
بہت پریشانی ہوئی۔ آخر خدا خدا کر کے
ایک حل نکالا۔ ایک نے کہا، دوستو، ایک
ڈاکو کو میں سنبھال لوں گا۔ دوسرے نے
کہا، "ایک کو میں سنبھال لوں گا۔"
تیسرا دوست جو ذرا ڈرپوک تھا
بولا،
'ایک کو تم سنبھال لو گے اور ایک
کو تم سنبھال لو گے، ان میں سے جو تیسرا
بچے گا وہ مجھے سنبھال لے گا۔"

ایک بوڑھے سیاست داں کے انتقال پر اس کے دوستوں نے طے کیا کہ اس کی تجہیز و تکفین شان دار طریق سے انجام دی جائے۔ چنانچہ انھوں نے چندہ جمع کرنا شروع کردیا۔ چندہ جمع کرتے ہوئے وہ لوگ ایک بوڑھے سرمایہ دار کے پاس پہنچے۔

"تمھیں مجھ سے کتنا چندہ ملنے کی امید ہے؟" سرمایہ دار نے پوچھا۔

"کم ازکم پچاس ڈالر تاکہ ہم اپنے قدیم اور عظیم سیاست داں کو ادب واحترام کے ساتھ دفن کرسکیں۔"

سرمایہ دار نے جیب سے پرس نکال کر کہا

"یہ تین سو ڈالر لے لو اور کم از کم چھ سیاست دانوں کو شان و شوکت سے دفن کردو۔"

تین ساتھی

بہت پہلے کی بات ہے تین ساتھی تھے کانٹا۔ بگولا۔ چمگادڑ تینوں میں گہری دوستی تھی۔ ایک دن تینوں نے مل کر مشورہ کیا کہ ہم سب کپڑے کی تجارت کریں تینوں ساتھیوں کے پاس تھوڑا تھوڑا پیسہ تھا ان سبھوں نے ان پیسوں کو ایک جگہ جمع کیا اور یہ طے کیا کہ ہم کپڑا لندن سے خرید کر ہندستان میں لائیں اور یہاں فروخت کریں گے تاکہ آمدنی زیادہ ہو غرض تینوں ساتھی جہاز کے ذریعہ کپڑے خریدنے کے لیے لندن پہنچے اور وہاں سے کپڑا خریدا۔ کپڑا خریدنے میں کچھ پیسے گھٹ گئے جس کی وجہ سے مہاجن سے قرض لینا پڑا تینوں ساتھیوں نے سوچا کہ کپڑا لے لیا جائے اور ہندستان میں کپڑا بیچنے سے جو آمدنی ہوگی اس سے قرض ادا کردیا جائے گا۔ غرض کہ تینوں ساتھی مل کر کپڑا بندرگاہ پر لائے اور جہاز کے انتظار میں رہے۔ کچھ دیر بعد جہاز آیا اور تینوں ساتھیوں نے کپڑا اس جہاز پر لدوایا اور دوسرے جہاز سے روانہ ہوکر اس مال والے جہاز سے پہلے ہندستان آگئے اور بندرگاہ پر کپڑے سے لدے جہاز کا انتظار کرنے لگے۔ چند دن بعد یہ خبر ملی کی ان کا کپڑے سے لدا جہاز سمندر میں ڈوب گیا یہ خبر سنتے ہیں تینوں ساتھی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اسی صدمہ کی وجہ سے تینوں ساتھی اس دن سے ایک دوسرے سے الگ ہوگئے اور ایک دوسرے سے نہیں ملے۔ اسی وجہ سے اس دن سے کانٹا آج تک راستہ چلنے والے کا کپڑا پکڑتا ہے اور راہ گیر سے پوچھتا ہے کہ یہ کپڑا میرا ہے جو سمندر میں ڈوب گیا تھا۔ اور وہ آج تک ندی کے کنارے بیٹھا رہتا ہے تاکہ کپڑے کے تھان کا کوئی ٹکڑا اسے مل جائے اور وہ اسے بیچ کر مہاجن کا قرض ادا کردے اور چمگادڑ اسی دن سے ڈر کر آج تک دن میں نہیں نکلتا ہے کہ کہیں میرا مہاجن مجھ سے اپنا پیسہ نہ مانگے۔

مرسلہ محمد اسعد ولد مولوی ریاض احمد دارالعلوم

نگینہ کرکٹ ٹیم

ینہ کرکٹ ٹیم بھٹکل کی چھوٹی ٹیموں میں شامل ہے۔ ٹیم کے کپتان محمد یوسف ہیں جو بہت اچھے لے باز ہیں وہ بولر بھی ہیں ان کی گیند بڑی طرناک اور تیز ہوتی ہے اور نائب کپتان محمد شبیر ہیں وہ بیٹنگ بہت اچھی کرتے ہیں، ان کی بالنگ کا ز جواب نہیں پہلے ہی اوور میں دو وکٹ لینا ان ا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، اور ہماری ٹیم کے اوپنر بیٹسمین) آفتاب احمد ہیں جو ایس ایل سی کے اسٹو ڈنٹ ہیں، اور جہاں تک ان کی بیٹنگ کا سوال ہے وہ تو ٹھیک ہی ہے اگر دو تین اوور تک ٹک گئے تو نچری بنانا اور آخر تک ٹکے رہنا لازمی ہے۔ وہ کٹ کیپر بھی ہیں ٹیم میں دو بہت اچھے بولر ہیں وہ ہیں امجد اور سلیم، اور دو بہترین بیٹسمین بھی ہیں وہ ہیں محمد شفیع اور عرفان ہراری۔ ٹیم اب تک سات میچ کھیل چکی ہے۔ چار میچوں میں جیت ہوئی، دو میں ہار، اور ایک میں لڑائی ہو گئی، ہماری ٹیم کے بلے بازوں کی ترتیب اس طرح ہے۔

(۱) آفتاب احمد (۲) مولا (۳) عرفان (۴) امجد (۵) محمد یوسف (۶) شبیر (۷) سلیم (۸) اسماعیل (۹) محمد شفیع (۱۰) ابراہیم (۱۱) ابو محمد۔

اور بالرز کی ترتیب اس طرح ہے۔

(۱) محمد یوسف (۲) امجد (۳) شبیر (۴) سلیم (۵) محمد شفیع (۶) اسماعیل۔

مولا علی مخدوم کالونی بھٹکل

ایک طالب علم نے والد کو خط لکھا۔ جناب والد صاحب! ڈیڑھ ماہ سے آپ کی خیریت معلوم نہ ہو سکی۔ برائے مہربانی میرا خرچ روانہ کریں تاکہ آپ کی خیریت کی اطلاع مل سکے۔

وادی کشمیر کے صحت افزا مقامات

پیارے پیامیو! آج میں آپ کو اپنے ہر دل عزیز رسالے پیام تعلیم کے ذریعے اپنی وادی کشمیر کی سیر کرانا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ لطف اندوز ہوں گے۔

کشمیر میں دنیا کی ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں اس لیے اس کو جنت بے نظیر کہا جاتا ہے کشمیر کی وادی اپنے قدرتی ودلفریب مناظر، سبزہ زاروں، آبشاروں اور ندی نالوں کی وجہ سے دنیا کے لوگوں کو اپنی طرح کھینچتی ہے۔ کشمیر کے چند صحت افزا مقامات درج ذیل ہیں۔

(۱) نسیم باغ سرینگر سے سات میل دور زیارت حضرت بل کے نزدیک واقع ہے۔ یہاں صرف چنار کے درخت ہیں۔ یہاں ایک صاف چشمہ بھی ہے۔

(۲) شالی مار باغ یہ باغ سری نگر سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے جہانگیر نے سولیا تھا۔ یہاں بارہ دریا۔ فوارے۔ آبشار دیکھنے کے قابل ہیں۔ یہ باغ جھیل ڈل کے کنارے واقع ہیں۔

مہمان: (میز بان سے)
" آپ سے مل کر انتہائی خوشی ہوئی۔ میں جب آپ کے پاس آیا تھا تو میرے سر میں شدید درد تھا، جواب جاتا رہا۔"
میز بان: "جی جاتا نہیں رہا بلکہ وہ میرے سر میں آگیا ہے۔"

(۳) نشاط باغ یہ باغ سری نگر سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس باغ کو آصف جاہ۔ نور جہاں کے بھائی نے بنوایا تھا۔ اس باغ میں خوبصورت پھول، اونچے چنار اور میوؤں کے درخت پائے جاتے ہیں۔

(۴) چشمہ شاہی یہ سری نگر سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس میں چشمہ کا پانی ہاضمے کے لیے بہت مفید ہے۔

(۵) گاندر بل سری نگر سے تیرہ میل کے فاصلے پر ہے یہاں چناروں کے کھلے میدان۔ سیاحوں کے خیمے لگانے کے لیے عمدہ جگہ ہے۔ یہاں سے تین میل کے فاصلے پر کھیری بھوانی کا چشمہ ہے اور کچھ دور مانسبل کی جھیل ہے۔

(۶) پہلگام یہ ایک مشہور صحت افزا مقام ہے۔ اور سری نگر سے اکتالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں چیل اور دیودار کے درخت پائے جاتے ہیں۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں سیاح یہاں سیر کرنے آتے رہتے ہیں۔ شری امر ناتھ جی سوامی یاترا کے لیے یہیں سے راستہ جاتا ہے پہلگام کی بلندی سطح سمندر سے سات ہزار فٹ کے قریب ہے۔

(۷) اچھ بل یہاں مغل بادشاہوں کے وقت کا ایک خوب صورت باغ ہے اس کے ایک طرف ٹھنڈے پانی کا چشمہ ہے اور دوسری طرف پہاڑ ہیں۔ یہ اننت ناگ سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

(۸) گلمرگ سری نگر سے انتیس میل کے فاصلے پر واقع ہے سیاحوں کے لیے ایک مرکز کی حیثیت سے کام کرتا ہے اکثر گرمیوں میں سیاح لوگ برف پر پھسلنے کے کھیل کھیلنے کے لیے آتے ہیں۔

(۹) سونہ مرگ یہ سری نگر سے چھپن میل کے فاصلے پر واقع ہے نالہ سندھ اس کے پاس سے گزرتا ہے یہاں گھنے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

پیارے پیامیو مستقبل میں جب بھی آپ کشمیر میں سیر کرنے آئیں تو ان جگہوں پر ضرور جائیں۔ آپ کی دعاؤں کا محتاج

ڈاکر احمد۔ مڑہامہ سنگھم، بجبہاڑہ اننت ناگ۔ کشمیر

انعامی مقابلہ

ہمارے گاؤں میں کھیل تو بہت کھیلے جاتے ہیں لیکن میں اس کھیل کی بات کر رہا ہوں۔ جو مجھے بہت پسند ہے۔ کرکٹ کھیل ایک بہت ہی اچھا کھیل ہے۔ اور اس کھیل کی ایک ٹیم (گروپ) ہے۔

ہماری ٹیم کے سربراہ (صدر) آصف

خان ہیں جو مانے ہوئے کھلاڑی ہیں۔ اور پھر محمد مشتاق تنویر جو آل راونڈر ہیں ان کے بغیر ہماری ٹیم ادھوری لگتی ہے۔ اوپنر بالر محمد ممتاز ان کی باؤلنگ کی بات ہی نرالی ہے اس کے بعد عرفان احمد ہیں یہ اچھے بیٹسمین ہے۔ اگر وکٹ پر رک گیے تو ٹیم کو اچھا اسکور دیتے ہیں۔ قدیر شیخ بہت اچھے وکٹ کیپر ہیں۔ آصف شیخ ایک بیٹسمین ہیں۔ اعجاز احمد جو کہ ہماری ٹیم کی جان ہیں وہ فیلڈنگ اور بیٹنگ بہت اچھی کر لیتے ہیں۔ اور سید مظہر جو ایک بہت ہی اچھے فلیڈر اور بلے باز ہیں۔ اگر وہ تین چار اوور وکٹ پر ٹک گیے تو سنچری بنا لیتے ہیں پھر ہمارے باولر ناظم شیخ جو کہ ایک اچھے باولر ہیں اگر باؤلنگ جمی تو ۵ وکٹ لیتے ہیں۔ ہماری ٹیم کے کوچ عبد الاحد ہیں ہماری ٹیم کا نام۔ ایم سی۔ سی معصوم کرکٹ کلب ہے۔ ہم نے اب تک چار مقابلوں میں حصہ لیا۔ جس میں سے تین ہم نے جیتے ہیں۔ ایک ہارے جیتنے والے میچوں کے فائنل کا اسکور اس طرح ہے۔

بیٹنگ کا تجزیہ

نام	بال	رن	آوٹ
آصف خاں	۶۰	۴۰	ایل بی ڈبلیو
محمد مشتاق	۴۰	۷۰	کیچ آوٹ
محمد ممتاز	۲۰	۱۹	؍؍
عرفان	۶۰	۵۵	بولڈ
ٹوٹل	۲۳۴		

باؤلنگ کا تجزیہ

نام	اوور	میڈن	رن دیا	وکٹ
محمد ممتاز	۸	۲	۰	۴
محمد مشتاق	۸	۴	۰	۳
سید مظہر	۵	۱	۰	۵
اعجاز احمد	۸	۲	۰	۵
ناظم شیخ	۵	۱	۲	۵
شیخ قدیر	۴	۰	۰	۳

ٹوٹل اوور۔ ۳۸ میڈن، رن ۲۱۰

مین آف دی سیریز۔ محمد مشتاق

محمد مشتاق تنویر۔ فاضل خان پور۔ ناندورہ

بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی ضیا کو پہلی جماعت کا اردو کا قاعدہ پڑھا رہا تھا۔ "الف" "بے" پڑھانے کے بعد وہ "د" پر پہنچا اور کہا: کہو "د"۔ ضیا نے فوراً "د" کہہ کر اگلے حروف پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "اور یہ چاول۔"

حقیقت پسندی

حضرت حسنؓ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ وہ اسلامی تاریخ کے پانچویں خلیفہ تھے۔ انھیں تمام شرعی اور اخلاقی اصولوں کے مطابق خلافت ملی تو صورت حال یہ تھی کہ حضرت امیر معاویہ جو اس وقت شام کے حاکم تھے، انھوں نے خلافت سے باقاعدہ بغاوت کردی۔ خون عثمانؓ کا بدلہ لینے کے نام پر انھوں نے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے ساتھ کر

احمد (اختر سے) "تمھارے جوتے بڑے اچھے ہیں، کب خریدے؟"
اختر: "پچھلی عید سے پچھلی عید پر خریدے تھے۔۔ دو مرتبہ ان کی مرمت کرائی۔ تین مرتبہ انھیں مسجد میں تبدیل کیا اور پھر بھی ابھی تک نئے ہیں۔"

لیا۔

حضرت حسن بن علیؓ نے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ چالیس ہزار کی فوج ان کے ساتھ ہے اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے ساتھ بھی تقریباً اتنے ہی آدمی تھے۔ یہ دونوں فوجیں جوش وجذبے سے بھری ہوئی تھیں اور ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کے لیے بے قرار تھیں مگر حضرت حسن نے سوچا کہ یہ دونوں کے دونوں مسلمان ہیں۔ جنگ کے معنی یہ نہیں مسلمان آپس میں لڑیں۔ وہ قیمتی افراد جو اسلام کے جھنڈے کے نیچے اس لیے جمع ہوئے تھے کہ وہ دنیا سے شرک کا خاتمہ کریں گے وہ خود اپنے آپ کو اور اسی کے ساتھ اسلامی تاریخ کو ختم کرنے پر تلے ہیں۔

حضرت حسن کی حیثیت جائز خلیفہ کی جب کہ امیر معاویہ کی حیثیت باغی کی تھی مگر حضرت حسن نے بجا طور پر یہ اندازہ لگایا کہ حضرت امیر معاویہ کسی قیمت پر جھکنے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ وہ ہر حال میں لڑائی کو جاری رکھیں گے خواہ اس کا نتیجہ مسلم سپاہیوں کی عام بربادی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حضرت حسن نے خود اپنے آپ کو جھکنے پر راضی کرلیا۔ مسلمانوں کی باہمی قتل وخون سے بچانے کے لیے انھوں نے ایک طرفہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو جائیں گے۔

یہ حقیقت پسندی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اتنا بڑا فیصلہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو راضی کر سکے جس کی کوئی دوسری مثال تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔

شیخ سعود احمد ایاز الدین اطہر جلگاؤں (مہاراشٹر)

کتے کی دم

کسی دیش کے ایک گاؤں میں ایک امیر آدمی رہتا تھا۔ اس کے یہاں بہت سے نوکر چاکر تھے۔ سب نوکر اس آدمی سے بہت ڈرتے تھے۔ اور اپنا اپنا کام دل لگا کر بڑی محنت سے کرتے تھے لیکن امیر آدمی کبھی کسی نوکر سے خوش نہیں رہتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ سب نوکر بڑے ہی ست ہیں۔ کوئی بھی جلدی جلدی کام نہیں کرتا۔ محنتی نوکروں کی تلاش میں اس نے کئی بار نوکر بدلے پھر بھی اس کا دل ناخوش تھا۔ امیر آدمی اب پریشانی میں پڑ گیا۔ اسے کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ ایک دن اس نے یہ ٹھان لیا کہ خدا سے دعا مانگے گا۔ تب سے وہ آدمی ہر روز خدا سے

اچھے نوکر کے لیے دعا مانگنے لگا۔ ایک دن خدا نے اس کی دعا سُن لی اور امیر آدمی کے سامنے اچانک ایک 'جن' آکر کھڑا ہو گیا جو دیکھنے میں بڑا لمبا اور موٹا تازہ تھا۔ جن نے امیر آدمی کو سلام کیا اور کہا کہ حضور! میں آپ کے ہر کام کو فٹافٹ کر دوں گا، مجھے نہ کھانا چاہیے۔ اور نہ تنخواہ، لیکن آپ کو مجھے ہمیشہ کام دیتے رہنا ہوگا۔ اگر آپ کام نہیں دے سکیں گے تو میں آپ کو پکڑ کر کھا جاؤں گا۔

امیر آدمی اس کی ساری شرطیں مان کر اس کو کام دینے لگا۔ نیا نوکر امیر آدمی کا ہر کام باتوں باتوں میں پورا کر دیتا تھا۔ اور پھر کام مانگتا تھا۔ یہاں تک کہ اس جن نے امیر آدمی کے لیے کئی بڑے بڑے محل بنوا دیے۔ اور اس کا خزانہ روپے پیسوں سے پوری طرح بھر دیا۔ ادھر امیر آدمی کو ہمیشہ یہی سوچتے رہنا پڑتا تھا کہ اب اسے کونسا کام سونپا جائے۔ اس طرح وہ آدمی نئے نوکر سے تنگ آگیا۔

ایک دن امیر آدمی جن کو کوئی کام نہیں دے سکا۔ پھر وہ جن مالک کو ہی کھانے کے لیے تیار ہو گیا۔ تب امیر آدمی ڈر کر بھاگنے لگا اور وہ جن بھی اس کا پیچھا کرنے لگا۔ خدا کو یاد کرتے ہوئے امیر آدمی اور تیز تیز بھاگنے لگا۔ بھاگتے بھاگتے امیر آدمی کی نظر ایک کتے پر پڑی۔ کتے کو دیکھتے ہی امیر آدمی کو ایک ترکیب سوجھی۔ وہ وہیں رُک گیا۔ اور جب جن پاس آیا تو اس کو امیر آدمی نے حکم دیا کہ "جاؤ اس کتے کی ٹیڑھی دُم کو سیدھا کر دو۔" جن نے کتے کو پکڑا اور اس کی دُم کو سیدھا کیا لیکن جیسے ہی دُم جن کے ہاتھ سے چھوٹی وہ پھر ٹیڑھی ہو گئی۔ جن نے لاکھ کوشش کی مگر دُم تھی کہ سیدھی ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ بھلا کتے کی دُم کہیں سیدھی ہو سکتی ہے؟

جن اب بڑا پریشان ہو گیا۔ اس نے اپنے مالک یعنی امیر آدمی سے واپس جانے کی اجازت مانگی۔ امیر آدمی تو پہلے ہی سے اس جن سے پریشان تھا جھٹ سے جانے کی اجازت دے دی، جن وہاں سے غائب ہو گیا ہمیشہ کے لیے۔ پھر اس دن سے امیر آدمی اپنے پرانے محنتی نوکروں کے کاموں سے ہی خوش رہنے لگا۔ کیونکہ جن کے جانے کے بعد اس نے اپنے سبھی

ماں بیٹے سے۔ "تم نے ابو کو بتایا کہ تم تقریری مقابلے میں اوّل آئے ہو؟"

بیٹا "جی ہاں امی، میں نے انھیں بتا دیا ہے۔"

ماں۔ "سن کر خوش تو ہوئے ہوں گے؟"

بیٹا "جی ہاں، مگر کوئی خاص خوش نہیں ہوئے، کہنے لگے، ٹھیک ہے بیٹا، تم روز بہ روز اپنی ماں کی طرح ہوتے جا رہے ہو۔"

جج: (ملازم سے) "کیا تم نے
چوری تنہا کی ہے؟"
ملزم "جی ہاں جناب عالی،
اس زمانے میں قابل اعتماد آدمی
کہاں ملتا ہے۔"

پرانے نوکروں کو پھر سے کام پر رکھ لیا تھا۔

مرسلہ انور خان بنار گاڈرمی چوک دھارواڑ (کرناٹک)

دل آزاری

خداوند کریم کا ہم پر یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں راہ ہدایت دکھانے کے لیے قرآن مجید نازل فرمایا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو کچھ رسول تمھیں دے، لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔" لہٰذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم دین اسلام کے بنیادی ماخذ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کریں۔

پھبتیاں کسنا، کسی کی نقل اتارنا بُرے القاب سے پکارنا، ستانا اور چڑھانا چند بُری خصلتیں ہیں۔ ایسی خصلتوں کو نہ اللہ پسند کرتا ہے اور نہ اس کا رسولؐ۔ یقیناً بچپن عمر کا وہ حصّہ ہوتا ہے جس میں ایسی چیزیں بہت مزہ دیتی ہیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے افعال دوسروں کے دل آزاری کا باعث بنتے ہیں۔ خصوصاً ایسے بچوں یا اشخاص کے لیے یہ بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں جو جسمانی طور پر معذور ہوتے ہیں۔ کسی کو اندھا، کانا، بہرہ یا لنگڑا کہہ کر وقتی طور پر ہم اپنے لیے خوشی کا سامان ضرور فراہم کرتے ہیں لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اس طرح کے افعال سے آپ ہم دل آزاری کا گناہ بھی اپنے سر لیتے ہیں ہمیں خدا کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ اس طرح کے افعال سے ہم کسی کو صرف احساس کمتری میں مبتلا نہیں کرتے بلکہ نفسیاتی طور پر تارچر بھی کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "ایک آدمی کے لیے یہی شر بہت ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔" (مسند احمد) کسی کے انداز بیان کا مذاق اڑانا، کسی کے عادات واطوار پر پھبتیاں کسنا، کسی کی چال کو موضوع بحث بنانا یہ ایسے بُرے افعال ہیں جن کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا، سورۂ الحجرات میں خداوند کریم واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے کہ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔"

آج ہم مسلمان برائیوں کے لیے ضرب المثل بن گئے ہیں۔ چاہے وہ گندگی کا مسئلہ ہو یا لڑائی جھگڑوں کا یقیناً کچھ الزامات میں مبالغہ آرائی سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ مگر "ہم خود سنجیدگی سے غور کریں۔ نہ صرف غور کریں بلکہ ان کوتاہیوں کو دور کریں اور ایک مثالی قوم بنیں۔ کسی تحریک کی کوئی ضرورت نہیں ضرورت اپنے آپ کو دین کے تئیں بیدار کرنے

کی ہے زندگی کے ہر میدان میں ہمیں اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

نذالاسلام خاں فیصل۔ بمسپل گاؤں راجا۔

کتاب ایک بہترین دوست

بے شک کتاب ایک قیمتی خزانہ کی طرح ہے یہ تجربہ کار علماء کے خیالات کا نچوڑ ہے ، عمدہ کتابوں کا مطالعہ دماغ کی سوئی ہوئی رگوں کو جگاتا ہے زندگی کی دشواریوں کو دور کرنے میں مدد کرتا ہے ۔ کتابوں میں ہی ادب کے موتی جھلملاتے ہیں بڑے بڑے شاعروں کی نظمیں کتابوں میں ہی ملتی ہیں ۔ کتابوں سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

کتاب تنہائیوں میں اچھا ساتھی ہونے کے علاوہ ایک مہربان، ناصح ، نیک و شریف استاذ اور اچھا رہنما بھی ہوتی ہے ۔ طرح طرح کی قیمتی کتابیں زندگی کے مسائل حل کرنے میں مدد دیتی ہیں کتاب تمام زندگی پُر خلوص اور وفادار دوست کی طرح ہمارا ساتھ دیتی ہے۔ کتابیں پڑھنے کا شوق آدمی کو بہتر انسان بنادیتا ہے۔ کتابیں دل و دماغ کو روشن کرتی ہیں۔ یہاں چند ماہرین کے روشن خیالات نقل کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ہمارے بڑوں نے کن خیالات کا اظہار کتابوں کے متعلق کیا ہے۔ ابراہیم لنکن نے کہا ہے کہ کتابوں کے مطالعے سے ہم مذہب و دنیا کے آداب سے واقف ہوتے ہیں۔ دوسروں کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ پریشانی و اضطراب مٹ جاتے ہیں ہمت و استقلال کا سبق ملتا ہے۔ مایوسی اور بزدلی دور بھاگتی ہے۔ دل و دماغ پر مسرت چھا جاتی ہے۔ شریفانہ خیالات پروان چڑھتے ہیں اور ہم ایک اچھے کردار کے انسان بن جاتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ تنہائی کا بہترین ساتھی کتاب ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہم نشینی گر کتابوں سے ہو
اس سے بہتر کوئی جلیس نہیں

☆ اسٹن فلیس کہتا ہے۔ کپڑے خواہ پرانے ہوں مگر نئی نئی کتابیں ضرور خریدو۔

☆ جان للی کہتا ہے کہ اپنے بٹوے کو روپیوں سے بھرنے کے بجائے اپنی الماریوں کو اچھی اچھی کتابوں سے بھر لو کتب بینی کا شوق انسان کو مہذب بنادیتا ہے۔ فضول وقت ضائع کرنے سے بہتر یہ ہے کہ کتب بینی میں وقت صرف کیا جائے۔ ہماری دعاء ہے کہ پروردگار عالم ہم سبھوں کو اور خاص طور پر ہمارے پیامیوں کو کتابیں پڑھنے اور سمجھنے والا بنائے۔ آمین

محمد امتیاز رحمانی، عمران رحمانی، اشرف نگر مونگیر، بہار

اقوام متحدہ

اقوام متحدہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں دو چھوٹی چھوٹی قوموں کا مسئلہ پہنچ جائے تو غائب ہو جاتا ہے۔ اگر ایک چھوٹی اور ایک بڑی قوم کا مسئلہ پہنچ جائے تو چھوٹی قوم غائب ہو جاتی ہے۔ اور اگر دو بڑی قوموں کا مسئلہ پہنچ جائے تو اقوام متحدہ خود غائب ہو جاتی ہے۔

خالق کا علاج

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادیؒ کو آشوب چشم کا مرض لاحق ہوا۔ بغداد میں ایک عیسائی ماہر امراض چشم تھا۔ عیسائی طبیب نے بہت دیر تک آپ کی آنکھوں کا معائنہ کیا پھر نسخہ تجویز کرتے ہوئے کہا

"شیخ! آپ کی آنکھوں کا ایک ہی علاج ہے کہ انھیں پانی سے بچایا جائے۔" حضرت جنید بغدادی نے اس طبیب کا مشورہ سننے کے بعد فرمایا "میں پانچ وقت وضو کرنے کا عادی ہوں۔ اس صورت میں آنکھوں کو پانی سے کس طرح بچایا جا سکتا ہے؟"

طبیب نے جواباً عرض کیا "شیخ! اگر آپ کو اپنی آنکھوں کی سلامتی منظور ہو تو ہر حال میں پانی سے پرہیز کرنا ہوگا۔" حضرت نے فرمایا "اگر کسی وجہ سے میں ایسا نہ کر سکوں تو؟" "تو پھر آپ بہت جلد بینائی سے محروم ہو جائیں گے۔" طبیب نے جواب دیا۔ طبیب کے جانے کے بعد مریدین اور خدمت گار حاضر ہو کر عرض کرنے لگے

"سیدی! شریعت میں تیمم کی رعایت کی گنجائش موجود ہے۔" "میں جانتا ہوں۔" حضرت جنید بغدادی نے نہایت تحمل کے ساتھ فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے مکمل وضو کیا اور نماز عشا ادا کر کے تکیے پر سر رکھ کر سو گئے۔ پھر اس طرح آپ نے تہجد کی نماز ادا کی۔ نماز فجر کے بعد دن کی روشنی میں تمام مریدوں اور خدمت گاروں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ حضرت جنید بغدادی کی آنکھوں میں ہلکی سی سرخی تک نہیں تھی۔ دوسرے دن عیسائی طبیب پھر حاضر خدمت ہوا۔ دوبارہ حضرت کی آنکھوں کا معائنہ کیا اور حیران رہ گیا۔ مرض کا دھندلا سا نشان تک باقی نہیں تھا پھر وہ بے ساختہ پکار اٹھا "یہ مخلوق کا نہیں خالق کا علاج ہے۔" اس کے ساتھ ہی عیسائی طبیب نے حضرت جنید بغدادیؒ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا۔

چچا زبیر کے بچے

عمیر، عذیر اور شبلی بچے تو ہمارے چچا کے ہیں تین ہیں مگر اپنے "بھولے پن" کی وجہ سے درجنوں بچوں پر بھاری ہیں۔ جب یہ ہمارے تشریف لاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے گھر میں زلزلہ آ گیا مگر شاید زلزلہ کا لفظ استعمال کر کے میں ان کی توہین کر رہا ہوں چونکہ یہ زلزلے سے بھی اونچی چیز ہیں۔ عذیر اور شبلی کے رونے دھونے سے ایسا لگتا ہے جیسے دو ریڈیو اسٹیشن گڈمڈ ہو گئے ہوں۔ بھائی پیامیو! اب میں ان سے باری باری آپ کا تعارف کرا دوں۔ یہ ہیں عمیر صاحب سب سے بڑے ان کے ایک دوست ہیں انکا اسم گرامی فہیم صدیقی ہے۔ عمیر صاحب کا کہنا ہے کہ ہم دو جسم ایک جان ہے۔ فہیم صاحب کی کچھ خصوصیات یہ ہے۔ انھیں لوگوں کو ستانے میں مزا آتا ہے خاص طور سے مجھے ستانے میں۔ میں یہ کہوں کہ منہ چڑانے کا سہرا فہیم بھائی کے سر ہے تو بیجا نہ ہوگا مثلاً سادہ طریقے سے منہ چڑانا، آستین چڑھا کر منہ چڑانا، بڑبڑا کر منہ چڑانا، ناک بھوں چڑھا کر منہ چڑانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تھے فہیم صاحب اب آپ عمیر صاحب کا حال سنئے

ایک دن عمیر میاں میری کاپی کی مدد سے کشتیاں بنانے میں مشغول تھے میں قریب ہی بیٹھا جل بھن رہا تھا۔ عظیم بھائی میرا ایک کام کریں گے کشتیاں بناتے ہوئے عمیر میاں نے کہا تم خود ہی کر و اپنا کام میں نے جلے کٹے لہجے میں کہا دیکھئے نہ

کتنا مصروف ہوں میرا کام کر دیجئے پلیز مائی ڈیئر کزن۔ میں نے پوچھا کیا کام ہے ذرا میری ناک صاف کر دیجئے۔ بہہ رہی ہے۔ عمیر نے کہا میں حیرت زدہ ہو کر چلایا میں تمھاری ناک صاف کروں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اچھا تو پھر عذیر کی ناک صاف کر دیجئے ۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا میں پوری قوت سے چلایا۔ چلیے عمیر کی نہیں کرتے تو شبلی کی ناک صاف کر دیں اس نے بہت سکون سے کہا۔ نہیں میں کسی کی بھی ناک صاف نہیں کرونگا۔ میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ اگر عظیم بھائی کسی کی ناک صاف نہیں کرنی تو اپنی ہی کر لیں۔ مظلوم بے چاری صبح سے بہہ رہی ہے آپ کے ہونٹ بھی تر ہو گئے ہیں یہ کہہ کر منہ چڑاتا ہوا بھاگ گیا اور میں دانت پیچ کر رہ گیا۔ دوسرے نمبر پر عذیر صاحب ہیں۔ یہ قدر تاکم گو ہیں یہ آدھا دن خلاؤں میں گھورتے رہتے ہیں۔ اور باقی آدھا دن توڑ پھوڑ میں گزار دیتے ہیں ان کی اس مخصوص حرکت سے بے زار ہو کر میرے والد قبلہ (جناب ڈاکٹر نعیم صاحب) نے ان کا اسم شریف محمد عذیر عرف کھودا کھیری رکھا ہے۔ ایک روز صبح صبح میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ امی تھرمامیٹر منگا رہی ہیں واضح رہے کہ میاں عذیر کچھ توتلے بھی ہیں۔ تو میں نے لالہ کے کلینک سے تھرمامیٹر منگا کر دے دیا جب دوپہر کو میں نے اپنے دروازے پر تھرمامیٹر کے پانچ عدد ٹکڑے دیکھے تو عذیر میاں کو بلا کر پرسش کی تو ان کا جواب سن کر میں حیرت زدہ رہ گیا ان کا جواب تھا کہ وہ پنسل توتی تھی ترمامیتر ت تو عمیر بھائی نے منگایا تھا میں نے عمیر سے معلوم کیا تو عمیر نے صاف کہہ دیا کہ میں نے فہیم کے ہاتھ بھیجا تھا اور راستے میں فہیم کے پیر میں ٹھوکر لگنے کی وجہ سے تھرمامیٹر شہید ہو گیا میں نے انا للہ پڑھی اور صبر کے ساتھ چائے اور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اس کے علاوہ میرے پاس چارہ بھی کیا تھا۔ اور یہ ہیں شبلی میاں سب سے چھوٹے یعنی بڑے میاں اللہ ابلہ اور چھوٹے میاں سبحان اللہ، ہمت شجاعت بہادری وغیرہ وغیرہ ان کی نس نس میں بسی ہوئی ہے دنیا کا

نون غنہ

چارپائی کی سب سے خطرناک قسم وہ ہے جس کے بچے کھچے اور ٹوٹے بانوں میں اللہ کے برگزیدہ بندے محض اپنے قوت ایمان کے زور سے اٹکے رہتے ہیں۔ اس قسم کے جھلنگے کو بچے بہ طور جھولا استعمال کرتے ہیں۔ اونچے گھرانوں میں اب ایسی چارپائیوں کو غریب رشتے داروں کی طرح کونے کھدروں میں آڑے وقت کے لیے چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ خود مجھے مرزا عبدالودود بیگ کے ہاں ایک رات ایسی چارپائی پر گزارنے کا اتفاق ہوا جس پر لیٹتے ہی اچھا بھلا آدمی نون غنہ (ں) بن جاتا ہے۔

بے بس دیوتا

اس عجائب خانے میں فرعون کے محلات کا سامان آرائش ، ان کے شاہی ملبوسات، بیش قیمت زیورات، ہتھیار، اسلحہ، ان کے روزمرہ کے استعمال کی جملہ اشیا، خود ان کی حنوط شدہ لاشیں پڑی ہیں اور دیکھنے والوں کو یہ عبرت ہوتی ہے کہ کبھی وہ دوہرے تاج والے بادشاہ تھے جو ارض و سما کے خالق حقیقی کے مقابلے پر اپنے آپ کو منواتے تھے اور جن تک باریاب ہونے میں عمریں صرف ہو جاتی تھیں اور اب بھی وہ ممیاں ہیں جو عجائب خانے میں سیر و تفریح کے لوازم میں شامل ہیں اور ہر وہ شخص جو چند سکیس داخلے کے ٹکٹ پر صرف کر سکتا ہے۔ ان دیوتاؤں کو ان کی پوری بے بسی کے عالم میں صرف چند گز کے فاصلے پر سے دیکھ سکتا ہے۔

کوئی کام بھی ان کی نظر میں ناممکن نہیں ہے لہٰذا ناممکن کو ممکن بنانے کے سلسلہ میں یہ ہمیشہ تن من دھن سے وار کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں اس کے علاوہ ہر کام میں ٹانگ اڑانا ان کا پہلا فرض ہے ایک روز میرے پاس گرم گرم تیل کڑاہی میں رکھا تھا۔ لگے آکر اس میں چمچ چلانے وہ تو خیر ہوئی کہ ہیٹر کا سوئچ آف تھا ورنہ نہ معلوم کیا ہوتا۔ میں نے جلدی سے ہاتھ کھینچ لیا میرا ہاتھ کھینچنا تھا کہ لگے میاں بکری کی طرح ممیانے، روتے بلکتے ہمارے یہاں سے اڑن چھو ہو گئے۔

مجھے لالہ نے حکم صادر کیا کہ شبلی کو تلاش کیا جائے میں نے سب جگہ دیکھ کر جب مرغیوں کے دڑبے سے مرغیوں کے ساتھ میاں شبلی کے رونے کی آواز سنی تو میں نے ایک ہاتھ سے اپنا سر پکڑا اور دوسرے سے شبلی کا کان پکڑ کر اسے لالہ کے حوالے کر دیا۔ میں اب ابو سے گزارش کرتا ہوں کہ لالہ شبلی کو سنبھالیں مجھے چکر آرہے ہیں لہٰذا میں بستر سے اپنے آپ کو سنبھلوا رہا ہوں۔

محمد نورالعظیم صدیقی پھلتی

صبر کا پھل

بھرت پر نامی گاؤں میں دو بھائی رہتے تھے۔ بڑے بھائی کا نام غفار اور چھوٹے بھائی کا نام ستار تھا۔ دونوں الگ الگ رہتے تھے۔ بڑا بھائی بہت ہی ایماندار اور پرہیزگار تھا جبکہ چھوٹا بھائی ستار بہت ہی غدار اور بے ایمان تھا۔ دونوں کا باپ بہت رئیس تھا اور ایماندار بھی۔ اماں کا سایہ تو بہت پہلے ہی ان کے سر سے اٹھ چکا تھا۔ اب اس کا باپ زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا تھا کہ اچانک دونوں بھائی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کا باپ مر چکا تھا۔ باپ کے مرتے ہی ستار اپنی ذات پر اتر آیا اور چالاکی سے اس نے اپنے باپ کی دولت ہڑپ کر لی۔ جب غفار کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ چپ رہا اور اس نے پاس کی ہی فیکٹری میں ملازمت کر لی۔ لیکن حرام کا مال زیادہ دیر تک

نہیں نکلا۔ ستار اکثر اپنے منیجر کے بھروسے پر آفس چھوڑ کر باہر چلا جاتا تھا۔ منیجر نے اپنے دل میں خطرناک منصوبہ بنایا اور ایک دن ستار کو آفس کے کام سے الہ آباد جانا تھا اس نے منیجر کو آفس کی چابیاں دے دیں موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے منیجر نے اس کا سارا پیسہ تجوری سے نکال لیا اور فرار ہو گیا۔ جب ستار لوٹا تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اب وہ کہیں کا نہیں رہا تھا۔ اب اس کے سامنے غفار کے پاس جانے کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ اپنے بال بچوں سمیت اپنے بھائی غفار کے پاس گیا۔ غفار نے اسے اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دے دی۔ ستار نے اپنے بھائی سے معافی مانگی۔ غفار نے اسے معاف کر دیا اور گلے لگا لیا۔ تو دیکھا پیامیو اللہ تعالیٰ نے دونوں بھائیوں کو کیسے ملا دیا اور ستار کو بھی سبق مل گیا۔

محمد صابر محمد اسماعیل، کاسودہ، اسلامپورہ تعلقہ جلگاؤں

علم

علم ایک ایسی شمع ہے جو اندھے کو راستہ دکھاتی ہے۔ علم حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ علم حاصل کرنے والے اور اَن پڑھ میں بہت فرق ہے۔ علم کی وجہ سے انسان آج چاند پر پہنچا۔ علم حاصل کرنے والا انسان بااخلاق ہوتا ہے۔ چھوٹوں پر شفقت کرتا ہے بڑوں کی عزت کرتا ہے، والدین کا احترام کرتا ہے۔

علم کے بغیر زندگی بیکار ہے۔ علم جتنا حاصل کیا جائے وہ کم ہے۔ علم کی کوئی حد نہیں۔ علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔ علم کی بدولت انسان اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ اپنے حقوق پہچانتا ہے۔ علم ایک لازوال دولت ہے۔ علم وہ چیز ہے جسے کوئی چرا نہیں سکتا ہے۔ علم دوسروں کو بانٹنے سے بڑھتا ہے۔

نفیس فاطمہ، عبدالرحیم انصاری، درگاہ، مملہ پاتھری

علم

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے سیر کر رہے تھے کہ اچانک ایک خیال ان کے ذہن میں آیا کہ دنیا میں مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ کہیں سے ایک ابابیل اڑتی ہوئی آئی اور سمندر میں نہانے لگی۔ چونکہ اس وقت حضرت موسیٰ سامنے تھے اس لیے ابابیل کو، غور سے دیکھنے لگے۔ جب ابابیل نہا چکی تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس اڑتی ہوئی آئی اور ان کے سامنے پر پھڑپھڑاتی ہوئی اڑ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس کی یہ حرکت بُری لگی اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا "اے موسیٰ آپ نے یہاں کیا دیکھا" حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ ایک پرندہ ابابیل آیا اور سمندر میں نہانے کے بعد میرے پاس پَر پھڑپھڑاتے ہوئے اڑ گیا۔" جبرئیل علیہ السلام نے کہا" اے موسیٰ جب اس نے آپ کے سامنے پَر پھڑپھڑائے اس وقت پانی کا ایک قطرہ آپ کے سامنے گرا آپ غلط فہمی میں مبتلا

تھے کہ آپ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ اہاقل نے آپ کو بتلایا کہ علم کے سمندر سے آپ نے صرف اتنا ہی علم حاصل کیا جتنا ایک قطرہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم کر کے بڑی شرمندگی ہوئی اور انھوں نے خدا سے صدقِ دل سے معافی مانگی۔

محمد آصف، ششمہ، سانڈواسلام پورہ، کاسودہ

تین سوال

کسی دور دراز ملک کا ایک مسافر کسی ملک سے گزر رہا تھا۔ اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے اس کی ملاقات ایک ایسے آدمی سے ہوئی جو اس ملک میں بہت دنوں سے رہ رہا تھا۔ اور وہاں کی ہر چیز کے بارے میں جانتا تھا۔ مختلف چیزوں کے بارے میں بات کرتے کرتے مسافر نے اس سے پوچھا۔ "کیا تم اپنے بادشاہ کو اچھا راجا کہہ سکتے ہو؟"

"ہاں، بہ ظاہر تو اس میں کوئی بُرائی نظر نہیں آتی۔" آدمی نے جواب دیا۔ "اگر وہ عقل مند آدمی ہے تو اسے ضرور یہ بات معلوم ہوگی کہ اس کے ملک کا مرکز کہاں ہے! آسمان میں کتنے تارے ہیں! اور دیوتاؤں کے راجا کا کیا نام ہے؟" چند دنوں کے بعد وہ آدمی راج محل گیا۔ اور بادشاہ کے سامنے پیش ہونے کی اجازت چاہی۔ بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر اس نے وہ تینوں سوال دہرائے جو مسافر نے اس کے سامنے رکھے تھے۔ بادشاہ ان کو سن کر پریشان ہو گیا۔ اور اس نے اپنے مشیروں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہی ان بڑے عہدے داروں میں سے تھے۔ جو ان سوالوں کا جواب ڈھونڈ سکتے تھے۔ وہ سب آئے لیکن کوشش کے باوجود ان سوالوں کے جواب نہ پا سکے۔ بادشاہ غصہ سے بے قابو ہو گیا۔ اور اس نے حکم دیا کہ ان کے سر قلم کر دیے جائیں۔ شاہی حکم تھا فوراً اس پر عمل کیا گیا اور ان کے سر کاٹ دیے گئے۔ اب بادشاہ نے اپنے دوسرے وزیروں اور درباری پنڈتوں کو بلا بھیجا۔ مشیروں کی طرح وہ بھی غور و فکر میں ڈوبے رہے۔ لیکن وہ بھی حل نہ نکال سکے۔ اب تو بادشاہ اور بھی آپے سے باہر ہو گیا۔ اور اس نے ان کے سر بھی اڑا دینے کا حکم دے دیا۔ فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اب شاہی پنڈت کی محل میں پیشی ہوئی جب اسے بادشاہ کی دماغی حالت کا پتہ چلا اور یہ معلوم ہوا کے اتنے لوگوں کے سر کاٹے جا چکے ہیں تو مارے ڈر کے وہ تھر تھر کانپنے لگا وہ جب بادشاہ کے سامنے گیا تو اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ جب سوال بتائے گئے تو بدحواس ہونے کے بجائے اس نے بہت حاضر دماغی کا ثبوت دیا اور کہا "حضور والا یہ سوال غور طلب ہیں اگر آپ مجھے ایک دن کی مہلت دے دیں تو میں آپ کو تینوں سوالوں کے جواب بتا سکوں گا۔" "ٹھیک ہے تم کو ایک دن کا وقت دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر تم نے کل ان سوالوں کا جواب نہیں دیا تو تمھارا سر قلم کر دیا جائے گا۔" درباری پنڈت جب گھر لوٹا تو گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی آواز گلے میں پھنس رہی تھی۔ گھر پہنچ کے مایوسی سے نڈھال ہو کر بستر پر گر پڑا۔

اسی وقت اس کی بکریاں چرانے والا لڑکا ادھر آنکلا اور جب اس نے مالک کو غیر معمولی طور پر پریشان دیکھا تو پوچھ بیٹھا "حضور آپ اس طرح لیٹے کیوں ہیں"۔ "آج مشیروں اور وزیروں کے سر کاٹ دیے گئے۔ کل میری باری ہے" لیکن کیوں؟آخر کچھ وجہ تو بتایئے؟۔ "مجھے بتانا ہے کہ اس ملک کا مرکز کہاں ہے۔ آسمان میں کتنے تارے ہیں"؟۔ اور دیوتاؤں کے راجا کا کیا نام ہے؟ اگر میں ان سوالوں کا جواب نہیں ڈھونڈھ پایا تو میرا سر بھی اڑادیا جائے گا۔" لڑکا بولا اگر یہ بات ہے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں میں ان سوالوں کا جواب دے دوں گا۔" دوسری صبح درباری پنڈت گڈریے کو ساتھ لے کر محل میں گیا۔ بادشاہ نے پنڈت کو دربار میں ہی بلالیا۔ اور پھر اس سے مخاطب ہو کر پوچھا لے آئے میرے سوالوں کے جواب؟" "ان سوالوں میں کیا دھرا ہے۔ میں بتا انہیں تو میری بکریاں چرانے والا لڑکا تک حل کر سکتا ہے۔ میں اپنی بات کے ثبوت میں اس چرواہے کو ساتھ لیتا آیا ہوں"۔ پنڈت نے جواب دیا۔ وہ نوجوان لڑکا جرأت سے بادشاہ کی طرف دیکھتا ہوا ہزاروں گھورتی آنکھوں کے بیچ کھڑا ہو گیا۔ "کیا تم جانتے ہو اس ملک کا مرکز کہاں ہے؟" لڑکے نے ایک چھڑی زمین میں گاڑ دی اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا "دیکھیے مرکز یہی ہے۔ اپنے ملک کے چاروں کونوں سے فاصلہ ناپ کر دیکھیے۔ اگر یہ حساب ٹھیک نہ نکلے تو میرا سر قلم کروادیں۔" بادشاہ اس جواب سے مطمئن ہو گیا اور اب اس نے دوسرا سوال کیا۔ کیا تم تا سکتے ہو آسمان میں کتنے تارے ہیں؟" یہ سن کر لڑکے نے بکری کی کھال جو وہ اوڑھے ہوئے تھا زمین پر پھیلا دی۔ "اس کے رویں گنیے اور ساتھ ہی ستاروں کا شمار کیجیے۔ اگر گنتی میں ایک بھی کم نکلے تو میں حاضر ہوں۔ میرا سر کٹوا دے"۔ بادشاہ اس جواب سے خوش ہو گیا۔ اور آخر میں اس نے تیسرا سوال کیا۔ "اب مجھے بتاؤ کے دیوتاؤں کے راجا کا کیا نام ہے۔؟ "میں اس سوال کا جواب اس طرح نہیں دوں گا۔ نہ ہی دے سکتا۔ لڑکے نے جواب دیا۔ "پھر کیسے دو گے۔؟" لڑکا بولا "پہلے مجھے بادشاہوں کی طرح سجایئے میرے سر پر تاج رکھیے' ہاتھ میں تلوار دیجئے اور اس شیروں کے منہ والے شاہی تخت پر بٹھایئے۔ تب کہیں میں اس سوال کا جواب دے پاؤں گا۔" بادشاہ نے حکم دیا کہ لڑکے کو نہلا کر اور سجا سنوار کر شاہی تخت پر بٹھایا جائے۔ تاج پوشی کے بعد شاہی تخت کی طرف بڑھتے ہوئے اس نئے بادشاہ نے حکم دیا"اس ظالم کو پکڑ کر لے جاؤ۔ اس نے کتنے ہی بے گناہوں کے سر کٹوادے ہیں"۔ پھر بادشاہ کی طرف گھوم کر بولا "دیکھا۔ یہی کام دیوتاؤں کے راجا اندر کا بھی ہوتا ہے"۔ اس طرح ملک کے لوگوں کو بے وقوف بادشاہ سے چھٹکارا ملا۔ اپنی عقل کی وجہ سے اس نوجوان کو بادشاہ بنا دیا گیا اور شاہی وزیروں اور درباری پنڈتوں کے مشوروں سے اس نے بہت دنوں تک کامیابی سے حکومت کی۔

شبانہ نگار' محلہ علی خاں، کاشی پور، ادھم سنگھ نگر

فیس داخلہ کچھ نہیں
آپ جتنے حل چاہیں
بھیج سکتے ہیں
لیکن ہر حل کے
ساتھ ایک ٹوکن آنا
ضروری ہے

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 115

600 روپے کے نقد انعامات

دفتر پیام تعلیم میں
حل وصول ہونے
کی آخری تاریخ
۳۱ اگست ۱۹۹۸ء
ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) دیکھو پانی کس .... سے بہہ رہا ہے (تیزی / روانی / آہستہ)
(۲) ارے یہ تو .... ہے (مٹی / جادو / گھڑی)
(۳) سمندر کے سفر میں لوگ .... بھی ہو جاتے ہیں (بیمار / علیل / گم)
(۴) دونوں فوراً .... ہو گئے (ہوشیار / چوکنا / خوش)
(۵) انھیں اپنے بہادر بیٹے کی ہمت پر .... تھا (فخر / ناز / بھروسا)
(۶) پھر وہ کشتی سے .... کی طرف بڑھا (سمندر / ساحل)
(۷) ہماری بستیوں میں ہزاروں، لاکھوں چھوٹے بڑے .... ہیں (مکان / کمرے / جھونپڑے)
(۸) یہ ٹکڑا .... کا سا معلوم ہوتا ہے (لوہے / سیسے / چاندی)

بودھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی .... حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معما نمبر لکھنا نہ بھولیں

لفافے پر دو روپے کا ٹکٹ لگائیے

ٹوکن پیامی ادبی معما نمبر 115
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ
لفافے کے اندر
رکھیے۔

شرائط پیامی ادبی معما

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معما نمبر 115 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

پیامی ادبی معما نمبر 115۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

ڈاکٹر اعظم شاہ خاں
لکچرر گورنمنٹ کالج ٹونک (راجستھان)   (انتظاریہ)

داستان آزادی

غیر ممالک کے باشندے ہمارے ملک میں تجارت کرنے کے لیے سندھو گھاٹی کے زمانے سے ہی آتے رہے ہیں۔ لیکن اس وقت ان کا مقصد صرف تجارت ہی تھا ان تاجروں نے اپنے اپنے ملک جاکر ہندستان کی خوبصورتی مال و دولت اور لاتعداد قدرتی وسائل کا ذکر کیا۔ اور ہندستان کو سونے کی چڑیا کا نام دیا۔ تین صدی قبل مسیح دنیا پر اپنی فتح کا جھنڈا لہرانے کا خواب سنجوئے سکندر سے لے کر ۱۵۲۶ء تک دنیا کے مختلف حصوں سے حملہ آور ہندستان آئے اور یہاں کا مال وزر اپنی جھولیوں میں بھر کر واپس اپنے اپنے ملک لوٹ گئے۔ ۱۵۲۶ء میں بابر نے ہندستان پر حملہ کیا لیکن وہ یہاں کے لوگوں کی فراخ دلی اور قدرتی خوبصورتی سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے ہندستان میں رہ کر حکومت کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ یہاں کا مال وزر لوٹ کر اپنے ملک واپس نہیں گیا بلکہ یہیں کا ہو کر رہ گیا اور صرف وہی نہیں اس کے خاندان کے دوسرے حکمراں بھی یہیں رہے اور انھوں نے بھی ہندستان کی فلاح و بہبودی کے لیے بہت کچھ کیا۔۔ یہی وجہ ہے کہ مغل حکمرانوں کو پردیسی نہیں مانا گیا نا ہی اس دور کو غلامی کے دور کے نام سے منسوب کیا گیا۔

مغلیہ حکومت کے دوران بھی دنیا کے کچھ ممالک کی للچائی نظریں ہمارے ملک پر لگی رہیں اور وہ یہ کوشش کرتے رہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ سونے کی چڑیا ان کے ہاتھ لگ جائے۔ اس غرض سے ۱۶۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی انگلینڈ' ۱۶۰۲ء میں یونائیٹیڈ ایسٹ انڈیا کمپنی آف ہالینڈ اور ۱۶۶۴ء میں فرنچ' ایسٹ انڈیا کمپنی نے یہاں کے مغل حکمرانوں سے تجارت کرنے کی اجازت حاصل کرلی۔ بدنیتی کے ساتھ دھیرے دھیرے وہ اپنا اثر ورسوخ بڑھاتے رہے۔ انگریزوں نے ۱۷۱۷ء میں مغل بادشاہ فرخ سیر سے کلکتہ کے آس پاس ۳۱ گانو کی زمینداری حاصل کرلی۔ فرانسیسیوں نے ہندستان میں اپنی حفاظت کا بہانہ بنا کر اپنی فوج کی تشکیل شروع کردی۔ جس کو دیکھ کر انگریزوں نے بھی اپنی فوج تشکیل دی اور اس میں ہندستانیوں کو بھرتی کرنا شروع کردیا۔ انگریزوں کی ہندستان پر حکومت کرنے کی دلی خواہش کا اندازہ اس وقت ہوا جب ان کے تجارتی ٹھکانوں کی قلعے بندی کرنے والی

کمپنیوں کو سراج الدولہ نے حکم دیا کہ وہ ان کو وہاں سے ہٹالیں۔ اس حکم کو انگریزوں نے نہیں مانا اور اس طرح پہلی بار انگریزوں اور کسی ہندستانی حکمراں کے درمیان اختلافات کی شروعات ہوئی۔ اس اختلاف کی انتہا ۲۳جون ۱۷۵۷ء کو پلاسی کی لڑائی کی شکل میں نمودار ہوئی۔ جبکہ انگریز کپتان رابرٹ کلائیو نے نواب کے سپہ سالار میر جعفر کو امی چند نام کے ساہوکار کے ذریعہ نوابی کا لالچ دے کر' نواب کی فوجوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیا۔ انگریزوں کی یہی فتح ہندستان میں برطانوی سلطنت کے لیے بنیاد کا پتھر ثابت ہوئی۔

پلاسی کی لڑائی کے تقریباً سو سال کے اندر اندر انگریزوں نے ریاستوں کے حکمرانوں کی آپسی لڑائی اور نااتفاقی کا فائدہ اٹھاکر تقریباً پورے ملک پر قبضہ جمالیا۔ حالانکہ میسور کے نواب حیدر علی اور ٹیپو سلطان اور مراٹھوں نے انگریزوں سے قدم قدم پر بغاوت کی لیکن انگریزوں نے اپنی طاقت اور چالاکی سے ان پر بھی فتح حاصل کرلی۔ اسکے بعد انھوں نے ہندستان کی معشیت کو تباہ کرنا شروع کردیا ہندستان سے کچا مال برطانیہ پہنچا کر وہاں کے کارخانوں میں اس کو نئی شکل دے کر یہاں کے بازاروں میں بیچنا شروع کردیا۔ اس طرح ملک میں اقتصادی بدحالی پیدا کردی اور ملک کو خوب لوٹا۔ انھوں نے سماجی سیاسی اور اخلاقی سطح پر بھی ہمارے ملک کا استحصال کیا۔

دھیرے دھیرے ہندستانی عوام کی بھی سمجھ میں آنا شروع ہوگیا کہ انگریز تو انھیں ہر طریقے سے تباہ وبرباد' ذلیل وخوار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کے دلوں میں نفرت کا بیج پھوٹنا شروع ہوگیا۔ جو دھیرے دھیرے بڑھ کر ۱۸۵۷ء کی بغاوت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یہ انگریزی حکومت کے خلاف ہندستانی عوام کی پہلی بغاوت تھی۔ جس کی قیادت ہندستانی عوام نے بہادر شاہ ظفر کے ہاتھ میں سونپی۔ اودھ' روہیل کھنڈ' دوآبہ' بہار اور ملک کے بیشتر حصوں میں یہ بغاوت جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ کانپور میں نانا صاحب' جھانسی میں لکشمی بائی' پٹنہ میں وہابیوں اور بنارس میں براہمنوں' بریلی میں خاں بہادر خاں اور بہار میں کنور سنگھ وغیرہ نے انگریزوں سے سیدھے ٹکرلی۔ حالانکہ انگریزوں کی طاقت اور چالاکیوں کے سامنے یہ بغاوت ناکام ثابت ہوئی۔ لیکن اس بغاوت کو ہندستان کی پہلی جنگ آزادی کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرنگی اور زیادہ وحشی اور ظالم ہوگئے۔ انگریزوں نے ہندستانیوں کو سخت ترین ایذائیں پہنچائیں۔ لاتعداد بے گناہوں کو پھانسی پر لٹکادیا۔ انگریزوں نے اس جنگ آزادی کو "غدر" کا نام دیا۔ اس بغاوت کے بعد ہندستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا راج ختم ہوگیا اور ہندستان کو ملکہ وکٹوریہ' ملکہ انگلستان کی حکومت میں شامل کرلیا گیا۔

چونکہ اس وقت انگریزی حکومت اور ان کی طاقت اپنے عروج پر تھی۔ اس لیے اس وقت کے ہندستانی رہنماؤں نے آزادی کی جدوجہد کو مختلف طریقوں سے جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے ہندستانیوں کی علمی اور ذہنی ترقی پر اپنی توجہ مرکوز کرنا شروع کر دی۔ دیوبند میں دارالعلوم قائم کیا گیا۔ جس میں علماء نے انگریز مخالف تعلیم رائج کی۔ ملک کے مختلف حصوں میں نئی نئی انجمنیں قائم کی گئی۔ جو ہندستانیوں کو ذہنی طور پر انگریزوں کے خلاف ہر محاذ پر لڑنے کے لیے تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ قومی سطح پر ۱۸۸۵ء میں اس نظریے کے مد نظر انڈین نیشنل کانگریس کا قیام کیا گیا۔ کانگریس کے قیام کے بعد تحریک آزادی کو ایک نئی روح ملی۔ اپنے قیام سے ۱۹۰۵ء تک اس کا رویہ اعتدال پسندی کا رہا۔ اس تحریک کے رہنماؤں میں دادا بھائی نارو جی' بدرالدین طیب جی' سریندر ناتھ بنرجی' رومیش چندر بونرجی' فیروز مہتہ' رحمت علی سایانی' راش بہاری گھوش اور گوپال کرشن گوکھلے وغیرہ شامل تھے۔ چونکہ اعتدال پسند رہنما آئینی جدوجہد میں یقین رکھتے تھے اور کچھ رعایتوں کی حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہتے تھے۔ اس لیے ۱۹۰۶ء کے آس پاس انگریزی حکومت کے خلاف ایک انتہا پسند گروپ اٹھ کھڑا ہوا۔ ان انتہا پسندوں کی رہنمائی پنجاب میں لالہ لاجپت رائے' مہاراشٹر میں بال گنگا دھر تلک اور بنگال میں بپن چندر پال نے کی۔ انتہا پسند انگریزی حکومت کے ذریعہ دی گئی رعایتوں کو خیرات سے تعبیر کرتے تھے۔ انھیں اپنے ملک کے ماضی پر فخر تھا اور وہ انگریزوں کی غلامی سے ملک کو جلد آزاد کرا لینے کا تہیہ کر چکے تھے اسی لیے انھوں نے "سوراج" کے حصول کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ اس لیے تلک نے ملک کو نعرہ دیا۔ "سوراج میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔ ۱۹۰۵ء میں ہندو مسلم اتحاد پر ضرب کاری لگانے کے لیے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس تقسیم کے خلاف زبردست تحریک چلائی گئی۔ غیر ملکی اشیاء کا بائیکاٹ اور سودیشی اشیاء کے استعمال کا نعرہ بلند کیا گیا۔ ۱۹۱۸ء میں تحریک آزادی کا باگ ڈور مہاتما گاندھی کو سونپی گئی۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران انگریزی حکومت نے "رولٹ ایکٹ" نام سے ایک ایسا کالا قانون بنایا جس کے تحت کسی بھی ہندستانی کو بنا مقدمہ چلائے گرفتار کر کے جیل میں ڈالا جا سکتا تھا۔ گاندھی جی نے اس قانون کے خلاف ایک تحریک چلائی۔ دہلی میں اس کی قیادت حکیم اجمل خاں اور سوامی شردھانند نے کی۔ پنجاب میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس گرفتاری کے خلاف احتجاج کرنے پر جلیان والا باغ میں اکٹھے بے شمار افراد پر جنرل ڈائر نے اندھادھند گولیاں چلوا دیں۔ جس سے ہزاروں افراد گولیوں کا شکار ہو گئے۔ اس قتل عام کے خلاف پورے ملک

میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ آزادی کے متوالوں نے سر پر کفن باندھ لیا۔ اور آزادی کے حصول کے لیے گاندھی جی کی رہنمائی میں ایک کے بعد ایک پانچ عظیم تحریکیں چلائی گئیں۔

پہلی تحریک کا آغاز ۱۹۲۰ء میں کیا گیا۔ جس کو "خلافت عدم تعاون تحریک" کا نام دیا گیا۔ جس کے تحت یہ طے کیا گیا کہ کونسلوں کے رکن اپنی رکنیت سے مستعفی ہو جائیں۔ وکیل برطانوی عدالتوں میں مقدمے نہ لڑیں۔ انگریزوں کے ذریعے دیے گئے خطابات برٹش سرکار کو واپس لوٹا دیے جائیں۔ طلبہ سرکاری تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل نہ کریں۔ غیر ملکی اشیاء کا استعمال بند کیا جائے ملک میں بنی چیزوں یعنی سودیشی چیزوں کو اپنایا جائے۔ دسمبر ۱۹۲۹ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کی قیادت میں لاہور میں مکمل آزادی حاصل کرنے کا عہد کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت کی پالیسیوں کے خلاف ستیہ گرہ کا فیصلہ کیا گیا۔ ۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء کو یوم آزادی کے عہد نامے کو ملک کے کونے کونے میں دہرایا گیا ۱۲ مارچ ۱۹۳۰ء کو احمد آباد آشرم سے گاندھی جی نے تاریخی "ڈانڈی مارچ" شروع کی جو ۵ اپریل ۱۹۳۰ء کو ڈانڈی میں ختم ہوئی۔ ۶ اپریل کو سمندر کے کنارے نمک بنانے کا غیر قانونی عمل کیا گیا۔ اس طرح پورے ملک میں نمک قانون توڑا گیا۔ اس تحریک میں ملک کے سبھی مذاہب کے لوگوں اور طبقوں نے بلا تفریق حصہ لیا اور گاندھی جی کا ساتھ دیا۔ آخر کار سرکار کو جھکنا پڑا۔ اور گاندھی جی کو گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے لندن مدعو کیا گیا۔

اس کانفرنس کے کچھ عرصے بعد تک تو سرکار اپنے معاہدہ پر قائم رہی اور مظالم کا سلسلہ کچھ عرصے تک کم رہا۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد وحشیانہ برتاؤ پھر شروع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے گاندھی جی نے مجبور ہو کر ۱۹۳۲ء میں "سول نافرمانی تحریک" کا آغاز کیا۔ جس کے تحت حکومت کے قانون توڑنا اور ٹیکس ادا نہ کرنا جیسے اقدامات اٹھائے گئے۔ جس کی وجہ سے گاندی جی اور ملک کے دوسرے رہنماؤں کو قید کر لیا گیا۔

چونکہ پہلی جنگ عظیم کے بعد ہندستانیوں کو امداد کے صلے میں 'رولٹ ایکٹ' جیسا کالا قانون برٹش سرکار نے انعام میں دیا تھا اس کے مد نظر دوسری جنگ عظیم کے دوران گاندھی جی نے ہندستانیوں سے حکومت کی مدد نہ کرنے کی اپیل کی اور "انفرادی ستیہ گرہ" شروع کی جس کے تحت ہندستانی رہنماؤں کو جنگ کے خلاف تقریر کرتے ہوئے ایک ایک کر کے گرفتار ہونا تھا۔

آزادی کی لڑائی کو مختلف طریقوں سے لڑتے ہوئے آخر کار ۸ اگست ۱۹۴۲ کو بمبئی میں مہاتما گاندھی نے "انگریزوں ہندستان چھوڑو" نام کی تاریخی قرارداد پیش کی' ساتھ میں ہندستانی عوام کو "کرو یا مرو" کا نعرہ دیا۔ اس کے نتیجے میں کانگریس کے تمام لیڈروں کو

گرفتار کر کے احمد نگر جیل میں اور گاندھی جی کو پونا کے آغا پیلیس میں نظر بند کر دیا گیا۔ ۱۹۴۵ء میں جنگ کے خاتمے کے بعد کانگریس کے سبھی رہنماؤں کو رہا کر دیا گیا۔ انگلینڈ میں لیبر پارٹی کی حکومت بنی۔ جس نے مجبور ہو کر جواہر لال نہرو کی قیادت میں ایک عبوری حکومت تشکیل دی۔ فروری ۱۹۴۷ء میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ہندستان کا نیا وائسرائے مقرر کیا گیا۔ انھوں نے ہندستانی رہنماؤں سے مل کر ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو ختم کرنے کے لیے ہندستان کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی۔ جس کی تجویز مسلم لیگ کی طرف سے ۲۳/مارچ ۱۹۴۰ء کو رکھی گئی تھی۔ حالات کچھ اس طرح بدلے کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں ہی پارٹیوں کے رہنماؤں نے تقسیم کے منصوبے کو تسلیم کرلیا۔ جس کے نتیجے میں ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو ہندستان مکمل طریقے سے انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہو گیا۔

حالانکہ آزادی کی منظم لڑائی کانگریس نے ہی لڑی اور ملک کو آزاد کرانے کا سہرا کانگریس کے ہی سر ہے لیکن اپنے وطن عزیز کو آزاد کرانے کی تمنا ملک کے ہر فرد و بشر کے دل میں تھی۔ وہ اپنے ملک کی آزادی کے لیے قربان ہو جانے کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ ان جاں باز دلیروں نے ملک کے کونے کونے میں آزادی کی چنگاری کو جلائے رکھا۔ ایسے جاں باز دلیروں میں مدن لال ڈھینگرہ، خودیرام بوس، اشفاق اللہ، چندر شیکھر آزاد، رام پرساد بسمل، بھگت سنگھ، سکھدیو اور اودھم سنگھ جیسی ہستیاں شامل ہیں۔ اس سلسلے میں سبھاش چندر بوس کی قربانیوں کو بھی ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ جنھوں نے آزادی کے حصول کے لیے غیر ملکی مدد سے "انڈین نیشنل آرمی" نامی فوج کی تشکیل کی۔ مسلم رہنماؤں نے ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی سے لے کر ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء تک ملک کو انگریزوں کی قید سے آزاد کرانے کی خاطر موت کو گلے لگایا اور ہر سطح پر آزادی کے لیے قربانیاں دیں۔ بدرالدین طیب جی، رحمت اللہ سیانی، نواب سید محمد، سید حسن امام، حکیم اجمل خاں، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا حسرت موہانی، بیگم حضرت محل، بیگم زینت محل جیسے نام سرفہرست ہیں۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہندستان کو ہندو، مسلم، سکھ عیسائی نے مل کر آزاد کرایا ہے اور ہنستے ہنستے اپنی جانوں کی قربانیاں دی ہیں۔ اس لیے ہماری آزادی ان رہنماؤں اور لاکھوں شہیدوں کی دین ہے۔ اس کی بقا اور سالمیت کے لیے ہمیں کندھے سے کندھا ملا کر چلنا ہوگا تاکہ ہمارا ملک زیادہ بہتر طریقے سے ترقی کی راہوں پر گامزن رہے اور دنیا کے صف اول کے ممالک میں نمایاں طور پر اپنے وجود کا مظاہرہ کر سکے۔

مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

پارہ عم مع اردو، انگریزی ترجمہ و تشریح		45/-
سورۂ رحمٰن	مع اردو ترجمہ	6/-
صراط مستقیم		7/50
سورۂ رحمٰن (ترجمہ مع تشریح)		6/-
حضرت شیخ مخدوم علی فقیہہ مہائمی		4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9/-
نماز پڑھیے		4/50
السلام علیکم		7/50
حضرت یوسف علیہ السلام		4/50
حدیث کیا ہے		4/-
حضرت عمر فاروقؓ		6/-
نقوش سیرتؐ	حصہ اوّل	5/-
نقوش سیرتؐ	دوم	5/-
نقوش سیرتؐ	حصہ سوم	5/-
نقوش سیرتؐ	حصہ چہارم	5/-
نقوش سیرتؐ	حصہ پنجم	5/-
رسالہ دینیات	اوّل	3/-
رسالہ دینیات	دوم	4/-
رسالہ دینیات	سوم	5/-
رسالہ دینیات	چہارم	5/-
رسالہ دینیات	پنجم	6/-
رسالہ دینیات	ششم	6/-
رسالہ دینیات	ہفتم	6/-
رسالہ دینیات	ہشتم	6/-
حضرت آدم علیہ السلام		4/-
حضرت یحییٰ علیہ السلام		3/-
بزرگان دین		4/-

امت کی مائیں	[illegible]/50
خوب سیرتؐ اوّل	[illegible]/-
خوب سیرتؐ دوم	[illegible]/-
اچھی باتیں	[illegible]/50
رسولؐ اللہ کی صاحبزادیاں	4/50
سلطان حقؒ	4/50
سیرت پاک مختصر مختصر	3/-
کمسن صحابی	6/-
رحمان کا مہمان	6/-
اسلام کے جاں نثار	5/-
نور کے پھول	9/-
سب سے بڑے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	3/50
حضرت ابو بکر صدیقؓ	6/-
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	3/-
حضرت طلحہؓ	3/-
حضرت ابوذر غفاریؓ	3/-
حضرت سلمان فارسیؓ	3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	3/-
حضرت محبوب الٰہیؒ	3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ	3/-
حضرت فرید گنج شکرؒ	3/-
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	3/-
نیک بیٹیاں	3/50
حضرت نظام الدین اولیاءؒ	3/-
حضرت حمزہؓ	3/-
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	4/50
حضرت ابوہریرہؓ	4/-
اللہ کے صفی	2/50

ذ کا گھر	4/50
ذ کے خلیلؑ	3/50
سول پاکؐ کے اخلاق	4/-
ر آن پاک کیا ہے؟	5/-
سلام کے مشہور سپہ سالار اوّل	6/-
سلام کے مشہور سپہ سالار دوم	6/-
سلام کے مشہور امیر البحر	9/-
سلام کیسے پھیلا حصہ اوّل	7/50
سلام کیسے پھیلا حصہ دوم	7/50
سلام کیسے شروع ہوا	7/50
سول پاکؐ	7/50
س حقی	7/50
رکار کا دربار	7/50
چاریار	9/-
ں حضرتؐ	4/50
ارا دین حصہ اوّل	8/50
ارا دین حصہ دوم	8/50
مارا دین حصہ سوم	8/50
تحسین القرآن	(زیر طبع)
مساج القرآن	4/50
مہ اربعہ	(زیر طبع)
ارکان اسلام	4/-
عقائد اسلام	4/50
علمائے اربعہ	18/-
میوں کے قصے	7/50
مارے رسولؐ	7/50
مسلمان بیبیاں	6/-
مارے نبیؐ	4/-

سرکارؐ دو عالم	9/-
قاعدہ یسرنا القرآن (خورد)	3/-
قاعدہ یسرنا القرآن (کلاں)	6/-

سوانح

بچوں کے خواجہ الطاف حسین حالی	6/-
بچوں کے نظیر اکبر آبادی	6/-
بچوں کے "ظ" انصاری	6/-
بچوں کی آپا جان (گیرڈا فلپس)	6/-
بچوں کی شفیقہ فرحت	4/50
بچوں کے عابد علی خاں	4/-
بچوں کے علی سردار جعفری	4/-
بچوں کے یوسف ناظم	4/-
چارلی چیپلن اور کینتھ اینڈرسن	9/-
بچوں کے مولانا حسرت موہانی	4/-
بچوں کے میر امّن دلی والے	4/50
بچوں کے محمد حسین آزاد	4/-
بچوں کے مرزا غالب	4/-
بچوں کے رنگا رنگ خسروؒ	4/50
بچوں کے ڈپٹی نذیر احمد	4/-
بچوں کے سلطان جیؒ	4/50
بچوں کے مولانا شبلی نعمانی	4/50
بچوں کی صالحہ عابد حسین	4/-
بچوں کے ڈاکٹر سید عابد حسین	4/-
بچوں کے بابائے اردو مولوی عبدالحق	4/50
بچوں کے میرزا ادیب	4/50
بچوں کے غلام السیدین	5/-
بچوں کے اسمٰعیل میرٹھی	21/-
بچوں کے ذاکر صاحب	7/-

دلوا نہرو	6/-
اندرا گاندھی کی کہانی	6/-
محمد شفیع الدین نیر	7/50
ہمارے عظیم سائنس داں	9/-
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	9/-
مولانا آزاد کی کہانی	18/-
جوہر قابل	4/50
بچوں کے چار بزرگ دوست	3/50
گاندھی بابا کی کہانی	10/-
گاندھی جی دکھنی افریقہ میں	2/-
میر انیس	2/-
امیر خسروؔ	4/50

سائنس، طب اور عام معلومات

باتوں باتوں میں معلومات	10/-
کہانی بھی، معلومات بھی	6/-
چیزوں کی کہانی	7/50
یہ کیسا بخار ہے	6/-
آپ کا جسم	6/-
گندا پانی	4/-
کیوں اور کیسے؟	6/-
سائنس کی دنیا	8/-
کمپیوٹر کیا ہے	8/-
عجائب گھر	10/-
ذرے کی کہانی	21/-
علاج میرا دشمن	6/-
پرواز کی کہانی	4/50
غذا کی کہانی	3/-
رنگوں کی بستی	5/-

غذائیں دوائیں	/-
دلی کی چند تاریخی عمارتیں	/50
صحت کے ۹۹ نکتے	/-
صحت کی الف بے	/-
سنہرے اصول	/-
پرندوں سے جانوروں تک	/50
دلی	2/50
الوکھا عجائب خانہ (۳ حصے)	1/50
سماجی زندگی حصہ سوم	4/90
پیامی قواعد اردو طلبہ کے لیے	3/-
پیامی قواعد اردو (بڑا سائز)	6/-

نظمیں

پھلجھڑیاں	6/-
مولانا اسمٰعیل میرٹھی	21/-
تماشے (نرسری گیت باتصویر)	7/50
مہکتی کلیاں	(زیر طبع)
ٹوٹے کھلونے	6/50
سہانے ترانے	4/50
بچوں کے افسر	6/-
بچوں کے اقبال	7/50

ننھے منے بچوں کے لیے

تماشے	(باتصویر)	7/50
جاں نثار دوست	(باتصویر کہانیاں)	7/50
شیر اور بکری	(باتصویر کہانیاں)	9/-
چاند کی بیٹی	(باتصویر کہانیاں)	8/-
بھیڑیے کا گانا	(باتصویر کہانیاں)	7/50
جادو کی ہنڈیا	(باتصویر کہانیاں)	7/50

مکتبہ پیام تعلیم کی پیش کش

ایک نہایت دلچسپ خلائی سائنس ایڈونچر سیریز

(۱۲ حصّے) جسے اے حمید نے لکھا

سیّارہ اوٹان کا زمین پر حملہ

۱۔ خطرناک سگنل : سیارہ اوٹان کی خلائی مخلوق نسلِ انسانی کو ختم کرنے کے لیے زمین پر حملے کا منصوبہ بناتی ہے۔

۲۔ لاش چل پڑی : خلائی مخلوق کا زمین پر خطرناک مشن شروع ہو جاتا ہے۔

۳۔ کالا جنگل نیلی موت: عمران شیبا کی تلاش میں برازیل کے جنگلات میں پہنچ جاتا ہے۔

۴۔ خلائی سرنگ سے فرار: پُراسرار سانپ خلائی سرنگ کے ذریعے سے شیبا کو فرار کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

۵۔ وہ خلا میں بھٹک گئے: عمران شیبا کو خلائی کیپسول میں قید کر کے خلا میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۶۔ خلائی مخلوق بمبئی میں: خلائی عفریت عمران شیبا کے خلائی جہاز پر حملہ کر دیتی ہیں۔

۷۔ موت کی شعاعیں : عمران شیبا حیرت انگیز طریقے سے سکندر اعظم کے زمانے میں جا پہنچتے ہیں۔

۸۔ خطرناک فارمولا : زمین کی تباہی کے لیے خلائی مخلوق ایک خطرناک فارمولا ایجاد کرتی ہے

۹۔ تابوت سمندر میں : سمندر کی تہ میں خلائی مخلوق کی خوفناک سرگرمیاں

۱۰۔ خلائی مخلوق کا حملہ: خلائی قاتل مارگن نے جہاز، ریلوے اسٹیشن، اونچی اونچی عمارتوں کو مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا لیکن اچانک وہ ایک مسجد کے کنویں میں گر پڑا۔ نمازی کنویں کے پاس جاتے تو انھیں جھٹکے لگتے تھے۔ پھر کیا ہوا؟ یہ خونی داستان اس ناول میں پڑھیے۔

۱۱۔ عمران کی زندہ لاش: گارشاں نے پوری طاقت سے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔ اندر عمران اور شیبا کی لاشیں پڑی تھیں۔ کیا یہ دونوں پھر زندہ ہو گئے۔ اس کے لیے پورا ناول پڑھیے۔

۱۲۔ شہر پتھر بن گیا : ایک مکروہ قہقہے کے ساتھ مارگس نے سرخ بٹن دبایا اور سرخ بٹن سے نکلنے والی قاتل شعاعوں نے عورت، مرد، بچے بوڑھے، ہوائی جہاز، ٹرین، ٹیکسی اور موٹریں سب کو پتھر بنا دیا۔ آخر ان قاتل شعاعوں سے چھٹکارا کیسے ملا۔ یہ اس ناول کو پڑھ کر ہی معلوم ہوگا۔

○ خوبصورت تصویروں سے مزین ○ دیدہ زیب سرورق

ہر ناول کی قیمت : دس روپے۔ پورا سیٹ ۱۲۰/ روپے میں)

Regd.No DL-16013/98 AUGUST-98
Licence No. U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd with R N.I at No. 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.


پیام تعلیم
نئی دہلی ۲۵

بچوں کے لیے مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

قرآن پاک [illegible]		50/	اسلام کے جاں نثار		5/
صراط مستقیم		7/50	نور کے پھول		9/
[illegible]		6/	سب سے بڑے انسان رسول ﷺ		3/50
حضرت شیخ [illegible]		4/50	حضرت ابوبکر صدیق		6/
اسلامی [illegible]		9/	حضرت عبداللہ بن عمرؓ		3/
[illegible]		4/50	حضرت طلحہؓ		3/
اسلامی تعلیم		7/50	حضرت ابوذر غفاری		3/
حضرت یوسف علیہ السلام		4/50	حضرت سلمان فارسی		3/50
حدیث [illegible]		4/	حضرت عبداللہ بن عباسؓ		3/
حضرت عمر فاروق		6/	حضرت محبوب الٰہیؒ		3/50
خوش سیرت	(اول)	5/	حضرت معین الدین چشتی		3/
خوش سیرت	(حصہ دوم)	5/	حضرت [illegible] گنج شکر		3/
[illegible]	[illegible]	6	حضرت قطب الدین [illegible]		3/
[illegible]	[illegible]	5	[illegible]		3
[illegible]	[illegible]	5/	حضرت [illegible]		3/
رسالہ دینیات	(اول)	3/	حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ		3/
رسالہ دینیات	(دوم)	4/	حضرت ابوہریرہؓ		4/
رسالہ دینیات	(سوم)	5/	اللہ کے نبی		2/50
رسالہ دینیات	(چہارم)	5/	اللہ اکبر		4/50
رسالہ دینیات	(پنجم)	6/	اللہ کے خلیل		3/50
رسالہ دینیات	(ششم)	6/	رسول پاک کے اخلاق		4/
رسالہ دینیات	(ہفتم)	6	[illegible]		5/
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	(اول)	6/
[illegible]		4	[illegible]	[illegible]	6/
حضرت [illegible] علیہ السلام		3/	[illegible]		9/
[illegible]		4	[illegible]	(حصہ اول)	7/50
[illegible]		4/50	[illegible]	(حصہ دوم)	6/
خوب سیرت	(اول)	6/	[illegible]		7/50
خوب سیرت	(دوم)	6/	رسول پاکؐ		6/
اچھی باتیں		4/50	دین حق		7/50
رسول اللہ کی صاحبزادیاں		4/50	سرکار کا دربار		6/50
لمعات حق		4/50	چار یار		7/50
سیرت پاک مختصر		3/	آں حضرت	(اردو)	3/50
[illegible]		6/	حضرت محمدؐ	(سندھی)	/40
[illegible]		6	[illegible]		4 50

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

ستمبر ۱۹۹۸	جلد ۴۶	شمارہ ۹

فی پرچہ /6 روپے ــــ سالانہ /50 روپے
سرکاری اداروں سے ــــ /75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) /500 روپے

اڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر۔ 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اُردو بازار، دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں سے باتیں

لیجیے ستمبر کا پیام تعلیم حاضر ہے۔ یہ شمارہ بڑی عجلت میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اس لیے اس میں ایسی بہت سی چیزیں شائع ہونے سے رہ گئیں ہیں جو ہم شائع کرنا چاہتے تھے۔ شاید آپ کے علم میں ہو کہ ستمبر میں مکتبہ جامعہ کی بیلنس شیٹ تیار ہوتی ہے۔ سال بھر کا حساب کتاب ہوتا ہے۔ صبح سے رات تک کام ہوتا رہتا ہے تب جا کر بیلنس شیٹ تیار ہو پاتی ہے۔ اسی مصروفیت کی وجہ سے پیامی ادبی معموں کے نتائج، تصویری کہانی کا انتخاب پسندیدہ اشعار پر انعام کا اعلان بلکہ اور بھی کئی اہم چیزیں شائع ہونے سے رہ گئیں۔ ان کا اعلان انشا اللہ آئندہ ماہ کیا جائے گا۔

ہاں! ایک بات جو ہم بار بار کہتے ہیں کہ اپنے ہر کالم کے لیے علاحدہ صفحہ استعمال کیجیے ہر کالم کے آخر میں اپنا نام لکھیے، تحریر صاف اور ایک سطر چھوڑ کر ہو لیکن ہمارے بہت سے پیامی اس کا خیال نہیں رکھتے اس لیے ان کی نگارشات شائع نہیں کی جارہی ہیں اور نہ آئندہ شائع ہوں گی۔ اچھا اب باقی پھر، ڈھیر ساری دعائیں۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

عاصمہ گل عصمی

خدمتِ خلق

کرو خدمتِ خلق دل کھول کر
اگر چاہتے ہو بہشتوں میں گھر

عبادات ہیں سب اسی واسطے
کہ انسان انساں کی خدمت کرے

غرور و تکبر مٹاتی ہے یہ !
بشر ہم کو مخلص بناتی ہے یہ

کرو غم مصیبت کے ماروں کے دور
اگر بے بدل چاہتے ہو سُرور

سدا قلبِ انساں کرو شاداں
نوازے گا تم کو خدا مہرباں

ضعیفوں کا بیواؤں کا ہو خیال
مٹا دو غریبوں کا رنج و ملال

یہی ہے جہاں میں حقیقت خوشی
مٹاتی ہے یہ دہر سے ہر غمی

یتیموں کا خود کو نگہباں کرو
اپاہج کی روزی کا ساماں کرو

بُرا ہے جو یاں، خلق آزار ہے
خدا ایسے انسان سے بیزار ہے

کہیں ہسپتالوں کا اجرا کرو
کہیں درس گاہیں مہیا کرو

سکوں دل کا ایثار و خدمت میں ہے
اور ایثار داخل عبادت میں ہے

کہیں پل بنیں اور لگیں نل کہیں
رہے کوئی غم گیں نہ کوئی حزیں

دلوں کی شفا خدمتِ خلق ہے
خدا کی رضا خدمتِ خلق ہے

جو ناخواندہ ہیں ان کو تعلیم دو
جو بے عقل ہیں ان کو تفہیم دو

کرو خدمتِ خلق شام و سحر
بھلائی پہ انساں کی رکھو نظر

ہمیشہ کرو خیر کا اہتمام
کہ قائم ہے اس پر جہاں کا نظام

جو انسان اوروں کے کام آگیا
وہ خیر و فلاح جہاں پا گیا

سنو بات عصمی کی تم غور سے
کرو خدمتِ خلق ہر طور سے

ڈاکٹر سید حامد حسین
۵۔ سلور لائن اپارٹمنٹس
اے سیکٹر (بی ڈی اے) کوہ فضا۔ بھوپال

مجڑواں لفظ

(اقلیت۔ اکثریت۔ کسرت۔ نفس)

ہم کالج سے گھر پہنچے تو دیکھا کہ محلے کے لڑکوں میں عجیب ہلچل ہے۔ پوچھا تو پتا چلا کہ پڑوس میں دادا لغت جن کی عمر بھی کوئی اسی برس کی ہوگی، دولھا بنے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ دادا پانچویں شادی کر رہے ہیں۔ کسی کا کہنا تھا کہ تیسری۔ دادی جو تیس سال پہلے حج کے سفر میں گم ہو گئی تھیں، وہ مل گئی ہیں۔ کسی کا خیال تھا کہ ٹی وی والے دادا کا انٹرویو لینے آنے والے ہیں۔ ٹی وی کا نام سن کر ہمارے بھی کان کھڑے ہوئے۔ سوچا کہ دادا کے یہاں پہنچ کر پتا چلائیں کہ کیا معاملہ ہے۔ اگر سچ مچ ٹی وی والے آرہے ہیں تو ہو سکتا ہے دادا کے ساتھ کہیں ہماری بھی تصویر آجائے۔

دادا کے کمرے میں پہنچے تو دیکھا کہ سب کچھ بدلا ہوا ہے۔ چوکی، چادریں، کھڑکی کے پردے، یہاں تک کہ دادا کی صورت بھی۔ دادا اپنی چوکی پر گاؤ تکیے سے ٹکے، پرانے کخواب کی جگ مگ کرتی شیروانی، ایک پانو چوکی کے اوپر موڑے اور دوسرا چوکی سے لٹکائے ہوئے جیسے انگریزی کا "چار" بنا رہے ہوں۔ لگتا تھا کہ بس ان کا فوٹو کھنچنے ہی والا ہے۔ پیروں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ دادا ایک جوتے کی نوک کو اپنی چھڑی سے اس طرح دبائے ہوئے بیٹھے تھے کہ ذرا سی ڈھیل دی تو جوتا سٹ سے اڑ جائے گا۔ دراصل انھوں نے صندوق میں سے نکال کر وہ سلیم شاہی جوتا پہن لیا تھا جو انھوں نے شاید اپنی دوسری شادی کے وقت بنوایا تھا۔ اب حال یہ تھا کہ جوتا سوکھ کر کٹورا بن گیا تھا۔ دادا کے چہرے پر نظر ڈالی تو اور بھی زیادہ حیرانی ہوئی۔ دادا کی پیشانی پر دو بڑی بڑی کالی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔

اب تو ہم سے نہ رہا گیا اور دادا سے پوچھ ہی لیا کہ یہ کیا ہوا۔ دادا نے پہلے تو ہمیں دھتکارا کہ جب آتا ہے کوئی نہ کوئی چھیڑ خانی کرتا ہے۔ لیکن جب پیشانی کو چھو کر انگلیوں کو دیکھا تو کالے نشان دیکھ کر چونک پڑے اور لپک کر آئینے کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ پھر تو لاحول پڑھنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تو تین منٹ سے پہلے نہ رکا۔ ہوا یہ تھا کہ دادا نے عینک اتارے بغیر سرمہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے سرمے کے نشان بجائے آنکھوں کے پیشانی پر لگ گئے۔

ہم نے ڈرتے ڈرتے دادا سے پوچھا کہ ٹی وی والے کب آئیں گے۔ اب تو دادا برس ہی پڑے۔ تم سمجھتے ہو کہ یہاں کوئی تماشا ہو رہا ہے۔ میں تمھیں جو کر لگتا ہوں۔ لگا دو ٹکٹ۔ بلالاؤ محلے والوں کو کہ بڑھاپا گل ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ ان کی چھڑی ان کے جوتے کی نوک سے اٹھ کر اِدھر اُدھر گھومنے لگے، ہم نے ان کی چھڑی تھام، ان سے چوکی پر آکر بیٹھنے کو کہا۔ پیچھے پلٹے تو دیکھا کہ دادا ایک پیر میں چمڑے کی پایل پہنے ہوئے ہیں۔ ہوا یہ تھا کہ جیسے ہی انھوں نے جوتے پر سے چھڑی اٹھائی تھی، اس کا تلا زمین پر رہ گیا تھا اور اوپر کا گھر ان کے پیر میں۔ پتا نہیں یہ ٹوٹا ہوا جوتا کب سے دادا کے صندوق میں پڑا تھا اور اس کی مرمت بھی نہیں ہوئی تھیں۔

ٹی وی کے معاملے پر ہم نے دادا کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے تو یہ سنا تھا کہ وہ آپ کا انٹرویو لینے آ رہے ہیں۔ وہ لوگ اکثر بزرگوں پر بھی پروگرام بناتے ہیں اور ان سے ان کے زمانے کی، ان کے تجربوں کی باتیں سنتے ہیں۔ پھر آپ تو لوگوں کو لفظوں کے بارے میں بڑی دلچسپ باتیں بتاتے ہیں۔ یہ سن کر دادا کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا۔ بولے: اسی انٹرویو کے چکر نے تو انھیں صبح سے پاگل بنا رکھا ہے۔ بات یہ تھی کہ ٹی وی والے تو نہیں، کسی یونیورسٹی کے کوئی پروفیسر صاحب ان کا انٹرویو لینے آئے تھے۔ پروفیسر کا نام سن کر دادا بڑے رعب میں آگئے تھے۔ لیکن جب وہ آئے تو دادا نے بتایا کہ ان پروفیسر صاحب کی حالت ایسی تھی کہ شاید اب بھی وہ دوسروں کی نظر بچا کر انگوٹھا چوستے ہوں اور ان کی باتیں تو، دادا کا کہنا تھا کہ وہ ماشاء اللہ ایسی تھیں کہ جیسے ابھی لوگ بولتے بولتے ان کے ہجے پوچھنے لگیں گے۔

"جیسے؟" ہم نے پوچھا۔

"جیسے کیا؟" ان کی تو ہر بات نرالی تھی۔ بیٹھتے ہی سیاست چھیڑ دی۔ کہنے لگے آج

کل اقلیتوں (اق۔لی۔توں) کی تعلیمی حالت بہت خراب ہے۔"

بات ہماری سمجھ میں نہ آئی تو ہم نے داوا سے پوچھا "کیا بہت خراب ہے۔"

داوا لگتا تھا کہ پھر چوھ گئے: "اقلیتوں" (ا۔قل۔لی۔توں) کی تعلیمی حالت۔ سمجھے"۔

ہم نے بھی منہ بنا کر ان سے کہا "کیسے سمجھیں گے۔ آپ بھی کبھی کچھ بولتے ہیں اور کبھی کچھ۔ پہلے آپ نے کہا اق۔لی۔توں۔ اور اب کہہ رہے ہیں۔ ا۔قل۔لی۔توں۔ ہماری عقل (ع۔قل) میں تو دونوں میں سے ایک بھی لفظ نہیں آیا"۔

"کیسے آئے گا" وہ بولے "جب عقل (عَق۔ل) ہو گی تب ہی تو سمجھ میں آئے گا"۔

"داوا آپ بھی غضب کرتے ہیں" ہم نے شکایت کی "اب آپ ہماری طرف پلٹ پڑے۔ پروفیسر صاحب کی بات تو بتایئے"۔

"ارے عقل (عق۔ل) کے دشمن۔ اگر تم نے لفظوں کو کان کھول کر نہیں سنا اور نظر جما کر نہیں پڑھا تو تمہارا حشر بھی ان پروفیسر صاحب جیسا ہو گا۔"

"اب آپ کچھ بتائیں گے بھی کہ پروفیسر صاحب سے کیا قصور ہوا"۔ ہم نے پوچھا۔

"معاملہ لفظ اقلیت (اَقل۔لی۔یت) کا ہے اُسے اق۔لی۔یت پڑھنا یا بولنا غلط ہے"۔

"لیکن یہ لفظ ہوتا کیا ہے'۔ ہم نے دریافت کیا۔

'لاحول ولا قوۃ۔ کس جاہل نسل سے واسطہ پڑا ہے۔ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ دن دیکھنے ہوں گے"۔ وہ بگڑ کر بولے۔

"داوا۔ یہ تو آپ کی زیادتی ہے"۔ ہم نے کہا" آپ کو موقع ملا نہیں کہ آپ ہم لوگوں کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ جو بات ہم نہیں جانتے وہ ہم اپنے آپ کیسے جان لیں گے۔ آپ بتایئے تو ہمیں پتا بھی چلے"۔

"دیکھو بھائی اقلیت (اَقل۔لی۔یت) اسے کہتے ہیں جو تعداد میں کم ہو۔ تم نے قلیل کا لفظ پڑھا ہے۔"

"جی ہاں۔ تھوڑا یا کم۔"

"ہاں قلیل، کم اور اقل ہو (ا۔قل) بہت کم۔ قِلت، تم جانتے ہو۔"

"جی ہاں۔ کمی، جیسے پانی کی قلت، گیہوں کی قلت۔ آج کل چھوٹے سکوں کی قلت۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس اقل سے عقل سمجھ سے کوئی تعلق نہیں"۔

"ٹھیک" دادا بولے۔ "اقل (ا۔قلّ) اور عقل (عَق۔ل) دونوں الگ الگ لفظ ہیں۔ قلیل سے جو اقل بنانا ہے، اس کے شروع میں الف آتا ہے۔ قاف پر زیر ہوتا ہے اور یاد رکھو لام پر تشدید ہوتی ہے۔ سمجھ کے معنی میں جو لفظ "عقل" (عق۔ل) بولتے ہیں، اسے عین سے شروع کرتے ہیں اور عین کو قاف سے ملا کر عق پڑھتے ہیں اور اس میں لام جوڑ دیتے ہیں"۔

"جیسے عقل مند (عق۔ل مند)؟" ہم نے کہا۔

"ہاں عقل مند کو عاقل بھی کہتے ہیں اور عربی میں عاقل کی ایک جمع عقلا (عُ۔ق۔لا) بھی آتی ہے۔ جو بات عقل میں آنے والی ہو، سمجھ کے اعتبار سے مناسب اور درست ہو اسے معقول کہتے ہیں۔ ہاں اس عقل (عق۔ل) سے بھی ایک لفظ عقلیت (عق۔لی۔یت) بنتا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے عقل سے کام لینا، سمجھ کو بنیادی اہمیت دینا"۔

"لیکن یہ کم تعداد والی اقلیت (اق۔لی۔یت) کے لفظ کی آج کل ضرورت کیا پڑ گئی" ہم نے پوچھا۔

"تم پھر غلطی کر رہے ہو۔ یہ اقلیت (ا۔قل۔لی۔یت) ہے۔ سمجھے۔ آج کل اس لفظ کو لوگوں کی تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے استعمال کرتے ہیں۔ جو لوگ آبادی میں زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں انھیں اکثریت میں گنتے ہیں اور جو تعداد میں کم ہوتے ہیں انھیں اقلیت میں شمار کیا جاتا ہے۔ جیسے ہندستان کے بہت سے حصوں میں مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں اور پارسیوں کی تعداد دوسروں سے کم ہے تو انھیں، اقلیتیں کہا جاتا ہے۔ لیکن کشمیر میں ہندو آبادی کم ہے تو وہاں ہندوؤں کی گنتی اقلیت میں ہوتی ہے۔"

"ابھی آپ نے ایک لفظ اکثریت بولا۔ کیا یہ کثرت سے بنا ہے"۔ ہم نے دریافت کیا۔

"ہاں۔ اکثریت یعنی جو کثرت میں ہو، جو زیادہ ہو۔ ایک اور لفظ ہے کثیر، یعنی زیادہ۔ جیسے وہاں کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے یعنی وہاں بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ یا جو چیز بہت استعمال میں ہو اسے کثیر الاستعمال کہتے ہیں۔ جس شخص کی بہت اولاد ہو، اسے کثیر الاولاد کہتے ہیں۔ جمہوریت میں کثرت رائے سے فیصلے کیے جاتے ہیں، یعنی جس بات

کی زیادہ تعداد میں لوگ حمایت کریں اس کو صحیح مانتے ہوئے فیصلہ ہوتا ہے"۔

"تو وہ جو لوگ کسرت کرتے ہیں، اس کا اس کثرت سے کوئی تعلق نہیں"۔

"بالکل نہیں۔ ورزش کے معنی میں جو لفظ استعمال کرتے ہیں اسے، سین سے لکھتے ہیں اور زیادتی والا لفظ ثے سے لکھا جاتا ہے۔" دادا نے سمجھایا۔

"لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ کسی نے کسر نہ چھوڑی تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ اس نے ذرا سی کمی نہ کی، تو یہاں تو مطلب کثرت یعنی زیادتی سے بالکل الٹا ہو گیا۔ تم نے ایک اور سوال کیا۔

یہ بات ٹھیک ہے" دادا بولے "لیکن اس کسر کا کثرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دراصل کسر (کس۔ر) ایک الگ لفظ ہے جس کا مطلب ہوتا ہے ٹوٹنا۔ ٹوٹے پھوٹے۔ اس سے ٹکڑے، حصے کے معنی بھی لیے جاتے ہیں۔ حساب میں جن سوالوں میں بٹے ہوتے ہیں انھیں بھی کسر (کس۔ر) کے سوال کہتے ہیں کیونکہ ان میں پورے عددوں کے ٹکڑے جیسے ایک بٹا چار یعنی چار برابر ٹکڑوں میں سے ایک یا تین بٹا آٹھ یعنی آٹھ حصوں میں سے تین جیسے حصے بھی شامل ہوتے ہیں۔ اچھا، بتاؤ کسر شان (کس۔ر۔شان) ہونا کیا ہوتا ہے"۔

"شان کو توڑ دینا" ہم نے جواب دیا۔

"شان کو توڑنے کا یہاں مطلب ہے شان کے خلاف۔ یعنی کوئی ایسی بات جس سے کسی شخص کی عزت میں فرق آجائے جیسے کوئی عزت دار آدمی کسی کا پیسہ لے کر نہ لوٹائے۔"

"اچھا دادا کسر نفسی کیا ہوتی ہے" ہم نے پوچھا۔

"پہلے تو یہ سمجھ لو کہ نون۔ فے۔ سین' سے بھی دو لفظ بنتے ہیں۔ ایک میں فے پر زیر ہوتا ہے یعنی نفِس (ن۔فِس)۔ اس کا مطلب ہوتا ہے سانس اور دوسرے لفظ میں فے ساکن ہوتا ہے یعنی نفس (نف۔س)۔ اس کا مطلب ہوتا ہے جان۔ جیسے کبھی کبھی ہم نفس مضمون کے بارے میں پوچھتے ہیں یعنی بات کی جان، بات کی اصل، منشا، اصل مدعا۔ نفس (نف۔س) سے ذات اور شخصیت کا مطلب بھی لیتے ہیں جیسے۔ نیک نفس (نف۔س) ہم نیک مزاج کہتے ہیں۔ اسی نفس (نف۔س) سے نفسیات کے علم کی بات ہوتی ہے جس کے تحت ہم یہ غور کرتے ہیں کہ لوگوں کی دماغی حالت کیسی ہے یا ان کے دماغ میں کس قسم کے خیالات آتے ہیں اور وہ کس چیز کو پسند کرتے یا اس سے ڈرتے ہیں"۔

"لیکن دادا، ہم نے تو کسر نفسی کی بات پوچھی تھی اور آپ تو کہاں سے کہاں پہنچ گئے" ہم نے شکایت کرتے ہوئے کہا۔

"پھر دکھایا تم نے اپنا اتاولا پن" دادا نے ڈانٹا۔ "صبر رکھنا بھی سیکھو۔ تمھاری بات پر ہی تو آرہے ہیں۔ آدمی ادھوری بات سن کر چل کھڑے ہوتے ہو اور پھر گرتے ہو منہ کے بل۔ اصل بات یہ ہے کہ نفس (نف۔ س) کا مطلب تو ذات کا سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ بات اچھی نہیں سمجھی جاتی کہ کوئی اپنی ہی ذات کو سب سے اونچا سمجھے، اپنی اپنی بات ہی کرتا رہے، اور اپنی ہر قسم کی، یہاں تک کہ گھٹیا سے گھٹیا تک خواہشوں کو پورا کرنے میں لگا رہے۔ ایسے آدمی کو لوگ مغرور اور گھمنڈی سمجھتے ہیں اور اس کے عمل کو اخلاق سے گرا ہوا مانتے ہیں۔ اسے نفس (نف۔ س) پرست یعنی اپنی ذات کا پوجا کرنے والا کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے نفس (نف۔ س) کو قابو میں رکھنا، اپنے نفس کو کچلنا یا اپنے نفس کو مارنا اچھی صفت مانی جاتی ہے۔ کسر نفسی کے معنی بھی نفس کا توڑنا ہوتے ہیں اور کسر نفسی سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ اپنی ذات کو بڑھا چڑھا کر پیش نہ کیا جائے۔ اس طرح جو غرور نہیں کرتا بلکہ اپنے کو بہت کم معمولی اور حقیر بنا کر پیش کرتا ہے، اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ انکساری سے کام لے رہا ہے اور وہ منکسر المزاج (مُن۔ کَ۔ سِ۔ رُل۔ مِ زاج) ہے"۔

"تو پھر دادا جب یہ سارے لفظ کسر (کس۔ ر) سے نکلے ہیں تو کسر نہ چھوڑنا۔ کسر اٹھانہ رکھنا، کسر رہ جانا۔ کسر پڑنا میں بھی کسر (کَ۔ سَر) پڑھنا غلط ہے"۔ ہم نے پوچھا۔

'ارے بھئی یہ محاورے ہیں۔ محاوروں کا جیسا چلن پڑ جاتا ہے وہ ویسے ہی چلتے ہیں۔ ان میں ہم تبدیلی نہیں کرتے۔ اس لیے ان محاوروں میں ہم کسر (کَ۔ سَر) میں بولیں گے۔

"دادا آپ نے تو کسر کی بھی کسر نہ چھوڑی۔ لیکن دادا میرے دل میں ایک خیال آیا۔ مگر آپ پانچ منٹ بس یونہی بیٹھے رہیے گا۔ میں گیا اور آیا۔"

"ارے شیطان کہاں جارہا ہے"۔ دادا نے اونچی آواز میں پکارتے ہوئے کہا۔

"نکڑ والے فوٹو گرافر کو بلانے۔ اس پوشاک میں آپ کی ایک آدھ تصویر تو کھنچوالیں۔ یادگار رہے گی"۔

"ارے ٹھہر۔ پاجی۔۔۔۔۔۔"

نظم پارہ نظمی

پانی کا بُلبُلہ

خرم باغ میں پانی اور صابن سے بلبلے بنا رہا تھا کہ ایک بہت بڑا بُلبُلہ بن گیا اور اُونچا اڑنے لگا۔ خرم نے اسے پھونکیں ماریں۔ بلبلہ اونچا اڑنے لگا۔ اب تو خرم کو اس میں مزہ آنے لگا۔ وہ پھونکیں مارتا جاتا اور بُلبلہ آگے بڑھتا جاتا۔ دوسرے بچوں نے جب اس کو دیکھا تو وہ بھی بلبلے کے پیچھے بھاگنے لگے۔ سب بُلبُلے کو پھونکیں مارتے جاتے تھے اور بھاگتے جاتے تھے۔ جب بڑوں نے دیکھا کہ اتنے سارے بچے بھاگ رہے ہیں تو وہ بھی اس کھیل میں شریک ہوگئے۔ یہ بُلبلا گلیوں، سڑکوں اور بازاروں سے گزرتا چلا جاتا تھا۔ ایک جگہ دو بوڑھے کھڑے ہوئے تھے انھوں جو یہ منظر دیکھا تو وہ بھی اس بلبلے کے پیچھے ہو لیے۔ بچوں کے ساتھ بوڑھوں کو شریک دیکھ کر لوگ ہنسی لوٹ پوٹ ہوئے جاتے تھے۔ ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی فکر میں تھا۔ اُڑتے اُڑتے یہ بُلبلہ ایک کھیل کے میدان میں پہنچا۔ وہاں سے بھی بہت سے بچے بلبلے کے سفر میں شریک ہوگئے۔ کچھ آگے آگئے اور کچھ پیچھے رہ گئے۔ کچھ لوگوں نے ہمت ہی نہ کی اور کچھ لوگوں نے اپنے حال میں

تنویر پھول

پیام اخوت

جہاں سے تعصب مٹاتے چلو تم
اخوت کا نغمہ سناتے چلو تم
کدورت کی ظلمت کرو دور یکسر
چراغ محبت جلاتے رہو تم
سکھا دو مروت سے رہنا سبھی کو
لڑائی کی بنیاد ڈھاتے چلو تم
کھلیں جن کی شاخوں پہ گلہائے الفت
چمن میں وہ پودے اگاتے چلو تم
یہی پھول کہتا ہے کہ اب ساتھیوں سے
یہ پیغام سب کو سناتے چلو تم

خوش رہتے ہوئے اسے محض ایک تماشا سمجھا اور وہ دلچسپی سے اس عجیب و غریب دوڑ کو دیکھنے لگے۔ اب تو لوگوں نے دعوے بھی کرنے شروع کر دیے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ یہ بلبلہ مجھ سے پھوٹے گا، کوئی کہتا تھا مجھ سے۔ بہت سے لوگوں نے ان کا مزاق بھی اُڑایا، مگر یہ لوگ کسی کی پروا کیے بغیر اندھا دُھند بھاگے جا رہے تھے۔ ڈھیروں پھونکوں کی وجہ سے بلبلہ اور اونچا اُڑنے لگا تھا۔ بہت سے لوگوں نے تو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو اس بلبلے کو اپنے ہاتھ سے پھوڑے گا اس کو انعام بھی دیا جائے گا۔ اب تو تھکنے کے باوجود ہر شخص اس بلبلے کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر کسی کا ہاتھ اس تک پہنچ نہیں پا رہا تھا۔ خرم اس دوڑ میں اپنے دوستوں کو بھی بھول گیا جو کھیل کے میدان میں اس کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ خرم نے انھیں دھکا دے کر پیچھے کرنا چاہا مگر ماجد اور راشد جو اس کے گہرے دوست تھے وہ دونوں خرم کے دھکے سے گرے ضرور، مگر پھر سنبھل گئے اور دوڑنے لگے۔ اب تو ہوائیں بھی بلبلے کو اونچا اُڑا رہی تھیں۔ وہ کتنا چمک دار اور خوب صورت دکھائی دے رہا تھا۔ شام کے گہرے سائے میں جب سورج واپسی کی تیاری کر رہا تھا اس کے ساتوں رنگ اس بلبلے میں جمع ہو گئے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی چھوٹی سی نہر میں دھنک اتر آئی ہو۔ یہ بلبلہ انھیں ایک منزل کی طرف لے جا رہا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے، لڑ رہے تھے۔ آخر میں یہ بلبلہ ایک جنگل میں جا کر پھوٹ گیا۔ سب ہاتھ ملتے رہ گئے۔ اس دوڑ میں انھوں نے یہ بھی نہ سوچا تھا کہ وہ واپس کس طرح جائیں گے۔ خرم بھی پریشان تھا۔ اس نے جوش میں آکر اپنے دوستوں سے بھی تو لڑائی کر لی تھی۔ اب تو واپسی ممکن ہی نہ تھی۔

وہ بہت اُلجھن میں تھا کہ ایک تیز آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ کیا یہ سب خواب تھا؟ بھلا ایک بلبلہ حقیقت میں اس طرح اُڑ کر لوگوں کو اپنے پیچھے کس طرح بھگا سکتا ہے؟ لیکن اس خواب سے یہ نصیحت ہو گئی تھی کہ کسی ایسی چیز کے پیچھے اندھا دھند نہیں دوڑنا چاہیے جو فانی ہو۔ یہ دنیا اور یہ دولت سب فانی ہی تو ہے اور عقل مند اور صابر و شاکر لوگ محض اسے تماشا ہی سمجھتے ہیں۔ ایسی چیز کے پیچھے کیا بھاگنا جو فنا ہو جانے والی ہو۔ پانی کا بلبلہ کتنی دیر کا ہوتا ہے اس سے کیا دل لگانا!

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

سلطان کا خواب

حضرت نظام الدینؒ اولیا بیان فرماتے ہیں کہ سلطان شمس الدین التمش کے دل میں یہ شوق تھا کہ دہلی کے قریب ایک ایسا حوض بنواؤں جس سے دہلی کے لوگ، جو پانی کی قلت سے پریشان ہیں، آرام پائیں اور پانی ان کو ملنے لگے۔ اتفاقاً سلطان نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ گھوڑے پر سوار کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں۔ شمس الدین اگر تو حوض بنانا چاہتا ہے تو اِس جگہ حوض بنا جہاں میں کھڑا ہوں۔ شمس الدین التمش بہت خوش ہوا کہ خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے حوض بنانے کی جگہ تجویز فرمادی۔

جب وہ نیند سے جاگا تو اس نے اس جگہ کو، جو خواب میں نظر آئی تھی اور جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی، خوب ذہن نشین کر لیا تاکہ بھول نہ جائے۔ پھر خواجہ بختیار کاکیؒ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بشارت دی ہے اس لیے آپ کے پاس حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ خواجہ صاحب کو کشف کے ذریعہ اس جگہ کا پہلے ہی علم ہو گیا تھا۔ آپ نے جواباً کہلا دیا کہ وہ جگہ جو رسالت پناہ نے آپ کو تالاب کے لیے بتائی ہے، مجھے پہلے ہی معلوم ہے۔ میں اسی جگہ جارہا ہوں۔ آپ بھی فوراً وہیں آجائیے۔

بادشاہ نے خواجہ کا جواب سنا تو گھوڑے پر بیٹھ کر فوراً اس جگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں جاکر اس نے دیکھا تو خواجہ صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سلطان نے آگے بڑھ کر ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اس مقام کی زیارت کی۔ یہ بھی سنا ہے کہ اس جگہ حضور سرورِ کائناتؐ کے گھوڑے کے قدم کا ایک نشان بنا ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نشان سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ سلطان نے اس مقام پر ایک گنبد تعمیر کرادیا۔ اور ایک حوض بھی بنوادیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ چشمہ اب بھی جاری ہے اور قرب وجوار کے لوگ اس کا پانی پیتے ہیں۔

حضرت امیر خسروؒ دہلوی نے اپنی مثنوی قران السعدین میں اس چشمے کی تعریف کی

ہے۔ دہلی کے اکثر اولیاء اللہ خصوصاً حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اس حوض کے کنارے خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت بختیار کاکیؒ اس مسجد میں، جو اس حوض کے قریب اور لنگر شمس الدین التمش کے پہلو میں ہے، بیٹھے ہوئے تھے اور شیخ حمید الدین ناگوریؒ شیخ محمود موئینہ دوز، شیخ بدر الدین غزنوی اور تاج الدین منور بھی موجود تھے کہ ایک آدمی بدن پر خاک ملے ہوئے اور چہرے پر نقاب ڈالے اونٹ پر سوار حوض کے کنارے آیا۔ اونٹ سے اتر کر اس نے کپڑے اتارے اور حوض میں داخل ہو گیا۔ غسل کیا پھر باہر آکر دو رکعت نماز نفل ادا کی اور مسجد کی طرف جاکر آواز دی۔ تاج الدین منور، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو میرا سلام پہنچا دو اور کہو کہ ابو سعید دمشقی، جو آپ کا نیاز مند ہے، حاضر ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے جیسے ہی ابو سعید دمشقی کا نام سنا، فوراً اپنے درویش ساتھیوں کو لے کر ان کی ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے۔ مگر جب اس جگہ پہنچے تو کوئی بھی نظر نہ آیا۔ سوچا کہ شاید غیب سے کوئی آیا تھا!

ناصری شاعر

ایک شاعر، جس کا تخلص ناصری تھا، ماوراء النہر سے دہلی آیا، خواجہ قطب الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ میں نے سلطان شمس الدین کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے، آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دعا فرمائی اور اس سے کہا کہ جا اللہ کا حکم ہے کہ تو خوب انعام پائے گا۔ آخر ناصری نے سلطان التمش کے دربار میں جاکر وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا جس کا مطلع تھا۔

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ
تیغ تو مال و فیل ز کفار خواستہ

مطلب یہ ہے کہ فتنہ تیری دہشت سے سر نہیں اٹھاتا اور تیری تلوار کافروں سے غنیمت میں مال اور ہاتھی وصول کرتی ہے۔

سلطان اس وقت کسی اور سے بات کر رہا تھا۔ ناصری نے سوچا کہ شاید بادشاہ نے سنا نہیں۔ اس نے اپنے خیال میں خواجہ بختیار کاکیؒ سے مدد چاہی تو ذرا اس کی ہمت بندھ گئی۔ ادھر بادشاہ بھی ناصری کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہا۔

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ
تیغ تو مال و فیل ز کفار خواستہ

ناصری حیران رہ گیا کہ بادشاہ تو ادھر مصروف تھا اور میں نے مطلع صرف ایک بار پڑھا ہے، پھر بھی وہ اس کو یاد ہے۔ اس نے خوش ہو کر پورا قصیدہ سنایا تو بادشاہ نے کہا۔ ایک بار اور پڑھو۔ ناصری نے دوبارہ پڑھا تو بادشاہ نے پوچھا کہ اس میں کتنے شعر ہیں۔ ناصری نے عرض کیا کہ ترپن شعر ہیں۔ اس پر سلطان نے حکم دیا کہ ترپن ہزار سکہ چاندی ناصری کو عطا کی جائے۔ ناصری یہ تمام چاندی لے کر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ انعام آپ کی دعا کی برکت سے ملا ہے۔ میری استدعا ہے کہ یہ سب مال آپ لے لیں اور اگر سب نہ لیں تو اس میں سے آدھا غریبوں کو تقسیم کردیں۔ خواجہ صاحب نے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ یہ سب تجھ کو عطا ہوا ہے۔ ناصری نے بے حد کوشش کی مگر خواجہ صاحب نہیں مانے۔ آخر وہ تمام چاندی لاد کر اپنے گھر لے گیا۔ (جاری)

مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

پارہ عم ناظرہ، انگریزی ترجمہ و تشریح		45/-	رسالہ دینیات	اوّل	3/-	سلطان حق	4/50
سورۂ رحمٰن مع اردو ترجمہ		6/-	رسالہ دینیات	دوم	4/-	سیرت پاک مختصر	3/-
صراط مستقیم		7/50	رسالہ دینیات	سوم	5/-	کمسن صحابی	6/-
سورۂ رحمان (ترجمہ مع تشریح)		6/-	رسالہ دینیات	چہارم	5/-	رحمان کا مہمان	8/-
حضرت شیخ مخدوم علی فقیہہ مہائمی		4/50	رسالہ دینیات	پنجم	6/-	اسلام کے جاں نثار	5/-
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9/-	رسالہ دینیات	ششم	6/-	نور کے پھول	9/-
نماز پڑھیے		4/50	رسالہ دینیات	ہفتم	6/-	سب سے بڑے انسان رسولؐ اللہ	3/50
السلام علیکم		7/50	رسالہ دینیات	ہشتم	6/-	حضرت ابو بکر صدیقؓ	6/-
حضرت یوسف علیہ السلام		4/50	حضرت آدم علیہ السلام		4/-	حضرت عبداللہ بن عمرؓ	3/-
حدیث کیا ہے		4/-	حضرت یحییٰ علیہ السلام		3/-	حضرت طلحہؓ	3/-
حضرت عمر فاروقؓ		6/-	بزرگان دین		4/-	حضرت ابوذر غفاریؓ	3/-
نقوش سیرتؐ	حصہ اوّل	5/-	امت کی مائیں		1/50	حضرت سلمان فارسیؓ	3/50
نقوش سیرتؐ	دوم	5/-	خوب سیرتؐ	اوّل	6/-	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	3/-
نقوش سیرتؐ	سوم	5/-	خوب سیرتؐ	دوم	8/-	حضرت محبوب الٰہیؒ	3/50
نقوش سیرتؐ	چہارم	5/-	اچھی باتیں		4/50	حضرت معین الدین چشتیؒ	3/-
نقوش سیرتؐ	پنجم	5/-	رسولؐ اللہ کی صاحبزادیاں		1/50	حضرت فرید گنج شکرؒ	3/-

منظر مظفرپوری
پیغمبرپور، کلہوا، مظفرپور۔ ۳

ڈولی اور عظمت

عظمت ۶ برس کی پیاری سی لڑکی تھی۔ اس کے پاس ڈولی نامی ایک خوبصورت سی گڑیا تھی، جسے وہ بے حد پیار کرتی تھی۔ اس کے بغیر اس کا کہیں دل نہیں لگتا تھا۔ کبھی کسی وجہ سے ڈولی کہیں گم ہو جاتی تو عظمت رو رو کر گھر آنگن ایک کر دیتی۔ وہ تبھی دم لیتی، جب ڈولی مل جاتی۔ سارا دن اسی کے ساتھ کھیل کود کر گزار دیتی۔ وقت پر کھانا تک نہیں کھاتی۔ کبھی کبھی تو دیر رات گئے ڈولی کے ساتھ ہنستی بولتی رہتی، 'تم کتنی اچھی ہو ڈولی۔ تمھارا گڈا بھی تمھاری ہی طرح خوبصورت ہوگا۔ بوئی آپی کا گڈا بہت پیارا ہے۔ دیکھنا، میں اسی کے ساتھ تمھارا بیاہ رچاؤں گی۔

ڈولی سے عظمت کی بے انتہا محبت دیکھ کر امی ابو خوش تو ہوتے ہی تھے مگر یہ سوچ کر فکر مند بھی رہنے لگے تھے کہ ڈولی کے چکر میں وہ اپنی بیش قیمت وقت ضائع کرنے لگی ہے۔

ایک روز امی نے اسے سمجھایا۔ "عظمت کسی چیز کی زیادتی ٹھیک نہیں ہوتی۔ تمھیں دن رات ڈولی ہی سو جھتی رہتی ہے اور کوئی کام ہے کہ نہیں۔ کل سے تمھیں مدرسہ جانا ہے۔ پہلے تعلیم و تربیت۔ اس کے بعد ہی کھیل کود۔"

اگلے روز ابو نے اسے زبردستی مدرسہ میں لے جاکر داخلہ کروادیا۔ وہ لاکھ روتی گڑگڑاتی رہی، مگر ابو نے اس کی ایک نہ سنی، اور پڑھنے لکھنے میں منہمک بچوں کے بیچ اسے چھوڑ کر چلے آئے۔

عظمت جب تک مدرسہ میں رہی۔ مولوی صاحب اور بچوں کی ناک میں دم کیے رہی۔ آخر میں تنگ آکر مولوی صاحب نے اسے گھر پہنچادیا اور امی ابو سے اس کی شکایت

بھی کی۔

مولوی صاحب کے چلے جانے کے بعد امی نے اسے ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم کتنی بے وقوف لڑکی ہو۔ ہماری شکایت کروادی۔"

عظمت رُندھے لہجے میں کہنے لگی، "ڈولی کے بغیر میرا دل کہیں نہیں لگتا امی۔"

"تو ٹھیک ہے، کل سے تم ڈولی کو بھی اپنے ساتھ مدرسہ لے جایا کرنا۔"

"نہیں امی، مولوی صاحب ناراض ہو جائیں گے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اپنی ڈولی کو بھی ساتھ لاؤں گی تو انھوں نے مجھے زور سے ڈانٹ دیا۔

امی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار سے پوچھا، "آخر تم ہر وقت ڈولی کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہو؟"

عظمت کہنے لگی۔ "اگر ڈولی کا خیال میں نہ کروں گی تو اور کون کرے گا۔ آپ بھی تو ٹھیک سے گھر میں نہیں رہتیں۔ کبھی کوئی سامان لانے چلی جاتی ہیں تو کبھی سلائی سینٹر۔ اور ابو تو خیر روزانہ آفس ہی چلے جاتے ہیں۔ وہ صرف چھٹی کے روز گھر پر رہتے ہیں۔

امی بولی: "تو تم اتنا پیار کرتی ہو اپنی ڈولی سے؟"

عظمت نے بڑی معصومیت سے کہا "میں اسے اچھی سے اچھی تربیت دوں گی۔ تاکہ بیوٹی آپی کے گڈے کے ساتھ اس کا بیاہ ہو سکے۔ کیونکہ بیوٹی آپی کا گڈا بہت اچھا ہے۔ وہ اس کی بے حد تعریف کرتی ہیں۔"

امی بولیں: "لیکن ڈولی کو تم اچھی تربیت کیسے دے پاؤ گی۔ کیونکہ تم تو خود جاہل ہو۔ پڑھنے لکھنے سے کتراتی ہو۔ جب سے ڈولی گھر میں آئی ہے، تم اور بھی بگڑ گئی ہو۔ اب تم ہی بتاؤ جب تم نہیں پڑھو گی تو ڈولی کو کیا تعلیم دے پاؤ گی؟

عظمت بڑے غور سے امی کی باتیں سن رہی تھی۔ امی نے پھر کہا: "کسی سے پیار محبت کرنے کا یہ مطلب تھوڑے ہوا کہ دن رات اسی کے پیچھے لگے رہو۔ اکثر میں اور ابو تمھیں گھر میں بوا کے حوالے کر کے کسی کام سے ادھر اُدھر نکل جاتے ہیں۔ تو کیا تمھیں لگتا ہے کہ ہم تمھیں پیار نہیں کرتے؟"

"نہیں!" عظمت نے بڑے بھولے پن سے جواب دیا۔

"بس تو یہی بات تم پر اور تمھاری ڈولی پر لاگو ہوتی ہے کہ اگر تمھیں روزانہ مدرسہ

جانا پڑے تو اس میں نہ تمھیں ڈولی کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہی ڈولی کو تم سے ناراض ہونا چاہیے۔ میری ایک بات یاد رکھو بیٹی، کہ تم نے ڈولی کو ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار دینے کی کوشش کی تو وہ ایک دم شوخ اور گنوار ہو جائے گی۔ نتیجتاً تمھاری بیوٹی آپی بھی اپنے گڈے سے اس کا بیاہ رچانے کو تیار نہیں ہوں گی۔"

عظمت سب کچھ غور سے سن رہی تھی۔ اگلے روز مدرسہ جانے کا وقت ہوا تو عظمت اچانک کہیں غائب ہو گئی۔ اسے چاروں طرف ڈھونڈا گیا، مگر وہ کہیں نہیں ملی --- "لگتا ہے مدرسہ جانے کے ڈر سے کہیں چھپ گئی ہے"۔ امی نے یہ اندازہ کرتے ہوئے کہا۔

ابو بولے: "لیکن گھر میں اس کا بستہ بھی نظر نہیں آرہا۔ آخر کہاں چلی گئی۔ اچھا ٹھہرو، میں مدرسہ جا کر اس کا پتا کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے، وہیں چلی گئی ہو۔

"لیکن عظمت تو مدرسہ کے نام تک سے کانپتی ہے۔ پھر کیسے مان لوں کہ وہیں چلی گئی ہوگی؟" امی کے اتنا کہنے پر ابو بولے --- "تمھارے سمجھانے منانے پر ہو سکتا ہے اس میں سمجھداری آگئی ہو۔"

ابو نے صحیح کہا تھا۔ عظمت اور کہیں نہیں، بلکہ مدرسہ چلی گئی تھی۔ اسے پڑھائی میں منہمک دیکھ کر ابو پھولے نہیں سما رہے تھے۔

مولوی صاحب ان سے کہہ رہے تھے۔ 'آپ کی بچی اب سمجھدار ہو گئی ہے۔"

چھٹی کے بعد عظمت گھر آئی تو امی اسے خوب پیار کرنے لگیں۔ پھر بولیں، "میں تو گھبرا ہی گئی تھی کہ میری گڑیا کہاں چلی گئی۔"

عظمت نے کہا: "میں روزانہ مدرسہ جایا کروں گی، تاکہ تعلیم یافتہ ہو کر ڈولی کو بیوٹی آپی کے گڈے کے لائق بنا سکوں۔ ورنہ ڈولی اگر جاہل رہ گئی تو اس کے سسرال والوں کو مجھ سے بہت شکایت ہوگی۔" امی کو اس کی معصومیت پر ہنسی آگئی۔ اور انھوں نے پیار بھرے لہجے میں کہا: "بیٹی زمانہ بہت خراب ہے، بغیر بتائے لڑکیوں کا ہی نہیں، لڑکوں کا بھی باہر جانا اچھا نہیں ہے۔ عظمت نے کہا "اچھی امی! اب بغیر بتائے کبھی کہیں نہیں جاؤں گی۔"

نصرت ظہیر

جو یوں ہوتا تو کیا ہوتا!

دوستو قدرت کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں کام کرنے کے لیے ہاتھ دیے، چلنے کو پانوں عطا کیے، سننے کے لیے کان، دیکھنے کے لیے آنکھیں سونگھنے کے لیے ناک اور کھانے کے لیے دانت بھی بخشے لیکن اس پر ہمارے دوست میاں عبد القدوس نے ایک دن کہا کہ۔

"میاں سب سے بڑا قدرت کا احسان یہ ہے کہ اس نے ہر چیز ہمیں صحیح جگہ پر عنایت کی ہے۔

میاں عبدالقدوس کی اکثر باتیں سر کے اوپر سے گزر جاتی ہیں۔ چنانچہ یہ بھی گزر گئی۔ "بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی خاں صاحب! ذرا آسان لفظوں میں سمجھایئے۔" ہم نے کہا۔ اس پر کہنے لگے۔ " میرے عزیز قدرت کا سب سے بڑا کرشمہ یہ ہے کہ ڈارون کی تھیوری کے مطابق ارتقاء کر کے انسان نے خود کو ذہن پر ہی نہیں بلکہ جسمانی طور پر بھی اشرف المخلوقات بنالیا ہے۔"

یہ وضاحت چونکہ پہلی وضاحت سے بھی زیادہ مشکل تھی، چنانچہ ہمیں ان سے مزید وضاحت کی درخواست کرنی پڑی۔ جس پر وہ پہلے تو جھنجھلا گئے۔

"تم جیسے اردو صحافیوں کی نا معلومات سے میں تنگ آگیا ہوں۔" پھر خود ہی بولے۔ "چلو کوئی بات نہیں۔ اردو والوں کو سمجھانا عین ثواب ہے، اس لیے بتاتا ہوں کہ میں انسان کی جسمانی ساخت، یعنی بناوٹ کی بات کر رہا ہوں ۔ اتنا متوازن (برابر وزن والا) اور متناسب (بہت مناسب) جسم کسی حیوان کا نہیں جتنا انسان کا ہے۔ ذرا غور کرو، ہاتھ کی جگہ ہاتھ ہیں۔ پیر کی جگہ پیر ہیں۔ سر کی جگہ سر ہے۔ یہ نہیں کہ ہاتھی کی طرح جہاں ناک ہونی چاہیے وہاں لمبی سونڈ ہے۔ اور اونٹ کی طرح بھی نہیں کہ جہاں سر ہوتا وہاں ایک لمبی گردن لگی ہوئی ہے۔ انسان کے جسم کا ہر حصہ اس کی صحیح جگہ پر لگا ہوا ہے۔ اور

وہی کام کرتا ہے جس کے لیے وہ بنایا گیا ہے۔ مثلاً آنکھ صرف دیکھنے کا کام کرتی ہے، سننے کا نہیں۔ کان صرف سننے کا کام انجام دیتے ہیں، کھانے کا نہیں۔ جبکہ دوسرے حیوانوں میں یہ نہیں ہوتا۔ ہاتھی کو ہی دیکھ لو۔ ہاتھی کے سینگ کھانے کے اور ہوتے ہیں دکھانے کے اور۔"

"سینگ نہیں خاں صاحب دانت۔" ہم نے لقمہ دیا۔

"بس یہی خراب عادت ہے تمھاری۔ بیچ میں ٹوکو گے ضرور۔ ارے بھئی بندۂ خدا، جنھیں تم لوگ ہاتھی کے دانت سمجھتے ہوں، وہ دراصل اس کے سینگ ہوتے ہیں۔ میں نے بذات خود گائے کے سینگ اور ہاتھی کے نام نہاد دانتوں کی ڈرائنگ کو آپس میں ملا کر دیکھا ہے۔ اور تحقیق سے اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ ہاتھی کے دانت نہیں، سینگ ہوتے ہیں۔ فرق بس اتنا ہے کہ گائے کے سینگ کانوں کے اوپر نکلتے ہیں جبکہ ہاتھی کے سینگ اس کے دانتوں میں ہوتے ہیں۔ لیکن انسان کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ اس کے جسم کا ہر حصہ وہیں ہے، جہاں اسے ہونا چاہیے۔ نہ کوئی حصہ ضرورت سے زیادہ بڑا ہے نہ چھوٹا۔ سب کچھ اپنی جگہ پوری طرح موزوں ہے۔ جانتے ہو، یہ کس کا کمال ہے؟"

ہم نے سوال پورا ہونے سے پہلے ہی انکار میں سر ہلا دیا۔

"یہ سب ڈاروِن کی عقل کا نتیجہ ہے۔ نہ وہ اپنی تھیوری (نظریۂ ارتقاء) ایجاد کرتا، نہ آدمی اتنی ترقی کرتا۔ آج بھی چار ہاتھ پیروں کے بل چلتا اور جنگلوں میں شکار ڈھونڈتا پھرتا۔ لیکن ایک کمی پھر بھی رہ گئی ہے۔ بتا سکتے ہو وہ کیا ہے؟"

ہم نے گھبرا کر دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کو اور پھر ان دونوں سے آنکھ کان ناک اور پورے جسم کو ٹٹول کر دیکھا۔ اور جب جسم کے ہر حصے کو اس کی جگہ موجود پایا تو اطمینان کا سانس لے کر بولے۔

"نہیں!"

"وہ تو میں پہلے ہی جانتا ہوں۔ تم اخبار والوں کے پاس دماغ اور معلومات عامہ جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ خیر! برادر عزیز۔ جس چیز کی کمی آدمی کے جسم میں ہے وہ ہے آنکھ!"

"آنکھ!؟" ہم چکرا گئے۔ "لیکن خاں صاحب، قدرت نے تو آدمی کو ایک نہیں دو دو آنکھیں دی ہیں۔ یہاں تک کہ کان بھی ایک نہیں، دو دو دیے ہیں۔ جبکہ ایک سے بھی

کام چل سکتا تھا!"

"دو عدد کان تو خیر، اسٹیریو میوزک سننے کے لیے دیے گئے ہیں" انھوں نے کہا۔ "لیکن آنکھ کا معاملہ اور ہے۔ کمی یہ ہے کہ دونوں ہی آنکھیں آگے کی طرف ہیں، جس سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ آدمی اپنے پیچھے کیا ہو رہا ہے، یہ نہیں دیکھ پاتا۔ اگر ایک آنکھ پیچھے بھی ہوتی تو اس تیسری آنکھ سے کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ سڑک حادثے کم ہو جاتے اور موٹر گاڑیوں میں عقبی آئینے (پیچھے کا منظر دکھانے والے آئینے) نہ لگانے پڑتے۔ یہی نہیں۔۔ اس صورت میں آدمی ایک ہی وقت میں ٹی وی کی طرف پیٹھ کرکے خبریں بھی دیکھ لیا کرتا اور اس بیچ میں ابن صفی کا جاسوسی ناول بھی پڑھتا رہتا۔"

"بہت خوب!" ہم نے ان کے تصور کی داد دی۔ "لیکن حضور یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔ سر کے پچھلے حصے میں تو بال ہیں۔ اگر تیسری آنکھ وہاں ہوتی تو کیا بالوں سے ہر وقت ڈھکی نہ رہتی؟"

"تم بھی احمق کے احمق ہی رہو گے۔ اماں اگر تیسری آنکھ ہوتی وہ سر پر ہی کیوں ہوتی۔ اسے کسی ایسی جگہ ہونا چاہیے تھا جہاں وہ سب سے زیادہ کار آمد ہوتی۔"

"مثلاً کہاں؟"

"مثلاً یہاں!" انھوں نے انگشت شہادت دکھا کر کہا۔ "اگر اس انگلی کے سرے پر تیسری آنکھ ہوتی تو اس کا سب سے زیادہ فائدہ ہوتا۔ آدمی آگے پیچھے، اوپر نیچے۔۔ دائیں بائیں۔۔ چاہے جہاں ہاتھ بڑھا کر دیکھ لیا کرتا۔ یہاں تک کہ اسے اپنے کان کا میل بھی نظر آجاتا۔ کیا سمجھے!؟"

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ قدرت کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے جسم کے ساتھ جو کچھ بھی دیا ہے، اسے جسم کا حصہ بنا دیا ہے۔ مشینوں کی طرح اس میں پیچ اور ڈھبری کا استعمال نہیں کیا گیا ہے، اور اس میں کوئی بھی چیز ڈیٹیچ ایبل، یعنی جسم سے علاحدہ کرکے الگ رکھی جانے کے لائق نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ آپ اپنی دھن میں سڑک پر زور سے اپنے ہاتھ آگے پیچھے ہلاتے ہوئے جا رہے ہیں۔ اور اچانک کسی آدمی کی ٹکر سے آپ کا دایاں ہاتھ دور کسی نالی میں جا گرتا ہے۔ یا آپ کو زور کی چھینک آتی ہے اور آپ جیسے ہی منہ صاف کرنے کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ ناک غائب ہے۔ اگالدان میں

جاگری ہے!

جسم کے حصے ڈیچ ایبل ہونے کی صورت میں، اس کے علاوہ جو مشکلات پیش آتیں، یقین کیجیے، وہ اتنی زیادہ ہیں کہ سب کا بیان مشکل ہے۔

اسکول میں ماسٹر جی، یا گھر میں بڑے بھائی کسی شرارت پر کان اینٹھتے تو کئی بار کان ان کے ہاتھ میں ہی رہ جاتا، اور آپ ایک کان لیے روتے ہوئے گھر پہنچتے۔ بھیڑ بھاڑ والی بسوں میں ناک کان سنبھال کر سفر کرنا پڑتا کہ نہ جانے کب کوئی جیب کترا آپ کا کان، ناک لے اڑے۔ کئی بار گھر میں آپ اپنے جسم کے کچھ حصے آرام کی خاطر میز پر رکھ کر سو جاتے اور صبح کو اٹھ کر دیکھتے کہ ان میں سے کوئی چیز غائب ہے تو گھنٹوں اِدھر اُدھر ڈھونڈتے پھرتے۔ جس طرح کئی مرتبہ آپ صبح کو اسکول جاتے وقت پنسل، قلم یا موزہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور نہ ملنے پر پورے گھر کو سر پر اٹھا لیتے ہیں، اسی طرح کبھی آپ کی ناک غائب ہوتی، کبھی کان گم ہوتا، یا پھر کوئی پیر یا ہاتھ لاپتہ ہوتا! ایسے میں کبھی کبھی آپ کو یہ دیکھ کر بے حد غصہ آتا کہ آپ ناک، بستر کے نیچے جوتوں کے اندر، ابو کی دراز میں یا باجی کے پرس میں ایک گھنٹے سے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں، اس سے تو منّا چھت پر اپنے دوستوں کے ساتھ اٹو بٹو کھیل رہا ہے۔ گھر میں عجیب طرح کے جھگڑے ہوتے۔

مثلاً، باجی، امی سے شکایت کر رہی ہیں۔

"دیکھیے امی یہ منا بڑا شریر ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی میں جانا ہے اور اس نے میرا بایاں کان کہیں چھپا دیا ہے۔ کہتا ہے، ساتھ لے کر چلو گی تو دوں گا۔"

"تو اسے بھی لے جاؤ نا ساتھ۔ آخر بچہ ہے تمھارا بھائی ہے۔" امی بڑی سی طشتری میں چاول بینتی ہوئی کہتیں۔

"کیسے لے جاؤں۔ پچھلی دفعہ ایک پارٹی میں لے گئی تھی تو اس نے کئی گلاس اور کپ توڑ دیے تھے۔ بہت شرارت کرتا ہے۔"

"امی، یہ جھوٹ بول رہی ہیں۔" منا کہہ رہا ہے۔ یہ خود ہی بہت شریر ہیں۔ پارٹی میں مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ لتا دیدی نے دونوں ہاتھ الٹے پہن رکھے ہیں۔ میں نے ٹھیک سے دیکھنے کے لیے ان کا دایاں ہاتھ ہلایا تو ان کے ہاتھ سے گلاس کی ٹرے گر گئی۔ میری اس میں کیا خطا ہے؟"

"دیکھو امّی یہ بات کا بتنگڑ بنا رہا ہے۔ اب آپ ہی دلوایئے اس سے میرا کان۔ صرف ایک بالی پہن کر میں کیسے پارٹی میں جاسکتی ہوں۔"

"میں نہیں دوں گا۔ پہلے مجھے ساتھ لے کر چلو۔۔"

"اوفوہ۔۔ تم تو دونوں ہی بڑے شرارتی ہو۔" امّی کہتی ہیں۔ "ایسا کرو روشنی تم میرا کان لے جاؤ۔"

"ہاں ہاں امی کا کان لے جاؤ۔ بڑا مزا آئے گا جب تمھاری فرینڈ کہیں گی کہ ہائے روشنی۔۔ تمھارا ایک کان کتنا بڑا ہے۔۔" منّا تالی بجا کر کہتا ہے۔

یا پھر یوں ہوتا کہ ابو صبح صبح کمرے میں چیخ رہے ہیں۔

"یہ میری ناک کون لے گیا کم بخت؟ اب میں اخبار کیسے پڑھوں گا؟"

تبھی امی کی آواز سنائی دیتی ہے۔

"ائے ہئے۔۔ آپ تو ذرا سی بات پر چلا اٹھتے ہیں۔ دنیا ناک سے سونگھتی ہے اور آپ ناک سے اخبار پڑھیں گے! توبہ ہے"

"ارے ناک نہیں ہوگی تو عینک کیسے لگاؤں گا نیک بخت! اور عینک نہیں لگے گی تو اخبار کیسے پڑھا جائے گا۔۔"

"تو پھر وہیں دیکھیے۔ رکھی ہوگی تکیے کے نیچے یا ٹائم پیس کے پیچھے۔"

"دیکھ لی ہے۔ وہاں نہیں ہے۔"

"تو پھر خود ہی کہیں رکھ کر بھول گئے ہوں گے۔"

"لعنت ہے۔ بھئی مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ رات اچھی طرح دھو کر اور اس پر خوشبو لگا کر سویا تھا۔ تم جانتی ہو ناک کے بغیر مجھے ٹھیک سے نیند نہیں آتی۔"

"پھر تو یہ منّے کی شرارت ہے۔ اس سے پوچھیے۔"

"کہاں ہے یہ منّا۔۔ ارے او منّے۔ یہاں آؤ۔"

"جی ابو۔"

"میری ناک کہاں ہے۔"

"آپ کی ناک؟۔۔ جی وہ میں نے حفاظت سے آپ کی دراز میں رکھ دی تھی۔"

"دراز میں رکھ دی تھی!؟۔۔ مگر کیوں؟ میری ناک کو ہاتھ لگانے کی ہمت کیسے

ہوئی تمہاری؟ ابّو غصہ سے چلاتے ہیں۔

"جی وہ دراصل۔۔ بات یہ ہے کہ۔۔ کہ۔۔"

"ہاں ہاں کیا بات ہے؟ سچ سچ بتاؤ۔" ابّو کا لہجہ کچھ نرم ہو جاتا ہے۔

"جی بات یہ ہے کہ۔۔ کہ۔۔ دیکھیے آپ مجھے ماریں گے تو نہیں۔"

"نہیں ماروں گا بیٹا۔۔ سچ بولو گے تو بالکل نہیں ماروں گا۔"

"تو بات یہ ہے ابّو کہ۔۔ کہ۔۔ رات ایک ڈراؤنی آواز سے میری آنکھ کھل گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ کوئی بھوت ڈکاریں لے رہا ہے۔ میں اپنے کمرے سے باہر نکلا تو دیکھا آواز آپ کے کمرے کی طرف سے آ رہی ہے۔ میں ڈرتے ڈرتے آگے بڑھا۔ آپ کے کمرے کی طرف آیا۔ اور جب تھوڑا سا دروازہ کھول کر دیکھا تو۔۔ تو۔۔"

"ہاں ہاں۔۔ تو کیا دیکھا تم نے؟" ابّو بے تابی سے پوچھتے ہیں۔

"تو میں نے دیکھا کہ۔۔ کہ۔۔"

"توبہ ہے لڑکے۔ اب بتا بھی دے کیا دیکھا۔ میرا تو دل دہلا جارہا ہے۔" امّی کی آواز سے سچ مچ خوف جھلک رہا ہے۔

"میں نے دیکھا، آپ بہت زور سے خراٹے لے رہے ہیں۔ بس میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً آپ کی ناک نکالی دراز میں رکھ دی۔۔ اور پھر آرام سے اپنے کمرے میں جاکر سوگیا۔"

"ابے۔۔ ابے۔۔ کہاں جاتا ہے۔۔ ٹھہر تو سہی مردود۔۔ بھاگتا کہاں ہے۔ ابھی تجھے مزا چکھاتا ہوں۔"

"ہائے اللہ۔۔ قہہ قہہ قہہ۔۔" امّی کا ہنستے ہنستے بُرا حال ہے۔

لیکن اس صورت حال کے کئی فائدے بھی ہو سکتے تھے۔

مثال کے طور پر سخت سردی کے موسم میں آپ رات کو کھانا کھا رہے ہیں۔ اور اس دوران ابّو نصیحت کر رہے ہیں کہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ ضرور دھونے چاہئیں۔ اس طرح آدمی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور آپ دل ہی دل میں سوچ رہے ہیں کہ اس سخت جاڑے میں کون واش بیسن پر ہاتھ دھونے جائے۔ بس ایسے میں آپ دونوں ہاتھ نکال کر میز پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"باجی -- پلیز، آپ ہاتھ دھونے تو جا ہی رہی ہیں۔ ذرا میرے ہاتھ بھی لیتی جایئے۔"

یا پھر ایک فائدہ ان ٹیچروں کو ہوتا جنھیں کلاس میں شرارتی بچوں کے کان اینٹھنے میں بڑا مزا آتا ہے۔ مگر شریر بچوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے کئی بار ان کے ہاتھ میں درد بھی ہونے لگتا ہے۔ ایسے ٹیچر، عام طور پر کلاس میں داخل ہوتے ہی، اعلان کر دیا کرتے۔

"تمام شریف بچے اپنی کتابیں نکال لیں اور شریر بچے اپنے کان نکال کر میری میز پر رکھ دیں!"

اس کے بعد جو بچہ شرارت کرتا، کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی میز سے اس کا کان اٹھا کر اینٹھ دیا کرتے! اس طرح ٹیچر صاحب کا شوق بھی پورا ہو جاتا اور شرارتی بچے کو تکلیف بھی نہ ہوتی!!

ہاں، چور اچکوں اور ٹھگوں کو بھی بڑا فائدہ ہوتا۔ ان کے لیے چوری، چھینا جھپٹی اور ٹھگی کا ایک نیا میدان کھل جاتا۔ یہ لوگ دوسروں کے ہاتھ پیر، کان ناک، اڑا لیا کرتے اور چور بازار میں بیچ دیتے۔ اور جب ان چیزوں کا چور بازار ہوتا تو ان لوگوں کو بھی بڑا فائدہ ہوتا، جو بے چارے کسی وجہ سے نکٹے، کن کٹے یا لنگڑے، لولے ہو گئے ہوں۔ یہ حضرات چور بازار جایا کرتے اور جو ہاتھ پیر یا ناک کان فٹ آتا اسے خرید کر اپنا جسمانی عیب پورا کر لیا کرتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میڈیکل سائنس کی ترقی کے نتیجے میں مصنوعی یعنی بناوٹی ہاتھ پیر بنانے کی صنعت بھی وجود میں آجاتی اور ہم اپنی پسند کے لیے نئے اعضاء کو بازار سے لے آیا کرتے۔ جب یہ سب ہوتا تب کئی بار چلتی بسوں یا ٹرینوں میں اس طرح کی باتیں بھی سنائی دیا کرتیں۔

ایک مسافر: بھائی صاحب آپ کے ہاتھ ماشاء اللہ بڑے مضبوط اور خوبصورت ہیں۔ ایسے ہاتھ تو چور بازار میں بھی نہیں ملتے۔

دوسرا مسافر: تعریف کے لیے شکریہ جناب! دراصل یہ غیر ملکی ہاتھ ہیں۔ یعنی امپورٹڈ۔ میرے سالے کا بہنوئی دوبئی سے لایا تھا۔"

پہلا مسافر: کیا بات ہے صاحب! دوبئی کے مال کا جواب نہیں۔ ایک آدھ جوڑا اور

بھی تو ہوگا آپ کے سالے کے بہنوئی کے پاس۔

دوسرا مسافر. جی ہاں جناب۔ چھے جوڑے لایا تھا۔ سب کے سب بھائی بہنوں میں بٹ گئے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں، آج کل امپورٹڈ مال کی کیسی کریز ہے۔ پچھلے مہینے میں نے ایک دوست کے ذریعہ سنگاپور سے جاپانی ٹانگوں کے چھے جوڑے منگائے تھے۔ بڑی مشکل سے ایک جوڑی ٹانگیں بچاپایا۔ باقی سب چھوٹے بھائی اور عزیز رشتہ دار اڑا کر لے گئے۔

پہلا مسافر سچ کہہ رہے ہیں آپ۔ دیسی سامان کی تو کچھ قدر ہی نہیں ہے۔ امپورٹڈ مال کے چکر میں دن رات ٹھگے جاتے ہیں، پھر بھی لوگوں کو عقل نہیں آتی۔ میری بیوی پچھلے ہفتے چاندنی چوک سے ایک سستی جاپانی ناک خرید لائی۔ دیکھنے میں بڑی خوبصورت اور ستواں (پتلی اور نازک) تھی۔ استعمال میں بھی ٹھیک معلوم ہوتی تھی۔ مگر جب اس نے ایک پھیری والے سے دہرہ دونی باسمتی چاول کی ایک بوری سستے میں خرید لی اور پکانے پر پتا چلا کہ اس میں سے باسمتی کی نہیں سیلا چاولوں کی خوشبو آرہی تھی، تب جاکر پتہ چلا کہ ناک کی ٹیوننگ میں گڑبڑ تھی۔ بس جناب اب اس ناک کو مستری کے پاس لے جانا پڑا۔ مستری نے دیکھتے ہی کہہ دیا کہ بھائی صاحب یہ تو ہانگ کانگ کا مال ہے۔ ٹھیک کرنے میں کافی خرچ آئے گا۔ اس سے تو اچھا ہے نئی خرید لیجیے۔

دوسرا مسافر ہاں جی زمانہ بڑا خراب آگیا ہے۔ ہر چیز دیکھ بھال کر خریدنی چاہیے۔ ویسے آپ کے پاؤں بڑے عمدہ ہیں۔ آج ہی خریدے ہیں کیا؟ بالکل نئے دکھائی دے رہے ہیں۔

پہلا مسافر جی نہیں۔ انھیں تو چھے مہینے سے زیادہ ہوگئے ہیں۔ کباڑی بازار سے خریدے تھے۔ کیونکہ پاؤں میں ہمیشہ سیکنڈ ہینڈ ہی خریدتا ہوں۔ یہ اتفاق سے کچھ زیادہ اچھے نکل آئے۔

تیسرا مسافر معاف کیجیے بھائی صاحبان۔ آپ کو تھوڑی سی تکلیف دے رہا ہوں۔ ذرا ایک منٹ کے لیے سیٹ سے اُٹھ جائیے۔

دونوں مسافر ''کیوں''۔

تیسرا مسافر: ذرا سیٹ کے نیچے دیکھنا ہے میرا ایک کان کہیں گر گیا ہے، اور مجھے ٹرانزسٹر پر تازہ خبریں سننی ہیں۔ کہیں سرکار بھی نہ گر گئی ہو!

پانچ سالہ حافظ قرآن

حجاز یونی ورسٹی لندن نے پانچ قرآنی موضوعات پر امتحان لینے کے بعد انھیں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری کا حق دار قرار دیا ہے۔

پانچ سالہ سید محمد حسین طبا طبائی دنیا کے سب سے کم عمر حافظِ قرآن ہیں۔ اس عمر میں پورا قرآن مجید حفظ کرنا مختلف قراتوں میں تلاوت اور قرآن کی زبان میں گفتگو کرنا قرآن اور دینِ اسلام کا ایک معجزہ ہے۔ سید محمد حسین طبا طبائی نہ صرف ایران بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے باعث سعادت و افتخار شخصیت بنے گا۔

سید محمد حسین طبا طبائی کے والد سے مزید دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ سید محمد حسین طبا طبائی نہ صرف پورے قرآن کا حافظ ہے بلکہ قرآن کے ترجمے میں بھی ماہر ہے۔ احادیث کی بعض کتابیں بھی اسے زبانی یاد ہیں۔ ننھے حافظِ قرآن کو اس کے والد "علم الہدیٰ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ سید محمد حسین طبا طبائی نے مشہور ایرانی شاعر محتشم کاشانی کا دیوان بھی یاد کر لیا ہے۔ ننھے حافظِ قرآن کے والد آقائے حاج طبا طبائی کا کہنا ہے کہ گلستانِ سعدی بھی اسے زبانی یاد ہے۔

سید محمد حسین طبا طبائی اس وقت "قم" کی اسلامی یونی ورسٹی میں باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے والا سب سے کم عمر طالب علم ہے۔ اسلامی یونی ورسٹی میں سید محمد حسین طبا طبائی علم صرف کی تکمیل کے بعد علمِ نحو کے حصول میں مشغول ہے۔ اس نے ۴ سال کی عمر میں پڑھنا لکھنا مکمل طور پر سیکھ لیا تھا۔ اس کے والد اور استاد حاج طبا طبائی نے کہا کہ انھوں نے بچے کو قرآن مجید حفظ کرنے اور معانی سکھانے کے لیے ۵۰۰ سے زائد اشارات سے مدد لی۔

حاج طبا طبائی نے کہا کہ "علم الہدیٰ" روز مرہ بول چال اور امور میں بھی قرآنی زبان استعمال کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے ہم عمر بچوں سے کھیلتے ہوئے بھی انھیں احادیث اور قرآنی آیت کے ذریعے سے بات سمجھانے کی کوشش کرتا ہے، چاہے دوسرا بچہ سمجھے یا نہ سمجھے۔ اس ننھے منے بچے میں غیر معمولی اور ناقابلِ یقین صلاحیتیں موجود ہیں۔ اللہ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

مرسلہ : سید محمد طٰہٰ موسوی

شکیلہ نور

ممتا کی زبان

"ارے بیٹا یہ کیا؟ تم خود اپنے کھانے میں اتنے مگن ہو کہ اپنے دوست کو ڈھنگ سے پوچھ بھی نہیں رہے۔ یہ دیکھو بے چارے کی پلیٹ میں صرف شروا ہی شروا (شوربا ہی شوربا) ہے۔" ظفر کی ماں نے بڑی محبت سے کہا۔

"کیا؟ شروا؟" احسن نے پانی پینے کے لیے ہونٹوں سے گلاس لگایا ہی تھا کہ ظفر کی امی کی بات سن کر اسے دھکا لگ گیا۔ ہنستے ہنستے اس کے پیٹ میں بل سے پڑ گئے۔ احسن کے اس طرح مذاق اڑانے پر ماں بے چاری بری طرح شرمندگی اور خفت سی محسوس کرنے لگیں اور ظفر کا مارے غصّے کے برا حال تھا۔

غصہ تو اسے احسن پر آرہا تھا جو اس کی سیدھی سادی ماں کا مذاق اڑا رہا تھا۔ پھر اسے ماں پر بھی غصہ آنے لگا کہ آخر ضرورت کیا تھی میرے دوست کے سامنے آنے کی۔ ہزار مرتبہ منع کیا ہے کہ میرے دوستوں کے سامنے نہ آیا کریں۔

وہ دل ہی دل میں کھول رہا تھا۔ وہ بے بسی سے کبھی ماں کو، کبھی احسن کو دیکھ رہا تھا۔

احسن اب بھی ہونٹوں پر دھیمی طنزیہ مسکراہٹ سجائے عجیب سے انداز سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

ماں تا نے ظفر کے دل کی آواز سن لی اور ماں فوراً برتن سمیٹ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

ظفر کی ماں سیدھی سادی ان پڑھ خاتون تھیں۔ کم آمدنی کے باوجود ظفر کے والدین اسے شہر کے اعلا اسکول میں تعلیم دلوا رہے تھے۔

ظفر میں آج کل ایک عجیب سی تبدیلی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ وہ تصوراتی بنتا جا رہا تھا۔ ہر وقت خیالوں اور خوابوں کی دنیا میں کھویا رہتا۔ اکثر وہ امیر بچوں کو دیکھ کر سوچتا کہ میں ایسا کیوں نہیں ہوں۔ میرے پاس ایسی چیزیں کیوں نہیں ہیں؟ اسے پھر اپنے ابو پر بھی غصہ آتا جو کسی محکمے کے افسر ہونے کے بجائے محض ہیڈ کلرک تھے۔ اس کے ابو اوسط درجے کے تعلیم یافتہ

ش تھے۔

میڈم صدف ظفر کی پسندیدہ ٹیچر تھیں۔ جب وہ فر فر انگریزی بولتیں تو گویا کلاس میں سکوت سا چھا جاتا اور ظفر ان کے انگریزی اسٹائل اور لہجے کے اتار چڑھاؤ میں کھو جاتا۔ کتنی اچھی لگتی ہیں میڈم! اور کتنا عبور ہے انھیں انگریزی پر" وہ حیرت سے سوچتا" ایک میری امی ہیں کہ بس۔ کاش' کاش یہی میری امی ہوتیں یا پھر میری امی ہی ایسی بن جائیں۔ اس کا ذہن میڈم صدف کو دیکھتے ہوئے جانے کہاں کہاں بھٹک جاتا۔

"ظفر! ظفر احمد! نیند پوری کرنی ہے تو کلاس سے باہر جائیں۔"

میڈم صدف اس کے قریب کھڑی ڈانٹ رہی تھیں۔ ان کے لہجے کی مٹھاس اور چاشنی ایک منٹ میں ہی غائب ہو چکی تھی۔ ان کی تیز گھورتی ہوئی نظروں کو دیکھ کر ظفر ایک لمحے میں ہی ہوش کی دنیا میں واپس آگیا' لیکن گھر آکر بھی یہ بات سوچتا رہا۔

"بیٹا کھانا گرم کر دیا ہے۔ منہ ہاتھ دھو کر آجاؤ ورنہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔" ماں نے کمرے میں آکر کہا۔

"امی!" ظفر کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ واپس پلٹتی ماں کے قدم وہیں رک گئے۔

"کیا بات ہے میرے لال!" ماں نے غور سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

"وہ ۔۔ وہ امی! آپ! میرا مطلب ہے آپ نئے کپڑے کیوں نہیں بنواتیں۔ ہر وقت وہی پرانے گھسے پٹے کپڑے۔" ظفر نے اکتاہٹ سے کہا۔

"جعفر! میرے بچے! اپنے اوڑھنے کے دن تو تیرے ہیں۔ دیکھ تو میں کل تیرے لیے سوٹ لائی تھی۔" الماری کھول کر انھوں نے اسے کپڑے دکھاتے ہوئے کہا تو ظفر کو غصہ آگیا' بولا:

"آپ میرا نام ہی نہ لیا کریں تو اچھا ہے۔ جب صحیح نام پکارنا نہیں آتا تھا تو یہ نام رکھنے کی بھلا کیا ضرورت تھی؟" وہ غصے میں پیر پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا تو افسوس و حیرت کے ملے جلے تاثر سے ماں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

ظفر کا خیال تھا کہ اس نے ماں کا دل دکھایا ہے اس لیے وہ بات نہیں کریں گی' لیکن وہی مخصوص میٹھی مسکراہٹ سجائے دودھ کا گلاس تھامے ماں اس کے پاس موجود تھی۔ ظفر کو

شرمندگی ہونے لگی۔
ظفر احمد آٹھویں جماعت پاس کر کے اب نویں میں آیا تھا۔ جہاں اس کے پرانے ہم جماعت تھے وہیں کچھ نئے لڑکے بھی آئے۔ انھی میں سے احتشام اس کا دوست بن گیا۔ دوستی کی بنیاد احتشام کا خوب صورت جیو میٹری بکس تھا۔ ظفر نے اسے دیکھنے کی خواہش کی تو احتشام نے خوشی سے دکھادیا۔ پھر احتشام نے اسے اور ڈھیروں رنگ برنگی خوب صورت چیزیں دکھائیں۔
ظفر جہاں حیران ہوا وہیں اس سے بے حد متاثر بھی ہوا۔ احتشام کا لب و لہجہ' کپڑے انداز سب کچھ ہی تو دل نشین تھا۔ ظفر نے بھی اس جیسا بننے کی کوشش کی' مگر اس جیسا تو نہیں البتہ اس کا دوست ضرور بن گیا۔ احتشام بھی اس کا اچھا دوست ثابت ہوا۔ وہ احسن کی طرح اس کا نہ مذاق اڑاتا اور نہ طنز کر کے اس کا دل توڑتا تھا۔
دو دن سے احتشام اسکول نہیں آیا تھا۔ احتشام کے پاس ظفر کا کیمیا کا جرنل تھا جو اسے کل لازما" چیک کروانا تھا۔ ظفر نے یہی مناسب سمجھا کہ احتشام کے گھر جا کر جرنل لے لیا جائے۔ ماں کو اس نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ وہ احتشام کے سمجھائے ہوئے پتے پر اس کے طویل و عریض گھر کے باہر کھڑا تھا۔ کانپتے ہاتھوں سے ہمت کر کے اطلاعی گھنٹی پر ہاتھ رکھ دیا۔ ملازم نے اسے احتشام کے کمرے میں پہنچا دیا۔
"ارے ظفر تم!" احتشام خوشی سے چیخا۔
"پہلے یہ بتاؤ کہ دو دن سے کہاں تھے تم؟" وہ مصنوعی غصے سے بولا۔
"بتاتا ہوں بھئی! تم تو ناراض ہو رہے ہو میرے بھائی!" احتشام نے اس کی ناراضگی پر خوش ہوتے ہوئے کہا۔
"بات دراصل یہ تھی کہ دو دن سے بخار میں پڑا ہوں ورنہ اسکول ضرور آتا۔" احتشام نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اتنے میں کمرے کا دروازہ کھلا اور ساڑھی پہنے' بالوں کا خوب صورت جوڑا بنائے' نازک سے فریم کا چشمہ لگائے بڑی دل کش سی خاتون اندر داخل ہوئیں۔ ظفر انھیں دیکھ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔
"السلام علیکم آنٹی!" اس نے سلام کیا۔

انھوں نے سلام نظر انداز کرتے ہوئے مختصر سا "ہائے" کہا اور احتشام کی طرف متوجہ
ہوتے ہوئے بولیں:

"بیٹا! میں ایک پارٹی میں جا رہی ہوں۔ دوائیں وقت پر کھا لیجئے گا اور کھانا بھی۔ شرفو نے
پرہیزی کھانا بنا دیا ہے وہی کھانا ہے۔ اب میں چلتی ہوں شاید رات کچھ دیر ہو جائے۔"

وہ ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتے ہوئے چلی گئیں اور احتشام کے چہرے پر ہزاروں دکھ کے
سائے پھیل گئے جنھیں اس نے فوراً ہی اپنی مسکراہٹوں میں چھپا لیا۔

ظفر اس کے گھر سے آنے کے بعد بڑی دیر تک اس کے اور اپنے گھر کا موازنہ کرتا رہا۔
کتنی پڑھی لکھی فیملی کا لڑکا ہے احتشام۔ اگر وہ کبھی میرے گھر آگیا تو ۔۔ وہ آگے کچھ نہ
سوچ سکا۔

اب وہ احتشام سے بھی قدرے کھنچا کھنچا سا رہنے لگا کہ کہیں وہ اس کے حالات نہ جان
لے۔ احسن تو اتنا امیر تھا بھی نہیں جب بھی اتنا مذاق اڑاتا تھا' اور یہ تو۔۔۔

لیکن احتشام اس سے اسی محبت و خلوص سے ملتا رہا۔

اس دن اسکول سے واپسی پر رش کی وجہ سے بس کے دروازے پر لٹکے ہوئے ظفر کا ہاتھ
پھسلا تو چلتی بس سے نیچے گر پڑا۔ بد قسمتی سے پیچھے آتی ہوئی موٹر سائیکل نے اسے سنبھلنے کا
موقع بھی نہ دیا اور ظفر اچھلتا ہوا دور جا گرا۔ چاروں طرف سے ایک شور سا بلند ہوا' لیکن ظفر
کے دماغ میں تو اندھیرے سے اترنے لگے اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

چند دنوں بعد اسے ہوش آیا' پٹیوں سے لپٹا ہوا ظفر بالکل ہی مجبور و بے بس پڑا ہوا تھا۔
تھوڑی سی آنکھیں کھولتا' لیکن نقاہت کے مارے پھر اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبنے لگتا۔
اسے مستقل نیند کے انجکشن دیے جا رہے تھے تاکہ مکمل آرام مل سکے۔ کچھ عرصے بعد اس کی
طبیعت سنبھلی تو اسے گھر جانے کی اجازت ملی' مگر مکمل احتیاط کی ہدایات کے ساتھ۔

ظفر کو گھر آئے تیسرا دن تھا۔ اس کی طبیعت اب قدرے سنبھل چکی تھی۔ ماں زبردستی
اپنے ہاتھوں سے اسے سوپ پلا رہی تھی۔ نہ نہ کرنے کے باوجود ماں محبت سے اسے زبردستی
پلائے جا رہی تھی۔ ظفر کو ابکائی سی آنے لگی۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے جیسے ہی باتھ روم کی طرف
بھاگنے کے لیے لپکا' اس کا ہاتھ ماں کے ہاتھ سے ٹکرایا اور سوپ کا بھرا ہوا پیالہ دھڑام سے

فرش پر بکھر گیا۔

فرش پر بہا ہوئے اس حشر کی پروا کیے بغیر ہی ماں ظفر کو پکڑے باتھ روم لے گئیں اور پھر واپس لا کر بستر پر لٹایا ہی تھا کہ اطلاعی گھنٹی کی ٹرن ٹرن پر دروازہ کھولنے چلی گئی۔

ظفر ابھی بستر پر اطمینان سے لیٹا ہی تھا کہ "دیکھو تم سے ملنے کون آیا ہے" کی میٹھی اور شفقت سے بھرپور آواز پر گردن موڑ کر دیکھا تو احتشام دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"کیسے ہو میرے بھائی!" کہتے ہوئے وہ ظفر کی جانب محبت سے لپکا۔

"تم! احتشام!" ظفر نے حیرانگی سے مرے مرے لہجے میں کہا۔

"آؤ میرے بچے! بیٹھو نا یہاں پر۔" ظفر کی ماں نے احتشام کے لیے ظفر کے بستر کے نزدیک کرسی پر جگہ بناتے ہوئے کہا۔ احتشام بڑے مزے سے بیٹھا اس کی خیریت پوچھ رہا تھا اور ظفر تکلیف کے احساس سے نہیں بلکہ کمتری کے احساس سے بجھا بجھا اس کے جواب میں ہوں ہاں کر رہا تھا۔

اس کے سامنے کمرے کا منظر بالکل اچھی طرح واضح تھا۔ بوسیدہ سی مسہری کی بے ترتیب شکن پڑی چادر، کرسی کے قریب رکھی میز پر اس کی کتابوں کا ڈھیر۔ ادھ کھلی کھڑکی پر پرانا پردہ جھول رہا تھا اور فرش پر دور تک سوپ ہی سوپ بکھرا ہوا تھا۔

ظفر نے شرمندگی سے چاروں طرف دیکھ کر نگاہیں جھکا لیں۔ اس کا ذہن بار بار احتشام کے عالی شان گھر کی طرف جا رہا تھا جس کا ایک کمرا ہی اس کے پورے گھر کے جتنا ہوگا۔

آہ کتنا سکون تھا اس کے گھر میں، ظفر نے دل میں سوچا۔

"یہ تم گم صم کیوں بیٹھے ہو، کیا میرا آنا اچھا نہیں لگا؟" احتشام نے مصنوعی غصے سے کہا۔

"نن۔ نہیں بھائی! وہ تو میں۔" ظفر کے الفاظ اس کی زبان کا ساتھ نہیں دے پا رہے تھے اس لیے وہ گڑبڑا گیا۔

"لو بیٹا! تم لوگ یہ کھاؤ پیو، جب تک میں یہ فرش صاف کر دیتی ہوں۔" ماں لوازمات سے بھری ٹرے ان کے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔

ماں کی آواز پر ظفر نے چونک کر انھیں دیکھا۔ وہی پرانے سادہ سے ڈھیلے ڈھالے کپڑے، سیدھی لمبی سی چوٹی اور وہی عام سا انداز، اس کا ذہن پھر سلگنے لگا۔ کچھ بھی ہو وہ اپنے ماں باپ

ی بے عزتی ہرگز برداشت نہیں کر سکتا تھا اور احتشام تو احسن سے بھی زیادہ اونچے گھرانے کا
ـ مگر کچھ بھی تو اس کے اندازے کے مطابق نہیں ہوا۔ احتشام نے نہ تو اس کے گھر پر تبصو
کیا اور نہ اس کی سیدھی سی ماں پر۔ وہ تو بڑے مزے سے بیٹھا ماں کے ہاتھ کے بنے سموسے
کھاتے ہوئے تعریفیں کر رہا تھا اور اصرار کر کے اسے بھی زبردستی کھلا رہا تھا۔ ظفر کی ماں قریب
بیٹھیں محبت سے ان دونوں کو بار بار اور کھانے کی ترغیب دے رہی تھیں۔ احتشام بہت مسرور
دکھائی دے رہا تھا۔

"اچھا ظفر! اب اجازت!" کافی دیر بیٹھنے کے بعد احتشام نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "دوست تم
بہت خوش قسمت ہو۔" احتشام نے اس کا ہاتھ تھام کر سرگوشی کی تو ظفر چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہاری امی بہت اچھی ہیں اتنی اچھی کہ ... کہ ... کاش..." وہ ادھورا جملہ
چھوڑ کر دروازے کی سمت بڑھ گیا۔ ماں نے بھی ڈھیروں پیار کے ساتھ اسے رخصت کیا۔

"بہت اچھا لڑکا ہے احتسام، سچ مجھے تو بالکل اپنے بیٹے جیسا ہی لگتا ہے۔ اگر اس دن یہ
تمھیں ہسپتال نہ پہنچاتا تو نہ جانے کیا ہو جاتا۔" امی نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟" ظفر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"بیٹے! مطلب یہ کہ اس دن تمہارے ایکسی ڈینٹ کے وقت احتسام کی گاڑی وہاں سے
گزر رہی تھی۔ ڈرائیور کی مدد سے اس نے تمھیں ہسپتال پہنچایا اور ہمیں بھی اطلاع دی۔ بیٹا
تمہارا یہ دوست تمہاری طبیعت پوچھنے کے لیے بھی آتا رہا ہے۔"

ماں باپ کی بے لوث دعاؤں اور دواؤں کے طفیل وہ کچھ عرصے میں اس قابل ہو گیا کہ چل
پھر سکے اور چند دن مزید آرام کرنے کے بعد وہ اسکول آ گیا۔ ٹیچرز اور تمام دوستوں نے اسے
ہاتھوں ہاتھ لیا۔ جب کہ ظفر احتسام سے قدرے کھنچا کھنچا تھا۔ یہ کھنچاؤ اس کے احسانات کی
وجہ سے نہیں بلکہ شرمندگی کی وجہ سے تھا۔

"ظفر! آنٹی کیسی ہیں؟" احتشام نے پوچھا۔

"وہ ماں؟ ہاں وہ بالکل ٹھیک ہیں۔" ظفر نے گڑبڑا کر جواب دیا۔

"ظفر! تمھیں معلوم ہے کہ تمہارا کتنا سیریس ایکسی ڈینٹ ہوا تھا اور آج تم زندہ ہو تو کس

کی وجہ سے؟" احتشام نے دھیرے سے کہا۔
"ابھی بتا رہی تھیں تم تھے وہ مہمان۔" ظفر کو لگا جیسے وہ احسان جتا رہا ہو۔
"نہیں میری وجہ سے نہیں بلکہ ماں کی وجہ سے۔" احتشام نے شدت جذبات سے کہا۔
"ظفر وہ بہت عظیم ماں ہیں۔ وہ تمہارے لیے کس قدر روئی ہیں یہ تم نہیں جانتے۔ وہ تمہاری بپتا سے کئی مستقل جاگتی رہیں۔ ان کی دعاؤں اور آنسوؤں کی بدولت اللہ نے تمہیں زندگی دی ہے۔" احتشام نے جذبات سے مغلوب ہو کر اس کا ہاتھ تھاما۔ پھر اس دن چھٹی کے بعد احتشام، ظفر کو اپنی گاڑی میں اس کے گھر چھوڑنے آیا۔ گاڑی کی آواز سن کر ماں نے دروازہ کھولا۔
"اچھا میرا احتشام بیٹا بھی آیا ہے۔" کہتے ہوئے ماں نے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا تو ظفر نے خفت سے سر کھجایا۔
میری امی شین کو سین کہتی ہیں۔ ظفر نے صفائی پیش کی۔
تو کیا ہوا ماں کی زبان چاہے کیسی بھی ہو، مگر ماں تا کی زبان ہی ہوتی ہے۔ احتشام نے بزرگوں کی طرح سمجھاتے ہوئے کہا اور گاڑی کا دروازہ بند کر کے تیزی سے ماں کے آگے سر جھکا کر آداب بجالایا۔
ماں نے محبت سے دونوں کو اپنی بانہوں میں سمو کر سینے سے لگا لیا۔ ☒

مردہ زندہ ہو گیا

مصری شخص احمد ابراہیم اپنی تجہیز و تدفین میں شرکت کے لیے خود پہنچ گیا۔ امام صاحب مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کر رہے تھے۔ جب کہ اس کے لواحقین شدت غم سے رونے دھونے میں مصروف تھے اور بعض شرکا رنج و غم کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ جب احمد ابراہیم گھر پہنچا تو لواحقین کسی اور شخص کو دفن کر چکے تھے۔ دراصل ایک چور نے احمد ابراہیم کا بٹوہ چرا لیا تھا جس کی نعش مسخ شدہ حالت میں ملی تھی۔ بٹوے میں شناختی کارڈ کی موجودگی کی وجہ سے اس کو احمد ابراہیم سمجھا گیا۔

مرسلہ: حرا سلیم

سائنسی مشغلے

ڈاکٹر سہیل برکاتی



○ جب بارش ہوتی ہے تو آسمان سے بہت زیادہ پانی برستا ہے۔ بعض مرتبہ بارش کئی کئی گھنٹے ہوتی رہتی ہے۔ آسمان پر اتنا پانی کہاں سے آتا ہے؟

ایک تجربے کے ذریعہ سے اس بات کو سمجھتے ہیں۔ المونیم کی بنی ہوئی چائے بنانے کی ایک کیتلی لو۔ کیتلی پر ڈھکن اس طرح رکھو کہ بھاپ نکلنے کے لیے بہت تھوڑی سی جگہ رہ جائے۔ کیتلی میں پانی ڈال کر اسے گرم کرنا شروع کرو یہاں تک کہ بھاپ کیتلی سے باہر نکلنے لگے۔ اب ایک کُنڈے والا برتن لے کر اس میں تھوڑا سا برف یا ٹھنڈا پانی ڈال دو۔

اب دیکھو کہ بارش کا پانی آسمان سے کیسے برستا ہے۔ برف کے برتن کو کیتلی کی ٹونٹی کے قریب لاؤ جس میں سے بھاپ نکل رہی ہے۔ اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔ گرم بھاپ برتن کی ٹھنڈی دیوار سے ٹکرائے گی اور دوبارہ پانی میں تبدیل ہو جائے گی۔ اسے تکثیف (CONDENSATION) کا عمل کہتے ہیں۔ جب بہت سے قطرے جمع ہو کر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ان کا وزن بڑھ جاتا ہے اور وہ زمین پر گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ بارش ہونے کا عمل بالکل اسی طرح ہوتا ہے۔ سورج سے جو تپش اور گرمی نکلتی ہے وہ دریاؤں اور سمندروں کے پانی کو ابخرات (بھاپ) میں تبدیل کر دیتی ہے اور اس طرح پانی بھاپ کی شکل میں فضا میں شامل ہو جاتا ہے۔ جب ہوا اوپر جاتی ہے تو ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور اس میں شامل ابخرات ٹھنڈک کی وجہ سے پانی کے ننھے ننھے قطروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جب یہ قطرے ایک

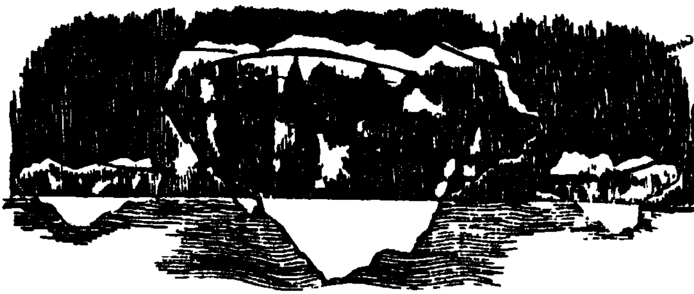
جگہ بہت زیادہ تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں تو بادل بن جاتے ہیں۔ جب بادلوں میں شامل پانی کے قطرے اتنے بھاری ہو جاتے ہیں کہ اپنا وزن نہ سہار سکیں تو زمین پر گرنا شروع ہو جاتے ہیں جسے ہم بارش کہتے ہیں۔



○ سرکس میں ایک کھیل "موت کا گولا" کہلاتا ہے۔ اس میں ایک آدمی موٹر سائکل پر لوہے یا لکڑی کے بنے ہوئے ایک گولے میں چکر لگاتا ہے۔ موٹر سائکل چلاتے ہوئے وہ بالکل اُلٹا بھی ہو جاتا ہے لیکن گرتا نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ایک چھوٹی سی بالٹی لو اور اس میں ایک تہائی پانی بھر لو۔ کوئی آدھے میٹر لمبی ایک رسّی لے کر اس کا ایک سرا بالٹی کے کُنڈے سے باندھ لو۔ اب کھُلی جگہ میں ذرا سی اونچی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔ رسّی کی مدد سے بالٹی کو تیزی کے ساتھ دائرے کی شکل میں گھماؤ۔ ایسا کرتے ہوئے یہ خیال رہے کہ بالٹی کا منہ تمہارے اس ہاتھ کی طرف رہے جس سے رسّی پکڑ رکھی ہے اور بالٹی کا نچلا حصّہ دائرے کے باہر کی طرف رہے۔ بالٹی کو دائرے کی صورت میں گھمانے پر تو ایک مقام ایسا بھی آئے گا جب بالٹی کا نچلا حصّہ آسمان کی طرف ہو گا اور اس کا منہ زمین کی طرف۔ لیکن بالٹی کا پانی زمین پر پھر بھی نہیں گرے گا۔

وہ قوّت جو پانی کو بالٹی سے زمین پر گرنے سے روکتی ہے اُسے مرکز گریز (CENTRIFUGAL) قوّت کہتے ہیں۔ اس قوّت کا اصل کام یہ ہوتا ہے کہ دائرے میں تیزی سے گھومتی ہوئی چیز اور دائرے کے مرکز کے درمیان انتہائی فاصلے کو قائم رکھے۔ بالٹی کو گھمانے کی رفتار جتنی زیادہ ہو گی مرکز گریز قوّت بھی اتنی ہی زیادہ ہو گی۔ موت کے گولے میں موٹر سائکل چلانے والا بھی اسی قوّت کی وجہ سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے اور گرتا نہیں۔



○ ٹھنڈا پانی تو وزن میں بھاری ہوتا ہے لیکن برف جو ٹھنڈے پانی ہی کی ایک قسم ہے ٹھوس ہونے کے باوجود پانی پر تیرتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

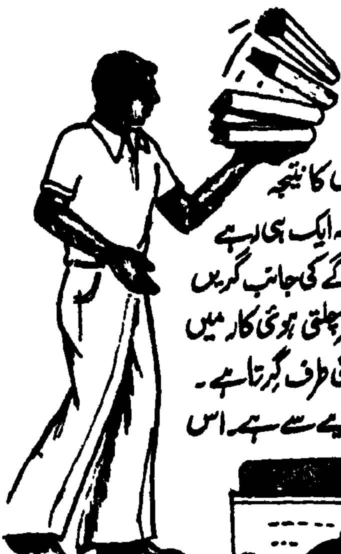
جب پانی کو ٹھنڈا کیا جائے تو جیسے جیسے اس کا درجۂ حرارت کم ہوتا جاتا ہے اس کا حجم بھی کم ہونے لگتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھاری بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ عمل صرف ایک خاص درجۂ حرارت یعنی چار درجہ سینٹی گریڈ تک ہی ہوتا ہے۔ یہ وہ درجۂ حرارت ہے جس پر پانی کی کثافت سب سے زیادہ اور حجم سب سے کم ہوتا ہے۔

جب پانی برف کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو اس کا حجم بڑھنا شروع ہوتا ہے یعنی اس حالت میں یہ زیادہ جگہ گھیرتا ہے۔ پانی سے برف بننے کے دوران پانی کے اصل مادے میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ یعنی اس میں نہ تو کوئی چیز شامل ہوتی ہے اور نہ نکالی جاتی ہے۔ گویا مادے میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن حجم زیادہ ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب پانی برف میں تبدیل ہوا تو اس کی کثافت کم ہو گئی۔ جس کسی چیز کی کثافت پانی کی کثافت سے کم ہو گی وہ پانی پر تیرے گی اور چوں کہ برف کی کثافت لکڑی، کارک وغیرہ کی طرح پانی سے کم ہوتی ہے اس لیے برف پانی پر تیرتی ہے۔

اس عمل کے جہاں فائدے ہیں وہاں نقصان بھی ہیں۔ ٹھنڈے ملکوں میں درجۂ حرارت بہت زیادہ کم ہو جانے کی وجہ سے دریاؤں کا پانی جم جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دریاؤں کی صرف اوپری سطح کا پانی برف میں تبدیل ہوتا ہے، نیچے کا پانی اپنی اصلی حالت میں رہتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ پانی میں پائے جانے والے نباتات اور حیوانات مرنے سے

بچ جاتے ہیں۔ دوسری طرف دیکھو تو پانی کے برف بننے سے نقصان بھی کچھ کم نہیں ہوتا۔ پانی پر تیرتے ہوئے برف کے بہت بڑے بڑے ٹکڑے بعض اوقات سمندری جہازوں کے لیے تباہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ برف کے ان تودوں کو (ICEBERGS) کہتے ہیں جن کا زیادہ بڑا حصہ پانی میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ جب کوئی جہاز آئس برگ کے نچلے حصے کے قریب پہنچتا ہے تو یہ جہاز کو تیز دھار والے چاقو کی طرح کاٹ دیتا ہے اور یوں جہاز انسانی جانوں اور ساز و سامان کے ساتھ تباہ ہو جاتا ہے۔

○ تیزی سے چلتی ہوئی کار اگر اچانک رک جائے تو اس میں بیٹھا ہوا آدمی جھٹکے کے ساتھ آگے کی طرف کیوں گرتا ہے؟



اپنے ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو اچھی طرح پھیلا لو اور اس پر تین چار کتابیں ایک کے اوپر ایک رکھ دو۔ اپنے ہاتھ کو جسم سے ذرا آگے کر لو اور تیز تیز چلنا شروع کر دو۔ تھوڑی دیر بعد اچانک رک جاؤ۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ تجربہ تم کتنی ہی مرتبہ دہراؤ، نتیجہ ایک ہی رہے گا یعنی کتابوں کا ڈھیر ٹوٹ جائے گا اور وہ آگے کی جانب گریں گی۔ یہ عمل بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ تیز چلتی ہوئی کار میں بیٹھا ہوا آدمی کار کے اچانک رکنے پر آگے کی طرف گرتا ہے۔ اس کا تعلق جمود (INERTIA) کے نظریے سے ہے۔ اس



نظریے کہ تحت حرکت کرتی ہوئی چیز اس وقت تک اس طرف حرکت کرتی رہے گی جب تک کوئی بیرونی

قیمت اسے روک نہ دے۔

○ کار کی ٹنکی میں پٹرول بھروانے کے بعد ہم اپنی مرضی سے جہاں چاہیں کار لے جا سکتے ہیں۔ لیکن وہ اصول کیا ہے جس کی وجہ سے کار کو پٹرول کے ذریعہ سے چلایا جا سکتا ہے؟



اس اُصول کو سمجھنے کے لیے ایک چھوٹا سا تجربہ کرتے ہیں تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے۔ انجکشن کی ایک خالی شیشی لے لو جس پر ربر کا ڈھکن ہوتا ہے۔ ماچس کی دو تیلیاں لے کر اُن کا مسالے والا حصہ شیشی میں ڈال دو۔ ربر کے ڈھکن کو گیلا کر کے شیشی کا منہ اس سے بند کر دو۔ یہ خیال رہے کہ ڈھکن سختی سے بند نہ ہو۔ ایک عدسہ لے کر تیز دھوپ میں چلے جاؤ اور سورج کی تیز شعاعوں کو عدسے کے ذریعہ سے شیشے پر ڈالو۔ شیشی میں موجود ماچس کے مسالے میں جب سورج کی شعاعیں پڑیں گی تو وہ جل اُٹھے گا اور پھر تمھیں معلوم ہے کیا ہوگا۔ شیشی کا ڈھکن شیشی سے دُور جا گرے گا۔

اسی اصول پر تمھاری کار بھی چلتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ماچس کے مسالے کی جگہ کار میں پٹرول اور ہوا ہوتی ہے۔ جلانے کے لیے عدسے کے بجائے ایک خاص قسم کا پُرزہ ہوتا ہے جسے "اسپارک پلگ" کہتے ہیں۔ اس کا کام آگ کے بہت چھوٹے چھوٹے شعلے (چنگاریاں) پیدا کرنا ہے جو پٹرول اور ہوا کے مکسچر کو جلا سکیں۔ جس لمحے جلنے کا عمل شروع ہوتا ہے، کار کا ایندھن (پٹرول اور ہوا) گرم ہو کر پھیلتا ہے اور زور دار آواز کے ساتھ کار کے ایک اور پُرزے (پسٹن) کو دباتا ہے۔ پسٹن کے ساتھ لگی ہوئی راڈ پیچھے کی طرف جاتی ہے اور کار کے ایک پُرزے "کرینک شافٹ" کو گھماتی ہے۔ کرینک شافٹ کار کے پہیوں کو گھماتی ہے اور کار حرکت کرنے لگتی ہے۔

○○○○○

ہاشم لہار کی دُکان

معراج



راشد کا باپ ہاشم خان لوہار کا کام کرتا تھا۔ وہ ایک بہت اچھا کاریگر تھا۔ وہ چاقو، چھریاں، کانٹے، چمچے، ہتھوڑے اور اس کے علاوہ لوہے کی کئی اور چیزیں بنا سکتا تھا۔ بدقسمتی سے بہت دنوں سے اسے کوئی کام نہ مل سکا اور نہ کوئی خریدار اس کی بنائی ہوئی چیزیں خریدنے کے لیے اس کی دُکان پر آیا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے لوگوں کو ان چیزوں کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی۔

ایک دن ہاشم خان کی بیوی نے کہا، "کیا آج کوئی گاہک آیا؟" ہاشم خان بولا، "نیک بخت، آج بھی وہی حال ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے گاہک ہماری دکان کا راستہ ہی بھول گئے ہیں۔" ہاشم کی بیوی فکرمند ہو کر بولی، "اگر تم کہو تو پڑوسی سے کچھ آٹا اُدھار مانگ لوں؟ آج دوپہر کی روٹی کے لیے مٹھی بھر آٹا بھی نہیں ہے۔"

ہاشم نے اپنی بیوی کو گھور کر دیکھا اور بولا، "مجھے غیروں کے آگے ہاتھ پسارتے ہوئے شرم آتی ہے۔" ہاشم خان کی بیوی چڑ چڑ ہو کر بولی، "مجھ سے تو بیٹے راشد کا بھوک سے بلبلانا دیکھا نہ جائے گا۔"

ہاشم خان نے ماتھے سے پسینا پونچھا اور کہا، "راشد بھی غیرت مند باپ کا غیرت مند بیٹا ہے۔ تم دیکھ لینا کہ وہ بھوکا رہ لے گا مگر اُدھار مانگی ہوئی روٹی کا ٹکڑا نہیں توڑے گا۔"

بیوی بولی، "پیٹ بھرنے کے لیے آخر کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ یوں خالی پیٹ رہ کر کب تک گزارا کرتے رہو گے۔"

ہاشم بولا، "تم راشد کو جنگل میں بھیج کر چولائی، بتھوا، اور رس بھریاں منگوالو۔ رات تو گزر جائے گی۔ اللہ چاہے گا تو کل کوئی نہ کوئی گاہک ضرور آئے گا۔" راشد بہت ہی نیک اور فرماں بردار لڑکا تھا۔ وہ گھر کے حالات سے واقف تھا۔ جب اس کی ماں نے چولائی لانے کے لیے کہا تو وہ خوش دلی سے بولا، "امی جان، چولائی کا ساگ تو مجھے بے حد پسند ہے۔ آپ مجھے ٹوکری دیجیے میں ابھی کچھ دیر میں ساگ لے آتا ہوں۔" راشد ٹوکری لے کر جنگل میں چلا گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ میں بہت چھوٹا سا ہوں۔ میں اپنے ابو جان کا ہاتھ بٹانے کے لیے کیا کام کر سکتا ہوں؟ نہ میں ریل کا ڈرائیور بن سکتا ہوں، نہ کسی بس کا کنڈکٹر بن سکتا ہوں۔ مجھ سے تو مزدوری بھی نہیں ہو سکے گی۔ وہ چولائی اور بتھوے کی تلاش میں بہت دیر اِدھر اُدھر گھومتا رہا لیکن اُسے کچھ نہ مل سکا۔ کچھ جنگلی بیر اور کچی رس بھریاں ملیں لیکن وہ بھوکا تھا اور بہت دیر تک اِدھر اُدھر مارے مارے پھرنے سے اس کی بھوک چمک گئی تھی اس لیے وہ جنگلی بیر اور رَس بھریاں خود ہی کھا گیا۔ اِسے تلاش کا سلسلہ دوبارہ شروع کرنا پڑا۔

گھنے درختوں کے درمیان سے ایک تنگ راستہ گزر رہا تھا۔ راشد نے سوچا کہ یہ راستہ ضرور کسی کھلے میدان میں نکلتا ہے۔ جہاں جنگلی بیر اور رَس بھریاں بھی ہوں گی اور چولائی اور بتھوے کا ساگ بھی ملے گا۔ وہ اس راستے پر چلتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ایک کھلے میدان میں جا پہنچا۔ اس نے وہاں ایک عجیب ہی منظر دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ دس بارہ بونے دائرے کی شکل میں ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ ہر بونا بہت تمیز اور سلیقے سے بیٹھا ہوا تھا اور ٹوکری کھلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ ایک بونا اُن سب کا سردار دکھائی دیتا تھا۔ اس نے ایک کپڑا زمین پر پھیلا

دیا۔ یہ کپڑا راشد کے رومال جتنا ہی بڑا ہوگا۔

راشد نے پہلے کبھی بونے نہیں دیکھے تھے۔ وہ بہت چھوٹے چھوٹے سے مگر شکل اور صورت میں عام آدمیوں کی طرح ہی تھے۔ سردار نے ٹوکری کھولی پھر اس نے بسکٹ سموسے اور کیک بہت سلیقے سے سجادیے۔ اس نے ہر ایک بونے کو ایک ایک پلیٹ دی۔ راشد بہت حیرت اور دلچسپی سے یہ تماشا دیکھتا رہا۔ وہ اپنی زندگی میں پہلی دفعہ بونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ سوچنے لگا کہ جب میں گھر جا کر امی اور ابو جان کو یہ دلچسپ بات سناؤں گا تو وہ کتنے حیران ہوں گے۔

بونوں کا سردار بولا، "بھئی اب کھانا پینا شروع کرنا چاہیے۔ پیاس کے مارے میرے حلق میں کانٹے سے چبھ رہے ہیں، بھئی میں تو سب سے پہلے لیمن پیوں گا۔"

سب بونے باری باری بولے، "ہم بھی پہلے لیمن ہی پئیں گے۔ ہمیں بھی بہت سخت پیاس لگ رہی ہے۔" سردار بوتل کھولنے کی چابی نکالنے کے لیے اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ بدقسمتی سے وہ چابی گھر بھول آیا تھا۔ اس نے باری باری اپنی سب جیبیں الٹ دیں لیکن چابی کو نہ ملنا تھا اور نہ ملی۔ سردار بولا، "بھئی میں تو چابی گھر بھول آیا ہوں۔ اگر تم میں سے کسی کے پاس چابی ہو تو وہ مجھے دے دے۔" باری باری ہر بونے نے اپنی جیبیں ٹٹولیں لیکن کوئی بونا بھی چابی نہیں لایا تھا۔ شاید ہر بونے کو یہ بھروسا تھا کہ اس کا ساتھی چابی ضرور لائے گا اور وہ بھی اسی سے اپنا کام چلالے گا۔

سب بونے مایوس ہو کر چلّانے لگے، "ہمارے اللہ، اب ہم کیا کریں۔ ہمیں بہت زور کی پیاس لگی ہے۔ لیمن کی بوتلیں تو ہمارے پاس ہیں لیکن ہم انھیں کھول نہیں سکتے۔"

یہ سب بونے بہت چھوٹے چھوٹے سے تو تھے ہی۔ اس ذرا سی بات پر وہ گھبرا گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کے پھول کی پنکھڑی جتنے بڑے رومال آنسوؤں سے بھیگ گئے۔ انھیں روتا ہوا دیکھ کر راشد کو بہت ترس آیا۔ وہ درختوں کی اوٹ سے باہر نکلا اور ان کے سامنے آکر بولا، "میرے ننھے منّے دوستو، مجھے دیکھ کر پریشان مت ہونا۔ میں کسی کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔"

جب راشد نے بولنا شروع کیا تو بونے خوف سے اُچھل پڑے لیکن اس کا بھولا معصوم

چہرہ دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئے۔ اس کی نرم اور محبت بھری آواز سن کر وہ اس کے گرد اکٹھے ہو گئے اور اس کی باتیں غور سے سننے لگے۔ راشد بولا، "میں تمھاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو میں گھر جا کر اپنے ابّو جان سے تمھارے لیے بوتل کھولنے کی چابی بنوا لاؤں۔ یہ اتنی چھوٹی سی ہو گی کہ تم آسانی سے اپنی اپنی بوتل کا ڈھکنا کھول سکو گے۔"

سردار بولا، "نیک دل لڑکے! تم بہت اچھے ہو۔ مہربانی کر کے ہمارے لیے ایک چابی ضرور لا کر دے دو۔"

راشد نے ٹوکری وہیں چھوڑی اور وہ تیزی سے دوڑتا ہوا گھر پہنچا۔ اس کے ابّو جان ابھی تک دکان میں بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے۔

راشد پھولی ہوئی سانس سے بولا، "ابّو جان جلدی سے بوتل کا ڈھکنا کھولنے والی ایک چھوٹی سی چابی بنا دیجیے۔ جنگل میں بونے پکنک منا رہے ہیں۔ وہ اپنی بوتل کھولنے والی چابی گھر بھول آئے ہیں۔"

راشد کا ابّو، ہاشم خان خفا ہو کر بولا، "بیٹا یہ تم کیسی فضول باتیں کرنے لگے ہو۔ دُنیا میں بونوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ جن بھوتوں اور پریوں کی کہانیاں پڑھ پڑھ کر تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے، یہاں تک کہ اب دن کے وقت بھی تم بونوں کے خواب دیکھنے لگے ہو۔"

راشد روہانسا ہو کر بولا، "ابّا جان، آپ یقین کیجیے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ بالکل سچ ہے۔"

راشد کی امّی نے بھی اس کی تائید کی وہ بولی، "بچّے کا دل نہ توڑیے اور پھر آپ ہی تو وہ شعر سُناتے ہیں ہر وقت کہ ..." راشد کی امّی شعر کو یاد کرنے کے لیے کوشش کرنے لگیں، تب اچانک راشد بولا:

مسجد کو توڑیے، مندر کو ڈھایئے
دل کو نہ توڑیے کہ یہ خُدا کا مقام ہے

ہاشم خان نے ایک زور کا قہقہہ لگایا اور بولا، "خوب، بہت خوب، اب میں تمھارے لیے ضرور ہی چابی بنا دوں گا۔" تھوڑی سی دیر میں اس نے ایک اتنی چھوٹی سی بوتل کھولنے

کی چابی بنا دی کہ اسے ایک تتلی بھی آسانی سے اُٹھا کر لے جا سکتی تھی۔ راشد نے شکریہ ادا کیا اور تیزی سے باہر کی طرف بھاگا۔ بونے ابھی تک بہت صبر اور سکون سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جب انھوں نے بہت چھوٹی سی چابی دیکھی تو وہ خوشی کے مارے تالیاں بجانے لگے۔ سردار بولا، "اگر ہم گھر جا کر چابی لاتے تو ہمیں بہت دیر ہو جاتی اور پکنک کا سارا لطف جاتا رہتا۔ بھئی اب تم بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔"

راشد ہنس کر بولا، "جناب، آپ کے سب کیک میں ایک دَم پھانک جاؤں گا اور لیمن کی سب بوتلیں ایک گھونٹ میں پی جاؤں گا۔"

سردار بولا، "بھائی، ہم بونے چھوٹی چیزوں کو بڑی بڑی بنانے کا منتر بھی جانتے ہیں۔ یہ لو، یہ ایک کیک ہے، میں اسے تمھارے سامنے بڑا کر کے دکھائے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے نہ جانے کیا منتر پڑھ کر پھونک ماری کہ کیک بہت بڑا سا ہو گیا۔ جب راشد نے کیک کھایا تو اسے بے حد مزے دار لگا۔ کیک کا ہر ٹکڑا الگ مزہ دے رہا تھا۔ سردار نے سب بونوں کو باری باری بوتلیں پیش کیں، پھر ایک بوتل کھول کر اس پر کچھ منتر پڑھ کر پھونک ماری۔ یہ بوتل بھی بہت بڑی سی ہو گئی۔ راشد نے پیٹ بھر کر کھایا اور پیا۔ پھر بھی کیک اور بوتل اتنے کے اتنے ہی رہے۔

جب کھانے پینے کا سلسلہ ختم ہوا تو سردار نے راشد سے کہا، "میاں، تم اپنے متعلق بتاؤ کہ تم یہاں کیا کرتے پھر رہے تھے۔"

راشد نے کہا، "میں چولائی کا ساگ، جنگلی بیر اور رس بھریاں ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ دن بھر کی تلاش کے بعد مجھے جو بیر اور رس بھریاں مل سکیں وہ میں نے کھا لیں۔ شاید مجھ سے پہلے ہی کوئی شخص چولائی اور جنگلی بیر توڑ کر لے جا چکا ہے۔"

بونوں کا سردار قہقہہ مار کر بولا، "یہ بات تو تم نے ٹھیک ہی کہی۔ کل رات میرے ساتھی یہ سب بیر اور رس بھریاں لے جا چکے تھے۔ ہمیں اُن کے کیک بھی تو بنانے تھے نا؟"

راشد کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ وہ بولا، "میرے ابا جان لوہار کا کام کرتے ہیں۔ بہت دنوں سے کوئی چیز نہیں بِکی، اس لیے آج کل ہم بہت تنگی ترشی سے گزارا کر رہے ہیں۔" سب بونے اس کی طرف ہمدردی سے دیکھ رہے تھے۔ راشد آنسو پونچھ کر بولا، میری

ماں نے مجھے رُس بھریاں لانے کے لیے بھیجا تھا۔ اگر چولائی کا ساگ اور رُس بھریاں نہ لے گیا تو آج رات ہمیں بھوکا رہنا پڑے گا۔"

سردار ہنس کر بولا، "واہ بھئی اتنی سی بات پر ہمارے دوست کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ارے بھائی، تم رونا دھونا بند کرو۔ ہم ابھی تمھارے لیے رس بھریاں، جنگلی بیر، چولائی اور بتھوے کا ساگ لے آتے ہیں۔" بونے جنگل کے گوشے گوشے سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ اپنے سردار کا اشارہ پاتے ہی ان چیزوں کی تلاش میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس لوٹے تو ہر ایک کے ہاتھوں میں کچھ نہ کچھ ضرور تھا۔ جلد ہی ٹوکری اوپر تک بھر گئی۔ اب اس میں گھاس کی ایک پتی رکھنے کی گنجائش بھی نہ تھی۔ راشد بولا، "ننھے منّے دوستو، تمھارا بے حد شکریہ۔ اب میں اپنے گھر جاؤں گا۔ اللہ حافظ۔"

بونے بھی زور زور سے چیخنے لگے، "اللہ حافظ، اللہ حافظ۔" راشد کی امی بھری ہوئی ٹوکری دیکھ کر بولیں، "اللہ کا شکر ہے کہ آج رات کے کھانے کا بندوبست ہو گیا۔"

ہاشم خان آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر بولا، "جس نے آج کھانے پینے کا سامان دیا ہے وہ کل بھی ضرور دے گا۔" راشد کی امی ٹھنڈا سانس بھر کر بولیں، "اللہ جانے، ہمارے مصیبت کے دن کب دُور ہوں گے۔"

ہاشم خان نے کہا، "اللہ پر بھروسا رکھو۔ ہر مصیبت کے بعد راحت ہوتی ہے۔ اچھے دن ضرور آئیں گے۔"

اگلے دن جب ہاشم نے دکان کھولی تو گاہکوں کا تانتا بندھ گیا۔ شہر بھر کے لوگ دوڑے ہوئے اس کے پاس آ رہے تھے۔ کسی کا چمٹا کھو گیا تھا۔ کوئی اپنا چاقو کہیں رکھ کر بھول گیا تھا۔ کسی کے چھری اور چاقو غائب تھے۔ کسی کو چمچوں کی ضرورت تھی اور وہ نہیں مل رہے تھے۔ کوئی کیل ٹھونکنے کے لیے ہتھوڑا خریدنا چاہتا تھا۔ دن بھر گاہکوں کا تانتا بندھا رہا۔ پہلے پہل تو راشد کے ابّو جان گاہکوں کو دیکھ کر خوش ہوئے لیکن جلد ہی یہ خوشی حیرانی اور تعجب میں بدل گئی۔ عجیب بات یہ تھی کہ ہر شخص کی چیزیں ایک ہی وقت میں اور ایک ہی دن کھو گئی تھیں۔ اس کا وہ مال جو کئی مہینوں سے پڑا تھا تھوڑی ہی دیر میں بک گیا اور گاہکوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کی فرمائش پوری کرنے کے لیے ہاشم خان کو دن بھر کام کرنا پڑا۔ بہت سے گاہکوں نے یہ

بات تسلیم کی کہ ہاشم خان بہت اچھا کاریگر ہے۔ اس کی بنائی ہوئی چیزیں بے حد خوب صورت ہیں۔
راشد کی امی بولیں، "اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے بُرے دن جاتے رہے اور اچھے دن آگئے۔" ابّو جان نے کہا، "بیوی، میں نہ کہتا تھا کہ تنگی کے بعد فراخی اور مصیبت کے بعد راحت ہوتی ہے۔"
کچھ دیر کے بعد ہاشم خان نے کہا، "عجیب بات ہے کہ سب لوگوں کی وہی چیزیں ایک ہی وقت میں اور ایک ہی دن گم ہوئیں۔ شاید میں یہ گتھی کبھی نہ سلجھا سکوں گا۔"
راشد مسکرا کر بولا، "ابّا جان، یہ سب میرے ننھّے مُنّے دوستوں کا کارنامہ ہے۔ کل آپ نے بونوں کے ساتھ ایک چھوٹی سی نیکی کی تھی۔ وہ آپ کے بے حد احسان مند ہوئے۔ انھوں نے آپ کی نیکی کا بدلا اس طرح چکایا کہ لوگوں کی چیزیں چھپا دیں۔ وہ سب مجبور ہو کر آپ کے پاس آئے۔ آپ کا سارا مال بِک گیا۔"
ہاشم خان بولا، "بیٹا جی، دوسروں کا نقصان کر کے اپنا فائدہ اٹھانا بھی تو بُری بات ہے نا؟"
راشد نے سر ہلا کر اپنے باپ کی تائید کی۔ تب ہاشم خان دوبارہ بولا، "بیٹا، اب تم جنگل میں جا کر اپنے دوستوں سے کہنا کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریں۔ انھیں پتا نہیں ہے کہ صحیح کام کیا ہے اور غلط کیا ہے؟"
راشد اگلے دن جنگل میں پہنچا۔ وہ دن بھر بونوں کو ڈھونڈتا رہا لیکن نہ جانے وہ کہاں چلے گئے تھے کہ بہت تلاش کے بعد بھی نظر نہ آسکے۔ کبھی کبھی اُسے یہ ضرور محسوس ہوتا کہ کسی جھاڑی کے پیچھے سے بونے چھپ چھپ کر اُسے دیکھ رہے ہیں۔ اُس نے زور سے کہا، "اے میرے دوستو، تم جہاں کہیں بھی ہو میری بات غور سے سُن لو۔ اب تم کسی کی چیز نہیں چھپاؤ گے۔ میرے ابّو جان کو یہ بات پسند نہیں کہ دوسروں کا نقصان ہو اور انھیں کوئی فائدہ پہنچے۔"
راشد یہ کہہ کر اپنے گھر واپس چلا گیا۔ پتا نہیں کہ بونوں نے اس کی بات سُنی یا نھیں سُنی؛ لوگوں کی چیزیں تو اب بھی گم ہوتی رہتی ہیں اور راشد جانتا ہے کہ یہ کس کی کارستانی ہے۔

ایک صاحب کسی کی ظریفانہ عادت کا ذکر کر رہے تھے، "ارے صاحب! وہ ظالم تو ایسی ہنسا دینے والی باتیں کرتا ہے کہ انسان تو کیا گدھے کو بھی ہنسی آجاتی ہے اور میرا تو ہنستے ہنستے بُرا حال ہو گیا۔"

مرسلہ: یحییٰ شفیق، گلشنِ وسیم، کراچی

حکیم محمد سعید

حکیم صاحب کے مشورے

جسم پر خارش

سوال: عمر ۱۶ سال' میرے سارے جسم پر خارش ہوتی ہے۔ کئی معالجین سے علاج کروا چکا ہوں۔ برائے مہربانی تجویز فرمائیں۔ (شعیب اقبال)

جواب: میرے عزیز' اللہ تعالیٰ آپ کا اقبال بلند تر فرمائیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ کے ہضم کا نظام خراب ہے۔ یا یہ کہ جسم کو حیاتین ج (وٹامن سی) پوری نہیں مل رہی ہے۔ خارش کی ایک یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ آپ روزانہ ۱۵۔ ۲۰ دن تک ایک ہزار ملی گرام وٹامن سی کھائیے۔ ۵۔۵ سو ملی گرام کی دو ٹکیاں کھا کر اوپر سے شربت عناب ایک تولہ پانی میں گھول کر پی لیں۔ اس سے فائدہ ہو جائے گا۔

آپ اپنی غذا سے گوشت کم کر دیجیے اور بڑے کا قطعاً چھوڑ دیجیے۔ بڑے کا گوشت تباہ کن ہے۔ آپ لوگ ذرا نہیں سمجھ رہے ہیں کہ بڑے کا گوشت کھا کھا کر آپ بیمار ہو رہے ہیں۔

اقبال میاں! اس وقت حضرت علامہ اقبالؒ کی ایک بات یاد آگئی۔ ایک بار کلاس روم میں ذرا تاخیر سے پہنچے۔ معلم (ٹیچر) نے فرمایا: اقبال دیر سے آیا ہے۔ علامہ نے جواب دیا: ہاں اقبال دیر سے آتا ہے! یعنی اقبال (بلندی اور عظمت) بڑی محنت سے آتی ہے!

بدن کی کم زوری

سوال: عمر ۲۰ سال ہے۔ میرا ذہن اور بدن کم زور ہے۔ میں نے معجون آرد خرما اور مثالی استعمال کی ہے' کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی اور علاج تجویز فرمائیں۔ (ساجد محمود)

ج : مثانی اور معجون آرد خرما استعمال کرنا اس حقیقت کا اعلان ہے کہ آپ نے اپنی صحت کا خیال نہیں کیا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس عظیم عطیے کو اپنے ہاتھوں ضائع کردیا ہے۔ ملک کے بہت سے نوجوان ایسا ہی کرتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ دوائیں کھانا بند کردیجئے۔ کوئی دوا نہ کھائیے۔ اب زیادہ سے زیادہ توجہ صحیح غذا پر صرف کیجئے۔ پھل سبزیاں آپ کے لیے بہترین موزوں غذا ہیں۔

آپ کو باقاعدگی سے ورزش کرنی چاہیے' آرام کرنا چاہیے اور کام کے وقت پوری توجہ سے کام کرنا چاہیے۔

ذہن کے لیے مغز بادام شیریں سے کام لیجئے۔ رات ۸ دانے بادام پانی میں بھگو دیجئے۔ صبح ان کو خوب چبا کر کھالیجئے بہترین "برین ٹانک" ہے!

آپ فیصلہ کریں کہ آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں گے۔ یاد رکھیے کہ صحت بکاؤ مال نہیں ہے کہ جائیں اور بازار سے صحت خرید لائیں۔

میرے بال

س : عمر ۱۴ سال ہے' میرے سر کے بال بہت چھوٹے ہیں۔ تیل لگانے کے باوجود بڑھ نہیں رہے ہیں۔

(فرزانہ عالم)

ج : فرزانہ بٹی! عین ممکن ہے کہ آپ کی غذا میں صحیح اجزا نہ ہوں اور نشو و نما صحیح نہ ہو رہی ہو۔ مثلاً زیادہ گوشت کھانا اچھی غذا نہیں ہے۔ سبزیاں ترکاریاں بہتر غذا ہیں۔ اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ بالوں کا تعلق اچھی غذا سے ہے۔ آپ کی غذا جب متوازن ہوگی تو بال بڑھنا شروع ہو جائیں گے۔ قطعی طور پر یہ غذا ہی کہ جس سے بال نشو و نما پاتے ہیں۔ ویسے سر میں آملین ڈال کر مالش کرنا بھی صحت بخش ہو سکتا ہے۔ بالوں کی صحت کے لیے ان کا روزانہ یا دوسرے تیسرے دن دھونا اچھی عادت ہے۔

دماغ کا درد

س : عمر ۲۱ سال ہے۔ میرے دماغ میں ہر وقت درد رہتا ہے۔ بعض اوقات یہ درد اتنا شدید

ہوتا ہے کہ لگتا ہے جیسے میرے دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی' جس کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ (محمد عدیل علوی)

ج : کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ کی بینائی (بصارت) کم زور ہو اور مطالعہ کرنے سے آنکھوں پر زور پڑتا ہو' اچھا ہے کہ ماہر چشم سے آنکھوں کا معائنہ کرائیے۔

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا جگر خراب ہو۔ اس سے بھی درد سر ہو سکتا ہے۔ درد سر اکثر و بیشتر حالات میں مرض نہیں' علامت مرض ہوتا ہے' یعنی جسم کے کسی عضو کی خرابی سے ہوتا ہے۔ آپ کے لیے میری رائے میں یہ علاج صحیح رہے گا۔

۱۔ صبح' خمیرہ ہمدرد ۶ گرام نوش کر کے اوپر سے پانی یا دودھ پی لیں۔

۲۔ شام کو وٹامن سی کی دو ٹکیاں نوش جان کر لیں۔

۳۔ رات سوتے وقت سومینا کے دو چمچے پانی یا دودھ کے ساتھ لیں۔

۲۵ دن کے علاج سے درد سر دور ہو جائے گا ان شاءاللہ تعالیٰ۔

دبلا پن

س : عمر ۱۷ سال ہے۔ طالب علم ہوں' بہت دبلا پتلا ہوں' بھوک نہیں لگتی۔ ازراہ کرم مشورے سے نوازیے۔ (کاشف ابرار)

ج : اچھی بھوک ان لوگوں کو لگتی ہے کہ جو غذا احتیاط اور توازن سے کھاتے ہیں۔ مثلاً اس قدر کھائیں کہ چوتھائی معدہ خالی رہے۔ اگر معدے کو لبالب بھریں گے تو اس سے تکلیف تو ضرور ہوگی۔ لوگ زیادہ کھاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی صحت اس سے اچھی ہوگی' لیکن وہ غلطی پر ہیں۔

اگر آپ کے دل میں نفرت اور حسد کے جذبات پرورش پا رہے ہیں تو آپ کی بھوک اور صحت خراب ہو جائے گی۔ آپ دبلے ہو جائیں گے۔ اور انتقام کی آگ بھڑک جانے سے تو انسان جل جاتا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ روزانہ صبح کم از کم ایک میل تیز رفتار سے چلنا شروع کر دیں۔ اس سے بھوک بھڑک جائے گی' مگر توازن اور اعتدال سے کھائیے۔

گدھے کی فریاد

حافظ محمد عمران شیخ

ایک غریب سقے کے پاس ایک گدھا تھا۔ بوجھ ڈھوتے ڈھوتے اس بے چارے کی کمر دہری ہو گئی تھی' اس کی پیٹھ کئی جگہ سے زخمی تھی۔ جَو تو اس کے نصیب میں کہاں تھے' سوکھی گھاس بھی مشکل سے میسر ہوتی اور پھر ہر وقت لوہے کی بیخ سے کچوکے کھا کر اس کی کمر تک زخمی ہو چکی تھی۔ ایک سلوتری اس سقے کا دوست تھا۔ اس کو گدھے کی حالت دیکھ کر بڑا رحم آیا اور اس نے سقے سے کہا : "میاں! تمہارا گدھا اس قدر کم زور اور خستہ حال کیوں ہے؟"

سقے نے کہا : "بھائی! میں سخت مفلس اور محتاج ہوں' اس لیے اس بے زباں کے لیے چارا مہیا نہیں کر سکتا۔"

سلوتری نے کہا : "اس کو چند دن تک کے لیے میرے سپرد کر دو۔ میں اس کو شاہی اصطبل میں رکھوں گا تو وہ خوب موٹا تازہ ہو جائے گا۔"

سقے نے اپنا گدھا سلوتری کے حوالے کر دیا اور اس نے اسے شاہی اصطبل میں لا کر باندھ دیا۔ گدھے نے دیکھا کہ وہاں خوب موٹے تازے عربی گھوڑے ہیں اور ان پر زرق برق ساز و سامان پڑا ہے۔ ان کے صاف ستھرے تھانوں پر پانی چھڑکا ہوا ہے اور ان کو اپنے وقت پر عمدہ گھاس اور دانہ ملتا ہے۔ ان گھوڑوں کے جو یہ رنگ ڈھنگ دیکھے تو سر اٹھا کر اللہ سے فریاد کی کہ الٰہی! اگرچہ میں گدھا ہوں' لیکن کیا تیری مخلوق نہیں ہوں۔ آخر کس جرم کی پاداش میں تو نے مجھے اس عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ دوسری طرف یہ گھوڑے خوب عیش کرتے ہیں۔

گدھا اسی طرح آہ و زاری کر رہا تھا کہ یکایک جنگ کا طبل بجا اور سپاہی ان گھوڑوں پر بیٹھ کر میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ دشمن کے تیروں سے ان کے جسم چھلنی ہو گئے اور جب وہ خون میں نہائے ہوئے اصطبل میں واپس آئے تو نعل بند ان کے جسموں کو تیر نکالنے کے لیے چیرتے اور زخم صاف کرتے۔ گدھے نے ان کا جو یہ حال دیکھا تو اللہ سے معافی مانگی کہ میں ایسے ساز و سامان اور کھانے سے باز آیا جس سے ایسے بُرے زخم کھانے پڑیں۔

گدگدیاں

☆ سیلز مین: رنگین ٹیلی ویژن لیں گے یا بلیک اینڈ وائٹ!
گاہک: رنگین کی قیمت کیا ہے اور بلیک اینڈ وائٹ کی کیا قیمت ہے۔
سیلز مین۔ رنگین کی قیمت ۱۵۰۰۰ ہزار اور بلیک اینڈ وائٹ کی ۱۵۰۰ سو۔
گاہک۔ بلیک اینڈ وائٹ ہی دے دیجیے گھر جاکر اپنی پسند کے رنگ سے رنگ لیں گے۔

محمد سمیع الزماں، برولہا، کھول، دربھنگہ، بہار

☆ تین دوست ایک ساتھ رہتے تھے۔ ان میں ایک مسلمان، ایک عیسائی اور ایک یہودی تھا۔ عیسائی اور یہودی بہت مطلبی تھے۔ ایک شام تینوں دوست کھانے سے فارغ ہوئے تو کہیں سے مٹھائی آئی۔ اب تینوں نے سوچا کہ ابھی کھالیں۔ مگر مسلمان دوست نے کہا کہ ابھی نہیں یہ مٹھائی صبح کھائی جائے اور یہ مٹھائی وہ کھائے جو سب سے اچھا خواب دیکھے۔ اس پر تینوں راضی ہو گئے۔ اب رات ہوئی، مسلمان اٹھا اور اس نے ساری مٹھائی کھالی۔ صبح ہوئی تو اس نے خود ہی معلوم کیا کہ بتاؤ کیسے کیسے خواب دیکھے۔
یہودی نے بتایا میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ موسیٰؑ میرے پاس آئے اور مجھے کوہِ طور پر لے گئے۔ عیسائی نے بتایا کہ میرے خواب میں عیسیٰؑ آئے اور عرش پر لے گئے۔
اب مسلمان نے کہا میرے خواب میں حضرت جبرئیل آئے اور ایک ڈنڈا ساتھ میں لائے اور کہا اٹھ جلدی سے مٹھائی کھالے نہیں تو ماروں گا۔ میں نے فوراً مٹھائی کھالی۔ دونوں دوست نے کہا ہمیں جگادیا ہوتا۔ اس نے کہا میں نے بہت جگایا لیکن تم میں سے ایک کوہِ طور پر تھا اور دوسرا عرش پر اسی لیے میری آواز آپ دونوں کو سنائی نہیں دی۔

محمد الطاف ندا فضل پلیٹ چچابنہ، آکولہ

☆ ایک بیمار بچہ جب کسی بھی حالت میں کونین کی گولی کھانے کو راضی نہ ہوا تو ڈاکٹر نے گولی لڈو کے اندر رکھ کر کہا۔
"بیٹے لڈو کھالو۔"
تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیوں بیٹے لڈو کھالیا؟"
"ہاں ڈاکٹر صاحب لڈو کھالیا اور گٹھلی پھینک دی"
بچے نے جواب دیا۔

محمد عمار سعید خان صدیقی، باغ قسمت کالونی، ممبرا کوسہ، تھانہ

☆ ایک بہت موٹے اور پیٹو مالک کے کھانے کے لیے اس کا نوکر ۲۵ روٹیاں اور چار پلیٹ سالن لایا۔ مالک نے روٹیاں گنیں اور نوکر سے گرجتے ہوئے پوچھا "تم کتنی روٹیاں لائے ہو؟" نوکر نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا "۲۵۔ روٹیاں جناب۔" مالک نے غصہ سے

کہا: ایک روٹی لے جاؤ۔ میں انسان ہوں حیوان نہیں۔"

ناز نین آراء۔ یو دوڑ، جلگاؤں۔ مہاراشٹر

☆ بیوی نئی ساری کے لیے ضد کر رہی تھی تو شوہر نے کہا۔ "بیگم۔ تمھاری الماری ساریوں سے بھری پڑی ہے۔"

"لیکن یہ سب ساڑیاں محلے کے لوگ دیکھ چکے ہیں۔" بیوی نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا" شوہر نے کہا "اچھا ایسا کرتے ہیں کہ ہم اس محلے سے دوسرے محلے میں شفٹ ہو جاتے ہیں۔"

نا ہیدہ پروین، برہم پور

☆ ایک صحافی نے سیاست دان سے پوچھا "پچھلے سالوں میں آپ نے ملک میں کیا تعمیری کام کیا ہے؟ "تو وہ بولے۔" آپ میرے "سالو" کو بیچ میں مت لائیں اور جہاں تک تعمیری کاموں کا تعلق ہے، میں اپنی کوٹھی تعمیر کروا چکا ہوں۔"

راغب علی جمالی، غفار منزل کالونی، نئی دہلی

☆ ایک آدمی تیزی سے سائیکل چلا رہا تھا۔ ایک شخص نے اس سے پوچھا۔ ارے بھئی اس قدر تیزی کے ساتھ سائیکل کیوں چلا رہے ہو۔ سائیکل سوار نے کہا میری سائیکل میں بریک نہیں ہے، اس لیے کوئی بھی حادثہ ہونے سے پہلے میں گھر پہنچ جانا چاہتا ہوں۔

☆ باپ نے بیٹے کو پڑھاتے ہوئے کہا "بیٹے کتاب بند کرو اور اسکول جانے کی تیاری کرو اب وہیں اپنے سر سے پڑھنا۔"

بیٹے نے جواب دیا "پاپا لڑکے تو منہ سے پڑھتے ہیں۔ میں سر سے کیسے پڑھوں گا۔"

حیدر عباس، انصاری کلب، پورہ رانی۔ مبارکپور

☆ ایک کنجوس آدمی مٹھی میں روپیہ دبائے جا رہا تھا۔ راستے میں پسینہ آیا تو مٹھی کھول کر روپے سے کہنے لگا "ارے رو نہیں میں تجھے خرچ نہیں کروں گا۔"

محمد عادل رضی۔ دکھی نیسوری ڈرگس، برہم پور

☆ گاہک (دکاندار سے) چائے پینے کے بعد کتنے روپے ہوئے۔

دکاندار دو روپے۔

گاہک وہ کیسے اتنا چھوٹا کپ اور دو روپے؟

دکاندار نہیں تو کیا دو روپے میں آپ کو ورلڈ کپ دے دوں۔

محمد ارشد، دیکھون، کھگریا، بہار

☆ بیوی آپ میری اجازت کے بغیر سنیما کیوں گئے جب کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتی۔

شوہر (گھبرا کر) آپ کو کس نے بتایا بیگم؟

بیوی میں نے خود دیکھا جب آپ گیلری کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے، میں اس وقت ٹکٹ لے رہی تھی۔

☆ موٹی عورت ڈاکٹر سے. وزن کم کرنے کی آسان ترین ورزش بتاؤ تو بھلا ڈاکٹر صاحب!
ڈاکٹر. اپنے سر کو پہلے دائیں جانب گھماؤ، پھر بائیں جانب گھماؤ۔ اس وقت جب کوئی آپ کو کھانے کے لیے آفر کرے۔

انیسہ ناز شیخ ساجد واسلام پورہ، کاسودہ، جلگاؤں

☆ ایک صاحب کا ایک رات کو گھوڑا مر گیا، صبح وہ صاحب رو رہے تھے۔ جب محلے کے لوگ جمع ہوئے تو ایک آدمی بولا۔
"کیوں رو رہے ہیں آپ؟ اس میں سے ایک آدمی نے کہا۔ "بھئی واقعی رونے کی بات ہے ان کا گھوڑا بہت تیز رفتار تھا۔ ایک ہی رات میں ایک دنیا سے دوسری دنیا میں چلا گیا۔

شیخ اصغر شیخ غلام، بھنڈارہ

☆ ایک آدمی (دوسرے آدمی سے) اگر تم نے زیادہ اکڑ دکھانے کی کوشش کی تو میں تمھیں کچا چبا جاؤں گا۔
تیسرا آدمی۔ بڑی معصومیت سے بولا "انسان کا کچا گوشت کھانا حرام ہے۔"

محمد شمیم، احتشام اختر، مبارکپور، اعظم گڑھ

☆ ایک مجلس میں ایک صاحب نے شکایت کی کہ اخبارات والے سرکاری خبر تو دیتے ہیں لیکن ہماری خبر نہیں دیتے۔ مولانا نے فرمایا۔
"وہ ان کی خبر تو دیتے ہیں۔ اور ہماری خبر لیتے ہیں۔"

اے، علی، ندہانپور

☆ پہلا آدمی: یہ کیا کر رہے ہو؟
دوسرا آدمی: پھانسی لگا رہا ہوں۔
پہلا آدمی. تو رسی کمر میں کیوں باندھ رکھی ہے؟
دوسرا آدمی: گلے میں باندھنے سے گھٹن ہوگی۔

توصیف حسین ملت نگر۔ اررپہ

☆ سائنس داں بڑی مشکل ہو گئی۔
مددگار. کیا ہوا سر؟
سائنس داں میں نے ایک ایسے مرض کی دوا ایجاد کی ہے جو آج تک کسی کو ہوا ہی نہیں۔

زبیر احمد افضال احمد، اجتماع نگر، مالیگاؤں

☆ ایک سیاست داں نے طویل آپریشن کے بعد آنکھیں کھولیں اور بولا ڈاکٹر صاحب میرا آپریشن کامیاب رہا نا۔ "افسوس میں ڈاکٹر نہیں جہنم کا داروغہ ہو"۔ آواز آئی۔

ہلال احمد بن بلال احمد۔ محمود پورہ، مبارکپور

☆ تین آدمی گاڑی میں سفر کر رہے۔ تینوں الگ الگ ملک کے تھے۔ ایک فرانس کا تھا۔ ایک امریکہ کا اور ایک ہندستان کا۔ فرانس کے آدمی نے پیسے پھینکے اور کہا کہ میرے ملک میں پیسے کی کمی نہیں ہے۔ امریکہ کے آدمی نے کپڑے پھینکے اور کہا کہ میرے ملک میں کپڑوں کی کمی نہیں ہے۔
پھر ہندستانی نے دونوں کو اٹھا کر باہر پھینک دیا

اور بولا میر ملک میں آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔

سید توشادہ علی کلمب، ضلع ایوت محل

☆ ایک آدمی (ڈاکٹر سے) ڈاکٹر صاحب ہم کو بہت زوروں کی ہچکی آتی ہے۔ میرا تو اس دنیا میں کوئی نہیں ہے پھر بھی مجھے ہچکی آرہی ہے۔
ڈاکٹر ارے صاحب آپ چنتا کیوں کرتے ہیں۔ ہم تو ابھی زندہ ہیں۔

محمد انور تمنا تیکھر ا، سالساری

☆ فلسفہ کے ایک نوجوان طالب علم سے اپنے استاد کا ایک قیمتی گلدستہ ٹوٹ گیا۔ جب اس نے اپنے استاد کے قدموں کی چاپ سنی تو گھبراہٹ کے عالم میں اس نے ٹوٹا ہوا گلدستہ اپنے ہاتھ میں لے کر پیچھے چھپالیا۔ جب استاد اس کے نزدیک پہنچا تو اس طالب علم نے سوال کیا۔
"استاد موت کیوں آتی ہے۔" استاد نے جواب دیا" یہ تو قدرتی ہے۔ ہر شے کا آغاز اور انجام ہوتا ہے ہر چیز ایک مدت تک زندہ رہتی ہے پھر مر جاتی ہے۔" شاگرد نے ٹوٹا ہوا گلدستہ استاد کو دکھایا اور کہا "آپ کے گلدستہ کی موت کا وقت آگیا تھا۔"

عابد علی اعظمی، چکیا حسین آباد، اعظم گڑھ

☆ باورچی خانے سے برتن ٹوٹنے کی آواز سن خاتون خانہ نے کہا "کیا ہوا نصیبن آج تو نے پھر کچھ توڑ دیا؟"
ہاں بیگم صاحبہ، پر آج تو قسمت مہربان تھی، پلیٹیں دھونے کے بعد ٹوٹیں تو ہماری محنت ضائع ہو جاتی۔

ثمر امتیاز، چھاؤں، اعظم گڑھ

☆ ایک شخص نے جنت کا دروازہ زور سے کھٹکھٹایا تو اندر سے ایک رعب دار آواز آئی۔ کیا تم شادی شدہ ہو۔ جواب ملا۔ جی ہاں۔ اندر سے دوبارہ آواز آئی۔ تم اندر آسکتے ہو تم نے شادی کر کے کافی سزا پالی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک دوسرے شخص نے بھی دروازہ کھٹکھٹایا تو پھر اندر سے وہی رعب دار آواز آئی۔ کیا تم شادی شدہ ہو۔ جواب ملا۔ جی ہاں میں نے دنیا میں پانچ شادیاں کی ہیں۔ اندر سے جواب آیا تم اندر نہیں آسکتے۔ یہ جنت ہے پاگل خانہ نہیں ہے۔

محمد بلال انصاری محلہ پورہ رانی کوٹھی، مبارکپور

☆ بیمار بیوی نے اپنے شوہر سے کہا "اگر میں مر گئی تو تم کیا کروگے۔"
شوہر نے کہا. تمھارے غم میں پاگل ہو جاؤں گا۔"
"دوسری شادی تو نہیں کروگے؟"
شوہر نے فوراً جواب دیا. فکر نہ کرو زندگی میں اتنی بڑی غلطی دوبارہ نہیں کروں گا۔

محمد عادل رضاد کھی نیسوری، ڈرگس، برہم پور

پسندیدہ اشعار

ہمارے پیامی اپنے پسندیدہ اشعار تو لکھتے ہیں لیکن یہ نہیں لکھتے کہ وہ شعر کس شاعر کا ہے۔ آیندہ سے صرف انھیں پیامیوں کے بھیجے ہوئے اشعار شامل اشاعت ہوں گے جن میں شاعر کا نام لکھا ہو۔ کسی شاعر کا کلام اپنے نام سے پیش کرنا تہذیب سے گراہوا عمل ہے۔ (ادارہ)

لکھوں میں داستاں اپنی کہاں تک
ورق تو ایک بھی سادہ نہیں ہے

زبیر احمد افضال احمد، اجتماع نگر، مالیگاؤں

کسی کی بددعا ہے یا مری تقدیر کا سازش
خوشی کے قافلے گھر سے مرے بچ کر نکلتے ہیں

ناصر الزماں، بالاپور، آکولہ، مہاراشٹر

ہمارے اہل سیاست نے کرسیوں کے لیے
بنام خلقِ خدا پگڑیاں اچھالی ہیں

محسن احسان، والوگمر، رتناگری، مہاراشٹر

وہ والدین حشر کے دن ہوں گے تاجدار
جن کا دلارا حافظ قرآن ہوگیا

محمد اشتیاق، متعلم مدرسہ احمدیہ، ابابکر پور

بڑے گھرانوں کی صحبت میں عمر گزری ہے
خوشی کا جی نہیں لگتا غریب خانے میں
(عرفان صدیقی)

مشتاق اکبر، رام نگر، وروڈ، مہاراشٹر

شاید مجھے نکال کے پچھتا رہے ہوں آپ
محفل میں اس خیال سے پھر آگیا ہوں میں (عدم)

فرزانہ پروین، کانکی نارا، مغربی بنگال

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں (اقبالؒ)

محمد ارشاد قمر، لکشمی پور، گیا، بہار

ہوئے مدفون، دریا زیر دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو بن کر گہرے نکلے
(علامہ اقبالؒ)

شاہین پروین شیخ غنی، باون بیر، سنگرام پور

بھٹک رہی ہے خدا جانے کتنی صدیوں سے
یہ زندگی کسی مجبور کی دعا تو نہیں
سمجھ میں آنہ سکا مقصدِ حیات ہے کیا
یہ سوچتی ہوں کہ سوچی ہوئی سزا تو نہیں

صابرہ گلزار، خطیب اسٹریٹ، ونیم باڑی

جس دن سے چلا ہوں میری منزل پر نظر ہے
آنکھوں نے کبھی میل کا پتھر نہیں دیکھا

محمد وسیم، جامعہ مڈل اسکول، نئی دہلی

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے (میر)

عاشی وہاب، بلیماران، دہلی

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں (میر حسن)

محمد فاروق امین ولد محمد عرفان، دیوگھاٹ

قاتل بھی تمہارا ہے تو منصف بھی تمہارا
تم قتل کرو شوق سے کس بات کا ڈر ہے
تہذیب کے مٹنے سے بگڑ جائے گا انساں
اس خوف کا احساس ادھر ہے نہ ادھر ہے (متین میرٹھی)

عظیم الدین عثمانی، بھیروا، کیول، مدھوبنی

خدا جانے جہاں میں، قبر میں، محشر میں، جنت میں
یہ کار آمد کہاں ابن فلاں ابن فلاں ہوگا

محفوظ احمد، آستانہ، بھیرہ، ولید پور، مئو

اس قوم کی دنیا میں نہیں کچھ بھی حقیقت
جس قوم کے کردار کا گھٹ جاتا ہے معیار

انیس احمد انصاری، خیر آباد، سیتاپور

پرندے بھی نہیں رہتے پرائے آشیانوں میں
ہماری عمر گزری ہے کرائے کے مکانوں میں

شمیہ سکندر مجاور، کھن بھاگ، سانگلی

حسن صورت اگر نہ ہو نہ سہی
سیرت بے مثال پیدا کر (کوکب بنارسی)

عروسہ خاتون، نہرو کالج بہادر گنج، کشن گنج

آنسوؤں کو میرے لے کر دامن میں ذرا پرکھو
رک جائے تو خوں سمجھو بہہ جائے تو پانی ہے

ندیم اختر ڈسر کنڈہ، بھدیٹر، مئو

یہی دستور دنیا ہے تو دنیا سے شکایت کیا
کسی کو چوٹ لگتی ہے تو کوئی مسکراتا ہے

ناظم مرتضیٰ، مرزاپور پیکٹولہ، اررریہ

دامن جھٹک کے منزل غم سے گزر گیا
اٹھ اٹھ کے دیکھتی رہی گرد سفر مجھے (سردار جعفری)

سید بصیر الحسن نقوی، زہرا باغ، علی گڑھ

اک لفظ کن سے خلق ہوئی تھیں جو کائنات
اک جوہری دھماکے کی زد میں ہے اس کی ذات
(رضا نقوی واہی)

یاسمین فرار، اردو اسکول، داپولی

دیکھتے دیکھتے نفرت میں بدل جاتی ہے
اس زمانے کی محبت کا بھروسا کیا ہے

ارمان احمد، اے۔ای۔یو، علی گڑھ

کیا چھوٹے کام والے وہ کیا پیشہ ور نجیب
روزی کے آج ہاتھ سے عاجز ہیں سب غریب
(نظیر اکبر آبادی)

محمد نسیم اختر، ایم۔۵۳، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی ۲۵

اپنے ماضی سے تم سبق سیکھو
وہ آئندہ تمہارے کام آئے گا
پیچھے جتنا کماں کو کھینچوں گے
تیر اتنی ہی دور جائے گا

عاصمہ شریف منڈے، رائے گڑھ، مہاراشٹر

تمام رات ہمیں روشنی لٹاتا ہے
کہیں چراغ بھی تاریکیوں میں سوتے ہیں

محمد تراب صدیقی، مڈل اسکول، لکشمی پور، گیا

وقت طلوع بھی دیکھا وقت غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

محمد سعد، لکھیم پور، کھیری

متاع لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خون دل میں ڈبودی ہیں انگلیاں میں نے
(فیض احمد فیض)

حبیب احمد، حق اکیڈمی مبارکپور، اعظم گڑھ

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر (علامہ اقبال)

رئیسہ خاتون، شفقت نگر، بہادر گنج

وہ علم ہی کیا جو عمل سے خالی ہو
عمل عمل ہی نہیں اس میں گر دکھاوا ہو

ایس۔ کے برہان الدین، ورنگل

کشتی کے رُخ کو موڑ حوادث کی زد سے بچ
اک اک قدم پہ خطرۂ طوفاں ہے آج کل (نثار احمد نثار)

محمود عالم مدرسہ خیر العلوم، ڈومریا گنج

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں، بیرون دریا کچھ نہیں (اقبال)

محمد اقلیم خاں، اسکرش نگر، واڑبندر، ممبئی

ستم آرائی گھٹتی جارہی ہے
کرم فرمائی بڑھتی جا رہی ہے
کلام اللہ جب سے پڑھ رہا ہوں
میری بینائی بڑھتی جا رہی ہے

طاہرہ بانو عبدالحکیم، بھساول

ہم نے جاکر دیکھ لیا ہے حد نظر سے آگے بھی
رہ گزری رہ گزر ہے رہ گزار سے آگے بھی (پرویز شاہدی)

آمنہ بیگم بنت عبدالوہاب، پربھات نگر، ممبئی

جب گلستاں کو خوں کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہماری ہی گردن کٹی
پھر ہمیں سے یہ کہتے ہیں اہل چمن
یہ وطن ہے ہمارا تمہارا نہیں

محمد منظر رؤفی، باری خاص، اعظم گڑھ

نہ گھبرا شدت غم سے حصول کامیابی میں
کہ گل آنے سے پہلے شاخ گل پر خار آتے ہیں

شبانہ نگار زاہد خان، دیوان پورہ منگرول پیر

سن اے غافل صدا میری، یہ ایسی چیز ہے جس کو
وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں طائر بوستانوں میں (اقبال)

فرح تنویر یاسمین، چک رحمت، دربھنگہ

رکھتے ہیں جو اوروں کے لیے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

شیخ عبید، مومن پورہ، بالاپور، آکولہ

دن کو چاہیں تو رات بن جائے
موت آکر حیات بن جائے

محمد ثاقب، چکیا ابراہیم پور

راہ الفت میں بھی ایک ایسا مقام آتا ہے
رہ رو شوق کو منزل کا سلام آتا ہے (عابد حسین جلال)

صفیہ فاطمہ، رویندر نگر، عادل آباد

اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے (اقبال)

محمد شادق اعظمی، کھریوں، سرائے میر

حقیقت ہے کہ مر کر بھی، انھیں ہم یاد رکھیں گے
یہ گلشن ان کی یادوں کا، سدا آباد رکھیں گے

کے ایس، خان، محبوبہ بکڈپو۔ واشم

کاٹ لینا ہر کٹھن منزل کا کچھ مشکل نہیں
اک ذرا انسان میں چلنے کی ہمت چاہیے

عظمت معین، رامپور، مظفر پور

یوں بارشوں سے دوستی اچھی نہیں فراق
کچا تیرا مکان ہے کچھ تو خیال کر (فراق گورکھوری)

محمد مشتاق رضوی، اقبال چوک، شیگاؤں

چاند تارے میرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے (پروین شاکر)

محمد انور عبدالجبار، اقبال چوک، شیگاؤں

یہ حال رہا تو دنیا میں بھارت کی کہانی کیا ہوگی
جس دیس کا بچپن بھوکا ہو پھر اس کی جوانی کیا ہوگی

جنید عبدالعزیز دسگرے، کیمبورلی، راپے گڑھ

کیوں کر نہ پاؤں عزت، اظہار بندگی میں
اونچی ہوئی نہ آنکھیں جب تک نہ سر جھکایا
تو تو ہر چہرے کو آئینہ بنا دیتی ہے
اے غریبی ترا رکھے کوئی پردہ کیسے،

انیسہ ناز شیخ ساٹڈو، اسلام پورہ کاسودہ، جلگاؤں

مقام اعلیٰ و ادنیٰ جگہ سے ملتا ہے
وہ مندروں میں خدا، راستہ میں پتھر ہے

سجاب مرزا کدورہ، جالون

حسن تدبیر سے جاگ اٹھتا ہے قوموں کا نصیب
کبھی تقدیر بدلتی نہیں ارمانوں سے (ڈاکٹر مشتاق قریشی)

رخسانہ پروین، اسلام پورہ کاسودہ، جلگاؤں

حادثوں کا کیا ہے یہ تو زندگی کے ساتھ ہیں
ایک سے بچ کر چلوگے دوسرا مل جائے گا

شاہ فہد، منگراتواں، اعظم گڑھ

نئے سال پر پھول کی دعا

الٰہی دے خوشی سب کو
مہکتی زندگی سب کو
ہنسیں میری طرح بچے
کھلیں میری طرح بچے
جدھر ہوان کی گل کاری
مہک جائے وہ پھلواری

فرحانہ خاتون، ہوا محل روڈ، بھوپال

نہ دیکھ چشم حقارت سے میلے چہروں کو
یہ لوگ وہ ہیں جو درسِ حیات دیتے ہیں

شاہانہ انجم، مومن پورہ بالاپور، آکولہ

آئیں گے ہم جلائے ہوئے خون کے چراغ
جھل مل کرے گی راہِ وفا دیکھتے رہو

ناصر خاں، امیر خان، مسلم نگر، مالیگاؤں

ہر پھول کو اک دیدۂ نم ساتھ دیا ہے
قدرت نے خوشی دی ہے تو غم ساتھ دیا ہے

غلام نبی امیر خان، مسلم نگر، مالیگاؤں

شادی میں پہلے جوتے چراتی تھیں سالیاں
مسجدوں اب تو جوتے چرانے کی رسم ہے

محمد مشتاق احمد نیپالی، سرھیا، ایسٹ چمپارن

کیوں نہ دوزخ کو بھی جنت میں ملالیں یارب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی (غالب)

مشہور عالم، اٹوابازار، سدھارتھ نگر

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

نعیم احمد، دیوان پورہ، منگرول پیر

شاید وہ اجنبی تھا جو پہچان نہ سکا
میں نے تو ہر اک گام پہ آواز دی اسے

شاہ نواز، نوگانواں سادات، امروہہ

جب کلی کھلتی ہے یہ سوچ کے چپ رہتا ہوں
ہنسنے دو یہ ابھی انجام سے ناواقف ہے

شفیق احمد غفار، اقبال چوک، دیوا گھاٹ

بے فائدہ نہ اپنے دنوں کو خراب کر
میری طرح تلاش کوئی آفتاب کر (اقبال)

حبیب الرحمٰن، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر

اب کے برس فساد کا گھر گھر اثر گیا
دنگوں سے جو بچا تھا وہ فاقوں سے مر گیا

محمد آصف اکرم، شیخ سانڈو، اسلام پورہ

اصلاح قوم آپ کو منظور ہو اگر
بچوں سے پہلے ماؤں کو تعلیم دیجیے

ظہور محمد روشن پورہ، مرتضیٰ پور، آکولہ

غم دے دیا ہے مجھ کو کسی نے خوشی کے ساتھ
آنسو مچل رہے ہیں ابھی تک ہنسی کے ساتھ

سید ناظم علی شاہد سخاوت علی نوگزی پلاٹ، آکوٹ

ہے اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہے کہ غالب کا اندازے بیاں اور (غالب)

پرویز خان، ماسٹر قاصد پورہ، پاتور آکولہ

زمانہ آج نہیں ڈگمگا کے چلنے کا
سنبھل بھی جاکہ ابھی وقت ہے سنبھلنے کا
یہ ٹھیک ہے کہ ستاروں پہ گھوم آئے ہم
مگر کسے ہے سلیقہ زمیں پر چلنے کا (جاں نثار اختر)

امتیاز احمد، ہلدیاں، سیوان، بہار

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں (اقبال)

عبدالرحیم سمیع اللہ، ایم۔کے بلڈنگ، امرت نگر، ممبرا تھانہ

میری زندگی یہی ہے کہ ہر ایک کو فیض پہنچے
میں چراغ رہ گزر ہوں مجھے شوق سے جلاؤ

طارق احمد عبدالرشید، اقبال چوک، دیوگھاٹ، بلڈانہ

ہزاروں خواہش ایسی ہیں کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے (غالب)

شاہدہ بیگم، ڈاک بنگلہ، کورٹلہ، کریمنگر

مکتبہ پیام تعلیم کی دل چسپ کتابیں

چالاک خرگوش کے کارنامے (ناول): ایک شریر خرگوش نے بھیڑیے اور شیر کو کیسے ناکوں چنے چبوائے۔ ہنسانے والی شرارتوں سے پر قصے۔ قیمت: -/9روپے

ننھا سیاح (ناول) ہر سال سمندر میں رہنے بسنے والے عجیب بونوں کی عجیب عجیب باتیں۔ قیمت: -/8

کھلونا نگر (ناول): بیسویں صدی کے ذہین بچوں کے لیے کھلونوں کی دنیا کی انوکھی باتیں اور راکٹ پر کھلونوں کی سیر کا حال۔ قیمت: 7/50روپے

ننھا سراغرساں: بچہ جو بڑا سراغ رساں تھا، قیدی جو سرنگ بنا کر فرار ہوئے اور اس طرح کی دوسری حیرت انگیز کہانیاں۔ قیمت: -/6روپے

ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی: وہ کہانی جسے مسٹر چرچل وزیر اعظم انگلستان پڑھتے تھے اور اسی قسم کی دوسری ولولہ انگیز کہانیاں۔ قیمت: -/6روپے

ابو علی کا جوتا: اپنے مالک کو جیل بھجوانے والے جوتے اور سمندر میں گر کر گھنٹوں تک تیرنے والے لڑکے کی سنسنی خیز کہانیاں۔ قیمت -/6روپے

پر اسرار غار: لڑکی جو پھانسی چڑھی، کتا جس نے اندھے کو موت سے بچایا اور دوسری ہمت اور جوش پیدا کرنے والی کہانیاں۔ قیمت: -/6روپے

قصہ اژدہا پکڑنے کا: ۱۵ فٹ لمبا اژدہا بیچنے کے لیے پکڑنے اور بحر اطلانتک ربڑ کی کشتی میں عبور کرنے کی حیرت انگیز کہانیاں۔ قیمت: -/6روپے

صحت کی الف بے: صحت و تندرستی کے سادہ اصول اور طریقے آسان زبان اور دل چسپ انداز میں۔ قیمت. -/5روپے

چند مشہور طبیب اور سائنس داں: چھے مسلمان اور اٹھارہ دوسرے مشہور طبیبوں، سائنس دانوں اور موجدوں کے دل چسپ حالات اور کارنامے۔ قیمت: -/9روپے

غذائیں دوائیں: لہسن سے بلڈ پریشر کم ہوتا ہے، اڑوسا پھیپڑوں کا ٹانک ہے ایسے ہی فائدوں سے پر ۵۰ سبزیوں پھلوں اور جڑی بوٹیوں کے خواص۔ قیمت: -/8روپے

سنہرے اصول: آج کا بچہ کل کا معمار، بچوں میں صحت کا شعور پیدا کرنے کے اصول۔ دل کش تصویروں میں۔ قیمت: -/5روپے

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر،، نئی دہلی۔ ۲۵

معلومات

☆ دنیا کی سے مشکل زبان چینی ہے۔
☆ کوئی صدی جمعہ، ہفتہ اور بدھ سے شروع نہیں ہوئی۔
☆ کبوتروں کی دنیا میں تقریباً ۱۲۷۹ قسمیں ہیں۔

راؤ عبدالکریم، دو تائی، غازی آباد

تین سال سے چھے سالہ تک بچوں کے وزن اور اونچائی کا مشاہدہ

عمر	اونچائی انچ میں	وزن پونڈ میں
۳	۳۶٫۶	۲۹٫۷
۴	۳۸٫۹	۳۰٫۵
۵	۴۱٫۸	۳۴٫۰
۶	۴۴٫۰	۴۰٫۰

محمد مشتاق تنویر، بدنیرہ، بھوکی، بلڈانہ

☆ جھوٹ پکڑنے والی مشین کا نام لائی ڈیٹکٹر ہے۔
☆ سب سے پہلے بھارت کو "انڈیا" یونانیوں نے کہا تھا۔
☆ ہاتھی ایک ایسا جانور ہے جس کو ہر چیز دو گنی دکھائی دیتی ہے۔

محمد شان الرحمٰن، اسلام نگر، ارریہ، بہار

☆ ہندستان کی سب سے لمبی سڑک گرانٹ ٹرنک روڈ ہے۔
☆ ہندستان کا سب سے لمبا پل سون پل ہے۔

صبیح الدین اسلام الدین قلعہ، مونا، آکولہ

☆ قرآن حکیم کی سورۂ اخلاص میں "ر" نہیں آتا۔
☆ آنحضرتؐ کی "چھے" پھوپھیاں تھیں۔
☆ قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ کا ذکر سب سے زیادہ آیا ہے۔
☆ حضرت مریمؑ واحد خاتون جن کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔
☆ دنیا کی سب سے بڑی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے۔

مینا پروین، بھدری چک، سوداو ھنپاد

ملک	رقبے
☆ برطانیہ	۲ لاکھ ۲۸ ہزار مربع کلو میٹر
☆ جرمنی	۳ لاکھ ۵۷ ہزار مربع کلو میٹر
☆ فرانس	۵ لاکھ ۴۴ ہزار مربع کلو میٹر
☆ روس	۱ کروڑ ۷ ہزار مربع کلو میٹر

جنید احمد عبدالرشید، غفور نگر، دھولیہ

☆ صبا کریم نے ابھی تک اپنے سبھی ون ڈے میچ غیر ملک میں کھیلے ہیں۔
☆ ہندستان کے لیے ۳ کرکٹ کھاڑیوں نے سو یا اس سے زیادہ ٹسٹ میچ کھیلے ہیں۔
☆ محمد اظہر الدین کا ٹسٹ کرکٹ میں اور ون ڈے کرکٹ میں سب سے زیادہ اسکور

بالترتیب ۱۹۹ اور ۵۳ رن ناٹ آؤٹ ہے۔

☆ سچن تندولکر نے ون ڈے کرکٹ میں ۱۷ سنچریاں بنائی ہیں۔

☆ سب سے زیادہ ون ڈے میچ کھیلنے کا رکارڈ محمد اظہر الدین کے پاس ہے۔

ایس۔ایس۔ جاوید، رفیع گنج، اورنگ آباد

☆ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نعمان بن ثابت

ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ

☆ حضرت امام مالک بن انسؒ

ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ

☆ حضرت امام شافعی محمد بن ادریسؒ

ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ

☆ حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ

ولادت ۱۱۲ھ وفات ۱۸۲ھ

عاصم اختر، قاضی ٹولہ، ولید پور، مئو

☆ ڈاکٹر سر محمد علامہ اقبال کی ولادت ۱۸۷۳ء اور وفات ۱۹۳۸ء۔

☆ سر سید احمد خاں کی ولادت ۱۸۱۷ء اور وفات ۱۸۹۸

☆ مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی کی ولادت ۱۸۴۴ء اور وفات ۱۹۱۷ء۔

شیخ عمران الدین رحیم الدین دھولیہ

☆ ۱۵۲۶ء میں پانی پت کی پہلی لڑائی ہوئی۔

☆ ۱۶۰۵ء میں جہانگیر ملک کے تخت پر بیٹھا۔

☆ ۱۶۵۶ء میں اورنگ زیب تخت پر بیٹھا۔

عرفان خان، ناکہ بالاپور، آکولہ

☆ افغانستان ایسا ملک ہے جہاں ریل نہیں ہے۔

☆ شتر مرغ کا انڈا ڈھائی سیر کا ہوتا ہے۔

☆ ٹسٹ کرکٹ میں سنچری بنانے والا پہلا ہندستانی کھلاڑی امرناتھ ہے۔

محمد حسنین، شاہین کالونی، بلڈانہ

عجیب مقابلے

☆ فرانس کی راجدھانی پیرس میں ہر سال موٹے لوگوں کا ایک مقابلہ ہوتا ہے۔ اس مقابلہ میں حصہ لینے والے آدمی کا وزن ۸۲ کلو سے زیادہ ہونا چاہیے۔

☆ انگلینڈ میں ہر سال عورتوں کے بیچ ایک بیلن پھینکنے کا مقابلہ ہوتا ہے جس میں عورتیں ایک دوسرے پر بیلن پھینکتی ہیں۔ یہی مقابلہ "آسٹریلیا" میں بھی ہوتا ہے۔

☆ اسپین کے "سلیپ پارٹی ایسوسی ایشن" نے "برگا" نامی قصبے کیں ایک مقابلہ منعقد کیا جس کا مضمون آسمان کے نیچے سو کر خراٹیں لینا تھا۔

افتخار الحسن انصاری، جسپور، اودھم سنگ نگر، یو۔پی

☆ مینڈک جلد سے جلد سانس لیتا ہے۔

☆ بلی اندھیرے میں بھی دیکھ سکتی ہے۔

محمد سہیل سربڈگی کچگار، ہانگل، کرناٹک

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ احکامات اتارے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام پر پوری زندگی
میں ۱۰ مرتبہ احکامات اتارے۔
☆حضرت نوحؑ پر پوری زندگی میں صرف ۱۱
مرتبہ احکامات اتارے۔
☆حضرت موسیٰؑ پر پوری زندگی میں ۴۵۰
مرتبہ احکامات اتارے۔

محمد الطاف محمد افضل پٹیل، چانلہ بھر، اسوڑ، آکولہ

قرآن

☆ قرآن شریف تقریباً ۲۳ سال میں نازل
ہوا۔
☆ قرآن میں ۱۱۴ سورہ ہیں۔
☆ قرآن میں ۷ منزل ہے۔
☆ قرآن میں ۱۴ سجدے ہیں۔
☆ قرآن میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں۔
☆ قرآن میں ۸۶ سورتیں مکی ہیں۔
☆ قرآن میں ۲۸ سورتیں مدنی ہیں۔

سعدیہ زرین، بتھانی بورڈنگ اسکول، دربھنگہ

☆ ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام ہندستان میں ۳۱
دسمبر ۱۶۰۰ کو ہوا۔
☆ سائنس کا نوبل انعام پانے والے پہلے
ہندستانی سائنس داں سی وی رمن تھے۔
☆ خلا میں سفر کرنے والی پہلی ہندستانی خاتون
کلپنا چاولا ہیں۔
☆ ہندستان کی پہلی خاتون پولس آفیسر کرن
بیدی ہیں۔

شمشاد جہاں عبدالمتین، شنیوار پیٹھ، ورودھ

☆حضورؐ کی تدفین کے لیے قبر ابوطلحہؓ نے
کھودی تھی۔
☆حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ کا نکاح حضورؐ
نے پڑھایا تھا۔
☆ حضورؐ کے گھوڑوں کا نام بسل اور عمر تھا۔
☆حضرت جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھنے
والے صحابی حضرت حمزہؓ ہیں۔

محمد زبیر محمد محسن، بالاپور آکولہ، مہاراشٹر

کون کیوں مشہور ہے

☆سچائی (صدق) میں حضرت ابوبکر صدیقؓ
☆عدل وسیاست میں حضرت عمر فاروقؓ
☆شجاعت میں حضرت علیؓ
☆حیاوشرم میں حضرت عثمان غنیؓ
☆خوبصورتی میں حضرت یوسفؑ
☆صبر میں حضرت ایوبؑ
☆درازی عمر میں حضرت نوحؑ
☆حکومت میں حضرت سلیمانؑ

صبیحہ افروز، پوری عرب

کیا آپ جانتے ہیں

☆دنیا کا سب سے لمبا سانپ افریقہ کا، لامبا
(رفتار ۲۰ میل فی گھنٹہ) ہے۔
☆ Cuckoo نامی پرندہ اپنا گھونسلہ کبھی
نہیں بناتا۔
☆سب سے تیز نشو ونما پانے والا درخت
Eucalyptus ہے۔

سید عین الحسن نقوی، زہرا باغ، علی گڑھ

پیغمبر آخرالزماں حضرت محمدؐ کی حیات طیبہ

☆ آپ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی۔
☆ آپؐ کے خاندان کا نام قریش تھا۔
☆ آپؐ کے دادا عبدالمطلب کے ۱۳ بیٹے اور ۶ بیٹیاں تھیں۔
☆ آپؐ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔
☆ آپؐ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے۔
☆ پیدائش کے چند روز بعد آپ کو قبیلہ سعد کی خاتون حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا جو آپ کو دودھ پلاتی تھیں۔

ناظرہ رحمان، کرہادی، امراوتی

☆ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی سورۃ "سورۃ بقر" ہے۔
☆ حضرت حسان بن ثابتؓ نے سب سے پہلے آپؐ پر نعت کہی۔
☆ حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید کو تیس حصوں میں تقسیم کیا۔
حضور اکرمؐ کو آخری غسل حضرت علیؓ نے دیا۔

سید حسان عبدالسنان قاضی، تیر، عثمان آباد

☆ قرآن. عربی زبان میں قرآن کے معنی آواز سے پڑھنا ہے۔
☆ حدیث حضورؐ کے الفاظ اور ارشادات کو اردو زبان میں حدیث کہا جاتا ہے۔

☆ ۱۰ ہجری میں روزانہ پانچ وقت کی نماز کرنا فرض کیا گیا۔

سید معین سید بابو، مدھوکر نگر، پوسد

مختلف ملکوں کی زبانیں

ملک	زبان
☆ افغانستان	پشتو۔ فارسی
☆ یمن	عربی
☆ سعودی عرب	عربی
☆ لیبیا	عربی

عبدالغفار زاہد انصاری، راجہ پورہ، وارانسی

☆ سب سے پہلی کتاب اٹلی میں ۱۶۶۴ء میں چھپی۔
☆ دنیا میں پہلا اخبار جرمنی سے نکلا۔
☆ دگ درشن (بنگالی) کسی بھی بھارتی زبان میں شائع ہونے والا پہلا اخبار ہے جو ۱۸۱۸ء میں شائع ہوا۔
☆ ممبئی ساچار (گجراتی) براعظم ایشیا کا سب سے پرانا اخبار ہے جو ابھی تک جاری ہے۔

عفت سردار آرائی، قیلی مال، داپولی، رتناگری

☆ کپڑے کا اخبار اسپین سے نکلا تھا۔
☆ دنیا کی سب سے پرانی گھڑی لندن میں ہے۔
☆ ہمارے نظام شمسی میں دس سیارے ہیں۔

ناظمہ خانم، بنت یٹین بیگ، آصف نگر، آکولہ

اقوال زریں

☆ ذکر الٰہی وہ تلوار ہے جس سے شیطان مردود کے سینے میں شگاف ہو جاتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی ہی ایک حصار ہے جس کے اندر شیطان کا گزر نہیں۔

☆ جو نیکی تم نے چھوٹے سے چھوٹے جاندار کے ساتھ کی وہ تم نے اللہ کے ساتھ کی۔

شاہین پروین، مدھوکرراؤنائیک، پرائمری اسکول پوسد

☆ جس آدمی کے پاس کتاب ہے وہ اکیلا نہیں ہے۔

☆ اپنے حق سے زیادہ چاہنا، اپنے آپ کو اپنے واقعی حق سے بھی محروم کرلینا ہے۔

شیخ عیدو، مومن پورہ، بالاپور، آکولہ

اولاد کو ادب سکھاؤ

☆حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا ساڑھے تین سیر غلہ یا کھجوریں وغیرہ صدقہ دینے سے بہتر ہے۔ / حضرت ایوب بن ابی موسیٰ اپنے دادا رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک باپ کا اپنے بیٹے پر ادب سکھانے سے بڑھ کر اور کوئی احسان نہیں۔

سیمہ پروین، مومن پورہ، بالاپور، آکولہ

حجر اسود کو بوسہ

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو دیکھ کر فرمایا۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو تجھے بوسے دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے میں ہرگز بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد اسے بوسہ دیا۔

شائستہ انجم بنت ڈاکٹر عبدالقادر رضوی، راویر

طشت۔ شہد۔ بال ایک نظر میں

☆ ایک دن حضورؐ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی معیت میں حضرت علیؓ کے دولت خانہ پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت علیؓ نے فوری طور پر خاطر مدارت کا اہتمام کیا اور ایک روشن طشت میں نہایت نفیس شہد پیش کیا۔ اتفاق سے اس شہد میں ایک بال پڑا ہوا تھا۔ حضورؐ نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے زورِ طبع سے اس کے متعلق بیان کرے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا "دیندار آدمی اس طشت سے زیادہ روشن ہے۔ ایمان اس کے دل میں شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ ایمان کا آخر تک ساتھ لے جانا بال سے زیادہ باریک ہے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "بادشاہی اس طشت سے زیادہ روشن ہے۔ حکمرانی شہد سے زیادہ

شیریں ہے۔ حکومت میں عدل و انصاف کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔"

حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ "علم دین اس طشت سے زیادہ روشن ہے۔ علم دین کا پڑھنا شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ علم پر عمل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔"

صابرہ گلزار، خطیب اسٹریٹ، دنیا مباڑی

☆ گناہوں کو اپنی نیکیوں سے مٹاؤ۔

☆ آخرت کا چراغ نیک عمل ہے۔

☆ اللہ سے ظاہر کی طرح باطن چھپا ہوا نہیں۔

محمد اختر، نور باغ کوسہ، ممبرا تھانے، مہاراشٹر

دوستی ایک ایسا سمندر ہے جس کی لہر پکار کر کہتی ہے

☆ د سے دائمی

☆ و سے وفا

☆ س سے سدا

☆ ت سے تازہ

☆ یعنی دائمی وفا کے ساتھ دوستی تازہ رکھتی ہے۔

عبداللہ عبدالرؤف، ایم۔ کے بلڈنگ امرت نگر

☆ سادگی میں زندگی بسر کرنا بھی ایمانداری میں داخل ہے۔

☆ تم اپنے والدین سے اچھا سلوک کرو، تمھاری اولاد تمھارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی۔

شمینہ شبنم، دیھج بزرگ، مہاراشٹر

☆ علم پر عمل نہ کرنے والا اس بیمار کے مانند ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔

☆ علم ایک روشنی ہے، جس میں انسان اچھی اور بری چیز کا انتخاب کر سکتا ہے۔

☆ علم انسان کی تیسری آنکھ ہے۔

شمشاد جہاں عبدالمتین، شنیوار پیٹھ۔ دردڈ

☆ زبان کا قلم استعمال کرنے سے پہلے اسے اپنے دل کی روشنائی میں ڈبو لینا ضروری ہے۔

☆ ظالم اور مظلوم کو ایک ہی ترازو میں مت تولو چونکہ ظالم اور مظلوم کا کردار الگ الگ ہوتا ہے۔

☆ سچے آدمی کا ہر شخص دوست ہوتا ہے۔

☆ عقل مند صبر کرتا ہے مگر بے وقوف انتقام پر تل جاتا ہے۔

زبیر احمد افضال احمد، اجتماع نگر، مالیگاؤں

☆ جو تم سے مال و زر یا زمین چھیننا چاہتا ہے، وہ کم تر درجے کا دشمن ہے۔ مگر جو دین حق سے پھیرنا چاہتا ہے، وہ تمھارا بدترین دشمن ہے۔ کیونکہ پہلا صرف تمھاری دنیا خراب کرتا ہے لیکن دوسرا تمھیں آخرت کے ابدی عذاب میں ڈھکیلنے پر تلا ہوا ہے۔

محمد فیروز رضوی، کاسودہ، جلگاؤں

مال کے گاہک

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ شیطان چار گدھوں پر سامان تجارت لادے ہوئے جا

رہا ہے۔ آپ نے پوچھا اے مردود یہ کیا لے جا رہا ہے؟ شیطان نے کہا مال تجارت ہے۔ ایک گدھے پر ظلم، دوسرے گدھے پر خیانت تیسرے پر مکر و فریب اور چوتھے پر حسد لدا ہوا ہے۔ پیغمبر خدا نے پوچھا اس مال کا خریدار کون ہے؟ شیطان نے کہا ظلم حکمرانوں اور بادشاہ کے کام کی چیز ہے۔ وہ اسے خریدتے ہیں۔ خیانت تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں۔ مکر و فریب عورتوں کا پسندیدہ مال ہے اور حسد کی علماء کے ہاں بہت مانگ ہے۔ میرے تمام مال کے گاہک موجود ہیں۔

ام سلمہ، فینسی فوٹو اسٹوڈیو، کھڑکارد، بھساول

محبتوں کا وہ چشمہ

☆ محبتوں کا وہ چشمہ جو ہمیشہ رواں رہتا ہے، جس کا پانی انتہائی شیریں، جس پر کوئی موسم، کوئی طوفان، کوئی رکاوٹ، کوئی بندش اثر انداز نہیں ہوتی۔ جو بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کرنے کے بعد بھی اپنی اصلی حالت پر رہتا ہے، جس کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ لگانے کے لیے ابھی تک کوئی پیمانہ ایجاد نہیں ہوا، وہ چشمہ صرف اور صرف ماں کے دل میں پھوٹتا ہے۔

محمد شاہد عالم آفاقی، بلوا، ادریہ

☆ انسان پہاڑ سے گر کر دوبارہ اٹھ سکتا ہے۔ لیکن نظروں سے گر کر کبھی نہیں اٹھ سکتا۔

☆ زبان کا گھاؤ تیر کے گھاؤ سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

☆ دوسروں کے عیب بیان مت کرو۔ ایسا نہ ہو خدا تیرے عیب دنیا پر عیاں کردے۔

عطیہ پروین، مبارکپور، اعظم گڑھ

زندگی خوشگوار بن سکتی ہے اگر آپ...

☆ پڑھیں انتخاب کے ساتھ
☆ بات سنیں توجہ کے ساتھ
☆ بحث کریں دلیل کے ساتھ
☆ مقابلہ کریں جرأت کے ساتھ

نگار انجم محی الدین، کلگاؤں

☆ دینی تعلیم حاصل کرو جو دنیا میں بھی کام آئے اور آخرت میں بھی۔

☆ والدین کے چہرے کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا بھی ثواب ہے۔

☆ ماں کی نافرمانی کرنا خدا کی نافرمانی کے برابر ہے۔ اس لیے ماں باپ کی عزت کرو اور ان کا ہر حکم مانو۔

سید عبدالحنان، تیر، عثمان آباد

اولاد کے نام اچھے رکھو

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو تم قیامت میں اپنے اور اپنے باپوں کے نام سے پکارے جاؤ گے سو تم اپنا نام اچھا رکھا کرو۔ یعنی غیر شرعی نام نہ ہوں۔

نسرین پروین، مون پورہ، بالاپور

چار چیزیں بڑی ناقابل اعتبار ہیں لیکن نظر میں حقیر دکھائی دیتی ہیں

☆ (۱) ان میں ایک دشمن ہے۔ (۲) دوسری آگ ہے۔ (۳) بیماری ہے جس سے دل ناخوش ہوتا ہے۔ (۴) چوتھی عقل ہے جو کہ تجھ کو سنوارتی ہے۔ یہ سب کے سب تجھ کو حقیر دکھائی دیتی ہیں۔

شائستہ ارشاد، چکجادو، درگاہ بیلا، ویشالی

☆ نصیحت کی باتیں نادانوں کو مذاق معلوم ہوتی ہیں۔

☆ اخلاق کی برائی عمل کو برباد کر دیتی ہے، اس طرح جیسے سرکہ شہد کو برباد کر دیتا ہے۔

☆ دو بھائیوں میں صلح و صفائی کرادینا نماز روزہ اور صدقہ سے بہتر ہے۔

یاسمین بانو، بوری عرب

☆ استاد کی عزت کرو۔ یہ وہ ہستی ہے جو تمھیں اندھیرے سے نکال کر روشنی کی راہ دکھاتی ہے۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

☆ کردار ایک ایسا جوہر ہے جو پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔ (وزئل)

مختار الکریم، سید پورہ، بالا پور

☆ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

☆ جیسا کروگے ویسا بھروگے۔

☆ وعدہ قرض کے برابر ہے۔

شکیلہ ناز، قدیم جالنہ، مومن پورہ

☆ خدا کی عبادت کرو۔

☆ کم کھانا صحت ہے۔

☆ کم بولنا حکمت ہے۔

☆ کم سونا عبادت ہے۔

ناظمہ خانم، آکولہ، مہاراشٹر

☆ علم بندگی ہے، اسے ادا کیجیے۔

☆ علم زندگی ہے، اس کی قدر کیجیے۔

☆ علم دین ہے اسے سیکھیے۔

☆ علم طاقت ہے، اسے بڑھائیے۔

☆ علم روشنی ہے، اسے پھیلائیے۔

محمد ثاقب اعظمی، ابراہیم پور

☆ بدی کے اندھیرے صرف علم کی روشنی سے دور ہو سکتے ہیں۔

☆ توبہ کرلینا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

☆ اتفاق سے رہنا مسلمانوں کی خاص شان ہے۔

☆ اکثر بدقسمتی جاہلوں کے ہی حصے میں آتی ہے۔

محمد آصف اکرم شیخ ساتڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

☆ اے عورت تیرا زیور سونا چاندی نہیں بلکہ تیری حیا ہے۔

☆ اے عورت تو اگر غریب ہے تو اپنے رنج و قلق کے آنسو نہ بہا۔ دنیا میں کئی عورتیں تجھ سے زیادہ غریب ہیں۔

☆ اے عورت اگر خدا نے تجھے خوبصورت بنایا ہے تو غرور نہ کر۔ دنیا میں تجھ سے زیادہ خوبصورت موجود ہیں۔

مشتاق تنوری، بدنیرہ بھولجی

آدھی ملاقات

☆ ماہنامہ پیام تعلیم ایک ہر دلعزیز رسالہ ہے۔ اس رسالہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے مد مقابل کئی رسالے نکلے اور بند ہو گئے۔ لیکن یہ رسالہ برابر پابندی وقت کے ساتھ نکل رہا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ بھی ہے ک اس کی طباعت و کتابت۔ گیٹ اپ اور ذخیرۂ معلومات اپنی جگہ خوب ہے۔ کسی کو بھی انگشت نمائی کا موقع نہیں ۔ آپ نے اس میں وہ تمام چیزیں جمع فرمادی ہیں جس کی آج کے دور میں ضرورت ہے۔ پیام تعلیم ایسا رسالہ ہے کہ جس کے پڑھنے کے بعد انسان کا ذہن کسی رسالے کے پڑھنے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اسے تادیر باقی رکھے تاکہ ہر کس و ناکس اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکے۔

قاری اسماعیل رحمانی جوگی، کوپر گاؤں

☆ "پیام تعلیم" میرے بچپن کا دوست ہے۔ پیام تعلیم آج سے لگ بھگ ۲۵ سال قبل میرے والد محترم، میری آپ اور بھائی جان کے لیے منگوایا کرتے تھے۔ پیام تعلیم مجھے اتنا پسند ہے کہ میں نے اپنے اسکول اور کالج کے بہت سارے دوستوں کو پڑھوایا، تو سبھوں نے بہت پسند کیا۔ والدین اور اساتذہ کے بعد پیام تعلیم ہی مجھے تعلیم و تربیت دینے کا ذریعہ رہا ہے اسے پڑھ کر میرا پڑھنے لکھنے کا شوق و ذوق بڑھا۔ یہ دینی و دنیاوی علم کا ذخیرہ ہے۔ خدا اسے لمبی عمر دے۔ آمین

عروسہ خاتون، نہرو کالج، بہادر گنج، کشن گنج

☆ میں نہیں جانتی کہ آپ کو برا لگتا ہے کہ اچھا۔ کیونکہ میں بہت بڑے بڑے خطوط بھیجتی ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ پیام تعلیم کی تعریف کرتے کرتے نہ منہ تھکتا ہے نہ ہاتھ۔ دل چاہتا ہے کہ میں اپنے پیام تعلیم کے واسطے کچھ نہ کچھ لکھتی رہوں۔

نفیس فاطمہ عبدالرحیم انصاری، درگاہ محلہ، پاتھری

☆ پیام تعلیم عرصہ سے پڑھ رہا ہوں۔ اس رسالے کے ذریعہ ہم طالب علموں کو کافی مدد ملتی ہے۔ خاص طور پر جو معلومات اس میں ہوتی ہے وہ بہت پسند آتی ہے۔

ذاکر محمد بھٹ پوسٹ مین، ایس۔ آر گنج، شری نگر

☆ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے تبھی سے ماہنامہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرتی آرہی ہوں۔ میں اور میرے گھر کے سبھی افراد اس رسالے کو بڑی دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ اسے دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ پیام تعلیم کے سبھی کالم مجھے بہت پسند ہیں۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

رئیسہ خاتون، شفقت نگر، بہادر گنج، کشن گنج

☆ میں پیام تعلیم کا قدیم قاری ہوں۔ مجھے

پیام تعلیم بہت پسند ہے۔ پیام تعلیم ایک ایسا رسالہ ہے جس کی نظیر شاید ہی ملے۔ یہ رسالہ جب بھی میں بک اسٹال سے خرید کر لاتا ہوں تو گھر میں ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ پہلے میں پڑھوں۔

انور بیگ، تاندورد، بلڈانہ

☆ ماہ اگست کا شمارہ مجھے ملا۔ میں نے اس کو ایک ہی بار میں پڑھ لیا۔ مجھ کو اس میں ڈاکٹر سید حامد حسین صاحب کا مضمون "آپ کتنا جانتے ہیں؟" بہت پسند آیا۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ ہمیں ہر ماہ ایسی معلومات سے روشناس کرائیں۔ اور ہماری معلومات میں اضافہ کریں۔

محمد مشتاق تنویر۔ بدنیرہ بھوجلجی۔ بلڈانہ

☆ میں تقریباً چار سال سے پیام تعلیم کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میرے کئی ساتھی اس رسالے کو بڑے ہی شوق سے پڑھتے ہیں۔ اس میں لکھی کہانیاں، اقوال زریں اور دینی معلومات ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ پچھلے سال ہمیں "عقل کا امتحان مضمون" سے کافی فائدہ ہوا۔ سوال کو سمجھنا اور اس کی تہہ تک جانا سمجھ میں آیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالے کو اسی طرح شان و شوکت سے جاری رکھے۔ آمین

محمد عرفات اکبر بیگذ جتر، پونہ

☆ میں آپ کے رسالہ "پیام تعلیم" کا شاید سب سے نیا خریدار ہوں اس لیے کہ میرے پاس جولائی ۱۹۹۸ء کا رسالہ آیا ہے۔ لیکن اس کو پڑھنے کے بعد مجھے بہت افسوس ہوا کہ کاش میں پہلے ہی سے اس رسالے کو جاری کروالیتا تو کتنا اچھا ہوتا۔

محمد طفیل قاسمی، جامعہ محمودیہ، غازی آباد

☆ ماہ جولائی کا پیام تعلیم باصر نواز ہوا۔ ترتیب و پیش کش اور تمام ہی مضامین قابل تحسین ہیں، لیکن "خراٹوں کا مشاعرہ" سب سے زیادہ مزاحیہ رہا۔ پسندیدہ اشعار کے کالم کو انعامی کالم بنا کر آپ نے ہم تمام پیامیوں کی بہت بڑی حوصلہ افزائی کی ہے۔ امید ہے آپ اس نیک قدم کو قائم رکھیں گے۔ میری جانب سے تمام پیامیوں کو مبارک باد جنھوں نے بہترین اشعار پر انعام حاصل کیا اور ساتھ ہی بزرگ، نئے قلم کار حضرات کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

محمد انور عبد الجبار، اقبال چوک شیگاؤں، بلڈانہ

☆ میں پیام تعلیم کا نیا خریدار ہوں۔ مجھے ابھی اچھی طرح خط لکھنا بھی نہیں آتا۔ اس کے تمام ہی مضامین پڑھنے میں بہت اچھا لگتے ہیں اور میں اس کو بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔

(نوٹ: آپ کی تحریر تو بہت اچھی ہے۔ اس غلط فہمی کو دل سے نکال دیجیے کہ آپ کو لکھنا نہیں آتا)

محمد اسرائیل نیپالی، کسہاوار، نمبر ۹، سنسری، نیپال

☆ میں پیام تعلیم کا نام بہت دنوں سے سن رہا تھا لیکن کبھی پڑھا نہیں تھا۔ اس ماہ جولائی کا شمارہ لیا اور پڑھا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔

ابو ریحان انصاری، محلّہ پورہ خورجہ، مبارکپور

☆ جولائی کا پیام تعلیم ملا۔ تمام مضامین بہت معلوماتی تھے۔ "خراٹوں کا مشاعرہ" کا تو کوئی جواب نہیں۔ ادھر کچھ مہینوں سے رسالے میں خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ خطوط کے جواب، خوبصورت اشعار پر انعام اور سرورق پر بنی تصویر پر کہانی لکھنا قابل ذکر تبدیلیاں ہیں۔ اگر بچوں کی کوشش کی ہر کہانی کے اختتام پر ادارہ کی طرف سے لکھ دیا جائے کہ کہانی کیسی ہے، اس میں کیا کمی ہے یا اگر کہانی اچھی ہے تو اس پر دو جملے تعریف کے لکھ دیے جائیں جس سے نئے لکھنے والے قلمکاروں کو کافی حوصلہ ملے گا۔

مقصود حسن، کانکنیارہ، ۲۴ پرگنہ، نارتھ

☆ پیام تعلیم ماہنامہ بہت ہی پسند آیا اور جی تو چاہتا ہے کہ اس ماہنامہ پیام تعلیم کو اگر آپ حضرات ہفتہ وار کردیں تو بندہ کی خوشی کا پوچھنا ہی کیا ہے۔

محمد ایوب دائر چورو، راجستھان

☆ آپ کی میں بہت شکر گزار ہوں آپ نے میرے اقوال زریں شائع کیے لیکن ایک شکایت ہے آپ نے میرا پورا پتہ تو ٹھیک لکھا لیکن نام میں غلطی کی ہے صفیہ فاطمہ کے بدلے شازیہ فاطمہ لکھا ہے۔ آپ میری یہ الجھن اور پریشانی دور کریں۔

صفیہ فاطمہ، اوندرانگر، عادل آباد

☆ میں دو سال سے پیام تعلیم کا خریدار ہوں میں ہر ماہ پیام تعلیم کا بڑی بے چینی سے منتظر رہتا ہوں۔ یہ رسالہ ایک سبق آموز رسالہ ہے۔ آپ نے میرے دو لطیفے شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کی ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

محمد صادق کھریواں، سرائے میر، اعظم گڑھ

☆ آج کے زمانے میں آدمی ادھورے ہیں
صورتیں تو ملتی ہیں سیرتیں نہیں ملتیں

انکل! اب آپ ہی بتائیں کہ یہ شعر کیسا لگا؟ جولائی ۹۸ء کا پیام تعلیم ملا۔ اس کا ٹائٹل بہت خوبصورت تھا۔ اس کے اندر کی تمام کہانیاں بہت اچھی اور لاجواب تھیں۔

(نوٹ. شعر واقعی بہت اچھا ہے۔)

عبدالرحمٰن، ایم کے بلڈنگ، امر نگر، ممبرا

ماہ جولائی کا شمارہ ملا۔ بچوں کی کوشش میں اپنی کہانی "وعدہ" دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ کہانی چھاپنے کا شکریہ۔

زبیر احمد افضال احمد، اجتماع نگر، مالیگاؤں

☆ اگست کا پیام تعلیم میرے ہاتھ میں ہے۔ پیامی ادبی معما نمبر ۱۱۲ میں اپنا نام دیکھ کر بہت

خوشی ہوئی۔ انعام کی رقم مجھے مل چکی ہے۔ ہمت افزائی کا بہت بہت شکریہ۔
پیام تعلیم کے پہلے صفحہ پر جو تصویر چھپی ہیں تصویر چھاپنے کی کیا فیس ہے۔
(نوٹ: پیام تعلیم میں تصویر شائع کرنے کی کوئی فیس نہیں ہے۔ صرف تصویر اچھی اور رنگین ہونا چاہیے)

ظہیر احمد، روشن ضمیر چوک، مرتضی پور، آکولہ

☆ ماہ جون کا رسالہ کسی وجہ سے دیر سے ملا۔ میں رسالہ پڑھنے کے لیے بے چین تھا۔ جب رسالہ مجھے ملا تو میں نے ایک ہی بار میں پڑھ لیا۔ یہ رسالہ ہر ماہ سے الگ تھا۔ مجھے رسالہ پیام تعلیم بہت پسند ہے۔

اعجاز احمد، فاضل خانپورہ، بدنیرہ، ناندورہ

☆ بعد آداب کے عرض یہ ہے کہ ہم سب بہن بھائی آٹھ ماہ سے پیام تعلیم پڑھ رہے ہیں۔ یہ بہت اچھا رسالہ ہے۔ اس کی سبھی کہانیاں بہت دلچسپ ہوتی ہے۔ اس لیے ہم لوگ ہمیشہ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ پیام تعلیم رسالہ ہمیشہ بلندیوں کو چھوئے اور ہندستان کا ہر فرد اس رسالہ کو ضرور پڑھے۔ آمین

عامر، انشا، مباح، گل، اسلاف، بدایوں

☆ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ پیام تعلیم برابر ہر مہینے مل رہا ہے۔ جولائی کا پیام تعلیم ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی، خاص طور پر نصرت ظہیر صاحب کا مضمون "خراٹوں کا مشاعرہ" بہت پسند آیا۔ ان کے مضمون سے ہی ہمیں خراٹے سنائی دے رہے تھے۔

محمد حسین، شاہین کالونی، ناندورہ، بلڈانہ

☆ معمّا نمبر ۱۰۷ کا انعام مجھے ۱۴؍ جولائی ۹۸ء جمعہ کے روز صبح کی ڈاک سے موصول ہوا۔ بہت خوشی ہوئی جس کو گھر میں بھی سب نے پسند کیا۔ انعام کی چاروں کتابیں بہت پسند آئیں میرے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ مجھے پیام تعلیم میں انعام ملا۔

غلام نبی امیر خان، مالیگاؤں

☆ ماہ اگست کا شمارہ موصول ہوا، سارے مضامین بہت ہی عمدہ تھے۔ پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ یہ رسالہ بروقت موصول ہو جاتا ہے۔ جہاں ۳۰ تاریخ آئی اور رسالہ دکان پر آیا۔

محمد سعد محمدی متعلم ادارہ محمدیہ، لکھیم پور

☆ میں ماہ جون سے پیام تعلیم کا خریدار ہوں۔ آپ کا پیام تعلیم ملنا شروع ہو گیا ہے۔ ماہ جولائی کا پیام تعلیم پڑھا، بہت اچھا لگا۔ شکیل فاروقی کی کہانی "گروی آنکھ" بہت اچھی لگی۔

محمد انور ناز زن، پتکھروا، سالماری

☆ ماہ جولائی کا پیام تعلیم پڑھا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اس رسالے کو میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ اس رسالے کے سبھی مضامین پسند آئے۔ خاص کر انسان دوست۔ خلائی ایڈونچر سیریز۔ گروی آنکھ بہت پسند آئے۔

شبانہ اعظمی، چکمادو، ویشالی، بہار

قلمی دوستی

نام جسیم الدین		عمر ۱۴ سال
تعلیم قرآن شریف حفظ پڑھنا
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، ماں باپ کی خدمت کرنا
پتا مدرسہ جامعہ رشیدیہ نانی نرولی، بکم، سورت

نام محمد رضوان قمر عرف معین
تعلیم آئی۔ ایس سی
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، اچھی دوستی نبھانا
پتا محلہ چھجو، بہار شریف، نالندہ

نام شاہانہ انجم
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا شیخ محبوب کیلے والے بڑا مومن پورہ، بالاپور

نام ناظم مرتضیٰ		عمر ۱۵ سال
تعلیم عربی پنجم
مشغلہ مطالعہ کرنا، والدین کی خدمت کرنا
پتا مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور، تکیہ کلاں، رائے بریلی

نام عبداللہ بن عبدالرؤف		عمر ۱۰ سال
تعلیم قرآن حفظ
مشغلہ نظم یاد کرنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا ایم۔ کے بلڈنگ امرت نگر، ممبرا تھانہ

نام ابوبکر راہی		عمر ۱۶ سال
تعلیم درجہ حفظ
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، قرآن پڑھنا
پتا جامعہ رشیدیہ نانی نرولی، کیم سورت

نام شبنم بانو عبدالمتین		عمر ۱۰ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا شیوالہ پیٹھ، وروڑ

نام محمد سلیم		عمر ۱۵ سال
تعلیم درجہ عربی اول
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا بھج بازار ضلع، لکھیم پور کھری

نام حافظ مسعود احمد رضا
تعلیم حافظ و قاری
مشغلہ کتابیں پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا بڑا مومن پورہ، بالاپور، آکولہ

نام جمیل اظہر		عمر ۱۵ سال
تعلیم ساتویں
مشغلہ دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا محلہ پورہ دیوان مبارکپور، اعظم گڑھ

نام ناظم خاں رشید خاں		عمر ۱۴ سال
مشغلہ کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا خان کرانا مرچنٹ، چنٹ تعلقہ روایر

نام شگفتہ پروین
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا شیخ محبوب کیلے والے، مومن پورہ بالاپور، آکولہ

نام فصیل اعظمی عمر ۱۴سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم، ہلال پڑھنا، غیر ملکی سکے جمع کرنا
پتا A/۴۹۵۔ یم بی اسٹریٹ، بڑی پیٹ، وانمباڑی

نام عبدالرحمٰن سمیع اللہ
تعلیم عربی سوم
مشغلہ کتابوں کا مطالعہ کرنا، خط کا جواب دینا
پتا ایم۔ کے بلڈنگ، امرت نگر، ممبرا تھانہ

نام عبدالرزاق خاں عمر ۱۱سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ اچھی کتابیں پڑھنا
پتا قریشی محلہ، املنیر، جلگاؤں

نام نازیہ خانم بنت ولایت خاں
تعلیم چہارم
مشغلہ قرآن پاک کی تلاوت، اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا دھوبی کھدان، حیدرپورہ، آکولہ

نام: مقصود حسین
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا

نام: مسعود حسین
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا

نام محبوب حسین
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: مزے مزے کی باتیں کرنا

نام ابرار حسین
تعلیم یو۔ کے۔ جی
مشغلہ کھلونوں سے کھیلنا
پتا معرفت عباس حسین صاحب مکہ کالونی، گلبرگہ شریف

نام: فیروز لمان اللہ
تعلیم: ایس ایس یل سی
مشغلہ۔ غیر ملکی سکے و ڈاک ٹکٹ جمع کرنا
پتا: اسلامک انفارمیشن سینٹر، وانمباڑی

نام نوازش شریف عمر ۹سال
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ۔ مصوری کرنا
پتا: کورٹ کے پاس کلب، ایوت محل

نام زید بن حسین باحکم عمر ۱۰ سال
تعلیم پنجم
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا اردو ہائی اسکول، قدیم جالنہ

نام خورشید احمد عمر ۱۵ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، دینی کتابیں پڑھنا
پتا معرفت مولوی محمد سلیم، مانک پیر، کانگی نارہ

نام سرور محمد عمر شفیع عمر ۲۰ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا ۱۱۸ سوداگر محلہ، بھیونڈی، تھانہ

نام مظہر ز عبدالعزیز آرائی عمر ۸ سال
تعلیم درجہ دوم
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، عبادت کرنا
پتا فیملی مال، داپولی، رتناگری، مہاراشٹر

نام ناراں نوشابہ صدیقہ
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ اخلاقی کتابوں کا مطالعہ، قرآن کی تلاوت کرنا
پتا جونا بازار، حافظ گلی بیٹر، مراٹھواڑہ،

نام رقیب احمد ضیاء عمر ۱۸ سال
تعلیم بی۔اے۔فسٹ ائیر

مشغلہ: کتابیں پڑھنا
پتا: نارو، بڈگام، کشمیر

. . .

نام: محمد اشہر شاہد تکمی عمر ۲ سال
تعلیم. تیسری جماعت
مشغلہ: بڑوں کی عزت کرنا۔ پیام تعلیم پڑھنا
پتا معرفت محمد شاہد عالم، جھنا بازار بروا ہار کھول

. . .

نام. سید شعیب علی
تعلیم بی۔ایس۔سی
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: شیخ پورہ، چوپڑا، جلگاؤں

نام رفیق جمال
تعلیم ایس۔ایس۔سی
مشغلہ. قلمی دوستی
پتا عارف مل اسٹور، ۱۵۳ مومن پورہ، مالیگاؤں

نام. محمد رحمت اللہ (گڈو) عمر ۱۹ سال
تعلیم. آئی،اے
مشغلہ. دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا، ماں باپ کی اطاعت کرنا
پتا: مسلم ہائی اسکول، کلکتہ ۲۳

. . .

نام. علیم الدین محمد عاصم خاں عمر ۱۸ سال
تعلیم. عربی دوم و عربی عالم
مشغلہ: تحصیل علم، درسی کتابوں کا مطالعہ
پتا: ادارہ محمودیہ، قصبہ محمدی، کھیری لکھیم پور

نام: محمد راشد محمد سعید عمر: ۱۴سال
تعلیم: عربی آٹھویں جماعت
مشغلہ: صحابہ کرام کے واقعات پڑھنا
پتا غلام نبی اے خان مسلم نگر ۱۵۹ مالیگاؤں

نام توحید احمد علاء الدین عمر: ۱۸سال
تعلیم بارہویں
مشغلہ. کرکٹ کھیلنا، کتابیں پڑھنا
پتا علاء الدین، جنتا اسٹور، غیبی شاہ، گھاٹکوپر، ممبئی

نام اصغر اقبال عمر ۱۷سال
تعلیم آئی۔ایس سی
مشغلہ کہانی لکھنا
پتا بھارت میڈیکل ہال جیل روڈ، مظفرپور

نام گلناز پروین عمر ۱۳سال
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا شیخ محبوب کیلے والے، بڑا مومن پورہ، بالاپور

نام سید ناظم علی شاہد
تعلیم انٹر
مشغلہ پیام تعلیم اور دوسری کتابیں پڑھنا۔
پتا علی نوگر پلاٹ، اکوٹ، آکولہ

نام محمد خرم جاں عمر ۱۰سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا فٹ بال کھیلنا
پتا: معرفت محمد سلطان شمسی، شمسی چوک، برداہا

نام. ترنم صبا چاندنی
تعلیم میٹرک
مشغلہ: دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا. معرفت عبدالجبار غنی، آنند بھون لین، راوڑ کیلا

نام مختار نسیم عمر ۱۷سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ دوستی کرنا، کیرم کھیلنا
پتا محلہ پورہ والی کوٹھی، مبارکپور، اعظم گڑھ

نام فرزانہ بیگم یوسف علی
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ. پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، دوستی کرنا
پتا مارول، جلگاؤں

نام وکاس کمار عمر ۱۴سال
تعلیم درجہ نہم
مشغلہ پیام تعلیم کی کہانیوں کا سننا
پتا آزاد ہائی اسکول چاکند، گیا، بہار

نام نصرت جہاں
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا سخاوت علی نوگری پلاٹ، اکوٹ، آکولہ

نام شعیب مصطفےٰ عمر: ۱۰ سال
تعلیم چہارم
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، تعلیم حاصل کرنا
پتا موسیٰ پور، کٹیہار (بہار)

پتا: گنور، ولایا بنائی پٹی، مدھوبنی، بہار

نام محمد فضل علی عمر ۱۸ سال
مشغلہ تلاوت قرآن پاک، کرکٹ کھیلنا
پتا ڈاکٹر محمد عباس علی مقام اپچوڑہ، عادل آباد

نام: نفیس اقبال عرف فیصل عمر: ٦ سال
تعلیم۔ دوسری جماعت
مشغلہ۔ کرکٹ کھیلنا، ماں باپ کی خدمت کرنا
پتا: کھیڑلی، بانکا

نام محمد علی نعیم عمر۔ ۱۰ سال
تعلیم چہارم
مشغلہ فٹ بال کھیلنا
پتا السبیل اکیڈمی، ہاسپٹل روڈ، ارریہ

نام: نازیہ پروین عمر۔ ۱۳ سال
تعلیم۔ ساتویں جماعت
مشغلہ چھوٹوں سے محبت کرنا
پتا لکشمی پور، ولیا چاکند، گیا

نام ذاکر احمد بٹ
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم کو اپنے دوستوں سے متعارف کرنا
پتا ساکنہ مڑہامہ، ڈاکخانہ بجبہارہ، کشمیر

نام۔ محمد منظر امام
تعلیم آئی۔ ایس سی
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا معرفت ایم ایچ بک سیلر رحم گنج، دربھنگہ

نام ارشد حسین سمیلوی
تعلیم درجہ پنجم
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پتا سلفیہ جونیر اسکول لہریاسرائے، دربھنگہ

نام۔ محمد عبدالودود
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم اور دوسرے رسائل کا پڑھنا
پتا بکھول۔ بارسوئی گھاٹ، کٹیہار

نام رحمت عالم گنوروی عمر ۱٦ سال
تعلیم آئی کام جاری
مشغلہ کرکٹ کھیلنا

نام نازیہ جہاں ولد عبدالسلام عمر ۸ سال
تعلیم سوم
مشغلہ نظمیں پڑھنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا بے ۱۰۳/۱ راجہ پورہ، وارانسی

بچوں کی کوشش

تحفہ

مرکزی خیال انگریزی سے

نوادرات کی دکان میں فلپ بہت اداس بیٹھا ہوا تھا۔ دسمبر کا دوسرا ہفتہ تھا۔ کرسمس کی گہما گہمی شروع ہو چکی تھی۔ سرد ہوائیں چل رہی تھیں۔ سردی اپنے پورے عروج پر تھی پھر بھی لوگوں کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہ تھی۔ بچے بوڑھے جوان سب اپنی اپنی پسند کی خریداری میں لگے ہوئے تھے۔ رنگ برنگی جھنڈیوں سے دکانیں سجی ہوئی تھیں۔ شانتا کلاز بچوں میں چاکلیٹ پیپر منٹ بانٹ رہے تھے۔ پورا شہر رنگ اور نور میں نہایا ہوا تھا۔ پھر بھی فلپ کی اداسی میں کوئی فرق نہ آیا۔ نوادرات کی یہ دکان اس نے دو سال پہلے ہی کھولی تھا جہاں انوِ واقسام کے نوادرات جمع تھے۔ سنگ مرمر کی مورتیاں، قیمتی موتیوں کی مالائیں، پرانے زمانے کے برتن، سونے چاندی کے زیورات اور فریم لگے ہوئے تھے۔ فلپ اپنے گاہکوں کے ساتھ بڑے تپاک سے ساتھ پیش آتا۔ ان کے ساتھ دوستوں کی طرح برتاؤ کرتا اور گاہک بھی اس کی بڑی عزت کرتے اور احترام کے ساتھ ملتے۔ فلپ کا اس دنیا میں کوئی نہ تھا ماں باپ بچپن میں ہی اسے چھوڑ گئے تھے۔ بھائی بہن کوئی تھا نہیں۔ اپنے گھر میں وہ اکیلا رہتا۔

صبح اٹھ کر نہا دھو کر چرچ جا کر عبادت کرتا پھر گھر آ کر ناشتہ تیار کرتا، ناشتہ کرتے ہوئے صبح کا اخبار پڑھتا، پھر گھر کی صفائی سے فارغ ہو کر نو بجے دکان کھولتا۔ اس دکان سے اس کی آمدنی اتنی ہو جاتی تھی کہ پورا مہینہ آرام سے گزر جاتا تھا۔ فلپ کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ وہ ہر سال کرسمس کے موقع پر چاکلیٹ اور بسکٹ بچوں میں بانٹا کرتا اور چھوٹے موٹے تحفے دیا کرتا تھا۔ بچے خوش ہو کر کرسمس کے گیت گاتے، ہنستے مسکراتے اسے وش کرتے اور خوش خوش گھر لوٹ جاتے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی سب کچھ تھا لیکن فلپ اس سال کرسمس کا سوچ کر ہی بے چین ہو جاتا۔ یہ کرسمس اسے تنہا منانا تھا اس لیے کہ اس کی بیوی کا پچھلے سال کرسمس کے بعد انتقال ہو گیا تھا۔ فلپ ہمیشہ کرسمس اپنی بیوی کے ساتھ مناتا تھا۔ کرسمس کے دن وہ اپنی بیوی کو کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور دیتا۔ کبھی زیور، کبھی دیوار پر سجانے والی چیزیں، شوکیس میں رکھنے کی چیزیں۔ اسے اچھی طرح یاد تھا۔ پچھلے سال اس نے اپنی بیوی کو قیمتی مالا کا تحفہ دیا تھا جسے دیکھ کر بیوی نے کہا تھا یہ تو بہت قیمتی مالا ہے، تم نے کہاں سے لی۔ فلپ نے جواب دیا میں نے پورے سال پیسے جمع کر کے یہ مالا خریدی ہے۔ بیوی

بولی خدا نے ہمیں بہت خوشحال رکھا ہے۔ تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ایسی چاہنے والی بیوی جس سے وہ بلا تکلف دنیا کے ہر مسئلے پر گفتگو کرتا تھا، اسے چھوڑ کر چلی گئی ایسے لمبے سفر پر جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ بیوی کے مرنے کے بعد اس نے وہ مالا کئی دن تک گھر میں رکھی پھر یہ سوچ کر کہ اب بیوی تو رہی نہیں پھر اس مالا کو گھر میں رکھ کر کیا کروں۔ اسے اپنی دکان میں رکھ کر مناسب قیمت پر کسی قدردان کے حوالے کردوں گا۔ مالا اس نے سامنے لگے کانچ کے شوکیس میں نمایاں جگہ پر لگا دی۔ آج چوبیس دسمبر تھی یعنی اگلے دن کرسمس۔ فلپ نے صبح نو بجے دکان کھولی۔ نوادرات کے شوقین اپنے چاہنے والوں کے لیے فلپ کے پاس سے تحفے خریدنے لگے۔ شام چھے بجے کچھ بھیڑ چھٹی تو فلپ نے دم لیا۔ دن رخصت ہو رہا تھا، رات اپنے پَر پھیلا رہی تھی۔ فلپ اپنی آرام کرسی پر بیٹھا کسی رسالہ کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔ اب کسی گاہک کے آنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ یوں بھی اب دکان بند کرنے کا وقت ہو چکا تھا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد فلپ اٹھا تو دیکھا اک ننھی منّی سی خوبصورت بچی سامنے زیورات کے شوکیس کے پاس کھڑی زیور دیکھ رہی تھی۔ بچی کے بال گہرے سنہرے تھے، آنکھیں نیلی نیلی تھیں، سرخ و سفید رنگ پر اور بیج کلر کا پھولا پھولا فراک پہنے وہ کچھ تلاش کر رہی تھی۔ فلپ کو لگا کہ وہ شوق سے دکان کی ہر چیز کو دیکھ رہی ہے۔ لیکن بچی کی نظر جیسے ہی فلپ پر پڑی تو اس نے شوکیس میں سجی قیمتی موتی کی مالا کی طرف اشارہ کیا اور اس کی قیمت پوچھی۔ فلپ نے جواب دیا یہ تو بڑی مہنگی ہے۔ بچی کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔ کیا اتنی مہنگی ہے کہ میں خرید نہیں سکتی۔ فلپ نے پوچھا یہ تم کیوں خریدنا چاہتی ہو اور کتنے پیسے ساتھ لائی ہو۔ بچی نے جواب دیا۔ یہ مالا میں اپنی بہت پیاری بہن کے لیے خریدنا چاہتی ہوں جو مجھ سے بڑی ہے۔ اور پیسے بچی نے اپنے ہاتھ میں حفاظت سے پکڑے رومال کو کاؤنٹر پر الٹ دیا اور بولی یہ اتنے سارے پیسے کم ہیں؟ بچی اتنی چھوٹی تھی کہ فلپ کو اس سے جھک کر بات کرنی پڑ رہی تھی فلپ نے پیسے دیکھے جو چند پینی پر مشتمل تھے۔ فلپ نے کہا۔ بے بی یہ تو چند پینی ہیں جب کہ مالا ڈالر کی قیمت میں آئے گی۔ بچی نے اپنے تمام پیسے رومال میں سمیٹ لیے اور آزردہ ہو کر بولی گھر میں صرف میں اور میری بڑی بہن رہتی ہے جو ایک دکان پر کام کرتی ہے جہاں اسے ہفتہ کے دو ڈالر ملتے ہیں، جس میں وہ گھر کا خرچا چلا کر مجھے اک پینی پاکٹ کے لیے دیتی ہے، اور میں بھی یہی پینی روز جمع کرتی تھی تاکہ بہن کو کرسمس کا تحفہ خرید کر دے سکوں۔ فلپ نے پوچھا بے بی تمہاری ممی کیا کرتی ہیں۔ بچی بولی بہن کہتی

ہے، وہ بہت دور چلی گئی ہیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ فلپ کا نرم دل درد سے بھر گیا۔ اس نے دیکھا بچی پیسے سمیٹ کر جانے کے لیے مڑ رہی ہے۔ اس نے آواز دی۔ سنو بے بی! بچی نے مڑ کر دیکھا۔ دکان دار اسے بلا رہا ہے۔ وہ فوراً واپس آگئی۔ بولی "کہیے" فلپ نے پوچھا یہ تحفہ تم اپنی بہن کو دوگی بہن تم کو کون سا تحفہ دے گی۔ بچی بولی یہ تو مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا تحفہ دے گی۔ گھر میں صرف ہم دو بہن ہی ہیں۔ وہ کوئی اچھا ہی تحفہ دے گی۔ فلپ نے بہت غور سے بچی کا چہرہ دیکھا جو مالا نہ ملنے کی وجہ سے بجھا بجھا سا تھا۔ اچانک اس نے سوچا اس مالا کا اس سے بڑھ کر کون حق دار ہوگا جو اپنی بہن کے لیے اپنی پاکٹ منی جمع کر کے تحفہ خرید رہی ہے۔ اس نے بھی تو پورے سال پیسہ جمع کر کے اپنی بے حد چاہنے والی بیوی کے لیے مالا خریدی تھی۔ اس نے بچی کے ہاتھ سے تمام پیسے لے لیے اور اس مالا کو سرخ کاغذ میں لپیٹ کر ربن سے اوپر اک پھول بنایا اور بچی کے ہاتھ میں وہ مالا دے دی۔ بچی کے ہاتھ میں جیسے ہی مالا آئی، اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ اس نے بڑی ممنون نگاہوں سے فلپ کا چہرہ دیکھا اور تحفہ سنبھالتی ہوئی دکان سے چلی گئی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ بچی پھر آتی نظر آئی۔ اس کے ساتھ کوئی جوان لڑکی بھی تھی فلپ کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ بچی کی بڑی بہن ہے۔ بچی میں اور اس لڑکی میں بڑی مشابہ تھی۔ لڑکی کی آنکھیں نیلی نیلی تھیں اور رنگ سرخی مائل تھا۔ اس نے سرخ فراک پر سیا اسکارف اوڑھ رکھا تھا۔ دونوں تیز تیز قد اٹھاتی اس کی دکان میں داخل ہوئیں۔ فلپ نے کھڑے ہو کر ان دونوں کا استقبال کیا، بڑی لڑکی نے کہا۔ میرا نام لیزا ہے یہ میری چھوٹی بہن ہے۔ اس کا نام ربیکا ہے۔ ابھی آپ کی دکان پر سے اس نے یہ مالا خریدی ہے۔ کتنے پیسے دیے تھے اس نے کہ آپ نے اتنی قیمتی مالا اسے دے دی۔ جبکہ اسے خرچ کرنے کے لیے صرف اک پینی ملتی ہے۔ فلپ نے مسکرا کر جواب دیا "مس لیزا! آپ کے اتنے لمبے سوال کا صرف اتنا جواب ہے کہ اس نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر قیمت دی ہے" لڑکی نے پھر کہا "آپ کو پتہ ہے یہ اتنی قیمتی ہے، پھر بھی آپ نے اتنی کم قیمت پر فروخت کر دی" فلپ نے اسے پوری صورت حال سے آگاہ کیا کہ بچی نے اسے بتایا کہ اسے اپنی بڑی بہن کو تحفہ دینا ہے جسے آج خرید کر کل پیش کر سکے اور یہ بھی بتایا کہ اس نے اپنی پوری پاکٹ منی آپ کو تحفہ دینے کے لیے جمع کی ہے۔ میں کیسے اس کی خواہش رد کرتا۔

فلپ نے اس مالا کا پس منظر بھی لیزا کو بتا دیا اور کہا کہ میری بیوی کے بعد اس مالا کی صحیح حقدار یہ بچی ربیکا ہی ہے جس نے اپنی

بہن کے لیے اپنے چھوٹے چھوٹے ارمان مار کر پیسے جمع کیے اور یہ مالا خریدنے آئی۔ فلپ نے دوبارہ مالا کو چیک کیا اور اوپر کرسمس کا تحفہ لکھ کر لیزا کے ہاتھ میں دے دیا۔ لیزا نے ریبکا کا ہاتھ تھاما اور دوسرے ہاتھ میں تحفہ پکڑا اور بولی ہم یہیں قریب رہتے ہیں۔ سامنے کی لین سے دو تین گھر چھوڑ کر۔ میں آپ کو دعوت دیتی ہوں کہ کل کرسمس ہمارے ساتھ منائیں۔ ہمیں خوشی ہوگی اگر آپ یہ دعوت قبول کریں گے کیوں ریبکا؟ ۔ لیزا نے ریبکا سے تائید چاہی۔ "ضرور" ریبکا نے کہا آپ ضرور ہمارے ساتھ شامل ہو کر کرسمس منائیں لیزا نے کہا اور ہمارے مختصر خاندان کے ساتھ کرسمس کی خوشی کو دوبالا کریں۔ فلپ نے مسکرا کر ہامی بھری اور دونوں سے بولا آپ کو کرسمس مبارک ہو۔ جواباً دونوں نے کہا اور آپ کو بھی کرسمس مبارک ہو۔

فلپ نے مسکراتے ہوئے دکان بند کی۔ آج معمول سے زیادہ وقت ہو چکا تھا۔ رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا لیکن شہر میں بہت سے سورج اک ساتھ اترے ہوئے تھے۔ ہر طرف روشنی کا سیلاب تھا فلپ کی اداسی غائب تھی۔ وہ دوسرے دن کرسمس کے لیے تیار ہو رہا تھا جو اسے لیزا اور ریبکا کے ساتھ منانی تھی۔ معصوم ریبکا نے فلپ کی اداسی ختم کر دی۔

آمنہ بیگم عبدالوہاب بھطولے، پربھات نگر، ممبئی ۲۷

نیرنگِ جہاں۔ ادبی لطائف

تھوکتا بھی نہیں

جس زمانے میں مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری اورینٹل کالج میں پڑھاتے تھے، ان میں کسی بات پر شکر رنجی ہو گئی۔ مولانا فیض الحسن، مولانا آزاد کے کمرے کی طرف سے ہو کر جب بھی گزرتے تو ادھر منہ کر کے کھنکارتے اور تھوک دیتے۔ کئی مرتبہ یہ حرکت ہوئی تو آزاد سمجھ گئے۔ یہ اتفاقی نہیں، ارادی حرکت ہے۔ کچھ روز کے بعد مولانا فیض الحسن ادھر سے گزر رہے تھے تو مولانا آزاد اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور منہ بنا کر بولے "ارے میں تو تھوکتا بھی نہیں"۔

ہم زلف

ایک بھوکا آدمی خان خاناں کے دروازے پر آیا۔ دربان نے روکا۔ اس نے کہا۔ "کہہ دو آپ کا ہم زلف آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کی بی بی بھی ہے۔" خان خاناں نے اسے بلالیا۔ پاس بٹھلایا۔ رشتہ معلوم کیا۔ اس نے کہا "بپتا (مصیبت، غریبی) اور سپتا (عیش و آرام) دو بہنیں ہیں۔ پہلی میرے گھر آئی دوسری آپ کے گھر آگئی۔ آپ اور میں ہم زلف نہیں تو اور کیا ہیں؟ خان خاناں بہت خوش ہوا۔ خلعت دی، گھوڑے پر طلائی ساز سجوا کر سوار کیا اور بہت کچھ نقد جنس دے کر

رخصت کیا۔

آبِ زم زم

ایک شاعر مولانا نظامی گنجوی کے لیے سخت کوفت کا موجب تھا۔ وہ انھیں روزانہ اکٹھی آٹھ دس غزلیں سناتا۔ مولانا اخلاق و وضع داری کے تحت اس کا کلام سنتے اور داد دیتے۔ ایک بار وہ شاعر حج کے لیے روانہ ہوا۔ مولانا نظامی کو اس عارضی گلو خلاصی پر بہت مسرت ہوئی۔

حج سے واپسی پر وہ اپنی ضخیم بیاض کے ساتھ مولانا کے پاس آیا اور جوش سے بولا۔ "حضرت! میں نے اپنی بیاض سات مرتبہ سنگ اسود سے مَس کی ہے۔ اب آپ کو میرے کلام کا حقیقی لطف حاصل ہوگا۔" مولانا نے حسرت ناک لہجے میں کہا۔ "برادر! کاش تم اپنی بیاض سات مرتبہ سنگ اسود سے مَس کرنے کی بجائے ایک ہی مرتبہ آبِ زم زم سے دھو ڈالتے۔"

گرفتار

شیخ سعدیؒ ایک دفعہ بے گارے میں پکڑے گئے اور خندق کھودنے پر لگا دیے گئے۔ ایک دوست نے دیکھا تو رحم آیا اور فدیہ دے کر چھڑا لیا اور اپنے ساتھ حلب لے آئے مزید عنایت سے سو اشرفی مہر پر اپنی بیٹی کے ساتھ شادی کر دی۔ لیکن وہ بیوی نہایت شوخ اور زبان دراز تھی۔ شیخ سعدی سے ہمیشہ ان بن رہتی تھی۔ ایک دن بیوی نے طعنہ دیا کہ تم اپنی ہستی بھول گئے۔ تم وہی تو ہو جس کو میرے باپ نے دس دینار دے کر چھڑایا تھا۔ شیخ سعدی نے کہا "ہاں دس دینار دے کر چھڑایا لیکن سو دینار کے بدلے میں پھر گرفتار کرا دیا۔"

انجم آراء محمد ذاکر، اسلام پورہ، کاسودہ

عقلمند جوہری

ایک جوہری اپنے کاروبار کے سلسلے میں سفر کرتے ہوئے کسی دوسرے شہر میں پہنچا اور کھانا کھانے کے لیے کسی ہوٹل میں گیا۔ مگر جلدی میں اٹھتے وقت اپنا جواہرات والا دستی بیگ وہیں بھول آیا۔ جوہری کو ہوٹل سے کچھ دور نکل کر بیگ یاد آیا تو اس کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے اور ایک سناٹا سا چھا گیا۔ یہ بیچارہ سر پر پاؤں رکھ کے واپس بھاگا۔ مگر اتنی دانائی کی کہ گھبرایا بالکل نہیں۔

بلکہ نہایت اطمینان کے ساتھ ہوٹل والے سے پوچھنے لگا۔ میں یہاں اپنا بیگ بھول گیا ہوں۔ جس میں لاکھ روپے سے زیادہ کی مالیت کا سامان تھا۔ ہوٹل والے نے کہا۔ اجی حضرت آپ کیا فرماتے ہیں۔ کیسا بیگ؟ اور کس کا بیگ؟ یہ سُن کر جوہری نے کہا اس بیگ میں ہیضہ کے جراثیم ہیں جو لاکھ روپے میں بھی نہیں مل سکتے۔ یہ سنتے ہی ہوٹل والے کے ہوش جاتے رہے۔ چہرہ کا رنگ زرد پڑ گیا

اور کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولا۔ ڈاکٹر صاحب! یاد آگیا۔ آپ کا بیگ شاید لڑکے نے الماری میں رکھ دیا ہے۔ میں ابھی دیے دیتا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت الماری میں سے نکال کر بیگ جوہری کے حوالے کر دیا۔ جوہری کو یہ کامیابی محض استقلال کی وجہ سے حاصل ہوئی کہ مصیبت کے وقت اس نے اپنے اوسان قائم رکھے۔ اگر وہ یہ برجستہ فقرہ نہ کہتا تو ہوٹل والا ٹس سے مس نہ ہوتا۔

غلام نبی معرفت عابد خاں، مسلم نگر، مالیگاؤں

مہمان نوازی

کرمان کا ایک بادشاہ نہایت مہمان نواز تھا۔ جو پردیسی آتا تین روز تک شاہی مہمان رکھا جاتا۔ ایک مرتبہ عضدالدولہ نے کرمان پر چڑھائی کر دی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس موقع پر بھی بادشاہ نے روایت برقرار رکھی وہ دن کو جنگ کرتا اور رات کو دشمن کے لشکر کے لیے کھانا بھیجتا۔ یہ روش دیکھ کر عضدالدولہ نے کہلوایا، کیا بات ہے تم دن کو میرے سپاہیوں کو قتل کراتے ہو اور رات کو انھیں کھانا کھلاتے ہو؟ کرمان کے بادشاہ نے جواب دیا، دشمن سے جنگ کرنا ضروری ہے اور مسافروں کو کھانا کھلانا فرض۔ تمھارے سپاہی بیک وقت دشمن بھی ہیں اور مسافر بھی، لہٰذا جس طرح ان سے جنگ کرنا لازمی ہے، اسی طرح ان کی خاطر بھی کرنا لازمی ہے۔ عضدالدولہ نے ایسے دشمن سے جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور محاصرہ اٹھالیا۔

زبیر احمد افضال احمد، اجتماع نگر، مالیگاؤں

ریاکاری کے دنیاوی نقصان

ریا کی بہت سی صورتیں ہیں۔ ان میں بدترین صورت یہ ہے کہ دینی کاموں کو دنیا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ پہلی امتوں کو سزا ریاکاروں کی صورتیں مسخ کر کے دی جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک شخص نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کچھ زمانے تک خدمت کی اور کسی مقام پر جا کر اس نے دنیا کمانے کے لیے کچھ باتیں ان سے نقل کر کے بیان کرنا شروع کیں۔ چونکہ وہ باتیں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب منسوب ہوئیں تو اس سلسلے میں بکثرت لوگوں کی اس کے پاس آمد و رفت ہونے لگی۔ اور اتنے نذرانے پیش ہوئے کہ وہ دولت مند ہو گیا۔ ادھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو تلاش کیا تو کچھ پتہ معلوم نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں خنزیر (سور) تھا، اور خنزیر کی گردن میں کالی رسّی تھی۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خادم سے دریافت کیا تو وہ بولا کہ یہ خنزیر ہی تو وہ خادم ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے ربّ اس کو اصلی حالت میں کر دے۔ تاکہ میں اس سے

دریافت کر سکوں کہ اس کی صورت مسخ کیوں کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ اگر تم میرے ان تمام ناموں کے ساتھ بھی دعا کرو گے جن کے ساتھ آدم اور ان کے مابعد انبیاء نے کی تھی، تب بھی میں تمھاری یہ دعا قبول نہ کروں گا۔ لیکن میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ میں نے اس کی صورت اس لیے مسخ کر دی ہے کہ یہ دین کے ذریعہ دنیا طلب کرتا تھا۔ چونکہ آج کی امّت کو محبوب خدا سے نسبت ہے اس لیے ریاکاری کی بنا پر اس کی صورتیں تو مسخ نہیں کی جاتیں لیکن ریاکاری کی بنا پر دل ضرور مسخ ہو جاتے ہیں اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی رفتہ رفتہ دین حق کی روشنی سے نکل کر کفر کی تاریکیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

شیخ عید و مومن پورہ بالاپور، آکولہ

بہادر لڑکی

ایک پولس افسر کے دو بچے تھے۔ ایک رضیہ، دوسرا اس کا بھائی قمرالدین۔ ان کے ابّو قمرالدین کو زیادہ پیار کرتے تھے کیوں کہ وہ لڑکا تھا۔ مگر رضیہ کو اپنے ابو سے بہت محبت تھی۔ ان کے ابّو آج کل بہت پریشان رہتے تھے کیوں کہ آج کل چوریاں بہت ہو رہی تھیں اور چوروں کا سردار ہر بار فرار ہو جاتا تھا۔ جس کے لیے سب لوگ رضیہ کے ابّو پر زور دے رہے تھے کہ چوروں کے سردار کو فوراً گرفتار کیجیے۔

ایک دن رضیہ اپنے کمرے میں اکیلی لیٹی ہوئی تھی۔ اسے نیند نہیں آرہی تھی، اچانک اسے دروازہ کھولنے اور کسی کے اندر آنے کی ہلکی سی چاپ سنائی دی۔ اس کی ڈر کے مارے چیخ نکلنے والی تھی مگر اس نے اپنے اوپر قابو پالیا اور لیٹے لیٹے اپنے پاس والی کتابوں کی الماری میں سے ایک چیز اٹھائی اور بہت زور سے دروازے کے طرف دے ماری۔ وہ چیز سیدھے جاکے اس آدمی کے سر پر لگی اور وہ گر کر بیہوش ہو گیا۔ پھر رضیہ دھیرے سے اٹھی اور بلب جلا کر دیکھا۔ وہ چوروں کا سب سے بڑا سردار تھا جس کے بارے میں آج کے اخبار میں آیا تھا کہ "جو چوروں کے سردار کو پکڑے گا اسے دس ہزار روپے انعام میں ملیں گے"۔ اس نے دیکھا جو چیز اس نے پھینکی تھی وہ ایک قینچی تھی جس سے آج اس نے کتاب پر چڑھانے کے لیے کاغذ کاٹا تھا اور جلدی میں اسے الماری پر رکھ دیا تھا۔ وہ بہت خوش ہوئی کہ آج اس کے ابّو اس سے بہت خوش ہوں گے۔ پھر وہ اپنے ابّو کے کمرے میں گئی اور ان کو جگایا۔ ابّو نے چوروں کے سردار کو جلدی سے رسّی میں جکڑ لیا اور اسے ایک کمرے میں بند کر دیا اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں فجر کی نماز پڑھ کے اللہ کا شکر ادا کیا اور فوراً پولیس اسٹیشن پہنچ گئے۔ وہاں اس کے بارے میں سب کو خبر ملی اور اسے تھانے

میں بند کر دیا۔ اگلے دن چور کا ایک ہاتھ سزا کے طور پر کاٹ دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ سزا بھگتنے کے بعد اس نے چوری سے توبہ کر لی اور ادھر رضیہ کی بہادری کی خبر پورے ملک میں اخبار، ٹی وی، ریڈیو کے ذریعے پھیل گئی۔

رضیہ کے ابّو اب رضیہ سے زیادہ خوش رہنے لگے۔

عابدہ خان، ۱۱۷ ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی۔ ۲۵

کوہِ نور ہیرا

یہ ایک عجیب داستان ہے جس کو جاننے کے لیے ہر ایک بشر خواہشمند ہے۔ اسی داستان کا نام داستانِ کوہِ نور ہے۔ یہ ہیرا گولکنڈہ کی کانوں میں ملا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ علاء الدین خلجی نے ۱۳۰۴ء میں اس کو مالوہ کے راجا سے حاصل کیا تھا۔ اس کے بعد تغلق اور لودی بادشاہوں کے ہاتھوں میں آیا اور ۱۵۲۹ء میں یہ پانی پت کی لڑائی کے بعد مغلوں کے ہاتھ آیا۔ جب ایران کے بادشاہ نادر شاہ نے ۱۷۳۹ء میں ہند پر حملہ کر کے مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلا کو شکست دی تو اس کے ہاتھ یہ ہیرا آیا۔ وہ اس کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور حیرانی میں وہ اچانک پکار اٹھا۔ "کوہِ نور" اور یہ آواز اس کے منہ سے نکل کر ہمیشہ کے لیے زندہ رہ گئی اور اس ہیرے کا نام کوہِ نور پڑ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ محمد شاہ رنگیلا نے اس کوہِ نور کے سوا سب کچھ نادر شاہ کے حوالے کر دیا۔ اور اس کوہِ نور کو اپنی پگڑی میں چھپا کر سر پر جگہ دی۔ لیکن ایک عورت نے جس کو محمد شاہ کے ساتھ کسی بات پر ضد تھی، نادر شاہ کو اس راز سے واقف کر دیا۔ نادر شاہ جب ۵/ مئی ۱۷۳۹ء کو واپس جانے کی تیاری کرنے لگا تو اسے ایک چال سوجھی۔ اس نے دوبارہ محمد شاہ رنگیلا سے آئندہ کے لیے دوستانہ تعلقات کرنے کو کہا اور پھر اسی خوشی میں آپس میں پگڑی تبدیل کی۔ اس طرح سے پہلی بار "کوہِ نور" نادر شاہ کے ہاتھ لگ کر سرحد کے پار چلا گیا۔

یہ ہیرا بھارت سے لگ بھگ ۷۳ سال باہر رہا۔ اور اس مدت کے دوران وہ ایران اور افغانستان کے شاہی خزانوں میں زیبائش دیتا رہا۔ اس کے بعد کابل کے امیر شاہ شجاع اس کو ہندستان لایا وہ جب کشمیر آیا تو اس کو جیل میں بند کیا گیا۔ لیکن اس کی ملکہ جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ اور وہ کوہِ نور لے کر ۱۸۱۳ء میں لاہور پہنچی۔ جہاں کے حکمراں مہاراجہ رنجیت سنگھ تھے۔ جب اس کو پتا چلا تو اس نے ہیرے کو مانگا۔ لیکن ملکہ نے جواب دیا کہ اگر ہیرا مجھ سے زبردستی چھینا گیا تو میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی۔ اس نے مہاراجا کو ہیرا دینے کے لیے ایک شرط رکھی۔ وہ یہ کہ اگر اس کے شوہر کو جیل سے آزاد کر دیا جائے تو پھر اس بات کے لیے سوچا جائے گا۔ آخر امیر شاہ شجاع کو رہا کیا گیا اور یکم جون

۱۸۱۳ء کو کوہ نور رنجیت سنگھ کے حوالے کر دیا گیا اور مہاراجا نے خوش ہو کر شاہ شجاع کو انعام کے طور پر ایک لاکھ پچیس ہزار روپے دے دیے اور لاہور میں اس خوشی کے موقع پر وزیروں اور سرداروں کا دربار لگایا گیا۔ جہاں سکھوں نے اس کا دیدار کیا۔ اس کے بعد مہاراجا اسے امرتسر لے آئے۔ اور پگڑی میں رکھ کر ہاتھی پر سوار ہو کر چکر لگایا۔ بعد میں مہاراجا نے اس ہیرے کو اپنے بازو بند میں جڑا لیا۔ وہ اسے دسہرہ اور دیوالی کے تیوہاروں پر پہنتے تھے۔ مہاراجا نے اس کی قیمت معلوم کرنی چاہی، لیکن دنیا میں کہیں اس کی قیمت نہ نکلی۔ الگ الگ ملکوں کے دانشمندوں نے اس کی قیمت کے بارے میں الگ الگ خیالات کا اظہار کیا۔ جب مہاراجا رنجیت سنگھ بستر مرگ پر تھے تو انھوں نے ہیرا جگن ناتھ پوری کے مندر کو بھیج دینے کا حکم دیا، لیکن ان کے خزانے کے وزیر حویلی رام نے ہیرا وہاں بھیجنے سے انکار کیا۔

تھوڑی ہی مدت کے بعد راجا کے بیٹے کنور کھڑک سنگھ کی بھی موت ہو گئی اور تخت کے لیے خوں ریز لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ آخر حویلی رام کو قتل کر دیا گیا اور رانی جنداں کے بیٹے دلیپ سنگھ کو گدی پر بٹھایا گیا۔ اس طرح سے یہ ہیرا اس کے ہاتھ آیا۔ بعد میں انگریزوں کی دو لڑائیوں کے بعد پنجاب انگریزوں کے راج سے ملایا گیا اور اس طرح سے یہ ہیرا جو خزانے میں تھا، ان کے ہاتھ آیا۔ ایسٹ انڈیا کی طرف سے یہ ہیرا ملکہ وکٹوریہ کو ۳۱ر جولائی ۱۸۵۰ء کو پیش کیا گیا۔ لیکن اس نے یہ ہیرا لینے سے ہچکچاہٹ کی۔ اس نے سوچا کہ کہیں یہ بدبختی کی جڑ نہ بن جائے۔ اس وقت اس کا وزن ۱۹۴ کیرٹ تھا جبکہ اس کی کٹائی کے بعد اس کا وزن صرف ۱۸ کیرٹ رہ گیا۔

انیسہ ناز شیخ سانڈواسلام پورہ، کاسودہ جلگاؤں

نیکی کر دریا میں ڈال

ایک چھوٹے سے شہر میں ایک نوجوان رہتا تھا۔ وہ بہت رحم دل تھا۔ لوگ اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ وہ شہر سے دور سمندر کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر تین مچھلیوں پر پڑی جو سمندر کے کنارے خشکی پر تڑپ رہی تھیں۔ اس نے فوراً ان تینوں کو اٹھا کر سمندر میں ڈال دیا۔ وہ بے حد خوش ہوئیں اور دعائیں دینے لگیں۔ وہ نوجوان شخص وہاں سے روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے بہت سی چیونٹیوں کو دیکھا۔ اس نے اس خیال سے کہ کہیں چیونٹیاں اس کے قدموں تلے ہلاک نہ ہو جائیں اس نے سڑک کے کنارے کنارے چلنا شروع کیا۔ چیونٹی کے بادشاہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا ہم لوگ ضرور تمھاری مدد کریں گے۔

وہ نوجوان شخص وہاں سے پھر روانہ ہوا۔ چلتے چلتے اس نے راستہ میں کوّے کے تین چھوٹے چھوٹے بچے دیکھے جو بھوک سے تڑپ رہے تھے۔ اس نے فوراً اپنی روٹی توڑ کر ان بچوں کو دے دی۔ کوؤں کے بچوں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا وقت پڑنے پر ہم تمھاری مدد کریں گے۔

آخر کار وہ نوجوان شخص اپنی منزل کو پہنچ گیا۔ ایک دن وہ اس علاقے میں گھوم رہا تھا کہ اس نے وہاں کے بادشاہ کا اعلان پڑھا کہ "جو شخص بادشاہ کے تین مشکل سوالات کا جواب دے گا، وہ اس کو اپنی بادشاہت دے دے گا۔ اگر وہ جواب نہیں دے سکے گا تو مار ڈالا جائے گا۔" وہ نوجوان شخص فوراً بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کو اس کی اس جرأت پر بڑا تعجب ہوا۔ بادشاہ اس کو اپنے ساتھ سمندر کے کنارے لے گیا اور اپنی ایک انگوٹھی سمندر میں پھینک کر اس سے تلاش کرنے کے لیے کہا۔ پھر بادشاہ اپنے محل واپس چلا آیا۔ اب وہ نوجوان چپ چاپ کھڑا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ اچانک اسے وہی تین مچھلیاں نظر آئیں۔ مچھلیوں نے بادشاہ کی انگوٹھی اس شخص کے حوالے کر دی۔ نوجوان نے مچھلیوں کا شکریہ ادا کیا اور بادشاہ کے پاس جا کر اس کی انگوٹھی پیش کر دی۔

دوسری مرتبہ بادشاہ نے اناج کے کافی دانے ایک گھاس کے میدان میں پھینک دیے اور کہا کہ "صبح ہونے سے پہلے تمام دانے چن ڈالو"۔ یہ کہہ کر بادشاہ اپنے محل واپس آگیا۔ تھوڑی دیر میں بہت سی چیونٹیاں جمع ہو گئیں اور انھوں نے ایک ایک دانہ چن کر اس شخص کے حوالے کر دیا۔ اس نے تمام چیونٹیوں کا شکریہ ادا کیا۔ وہ فوراً ان دانوں کو بستوں میں بھر کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ تیسری مرتبہ بادشاہ نے کہا کہ سات سمندر پار سیب کا ایک درخت ہے جہاں دیو کا پہرہ ہے۔ وہاں سے ایک سیب لے آؤ۔ نوجوان شخص جنگل گیا اور درخت کے نیچے بیٹھ کر سوچنے لگا۔ اچانک وہی کوّے کے تین بچے اڑتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ انھوں نے پوچھا "کیا مدد کریں" نوجوان نے پورا واقعہ کہہ سنایا۔ یہ سنتے ہی فوراً تینوں کوّے اڑے اور کچھ دیر میں وہاں سے ایک سیب توڑ کر لے آئے۔ اس نے کوؤں کے بچوں کا شکریہ ادا کیا۔ سیب پاتے ہی وہ نوجوان دوڑتا ہوا بادشاہ کے پاس گیا اور اس نے سیب بادشاہ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ بادشاہ اس نوجوان سے بے حد خوش ہوا اور اپنے وعدہ کے مطابق بادشاہت اس کے حوالے کر دی۔

تو دیکھا پیا میو! دوسروں پر رحم کرنے کا کتنا بڑا انعام ملا۔ آپ بھی اسی طرح کسی کو بھی مصیبت میں دیکھ کر اس کی مدد کریں۔

کلثوم خاتون، مانک پیر کانکی نارہ

رحم دل شہزادی

کسی زمانے میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کی بیٹی تھی جس کا نام "شہزادی رخسانہ" تھا۔ وہ بہت رحم دل تھی۔ اس کو شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ وہ شکار کھیلنے کے لیے بادشاہ کے ساتھ گئی۔ وہ کھیلتے کھیلتے بہت دور نکل گئی۔ اور ایک ویران جنگل میں بھٹک گئی۔ اسے دور ایک لڑکا نظر آیا۔ اس کے پاس گھوڑا تھا۔ شہزادی نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اس کے پاس گئی۔ شہزادی نے کہا کہ آپ کون ہیں۔ اس لڑکے نے کہا کہ "میں شہزادہ اجمل ہوں۔ میں یہاں شکار کھیلنے آیا تھا۔ یہاں سے دور مجھے ایک ہرن دکھائی دیا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا میرا تیر کمان سے نکلنے ہی والا تھا کہ اچانک وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔" شہزادے نے کہا کہ "آپ کون ہیں"؟ شہزادی نے کہا کہ "میں شہزادی رخسانہ ہوں۔ میں بھی شکار کھیلتے کھیلتے بھٹک گئی ہوں۔" شہزادے نے کہا کہ چلو ہم راستہ تلاش کرتے ہیں۔ مگر شہزادی کو پیاس لگ رہی تھی۔ پانی تلاش کیا۔ انھیں دور ایک کنواں دکھائی دیا۔ شہزادہ اور شہزادی مل کر اس کنویں پر گئے۔ شہزادہ جیسے ہی پانی نکال کر پینے لگا تو اس کو ایک آواز آئی۔ بچاؤ! بچاؤ! شہزادہ اور شہزادی نے دیکھا کہ کنویں میں ایک بڑھیا ہے۔ شہزادہ پانی پینے لگا کہ شہزادی نے کہا کہ اس بڑھیا کو نکالنا ہوگا۔ پہلے نکالیں گے پھر پانی پئیں گے۔ شہزادہ نہیں چاہتا تھا مگر شہزادی نے بہت مجبور کیا۔ تو شہزادے نے بڑھیا کو نکالا، مگر فوراً ہی بڑھیا نے شہزادے کو ہی کنویں میں ڈال دیا۔ شہزادی بہت روئی۔ وہ بڑھیا شہزادی کو جادوگر کے پاس لے گئی۔ ادھر شہزادہ کنویں سے نکلنے کی کوشش کرتا رہا، مگر نکل نہ سکا۔ اسی وقت ادھر سے پریوں کا گزر ہوا۔ تب ایک پری نے شہزادے کو دیکھا اور رُک کر اس کو نکالا اور سارا حال پوچھا اور بتایا کہ ایک بار میرے ساتھ ایک شہزادی نے بہت اچھا سلوک کیا تھا اور میری جان بچائی تھی۔ اس لیے میں آدم زاد کی مدد کرتی ہوں، اس لیے تمھاری مدد ضرور کروں گی۔ پھر شہزادہ اور پری مل کر شہزادی کو تلاش کرنے کے لیے نکلے۔ ادھر شہزادی کو جادوگر نے شیشہ میں قید کیا تھا۔ اچانک شہزادہ اور پری کو جادوگر کی آواز سنائی دی۔ جادوگر شہزادی سے کہہ رہا تھا کہ "تجھ کو بچانے کے لیے کوئی نہیں آئے گا۔" پری نے اور شہزادے نے مل کر جادوگر کا مقابلہ کیا۔ اور جادو سے شہزادی کو نکال کر شہزادے کے ساتھ بھیج دیا اور پری نے جادوگر کو ختم کر دیا۔ جیسے ہی شہزادی نے پری کو باہر دیکھا تو بہت خوش ہوئی اور اس کے آنسو نکل پڑے۔ کیونکہ یہ وہی پری تھی جس کی جان شہزادی نے بچائی تھی۔ پھر پری نے دونوں کو راستہ بتایا۔ اور خود اپنے پرستان چلی گئی۔ ادھر بادشاہ نے "شہزادی رخسانہ" اور "شہزادے" کو ایک ڈور میں باندھ دیا۔ یعنی "شہزادی رخسانہ" اور

"شہزادے اجمل" کی شادی کر دی ۔ کچھ سالوں کے بعد شہزادہ اجمل بادشاہ بنا اور شہزادی رخسانہ کو ملکہ بنایا اور دونوں خوشی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

نفیس فاطمہ عبدالرحیم انصاری، پاتھری، پربھنی

میاں اُلٹ پلٹ

ایک گانو میں کریم نام کا ایک لڑکا رہتا تھا۔ ہر کام الٹا سیدھا کرنا اس کی عادت تھی۔ وہ کوئی بھی کام ٹھیک ڈھنگ سے انجام نہیں دیتا تھا۔ تمام لوگ اس کی اِن حرکتوں پر اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس کے برٔ خلاف وہ اپنے کام سے بہت خوش رہتا تھا۔

کچھ دن بیت جانے کے بعد اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے چھپڑ پھاڑ کر کچھ روپے دے دیے۔ اب اس لڑکے کا شمار امیر لوگوں میں ہونے لگا۔ دولت اچھے اچھوں کے ہوش ٹھکانے لگا دیتی ہے۔ اب تمام گانو کے لوگ اس کا مذاق اڑانے کی بجائے اسے پیار سے میاں اُلٹ پلٹ کہنے لگے۔ اس طرح اس کا نام میاں اُلٹ پلٹ پڑ گیا۔ اب میاں اُلٹ پلٹ کے کام کرنے کا طریقہ اور بھی زیادہ الٹ، پلٹ رہنے لگے۔ اچانک ٹیلر بننے کا بھوت ان پر سوار ہو گیا۔ پانچ سال کی کڑی محنت کے بعد اور کافی پیسہ خرچ کرنے کے بعد میاں الٹ پلٹ ٹیلر تو بن گئے لیکن ادھورے۔ انھوں نے اپنی دکان کا بورڈ بھی اسی نام کا لگایا۔ ادھورے درزی عرف میاں اُلٹ پلٹ نے قینچی اور دھاگا کی دکان الٹ ڈالی اور آٹا، دال چاول رکھنے لگے لیکن دکان کے بورڈ پر اب بھی "میاں اُلٹ پلٹ ٹیلر ماسٹر' ہی لکھا تھا۔

مرزا اسکندر بیگ، پیٹھ محلّہ، ناندورہ، بلڈانہ

تحریک آزادی

ہمارا ملک یعنی ہندستان کم و بیش دو صدی انگریزوں کا غلام رہا ہے۔ بظاہر تو یہ گوری چمڑی اور کالے من والے ہمارے ملک میں تجارت کرنے آئے تھے۔ یہاں نوابوں اور بادشاہوں نے اپنے بلند اخلاق کے مطابق ان ناپاک ارادے رکھنے والے انگریزوں کو تجارت کرنے کی اجازت دے دی لیکن انھوں نے کچھ ایسی چال چلی کہ تاجر کے بجائے یہاں کے مالک بن بیٹھے اور یہاں کے معصوم عوام پر ظلم و ستم میں کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن یہاں کے وطن پرستوں نے غلامی سے مر جانا بہتر سمجھا۔ ان دنوں خواہ بچہ ہو یا بوڑھا، جوان ہو یا کمزور، غریب ہو یا امیر، سب کے دلوں میں ایک ہی جذبہ، ایک ہی لگن، ایک ہی خیال تھا کہ کسی طرح اپنے پیارے وطن کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کیا جائے۔ اپنے وطن کی سرزمین کو اغیار کے تسلط سے پاک کیا جائے۔ لیکن یہ انگریز بھی ایک ایسے ملک کو جس کا لقب "سونے کی چڑیا" تھا کسی طرح چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔ انھوں نے

ہندستان میں اپنے پنجے پوری طرح جما دیے تھے۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی حکمت عملی پر یہاں کے راجاؤں اور نوابوں کو آپس میں لڑاتے۔ انھوں نے یہاں کی قوموں کی آپسی یک جہتی کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ یہاں کی دو پرانی قوموں ہندو اور مسلمان کے درمیان دراڑ ڈال دی۔ لیکن اس وقت ان کی ہر چالیں ناکام رہیں کیونکہ یہاں کے ہر فرد کا دل حُبِ وطن سے معمور تھا، جوشِ عمل سے لبریز تھا۔ وطن کے دیوانے توپوں کے منہ پر ڈٹ گئے گولی کی باڑھ کو اپنے سینوں پر روک لیا۔ مسکراتے ہوئے پھانسی کے پھندے اپنے گلوں میں ڈلوا لیے۔ اپنے تن من دھن کی قربانی دے کر ملک کو آزاد کروانا پسند کیا۔ آخر پندرہ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمارے ملک کے اُفق پر آزادی کا پرچم لہرایا۔ اس خاکِ چمن کو اپنے پاک لہو سے لالہ زار کرنے والوں میں نہ جانے کتنے گم نام ہندو و مسلمان ہیں۔ ہندستان کی آزادی میں بڑھ چڑھ کے حصہ لینے والوں اور قربانیاں دینے والوں میں سید احمد شہید رائے بریلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز، رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمود حسن، مولانا محمد قاسم جیسے علماء و بزرگ بھی شریک ہوئے اور اپنی پوری زندگی آزادی کے لیے وقف کر دی۔ یہ ایسی مایہ ناز ہستیاں ہیں جن پر ملک جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔ ان کے احسانات ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ انھوں نے وطن پرستی اور جاں نثاری کی مثال قائم کر دی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان بزرگوں کی سوانح حیات پڑھیں۔ ہم بھی ان جیسا بننے کی کوشش کریں۔

عائشہ قدسی قدوائی، رائے بریلی، یو۔پی

شہزادے کی دانائی

ملک ایران میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ بہت نیک، انصاف پسند، اور دریا دل۔ اس ملک کی رعایا اس پر جان دیتی تھی۔ اس بادشاہ کے تین بیٹے تھے۔ ارباز، مزمل، رہبر۔ ویسے تو تینوں ہی ہوشیار، رحم دل اور نیک تھے۔ پر سب سے چھوٹا بیٹا رہبر بالکل اپنے ابا کی طرح تھا۔ سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتا تھا اور خوبصورتی میں تو اس کا مقابلہ پورے ایران میں کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس کے بڑے بھائی ارباز اور مزمل اس پر رشک کرتے تھے۔

ایک دن کی بات ہے۔ اچانک بادشاہ کو چکر آنے لگے، اور وہ چکرا کر زمین پر گر پڑے۔ اسی وقت سے ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب رہنے لگی۔ بادشاہ کو لگ رہا تھا کہ اس کا وقت آگیا ہے۔ اب اس کو یہ فکر تھی کہ اس کے بعد اس کے تخت و تاج کو کون سنبھالے گا۔ اس فکر میں وہ اور بھی بیمار ہو گیا۔ اب یہ بات انھوں نے اپنے وزیر کو بتائی تو اس نے

ک ترکیب بادشاہ کو بتائی۔ بادشاہ نے
وسرے ہی دن اپنے تینوں بیٹوں کو بلوایا اور
ہا کہ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میرا اب
آخری وقت آگیا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں
کے میرے بعد تم تینوں میں سے کوئی ایک
س تخت پر بیٹھے۔ اس لیے میں نے ایک
رکیب سوچی ہے۔ اس پلیٹ میں تم لوگوں کو
یک ایک انار نظر آرہا ہے۔ جاؤ اس انار کے
انوں کو ایسی جگہ الگ کرو۔ جہاں پر تمھیں
ئی بھی دیکھ نہ رہا ہو۔ ارباز قید خانے میں چلا
یا اور مزمل دولت خانہ میں چلا گیا اور رہبر
د کمرے میں چلا گیا اور دس منٹ بعد تینوں
اپس آگئے۔ بادشاہ نے ارباز کی پلیٹ دیکھی۔
س کے انار کے دانے الگ تھے۔ پھر اس نے
زمل کی پلیٹ دیکھی تو اس کے دانے بھی
لگ تھے۔ پھر اس نے رہبر کی پلیٹ دیکھی تو
برت سے رہبر کا منہ دیکھنے لگا تبھی رہبر نے
ہا کہ پریشان نہ ہوں ابا حضور! اس میں حیرت
ی تو کوئی بات ہی نہیں ہے کیونکہ آپ ہی
نے تو کہا تھا کہ اس انار کے دانوں کو ایسی جگہ
لگ کرنا جہاں پر تم کو کوئی بھی نہ دیکھ رہا ہو۔
ر ابا حضور میں جہاں بھی تھا، مجھے اللہ تعالیٰ تو
خوبی دیکھ رہا تھا، اس لیے میں نے اس انار کے
انوں کو الگ نہیں کیا۔ بادشاہ رہبر کے جواب
سے بہت متاثر ہوا اور اس نے یہ اعلان کیا کہ
یرے بعد اس تخت پر رہبر بیٹھے گا۔

سوزیہ، ہریالی ولیج ٹیگور نگر، وکرولی، بمبئی ۸۳

کسی کو حقیر نہ جانو

قرآن کریم کے اندر ایک زمیندار کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اعلیٰ قسم کے بہترین درختوں اور پھلوں کے دو باغ اس کے پاس تھے جو نہروں کی روانی سے ہمیشہ سر سبز و شاداب رہتے تھے۔ پیداوار کی بہتات اور پھلوں کی غیر معمولی کثرت نے اسے آپے سے باہر کر دیا۔ اونچے اونچے درجے کے زمینداروں سے اس کے تعلقات ہو گئے۔ اب وہ اپنے حقیقی بھائیوں اور ان ساتھیوں کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ اس کے دماغ میں یہ سما گیا کہ میں بڑا آدمی ہوں، میرے پاس دولت بھی زیادہ ہے اور میرے دوست احباب بھی وہ ہیں جو چوٹی کے مانے جاتے ہیں، اس کا تصور بھی اس کے دماغ سے نکل گیا کہ قدرت کا جھٹکا آناً فاناً انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ پرانے ساتھیوں نے اسے سمجھایا بھی کہ اس ٹیپ ٹاپ اور ظاہری شان و شوکت پر مت اتراؤ۔ اپنی حقیقت پر نظر رکھو کہ وہ مٹی سے ہے یا گندے پانی کا قطرہ۔ پس جو کچھ ہے وہ پروردگار کا انعام ہے۔ اس نے تمھیں انسان بنایا۔ اسی نے یہ دولت و عظمت بخشی۔ تمھیں اس کا اعتراف کرنا چاہیے۔ مگر اس کی نظر اسی ٹیپ ٹاپ و شان و شوکت پر تھی۔ وہ ان کی بات کب سن سکتا تھا جو اس کی نظر میں ذلیل و حقیر

ہو چکے تھے؟ وہ انسان کو بھی انسان نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ذلیل سمجھنے لگا تھا۔

دفعتاً حالت بدلی اور بارش کے طوفان نے اس کے تمام باغ اجاڑ دیے۔ انگوروں کی تمام بیلیں گر گئیں۔ درخت اکھڑ گئے۔ باغ اجڑ گیا اور دیوالیہ بن کر رہ گیا۔ اب وہ پچھتا رہا تھا مگر پچھتانا بیکار تھا۔

دیکھا پیاری بھائیو، بہنو! خدا کی عطا کردہ نعمتوں پر اترانے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث اور اسلامی پاکیزہ تعلیمات ہر لمحہ ہمیں اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ ہر حال میں ہمارے اندر عبدیت و انکساری کا پہلو واضح طور پر نمایا ہونا چاہیے۔ اگر ہم بھی خدا کی عطا کردہ نعمتوں پر اترانے لگیں اور خدا کی دوسری مخلوق کو حقیر سمجھنے لگیں تو ہمارا انجام بھی مذکورہ زمیندار سے مختلف نہیں ہوگا۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

عظیم الدین عثمانی بھیروا، کتول، مدھوبنی، بہار

جنگل میں منگل

ایک بار کسی جنگل میں سارے پرندوں کی بیٹھک ہو رہی تھی۔ توتا ذرا دیر سے آیا۔ کوّا بولا۔ کیوں بھائی توتے آنے میں دیر کیوں لگائی۔ توتا بولا۔ ارے بھائی، بہار راجیہ میں لالو بھائی کا کہنا ہے کہ پڑھو یا مرو۔ یہ سن کر سبھی بچے سڑک پر نکل کر بولے کہ آدھی روٹی کھائیں گے پھر بھی اسکول جائیں گے۔ اور بچے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ جنم دیا ہے تو ... ککشا دو۔ میں بچوں کے ساتھ اڑنے لگا ... دیکھا کہ ککشا کی اِچھا بچوں میں بڑھنے لگی۔ وقت نہ ملنے پر میں بھاگتا اڑتا چلا آرہا ہوں۔

کبوتر بولا غٹر غوں۔ بات تو بڑے پتے کی ... ہے۔ ہم لوگ بھی نہ کھائیں گے اَن۔ پڑھنے میں لگائیں گے مَن۔ بوڑھا گدھ بولا کہ میرے ... کیا ہوگا۔ نہ کھائیں گے اَن تو بگڑ جائے گا ... مَن۔ چیل بولی کہ چلو بھائی گدھ ہم دونوں ... ہیں اَن پڑھ۔ چھوڑ چلو اس جنگل کو۔ اڑتی پھرتی آئی پھدکی۔ کہنے لگی۔ ہو سبھی بھائی و ... میرا پرنام پورے دیش میں ایک ہی ... ابھیان۔ تب جاکر ملے گا جل پان۔ جیون ... ہوگا کلیان۔ سبھی بھائی پڑھنے لگو گے تو بن ... جاؤ گے وِدوان۔ مینا بولی۔ آؤ بھائی میں آپ کو ... پڑھاؤں۔ جنگل کا منتری آپ کو بناؤں۔ گدھ ... بولا کہ میں کیا کروں۔ مینا بولی کہ آپ بھی ... ک۔ کھ۔ گ۔ جانو۔ دیش کی خدمت کرنا ... جانو۔ گدھ بولا کہ پڑھنے میں آتی ہے شرم۔ چیل بولی۔ بھائی چھوڑو شرم کو۔ امگر کے گیان سے ساگر بن جاؤ گے۔ جنگل کے منتری سے بڑھ کر پردھان بن جاؤ گے۔ سارے پرندے جھوم گئے۔ جنگل سے نرکھشتا دور ہو گئی۔ مور بھی ناچا، کوئل بھی کوکی، جنگل میں منگل خوب منایا۔

رمیز راجا، انسان اسکول، کشن گنج، بہار

حضرت ایوبؑ

حضرت ایوب علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی ہر نعمت عطا کی تھا۔ پانچ سو جوڑے بیل اور بکریاں، اونٹ، گھوڑے، خچر بکثرت تھے۔ چار سو چرواہے غلام اور سائیس بھی تھے۔ ہزاروں بیگھہ کی کاشت بھی۔ اور باغات تھے۔ ان کی اہلیہ، حضرت یوسفؑ کی پوتی، فراہیم کی بیٹی رحیمہ تھیں۔ ان سے سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔ حضرت ایوبؑ ایک عرصہ تک اسی آرام و عیش میں رہے۔ اس پر بھی عبادت و شکر گزاری میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد اللہ کی طرف سے امتحان کا وقت آیا اور یہ سب چیزیں برباد ہو گئیں۔ اولاد بھی مر گئی۔ مگر حضرت ایوب علیہ السلام برابر شکر کرتے رہے اپنے پروردگار کا۔ پھر یہ ہوا کہ حضرت ایوبؑ بیمار پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک ایسا مرض لاحق کر دیا کہ پوری مخلوق کی نفرت کا باعث ہوا۔ اس پر بھی آپ مسلسل اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہتے۔ پھر جب امتحان کا زمانہ گزر گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو پھر سے سب چیزیں عطا کیں۔ اولاد بھی پھر سے عطا ہوئی۔

زینت اقبال، اے۔ جی۔ اے، اسکول، رائے پور، بستی پور

ایٹمی بم دھماکوں کا سفر نامہ

نیوکلیائی کی ابتدا سے اب تک کا سفر

"دنیا کو فنا کرنے میں دیر نہیں لگے گی"

نیوکلیائی دھماکوں سے اس موضوع پر گفتگو کرنے سے قبل ہم ایٹمی تجربوں کی تاریخ میں آپ کو لے جانا چاہتے ہیں۔ نیوکلیائی تجربوں کا سفر بہت طویل ہے۔ گذشتہ دنوں ہندستان نے تین دنوں کے اندر پانچ نیوکلیائی تجربے کر کے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ملک نے نیوکلیائی صلاحیت کو لوہا منوالیا۔ اور اس بات کا مظاہرہ کیا کہ نیوکلیائی سائنس میں اس نے قابل قدر ترقی کر لی ہے۔

اب جب کہ ہمارا ملک اس عظیم واقعہ پر خوشیاں منا رہا ہے۔ مگر ایک فکر بھی ہو گئی ہے کہ ہمارا پڑوسی ملک پاکستان بھی نیوکلیائی بموں سے لیس ہے جس نے گذشتہ ماہ ہند کے پانچ نیوکلیائی بموں کے جواب میں سات تجربے کیے۔ اور اب جب کہ دونوں ملکوں نے ایٹمی دھماکوں کا مظاہر کیا ہے اس کے کیا نتائج بر آمد ہوں گے۔ یہ بات بھی اہم ہو گی۔ کیوں نا ہم نیوکلیائی ہتھیاروں اور تجربوں کے کچھ تکنیکی پہلوؤں کا جائزہ لیں۔

نیوکلیائی ہتھیار: نیوکلیائی ہتھیار، جنھیں ایٹمی ہتھیار بھی کہا جاتا ہے، ایسے آلات ہیں جو یورینیم اور پلوٹونیم جیسی بھاری ایٹمی نیوکلیائی کے پھٹنے سے یا پھر ہائڈروجن جیسی

ہلکی ایٹمی نیوکلیائی اتصال سے زبردست توانائی خارج کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس طرح نیوکلیائی ہتھیار دو اقسام کے ہوتے ہیں۔ پھٹنے والے (ایٹمی) بم اور اتصال والے (ہائڈروجن یا تھرمونیوکلیائی) بم۔

پھٹنے یا اتصال کے عمل میں جو توانائی خارج ہوتی ہے، اسے آئن اسٹائن کی تھیوری کے مطابق ای ایم سی ۲ مانا جاتا ہے، جس میں "ایم" مادے کا ضائع ہو جاتا ہے اور "سی" روشنی کی رفتار ہے۔ تھیوری کے مطابق اگر ایک کلوگرام مادے کو توانائی میں تبدیل کیا جاتا ہے تو اس سے ۲۲ میگاٹن ٹی این ٹی کے دھماکے کے برابر توانائی خارج ہوگی۔ پہلے ایٹمی بم کی آزمائش ۱۹۴۵ء میں کی گئی تھی۔ اس موقع پر کئی کلوگرام پلوٹونیم میں تمام ایٹمی نیوکلیائی پھٹنے سے اس کی توانائی حاصل ہوئی تھی، جس سے ۲۰۰۰۰ ٹن ٹی این ٹی کے برابر دھماکہ ہوا تھا۔ ۱۹۴۵ء سے ہتھیاروں کے سلسلے میں تحقیق کے نتیجہ میں ایسے بم وجود میں آئے جن کی طاقت ایک کلوٹن (۱۰۰ کلو ٹن ٹی این ٹی) سے لے کر کئی میگاٹن تک ہے۔ بموں کا سائز بھی بہت چھوٹا کر دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایسے نیوکلیائی توپ گولوں اور چھوٹے میزائلوں کا بنانا ممکن ہوا ہے جنھیں میدان میں موجود قابل نقل وحمل لانچروں سے چھوڑا جا سکتا ہے۔

پہلا بم۔ امریکی صدر فرینکلن روزویلٹ کو لبرٹ آئن اسٹائن نے نیوکلیائی دھماکے کی فوجی اہمیت سے آگاہ کیا۔ چنانچہ امریکہ صدر نے یورینیم سے متعلق ایک مشاورتی کمیٹی تشکیل دی تھی جسے عام طور سے مین ہسٹن پروجکٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کمیٹی کو ایٹمی بم بنانے اور اس کا ڈیزائن تیار کرنے کی ذمے داری سونپی گئی تھی۔ مین ہسٹن پروجکٹ میں پورے امریکہ میں کئی مقامات پر سائنس دانوں کی کئی ٹیمیں تھیں۔ جو ایک ہی وقت میں الگ الگ مسئلے پر کام کرتی تھیں۔ بعد ازاں لاس الاموس نیومیکسیکو میں بم بنانے کے لیے ایک خصوصی تجربہ گاہ قائم کی گئی تھی۔ جس کے ڈائریکٹر جے رابرٹ اوپن ہیمر تھے۔ پھٹنے کے قابل آئیوٹوپس حاصل کرنے اور ڈیزائن تیار کرنے کی کوششوں کے نتیجے میں ایک بم وجود میں آیا جسے ۲۴ر جولائی ۱۹۴۵ء کو صبح ساڑھے پانچ بجے نیومیکسیکو کے نزدیک آزمایا گیا۔ اور اسے تھرے دھماکہ کا نام دیا گیا اور اس سے ۲۰ کلوٹن توانائی حاصل ہوئی تھی۔

اس پہلے دھماکہ کے بعد ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں ٦ر اگست ۱۹۴۵ء کو ایک ۲۹ بمبار طیارے نے ایک گن ٹائپ یورینیم بم (ایٹم بم) ہیروشیما پر گرالیا، جس سے اس شہر کا دو تہائی حصہ تباہ ہو گیا۔ تین دن کے بعد دوسرا بم ناگاساکی پر گرالیا گیا۔ یکم نومبر ۱۹۵۲ء کو امریکہ نے بحرالکاہل کے پیکیفی جزائر میں

پہلے ہائڈروجن (ہر مونیو کلیائی) کا کامیاب تجربہ کیا۔

دھماکہ خیز مادے: پھٹنے والے دھماکہ خیز مادے کا اہم حصہ خود اس کا پھٹنے والا مادہ ہے۔اس میں عام طور پر یورینیم اور پلوٹونیم استعمال ہوتا ہے۔ ان اجزاء میں سے ہر ایک جزو مختلف ایٹمی اوزان میں ایوٹوپس کی حیثیت سے موجود ہو سکتا ہے۔ جو متعلقہ نیو کلیائی میں شامل نیوٹرون کی تعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسا کہ یو ۲۳۲، یو ۲۳۳، یو ۲۳۴، یو ۲۳۸، پی یو ۲۳۸ اور پی یو ۲۳۹ میں ہوتا ہے۔ نیو کلیائی دھماکے میں استعمال کے لیے ان اجزاء کے سب کے سب آیوٹوپس مناسب نہیں ہوتے ہیں، خاص طر سے نیو کلیائی کے ساتھ کسی ایسے مادے کا استعمال اہم ہوتا ہے جو تمام توانائی کے نیوٹرون کے ذریعہ پھٹنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، نیز یہ کہ پھٹنے پر توانائی کے اخراج کا اوسطاً ایک نیوٹرون سے زائد ہو۔

جن مادوں میں یہ خواص موجود ہیں اور جو بآسانی کثیر مقدار میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ وہ یو ۲۳۵ اور پی یو ۲۳۹ ہیں۔ نیو کلیائی دھماکے کا فوری نتیجہ یوں ہوتا ہے۔ یو ۲۳۵، یا پی یو ۲۳۹ + نیوٹرون = پھٹنے والی اشیا اور توانائی۔

ہر دھماکہ سے جو فوری توانائی خارج ہوتی ہے، وہ تقریباً ۱۸۰ ملین الیکٹرونک ووٹ ایم ای وی ہوتی ہے۔اس کا یہ مطلب ہوا کہ ایک کلوگرام یو ۲۳۵ یا پی یو ۲۳۹ کے مکمل دھماکہ سے تقریباً ۲۰۰۰۰ ٹن وزنی کیمیائی دھماکہ خیز شے کے برابر توانائی خارج ہوتی ہے۔

ایک کلوگرام یو ۲۳۵ یا پی یو ۲۳۹ جس کا سائز تقریباً گولف کی گیند کے برابر ہوتا ہے، خود بخود نہیں پھٹ سکتا ہے۔ کیونکہ ایک نیو کلیائی دھماکہ کیا جاتا ہے تو اس سے پیدا ہونے والے نیوٹرون عام طور پر دھات ہیں۔ لیکن اگر دھات کے پھیلاؤ پر تقریباً ۲۴ کلو گرام پی یو ۲۳۹ یا ۵۰ کلوگرام یو ۲۳۵ موجود ہے تو یہ مادہ خطرناک ہوگا۔ ہر دھماکہ سے پیدا ہونے والا نیوٹرون اوسطاً مزید ایک دھماکہ کر سکتا ہے۔

تھرمونیو کلیائی دھماکہ خیز مادے: یہ دھماکہ خیز مادے عام طور پر کئی ملین ڈگری کیلون درجہ حرارت پر اور زبردست دباؤ کے سبب ہلکے وزن کے نیو کلیائی کے پھٹنے سے توانائی حاصل کرتے ہیں۔ تھرمل توانائی اتنی ہونی چاہیے کہ ہلکے وزن کی نیو کلیائی کے درمیان بجلی کا جو جھٹکا لگتا ہے وہ اس پر قابو پاسکے۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ مادے کے اڑنے سے پہلے قابل لحاظ اتصال ہو سکے۔ تھرمونیو کلیائی ایندھن کی کثافت رقیق ہائیڈروجن کی کثافت سے زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اتصال والے مادوں میں دہرے وزن والی ہائیڈروجن یا ڈیو سیر یم (ڈی) اور تابکار لہریں خارج کرنے والی تین گنا وزن کی ہائیڈروجن ہائڑ نیم (ٹی) شامل ہیں۔

نیوٹرون بم: نیوٹرون بم یا اضافی تابکاری والا ہتھیار (ای آر ڈبلیو) ایک بہت

چھوٹا ہائیڈروجن بم ہے۔ جس سے دھماکہ کم ہوتا ہے لیکن اس سے نسبتاً زیادہ تابکاری پھیلتی ہے۔ اسے ایک مختصر نیوٹرون تابکاری کے ذریعہ جانداروں کو ہلاک (چھ دن تک) کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اس تابکاری سے نیوٹرون کی ایسی لہریں خارج ہوتی ہیں جو حیوانات ونباتات کو تباہ کرڈالتی ہیں۔

ہائیڈروجن ڈائنامک قوانین: تھرمو نیوکلیائی دھماکہ خیز اشیاء بنانے کے لیے اس بات کا علم ہونا لازمی ہے کہ زبردست درجہ حرارت اور دباؤمیں مادوں کے خواص کیا ہوتے ہیں۔ ان خواص کو سمجھنے اور یہ جاننے کے لیے کہ ایٹمی اور نیوکلیائی اجزاء کے ملنے سے کون کون سے امکانات پیدا ہوسکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں جو ہائیڈروجن میں ڈائنامک رفتار پیدا ہوتی ہے اس کے علم کے لیے نظری اعدادوشمار اور تجربات، ضروری ہیں جن میں حقیقی نیوکلیائی دھماکے بھی شامل ہیں۔اگرچہ عام طورپر ہیئت کے تناسب کا علم ہوتا ہے، تاہم ان کا صحیح حل صرف بہت بڑے اور تیز رفتار کمپیوٹر سے ہی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ نیوکلیائی دھماکے خیز اشیاء کے حقیقی تجربات کی وزرات نہ صرف یہ بات معلوم کرنے کے لیے ہوتی ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق کام کرتے رہیں بلکہ اس کے لیے بھی ہوتی ہے کہ تجرباتی انکشافات سے کیا فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ایٹم بم پھوڑنا: ایٹم بم پھوڑنے کے لیے مختلف نظام تیار کیے گئے ہیں۔ سہل ترین نظام ہے گن ٹائپ ہتھیار جس میں پھٹنے والے مادے سے تیار کیا گیا ایک پر وجکٹائل اسی مادے سے بنے ایک نشانے پر داغا جاتا ہے تاکہ دونوں مل کر زبردست دھماکہ کرسکیں۔ ہیروشیماوالا بم اسی طرح کا تھا۔

دائرے والے شکل کے ہتھیار میں ایک زیادہ پیچیدہ طریقہ استعمال ہوتا ہے جسے امپلوژن کہتے ہیں۔ دائرے کے باہری حصے کے ساتھ سختی سے چپکے ہوئے خاص شکل کے آلات ہوتے ہیں جسے لینس کہا جاتا ہے۔ یہ زبردست دھماکے خیز اشیاء پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور انھیں اس کے لیے تیار کیا جاتا ہے کہ وہ بم کا رخ مرکز کی جانب رکھے۔ زبردست دھماکہ خیز مادے کے ہر حصے میں ایک ڈیٹونیٹر لگا ہوتا ہے جو تار کی مدد سے دیگر تمام حصوں سے جڑا ہوتا ہے۔ بجلی کا ایک امپوز، بیک وقت زبردست دھماکہ خیز مادوں کے تمام ٹکڑوں کو پھاڑ ڈالتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ڈیٹونیشن کی ایک لہر پیدا ہوتی ہے۔ جو بم کے مرکز کی جانب چلی جاتی ہے۔

بم کا مرکز پھٹنے والے بم کا ایک مادے کا ایک دائرہ ہے، جسے طاقتور اندر کی جانب پڑنے والے دباؤیا امپوژن سے دبایا جاتا ہے۔ دھات کی کثافت بڑھ جاتی ہے اور ایک سُپر کریٹیکل اجتمائی تیار ہوتا ہے۔الاموگررڈو میں چھوڑا گیا تجرباتی بم اور ناگاساکی پر گرایا گیا بم امپوژن قسم کے تھے۔ ◄

ڈیلیوری سسٹم. نیوکلیائی ہتھیاروں کی افادیت کا زیادہ انحصار اس کی طاقت پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ انہیں داغنے والے ڈیلوری سسٹم کیس حد تک دوسروں کی نظروں سے بچے رہتے ہیں اور وہ کس قدر درست ہیں۔ ہیروشیما اور ناگا ساکی پر بم گرانے والے جہاز نہ صرف بڑے تھے بلکہ وہ خطرے کا شکار بھی ہو سکتے تھے۔ اب نیوکلیائی آلات کا سائز اتنا چھوٹا ہوگیا ہے کہ وہ میزائلوں اور ہولسٹرں میں لگ سکتے ہیں ۔میزائلوں کی رہنمائی کمپیوٹر پر مبنی نظام کے وجود میں آجانے سے نیوکلیائی ہتھیاروں کے ڈیلیوری نظام میں انقلاب آچکا ہے۔ ان سے کروزمیزائل کا وجود ممکن ہوا جو انتہائی درست نشانہ لگانے والے چھوٹے نیچی اڑانیں بھرنے والے روبوٹ طیارے ہیں۔ ایم آئی آر وی (ملٹیپل انڈیپنڈنٹ لیبلی ٹارگٹ ایبل اری اینٹری وہیکلز) بیک وقت کئی بموں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک ڈکیریر میزائل سے داغے جانے کے بعد آزادانہ طور پر ایک مختلف نشانے کی جانب لے جایا جاتا ہے۔ انھیں عام طور پر بین بر اعظمی بالسٹک میزائل (آئی سی بی ایم) کے ذریعہ ہی دنیا کو فنا کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی بارود کے ڈھیر پر ہمارا ہندستان ہی نہیں یا برصغیر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا نیوکلیائی عفریت کے شکنجے میں ہے۔

محمد شاہد اعظمی، سن رائزر ریڈیولسٹ کلب املو، اعظم گڑھ





دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ ستمبر ۱۹۹۸ء ہے

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 116

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) پورے ______ سال کے بعد اس نے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ (دس / بائیس / پانچ)

(۲) ایک ______ اور استاد کا فرض ہی یہ ہوتا ہے۔ (معلم / شاگرد / بزرگ)

(۳) وہ ایک ______ قد کا آدمی تھا۔ (ٹھگنے / پستہ / لمبے)

(۴) کچھ دیر بعد وہ ______ بغداد کی طرف چل پڑے۔ (دونوں / تینوں / چاروں)

(۵) یا تو ______ پر میرے ساتھ سوار ہو جاؤ یا گھر واپس جاؤ۔ (گھوڑے / اونٹ)

(۶) ان لوگوں نے میرے ______ کی خدمت کی ہے۔ (دوستوں / ساتھیوں / بزرگوں)

(۷) ٹیچر نے بتایا کہ یہ تصویر ایک بہت بڑے ______ کی بنائی ہوئی ہے۔ (مصور / آرٹسٹ)

(۸) وہ بڈھے بڑھیا اور ______ سب بلائیں ہیں۔ (اونٹ / گھوڑا)

اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔۔۔۔۔ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معما نمبر لکھنا نہ بھولیں

لفافے پر دو روپے کا ٹکٹ لگائیے

شرائط پیامی ادبی معما (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معما نمبر 116 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہئے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

ٹوکن پیامی ادبی معما نمبر 116
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

پیامی ادبی معما نمبر 116۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

Regd No DL-16013/98 SEPTEMBER-98
Licence No U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd with R N I at No 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025


پیام تعلیم
نئی دہلی ۲۵


جوہر قابل
مولانا محمد علی جوہر کی کہانی اور کارنامے
قیمت
بچوں کے
ڈاکٹر سید عابد حسین
قیمت ۴/-
بچوں کے
یوسف ناظم
قیمت ۴/-
بچوں کے
سردار جعفری
قیمت ۴/-
بچوں کے
اسماعیل میرٹھی
قیمت
بچوں کے
نظیر اکبر آبادی
قیمت ۶
قیمت ۸ روپے
بچوں کے
مولانا شبلی نعمانی

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

اکتوبر ۱۹۹۸ جلد ۴۶ شمارہ ۱۰

فی پرچہ :/6 روپے ۔ سالانہ :/60 روپے
سرکاری اداروں سے ۔ :/75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز): /500 روپے

ایڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر: 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں سے باتیں

اس بار ہم ایک ایسے بزرگ ترین ادیب کا مضمون شائع کر رہے ہیں جس کے ذکر کے بغیر تاریخ ادب اردو ادھوری رہے گی۔ یہ ہیں جناب احمد ندیم صاحب قاسمی۔ قاسمی صاحب ادیب ہیں، شاعر ہیں، افسانہ نگار ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک نہایت معیاری رسالہ "فنون" بھی شائع کرتے ہیں۔ اردو سے دلچسپی ہی نہیں بلکہ اردو ان کی زندگی ہے۔ ایک لمبے عرصے سے اردو کی خدمت میں رات دن لگے ہوئے ہیں۔ آپ کا مضمون "ماتا" پڑھیے اور آپ کی صحت اور طویل عمری کے لیے دعا کیجیے۔ اس بار بھی آپ کے جانے پہچانے ادیب آپ کی معلومات میں اضافہ کر رہے ہیں۔ یہ ہیں آپ کے بزرگ دوست اور پیام تعلیم کے خیر خواہ حکیم محمد سعید، نصرت ظہیر، ڈاکٹر وہاب قیصر، قیصر سرمست، بیگم طیبہ قدوائی، عمارہ احمد اور بہت سے دوسرے۔ یہ سب ہمارے آپ کے شکریے کے مستحق ہیں۔

اس ہفتے ہمیں ایک تشویشناک خبر ملی کہ ہمارے عزیز ترین دوست اور آپ کے بزرگ ادیب ڈاکٹر سید حامد حسین صاحب علیل ہیں۔ ہماری آپ سب سے درخواست ہے کہ آپ سب ان کی صحت کے لیے دعا کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا ضرور سنے گا اور ڈاکٹر حامد حسین صحت یاب ہوتے ہی انشا اللہ پھر آپ کے لیے معلومات کا خزانہ لے کر آئیں گے۔ بس آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

ایک اہم بات پیام تعلیم کا زر تعاون بھجواتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ منی آرڈر کوپن پر خریداری نمبر اور دیگر کسی قسم کی تحریر اردو میں فی الحال نہ لکھیں۔ منی آرڈر کمپیوٹرائز ہوتے ہیں تو کوپن کی تحریر غائب ہو جاتی ہے البتہ اگر اسی تحریر کو رومن انگریزی میں لکھیں تو کوپن پر لکھی ہوئی آجاتی ہے۔ اس سے ہمیں تعمیل میں سہولت ہوتی ہے۔ ایڈونچر سیریز کسی مجبوری سے پچھلے ماہ شائع نہ ہو سکی اب ملاحظہ فرمائیں۔

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

ضیاء الحسن ضیا

دعا

تو ہے مالک تمام دنیا کا
تو نے بخشی ہیں نعمتیں کیا کیا
مہربانی تری سوا ہو جائے
علم اتنا ہمیں عطا ہو جائے
ہو سکے خدمتِ وطن ہم سے
کام آئیں غریب بے کس کے
ملک میں روشنی کریں گھر گھر
مشعلِ اتحاد خود بن کر
ہو محبت کا ہر بشر شیدا
ایسا ماحول ہم کریں پیدا
روٹھے بچھڑوں کو ایک جا لاکر
نیک و بد کے اصول سمجھا کر
مالک میں کر سکیں سکوں قائم
رہے خوش حالیِ وطن دائم

جاگو جگاؤ

آج سورۂ بقرہ کی دو تین آیات کا ترجمہ سنو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"یاد کرو' اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ وعدہ لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا' ماں باپ کے ساتھ' رشتے داروں کے ساتھ' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا' لوگوں سے بھلی بات کہنا' نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا' مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔ پھر ذرا یاد کرو' ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا' تم نے اس کا اقرار کیا تھا' تم خود اس پر گواہ ہو' مگر آج وہی تم ہو کہ اپنے بھائی بندوں کو قتل کرتے ہو' اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے گھر کر دیتے ہو' ظلم و زیادتی کے ساتھ ان کے خلاف جتھے بندیاں کرتے ہو"(ترجمہ آیت ۸۳' ۸۴' ۸۵)

لونہالو! اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بار بار پڑھو۔ اپنے بھائی بہنوں' اپنے والدین' بزرگوں اور ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان آیتوں کو خوب غور سے پڑھو۔ کیا اس وقت ہماری حالت یہی نہیں ہے؟ کیا ہم نے اللہ سے کیا ہوا عہد بُھلا نہیں دیا؟ کیا ایک دوسرے کا خون نہیں بہا رہے؟ کیا ہم ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر نہیں کر رہے؟

یہ ہم سب کے سوچنے کا وقت ہے۔ اس سے پہلے کہ اس سے زیادہ بُرا وقت آئے' ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔ ان حالات کو بدلنے کے لیے' اپنی اصلاح کے لیے۔ یہ سوچنا چھوڑ دو کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ نہیں' ہم میں سے ہر شخص کو کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے اپنے آپ پر غور کرنا' اپنے آپ کو بدلنا چاہیے' پھر اپنے قریب کے لوگوں کو سمجھانا چاہیے کہ وہ بھی معاشرے کی اصلاح کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ کریں۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

داوا کے حضور

ڈاکٹر نسیم احمد

نہ اب ہم لڑیں گے نہ جھگڑا کریں گے
نہ شور اب کریں گے نہ غصہ کریں گے
نہ اُچھلا کریں گے نہ کودا کریں گے
بس اپنے کھلونوں سے کھیلا کریں گے
بھلے اچھے دلوا سزا دو نہ ہم کو

کسی پر بھی پتھر نہ پھینکیں گے اب ہم
نہ گرد لور مٹی سے کھیلیں گے اب ہم
نہ دیوار پر کچھ بھی لکھیں گے اب ہم
سیاہی نہ کپڑوں پہ ڈالیں گے اب ہم
بھلے اچھے دلوا سزا دو نہ ہم کو

جو فرمائیں گے آپ ہم وہ کریں گے
خفا آپ ہوں تو ہم رو پڑیں گے
کتابیں ٹھکانے ہی پر ہم رکھیں گے
پڑھائی کے لوقات میں ہم پڑھیں گے
بھلے اچھے دلوا سزا دو نہ ہم کو

ہیں چھوٹے بہت ہم ابھی ناسمجھ ہیں
جو ساتھی ہیں اپنے سبھی ناسمجھ ہیں
برائی جو ہم سے ہوئی ناسمجھ ہیں
خبر کب ہے اچھائی کی ناسمجھ ہیں
بھلے اچھے دلوا سزا دو نہ ہم کو

ہیں جیسے بھی اب آپ ہی کے ہیں بچے
سمجھتے نہیں کچھ، ہیں ذہنوں کے کچے
نہیں سوچ میں ہم ابھی اپنی پکے
جو ڈانٹا کسی نے تو بس اٹک کچھ
بھلے اچھے دلوا سزا دو نہ ہم کو

احمد ندیم قاسمی
۴۵۔اے۔فرنگ روڈ'لاہور

ماستا

"میرے ایک پسندیدہ افسانے "ماستا" کا پس منظر ہانگ کانگ کا ہے جو مدتوں انگریز کے قبضے میں رہا' مگر اب چین کا یہ جزیرہ چین نے واپس حاصل کرلیا ہے۔ میں نونہالوں کو یہی کہانی سنانے چلا ہوں' کیونکہ اس کا موضوع ماں اور اس کی ماستا کا خوب صورت اور عالم گیر جذبہ ہے۔"

اس کہانی کا زمانہ دوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹ء۔۱۹۴۵ء) کا ہے۔ ان دنوں پنجاب کے لمبے تڑنگے جوانوں کو ہانگ کانگ پولیس میں بھرتی کیا جاتا تھا۔ میرے ایک پیارے دوست محمد سعید بھی بے روزگاری سے تنگ آکر ہانگ کانگ پولیس میں بھرتی ہوگئے تھے۔ جب وہ ہانگ کانگ روانہ ہونے لگے تو محمد سعید کو ان کی ماں نے کہا:

"بیٹا! سنا ہے ہانگ کانگ تو وہاں ہے جہاں دھرتی ختم ہو جاتی ہے۔ تم کہیں نزدیک ہوتے تو میں تمھیں خوابوں میں ٹٹول لیتی' مگر اب تو تمھارے میرے درمیان سمندر اور پہاڑ کھڑے ہو جائیں گے۔ نہ جاؤ بیٹا! مجھے بھوکوں زندہ رہنا آتا ہے۔ آخر وہاں تمھارے کپڑے کون دھوئے گا؟ تمھارے بالوں میں تیل کون ڈالے گا؟ تمھاری آنکھ میں گری ہوئی پلک کون نکالے گا؟ تمھارے کرتے کا ٹوٹا ہوا بٹن کون ٹانکے گا؟ نہ جاؤ بیٹا؟ نہ جاؤ بیٹا! میرے گھٹنے سے لگ کر بیٹھ جاؤ۔ بھوکوں مریں گے پر اکٹھے تو مریں گے اور اگر تم ادھر ہانگ کانگ میں ہوئے اور ادھر میں مر گئی تو میری قبر میں تمھارے حصے کی وہ مٹی کون ڈالے گا جو کہتے ہیں کہ ماں کی قبر کے اندھیرے میں جھولی بھر ستاروں کی طرح چمکتی رہتی ہے۔"

مگر محمد سعید ہانگ کانگ چلا گیا اور اس کے پہنچنے کے فوراً بعد جاپان نے ہانگ کانگ پر قبضہ کرلیا تو محمد سعید دوسرے ساتھیوں کی طرح جنگی قیدی بن کر جاپانیوں کے چنگل میں پھنس گیا۔ اس روز وہ خوب رویا۔ اسے اگر دکھ تھا تو یہ تھا کہ وہ اپنی ماں کے کہنے پر عمل نہ کر کے اسے کھو بیٹھا ہے۔ ماں کا فق چہرہ ہر وقت اس کے سامنے رہتا تھا۔

قید کی حالت میں اس سے بہت مشقت لی گئی۔ اس دوران میں اس کی قمیص کا ایک ہی بچا کھچا بٹن بھی ٹوٹ گیا۔ اس نے مجھے بتایا:

"ایک دن ایک جاپانی سپاہی سے میں نے ایک بٹن کی بھیک مانگی تو اس نے میرے

سینے کے بالوں کا ایک گچھا' ایک جھٹکے سے توڑ کر میرے منہ پر دے مارا اور بولا:
"اسے قمیص میں باندھ لو!"

میں یہ چپ چاپ برداشت کر گیا' کیوں کہ میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ کبھی تو جنگ ختم ہوگی' کبھی تو کوئی سمندری جہاز مجھے میرے وطن لے جائے گا جہاں میں اپنی ماں کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھ جاؤں گا اور مرتے دم تک یوں ہی بیٹھا رہوں گا۔

ایک دن جاپانی افسر نے قیدیوں کے سامنے تقریر کی اور بتایا کہ ہانگ کانگ کے قریب ہی ساحلی جزیروں میں سے ایک چھوٹے سے جزیرے پر سو سوا سو چینی مچھیروں نے جاپانی سرکار کے خلاف ایک محاذ بنالیا ہے اور وہ ہانگ کانگ پر چھاپا مارنے کی سوچ رہے ہیں۔ چنانچہ جاپانیوں کا ایک دستہ جنگی قیدیوں کو ساتھ لے کر ان چینی مچھیروں کی گوشمالی کے لیے جارہا تھا۔

محمد سعید بھی ان کے ہم راہ تھا۔ یہ سب ایک دخانی کشتی پر سوار ہوئے۔ آسمان بادلوں سے ڈھک گیا تھا اور تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ محمد سعید کی قمیص کے کھلے گریبان میں جیسے برف بھر گئی تھی۔ منہ اندھیرے وہ اس جزیرے پر پہنچے۔

اب کہانی کا اگلا حصہ خود محمد سعید کی زبانی سنیے

اچانک ہم نے دیکھا کہ سامنے مشرق میں جیسے کسی نے آتش بازی جلادی۔ اتنی اجلی صبح میں نے پنجاب میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ ہمارے سامنے ایک چھوٹی سی وادی چینی کی پیالی کی طرح نمودار ہوئی' اس کے وسط میں چند جھونپڑے تھے۔ ان کے گرد گھاس کے قطعے تھے۔ پھر ان کے گرد درختوں کا دائرہ تھا۔ ان کے پیچھے گھنی جھاڑیوں کا ایک دائرہ اور پھر آخر میں ساحل کی سنہری ریت اور بے چین سمندر کا دائرہ۔ یہ وادی بالکل کھلونا سی لگتی تھی۔

ان جھونپڑیوں کے آس پاس ایک بچہ تک دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کسی جھونپڑے سے دھواں تک نہیں اٹھ رہا تھا۔ صرف ایک کتا گھاس پر لوٹیں لگا رہا تھا۔

جاپانیوں نے آس پاس خوب گولیاں چلائیں' مگر صرف یہ ہوا کہ کتے نے کان کھڑے کیے اور ایک جھونپڑے میں گھس گیا۔ تب ایک جاپانی نے چینی زبان میں اعلان کیا کہ اگر کوئی زندہ ہے تو فوراً باہر آجائے ورنہ ہم ان جھونپڑیوں کو آگ لگا رہے ہیں۔

پھر یوں ہوا کہ یہاں سے وہاں تک جھونپڑیوں میں سے پھٹے پرانے چیتھڑے پہنے' بوڑھی اور ادھیڑ عمر کی عورتیں اتنی بہت سی تعداد میں ایک دم نکل آئیں۔ آن کی آن میں ہمارے سامنے جھریوں بھرے چہروں' لٹکتی ہوئی جھلیوں اور بجھی ہوئی آنکھوں کی قطاریں تن گئیں۔ مجھے کچھ یوں لگا جیسے کوئی بڑا حادثہ ہونے والا ہے۔ عورتوں کے ہونٹ آہستہ

آہستہ ہل رہے تھے جیسے جاپ کر رہی تھیں۔

جاپانیوں اور ہم قیدیوں نے انھیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ایک جاپانی افسر آگے بڑھا اور کڑکا:

"تمھارے مرد کہاں ہیں؟"

"روز کے کام پر گئے ہیں' مچھلیاں پکڑنے۔"

افسر بولا: "اور بچے' بوڑھے اور تمھاری لڑکیاں؟"

بڑھیا بولی: "آج ہم مچھیروں کا سالانہ میلا ہے۔ سب ادھر پانیوں میں خوشیاں منائیں گے۔"

افسر نے کہا: "تو ہم یہاں خوشی مناتے ہیں۔ ادھر آؤ۔"

بڑھیا نزدیک آئی تو افسر نے اس کا ہاتھ ایک زوردار جھٹکے سے کھینچا تو وہ منہ کے بل گر پڑی۔ دوسرے افسر نے اس کی پیٹھ پر ریوالور سے اکٹھے چار فائر کر دیے۔ وہ چیخی اور یوں تڑپی جیسے اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ پھر وہ چت گر پڑی اور ایک بار تن کر ٹھنڈی ہو گئی اور اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ہم سب کو گھورنے لگی۔

میں نے دکھ سے اپنے ہونٹ کے ایک گوشے کو اپنے دانتوں سے یوں کاٹا کہ کرچ سے میرے دانت میرے گوشت میں اتر گئے۔

جاپانی درختوں اور جھاڑیوں میں فائر کرتے ہوئے ساحل کی طرف چلے گئے۔ تب میں نے دیکھا کہ ایک بڑھیا زمین پر بیٹھ گئی ہے اور دوسری عورتوں کی ٹانگوں میں چھپتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔ مُردہ بڑھیا کے پاس آکر اس نے نہایت خوف زدہ نظروں سے میری طرف دیکھا' مگر میں تو اس وقت اپنے کھلے گریبان کے دونوں حصوں کو اپنے ہاتھ سے جکڑے' زار زار رو رہا تھا۔ بڑھیا نے لاش کے چہرے پر جلدی سے ایک کپڑا پھیلایا' پیچھے ہٹی اور قطار میں اپنی جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی۔

میں نے بہت کوشش کی کہ میرے آنسو میری آنکھوں میں جمے رہیں' مگر آنسو رو کے کہاں رکتے ہیں۔ وہی بڑھیا آگے آکر مجھے غور سے دیکھنے لگی۔ اس کی پلکیں جھپکیں تو بہت سے آنسو اس کے چہرے کی جھریوں میں پھیل گئے۔ میں نے دوسری عورتوں کی طرف دیکھا تو ان سب کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئی تھیں۔ ہوا کے ایک جھونکے نے مُردہ بڑھیا کی لاش کے چہرے پر سے کپڑا اڑا دیا۔ میں نے جھک کر اس کا سر اٹھایا اور اس کے گرد کپڑا لپیٹ دیا۔

ایک جاپانی سپاہی چنگھاڑتا ہوا آیا اور میری کمر میں زور کی ٹھوکر ماری۔ لاش کا چہرہ

ڈھانپنے والی عورت کے سوا باقی سب عورتوں نے ہاتھوں سے اپنے چہرے چھپائے۔ جاپانی سپاہی نے لاش کے سر پر سے کپڑا اٹھایا تو اس کا سفید جوڑا بکھر کر اس کے چہرے پر پھیل گیا۔

یخ ہوا نے میرا سینہ یخ کر دیا تھا۔ تب میں اپنے گھروندے کے اس گوشے کو یاد کرنے لگا جس میں دبک کر ہم ماں بیٹا سرما کا بیشتر حصہ گزارتے تھے۔ اُپلوں کا دھواں ہمارا احاطہ کیے رکھتا اور ماں بار بار سینے پر اپنی چادر پھیلا کر کہتی:

"سینے کو سردی سے بچائے رکھو بیٹا! ہوا میں جو نمونیہ ہوتا ہے نا وہ سینے ہی کی راہ سے پسلیوں اور پھیپھڑوں میں اترتا ہے۔"

آنسوؤں میں بھیگا ہوا ماں کا چہرہ ایک مدت کے بعد پوری وضاحت سے میرے سامنے ابھرا۔ جھرّیوں میں پھنسے ہوئے آنسو آسانی بجلی کی چمک سے جگمگا اٹھے۔ ٹھوڑی کانپ رہی تھی اور چہرہ میرے قریب آرہا تھا۔

وہ عورت جس نے لاش کو ڈھانپا تھا آہستہ آہستہ میری طرف آرہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی اور وہ بار بار پلٹ پلٹ کر جاپانیوں کی طرف دیکھتی تھی جو دور ساحل پر ناچ اور گا رہے تھے۔ اس کا چہرہ میری ماں کے چہرے سے کیسا ملتا تھا۔ بڑھاپے میں اور ماتا میں کتنی یکسانیت ہوتی ہے۔ آخر دنیا کی سب مائیں ایک سی کیوں ہوتی ہیں! اس وقت اس کی جھرّیوں میں آنسو بھی پھیل رہے تھے۔ وہ میرے قریب آکر رک گئی اور چینی زبان میں آہستہ سے بولی

"قیدی ہو؟"

میں تھوڑی سی چینی سمجھنے لگا تھا' مگر زبان سے کچھ نہ بولا صرف ہاں میں سر ہلا دیا۔ وہ بولی۔

"میرا بیٹا جلدی میں تھا' میں پکارتی رہی' مگر اس نے میری ایک نہ سنی۔ اس کی قمیص میں تمھاری قمیص کی طرح ایک بھی بٹن نہ تھا۔"

پھر وہ بولی۔ "تمھاری ماں ہے نا؟"

میں جواب میں بچے کی طرح رونے لگا۔ وہ آگے بڑھ کر میری قمیص میں بٹن ٹانکنے لگی اور جب ٹانگ چکی تو آنسوؤں میں مسکرائی۔ جاپانیوں کی طرف کنکھیوں سے دیکھ کر اس نے جیسے چوری چوری میرے ایک گال پر بوسہ دیا اور میری قمیص کے دامن سے اپنے آنسو پونچھ کر پلٹ گئی۔

اور میں ایک لمحے کے لیے یوں سمجھا جیسے چینی کی یہ پیالی ہوا میں ابھر کر الٹ گئی ہے اور میں پنجاب میں اپنی ماں کی گود میں گر پڑا ہوں۔

نصرت ظہیر
۱۵/۴ کھچڑی پور دہلی ۹۱

بھائی الیاس، پروفیسر ہدہد اور ہم!

آپ نے سنا ہوگا، جان ہے تو جہان ہے، صحت ہے تو سب کچھ ہے، تندرستی ہزار نعمت ہے اور "لائف بوائے ہے جہاں تندرستی ہے وہاں" وغیرہ وغیرہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خوشگوار اور کامیاب زندگی کا راز ہے اچھی صحت اور اچھی صحت کا راز ہے صفائی۔ صاف رہیے، صاف کھانا کھائیے، صاف پانی پیجیے، صاف کپڑے پہنیے اور صحت مند رہیے جیسے ہمارے چالیس کلو وزنی پڑوسی پروفیسر ہدہد رہتے ہیں۔

پروفیسر ہدہد کا اصلی نام کیا ہے، ان کا نام پروفیسر ہدہد کیوں پڑا اس بارے میں البتہ کئی لوگوں سے سنا ہے کہ ـــــ ان کی شکل کچھ کچھ ہدہد سے ملتی ہے۔ ایک صاحب نے اس کی تصدیق یہ کہہ کر کی کہ ہدہد کی شکل بھی ان سے کافی ملتی ہے۔

بدقسمتی سے ہم نے ہدہد آج تک نہیں دیکھا بلکہ ہمیں شبہ ہے خود ہدہد نے بھی ہمیں نہیں دیکھا ہوگا۔ لہٰذا ان صاحب سے پوچھا "یہ ہدہد کیا ہے اور کیسا ہوتا ہے؟"

"ہدہد ایک پرندہ ہے اور پروفیسر ہدہد جیسا ہوتا ہے۔" انھوں نے جواب دیا اور ہم مطمئن ہوگئے کہ ہدہد انھوں نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ بہرکیف ہدہد کے بارے میں محدود معلومات کے باوجود پروفیسر ہدہد کے بارے میں ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ صاف ستھرا رہنا انھیں کس قدر پسند ہے۔ ان کا معمول ہے کہ گرمی ہو یا کڑاکے کی سردی، ہمیشہ صبح اٹھ کر پہلے گرم پانی سے نہاتے ہیں، پھر ٹھنڈ سے بجتے ہوئے دانتوں کو کوئلے والے دنت منجن، نیم کی داتن اور آخر میں ٹوتھ پیسٹ سے اچھی طرح صاف کرتے ہیں، پھر صاف برتنوں کو صاف پانی میں صاف پاؤڈر سے دھوکر ان میں ناشتہ نوش کرتے ہیں۔ دوپہر اور رات کے کھانے میں اس درجہ احتیاط برتتے ہیں کہ پلاؤ ہو یا دال، کباب ہو یا قیمہ، پہلے ہر چیز کو اچھی طرح کرید کر دیکھ لیتے ہیں، پھر اس میں سے زیرہ، کالی مرچ اور کالی الائچی

احتیاطاً فالک کر دیتے ہیں تاکہ دال میں مچھر، پلاؤ میں مکھی اور قیمے کے ساتھ کاکروچ معدے میں چلے جانے کا وہم باقی نہ رہے۔

اور یہ بھی تب ہے جب وہ بیوی کے مسلسل احتجاج کے باوجود باورچی خانہ میں بلا ناغہ صبح شام کیڑے مار دوا کا چھڑکاؤ کرتے رہتے ہیں۔ گھر کے دوسرے حصے بھی مختلف کیڑے مار دواؤں اور فنائل وغیرہ سے اس بری طرح مہکتے رہتے ہیں کہ مچھر، مکھی اور کاکروچ تو کیا بہت سے پڑوسی بھی ان کے گھر آنے سے اکتاتے ہیں۔ ان کے گھر جاتے ہی ایسا لگتا ہے جیسے کسی میونسپل اسپتال کے آپریشن تھیٹر آگئے ہوں۔

ہم بھی اول تو ان کے گھر جاتے نہیں اور اگر کبھی ہنگامی حالات میں جانا بھی پڑے تو ایک بڑا سا تولیہ ناک پر ضرور رکھ لیتے ہیں اور جلدی جلدی بس تولیہ ضروری باتیں کرکے واپس آجاتے ہیں۔

یہ سچ ہے یا نہیں خدا جانے، مگر سنا ہے کہ اب ان کے گھر کی منڈیریں بھی سونی ہوگئی ہیں۔ آج کل ان پر نہ چڑیاں شور مچاتی ہیں نہ کوے چہچہاتے ہیں۔ بس کبھی کبھار موڈ میں ہوں تو پروفیسر ہدہد خود ہی کچھ دیر کے لیے کسی منڈیر پر جا بیٹھتے ہیں اور "آواز دے کہاں ہے دنیا مری جواں ہے" جیسا کوئی اداس گیت گنگنا کر نیچے اتر آتے ہیں۔

یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ ان کے یہاں صابن کا خرچ بہت بڑھ گیا ہے۔ جب سے دلی میں وبائیں پھیلی ہیں تب سے وہ اتنے محتاط ہوگئے ہیں کہ کچھ کھانے سے پہلے اور بعد میں صابن سے کم از کم دو بار ضرور ہاتھ دھو لیتے ہیں اور ہمیں تو یقین نہیں آتا لیکن لوگ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انھوں نے پروفیسر ہدہد کو ہاتھ دھونے کے لیے رکھے ہوئے پانی کو بھی صابن سے دھونے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ اکثر اس کوشش میں وہ صابن سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

یہ سن کر کبھی کبھار بچپن کے دوست بھائی الیاس تیاگی کی یاد آجاتی ہے، جو اس بلا کے صفائی پسند واقع ہوئے ہیں کہ پروفیسر ہدہد ان کے سامنے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کانور میں بے کفنی کورے لٹھے کے آگے نہاری کی دیگ صاف کرنے کا پونچھا (یہ مثال خود بھائی الیاس کی فکر کا نتیجہ ہے) وہ صفائی کے معاملے میں ہی نہیں ہر معاملے میں انتہا پسند ہیں۔ اپنی صحت کے بارے میں بھی طرح طرح کے اندیشوں میں مبتلا ہوتے رہتے

ہیں۔ ایک مرتبہ کمر کھجاتے انھیں یکایک خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ اسکن الرجی ہے۔ بس اس خیال کا آنا تھا کہ انھیں بدن کے اور بھی کئی حصوں میں کھجلی محسوس ہونے لگی چنانچہ دائیں ہاتھ سے بایاں بازو اور بائیں ہاتھ سے دایاں بازو کھجاتے ہوئے بھائی الیاس ڈاکٹر کے پاس پہنچ گئے۔ ڈاکٹر نے معائنہ کر کے کہا، الرجی تو کوئی نہیں ہے البتہ شہر میں برسات کی وجہ سے گندگی بڑھ گئی ہے اس لیے جب نہایا کریں تو احتیاطاً پانی میں تھوڑا سا ڈیٹول یا کوئی اور جراثیم کش ڈال لیا کریں کہ جراثیم کا کوئی بھروسا نہیں۔

انھوں نے ڈاکٹر کی صلاح مان لی اور فوراً بازار سے ایک کریٹ ڈیٹول کی بوتلوں کا لے آئے۔

چند روز بعد ہم ان سے ملنے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے بستر پر ایک نہایت کمزور و لاغر شخص لیٹا ہوا ہے اور پورا کمرہ ڈیٹول سے بھبک رہا ہے۔ ناک پر رومال رکھ کر غور سے اس شخص کو دیکھا تو وہ بھائی الیاس نکلے۔ گھر والوں سے خیریت پوچھی۔ پتہ چلا کہ معدہ خراب ہو گیا ہے اور یہ سب ڈیٹول کا کیا دھرا ہے۔

ہوا یہ کہ بھائی الیاس نے ڈیٹول کو صرف غسل کے پانی تک محدود نہیں رکھا، بلکہ شیونگ اور ہاتھ دھونے کے پانی میں بھی ڈیٹول کی بوندیں ڈالنے لگے۔ خیر یہاں تک بھی ٹھیک تھا مگر بعد میں یہ ہوا کہ انھوں نے اپنے رومال اور بستر پر بھی ڈیٹول چھڑکنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ کپڑوں پر بھی عطر کی بجائے ڈیٹول لگانے لگے۔ (ہم نے دیکھا ان کے کانوں میں بھی ڈیٹول کے پھوئے رکھے تھے جنھیں وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کان سے نکال کر سونگھ لیتے تھے تاکہ ناک بھی جراثیم سے پاک رہے۔) حد تو یہ ہوئی کہ ایک دن انھوں نے کھانے کے ساتھ سلاد میں رکھے ہوئے لیموں اور پیاز پر بھی ڈیٹول چھڑک دیا۔ اس کے بعد خارش تو دور ہو گئی مگر معدہ ایسا خراب ہوا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔

ایک دن پروفیسر ہڑبڑ ملے تو ہم نے انھیں احتیاطاً بھائی الیاس کا قصہ سنا دیا تاکہ صفائی وغیرہ کے چکر میں کہیں وہ بھی اپنا معدہ خراب نہ کر لیں۔ مگر وہ بجائے عبرت پکڑنے کے پہلے بگڑے اور پھر اکڑ گئے، بولے۔۔

تم نے کیا مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے۔ کبھی گھر آ کر میری جراثیم کش ادویات کی ڈریسنگ ٹیبل دیکھو۔ تمھیں اس پر ڈیٹول کی ایک بھی شیشی نہیں ملے گی۔ میں ڈیٹول پر

نہیں بیگون اسپرے اور فِنِٹ پر بھروسا کرتا ہوں!"

اس تمام بیان سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہم صفائی ستھرائی کا خیال رکھنے والوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ جی نہیں۔ بیان سے محض اپنے احساس کمتری کا اظہار کرنا چاہتے ہیں جس کا احساس ہمیں ان دونوں اشخاص کے پاس بیٹھ کر اکثر ہوتا ہے۔ خود ہم بھی صفائی کا عموماً کافی خیال رکھتے ہیں۔ گھر میں اپنا تولیہ اور ٹوتھ برش ہی نہیں کنگھا بھی الگ رکھتے ہیں۔ پانی پینے سے پہلے گلاس میں اچھی طرح جھانک لیتے ہیں کہ کہیں اس میں ہم سے پہلے کوئی اور حشر الارض تو اپنی پیاس بجھانے کے چکر میں نہیں ہے۔ سردیوں میں تو نہیں ہاں گرمیوں میں ضرور روزانہ غسل کرتے ہیں۔ تکیوں کے غلاف اور بستر کی چادریں ہر دوسرے دن نہیں تو تیسرے چوتھے روز ضرور بدل ڈالتے ہیں۔ کھانا کھانے سے پہلے ہی نہیں بعد میں بھی ہاتھ دھو لیتے ہیں اور خود کو عام لوگوں سے زیادہ صفائی پسند سمجھتے رہتے ہیں۔

مگر یقین جانیے پروفیسر ہدہد اور بھائی الیاس کی موجودگی میں ہمیں ایسا لگتا ہے جیسے ہم کسی مسلم قصاب کی دکان پر قیمہ کوٹنے والے نوکر ہیں۔

پچھلے دنوں اپنے صاف ستھرے رہن سہن کے بارے میں ہماری تمام خوش فہمیاں اس وقت ہوا ہو گئیں جب میں الیاس نے ہمارے گھر میں داخلے کے صرف دس منٹ بعد بیان جاری کر دیا کہ صاف ستھرا رہنے کے معاملے میں ہم دنیا کے انتہائی غیر محتاط لوگوں میں سے ایک ہیں۔ ہوا یہ کہ وہ ہمیں شرف میزبانی بخشنے کے لیے اچانک سہارنپور سے دلی تشریف لے آئے تھے۔ اگرچہ غریب خانہ پر ان کا قیام صرف تین روز رہا مگر ان تین دنوں میں ہی ہمارے چودہ طبق روشن ہو گئے اور ہمیں اپنی اوقات کا پتہ چل گیا۔

ہم نے اچانک دلی آنے کا سبب پوچھا۔ کہنے لگے "بس ایسے ہی ذرا قطب مینار اور لال قلعہ دیکھنے کو جی چاہ رہا تھا۔ تم جانتے ہی ہو فدوی کو پرانی عمارتیں دیکھنے کا کس قدر شوق ہے۔"

"مگر جہاں تک ہمیں یاد ہے یہ دونوں عمارتیں آپ کی اچھی طرح دیکھی ہوئی ہیں۔" ہم نے کہا۔

"ہاں لیکن یہ بات بیس سال پہلے کی ہے۔ میرا خیال ہے اس عرصہ میں یہ عمارتیں

ور پرانی ہو گئی ہوں گی۔ کیا خیال ہے؟"

ظاہر ہے ہمارے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ لہٰذا خاموش ہو گئے۔

میاں الیاس نے اپنا سامان جھاڑ پونچھ کر ایک طرف رکھا۔ پھر کھڑے ہو کر یاروں طرف گردن گھمائی اور زور سے کئی گہرے سانس لیے۔ اس کے بعد اپنے سامان میں سے کیڑے مار دوا چھڑکنے کا آلہ نکالا اور ہر طرف دوا چھڑکنے لگے۔ ہم نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ تو بولے "ہشت، چپ رہو۔ مجھے معلوم ہے تم صفائی کا کتنا کم خیال رکھتے ہو۔ اس لیے پہلے تمھارے گھر کو ڈس انفکٹ کر رہا ہوں۔" (ڈس انفکٹ کرنا یعنی جراثیم سے کسی چیز کو پاک کرنا)

بہت سمجھایا کہ جناب ہم ہر ہفتہ فنٹ کا چھڑکاؤ کرتے ہیں تاکہ گھر کیڑے مکوڑوں اور مچھروں سے پاک رہے مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے۔ ہم نے کہا "اچھا تو چلیے ہم اپنا فلٹ بھرے پمپ دیے دیتے ہیں۔ اپنی دوا خرچ کر کے شرمندہ تو مت کیجیے۔"

مگر وہ کہاں ماننے والے تھے۔ بولے "نہیں بھئی نہیں، تمھارا کیا اعتبار، پتہ نہیں اپنے پمپ کو دوا بھرنے سے پہلے پانی میں ابال کر ڈس انفکٹ کرتے ہو یا نہیں۔ مجھے تو بھئی اپنے پمپ ہی اعتبار ہے۔ ہر روز اسے دوا بھرنے سے پہلے پانی میں ابال کر ڈس انفکٹ کر لیتا ہوں۔"

اس کے بعد ہم مسلسل تین روز تک ان کے پاک صاف رہنے کے طور طریقوں کا مشاہدہ کرتے رہے جس میں بہت سی ایسی باتیں دیکھنے میں آئیں جو اس سے پہلے ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ مثلاً ہم نے دیکھا کہ وہ جب بھی ہاتھ دھوتے تھے تو اپنے تولیے سے ہاتھ پونچھنے کے بعد دوبارہ ہاتھ دھونے کھڑے ہو جاتے اور پھر دوسرے تولیے سے پونچھتے۔ یہاں تک کہ غسل کرنے کے بعد بھی غسل کرنے لگتے۔

ہم نے پوچھا اس میں کیا بھید ہے؟ کہنے لگے "احتیاط" میرے عزیز احتیاط ہمیشہ لازم رہتی ہے۔ میرا اصول ہے ہاتھ دھونے سے پہلے ہاتھ دھو لینے چاہئیں اور نہانے سے پہلے اچھی طرح نہا لینا چاہیے کیونکہ صحت رہنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی بیمار نہ پڑے اور بیماریوں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی بیماریوں سے بچ کر رہے۔"

ہم نے دیکھا، یہ عمل وہ اپنے کھانے کے برتنوں اور پہننے کے کپڑوں پر بھی دہراتے تھے بلکہ ایک مرتبہ تو انھیں ہاتھ دھوتے وقت صابن کو بھی ایک دوسرے صابن

سے دھوتے ہوئے دیکھا۔

وجہ پوچھی تو کہنے لگے "ہاتھ کی صفائی صابن سے ہوتی ہے۔ ایسے میں اگر خود صابن پر ہی کوئی جرثومہ تشریف رکھے بیٹھا ہو تو اس سے ہاتھ کی صفائی کیا خاک ہوگی۔ چنانچہ صابن کی صفائی بھی تو کسی چیز سے ہونی چاہیے۔ اب بیچارا صابن خود تو اپنے آپ کو نہیں دھو سکتا نا!"

ایک روز ہم شربت بنانے کے لیے دو کلو برف بازار سے لائے، اسے بھی صابن سے دھونے بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے کہ ہم احتجاج کرتے آپ بولے "ہشت! خاموش رہو۔ بازاری برف کا بھی بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ کم بخت بغیر دُھلے پانی کی برف بنا کر بیچ دیتے ہیں۔"

کچھ دیر بعد برف کی پوری ایک مکعب انچ ڈلی تھما کر فرمایا۔ "لو اب یہ برف ٹھیک طرح صاف ہو گئی ہے۔" اور پھر شربت میں ملانے سے پہلے ڈلی واقعی پوری طرح صاف ہو گئی!

ایک صبح تو حد ہو گئی۔ ہم نے دیکھا وہ شیونگ کے وقت اپنا سارا سامان الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے۔ پریشانی کی وجہ معلوم کی تو بولے "آئینہ نہیں مل رہا ہے۔"

ہم نے کہا "کوئی بات نہیں، ہمارا آئینہ لے لیجیے۔ ویسے واش بیسن کے ساتھ بھی آئینہ لگا ہوا ہے۔"

مگر وہ ہماری پیش کش پر ناراض ہو گئے۔ کہنے لگے۔۔۔

"بہت خوب! تم گویا مجھے بھی اپنے ہی جیسا لاپروا سمجھتے ہو کہ دوسروں کے آئینہ میں شیو کرتا پھروں گا۔ اگر جراثیم لگ گئے تو؟ جناب عالی میں دوسرے کے آئینے سے شیو کرنا تو دور رہا، اس میں اپنی صورت دیکھنے اور سر کے بال بنانے کا بھی روادار نہیں ہوں۔ بیوی کا آئینہ بھی الگ کر رکھا ہے۔ کبھی گھر آ کر دیکھنا۔ ہر واش بیسن پر دو دو آئینے لگے ہوئے ہیں۔ جن پر ہر وقت پردہ پڑا رہتا ہے۔ ایک میرا اور ایک تمھاری بھابی کا۔ نائی کی دکان پر حجامت کرانے جاتا ہوں تو اپنا آئینہ بھی ساتھ میں لے جاتا ہوں!"

اس بیان کے بعد وہ بازار سے بالکل نیا آئینہ خرید کر لائے۔ اسے جراثیم کش اسپرے سے ڈس انفکٹ کیا اور شیو کرنے بیٹھ گئے۔

اس کے بعد وہ تو آئینے میں اپنی صورت دیکھا کیے اور ہم گھنٹوں یوں ہی بیٹھے سوچتے رہے کہ ہم بھی کس قدر لاپروا آدمی ہیں!

قلم طیبہ قدوائی
۱۴۰-ضیا محل جامع مسجد
دہلی ۱۱۰۰۰٦

نادانی

بات بہت پرانی نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو کہ جیسے کل کی سی بات ہے۔ علم کا دانا ونپر وقار دیوتا حکومت کرتا تھا۔ ہر طرف امن کا بول بالا تھا۔ سکون کا سمندر لہریں لے رہا تھا۔ خوشی کی زرکار چادر نے سب کو اپنی مہربان آغوش میں سمیٹ رکھا تھا۔

تمام بچے، بڑے، عورت، مرد، امیر و غریب سب علم کے دیوتا پوجتے تھے۔ سب اس کی نظر کرم کے مشتاق تھے۔ اس کی مہربانی کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے۔ مائیں بچوں کی جدائی سہتی تھیں اور بچے میلوں کا سفر طے کر کے اپنی زندگی داؤ پر لگا کر کبھی پیدل اور کبھی کسی تکلیف دہ سواری کی مدد سے علم کے دیوتا کی چوکھٹ پر جاتے تھے۔

پھر ہوا یوں کہ اچانک دولت کی حسین دیوی کی چمک دمک اس کا روپ اور جوبن عوام کا بھانے لگا۔ اب لوگ علم کے دیوتا کی پرستش کی طرف سے لاپرواسے ہوگئے۔ وہ دولت کی دیوی کی مہربانی حاصل کرنے کے تمنائی تھے۔ وہ اب نئے انداز سے سوچنے لگے تھے علم کی راہ کی محنت اور لمبا سفر انھیں کھلتا تھا۔ وہ سوچتے علم کی راہ پُر خار ہے دولت کا حسن بے مثال ہے۔ اب ہر ایک اس فکر میں نظر آنے لگا کہ کس طرح دولت کو گھر لے آئیں تاکہ سب سے بڑھ کر نظر آئیں۔ سب ان کا مقام سمجھیں۔ ان کا لوہا ماننے لگیں۔

اس طرح ہوا یہ کہ سچ جیسا یقینی دوست ان سے دور ہوگیا۔ علم کا دیوتا ان سے ناراض ہوگیا۔ ایمانداری کا جوہر وہ ضائع کر بیٹھے۔ انسان دوستی کا قیمتی ہیرا وہ کہیں رکھ کر بھول گئے شرافت کے ذی جاہ دیوتا کا قتل کردیا۔ محبت سی سادہ پرکار حسینہ کو زندہ دفن کردیا گیا اور رشتوں کے لطیف و خوبصورت بندھن ٹوٹ گئے۔ فرض کا نازک و حسین تاج سر سے گر گیا۔

غرض انسانیت اور علم کے پیروکار دولت پر عاشق ہو کر جیسے سب کچھ بھول گئے۔

وقت کا تیز رو گھوڑا یہ سب دیکھتا ہوا انسان کی سلطنت میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک بے تکان دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ دولت کی دیوی کا راج آہستگی سے پر پھیلا رہا تھا۔ اس کے حسن کے دیوانے اندھا دھند اسے منانے اور رجھانے میں مشغول تھے۔ اس بات سے بے خبر کہ بہت سا بیش قیمت خزانہ وہ لٹا چکے ہیں۔ اور اس طرح غیر محسوس طریقہ سے علم کے دیوتا کی اس پُر وقار بادشاہ کی سلطنت تاراج ہو گی۔ جھوٹ کا خوفناک اژدھا ماحول کو ڈس گیا۔ بے ایمانی نے اپنے پانو پھیلا لیے۔ خود غرض کا خوفناک دیو سب پر حکومت کرنے لگا۔ مکر و فریب نے سب کو الجھا لیا۔ دولت کے فریب نے سب کو اندھا کر دیا۔ اور آخر میں ہاتھ لگی تباہی۔

اب لوگ خواب غفلت سے جاگے۔ دولت کی دیوی سنہری مچھلی کی طرح ان کے ہاتھ سے پھسل گئی۔ باقی رہی بے علمی، ٹوٹے رشتے، انسانیت کے مقام سے گرا ہوا آدمی جو کسی کو بھی منھ دکھانے کے لائق نہ تھا۔

اب وہ سمجھ چکے تھے کہ علم سا مہربان ساتھی کوئی اور نہیں ہے جو ہر سکھ دکھ میں کام آتا ہے۔ ہر پل پھلتا پھولتا ہے اور دولت ایک حسین دھوکا ہے جو گزرتے پل کے ساتھ خرچ ہوتی جاتی ہے۔ ایک جیب سے دوسری جیب میں منتقل ہوتی جاتی ہے۔

اب آدمی سر پکڑ کر بیٹھا ہے کہ وہ کیا بھول کر گیا۔ محبت کو خود دفن کر چکا تھا۔ دوستی اور فرض کا جنازہ اٹھا دیا تھا۔ انسانیت اور شرافت کا دامن جھٹک چکا تھا اور جس کو پانے کے لیے یہ سب کھیل رچایا تھا اس نے بھی دھوکا دے دیا تھا۔

عمارہ احمد

[illegible]

پارہ عم۔

اردو اور انگریزی میں ترجمہ مع تشریح اور عربی متن

حکیم محمد سعید صاحب نے نوجوانوں کے مرتبہ فکر و علم کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن حکیم کے تیسویں پارے کا آسان اردو اور انگریزی ترجمہ اور تشریح مع عربی متن پیش کیا ہے۔ انگریزی ترجمہ متبحر عالم عبداللہ یوسف علی کا نتیجہ فکر ہے۔ آپ اردو میڈیم کے طالب علم ہوں یا انگریزی میڈیم کے، پارہ عم کو پڑھنے اور سمجھنے میں آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔

ہدیہ: 45/-

قیصر سرمست
شوکت مینشن، یاقوت پورہ
حیدر آباد

ہندستان جنت نشان

ہمارا ملک ہندستان حقیقت میں جنت نشان ہو تا اگر چند خود غرض اور شیطان صفت لوگ اپنے فائدے کے لیے ہندستان کو فقیر بنا کر اپنی تجوریاں نہ بھرتے۔ ہمارے ملک میں کیا نہیں ہر چیز ہے۔ ہر قسم کا خام مال ہے، ہر قسم کے وسائل ہیں جیسے ان ریاستوں کو لیجیے۔ یہ اپنی صنعتوں کی وجہ سے مشہور ہیں۔

شہر	ریاست	صنعتیں
احمد آباد	گجرات	سوت، سوتی پارچہ بافی (کاٹن ٹکسٹائل)
الوائے	کیرالا	المونیم، موناز ائٹ، ایرار تھ فیکٹری
امبر ناتھ	مہاراشٹرا	مشین ٹولس، پروٹو ٹائپ فیکٹری
اروی (پونے کے قریب)	رر	ٹی۔ وی ریسپشن اسٹیشن، سیٹلائٹ کمو نیکیشن
بنگلور	کرناٹک	سوچہ پارچہ بافی، ہندستان ایر کرافٹ، مشین ٹولس، انڈین ٹیلیفون انڈسٹری
براونی	بہار	آئل ریفائنری
برنپور	مغربی بنگال	آئرن اور اسٹیل کا کارخانہ
بھلائی	مدھیہ پردیش	اسٹیل پلانٹ
بوکارو BOKARO	بہار	رر
پیرمبر	تمل ناڈو	انٹیگرل کوچ فیکٹری
پنجور	ہریانہ	ایچ۔ ایم۔ ٹی ٹرانمکٹر
تاراپور	مہاراشٹرا	نیوکلیر پاور
تیروچیراپلی	تمل ناڈو	سگار (چٹا)

ٹیٹا گڑھ	مغربی بنگال	پیپر (کاغذ)
ٹرامبے (نئی ممبئی)	مہاراشٹرا	اٹامک ری ایکٹر، پلاٹونیم، یورانیم، کھاد اور تھوریم پلانٹ
جمشید پور	بہار	آئرن اور اسٹیل کی چیزیں
جے پور	راجستھان	چینی کے برتن اور امبرائیڈری
جبل پور	مدھیہ پردیش	شکتی مان اور نسان جیسی گاڑیاں بنتی ہیں۔
جلاہلی	بنگلور	مشین ٹول فیکٹری۔ الکٹرانک
جھریا	بہار	کوئلہ
پمپری (پونے)	مہاراشٹرا	پنسلین فیکٹری (انٹی بائوٹک دوائیں)
چترنجن	مغربی بنگال	ریلوے انجن بنائے جاتے ہیں۔
حیدر آباد	آندھرا پردیش	ایچ۔ایم۔ٹی (ہندستان مشین ٹولس) ہیڈرولک پریس
دہلی	دہلی	ڈی۔ڈی۔ٹی Dichloro diphenyl Trichloroe Thane پارچہ بافی۔ ہارڈنگ فیکٹری
دھاری وال	پنجاب	اونی اشیا
درگاپور	مغربی بنگال	اسٹیل پلانٹ، خشک برف
رانی گنج		کوئلہ کی کان، لوہے کا کارخانہ
رانچی	بہار	ہیوی مشین، بلڈنگ
راناپرتاپ ساگر	راجستھان	اٹامک پاور پلانٹ
روڑکیلا	اڑیسہ	اسٹیل پلانٹ۔ کھاد
روپانارائن پور	مغربی بنگال	ٹیلیفون کیبل
سنگارینی	آندھرا پردیس	کوئلہ
سندری	بہار	کھاد
سنگ بھوم	بہار	کاپر (تانبا)
سورت	گجرات	ٹکسٹائلس
فیروز آباد	اترپردیش	گلاس فیکٹری۔ چوڑی کے کارخانے
کلکتہ	مغربی بنگال	جوٹ۔ برقی بلب

کوچین	کیرالا	پانی کے جہاز
کاٹنی	یوپی	سیمنٹ
کھیتری	راجستھان	کاپر (تانبا)
کوربا	مدھیہ پردیش	کول مائن۔ المونیم
گنٹور	آندھرا پردیش	سوتی چیزیں
ممبئی	مہاراشٹرا	سوتی پارچہ بافی
متھرا	یوپی	کیالیکو، پرنٹنگ، گھریلو استعمال کے برتن
میٹور	تمل ناڈو	المونیم
مراد آباد	یو۔پی	مراد آبادی برتن، کیالیکو پرنٹنگ
میسور	کرناٹک	سلک، ریشمی
نیپانگر	مدھیہ پردیش	نیوز پرنٹ پیپر
نیویلی	تمل ناڈو	لگنائٹ
ہلدیا	مغربی بنگال	آئل ریفائنری
ہوشنگ آباد	مدھیہ پردیش	سکیوریٹی پیپر مل

اب ذرا ان لوگوں کو بھی دیکھتے چلیں جنھوں نے سب سے پہلے کا ناقابل فراموش کام کیے ہیں۔ تو سب سے پہلے۔

ہندستان کا پہلا مسلم بادشاہ جس نے مالیہ اور ملکی نظم و نسق پر خاص توجہ دی	شیر شاہ سوری
" " " شخص جس نے نوبل پرائز حاصل کیا	رابندرناتھ ٹیگور
" " " تیراک جس نے رودبار انگلش کو تیر کر پار کیا	مہر سین
" " " آدمی جسے وکٹوریہ کراس ملا	خداداد خان
" " " کوہ پیما جس نے ایورسٹ کی چوٹی سر کی	تین سنگھ
" " " شخص جسے برٹش پارلیمنٹ کا رکن نامزد کیا گیا	دادا بھائی نوروجی
" کی پہلی خاتون جو دہلی کے تخت پر بیٹھی	رضیہ سلطانہ
" کی پہلی خاتون تیراک جس نے انگلش رودبار کو تیر کر پار کیا	آرتی شاہ
" کا پہلا کرکٹ کھلاڑی جس نے کرکٹ کے میدان میں قدم رکھتے ہی مسلسل تین ٹسٹوں میں تین سنچریاں بنائیں	اظہرالدین

ڈاکٹر دہاب قیصر

مائیکروویوز Micro Waves

ہماری زندگی کا معیار کچھ اس تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے کہ ضروریات زندگی کی اشیا کی فہرست میں آئے دن اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ چنانچہ ٹی وی، فریج کے بعد اب مائکروویو تنور Micro Wave Oven بھی اس فہرست میں شامل ہونے لگے ہیں۔ ٹھنڈی غذائی اشیا کو ان ovens کے ذریعہ آن واحد میں نہ صرف گرم کیا جاسکتا ہے بلکہ مختلف پکوان بھی کیے جاسکتے ہیں۔ عام طور پر ان ovens میں 3Ghz یعنی 3x109 ہرٹز فریکوئنسی کی خورد موجیں Micro Waves استعمال ہوتی ہیں جو اشیا میں جذب ہوکر ان میں گرمی پہنچاتی ہیں۔

مائکروویوز روشنی کی طرح برقی مقناطیسی شعاعیں ہوتی ہیں۔ برقی مقناطیسی شعاعوں کے طیف spectrum میں ان کا مقام ریڈیائی لہروں اور زیر سرخ شعاعوں کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ ان کی فریکوئنسی 300 میگاہرٹز سے 30 میگاہرٹز تک ہوتی ہے۔ اس طرح ان کی موجوں کا طول زیادہ سے زیادہ ایک میٹر اور کم سے کم ایک سنٹی میٹر ہوتا ہے۔ یہ موجیں دوسری برقی مقناطیسی شعاعوں کی طرح عمل کرتی ہیں۔ چنانچہ فضا میں یہ روشنی کی رفتار کے ساتھ خط مستقیم میں سفر کرتی ہیں۔ روشنی ہی کی طرح ان میں انعکاس اور انعطاف عمل میں آتا ہے۔ ان میں مختلف مادّوں میں جذب ہونے اور چھید نے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ جس کا انحصار مادّوں کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ مائکروویو oven کی ترقی اور کثرت سے اس کے استعمال نے ان موجوں کے حرارتی اثرات کو کافی شہرت دی ہے چنانچہ یہ موجیں حیاتی مادوں اور ریشوں میں جذب ہوکر ان میں گرمی پہنچاتی ہیں۔ ان کے ذریعہ پیدا ہونے والی حرارت کی مقدار کا انحصار، مادّوں میں موجوں کے تجاذب کی مقدار پر ہوتا ہے۔ جتنی زیادہ مقدار میں موجیں جذب ہوں گی اتنی ہی حرارت ان میں پیدا ہوگی۔ یہ موجیں جسمانی بافتوں Muscles میں جتنی جذب ہوتی ہیں ان کی آدھی مقدار

چربی Fat میں جذب ہوتی ہیں۔ جسمانی ریشوں میں ان موجوں کے انجذاب سے پیدا ہونے والی حرارت جسمانی عوامل میں تبدیلی کا موجب بنتی ہیں۔ ان میں Metabolicrate میں اضافہ، دوران خون کا بڑھنا، خون اور ریشوں میں لزوجت Viscosity میں کمی اور ہڈیوں میں پائے جانے والے پروٹین Collagen کے طول میں اضافہ شامل ہیں۔

مائکروویوز کے حصول کا تاریخی پس منظر یہ ظاہر کرتا ہے کہ سب سے پہلے j c Maxwell نے 1864 ء میں برقی مقناطیسی موجوں کی پیش قیاسی کی تھی جب کے تجرباتی طور پر مائکروویوز کو Hertz نے 1888ء میں پیدا کیا۔ ان کا عملی استعمال 1930ء سے شروع ہو گیا اور اسی کے دہے میں مائکروویو جنریٹرس ترقی پذیر ہوئے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران Radar کی ترقی، ان موجوں کے پیدا کرنے میں مزید سدھار کا باعث بنی۔ بہت زیادہ طاقتور مائکروویوز پیدا کرنے کے لیے Vacuum tube پر مشتمل الکٹرانک آلات استعمال کیے جاتے ہیں جن میں Klystron اور Megnetron شامل ہیں۔ ان آلات کے ذریعہ ہزاروں کلوواٹ طاقت کی موجیں پیدا کی جاسکتی ہیں۔ کم طاقت کی موجیں پیدا کرنے کے لیے solid state جنریٹرس استعمال کیے جاتے ہیں۔ جن میں -IMPATT doide'Gunndiode'diode Tunnel اور ٹرانزسٹر جیسے پرزوں پر مشتمل جنریٹرس قابل ذکر ہیں۔ ان کی مدد سے چند واٹ طاقت رکھنے والی مائکروویوز پیدا کی جاسکتی ہیں۔ ان موجوں کی ترسیل کے لیے جو ٹیوب استعمال کیے جاتے ہیں انھیں Guides Wave کہا جاتا ہے۔ جہاں تک Maser کی ایجاد کا تعلق ہے وہ L aser کی ایجاد سے قبل ہی عالم وجود میں آئی جب کہ C.H Townes نے 1954ء ان موجوں میں ہیجان پیدا کیا تھا۔

مائکروویوز کو پکوان کے علاوہ کئی ایک اغراض کے لیے استعمامیں لایا جاتا ہے۔ جس میں Radar مواصلات، میڈیکل سائنس اور طبعی سائنس کے شعبے شامل ہیں۔ انھیں راڈر میں استعمال کرتے ہوئے پانی کے جہاز، ہوائی جہاز، راکٹ اور سیٹلائٹ کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ مائکروویور اڈار کو فضائی اور فلکیاتی ریموٹ سنسنگ میں بھی بروئے کار لایا جاتا ہے۔ مواصلات میں ان موجوں کا بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ AM اور FM براڈکاسٹنگ، ٹیلی ویژن ٹرانسمیشن، ریڈیائی مواصلات، موبائل ریڈیو، امیچر ریڈیو اور سٹی زن بانڈ ریڈیو میں ان سے مدد لی جاتی ہے۔ سیٹلائٹ کے لیے اور خلاوں میں کسی دور واقع Probe سے کی جانے والی مواصلات میں یہ موجیں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ ان موجوں کا ایک اہم استعمال

Radiometry ہے جس کے لیے درکار آلات Radiometers بنائے گئے ہیں جو ریموٹ سنسنگ کے اہم آلات میں شمار ہوتے ہیں۔ سٹیلائٹ کے ذریعہ فضا میں تپش، سمندروں پر کی فضا میں آبی بخارات کی کثافت، مٹی میں رطوبت کی موجودگی اور بادلوں میں پانی کی مقدار معلوم کرنے میں Radiometers معاں ثابت ہوتے ہیں۔

مائکروویوز جسمانی ریشوں میں جذب ہوکر انھیں جو گرمی پہنچاتی ہیں ان کی اس خاصیت کو طب میں علاج کے لیے استعا ل کیا جا تا ہے۔ چنانچہ Muscular Pain اور Muscular Spasm کے ازالہ میں ان سے مدد لی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علاج معالجہ کے لیے استعمال کی جانے والی مائکروویوز جسم میں صرف چند سنٹی میٹر کی گہرائی تک ہی جذب ہوسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دریعہ پہنچائی جانے والی گرمی صرف بیرونی بافتوں کی حد تک محدود رہتی ہے۔ جیسے کلائی کا جوڑ یا گھٹنے کے بیرونی حصہ کی بافتیں وغیرہ۔ بافتوں کی موٹی پرت سے گھرے ہوئے اندرونی حصوں کو جیسے کولھے کے جوڑ کو گرمی پہنچانے کے لیے یہ موجیں کار آمد ثابت نہیں ہوتیں۔ ان موجوں کے ذریعہ کی گئی Bio Medical Imaging کئی ایک جسمانی ریشوں کو جیسے scar Tissue اور Collagenous tissue کو نرم کیا جاسکتا ہے۔ کہنہ Inflammtory Changes سے چھٹکارہ پانے کے لیے بھی ان موجوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مرض hyperthermic کا علاج بھی ان سے کیا جاتا ہے۔ مائکروویو تھرموگرافی سے جسم کے مختلف حصوں کی تپش معلوم کرتے ہوئے کسی حصہ میں پیدا شدہ کینسر کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ کینسر کے علاج میں درکار گرمی پہنچانے کے لیے بھی انھیں استعمال کیا جاتا ہے۔

طبعی سائنس میں ان کے ذریعہ مادوں اور قلموں کی ساخت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ super Conducting اشیا بنائے جاتے ہیں۔ برقی بار پر مشتمل ذرات جیسے الکٹران اور پروٹان کو توانائی پہنچاتے ہوئے ان کی رفتار بڑھائی جاتی ہے۔ کیمیائی تعاملات کو ہزاروں گنا تیزی کے ساتھ عمل میں لایا جاتا ہے۔ مرکبات کو ان کے نقطہ جوش سے زیادہ تپش تک گرم کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کیمیائی صنعتوں میں مرکبات کو آسانی کے ساتھ تیار کیا جاسکتا ہے۔ Asprin, antibiotics اور Anticancer ڈرگس کی تیاری ان کی مدد سے تیزی کے ساتھ عمل میں لائی جاتی ہے۔

بیگم نورالصباح قسط نمبر ۷

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

سلطان شمس الدین التمش

سلطان شمس الدین التمش دراصل قطب الدین ایبک کا غلام تھا۔ حالانکہ نسلاً وہ ترکان فراختائی خاندان سے تھا۔ اس کے والد نے کافی شہرت حاصل کی تھی۔ جب یہ بچہ تھا اسی وقت سے بہت عقل مند تھا۔ مثل مشہور ہے کہ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔" لیکن اس کے بھائی اس سے جلنے لگے، کیونکہ باپ اس سے محبت کرتا تھا۔ آخر وہ شکار کے بہانے اس کو ہمراہ لے گئے اور اسے ایک سوداگر کے ہاتھ بیچ دیا۔ سوداگر اس کو بخارا کے شہر لے گیا۔ وہاں صدر جہاں بخاری کے ایک رشتے دار کے ہاتھ فروخت کیا۔ شمس الدین نے ایک عرصے تک اس کے گھر پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی۔ وہاں سے ایک اور سوداگر حاجی بخاری اس کو خرید کر لے گیا اور حاجی جمال الدین چست قبا کے ہاتھ اچھی قیمت حاصل کر کے فروخت کر دیا۔ چست قبا اس بچے کو اپنے ساتھ غزنی لے گیا۔

غزنی میں شمس الدین کی خوب صورتی اور عقل و دانش کی دھوم مچ گئی کیونکہ اب تک اتنا خوب صورت بچہ، جو ترک بھی ہو، وہاں نہیں پہنچا تھا۔ رفتہ رفتہ خوب صورتی کی خبر سلطان معزالدین سام کے کانوں تک پہنچی۔ سلطان نے اس کی قیمت طے کرنے کی ہدایت کی۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور غلام ایبک نام کا تھا، ان دونوں کے لیے ایک ایک ہزار دینار قیمت مقرر کر کے دونوں کی خریداری کا حکم دے دیا مگر چست قبا، جو دونوں غلاموں کا مالک تھا، اس قیمت پر راضی نہ ہوا۔ اس پر ناراض ہو کر سلطان نے حکم دے دیا کہ کوئی شخص ان کو غزنی میں نہ خریدے۔

چست قبا ایک سال غزنی رہا مگر کسی نے ان غلاموں کو نہیں خریدا۔ آخر وہ ان کو لے کر بخارا واپس چلا گیا۔ کچھ عرصے بعد پھر غزنی لوٹا مگر سلطان کے ڈر سے کوئی خریدار نہ ملتا تھا۔ اسی اثنا میں سلطان قطب الدین ایبک ایک جنگ میں شکست کھا کر غزنی آیا۔ اس نے شمس الدین کی دانائی اور حسن کا شہرہ سنا تو سلطان معزالدین سے ان غلاموں کو خریدنے کی اجازت مانگی۔ سلطان نے کہا کہ چونکہ میں نے حکم دے دیا ہے کہ غزنی میں ان کو کوئی نہ خریدے اس لیے یہاں خریدنا ٹھیک نہیں ہے، آپ چست قبا سے کہیں کہ وہ دہلی جا کر

فروخت کر دے۔ چنانچہ قطب الدین ایبک واپس دہلی چلا گیا اور اپنے وزیر نظام الدین کو غزنی چھوڑ کر اس کو ہدایت کر گیا کہ وہ چست قبا کو لے کر دہلی آجائے۔
دہلی پہنچ کر اس نے شمس الدین اور ایبک دونوں بچوں کو ایک لاکھ چیتل میں خرید لیا۔ ایبک کا نام اس نے طفاخ رکھا اور اس کو بھٹنڈہ کا امیر مقرر کیا مگر وہ اس لڑائی میں مارا گیا جو سلطان تاج الدین یلدوز اور سلطان قطب الدین کے درمیان ہوئی تھی۔ شمس الدین کا اصلی نام کچھ اور تھا مگر سلطان نے اس کا نام التمش رکھ کر' اپنا بیٹا بنالیا اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھنے لگا۔ اس نے اس کو ہر طرح کی اعلا تعلیم دلوائی پھر فوجی تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے اپنا میر شکار بنالیا۔ آگے چل کر جب گوالیار فتح ہوا تو التمش کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اور برن کی جاگیر بھی عطا کی۔ کچھ عرصے بعد بدایوں کے علاقے پر بھی مقرر کر دیا۔
اسی زمانے میں سلطان معزالدین سام غزنی سے ہندستان آیا تو سلطان قطب الدین ایبک اس کی مدد کے لیے اپنا لشکر لے کر پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ ساتھ ہی التمش اپنی فوج لے کر بدایوں سے قطب الدین ایبک کی مدد کو جا پہنچا۔ وہاں اس نے لڑائی میں حصہ لیا اور فتح پائی۔ بارہ ہزار دشمن اس لڑائی میں قتل ہوئے۔ سلطان معزالدین التمش کی بہادری سے بہت خوش ہوا' اس کو انعام و اکرام عطا کیا اور سلطان قطب الدین ایبک سے اس کی بہت سفارش کی اور کہا کہ التمش بڑی قدر کے لائق ہے' ساتھ ہی اس کو غلامی سے آزاد کرانے کے لیے بادشاہ سے حکم لکھوادیا۔
اب التمش آزاد تھا اور ایک بہادر امیر کی سی زندگی گزار رہا تھا۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کی عنایت سے وہ امیر الامرا بنا دیا گیا۔ سلطان قطب الدین ایبک کی تین بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک کی شادی اس نے التمش سے کر دی اور دو بیٹیاں' ایک کے مرنے کے بعد دوسری' ناصرالدین قباچہ سے بیاہی گئیں۔ کچھ عرصے بعد سلطان قطب الدین ایبک کا لاہور میں انتقال ہو گیا اور دہلی کی بادشاہت اس کے بیٹے آرام شاہ کو مل گئی لیکن اس کی ناقابلیت کی وجہ سے ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ امرا اس سے بیزار ہو گئے' ملک میں فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ ناصرالدین قباچہ سندھ سے آکر ملتان اور بھکر وغیرہ پر قابض ہو گیا۔ خلجیوں نے بنگال پر قبضہ کر لیا اور مختلف راجاؤں نے بھی فساد شروع کر دیے۔
ان حالات میں سردار امیر علی اسمٰعیل اور امیر داؤد دیلمی نے چند امرا سے مشورہ کر کے التمش کے پاس ایلچی روانہ کیے جو اس وقت بادشاہ کا داماد اور بدایوں کا حاکم تھا۔ اس کو انھوں نے پیغام بھیجا کہ آپ آکر تاج و تخت پر قبضہ کر لیں کیونکہ رعایا بہت پریشان ہے۔ اس پر التمش اپنی فوج لے کر آیا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ آرام شاہ کو جب معلوم ہوا کہ کئی امرا اس سازش میں شریک ہیں تو وہ خاموش شہر سے نکل گیا اور کچھ عرصے تک فوج

جمع کرتا رہا پھر واپس آکر دہلی پر چڑھائی کر دی۔ شہر کے باہر لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں آرام شاہ کو شکست ہوئی اور التمش اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے اپنا لقب سلطان شمس الدین التمش رکھا اور چھ سو سات ہجری میں باقاعدہ سلطنت ہندستان کا بادشاہ ہو گیا۔

سلطان نے کئی دشمنوں کو جو سر اٹھا رہے تھے اور جنھوں نے ملک میں افراتفری پھیلا رکھی تھی، بزور شمشیر زیر کیا۔ ترک سردار جو بغاوت کر رہے تھے ان کی بغاوت بھی ختم کی۔ سلطان تاج الدین یلدوز نے جو غزنی کا بادشاہ تھا اس کے لیے ماہی مراتب اور چھتر بھیجی جس کو اس نے دوستی بڑھانے کی خاطر قبول کر لیا مگر بعد کو یہی تاج الدین ہندستان کی حکومت حاصل کرنے کے لالچ میں پڑ گیا اور ہندستان کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے التمش کے پاس ایلچی روانہ کیا اور کچھ ایسے پیغام دیے کہ التمش کو غصہ آگیا اور وہ اپنی فوج لے کر روانہ ہو گیا۔

ایک مقام پر دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی جس میں التمش کو فتح ہوئی اور تاج الدین یلدوز مع اپنے ساتھیوں کے گرفتار ہو گیا۔ التمش اس کو اپنے ہمراہ دہلی لایا۔ وہاں سے بدایوں بھیج دیا جہاں قید خانے ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ناصر الدین قباچہ سے خلجیوں کی لڑائی ہوئی۔ جس میں خلجیوں کو شکست ہوئی۔ ان کے سرداروں نے التمش کے پاس پناہ لی۔ التمش نے ان کی طرف سے ناصر الدین قباچہ پر چڑھائی کر کے اس کو شکست دے دی اور وہ اپنی حکومت کی طرف بھاگ گیا۔ ناصر الدین قباچہ بھی قطب الدین ایبک کا داماد ہی تھا۔

اس کے بعد سلطان جلال الدین خوارزم شاہ، چنگیز خان سے شکست کھا کر ہندستان میں وارد ہوا اور اس نے لاہور پر چڑھائی کر دی۔ التمش نے اس کا بھی مقابلہ کیا اور شکست دی تو وہ سندھ کی طرف چلا گیا۔ وہاں ناصر الدین قباچہ سے اس کی جنگ ہوئی اور شکست کھا کر کچھ اور مکران کے راستے سے بھاگ گیا۔ اب سلطان التمش نے بہار کے طرف رخ کیا وہاں سلطان غیاث الدین خلجی کو زیر کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس سے ۸۰ ہزار تنکہ چاندی بطور خراج وصول کیا۔

غیاث الدین نے لکھنوتی (بنگال) میں بھی اپنا تسلط جما رکھا تھا۔ سلطان نے وہاں اپنے بیٹے کو سلطان ناصر الدین کا خطاب دے کر حاکم مقرر کیا اور خود دہلی واپس ہو گیا۔ پھر ناصر الدین قباچہ پر حملے کا حکم دیا۔ وہ قلعہ بھکر کی طرف بھاگ نکلا۔ اب سلطان التمش نے اپنے وزیر جنگ نظام الملک کو اس کے پیچھے روانہ کیا اور خود قلعہ اوچ کا محاصرہ جاری رکھا جہاں سے وہ بھاگا تھا۔ آخر التمش نے بیس دن کے محاصرے کے بعد اس کو فتح کر لیا۔ قباچہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے علاؤالدین کو سلطان کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح چاہی مگر ابھی صلح کی گفتگو جاری ہی تھی کہ خبر ملی، ناصر الدین قباچہ پریشانی میں کشتی کی سیر کے لیے نکلا تھا کہ اس کی کشتی دریا میں ڈوب گئی۔ (جاری)

حکیم محمد سعید

حکیم صاحب کے مشورے

جسمانی کم زوری

سوال: عمر ۱۸ سال ہے۔ میں اپنی جسمانی توانائی اپنے ہاتھوں ضائع کر چکا ہوں' جس کے سبب میں جب بیٹھ کر اٹھتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔

(سہیل حسین خان)

جواب: ہاں مرد کی طاقت دنیا کی ہر طاقت سے اعلا اور ارفع ہے۔ یہی وہ طاقت ہے جس نے سکندر اعظم کو فاتح دنیا بنا دیا۔ جو نوجوان اپنی اس طاقت کی حفاظت نہیں کرتے وہ دنیا میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے۔ دنیا میں بڑے بڑے کام جوان مردوں نے سر انجام دیے ہیں۔
ابھی آپ کا معاملہ نہیں بگڑا ہے اب بھی زندہ رہنے کا فیصلہ کر لیجیے۔ قدرت نوجوانی کے نقصان کی خود تلافی کر دیتی ہے آپ اپنی توجہ تعلیم کی طرف اور تعمیر کی طرف لگائیے۔ اچھی غذا کھائیے اور کھیلیے کودیے۔ جو کچھ ہو چکا ہے اس کو بھول جائیے۔ دواؤں کے پیچھے بھاگنا آپ کے حق میں مفید نہیں ہو گا۔

گھٹنوں میں درد

سوال: میری اماں جان کی عمر ۵۰ سال ہے۔ ان کے گھٹنوں میں اکثر شدید درد رہتا ہے۔ ڈاکٹر اور حکیم صاحبان کہتے ہیں انھیں گھٹیا کا مرض ہے کیا طب میں اس کا علاج موجود ہے۔

(کاشف محمود خاں)

جواب: ہاں' محترمہ والدہ صاحبہ اگر طبی اصولی علاج باقاعدگی سے کرائیں تو ان کو فایدہ ہو سکتا ہے۔ یہ مرض صرف درد رہا اور مسکن دواؤں (پَین کلرز) سے نہیں جایا کرتا۔ ساری دنیا میں ماہرین، تحقیق پر لگے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں ہمدرد کے علاوہ کوئی ادارہ اس مرض کی تحقیق پر تیار نہیں ہے۔ اکثر لوگ غیر ملکی دواؤں پر بھروسا کرتے ہیں اور غلطی کرتے

ہیں۔ کل اگر یہ دوائیں نہ آئیں تو کیا کریں گے؟ طبی علاج یہ ہے:۔
صبح و شام: بوزیدین ۳۔ ۳ عدد ہمراہ عرق قمر ۳۔ ۳ چمچ پانی میں ملا کر۔
رات: اوجاجی ایک ہمراہ نسخہ نمبر ا پانی میں جوش دے کر۔
ایک ماہ بعد طبیب سے مشورہ کریں۔

دانت پیلے ہیں

سوال: عمر ۱۴ سال ہے' میرے دانت بہت پیلے ہیں جبکہ میں پان بالکل نہیں کھاتا۔ کبھی کبھار اسکول کے دوستوں کے ساتھ سگریٹ نوشی کر لیتا ہوں۔ دانتوں کی صفائی صبح سویرے کرتا ہوں۔ برائے مہربانی ایسا نسخہ تجویز فرمائیں کہ میرے دانت سفید ہو جائیں اور دوست مذاق نہ اڑائیں۔ (محمود نیازی)

جواب: انا للہ وانا الیہ راجعون! محمود نیازی! آپ سگریٹ پیتے ہیں؟ توبہ کون ہیں آپ کے دوست! وہ دوست نہیں ہیں اپنے اور آپ کے بڑے دشمن ہیں۔ وہ دوست آپ کا کیا مذاق اڑائیں گے جن کے دل سگریٹ نے کالے کر دیے ہیں اور جن کے پھیپڑوں میں سگریٹ نے دھواں بھر کے ان کو سرطان کا مریض بننے پر تیار کر دیا ہے۔ میرا دل نہیں چاہتا کہ آپ کو دانت سفید کرنے کا مشورہ دوں۔ پہلے آپ سگریٹ نوشی سے توبہ کریں۔

بال گر رہے ہیں

سوال: عمر ۱۶ سال ہے۔ میرے بال بہت گر رہے ہیں اور سر میں سفیدی بھی بہت ہے۔ ازراہ کرم کوئی نسخہ تجویز فرمائیں۔ (ساجد امتیاز)

جواب: آپ کے سر میں [illegible] ہے۔ ڈینڈرف (خشکی) ہے۔ آپ کے سر کی جلد بیماری ہو گئی ہے۔ اگر آپ اس کی صحت اور صفائی کا خیال کرتے رہتے تو بفا (ڈینڈرف) پیدا ہی نہ ہوتی۔ خیر اب آپ ہمدرد کی "بفین" حاصل کر کے اس کا استعمال کریں۔ تقریباً دو ہفتے میں سر کی جلد صحت مند ہو جائے گی۔

پچکے ہوئے گال

سوال: عمر ۱۷ سال ہے۔ میرے پچکے ہوئے گال ہیں اور جسمانی صحت بھی کم زور ہے۔

جس کے سبب اسکول کے دوست مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسا نسخہ تجویز فرمائیں کہ صحت و تندرستی کی دولت سے مالا مال ہو جاؤں۔ (شکیل لسان اللہ)

جواب: میرے عزیز دوست! دنیا کی اولین طاقت انسان کی اپنی قوت ہے۔ اس قوت کو ہاتھ سے ضائع نہ کریں۔ ایک بار جاکر یہ طاقت روٹھ جاتی ہے اور واپس نہیں آتی۔

اب آپ دونوں وقت کھانا کھانے سے پہلے تن سکھ کے ۴-۴ چمچے (چائے والے) پینا شروع کر دیجیے ایک ماہ تن سکھ جاری رکھیں۔ کم از کم پانچ پونڈ آپ کا وزن بڑھ جائے گا۔ ورزش کرنا شروع کریں۔ دوڑ لگائیں۔ زندگی کا ثبوت دیں۔

سستی چھائی رہتی ہے

سوال: عمر ۱۶ سال۔ میرے دل میں آرزو ہے کہ میں بڑا انسان بنوں، مگر میری صحت شاید میری تمناؤں کا ساتھ نہ دے سکے۔ گھر ہو یا اسکول، میں بس ست رہتا ہوں، میری مشکل شاید آپ حل کر سکیں۔ (عامر سعید درانی)

جواب: جو نوجوان ورزش سے غفلت برتتے ہیں وہ ہمیشہ ست رہا کرتے ہیں۔ اپنے میں چستی پیدا کرنے کے لیے حرکت کریں۔ برکت حاصل کریں۔ آپ کو چاہیے کہ اپنے کھانے کو سادگی دیں۔ زیادہ گوشت کھانا اچھا نہیں ہے۔

پہیلیوں کے شاندار نتائج

(الف)

صحیح حل (۱) بلب (۲) بلیڈ (۳) جھنڈا (۴) ڈھکنے والی بوتل (۵) انجکشن کی سوئی (۶) نیم کا درخت (۷) گولی

(ب)

(۱) ک (۲) خرگوش (۳) آم اور املی (۴) اندرا گاندھی (۵) ہو[illegible] ربر (۷) بھارت

بالکل صحیح حل ایک بھی موصول نہیں ہوا۔ ایک غلطی پر پہلا انعام پانے والا ایک خوش نصیب جن کو -/15 روپے کی کتابیں بھیجی جا رہی ہیں۔

(۱) عبد الغفور، نعمت پور، مظفر آباد، سہارنپور

دو اور تین غلطیوں والوں کو بذریعہ قرعہ اندازی چار پیامیوں کو دس دس روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) [illegible]یر احمد، کوٹھا پور، امراوتی (۲) محمد ریاض الدین، لکھیم پور، کھیری (۳) عطیہ شمسی، باگھی، ویشالی (۴) عروسہ خاتون، بہادر گنج، بہار

عمارہ احمد

بچوں نے ہنسنا چھوڑ دیا

چھٹیوں کے دن تھے۔ سونی اور ولی کے چچا ان کے گھر آئے ہوئے تھے۔ شام ہی سے تیز ہوائیں چل رہی تھیں اور کالے کالے بادل آئے ہوئے تھے۔ رات کو تیز آندھی اور بارش شروع ہو گئی۔ تیز ہوا کے شور کے ساتھ جب ایک دم بادل گرجتا اور بجلی کڑکتی تو سونی اور ولی غیر ارادی طور پر اپنے لحافوں میں گھس جاتے۔

"سونی۔" ولی بولا۔

"جی بھائی جان!"

سونی تو جیسے آواز ہی کا منتظر تھا، اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سونی! نیند نہیں آرہی۔ موسم بھی اتنا خراب ہے۔ کیوں نا... چاچو کے کمرے میں چلیں۔" ولی بولا۔

"ہاں بھیا اُن سے کہانی سنیں گے۔ لیکن اگر چاچو سوئے ہوئے ہوں تو......؟" سونی نے تشویش ظاہر کی۔

"ارے نہیں اتنے خراب موسم میں کون سو سکتا ہے لگتا ہے۔ کنکار ڈاتر رہے ہیں۔ اُف اتنا شور۔"

"اچھا چلو دیکھ لیتے ہیں۔"

دونوں نے لحاف اُتارے اور چاچو کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے چاچو جاگ رہے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیے۔ دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو چاچو کوئی موٹی کتاب پڑھ رہے تھے۔

"چاچو السلام علیکم۔"

"ارے تم لوگوں کو اس وقت! کیا ہوا ......؟" چاچو حیران ہو گئے۔ دونوں چاچو کے بستر کے پاس آگئے۔ ولی بولا۔ "چاچو فرض کریں کہ کالی رات ہو، بارش ہو رہی ہو، بار بار

بجلی کڑکے .... جیسے اتنے سارے کنکارڈ اتر رہے ہوں اور دو بچے بالکل اکیلے۔ چاچو! بالکل اکیلے ہوں (ولی نے اکیلے اور دو پر زور دیا) تو انھیں اپنے پیارے پیارے چاچو کے پاس نہیں آنا چاہیے؟" چاچو بھی بات سمجھ کر بولے "نہیں! بلکہ انھیں آیتیں پڑھ کر سو جانا چاہیے۔"

"چاچو پلیز!" سونی مسکین صورت بنا کر بولا۔

"اچھا بابا آؤ۔" چاچو ہنس پڑے۔ "تو کوئی کہانی سُنائیں۔" دونوں جلدی سے چچا کے لحاف میں گھس گئے۔ "ہائیں! یہ کہانی کہاں سے آگئی بیچ میں۔"

"بس چاچو سُنا دیں ناں تاکہ نیند آجائے۔"

"اچھا۔" چاچو نے کتاب بند کر دی۔ "کون سی کہانی سنو گے؟" "خلائی فوج کی" "نہیں ٹینکوں کی جنگ کی۔" دونوں بول پڑے۔

"نہیں آج آپ کو میری مرضی کی بادشاہ والی کہانی سننی پڑے گی۔" سونی مایوس ہو گیا۔

"اچھا چلیں! ویسے مزا نہیں آئے گا، نہ فائٹ نہ ٹھشو ٹھشاں۔"

"تم سنو تو۔" چاچو بولے۔ "ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک چھوٹی سی ریاست پر ایک بڑا سا بادشاہ حکومت کرتا تھا اور اس کی ایک بیٹی تھی۔ باشاہ کی ملکہ فوت ہو چکی تھی۔ اُن دنوں بادشاہ کافی پریشان تھا کیونکہ اس کی ننھی مُنی شہزادی کو پتا نہیں کیا ہو گیا تھا۔ نہ تو وہ کھیل کھیلتی نہ ہنستی کودتی، بس چُپ چاپ بیٹھی رہتی۔ اب وہ پیاری باتیں بھی نہیں کرتی تھی، لگتا تھا کہ اس کا ذہن ایک دم بڑوں والا ہو گیا ہے۔"

سمجھ گیا!" ولی چلّایا "ضرور دشمنوں نے اس کا دماغ ٹیلی پیتھی سے قابو میں کر لیا ہو گا۔"

"ارے،! نہیں بھئی تم سنو تو۔" چاچو بولے "اور اب بیچ میں یہ سائنسی تحقیق نہ لانا اچھا۔ ہاں تو وہ بادشاہ بہت پریشان تھا کیونکہ شہزادی کو ہنسانے کی سب ترکیبیں ناکام ہو گئی تھیں۔ ایک دن بادشاہ دربار لگائے بیٹھا تھا کہ ریاست کے لوگ اس کے پاس وفد لے کر آئے۔ انھیں بادشاہ کے سامنے فریاد پیش کرنی تھی۔ بادشاہ نے اُن سے پوچھا کہ کیا اُن کی بستی میں کوئی چور آگیا ہے؟ وہ کیوں فریاد لے کر آئے ہیں؟ اس پر اُن میں سے ایک

آدمی بولا "بادشاہ سلامت ہماری بستی میں کوئی ڈاکو نہیں آیا مگر ہمارا سب کچھ چوری ہو گیا۔" "کیا!" باشادہ حیران ہوا۔ "جی ہاں بادشاہ سلامت!" ایک آدمی آگے بڑھ کر بولا۔ "دراصل ہمارے بچوں کی ہنسی چوری ہو گئی ہے۔" سارے درباری حیران تھے۔ بادشاہ چونک اٹھا، یہ تو اس کی شہزادی والا معاملہ تھا۔ "تم میں سے کسی کو یاد ہے یہ کب ہوا؟" بادشاہ بولا۔ آگے آنے والا آدمی دوبارہ بولا، "مجھے یاد ہے جہاں پناہ کہ کچھ عرصہ پہلے میری اپنے پڑوسی سے لڑائی ہو گئی تھی، میں نے اپنے بچوں کو اُس کے بچوں کے ساتھ کھیلنے سے منع کیا مگر وہ نہ مانے۔ ایک دن میں انھیں کھیلتے دیکھ کر ڈانٹنے لگا اور گھر میں بند کر دیا اور پھر وہ چپ سے رہنے لگے۔ اور اب تو ہم اُن کی ہنسی کو ترس گئے ہیں۔" وہ آدمی رو پڑا.... سونی، ولی سو تو نہیں گئے؟"

"نہیں چاچو آپ سُنائیں۔" دونوں بچے بڑی دلچسپی سے کہانی سُن رہے تھے۔ چاچو نے کہنا شروع کیا۔ "ہاں تو پھر بادشاہ اور اُن لوگوں نے بچوں کو ہنسانے کی بہت کوشش کی مگر وہ کسی طرح نہ ہنسے۔ اب بادشاہ نے ریاست میں بچوں کو ہنسانے والوں کے لیے انعام کا اعلان کر دیا مگر کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ بچے تو دن بدن بالکل "بڑے" بنتے جارہے تھے۔ اب وہ نہ شرارت کرتے نہ کوئی فرمائش، نہ شور کرتے اور نہ ہی لڑتے جھگڑتے بلکہ وہ تو بہت محنتی ہو گئے تھے مگر اُن کے ماں باپ پھر بھی انھیں دیکھ دیکھ کر روتے تھے۔ وہ ہنسنا جو بھول گئے تھے۔ اب والدین جو ہر وقت انھیں شرارتوں پر ڈانٹتے رہتے تھے، انھیں خود کھیلنے کو کہتے مگر بچے انھیں ایسی نظروں سے دیکھتے جیسے کہہ رہے ہوں کہ خود ہی تو ہمیں کھیلنے سے منع کیا تھا اب ہم کیوں کھیلیں۔

انھی دنوں بادشاہ کے پاس ایک بہت بوڑھا شخص آیا۔ اس کا قد صرف چار فٹ تھا اور قد جتنی لمبی سفید برف جیسی داڑھی تھی۔ اس نے باشاہ سے کہا کہ وہ بچوں کو ہنسا سکتا ہے مگر اس قیمت پر کہ وہ جو مانگے گا اسے دیا جائے گا۔ بادشاہ پہلے تو سوچتا رہا کہ ہو سکتا وہ بوڑھا اس کی حکومت ہی مانگ لے مگر پھر اپنی بیٹی کی خاطر تیار ہو گیا اور بوڑھے کی شرط مان لی گئی۔ اس بوڑھے کے کہنے کے مطابق دو روز بعد بستی کے بڑے سے میدان میں ایک میلہ لگایا گیا۔ میلے میں سب لوگ اپنے بچوں کی ساتھ موجود تھے۔ ہر چیز موجود تھی سوائے

بچوں کی ہنسی کے۔ سب کو اب بوڑھے کا انتظار تھا۔ کافی دیر بعد دور سے بوڑھا آدمی آتا دکھائی دیا۔ بادشاہ وزیر اور باقی سب لوگ اس کی طرف لپکے مگر وہ چلتا رہا حتیٰ کہ میدان کے عین درمیان میں آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کے گرد لوگ حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ بوڑھا تیز نظروں سے سب کا جائزہ لیتا رہا۔ پتا نہیں اس کی نظروں میں کیا بات تھی کہ سب نے اپنی نظریں نیچی کر لیں۔ بوڑھے نے بولنا شروع کیا "لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ تمھارے بچوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تم نہیں جانتے ہو، سنو تمھارے بچوں کی معصومیت چوری ہو گئی ہے، کس وجہ سے ...؟" وہ ذرا رُکا پھر اور اونچی آواز سے بولا۔ "لوگو! جس بستی کے رہنے والے اپنے بچوں کو صرف اس لیے دوسرے بچوں سے کھیلنے سے روکیں کہ وہ دوسری ذات کے بچے ہیں، جس بستی کے بڑے آپس میں لڑتے ہوں۔ جس بستی میں بے ایمانی، منافقت اور خیانت ہو رہی ہو۔ وہاں کے بچے اپنا بچپن کم کر دیتے ہیں۔" ساری بستی کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ بوڑھا پھر بولا۔ "جس ریاست کا بادشاہ دوسرے کے بچوں کا نہیں صرف اپنے بچے کا خیال کرے اور جہاں کے وزیر غلط کام کرنے والے ہوں، وہاں کے بچوں کی ہنسی چوری ہو جاتی ہے۔ غور سے سنو اور یاد رکھو آج میں تمھارے بچوں کو ہنساؤں گا مگر صرف اس شرط پر کہ تم سب لوگ بُرائی سے توبہ کر لو۔" یہ کہہ کر بوڑھے نے اپنی سفید برف جیسی داڑھی میں ہاتھ ڈال کر ایک بانسری نکالی اور اسے بجانے لگا۔ بانسری کے سُروں سے جیسے غم اور اُداسی دور ہونے لگی۔ اچانک ایک ہلکے سے قہقہے کی آواز آئی۔ ایک ننھا سا بچہ جو کئی روز سے خاموش تھا، ہنس پڑا۔ سب بڑے مُسکرا دیے، سب بچے ہنس پڑے، وہ پھر سے کھیلنے لگے، تتلیاں پکڑنے کے منصوبے بنانے لگے، کھانے پینے کی چیزوں کو شرارت سے دیکھنے لگے۔ ہوائیں خوشی سے باجے بجانے لگی تھیں۔ بادشاہ نے دیکھا کہ بوڑھا اپنی بانسری بجاتا دور جا رہا ہے۔ اس کی بانسری کہہ رہی تھی "اب بچوں کی ہنسی گم نہ ہونے دینا ...... ارے ولی، سونی سو گئے؟" چاچو کہانی ختم کر چکے تھے۔ سونی اور ولی سو رہے تھے۔ چاچو اُن کی طرف غور سے دیکھنے لگے، سونی سوتے میں مُسکرا دیا اور چاچو کے چہرے پر اطمینان کے آثار آگئے۔ "میرے رَب! تو بہت مہربان ہے کہ ہمارے بچے اب بھی مُسکرا سکتے ہیں۔" اور چاچو کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ توبہ اور شکر کے آنسوؤں کی نمی۔



جاپانی کہانی

لوٹ کے بدھو گھر کو آئے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جاپان میں دو مینڈک رہتے تھے۔ ایک نے شہر اوساکا کے قریب کسی جوہڑ میں گھر بنا رکھا اور دوسرا شہر کیوٹو میں ایک صاف ندی میں رہتا تھا۔ دنوں نے ایک دوسرے کو کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ کبھی کسی جگہ کا سفر کیا تھا۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے دونوں کے دل میں سیر کا شوق چرایا۔ اوساکا کے مینڈک نے دل میں کہا۔ "شہر کیوٹو کی بڑی تعریف سنتے ہیں۔ ذرا چل کر دیکھ آئیں۔ زندگی کا کیا اعتبار' آج مرے کل دوسرا دن یہ حسرت تو دل میں نہ رہے گی۔"

ادھر کیوٹو کے مینڈک نے خیال کیا "ہمارے بزرگ کہہ گئے ہیں کہ جس نے اوساکا نہیں دیکھا اس نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ اس لیے اوساکا کی سیر ضرور کرنی چاہیے۔"

چنانچہ دوسرے دن صبح صبح دونوں مینڈک اپنے اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔ اس سے پہلے گھر سے کبھی نکلنا نہیں ہوا تھا۔ یہ پہلا سفر تھا۔ اس لیے جلد ہی دونوں تھک گئے۔ مگر ہمت نہ ہاری۔ اور برابر چلتے رہے۔

راستے میں ایک اونچا پہاڑ پڑتا تھا۔ جس کے اوپر سے گزرنا دونوں کے لیے ضروری تھا دونوں گھنٹوں چھلانگیں لگایا کیے۔ اور آخر جوں توں کر کے اس کی چوٹی پر پہنچ ہی گئے۔

اتفاق کی بات دونوں ایک ہی وقت چوٹی پر پہنچے تھے۔ جیسے ہی آمنا سامنا ہوا۔ وہ حیران ہوئے۔ پہلے تو کچھ دیر ایک دوسرے کو تکتے رہے۔ پھر بات چیت شروع کی۔ دونوں نے اپنی اپنی رام کہانی کہہ سنائی۔ چونکہ اس سفر سے دونوں بہت تھک گئے تھے۔ اس لیے

کچھ دیر ستانے کو ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔

اوساکا کے مینڈک نے کہا "یار کتنے افسوس کی بات ہے کہ اللہ میاں نے ہمارا قد اونچا نہیں بنایا۔ ورنہ ہم یہیں سے بیٹھے بیٹھے ان شہروں کی سیر کر لیتے جہاں ہمیں جانا ہے۔"

کیوٹو کا مینڈک بولا "آؤ ہم اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر کوشش تو کر دیکھیں۔ کیا عجب اس طرح اونچے ہو کر ہم ان شہروں کو دیکھ لیں۔"

اوساکا کے مینڈک کو یہ خیال بہت پسند آیا۔ پھر کیا تھا دونوں مینڈکوں نے ایک دوسرے کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے اپنے سینے کو جس قدر تان سکتے تھے تان کر کھڑے ہوگئے۔ کیوٹو کے مینڈک نے اپنی ناک اوساکا کی سیدھ میں کر لی اور اوساکا کے مینڈک نے کیوٹو کی سیدھ میں، لیکن بے وقوف یہ بھول گئے کہ ہماری بڑی بڑی آنکھیں ہمارے سر کے پیچھے ہیں اور اس طرح بجائے ایک دوسرے کا شہر دیکھنے کے ہم اپنے اپنے شہر ہی کو دیکھ رہے ہیں۔ جہاں سے ہم آئے ہیں۔

اوساکا کے مینڈک نے کہا "پیارے دوست۔ کیوٹو تو بالکل اوساکا جیسا ہے اگر مجھے یہ پہلے سے معلوم ہوتا تو میں اتنا لمبا چوڑا سفر کبھی اختیار نہ کرتا۔ میں اب واپس جاتا ہوں۔"

کیوٹو کا مینڈک کہنے لگا "اگر میری آنکھیں دھوکا نہیں کھاتیں تو اوساکا عین مین کیوٹو کی طرح ہے۔ افسوس میں نے یہ ساری تکلیف ناحق اٹھائی۔"

اس کے بعد دونوں مینڈک بڑی محبت سے گلے ملے اور اپنے اپنے گھر کو روانہ ہوگئے۔ وہ ساری عمر یہی سمجھتے رہے کہ اوساکا اور کیوٹو دونوں شہر بالکل ایک ہی جیسے ہیں۔

صحیح حل (۱) پروفیسر (۲) جھوٹی (۳) دعا (۴) رحم (۵) سرائے (۶) اقوطی (۷) مکان (۸) خلائی

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے نو خوش نصیب کو فی کس -/45 روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) ایس، ایف زہرا، رفیع گنج، اورنگ آباد (۲) امیر حیدر جعفری، ناگپور (۳) محمد عرفان خاں، سیونی، ایم پی (۴) عصیہ خاتون، منجر، پونہ (۵) مہر النساء، بیجاپور (۶) خورشید احمد، مئو ناتھ بھنجن، یوپی (۷) غالب، بروفی، بیگوسرائے (۸) ریحانہ پروین، جامعہ نگر، دہلی ۲۵ (۹) سرور محمد عمر شیخ، بھیونڈی

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب کو فی کس -/30 روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) شاہ عالم خاں، ساکی ناکہ، ممبئی (۲) این، ایف، زہرا، رفیع گنج، بہار (۳) نصرتی، گیا، بہار (۴) محمد شاہد، تیلی پورہ چوک، اکولہ (۵) محمد طلیل، نمازی آباد (۶) محمد علی انصاری، کٹک، اڑیسہ (۷) سیہ تسنیم، چاندور (۸) محمد کلام الدین، گاندھی نگر، دہلی

پہیلی بوجھیے، انعام پائیے

(۱) نیچے بٹو اوپر جاتی
اوپر سے پھر نیچے جاتی
اونچی اونچی کود لگاتی
گول گول ہوں تم کو بھاتی

(۲) چار پاؤں پہ چل نہ پاؤں
بنا ہلائے ہل نہ پاؤں
پھر بھی سب کو دوں آرام
جھٹ پٹ بولو میرا نام

(۳) بجلی مجھ میں جان پھونکتی
میں لوگوں کا دل بہلاتا
سارے جگ کی بات سناتا
اب بولو میں کیا کہلاتا

سید عین الحسن نقوی، علی گڑھ

(۴) لمبا سا ایک دھاگا
بات ہماری لے بھاگا

(۵) اک ڈنڈے پر کھیل دکھائے
گھوم گھوم کر پیاس بجھائے

(۶) کلکتہ سے آیا کالا جوان
سر پہ ٹوپی چار کان

(۷) ان پڑھ لوگ مجھے نہ بھاتے
پڑھے لکھے سے کرتا پیار
ہاتھ پکڑ کر چلوں تمہارا
اب تو بتاؤ میرا نام

عبداللہ عبدالرؤف، ممبرا تھانہ

(۸) شیشے کا گھر لوہے کا در
مٹکا کا سا پیٹ چھوٹا سا سر

(۹) اک تلوار سی ہے دو دھاری
جس نے کاٹی کھیتی ساری

(۱۰) ایک درخت کا ایک ہی پتہ
لہراتا ہے وہ البتہ

(۱۱) اور نہیں ہیں کپڑے گہنے
پیٹ بھرے تو ٹوپی پہنے

(۱۲) دیکھی بن دھاگے کی سوئی
منہ سے نکلے ہائے اوئی

فوزیہ رعنا محمد ہارون، مانا، آکولہ

(۱۳) سفید مرغی ہری پونچھ
تجھ کو نہ آئے تو خالہ سے پوچھ

(۱۴) سفید مرغی نیلے پانو
چل میری مرغی گانو گانو

(۱۵) سرخ کوٹھری ہرے کواڑ
لوگوں کا تجھا پانی کی بہار

(۱۶) دیکھو یہ کیسا شیطان
ناک پر بیٹھے پکڑے کان

(۱۷) دو غاروں کے دو رکھوالے
دونوں لمبے دونوں کالے

(۱۸) پانی کا مٹکا پیڑ پر ہے لٹکا
ہوا کا ہو جھٹکا اس کو نہ کھٹکا

(۱۹) ہری ڈنڈی سرخ کمان
توبہ توبہ کرے پٹھان

فہیم النساء فاروقی، پربھنی۔ مہاراشٹر

(حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۵ نومبر ۹۸ء)

مکتبہ پیام تعلیم کی دل چسپ کتابیں

چالاک خرگوش کے کارنامے (ناول): ایک شریر خرگوش نے بھیڑیے اور شیر کو کیسے ناکوں چنے چبوائے۔ ہنسانے والی شرارتوں سے پر قصے۔ قیمت -/9روپے

ننھا سیاح (ناول): ہر سال سمندر میں رہنے بسنے والے عجیب بونوں کی عجیب عجیب باتیں۔ قیمت -/8

کھلونا نگر (ناول): بیسویں صدی کے ذہین بچوں کے لیے کھلونوں کی دنیا کی انوکھی باتیں اور راکٹ پر کھلونوں کی سیر کا حال۔ قیمت 7/50 روپے

ننھا سراغ رساں: بچہ جو بڑا سراغ رساں تھا، قیدی جو سرنگ بنا کر فرار ہوئے اور اس طرح کی دوسری حیرت انگیز کہانیاں۔ قیمت -/6روپے

ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی: وہ کہانی جسے مسٹر چرچل وزیر اعظم انگلستان پڑھتے تھے اور اسی قسم کی دوسری ولولہ انگیز کہانیاں۔ قیمت -/6روپے

ابو علی کا جوتا: اپنے مالک کو جیل بھجوانے والے جوتے اور سمندر میں گر کر گھنٹوں تک تیرنے والے لڑکے کی سنسنی خیز کہانیاں۔ قیمت -/6روپے

[illegible]

صحیح حل (۱) روانی (۲) جادو (۳) بیمار (۴) چوکنا (۵) ناز (۶) سمندر (۷) کمرے (۸) لوہے

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے دس خوش نصیبہ کو فی کس -/40روپے تقسیم کیں گئیں۔

(۱) زاہدہ حبیبہ خاں، ڈونڈ، پونہ (۲) فہمیدہ خاتون، مبارکپور، آعظم گڑھ (۳) تبسم بانو، سندر گڑھ، اڑیسہ (۴) خان ایمن ترنم، بھیونڈی (۵) شاذیہ رحمٰن، علی گڑھ (۶) اسماء جبیں، ٹانڈیڑ (۷) عطیہ شمسی، ویشالی، بہار (۸) رفیع بانو، یاول، ناسک (۹) شکیلہ پروین، گلبرگہ، کرناٹک (۱۰) فرحین انجم، بمبئی

ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب کو فی کس -/25روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) کہکشاں فہیم، بدایوں (۲) عظمیٰ افروز، مبارکپور، اعظم گڑھ (۳) انصاری نور صبا، بھیونڈی (۴) یاسمین جہاں، آرمور، نظام آباد (۵) عبدالغفار، مالیگاؤں (۶) اسلام الدین انصاری، دھنباد (۷) محمد سہیل، باوڑی، کرناٹک (۸) یسٰین حسین، کشمیری گیٹ، دہلی ۶

اے۔ حمید

خلائی ایڈونچر سیریز

(قسط نمبر ۲۸)

وہ آگ کے قریب آئے۔
آگ کے یہ شعلے پتھروں کے درمیان بنے ہوئے ایک قدرتی گڑھے میں سے نکل رہے تھے۔ گارشا نے کہا۔
"یہ پہاڑی آتش فشاں ہے۔ ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔"
وہ تیز تیز قدم اٹھاتے پہاڑی کی ڈھلان اتر کر دوسری طرف چلے گئے۔ آگے اونچی نیچی پتھریلی زمین دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ گزرتے گئے پھر انھیں درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا جس کے درمیان ایک چھوٹی سی جھیل تھی۔ جھیل کے پانی کا رنگ نیلا تھا۔ گارشا نے پانی کو دیکھا اور بولی۔
"پانی ٹھیک ہے۔ تم لوگ اسے پی سکتے ہو۔"
عمران، شیبا اور سلطانہ نے جی بھر کر پانی پیا۔ پانی انھیں اپنی زمین کے پانی سے مختلف محسوس نہ ہوا۔ سلطانہ بولی۔
"یہاں درخت بھی ہیں پانی بھی ہے مگر آبادی کہیں دکھائی نہیں دیتی"۔ شیبا کہنے لگی۔ "شاید یہ سیارہ ابھی انسانی قدموں سے ناآشنا ہے۔ ابھی یہاں انسان نے جنم نہیں لیا۔" اس پر عمران نے درختوں کے پیچھے نظر آنے والے ایک ستون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"شاید وہاں ہمیں انسانی زندگی کا سراغ مل جائے۔" سب کی نظریں ستون کی طرف اٹھ گئیں۔ ستون درختوں کی وجہ سے پورا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سلطانہ بولی۔

"وہاں چل کر پتا کرنا چاہیے کہ یہ کسی کا مکان تو نہیں ہے۔"

یہ ستون مخروطی یعنی تکونا تھا۔ اس کے پیچھے ایک شکستہ سا گنبد تھا جس پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں تنگ سا راستہ بھوری جھاڑیوں میں سے گزر کر گنبد کے اندر جاتا تھا۔ گنبد چاروں طرف سے بند تھا۔ عمران، شیبا، سلطانہ اور گلرشا وہیں رک گئے۔ عمران کا خیال تھا کہ انھیں اندر جا کر دیکھنا چاہیے کہ کوئی آدمی تو وہاں نہیں رہتا۔ گلرشا نے جھک کر تنگ راستے میں اندر کی جانب دیکھا۔ گنبد کے اندر اندھیرا تھا۔ اسے کچھ نظر نہ آیا۔ وہ کہنے لگی، "لگتا ہے اندر کوئی نہیں ہے۔"

وہ ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے کالی گھٹا اٹھی اور دیکھتے دیکھتے سارے آسمان پر چھا گئی۔ اندھیرا ہو گیا۔ بجلی چمکی، بادل زور سے گرجا اور ایک دم سے موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ سلطانہ نے کہا، "بارش میں بھیگنے کی بجائے ہمیں اس گنبد کے اندر پناہ لینی چاہیے۔" ان پر بارش پڑ رہی تھی۔ وہ گنبد کے تنگ راستے میں سے گزر کر گنبد کے اندر آ گئے۔ یہاں پہلے تو انھیں اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیا پھر سُرمئی اندھیرے میں انھیں فرش پر درختوں کی شاخیں پتے اور گھاس کا بستر سا لگا نظر آیا۔ وہ جھک کر غور سے دیکھنے لگے۔ گلرشا نے کہا۔

"یہ بستر کسی انسان نے یہاں لگایا ہے۔"

عمران کہنے لگا۔ "مگر یہ کسی درندے کے بیٹھنے کی جگہ بھی ہو سکتی ہے۔"

شیبا بولی، "ہمیں یہاں نہیں ٹھیرنا چاہیے۔"

بستر پر سرہانے کی جانب گھاس کا تکیہ سا بنا تھا۔ سلطانہ نے کہا، "کوئی درندہ اس طرح بستر پر تکیہ نہیں بناتا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ یہاں کوئی انسان نما مخلوق رہتی ہے۔"

باہر بارش کی آواز رک گئی تھی۔ گلرشا نے مشورہ دیا کہ انھیں وہاں سے نکل کر کسی

دوسری جگہ رات بسر کرنے کا ٹھکانہ بنانا چاہیے۔ عمران، شیبا اور سلطانہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور وہ گنبد سے باہر آ گئے۔ بارش جس طرح ایک دم شروع ہوئی تھی اسی طرح ایک دم سے رک گئی تھی۔ بادل بھی چھٹ گئے تھے اور شام کی سنہری سنہری روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ وہ کسی نئے ٹھکانے کی تلاش میں چل پڑے۔ آگے ایک ٹیلے کی چڑھائی تھی۔ چڑھائی چڑھنے کے بعد وہ ٹیلے کی دوسری طرف اترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک کھلی جگہ پر دو جھونپڑیاں ہیں اور ایک جھونپڑی کے باہر ایک آدمی کھڑا ہے۔ گارشا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہیں رک گئی۔ وہ سب غروب ہوتے سورج کی روشنی میں اس آدمی کو تکنے لگے جو ان سے کچھ فاصلے پر زمین پر ذرا سا جھک کر کھڑا تھا جیسے زمین پر سے کوئی شے اٹھانے والا ہو۔ سلطانہ نے خوف بھری سرگوشی میں کہا۔

"یہ آدمی اپنی جگہ سے حرکت کیوں نہیں کر رہا؟"

یہ سوال گارشا، عمران اور شیبا کے دماغ میں بھی پیدا ہوا تھا۔ جھونپڑی کے باہر جو آدمی جھکا ہوا کھڑا تھا اس نے زرد رنگ کا خلائی سوٹ پہن رکھا تھا اور وہ اپنی جگہ بالکل ساکت تھا۔ گارشا بڑے غور سے اس پُراسرار خلائی شخص کو تک رہی تھی۔ وہ آہستہ سے کہنے لگی۔

"تم لوگ اسی جگہ ٹھیرو۔"

اور اس کے ساتھ ہی خلائی لڑکی گارشا تھوڑا سا جھک کر اپنی جگہ ساکت کھڑے خلائی آدمی کی طرف بڑھنے لگی۔ قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ زرد خلائی سوٹ میں ایک ایسا خلائی آدمی تھا جو پتھر کا بت بن چکا تھا جس کے ماتھے پر صرف ایک آنکھ تھی اور ناک کی جگہ صرف ایک سوراخ بنا ہوا تھا۔ وہ جھک کر اپنی خلائی پستول اٹھانے کی کوشش میں تھا جو اس کے قدموں کے پاس ہی زمین پر پڑی تھی۔ گارشا نے جھونپڑی کی طرف نگاہ ڈالی۔ پھر ساکت خلائی مخلوق کو اسی جگہ چھوڑ کر گارشا جھونپڑی کی طرف آ گئی۔ جھونپڑی درختوں

کو کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ اس کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔

گارشا نے خلائی مخلوق کا خلائی پستول زمین پر سے اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ گارشا نے خلائی پستول تان رکھا تھا۔ اس نے جھونپڑی کے ادھ کھلے دروازے کو پاؤں کی ٹھوکر سے کھول دیا اور چھلانگ لگا کر جھونپڑی کے اندر آ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ جھونپڑی کے اندر ایک چھوٹی سی میز پر ایک چھوٹا سا وائرلیس سیٹ رکھا ہے اور اس کے قریب ہی کرسی پر دوسرا خلائی آدمی زرد سوٹ میں ملبوس ریسیور ہاتھ میں لیے وائرلیس پر کسی سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گارشا نے اندر آتے ہی اسے اپنی زبان میں للکارا۔

"خبردار اپنی جگہ سے ہلے تو شوٹ کر دوں گی۔"

مگر وہ خلائی آدمی اپنی جگہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ اس نے گارشا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ گارشا دبے دبے قدم چلتی اس کے قریب آئی۔ اسے پیچھے سے ذرا سا ٹھوکا دیا تو وہ بے جان لاش کی طرح لڑھک کر زمین پر گر پڑا اور وہیں پڑا رہا۔ گارشا نے دیکھا کہ وہ بھی پتھر بن چکا تھا۔ اس کے ماتھے پر بھی ایک آنکھ تھی اور ناک کی جگہ ہونٹوں کے اوپر صرف ایک سوراخ تھا۔ گارشا دوسری جھونپڑی میں گئی۔ اس جھونپڑی میں کوئی خلائی مخلوق نہیں تھی صرف لکڑی کی چھوٹی سی گول میز پر کسی چمکیلی دھات کی بنی ہوئی ڈبی پڑی تھی۔ گارشا نے ڈبی کو ہاتھ میں لے کر کھولا۔ اس کے اندر چاندی کی چھوٹی چوکور پلیٹ تھی جس پر خلائی راستوں کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ گارشا کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ اس کا صرف مطلب یہ تھا کہ یہاں کہیں قریب ہی ان لوگوں کا کوئی خلائی جہاز ضرور ہو گا۔ یہ دونوں خلاباز کسی دوسرے سیارے سے اپنے خلائی جہاز میں اسی سیارے پر اترے اور پھر کسی حادثے کا شکار ہو کر دونوں پتھر بن گئے۔

گارشا نے دوسرے خلائی آدمی کی خلائی پستول بھی اٹھالی اور عمران، شیبا اور سلطانہ کو آواز دے کر بلایا۔ پھر انھیں دونوں خلائی مخلوق کی لاشیں دکھا کر ساری بات سمجھائی اور کہا۔

"اس خلائی پلیٹ پر خلا کے اس حصے کا نقشہ بنا ہوا ہے اور خلائی شٹل کی فریکوینسی بھی درج ہے۔ یہاں کہیں ان کا خلائی جہاز ضرور ہو گا ہمیں اسے تلاش کرنا ہو گا"

سلطانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر خلائی جہاز مل گیا تو ہم اپنی زمین پر پہنچ سکیں گے۔"

گارشا نے ایک خلائی پستول عمران کو دے دیا، ایک اپنے پاس رکھا اور جھونپڑیوں کے عقب میں آ گئے۔ یہاں درختوں کی بجائے چھوٹی چھوٹی نوکیلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ گارشا آگے آگے چل رہی تھی۔ خلائی پستول اس کے سیدھے ہاتھ میں تھا۔ جونہی وہ ایک چٹان کی اوٹ سے نکل کر کھلی جگہ پر آئے تو سامنے راکٹ کی شکل کا ایک چھوٹا خلائی جہاز خلا کی طرف رخ کیے کھڑا تھا۔ ان سب کے چہرے خوشی سے کھل گئے۔ گارشا بولی۔

"ہمیں احتیاط سے کام لینا ہو گا ہو سکتا ہے جہاز میں کوئی مخلوق موجود ہو۔"

خلائی راکٹ کا دروازہ زمین سے ایک منزل بلند تھا اور المونیم کی ایک سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ راکٹ کا دروازہ بند تھا۔ گارشا نے اشارے سے عمران، شیبا اور سلطانہ کو ایک طرف چھپ جانے کو کہا اور خود خلائی پستول لیے سیڑھی پر چڑھ کر خلائی راکٹ کے دروازے پر آ گئی۔ وہ خود خلائی سائنس دان تھی اور جانتی تھی کہ خلائی راکٹوں کے الیکٹرانک دروازے کس طرح کھلتے ہیں۔ دروازے کے ساتھ ہی کچھ بٹن لگے تھے۔ گارشا نے چھ سات مرتبہ مختلف کمبینیشن بناتے ہوئے بٹن دبائے۔ ایک کمبینیشن پر دروازہ کلک کی سی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ گارشا پستول تانے راکٹ میں داخل ہو گئی۔ وہ سیدھی کاک پٹ کی طرف گئی۔ کاک پٹ خالی تھی۔ جہاز خالی

تھا۔ وہاں کوئی خلائی مخلوق نہیں تھی۔ گلر شا نے باقی ساتھیوں کو بھی بلالیا۔ سلطانہ، عمران، اور شیبا حیرت بھری نگاہوں سے راکٹ کے اندر لگے ہوئے الیکٹرانک نظام کو دیکھنے لگے۔ گلر شا نے کاک پٹ کا وائرلیس چیک کیا۔ وائرلیس مردہ تھا۔ گلر شا نے سٹ پٹا کر کہا۔

"اسے مردہ نہیں ہونا چاہیے۔ راکٹ کا بیٹری الیکٹرانک نظام بالکل درست ہے۔ پھر وائرلیس کیوں کام نہیں کر رہا ہے؟" عمران نے پوچھا۔ گلر شا وائرلیس کو چلانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"جھونپڑی میں جو خلائی آدمی تھا وہ بھی اپنے وائرلیس پر جھکا ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس سیارے پر آکر فضائی نظام میں کسی مداخلت کی وجہ سے ان کا وائرلیس نظام خراب ہو گیا ہے۔"

شیبا کہنے لگی، "کیا وائرلیس کے بغیر ہم یہ جہاز اڑا کر یہیں لے جاسکتے۔"

گلر شا نے کہا۔ "راکٹ تو ہم اڑا لیں گے مگر خلا میں پہنچ کر اگر یہ نظام درست نہ ہوا تو ہم کسی دوسرے سیارے سے رابطہ پیدا نہیں کر سکیں گے۔"

عمران بولا۔ "گلر شا ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے خلا میں پہنچنے کے بعد وائرلیس کا نظام اپنے آپ ٹھیک ہو جائے۔"

"ایسا ہو سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا ہے۔" گلر شا نے کچھ امید اور کچھ ناامیدی سے کہا۔ وہ کاک پٹ میں جمع تھے۔ گلر شا کاک پٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور پینل کے آلات کا معائنہ کر رہی تھی۔ کہنے لگی۔ "یہ خلائی راکٹ زیادہ ترقی یافتہ نہیں ہے۔ یہ خلائی مخلوق کسی ایسے سیارے سے آئی ہے جہاں سائنس ابھی ابتدائی مرحلے ہی میں ہے۔" سلطانہ نے کہا۔ "گلر شا بہن! تم راکٹ کو اسٹارٹ کر کے تو دیکھو۔"

گلر شا بولی، "میں اس وقت سے یہی کوشش کر رہی ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مشینری میں بھی نقص پیدا ہو گیا ہے۔"

اس بات کو سنتے ہی شیبا، سلطانہ اور عمران کے چہرے اتر گئے۔ شیبا نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہمارا بھی وہی انجام ہونے والا ہے جو دو خلائی آدمیوں کا ہوا یعنی ہم بھی پتھر بنا دیے جائیں گے۔"

سلطانہ نے گلرشا سے سوال کیا۔ "تمھارے خیال میں یہ خلائی آدمی کیسے مر گئے؟ میرا مطلب ہے انھیں اپنی جگہ کس نے پتھر بنا دیا۔"

گلرشا پینل کے ایک سرکٹ کے تار کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "ہو سکتا ہے ایٹمی تابکاری کی کوئی ایسی لہر فضا میں سے گزری ہو جس نے ان دونوں خلا بازوں کو پتھر بنا کر ہلاک کر ڈالا ہو۔"

عمران نے کہا۔ "اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان دونوں خلابازوں کے دل کی حرکت بند ہو گئی ہو میرا مطلب ہے انہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا ہو۔"

گلرشا نے ذرا مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہارٹ اٹیک صرف تمھارے زمینی سیارے پر ہی ہوتا ہے۔ خلا کے دوسرے سیاروں میں ابھی یہ وبا نہیں پھیلی۔"

شیبا نے کسی قدر پریشانی کے ساتھ کہا۔

"گلرشا بہن! کیا راکٹ دوبارہ اسٹارٹ ہو جائے گا۔" "میں اسی کوشش میں لگی ہوں۔" گلرشا نے آہستہ سے جواب دیا۔ اس دوران راکٹ کے باہر سیارے کی فضا پر رات کے سائے بڑھے آ رہے تھے۔ آسمان پر ایک بار پھر گہرے بادل چھا گئے تھے اور ہلکی سی بجلی بھی چمکنے لگی تھی۔ بجلی کی یہ چمک راکٹ کے موٹے شیشوں میں سے صاف نظر آ جاتی تھی۔ گلرشا نے تار کو جوڑنے کے بعد ایک بار پھر انجن اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ انجن بالکل مردہ پڑا تھا۔ اس میں سے کوئی آواز نہ نکلی۔ سب کے چہرے لٹک گئے۔ گلرشا کاک پٹ سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"راکٹ کا باقی سارا نظام بالکل درست حالت میں ہے۔ اس کا پریشر سسٹم، سیارے

کی کشش ثقل کو توڑنے والا نظام اور ایئر کنڈیشنر ٹھیک صحیح حالت میں ہیں۔ صرف انجن کے اسٹارٹ باکس کو پاور سپلائی نہیں ہو رہی ہے لیکن یہ کوئی ایسی پریشانی کی بات نہیں میں اسے درست کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ تم لوگ آرام کرو میں کام کرتی رہوں گی۔"

شیبا اور عمران نے راکٹ کے شیشے میں سے باہر نگاہ ڈالی۔ باہر بجلی چمک رہی تھی۔ اب بادل بھی گرجنے لگے تھے پھر موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ شیبا نے کہا۔

"عمران! کچھ معلوم نہیں کہ ہمارے ڈیڈی اور ممی ہمارے بارے میں کتنے پریشان ہوں گے۔ وہ تو ہماری زندگی کی آس بھی توڑ بیٹھے ہوں گے۔"

عمران بولا۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہم ابھی اللہ کے فضل و کرم سے زندہ ہیں اور انشاء اللہ بہت جلد واپس اپنی زمین پر پہنچ جائیں گے۔"

شیبا نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ہونان سیارے کی مخلوق اپنے تخریبی منصوبے پر برابر عمل کر رہی ہوگی۔ ہم اپنی زمین پر ہوتے تو ان کے ناپاک منصوبے کا کوئی توڑ تلاش کر سکتے تھے۔"

عمران نے کہا۔ "پروفیسر زیدی وہاں موجود ہیں اور انھیں خلائی مخلوق کے قبرستان والے خفیہ ٹھکانے کا بھی علم ہے وہ ضرور مزاحمت کر رہے ہوں گے۔"

"عمران نے سلطانہ کی طرف دیکھا۔ وہ کاک پٹ کے پہلو میں ایک برتھ پر لیٹی سونے کی کوشش کر رہی تھی، عمران نے شیبا سے کہا۔ شیبا بہن تم بھی تھوڑی دیر آرام کرلو میں جاگ رہا ہوں۔ شیبا کھڑکی سے ہٹ کر دوسری برتھ پر جاکر لیٹ گئی۔ عمران وہیں بیٹھ کر گہری سوچ میں ڈوب گیا کہ وہ اپنی زمین سے نہ جانے کتنے نوری سال کے فاصلے پر اس گمنام اجنبی سیارے میں قید ہو کر رہ گئے ہیں۔ مگر شاید ابر راکٹ کے انجن کو درست کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا اور کہا۔

"عمران! تم بھی آرام کرو میرا خیال ہے اس سیارے پر رات بارہ گھنٹے کی ہوتی ہے۔

میں نے حساب لگالیا ہے اور ابھی رات شروع ہی ہوئی ہے۔ "

" عمران نے کوئی جواب نہ دیا اور وہیں لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں کھو چکا تھا۔ راکٹ کے باہر بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے اور بارش کی دھیمی دھیمی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ گلر شا ان سب باتوں سے بے نیاز پوری توجہ سے راکٹ کے انجن کو ٹھیک کرنے میں لگی تھی۔ رات کا پہلا حصہ گزر گیا۔ شیبا، سلطانہ اور عمران گہری نیند سو رہے تھے۔ عمران کے تو ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز بھی آ رہی تھی۔ گلر شا نے پاور سرکٹ کا بٹن دبایا انجن نے اب بھی کام کرنے سے انکار کر دیا۔ انجن نے تو جیسے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ اسٹارٹ نہیں ہو گا۔ گلر شا اگرچہ ایک خلائی لڑکی تھی مگر نیند کی اسے بھی ضرورت تھی۔ وہ سخت تھک گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ مجھے بھی تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہیے اس کے بعد تازہ دم ہو کر دوبارہ کام شروع کر دوں گی ویسے اسے یقین تھا کہ وہ راکٹ انجن کو اسٹارٹ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ کاک پٹ کی سیٹ کافی آرام دہ تھی اور وہ پیچھے کی طرف جھک جاتی تھی۔ گلر شا نے سیٹ کو تھوڑا سا پیچھے کی طرف جھکایا اور اپنا سر پیچھے لگا کر آنکھیں بند کر لیں بجلی چمکتی تو راکٹ کے شیشوں میں سے اس کی چمک سے کاک پٹ کی فضا روشن ہو جاتی۔ بادلوں کی گرج اور موسلا دھار بارش کی دھیمی آواز بھی اسے سنائی دے رہی تھی۔

گلر شا کا خلائی ذہن اس فارمولے کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کے مطابق اس راکٹ کی مشینری کو بنایا گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اس کے نظام میں کیا خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ اسے وائرلیس کا خیال آیا۔ کیوں نہ وائرلیس کو ایک بار پھر چلانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر گلر شا سیٹ پر سیدھی ہو گئی۔ اس نے وائرلیس کا ریسیور اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کا بٹن دبا دیا۔ کوئی آواز کوئی شور وغیرہ سنائی نہ دیا گلر شا حیران ہو رہی تھی کہ آخر وائرلیس میں ایسا کونسا نقص پڑ گیا ہے۔ یہ وائرلیس بھی کم ترقی یافتہ خلائی مخلوق کا تھا مگر اس کے باوجود اسے اس طرح بالکل ہی مُردہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وائرلیس پر چاہے دوسری

طرف رابطہ قائم نہ بھی ہو تب بھی اس میں خلا میں گردش کرنے والی الٹراسونک اور الٹرا وائلٹ لہروں کا شور ضرور سنائی دیتا ہے لیکن یہ وائرلیس تو جیسے کسی نے پتھر کر دیا ہے بالکل ان دونوں خلابازوں کی طرح جن کی پتھریلی لاشیں جھونپڑی اور جھونپڑی کے باہر پڑی تھیں۔

گلرشا نے ریسیور رکھ دیا اور انجن کے سرکٹ میں لگی رہی اور چاندی کے تاروں کو غور سے دیکھنے لگی۔ اس وقت اسے ایک عجیب سی پراسرار آواز سنائی دی۔ گلرشا کو پہلا خیال یہ آیا کہ ہو سکتا ہے یہ آواز انجن میں سے نکلی ہو مگر انجن بند تھا اور بند انجن سے کسی قسم کی آواز نہیں نکل سکتی یہ ایک سسکار کی آواز تھی جو بادلوں کی گرج کے باوجود گلرشا کو صاف سنائی دی تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر دائیں بائیں دیکھا راکٹ کا وہ چھوٹا سا کمرہ خاموش تھا۔ شیبا سلطانہ اور عمران گہری نیند سو رہے تھے پھر یہ آواز کہاں سے آئی تھی؟ گلرشا نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اس کے کان تھکاوٹ کی وجہ سے بجنے لگے ہوں۔ اس نے کام چھوڑ دیا اور سیٹ پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

گلرشا واقعی تھک گئی تھی اس کا سر جیسے گھوم رہا تھا۔ اس نے فوراً جیب سے ایک نیلی گولی نکال کر منہ میں ڈالی اور اسے نگل گئی۔ اس گولی نے جادو کا اثر کیا اب اس کا سر بالکل نہیں گھوم رہا تھا۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اچانک اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ وہی سسکار کی آواز اسے ایک بار پھر سنائی دی تھی۔ اس بار سسکار کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ یہ آواز خلائی جہاز کے باہر سے آ رہی تھی اسی لیے وہ بلند اور پرشور نہیں تھی۔ گلرشا نے گردن گھما کر دائیں جانب دیکھا کیوں کہ یہ آواز دائیں جانب ہی سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد آ رہی تھی۔ راکٹ کے اندر روشنی تھی مگر باہر اندھیرا تھا۔ جونہی بجلی ایک بار چمکی تو گلرشا کو باہر کی جانب خلائی جہاز کی کھڑکی کے شیشے سے ایک خوفناک سی شے چمٹی نظر آئی۔ اس نے فوراً کمر کی بیلٹ سے لگا ہوا خلائی پستول نکال لیا اور آہستہ سے کاک پٹ کی سیٹ چھوڑ دی۔

سلطانہ، شیبا اور عمران گہری نیند سو رہے تھے۔ خلائی جہاز کی کھڑکی کا گول شیشہ اس قسم تھا کہ باہر اندھیرا ہونے کی وجہ سے زیادہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بجلی ایک بار پھر چمکی مگر اب شیشے کے ساتھ کوئی شے چمٹی ہوئی نہیں تھی۔ گلرشا نے سوچا کہیں یہ اس کی نظر کا دھوکا تو نہیں تھا مگر عنقریب سسکار کی غضب ناک آواز اس نے خود اپنے کانوں سے سنی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس آ گئی۔ بجلی چمکی تو گلرشا نے شیشے کے باہر نظر دوڑائی بجلی پل بھر کے لیے چمک کر بجھ گئی اور گلرشا کو سوائے موسلا دھار بارش کی لڑیوں کے اور کچھ نظر نہ آیا مگر اس نے اپنی آنکھوں سے ایک عفریت کو دیکھا تھا جس کی دو آنکھیں فٹ بال کے گیندوں کی طرح باہر کو نکلی ہوئی تھیں اور تیندوے کی طرح کے دو بازو کھڑکی کے شیشے سے لپٹے ہوئے تھے۔ وہ شیشے کے ساتھ آنکھیں لگائے باہر دیکھ رہی تھی۔ بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ ایک بار بجلی چمکی تو ہاتھی کی سونڈ سے چار گنا بڑا ایک بازو تیزی سے شیشے کے ساتھ آکر ٹکرایا۔ یہ ضرب اتنی شدید تھی کہ سارا خلائی جہاز ہل گیا۔ عمران شیبا اور سلطانہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے "زلزلہ زلزلہ" شیبا گھبراہٹ میں پکار اٹھی۔ عمران اور سلطانہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے گلرشا کی طرف دیکھنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی خلائی عفریت کا سونڈ نما بازو ایک بار پھر زور سے شیشے سے ٹکرایا اور خلائی جہاز میں زلزلہ آ گیا۔ شیبا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ عمران چلایا "گلرشا جہاز چھوڑ دو عفریت کی ڈکار نما آواز گونج اٹھی۔ (جاری ہے)

[illegible]

پیام تعلیم کا زر سالانہ بھجواتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا دھیان رکھیں:

(۱) اپنی بات رومن انگلش میں لکھیں (۲) اگر پرانے خریدار ہیں تو اپنا خریداری نمبر کا حوالہ دیں (۳) نئے خریدار اپنے منی آرڈر کوپن میں New لکھیں۔ چونکہ منی آرڈر سیٹیلائٹ کے ذریعہ آتا ہے اس لیے اردو اور ہندی کی تحریریں اس میں نہیں آتی ہیں۔

بچوں کی کوشش

جڑواں بھائی

ایک گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ وہ اپنی بیوی کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت مارتا تھا۔ اس کسان کے یہاں ایک گائے اور اس کا بچھڑا تھا۔ ایک دن بچھڑا گائے کا سارا دودھ پی گیا اس پر کسان کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے اپنی بیوی کو لاتیں ماریں۔ بیچاری روتی ہوئی گھر سے بھاگ گئی۔ اسے یہ نہ معلوم تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے۔ وہ کسی ایسی جگہ بھاگ جانا چاہتی تھی جہاں اس کا شوہر اسے پھر نہ پا سکے۔

چلتے چلتے وہ جنگل میں پہنچ گئی۔ پہلے تو وہ بہت ڈری، پھر اس نے سوچا جب میرا کوئی دنیا میں ہے ہی نہیں تو جی کر کیا کرنا۔ اگر کوئی جانور مجھے کھانا چاہے تو کھالے۔ مگر اسے کوئی جانور جنگل میں نہ ملا اور وہ رات کو ایک پیڑ کے نیچے سو گئی۔ دوسرے دن اس نے جنگل میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنائی اور اس میں رہنے لگی۔ اب وہ جنگل میں لکڑیاں بٹورتی اور انھیں آس پاس کے گاؤں میں بیچتی، اس طرح اس کے دن گزرنے لگے۔

کچھ دنوں بعد اس عورت کو جڑواں لڑکے پیدا ہوئے۔ بچوں کو پالنے پوسنے میں وہ مشکل سے لکڑیاں بٹور پاتی۔ اب وہ رات میں بھی کام کرتی تھی۔ ایک دن وہ دونوں بچوں کو لیے سو رہی تھی۔ اس نے ہوا کے لیے دروازہ کھلا رکھا تھا۔ اچانک بچے کی رونے کی آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک بڑا بھالو اس کے ایک بچے کو اٹھا کر لے جارہا ہے۔ وہ عورت اس کے پیچھے پیچھے دوڑی مگر بھالو جانے جنگل میں کہاں گھس گیا۔ بیچاری چھاتی پیٹ کر رونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اسے دوسرے بچے کی یاد آئی۔ وہ بھاگتی ہوئی جھونپڑی میں آئی مگر اس کا دوسرا بچہ بھی جھونپڑی میں نہ دکھائی دیا۔ وہ دُکھ کی مارے دوسرے دن ہی مر گئی۔

ادھر بھالو نے اس بچے کو اپنے بچوں کے پاس چھوڑ دیا۔ اس بچے کو ہنستے کھیلتے دیکھ کر بھالو کے بچوں کو اس پر ترس آگیا اور وہ لڑکا

☆ باپ اور بیٹا ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ بیٹا اٹھ کر غسل خانے میں گیا، لیکن جب باہر نکلا تو اس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ باپ نے بہت زور لگایا، مگر کمر سیدھی نہیں ہوئی۔ ایک مسافر نے کہا: "آپ کہیں تو میں اس کو سیدھا کر دوں"۔ باپ راضی ہو گیا۔ وہ شخص لڑکے کو ایک کونے میں لے گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ دونوں واپس آئے تو لڑکا بالکل ٹھیک تھا۔ باپ نے پوچھا: "بھائی! یہ تو بتا دیجیے آپ نے اسے سیدھا کیسے کیا"؟ اس شخص نے جواب دیا "بٹن کھول کر" باپ نے حیرت سے پوچھا "کیا مطلب"؟ اس شخص نے بتایا: "برخوردار نے کوٹ کا بٹن پتلون میں لگا لیا تھا"۔

☆ ایک ماہر فلکیات رات کے وقت اپنی رصدگاہ میں دوربین کی مدد سے تاروں کو دیکھ رہا تھا۔ اس دوران رصدگاہ کے نئے چوکیدار نے آسمان پر ایک تارہ ٹوٹتے ہوئے دیکھا تو سائنس داں کی طرف دیکھ کر بولا:
جناب! کیا خوب نشانہ ہے"۔

بھالو کے بچوں کے ساتھ رہنے لگا۔ انھیں کے ساتھ کھیلتا۔ انھیں کے ساتھ کھاتا۔ دھیرے دھیرے وہ انھیں کے جیسا چلنے لگا۔ اس کی ساری عادتیں جانوروں کی سی ہو گئیں اور وہ انھیں کی طرح بولتا بھی تھا۔

اب دوسرے لڑکے کا حال سنیے۔ جب اس کی ماں اس کے بھائی کی کھوج میں گئی تھی تب ایک راجا شکار کھیلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور اس جھونپڑی کے قریب پہنچا۔ اس نے آواز لگائی کہ کوئی اندر ہے، مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو، جب اسے اندر سے بچے کی رونے کی آواز آئی تو وہ اندر گھس گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بچہ رو رہا ہے۔ وہ سمجھا کہ اس کی ماں کو کوئی جانور اٹھا لے گیا۔ اس راجا کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ وہ اس لڑکے کو گود میں اٹھا کر گھر چلا گیا۔ بیس سال گزر گئے۔ راجا کا انتقال ہو گیا۔ کسان کا لاتھ بچہ راجا بن گیا۔ وہ بہت بہادر تھا۔ ایک دن نئے راجا صاحب شکار کھیلنے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک عجیب جانور ایک بڑے ہرن کو اپنے کندھے پر اٹھا کر بھاگا جا رہا ہے۔ اس کی شکل آدمی کی سی تھی۔ سر کے بال داڑھی کے بال مونچھوں کے بال اتنے بڑھ گئے تھے کہ اس کا منھ بالوں سے ڈھک گیا تھا۔ اسے دیکھ کر راجا نے فوراً گھوڑا روک لیا اور اسے زندہ پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ جانور ہرن کو زمین پر رکھ کر راجا کی طرف دوڑا۔ راجا نے تلوار نکالی اور دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔ آخر وہ جانور زخمی ہو گیا اور راجا اسے گھوڑے پر رکھ کر اپنے گھر لے گیا۔ کچھ دنوں تک اسے پنجرے میں رکھا گیا دھیرے دھیرے اس کی عادتیں بدلنے لگیں اب وہ آدمی کی طرح بولنے لگا۔ سر کے بال کاٹ دیے گئے اور اسے کپڑے پہنائے گئے۔ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی کہ اس جنگلی آدمی کی شکل راجا سے ملتی تھی مگر یہ کس کو معلوم تھا کہ وہ راجا صاحب کا جڑواں بھائی تھا۔

اختر بانو، اسٹاپرو مجلس اسلام پورہ، ایوت محل

عظمتِ کردار

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا۔ وہ دن بھر تو اپنی جھونپڑی کے دروازے پر سکون سے جوتے کی مرمت کرتا رہتا مگر شام کو شراب پی کر خوب اودھم مچاتا اور زور زور سے گانے گاتا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنے مکان کے کسی گوشہ میں رات بھر دنیا و مافیہا سے بے خبر عبادت میں مصروف رہتے۔ پڑوسی کا اتنے زور زور سے شور کرنا ان کے کانوں تک پہنچتا مگر ان کی

چوری پر کبھی بل نہیں آتا۔ اتفاق سے ایک رات انھیں پڑوسی کا شور سنائی نہیں دیا۔ امام اعظمؒ بے چین ہو گئے اور شدت سے صبح کا انتظار کرنے لگے۔ صبح ہوتے ہی انھوں نے دوسرے پڑوسیوں سے موچی کے متعلق پوچھ گچھ کی، تو معلوم ہوا کہ رات محلے میں پولیس آئی تھی وہ موچی کو گرفتار کر کے لے گئی کیونکہ وہ رات بھر غل مچاتا تھا اور دوسروں کی نیند حرام کرتا تھا۔ خلیفہ منصور کی حکومت تھی۔ امام صاحب نے کبھی اس کی دہلیز پر قدم نہ رکھا تھا مگر اس روز آپ پڑوسی کو چھڑانے کے لیے پہلی مرتبہ خلیفہ کے دربار میں پہنچے۔ خلیفہ کو ان کے آنے کا مقصد معلوم ہوا تو اس نے کچھ دیر غور فکر کیا پھر کہا حضرت! یہ انتہائی مسرت کا موقع ہے کہ آپ دربار میں تشریف لائے۔ آپ کے احترام میں ہم آج صرف آپ کے پڑوسی کی بلکہ تمام قیدیوں کی رہائی کا حکم دیتے ہیں۔ اس واقعہ کا امام صاحب کے پڑوسی پر گہرا اثر پڑا۔ پھر اس نے شراب ترک کر دی اور محلے والوں کو پھر کبھی پریشان نہیں کیا۔

محمد سعد متعلم ادارہ محمودیہ قصبہ محمری کھیری

چار دوست

ایک وکیل، سپاہی، لیڈر اور ڈاکو آپس میں بہت گہرے دوست تھے۔ ایک دن وہ آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ انھیں یاد آیا کہ ان کے بیٹے جوان ہو چکے ہیں۔ وکیل نے کہا میں اپنے بیٹے کو وکیل ہی بناؤں گا کیونکہ اس میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بتا کر روپیا کماتا ہے۔

سپاہی نے کہا: نہیں نہیں، پولس کے ڈنڈے میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانے کی زیادہ طاقت ہوتی ہے اس لیے میں اپنے بیٹے کو پولس آفیسر بناؤں گا۔

لیڈر نے کہا۔ نہیں بھائی نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ جھوٹ پر سچ کی آخری مہر لیڈر ہی لگاتا ہے۔ اس لیے میں اپنے بیٹے کو لیڈر ہی بناؤں گا۔

ڈاکو جو ان لوگوں کی گفتگو بہت دیر سے سن رہا تھا کہنے لگا اگر آپ تینوں اپنے فیصلہ پر قائم رہے تو میں اپنے بیٹے کو انسان ہی بناؤں گا تاکہ دنیا کچھ دن اور چل سکے۔

فیض الاسلام، دوگھرا، این، سی، ایس جالہ، دربھنگہ

علم و حکمت

صدیوں پہلے کی بات ہے کہ "بغداد"

☆ گلی میں شفقت صاحب کی ملاقات ہارون صاحب سے ہوئی تو شفقت صاحب بولے:

"دیکھیے! میں کئی بار آپ سے شکایت کر چکا ہوں کہ آپ کا بیٹا میری نقل اتارتا ہے۔ جس طرح میں کرتا ہوں اسی طرح وہ کرتا ہے۔ اسے سمجھاتے کیوں نہیں"۔

"آپ نہیں کریں گے شفقت صاحب!" ہارون صاحب نرمی سے بولے: "میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ بے وقوفوں جیسی حرکتیں نہ کیا کرو۔"

☆ آئرلینڈ کے مشہور سیاست داں ڈی ویرا اپنی سیاسی تقریروں کی وجہ سے اکثر جیل جاتے رہتے۔ مگر واپس آکر وہ پھر تقریروں میں لگ جاتے۔ ایک بار ڈی ویرا ایک ہال میں تقریر کر رہے تھے کہ اچانک پولیس والے آگئے اور ان کو گرفتار کر لیا۔ ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔ وہ ایک سال قید گزار کر آئے اور اسی ہال میں جہاں ایک سال پہلے تقریر کر رہے تھے۔ کہنے لگے۔ "معزز حضرات! جیسا کہ میں اس دن کہہ رہا تھا "

میں مامون رشید نامی ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ بہت ہی قابل اور علم و حکمت کا قدرداں بادشاہ تھا۔ اس کی ذہانت اور بڑائی کے سبھی قائل تھے۔ اس کی آرزو تھی کہ اس کے ملک میں بسنے والے تمام لوگ خوب پڑھے لکھے ہوں، چنانچہ اس نے اپنے ملک میں دنیا کے تمام علوم کو عام کرنے کے لیے ایک ترکیب سوچی اور بیت الحکمت کے نام سے ۱۴۲۹ء میں ایک ادارہ قائم کیا۔ اس ادارہ کا مقصد تھا کہ دنیا کی اہم زبانوں کی اچھی اچھی کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں کیے جائیں تاکہ بغداد کے لوگ بھی دوسری زبانوں کی اہم کتابیں پڑھ سکیں۔ اس کام کے لیے بادشاہ مامون رشید نے وہاں کے بڑے بڑے عالموں کی خدمات حاصل کیں، پھر دنیا کے گوشے گوشے میں اچھی اچھی کتابوں کی تلاش و جستجو شروع ہوئی، ان کے ترجمے ہوئے۔ مشہور و معروف مفکروں ارسطو، بطلیوس، جالینوس، افلاطون، ارشمیدش، اقلیدس وغیرہ کی کتابیں عربی زبان میں منتقل کی گئیں۔ اس محنت و مشقت کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ ہی دنوں میں بیت الحکمت میں عربی، فارسی، سنسکرت، یونانی اور قبطی وغیرہ زبانوں کے علموں کا بیش بہا عظیم ذخیرہ اکٹھا ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ مامون رشید ایک کتاب کے ترجمہ کے بدلے میں اسی کے کتاب کے وزن کے برابر سونا ترجمہ کرنے والے کو دیتا تھا جس سے عالموں کی بڑی حوصلہ افزائی ہوتی۔ انھیں معاش کی فکر سے نجات مل جاتی اور وہ لوگ خوب محنت اور جانفشانی سے اپنا کام انجام دیتے۔ پھر بغداد اور اس کے اطراف کے شہروں میں ہر گھر میں کتب خانے قائم ہو گئے۔ لوگوں نے خوب علم حاصل کیا۔

کہتے ہیں عوام کے اوپر بادشاہ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر بادشاہ کو علم کا شوق ہو تو یہی شوق عوام میں بھی پیدا ہوگا۔ کسی بادشاہ کو خوبصورت اور عالی شان مکانات بنوانے کا شوق ہوگا تو اس کے عوام بھی اچھے اچھے مکان تعمیر کریں گے۔ غرض کہ بادشاہ جیسا بھی ہوگا بُرا 'بھلا' بدکار' شریف النفس بالکل وہی بات عوام میں بھی ہوگی۔ چونکہ خلیفہ مامون ریشد بہت زیادہ پڑھا لکھا تھا، اس کے دل میں علم کو پھیلانے کا شوق تھا اس لیے جب تک اس نے حکومت کی بغداد علم و ہنر

کے بارے میں دنیا بھر میں مشہور تھا۔ اس علمی خدمت کی بدولت بغداد میں بڑے بڑے مسلمان سائنس داں اور مفکر پیدا ہوئے جن کے نام آج بھی روشن ہیں۔

نعیم احمد اعظمی، قاسمی میڈیکل ہال، اعظم گڑھ

لکڑہارا اور دریا کا تحفہ

ایک جنگل میں دریا کے کنارے ایک جھونپڑی تھی جس میں ایک بوڑھا لکڑہارا اور اس کی بیوی رہتے تھے، مگر ان کے کوئی بچہ نہ تھا۔ ایک دن لکڑہارا جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا اس وقت لکڑہارے کی بیوی کپڑے لے کر دریا پر گئی۔ جب وہ کپڑے دھونے دریا کے کنارے بیٹھی تو اسے ہنسی کی آواز سنائی دی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ پھر اس نے دریا کی طرف نظر دوڑائی تو اسے دریا میں سے ہنسی کی آواز آتی معلوم ہوئی یعنی اسے ایسا لگا کہ دریا کا پانی خوشی سے اچھل رہا ہے اور زور زور سے ہنس رہا ہے۔ لکڑہارن حیران دیکھتی رہی۔ اتنے میں سامنے کی چٹان کے پیچھے کوئی چیز دکھائی دی۔ وہ دوڑ کر گئی۔ اس نے دیکھا ایک بہت بڑا سرخ اور چمکدار سیب اس کی طرف بہتا ہوا آرہا ہے۔ وہ کنارے پر جھکی اور جیسے ہی پانی سے سیب اس کی طرف آیا۔ بڑھیا نے لپک کر اسے اٹھا لیا۔ لکڑہارن خوشی سے کھل اٹھی۔ اتنا خوب صورت سیب اس سے پہلے اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ سیب کافی وزن دار تھا۔ اس نے

☆ پہلا دوست دوسرے سے: "میں نے ایک مشروب تیار کیا ہے تم آزمانا پسند کروگے"؟
دوسرا دوست: "کیسا ہے یہ مشروب"؟
پہلا دوست: "اسے پیتے ہی آدمی بالکل سچی بات کہتا ہے"۔
دوسرا دوست بولا: "خوب میں چکھ کر دیکھتا ہوں"۔
"اوخ، یہ تو تیل ہے"۔
پہلا بولا: "تم نے سچ کہا' واقعی یہ تیل ہے"۔

جلدی جلدی کپڑے دھوئے اور سیب کو لے کر گھر آگئی۔ جب لکڑہارا گھر واپس آیا تو لکڑہارن نے اسے دریا کا خوبصورت تحفہ دکھلایا اور کہا آج ہم کھانا کھانے کے بعد سیب کھائیں گے۔ لکڑہارا سیب کو چھری سے کاٹ ہی رہا تھا کہ اس میں سے ہنسی کی آواز آنے لگی۔ جیسے ہی سیب کے دو حصے ہوئے دونوں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچہ اندر بیٹھا ہوا ہے اور زور زور سے ہنس رہا ہے۔ بچے نے اپنے دونوں ہاتھ لکڑہارے کی طرف پھیلادے۔ بچہ خوب گورا گورا اور بہت خوب صورت تھا اس کے سر کے بال سنہرے اور گال انار کی طرح سرخ تھے۔ ایسا پیارا بچہ دیکھ کر لکڑہارا اور اس کی بیوی بہت خوش ہوئے۔ وہ سمجھے کہ دریا نے ان کو تحفہ دیا ہے۔ لکڑہارن نے دوڑ کر بچے کو گود میں اٹھا لیا۔ دونوں نے باری باری اس کو پیار کیا اور اپنا بچہ سمجھ کر اس کی پرورش کرنے لگے۔ انھوں نے

☆ استانی نے بچوں سے کہا کہ وہ گاڑی پر سو لفظوں کا مضمون لکھ کر لائیں۔
ایک بچے نے لکھا 'میرے ابو نے نئی کار خریدی ہے جو چلنے کا نام ہی نہیں لیتی"۔
استانی نے کہا کہ یہ تو صرف دس الفاظ کا مضمون ہے۔
بچہ معصومیت سے بولا: "باقی نوے الفاظ ابو نے گاڑی کی شان میں کہے جو میں نہیں لکھ سکتا"۔

اس کا نام سیبو میاں رکھا۔

بچہ بہت ذہین اور سمجھدار تھا۔ وہ ماں باپ کا بڑا ادب کرتا۔ ان کی ہر بات مانتا اور انھیں کبھی ناراض نہ کرتا۔ جب وہ بڑا ہوا تو ایک دن اس نے ماں سے پوچھا "ماں ہم لوگ اس جنگل میں اکیلے کیوں رہتے ہیں۔ ماں نے کہا بیٹے سیبو (وہ اسے پیار سے سیبو کہتی تھی) پہلے ہم شہر میں رہتے تھے۔ شہر سے قریب ہی ایک جزیرہ ہے اس جزیرے میں ایک بہت ظالم دیو رہتا ہے وہ ہمیشہ لوگوں کو ستاتا رہتا ہے۔ اور شہر میں آکر لوٹ مار کر کے چلا جاتا ہے۔ ہمارا بھی گھر بار سب اسی نے لوٹ لیا اس لیے ہم اس جنگل میں آکر بس گئے۔ سیبو میاں کو دیو پر بہت غصہ آیا مگر ابھی تو وہ چھوٹا تھا۔ کہنے لگا ماں میں بڑا ہو کر ضرور اس دیو کو سزا دوں گا۔ ماں میں بڑا کب ہوں گا۔ ماں بولی بیٹا تم بہت جلدی بڑے ہو جاؤ گے۔ اس طرح دن گزرتے گئے۔ سیبو میاں کو ان کی ماں اکثر دیو کی کہانیاں سنایا کرتی اور سیبو میاں دیو کو سزا دینے کے بارے میں سوچتے رہتے۔ آخر وہ وقت بھی آگیا جب سیبو میاں ایک خوب صورت مضبوط اور طاقت ور جوان ہو گئے۔ اب وہ باپ کے ساتھ خود بھی لکڑیاں کاٹنے جنگل میں جایا کرتے اور ڈھیر ساری لکڑیاں کاٹ کر لاتے جس سے انھیں خوب پیسے ملتے۔ محنت کا کام کرنے سے سیبو میاں کے ہاتھ اور پاؤں بالکل فولاد کی طرح سخت ہو گئے۔

ایک دن ماں سے بولے، ماں آج میں دیو سے بدلہ لینے جا رہا ہوں۔ میں لوگوں کو اس کے ظلم سے بچاؤں گا اور اس کو خوب سزا دوں گا۔

ماں نے بہت ساری روٹیاں پکائیں اور اس میں خوب گھی لگایا۔ ایک تھیلی میں روٹیاں باندھیں اور سیبو میاں کو لے کر دریا کے کنارے گئی۔

اس نے دریا سے کہا اے ہنستے کھیلتے دریا یہ تمھارا تحفہ ہے۔ اللہ اس کی حفاظت کرے گا۔

سیبو میاں رخصت ہوئے اور ماں سے بولے ماں میری فکر نہ کرنا میں جلدی آؤں گا تم لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ باپ نے چلتے وقت اسے ایک چاقو دیا۔ سیبو میاں نے ایک ڈنڈا لیا اس پر روٹیوں کی تھیلی باندھی۔ ڈنڈے کو کندھے پر رکھا اور سفر پر روانہ ہو گئے، چلتے چلتے وہ جنگل کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ وہاں انھوں نے ایک بہت بڑا خوفناک کتا دیکھا جو سیبو میاں کو دیکھتے ہی زور زور سے بھونکنے لگا، سیبو میاں کتے سے ذرا بھی نہ ڈرے۔ کتا بولا یہ جنگل میری

سلطنت ہے تم یہاں کیوں گھس آئے؟ سیبو میاں بولے میں تمھاری سلطنت لینے نہیں آیا۔ مجھے تو بہت دور دیو کے ملک میں جانا ہے۔ میں یہاں رہ کر کیا کروں گا۔ یہ کہہ کر سیبو میاں نے پوٹلی کھولی۔ روٹی نکالی۔ ایک روٹی کتے کو دی اور ایک آپ کھائی۔ کتے نے ایسی مزے دار روٹی کبھی نہ کھائی تھی۔ روٹی کھاکر وہ بہت خوش ہوا اور بولا چلو میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔

اب سیبو میاں کتے کو ساتھ لے کر آگے بڑھے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ان کا گزر بندروں کے شہر میں ہوا۔ ایک بہت بڑا بندر درخت کی شاخ پر جھول رہا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھتے ہی وہ بڑے زور سے چلایا۔ کون ہو تم، یہ جنگل میرا ہے۔ تم یہاں سے نہیں گزر سکتے! سیبو میاں بولے، بھئی ہم تمھارے ملک پر قبضہ کرنے نہیں آئے، ہمیں تو دیو کے جزیرے میں جانا ہے۔ تم مہربانی کر کے ہمیں یہاں سے گزر جانے دو پھر سیبو میاں نے پوٹلی کھولی اور ایک روٹی نکال کر بندر کو دی بندر مزے لے لے کر روٹی کھانے لگا۔ جب وہ روٹی ختم کر چکا تو بولا اچھا چلو، میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔ اب کتا اور بندر اچھلتا کودتا جا رہا تھا اور سب سے پیچھے سیبو میاں۔ اتنے میں آواز آئی ٹھہرو کون ہو تم لوگ، تمھاری یہ ہمت کیسے ہوئی کہ تم میری سرحد میں داخل ہو گئے۔ سیبو میاں حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

> ☆چار روز کی مسلسل بے ہوشی کے بعد مریض کی آنکھ کھلی تو اپنی جھگڑالو بیوی کو سرہانے بیٹھے دیکھ کر کہا:
> "اللہ کے لیے گھر جاکر آرام کرو، میرے ساتھ تم کیوں پریشان ہو رہی ہو؟"
> بیوی نے جواب دیا: "مجھے پتا تھا کہ آپ یہی کہیں گے' اسی لیے میں چار روز کے لیے اپنے میکے چلی گئی تھی"۔

دیکھا تو اوپر درخت پر ایک کبوتر بیٹھا تھا۔ سیبو میاں بولے بھئی کبوتر ہم تمھاری ریاست میں رہنے نہیں آئے ہیں۔ ہمیں یہاں سے گزر جانے دو۔ ہم تینوں دیو کے جزیرے میں جانا چاہتے ہیں۔ پھر انھوں نے پوٹلی کھولی اور سب کو ایک ایک روٹی دی۔ کبوتر بھی روٹی کھاکر بہت خوش ہوا اور بولا اچھا چلو میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔ سیبو میاں اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے۔ آخر کار یہ لوگ سمندر تک پہنچ گئے سامنے جزیرہ دکھائی دے رہا تھا۔ سمندر میں ایک کشتی دکھائی دی جو کنارے کی طرف آرہی تھی۔ جیسے ہی کشتی قریب آئی سیبو میاں کشتی چلانے لگا۔ کتے اور بندر نے بادبان کو تھام لیا کبوتر کشتی کے ساتھ ساتھ ان کے سروں پر اڑتا چلنے لگا۔ اس طرح یہ کشتی جزیرے تک پہنچ گئی۔

بندر اور کتا کشتی سے کود کر چٹان پر چڑھ

☆ ایک چیونٹی کہیں بھاگی بھاگی جارہی تھی۔ راستے میں ایک چوہا ملا۔ اس نے پوچھا کہ بی چیونٹی! کہاں جارہی ہو؟
چیونٹی نے جواب دیا: "بھائی چوہے! شکاری بندوق لیے میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں"۔

گئے۔ وہاں سے بڑے بڑے پتھر جمع کر کے ان دونوں نے دیو کے قلعہ پر برسانا شروع کر دیے۔ پتھر قلعہ کی دیوار سے ٹکرائے تو بڑی زور کی آواز پیدا ہوئی۔ شور سن کر دیو نے کھڑکی کھولی کہ معلوم کرے یہ شور کیسا ہے۔ جیسے ہی دیو نے اپنی گردن باہر نکالی کبوتر نے اس پر جھکا اور چونچ مار کر دیو کی آنکھیں زخمی کر دیں۔ دیو نے بڑی خوفناک چیخ ماری اس کی چیخ سن کر بے شمار دیو قلعے سے باہر نکل پڑے مگر بندر اور کتے نے پتھروں کی ایسی زوردار بارش کی کہ جو سامنے آتا پتھر کھا کر گر پڑتا اور پھر اٹھ نہ سکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام دیو مارے گئے۔ سردار کی آنکھیں زخمی تھیں۔ وہ ڈرتے ڈرتے کھڑکی کے پاس آیا اور بولا تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ میں اپنی آنکھیں اوپر نہیں اٹھا سکتا کہ کہیں کبوتر میری آنکھ نہ نکال لے۔ میں قلعہ سے باہر نہیں آسکتا کہ کتا مجھے سمندر میں ڈبو دے گا اور بندر مجھے پتھر مار کر زخمی کر دے گا۔ بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کروں۔ سبو میاں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تم واپس کشتی میں چلے جاؤ اور وہ تینوں کتا، بندر اور کبوتر کشتی میں چلے گئے۔ سبو میاں نے دیو سے کہا

وہ تمام خزانہ جو تم نے شہر والوں سے لوٹا ہے واپس کر دو، ہم چلے جائیں گے اور تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ دیو نے تمام خزانہ سبو میاں کے حوالے کر دیا۔ سبو میاں تمام خزانہ کشتی میں بھر کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھر واپس آئے اور جن لوگوں سے دیو نے یہ مال چھینا تھا ان کو بلا بلا کر ان کا مال دے دیا۔ پورے شہر میں سبو میاں کا نام مشہور ہو گیا۔ ان کی بہادری اور ایمانداری کا چرچا دور دور تک پھیل گیا۔ اس کے بعد کبھی کسی دیو نے اس شہر پر حملہ نہیں کیا اور نہ کسی کا مال لوٹا۔ لوگ آرام سے رہنے لگے۔ سبو میاں نے اپنے ماں باپ کے ساتھ اس دریا کے کنارے رہنا پسند کیا۔ اب یہ لوگ غریب نہیں تھے بلکہ اب ان کے پاس کافی روپیہ تھا۔ سبو میاں نے دریا کے کنارے مکان بنوایا۔ ماں اور باپ بوڑھے ہو چکے تھے۔ انھوں نے سبو میاں کی شادی کر دینا چاہی۔ ماں بولی میں چاند سی دلہن لاؤں گی۔ ایک دن دونوں شہر گئے۔ وہاں لکڑہارے کی ملاقات ایک آدمی سے ہوئی جو اس شہر کا امیر آدمی تھا کیونکہ سبو میاں نے اس کا بھی بہت مال دیو سے حاصل کر کے اسے واپس کیا تھا۔ باتوں باتوں میں لکڑہارے نے سبو میاں کی شادی کا ذکر چھیڑ دیا اس امیر آدمی کی ایک ہی لڑکی تھی جو بے حد خوب صورت تھی۔ اس نے لکڑہارے سے کہا میرے دوست گھبراؤ مت۔ لڑکی اپنے

گھر میں ہی ہے۔ تم گھر جا کر شادی کی تیاریاں کرو۔ لکڑہارا اور اس کی بیوی خوشی خوشی گھر واپس آئے چند ہی دنوں بعد سیبو میاں کی خوب دھوم دھام سے شادی ہو گئی اور وہ سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔

محمد ہارون، جامع مسجد پورہ ماٹا، اکولہ

سنہرا مرغا، کالا بندر اور لال امرود

سنہرا مرغا اپنی طرح کا ایک ہی تھا اس لیے بہت سے لوگوں کی نظر اس پر تھی۔ کالا بندر بھی اپنی طرح کا ایک ہی تھا اس لیے بہت سے چڑیا گھر کے لوگ اسے پکڑنے کی کوشش میں تھے۔ لال امرود کے پیڑ پر پورے پورے لال امرود لگتے تھے، اس جیسا بھی کوئی دوسرا پیڑ وہاں نہیں تھا اس لیے پھل والوں سے لے کر اسکول کے بچوں تک کو ان امرودوں کا لالچ تھا لیکن ان تینوں نے مل کر ایک ایسی یوجنا بنائی تھی کہ کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

جب کوئی مرغے کو پکڑنے آتا تو پیڑ اسے بہلانے کے لیے دو تین پکے امرود نیچے ٹپکا دیتا۔ ان امرودوں کی خوشبو ہی ایسی تھی کہ لوگ پہلے امرود چکھنے میں لگ جاتے۔ اس بیچ بندر دو ایک کچے امرود توڑ کر اس طرح اس کے سر کا نشانہ بناتا کہ وہ اپنا ہوش بھول جاتا۔ آخر جب وہ اوپر کی طرف دیکھتا تو بندر مرغے کو پیٹھ پر بٹھا کر منہ چڑھاتا نظر آتا۔ وہ ہار کر وہاں سے چلنے لگتا تو اسے پتا چلتا کی اس کا ٹھیلا بھی غائب ہے۔ ٹھیلا اس کے لوزاروں ساتھ پیڑ کی سب سے اونچی شاخ پر لٹک رہا ہوتا۔ اس طرح تینوں ایک دوسرے کی مدد کرتے اور مزے سے دن گزار رہے تھے۔ لیکن ایک دن خوب موسلادھار بارش ہوئی اور اولے پڑنے لگے۔ جب ان تینوں نے ساتھ مل کر اپنا اپنا بچاؤ کرنے کی یوجنا بنائی تھی تب اس دن کی بات نہیں سوچی تھی۔ پیڑ اپنی جگہ پریشان تھا اولے سے اس کے امرود ٹوٹ رہے تھے۔

بندر کا بھی بُرا حال تھا اوپر سے اولے کی مار اس کی جان لے رہی تھی۔ مرغے کا بھی بُرا حال تھا۔ بارش سے اس کے پنکھ نہیں کھل رہے تھے۔ اسی وقت پیڑ نے جھلا کر کہا یہ دونوں نکھٹو کسی کام کے نہیں۔ میں نے ہر وقت ان کی جان بچائی ہے، پر آج مجھ پر اتنی بڑی مصیبت آئی ہے اور ان دونوں کو اپنی پڑی ہے ایک بار میرا حال تک نہیں پوچھا۔

بندر نے ٹھنڈ سے کانپتے ہوئے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے بھی کیسے ساتھی چن رکھے ہیں۔ آج تک میں ان کی رکھوالی کرتا آیا ہوں پر آج مجھ پر اتنی بڑی مصیبت پڑی ہے تو دونوں چپ چاپ مزے لے رہے ہیں۔

☆ بیٹا: "ابو! میں کب تک اتنا بڑا ہو جاؤں گا کہ امی مجھے بغیر اجازت نکلنے دیں"۔
باپ: "بیٹا! اتنا بڑا تو ابھی میں بھی نہیں ہوا ہوں"۔

☆ایک ماں اپنے بچے کو ماہر نفسیات کے پاس لے کر گئیں۔ بچے سے بہت سے سوالات کرنے کے بعد ماہر نفسیات نے کہا: "بچے کی تحلیل نفسی کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بچہ لاشعوری طور پر عدم تحفظ کا شکار ہے"۔ ماں نے پریشان ہو کر کہا "لیکن میں تو اسے اس لیے آپ کے پاس لائی تھی کہ اس کی وجہ سے پورا محلہ عدم تحفظ کا شکار ہے"۔

مرغے نے سوچا کہ بندر اور پیڑ کا تو ہمیشہ ساتھ ہے، میں کیوں ان دونوں کے بیچ میں پھنسا ہوں۔ آج تک میں تو ان کی ہر مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھتا آیا ہوں، پر آج جب میری جان پر آبنی ہے تو دونوں کو جیسے میرا پتا ہی نہیں ہے۔ میرا حال تک نہیں پوچھ رہے ہیں۔

تینوں اتنے ناراض تھے کہ آپس میں انھوں نے بات تک نہیں کی۔ تھوڑی دیر میں اولے تھم گئے۔ بارش بھی رُک گئی لیکن تینوں نے آپس میں بات نہیں کی۔ اگلے روز تک پیڑ کی شاخیں سوکھ گئیں۔ بندر کا جسم بھی سوکھ گیا مرغے کے پنکھ بھی سوکھ گئے مگر تینوں نے پھر بھی آپس میں بات نہیں کی۔ پیڑ سوچتا رہا اب آئے ان دونوں پر مصیبت دیکھتا ہوں کون بچاتا ہے انھیں۔ بندر اور مرغا بھی یہی سوچ رہے تھے کہ ہم بھی اب کوئی مدد نہیں کریں گے۔

اسی روز ایک قسائی آیا وہ مرغے کی طرف بڑھا تو پیڑ نے امرود نہیں ٹپکائے۔ نا ہی بندر نے مرغے کو اپنی پیٹھ پر بٹھایا اور نا ہی قسائی کا تھیلا اڑایا۔ مرغا قسائی کے تھیلے میں بند ہو گیا تو باقی دونوں نے سوچا اب پتا چلے گا بڑا مرغا بنا پھرتا تھا۔ قسائی مرغے کو لے کر چلا گیا۔ اگلے روز چڑیا گھر کے لوگ آئے انھوں نے بندر کو پکڑنے کے لیے جال بچھایا تو پیڑ نے دوسری طرف منہ کر لیا۔ بندر اس کی اوپر کی ٹہنی کی طرف لپکا تو پیڑ نے وہ ٹہنی ہی ٹوٹ جانے دی۔ تھوڑی دیر میں بندر جال میں تھا اور چڑیا گھر کے لوگ اسے لے جا رہے تھے۔ پیڑ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو مسکرایا اور اس نے سوچا اب رات دن پنجرے میں رہے گا تو اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔ بڑا بندر بنا پھرتا تھا۔ اس کے اگلے روز بہت سے لوگوں نے پیڑ کو گھیر لیا۔ تھوڑی دیر میں پیڑ کے سارے امرود جھاڑ لیے گئے اور پیڑ کچھ بھی نہ کر سکا۔ پھر کسی نے کہا "پرانا پیڑ ہے، اسے کاٹ کر اس کی لکڑیاں جلانے کے کام میں لانی چاہیے۔ ایک آدمی کے پاس کلہاڑی تھی اسی وقت پیڑ کی جڑوں پر کلہاڑی چلنے لگی۔ تھوڑی دیر میں امرود ٹوکریاں بھر کر جانے لگے اور پیڑ کی لکڑیاں لوگوں کے کندھوں پر جانے لگیں۔

ایک گلہری وہیں رہتی تھی۔ مرغے، بندر اور پیڑ کی آپسی یوجنا پر دنگ ہوا کرتی

تھی۔ اس نے مرغے اور بندر کے بعد بیٹ کو اس حالت میں جاتے دیکھا تو من میں بولی، جارہا ہے یہ بھی لوگوں کا چولہا جلانے۔ بڑے دوست بنے پھرتے تھے۔

اظہر الدین، آئی دو بھائی پنجاری، ایوت محل

عربی حکایت

ایک شیر، لومڑی اور بھیڑیے کی دوستی تھی۔ ایک دن وہ سب نکلے شکار کے لیے۔ ان سب نے گدھے، خرگوش، ہرن کا شکار کیا۔ شیر نے بھیڑیے سے کہا کہ تقسیم کرلو ہم سب کے درمیان۔ بھیڑیے نے کہا گدھا تیرے لیے ہے اور خرگوش لومڑی کے لیے اور ہرن میرے لیے ہے۔ شیر غصہ ہو گیا اور اس نے نکالیں بھیڑیے کی دونوں آنکھیں۔ پھر کہا شیر نے لومڑی سے کہ آؤ تم اور تقسیم کردو۔ لومڑی نے کہا گدھا آپ کے دوپہر کے کھانے کے لیے ہے اور ہرن شام کے کھانے کے لیے ہے اور خرگوش آپ کے صبح کے ناشتے کے لیے ہے۔ پس شیر بہت خوش ہوا اس نے کہا یہ انصاف تو نے کہاں سے سیکھا۔ لومڑی نے کہا: بھیڑیے کی دونوں آنکھوں سے۔

محمد ریاض الدین، متعلم مدرسہ ادارہ محمدیہ لکھیم پور

ماں کا حق

ایک شخص نے اپنی ماں کو کندھے پر سوار کر کے سات حج کرائے، ساتویں حج پر خیال آیا کہ شاید میں نے حق مادری ادا کر دیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے سردی سخت تھی تو بچہ تھا ماں کے پاس سو رہا تھا تو نے پاخانہ بھر دیا۔ تیری ماں نے اٹھ کر بستر دھویا غریبی کی وجہ سے دوسرا بستر نہ تھا۔ اسی گیلے بستر پر کڑکتی سردی میں لیٹ گئی اور تجھ کو رات بھر اپنے سینے پر لٹائے رکھا۔ تو کہتا ہے حق ادا ہو گیا اے نادان ابھی تو اس ایک رات کا بھی حق ادا نہیں کر سکا۔

ماں باپ کا بہت بڑا حق ہے اور باپ سے بھی زیادہ ماں کا حق ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے ماں باپ کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کر لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں باپ کی جتنی بھی خدمت کی جائے کم ہے۔

ماں (بچے سے): "اس دروازے پر انگلیوں کے گندے نشان تمھارے ہاتھ کے ہیں؟"
بیٹا: "نہیں امی! میں تو ہمیشہ پانو مار کر دروازہ کھولتا ہوں"۔

شاہانہ انجم، بڑا مومن پورہ، بالاپور، اکولہ

دو طمانچے کی شرط

ایک شہزادہ تھا۔ خوب صورت اور بھولا بھالا لیکن تھا بڑا گھمنڈی۔ جب بھی آئینے میں وہ خود کو دیکھتا، سوچتا میرے جیسا خوب

☆ بچہ: "امی اس فقیر کو روٹی نہ دینا"۔
ماں: "کیوں بیٹے اس نے کیا قصور کیا ہے"؟
بچہ: "امی یہ مانگتا اللہ کے لیے ہے اور خود کھا جاتا ہے"۔

صورت کوئی نہ ہوگا۔ اسی گھمنڈ میں اس نے یہ طے کر لیا کہ وہ شادی نہیں کرے گا۔ وہ بادشاہ کا اکلوتا بیٹا تھا اور اس کی یہ ضد بادشاہ کو پریشانی میں ڈالے ہوئے تھی۔ آخر میں شہزادے نے شادی سے بچنے کے لیے ایک انوکھی شرط رکھی۔ جو لڑکی مجھے دو طمانچوں میں بیہوش کر دے گی میں اس سے شادی کروں گا۔ اگر دو طمانچوں میں وہ بیہوش نہیں کر سکی تو لڑکی کی زبان کاٹ دی جائے گی۔ بادشاہ بیچارہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ وہ شہزادے کی شرط پر حیران تھا، بھلا دو طمانچوں میں کوئی کیسے بیہوش ہو سکتا ہے کیونکہ شہزادہ بہت طاقتور اور بہادر تھا۔

شہزادے کی یہ شرط لوگوں تک پہنچی تو سب حیران رہ گئے۔ سب نے اس شرط کی ہنسی اڑائی لیکن شہزادے کی ضد پتھر کی لکیر کی طرح انمٹ ہو گئی۔ یہ شرط امیر، غریب سبھی قسم کی لڑکیوں کے لیے یکساں تھی۔

آہستہ آہستہ یہ بات کرشانگر کی شہزادی تک بھی پہنچی۔ وہ بھی حیران رہ گئی۔ اس نے اس شہزادے کو ہرانے کی ٹھان لی مگر وہ خود پھول کی طرح نازک تھی۔

وہ سوچتی رہی شہزادے کے گھمنڈ کو کیسے چور کیا جائے مگر وہ بھی شہزادے کی طرح ضدی تھی۔ جو سوچ لیا اس سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا اس کی عادت کے خلاف تھا۔ اس نے اس شرط کی ذرا بھی پروانہ کی۔ اس نے شادی کا پیغام بھجوا دیا پھر وہ خود محل میں پہنچی۔ شہزادی کو دیکھ کر سبھی لوگ مرجھا گئے، سب نے اسے لوٹ جانے کی رائے دی لیکن وہ اپنی ضد پر اڑی رہی۔ آخر ہار کر سب نے رائے مشورہ کیا اور خاموشی سے ایک فیصلہ کیا پھر شہزادی کی فتح کی دعا مانگتے ہوئے اسے محل کے اندر بھیج دیا۔

شہزادے نے شہزادی کو دیکھا تو اسے بھی پریشانی ہوئی۔ اتنی خوب صورت شہزادی اسے کیسے بیہوش کر سکے گی۔ خود اپنی شرط پر وہ شرمندہ ہوا لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ دل ہی دل میں وہ خود کو کوستا اپنی جگہ آبیٹھا۔ شہزادی نے شہزادے کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہاں گھمنڈ کی تو کوئی بات نہیں تھی۔ اسے بھی ترس آیا۔ اشارہ ملتے ہی اپنی ہتھیلیوں کو بُرا بھلا کہتی شہزادے کے گال پر طمانچہ رسید کیا۔ پھر دوسرے گال پر بھی۔ اور یہ کیا؟ شہزادہ سچ مچ بیہوش ہو گیا۔ شہزادی نے شرط جیت لی۔ کچھ دنوں کے بعد دونوں کی شادی ہوئی۔ ایک دن شہزادے نے پوچھا۔ "تم کس ہمت سے شرط توڑنے چلی آئی تھیں۔ اگر میں بے ہوش نہ ہوتا تو............"

کیسے نہیں ہوتے۔ شہزادی نے ہنس کر

کہا۔ "مجھے اپنی طاقت پر پورا بھروسا تھا۔"

"میں تمھارے طمانچے سے نہیں خود بیہوش ہو گیا تھا۔" شہزادے نے غصے سے کہا۔ "تمھارے چہرے کو دیکھ کر مجھے تم پر رحم آ گیا تھا۔"

"اچھا ... شہزادی ہنس پڑی۔ تم ویسے بیہوش نہیں ہوتے تب بھی تمھیں بے ہوش ہونا ہی پڑتا۔"

"کیسے"؟ شہزادے نے پوچھا۔

"اصل میں، میں نے خود تمھیں بے ہوش ہونے کی دوا پلوا دی تھی۔ یہ بات تمھارے ماں باپ کو معلوم تھی ورنہ تم دو طمانچوں میں بیہوش ہونے والے ہوتے تو میں تم سے شادی ہی کیوں کرتی؟"

شہزادہ جھینپ گیا۔ اس کے بعد شہزادے نے کبھی کوئی بے ڈھنگی بات نہیں کی۔

(بنگلہ سے ترجمہ)

صفیہ بانو سیفی سبطین، آر، آر، روڈ آسنسول

سچائی کی برکت

حجاج بن یوسف بیٹھا ہوا عبدالرحمٰن بن اشعث کے ساتھیوں کو قتل کروا رہا تھا کہ اچانک ایک قیدی اٹھ کر کہنے لگا۔ "جناب امیر ...! امیر آپ پر ایک حق ہے...."

حجاج بن یوسف نے کہا "وہ کیا حق ہے؟ جلدی بیان کر ..." وہ قیدی کہنے لگا ایک دن عبدالرحمٰن آپ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا تو میں نے آپ کا دفاع کیا تھا۔" حجاج بن یوسف نے کہا "کیا تیرے پاس اس کا کوئی گواہ ہے"؟ اس قیدی نے کہا "میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ جس شخص نے وہ گفتگو سنی تھی وہ گواہی دے۔" ایک دوسرے قیدی نے اٹھ کر کہا "جناب امیر! یہ واقعہ میرے سامنے پیش آیا تھا۔" حجاج بن یوسف نے کہا "پہلے قیدی کو رہا کر دو"۔ پھر گواہی دینے والے سے پوچھا "تجھے کیا رکاوٹ تھی کہ تو نے اس طرح میرا دفاع نہیں کیا"؟ اس نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا "رکاوٹ یہ تھی کہ میرے دل میں تمھارے لیے دشمنی کا جذبہ تھا" حجاج بن یوسف نے اسے بھی رہا کر دیا کیونکہ اس نے پوری جرات کے ساتھ سچ بولا تھا۔ دیکھا ساتھیو! سچ کی برکت جو ڈوبتے سفینے کو ساحل پر لگاتا ہے۔ آؤ ساتھیو ہم بھی آج سے عہد کریں کہ سچ بولیں گے۔

محمد آصف اکرم، شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسود

☆ایک بچہ اسکول سے واپس آیا تو اس کے پیٹ میں درد تھا۔ ماں نے کہا: "بھوک سے درد ہو رہا ہوگا پیٹ میں کچھ ہوگا ہی نہیں تو درد تو ہوگا"۔

کھانا کھانے سے واقعی بچے کے پیٹ کا درد ٹھیک ہو گیا۔ شام کو بچے کے بھائی گھر آتے ہی بولے: "امّی! میرے سر میں درد ہو رہا ہے"۔

بچہ فوراً بولا: "ظاہر ہے، سر میں کچھ ہوگا ہی نہیں تو درد تو ہوگا"۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی سے ایک شخص نے سوال کیا "اس کی وجہ کیا ہے کہ محفل رقص و سرود میں انسان بخوبی بیٹھا رہتا ہے اور عبادت کرنے بیٹھے تو نیند آنے لگتی ہے"؟

شاہ صاحبؒ نے اس سے پوچھا: "دو چارپائیاں ہوں۔ ایک پر کانٹے بچھے ہوں؟ دوسری پر پھول تو نیند کس پر آئے گی"؟ اس نے جواب دیا "پھولوں والی چارپائی پر"۔ شاہ صاحب نے فرمایا: "بس یہی بات کہ ناچ گانا کانٹوں بھری چارپائی کی طرح ہے اس لیے اس میں نیند نہیں آتی اور عبادت پھولوں سے ڈھکی سیج کی طرح ہے، اس لیے نیند آنے لگتی ہے"۔

مچھّر سے انٹرویو

سوال: میرے پیاری بھائیو بہنوں و دوستو کو آپ اپنا نام بتایئے؟

جواب: جی کیوں نہیں، میرا نام مچھّر ہے۔

سوال: اچھا آپ بتائیں کہ آپ کا دھرم کیا ہے؟

جواب: اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہمارے یہاں دھرم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہم ہر انسان سے برابر کا پیار کرتے ہیں۔ کالا ہو یا گورا۔ امیر ہو یا غریب، چاہے کسی بھی دھرم کا ہو، کسی بھی دیش کا ہو۔ ہمارے یہاں کوئی فرقہ بندی یا تعصب نہیں ہے۔

سوال: کیا آپ یہ بتانے کی زحمت کریں گے کہ آپ کان پر بینڈ باجے کے ساتھ کیوں آتے ہیں؟

جواب: جی آپ نے بجا فرمایا۔ ہم اپنے آنے سے پہلے ابن آدم کو اپنے آنے کی خبر دے کر مدافعت کا موقع فراہم کرتے ہیں اور اس مڈبھیڑ میں بسا اوقات اپنی جان بھی کھو دیتے ہیں، لیکن کبھی اظہار ملامت نہیں کرتے اور نہ ہی حرف شکایت اپنی زبان پر لاتے ہیں اور پھر ہم انسانوں کی طرح اتنے بزدل بھی نہیں کہ خاموشی سے حملہ کر بیٹھیں۔

سوال۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ آپ کے یہاں دھرم نام کی کوئی چیز نہیں لیکن آپ کی اقسام تو ضرور ہوں گی۔ براہ کرم اس بارے میں معلومات بہم پہنچائیں؟

جواب: جی ہاں۔ ہماری دو اقسام ہیں پہلی کو اینی فلیز اور دوسری کو کیولکس کہتے ہیں۔

سوال: کیا آپ تفصیل بتانے کی زحمت کریں گے؟

جواب: کیوں نہیں.. . انٹرویو کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ اس بہانے میرا پوسٹ مارٹم کردیں اور یہ بھی دیکھ لیں کہ میرے پیٹ کی آنت کتنی لمبی ہے۔ حالانکہ میں نے یہ بھی نہ پوچھا کہ آپ کے منہ میں دانت کتنے ہیں۔

بہر حال..... تو آپ اپنی قلو کے بارے میں سنیے، جی ہاں کیوں نہیں، ارشاد میں نے کہا۔

مچھر: آپ ملیریا بخار سے واقف ہوں گے تو جب اس قسم کا مادہ مچھر شعر و نغمہ کی محفل میں بیٹھے سروں میں سنگیت سناتے ہوئے رخساروں پر نشتر چبھوتی ہے تو بہت جلد ملیریا بخار آجاتا ہے۔ اس قسم کے مچھروں کے انڈے کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ اس مچھر کا پچھلا حصّہ کچھ اٹھا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے پیروں پر دھبے ہوتے ہیں۔ ان مچھروں کو شبِ فرقت میں اختر شماری کی عادت ہے اس لیے یہ دن کو دکھائی نہیں پڑتے۔ اپنے شکار کی تلاش میں رات کو ہی نکلتے ہیں۔

سوال: اچھا اب دوسری قسم کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کریں؟

جواب: جی ہاں... میں اس کا ذکر کر رہا ہوں تو سنیے۔ فیسولکس مچھر عام طور سے رُکے ہوئے پانی میں انڈے دیتے ہیں۔ مادہ، مچھر ایک بار میں تین سو انڈے دیتی ہے۔ اس مچھر کے کاٹنے سے لنگڑا بخار ہو جاتا ہے جس کو انگلش میں ڈینگو فیور" کہتے ہیں۔ یہ چاروں پیر کو برابر کر کے بیٹھتے ہیں۔

سوال: انڈے سے بچے کتنے دن میں نکلتے ہیں؟

جواب: انڈے سے بچے نکلنے کی مدت درمیانی لگ بھگ پندرہ بیس دن ہے۔

سوال: اچھا اب یہ بتایئے کہ آپ بیماری

چھے عادتیں

ایک روز خلیفہ ہارون الرشید نے لوگوں سے کہا کہ اگر نیک بننا چاہتے ہو تو بچوں جیسی عادتیں بنالو۔

لوگوں نے پوچھا وہ کیسے؟

خلیفہ نے کہا" بچوں میں چھے ایسی عادتیں ہوتی ہیں کہ اگر یہ عادتیں بڑوں میں ہوں تو وہ ولی اللہ بن جائیں۔ وہ عادتیں یہ ہے:۔

(۱) رزق کا غم نہیں کرتے (۲) مل کر کھاتے ہیں (۳) لڑتے ہیں تو دل میں کینہ نہیں رکھتے (۴) اپنے بڑوں سے ڈرتے ہیں (۵) ذرا سی دھمکی ملے تو رونے لگتے ہیں (۶) دشمنی کا جامہ مستقل نہیں پہنتے۔

کیسے پھیلاتے ہیں؟

جواب: اَماں... آپ تو ہم سے ہمارے راز بھی چھین لیتے ہیں۔ خیر چھوڑیے، چونکہ یہ انٹرویو ہو رہا ہے اس لیے سنیے ..... ہم اپنی سونڈوں سے انسان کے خون کا ذائقہ لیتے ہیں اور اس طرح بیماری کے جراثیم ایک سے دوسرے بدن میں منتقل کرتے رہتے ہیں۔

سوال: کیا آپ بتانے کی زحمت کریں گے کہ ہم اپنی صحت اور اپنے بدن کا بچاؤ کس طرح کریں؟

جواب: نا... ہاہا...... نا یہ راز کی بات ہے۔ اس کو بتا کر تو ہماری زندگی ہی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ پوری قوم کو نقصان ہو سکتا

دعائے خیر

ایک فقیر جس کی دعاؤں میں بڑا اثر تھا، بغداد میں آکر ٹھیرا۔ لوگوں نے حجاج بن یوسف کو خبر دی۔ حجاج نے اس کو بلا کر کہا کہ میرے حق میں دعائے خیر کیجیے۔

اس نے دعا دی: "اے اللہ! اس کو موت دے"۔ حجاج نے حیرت سے کہا: "یہ کیسی دعا ہے!" فقیر نے جواب دیا: "یہ دعائے خیر ہے"۔

حجاج نے پوچھا: "وہ کیسے؟"

فقیر نے کہا: "اگر تو مر جائے تو لوگ تیرے عذاب سے بچ جائیں گے اور تو گناہوں سے بچ جائے گا"۔ (حکایات سعدیؒ سے لیا گیا)

ہے۔ بہر حال آپ کو یہ راز بھی بتاتا ہوں۔ ذرا کان قریب لائیے۔ ہاں ہاں اور قریب ہاں تو پہلی بات یہ کہ ہم لوگ صفائی سے بہت گھبراتے ہیں۔ آپ کو ہمارا پیار کرنا بار خاطر ہوتا ہے۔ رات کو سونے سے قبل جسم کے کھلے حصوں پر "اوڈوماس" مل لینا چاہیے۔ اس کے علاوہ رہائشی کمروں کی کھڑکیوں اور دروازوں پر مہین جالی لگوائیں مکان کے آس پاس ہوا پانی نہ رہنے دیں۔ اف یہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ آپ ہمارے انڈے دینے کی جگہوں جیسے تالاب، نالے، گڑھوں پر پٹرولیم تیلوں کا چھڑکاؤ کریں۔

اچھا بھئی جی آپ سے مل کر ہمیں بہت ہی خوشی ہوئی اور خاص کر میرے پیاری دوستوں کو بھی آپ پسند آئے ہوں گے۔ اب ہم چلتے ہیں زندہ رہیں گے تو پھر ملاقات ہوگی۔ پھر انشاءاللہ کہتے ہوئے چلا گیا۔

محمد ہلال خان، مرو کے روڈ، آسنسول ۲

دھرم میں ملاوٹ

ایک آدمی ایک ایسی چیز بناتا ہے جس کو اس سے پہلے کسی نے نہیں بنایا تھا۔ وہ آدمی اس چیز کا بنانے والا کہلاتا ہے اور وہی آدمی اچھی طرح جانتا ہے کہ اس چیز کو کس طرح کام میں لایا جائے اور اس چیز سے کیا کیا کام لیا جا سکتا ہے۔ بنانے والے کے بتانے پر آپ بھی بنانے والے کی طرح اس چیز کو اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔

ٹرانزسٹر آپ نے بہت بار دیکھا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس ہو بھی۔ ہر مشین کے چلانے کا ایک اپنا ڈھنگ ہوتا ہے، اسی طرح ٹرانزسٹر کے چلانے کا بھی ایک ڈھنگ ہے۔ اگر آپ اس کے بنانے والے کے کہنے کو نہ مان کر اس میں سیل کم لگائیں گے تو ٹھیک سے کام نہ کرے گا اور آواز ہلکی آئے گی یا سنائی بھی نہ دے گی اور اگر سیل زیادہ لگا دیئے تو اس میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے یعنی اس کے پرزے جل جائیں گے اور ٹرانزسٹر بیکار ہو جائے گا۔

اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی چیز کو اس چیز کے بنانے والے کے بتائے

ہوئے ڈھنگ سے ہی کام میں لانا چاہیے۔

چیزیں اپنے آپ نہیں بن جاتیں، ان کو کوئی بناتا ہے۔ آپ بھی اپنے آپ نہیں بن گئے۔ آپ کو بھی بنایا گیا ہے اور آپ کے رہن سہن کے ڈھنگ بھی رکھے گئے ہیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ بازار میں جب کوئی نئی چیز آتی ہے تو اس کے ساتھ ایک معلوماتی کتاب بھی ہوتی ہے۔ جس میں اس چیز کے کل پرزوں اور ان کے کام میں لانے کا ڈھنگ دیا ہوتا ہے۔ بنانے والا یہ کتاب دکان دار کو دیتا ہے اور دکان دار سے یہ آپ تک پہنچ جاتی ہے۔ بس اسی طرح نبیوں ، رسولوں اور پیغمبروں کے ذریعہ آپ کے بنانے والے نے آپ کے رہن سہن کے ڈھنگ آپ تک پہنچائے ہیں اور یہ رہن سہن کے ڈھنگ ہر دور میں آپ کی ضرورت کے مطابق آتے رہے ہیں۔ اس طرح قیامت تک کے لیے رہن سہن کے دھنگ آپ تک پہنچ گئے۔

آپ کہیں گے کہ آپ کو رہن سہن کے ڈھنگ نہیں چاہیے۔ آپ سمجھ رکھتے ہیں، آپ عقل رکھتے ہیں، آپ اچھا اور بُرا جانتے ہیں، آپ اپنا فائدہ اور نقصان سمجھتے ہیں۔ آپ کو کیا کرو کیا نہ کرو بتانے کی ضرورت نہیں۔

ایسا ہے کہ اگر کوئی اکیلا رہتا ہے اور اس کے آس پاس کوئی نہیں وہ جس طرح چاہے رہے۔ وہ کپڑے پہن کر رہے یا چھوٹے بچوں کی طرح ننگا، شور غل مچائے یا خاموش۔ کوئی اس کے آس پاس رہتا ہی نہیں تو کسی کو کیا تکلیف۔ جو کچھ بھلائی بُرائی ہے اسی تک رہے گی۔

آپ اکیلے نہیں رہ سکتے، آپ کو سب کے ساتھ رہنا ہے۔ ان میں سب طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ہر ایک کی اپنی ایک الگ

جنگلی بلے کا جواب

کسی نے جنگلی بلے سے سوال کیا کہ تو ہر وقت جنگل کے بادشاہ شیر کے گرد منڈلاتا رہتا ہے پھر اس کے درباریوں میں شامل کیوں نہیں ہو جاتا، تاکہ لوگ تجھے عزت کی نظر سے دیکھیں"۔

جنگلی بلے نے جواب دیا "میں شیر کے قریب اس لیے رہتا ہوں کہ اس کا بچا کچا شکار کھا سکوں اور زیادہ قریب اس لیے نہیں جاتا کہ اس کے مزاج کے اتار چڑھاؤں سے ڈرتا ہوں۔ طاقت ور کسی قاعدے قانون کے پابند نہیں ہوتے۔ نہ ان کی طبیعت کا رنگ ایک جیسا رہتا ہے۔ تم نے بادشاہوں کے بارے میں یہ بات ضرور سنی ہوگی کہ کبھی تعریف کرنے والے کو قتل کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور کبھی گالیاں سن کر خلعت بخش دیتے ہیں یعنی انعام دیتے ہیں۔ بادشاہ سے ہنسی مذاق کی باتیں کرنا درباری لوگوں کے لیے ہنر ہے، لیکن عقل مندوں کے لیے عیب ہے۔

سچے موتی

☆زبان اگر چہ تلوار نہیں ہے، مگر تلوار سے زیادہ کاٹ دار ہے۔

☆غصہ اگر چہ شیر نہیں، مگر شیر سے زیادہ خطرناک ہے۔

☆گناہ اگر چہ زہر نہیں ہے، مگر زہر سے زیادہ مہلک ہے۔

☆نشہ اگر چہ سانپ نہیں ہے، مگر سانپ سے زیادہ زہریلا ہے۔

پسند ہوتی ہے۔ ہر ایک اپنا رہن سہن اپنی پسند کا چاہتا ہے تو بھلا کس طرح دوسرے کو کسی ایک کے رہن سہن پر رہنے کو کہا جاسکتا ہے۔

کسی چیز کا بنانے والا اپنی چیز کے آگے بڑائی اور بڑاپن والا ہوتا ہے۔ اس کے ہی شکل و صورت دینے سے وہ چیز شکل و صورت پاتی ہے اور اس کے پہلے وہ چیز کچھ تھی ہی نہیں۔ اس لیے اچھا یہ ہے کہ سب اپنی اپنی پسند کے رہن سہن کی جگہ اپنے بنانے والے کے بتائے ہوئے رہن سہن پر چلیں۔ سب اس کے ہیں۔ اس نے سب کو بنایا ہے۔ اس کا بتایا گیا رہن سہن سب کے لیے برابر ہوگا۔

اس نے آپ کی اس سماجی زندگی کے لیے رہن سہن کے ڈھنگ بتائے اور پیغمبروں نے آپ تک پہنچا دیے۔ لیکن آپ نے ان رہن سہن کے ڈھنگ کو جیوں کا تیوں نہیں مانا۔ آپ نے ان میں اپنی مرضی کو بھی جوڑ لیا۔

آپ کے پیدا ہونے پر ماں نے اپنا دودھ پلا کر آپ کو زندہ رکھا۔ پال پوس کر بڑا کیا۔ اس ماں کا ادب اور عزت کرنے کو آپ سے کہا گیا۔ بتانے والے کی ہر بات آپ کی سماجی زندگی کے لیے ہے۔ ماں کا مان سمان اور عزت آپ کی گھریلو زندگی سے جڑا تھا۔ آپ نے ماں کو بھلا دیا۔ سچ کہو جو عزت، آپ دوسروں کی کرتے ہیں کیا ایسا ہی مان سمان آپ اپنی ماں کا بھی کرتے ہیں۔ گھریلو زندگی عورت اور مرد سے مل کر بنی ہے۔ اگر آپ نے ماں کے مان سمان کو بڑھاوا دیا ہوتا تو آنے والی نئی بہو سوچتی کل بڑی بوڑھی ہونے پر اس کو بھی یہی عزت ملے گی تو وہ اس رواج کو جاری اور چلتا رکھنے کے لیے ماں کے مان سمان کو خوب سے خوب تر کرتی اور آپ کی گھریلو زندگی خوشیوں سے بھر جاتی۔

عبدالسلام، 8/325 وکاس نگر، لکھنؤ

سوتیلی ماں

برسوں پرانی بات ہے کہ کسی ملک میں ایک سوداگر رہتا تھا، سوداگر بہت نیک اور ایمان دار تھا، اس کی ایک بیٹی تھی۔ وہ بہت خوب صورت تھی اس کی ماں بچپن میں ہی گزر گئی تھی۔ اور سوداگر نے دوسری شادی کر لی تھی۔ اس کی بھی ایک لڑکی تھی اور وہ اپنی بیٹی کو بہت پیار کرتی تھی۔ اس کو تازہ تازہ کھلاتا

کھلایا کرتی اور پھل بھی کھلایا کرتی تھی اور حیدر بیٹی کو ہر وقت کام کرنا پڑتا تھا اور وہ بہت روتی تھی اور اس کے باپ کو یہ سب راز معلوم نہیں تھا۔ ایک بادشاہ تھا اس کا ایک لڑکا تھا اور وہ لڑکا جوان ہو گیا تھا۔ بادشاہ نے سوچا کہ اب اس کے بیٹے کی شادی کرے۔ یہ سوچ کر اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا تو اب جوان ہو گیا ہے تیری شادی کرنا ہے۔ یہ سن کر شہزادہ خوش ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بیٹے تمھیں کون سی لڑکی خوب صورت لگتی ہے۔ شہزادہ بولا کہ مجھے کوئی بھی لڑکی پسند نہیں آتی۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم ایک پارٹی کریں گے اور اس کے اندر سارے شہر کی لڑکیاں شامل ہوں گی۔ پھر تم کو جو لڑکی پسند آئے گی اس کے ساتھ تمھاری شادی کر دی جائے گی۔ بادشاہ نے یہ خبر پورے شہر میں پھیلا دی اور شہر کی ہر لڑکی کو دعوت دی۔ یہ دعوت سوداگر کو بھی دی گئی۔ لڑکی کی سوتیلی ماں بہت خوش ہوئی۔ سب لڑکیاں تیاریاں کر رہی تھیں اور اس سوتیلی ماں کی لڑکی بھی نئے کپڑے پہننے جا رہی تھی کہ اس کی سوتیلی ماں نے کہا تو کہاں جا رہی ہے۔ گھر کا سارا کام کاج کون کرے گا۔ یہ بات سن کر سوداگر کی بیٹی مایوس ہو گئی۔ سب لوگ دعوت میں چلے گئے مگر سوداگر کی بیٹی گھر میں بند تھی۔ اچانک ایک خطرناک آواز آئی اور سوداگر کی بیٹی ڈر گئی دیکھا تو سامنے ایک پری کھڑی تھی۔ سوداگر

تقویٰ

حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے پوچھا: تقویٰ کسے کہتے ہیں؟

حضرت کعبؓ نے کہا: کیا آپ نے کبھی خار دار جھاڑیوں والے راستے سے سفر کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ حضرت کعبؓ نے پوچھا تم جھاڑیوں میں کیسے گزرتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا میں اپنے کپڑے سمیٹ کر جسم بچا کر گزرتا ہوں تا کہ کوئی کانٹا مجھے لگ نہ جائے۔

حضرت کعبؓ نے کہا: اسی کا نام تقویٰ ہے یعنی یہ دنیا ایک خاردار جنگل ہے جس میں گناہوں کے کانٹے ہی کانٹے ہیں۔ اس جنگل میں سے انسان کا اس طرح گزرنا کہ اس کا دامن گناہوں سے پاک رہے 'تقویٰ' کہلاتا ہے۔

کی بیٹی نے کہا۔ میری سوتیلی ماں مجھ کو بادشاہ کے لڑکے کی دعوت میں نہیں لے گئی۔ پری نے یہ بات سن کر کہا۔ اگر تم بھی اس دعوت میں شامل ہونا چاہتی ہو تو ایک شرط ہے۔ سوداگر کی بیٹی نے کہا مجھے شرط منظور ہے۔ یہ سن کر پری نے کہا۔ یہ کپڑے اور جادو کا گھوڑا لو مگر شرط یہ ہے کہ تم رات کے بارہ بجے لوٹ کر آ جاؤ ورنہ میں اپنے روپ میں آ جاؤں گی۔ سوداگر کی بیٹی جادو کا گھوڑا اور کپڑے لے کر بہت خوش ہوئی اور اس پری کا شکریہ ادا کیا۔ سوداگر کی بیٹی کپڑے پہن کر چلی گئی۔ دعوت میں شریک ہوئی۔ شہزادے کی نظر اس

لڑکی پر پڑی۔ وہ اس کو پسند آئی۔ بعد میں بادشاہ نے شہزادے کی شادی اس لڑکی کے ساتھ کر دی۔

عبدالرؤف، جامعہ محمدیہ منصورہ، مالیگاؤں

سچائی کا انعام

عبدل ایک غریب لڑکا تھا۔ جب وہ چار سال کا تھا تو اس کے والد انتقال کر گئے۔ اس کی ماں محنت مزدوری کر کے گھر کا خرچ چلا رہی تھی۔ عبدل کی ماں کا ایک ہی خواب تھا کہ وہ پڑھ لکھ کر ایک اچھا انسان بن جائے۔ اس کے خرچ کے لیے وہ دوسروں کے گھر کام کاج کرتی۔ عبدل پڑھنے میں بہت تیز تھا۔ ایک بار عبدل کی ماں بیمار ہو گئی۔ امتحان کے لیے فارم بھرنا تھا مگر گھر میں ایک بھی روپیہ نہیں تھا۔ عبدل پریشان ہو گیا۔ ماں کے علاج کے لیے بھی روپے چاہیے۔ فارم بھرنے کی آخری تاریخ میں صرف ایک دن باقی تھا۔ عبدل کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ گھومتا ہوا اپنے دوست نیاز کے پاس چلا گیا۔ نیاز نے عبدل سے کہا آؤ دوست یہاں بیٹھو۔ میں بازار سے تھوڑا سامان لے کر آتا ہوں۔ تھوڑی دیر بیٹھو۔ یہ کہہ کر نیاز بازار چلا گیا۔ نیاز کے جانے کے بعد عبدل نے کمرے میں نگاہ دوڑائی اور سامنے ایک ٹیبل پر ایک پرس تھا۔ وہ اٹھ کر ٹیبل کے پاس گیا اور پرس اٹھا لیا۔ پرس روپوں سے بھرا ہوا تھا۔

اتنے بہت سے روپے دیکھ کر عبدل نے سوچا کہ اگر میں ان میں سے دو سو روپے نکال لوں تو کسی کو نہ معلوم ہوگا لیکن اس کو چوری کرتے ہوئے بہت شرم معلوم ہوئی۔ آخر اس نے پرس میں سے دو سو روپے نکال لیے اور جیب میں رکھ لیے۔ تھوڑی دیر میں نیاز بازار سے لوٹ آیا۔ ادھر ادھر کی باتیں کر کے عبدل بھی لوٹ آیا۔ راستے میں ماں کے لیے دوا خریدی۔ گھر آکر ماں کو دوا دی تو ماں نے پوچھا بیٹا تمھارے پاس پیسہ کہاں سے آیا۔ عبدل نے جھوٹ بول کر ماں کو چپ کر دیا۔ دوسرے دن اس نے اسکول کی فیس بھی بھری لیکن وہ بہت شرم محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ چھوٹے موٹے کام کر کے نیاز کو ۲۰۰ روپے لوٹا دوں گا۔ اس نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پڑھانا شروع کیا۔ مہینے کے آخری دن چار سو روپے ملے۔ وہ دو سو روپے لے کر سیدھا نیاز کے گھر پہنچا۔ اس نے نیاز کے والد کے سامنے ۲۰۰ روپے رکھ کر، اس نے اپنی غلطی قبول کی اور معافی مانگی۔ نیاز کے والد نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا کہ تم نے غلطی کو بتا کر اچھا کیا ہے، اس لیے یہ دو سو روپے، میری طرف سے انعام لو۔ نیاز کے والد نے عبدل کی پڑھائی کا بھی ذمہ لے لیا تاکہ پھر اسے غلط فیصلہ نہ لینا پڑے۔

محمد سمیع الزماں، برد لہا، کھتول، در بھنگہ

قلمی دوستی

نام: محمد جسیم الدین ابن عبد الجلیل عمر ۱۴ سال
مشغلہ: ماں باپ کی خدمت کرنا۔ عربی سوم پڑھنا
پتا: مدرسہ جامعہ رشیدیہ نانی نرولی۔ گجرات

نام عبد الرؤف عمر ۱۸ سال
تعلیم: انٹر
مشغلہ خط و کتابت
پتا: عبد الرؤف، محلہ منگل وار اپر بھنی

نام زید احمد خاں عمر ۱۵ سال
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا ہنکوا سرائے خاص سعد اللہ نگر، بلرامپور

نام۔ فیروز عبد اللہ انتولے عمر ۱۵ سال
مشغلہ: بڑوں کا ادب کرنا، اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: ممکہ کھیڈر تاکیری، مہاراشٹر

نام راشد ظہیر
تعلیم: عربی اطفال
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: جاجمئو، کانپور، یوپی

نام: عبد الرحیم سمیع اللہ عمر ۱۲ سال
تعلیم: انگلش میڈیم
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: ایم۔ کے بلڈنگ امرت نگر ممبرا تھانے

نام: نفیس خان عمر ۱۲ سال
تعلیم۔ ساتویں جماعت
مشغلہ۔ قرآن شریف پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: بائیکلہ اسٹیشن غفور نگر، ممبئی ۱۱

نام شہناز پروین
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، دوستی کرنا
پتا۔ قصبہ ہجم بازار، ضلع لکھیم پور

نام مہر والنساء اشفاق حسین
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: اشعار جمع کرنا، نظمیں پڑھنا
پتا: ضلع پریشد ردو مڈل اسکول، باون بیر، سنگرام پور

نام: محمد صابر (منا) عمر ۱۳ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا
پتا معرفت محمد دستگیر، کمال پورہ، مالیگاؤں

نام: عبد القدیر
تعلیم۔ تیسری جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا شہید عبد الحمید چوک، کھب، ایوت محل

نام حلیمہ بی قاضی نظام الدین
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم و اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا ضلع پریشد اردو مڈل اسکول، باون بیر، بلڈانہ

نام شگفتہ خانم
تعلیم بارہویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا،
پتا غلام رسول نزد بالا پور، بڑا مومن پورہ،

نام محمد زید عالم بن ماسٹر قیصر　عمر ۱۱ سال
تعلیم آٹھواں درجہ
مشغلہ اسکول جانا اور پڑھنا لکھنا
پتا محمد زید عالم، درگاہ بیلا۔ ویشالی، بہار

نام محمد امیر اللہ　عمر ۱۵ سال
تعلیم حافظ قرآن
مشغلہ قرآن پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا موضع گوریا، کھیری

نام شیخ فرحان شرف الدین　عمر ۱۳ سال
تعلیم آٹھویں
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: حبیب منزل مدن پورہ، ممبئی

نام: محمد عمران محمد قاسم
تعلیم: ششم جماعت

مشغلہ بڑوں کا ادب کرنا کرکٹ کھیلنا، پڑھائی کرنا
پتا محلہ جھیلانہ مئو آئمہ۔ الہ آباد

نام محمد سمیر　عمر ۵ سال
مشغلہ کرکٹ کھیلنا
تعلیم قاعدہ پڑھنا
پتا بائیکلہ غفور نگر، بمبئی ۱۱

نام انیس احمد انصاری
تعلیم عربی پنجم
مشغلہ کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا محلہ شجاع الپور قصبہ خیر آباد سیتاپور

نام محمد مدثر　عمر ۱۲ سال
تعلیم عربی اول
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا چکیا حسین آباد، بڑا گاؤں، اعظم گڑھ

نام بلقیس بیگم سید ظفر حسین
تعلیم ششم
مشغلہ دینی کتابیں اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا ضلع پریشد اردو مڈل اسکول، باون بیر، بلڈانہ

نام صالحہ انجم
تعلیم اول جماعت
مشغلہ دینی باتیں سننا
پتا شیخ کالو ٹرک اونر وزیر باد، بالا پور، اکولہ

نام: محمد آصف عمر ۶ سال
تعلیم. درجہ اول
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، بڑوں کا ادب کرنا
پتا: شیخ محبوب کیلے والے، مومن پورہ، بالاپور

نام: محمد طارق انصاری عمر ۱۳ سال
تعلیم: جماعت نہم
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: آرٹ ٹیلرس بس اسٹینڈ، پاتھری

نام محمد معراج عمر ۷ سال
تعلیم: تیسری جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا: محمد اشفاق احمد، اسلام نگر، بردلہا

نام سلیم فرحین
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ. اچھی اچھی کتابیں پڑھنا
پتا: رام کشم ڈانگالی، آسنسول ۲۰

نام حلیمہ بی
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، نماز پڑھنا، عربی پڑھنا
پتا: غلام صادق فروٹ مرچنٹ، مومن پورہ بالاپور

نام: امتیاز احمد عمر ۱۴ سال
مشغلہ: اچھی کتاب پڑھنا دوستی کرنا

پتا: ابراہیم پور اپور گھری پر آعظم گڑھ

نام. خالد سیف اللہ، بن نور عالم عمر ۱۴ سال
تعلیم. آٹھویں جماعت (عربی)
مشغلہ. کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: برندابن، گوپال گنج، بہار

نام تحسینہ کوثر یعقوب خان
تعلیم. پہلی جماعت
مشغلہ شرارت کرنا اور درسی کتابیں پڑھنا
پتا ۲۴/۲۰۷ شبیر نگر، مالیگاؤں، ناسک

نام فرزانہ خاتون
تعلیم درجہ نہم
مشغلہ استاد کی خدمت کرنا
پتا: آزاد ہائی اسکول چاکند گیا۔ بہار

نام سید فہد راجہ سلیم راجہ عمر ۸ سال
تعلیم. چوتھی جماعت
مشغلہ ویڈیو گیم کھیلنا
پتا: مارول تعلقہ بیاول، جلگاؤں

نام: عرفان الحق آرزو عمر ۱۲ سال
تعلیم. گیارہویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، دوستی کرنا
پتا: ۲۴ زبیری لاج بھولا، اے، ایم، یو علی گڑھ

نام رضوان خاں عمر ۱۲ سال
تعلیم جماعت ہفتم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا
پتا آکوالی چال نمبر ۲۶۷ بھساول، جلگاؤں

نام صبیحہ ناز ۵ سال
تعلیم ابتدائی درجہ
مشغلہ قرآن شریف اور اردو پڑھنا
پتا محلہ رحم خان بالمقابل سکندر منزل، دربھنگہ

نام نورعین حیدر (گردلوی) عمر ۶ سال
تعلیم درجہ اول
مشغلہ پنسل گم کرلینا
پتا سلفیہ جونیر اسکول، لہریا سرائے، دربھنگہ

نام رخسانہ مرغوب
تعلیم ہشتم
مشغلہ دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا مقسوم صاحب بردہ دریاپور، مونگیر، بہار

نام: محی الدین عمر ۹ سال
تعلیم. قرآن شریف پڑھنا
مشغلہ کھیل کود
پتا: محلہ پورہ خواجہ، مبارکپور، اعظم گڑھ

نام: سید الطاف علی عمر ۱۹ سال
تعلیم: ڈی۔ ایڈ۔ (سال اول)
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتا: کاغذی پورہ بالاپور (آکولہ)

نام: محمد اشرف علی (گردلوی)
تعلیم: ہشتم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، سائنس کا مطالعہ کرنا
پتا سلفیہ ہائی اسکول لہریا سرائے، دربھنگہ

نام قاضی نوید علی
تعلیم بارہویں
مشغلہ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا قاضی نوید علی، قاضی پورہ، پاتور، آکولہ

نام: نعمان احمد عمر ۱۵ سال
تعلیم عالیہ اولی شریعہ (عربی پنجم)
مشغلہ. اچھے اشعار، اقوال زریں نوٹ کرنا
پتا نعمان احمد دربھنگوی، ململ، مدھوبنی، بہار

نام: حنا پروین عمر ۹ سال
تعلیم. پانچویں جماعت
مشغلہ: دل لگا کر پڑھنا،
پتا. معرفت اشرف علی وارثی، رحم گنج، دربھنگہ

نام: محمد باسط انصاری عمر ۱۳ سال
تعلیم: نہم
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا۔ اور سائنسی کتب پڑھنا
پتا: شانے سائیکل مین روڈ پاتھری، پربھنی

نام: سید منصف قربان علی عمر ۱۸ سال
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا
پتا: سید منصف علی قربان علی، مارول، جلگاؤں

نام: محمد حجاز اختر عمر ۱۸ سال
تعلیم: گیارہویں جماعت
مشغلہ: دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتا: معرفت محمد اصغر علی، بردلہا کتول، دربھنگہ

نام: سکیل پروین عمر ۱۱ سال
تعلیم: چھٹی جماعت
مشغلہ: اُمنگ اور، پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت اشرف علی وارثی، زحم گنج، دربھنگہ

نام: حافظ محمد ارشاد عمر ۱۵ سال
تعلیم: حافظ قرآن
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، دوستی کرنا
پتا: مدرسہ ادارہ محمودیہ قصبہ محمدی، کھیری

نام: شمشاد اختر عمر ۱۲ سال
تعلیم: پانچویں جماعت
مشغلہ: بڑوں کا کہنا ماننا
پتا: دینی اکیڈمی چاکند بازار گیا، بہار

نام: عالیہ خاتون عمر ۸ سال
تعلیم: دوسری جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، نماز پڑھنا

پتا: محمد سلیم انصاری، اعظم پور، مئو آئمہ، الہ آباد

نام: محمد ادیب عمر ۱۴ سال
تعلیم: درجہ نہم
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا آزاد ہائی اسکول، چاکند گیا، بہار

نام: محمد نیاز احمد عمر ۱۳ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: معرفت اشفاق احمد، اسلام گھر، بردابا

نام: محمد سالم ظفر عمر ۱۰ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: والدین کی خدمت کرنا، قرآن پڑھنا
پتا گھر بلوات، بتر باری، ارریہ، بہار

نام: محمد صفت الرحمٰن
تعلیم: درجہ پنجم
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ۴۔ حبیب بلاکس، شندے نگر، ایوت محل

نام: شیخ محمد ندیم احمد ۱۷ سال
تعلیم: بارہویں
مشغلہ: اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: ندیم بن روف محبوب گنج ہیرالال چوک، بیڑ

اقوال زرّیں

☆یہ قرآن، اللہ کی کتاب ہے۔اس میں کوئی شک نہیں۔یہ پرہیز گاروں کو دنیا میں زندگی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔اور پرہیز گار وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

(البقرہ۔۱)

مرزا سکندر بیگ، پیٹھ محلہ ناندورہ، بلڈانہ

☆وہ انسان خوش نصیب ہے جسے ماں باپ کی خدمت کا موقع ملے۔

☆خوف خدا ایک ایسا دریا ہے جو گناہوں کو بہا کر لے جاتا ہے۔

☆دشمن کے حسن سلوک پر بھروسہ مت کرو۔

محمد اختر شاکر نثار احمد، نورباغ کوسہ ممبرا، تھانے

عورت میں تین باتیں ضروری ہیں

☆اس کے چہرے پر حیا ہو۔

☆اس کی زبان میٹھی ہو۔

☆اس کے دل میں نیکی ہو۔

محمد نجیب پاشا، بی۔۱۱۹ بنگالی بازار گارڈن ریچ

☆تمھیں اس دن پر رونا چاہیے جو دن بغیر نیکی کے گزر جاتے ہیں۔

☆کسی کے اخلاق پر اعتماد نہ کرو جب تک اسے غصے کی حالت میں نہ دیکھ لو۔

(حضرت عمر فاروقؓ)

☆قرض غلامی ہے اس کا ادا کرنا آزادی ہے۔

محمد شعیب ابن محمد ابراہیم پاڈنی چوک، واشم

☆وقت ریت کی مانند ہے جو مٹی میں نہیں ٹھہر سکتا۔

☆خشک پتوں پر چل کر اپنے دشمن کو خبردار مت کر۔

☆اپنی محبت اور اپنا خلوص سورج کی مانند کرلو جو سب کو یکساں حرارت مہیا کرتا ہے۔

☆جب تم کسی بُری شئے کو چھوڑ دو، تو دریا کی مانند ہو جاؤ جس کا پانی کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔

انیسہ ناز شیخ سانڈو اسلام پور کاسودہ، جلگاؤں

☆کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنے میں اپنا وقت برباد نہ کرو، اس کی خوبیوں کو اپنانے کی کوشش کرو۔

☆احمقوں سے تعریفی کلمے سننے کے بجائے عقل مندوں کی پھٹکار سننا کہیں اچھا ہے۔

عنایت اللہ راحت مدرس، بوری عرب

☆اگر کوئی شخص کسی شخص کو ظالم جانتے ہوئے بھی اس کا ساتھ دے تو وہ دائرہ اسلام سے نکل گیا۔

☆قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس پر عمل کرکے انسان ایک کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔

☆قرآن کی حیثیت ایک مضبوط رسّی کی ہے

جواسے مضبوطی سے پکڑے گا وہ زندگی کے ہر موڑ پر کامیاب ہوگا۔

عبداللہ مالکی الکتاب، ارریہ (بہار)

☆زندگی جد وجہد ہے، اس کے لیے محنت کرو۔

☆زندگی دکھوں کا نام ہے، اس پر چھا جاؤ۔

☆زندگی فانی ہے، قبر اس کی حد جانو۔

تابش احمد، چکپادو، ویشالی، بہار

ارشادات رسولؐ

☆وہ گھر قبرستان ہے جس میں قرآن پاک کی تلاوت نہ ہو۔

☆فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

☆محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔

☆محمد انور نار جن جھگوا، سالماری

☆آزادی ہر گز اس کا نام نہیں کہ اخلاق اور مذہب کی قدوروں کو ترک کردیا جائے۔

☆بڑھاپا جہاں زندگی کی مسرتوں کو کم کرتا ہے وہیں زیادہ دن تک زندہ رہنے کی تڑپ بھی پیدا کرتا ہے۔

محمد شاداب اعظمی، بگڈھرا۔ارریہ، بہار

☆دنیا میں کوئی رشتہ ماں سے پیارا نہیں ہے۔

☆ماں کا غصہ وقتی ہوتا ہے جو فوراً زائل ہوجاتا ہے۔

☆ماں کی نافرمانی کرنے والا کبھی سکون نہ پائے گا۔

☆ماں وہ انمول موتی ہے جو ایک بار کھو جانے کے بعد دوبارہ نہیں ملتا۔

محمد شاہنواز عالم رونق منزل، اسلام نگر، ارریہ

والدین پر محبت کی نظر

☆حضرت عائشہ رضی اللہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو وہاں قرآن کی آواز سنی، میں نے کہا یہ کون شخص ہے۔ جواب ملا کہ حارث بن نعمان ہیں جس نے اپنے والدین کی ہر حالت میں خدمت اور فرماں برداری کی ہے۔ آپ نے فرمایا والدین کی خدمت ایسی ہی چیز ہے۔ والدین کی خدمت ایسی ہی چیز ہے، تین مرتبہ یہی فرمایا۔

گلناز پروین مومن پورہ، بالاپور، اکولہ

☆ہر اچھا کام پہلے ناممکن ہوتا ہے۔

☆گناہوں پر نادم ہونا ان کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مسرور ہونا ان کو برباد کردیتا ہے۔

رضوان خان یوسف خان، بھساول

حق مہر

☆حضرت ابوطلحہؓ نے اسلام لانے سے پہلے ام سلیمؓ کو نکاح کے لیے پیغام بھیجا۔ ام سلیمؓ نے کہلوایا کہ میں مسلمان ہوچکی ہوں اور تم کافر ہو میرا تمھارا نکاح ممکن نہیں ہے۔ ہاں اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ٹھیک ہے۔

محمد بدیع الملک، ٹیاری، جوکی ہاٹ، ارریہ

علم کی فضیلت

☆جن سے تم علم سیکھتے ہو ان کی عزت کرو۔
☆زیادہ علم والے سے علم سیکھو اور کم علم والے کو علم سکھاؤ۔
☆علم دنیا کی سے بہترین دولت ہے۔

شائستہ عبدالحمید، ڈائمنڈ جوبلی کپاؤنڈ بمبئی

☆آپ ؐ کا ارشاد ہے وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو اپنی خواہشات کو میرے دین کے حوالے نہ کردے۔

محمد حسنین شاہین کل لونی، نا ندورہ، بلڈانہ

☆کوئی کام شروع کرو تو کہو "بسم اللہ"
☆کچھ کرنے کا ارادہ ہو تو کہو "انشاء اللہ"
☆کسی تکلیف میں ہو تو کہو "یا اللہ"
☆کسی کی تعریف کرنا ہو تو کہو "ماشاء اللہ"

ثریا فرحت، وارثی پورہ، کھولاپور

شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے فرمایا:

☆تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے بُرے ہمنشین ہیں۔
☆مومن اپنے اہل عیال کو اللہ پر چھوڑتا ہے اور منافق اپنے مال و زر پر۔

مہر جہاں، محلہ منگل وارا، پربھنی، مہاراشٹر

☆توحید مسلمانوں کے لیے ایمان کی جڑ ہے۔
☆اتباع رسول ؐ میں مسلمانوں کی کامیابی ہے۔
☆منزل تک وہی پہنچتا ہے جس کو حق کی تلاش ہے۔

عفان چیپ اسٹور، محلہ تھیو، بہار شریف

☆جو شخص علم رکھ کر اس پر عمل نہیں کرتا وہ اس بیمار کی مانند ہے جس کے پاس دوا ہو اور وہ استعمال نہیں کرے۔
☆بے شک مال فنا ہو جائے گا لیکن علم کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔

تنویر عبدالحمید ملک، ڈائمنڈ جوبلی کپاؤنڈ بمبئی

☆بدگمانی کرنا باطن کے ناپاک ہونے کی علامت ہے۔
☆نیک لوگوں کو دشمن سے بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔
☆کسی کی غیبت کرنا اپنی نیکیاں اُسے دینا ہے۔

بشرا انجم بنت محمد حسین، بڑا مومن پورہ، بالاپور

☆رسول اللہ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک اور ماں باپ کی نافرمانی ہے۔ (بخاری)

انور خان انیس خان، بالاپور آکولہ

اچھی بات چاہے کسی نے کہی ہو اسے غور سے سنو۔
☆آدمی کے بے عیب ہونے کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ دوسروں کے اندر عیب نہ تلاش کرتا ہو۔

ہلال انور، پردلیا، کتول

☆انسان ایک بار پہاڑ سے ٹکرا کر کھڑا ہو سکتا

ہے لیکن کسی کی نظروں سے گر کر دوبارہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔

لیاس عبدالحمید تابنے کمپیڈر تاگیری، مہاراشٹر

☆سچائی، سوالات سے کبھی خوف زدہ نہیں ہوتی۔

☆سچ اپنے سہارے آپ کھڑا رہتا ہے مگر جھوٹ کو قائم رکھنے کے لیے بہت سے جھوٹ تراشنے پڑتے ہیں۔

محمد رازق، حضرت ٹولہ، تیکھروا، کٹیہار

☆دنیا میں اپنے آپ کو اتنا ہی مشغول رکھنا جتنی زندگی باقی ہے۔

☆آخرت کے غم کو اپنے ساتھ چپٹالو۔

ثمیہ کوثر، نئی بستی بدنیرہ، امراوتی، مہاراشٹر

ایک عورت کی نماز

حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عورت خوب یاد ہے جسے میں نے بچپن میں دیکھا جو بہت عبادت گزار تھی۔ بحالت نماز اس عورت کے چالیس مرتبہ بچھو نے ڈنک مارا مگر اس کی حالت میں ذرہ برابر تغیر نہ ہوا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے کہا۔ "اے اماں! اس بچھو کو تم نے کیوں نہیں ہٹایا؟" اس نے کہا "اے فرزند! تو ابھی بچہ ہے۔ یہ کیسے جائز تھا میں اپنے رب کے کام میں مشغول تھی۔ اپنا کام کیسے کرتی؟"

رضوان عاطف، قاضی پورہ، بالاپورہ، اکولہ

نماز کے مسائل

☆نماز قائم کرنے سے پہلے سات باتیں پوری کرنا ضروری ہے۔ ان سات باتوں کو شرائط نماز کہا جاتا ہے۔

(۱) بدن کا پاک ہونا۔ (۲) نماز کا وقت ہونا۔ (۳) جگہ پاک ہونا (۴) مرد کو ناف سے گھٹنوں تک اور عورتوں کو منہ، ہاتھ، پیروں کے علاوہ سارا بدن اور سر کے بال ڈھانپنا۔ (۵) کپڑے پاک ہونا۔ (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ (۷) نماز کے لیے نیت کرنا۔

عشرت جبین، کاغذی پورہ بالاپور

☆پہلا حکمراں جس نے اسلام قبول کیا۔ شاہ حبش (نجاشی) اصحمہ بن الجابرؓ ہیں۔

☆پہلی اسلام قبول کرنے والی خاتون حضرت خدیجہؓ ہیں۔

☆پہلا اسلام قبول کرنے والا بچہ حضرت علیؓ ہیں۔

☆پہلا شخص جس نے اسلام کا جھنڈا بلند کیا حضرت بریدہ اسلمیؓ ہیں۔

☆پہلا مسلمان جس نے غزوۂ بدر میں شہادت پائی حضرت عبید بن حارث ہیں۔

☆پہلا دشمن جو غزوۂ بدر میں مارا گیا عتبہ بن ربیعہ ہے۔

شکیل احمد نعیمی، منکاپور گیھسری، بلرامپور

آدھی ملاقات

☆ہماری چھوٹی نسل کی تعلیم وتربیت اور کردار سازی کے لیے پیام تعلیم واقعی ایک قابل مبارک باد رسالہ ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ اپنی اسی معصومیت کے ساتھ جوانی کی منزل میں داخل ہو۔

اظہر عنایتی ایڈوکیٹ، پھڑ شخ، رام پور

☆پیام تعلیم میں خراٹوں کا مشاعرہ بہت خوب لگا ۔ ڈاکٹر اعظم شاہ خان کا خلائی اسٹیشن "میر" بھی بہت معلوماتی ثابت ہوا۔ نصرت ظہیر صاحب کا بہت بہت شکریہ ۔ خراٹوں کا مشاعرہ میں ہم ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوگئے اور بڑوں کو بھی سنا کر ہنسلیا۔

غلام نبی خان مسلم نگر، مالیگاؤں

☆میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کاش یہ رسالہ ہفتہ وار ہوتا تاکہ دل کو سکون ملتا اپنے شب وروز کے اوقات اسی میں صرف کرتا۔

محمد سلیم آروی اردو روڈ بھ نگر پلگاؤں، وردھا

اپریل، مئی، جون اور جولائی کا رسالہ میں نے پڑھا۔ پڑھ کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ تمام مضامین پسند آئے ۔ یہ رسالہ کوئی عام رسالہ نہیں بلکہ بچوں کے ان تمام رسالوں سے بالکل الگ ہے اور خاص کر بچوں کے لیے بڑا ہی مفید ہے۔ آپ نے جو انعامی مقابلہ شروع کیا ہے وہ بھی قابل داد ہے۔ مجھے 'جاگو اور جگاؤ' خراٹوں کا مشاعرہ، خلائی اسٹیشن میر 'سفر نامہ فٹ بال ورلڈ کپ، اور 'گروی آنکھ' نہایت ہی پسند آئے ۔ اور بچوں کی کوشش بھی پسند آئی۔

خرم اقبال، اسلام نگر، نزد نور مسجد، روڑ کیلا

☆میں آج سے نہیں بلکہ دس سال قبل سے پیام تعلیم کا دلدادہ ہوں اور بہت ہی شوق وذوق کے ساتھ ہر ماہ پابندی کے ساتھ مطالعہ کرتا ہوں۔ تقریباً ہر کالم اچھے لگتے ہیں۔ لیکن خاص طور سے قابل ذکر ہیں "معلومات" "بچوں کی کوشش" "اقوال زریں" وغیرہ وغیرہ۔

عبدالرزاق گریڈ یہوی، رواق خالد، دیوبند

"حضرت خدیجہؓ اور نامور خواتین اسلام" کے بعد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا سلسلہ بہت خوب ہے ۔ اس مادی اور سائنسی دور میں ہم اپنے نامور اسلاف اور ان کے کارناموں کو فراموش کرتے جارہے ہیں۔ پیام تعلیم ہمیں اپنے شاندار ماضی، متحرک حال اور روشن مستقبل سے روشناس کراتا ہے ۔ یہ پرچہ بچوں میں مطالعے کا شوق، لکھنے کا ذوق اور زندگی میں کچھ کرنے کا جذبہ پیدا کرنے میں اہم رول ادا کررہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ اس پرچہ کو دوام اور اس کی

قبولیت کو عام فرمائے۔ آمین۔

سعدیہ زرین، محلہ رحم خاں، دربھنگہ، بہار

☆ستمبر کا مجھے پیام تعلیم ملا۔ اس میں اپنا نام پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میرے پسندیدہ اشعار میں جو نظم چھپی ہے "نئے سال پر پھول کی دعا" وہ مجھے بہت اچھی لگی۔ دراصل وہ نظم حیدر بیابانی صاحب کی تھی اور مجھے ان کی لکھی ہوئی ہر نظم بہت پسند آتی ہے۔ پیام تعلیم میں جو یہ نظم شائع ہوئی ہے اس میں حیدر صاحب کا حوالہ دینا بھول گئی۔ مہربانی کر کے آپ اور حیدر صاحب مجھے معاف فرمائیں۔

فرحانہ خاتون، مکتبہ عابدیہ دل آرام ہاؤس بھوپال

☆آپ کے بھیجے ہوئے مبلغ ۶۵ روپے دستیاب ہوئے۔ یہ انعام پاکر دل کو بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ یہ انعام دے کر آنجناب نے میرا حوصلہ بڑھایا جس کا میں بہت بہت شکر گزار ہوں۔ جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔

طارق جمال، جامع مسجد۔ گانجی مٹ، منگلور

☆میں نے تقریباً تین ماہ سے پیام تعلیم کی سبھی کہانی اور معلومات سے بہت جانکاری حاصل کی ہے۔ میں پیام تعلیم بہت سکون کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ پیام تعلیم کے قلم کاروں مبارک باد!۔

ایس۔ جے۔ این۔ فاروقی، رجبی روڈ، کانپور

گل دستہ (پیام تعلیم) ملا اور میں اس گلدستے کے پھولوں کی خوشبو میں کھو گیا۔ جب میری نگاہیں صفحہ نمبر ۷۷ پر گئیں تو میرا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا کیونکہ آپ نے میرا لطیفہ شائع کیا اس کا بہت بہت شکریہ۔

محمد حسنین شاہین کالونی، ناندورہ، بلڈانہ

آپ نے مجھے ۵۵ روپے انعام کے دیے۔ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں اس رسالہ اور آپ کے عملہ کے لوگوں کے لیے۔ خدا سب کو اچھا رکھے ہر کسی کی بُری نظر سے محفوظ رکھے اور ترقی پہ ترقی ہوتی رہے۔ آمین

اوصاف عزیز جامع مسجد، K.G.F کرناٹک

☆پیام تعلیم ہی ایک ایسا پرچہ ہے جو کہ بزرگوں جوانوں اور بچوں کی ترجمانی کرتا ہے اور ماشاء اللہ ابڑی آب و تاب سے ملک و قوم اور اردو زبان کی خدمت کرتا آرہا ہے یہ ایسی شمع ہے جو کہ تیز و تند ہوا کے جھونکوں سے بجھنے والی نہیں ہے۔ میں ساری باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ اس پرچے کی ترقی کے لیے زندگی کو وقف کردوں۔

شبانہ اعظمی، درگاہ بیلا، ویشالی۔ بہار

☆میں پیام تعلیم کا دو سال سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ پیام تعلیم ایک ایسا رسالہ ہے جس کی تعریف جتنی بھی کی جائے کم ہے کیونکہ یہی ایک ایسا رسالہ ہے جس سے ایک معمولی سا بچہ بھی ادب کی دنیا میں کھو جاتا ہے اور اتنی

معلومات حاصل کرتا ہے کہ حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ سچ سچ یہ رسالہ بہت بہترین شاندار اور اتنا اچھا ہے کہ اس رسالے کو بچے اور بزرگ بھی بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔

ریاض احمد ابوبی، برکٹ، آرمور، نظام آباد

☆ میں پیام تعلیم کا قریب قریب تین سال سے لگاتار مطالعہ کررہا ہوں۔ مجھے اس رسالے سے بہت پیار ہے میں اس کا ہر ماہ بے صبری سے انتظار کرتا رہتا ہوں۔

محمد احسن الحسنات، شاہ پور پٹوری، سمستی پور

☆ پیام تعلیم صرف بچوں کے لیے ہی نہیں بلکہ جوانوں اور بزرگوں کے لیے بھی معلومات کا عمدہ خزانہ ہے۔ بچوں کی کوشش قابل ستائش ہے۔ اس میں مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ کافی عمدہ رہا۔ اسی پر بس نہیں۔ معما نمبر ااا کے شاندار نتیجہ میں مجھے ۵۵ روپے منی آرڈر سے موصول ہوئے۔ انعام ملنے پر مجھے بہت خوشی ہوئی اتنی خوشی ہوئی کہ پھولے نہیں سمائی۔ میں دل کی عمیق گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

صابا عمر کوپے، یوسف ہاؤس، ڈاکیارڈ روڈ، بمبئی

☆ آپ کا رسالہ پیام تعلیم ہمیں بہت پسند ہے۔ اور ہم دوسروں سے لے کر پڑھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ بذات خود ہمارے لیے بھی آئے لہٰذا ہم آپ کو پچاس روپے منی آرڈر کے ذریعہ سالانہ فیس بھیج رہے ہیں۔ اس لیے آپ ہمیں رسالہ پیام تعلیم ہر ماہ بھیجا کریں۔ عین نوازش ہوگی۔

عزیر احمد عبدالعزیز، کھولاپور، امراوتی

جامعہ مڈل اسکول کے طالب علم کو بہترین پینٹنگ کا انعام

☆ نئی دہلی: جامعہ مڈل اسکول جامعہ نگر کے طالب علم شیراز حسن عثمانی کی ۹۸-۱۹۹۷ء میں امنگ پینٹنگ مقابلہ میں بہترین پینٹنگ قرار دیتے ہوئے اردو اکادمی نے انھیں ۲۰۰۰ روپے کے انعام سے نوازا۔ دہلی کی مختلف سماجی تنظیموں نے طالب علم اور اسکول کو اس انعام کے لیے مبارکباد پیش کی ہے۔ ادارہ پیام تعلیم بھی عزیزی شیراز حسن عثمانی، ان کے اساتذہ اور بزرگوں کو مبارک پیش کرتا ہے۔

☆ بہت ہی افسوس کے ساتھ تحریر کررہا ہوں کہ ڈاکٹر علامہ اقبال ہائی اسکول گرندواڑ صدر مدرس ہیڈماسٹر صاحب راج محمد خواجہ گرگرے کے والد جناب خواجہ صاحب گرگرے ۱۳ جون ۱۹۹۸ء کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے اپنے خاندان کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنے معبود حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے متعلقین اور ہمارے استاد محترم راج محمد خواجہ گرگرے اور ان کے

اہل خانہ کو بھی صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(ادارہ پیام تعلیم بھی مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا گو ہے)

عبدالرشید محمد بسماری، پنجال، شردل، کولہاپور

☆اگست کا پیام تعلیم ملا۔ پیام تعلیم کی کیا تعریف کروں۔ پیام تعلیم کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔ پیام تعلیم کی تعریف کے لیے میرے پاس کوئی خاص الفاظ نہیں ہیں۔ ہماری زمین کا چاند سورج پیام تعلیم ہے اور اس کی کرنیں اس کے قلم کار، پڑھنے والا ہر وہ شخص جو اس سے جڑا ہوا ہے۔ چچا جان پیام تعلیم رسالہ نہیں، یہ ہمارا ساتھی، ہمدرد، استاد، ڈاکٹر اور ایک اچھا رہبر ہے جو ہمیں سیدھی راہ بتاتا ہے اس میں جن کی بھی نگارشات شائع ہوئی ہیں ان کا شکریہ ادا کریں۔

حنا کوثر، ہلکل گوڑہ، عادل آباد

☆معلومات کے کالم میں سورج پڑھ کر بے انتہا خوشی ہوئی مگر آپ نے ہمارے گانو کا نام امراوتی لکھا ہے۔ امراوتی ضلع میں ایک قصبہ ہے جس کا نام کھولاپور ہے جب کہ آپ نے کولھاپور لکھا ہے یہ غلط ہے۔ ہمارے اس چھوٹے سے قصبے میں بہت سارے "پیام تعلیم" کے شائقین ہیں۔ یہ رسالہ ہمارے گانو میں زیادہ پڑھا جاتا ہے اس لیے کہ یہ آسان زبان اور عام فہم ہے اور بچوں کے لیے بہت

زیادہ مناسب ہے۔

سید مدثر عالم، کھولاپور، امراوتی، مہاراشٹر

☆اگست ۱۹۹۸ء کا شمارہ موصول ہوا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ تمام ہی مضامین بہت دلچسپ اور دل کو چھو لینے والے ہیں۔ خاص طور پر آپ کتنا جانتے ہیں ؟ (کھیلوں کے بارے میں) ڈاکٹر سید حامد حسین صاحب کا لکھا ہوا۔ گدگدیاں، معلومات، پسندیدہ اشعار وغیرہ بہت پسند آئے۔

یوسف خان یعقوب خان، مالیگاؤں

ریڈیو، ٹی وی کی لعنت جب سے آئی شہر میں
وقت سے پہلے یہاں بچے جواں ہونے لگے

کیوں شاہد بھائی! کیا آج کل کے اس زمانے میں یہ شعر جم رہا ہے یا نہیں ؟ ارے ہاں! میری دلی آرزو جو میں نے آپ سے کہنے کے لیے یہ خط لکھا ہے۔ وہ تو کہنا ہی بھول گیا۔ میری دلی آرزو یہ ہے کہ آپ جتنی بھی حدیث کے یا صحابیوں کے یا کوئی نصیحت آموز واقعہ یا اس طرح کی ان تمام چیزوں کو شائع کرنے کی طرف اگر اپنی توجہ زیادہ رکھیں تو بہت اچھا ہوگا۔ لوگ جب اس رسالے کو پسند کرتے ہیں تو آپ کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ دین کے بارے میں انھیں جانکاری دیں۔

عبدالرحمٰن ایم۔ کے [illegible]

پسندیدہ اشعار

پہلے کردار پھولوں سا پیدا کرو
لوگ چاہیں گے تب خوشبوؤں کی طرح (حفیظ میرٹھی)

آمنہ تبسم ایم۔ کے بلڈنگ، امرت نگر ۴ ممبرا

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسولؐ ہے
یہ کہکشاں تو آپؐ کے قدموں کی دھول ہے

انیس احمد انصاری قصبہ خیر آباد، سیتاپور

ذہنی سکون، ٹھنڈی ہوا، میٹھی نیند
مٹی کا گھر ہمارا بڑا عالی شان تھا

حنیف خان یعقوب خان غیاث نگر، مالیگاؤں

نہ جس میں سوز ایمانی نہ جس میں روح قرآنی
مسلمانوں کو ایسی زندگی راس آ نہیں سکتی

وسیم احمد محمد اشفاق، ستار محلہ، نندوربار

یہ رکے رکے سے آنسو یہ دبی دبی نگاہیں
یوں ہی کب تلک خدایا غم زندگی نباہیں

محمد سلیم، معرکہ، سیتاپور

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کرلے (علامہ اقبال)

محمد اطہر البشر، علی گڑھ

دیکھو گے تو ہر موڑ پہ مل جائے گی لاشیں
ڈھونڈو گے تو اس شہر میں قاتل نہ ملے گا

عابد اطہر، محلہ انزاری، خیر آباد، مئو

زباں خموش ہے دل بھی بجھا بجھا سا ہے
مرے وجود کا عالم گھٹا گھٹا سا ہے

محمد بلال آعظمی محلہ پورہ رانی کوٹھی، مبارکپور

نہیں جاتی، کہاں تک فکر انسانی نہیں جاتی
مگر اپنی حقیقت آپ پہچانی نہیں جاتی (جگر)

انور خان انیس خان لوٹنا پور، بالا پور، اکولہ

گل کی مہک کلی کی ادا چھوڑ جاؤں گا
صحرا میں بھی چمن کی فضا چھوڑ جاؤں گا

مشتاق احمد مدرسہ خیر العلوم یتیم خانہ، ڈومریاگنج

دیتی ہے قتیل اکثر چہروں کی چمک دھوکا
ہر کانچ کے ٹکڑے کو ہیرا نہ کہا جائے

فرحانہ خاتون، ہوا محل روڈ، بھوپال

میں ان کے سامنے جاؤں تو اے دل مضطر
نظر سے بات کروں بے زباں نظر آؤں (غنی)

خرم اقبال شاہ، غنی منزل، رالوڑ کیلا، اڑیسہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے (اقبال)

مخواب لایا ہے کس جگہ مجھ کو
کیا یہ خطہ کھجور والا ہے

ظہور احمد، روشن پورہ مرتضے پور، (آکولہ)

دیکھا امیر شہر نے ظلم و ستم کے بعد
چپ ہو گئی زبان تو سر بولنے لگے (وقار عمران)

محمد حسان سعدی ۱۹ انجمن گلی، ویلور۔ ۴

توفیق باندازہ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

شاہ عالم مدرسہ خیر العلوم یتیم خانہ ڈومریاگنج

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
وہ اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا (حالی)

محمد طفیل قاسمی، محمود المدارس، ڈاسنہ (غازی آباد)

آگے وہی بڑھے گا یہ بات یاد رکھنا
آتا ہے جس کو بچہ گھر پر بھی خوب پڑھنا

اقرار حسین آزاد اردو پرائمری اسکول، پاتور، آکولہ

چیونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق
آدمی کا آدمی دشمن، خدا کی شان ہے

عالیہ انجمن، قمرواڑی، سری نگر

ہم ہیں سورج ہمارے ساتھ چلو
ہم جہاں ہوں گے شب نہیں ہوگی

حنا انور، جمال پور، علی گڑھ

سر جھکائے ہوئے ہم سوچ رہے ہیں کب سے
آج کے دور میں معیار شرافت کیا ہے
ایک دلچسپ تماشا ہے اداکاری ہے
دوستی کیا ہے وفا کیا ہے محبت کیا ہے
اک امیر اور امیر، ایک غریب اور غریب
کون جانے کہ تیرا طرز حکومت کیا ہے

حافظ خالد سعید خان، سوداگر پورہ۔ واشم

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر (اقبال)

نازیہ خانم بنت ولایت خاں، حیدر پورہ، اکولہ

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے (امیر مینائی)

محمد محسن انور شریف، کھدرا پور، کولہاپور،

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

محمد شاکر حسین طالب مصباح العلوم، (چماران)

پھر یوں ہوا کہ اڑ گئے شب کے پرانچے
سیفی تھا بم چھپا ہوا میرے بیان میں

یوسف خان یعقوب خاں، غیاث نگر، مالیگاؤں،

دنیا میں قتیل اس سا منافق نہیں کوئی
جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

اسماء خانم، قاصد پورہ، پاتور، آکولہ،

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں میں

منظور عالم، اکوا بازار، سدھارتھ نگر

تڑپ کے شان کریمی نے لے لیا بوسہ
کہا جو سر کو جھکا کر گنہگار ہوں میں

حلیمہ بی، مومن پورہ، بالاپور، اکولہ

راجیو جی کو کہتے ہیں تھا گلستاں کا پھول
ایک دیوتا تھا دیش پر قربان ہوگیا (سنبل فیضانی)

عبد الخالد انصاری، جلالی پورہ، وارانسی

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے (جگر مراد آبادی)

عبد الجلیل، مالی پورہ کارنجہ (لاڈ) آکولہ

دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے (اقبال)

عبد اللہ، ایم۔ کے۔ بلڈنگ۔ امرت نگر، ممبرا

اے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے
منزل کے لیے دو گام چلوں اور سامنے منزل آجائے (بہزاد لکھنوی)

شاہین انجم کرمکال شیوا جی نگر، ہاویری،

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

کے۔ احسان احمد، قلعہ وانمباڑی

اللہ کے فقیروں کا شاہوں سے کام کیا
دنیا غلام جس کی ہے اس کا ہے نام کیا
کرنا خدا کے نام پر کوئی بھی کام ہو
دولت پہ مرنے والو تمھارا مقام کیا (جاں نثار کوثر)

شیخ اصغر شیخ غلام مصطفیٰ، قاضی نگر، بھنڈارہ

ہم جو اپنا لہو نہ دیں عارف
دیپ محلوں کے جل نہیں سکتے

حافظ فاروق امام ربانی، چکوڈی

یہ رنگ بہاریں عالم میں کیوں فکر ہے تجھ کو اے ساقی
محفل تو تیری سونی نہ ہوئی کچھ اٹھ بھی گئے کچھ آ بھی گئے

محمد یحییٰ اشرف، بلواڑاگی، بہادر گنج، کشن گنج

اپنی گرہ سے کچھ نہ مجھے آپ دیجیے
اخبار میں تو نام مرا چھاپ دیجیے (اکبر الہ آبادی)

اسامہ انجم، کشن گنج (بہار)

جہاں تک دیکھیے تعلیم کی فرماں روائی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے

سمیع اللہ خان، بلرام پوری (یوپی)

قطعہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دوں گا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام ان کا مٹا دوں گا

راشد ظہیر، کانپور رجاجھو (یوپی)

مسکرانے کی تمنا تو ہمیں بھی ہے مگر
مسکراتے ہوئے حالات کہاں ملتے ہیں

نسرین پروین، اسلام پورہ، کلسب، ایوت محل

ولادت جڑواں بچوں کی جہاں میں بڑھ گئی بے حد
خبر سن کر کے ایسا تبصرہ احباب کرتے ہیں
تشدد لوٹ مار ہنگامہ اتنا بڑھ گیا یارو
اکیلے دنیا میں آنے سے اب بچے بھی ڈرتے ہیں (ظہیر قدسی)

انیسہ ناز شیخ ایس۔ پی، اسلام پورہ کاسودہ، جلگاؤں،

رہزن کی زندگی کے اندھیرے سمٹ گئے
انسان بن گیا مری سچائی دیکھ کر

محمد فیاض الدین، گیگھا، بردوان، مغربی بنگال

شام سے ہی بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

ناظمہ صدق، آصف نگر، آکولہ

ہم نے انسان کے دکھ درد کا حل ڈھونڈ لیا
کیا برا ہے جو یہ افواہ اڑا دی جائے (جاں نثار اختر)

شکیل احمد، آرمور، نظام آباد

کھولی ہیں ذوق دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہگزر میں نقش کف پائے یار دیکھ

نازنین اختر، انعامدار، دارواہ

ہے جو ہنگامہ بپا یورش بلغاری کا
غافلوں کے لیے پیغام ہے بیداری کا
تو سمجھتا ہے، یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے ترے ایثار کا، خودداری کا

محمد مظفر، پورانا پل، حیدر آباد

وہ تو بتا رہا تھا کئی روز کا سفر ہے
زنجیر کھینچ کر جو مسافر اتر گیا

بلال اقبال، منگرول پیر، واشم

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہو وہ سبھا کی پری نہ ہو (اکبر الہ آبادی)

رفعت انجم عبدالسعید، حافظ پورہ، منگرول پیر

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

منور حسن انصاری حسن، قلب پورہ صوفی۔ مبارک پور

تیری محفل سے اٹھاتا غیر مجھ کو کیا مجال
میں نے دیکھا تھا کہ تونے بھی اشارہ کردیا

شیخ عیدو، بالاپور، اکولہ

دشمنی لاکھ سہی ختم نہ کیجیے رشتہ
دل ملے یا نہ ملے ہاتھ ملاتے رہیے

محمد راشد حسین، سمیلوی سلفیہ اسکول، دربھنگہ

جانے کیا کیا بادلوں کے درمیاں سازش ہوئی
میرا گھر مٹی کا تھا میرے ہی گھر بارش ہوئی (میر)

امتیاز احمد، سلفیہ اسکول، دربھنگہ

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسولؐ ہے
یہ کہکشاں تو آپؐ کے قدموں کی دھول ہے

انیس احمد انصاری خیر آباد، سیتاپور

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہم کو عبث بدنام کیا (میر)

ناہید اشفاق، منگرول پیر

کانٹے نہ لپٹ جائیں کہیں دست نازسے
پھولوں سے کھیلنے کا ارادہ نہ کیجیے

عبدالسعید چودھری گلی، بالاپور، اکولہ

وہ کوئی اور ہیں آنکھیں جو بچھا دیتے ہیں
ورنہ اپنے تو چھری دل پہ چلادیتے ہیں

مرزا غفران رفیقی، مرزاپور، اعظم گڑھ

لرز جاتا ہے گلچیں، باغباں بھی سہم جاتا ہے
چمن اجڑا ہوا اپنا اسے جب ہم دکھاتے ہیں (ثاقب)

شیخ محمد جاوید، عالم گنج، برہانپور

چاہے تن من سب جل جائے
سوز دروں پر آنچ نہ آئے
شیشہ ٹوٹے، غل مچ جائے
دل ٹوٹے آواز نہ آئے (حفیظ میرٹھی)

زید احمد زیدی، ہنکوا سرائے خاص، بلرامپور

غنچے تری زندگی پہ دل ہلتا ہے
تو ایک تبسم کے لیے کھلتا ہے
غنچے نے کہا کہ اس چمن میں بابا
یہ ایک تبسم بھی کسے ملتا ہے

محمد اصغر علی، ساؤتھ بازار، اڈال، بردوان

تمھیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہوچکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی (حسرت)

محمد چاند علی، اسلام نگر، بردلہا، کمول، دربھنگہ

ساقی شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر
یا وہ جگہ بتا دے جہاں پر خدا نہ ہو

فرحین بنت عابد، بردلہا، کمول، دربھنگہ

محفل میں کیا ہجوم تھا اس نور مبین پر
پروانے گر رہے تھے چراغ حسینؑ پر

محمد سمیع الزماں، بردلہا، کمول، دربھنگہ

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

حنا امام، اثارنی پیلس، بردلہا، دربھنگہ

اے ہمالہ ! اے فصیل کشور ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں (محمد اقبال)

محمد باسط محمد احمد، درگاہ محلہ پاتھری، پربھنی

میری زندگی کا حاصل تیرا ایک حسیں تبسم
کسی اور شئے سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے

پرویز خان آرزو سلیم ذکریا اسکول، پاتور

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے (غالب)

افشاں ترنم، عالم گنج پٹنہ

دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی (میرانیس)

ذکاء اللہ، سلفیہ اسکول، دربھنگہ

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تو نگر ہو گئے
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

ثنا قمرالزماں، سید پورہ بالاپور، اکولہ

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں، زندگی دشوار ہو جائے (اصغر گونڈوی)

سید طلحہ نقشبندی القادری، بالاپور، آکولہ

ہم اپنی یہ جاں تجھ پر جو قربان کریں گے
اے پاک وطن تجھ پہ نہ احسان کریں گے

ولی محمد ناصر، مدرسہ محمودیہ، محمدی کھیری

ویرانیٔ دل تابانیٔ دل ہوتا ہے سفر منزل منزل
جب پھول کی پھالی لگتی ہے تب جشن بہاراں ہوتا ہے (کاشف الہاشمی رانچوری)

حافظ صفی اللہ، جامعہ انوار العلوم، مئوائمہ

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

حنیف احمد خاں، دیوان پورہ، منگرول پیر

آدمی کچھ نہ بنے صاحب کردار بنے
یعنی دنیا کے لیے جینے کا معیار بنے

شنکر کمار، آزاد ہائی اسکول، چاکند، گیا بہار

تجھ کو واعظ نہیں معلوم کہ ہوں کس کا غلام
جا میاں جا! مجھے دوزخ سے ڈرانے والے

اقبال حسین، سید پورہ بالاپور اکولہ

دل سے اک آہ تو نکلی تھی جمیل
یہ نہیں ہوش کہ مانگا کیا تھا (جمیل)

حافظ محمد بدر عالم رضوی، ابابکر پور، باگھی

اگر آپ اپنی تحریر شائع کرانا چاہتے ہیں تو

(۱) کاغذ کے ایک طرف، ایک سطر چھوڑ کر صاف صاف لکھیے۔

(۲) ایک ہی صفحے یا ایک صفحے کے دونوں طرف مختلف کالموں کے لیے لکھی ہوئی تحریروں میں سے صرف ایک ہی شائع ہو سکتی ہے۔ ہر تحریر کے آخر میں آپ کا نام و پتا ہونا ضروری ہے۔ (ادارہ)

گدگدیاں

☆ ایک لڑکا اپنے دوست کے گھر گیا۔ اس کے دوست نے اسے چائے پلائی۔ لڑکے نے کہا:

"چائے تو بڑی مزے دار ہے"۔

دوست نے کہا: "اگر بلی دودھ سے ملائی نہ کھا جاتی تو اور بھی مزے دار چائے بنتی"۔

لطیف خان، چراغ علی محلہ، تندور بار

☆ تین دوست سڑک کے کنارے چلے جا رہے تھے جن میں ایک گنجا، دوسرا لنگڑا اور تیسرا اندھا تھا۔ تبھی ایک کار تیزی سے ان کے بغل سے گزر گئی۔ اس پر گنجا (سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا) بالوں کی سیٹنگ خراب کر دی اس نے۔ لنگڑا دوست بولا: دوڑ کر پکڑ لوں کیا؟ اندھا دوست چھوڑ یار میں نے گاڑی کا نمبر نوٹ کر لیا ہے۔

محمد دیدار شمسی، بٹلا ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

☆ ایک صاحب سو رہے تھے کہ گھر میں اچانک ایک چور گھس آیا۔ اتفاق سے صاحب کی آنکھ کھل گئی اور چور بھاگ کھڑا ہوا۔ صاحب بھی چور کے پیچھے بھاگے۔ جب چور نے دیکھا کہ وہ اس کے نزدیک پہنچنے والے ہیں تو چور اور تیزی سے دوڑنے لگا۔ ان کو بہت غصہ آیا۔ ان کو اپنی یہ توہین برداشت نہیں ہوئی۔ اور وہ بہت تیزی سے دوڑنے لگے اور جب دوڑ تے دوڑتے چور سے آگے نکل گئے تو پیچھے مڑ کر چور سے کہنے لگے۔ دیکھا میں آج تک دوڑ میں کسی سے نہیں ہارا ہوں۔

شاہد جمال، عائشہ روبی، انصار کلب، مبارکپور

☆ احمد: ڈاکوؤں اور چوروں میں کیا فرق ہے۔

عظمت: ڈاکو ڈرا کر لوٹتے ہیں اور چور ڈر کر۔

مرزا سکندر بیگ، پیٹھ محلہ، ناندورہ

☆ استاد۔ (شاگرد سے) تم یہ گدھے لے کر یہاں کیوں آئے ہو۔

شاگرد: سر آپ ہی نے تو کہا تھا کہ تمھارے جیسا گدھا کوئی نہیں ہے۔ اس لیے میں یہ دوسرا گدھا لایا ہوں۔

محمد سمیع الزماں۔ بردواہا، کھول، در بھنگہ

☆ الیکشن کے وقت ایک لیڈر نے اپنے لوگوں سے کہا کہ میں "ہاتھ" کہوں تو کہنا "زندہ باد"۔ جب وہ کار میں بیٹھ کر دروازہ بند کرنے لگا تو اچانک دروازے میں اس کا ہاتھ آ گیا وہ درد کی شدت سے زور زور سے چلانے لگا۔ ہاتھ ہاتھ ہاتھ۔ لوگ بھی چلا چلا کر نعرے لگانے لگے۔ زندہ باد! زندہ باد! زندہ باد

حیدر عباس بدر الحق، انصار کلب مبارکپور

☆ ماں بیٹا آگے مت جاؤ وہاں پانی گہرا ہے۔

بیٹا۔ ماں میں وہاں جانا چاہتا ہوں جہاں پاپا تیر رہے ہیں۔

ممی۔ بیٹا ان کا تو بیمہ ہو چکا ہے۔ تمھارا کل ہونے والا ہے۔

صدف بن قمر، افلاقی پیلس، بردواہا، کھول

☆ ایک صاحب کو کتابیں پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ پڑھتے ضرور تھے مگر سمجھتے کم تھے۔ ایک دن انھوں نے اپنے دوست سے کہا۔ تمھیں معلوم ہے "ختم شد" ایک بڑا رائٹر ہے۔ بہت سی کتابوں کے آخر میں اس کا نام لکھا ہوتا ہے۔ دوست بھی کچھ کم بیوقوف نہیں تھے، بولے۔ ارے یار تم تو نرے بیوقوف ہو۔ یہ رائٹر کا نام نہیں، چھاپنے والے کا نام ہے۔

محمد صادق اعظمی کھریواں، سرائے میر، اعظم گڑھ

☆ خالد نے دیکھا کہ ماجد سائکل لے کر دوڑ رہا ہے لیکن اس پہ چڑھتا نہیں ہے۔ جب خالد ماجد کے قریب آیا تو خالد نے اس سے پوچھا کہ یار سائکل پر کیوں نہیں چڑھ جاتے۔ اس طرح سائکل لے کر کیوں دوڑتے ہو، تو ماجد نے کہا کہ کیا کروں دوست اتنی جلدی میں ہوں کہ سائکل پہ چڑھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔

محمد عمیر انجم، بلواڈاگی، مجھیں بلند، کشن گنج

☆ ایک دن ایک سڑک پر بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لگ رہا تھا کہ ایکسی ڈنٹ میں کوئی مر گیا ہے۔ بھیڑ کے پیچھے ایک آدمی تھا جو بھیڑ کے اندر گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب وہ گھس نہ پایا تو وہ آدمی بولا ارے بھائی صاحب مجھے اندر گھسنے دو مرنے والا میرا بیٹا ہے۔ اندر ایک گدھا مرا ہوا تھا تو لوگوں نے اسے اندر داخل کر دیا اور کہا بیٹے کو لے جائیے۔

محمد راسخ راہی، جلیل لاج، سالماری، کٹیہار

☆ بیوی نے عدالت کو بتایا کہ میری شادی کو ایک ہی ہفتہ ہوا ہے اور میرے شوہر نے سر پہ کیک دے مارا۔ عدالت نے شوہر کی بدسلوکی اور ناروا حملے پر 50روپے جرمانہ عائد کیا اور کہا مقدمے کے تمام اخراجات شوہر ادا کرے۔ بیوی نے کہا: جناب والا! کیک میں نے بڑی محنت سے تیار کیا تھا۔ جج نے یہ سنا تو فیصلہ صادر کیا کہ مہلک ہتھیار تیار کرنے کے جرم میں تمھیں ایک سال قید کی سزا سنائی جاتی ہے۔

عبدالغفار، راجاپورہ، ٹھٹھیمن بازار، وارانسی

☆ ایک افیمی ایک حجام اور ایک گنجا تینوں اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ رات ہو گئی۔ تینوں نے باری باری جاگنے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے حجام کی باری آئی۔ اس نے سوچا خالی بیٹھنے سے نیند آجائے گی۔ اس لیے اس نے استرا نکال کر افیمی کا سر مونڈ ڈالا۔ جب حجام کی باری ختم ہوئی تو اس نے افیمی کو جگا دیا۔ افیمی نے اٹھتے ہی انگڑائی لی اور سر کھجانے کے لیے ہاتھ سر پر پھیرا لیکن جب اس نے محسوس کیا کہ سر پر بال نہیں ہیں تو کہا۔ ارے معلوم ہوتا ہے تو نے غلطی سے گنجے کو جگا دیا۔

شاہینہ پروین محمد اسرائیل، مولوی گنج، دھولیہ

☆ ایک نیتا جی کو الیکشن میں صرف تین ووٹ ملے۔ ووٹوں کی تعداد سن کر بیوی رونے لگی۔ میاں نے پوچھا۔ کیوں رو رہی ہو تم؟ اس نے جواب دیا میں تو پہلے ہی سمجھتی تھی کہ تم نے ایک شادی اور کر رکھی ہے۔ اب تو میرا گمان یقین میں بدل گیا اور اس کا ثبوت بھی مل گیا۔ میرے

اور تمھارے دو ووٹوں کے علاوہ یہ تیسرا ووٹ اسی کلو ہی کا ہی ہے۔

عبدالرشید عبدالعزیز، تلک نگر، ممبئی

☆ گاہک: (دکاندار سے) اگست کا پیامِ تعلیم ہے؟

دکاندار: نہیں

گاہک: دیکھ لوں گا

دکاندار: کیا دیکھ لوگے؟

گاہک: دوسری دکان پر!

وسیم احمد، اڑاور تعلقہ چوپڑا، مہاراشٹرا

☆ ایک نوجوان سے اس کے دوست نے پوچھا بھئی تم نے اتنی مالدار عورت کو اپنے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ کیسے کر لیا۔

نوجوان بولا: بڑی آسانی سے۔ میں نے اس کی بتیسویں سالگرہ پر بائیس گلاب نذر کر دیے تھے۔

فوزیہ کبریٰ مبارک پور

☆ مریض: (ڈاکٹر سے) ڈاکٹر صاحب مجھے کھانا کھانے کے بعد بھوک نہیں لگتی۔

ڈاکٹر: (مریض سے) یہ دوا لے جائیں سونے کے بعد اور جاگنے سے پہلے کھا لیجیے گا۔

محمد مدثر چکیا حسین آباد، بڑا گاؤں، اعظم گڑھ

☆ دو دوست بہت عرصے بعد ملے تو ایک نے پوچھا۔ سناؤ تم آج کل کس حال میں ہو۔ دوسرے دوست نے کہا، کیا بتاؤں کیا حال ہے؟ بیوی لڑائی کر کے میکے جا بیٹھی۔ بڑا لڑکا قتل کے جرم میں پھانسی پر چڑھ گیا۔ دوسرا ڈکیتی کے جرم میں سات سال سے جیل کاٹ رہا ہے۔ لڑکی پر فلموں کی ہیروئن بننے کا بھوت سوار ہے۔ دوست نے یہ روداد سن کر بے حد افسوس کرتے ہوئے پوچھا: اچھا تم کیا کر رہے ہو، دوست نے جواب دیا، وہی پرانا دھندا کر رہا ہوں۔ خوش قسمتی کی تعویذ بیچنے کا۔

مومن یحییٰ، عید گاہ روڈ، بھیونڈی

☆ ایک لڑکی بچپن میں اپنے باپ کو پاپا کہتی تھی۔ جب وہ جوان ہوئی تو ڈیڈی کہنے لگی۔ ایک روز اس کے ڈیڈی نے ان سے پوچھا۔ بیٹی تم مجھے بچپن میں پاپا کہتی تھیں۔ اب تم مجھے ڈیڈی کیوں کہتی ہو۔ پاپا کیوں نہیں کہتی ہو۔ لڑکی نے جواب دیا میں آپ کو پاپا اس لیے نہیں کہتی کہ پاپا کہنے سے میری لپسٹک خراب ہو جاتی ہے۔

محمد اشہر شاہد، بردلہا، کسول، دربھنگہ

☆ ایک دیہاتی سڑک کے کنارے چل رہا تھا۔ ایک شائستہ سپاہی نے اسے روکا اور پوچھا۔ بھائی آپ کا اسم شریف؟

دیہاتی خاموش رہا۔ سپاہی نے دوبارہ پوچھا۔ آپ کا اسم شریف کیا ہے؟ دیہاتی نے کہا، جناب! اسم شریف کا مجھے پتا نہیں۔ البتہ درود شریف آتا ہے کہیں تو وہ سنا دیتا ہوں۔

محمد انور تارجن، مکھوا، سالماری، کٹیہار

☆ کلاس روم میں ٹیچر نے کرکٹ پر مضمون لکھنے کو کہا۔ کچھ دیر بعد ایک لڑکے کو خاموش بیٹھا دیکھ کر ٹیچر نے قریب جا کر کاپی دیکھی تو لکھا تھا۔ آج بارش ہونے کے سبب میچ منسوخ کر دیا گیا ہے۔

محمد شمشاد عالم، چکنور، درگاہ بیلا، ویشالی

☆ استاد: (شاگرد سے) بتاؤ بچو سب سے بڑا نگر کون ہے؟
شاگرد: سر سب سے بڑا نگر شری نگر ہے۔
استاد: تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ سب سے بڑا نگر شری نگر ہے۔
شاگرد: سر آپ ہی نے تو کہا تھا کہ بڑوں کے نام کے ساتھ شری ہوتا ہے۔

محمد خرم جاہ، برداہا، کسول، در بھنگہ

☆ باپ: غم نہ کرو، بیٹا تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ تم امتحان میں فیل ہو جاؤ گے سو وہ تم ہو گئے۔
بیٹا: تب تو بہت اچھا ہوا میں نے محنت نہیں کی۔ اگر محنت کرتا تو ساری محنت بے کار جاتی۔

انور خان انیس خان، لوشاپور، بالاپور، اکولہ

جج: (مجرم سے) جب سے تمہارا منحوس چہرہ دیکھا ہے میرے بنے ہوئے کام بگڑ گئے اس لیے تمہیں پھانسی کی سزا دی جاتی ہے تاکہ اوروں کے کام بگڑتے نہ رہیں۔
مجرم: جج سے یہ سب ٹھیک ہے جناب لیکن میں تو ایک ہی دفعہ آپ کا چہرہ دیکھنے سے پھانسی پر چڑھایا جا رہا ہوں۔

پرویز خان، ماسٹر الحاج سلیم ذکریا اسکول، پاتور، اکولہ

☆ ایک شرابی نشے میں دُھت بازار سے گزر رہا تھا۔ برسات کا موسم تھا۔ راستے میں کیچڑ تھی اُس کے پیر پھسل گئے اور وہ گر گیا۔ ٹھیک اسی وقت آسمان پر بجلی چمکی تو شرابی بڑبڑانے لگا واہ کیا مذاق ہے ایک تو بیچ بازار میں گرا دیا دوسرے اوپر سے فوٹو کھینچ لی۔

محمد قمر الو عالم، بگدھرا، ارریہ، بہار

☆ نواب صاحب کے محل میں سانپ گھس گیا ہے۔ نواب صاحب زور زور سے چلا رہے تھے کہ "کوئی مرد بلاؤ"۔ "کوئی مرد بلاؤ"۔
داب صاحب کی بیوی چالاک تھی وہ نواب صاحب کے کان میں کہنے لگی نواب صاحب آپ خود مرد ہیں نا؟ نواب صاحب. ارے ہاں میں تو بھول گیا تھا۔

بدر النساء انعام دار، کھرالا، چندور بازار، امراوتی

☆ رکو. ارے منہاج تم چپ چاپ بیٹھے ہو جب کہ تمہارے برابر والی دکان میں خوب بھیڑ لگی ہوئی ہے۔
منہاج ہاں وہ ادھار بیچ رہا ہے اس لیے وہاں بہت بھیڑ ہے۔

محمد غلام الدین، برداہا، کسول، در بھنگہ، بہار

☆ محمد اللہ: (ولی سے) تمہاری چھٹیاں کیسے کٹیں؟
ولی تم جیسے دوستوں کو دیے گئے ادھار روپیوں کی وصولی میں ساری چھٹیاں کٹ گئیں۔

محمد احتشام احمد، تسندرا، کشن گنج، بہار

☆ عورت کا جنازہ جا رہا تھا۔ پیچھے لوگوں کی ایک بھیڑ تھی۔ ایک صاحب نے جو یہ دیکھا تو سوچا کیسی خوش قسمت عورت تھی جس کے جنازے میں اس کے میاں کے اتنے احباب شامل ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر پرسہ دیا اور پوچھا کیا ہوا تھا؟ میاں نے جواب دیا میرے کتے نے کاٹ لیا تو مر گئی۔ ان صاحب نے جھٹ پوچھا۔ کیا آپ اپنا کتا ایک دن کے لیے مجھے دے سکتے ہیں۔ مرنے والی کے شوہر نے کہا۔ ضرور دے سکتا ہوں۔ آپ بھی اس جم غفیر میں شامل ہو جائیے جو اسی غرض

سے آئے ہیں۔

نفیس احمد، معرفت شاہد اختر، اترارى، خیر آباد، مئو

☆دو شخص لڑائی لڑ رہے تھے۔ اس میں سے ایک نے کہا کہ میں ۳۲ دانت توڑ ڈالوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ۶۴ دانت توڑ ڈالوں گا۔ وہیں پر ایک شخص دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا کہ تجھے اتنا بھی نہیں معلوم ہے کہ آدمی کے منہ میں کتنے دانت ہوتے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ میں سمجھ رہا تھا کہ آپ ضرور کچھ بولیں گے اس لیے میں نے آپ کے دانت بھی جوڑ لیے تھے۔

محمد راشد، بسوریا، مدھوبنی، بہار

☆استاد (شاگرد سے) بھوسا کہاں پایا جاتا ہے؟
شاگرد جناب میرے دماغ میں۔
استاد، تمھیں کیسے معلوم ہوا۔
شاگرد. آپ ہی تو کہہ رہے تھے کہ تمھارے سر میں بھوسا بھرا ہے۔

محمد ثاقب، اعظمی، چکیا ابراہیم پور

☆کرایہ دار یہ کیسا مکان ہے۔ ہر کمرے کی چھت ٹپک رہی ہے۔ میرا کمرہ تو تالاب بنتا جارہا ہے۔
مالک مکان صاحب ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہر کمرہ میں پانی کی بھی سہولت ہوگی۔

سائرہ تابش، پہاڑ پور، درگاہ بیلا، ویشالی

☆ایک غیر ملکی عورت تھانیدار سے تھانیدار صاحب میرا شوہر کھو گیا ہے۔
تھانیدار آپ اپنے شوہر کا حلیہ بتایئے۔
عورت: رنگ انتہائی کالا، چیچک کے داغ، ہونٹ موٹے موٹے، ناک پکوڑا، منہ چھوڑا، دانت اونچے
کھابڑ، پھر کچھ سوچ کر بولی: کھویا ہی رہنے دو کم بخت کو۔

محمد آصف اکرم شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

☆ایک سپاہی کے گھر چور گھسا۔ اس کی بیوی جاگ گئی اور سپاہی سے کہنے لگی، گھر میں چور گھس گئے ہیں کچھ کیجیے۔ سپاہی بولا "میں ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔ مجھے نیند آرہی ہے سونے دو مجھے"۔

محمد منظر عقیل رحمانی، چناری، سہسرام، رہتاس

☆اسپتال میں ایک پاگل شور مچا رہا تھا۔ مجھے آزاد کردو ورنہ میں اسپتال کی چھٹی منزل سے کود کر خودکشی کرلوں گا لیکن اسپتال میں تو صرف تین منزلیں ہیں، ایک نرس نے کہا۔ کوئی بات نہیں میں دوبارہ چھلانگ لگادوں گا۔

محمد وسیم نرگس جہاں، انصار کلب، مبارکپور

☆مالک نوکر سے میرا اگلدان لاؤ۔
بہاتی نوکر: تھوڑی دیر بعد اگلدان نہیں ہے۔
مالک: مسہری کے پاس ہوگا دیکھو۔
نوکر (مالک سے) عالی جناب ملا تو لیکن کسی کم بخت نے اس میں تھوک دیا ہے۔

برکت اللہ انصاری، پورہ رانی، پرتی، مبارکپور

ڈاک خرچ میں اضافہ

ڈاک خرچ اور طباعت کے اخراجات ناقابل برداشت حد تک بڑھ چکے ہیں لیکن ہم فی الحال پیام تعلیم کے سالانہ زر تعاون میں اضافے کے حق نہیں ہیں۔ ہمیں اپنے پیامیوں سے قوی امید ہے کہ وہ پیام تعلیم کے نئے خریدار بنا کر اپنے ادارے کے نقصان کو کم کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔ (ادارہ)

معلومات

☆ اسلام میں سب سے پہلی شہادت حضرت سمیہؓ نے حاصل کی۔

☆ حضورؐ نے فرمایا کہ جنت میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ داخل ہوں گے۔

☆ مسلمان کے لیے لفظ "مسلم" حضرت ابراہیمؑ کے دور میں رکھا گیا ہے۔

☆ بیت المال حضرت عمر فاروقؓ نے قائم کیا۔

☆ مسجد نبوی کی سنگ بنیاد حضور اکرمؐ نے رکھی۔

خورشید احمد، بلاقی پورہ، مؤناتھ بھنجن، یوپی

☆ دنیا کی سب سے لمبی ندی، نیل ندی ہے۔ یہ ندی مصر میں ہے۔

☆ نمک ساگر جھیل راجستھان میں ہے۔

محمد سمیع الزماں، بردلہا، کسول، دربھنگہ، بہار

☆ حضورؐ کی قبر مبارک حضرت ابو طلحہؓ نے کھودی تھی۔

☆ حضورؐ پر سب سے پہلے ظہر کی نماز فرض ہوئی۔

☆ دنیا میں سب سے پہلی کتاب جرمنی میں ۱۴۵۷ء میں چھپی۔

☆ دنیا میں سب سے پہلا بینک ۸۰۸ء میں قائم ہوا۔

پرویز خان، ماسٹر الحاج سلیم ذکریا اسکول، پاتور

☆ گولر کا پھول، پھل کے اندر ہوتا ہے۔

☆ سب سے زیادہ عقل مند مچھلی ڈالفن مچھلی ہے۔

☆ دنیا کا سب سے قیمتی جانور ریس کا عربی گھوڑا ہے۔

محمد رفیق کلیم، ایوت محل

☆ وجے لکشمی پنڈت۔ اقوام متحدہ کی صدر نیز سوویت یونین، برطانیہ اور دیگر ممالک میں ہندستانی سفیر کی حیثیت سے پہلی ہندسانی خاتون۔

☆ سروجنی نائیڈو۔ تقسیم ہند کے بعد مغربی بنگال کی گورنر پہلی ہندستانی خاتون۔

☆ نجمہ ہپت اللہ۔ راجیہ سبھا کی وائس چیئرپرسن کی حیثیت سے پہلی خاتون۔

☆ شریمتی انا چانڈی۔ ہائی کورٹ کی پہلی ہندستانی خاتون جج۔

☆ شریمتی اندرا گاندھی۔ ہندستان کی پہلی خاتون وزیر اعظم۔

☆ راج کماری امرت کور کابینہ وزیر کی حیثیت سے پہلی ہندستانی خاتون۔

☆ کیپٹن درگا بینرجی۔ ہندستان کی پہلی خاتون پائلٹ۔

☆ کرن بیدی۔ ہندستان کی پہلی خاتون آئی پی ایس افسر۔

☆ فاطمہ بی بی۔ ہندستان کی پہلی سپریم کی پہلی جج خاتون۔

☆ شاسین۔ ہندستان کی پہلی مس یونیورس۔

ممتاز نسرین، سید پورہ، بالاپور

☆ دنیا کی سب سے بڑی فوج چین کی ہے۔

☆ سورج کی روشنی پانی کے اندر چار سو میٹر تک جاتی ہے۔

☆ بھالو ایک ایسا جانور ہے جو زخمی ہونے پر آدمی کی طرح روتا ہے۔

☆ اونٹ ایسا جانور ہے جو ہفتوں تک پانی نہیں پیتا۔

عرفان علی، پلی گاؤں، دردھا، مہاراشٹرا

☆ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے چار شادیاں کی تھیں۔ بیویوں کے نام ترتیب وار یہ ہیں۔

۱۔ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ: یہ لوئی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اسلام سے پہلے آپ نے ان سے شادی کی تھی۔

۲۔ ام رومان بنت عامر: یہ کنانہ کے خاندان سے تھیں۔ ان سے بھی اسلام سے پہلے ہی آپ نے شادی کی تھی۔

۳۔ اسماء بنت عمیس: یہ خاندان خثعم سے تھیں۔ اسلام لانے کے بعد آپ نے ان سے شادی کی تھی۔ یہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی بیوہ تھیں۔

۴۔ حبیبہؓ بنت خارجہ یہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان سے بھی آپ نے اسلام لانے کے بعد شادی کی تھی۔

شیخ اصغر شیخ غلام مصطفےٰ قاری، قاضی نگر، بھنڈارہ

تین ٹانگ کا مرغ قدرت کا کرشمہ

بدایوں۔ کبھی کبھی قدرت کے ایسے حیرت انگیز کرشمے سامنے آتے ہیں کہ یکسر یقین کرنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا مگر آنکھوں سے دیکھنے کے بعد واہ نکل ہی جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک کرشمہ محلہ پٹی یقین محمد سہوان کے اللہ راضی میٹ شاپ پر دیکھنے کو ملا۔ اللہ راضی مرغ کی گوشت فروش کا کام کرتے ہیں اور دہلی سے فارمی مرغ لا کر ان کو بیچتے ہیں۔ ایسے ہی مرغوں کی ایک کھیپ میں ایک ایسا بھی مرغ دیکھا گیا کہ جس کو دیکھنے کے لیے دور دور سے لوگ آئے۔ دراصل مرغ کے دو ٹانگوں کی جگہ تین ٹانگیں ہیں اور دونوں ٹانگوں کے بیچ ذرا اوپر تیسری ٹانگ جھول رہی ہے جس کا بظاہر کوئی کام نظر نہیں آتا مگر کمال کی بات یہ ہے کہ وہ ٹانگ پوری طرح سے مکمل ہے حالانکہ اگلی ٹانگوں سے کافی چھوٹی ہے۔ اس تیسری ٹانگ میں مرغ کی انگلیاں موجود ہیں۔ اس مرغ کے بارے میں اللہ راضی نے بتایا کہ اس نے جب کاٹنے کے لیے پکڑا تو اچانک اس کی نظر مرغ کی تیسری ٹانگ پر پڑی تو اس نے اس کو نہیں کاٹا جو آج کل بیمار چل رہا ہے۔

محمد نسیم اختر، ایم۔ ۵۳، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

☆ ڈاکٹر اقبال کی پہلی تصنیف کی اشاعت ۱۹۰۳ء میں

☆ نظم "سارے جہاں سے اچھا" کی اشاعت ۱۶ر اگست ۱۹۰۴ء میں

☆ اسرار خودی کی اشاعت ۱۹۱۵ء لاہور میں

☆ رموز بے خودی ۱۹۱۸ء لاہور میں

☆ بانگ درا مارچ ۱۹۲۴ء میں

☆ زبور عجم مارچ ۱۹۲۷ء لاہور میں

☆ ضرب کلیم اپریل ۱۹۳۶ء لاہور میں

محمد انور عبدالجبار، شیگاؤں، بلڈانہ، مہاراشٹرا

☆ کریز کا استعمال سب سے پہلے ۱۷۰۲ء میں ہوا۔

☆ دستانوں کا استعمال سب سے پہلے ۱۸۳۵ء میں ہوا۔

☆ چمڑے گیندوں کے اوور کا رواج سب سے پہلے

۱۹۰۰ء میں ہوا۔

☆ ایل پی ڈبلیو کا قانون ۱۹۳۵ء میں نافذ میں ہوا۔

☆ ہیلمٹ کو سب سے پہلے ہنی ہیڈزن نے استعمال کیا۔

☆ ٹی وی پر سب سے پہلا میچ ۱۹۳۸ء میں دکھایا گیا۔

وسیم رضا، پورہ رانی، مبارکپور، اعظم گڑھ

☆ بحر الکاہل	۱۶۶۲ لاکھ مربع میٹر
بحر اوقیانوس	۸۶۵ لاکھ مربع میٹر
بحر ہند	۷۳۴ لاکھ مربع میٹر
بحر قطب آرکٹک	۹۴ لاکھ مربع میٹر

ریاز شاہ جیلانی شاہ، اماباڑہ چوک، میکر، بلڈانہ

☆ ۲۶ر جنوری ۱۵۳۵ء کو شہنشاہ بابر کا انتقال ہوا۔

☆ ۲۶ر جنوری ۱۵۳۹ء کو شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو شکست دی۔

☆ ۲۶ر جنوری ۱۸۸۲ء کو کلکتہ سے بمبئی تک ریل گاڑی چلائی گئی۔

☆ ۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء کو ہندستان میں جمہوریت کا قیام عمل میں آیا۔

خورشید احمد، مانک پیر، کن کیرارا

☆ سلطنت فارس (ایران) کے بانی سائرس اعظم کی فوج میں ہزاروں سپاہی تھے۔ لیکن اسے اپنی فوج کے ایک ایک سپاہی کا نام معلوم تھا اور جب کبھی وہ فوج کا معائنہ کرتا تو ہر سپاہی کو اس کا نام لے کر مخاطب کرتا تھا۔

☆ لاطینی زبان کے ایک ادیب "سے نیکاری ایلڈر" کو ۲۰۰ لمبی لمبی نظمیں یاد تھیں اور وہ انھیں فر فر سناتا تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے وہ ہر نظم کو نیچے سے اوپر تک بھی سنا سکتا تھا۔

☆ سترہویں صدی کے ایک انگریز مورخ "تھامس فلر" کو لندن کی تمام دکانوں کے سائن بورڈ حفظ تھے اور وہ چھوٹی بڑی سب دکانوں کے متعلق بتا سکتا تھا کہ وہ کس شہر کے کس بازار، گلی یا محلے میں ہے۔

انیسہ ناز شیخ ساجد واسلام پورہ، کاسودہ، جلگاؤں

☆ سطح زمین سے زمین پر نشانہ لگانے والا پہلا کامیاب ہندستانی میزائل پرتھوی ہے۔

☆ دہلی کے تخت پر بیٹھنے والی پہلی مسلم خاتون رضیہ سلطانہ تھی۔

☆ کرکٹ ٹیسٹ کا سب سے کم عمر کپتان منصور علی خان پٹودی تھے۔

☆ ہمارے قومی جھنڈے کی لمبائی اور چوڑائی کا تناسب 2.3 ہے۔

☆ ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگِ آزادی کا آغاز میرٹھ شہر میں ہوا۔

☆ راجیو گاندھی کا قتل ۲۱ مئی ۱۹۹۱ء میں ہوا۔

اقبال حسین، سید پورہ، بالاپور، اکولہ

☆ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ سنچری محمد اظہر الدین نے بنائی۔

☆ ونڈے کرکٹ میں سب سے زیادہ سنچری

مکن تیندولکر نے بنائی۔

☆ونڈے کرکٹ میں سب سے زیادہ رن محمد اظہرالدین نے بنائے تقریباً ۸۵۰۰ سے اوپر۔

☆ونڈے میں سب سے زیادہ چھکے سنتھ جے سوریا نے لگائے۔ ۱۱ چھکے پاکستان کے خلاف لگائے۔

ندیم سہیل، مرزا چاند پور، علی گڑھ، یوپی

☆امام احمد بن حنبلؒ کا انتقال ۲۴۱ھ میں ہوا۔

☆ محمد فاتح سلطان نے قسطنطنیہ کو ۸۵۵ھ اور ۱۴۵۳ھ میں فتح کیا۔

☆اسلام دین الصدق (سچائی کا مذہب) ہے۔

☆ عمل اور علم کی موافقت باہمی کا نام صدق ہے۔

☆دل اور زبان کی مطابقت کا نام صدق ہے۔

محمد اختر شاکر، جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ ممبرا تھانہ

دادا صاحب پھالکے ایوارڈ کب اور کس کو ملا

سن	کس کو ملا
۱۹۷۰ء	دیویکا رانی
۱۹۷۱ء	بی این سرکار
۱۹۷۲ء	پرتھوی راج کپور (مرنے کے بعد)
۱۹۷۳ء	پنکج ملک
۱۹۷۴ء	سلوچنا (روبی میرس)
۱۹۷۵ء	بی این ریڈی
۱۹۷۶ء	دھیرین گانگولی
۱۹۷۷ء	کانن دیوی
۱۹۷۸ء	نتن بوس
۱۹۷۹ء	رائے چند بورال
۱۹۸۰ء	صاحب راؤ مودی
۱۹۸۱ء	پی جیراج
۱۹۸۲ء	نوشاد علی
۱۹۸۳ء	ایل وی پرساد
۱۹۸۴ء	دور گا کھوٹے
۱۹۸۵ء	ستیہ جیت رائے
۱۹۸۶ء	وی شانتارام
۱۹۸۷ء	بی ناگی ریڈی
۱۹۸۸ء	راج کپور
۱۹۸۹ء	اشوک کمار
۱۹۹۰ء	لتا منگیشکر
۱۹۹۱ء	اے ناگیشور راؤ
۱۹۹۲ء	بھالاجی پنڈھیرکر
۱۹۹۳ء	بھوپین ہزاریکا
۱۹۹۴ء	دلیپ کمار (یوسف خان)
۱۹۹۵ء	راج کمار
۱۹۹۶ء	مجروح سلطان پوری
۱۹۹۷ء	پردیپ

ممتاز اکبر، ورود

دوزخ کے سات طبقوں کے نام

(۱) جہنم (۲) لوحا (۳) حطمہ (۴) سعیر (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہاویہ

اسلام سے قبل وحدانیت کے پرستار

(۱) ورقہ بن نوفل (۲) عبداللہ بن جحش (۳) عثمان بن الحویرث (۴) زید بن [illegible] نفیل

سید الطاف امداد، علی حیدری، اپنے گانو، [illegible]

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۸ء ہے

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 117

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) مجھے ان .. کے پاس لے چلو! سوار نے کہا (ڈاکوؤں / سوداگروں / قیدیوں)
(۲) . کے قریب مجھ پر غنودگی سی چھانے لگی (گیارہ بجے / بارہ بجے / ایک بجے)
(۳) بچے . . کے قریب آتے ہوئے ڈر رہے تھے (میز / دروازے / پیالے)
(۴) اب وہ اپنا . . . بھول گئے (ڈر / خوف / کھیل)
(۵) فوراً ہی دوسرے کی کشتیاں بھی آپہنچیں (ڈاکوؤں / شکاریوں / خوبیوں)
(۶) دونوں کی عمریں تقریباً ... سال تھیں (پندرہ / سولہ / سترہ)
(۷) اب وہ مشہور . بن گیا تھا (ڈاکو / شکاری / جوہری)
(۸) میرا دوست اچانک گیا ہے (مر / کھو / سو)

ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی ـــــ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معمّا نمبر لکھنا نہ بھولیں

شرائط پیامی ادبی معمّا

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا نمبر 117 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہئے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

لفافے پر 3 روپے کا ٹکٹ لگائیے

ٹوکن پیامی ادبی معمّا نمبر 117
یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

پیامی ادبی معمّا نمبر 117۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

Regd No DL-16013/98 OCTOBER-98
Licence No. U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd with R N I at No 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025



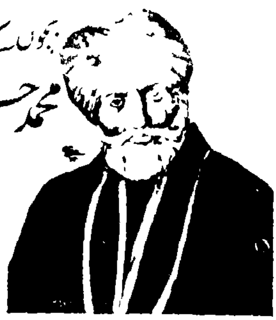
بچوں کے لیے سوانحی سلسلے کی کتابیں

بچوں کے
مولوی عبدالحق


قیمت ۴/۵۰

بچوں کے
مولانا حسرت موہانی


قیمت ۴/-

بچوں کے
محمد حسین آزاد


قیمت ۴/-

بچوں کے
ڈپٹی نذیر احمد


قیمت ۴/-

بچوں کے
راجہ رنجیت سنگھ


قیمت ۴/-

میر امن دلّی والے کا


قیمت ۴/۵۰

ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا' بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

نومبر ۱۹۹۸ جلد ۴۶ شمارہ ۱۱

بچوں کی نگارشات اور دیگر مستقل کالم

فی پرچہ /6 روپے۔۔۔ سالانہ /50 روپے
سرکاری اداروں سے ۔۔۔ /75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) /500 روپے

ایڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر' نئی دہلی 25
فون اور ٹیلی فیکس نمبر 011-6910191

شاخیں:
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار' دہلی 6
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ ممبئی 3
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ' علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

لیجیے نومبر ۹۸ء کا شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس بار ہم نے بجلی بیگم کے تمام حملے ناکام بنا دیے۔ آپ کا پیام تعلیم وقت سے پہلے چھپ گیا۔ بجلی بیگم اب بھی حکومت کی نااہلی یا مجبوری کے کرتب دکھا رہی ہیں لیکن ہمارے لیے ان کی اس دھما چوکڑی کی کوئی اہمیت نہیں۔

اس بار آپ کو نصرت ظہیر انکل کا مضمون پڑھنے کو نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ نصرت ظہیر صاحب بامروت آدمی ہیں کئی رسائل والوں نے انھیں گھیر رکھا ہے لیکن اطمینان رکھیے اگلے ماہ ان کا مضمون آپ کو ضرور پڑھنے کو ملے گا۔ ڈاکٹر وہاب قیصر کا مضمون اس شمارے میں شامل ہے۔ مضمون بہت اہم ہے اور بڑی محنت سے لکھا گیا ہے لیکن اُن پیامیوں کے لیے زیادہ مفید ہے جو سائنس کے طالب علم ہیں اور دسویں یا بارہویں کلاس میں ہیں۔

ڈاکٹر سید حامد حسین نے اپنی علالت کے باوجود آپ کی محبت میں ایک اہم مضمون بھیجا ہے۔ یہ آئندہ ماہ میں شائع ہوگا۔ تصویری کہانیوں کا نتیجہ اب ہمارے نہیں آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کہانیاں اس ماہ اور آئندہ ماہ پڑھیے گا پھر فیصلہ کیجیے گا۔ پہیلیاں نمبر ۲ کے جوابات اب آنا شروع ہوئے ہیں اس کا صحیح حل اور انعامات کا اعلان آئندہ ماہ کیا جا سکے گا۔

[redacted]

پرنٹر پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

شگفتہ یامین خان

اللہ کی بندگی

کسی بادشاہ کا وزیر بڑا باتدبیر، ہوشیار اور عقل مند تھا۔ یکایک بادشاہ کی ملازمت چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ ایک دن بادشاہ اس کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تم نے ملازمت کیوں چھوڑ دی؟

وزیر نے کہا، "پانچ باتوں کی وجہ سے میں نے آپ کی ملازمت چھوڑ دی۔"

بادشاہ نے ان پانچ باتوں کے بارے میں پوچھا تو وزیر نے جواب دیا

"ایک تو یہ ہے کہ آپ بیٹھے رہتے تھے اور میں آپ کی خدمت میں کھڑا رہتا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو نماز کھڑے ہو کر بھی پڑھی جاتی ہے اور اس میں بیٹھنے کا بھی حکم ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ تو بیٹھے کھاتے رہتے تھے اور میں کھڑا آپ کو دیکھتا رہتا تھا، مگر اب ایسا رزاق مل گیا ہے جو مجھ کو کھلاتا ہے اور خود کھانے سے بے نیاز ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ سوتے رہتے تھے اور میں آپ کا پہرہ دیا کرتا تھا۔ اب میں ایسے بادشاہ کی غلامی میں ہوں کہ میں خود سوتا رہتا ہوں اور وہ میری نگہبانی کرتا ہے۔ چوتھا یہ کہ میں ڈرتا تھا کہ اگر آپ مر گئے تو آپ کے دشمن مجھے تکلیف دیں گے۔ اب ایسی ذات کی خدمت میں ہوں جو سدا قائم رہے گی۔ مجھے کسی کا خوف نہیں۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ میں ڈرتا رہتا تھا کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے گی تو آپ نہیں بخشیں گے۔ مگر اب ایسا رحم دل مالک ہے جو دن میں سو مرتبہ گناہ کرنے کے بعد بھی توبہ کرنے پر بخش دیتا ہے۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جاگو جگاؤ

اسلام میں اخلاق کی جتنی اہمیت ہے اتنی دنیا کے کسی نظام میں نہیں ہوگی۔ اسلام۔ زندگی میں اخلاق کو سب سے اونچا مقام دیا ہے۔ اخلاق سے خالی زندگی اسلامی زندگی نہیں سکتی۔ جو شخص اخلاق سے محروم ہے وہ اچھا مسلمان نہیں ہے۔

قرآن حکیم کی سورۃ القلم کی آیت ۴ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول (صلی اللہ عا وسلم) سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ :

"بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔"

اس سے بھی اخلاق کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مسلمانوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان اس شخص کا ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔"

ایک اور ارشاد ہے :"ترازو میں جو سب سے زیادہ وزنی چیز ہوگی وہ حسن اخلاق ہے۔"

اسی طرح یہ فرمان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی غور سے پڑھنے اور سمجھنے کے لائق ہے :

"کسی انسان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے اخلاق اچھے نہ ہوں۔"

جب تک مسلمانوں کے اخلاق اچھے تھے وہ دنیا میں بھی عزت والے تھے اور ان کی زندگ بھی قابل رشک تھی اور انھوں نے ایسے عظیم کارنامے انجام دیے کہ دنیا آج تک مانتی ہے۔ علم اور سائنس میں بھی وہ سب سے آگے تھے، لیکن آج ہم دوسری قوموں سے پیچھے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہم نے اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ ہم ایک دوسرے کی عزت نہیں کرتے۔ بھائی سے بھائی محبت نہیں کرتا، بلکہ ایک بھائی دوسرے مسلمان بھائی کی جان ک دشمن ہے۔

نونہالو! تم آگے بڑھو اور اخلاق کے اس مرتبے پر پھر پہنچ جاؤ جس نے دنیا میں ہمیں اعلا مقام دیا تھا۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

دشمنوں سے سلوک

عتیق الرحمٰن صدیقی

اللہ تعالیٰ ہم پر اتنا مہربان ہے کہ اس نے ہماری رہنمائی کے لیے قرآن مجید نازل کیا اور اسے لوگوں تک پہنچانے اور اس کی باتوں کو سمجھانے کے لیے پیارے پیغمبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا تاکہ وہ قرآن حکیم کے حکموں پر خود عمل کر کے دکھائیں اور ایسا خوب صورت عملی نمونہ پیش کریں کہ ہم اس نمونے کو سامنے رکھ کر اپنی زندگیوں کو سنوار سکیں۔ اللہ نے اپنی اس مبارک کتاب میں حکم دیا کہ ہم یہ نمونہ اپنائیں "بے شک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔ یہ نمونہ اس کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔"
(الاحزاب ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار خصوصیات بیان فرمائی ہیں اور ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ ہم وہ خصوصیات اپنے اندر پیدا کریں۔ ہم یہاں آپؐ کی صرف ایک خصوصیت بیان کرتے ہیں۔ اللہ نے سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا :

"دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق و رحیم ہے۔"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے اور ہمارے درد کو وہ اپنا درد سمجھتے ہیں۔ آپؐ اپنوں کے لیے ہی شفیق و رحیم نہیں بلکہ غیروں کے بھی ہمدرد ہیں اور ان کی پریشانی کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی ہے، حملہ آور دشمن قید کر لیے جاتے ہیں اور ان کی مشکیں باندھ دی جاتی ہیں۔ رات ہوتی ہے تو حضورؐ کروٹیں بدل رہے ہوتے ہیں اور آپؐ کو نیند نہیں آرہی ہوتی۔ ایک انصاری

حضورؐ کو اس حالت میں دیکھ کر بے چینی کی وجہ پوچھتے ہیں تو آپؐ فرماتے ہیں کہ عباس کے کراہنے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو پریشان ہو جاتا ہوں۔ انصاری چپکے سے اٹھتے ہیں اور جاکر عباس کی مشکیں کھول دیتے ہیں۔ کراہنے کی آواز بند ہو جاتی ہے اور حضورؐ سو جاتے ہیں۔ انصاری دوبارہ حاضر خدمت ہوتے ہیں تو حضورؐ عباس کی آواز نہ آنے کی وجہ پوچھتے ہیں۔ انصاری کہتے ہیں کہ میں نے عباس کے بندھن کھول دیے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ جاؤ سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔ چناں چہ حضورؐ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سب قیدی آرام سے ہیں۔ تب حضورؐ کا اضطراب دور ہوتا ہے۔

یہ قیدی وہ تھے کہ جنھوں نے تیرہ سال تک ایمان والوں کو ستایا تھا۔ کسی کو آگ پر لٹایا تھا اور کسی کو خون میں نہلایا تھا اور کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا تھا، مگر حضورؐ کو دشمنوں کی تکلیف بھی گوارا نہیں ہوتی تھی۔

قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمر بھی تھا جسے زبان پر بڑی قدرت حاصل تھی اور وہ بڑا زبردست مقرر تھا۔ وہ آنحضرتؐ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہؐ! اس کے نیچے کے دو دانت اکھڑوا دیجیے، پھر ٹھیک سے نہ بول سکے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اگر اس کے عضو بگاڑ دوں گا تو نبی ہونے کے باوجود اللہ اس کی سزا میں میرے اعضا بھی بگاڑ دے گا۔

عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ اسلام کے سخت دشمن تھے۔ غزوۂ بدر میں مارے جانے والے ساتھیوں کا ماتم کر رہے تھے۔ صفوان کہتا ہے کہ اللہ کی قسم اب جینے میں کوئی مزہ نہیں! عمیر کہتا ہے کہ سچ کہتے ہو، اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں سوار ہو جاتا اور محمدؐ کو قتل کرتا۔ میرا بیٹا وہاں قید ہے۔ صفوان کہتا کہ تم قرض اور بچوں کی فکر نہ کرو۔ میں ذمے دار ہوں۔

عمیر گھر آتا ہے، تلوار زہر میں بجھاتا ہے اور مدینہ پہنچ جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ اسے دیکھ لیتے ہیں، گلے سے پکڑ کر اس کو حضورؐ کی خدمت میں لے آتے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں: "عمر! عمیر کو چھوڑ دو۔ عمیر قریب آجاؤ۔" پھر حضورؐ پوچھتے ہیں: "عمیر! کس ارادے سے آئے ہو؟"

عمیر جواب دیتا ہے: "بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔"

حضور اکرمؐ فرماتے ہیں : "تلوار کیوں گلے میں ہے؟" عمیر کہتا ہے: "آخر تلواریں بدر میں کس کام آئیں؟" حضورؐ فرماتے ہیں : "کیوں نہیں' تم نے اور صفوان نے حجرے میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی؟"

عمیر یہ بات سن کر سناٹے میں آجاتا ہے اور بے اختیار ہو کر کہتا ہے : "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک تم پیغمبر ہو۔ بخدا میرے اور صفوان کے سوا کسی کو یہ خبر نہ تھی۔" قریش جو آنحضرتؐ کے قتل کی خبر سننے کے منتظر تھے' وہ عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر سنتے ہیں۔

حضور نبی اکرمؐ مدینہ میں تھے کہ اہل مکہ شدید قحط کی آفت سے دوچار ہوتے ہیں' یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کی روشنی بھی کم ہو جاتی ہے۔ ابو سفیان جو مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے' خود حضورؐ کے پاس حاضر ہوتا ہے اور نہایت ادب سے عرض کرتا ہے کہ آپؐ ہمیشہ احسان اور صلہ رحمی کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ ہم آپؐ کے رشتہ دار ہیں' اس لیے رحم کی التجا کرتے ہیں۔ آپؐ احسان فرمائیں اور دعا کریں کہ شدید قحط سے ہم کو نجات ملے۔ نبی رحمتؐ کا دل پسیج جاتا ہے۔ آپؐ ثمامہ بن اثال کو جو نجد کے سردار تھے اور مسلمان ہو چکے تھے' حکم بھیجتے ہیں کہ مکہ میں فوراً غلہ پہنچانے کا بندوبست کریں۔ اس علاقے میں اناج کثرت سے تھا۔ چناں چہ آپؐ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور اہل مکہ کی جان میں جان آتی ہے۔

یہ ہیں ہمارے حضورؐ اپنوں اور غیروں کا غم کھانے والے' بداندیشوں کے دل میں گھر کرنے والے' دشمنوں کو معاف کرنے والے اور خون کے پیاسوں کو معاف کرنے والے۔ ایک ہم ہیں کہ حضورؐ کا نام محبت سے لیتے ہیں' مگر اپنے ہی بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگتے ہیں' ان کے گلے کاٹتے ہیں اور ان کے دکھ کو کبھی اپنا دکھ نہیں سمجھتے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے پیارے رسولؐ کی زندگی کو نمونہ بنائیں اور وہی کچھ کریں جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

سلطان ناصر الدین محمود

ناصر الدین درویش صفت سلطان تھا۔ اعلا پایہ خوش نویس تھا۔ اپنی فرصت میں قرآن مجید نقل کرتا تھا اور اس کے ہدیہ کی آمدنی سے اپنی گزر اوقات کرتا۔ وہ نہایت شریف' دیانت دار اور نیک آدمی تھا۔

۷

ارسلان کی امی ہسپتال سے واپس آئیں تو اسے بالکل بدلا ہوا پایا

واپسی

شبیر ابن عادل

"ارسلان! بیٹا کھیل بند کرو اور ہوم ورک کر لو۔" امی کی آواز سن کر اس نے بُرا سا منہ بنایا۔ تھوڑی دیر کے لیے رکا اور پھر کھیل میں مصروف ہو گیا۔

اس کا جواب نہ پا کر امی لان میں آگئیں جہاں ارسلان گیند بلے سے کھیل رہا تھا۔ اسے کرکٹ بے حد پسند تھا۔ کرکٹ ہی کیا' ارسلان کو سارے کھیل بہت اچھے لگتے تھے اور پڑھائی انتہائی بور!

"تم نے میری بات نہیں سنی۔ اسکول سے آنے کے بعد مسلسل کھیل ہی رہے ہو۔ اب شام ہو چلی ہے کتنا کھیلو گے؟ ذرا کتابیں کھول کر دیکھ لو۔"

"امی بس تھوڑی دیر اور ..." ارسلان نے مزاحمت کی۔

"نہیں' بس کھیل چکے۔ فوراً اپنے کمرے میں جاؤ اور پڑھو۔" امی نے اسے ڈانٹا اور وہ پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔

ارسلان کو کھیل کود کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ اسکول میں بھی اس کی توجہ پڑھائی سے زیادہ کھیل کود پر ہوتی تھی۔ وہ ایک بہترین اسکول میں پڑھتا تھا' مگر اس کا شمار کلاس کے بدترین طلبہ میں ہوتا تھا۔ اس کے ابو ایک غیر ملکی بینک میں اعلا افسر تھے۔

کلاس میں اس کا صرف ایک دوست تھا یعقوب' وہ اس کا بہت پکا دوست تھا۔ پہلی کلاس میں ان کی دوستی ہوئی تھی۔ اب وہ پانچویں کلاس میں پڑھتے تھے۔ یعقوب ایک محنتی طالب علم تھا۔ وہ بھی ارسلان کو بہت سمجھاتا' مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ ارسلان کو کھیلوں اور ٹیلی وژن پروگرام دیکھنے کے سوا کسی کام میں مزہ ہی نہ آتا تھا۔

اس دن امی نے جب ڈانٹ ڈپٹ کر اسے ہوم ورک کرنے کو کہا تو وہ منہ لٹکا کر ڈیسک پر بیٹھ گیا اور کاپی نکال کر ورق الٹ پلٹ کرنے لگا۔ اس دوران اسے اپنے کندھے پر محبت اور مامتا بھرے ہاتھوں کا احساس ہوا تو وہ چونک اٹھا۔ اس کی امی پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر

رہی تھیں۔

"بیٹا! میں نے تمھیں کھیل کود سے منع نہیں کیا، کیوں کہ وہ تمھارے لیے ضروری ہے۔ تمھیں ٹیلے وژن پروگرام دیکھنے دیتی ہوں کہ ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، مگر میری جان تمھارا اصل کام علم حاصل کرنا ہے۔ تمھیں بڑا آدمی بننا ہے۔ علم کے بغیر انسان کچھ نہیں ہے۔ اس لیے خوب دل لگا کر پڑھو۔" امی نے کچھ دیر اسے سمجھایا اور پھر چلی گئیں۔ اس نے بڑی بے زاری کے ساتھ ہوم ورک کیا۔ پھر کار کے ہارن کی آواز سن کر اس نے کاپیاں ہوا میں اچھالیں اور دوڑتا ہوا گیٹ پر گیا۔ اس کے ابو آفس سے آئے تھے۔

"ابو! ابو! ڈیر ابو! السلام علیکم۔" ارسلان خوشی سے چلایا۔

"وعلیکم السلام! کیا بات ہے آج بڑے خوش نظر آرہے ہو؟"

"ابو! آج آپ نے آئس کریم کھلانے کا وعدہ کیا تھا۔" ارسلان نے چہکتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیا تو تھا۔" پھر رات کے کھانے کے بعد وہ آئس کریم کھانے کے لیے گئے۔ امی بھی ان کے ساتھ تھیں۔ آئس کریم پارلر رنگ برنگی روشنیوں سے جگ مگا رہا تھا۔

چند روز بعد ارسلان کے ششماہی امتحان کا رزلٹ آیا۔ ارسلان فیل ہوگیا تھا۔ اس دن اس کی امی کو بے حد غصہ آیا۔ انھوں نے کہا:

"ارسلان نے میری امیدوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔"

"امی! آپ بلا وجہ غصہ کرتی ہیں۔ میں نے بڑی محنت سے امتحان دیا تھا۔ مس نے بلا وجہ فیل کر دیا۔" ارسلان نے اپنے فیل ہونے کی وجہ بیان کی۔

"بہت غلط بات ہے۔ تم نکمے ہونے کے ساتھ ساتھ بدتمیز بھی ہوگئے ہو۔ اپنے استادوں کو برا کہتے ہو۔ آج تمھیں اس کی سزا ملے گی۔" یہ کہہ کر امی اسے کھینچتی ہوئی لے گئیں۔ اسے مارا پیٹا اور اسٹور میں بند کر دیا۔

ارسلان اسٹور میں روتے روتے سو گیا۔ اس کی آنکھ کھلی تو شام ہو چکی تھی۔ بھوک سے اس کی بری حالت تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ اپنی بے بسی پر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آخر اسٹور کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اس کے ابو نے دروازہ کھولا تھا۔

"ابو، ابو! امی نے مجھے۔" اس نے اپنے ابو کو کچھ کہنا چاہا، مگر انھوں نے ارسلان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"خاموش! اپنی امی کی شکایت ہرگز مت کرنا۔ چلو میرے ساتھ۔" یہ کہہ کر ابو اسے کمرے میں لے آئے جہاں اس کی امی بھی تھیں۔ انھوں نے کھانا کھلایا۔ پھر وہ اپنے کمرے میں آگیا۔ سارا دن کی قید کی وجہ سے وہ بے حد تھک گیا تھا، اس لیے فوراً ہی سو گیا۔

اگلے روز وہ اسکول گیا تو یعقوب نے اس سے پوچھا: "ارسلان! کیا بات ہے، تم بے حد اداس نظر آرہے ہو۔"

"کیا بتاؤں۔ امی نے مجھے بہت سخت سزا دی ہے۔" اس نے یعقوب کو تفصیل سے کل کا واقعہ سنایا۔

"کیوں۔ تم نے کیا کیا تھا؟" یعقوب نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میں امتحان میں فیل ہو گیا ہوں نا، اس لیے۔ مگر مجھے یوں لگتا ہے کہ میری امی مجھ سے نفرت کرتی ہیں۔ ہر وقت مجھے برا بھلا کہتی رہتی ہیں۔ مجھے سخت سزائیں دیتی ہیں۔ پتہ نہیں وہ میری ماں ہیں بھی یا نہیں۔" ارسلان اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔ اس کی باتیں سن کر یعقوب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"تمھیں بھی افسوس ہوا نا۔ میری امی کے ظلم کی داستانیں سن کر۔" ارسلان بولا۔

یعقوب نے ارسلان کے منہ پر ہاتھ رکھا اور بولا: "بس دوست، بس کرو۔ مجھے تمھاری باتیں اور خیالات سن کر افسوس ہوا ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ میری امی نہیں ہیں، صرف ابو ہیں۔ میری امی کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب میں بہت چھوٹا تھا۔ اس لیے مجھے ان کی شکل تک یاد نہیں۔ میں بھی تمھاری طرح اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں، مگر ماں کی نعمت سے محروم۔ ماں کی اہمیت کوئی میرے دل سے پوچھے۔ روز صبح میرے پاپا مجھے اسکول چھوڑتے ہیں اور واپسی پر میں اسکول کے قریب واقع اپنی خالہ کے گھر چلا جاتا ہوں۔ شام کو آفس سے واپسی پر میرے پاپا مجھے گھر لے جاتے ہیں۔ میری خالہ کے چار بچے ہیں۔ وہ مجھ سے بھی پیار کرتی ہیں، مگر جب خالہ کو اپنے بچوں کے مختلف کام کرتے دیکھتا ہوں، جب وہ اپنے بچوں کو پیار کرتی ہیں، ڈانٹتی ہیں یا سزا دیتی ہیں تو مجھے ماں سے محرومی کا بڑی شدت سے احساس ہوتا ہے۔"

یعقوب دیر تک اس قسم کی باتیں کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وقفہ ختم ہو گیا اور سب بچے اپنی اپنی کلاسوں میں جانے لگے۔ ارسلان کے دل میں ایک انوکھی ٹیس سی اٹھی۔ اسے احساس ہونے لگا کہ میری امی تو میرے فائدے کے لیے مجھے سزا دیتی ہیں اور میں ان کے بارے میں کتنی غلط غلط باتیں سوچتا ہوں۔ یہ خیالات آتے ہی وہ شرمندہ ہو گیا۔

دوپہر کو جب وہ گھر پہنچا تو ڈرائنگ روم میں آمنہ آنٹی بیٹھی تھیں۔

"آنٹی السلام علیکم۔ امی! امی۔" وہ اپنی امی کو آوازیں دے رہا تھا تاکہ اپنے کیے کی معافی مانگ سکے۔

"وعلیکم السلام! بیٹے میری بات سنو، تمھاری امی گھر پر نہیں ہیں۔" آمنہ آنٹی بولیں۔

"پھر وہ کہاں گئی ہیں؟" ارسلان نے حیران ہو کر سوال کیا۔

"بیٹا! ان کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ تمھارے ابو انھیں ہسپتال لے گئے ہیں۔"

"ہسپتال!" یہ سن کر ارسلان پریشان ہو گیا۔

"بیٹا پریشان مت ہو۔ وہ تھوڑی دیر میں آجائیں گی۔ تم کپڑے تبدیل کر کے کھانا کھاؤ۔" آنٹی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر سمجھایا۔ وہ ارسلان کے پڑوس میں رہتی تھیں۔

ارسلان سارا دن بہت بے چین رہا۔ شام کو کار کے ہارن کی آواز سن کر وہ پاگلوں کی طرح گیٹ کی طرف دوڑ پڑا، لیکن کار میں صرف ابو کو دیکھ کر وہ چونک اٹھا۔

"ابو ... ابو... امی کہاں ہیں؟ وہ کیوں نہیں آئیں؟ انھیں کیا ہوا؟" اس نے بڑی بے تابی کے ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

"بیٹا! ان کی تھوڑی سی طبیعت خراب ہے۔ وہ کل تک آجائیں گی۔ تم پریشان مت ہو۔" ابو نے اسے گلے سے لگا کر پیار کیا۔ رات کے کھانے کے وقت امی کی کرسی خالی دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ڈائننگ روم میں بے حد خاموشی تھی۔ اس کے کانوں میں امی کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ بیٹا یہ کھاؤ! بیٹا وہ کھاؤ۔ وہ تھوڑا سا کھانا کھا کر اپنے کمرے میں آگیا۔

صبح ابو تیار ہو کر گھر سے نکلے تو اس نے پوچھا کہ "ابو کہاں جا رہے ہیں؟"

ابو نے جواب دیا: "بیٹا! ہسپتال جا رہا ہوں۔"

ارسلان نے کہا: "ابو! میں بھی چلوں گا؟"
"نہیں تم گھر پر رہو۔ ابھی آمنہ آنٹی آتی ہوں گی۔" اس کے ابو بھی اداس تھے۔
تھوڑی دیر بعد ہی آمنہ آنٹی آگئیں۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا جاوید بھی تھا۔ وہ ارسلان کا ست تھا اور دوسرے اسکول میں پڑھتا تھا۔ وہ ارسلان کو لے کر لان میں آگیا۔
"جاوید! پتا نہیں میری امی کو کیا ہوا ہے؟ ابو کچھ بتاتے ہی نہیں۔" وہ جاوید سے کہہ رہا ۔

" تمھیں نہیں معلوم! بھئی کل اچانک تمھاری امی کی طبیعت خراب ہوگئی۔ انھوں نے ری امی کو بلوایا اور تمھارے ابو کو فون کرکے آفس سے بلوایا۔ وہ انھیں فوری طور پر ہسپتال لے گئے۔ سنا ہے کہ آج ان کا اوپریشن ہے۔" جاوید نے اسے تفصیل بتائی۔
"کیا! اوپریشن ہے! مگر میری امی کو ہوا کیا ہے؟" ارسلان یہ سن کر تڑپ اٹھا۔
"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ انھیں کیا ہوا ہے، مگر تم پریشان مت ہو۔ تم اللہ میاں سے کرو۔ سنا ہے کہ وہ بچوں کی دعائیں جلدی قبول کرتے ہیں۔" جاوید نے اسے تسلی دی۔
یہ سن کر ارسلان فوراً اپنے کمرے میں آیا۔ اس نے نماز پڑھی اور پھر اپنے رب سے دیر ، امی کے صحت یاب ہونے کی دعائیں مانگتا رہا۔
شام کو ابو گھر آئے تو وہ دوڑ کر ان کے پاس گیا: "ابو! امی کا اوپریشن کیسا رہا؟ وہ ٹھیک تو ہو ہں گی نا!" یہ کہہ کر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں یعقوب کی امی طرح اس کی امی کو بھی کچھ نہ ہو جائے۔
"بیٹے ہمت سے کام لو۔" یہ کہہ کر انھوں نے ارسلان کو گلے سے لگا کر خوب پیار کیا اور : "ان کا معمولی سا اوپریشن تھا اور کامیاب رہا ہے۔ اب ان کی طبیعت بہتر ہے۔ وہ چند . میں گھر آجائیں گی۔"
اس رات وہ دیر تک جاگ کر امی کی صحت اور ان کی لمبی عمر کی دعائیں مانگتا رہا۔ اسے س ہو رہا تھا کہ ماں کتنی بڑی نعمت ہے۔ امی کے نہ ہونے سے پورا گھر ویران لگ رہا تھا۔ ، روز ابو اسے ہسپتال لے گئے۔ جہاں ایک پرائیویٹ روم میں اس کی امی بستر پر لیٹی ہے۔ وہ دوڑ کر اپنی امی سے لپٹ گیا اور سسکنے لگا۔

"نہیں بیٹے! نہیں! ہر گز مت روؤ۔ دیکھو میں تو صحت یاب ہو گئی ہوں۔ تمہاری دعائیں اللہ میاں نے سن لی ہیں۔" امی نے اسے پیار کیا اور دیر تک اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیرتی رہیں۔ اسے بے حد ٹھنڈک اور راحت کا احساس ہو رہا تھا۔

اس کی امی چند روز بعد ہسپتال سے گھر واپس آئیں تو ارسلان کو بالکل بدلا ہوا پایا۔ وہ شام ہوتے ہی ہوم ورک کرنے لگا اور دیر تک پڑھتا رہا۔ امی نے اسے آواز دی تو وہ دوڑ کر ان کے پاس گیا۔ انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "بیٹا! رات بہت ہو گئی ہے۔ صبح تمھیں اسکول بھی جانا ہے۔"

"امی! مجھے بڑا آدمی بننا ہے۔ ہاں! اب آپ سے وعدہ کیا ہے کہ میں کھیل کود کے بجائے پڑھائی پر توجہ دوں گا اور آپ کا کہنا مانوں گا۔"

ارسلان کی باتیں سن کر اس کی امی نے اسے گلے سے لگایا اور ان کی آنکھوں سے چند قطرے ٹپک گئے۔

معما نمبر 116 کا شاندار نتیجا

صحیح حل: (۱) بائس (۲) معلم (۳) ٹھگنے (۴) تینوں
(۵) اونٹ (۶) دوستوں (۷) مصور (۸) گھوڑا

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے سات خوش نصیب

فی کس -/57 روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) اعجاز حسین رضوی، باندرہ، ممبئی (۲) عشرت جہاں، بلرام پور (۳) سید اظہر محی الدین، پربھنی (۴) فہمیدہ خاتون، اعظم گڑھ (۵) ظعیب خاں، دھولیہ (۶) تمنا ناصر، ادریہ، بہار (۷) ناصر حیدر، جمشید پور، ٹاٹا

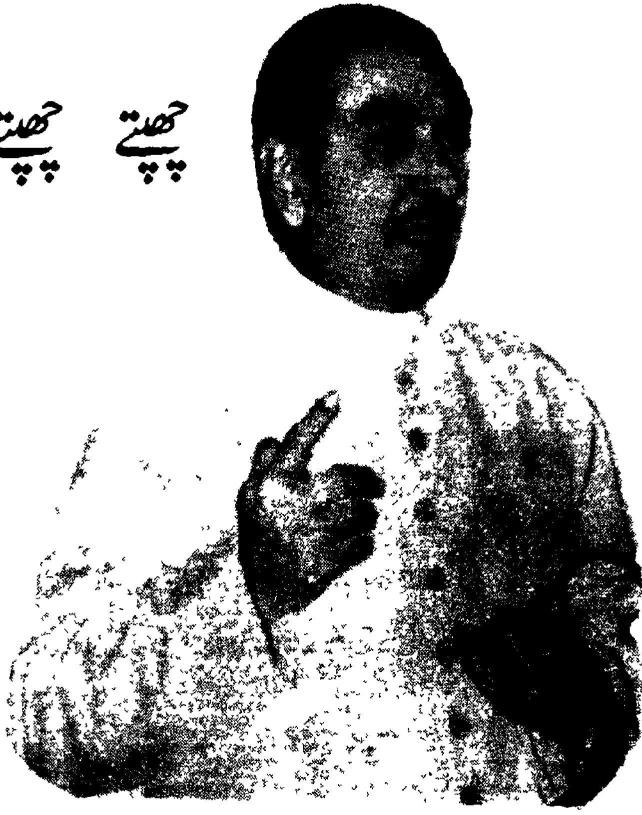
ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے چھے خوش نصیب

فی کس -/33 روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) کے، این، زہرا۔ رفیع گنج (۲) عظیم الدین عثمانی، مدھوبنی (۳) نسرین حبیب، پٹنہ (۴) عبدالرحمٰن ثاقب، مظفر پور (۵) محمد ارمان ہارون، دہلی (۶) راحت روبینہ، دھنباد

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا "تمھیں" سو گئے داستاں کہتے کہتے

چھپتے چھپتے



پوری اردو دنیا کے نونہالوں کو "جاگو جگاؤ" کا پیغام دینے والے، پیامیوں کے بزرگ دوست اور ہمدرد حکیم محمد سعید کو ۱۷ اکتوبر کو چند دہشت گردوں نے اس وقت قتل کر دیا جب آپ فجر کی نماز کے بعد کراچی میں اپنے ہمدرد کلنک میں مریضوں کو دیکھنے کے لیے داخل ہو رہے تھے۔ ادارہ پیام تعلیم اور مکتبہ جامعہ حکیم محمد سعید صاحب کے بڑے بھائی حکیم عبدالحمید (چانسلر ہمدرد یونیورسٹی۔ دہلی) اور آپ کی صاحبزادی سعدیہ راشد کے غم میں برابر کا شریک ہے اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔ (تفصیلات آئندہ ماہ)

ایک غزل

نونہالوں کے لیے

حسن عابدی

یہ مت جانو کہ دشمن سے عداوت کام آئے گی
محبت، اول و آخر محبت کام آئے گی

سبق راتوں کو اٹھ کر یاد کرنا سخت مشکل ہے
مگر بیدار راتوں کی ریاضت کام آئے گی



تمھاری انگلیوں کے ساتھ کمپیوٹر کی دنیا ہے
عجب دنیا ہے یہ، اس کی سیاحت کام آئے گی

ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھو اسے محفوظ بھی کر لو
کہ آیندہ تمھاری یہ عبارت کام آئے گی

مصائب نے ہمیں حالات سے لڑنا سکھایا ہے
مجھے کیا علم تھا، میری مصیبت کام آئے گی

بزرگوں کا ادب چھوٹوں سے شفقت اک سعادت ہے
سنو! جب تک جیو گے یہ سعادت کام آئے گی

حکیم صاحب کے مشورے

حکیم محمد سعید

پٹھوں میں درد

سوال: عمر ۲۰ سال ہے، میرے پٹھوں میں شدید درد رہتا ہے۔ از راہ کرم کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ (مدثر یعقوب خان)

جواب: میرے عزیز! پٹھوں سے آپ کی کیا مراد ہے! بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ تو ماشاء اللہ ۲۰ سال کے ہیں۔ آپ کو اپنی بات بتانی آنی چاہیے۔ میں تو یہ سمجھا ہوں کہ آپ تھکن محسوس کرتے ہیں۔ ہاتھ پیر ٹوٹتے ہیں۔ بس پڑے رہنے کو دل چاہتا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو میرے عزیز ورزش شروع کر دیں۔ جو نوجوان ورزش نہیں کرتے وہ ہار جاتے ہیں۔ پٹھوں کے درد کی شکایت بیان کرتے ہیں۔ توبہ! زندہ رہو، چست رہو، مصروف رہو۔

چہرے پر دانے

سوال: عمر ۱۶ سال ہے۔ میں جب بھی انڈے یا مچھلی کھاتا ہوں تو میرے چہرے پر دانے نکل آتے ہیں۔ (فرحان ایوب)

جواب: آخر کیا مسئلہ ہے! انڈے موافق نہیں آتے تو نہ کھائیں۔ مچھلی موافق نہیں آتی تو اس بے چاری کو دریا میں تیرنے دیں نہ کھائیں، کون سی قیامت آ جائے گی۔ آخر انسان کھانے کے لیے تو پیدا نہیں ہوا ہے۔ اسے تو بس زندہ رہنے کے لیے کھانا چاہیے۔

مچھلی اگر باسی ہو تو اس میں خطرناک بیکٹیریا پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسی مچھلی سخت مضر صحت ہوتی ہے۔ مچھلی کو کئی کئی دن رکھنا اور پھر کھانا غلط ہے۔

پاؤں میں پسینہ

سوال: عمر ۲۰ سال ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے پاؤں میں ہر وقت پسینہ آتا ہے جس کی وجہ سے میں جوتے نہیں پہن سکتا اور چپلیں بھی گندی رہتی ہیں۔ (صبا یوسف خان)

جواب: یقیناً بعض لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں کی جلد میں پسینے کے غدود متحرک ہو جاتے ہیں اور پسینہ آنے کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ خاصا مشکل مرحلہ ہے۔ خیر' آپ رات سوتے وقت بینگن کا پانی دونوں پیروں (تلووں) میں لگانا شروع کر دیں۔ شاید ماہ دو ماہ میں یہ پسینہ بند ہو جائے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ چائے دانی میں جو چائے نیچے رہ جاتی ہے اور اسے پھینک دیا جاتا ہے، اسے پیروں میں لگانے سے پسینہ بند ہو جاتا ہے۔ آپ یہ دونوں تدبیریں کر لیجیے۔ اللہ مالک ہے۔

صحت اچھی نہیں ہے

سوال: میری عمر ۱۷ سال ہے۔ میں اچھی سے اچھی غذا مثلاً انڈا' مکھن اور ڈبل روٹی کھاتا ہوں' مگر صحت پھر بھی اچھی نہیں رہتی۔ (محمد عارف احمد)

جواب: انڈے، مکھن اور ڈبل روٹی کھانے سے صحت مل جائے گی' یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ کا نظامِ ہضم غذاؤں کو ہضم کرتا ہے؟ اگر ہضم صحیح نہیں ہے تو آپ جو چاہیں کھالیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آپ یقیناً کوئی ورزش نہیں کرتے۔ جب تک آپ ورزش نہیں کریں گے کھایا ہوا نہ ہضم ہوگا اور نہ جسم کو لگے گا۔ ورزش سے جسم میں آنے والی غذا کے لیے جگہ پیدا ہوتی ہے۔ ورزش سے یہ جگہ پیدا کریں۔

سانس کی تکلیف

سوال: عمر ۱۶ سال ہے۔ مجھے سانس کی بیماری ہے اور میرے بھائی کو بھی یہی شکایت ہے۔ اس کی عمر ۸ سال ہے۔ ازراہِ کرم علاج تجویز فرمائیے۔ (صائمہ شکیل)

جواب: اب میرے لیے جواب مشکل ہو گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ کوئی موروثی کیفیت ہے۔ اگر آپ کے طبیبوں، ڈاکٹروں نے اسے دمہ تشخیص کیا ہے تو پھر آپ کو برگ تلسی پر توجہ کرنی چاہیے۔ پورا نسخہ یہ ہے۔

برگِ تلسی ۶ گرام' تخم میتھی ۶ گرام' لہسن ۲ عدد۔ ایک کپ پانی میں جوش دے کر صبح و شب کافی دنوں تک پیتے رہیں۔ اگر تقاضا ہو تو لعوق سپستان ۹ گرام اضافہ کر لیں۔

آپ کو زیادہ سے زیادہ تازہ ہوا (آکسیجن بہ نسیم) کی ضرورت ہے۔ صبح کھلے میدان میں جا کر ذرا دوڑ لگائیے اور گہرے گہرے سانس، ۱۵۔۲۰ منٹ تک لینا شروع کریں۔

پروفیسر مشیر الحق

خواجہ مُعین الدین چشتی اجمیریؒ

خواجہ صاحب آج سے تقریباً ساڑھے آٹھ سو سال پہلے ۵۳۶ھ (۱۱۴۱ء) میں سیستان کے ایک قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے تھے۔ سیستان کا دوسرا نام بجستان بھی ہے۔ اسی وجہ سے بعض لوگ سنجر کی نسبت سے آپ کو "سنجری" اور بعض لوگ بجستان کی وجہ سے آپ کو سجزی کہتے ہیں۔

آپ کے والد' خواجہ غیاث الدین حسن ایک دولت مند تاجر تھے' اس لیے خواجہ صاحب کا بچپن آرام سے گزرا۔ ۵۵۱ھ (۱۱۵۶ء) میں جب آپ لگ بھگ پندرہ سال کے تھے تو سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا' لیکن آپ کی والدہ بی بی نورؒ نے خواجہ صاحب کو والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ مگر بی بی صاحبہ بھی جلد ہی خواجہ صاحب کو اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلی گئیں۔

والدین کے انتقال کے بعد خواجہ صاحب کی مالی حالت میں بھی بہت فرق آگیا کیونکہ تجارت کی آمدنی ختم ہو چکی تھی۔ لے دے کے ایک باغ رہ گیا تھا جس کی دیکھ بھال خواجہ صاحب خود ہی کرتے تھے۔ مزدوروں کی طرح دن رات اس میں لگے رہتے اور اس سے جو تھوڑی بہت آمدنی ہوتی اس سے گھر کا خرچ چلاتے۔

ایک دن اس علاقے کے ایک مجذوب بزرگ ابراہیم قندوزی خواجہ صاحب کے باغ میں آگئے۔ خواجہ صاحب نے انھیں عزت واحترام سے بٹھایا' اور کھانے کے لیے تھوڑے سے انگور ان کے سامنے پیش کیے۔ ابراہیم قندوزی نے خواجہ صاحب کے طور طریقوں سے خوش ہو کر اپنی تھیلی میں سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا اور اسے اپنے دانتوں سے کچل کر خواجہ صاحب کو کھانے کے لیے دیا۔ خواجہ صاحب نے احتراماً کھلی کے اس ٹکڑے کو کھالیا۔ اب اللہ جانے اس ٹکڑے میں کوئی خصوصیت تھی یا وقت ہی آگیا تھا کہ کھلی کے حلق سے اترتے ہی خواجہ صاحب کی دنیا بدل گئی۔ انھوں نے اپنا باغ اور دوسرا اثاثہ اللہ کی راہ میں فقیروں اور غریبوں میں تقسیم کر دیا اور خود علم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

طلبِ علم

اس وقت سمرقند و بخارا اس علاقے کے بڑے علمی مرکزوں میں شمار ہوتے تھے۔

خواجہ صاحب نے وہاں کے اہم اساتذہ سے درس لیا۔ سب سے پہلے تو انھوں نے قرآن حفظ کیا۔ اس کے بعد تفسیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم کی تکمیل کی۔ عالم اور حافظ ہو جانے کے بعد آپ کو کسی مرشد کامل کی تلاش ہوئی۔ جس بزرگ کے بارے میں کسی سے سن لیتے تو اس کے دربار میں حاضر ہوتے لیکن انھیں بہتر سے بہتر کی جستجو انھیں کہیں ایک جگہ رکنے نہیں دیتی تھی۔ آخر کار ایک دن عراق کے راستے میں قصبہ ہارون پہنچے جہاں مشہور بزرگ خواجہ عثمان ہارونیؒ سکونت پذیر تھے۔ خواجہ عثمان ہارونی سے نظر ملتے ہی خواجہ صاحب کی بے قرار طبیعت کو سکون آگیا اور ان کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دے دیے۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ کا سلسلۂ ارادت خواجہ اسحاق شامی چشتیؒ تک پہنچتا ہے، جن کی نسبت سے اس سلسلے کے لوگ چشتی کہلاتے ہیں، خواجہ معین الدین کو بھی اسی وجہ سے چشتی کہا جاتا ہے۔

چشت کے بارے صرف اتنی بات معلوم ہے کہ خراسان کے قریب یہ ایک گانو تھا، خواجہ اسحاق اگرچہ وہاں کے نہیں تھے لیکن وہیں پر مقیم ہوگئے تھے۔اس لیے چشتی کہلاتے تھے۔ اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ آج یہ کسی کو نہیں معلوم کہ چشت کا صحیح جائے وقوع کیا تھا، یا آج وہی گانو کسی دوسرے نام سے باقی ہے یا نہیں۔ بس اس کا نام رہ گیا، جو دراصل چشتی بزرگوں کی نسبت سے امر ہو گیا ہے۔

سیر و سیاحت

خواجہ صاحب تقریباً ڈھائی سال تک اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہ کر تصوف وسلوک کے اعلا درجات طے کرتے رہے۔ آپ نے سخت مجاہدات کیے۔ کہا جاتا ہے کہ معمولی سے افطار پر آپ سات سات دن کا مسلسل روزہ رکھا کرتے تھے۔ دراصل اس قسم کی ریاضتیں صوفیوں کے یہاں روحانی و جسمانی تربیت کا ضروری جزو ہوتی تھیں۔ صوفیا چونکہ اپنے مریدوں کو اصلاً تبلیغ اسلام کے لیے تیار کیا کرتے تھے اس لیے اس راہ میں پیش آنے والی جسمانی تکلیفوں کو برداشت کرنے کی طاقت بھی مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے پیدا کرتے تھے۔

خواجہ صاحب کی تربیت جب مکمل ہو گئی تو پھر مرشد کی اجازت سے آپ مختلف بزرگوں کی زیارت کے لیے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے تو آپ نے مکہ پہنچ

کر حج کا فریضہ ادا کیا' وہاں سے مسجد نبوی کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ کا سفر کیا۔ وہاں سے بغداد اور دمشق گئے۔

خواجہ صاحب کو اس بات کی بہت فکر رہتی تھی کہ ناجائز طور سے حاصل کی ہوئی غذا ان کے پیٹ میں نہ جانے پائے۔ سفر کے میزبانوں کے بارے میں چونکہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان کا ذریعہ آمدنی کیا ہے اس لیے خواجہ صاحب احتیاطاً اجنبیوں کا مہمان بننے سے پرہیز کرتے تھے۔ انھوں نے اپنا یہ دستور بنا رکھا تھا کہ سفر میں کندھے پر تیر کمان ہوتی تھی اور جھولی میں آگ جلانے کے لیے چقماق پتھر اور نمک دان۔ جب بھوک معلوم ہوتی تیر کمان سے کسی پرند کا شکار کرتے' خود آگ جلاتے' شکار کو صاف کرکے بھونتے اور نمک لگا کر اسے کھالیتے۔ اس طرح آپ کو ضرورت کے وقت حلال روزی مل جاتی۔

ناجائز ذریعوں سے حاصل کی ہوئی دولت کے استعمال کو آپ سخت ناپسند کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ایسی دولت کے استعمال سے انسان کا ایمان کمزور ہوتے ہوتے ختم ہو جاتا ہے۔ دوران سفر ہی کا ایک واقعہ ہے جس سے آپ کے طرزِ فکر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

ایک بار مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے جب آپ سبزوار پہنچے تو شہر کے باہر ایک پُر رونق باغ میں ستانے کے لیے بیٹھ گئے۔ آپ کے ساتھ ایک اور درویش بھی تھا۔ ابھی آپ ٹھیک سے ستا بھی نہیں پائے تھے کہ اس باغ کے مالک کے ملازمین وہاں آگئے۔ مالک کا نام یادگار محمد تھا اور وہ اس علاقے کا حاکم بھی تھا۔ اتفاق سے جس جگہ خواجہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے وہ جگہ یادگار محمد کے بیٹھنے کے لیے مخصوص تھی اس لیے ملازموں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ وہ باغ سے باہر چلے جائیں۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ فقیر تو اب یہاں بیٹھ چکا ہے اور باغ اتنا بڑا ہے کہ اس کا مالک کسی دوسرے حصے میں بھی آرام کرسکتا ہے لیکن ملازمین نے اصرار کیا' ساتھی درویش نے بھی سمجھایا' مگر آپ نے اپنی جگہ نہ چھوڑی۔ اتنے میں باغ کا مالک وہاں آگیا۔ اس نے خواجہ صاحب کو اپنی جگہ پر قابض دیکھا تو بہت ناراض ہوا اور اول فول بکنے لگا۔ خواجہ صاحب نے نظریں اٹھا کر اسے غصے سے دیکھا' اللہ جانے اس نظر میں کیا تھا کہ یادگار محمد کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی اور وہ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ خواجہ صاحب نے اپنے ساتھی درویش سے کہا کہ حوض سے پانی لاکر اس کے چہرے پر چھڑکو۔ جب اسے ہوش آیا تو خواجہ صاحب کے پیروں پر گر پڑا اور ان

کے ساتھ رہنے پر اصرار کرنے لگا۔ خواجہ صاحب نے اس بات کی اجازت دے دی تو اس نے حکومت چھوڑ دی، اور تمام مال واسباب خواجہ صاحب کے قدموں میں لاکر ڈھیر کردیا، لیکن خواجہ صاحب نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور کہا کہ فقیر کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں جن لوگوں پر ظلم کرکے اس نے مال ودولت اکٹھا کی ہے ان لوگوں کو تلاش کرکے ان کا مال انھیں واپس کرے۔ آخر میں اگر کچھ بچ جائے اور پرانے مالکوں کا پتانہ چلے تو اس مال کو خدا کی راہ میں تقسیم کردے۔ یادگار محمد نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور سب کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہولیا۔

ہندستان میں آمد

خواجہ صاحب کے زمانے میں عالم اسلام سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے دوچار تھا۔ مسلمانوں ایسا نام رکھنے والے کچھ لوگ، مثلاً باطنی اور ملاحدہ وغیرہ مسلم علاقوں پر دھاوا بولتے رہتے تھے۔ جہاں بھی موقع مل جاتا قتل وغارت گری کرتے، اور لوٹ مار کرکے غریبوں اور امیروں سب کی زندگی اجیرن کیے رہتے۔ خواجہ صاحب جس شہر میں بھی پہنچتے انھیں یہی نقشا نظر آتا۔ لوگ یہ چاہتے کہ خواجہ صاحب ان کے شہر میں رہ جائیں لیکن وہ تھوڑے دن کے قیام کے بعد آگے بڑھ جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ منزل انھیں پکار تو رہی ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ منزل مقصود ہے کہاں!

بہر حال شہر شہر، مثلاً تبریز، اصفہان، استر آباد، ہرات، سبزدار، بلخ اور غزنی میں تھوڑے تھوڑے دن رکتے ہوئے خواجہ صاحب ۵۶۰ھ (۱۱۶۴ء) کے لگ بھگ لاہور پہنچے۔ لاہور میں مسلمانوں کی خاصی بڑی آبادی موجود تھی اور یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ خواجہ صاحب لاہور میں مستقل قیام کو پسند کریں گے، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ وہاں سے دہلی کے لیے روانہ ہوگئے۔ دہلی میں اگرچہ اس وقت تک مسلم حکومت قائم نہیں ہوئی تھی لیکن وہاں کے لیے اسلام اجنبی نہیں رہ گیا تھا۔ مسافروں اور تاجروں کی وجہ سے مسلمان اور ہندو دونوں ایک دوسرے سے واقف ہوچکے تھے لیکن ہندو اور مسلمان بادشاہوں کی باہمی جنگوں کی وجہ سے عام ہندو آبادی اسلام میں اپنے لیے کوئی کشش نہیں پاتی تھی، بلکہ ایک طرح سے دوری بڑھتی ہی جارہی تھی۔ ایسے موقع پر خواجہ صاحب دہلی پہنچے اور دہلی کی مقامی آبادی نے جب ان کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کیا تو اس میں اسلام سے قربت کا احساس پیدا ہونے لگا۔

ہندستان کی اس وقت عجیب مذہبی حالت تھی۔ ہندو مذہب نے جس بچی توحید کی کبھی تعلیم دی تھی وہ شرک و بت پرستی کے اندھیروں میں گم ہو چکی تھی۔ اپنے بزرگوں کی تعلیمات کو بھول کر لوگ درختوں' دریاؤں اور دوسرے مظاہر فطرت کی پرستش میں لگے ہوئے تھے۔ بت پرستی کے شوق میں لوگ اس اصول کو بھول چکے تھے کہ درخت' پہاڑ' پتھر' دریا' جانور' آگ' پانی ان سب چیزوں کو خدا کی قدرت کا نمونہ سمجھا جائے اور ان کے ذریعے خدا کی عظمت کو پہچانا جائے۔ اس کے بجائے وہ مظاہر قدرت ہی کو قادر مطلق سمجھ بیٹھے تھے اور خالق کے دھوکے میں مخلوق کو پوجنے لگے تھے۔ ایسے ماحول میں خواجہ صاحب نے توحید کی دعوت دی' اور جب ان کے طرز عمل سے لوگوں پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ بغیر کسی ذاتی غرض کے' صرف خلوص کے ساتھ انھیں سیدھی راہ پر چلنے کو کہتے ہیں تو دھیرے دھیرے لوگ ان کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں بھیڑ بھاڑ اتنی زیادہ ہونے لگی کہ خواجہ صاحب دلّی سے اکتا کر کسی دوسرے شہر میں جانے کی سوچنے لگے۔ آخر کار اپنے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو دہلی میں ٹھہرے رہنے اور ضرورت مندوں کی مدد کرتے رہنے کا حکم دے کر آپ اجمیر کی طرف روانہ ہو گئے۔

اجمیر کا قیام

۵۶۱ھ (۱۱۶۵ء) میں خواجہ صاحب اجمیر پہنچے۔ اجمیر آپ کے مسلسل سفر کی آخری منزل تھی۔ بظاہر یہ تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے قیام کے لیے ایک ایسے علاقے کو منتخب کیا جہاں پہلے سے مسلمان 'نام کے لیے بھی نہ تھے' جہاں کے راجا رائے پتھورا اور سلطان شہاب الدین غوری باہم ایک دوسرے کا مقابلہ میدان جنگ میں کر چکے تھے' اور جنگ کا یہ سلسلہ ابھی ختم بھی نہیں ہوا تھا' لیکن اجمیر کے جائے وقوع کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک طرح سے ہندستان کے دل کی حیثیت رکھتا تھا۔ بہر حال خواجہ صاحب وہیں مقیم ہو گئے' اور آپ کی نسبت سے دو ایک واقعات ایسے پیش آئے کہ ہر طرف آپ کے نام کا شہرہ ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے جس جگہ ڈیرا ڈالا تھا وہ جگہ راجا کے اونٹوں کے بیٹھنے کے لیے تھی۔ شام کو اونٹ جب چراگاہ سے واپس آئے تو اونٹ والوں نے خواجہ صاحب کے وہاں رہنے پر اعتراض کیا۔ خواجہ صاحب وہاں سے اٹھنا نہیں چاہتے تھے لیکن راجا کے سپاہیوں نے آپ کو زبردستی وہاں سے یہ کہہ کر اٹھا دیا کہ یہ جگہ صرف راجا کے اونٹوں کے

بیٹھنے کے لیے ہے۔ خواجہ صاحب یہ کہہ کر وہاں سے دوسری جگہ چلے گئے کہ اچھی بات ہے اب اونٹ ہی بیٹھیں گے۔ دوسرے دن جب اونٹ والوں نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو ایک اونٹ بھی نہ اٹھ سکا۔ ہر قسم کی کوششیں کرلی گئیں لیکن اونٹوں کو نہ اٹھنا تھا نہ اٹھے۔ آخر میں اونٹ والوں کو خواجہ صاحب کا خیال آیا۔ وہ سمجھ گئے کہ انھیں فقیر کے ساتھ بد تمیزی کرنے کی سزا ملی ہے۔ انھوں نے خواجہ صاحب کے پاس آکر اپنے قصور کی معافی مانگی اور اونٹوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی۔ خواجہ صاحب نے انھیں معاف کردیا اور کہا کہ اونٹوں کے پاس جاؤ، جس نے انھیں بٹھایا ہے، امید ہے وہ انھیں اٹھا بھی دے گا۔ اونٹ والے جب میدان میں واپس پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سب کے سب اونٹ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ خواجہ صاحب کی یہ کرامت راجا اور پرجا سب کے کانوں تک پہنچی اور دھیرے دھیرے آپ کے پاس غرض مندوں کا تانتا لگنے لگا۔ خواجہ صاحب کی نسبت سے کتابوں میں بہت سی کرامتوں کا ذکر ملتا ہے، جن کا ذکر یہاں طوالت سے خالی نہیں ہے۔ کرامتوں کے بارے میں لوگ ایک خیال کے بھی نہیں ہیں۔ کچھ لوگ اس بات کو نہیں مانتے۔ لیکن یہاں اتنی بات ہمیں ضرور سوچنی چاہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت حاصل نہیں ہے کہ جس طرح وہ انبیاء کے ذریعے معجزات دکھلاتا ہے اسی طرح اولیاء کے ذریعے کرامتیں دکھلا دے؟ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سوال ہے کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات اللہ کی قدرت سے باہر ہے۔ بہر حال پہلے تو ہم یہ جان لیں کہ معجزہ اور کرامت کہتے کسے ہیں۔ درحقیقت ایسے وہ تمام کام جو فطرت کے بندھے ٹکے قانون کے خلاف پیش آئیں، معجزہ کہے جائیں گے اگر ان کا اظہار کسی نبی کے ذریعے ہو، اور انھیں کرامت کہا جائے گا اگر کسی ایسے بزرگ سے ان کا اظہار ہو جو نبی نہ ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر نبی اور ہر ولی سے معجزہ اور کرامت ظاہر ہو لیکن خدا کی نسبت سے ان کے ظہور کو ناممکن نہیں کہا جاسکتا۔

قرآن سے ہمیں کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم میں جادو اور ٹونے ٹوٹکے کا بہت زیادہ رواج ہوتا تھا اس قوم کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ جب کسی کو متعین کرتا تھا تو ان کے ذریعے کچھ ایسے حیرت انگیز کام کرا دیتا تھا کہ اس قوم کے بڑے سے بڑے جادوگر بھی ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات کی زندہ مثال ہیں۔ ان کے زمانے میں مصر میں ایک سے ایک جادوگر تھے، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو سمجھ کر شاہی جادوگروں سے ان کا مقابلہ بھی کرا یا تھا اور

جادوگروں نے بھرے دربار میں رسیّوں کو سانپوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ڈنڈے کو خدا کے حکم سے زمین پر پھینکا تو وہ اژدھا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو ہڑپ کر گیا۔ یہ دیکھ کر تمام جادوگر اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بہت سے لوگ موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔ کچھ اسی قسم کی صورت اجمیر میں بھی پیش آئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس وقت اجمیر میں ایک سے ایک ماہر جوگی جادوگر موجود تھے جن کا اثر راجا اور پرجا سب پر تھا۔ سماج پر سے جب تک جادوگروں کا اثر ختم نہ ہوتا اسلام کا پیغام گھروں کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لیے ہزاروں برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے جو کام لیا تھا' وہی خدمت اس نے اجمیر میں خواجہ صاحب سے لی۔ جادوگر اور جوگیوں سے مختلف مواقع پر خواجہ صاحب کا مقابلہ ہوا' اور ہر موقع پر آپ کامیاب رہے اور مصر کے جادوگروں کی طرح اجمیر کے جادوگروں کو بھی مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ ہم معین الدین کے رب پر ایمان لائے۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام نبی تھے اس لیے انھوں نے جو کچھ دکھایا اسے ہم معجزہ کہتے ہیں' خواجہ معین الدین نبی نہیں تھے اس لیے ان سے صادر ہونے والے واقعات کو ہم کرامت کہتے ہیں۔ درحقیقت نہ تو موسیٰ علیہ السلام نے اژدھا بنایا اور نہ ہی معین الدینؒ نے اونٹ بٹھائے' جو کچھ ہوا وہ موسیٰ علیہ السلام اور معین الدینؒ کے رب نے کیا' ہاں نام موسیٰ علیہ السلا اور معین الدینؒ کا ہوا۔

راجا پتھورا سے اختلاف

شروع شروع میں تو راجا پتھورا نے خواجہ صاحب کا بہت ہی احترام کیا' لیکن جب اجمیر کی خلقت روز بروز خواجہ صاحب کی گرویدہ ہونے لگی اور درباریوں نے یہ محسوس کیا کہ کہیں وہ دن نہ آئے جب پورا اجمیر خواجہ صاحب کا معتقد ہو جائے تو انھوں نے راجا کے کان بھرنے شروع کیے اور دھیرے دھیرے راجا پتھورا کی طرف سے عداوت کا اظہار ہونے لگا۔ راجا کے دربار میں کچھ مسلمان ملازمین بھی تھے۔ ان پر خواجہ صاحب کی نسبت سے سختی ہونے لگی۔ اسی بیچ سلطان شہاب الدین غوری نے اجمیر پر پھر حملہ کیا' اس سے پہلے راجا پتھورا کامیاب رہا تھا' لیکن ۵۸۸ھ (۱۱۹۲ء) کی آخری جنگ میں غوری کو فتح ہوئی اور راجا پتھورا مارا گیا۔

راجا پتھورا کے مرنے کے بعد جب لوگوں کی زندگی میں سکون آیا تو خواجہ صاحب

کے اثرات روز بروز بڑھنے لگے۔ اب آپ صرف اجمیر کے ایک فقیر نہیں رہ گئے تھے بلکہ پورے ہندستان کے سلطان ہوگئے تھے۔ خلفا کی تعداد بھی بڑھ گئی تھی جنھیں ہندستان کے مختلف گوشوں میں تبلیغ کی خاطر آپ نے پھیل جانے کا حکم دے دیا۔

بیوی بچے

شروع میں مسلسل سفر اور تبلیغ کی مشغولیتوں کی وجہ سے خواجہ صاحب کو گھر بسانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جب ہر طرف سے سکون حاصل ہوگیا تو آپ نے خاصی بڑی عمر میں ۶۲۶ھ (۱۲۲۸ء) کے لگ بھگ دوشادیاں کیں' اور کہا جاتا ہے کہ ان سے آپ کے اولاد بھی ہوئی۔ کچھ لوگوں کے بیان کے مطابق آپ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی' اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ بہر حال آپ کے گھر میں لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئی ہوں یا نہ ہوئی ہوں' اس سے قطع نظر' یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ آپ صاحب اولاد نہ تھے' کیونکہ خواجہ صاحب ایسے بزرگوں کا خاندان صلبی اولاد سے کہیں زیادہ نسبتی اولاد سے چلتا ہے۔ جو انھیں مانے اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلے وہی ان کی اولاد میں شمار کیا جاسکتا ہے اور جو نہ مانے وہ بزرگوں کے گھر میں پیدا ہوکر بھی ان کی اولاد کہلانے کے لائق نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا کہ جب طوفان میں ان کا نالائق لڑکا ڈوبنے لگا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کو مخاطب کر کے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور تیرا وعدہ یہ تھا کہ میرے بال بچے طوفان سے محفوظ رہیں گے۔ قرآن میں خدا اور نوح علیہ السلام کا مکالمہ محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں کہا کہ جسے تم اپنا بیٹا کہتے ہو اس کا شمار تمھاری اولاد میں نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ صاحب ایمان نہیں ہے۔

۶۳۳ھ (۱۲۳۵ء) میں ۹۷ سال کی عمر میں آپ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

فرمایا خواجہ غریب نواز نے:

☆ کوئی مرید فقر کے نام کا اس وقت مستحق ہوتا ہے جب عالم فانی میں اس کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

☆ مرید ثابت اس وقت ہوتا ہے جب گناہ لکھنے والا فرشتہ بیس برس تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھتا۔

☆ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔ اول سخاوت' دریا کی سی' دوم شفقت آفتاب کی سی' سوم تواضع زمین کی سی۔

☆ اگر دوست کی دوستی میں دونوں جہاں بھی بخش دیے جائیں تب بھی کم ہے۔

ڈاکٹر وہاب قیصر
وائس پرنسپل ممتاز کالج
حیدر آباد

دلچسپ پالی مرس

۱۹۳۸ء کی بات ہے امریکہ میں کیمیادانوں کی ایک ٹیم ریفریجریشن میں استعمال ہونے والی Fereon گیسوں پر تحقیق کر رہی تھی۔ اس تحقیق کے دوران Plun Kett نامی کیمیاء دان نے فریان گیس Tetrafluro ethylene کو سلنڈر میں بھر کر اس کے والو کو سیل کیا تاکہ گیس کا اخراج نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد سلنڈر کو رات بھر کے لیے اسٹور میں محفوظ کر دیا۔ دوسرے دن گیس کا پریشر معلوم کرنے کے لیے اس نے سلنڈر سے سیل نکال کر اس کو Pressure gauge سے منسلک کیا تو پتہ چلا کہ سلنڈر میں گیس نہیں ہے۔ اس پر Plunkett کو گمان ہوا کہ والو کے باوجود شاید گیس کا اخراج عمل میں آیا ہو۔ چنانچہ جب سلنڈر کو اس نے وزن کیا تو دیکھا کہ اس کا وزن گیس سے بھرے ہوئے سلنڈر کے برابر تھا۔ Plun kett حیران ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا تھا۔ حقیقت جاننے کی خاطر جب اس نے سلنڈر کھول کر الٹا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ سلنڈر کی گیس رات بھر میں پاؤڈر میں تبدیل ہو چکی تھی۔ تحقیق سے اس بات کا پتہ چلا کہ وہ پاؤڈر Tetrafluro ethylene کا ایک Polymer تھا۔ یہ جان کر آپ کو تعجب ہوگا کہ آج تک بھی یہ ایک معما ہے کہ کس طرح گیس خود بخود اپنے پالی مر میں تبدیل ہو گئی تھی۔

پالی مر، کثیر جوہری سالمات پر مشتمل مرکبات ہوتے ہیں جن کی سالمی کیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پہلے پہل اُنھیں قدرتی پیداواروں سے حاصل کیا گیا تھا جن میں قدرتی ربر، سلولوز، نشاستہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مصنوعی طور پر سب سے پہلا پالی مر، بیسویں صدی کی ابتدا میں تیار کیا گیا تھا۔ بعد میں پالی مر اتنی زیادہ تعداد میں تیار کیے جانے لگے کہ

۱۹۲۰ء کے بعد سائنس کے شعبہ میں پالی مر سائنس جیسی نئی شاخ کی ابتدا ہوئی۔ اس طرح ۱۹۵۰ء تک پہلے قبیل کے پالی مر تیار کر لیے گئے تھے جن میں پالی اتھیلین، پالی وناکل کلورائڈ (PVC)، پالی ایسٹرس، پالی اسٹر ین، پالی امائڈ، گلاس فائبر، بیوٹا ڈائن ربر اور Synthetic Paints شامل ہیں۔ اب تک کیمیا داں ریان، نائلون، آرلون، کیمیائی ربر، پلاسٹکس اور بے شمار پالی مرس تیار کر چکے ہیں لیکن یہاں صرف ان پالی مرس کا تذکرہ مقصود ہے جو نہ صرف انفرادیت رکھتے ہیں بلکہ ان کی خصوصیات عام اشیا سے ناقابل یقین کی حد تک مختلف ہوتی ہیں۔

آپ کے لیے ایسی دنیا کا تصور کرنا شاید مشکل ہے جس میں کیلیں، اسکرو، نٹ، بولٹ اور rivet استعمال ہی نہ ہوتے ہوں۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ تصور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دن دور نہیں جب آنے والے دور میں پلاسٹک جوڑنے والی پالی مر اشیا Plastic Adhesives ان تمام پرزوں کے استعمال کو ہی ختم کر دیں گی۔ یہ adhesives جوڑنے والی روایتی اشیا کے مقابلے میں مضبوط، ہلکی اور آسانی کے ساتھ قابل استعمال ہوتی ہیں۔ Eastman 10 ایسا ہی ایک adhesive ہے جو عام طور پر گلو کہلاتا ہے۔ یہ گلو اتنا طاقتور ہوتا ہے کہ اس کا صرف ایک قطرہ کسی بھی ٹھوس کے دو ٹکڑوں کو مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے جوڑ کی مضبوطی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ 5 میٹرک ٹن یعنی 5 ہزار کلو گرام وزن کے لٹکانے پر بھی ٹوٹنے نہیں پاتا۔

Silicone ایک ایسا پالی مر ہے جس کی ایک سنٹی میٹر کے ہزارویں حصے پر مشتمل موٹائی والی پتلی سی جھلی، انسانی اعضاء کو بدلنے (Trans plantation) کے دوران انھیں محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے یہاں تک کہ اوپن ہارٹ سرجری کے دوران اس کو مصنوعی پھیپھڑوں کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مستقبل میں اس بات کی قوی امید ہے کہ انسانی پھیپھڑوں کو بدلنے میں بھی یہ معاون ثابت ہوگی۔ اس جھلی کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اگر اس کو پانی میں رکھا جائے تو صرف گیسوں کو اپنے اندر سے گزار دیتی ہے مگر پانی کا ایک بھی قطرہ اس میں سے گزر نہیں سکتا۔ سلیکون کی اس خاصیت کی بنا پر یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ مستقبل میں آبدوز جہازوں (Submarines) میں اس کی جھلی سے بنائی گئی کھڑکیاں لگائی جائیں گی۔ ایسی صورت میں ہوگا یہ کہ سمندر کے پانی میں موجود

آکسیجن، ان کھڑکیوں میں سے گزر کر آبدوز جہاز میں داخل ہوگی اور آبدوز جہاز کے اندر لوگوں کی سانس کے ذریعہ چھوڑی گئی کاربن ڈائی آکسائڈ گیس سمندر کے پانی میں شامل ہوجائے گی۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آبدوز جہازوں میں آکسیجن کے سلنڈروں کو لے جانے کی چنداں، ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ سلیکون کی جھلی کے استعمال کا ایک عملی تجربہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس جھلی کا ایک پنجرہ بنا کر اس میں کسی چڑیا کو چھوڑ دیں۔ اس کے بعد پنجرے کو Aquarium میں اس طرح رکھ دیں کہ وہ پانی میں ڈوب جائے۔ آپ دیکھیں گے کہ پنجرے میں پانی کا ایک بھی قطرہ داخل نہیں ہوگا۔ جبکہ چڑیا پانی میں شامل آکسیجن کے پنجرے میں داخل ہونے کی وجہ سے زندہ رہے گی۔

RTV 615 ایک ایسا پالی مر ہے جس کی لچک ربر جیسی ہوتی ہے لیکن ربر کے برخلاف اس میں دو اہم خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یہ ایک شفاف شئے ہے جس کے آرپار دیکھا جا سکتا ہے مگر حرارت کے لیے یہ بالکل غیر موصل (Bad Conductor) ہوتی ہے۔ حرارت کے لیے اس کی غیر موصلیت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کے ایک موٹے پتر کو کسی ایسے شعلہ پر رکھیں جس کی تپش اسٹیل کے پگھلنے کی تپش سے چار گناہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو، پتر کی مخالف سطح پر گرمی کا بالکل احساس نہیں ہوگا۔ اس خوبی کی بنا پر RTV 615 کو خلائی گاڑیوں میں حرارتی محافظ (Heat Shield) کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات مزید دلچسپی کا باعث ہوگی کہ حالیہ عرصے میں کیے گئے ایک امتحان میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اس پالی مر کو 8300 ڈگری سلسیس کی تپش کے ماحول میں رکھے جانے پر وہ نرم پڑے بغیر 3 منٹ تک جوں کی توں حالت میں برقرار رہی۔

Lexan ایک ایسی پالی مر شئے ہے جو اتفاقی طور پر دریافت ہوتی تھی۔ اس شئے کو Merlon بھی کہا جاتا ہے۔ دیکھنے میں یہ شیشہ کی طرح شفاف نظر آتی ہے لیکن یہ اسٹیل جیسی سخت شئے ہوتی ہے۔ اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ اس کے پتلے سے پتر پر ہتھوڑے سے کتنی ہی ضرب لگائیں، وہ نہ ٹوٹ کر بکھرتی ہے اور نہ اس میں ترخ پیدا ہوتی ہے۔ امتحانی تجربات کے دوران یہ دیکھا گیا ہے کہ 38 0 کی پستول کی گولی کو 12 فٹ کے فاصلہ سے Lexan کے ایک پتلے سے پتر پر داغا گیا تو گولی پتر سے ٹکرا کر بغیر کسی نقصان پہنچائے رک گئی۔ اس خصوصیت کی بنا پر Lexan کو Bullet Proofing میں استعمال کیا جاتا ہے۔

Kaptonایک ایسی پالی مر شئے ہے جو پتلی جھلی نما فلم پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ شئے حرارت کے لیے موصل اور برق کے لیے غیر موصل (Insulator) ہوتی ہے۔ اس میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ تپش کے بدلنے کے ساتھ اس کی غیر موصلیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ورنہ تپش میں تبدیلی واقع ہونے پر ہر شئے کی موصلیت بدل جاتی ہے۔ تجربات سے پتہ چلا ہے کہ زیادہ سے زیادہ 400ڈگری سلسیس اور کم سے کم 270ڈگری سلسیس کی تپش پر بھی اس کی موصلیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اس اہم خصوصیت کی بنا پر خلائی گاڑیوں میں اس کو ایک مثالی غیر موصل شئے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ اب تک بھیجے گئے Space Shuttles میں اور مریخ پر اتاری گئی گاڑیوں میں Kapton کے Insulated Wireاستعمال کیے گئے تھے۔

Mylarایک ایسی پالی مر شئے ہے جو بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ آڈیو اور ویڈیو کیسٹ کی فلمیں اسی شئے سے بنائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ Mylarکو Paperاور Leather پر رنگوں کی کوٹنگ میں اور منجمد کردہ غذاؤں کے ٹن کی پیکنگ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ Mylarکا ٹیپ Cellophaneٹیپ سے زیادہ مضبوط اور لچکدار ہوتا ہے۔ اس کی باریک سے باریک 00015 0 سنٹی میٹر موٹی جھلی تک بنائی جاسکتی ہے۔ اس کی مضبوطی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ 130 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے پھینکی گئی کرکٹ کا بال کو بغیر نقصان پہنچائے Mylar کے ایک پتر کے ذریعے روکا جاسکتا ہے۔ غرض ایسی بہت سی پالی مراشیا عالم وجود میں آچکی ہیں جو عصر حاضر کی ٹکنالوجیوں کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہیں۔

چغل خوری

ترجمہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح

چغلی کھانا، یا کسی کی برائی کسی سے بیاں کرنا برائی ہے اور گناہ ہے۔ جب کسی سے بات کریں تو کوشش ہونی چاہیے کہ کسی کی شکایت یا برائی نہ کریں۔ یہ برائی ہے۔ یہ گناہ ہے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ایسا گناہ کرے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ چغل خور ہمیشہ تکلیف میں رہتا ہے۔ غیبت کرنے والا کبھی راحت نہیں پاتا۔ لہٰذا اس بری عادت سے بچنا چاہیے۔ دوسروں کی اچھی باتوں پر ہی نظر رکھنی چاہیے اور ان کی تعریف کرنی چاہیے۔ ہاں کسی ملنے والے، کسی بھائی، دوست میں کوئی برائی دیکھیں تو اس کو پیار محبت سے سمجھانا چاہیے۔

احمد خاں خلیل

مقدس ماں

مقدّس کا مطلب ہے پاک ہستی یا پاک چیز جس کی تعظیم کی جائے، جس کا احترام کیا جائے، جس کو اس زمین اور اس دنیا کی چیزوں سے بالا سمجھا جائے۔

اس معنی میں دنیا کے تمام مذاہب میں ہمیشہ سے ماں کو مقدّس سمجھا جاتا رہا ہے۔ جہاں تک اچھے سلوک کی بات ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ دونوں سے اچھے سلوک کی ہدایت فرمائی ہے، لیکن ماں چونکہ بچے کو پالنے میں بہت زیادہ تکلیفیں اٹھاتی ہے اس لیے اس کے ساتھ خصوصی سلوک کی ترغیب دی گئی ہے۔

قرآن مجید کی سورۂ الاحقاف میں آیا ہے:

"اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی۔ اس کی ماں تکلیف اٹھا اٹھا کر اس کو پیٹ میں لیے لیے پھری اور تکلیف ہی سے جنا اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ تکلیف والی مدت ڈھائی سال ہے۔" (آیہ ۱۵)

اس مقدّس آیت میں ماں باپ دونوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی ہدایت ہے، لیکن خود اللہ جلّ شانہ نے ماں کی تکلیفوں کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ماں زیادہ توجہ کی حق دار ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر لگتی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور پوچھا. "اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا. "تیری ماں۔"
اس نے پوچھا پھر کون؟"
آپ ﷺ نے فرمایا "تیری ماں۔"
اس نے پوچھا. "پھر کون؟"
ارشاد فرمایا "تیری ماں۔"
اس شخص نے پھر پوچھا. "پھر کون؟"

آپ نے فرمایا" تیرا باپ"

(امام بخاری کی کتاب الادب المفرد)

ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

حضرت جاہمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: "یارسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کروں اور آپ ﷺ سے اسی بارے میں مشورہ لینے آیا ہوں۔ فرمایئے کیا حکم ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "تمھاری والدہ زندہ ہیں؟"

جاہمہؓ نے کہا: "جی ہاں زندہ ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر جاؤ اور ان کی خدمت میں لگے رہو، کیونکہ جنت انھی کے قدموں میں ہے۔" (ابن ماجہ، نسائی)

ماں کی خدمت کرنے والے کی کیا شان ہوتی ہے۔ یہ واقعہ پڑھیے:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص حضرت اویسؓ قرنی تھے۔ ان کی بوڑھی ماں تھیں جن کی خدمت کرنے کے لیے حضرت اویسؓ کے سوا کوئی نہ تھا۔ ان کی بڑی آرزو تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کریں، لیکن حضور نے انھیں منع فرمایا اور کہلوا بھیجا:

"آپ اپنی بوڑھی ماں کی خدمت کرتے رہیں۔"

اس لیے وہ صحابی بننے کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ ان کو حج کرنے کی بھی آرزو تھی، مگر ماں کو اکیلا چھوڑ نہیں سکتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب صحابہؓ سے کہا کہ قبیلہ قرن کا ایک شخص اویسؓ ہے۔ میرے بعد وہ کبھی آئے تو تم ان سے دعا کرانا۔ چنانچہ جب ان کی بوڑھی ماں فوت ہوئیں تو حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں وہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سنائی اور حضرت اویس قرنیؒ سے دعا کرائی۔

سبحان اللہ کیا شان ہے اس شخص کی جو اپنی ماں کی خدمت کرنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر صحابی نہ بن سکا، مگر اس نے یہ سعادت پائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام کے لیے دعا کرنے کے لیے پسند فرمایا۔

ماں کو قرآن مجید کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مقدس مقام دیا ہے، اس سے بڑھ کر دنیا کا کوئی انسان نہ کوئی مقام دے سکا اور نہ دے گا۔

عبید الرحمن ابن محمد رفیق
نداکلا تھ سنٹر 'ملا ضلع آکولہ' مہاراشٹر

آگ اگلنے والے نباتات

ہماری دنیا میں درختوں اور پھول پتیوں کو ایک قسم کی خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ درحقیقت سبزہ زار انسانی زندگی کی روح ہے جو ہماری زندگی میں سرور و شادمانی لانے کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے لیکن خدا کی اس کائنات میں کچھ درخت' پودے اور بیلیں ایسی بھی ہیں جو اپنی حیرت انگیز پُر اسراریت کے لیے مشہور ہیں!! آیئے خدا کی اس عظیم کائنات میں سے کچھ پودوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

آمیزن کی گھاٹی کے جنگلوں میں دودھ درخت COW TREE دکھائی دیتے ہیں آدی واسی لوگ اس درخت سے حاصل سفید لیس دار گاڑھے مادّے کا استعمال چائے کافی کے علاوہ دیگر صحت بخش کھانوں کے لیے بھی کرتے ہیں۔ اس رقیق چیز کو حاصل کرنے کے لیے درختوں کو بیچ سے تھوڑا چیر دیا جاتا ہے پھر کسی برتن میں جمع کرلیا جاتا ہے۔ جو درخت پر لگا رہتا ہے اسے جمع کرکے وہ لوگ دہی وغیرہ بنا لیتے ہیں جو عام قسم کے دہی جیسا کھٹا ہوتا ہے۔ آمیزن کے مقامی لوگ اس کا استعمال دہی بنانے کے بجائے گوند بنانے کے لیے زیادہ کرتے ہیں۔ امریکہ میں کینڈل ٹری نامی درخت پایا جاتا ہے جس میں تین سے چار فٹ لمبی پھلیاں لگتی ہیں اس سے کافی مقدار میں تیل نکلتا ہے۔ اس تیل کو جما کر اور دھاگا پرو کر موم بتی جیسا بنا لیا جاتا ہے جس کا استعمال لوگ موم بتی کی شکل میں روشنی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔

درختوں سے بارش ہو یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے مگر برطانوی کولمبیا میں ایسے درخت کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں اس سے متعلق ماہرین نباتات کا خیال ہے کہ برسات میں یہ پیڑ بڑی مقدار میں پانی جذب کرلیتے ہیں پھر بھی پانی اگلی برسات تک اس کے پتوں اور ٹہنیوں سے گرتا رہتا ہے'لوگ اسے پیتے بھی ہیں۔ جاپان میں درختوں کی کچھ ایسی قسمیں پائی جاتی ہیں جو آگ کا احساس کرواتی ہیں۔ شام ہوتے ہی ان درختوں کی ٹہنیوں سے دھواں نکلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اگر کوئی اجنبی پہلی بار یہ نظارہ دیکھے تو یہی سمجھتا ہے کہ اس میں آگ لگی ہے مگر حقیقت میں وہ بھاپ ہوتی ہے۔ یہ بھاپ اتنی ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کو دھویں کا گمان ہوتا ہے۔

درخت پر صابن لگتے ہیں۔ اگر آپ سے کوئی یہ بات کہے تو آپ آسانی سے اس کی بات پر یقین نہیں کریں گے۔ آپ اس شخص کو جھوٹا بھی گردانیں گے لیکن شمالی افریقہ کے جنگلوں میں ایسے

درخت ہیں جن پر اخروٹ کے مانند پھل لگتے ہیں۔ پکنے کے بعد یہ پھل نیچے گر جاتے ہیں ان پھلوں پر پانی ڈالتے ہی اس میں جھاگ پیدا ہوتا ہے۔ یہ جھاگ عام نہانے یا دھونے کے صابن کے جیسا ہی ہوتا ہے۔ مقامی لوگ اس کا استعمال نہانے اور دھونے کے لیے کرتے ہیں۔ ملایا، مڈگاسکر، بارباڈوس اور ترینیداد وغیرہ کچھ گرم علاقوں میں ایسے درخت پائے جاتے ہیں جن کے پتوں کی لمبائی ۹ فٹ تک ہوتی ہے۔ ایک درخت پر ۲۰ سے ۲۴ تک پتے ہوتے ہیں بارش یا آندھی چلنے پر جب یہ پتے آپس میں ٹکراتے ہیں تو بڑی بھیانک آواز پیدا ہوتی ہے جسے سن کر عام آدمی گھبرا جاتا ہے ان درختوں کو ٹریلوس (Travels Tree) کہا جاتا ہے۔ شینٹل نامی درختوں سے پیلے رنگ کا پاؤڈر جیسا مادّہ پیدا ہوتا ہے جو معمولی سی ہوا میں آس پاس پھیل جاتا ہے۔ اگر کسی آدمی یا جاندار کے یہ پاؤڈر لگ جائے تو بڑی بھیانک کھجلی ہوتی ہے اس کے بعد جسم پر چکتے جیسے بن جاتے ہیں۔ برازیل کے جنگلوں میں یہ پودے دیکھے جاسکتے ہیں۔ خاتون بستر 'بیڈ وومن (Bed Woman) نامی درخت جو میکسیکو کے ھوروسیس نامی ریاست میں پائے جاتے ہیں' ان کی ٹہنیاں آپس میں بری طرح الجھی ہوتی ہیں۔ اس کی ڈالیوں اور ٹہنیوں سے ایک عجیب طرح کا رس نکلتا ہے اگر کسی جاندار پر یہ رس گر جائے تو اسے ناقابل برداشت کھجلی اور تیز بخار ہو جاتا ہے اور آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ مقامی انتظامیہ نے اسی وجہ سے یہاں زبردست باڑھ لگا رکھی ہے۔ وہاں جانا قانوناً ممنوع ہے۔ میکسیکو میں بیل کی شکل میں اُگنے والے کئی پودے جان لیوا ہیں۔ ان بیلوں میں عجیب طرح کے پھل لگتے ہیں جن کا چھلکا لوہے کی مانند سخت ہوتا ہے۔ جب یہ پھل پک جاتے ہیں تو زوردار آواز کے ساتھ پھٹ جاتے ہیں۔ اگر دس پندرہ فٹ کے دوری پر بھی کوئی جاندار موجود ہو تو بری طرح زخمی ہو جاتا ہے یا مر بھی سکتا ہے۔

جمیکا اور گویانا (ویسٹ انڈیز) میں درختوں کی ایک ایسی قسم ہے جس کا لیس دار مادّہ اگر آدمی کی آنکھوں پر لگ جائے تو اس کے دیکھنے کی قوت ہمیشہ کے لیے ضائع ہو جاتی ہے اس درخت کے نیچے اگر کوئی رات میں سو جائے تو وہ صبح مُردہ ہی ملتا ہے۔ افریقہ اور مڈگاسکر میں پایا جانے والا پچر پلانٹ (Picher Plant) نامی درخت صراحی کی شکل کا ہوتا ہے اس کے منہ کے قریب جب کوئی جاندار داخل ہوتا ہے تو اس کے منہ کا ڈھکن خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ جاندار کا رس چوسنے کے بعد ڈھکن خود بخود کھل جاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک درخت ڈروسیرا (DRROSERA) نامی ہے اس میں دھتورے کی شکل کے پھل لگتے ہیں اور اس کے آس پاس بڑے نکیلے کانٹے ہوتے ہیں۔ اس کے پھل پر چکنا لیس دار مادّہ لگا رہتا ہے جس پر اگر کوئی کیڑا مکوڑا بیٹھتا ہے تو وہ اسی سے چپک جاتا ہے اس کے بعد پھل کے چاروں طرف لگے کانٹے اس کا خون چوس لیتے ہیں!!

قدرت کی اس عظیم کائنات کے عجائبات میں ان پیڑ پودوں کی پُر اسراریت بڑی عجیب وغریب اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے۔

پروفیسر مشیر الحق

خواجہ مُعین الدین چشتی اجمیریؒ

خواجہ صاحب آج سے تقریباً ساڑھے آٹھ سو سال پہلے ۵۳۶ھ (۱۱۴۱ء) میں سیستان کے ایک قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے تھے۔ سیستان کا دوسرا نام سجستان بھی ہے۔ اسی وجہ سے بعض لوگ سنجر کی نسبت سے آپ کو "سنجری" اور بعض لوگ سجستان کی وجہ سے آپ کو سجزی کہتے ہیں۔

آپ کے والد' خواجہ غیاث الدین حسن ایک دولت مند تاجر تھے' اس لیے خواجہ صاحب کا بچپن آرام سے گزرا۔ ۵۵۱ھ (۱۱۵۶) میں جب آپ لگ بھگ پندرہ سال کے تھے تو سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا' لیکن آپ کی والدہ بی بی نورؒ نے خواجہ صاحب کو والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ مگر بی بی صاحبہ بھی جلد ہی خواجہ صاحب کو اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلی گئیں۔

والدین کے انتقال کے بعد خواجہ صاحب کی مالی حالت میں بھی بہت فرق آگیا کیونکہ تجارت کی آمدنی ختم ہو چکی تھی۔ لے دے کے ایک باغ رہ گیا تھا جس کی دیکھ بھال خواجہ صاحب خود ہی کرتے تھے۔ مزدوروں کی طرح دن رات اس میں لگے رہتے اور اس سے جو تھوڑی بہت آمدنی ہوتی اس سے گھر کا خرچ چلاتے۔

ایک دن اس علاقے کے ایک مجذوب بزرگ ابراہیم قندوزی خواجہ صاحب کے باغ میں آگئے۔ خواجہ صاحب نے انھیں عزت واحترام سے بٹھایا' اور کھانے کے لیے تھوڑے سے انگور ان کے سامنے پیش کیے۔ ابراہیم قندوزی نے خواجہ صاحب کے طور طریقوں سے خوش ہو کر اپنی تھیلی میں سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا اور اسے اپنے دانتوں سے کچل کر خواجہ صاحب کو کھانے کے لیے دیا۔ خواجہ صاحب نے احتراماً کھلی کے اس ٹکڑے کو کھالیا۔ اب اللہ جانے اس ٹکڑے میں کوئی خصوصیت تھی یا وقت ہی آگیا تھا کہ کھلی کے حلق سے اترتے ہی خواجہ صاحب کی دنیا بدل گئی۔ انھوں نے اپنا باغ اور دوسرا اثاثہ اللہ کی راہ میں فقیروں اور غریبوں میں تقسیم کر دیا اور خود علم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

طلبِ علم

اس وقت سمرقند و بخارا اس علاقے کے بڑے علمی مرکزوں میں شمار ہوتے تھے۔

خواجہ صاحب نے وہاں کے اہم اساتذہ سے درس لیا۔ سب سے پہلے تو انھوں نے قرآن حفظ کیا۔ اس کے بعد تفسیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم کی تکمیل کی۔ عالم اور حافظ ہو جانے کے بعد آپ کو کسی مرشد کامل کی تلاش ہوئی۔ جس بزرگ کے بارے میں کسی سے سن لیتے تو اس کے دربار میں حاضر ہوتے لیکن انھیں بہتر سے بہتر کی جستجو انھیں کہیں ایک جگہ رکنے نہیں دیتی تھی۔ آخر کار ایک دن عراق کے راستے میں قصبہ ہارون پہنچے جہاں مشہور بزرگ خواجہ عثمان ہارونی سکونت پذیر تھے۔ خواجہ عثمان ہارونی سے نظر ملتے ہی خواجہ صاحب کی بے قرار طبیعت کو سکون آگیا اور ان کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دے دیے۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ کا سلسلۂ ارادت خواجہ اسحاق شامی چشتیؒ تک پہنچتا ہے، جن کی نسبت سے اس سلسلے کے لوگ چشتی کہلاتے ہیں، خواجہ معین الدین کو بھی اسی وجہ سے چشتی کہا جاتا ہے۔

چشت کے بارے صرف اتنی بات معلوم ہے کہ خراسان کے قریب یہ ایک گانو تھا، خواجہ اسحاق اگرچہ وہاں کے نہیں تھے لیکن وہیں پر مقیم ہوگئے تھے۔ اس لیے چشتی کہلاتے تھے۔ اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ آج یہ کسی کو نہیں معلوم کہ چشت کا صحیح جائے وقوع کیا تھا، یا آج وہی گانو کسی دوسرے نام سے باقی ہے یا نہیں۔ بس اس کا نام رہ گیا، جو دراصل چشتی بزرگوں کی نسبت سے امر ہو گیا ہے۔

سیر وسیاحت

خواجہ صاحب تقریباً ڈھائی سال تک اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہ کر تصوف وسلوک کے اعلا درجات طے کرتے رہے۔ آپ نے سخت مجاہدات کیے۔ کہا جاتا ہے کہ معمولی سے افطار پر آپ سات سات دن کا مسلسل روزہ رکھا کرتے تھے۔ دراصل اس قسم کی ریاضتیں صوفیوں کے یہاں روحانی وجسمانی تربیت کا ضروری جزو ہوتی تھیں۔ صوفیا چونکہ اپنے مریدوں کو اصلاً تبلیغ اسلام کے لیے تیار کیا کرتے تھے اس لیے اس راہ میں پیش آنے والی جسمانی تکلیفوں کو برداشت کرنے کی طاقت بھی مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے پیدا کرتے تھے۔

خواجہ صاحب کی تربیت جب مکمل ہو گئی تو پھر مرشد کی اجازت سے آپ مختلف بزرگوں کی زیارت کے لیے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے تو آپ نے مکہ پہنچ

کر حج کا فریضہ ادا کیا' وہاں سے مسجد نبویؐ کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ کا سفر کیا۔ وہاں سے بغداد اور دمشق گئے۔

خواجہ صاحب کو اس بات کی بہت فکر رہتی تھی کہ ناجائز طور سے حاصل کی ہوئی غذا ان کے پیٹ میں نہ جانے پائے۔ سفر کے میزبانوں کے بارے میں چونکہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان کا ذریعہ آمدنی کیا ہے اس لیے خواجہ صاحب احتیاطاً اجنبیوں کا مہمان بننے سے پرہیز کرتے تھے۔ انھوں نے اپنا یہ دستور بنا رکھا تھا کہ سفر میں کندھے پر تیر کمان ہوتی تھی اور جھولی میں آگ جلانے کے لیے چقماق پتھر اور نمک دان۔ جب بھوک معلوم ہوتی تیر کمان سے کسی پرند کا شکار کرتے' خود آگ جلاتے' شکار کو صاف کر کے بھونتے اور نمک لگا کر اسے کھا لیتے۔ اس طرح آپ کو ضرورت کے وقت حلال روزی مل جاتی۔

ناجائز ذریعوں سے حاصل کی ہوئی دولت کے استعمال کو آپ سخت ناپسند کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ایسی دولت کے استعمال سے انسان کا ایمان کمزور ہوتے ہوتے ختم ہو جاتا ہے۔ دوران سفر ہی کا ایک واقعہ ہے جس سے آپ کے طرزِ فکر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

ایک بار مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے جب آپ سبزدار پہنچے تو شہر کے باہر ایک پُر رونق باغ میں ستانے کے لیے بیٹھ گئے۔ آپ کے ساتھ ایک اور درویش بھی تھا۔ ابھی آپ ٹھیک سے ستا بھی نہیں پائے تھے کہ اس باغ کے مالک کے ملازمین وہاں آگئے۔ مالک کا نام یادگار محمد تھا اور وہ اس علاقے کا حاکم بھی تھا۔ اتفاق سے جس جگہ خواجہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے وہ جگہ یادگار محمد کے بیٹھنے کے لیے مخصوص تھی اس لیے ملازموں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ وہ باغ سے باہر چلے جائیں۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ فقیر تو اب یہاں بیٹھ چکا ہے اور باغ اتنا بڑا ہے کہ اس کا مالک کسی دوسرے حصے میں بھی آرام کر سکتا ہے لیکن ملازمین نے اصرار کیا' ساتھی درویش نے بھی سمجھایا' مگر آپ نے اپنی جگہ نہ چھوڑی۔ اتنے میں باغ کا مالک وہاں آگیا۔ اس نے خواجہ صاحب کو اپنی جگہ پر قابض دیکھا تو بہت ناراض ہوا اور اول فول بکنے لگا۔ خواجہ صاحب نے نظریں اٹھا کر اسے غصے سے دیکھا' اللہ جانے اس نظر میں کیا تھا کہ یادگار محمد کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی اور وہ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ خواجہ صاحب نے اپنے ساتھی درویش سے کہا کہ حوض سے پانی لا کر اس کے چہرے پر چھڑکو۔ جب اسے ہوش آیا تو خواجہ صاحب کے پیروں پر گر پڑا اور ان

کے ساتھ رہنے پر اصرار کرنے لگا۔ خواجہ صاحب نے اس بات کی اجازت دے دی تو اس نے حکومت چھوڑ دی' اور تمام مال واسباب خواجہ صاحب کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا' لیکن خواجہ صاحب نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا' اور کہا کہ فقیر کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں جن لوگوں پر ظلم کر کے اس نے مال و دولت اکٹھا کی ہے ان لوگوں کو تلاش کر کے ان کا مال انھیں واپس کرے۔ آخر میں اگر کچھ بچ جائے اور پرانے مالکوں کا پتا نہ چلے تو اس مال کو خدا کی راہ میں تقسیم کر دے۔ یادگار محمد نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور سب کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہولیا۔

ہندستان میں آمد

خواجہ صاحب کے زمانے میں عالم اسلام سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے دوچار تھا۔ مسلمانوں ایسا نام رکھنے والے کچھ لوگ' مثلاً باطنی اور ملاحدہ وغیرہ مسلم علاقوں پر دھاوا بولتے رہتے تھے۔ جہاں بھی موقع مل جاتا قتل و غارت گری کرتے' اور لوٹ مار کر کے غریبوں اور امیروں سب کی زندگی اجیرن کیے رہتے۔ خواجہ صاحب جس شہر میں بھی پہنچتے انھیں یہی نقشا نظر آتا۔ لوگ یہ چاہتے کہ خواجہ صاحب ان کے شہر میں رہ جائیں لیکن وہ تھوڑے دن کے قیام کے بعد آگے بڑھ جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ منزل انھیں پکار تو رہی ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ منزل مقصود ہے کہاں!

بہر حال شہر شہر' مثلاً تبریز' اصفہان' استر آباد' ہرات' سبز دار' بلخ اور غزنی میں تھوڑے تھوڑے دن رکتے ہوئے خواجہ صاحب ۵۶۰ھ (۱۱۶۴ء) کے لگ بھگ لاہور پہنچے۔ لاہور میں مسلمانوں کی خاصی بڑی آبادی موجود تھی اور یہ خیال کیا جاسکتا تھا کہ خواجہ صاحب لاہور میں مستقل قیام کو پسند کریں گے' لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ وہاں سے دہلی کے لیے روانہ ہوگئے۔ دہلی میں اگرچہ اس وقت تک مسلم حکومت قائم نہیں ہوئی تھی لیکن وہاں کے لیے اسلام اجنبی نہیں رہ گیا تھا۔ مسافروں اور تاجروں کی وجہ سے مسلمان اور ہندو دونوں ایک دوسرے سے واقف ہو چکے تھے لیکن ہندو اور مسلمان بادشاہوں کی باہمی جنگوں کی وجہ سے عام ہندو آبادی اسلام میں اپنے لیے کوئی کشش نہیں پاتی تھی' بلکہ ایک طرح سے دوری بڑھتی ہی جارہی تھی۔ ایسے موقع پر خواجہ صاحب دہلی پہنچے اور دہلی کی مقامی آبادی نے جب ان کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کیا تو اس میں اسلام سے قربت کا احساس پیدا ہونے لگا۔

ہندستان کی اس وقت عجیب مذہبی حالت تھی۔ ہندو مذہب نے جس بھی توحید کی کبھی تعلیم دی تھی وہ شرک و بت پرستی کے اندھیروں میں گم ہو چکی تھی۔ اپنے بزرگوں کی تعلیمات کو بھول کر لوگ درختوں، دریاؤں اور دوسرے مظاہر فطرت کی پرستش میں لگے ہوئے تھے۔ بت پرستی کے شوق میں لوگ اس اصول کو بھول چکے تھے کہ درخت، پہاڑ، پتھر، دریا، جانور، آگ، پانی ان سب چیزوں کو خدا کی قدرت کا نمونہ سمجھا جائے اور ان کے ذریعے خدا کی عظمت کو پہچانا جائے۔ اس کے بجائے وہ مظاہر قدرت ہی کو قادر مطلق سمجھ بیٹھے تھے اور خالق کے دھوکے میں مخلوق کو پوجنے لگے تھے۔ ایسے ماحول میں خواجہ صاحب نے توحید کی دعوت دی، اور جب ان کے طرز عمل سے لوگوں پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ بغیر کسی ذاتی غرض کے، صرف خلوص کے ساتھ انھیں سیدھی راہ پر چلنے کو کہتے ہیں تو ڈھیرے ڈھیرے لوگ ان کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں بھیڑ بھاڑ اتنی زیادہ ہونے لگی کہ خواجہ صاحب دلّی سے اکتا کر کسی دوسرے شہر میں جانے کی سوچنے لگے۔ آخر کار اپنے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو دہلی میں ٹھہرے رہنے اور ضرورت مندوں کی مدد کرتے رہنے کا حکم دے کر آپ اجمیر کی طرف روانہ ہو گئے۔

اجمیر کا قیام

۵۶۱ھ (۱۱۶۵ء) میں خواجہ صاحب اجمیر پہنچے۔ اجمیر آپ کے مسلسل سفر کی آخری منزل تھی۔ بظاہر یہ تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے قیام کے لیے ایک ایسے علاقے کو منتخب کیا جہاں پہلے سے مسلمان 'نام کے لیے بھی نہ تھے' جہاں کے راجا رائے پتھورا اور سلطان شہاب الدین غوری باہم ایک دوسرے کا مقابلہ میدان جنگ میں کر چکے تھے، اور جنگ کا یہ سلسلہ ابھی ختم بھی نہیں ہوا تھا، لیکن اجمیر کے جائے وقوع کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک طرح سے ہندستان کے دل کی حیثیت رکھتا تھا۔ بہر حال خواجہ صاحب وہیں مقیم ہو گئے، اور آپ کی نسبت سے دو ایک واقعات ایسے پیش آئے کہ ہر طرف آپ کے نام کا شہرہ ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے جس جگہ ڈیرا ڈالا تھا وہ جگہ راجا کے اونٹوں کے بیٹھنے کے لیے تھی۔ شام کو اونٹ جب چراگاہ سے واپس آئے تو اونٹ والوں نے خواجہ صاحب کے وہاں رہنے پر اعتراض کیا۔ خواجہ صاحب وہاں سے اٹھنا نہیں چاہتے تھے لیکن راجا کے سپاہیوں نے آپ کو زبردستی وہاں سے یہ کہہ کر اٹھا دیا کہ یہ جگہ صرف راجا کے اونٹوں کے

بیٹھنے کے لیے ہے۔ خواجہ صاحب یہ کہہ کر وہاں سے دوسری جگہ چلے گئے کہ اچھی بات ہے اب اونٹ ہی بیٹھیں گے۔ دوسرے دن جب اونٹ والوں نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو ایک اونٹ بھی نہ اٹھ سکا۔ ہر قسم کی کوششیں کرلی گئیں لیکن اونٹوں کو نہ اٹھنا تھا نہ اٹھے۔ آخر میں اونٹ والوں کو خواجہ صاحب کا خیال آیا۔ وہ سمجھ گئے کہ انھیں فقیر کے ساتھ بدتمیزی کرنے کی سزا ملی ہے۔ انھوں نے خواجہ صاحب کے پاس آکر اپنے قصور کی معافی مانگی اور اونٹوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی۔ خواجہ صاحب نے انھیں معاف کردیا اور کہا کہ اونٹوں کے پاس جاؤ، جس نے انھیں بٹھایا ہے، امید ہے وہ انھیں اٹھا بھی دے گا۔ اونٹ والے جب میدان میں واپس پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سب کے سب اونٹ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ خواجہ صاحب کی یہ کرامت راجا اور پرجا سب کے کانوں تک پہنچی اور دھیرے دھیرے آپ کے پاس غرض مندوں کا تانتا لگنے لگا۔ خواجہ صاحب کی نسبت سے کتابوں میں بہت سی کرامتوں کا ذکر ملتا ہے، جن کا ذکر یہاں طوالت سے خالی نہیں ہے۔ کرامتوں کے بارے میں لوگ ایک خیال کے بھی نہیں ہیں۔ کچھ لوگ اس بات کو نہیں مانتے۔ لیکن یہاں اتنی بات ہمیں ضرور سوچنی چاہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت حاصل نہیں ہے کہ جس طرح وہ انبیاء کے ذریعے معجزات دکھلاتا ہے اسی طرح اولیاء کے ذریعے کرامتیں دکھلا دے؟ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سوال ہے کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات اللہ کی قدرت سے باہر ہے۔ بہرحال پہلے تو ہم یہ جان لیں کہ معجزہ اور کرامت کہتے کسے ہیں۔ درحقیقت ایسے وہ تمام کام جو فطرت کے بندھے ٹکے قانون کے خلاف پیش آئیں، معجزہ کہے جائیں گے اگر ان کا اظہار کسی نبی کے ذریعے ہو، اور انھیں کرامت کہا جائے گا اگر کسی ایسے بزرگ سے ان کا اظہار ہو جو نبی نہ ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر نبی اور ہر ولی سے معجزہ اور کرامت ظاہر ہو لیکن خدا کی نسبت سے ان کے ظہور کو ناممکن نہیں کہا جاسکتا۔

قرآن سے ہمیں کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم میں جادو اور ٹونے ٹوٹکے کا بہت زیادہ رواج ہوتا تھا اس قوم کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ جب کسی کو متعین کرتا تھا تو ان کے ذریعے کچھ ایسے حیرت انگیز کام کرادیتا تھا کہ اس قوم کے بڑے سے بڑے جادوگر بھی ایمان لانے پر مجبور ہوجاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات کی زندہ مثال ہیں۔ ان کے زمانے میں مصر میں ایک سے ایک جادوگر تھے، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو سمجھ کر شاہی جادوگروں سے ان کا مقابلہ بھی کرلیا تھا اور

جادوگروں نے بھرے دربار میں رسیّوں کو سانپوں میں تبدیل کردیا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ڈنڈے کو خدا کے حکم سے زمین پر پھینکا تو وہ اژدھا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو ہڑپ کر گیا۔ یہ دیکھ کر تمام جادوگر اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بہت سے لوگ موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔ کچھ اسی قسم کی صورت اجمیر میں بھی پیش آئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس وقت اجمیر میں ایک سے ایک ماہر جوگی جادوگر موجود تھے جن کا اثر راجا اور پرجا سب پر تھا۔ سماج پر سے جب تک جادوگروں کا اثر ختم نہ ہوتا اسلام کا پیغام گھروں کے اندر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لیے ہزاروں برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے جو کام لیا تھا' وہی خدمت اس نے اجمیر میں خواجہ صاحب سے لی۔ جادوگر اور جوگیوں سے مختلف مواقع پر خواجہ صاحب کا مقابلہ ہوا' اور ہر موقع پر آپ کامیاب رہے اور مصر کے جادوگروں کی طرح اجمیر کے جادوگروں کو بھی مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ ہم معین الدین کے رب پر ایمان لائے۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام نبی تھے اس لیے انھوں نے جو کچھ دکھایا اسے ہم معجزہ کہتے ہیں' خواجہ معین الدین نبی نہیں تھے اس لیے ان سے صادر ہونے والے واقعات کو ہم کرامت کہتے ہیں۔ درحقیقت نہ تو موسیٰ علیہ السلام نے اژدھا بنایا اور نہ ہی معین الدینؒ نے اونٹ بٹھائے' جو کچھ ہوا وہ موسیٰ علیہ السلام اور معین الدینؒ کے رب نے کیا' ہاں نام موسیٰ علیہ السلا اور معین الدینؒ کا ہوا۔

راجا پتھورا سے اختلاف

شروع شروع میں تو راجا پتھورا نے خواجہ صاحب کا بہت ہی احترام کیا' لیکن جب اجمیر کی خلقت روز بروز خواجہ صاحب کی گرویدہ ہونے لگی اور درباریوں نے یہ محسوس کیا لہ کہیں وہ دن نہ آئے جب پورا اجمیر خواجہ صاحب کا معتقد ہو جائے تو انھوں نے راجا کے کان بھرنے شروع کیے اور دھیرے دھیرے راجا پتھورا کی طرف سے عداوت کا اظہار ہونے لگا۔ راجا کے دربار میں کچھ مسلمان ملازمین بھی تھے۔ ان پر خواجہ صاحب کی نسبت سے سختی ہونے لگی۔ اسی بیچ سلطان شہاب الدین غوری نے اجمیر پر پھر حملہ کیا' اس سے پہلے راجا پتھورا کامیاب رہا تھا' لیکن ۵۸۸ھ (۱۱۹۲ء) کی آخری جنگ میں غوری کو فتح ہوئی رراجا پتھورا مارا گیا۔

راجا پتھورا کے مرنے کے بعد جب لوگوں کی زندگی میں سکون آیا تو خواجہ صاحب

کے اثرات روز بروز بڑھنے لگے۔ اب آپ صرف اجمیر کے ایک فقیر نہیں رہ گئے تھے بلکہ پورے ہندستان کے سلطان ہو گئے تھے۔ خلفا کی تعداد بھی بڑھ گئی تھی جنھیں ہندستان کے مختلف گوشوں میں تبلیغ کی خاطر آپ نے پھیل جانے کا حکم دے دیا۔

بیوی بچے

شروع میں مسلسل سفر اور تبلیغ کی مشغولیتوں کی وجہ سے خواجہ صاحب کو گھر بسانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جب ہر طرف سے سکون حاصل ہو گیا تو آپ نے خاصی بڑی عمر میں ۶۲۶ھ (۱۲۲۸ء) کے لگ بھگ دو شادیاں کیں' اور کہا جاتا ہے کہ ان سے آپ کے اولاد بھی ہوئی۔ کچھ لوگوں کے بیان کے مطابق آپ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی' اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ بہر حال آپ کے گھر میں لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئی ہوں یا نہ ہوئی ہوں' اس سے قطع نظر' یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ آپ صاحب اولاد نہ تھے' کیونکہ خواجہ صاحب ایسے بزرگوں کا خاندان صلبی اولاد سے کہیں زیادہ نسبتی اولاد سے چلتا ہے۔ جو انھیں مانے اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلے وہی ان کی اولاد میں شمار کیا جا سکتا ہے اور جو نہ مانے وہ بزرگوں کے گھر میں پیدا ہو کر بھی ان کی اولاد کہلانے کے لائق نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا کہ جب طوفان میں ان کا نالائق لڑکا ڈوبنے لگا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کو مخاطب کر کے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور تیرا وعدہ یہ تھا کہ میرے بال بچے طوفان سے محفوظ رہیں گے۔ قرآن میں خدا اور نوح علیہ السلام کا مکالمہ محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں کہا کہ جسے تم اپنا بیٹا کہتے ہو اس کا شمار تمھاری اولاد میں نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ صاحب ایمان نہیں ہے۔

۶۳۳ھ (۱۲۳۵ء) میں ۹۷ سال کی عمر میں آپ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

فرمایا خواجہ غریب نواز رح نے:

☆ کوئی مرید فقر کے نام کا اس وقت مستحق ہوتا ہے جب عالم فانی میں اس کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

☆ مرید ثابت اس وقت ہوتا ہے جب گناہ لکھنے والا فرشتہ بیس برس تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھتا۔

☆ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔ اول سخاوت' دریا کی سی' دوم شفقت آفتاب کی سی' سوم تواضع زمین کی سی۔

☆ اگر دوست کی دوستی میں دونوں جہاں بھی بخش دیے جائیں تب بھی کم ہے۔

ڈاکٹر وہاب قیصر
وائس پرنسپل ممتاز کالج
حیدر آباد

دلچسپ پالی مرس

۱۹۳۸ء کی بات ہے امریکہ میں کیمیا دانوں کی ایک ٹیم ریفریجریشن میں استعمال ہونے والی Fereon گیسوں پر تحقیق کر رہی تھی۔ اس تحقیق کے دوران Plun Kett نامی کیمیاء دان نے فریان گیس Tetrafluro ethylene کو سلنڈر میں بھر کر اس کے والو کو سیل کیا تاکہ گیس کا اخراج نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد سلنڈر کو رات بھر کے لیے اسٹور میں محفوظ کر دیا۔ دوسرے دن گیس کا پریشر معلوم کرنے کے لیے اس نے سلنڈر سے سیل نکال کر اس کو Pressure gauge سے منسلک کیا تو پتہ چلا کہ سلنڈر میں گیس نہیں ہے۔ اس پر Plunkett کو گمان ہوا کہ والو کے باوجود شاید گیس کا اخراج عمل میں آیا ہو۔ چنانچہ جب سلنڈر کو اس نے وزن کیا تو دیکھا کہ اس کا وزن گیس سے بھرے ہوئے سلنڈر کے برابر تھا۔ Plun kett حیران ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔ حقیقت جاننے کی خاطر جب اس نے سلنڈر کھول کر الٹا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ سلنڈر کی گیس رات بھر میں پاؤڈر میں تبدیل ہو چکی تھی۔ تحقیق سے اس بات کا پتہ چلا کہ وہ پاؤڈر Tetrafluro ethylene کا ایک Polymer تھا۔ یہ جان کر آپ کو تعجب ہو گا کہ آج تک بھی یہ ایک معما ہے کہ کس طرح گیس خود بخود اپنے پالی مر میں تبدیل ہو گئی تھی۔

پالی مر، کثیر جوہری سالمات پر مشتمل مرکبات ہوتے ہیں جن کی سالمی کمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پہلے پہل انھیں قدرتی پیداواروں سے حاصل کیا گیا تھا جن میں قدرتی ربر، سلولوز، نشاستہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مصنوعی طور پر سب سے پہلا پالی مر، بیسویں صدی کی ابتدا میں تیار کیا گیا تھا۔ بعد میں پالی مر اتنی زیادہ تعداد میں تیار کیے جانے لگے کہ

۱۹۲۰ء کے بعد سائنس کے شعبہ میں پالی مر سائنس جیسی نئی شاخ کی ابتدا ہوئی۔ اس طرح ۱۹۵۰ء تک پہلے قبیل کے پالی مر تیار کر لیے گئے تھے جن میں پالی اتھیلین، پالی ونائل کلورائڈ (PVC)، پالی ایسٹرس، پالی اسٹربن، پالی لائنڈ، گلاس فائبر، بیوٹا ڈائن ربر اور Synthetic Paints شامل ہیں۔ اب تک کیمیادان ریان، نائلون، آرلون، کیمیائی ربر، پلاسٹکس اور بے شمار پالی مرس تیار کر چکے ہیں لیکن یہاں صرف ان پالی مرس کا تذکرہ مقصود ہے جو نہ صرف انفرادیت رکھتے ہیں بلکہ ان کی خصوصیات عام اشیا سے ناقابل یقین کی حد تک مختلف ہوتی ہیں۔

آپ کے لیے ایسی دنیا کا تصور کرنا شاید مشکل ہے جس میں کیلیں، اسکرو، نٹ، بولٹ اور rivet استعمال ہی نہ ہوتے ہوں۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ تصور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دن دور نہیں جب آنے والے دور میں پلاسٹک جوڑنے والی پالی مر اشیا Plastic Adhesives ان تمام پرزوں کے استعمال کو ہی ختم کر دیں گی۔ یہ adhesives جوڑنے والی روایتی اشیا کے مقابلے میں مضبوط، ہلکی اور آسانی کے ساتھ قابل استعمال ہوتی ہیں۔ Eastman 10 ایسا ہی ایک adhesive ہے جو عام طور پر گلو کہلاتا ہے۔ یہ گلو اتنا طاقتور ہوتا ہے کہ اس کا صرف ایک قطرہ کسی بھی ٹھوس کے دو ٹکڑوں کو مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے جوڑ کی مضبوطی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ 5 میٹرک ٹن یعنی 5 ہزار کلوگرام وزن کے لٹکانے پر بھی ٹوٹنے نہیں پاتا۔

Silicone ایک ایسا پالی مر ہے جس کی ایک سنٹی میٹر کے ہزارویں حصے پر مشتمل موٹائی والی پتلی سی جھلی، انسانی اعضاء کو بدلنے (Trans plantation) کے دوران انھیں محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے یہاں تک کہ اوپن ہارٹ سرجری کے دوران اس کو مصنوعی پھیپھڑوں کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مستقبل میں اس بات کی قوی امید ہے کہ انسانی پھیپھڑوں کو بدلنے میں بھی یہ معاون ثابت ہوگی۔ اس جھلی کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اگر اس کو پانی میں رکھا جائے تو صرف گیسوں کو اپنے اندر سے گزار دیتی ہے مگر پانی کا ایک بھی قطرہ اس میں سے گزر نہیں سکتا۔ سلیکون کی اس خاصیت کی بنا پر یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ مستقبل میں آبدوز جہازوں (Submarines) میں اس کی جھلی سے بنائی گئی کھڑکیاں لگائی جائیں گی۔ ایسی صورت میں ہوگا یہ کہ سمندر کے پانی میں موجود

آکسیجن، ان کھڑکیوں میں سے گزر کر آبدوز جہاز میں داخل ہوگی اور آبدوز جہاز کے اندر لوگوں کی سانس کے ذریعہ چھوڑی گئی کاربن ڈائی آکسائڈ گیس سمندر کے پانی میں شامل ہو جائے گی۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آبدوز جہازوں میں آکسیجن کے سلنڈروں کو لے جانے کی چنداں، ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ سلیکون کی جھلی کے استعمال کا ایک عملی تجربہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس جھلی کا ایک پنجرہ بنا کر اس میں کسی چڑیا کو چھوڑ دیں۔ اس کے بعد پنجرے کو Aquarium میں اس طرح رکھ دیں کہ وہ پانی میں ڈوب جائے۔ آپ دیکھیں گے کہ پنجرے میں پانی کا ایک بھی قطرہ داخل نہیں ہوگا۔ جبکہ چڑیا پانی میں شامل آکسیجن کے پنجرے میں داخل ہونے کی وجہ سے زندہ رہے گی۔

RTV 615 ایک ایسا پالی مر ہے جس کی لچک ربر جیسی ہوتی ہے لیکن ربر کے برخلاف اس میں دو اہم خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یہ ایک شفاف شئے ہے جس کے آرپار دیکھا جا سکتا ہے مگر حرارت کے لیے یہ بالکل غیر موصل (Bad Conductor) ہوتی ہے۔ حرارت کے لیے اس کی غیر موصلیت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کے ایک موٹے پتر کو کسی ایسے شعلہ پر رکھیں جس کی تپش اسٹیل کے پگھلنے کی تپش سے چار گناہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو، پتر کی مخالف سطح پر گرمی کا بالکل احساس نہیں ہوگا۔ اس خوبی کی بنا پر RTV 615 کو خلائی گاڑیوں میں حرارتی محافظ (Heat Shield) کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات مزید دلچسپی کا باعث ہوگی کہ حالیہ عرصے میں کیے گئے ایک امتحان میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اس پالی مر کو 8300 ڈگری سلسیس کی تپش کے ماحول میں رکھے جانے پر وہ نرم پڑے بغیر 3 منٹ تک جوں کی توں حالت میں برقرار رہی۔

Lexan ایک ایسی پالی مر شئے ہے جو اتفاقی طور پر دریافت ہوتی تھی۔ اس شئے کو Merlon بھی کہا جاتا ہے۔ دیکھنے میں یہ شیشہ کی طرح شفاف نظر آتی ہے لیکن یہ اسٹیل جیسی سخت شئے ہوتی ہے۔ اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ اس کے پتلے سے پتر پر ہتھوڑے سے کتنی ہی ضرب لگائیں، وہ نہ ٹوٹ کر بکھرتی ہے اور نہ اس میں ترخ پیدا ہوتی ہے۔ امتحانی تجربات کے دوران یہ دیکھا گیا ہے کہ 38 0 کی پستول کی گولی کو 12 فٹ کے فاصلہ سے Lexan کے ایک پتلے سے پتر پر داغا گیا تو گولی پتر سے ٹکرا کر بغیر کسی نقصان پہنچائے رک گئی۔ اس خصوصیت کی بنا پر Lexan کو Bullet Proofing میں استعمال کیا جاتا ہے۔

Kapton ایک ایسی پالی مر شئے ہے جو پتلی جھلی نما فلم پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ شئے حرارت کے لیے موصل اور برق کے لیے غیر موصل (Insulator) ہوتی ہے۔ اس میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ تپش کے بدلنے کے ساتھ اس کی غیر موصلیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ورنہ تپش میں تبدیلی واقع ہونے پر ہر شئے کی موصلیت بدل جاتی ہے۔ تجربات سے پتہ چلا ہے کہ زیادہ سے زیادہ 400 ڈگری سیلسیس اور کم سے کم 270 ڈگری سیلسیس کی تپش پر بھی اس کی موصلیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اس اہم خصوصیت کی بنا پر خلائی گاڑیوں میں اس کو ایک مثالی غیر موصل شئے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ اب تک بھیجے گئے Space Shuttles میں اور مریخ پر اتاری گئی گاڑیوں میں Kapton کے Insulated Wire استعمال کیے گئے تھے۔

Mylar ایک ایسی پالی مر شئے ہے جو بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ آڈیو اور ویڈیو کیسٹ کی فلمیں اسی شئے سے بنائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ Mylar کو Paper اور Leather پر رنگوں کی کوٹنگ میں اور منجمد کردہ غذاؤں کے ٹن کی پیکنگ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ Mylar کا ٹیپ Cellophane ٹیپ سے زیادہ مضبوط اور لچکدار ہوتا ہے۔ اس کی باریک سے باریک 0 00015 سنٹی میٹر موٹی جھلی تک بنائی جاسکتی ہے۔ اس کی مضبوطی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 130 کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے پھینکی گئی کرکٹ کا بال کو بغیر نقصان پہنچائے Mylar کے ایک پتر کے ذریعے روکا جا سکتا ہے۔ غرض ایسی بہت سی پالی مر اشیا عالم وجود میں آچکی ہیں جو عصر حاضر کی ٹکنالوجیوں کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہیں۔

چغل خوری

ترجمہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح

چغلی کھانا، یا کسی کی برائی کسی سے بیان کرنا برائی ہے اور گناہ ہے۔ جب کسی سے بات کریں تو کوشش یہ ہونی چاہیے کہ کسی کی شکایت یا برائی نہ کریں۔ یہ برائی ہے۔ یہ گناہ ہے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ایسا گناہ کرے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ چغل خور ہمیشہ تکلیف میں رہتا ہے۔ غیبت کرنے والا کبھی راحت نہیں پاتا۔ لہٰذا اس بری عادت سے بچنا چاہیے۔ دوسروں کی اچھی باتوں پر ہی نظر رکھنی چاہیے اور ان کی تعریف کرنی چاہیے۔ ہاں کسی ملنے والے، کسی بھائی، دوست میں کوئی برائی دیکھیں تو اس کو پیار محبت سے سمجھا دینا چاہیے۔

احمد خاں خلیل

مقدس ماں

مقدس کا مطلب ہے پاک ہستی یا پاک چیز جس کی تعظیم کی جائے، جس کا احترام کیا جائے، جس کو اس زمین اور اس دنیا کی چیزوں سے بالا سمجھا جائے۔

اس معنی میں دنیا کے تمام مذاہب میں ہمیشہ سے ماں کو مقدس سمجھا جاتا رہا ہے۔ جہاں تک اچھے سلوک کی بات ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ دونوں سے اچھے سلوک کی ہدایت فرمائی ہے، لیکن ماں چونکہ بچے کو پالنے میں بہت زیادہ تکلیفیں اٹھاتی ہے اس لیے اس کے ساتھ خصوصی سلوک کی ترغیب دی گئی ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ الاحقاف میں آیا ہے.

"اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی۔ اس کی ماں تکلیف اٹھا اٹھا کر اس کو پیٹ میں لیے لیے پھری اور تکلیف ہی سے جنا اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ تکلیف والی مدت ڈھائی سال ہے۔" (آیہ ۱۵)

اس مقدس آیت میں ماں باپ دونوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی ہدایت ہے، لیکن خود اللہ جلّ شانہ نے ماں کی تکلیفوں کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ماں زیادہ توجہ کی حق دار ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر لگتی ہے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور پوچھا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "تیری ماں۔"
اس نے پوچھا. پھر کون؟"
آپ ﷺ نے فرمایا. "تیری ماں۔"
اس نے پوچھا "پھر کون؟"
ارشاد فرمایا: "تیری ماں۔"
اس شخص نے پھر پوچھا. "پھر کون؟"

آپ نے فرمایا "تیرا باپ"

(امام بخاری کی کتاب الادب المفرد)

ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

حضرت جاہمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:
"یارسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کروں اور آپ ﷺ سے اسی بارے میں مشورہ لینے آیا ہوں۔ فرمایئے کیا حکم ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "تمھاری والدہ زندہ ہیں؟"

جاہمہؓ نے کہا: "جی ہاں زندہ ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پھر جاؤ اور ان کی خدمت میں لگے رہو، کیونکہ جنت انھی کے قدموں میں ہے۔"　　(ابن ماجہ، نسائی)

ماں کی خدمت کرنے والے کی کیا شان ہوتی ہے۔ یہ واقعہ پڑھیے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص حضرت اویسؒ قرنی تھے۔ ان کی بوڑھی ماں تھیں جن کی خدمت کرنے کے لیے حضرت اویسؒ کے سوا کوئی نہ تھا۔ ان کی بڑی آرزو تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کریں، لیکن حضور نے انھیں منع فرمایا اور کہلوا بھیجا:

"آپ اپنی بوڑھی ماں کی خدمت کرتے رہیں۔"

اس لیے وہ صحابی بننے کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ ان کو حج کرنے کی بھی آرزو تھی، مگر ماں کو اکیلا چھوڑ نہیں سکتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب صحابہؓ سے کہا کہ قبیلہ قرن کا ایک شخص اویسؒ ہے۔ میرے بعد وہ کبھی آئے تو تم ان سے دعا کرانا۔ چنانچہ جب ان کی بوڑھی ماں فوت ہوئیں تو حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں وہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سنائی اور حضرت اویس قرنیؒ سے دعا کرائی۔

سبحان اللہ کیا شان ہے اس شخص کی جو اپنی ماں کی خدمت کرنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر صحابی نہ بن سکا، مگر اس نے یہ سعادت پائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام کے لیے دعا کرنے کے لیے پسند فرمایا۔

ماں کو قرآن مجید کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مقدس مقام دیا ہے، اس سے بڑھ کر دنیا کا کوئی انسان نہ کوئی مقام دے سکا اور نہ دے گا۔

عبید الرحمٰن ابن محمد رفیق
نداکلاتھ سنٹر، مانا ضلع آکولہ، مہاراشٹر

آگ اگلنے والے نباتات

ہماری دنیا میں درختوں اور پھول پتیوں کو ایک قسم کی خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ درحقیقت سبزہ زار انسانی زندگی کی روح ہے جو ہماری زندگی میں سرور وشادمانی لانے کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے لیکن خدا کی اس کائنات میں کچھ درخت، پودے اور بیلیں ایسی بھی ہیں جو اپنی حیرت انگیز پُر اسراریت کے لیے مشہور ہیں!! آیئے خدا کی اس عظیم کائنات میں سے کچھ پودوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

آمیزن کی گھاٹی کے جنگلوں میں دودھ درخت COW TREE دکھائی دیتے ہیں آدی واسی لوگ اس درخت سے حاصل سفید لیس دار گاڑھے مادّے کا استعمال چائے کافی کے علاوہ دیگر صحت بخش کھانوں کے لیے بھی کرتے ہیں۔ اس رقیق چیز کو حاصل کرنے کے لیے درختوں کو بیچ سے تھوڑا چیر دیا جاتا ہے پھر اُسے کسی برتن میں جمع کر لیا جاتا ہے۔ جو درخت پر لگا رہتا ہے اسے جمع کر کے وہ لوگ دہی وغیرہ بنا لیتے ہیں جو عام قسم کے دہی جیسا کھٹا ہوتا ہے۔ آمیزن کے مقامی لوگ اس کا استعمال دہی بنانے کے بجائے گوند بنانے کے لیے زیادہ کرتے ہیں۔ امریکہ میں کینڈل ٹری نامی درخت پایا جاتا ہے جس میں تین سے چار فٹ لمبی پھلیاں لگتی ہیں اس سے کافی مقدار میں تیل نکلتا ہے۔ اس تیل کو جما کر اور دھاگا پرو کر موم بتی جیسا بنا لیا جاتا ہے جس کا استعمال لوگ موم بتی کی شکل میں روشنی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔

درختوں سے بارش ہو یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے مگر برطانوی کولمبیا میں ایسے درخت کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں اس سے متعلق ماہرین نباتات کا خیال ہے کہ برسات میں یہ پیڑ بڑی مقدار میں پانی جذب کر لیتے ہیں پھر یہی پانی اگلی برسات تک اس کے پتوں اور ٹہنیوں سے گرتا رہتا ہے لوگ اسے پیتے بھی ہیں۔ جاپان میں درختوں کی کچھ ایسی قسمیں پائی جاتی ہیں جو آگ کا احساس کرواتی ہیں۔ شام ہوتے ہی ان درختوں کی ٹہنیوں سے دھواں نکلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اگر کوئی اجنبی پہلی بار یہ نظارہ دیکھے تو یہی سمجھتا ہے کہ اس میں آگ لگی ہے مگر حقیقت میں وہ بھاپ ہوتی ہے۔ یہ بھاپ اتنی ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کو دھویں کا گمان ہوتا ہے۔

درخت پر صابن لگتے ہیں۔ اگر آپ سے کوئی یہ بات کہے تو آپ آسانی سے اس کی بات پر یقین نہیں کریں گے۔ آپ اس شخص کو جھوٹا بھی گردانیں گے لیکن شمالی افریقہ کے جنگلوں میں ایسے

درخت ہیں جن پر اخروٹ کے مانند پھل لگتے ہیں۔ پکنے کے بعد یہ پھل نیچے گر جاتے ہیں ان پھلوں پر پانی ڈالتے ہی اس میں جھاگ پیدا ہوتا ہے۔ یہ جھاگ عام نہانے یا دھونے کے صابن کے جیسا ہی ہوتا ہے۔ مقامی لوگ اس کا استعمال نہانے اور دھونے کے لیے کرتے ہیں۔ ملایا'مڈگاسکر' بارباڈوس اور ترینید اد وغیرہ کچھ گرم علاقوں میں ایسے درخت پائے جاتے ہیں جن کے پتوں کی لمبائی ۹ فٹ تک ہوتی ہے۔ ایک درخت پر ۲۰ سے ۲۴ تک پتے ہوتے ہیں بارش یا آندھی چلنے پر جب یہ پتے آپس میں ٹکراتے ہیں تو بڑی بھیانک آواز پیدا ہوتی ہے جسے سن کر عام آدمی گھبرا جاتا ہے ان درختوں کو ٹریلوس (Travels Tree) کہا جاتا ہے۔ شینتل نامی درختوں سے پیلے رنگ کا پاؤڈر جیسا مادّہ پیدا ہوتا ہے جو معمولی سی ہوا میں آس پاس پھیل جاتا ہے۔ اگر کسی آدمی یا جاندار کے یہ پاؤڈر لگ جائے تو بڑی بھیانک کھجلی ہوتی ہے اس کے بعد جسم پر چھتے جیسے بن جاتے ہیں۔ برازیل کے جنگلوں میں یہ پودے دیکھے جاسکتے ہیں۔ خاتون بستر 'بیڈ وومن (Bed Woman) نامی درخت جو میکسیکو کے موروس نامی ریاست میں پائے جاتے ہیں' ان کی ٹہنیاں آپس میں بری طرح الجھی ہوتی ہیں۔ اس کی ڈالیوں اور ٹہنیوں سے ایک عجیب طرح کا رس نکلتا ہے اگر کسی جاندار پر یہ رس گر جائے تو اسے ناقابل برداشت کھجلی اور تیز بخار ہو جاتا ہے اور آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ مقامی انتظامیہ نے اسی وجہ سے یہاں زبردست باڑھ لگا رکھی ہے۔ وہاں جانا قانوناً ممنوع ہے۔ میکسیکو میں بیل کی شکل میں اُگنے والے کئی پودے جان لیوا ہیں۔ ان بیلوں میں عجیب طرح کے پھل لگتے ہیں جن کا چھلکا لوہے کی مانند سخت ہوتا ہے۔ جب یہ پھل پک جاتے ہیں تو زوردار آواز کے ساتھ پھٹ جاتے ہیں۔ اگر دس پندرہ فٹ کے دوری پر بھی کوئی جاندار موجود ہو تو بری طرح زخمی ہو جاتا ہے یا مر بھی سکتا ہے۔

جمیکا اور گویانا (ویسٹ انڈیز) میں درختوں کی ایک ایسی قسم ہے جس کا لیس دار مادّہ اگر آدمی کی آنکھوں پر لگ جائے تو اس کے دیکھنے کی قوت ہمیشہ کے لیے ضائع ہو جاتی ہے اس درخت کے نیچے اگر کوئی رات میں سو جائے تو وہ صبح مُردہ ہی ملتا ہے۔ افریقہ اور مڈگاسکر میں پایا جانے والا پچر (Picher Plant) پلانٹ نامی درخت صراحی کی شکل کا ہوتا ہے اس کے منہ کے قریب جب کوئی جاندار داخل ہوتا ہے تو اس کے منہ کا ڈھکن خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ جاندار کا رس چوسنے کے بعد ڈھکن خود بخود کھل جاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک درخت ڈروسیرا (DRROSERA) نامی ہے اس میں دھتورے کی شکل کے پھل لگتے ہیں اور اس کے آس پاس بڑے نکیلے کانٹے ہوتے ہیں۔ اس کے پھل پر چکنا لیس دار مادّہ لگا رہتا ہے جس پر اگر کوئی کیڑا مکوڑا بیٹھتا ہے تو وہ اسی سے چپک جاتا ہے اس کے بعد پھل کے چاروں طرف لگے کانٹے اس کا خون چوس لیتے ہیں!!

قدرت کی اس عظیم کائنات کے عجائبات میں ان پیڑ پودوں کی پُر اسراریت بڑی عجیب وغریب اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے۔

قلمی دوستی

("قلمی دوستی" میں بعض پیامی ہر ماہ اپنا نام شائع کروانا چاہتے ہیں اور بعض اپنا نام اور پتہ (ایک دفعہ اسکول کا اور ایک دفعہ گھر کا) بدل کر خطوط بھجوا دیتے ہیں۔ یہ انتہائی غلط اور تکلیف دہ بات ہے۔ پیامیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے) (ادارہ)

نام عظیم الدین عثمانی
تعلیم ہائی اسکول
مشغلہ خط و کتابت

پتا ۱۰۳۴، بازار مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

نام محمد عبد العلیم　　عمر ۱۶ سال
تعلیم حفظ
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا

پتا مدرسہ امداد العلوم یوسفیہ گوپال واڑی روڈ دونڈ، پونہ

نام ارشاد خان　　عمر ۱۱ سال
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا

پتا ارشاد خان، رام پور ہاٹ، بنگال

نام شاہد خان　　عمر ۶ سال
تعلیم طفلِ مکتب
مشغلہ حفظِ قرآن

پتا شاہد خان رام پور ہاٹ، بر بھوم

نام محمد عارف　　عمر ۱۸ سال
تعلیم بی ایس سی
مشغلہ کتابیں پڑھنا، کرکٹ کھیلنا

پتا محلہ آستانہ کارنجہ (لاڈ)، واشیم

نام محمد عرفان
تعلیم درجہ نہم (ب)
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا

پتا محمد صادق الماس نگر جونی بستی، بدنیرہ

نام آسیہ پروین، انیس خان
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کتابیں پڑھنا

پتا نیر فلوور مل، لوٹنا پور، بالا پور آکولہ

نام انیس احمد　　عمر ۱۰ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ کھیلنا کودنا، اچھی کتابیں پڑھنا

پتا انیس احمد معرفت ذیشان ادب لائبریری، خیر آباد

نام فیصل کمال الدین مُلاجی　　عمر ۱۵ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، نماز پڑھنا

پتا الورے محلّہ، تعلقہ چپلون، رتناگری

نام جی حبیب الرحمٰن
تعلیم بارہویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا ۸۵۷، تاج کلب گلی، قلعہ، وانمباڑی

نام محمد منتظر عالم
تعلیم تیسری جماعت

مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا

پتا معرفت اشرف علی وارثی، رحم گنج، دربھنگہ

نام امجد معین　　عمر ۱۵سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا

پتا مرزا حیات بیگ، لال باغ، دربھنگہ، بہار

نام نکہت ارم　　عمر ۹سال
تعلیم چہارم
مشغلہ اچھی کتابیں پڑھنا، دینی باتیں سیکھنا

پتا نیا محلہ نصیر آباد (جلگاؤں) مہاراشٹر

نام عبدالعزیز
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا شہید عبدالحمید چوک، کلمب، ایوت محل

نام سید نوید حسین
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا شہید عبدالحمید چوک، کلمب، ایوت محل

نام نثار الحق
تعلیم ششم
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، ماں باپ کی خدمت کرنا

پتا الستبیل اکیڈمی، ارریہ، بہار

نام سید توصیف محمد　　عمر ۸سال
تعلیم تیسری جماعت

مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، اسکول کی پڑھائی کرنا

پتا قاضی پورہ، وروڈ، امراؤتی

نام ماہتاب انظار　　عمر ۱۵سال
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، امنگ پڑھنا

پتا پاک ٹولہ، رارھی جالہ۔ سیتامڑھی، بہار

نام سید مظفر علی
تعلیم گیارہویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا

پتا شہید عبدالحمید چوک، کلمب، ایوت محل

نام طارق انور　　عمر ۱۴سال
تعلیم درجہ نہم
مشغلہ اچھی کتاب کو پڑھنا

پتا آزاد ہائی اسکول چاکند، گیا

نام ناز منور امداد حسین　　عمر ۱۲سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ اشعار جمع کرنا، نظمیں پڑھنا

پتا ضلع پریشد اردو مڈل اسکول، باون بیر، بلڈانہ

نام فرازنہ بیگم یوسف علی
تعلیم جماعت آٹھویں (بی)
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، چھوٹوں سے محبت کرنا

پتا یوسف علی مارول، جلگاؤں، بیاول

نام انشا فاروق　　عمر ۱۱سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم جیسے دلچسپ رسالے پڑھنا

پتا بیدوں ٹولہ، بدایوں

نام. عمر فاروق خان عمر ۱۵ سال
تعلیم درجہ آٹھ
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا

پتا چھپرا مئو، قنوج،

نام مزمل علی عمر ۱۴ سال
تعلیم درجہ آٹھ
مشغلہ کرکٹ کھیلنا اور پیام تعلیم پڑھنا

پتا پیلی کوٹھی، مئو ناتھ بھنجن

نام سیما تبسم عمر ۱۰ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ. پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا محمد مبین کنڈکٹر مومن پورہ، بالاپور، آکولہ

نام محمد سہراب عالم صدیقی عمر ۱۹ سال
تعلیم قرآن حفظ کرنا
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا

پتا جامعہ رشیدیہ، نانی نروی سورت، گجرات

نام پیرزادہ سید عبد الرقیب
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، ماں باپ کی خدمت

پتا معرفت سید عبد الماجد راحل، نندوربار

نام نرگس جہاں سید غضنفر
تعلیم درجہ ششم (ب)
مشغلہ کتابیں پڑھنا، تلاوت کرنا

پتا اصغر حسین اردو ہائی اسکول، کھولاپوز

نام شگفتہ یاسمین
تعلیم چوتھی جماعت

مشغلہ ماں باپ کی خدمت کرنا

پتا عبد الرزاق سپاری والے، بالاپور، آکولہ

نام محمد ذاکر حسین عمر ۱۸ سال
تعلیم بی اے
مشغلہ شعر و شاعری کرنا اور نغمے سننا

پتا پنچگوہان، آکولہ مہاراشٹر

نام محمد مجاہد رضا عمر ۵ سال
تعلیم دوم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور ماں باپ کی خدمت کرنا

پتا ساکن سبوٹر، پورنیہ، بہار

نام محمد منظور عالم
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ غریبوں کی مدد کرنا

پتا قاسمی منزل سپاہی ٹولا، پورنیہ، بہار

نام غلام صفدر عرف حسین عمر ۱۶ سال
تعلیم دہم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا ۸، سید صالح لین، کلکتہ

نام نیہا فاطمہ
تعلیم درجہ اطفال
مشغلہ باتیں کرنا اور ہنسانا

پتا جاجمو کانپور

نام صبیحہ سلطانہ ۱۲ سال
تعلیم ساتویں جماعت

مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا محمد محسن، جمعدار مومن پورہ بالاپور، آکولہ

نام خرم اقبال شاہ عمر ۱۵ سال
تعلیم میٹرک
مشغلہ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا معرفت فیض وغنی ٹیچر آنند بھون لین، راؤد کیلا

نام وقار احمد شیخ نصیر
تعلیم جماعت پنجم
مشغلہ پیام تعلیم اور اچھی کتابیں پڑھنا

پتا ۲/۱۵ گنیش پوری مہرون، جلگاؤں

نام سید اختر نواز
تعلیم ڈی ایڈ
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا

پتا آشیانہ پان سینٹر مجاور پورہ، پاتور، آکولہ

نام علی محمد
تعلیم اول جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا

پتا عبدالرزاق مومن پورہ، بالاپور، آکولہ

نام جمال اشرف خان عمر ۹ سال
تعلیم درجہ سوم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا

پتا قریش محلہ املنیر، جلگاؤں

نام محمد منظور عالم عمر ۱۴ سال
تعلیم درجہ ہفتم

مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا

پتا عبدالرشید کبئی بنگھر دل سنگھ سرائے، بستی پور

نام سمیع اللہ خان عمر ۱۲ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا بلرام پور پیشوری نگر

نام اللہ رکھا شیخ غفار عمر ۱۷ سال
تعلیم گیارہویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا

پتا معرفت عابد خان مسلم نگر، مالیگاؤں

نام غفران احمد شیخ نصیر ۱۶ سال
تعلیم ایس ایس سی
مشغلہ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا، کرکٹ کھیلنا

پتا ۲۰۰۷ آفو گلی چالیس گاؤں۔ جلگاؤں

نام محمد الیاس حسین عمر ۱۸ سال
تعلیم بارہویں (آرٹس)
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا

پتا ذاکر حسین عبدالقادر، محلہ ناگھری، راویر

نام عادل ظہیر
تعلیم درجہ اطفال
مشغلہ رونا، ضد کرنا

پتا جاجمؤ کانپور

نام محمد آصف عمر ۱۴ سال
تعلیم آٹھویں جماعت

مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا۔ نور پڑھنا

پتا نور محمد مومن پورہ، بالاپور، اکولہ

نام مرزا عتیق بیگ عمر ۲۱ سال
مشغلہ قلمی دوستی کرنا۔ نماز پڑھنا، کرکٹ کھیلنا

پتا مرزا شریف بیگ، دیلی بس جلگاؤں، جامود

نام اعجاز احمد ۱۴ سال
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کتابیں پڑھنا۔ دوستی کرنا

پتا معرفت محمد مشتاق، فاضل خان پورہ، بدنیرہ بھولجی، بلڈانہ

نام لیئق احمد عبد الرشید عمر ۱۴ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کیرم کھیلنا

پتا معرفت غلام نبی مسلم نگر ۱۵۹ مالیگاؤں

نام فرزانہ پروین
تعلیم چہارم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، اخلاقی کہانیاں پڑھنا

پتا آسیگاؤں منگرول پیر آکولہ

نام محمد زاہد حسین عمر ۱۲ سال
تعلیم قرآن حفظ کرنا
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کیرم بورڈ کھیلنا

پتا مدرسہ احمدیہ ابابکرپور، ویشالی، بہار

نام محمد نیر اسلام
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا

پتا السبیل اکیڈمی، ہاسپٹل روڈ، ارریہ، بہار

نام محمد تنویر عالم عمر ۱۹ سال
تعلیم قرآن حفظ کرنا
مشغلہ اچھی اچھی کتابیں پڑھنا

پتا جامعہ رشیدیہ نانی نزولی، کیم سورت

نام محمد سلیم و محمد انیس ۱۵ سال
تعلیم درجہ اول و دوم عربی
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا

پتا الجامعۃ المحمودیہ قصبہ محمدی، لکھیم پور کھیری

نام محمد سراج احمد رضوی عمر ۱۵ سال
تعلیم حافظ
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، بڑوں کی عزت کرنا

پتا مدرسہ تعلیم القرآن نقشبندیہ سلیم پور، مانپورا

نام عرفان خان ابراہیم خان عمر ۱۵ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ اہل سنت کی اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا ابراہیم خان، اکولہ ناکہ پاتور روڈ، بالاپور

نام چاند سلطانہ عمر ۱۰ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، مزے کی باتیں کرنا

پتا عبد الرشید کاریگر بڑا مومن پورہ، بالاپور اکولہ

نام محمد جابر علی
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ دوستی کرنا گھر کا کام کرنا

پتا نجم بازار، لکھیم پور کھیری

گدگدیاں

☆دو افیمی ایک کنویں پر بیٹھے تھے۔ دونوں نشے میں تھے۔ ایک صاحب کنویں میں گر گئے۔ کنویں میں پانی کم تھا اس لیے بچ گئے۔ دوسرے ساتھی نے دھم کی آواز سنی تو بولا "میاں کہاں ہو" کنویں سے آواز آئی " بھائی میں کنویں میں گر گیا" دوسرے صاحب بولے "اچھا بھائی تم جہاں رہو خوش رہو۔"

محمد رازق، توگرا، کٹیہار

☆ایک غائب دماغ پروفیسر بازار سے گزر رہے تھے۔ ہر طرف بھیڑ تھی۔ ایک موڑ پر ان کی ٹکر گائے سے ہوئی۔ ذہن کسی نکتہ کو سلجھانے میں مصروف تھا۔ چنانچہ بے خیالی میں موصوف نے فوراً ہی معذرت کی۔ "معاف کیجیے گا۔ میں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا" جملہ ختم ہوتے ہی ان کی نظر گائے پر پڑی۔ بہت شرمندہ ہوئے کہ وہ جانور سے معافی مانگ رہے تھے۔ دل ہی دل میں خود کو برا بھلا کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ کچھ دور جاکر ایک خاتون سے ٹکرائے۔ جھنجھلا کر بولے "کم بخت کھلی چھوڑ دیتے ہیں۔"

انور تارزن۔ تیکھڑا

☆شمالی ہندستان کے ایک بزرگ ا(جن کا شمار مجاہدین آزادی میں ہوتا ہے) کا یہ قصہ ہے کہ ایک دفعہ فرنگی پولیس ان کی گرفتاری کی غرض سے ان کے پاس پہنچی۔ وہ اپنے گھر کے پاس اپنے ساتھی کے ساتھ ٹہل رہے تھے۔ پولس ان کے چہرے سے واقف نہ تھی۔ ان کے قریب آکر انھیں کا نام لے کر پوچھنے لگی کہ "وہ صاحب کہاں ہے؟ یہ بزرگ حاضر جواب تھے؛ جہاں کھڑے ہوئے تھے وہاں سے تھوڑی دور ہٹ گئے۔ اور پھر کہنے لگے کہ "ابھی تو یہیں تھے۔ دیکھیے یہیں کہیں ہوں گے۔"

محمد حسن احمد، ظہیر آباد۔ میدک

☆استاد بتاؤ اکبر کی وفات کے بعد کیا ہوا؟
شاگرد جناب ہونا کیا تھا؟ لوگوں نے نہلا دھلا کر دفن کر دیا۔

صبا شبنم بنت عبدالمتین، شنیوار پیٹھ وردوڈ

☆ایک دن بچے نے اپنی امی سے پوچھا "امی میں کیسے پیدا ہوا؟
ماں نے کہا "میں نے ایک مٹکے میں مٹی بھر کر اس کو دبا دیا کچھ دنوں بعد نکالا تو تم میں تم تھے۔
بچے نے بھی ایک مٹکے میں مٹی بھر کر اسے دبا دیا۔ چند روز کے بعد نکالا تو مٹکے کے اندر مینڈک تھا۔ بچے کو بہت غصہ آیا کہنے لگا "جی تو چاہتا ہے کہ تجھے جان سے مار دوں، پر کیا کروں آخر تو میری ہی اولاد ہے۔

عظیم الدین عثمانی، بھیروا۔ کنول، مدھوبنی

گاہک (ہوٹل کے بیرے سے)
' میں اس کمرے میں ہرگز نہیں رہوں گا' یہاں نہ سونے کی جگہ ہے نہ بیٹھنے کی، تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو۔ میں اس کبوتر گھر میں نہیں رہ سکتا جہاں صرف ایک اسٹول ہے۔ میں گانو سے پہلی بار شہر آیا ہوں۔ اس لیے مجھے الو بنا رہے ہو تم۔
بیرا (جھنجھلا کر) اندر تو چلیے، یہ آپ کا کمرہ نہیں، اوپر جانے کی لفٹ ہے۔

اے ایم الطاف علی نیو کالونی شر درو، کرناٹک

☆ایک بچہ کھلونے کی دکان میں کھلونا خریدنے گیا۔ بچے کو ایک ہوائی جہاز پسند آیا تو اس نے دکاندار سے پوچھا۔ اس جہاز کی قیمت کتنی ہے۔
دکاندار نے کہا "پانچ روپے" تو لڑکے نے ایک پانچ کا جعلی نوٹ دیا۔ دکاندار بولا نقلی نوٹ دے کر بدھو بناتے ہو مجھے۔" تو لڑکے نے کہا آپ بھی تو بدھو بنا رہے ہیں مجھ کو، یہ آپ کا ہوائی جہاز کون سا اصلی ہے۔

رومانہ اعظمی (گنی) چکجادو۔ درگاہ بیلا، ویشالی

☆ایک ماسٹر صاحب اپنے کلاس میں تاریخ کا سبق پڑھاتے ہوئے اپنے ایک شاگرد سے بولے " بیٹے چند مشہور لڑائیوں کا حال بیان کرو۔"
شاگرد ہچکچاتے ہوئے۔ جناب لڑائیاں تو بے شمار ہوئی ہیں مگر امی جان کی سخت ہدایت ہے کہ گھر کی باتیں باہر مت بتایا کرو۔

زمرت جہاں انصاری مبارکپور

☆ایک امام صاحب ایک گانو میں پہنچے۔ ایک بدّو کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی۔ جب نماز پڑھ چکے تو امام صاحب نے بدّو امام سے کہا "نماز میں جو تو نے پڑھا یہ قرآن نہیں تھا" بدّو امام نے کہا "میں قرآن نہیں جانتا"۔ تو انھوں نے اس کو دو چھوٹی سورتیں یاد کرادیں۔ کچھ دن کے بعد پھر اسی علاقے سے امام صاحب کا گزر ہوا اور اسی بدّو کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے صرف ایک ہی سورت پڑھی تو امام صاحب نے کہا میں نے تم کو دو سورتیں یاد کرائی تھیں۔ تم نے ایک ہی سورت پڑھی۔ بدّو امام نے جواب دیا میرا ایک دور کا بھائی آیا تھا میں نے اس کو ایک سورت کا ہدیہ کردیا اور ہدیہ لوٹایا نہیں جاتا۔

الحافظ صفی اللہ، انوارالعلوم، مئو آئمہ، الہ آباد

☆خورشید نے ماسٹر صاحب سے کہا۔ کل میں نے پانچ مکھیاں ماریں جن میں تین مادہ اور دو نر تھیں۔"
ماسٹر صاحب یہ کیسے پتہ چلا کہ اتنی مادہ ہیں اور اتنی نر؟
خورشید تین تو آئینے پر بیٹھی تھیں اور دو سگریٹ کے ڈبے پر۔

کلثوم خاتون۔ کانکی نارہ۔ ۲۴ پرگنہ

☆ایک دن استاد نے اپنے شاگرد سے کہا کل

تم لوگوں کو انگریزی کے تین الفاظ یاد کر کے آنا ہے۔ اس کے بعد چھٹی ہو گی۔ ایک کاہل لڑکا چھٹی کے بعد اسی فکر میں جارہا تھا کہ اس نے ایک آدمی کو کہتے سنا شٹ اپ۔ اس لڑکے نے اس لفظ کو ذہن نشین کرلیا۔ پھر کچھ دور گیا تو اسٹیڈیم سے آواز آئی Lovely shot لڑکے نے اس لفظ کو بھی یاد کرلیا۔ کچھ دور اور آگے جانے پر کسی سازھی کی دکان سے آواز آئی Made Im India اس نے یہ الفاظ بھی یاد کرلیے۔ دوسرے دن اسکول میں استاد نے اسی لڑکے سے پوچھا تم نے کیا یاد کیا؟ لڑکے نے جھٹ کہا شٹ اپ۔ استاد نے غصے میں آکر طمانچہ رسید کردیا۔ لڑکے نے برجستہ کہا Lovely Shot استاد نے پوچھا۔ تم نے یہ الفاظ کہاں سے سیکھے لڑکے نے کہا Made In India

غلام صفدر معراج اکرم، سید صالح لین، کلکتہ

گونگا اور بہرا

☆ایک ہندستانی سیاح ایران کی سیاحت کر رہا تھا۔ ایک روز وہ شہر کے بازاروں میں گھوم رہا تھا کہ یکایک اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے ہوٹل تک واپس جانے کا راستہ بھول گیا ہے۔
وہ اردو کے سوا کوئی اور زبان نہیں جانتا تھا۔ اس لیے بہت پریشان ہوا۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس نے اپنے ملاقاتی کارڈ پر ہوٹل کا نام بڑے بڑے حرفوں میں لکھ رکھا ہے۔ وہ کارڈ اس نے ایک راہ گیر کو دکھایا اور اشاروں کی مدد سے اسے سمجھایا کہ وہ اس ہوٹل تک جانا چاہتا ہے۔"
نیک دل ایرانی راہ گیر نے اس کے ساتھ بیس منٹ کا راستہ طے کر کے اسے ہوٹل کے سامنے لے جاکر کھڑا کردیا۔ تو وہ بہت خوش ہوا اور جذباتی ہوکر بار بار اردو میں اس کا شکریہ ادا کرنے لگا۔
اس پر اس راہ گیر نے حیرت بھرے لہجہ میں شستہ اردو میں کہا۔
"کمال ہے۔ یہ بات آپ نے پہلے کیوں نہیں بتائی تھی کہ آپ اردو جانتے ہیں۔۔۔؟ میں نے تو آپ کو گونگا اور بہرہ سمجھا تھا۔

عبدالرشید محمد بھساری ستال، شرول، کولہاپور

☆پہلا چور میں جس گھر میں چوری کرتا ہوں اسے کنگال بنادیتا ہوں۔
دوسرا چور یہ تو کچھ بھی نہیں، میں جس گھر میں چوری کرتا ہوں اسے لکھ پتی بنادیتا ہوں۔
پہلا چور وہ کیسے؟
دوسرا چور میں گھستا ہی کروڑپتی کے گھر میں ہوں۔

فرزانہ فرح، کاسودہ

☆ایک روز ایک اجنبی حضرت اپنا افسانہ دکھانے لائے تاکہ ایڈیٹر صاحب صحیح رائے قائم کرسکیں۔ افسانہ کچھ یوں شروع ہوتا تھا۔ وہ دیر سے کھڑا نظارے سے لطف اندوز ہورہا تھا اس کے نیچے گھاس سبز مخمل کی طرح

بچھی ہوئی تھی جس پر طرح طرح کے پھول سلمہ ستارے کا کام کر رہے تھے۔ اس کے دل میں خیالات اس روانی سے آرہے تھے جیسے کوئی اعلادرجے کی مشین بخیہ کر رہی ہو یا کوئی تیز قینچی چل رہی ہو۔ بعض اوقات کوئی پرندہ یکایک چیخ اٹھتا تو اس کے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو جاتا جیسے مشین کا دھاگا ٹوٹ جائے یا یکایک سوئی چبھ جائے۔ وہ اپنی نگاہوں کے گز سے قدرت کے حسین نظاروں کا ناپ لے رہا تھا۔ سر پر آسمان نیلی واسکٹ پہنے کھڑا تھا اور سفید بدلیاں اس نیلی واسکٹ پر بٹن معلوم ہوتے تھے۔ نالے کا بہتا ہوا پانی ململ کا تھان معلوم ہوتی تھیں جس پر سورج کی شعاعوں نے گوٹا کناری کا کام کر رکھا تھا"

ایڈیٹر نے پوچھا "معاف کیجیے آپ درزی تو نہیں ہیں؟"

وہ صاحب شرما کر بولے "جی نہیں میں ٹیلر ماسٹر ہوں۔"

انیسہ ناز شیخ سائند و اسلام پورہ کا سودہ جلگاؤں

☆☆ایک آدمی ڈاکٹر کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ آپ گھر جاکر مریض دیکھنے کی کتنی فیس لیتے ہیں۔

ڈاکٹر جی۔ پچاس روپے

اس شخص نے کہا۔ تو پھر جلدی کریں میری بیوی گھبرا رہی ہوگی۔ ڈاکٹر نے جلدی سے ضروری سامان لیا اور اس آدمی کو کار میں بٹھا کر چل پڑا۔ ایک دروازے کے قریب جاکر اس شخص نے کار رکوائی اور کہا لیجیے پچاس روپے۔ ڈاکٹر نے کہا۔

آپ مریضہ کو نہیں دکھائیں گے۔ اس آدمی نے فوراً جواب دیا۔ دراصل میری بیوی بیمار نہیں تھی۔ بات یہ تھی کہ کوئی ٹیکسی والا سو روپے سے کم میں مجھے یہاں لانے کو تیار ہی نہیں تھا۔

حافظ یم۔ار مصباح العلوم، گلبرگہ شریف، کرناٹک

☆☆مالک نے اپنے نوکر سے کہا ارے رامو! مجھے کل سویرے پانچ بجے اٹھا دینا۔ مجھے سات بجے [illegible]

نوکر ٹھیک ہے مالک لیکن مجھے گھڑی دیکھنی نہیں آتی۔ اس لیے جب پانچ بج جائیں تو مجھے بتا دیجیے گا میں آپ کو بستر سے اٹھا دوں گا۔

محمد عادل انصاری محلہ پورہ رانی گورکھی بارکپور

☆☆ایک مریض ڈاکٹر کو فون کرتا ہے

ڈاکٹر صاحب میں تیز بخار میں مبتلا ہوں۔ آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ کب آکر ملوں؟

ڈاکٹر اگلے ہفتے آجائیے۔

مریض تب تک تو میں مر جاؤں گا تو آپ کیا کریں گے؟

ڈاکٹر اپ کا اپوائمنٹ کینسل کر دوں گا۔

انور خان خیار گاندھی چوک دھا واڑ، کرناٹک

☆☆دو تاجر دوست نیامی کے ساحل پر چھٹیاں گزارتے ہوئے اچانک مل گئے۔ علیک سلیک کے بعد گفتگو تجارت کی طرف مڑی تو ایک

تاجر بولا میں نے گزشتہ برس بہت نفع کمایا۔ انشورنس کمپنی سے میں نے پچاس ہزار ڈالر وصول کیے کیونکہ میری ایک فیکٹری کو اچانک آگ لگ گئی تھی۔

اسی قسم کا نفع کچھ مجھے بھی ہوا تھا۔ دوسرے تاجر نے بڑی مسرت سے بتایا۔ میں نے انشورنس والوں سے پورے ایک لاکھ ڈالر کی رقم وصول کی تھی کیونکہ میرا تجارت کا مال ایک سیلاب میں بہہ گیا تھا۔ چند لمحے خاموشی میں گزرے۔ پھر پہلے تاجر نے تجسس سے پوچھا مجھے یہ بتاؤ کہ تم سیلاب لائے کس طرح؟

نواب عالم خان، کنوئی، گڑھکا دایہ گنج ڈنڈ وارہ

استاد · سنو بچو ایک ہزار کلو کا ایک ٹن ہوتا ہے۔ کیا تم سن رہے ہو۔ ٹنکو؟

ٹنکو جی سر!

استاد اچھا تو اب یہ بتاؤ تین ہزار کلو کے کتنے ٹن ہوئے؟

ٹنکو سر تین ہزار کلو کے ٹن ٹن ٹن ہوئے۔

☆ماسٹر یہ تم کتاب کی جگہ کیا لے آئے ہو!

شاگرد ماسٹر جی آپ ہی نے تو کہا تھا کہ کل تاریخ پڑھاؤں گا۔ اس لیے "کیلنڈر" لایا ہوں۔

توحید احمد علاؤالدین غیبن شاہ نگر، گھاٹ کوپر، ممبئی

☆حکیم صاحب کیوں بیٹا تمھیں بخار کب آتا ہے؟

لڑکا اسکول جانے سے ذرا پہلے۔

مشتاق فاروقی شاہ عنایت محلہ پربھنی۔۲

☆ایک دن شہنشاہ اکبر بیربل کے ساتھ گھومتے گھومتے کسی گانو میں جا پہنچے۔ اچانک ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔

بادشاہ نے اس کا نام پوچھا

وہ بولا "گنگا"

پھر پوچھا" تیرے باپ کا نام کیا ہے؟"

وہ بولا "جمنا"

تب بیربل نے پوچھا" تیری ماں کا نام کیا ہے؟"

وہ بولا "سرسوتی"

بیربل نے کہا " ٹھہرو" پہلے مجھے ناؤ کا بندوبست کر لینے دو، نہیں تو سب کے سب بہہ جائیں گے۔

ثاقب ظہیر، جاجمئو کانپور (یو۔پی)

☆ایک نواب صاحب جن کے پاس خطابات کی بھرمار تھی برطانوی سفارت خانے میں گئے اور سکریٹری سے کہا" جناب میں سفیر صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔" سکریٹری نے جواب دیا"ذرا سا توقف کیجیے اور کرسی پر تشریف رکھیے!

انتظار کی زحمت نواب صاحب کے بس کی بات نہ تھی۔ غصے میں اپنے تمام خطابات کی طویل فہرست سنانی شروع کر دی اور آخر میں کہا تمھیں معلوم ہوا کہ میں کون ہوں؟

سکریٹری اطمینان سے یہ سب سنتا رہا اور پھر نواب صاحب کے چپ ہوتے ہی کہنے لگا جناب والا ایسی صورت میں تو آپ دو کرسیوں پر تشریف رکھیں۔

محمد اکبر علی، مدرسہ الجامعۃ العلیمیہ محمد اباہی، بستی

آدھی ملاقات

(یاد رکھیے آدھی ملاقات میں صرف وہی خطوط شائع کیے جاتے ہیں جو مختصر ہوں)

☆ماہ ستمبر کا پیام تعلیم ملا، پڑھ کر بہت خوشی ہوئی، لیکن ناراضگی اس بات پر بہت زیادہ ہوئی کہ اس ماہ کے رسالے میں آپ نے خلائی سیریز شائع نہیں کی۔

محمد نیاز احمد راہی، نانی نرولی وایہ کیم، سورت

☆میں پیام تعلیم کا مطالعہ تقریباً دو سال سے کر رہا ہوں۔ میرا نام بھی اس رسالے میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

عبدالقادر سمیع اللہ ایم۔ کے بلڈنگ، امرت نگر ممبرا تھانہ

☆امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے، مجھے پیام تعلیم برابر مل رہا ہے۔ میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ اگر آپ پیام تعلیم میں تصویری کہانی شروع کریں تو بہت مزا آجائے۔

محمد حسنین شاہین کالونی ناندورہ، بلڈانہ، مہاراشٹر

☆میں پیام تعلیم کا تقریباً پانچ سال سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ سچ سچ پیام تعلیم آج کے اس نفسا نفسی کے دور میں ملت اسلامیہ کے بچوں کے لیے بہت بڑی ذمہ داری نبھا رہا ہے۔ آج ہمارے بچوں کو جس طرح دینی اور دنیاوی معلومات کی ضرورت ہے۔ وہ پیام تعلیم پوری کر رہا ہے۔

شیخ محمد ندیم احمد محبوب گنج ہیرا لال، چوک بیڑ

☆اگست کا شمارہ ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میں پیام تعلیم جنوری ہی سے پڑھ رہا ہوں۔ خوفناک بوڑھا، خلائی ایڈونچر سیریز، کتے کی دم یہ سب کہانیاں بہت اچھی لگیں۔

محمد عمر فاروق مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور

☆ماہنامہ "پیام تعلیم" کا بے حد انتظار تھا۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے کو تھیں کہ رسالے کی آمد ہوئی اور میں نے اپنے خط کو شامل دیکھا تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میرے تمام دوستوں نے اس کو خریدنے کا وعدہ کیا ہے۔

سید مدثر عالم، کھولاپور امراؤتی، مہاراشٹر

☆پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ سب مضامین پسند آئے۔ اگر آپ ایسے ہی رسالے نکالتے رہے تو پیامی علم کے میدان میں کافی آگے بڑھ جائیں گے۔

مرزا عظمت بیگ ناندورہ، بلڈانہ

☆مجھے پیام تعلیم کے پسندیدہ اشعار، اقوال زریں، معلومات کالم بہت زیادہ پسند ہیں۔ میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ مولا تعالیٰ اس پرچے کو منزل بہ منزل ترقی کی راہ پر لے جائے۔ آمین

فیضان اشرف، مسجد گلاب چمن محلہ پورہ صوفی مبارکپور

☆پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔

تمام مضامین بہت پسند آئے۔ خاص طور پر ممتا کی زبان، اشعار اور اقوال زرّیں بہت پسند آئے۔ پیام تعلیم معلومات کا خزانہ اور آپ یہ رسالہ ہم تک پہنچا کر ہماری معلومات میں اضافہ کررہے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ رسالہ ہمیشہ بلند رہے۔

زلیخا بانو، گلعکل، آندھرا پردیش

☆میں "پیام تعلیم" کو بہت پسند کرتی ہوں۔ حقیقت میں یہ رسالہ بہت اچھا ہے۔ ہماری معلومات میں بہت اضافہ کرتا ہے۔ خدا کرے اس رسالہ کی بہت ترقی ہو۔

پروین انعام دار سولاپور، مہاراشٹر

☆پیام تعلیم اپنی تمام تر خوبیوں سے آراستہ ملا پڑھ کر دلی خوشی حاصل ہوئی۔ معلوم نہیں آپ کو میری بھیجی ہوئی تحریریں ملیں یا نہیں۔ بس اپنا نام پیام تعلیم میں دیکھنے کا انتظار ہے۔

انور خان انیس خان لوناپور بالاپور

☆میں پیام تعلیم کا مطالعہ ایک سال سے کررہا ہوں۔ مجھے یہ رسالہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ جولائی کا پیام تعلیم ملا۔ اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہاں کلب (ایوت محل) میں نادر سر کے یہاں پیام تعلیم ۱۰ر تاریخ کو آتا ہے۔

سید عرفان علی مسجد روڈ کلب، ایوت محل

عرفان میاں، آپ کے نادر سر صرف پیام تعلیم کی ہی نہیں اردو کی بھی جس خلوص سے خدمت کررہے ہیں اس کی مثال شاذ ونادر ہی ملے گی۔ اور یہ خدمت وہ آج سے نہیں ایک زمانے سے کررہے ہیں۔ کاش ان جیسے اردو کے خدمتگار ہر ریاست میں صرف ایک ہی مل جائے تو اردو کو یہ شکایت نہیں رہے گی کہ اس کے پڑھنے والے نہیں رہے یا کم ہورہے ہیں۔ (ادارہ)

☆پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ اے، حمید کی "خلائی ایڈونچر سیریز" بہت ہی پسند آئی۔ میرے بھیجے ہوئے بچوں کے نام قلمی دوستی میں شائع ہوئے۔ اس کا بہت بہت شکریہ۔

مجاہد مشتاق سروے نو۔ محلہ جلیان ہر تاگری، مہاراشٹر

☆ستمبر ۱۹۹۹ء کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا۔ دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ پیام تعلیم کی بات ہی نرالی ہے۔

انیس احمد محمد حسن ولرتی مالیگاؤں

☆پیام تعلیم موصول ہوا۔ سبھی مضامین پسند آئے کہانی شہزادی شہناز بہت پسند آئی۔ زینت اقبال کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ پیام تعلیم واقعی ایک اچھا رسالہ ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ یہ رسالہ سورج چاند کی طرح چمکتا رہے۔

شمیا دربھنگہ، بہار

☆میں مسلسل دو سالوں سے پیام تعلیم

مطالعہ کررہا ہوں ۔ عام معلومات، اقوال زریں یہ کالم مجھے پسند ہیں۔

محمد ارشد شیخ نصیر گنیش پوری مہرون جلگاؤں

☆ آپ کی بزم میں پہلی مرتبہ شریک ہورہی ہوں اور ساتھ ہی یہ خدشہ بھی ہے کہ کہیں آپ اسے ردی کی ٹوکری کی نذر نہ کردیں ۔ میں نے اس رسالے کو پہلی مرتبہ اپنی ایک سہیلی کے ہاں دیکھا تھا اور جب پڑھنا شروع کیا تو پڑھتی ہی چلی گئی۔ مجھے تو اس کے سبھی کالم پسند ہیں مگر "معلومات" "اقوال زریں" اور "پسندیدہ اشعار" کالم مجھے زیادہ پسند ہیں اور "خلائی ایڈونچر سیریز" تو اس رسالے کی جان ہے۔

نکہت پروین۔ پرانی بستی۔ مبارکپور

☆ پیام تعلیم کے تمام ہی مضامین قابل ستائش ہیں۔ البتہ خلائی ایڈونچر سیریز قسط نمبر ۲۸ کو نہ پاکر تشنگی سی محسوس ہوئی۔ نصرت ظہیر انکل تو "پیام تعلیم" کا ایک جزوبن گئے ہیں۔ ان کا مزاحیہ مضمون "جویوں ہوتا تو کیا ہوتا" پڑھ کر ایمان سے انکل ہمارا تو ہنسی کے مارے برا حال ہوگیا۔ جڑواں لفظ بھی انتہائی دلچسپ اور معلوماتی ہے ۔ شکیلہ نور آنٹی نے "ممتا کی زبان" میں دور جدید کی جو تصویر کھینچی ہے واقعی متاثر کن ہے۔ سائنسی مشغلے خوب سے خوب تر ہے۔ بچوں کی کوشش بھی اپنی جگہ پر اہمیت کی حامل ہے جس میں ایٹمی بم دھماکوں کا سفرنامہ "زبردست معلومات سے پُر ہے۔

انیسہ ناز شیخ سانڈ و اسلام پورہ کاسودہ، جلگاؤں

☆ ستمبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر ایسا اچھا لگا کہ بیان نہیں کرسکتی۔ سب سے زیادہ خوشی اس کی ہوئی کہ آپ نے میرے شعر کو شائع کرنے کے قابل سمجھا۔ پیام تعلیم کے پہلے صفحہ پر تصویر چھاپنے کے لیے آپ کے کیا اصول ہیں۔ کیا ہم تصویر بھیج سکتے ہیں۔

صفیہ فاطمہ رویندر نگر عادل آباد

صفیہ بیٹی۔ تصویر شائع کرنے کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا، بس تصویر کسی اچھے فوٹوگرافر کی اتاری ہوئی ہو تو چھپ جائے گی لیکن اگر بچی کی تصویر ہو تو اس کی عمر دس، بارہ سال سے زیادہ نہ ہونا چاہیے۔(ادارہ)

☆ بڑی افسردگی کے ساتھ یہ خط تحریر کررہا ہوں۔ آج ہی میرا پیارا رسالہ موصول ہوا۔ تمام صفحات پر نگاہیں دوڑائیں۔ کیا میرا نام اس میں کبھی نہیں چھپ سکتا۔ کیوں؟ مجھے کافی رنج ہوا ہے اس لیے سوچا کہ اب میں آپ کو کبھی خط نہیں لکھوں گا۔ مگر کیا کروں یہ دل ہے جو کہ مانتا ہی نہیں، یہ تو پیام تعلیم پر نثار ہوئے جارہا ہے۔ شاید پیام تعلیم میں ایک انوکھی قوت ہے جو مجھے کچھ لکھنے پر مجبور کررہی ہے ممتا کی زبان ماں کا بلبلہ، جیسے حقیقت پسند اور سبق آموز مضامین کا انتخاب

کرنے کے باعث آپ واقعی مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ نصرت ظہیر انکل کا مضمون "جو یوں ہوتا تو کیا ہوتا" پڑھتے پڑھتے ہم ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔

ایک ذکی پیامی۔ آشٹی، رتناگری (ایم۔ ایس)

☆پیام تعلیم کا قریب قریب تین سال سے لگاتار مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے اس رسالہ سے بہت پیار ہے۔ میں اس کا ہر ماہ بے صبری سے انتظار کرتا رہتا ہوں۔

محمد احسن الصفات، شاہ پور پٹوری، سستی پور

☆پیام تعلیم میں نے پہلے کبھی نہیں پڑھا تھا لیکن جب میری سہیلی نے مجھے پیام تعلیم پڑھنے کو دیا اور میں نے پڑھا تو مجھے بہت ہی پسند آیا۔ خاص طور پر جو اس میں معلومات ہوتی ہیں وہ بہت ہی پسند آئی ہیں ۔ اس پیام تعلیم کو پڑھنے کے بعد مجھے بہت ہی افسوس ہوا کہ کاش میں پہلے سے اس پیام تعلیم کو جاری کروالیتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

پروین ایچوڑا، عادل آباد

☆پیام تعلیم ایک ایسا رسالہ ہے جس کی تعریف جتنی بھی کی جائے کم ہے کیونکہ یہ ایک ایسا رسالہ ہے جس سے ایک معمولی سا بچہ ادب کی دنیا میں کھو جاتا ہے اور اتنی معلومات حاصل کرتا ہے کہ حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔

ریاض احمد ابوبی، پرکٹ آرمور، نظام آباد

☆آپ کا رسالہ پیام تعلیم ہمیں بہت پسند ہے۔ پہلے ہم دوسروں سے لے کر پڑھتے تھے اور ہم چاہتے ہیں کہ خود ہمارے یہاں بھی آئے لہٰذا ہم آپ کو پچاس روپے منی آرڈر کے ذریعہ سالانہ فیس بھیج رہے ہیں ۔ اس لیے آپ ہمیں رسالہ پیام تعلیم ہر ماہ بھیجا کریں۔

عزیز احمد، کھولاپور، امراؤتی، مہاراشٹر

☆میں دو سال سے پیام تعلیم پڑھ رہا ہوں۔ میں ہر ماہ پیام تعلیم کے لیے بے چین رہتا ہوں ۔ میں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ آپ نے میرا نام قلمی دوستی میں شائع کیا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

مقصود حسین، منصورہ آلور ہاسن، کرناٹک

☆میں کافی عرصہ سے اپنے یہاں کے بک اسٹال سے مختلف کتب لے کر پڑھتا تھا لیکن ایک روز بک اسٹال پر پہلی بار پیام تعلیم نظر آیا اور وہ میں نے خرید لیا۔ اور جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو مجھ کو احساس ہوا کہ پیام تعلیم جیسا رہبر کوئی نہیں۔

محمد کلیم الحق، آکوٹ نیل آکولہ، مہاراشٹر

☆اس ماہ کا پیام تعلیم پاکر میرا دل باغ باغ ہو گیا اور لطیفے اور بچوں کی کوششیں بہت اچھی لگیں۔

مظفر اشرفی، اسلام نگر

اقوال زریں

نہ دے

☆پڑوسی کو تکلیف۔
☆کسی کو غلط مشورہ۔
☆بغیر سوچے سمجھے جواب۔

خلیل احمد اردو اسکول چند گڑھ، کولہاپور

☆اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؑ سے فرمایا کہ میں نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں رکھ دیا ہے لوگ انھیں دوسری چیزوں میں تلاش کرتے ہیں۔ بھلا وہ کیسے پائیں گے؟

☆ میں نے اپنی رضا کو مخالفتِ نفس میں رکھ دیا ہے، لوگ اسے موافقتِ نفس میں تلاش کرتے ہیں۔

☆میں نے آرام کو جنت میں رکھ دیا ہے، لوگ اسے دنیا میں تلاش کرتے ہیں۔

☆میں نے علم و حکمت کو بھوک میں رکھ دیا ہے، لوگ اسے سیری میں تلاش کرتے ہیں۔

☆میں نے تونگری کو قناعت میں رکھ دیا ہے، لوگ اسے مال میں تلاش کرتے ہیں۔

☆میں نے عزت کو اپنی اطاعت میں رکھ دیا ہے، لوگ اسے بادشاہوں کے دروازوں پر تلاش کرتے ہیں۔(حدیث قدسی)

شکیل احمد نعیمی، منکاپور گینسری بلرام پور، یوپی

ایک یہودی کا قبول اسلام

☆ایک یہودی نے ایک مسلمان بزرگ سے کہا کہ تمھارے مذہب میں تین مسئلے مشکل نظر آتے ہیں۔ اگر تم ان کے جوابات دو اور مثال سے سمجھادو تو میں تمھارا دین قبول کرلوں گا؟ انھوں نے کہا کہ وہ تین مسئلے کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ۔

(۱) تم کہتے ہو کہ بہشت میں ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخیں ہر جگہ پہنچی ہوئی ہیں۔

(۲) تم کہتے ہو کہ بہشت میں کھائیں گے پئیں گے مگر رفع حاجت کی ضرورت نہ ہوگی۔

(۳) تم یہ کہتے ہو کہ چاہے جس قدر کھائیں پئیں بہشت کی نعمتیں کبھی کم نہ ہوں گی؟

بزرگ نے جواب دیا۔

(۱) درخت کی مثال دنیا میں آفتاب ہے وہ ایک ہی ہے مگر اس کی کرنیں ساری دنیا میں ہر جگہ موجود رہتی ہیں۔

(۲) کھانے پینے کے بعد بھی بول و براز نہ ہونے کی مثال دنیا میں یہ ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں کھاتا پیتا ہے مگر اسے رفع حاجت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۳) کھانے پینے سے نعمتیں کم نہ ہونے کی مثال دنیا میں قرآن پاک ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان اسے پڑھتے اور سنتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں مگر اس کے نور و سرور اور لذت میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

یہ سن کر یہودی فوراً ایمان لے آیا۔

امتیاز احمد، ابراہیم پور دکھن محلہ پوکھری ہیر

فرمانِ رسولؐ

☆قیامت کے دن بندہ چار باتوں کا جواب دیے بغیر اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا۔
ایک یہ کہ عمر کس طرح گزری۔
دوسرے، جوانی کے دن کیسے گزارے۔
تیسرے مال کہاں سے کمایا۔
چوتھے، مال کہاں خرچ کیا۔

نسیم الریاض پورہ رانی مبارکپور، اعظم گڑھ

☆جس شخص سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ جانتا ہے اور وہ اس کو چھپائے (یعنی نہ بتائے) تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

ریاض احمد، بردایا، کھتول، دربھنگہ

☆جس کو مسلمان کا غم نہ ہو وہ میری امت میں سے نہیں (حضورؐ)
☆اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔(حدیث نبویؐ)
☆کتنی بری بات ہے کہ تم بظاہر شیطان کو کوستے ہو اور درپردہ اس کے دوست ہو۔ (علی کرم اللہ وجہہ)

انیس احمد اتراری خیر آباد، مئو (یوپی)

☆نماز آدمی کو اللہ کی یاد کرنے والا بناتی ہے۔(سورۂ طٰہٰ)
☆نماز ہر آدمی پر ساری عمر کے لیے فرض ہے۔(سورۂ معارج)
☆غیبت کرنے والے کے نیک عمل ختم ہوجاتے ہیں۔

امجد خان۔ قاصد پورہ، پاتور

آنکھوں کے کمالات

☆جھکتی ہے تو زمانے بھر کی حیا اپنے اندر سمولیتی ہے۔
☆دیکھتی ہے تو سمندر کی گہرائیوں سے موتی نکال لیتی ہے۔
☆روتی ہے تو عرش کو ہلادیتی ہے۔

ترنم نسرین محمد اسماعیل، چاندنی چوک، امراؤتی

☆صاحب ثروت ہوکر غریبوں کی دل آزاری کرنا گناہ ہے۔
☆دوسروں کو نقصان پہنچا کر خود فائدہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔
☆دل آزاری کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔
☆جو شخص علاحدگی میں تم سے تمھارے عیب بیان کرے اسے اپنا خیر خواہ سمجھو۔

سید عرفان علی، چوک کلمپ (ایوت محل)

☆نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو اور اللہ اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔(سورہ الاحزاب)
☆اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو۔

(سورہ الاحزاب)

سید طلحہ نقشبندی القادری' بالاپور مہاراشٹر

☆بچہ بیمار ہو جائے تو ماں کو دعا مانگنے کا سلیقہ خود بخود ہی آجاتا ہے۔

☆پریشانی حالات سے نہیں خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔

☆آنسوؤں کو بہہ جانے دو کیوں کہ یہ غموں کو مایوسیوں میں تبدیل ہونے سے روکتے ہیں۔

☆عادت یا تو سب سے بہتر غلام ہوتی ہے یا پھر بدترین آقا۔

☆ہاتھوں سے پہلے دماغوں کو مسلح کرنا ضروری ہے۔

☆جو زیادہ پوچھتا ہے وہ زیادہ سیکھتا ہے۔

انیسہ ناز شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ، جلگاؤں

☆مسکراہٹ شدت غم کو چھپالیتی ہے۔

☆مسکراہٹ غموں کے پہاڑ میں حوصلے کی چٹان ہے۔

☆مسکراہٹ مسرت کا پیغام ہے۔

☆مسکراہٹ دماغ کی ٹھنڈک ہے۔

سائرہ بانو' اپچوڑہ، (عادل آباد)

☆زندگی ایک چیلنج ہے اسے قبول کرو

☆حادثہ ہے اس کا سامنا کرو۔

☆فرض ہے اسے انجام دو

☆سفر ہے اسے پورا کرو

صباء النخار، بردابا' کتول' در بھنگہ (بہار)

☆دنیا کی محبت اندھیرا ہے اور اس کا چراغ تقوا ہے۔

☆گناہ اندھیرا ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔

☆قبر اندھیرا ہے اور اس کا چراغ کلمہ شہادت ہے۔

☆آخرت اندھیرا ہے اور اس کا چراغ عمل صالح ہے۔

☆پل صراط اندھیرا ہے اور اس کا چراغ یقین ہے۔

یاسمین بانو' گلی منگل بازار' نندوربار' دھولیہ

☆عورت دنیا کی زینت ہے۔

☆عورت قوموں کی عزت ہے۔

☆عورت مرد کے ہر دکھ سکھ کی برابر کی شریک ہے۔

☆جس گھر میں عورت نہ ہو وہ گھر ایک ویرانے کی مانند ہے۔

☆عورت اس دھرتی کے سینے پر چلتے پھرتے فرشتے کی مانند ہے۔

وسیم سلطانہ' ویلپور' نظام آباد

ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

☆حضور سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اسی طرح

جس کے دل میں رائی کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

گلناز پروین، مومن پورہ، بالاپور، اکولہ

☆جس پر نصیحت کا اثر نہ ہو اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

☆ترقی نہ کرنے والا انسان اس پھول کی طرح ہے جو شاخ گل پر تو آیا لیکن کھل کر اپنی بہار نہ دکھا سکا۔

☆آہستہ بولنا نیچی نگاہ رکھنا' میانہ چال چلنا ایمان کی نشانی ہے۔

امیر خسرو' مرزاپور' ارریہ (بہار)

جنتی ہونے کی بشارت

☆حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا! "جو شخص فجر اور عصر کی نماز ادا کرتا رہے گا وہ جنت میں ہوگا۔

صدف بن تیر' اٹارنی پیلس' کنتول' مدھوبنی

☆کوئی کام کرتے وقت بسم اللہ کہو

☆کسی چیز کو دیکھ کر خوش ہوتے وقت سبحان اللہ کہو۔

☆کسی چیز کی تعریف کرتے وقت ماشاء اللہ کہو۔

☆کسی چیز کا شکریہ ادا کرتے وقت جزاک اللہ کہو۔

☆چھینک آتے وقت الحمد للہ کہو۔

ندیم المظفر' بسنت پور' ارریہ (بہار)

یاد رکھنے کی پیاری باتیں

☆بہادر مقابلہ کے وقت آزمایا جاتا ہے۔

☆دوست کو مصیبت کے وقت آزمایا جاتا ہے۔

☆بے ادبی کرنے سے بد نصیبی آتی ہے۔

عاشق الٰہی، حسن پور، برہروا، سیتامڑھی

☆اپنے کو عالم کہنے والا جاہل اور اپنے کو جنتی کہنے والا جہنمی ہے۔

☆تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔ (الف)سلام کرنا (ب) مجلس میں دوسروں کے لیے جگہ خالی کرنا(ج) مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔

☆کسی کی دینداری پر اس وقت تک اعتماد نہ کرو جب تک اسے طمع کے وقت نہ آزمالو۔

محمد رفیق اکرام پور اکرمہیا' بستی (یوپی)

☆زندگی ایک وعدہ ہے اسے پورا کرو۔

☆نماز ایمان کی روح ہے۔

☆نماز قبر کا چراغ ہے۔

☆علم صرف کتابوں میں نہیں استاد کی زبان میں بھی ہوتا ہے۔

غلام علی' اینگلو اردو ہائی اسکول، شری رامپور احمد نگر

☆کام کرنے سے تین برائیوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اکتاہٹ' گناہ' غربت۔

☆جو جسم حرام مال سے پلا ہو کبھی جنت میں نہیں جائے گا۔

تنویر عبدالمجید ملا' ڈائمنڈ جوبلی کمپاؤنڈ' ممبئی

پسندیدہ اشعار

(اس کالم میں ہمارے پیامی نہ صرف شعر غلط لکھتے ہیں بلکہ کسی کے شعر پر کسی دوسرے شاعر کا نام ڈال دیتے ہیں۔ انھیں چاہیے کہ شعر نقل کرنے کے بعد اس کو ایک بار اصل شعر سے ملالیں، غلط اشعار یا شاعر کا غلط نام لکھنے پر وہ شعر شائع نہیں کیا جائے گا۔ ادارہ)

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی
(حفیظ جالندھری)

خیر النساء محمود خوط، فرارے اردو اسکول، تعلقہ داپولی

اس شہر میں میرا کوئی اپنا بھی نہیں ہے
اچھا ہے کسی بات کا خطرہ بھی نہیں ہے

حمیدہ پروین، حافظ پورہ، منگرول پیر

ادب سے ہی انسان انسان ہے
نہ سیکھے ادب تو وہ حیوان ہے

لبنیٰ کوثر اردو ہائی اسکول، اسلام پور

ہوا بجھانا بھی چاہے مگر بجھا نہ سکے
دیا اک ایسا جلا کر منڈیر پر رکھنا

منیرہ بانو خلیب، علی صاحب محلہ، نند دربار

لاؤں وہ تنکے کہاں سے آشیانے کے لیے
بجلیاں بے تاب ہوں جن کے جلانے کے لیے

نازنین اختر انعامدار، دارود

بس اک قدم اٹھا تھا غلط راہِ شوق میں
منزل تمام عمر مجھے ڈھونڈتی رہی

محمد ساجد احسن، مدرسہ احمدیہ ڈاک خانہ ابا بکرپور

لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں
تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں

شیخ اصغر شیخ غلام مصطفےٰ، قاضی نگر، بھنڈارہ

نبیوں میں اس طرح ہے محمدؐ کی آب و تاب
پھولوں کے بیچ پھول ہو جیسے گلاب کا

اسما پروین، ناصر گنج چوک، منگرول پیر

آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے
(اقبال)

مقصود حسین، اسلامیہ عربک کالج، منصورہ، آلور ہاسن

تیرے بندوں میں شامل ہیں ملائک جن و انساں سب
تیری قدرت کے صدقے مالک ارض و سما تو ہے

تمنا انور، تیگھروا، کٹیہار

نجانے چشم عنایت میں کیا نظر آیا
غریب رو دیا دامن کو اپنے پھیلا کر
(حفیظ میرٹھی)

ارجمند شاہین بنت رفیق، ماناء آکولہ

جن ذرّوں نے بوسے تیرے قدموں کے لیے تھے
ان ذرّوں کو سورج کی کرن چوم رہی ہے
(محسن رضا)

محمد متین، دارالعلوم غوث، اعظم شیگاؤں، بلڈانہ

کانٹوں کی بستیوں میں فسادوں کے شہر میں
اخلاص کے گلوں کا خریدار کون ہے

ہے جھوٹ کے ہاتھوں میں زمانے کی امامت
بازار میں بکتی ہوئی سچائی ملی ہے
(وسیم ملک)

محمد عمیر احمد، واشم، باغبان پورہ

آگے کسی کے کیا کریں دستِ طمع دراز
وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

بشریٰ عبدالغنی خوط، تعلقہ داپولی،

نہ صورت بُری ہے نہ سیرت بُری ہے
بُرا ہے وہی جس کی نیت بُری ہے

اسی امید پہ کاٹی ہے رات آنکھوں میں
کہ شب کے بعد اجالوں کا سلسلہ ہوگا

اطہر پرویز، وارڈ نمبر ا، قلمب، ایوت محل

کیجیے کس پر بھروسہ کس کو رہبر مانیے
گانو میں ڈاکا پڑا 'مکھیا' بھی حصہ دار تھا

شاداب عالم، بک مارٹ، ارریہ بہار

آیا ہے جب بھی مجھ کو یارب خیال تیرا
پیشِ نظر رہا ہے، جاہ و جلال تیرا

جویریہ تسنیم، کریم نگر

دعا کے واسطے سوز دروں کی شرط لازم ہے
زباں جب بے اثر ہو ہاتھ پھیلانے سے کیا ہوگا

فیروزہ محمود خوط، فرارے، تعلقہ داپولی

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

فرح تنویر، یاسمین، ابا بکر پور

بدلی بدلی سی زمانے کی ہوا ہے یارو
اب نہ وہ دل، نہ محبت، نہ وفا ہے یارو

حنا انور، جمال پور۔ علی گڑھ

جو زخم ملے ہیں اپنوں سے
ان زخموں کو گنوائیں کیا

یہ زخم ہی اپنا حصہ ہیں
ان زخموں پر شرمائیں کیا
(جاں نثار اختر)

محمد آصف عبدالغفار، اقبال چوک، دیول گھاٹ

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں میں
(جگر)

نعیم خان قاسم خان، دھاڑ، تعلقہ، بلڈانہ

حدودِ ذات سے باہر نکل کے دیکھ ذرا
نہ کوئی غیر نہ کوئی رقیب لگتا ہے
(جاں نثار اختر)

مبین اسماعیل خوط، فرارے اردو اسکول، داپولی

مدت سے منتظر تھا کسی رات کے لیے
مر مر کے جی رہا تھا ملاقات کے لیے

عبدالصمد، گریڈ یھوی، خیر آباد، مئو

اس نے مجھ کو اک نظر دیکھا اور آنکھیں پھیر لیں
جیسے عجلت میں کوئی اخبار پڑھ کر پھینک دے

محمد وجیہ الحق، شیر محمد بھیگو، بابر لاج، دربھنگہ

کس کو اب ہوگا وطن میں آہ میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے پر رہے گا بے قرار

امتیاز احمد، سلفیہ اسکول، لہریا سرائے، دربھنگہ

دیدار مصطفیٰ کو آنکھیں ترس رہی ہیں
دشوار ہو گیا ہے ان کے بغیر جینا

سید عتیق الرحمٰن، مولانا آزاد اردو ہائی اسکول، بدنیرہ

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا

ایم۔ رفیق، ایم غفار، دیول گھاٹ

ہٹا سکو تو ہٹا دو یہ راہ کے پتھر
تمھارے بعد بھی کوئی یہاں سے گزرے گا

o

طلب پھولوں کی ہے ناداں تو کانٹوں سے گزر پہلے
اگر مقصود ہے گوہر، سمندر میں اتر پہلے

عقیل احمد، اقبال چوک، دیول گھاٹ

رسوا اگر نہ کرنا تھا عالم میں یوں مجھے
ایسی نگاہ ناز سے دیکھا تھا کیوں مجھے

حسین جابری، آرمور، نظام آباد

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

محمد شفیق، دیول گھاٹ

آج کا کام نہ کل پر ٹالو
جو کچھ لکھنا ہو لکھ ڈالو

o

اِدھر اُدھر کی جھوٹی باتیں
ذرا ذرا سی جیتیں ماتیں

o

جانے پھر کب موت آجائے
دل کی دل ہی میں رہ جائے

فاطمہ ابراہیم خوط، فرارے اردو اسکول، داپولی

تقدیر جھومتی ہے غم مسکرا رہے ہیں
سرکار کے دیوانے طیبہ کو جا رہے ہیں

محمد سالم اعظمی، چکہا، ابراہیم پور

جان جب خاک میں پڑتی ہے تو ہوتی ہے خوشی
خاک جب خاک میں ملتی ہے تو سب روتے ہیں

محمد نسیم الرحمٰن عادل، نلگنڈہ

کیا مصلحت شناس تھا وہ آدمی قتیل
مجبوریوں کا نام وفا جس نے رکھ دیا
(قتیل شفائی)

مختار اسکرین، سید پورہ، بالاپور

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

شکیل احمد، آرمور، نظام آباد

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

فردوس صدیقی، دھنج بزرگ، مہاراشٹرا

خدا آباد رکھے میرے گھر کو
کہیں بھی ایسی ویرانی نہیں ہے

شاہ نواز رضا، نوگانو، سادات

یقین وعدہ نہیں تاب انتظار نہیں
کسی طرح بھی دلِ زار کو قرار نہیں

محمد عبداللہ کامل، مدرسہ ادارہ محمودیہ، نعیم پور

غربت میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا
شمع بھی جلاؤ تو اجالا نہیں ہوتا

زمرت انصاری، مبارکپور

جہاں تک دیکھیے تعلیم کی فرماں روائی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے

سمیع اللہ خان، بلرام پوری، (یوپی)

زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دوں گا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے، نام ان کا مٹا دوں گا

راشد ظہیر، کانپور، جاجمو، (یوپی)

حسرت نہیں ارمان نہیں، آس نہیں ہے
یادوں کے سوا کچھ بھی میرے پاس نہیں ہے

محمد عمیر، مانور چوک، منگرول پیر

پھل دار کے نصیب میں ہے پتھروں کی چوٹ
یہ حوصلہ نہیں ہے تو بے ثمر رہو

محمد امداد اللہ رحمانی، مدرسہ احمدیہ، ابابکر پور

پھر کس طرح کرے کوئی اظہار آرزو
اب التجا سے آپ کے ماتھے پہ بل پڑے

محمودیہ بک ڈپو، بکبان پورہ، واشم

کھلے دشمن کا استقبال بھی منظور ہے لیکن
خدا محفوظ رکھے دوست کے ذہنی تعصب سے

محمد کفیل انجم، سید پورہ، بالاپور، آکولہ

سو بار تیرا دامن ہاتھوں میں میرے آیا
جب آنکھ کھلی دیکھا اپنا ہی گریباں تھا

نسرین حبیب، سلطان گنج، پٹنہ

خود ہی جھک جائیں گے ان اونچے درختوں کے غرور
جب یہ پھل دار بنیں گے تو لچک جائیں گے

یوسف خان، یعقوب خان، ۴۴ شبیر نگر، مالیگاؤں

کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغ زباں کو
روکا ہے کبھی باغ کے پتوں نے خزاں کو

نغمہ ناز، آسیگاؤں، منگرول پیر

آگیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ثمینہ شبنم، دھنج بزرگ، مہاراشٹر ا

اس کے دل تک زندگی کی روشنی جاتی نہیں
بھول کر بھی اس کے ہونٹوں پر ہنسی آتی نہیں

حافظ بدر عالم رضوی، ابابکر پور، ویشالی

تری حویلی کے در سے ہمارا قد ہے بلند
اور ہم کو آتا نہیں اپنے سر کو خم رکھنا

فرزانہ پروین، بنت مرغوب حسن، کاکی نارا

ہماری نفرتوں کی آگ میں سب کچھ نہ جل جائے
کہ اس بستی میں ہم دونوں کو آئندہ بھی رہنا ہے

غلام حسنین بابل، بنگواں لاج، آزاد نگر، ارریہ

جو بھی حق ہے اسے بے خوف و خطر کہتا ہوں
مصلحت کہتی ہے خاموش! مگر کہتا ہوں

شہاب ثاقب، اسلامیہ عربک کالج، جودھپور

کہانی میری رودادِ جہاں معلوم ہوتی ہے
جو سنتا ہے اسی کی داستاں معلوم ہوتی ہے

عبدالحامد، پھلواری ٹوا بازار، سدھارتھ نگر

نیکی کی مغفرت کی اگر تجھ کو آس ہے
دے دے خدا کی راہ میں جو تیرے پاس ہے

فرقان احمد انصاری، شیرپو، فرارے، داپولی

محمدؐ کی جس دل میں الفت نہ ہوگی
تو پھر اس کی قسمت میں جنت نہ ہوگی

زینت خانم، آنسوں، طاہر علی فرارے، داپولی

کسی کو اپنا بناؤ نہ اس زمانے میں
کہ چوٹ کھاتا ہے انسان دوستانے میں

عفیمہ پروین، حافظ پورہ، منگرول پیر

ہم بھی تعمیر وطن میں ہیں برابر کے شریک
در و دیوار اگر تم ہو تو بنیاد ہیں ہم لوگ

ظہور احمد، عبدالکلام، بھی گاؤں، امراوتی

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنی خورشید پہ پھیلا دیے سایے ہم نے

شہوار نازیہ، قاضی پورہ، وارڈ

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں

محمد نصر فیکری پورہ، منگرول پیر

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں
(اقبال)

نکہت حمید سنجرپور، اعظم گڑھ

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور
(اقبال)

نوشین فاطمہ، جاجمئو، کانپور

اہل جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک
لعل پھر کیوں ہند میں آتا بدخشاں چھوڑ کر

محمد سالم ظفر، اسلام نگر، ارریہ، بہار

یہ مہر تاباں سے جا کے کہہ دو، وہ اپنی کرنوں کو گن کے رکھ لے
میں اپنے صحرا کے ذرے ذرے کو خود چمکنا سکھا رہا ہوں

ذکی انور مجاہد، السبیل اکیڈمی، ارریہ، بہار

جس نے اللہ کو آفت میں پکارا ہوگا
اس کا ہر کام خدا ہی نے سنوارا ہوگا

نوشاد احمد، دھنج بزرگ، مہاراشٹرا

معلومات

ایک منٹ

☆ایک منٹ ہمارے نزدیک معمولی سا وقت ہے اور اس کو ہم یونہی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ لیکن اس ایک منٹ میں بڑے بڑے کام ہوجاتے ہیں۔ اہم واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔ ایک منٹ میں ۴۰ الفاظ لکھے جا سکتے ہیں۔ ۳۰۰ سے زائد الفاظ پڑھ سکتے ہیں۔ ایک انسان کا دل ۷۲ مرتبہ دھڑکتا ہے۔ پوری دنیا میں ۴۰۰ مکعب فٹ بارش ہوتی ہے۔ ۳۴۰ شادیاں اور تین طلاقیں ہوتی ہیں۔ ۱۰۰ موتیں ہوتی ہیں ۱۱۴ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ۴۰۰۰ ٹن خوراک کھائی جاتی ہے۔ چالیس لاکھ سگرٹ پیے جاتے ہیں۔ ایک انسان چار سو گز چل سکتا ہے۔

خان توحید احمد، علاؤ الدین، گھاٹ کوپر ممبئی

☆دنیا میں سب سے بڑا آتش فشاں پہاڑ اٹلی میں ہے۔

☆ دنیا میں سب سے زیادہ یونی ورسٹیاں امریکہ میں ہیں ۲۰۰ سے زاید۔

☆ دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر لندن میں ہے۔

☆ چڑیا ایک دن میں اپنے وزن سے زیادہ غذا کھاتی ہے۔

مشتاق فاروقی، پربھنی۔۲

	ملک	راجدھانی
☆	روس	ماسکو
☆	فرانس	پیرس
☆	انگلستان	لندن
☆	امریکہ	واشنگٹن
☆	عراق	بغداد
☆	جاپان	ٹوکیو

کوثر فاطمہ، سلطان گنج، پٹنہ۔۶

☆ ۳ھ میں شراب حرام ہوئی۔

☆ ۲ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی۔

☆ رمضان کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے۔

☆ اسلام میں پہلی مسجد قبا میں تعمیر ہوئی۔

ناظم مرتضی، مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی

☆ صحابی رسولؐ حضرت ابوہریرہؓ کا خاندانی نام عبد شمس تھا۔

☆ قبیلہ غفار کے مشہور صحابی کا نام حضرت ابوذر غفاریؓ تھا۔

☆ ۹ھ میں حضور ﷺ نے حج کے لیے مسلمانوں کا امیر الحج حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بنایا تھا۔

☆ خاتون جنت حضرت فاطمہؓ کے دادا محترم کا اسم گرامی عبداللہ تھا۔

☆ حضرت بلالؓ کے والد کا نام بلالؓ بن رباح تھا۔

انیس احمد محمد حسن، ایوب نگر، مالیگاؤں

☆ چار بزرگوں نے ایک رکعت نماز میں تمام قرآن شریف ختم کیا۔
(۱) حضرت عثمانؓ (۲) حضرت تمیم انصاریؓ
(۳) حضرت سعیدؓ بن جبیر (۴) حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ

☆ وٹامن ۷ ہوتے ہیں۔
A B. C. D. E K. P

☆ India Gate پر 13516 فوجیوں کے نام ہیں۔

صفیہ فاطمہ، رویندر نگر، عادل آباد، آندھرا پردیش

انسان کا رزق ۳۶۰ دستکاروں کی مدد سے تیار ہوتا ہے

☆ جب ہم دستر خوان پر روٹی کھاتے ہیں تو یہ روٹی ہمارے دستر خوان تک پہنچنے تک ۳۶۰ دست کاروں کے ہاتھوں سے گزرتی ہے۔ ان دست کاروں میں سب سے پہلے حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد وہ فرشتے ہیں جو بادلوں کو حرکت دیتے ہیں اور بارش ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ چاند، سورج، آسمان، ہوا کے فرشتے زمین کے چوپائے اور آخر میں وہ شخص ہے جو اپنے ہاتھ سے روٹی پکاتا ہے۔

محمد نعمان رضا نوری، رادیر

☆ مولوی عبدالحق کو بابائے اردو کہتے ہیں۔
☆ علامہ اقبال کو شاعر مشرق کہتے ہیں۔
☆ جوش ملیح آبادی کو شاعر انقلاب کہتے ہیں۔
☆ ہندستانی ادب میں پہلا نوبل پرائز "رابندر ناتھ ٹیگور" کو ملا۔
☆ نوبل پرائز انعام یافتہ کتاب "گیتا نجلی" ہے۔

شہباز بانو، شیعوار، وروڈ

☆ کسی بھی صحت مند شخص کے دل کا وزن ۳۴۰ گرام ہوتا ہے۔
☆ دل کی لمبائی 15CM اور چوڑائی 10CM ہوتی ہے۔
☆ دل کے چار خانے ہوتے ہیں۔
☆ دل کی دھڑکن ۷۲ ہر منٹ ہوتی ہے۔
☆ جسم میں خون ۴ لیٹر ہوتا ہے اور خوشی اور جھگڑے کے موقع پر یہی خون ۴ سے ۵ لیٹر ہو جاتا ہے۔

سید اسماء ہلال نقوی، ذہرا باغ، علی گڑھ

☆ ماسکو یونیورسٹی (روس) شہر سے دور ایک بڑے شہر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی وسعت کا اندازہ آپ اس طرح لگا سکتے ہیں کہ اگر ایک شخص یونیورسٹی کی عمارت میں پیدا ہو اور ہر کمرے میں ایک رات بسر کرلے اور ۱۰۹ برس کی عمر پائے تو بھی وہ یونیورسٹی سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس یونیورسٹی کا پورا نام "ایم وی لومر نوسٹوا اسٹیٹ یونیورسٹی" ہے جو لیٹن فال ماسکو کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کی ۳۲ منزلیں ہیں جن میں چالیس ہزار کمرے ہیں۔

یہ تقریباً ۷۸۷ فٹ بلند ہے۔ یہ یونیورسٹی ۱۹۴۹ء میں تعمیر ہونا شروع ہوئی تھی اور تقریباً پانچ سال ۱۹۵۳ میں مکمل ہوئی تھی۔

صبیحہ تبسم، اسلام پورہ، کلب، ایوت محل

کیا آپ جانتے ہیں

☆ ٹیسٹ میچ میں بھارت کی طرف سے پہلی سنچری امرناتھ نے بنائی تھی۔

☆ ایک روزہ میچ میں پاکستان کی طرف سے پہلی سنچری ماجد خان نے بنائی تھی۔

☆ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے بڑی اننگ کھیلنے کا اعزاز ویسٹ انڈیز کے برائن لارا کے پاس ہے۔ انھوں نے انگلینڈ کے خلاف ۳۷۵ رن بنائے تھے۔

امتیاز احمد، ابراہیم پور، دکھن، پوکھری

تفصیل حروف قرآن

☆	ا	۴۸۸۷۲
☆	ب	۱۱۴۲۸
☆	ت	۱۱۹۹
☆	ث	۱۲۷۶
☆	ج	۳۲۷۶
☆	ح	۹۷۳
☆	خ	۲۴۱۶
☆	د	۵۶۰۲
☆	ذ	۴۶۷۷
☆	ر	۱۱۷۹۳
☆	ز	۱۵۹۰
☆	س	۵۹۹۱
☆	ش	۲۱۰۵
☆	ص	۲۰۱۲
☆	ض	۱۳۰۷
☆	ط	۱۲۷۷
☆	ظ	۸۴۲
☆	ع	۹۲۲۰

محمد وصی احمد، ٹرہٹا، مدھوبنی، بہار

☆ انگلینڈ اور آسٹریلیا کا قومی کھیل "کرکٹ" ہے۔

☆ پاکستان اور بھارت کا قومی کھیل "ہاکی" ہے۔

☆ برازیل کا قومی کھیل "فٹ بال" ہے۔

☆ امریکہ کا قومی کھیل "باسکیٹ بال" ہے۔

زبیر احمد، شیواز، وروڈ

کلائی گھڑی میں کمپیوٹر

☆ جاپان کی ایک کمپنی نے دنیا کا پہلا کلائی گھڑی کمپیوٹر تیار کیا ہے۔ ۱۶ جائٹ مائیکرو پروسیر والے اس کمپیوٹر میں دیگر کمپیوٹر سے کوئی بھی مضمون یا تصویر ڈالی جا سکتی ہے۔ اسے بنانے والی کمپنی ہر سال اس طرح کے ۱۰ ہزار کمپیوٹر بیچنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔

یسرا ہادی، اسد عمران، شاستری پارک، دہلی

☆ قرآن مجید کا وہ نسخہ جس کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تھے آج کل روس والوں کے قبضہ میں ہے۔

☆ دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ مسلمان کا ہے جو کہ ایک ارب سے زیادہ ہے۔

☆ ایک پونڈ شہد جمع کرنے کے لیے شہد کی مکھی دو لاکھ پھول چوستی ہے۔

☆ انسان کے آنتوں کی لمبائی ۲۲ فٹ ہے۔

☆ انگلستان کا ماتم کا لباس کالا ہے اور جاپان میں سفید ہوتا ہے۔

☆ دنیا میں سب سے سست رفتار جانور گھونگا ہے ایک میل چلنے میں ایک ماہ لگتا ہے۔

شبانہ اعظمی، درگاہ بیلا، ویشالی، بہار

☆ قرآن شریف ۲۲ سال ۵ ماہ ۱۴ دن میں نازل ہوا۔

☆ قرآن شریف میں ۲۶ انبیاء کرام کے نام کی صراحتیں ہیں۔

☆ قرآن شریف میں ۲۶ پیغمبروں کے اسماء گرامی آتے ہیں۔

☆ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو پیار بھرے القاب سے خطاب کیا ہے۔ جیسے: یا ایھا المزمل یا ایھاالمدثر۔

☆ قرآن مجید میں صرف ایک خاتون کا ذاتی نام آیا ہے وہ حضرت بی بی مریم ہے۔

☆ قرآن مجید میں سب سے زیادہ حضرت موسیٰؑ کا نام آیا ہے۔

مقصود حسین، اسلامیہ عربک کالج، منصورہ، آلور، ہاسن

☆ بھارت میں اتوار کو چھٹی ۱۹۴۴ سے شروع ہوئی۔

☆ دنیا کی سب سے قدیم قوم چینی قوم ہے۔

☆ جاپان کو طلوع آفتاب کا ملک کہا جاتا ہے۔

شیخ عبید مومن پورہ، بالا پور آکولہ

☆ ہندستانی فلموں میں سب سے پہلے نور جہاں کو "ملکہ ترنم" کا خطاب ملا۔

☆ ہندستانی فلموں میں سب سے پہلے محمد رفیع کو "شہنشاہ نغمات" کا خطاب ملا۔

☆ ہندستانی فلموں میں سب سے پہلے غلام محمد کو "شہنشاہ موسیقی" کا خطاب ملا۔

☆ ہندستانی فلموں میں سب سے پہلے "شہنشاہ جذبات" کا خطاب دلیپ کمار کو ملا۔

غلام سرور، آزاد ہائی اسکول، چاکند، گیا

کھیل	کھلاڑیوں کی تعداد
کرکٹ	۱۱
ہاکی	۱۱
کبڈی	۷
والی بال	۶
باسکٹ بال	۵
کیرم	۲ یا ۴

محمد ابرار ناندوری، مشتاق تنویر، بدنیروی

بچوں کی کوشش

(جولائی ۹۸ء کے پیام تعلیم کے ٹائٹل پر ایک تصویر شائع کی گئی تھی اور پیامیوں سے درخواست کی گئی تھی کہ اس تصویر پر کہانی لکھیں، یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے پیامیوں نے بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کہانیاں اتنی تعداد میں آئیں کہ ہمارے لیے ان کا پڑھنا مشکل ہو گیا۔ ہم نے اپنے دوست کوثر مظہری، لیکچرر شعبہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ سے درخواست کی کہ وہ انھیں پڑھ کر اپنی رائے سے مطلع کریں۔ انھوں نے ہماری خاطر تمام کہانیوں کو بغور پڑھا۔ جتنی کہانیاں تصویر کے مطابق تھیں اور اچھی تھیں انھیں الگ کر دیا اور فرمایا کہ یہ فیصلہ پیامیوں پر چھوڑ دیا جائے کہ کون سی کہانی سب سے اچھی ہے کون سی دوسرے اور تیسرے نمبر پر۔ اب یہ فیصلہ آپ پر ہے کہ کس کہانی کو اول نمبر دیا جائے کس کو دوسرا اور تیسرا نمبر۔ لیکن پہلے تمام کہانیاں پڑھیے، پھر فیصلے سے مطلع کیجیے۔ ایک بات اور کوثر مظہری صاحب نے یہ بھی کہی ہے کہ بعض کہانیاں پیامیوں کے نام سے ان کے بزرگوں نے لکھی ہیں، یہ طریقہ مناسب نہیں۔ پیام تعلیم نے تو اپنے پیامیوں میں لکھنے کی تحریک پیدا کرنے کے لیے یہ سلسلہ شروع کیا۔ اس طرح تو پیام تعلیم کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ (ادارہ)

پرستان کا شہزادہ

بہت پرانے زمانے کی بات ہے کسی ملک "گلستان" پر شمس الدین نامی بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ شمس الدین انصاف پسند، بہادر اور رحم دل بادشاہ تھا، قرآنی احکام اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کرتا تھا اس لیے رعایا اس سے بہت خوش تھی۔

شمس الدین کا کوئی بیٹا نہ تھا صرف ایک بیٹی تھی جس کا نام شہزادی گلنار تھا۔ شہزادی گلنار بہت ہی خوبصورت تھی۔ اس کے بال لمبے اور سنہرے تھے۔ نیلی نیلی آنکھیں اور دودھ جیسا سفید رنگ تھا۔ پورے ملک میں اس سے زیادہ خوبصورت کوئی لڑکی نہ تھی۔ بادشاہ اور ملکہ شہزادی سے بہت پیار کرتے تھے۔ شہزادی بھی اپنے والدین سے اتنی ہی محبت کرتی تھی۔

دن گزرتے گئے اور شہزادی دیکھتے ہی دیکھتے سولہ سال کی ہو گئی لیکن یہ کسی کو بھی پتہ نہ چلا کہ شہزادی کی عمر کے ساتھ ساتھ ایک خطرناک بیماری بھی اس کے جسم کے اندر پھیل رہی ہے۔ اس کا پتا اس وقت چلا جب ایک روز اچانک شہزادی بیمار ہو گئی اور اسے تیز بخار ہو گیا۔ بادشاہ نے ملک کے تمام حکیم اور وید جمع کر لیے مگر شہزادی کی حالت دن بہ دن خراب ہی ہوتی گئی۔ آخر کار شاہی حکیم نے ایک آخری علاج بادشاہ کو بتایا جو تقریباً ناممکن جیسا ہی تھا۔ حکیم نے بتایا کہ یہاں سے سیکڑوں میل دور برگوت کا ایک خطرناک جنگل ہے جو گھنی اور خاردار جھاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس جنگل میں ایک قلعہ نما

بھیانک کھنڈر ہے۔ کھنڈر کے بیچوں بیچ ایک بڑے سے کمرے میں "روغن مرغ شیریں" رکھا ہوا ہے۔ اگر اسے لاکر شہزادی کو ایک ماہ کے اندر پلایا جائے تو وہ ٹھیک ہو سکتی ہے ورنہ شہزادی کا بدن دن بہ دن پیلا ہو جائے گا اور وہ شاید اللہ کو پیاری ہو جائے۔

شہزادی دن رات روتی ہی رہتی تھی اسے احساس ہو گیا تھا کہ اب وہ زندہ نہیں رہے گی۔ شہزادی کی حالت دیکھ کر بادشاہ اور ملکہ اداس رہنے لگے۔ آخر کار بادشاہ نے پورے ملک میں اعلان کروادیا کہ جو شخص بھی شہزادی کے علاج کے لیے "روغن مرغ شیریں" لائے گا بادشاہ اسے منہ مانگا انعام دیں گے اور شہزادی سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔ یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی اور کئی ملکوں کے شہزادوں نے اپنی قسمت آزمائی کی اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

ملک گلستان کے ایک پڑوسی ملک پرستان کے شہزادے کو بھی یہ خبر معلوم ہوئی۔ شہزادہ کا نام سلمان التمش تھا۔ شہزادہ سلمان بہادر، ذہین، رحم دل اور عبادت گزار تھا۔ اس سے کسی کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اس لیے اس نے فیصلہ کیا کہ وہ شہزادی کے علاج کے لیے برگوت کے جنگل سے روغن مرغ شیریں لائے گا۔

اگلی صبح فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد شہزادہ سلمان اپنے والدین کی دعاؤں اور اپنے گھوڑے کے ساتھ خدا کا نام لے کر برگوت کی طرف نکل پڑا۔ سلمان ایک وسیع ریگستان سے گزر رہا تھا کہ اسے کوئی اس کی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ آنے والے شخص نے بتایا کہ اس کا نام جانباز ہے اور وہ بھی شہزادی کے علاج کے لیے برگوت جا رہا ہے۔ دونوں میں یہ طے ہوا کہ دونوں الگ الگ راستوں سے برگوت کی طرف جائیں گے پھر دونوں الگ الگ راستوں پر نکل پڑے۔

کئی دن شہزادہ سلمان اونچے پہاڑ اور صحرا کی گرم ریت پر سفر کرتا رہا۔ سلمان کہیں نخلستان دیکھتا تو وہاں تھوڑی دیر آرام کرتا۔ گھوڑے کو گھاس کھلاتا خود بھی کچھ پھل وغیرہ توڑ کر کھاتا اور تکان دور ہونے کے بعد آگے بڑھ جاتا۔ خدا کو یاد کرتا ہوا سلمان آگے بڑھتا ہی جا رہا تھا کہ اسے ریت پر انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے نظر آنے لگے جو پہلے کوشش کرنے والے شہزادوں کے تھے۔ سلمان گھوڑا تیز دوڑاتا ہوا آگے جانے لگا تھا کہ سامنے سے ایک زور دار آواز آئی 'ٹھہرو' سلمان رک گیا اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک بلند قامت دیو اس کے سامنے چٹان کی طرح کھڑا ہے۔ دیو نے کہا اے انسان آگے مت جانا ورنہ ان ڈھانچوں کی طرح تجھے بھی ختم کر دوں گا۔ یہاں سے برگوت کا جنگل شروع ہوتا ہے اور میں اس کی

سرحد کی رکھوالی کرتا ہوں تاکہ کوئی اندر داخل نہ ہو سکے۔ اگر تو زندہ رہنا چاہتا ہے تو واپس چلا جا۔ شہزادہ سلمان گھبرا گیا لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اور خدا کا نام لے کر کہا یا اللہ الصمد مدد کر اور اس زور سے اپنا خنجر دیو کے سر میں مارا کہ وہ بچ نہ سکا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ سلمان نے خدا کا شکر ادا کیا اور آگے بڑھ گیا۔

برگوت کا علاقہ شروع ہو چکا تھا۔ چاروں طرف خاردار جھاڑیاں تھیں جن سے گزرنا بہت مشکل تھا۔ سلمان کے کپڑے تار تار ہو چکے تھے اور وہ اور اس کا گھوڑا دونوں زخمی ہو چکے تھے۔ کئی دن وہ بھوکا پیاسا چلتا رہا۔ اتفاق سے سلمان کو ایک چھوٹا باغیچہ نظر آیا جہاں پھولوں کے درخت اور پانی کی نہر تھی۔ اس نے پھل کھائے پانی پیا اور گھوڑے کو گھاس پر چھوڑ کر آرام کرنا ہی چاہتا تھا کہ ایک جن غصے میں اس کے سامنے نمودار ہوا۔ جن نے کہا اے آدم زاد تو نے میرے پھل کھائے۔ تیری یہاں آنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ سلمان نے اس شیشے کی بوتل کو دیکھ لیا تھا جس کے اندر سے یہ جن نمودار ہو تھا۔ جن پاشا تمھارا تو یہاں کوئی گھر نظر نہیں آتا تم رہتے کہاں ہو؟ سلمان نے کہا۔ جن ہنسا اور کہا اس بوتل کے اندر۔ اس بوتل کے اندر؟ سلمان نے تعجب سے کہا۔ تم اتنے بڑے اس چھوٹی سی بوتل میں کیسے رہ سکتے ہو؟ سلمان نے پوچھا۔ جن نے کہا میں ابھی تجھے اندر جا کے دکھاتا ہوں اور وہ دھواں بن کر بوتل میں اتر گیا۔ سلمان نے پھرتی سے پاس ہی پڑا ڈھکن بوتل کو لگا دیا اور جن کو قید کر دیا۔ جن اندر سے چلاتا ہی رہا مجھے آزاد کر دے، مجھے آزاد کر دے، مگر سلمان اپنی حاضر دماغی سے جن کو قید کر کے آگے چل پڑا۔

ادھر محل میں شہزادی کی حالت دن بہ دن خراب ہوتی ہی جا رہی تھی اور اس کا جسم پیلا پڑنے لگا تھا۔ مسلسل آٹھ روز سفر کرنے کے بعد شہزادہ اس کھنڈر کے قریب پہنچ گیا جس کی اسے تلاش تھی۔ کھنڈر بہت ڈراؤنا نظر آتا تھا۔ ایک بڑے دروازے سے سلمان اندر داخل ہوا ہی تھا کہ چمگادڑوں نے اس پر حملے شروع کر دیے اور الو اور کبوتروں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ شہزادہ بچتا بچاتا آگے بڑھا اور اس کھنڈر کے بیچ میں ایک وسیع کمرے میں پہنچ گیا جہاں "روغن مرغ شیریں" ایک پیالہ نما برتن میں رکھا ہوا تھا۔ شہزادہ اس پیالے کی طرف لپکا ہی تھا کہ اچانک ایک بدصورت اور نہایت بڑی ہیبت والی روح اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ اس نے سلمان کو ختم کرنے کے لیے اس پر حملہ کیا۔ سلمان اس کے وار سے بچنے کی کوشش کرنے کے باوجود زخمی ہو گیا تھا لیکن پھرتی سے اس نے ا

پیالہ کو اٹھا لیا۔ پیالے کے اٹھاتے ہی وہ بد روح جل کر راکھ ہو گئی۔ پیالہ ایک آئینہ سے جڑا ہوا تھا اور شہزادے کے طاقت سے پیالہ اٹھاتے ہی وہ آئینہ ٹوٹ گیا اور یہ روح ختم ہو گئی کیونکہ اس کی جان آئینہ کے اندر تھی۔ سلمان نے پیالہ کو اس کا ڈھکن لگا دیا اور خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔ اچانک کسی نے پیچھے سے لکڑی سے اس کے سر پر وار کیا سلمان نے وار کرنے والے کو مڑ کر دیکھا اور بے ہوش ہو گیا۔ یہ وہی جانباز تھا جو الگ راستے سے نہیں بلکہ سلمان کے پیچھے آ رہا تھا۔ تا کہ ایسا کوئی موقع پا کر اسے ختم کر دے۔ اب جانباز نے وہ پیالہ اٹھایا اور گلستان کی طرف روانہ ہو گیا۔

دو روز بعد سلمان کو ہوش آیا تو وہاں پر پیالہ موجود نہ تھا۔ سلمان کو بہت دکھ ہوا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کی محنت کا پھل کسی اور کو ملے گا۔ سلمان مایوس ہو کر گلستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جانباز گلستان پہنچ چکا تھا۔ جلد ہی جانباز شہزادی اور بادشاہ اور حکیم تک پہنچ گیا۔ حکیم نے جانباز کو پیالہ کا ڈھکن کھولنے کو کہا لیکن اس کے لاکھ کوشش کرنے پر بھی پیالے کا ڈھکن نہ کھلا۔ تب شاہی حکیم نے بادشاہ سے کہا "جہاں پناہ یہ ڈھکن اسی کے ہاتھوں سے کھلے گا جس نے اسے بند کیا ہو گا۔ جانباز نے جھوٹ کہا کہ اس نے وہ ڈھکن لگایا ہے اور بہادری سے یہاں تک لایا ہے مگر وہ اسے کھول نہ سکا"

ادھر تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا سلمان گلستان کی طرف بڑھنے لگا۔ اور جانباز کے دو روز بعد وہ گلستان پہنچ گیا۔ تب اسے شہر کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ ایک جانباز نامی شہزادہ "روغن مرغ شیریں" لایا ہے مگر اس سے پیالہ کا ڈھکن نہیں کھلا۔ یہ اسی کے ہاتھ سے کھلے گا جس نے اسے بند کیا تھا۔ شہزادہ سلمان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور وہ سیدھا راج محل کی طرف روانہ ہوا اور اس نے بادشاہ کو خبر کی کہ اسی نے وہ پیالہ بند کیا تھا اور صرف وہی اسے کھول سکتا ہے۔ بادشاہ اسے مریضہ شہزادی کے بستر کے قریب لے گیا اور حکیم نے سلمان کے ہاتھوں میں پیالہ دیا اور اسے کھولنے کو کہا۔ شہزادے نے فوراً اسے کھول دیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ خوشی سے پھولا نہ سمایا اور خود اپنے ہاتھوں سے شہزادی کو "روغن مرغ شیریں" پلانے لگا۔ اس کے پیتے ہی شہزادی میں جیسے نئی جان آ گئی ہو۔ کئی دنوں سے سوئی ہوئی شہزادی اٹھ کر بیٹھ گئی اور بادشاہ ملکہ اور حکیم کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے۔

بادشاہ نے کہا اے نیک دل شہزادے میں تمھارے اس احسان کا بدلہ کبھی نہیں چکا سکوں گا اور اس نے شہزادہ جانباز کے لیے پھانسی کا حکم دے دیا لیکن سلمان نے بادشاہ شمس الدین سے کہا کہ اس نے جانباز کو معاف

کر دیا ہے لہٰذا آپ بھی اسے معاف کر دیں اور آزاد کر دیں۔

سلمان کی رحم دلی دیکھ کر شمس الدین بہت خوش ہوا اور اپنے وعدہ کے مطابق شہزادہ سلمان کے والدین کو بلا کر شہزادی گلنار کی شادی شہزادہ سلمان سے کر دی اور یہی نہیں بلکہ پورے گلستان کی حکومت بھی سلمان کو سونپ دی۔ اس طرح شہزادہ سلمان کی بہادری، نیک دلی اور ذہانت نے شہزادی گلنار کی جان بچائی اور دونوں خوش و خرم رہنے لگے۔

محمد سلمان، کھادی پورہ، دیول گھاٹ، بلڈانہ

آرزو کی آرزو

عادل شاہ ریاست عادل پور کا بادشاہ تھا۔ خدا نے نام کے ساتھ انصاف پروری، رحم دلی اور فیاضی جیسی خوبیوں سے نوازا تھا۔ ریاست میں ہر طرف خوشحالی، امن وامان کا دور تھا، رعایا بھی بادشاہ پر جاں نثاری کی تمنا رکھتی تھی۔

بادشاہ کے دو لڑکے تھے دونوں جڑواں بھائی تھے ایک کا نام شرجیل دوسرے کا نام راحیل تھا۔ شہزادے خوبصورت نوجوان تھے۔ دونوں بھائی استاد شیر خان سے دینی علوم کے ساتھ گھوڑا سواری، تیر اندازی، تلوار بازی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، دونوں شہزادے اپنے اپنے فن میں مشاق ہو چکے تھے۔ دونوں میں برتر کون ہے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا۔

ان سب باتوں کے باوجود فرق تھا تو دونوں کے مزاج میں۔ شہزادہ شرجیل غصہ والا، جلد باز اور ضدی طبیعت کا مالک تھا جبکہ شہزادہ راحیل خوش مزاج، ملنسار اور دور اندیشی کے ساتھ ادب و فرماں برداری کا مجسمہ تھا۔ شہزادہ شرجیل کبھی غصے میں راحیل کو نیچا دکھانے کی دُھن میں اخلاقی حدود کو پار کر جاتا لیکن شہزادہ راحیل ہر بات کو نظر انداز کر دیتا تھا۔

بادشاہ عادل شاہ کا وزیر اعظم سلامت بیگ تھا جو اعلا درجے کا مفکر دور اندیش و فنون سپہ گری کے جوہروں سے آراستہ تھا۔ بادشاہ وزیر اعظم کی بہت قدر کرتا تھا۔ اس کی ایک لڑکی تھی جس کا نام آرزو تھا۔ خدا نے جتنی خوبصورتی عطا کی تھی اس سے بڑھ کر سیرت سے نوازا تھا، نہایت شریف، عاقل صوم و صلوٰۃ کی پابند تھی۔ ان خصوصیات کی بدولت کئی شہزادے، آرزو کی تمنا رکھتے تھے لیکن آرزو راحیل کی خوبیوں سے متاثر تھی۔ وہ ہمیشہ راحیل کی سلامتی کی دعائیں مانگتی تھی اور دل ہی دل میں وہ راحیل سے الفت رکھتی تھی لیکن شرافت کی دیوی نے اپنے انداز و بیان سے کبھی اس بات کو ظاہر نہیں کیا۔

بادشاہ نے وزیر اعظم سے مشورہ کرنے کے بعد اپنے جانشیں کے انتخاب کا اعلان کیا تمام درباری دونوں شہزادوں میں سے کسی ایک کے نام پر متفق نہ ہو سکے۔ آخر کار دونوں شہزادوں کو اپنے جوہر دکھانے کا موقع دیا گیا۔ راج محل کے سامنے دونوں شہزادوں میں تلوار بازی، نیزہ بازی کے ساتھ ہر طرح کے مقابلے ہوئے۔ اس میں کون کس پر سبقت لے گیا کہنا مشکل تھا، ہر کوئی سوچ رہا تھا کہ ولی عہد کون منتخب ہوگا۔ بادشاہ کو دونوں کے جوہر دیکھ کر خوشی ہوئی لیکن اس کے خیالات کہیں اور تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ حکومت چلانے کے لیے بہادری کے ساتھ دوراندیشی مفکرانہ صلاحیتیں بھی ضروری ہیں۔ تب بادشاہ کی گرجدار آواز نے سب کو چونکا دیا۔ بادشاہ نے اعلان کیا کہ میرے شہزادے ہر معیار پر پورے اُترے ہیں لیکن اب میں ان کی ذہنی صلاحیت دیکھنا چاہتا ہوں دونوں شہزادوں کو اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ شہزادہ شرجیل اپنے کالے گھوڑے پر اور شہزادہ راحیل اپنے سفید گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تب بادشاہ نے اعلان کیا کہ یہاں سے دس میل دور موتی تالاب ہے۔ دونوں شہزادے وہاں جاکر واپس راج محل آئیں۔ جس کا گھوڑا پیچھے رہ جائے گا اسے ولی عہد کے عہدے کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم کی لڑکی آرزو نکاح میں دی جائے گی اعلان کو سنتے ہی کھلبلی مچ گئی۔ ہر کوئی سوچ رہا تھا یہ کیسا مقابلہ ہے جس کا گھوڑا بعد میں آئے گا وہی ولی عہد بننے کا حقدار ہوگا۔

دونوں شہزادے اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار موتی تالاب چلے گئے ادھر سارے دربار کے ساتھ آرزو بھی بے چین تھی۔ وہ راحیل کی کامیابی کے لیے خدا سے دعائیں مانگ رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ شہزادے موتی تالاب پہنچ کر ایک دوسرے کے محل جانے کا انتظار کرنے لگے۔ وہ دونوں بڑی الجھن میں تھے۔ دونوں نے اپنے گھوڑے چرنے کے لیے چھوڑ دیے تھے۔ اس گتھی کو سلجھانے کے لیے راحیل سوچ میں غرق تھا۔ جبکہ شرجیل وقت گزاری کے لیے تالاب میں کنکریاں مار رہا تھا۔ یکایک راحیل چونک اٹھا بادشاہ کا اعلان تھا جس کا گھوڑا پیچھے آئے گا وہ جانشین بنے گا۔ فوراً بھاگتے ہوئے شرجیل کے کالے گھوڑے کو پکڑا اور سوار ہو کر محل کی طرف سرپٹ روانہ ہوا۔ شرجیل سوچتا رہ گیا۔ راحیل اس کا گھوڑا لے کر کہاں گیا، پھر وہ بھی سفید گھوڑے پر سوار ہو کر محل کی طرف چل دیا۔ محل پہنچتے ہی راحیل بادشاہ کے تخت کے پاس سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد شرجیل محل پہنچا۔ اس کو ہوش نہیں تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

دونوں کے محل پہنچتے ہی سناٹا چھا گیا۔ تب بادشاہ کی آواز گونجی بادشاہ نے کہا میں نے اعلان کیا تھا کہ جس کا گھوڑا بعد میں آئے گا وہ فاتح رہے گا' پس آپ سب نے دیکھا۔ راحیل اپنے سفید گھوڑے پر سوار ہو کر گیا تھا اور کالے گھوڑے پر محل لوٹا۔ اس کا سفید رنگ کا گھوڑا محل میں بعد میں آیا اس لیے میں راحیل کے انتخاب کا اعلان کرتا ہوں۔ بڑی دھوم دھام سے راحیل کو ولی عہد کا تاج پہنایا گیا راحیل کو ایک اور تاج دیا گیا جسے اس نے آرزو کے سر کی زینت بنا کر اپنی نسبت طے کی اس مسرت کی گھڑی میں شہزادی آرزو کے آنسو نکل پڑے لیکن یہ آنسو خوشی و آرزو کی آرزو کے تھے۔

سید محمد علی، اقبال روڈ دھولیہ، مہاراشٹر

نیک دل شہزادہ

ایک بادشاہ تھا نیک بخت، نیکی کرنے میں اس وقت اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اس کے ملک میں ہر طرف امن اور ہریالی کا دور دورہ تھا۔ اس کے دو لڑکے تھے "نیک دل" اور "نیک بخش"، وہ دونوں ہی گھوڑے سواری میں ماہر تھے۔ بادشاہ نیک بخت کے قریب جو ملک تھا اس کا بادشاہ زینت شاہ بھی اچھا حاکم تھا۔ اس کے ایک بیٹی تھی "حسن بانو"۔ حسن بانو بہت خوبصورت شہزادی تھی۔ ایک دن کی بات ہے ایک جادوگرنی "جندل" کی نظر شہزادی حسن بانو پر پڑی۔ اس نے شہزادی کو اغوا کر لیا کیونکہ اس کی بادشاہ زینت شاہ سے دشمنی تھی۔ اس نے شہزادی کو ایک بہت بڑے محل میں قید کر دیا۔

جب شہزادی کی گمشدگی کی خبر بادشاہ زینت شاہ کو ملی تو وہ پریشان ہو گیا۔ اس نے اعلان کرادیا کہ جو کوئی بھی شہزادی کو ڈھونڈ کر لائے گا اسے سارا راج پاٹ دیا جائے گا اور شہزادی کی شادی اس سے کر دی جائے گی۔

بہت سے شہزادے، شہزادی کو ڈھونڈنے گئے مگر کوئی وہاں نہیں پہنچ سکا۔ آخر کار وہ دو بھائی بھی شہزادی کو ڈھونڈنے چل دیے۔

وہ دونوں گھوڑے پر جا رہے تھے۔ چلتے چلتے وہ ریگستان میں پہنچے وہاں انھیں ایک درخت نظر آیا انھوں نے سوچا کچھ دیر آرام کر لیں پیاس بھی لگ رہی تھی۔ انھوں نے پیڑ پر سے ایک کھجور توڑی اور جیسے ہی اس کے دو حصے کیے اچانک پیڑ کے بھی دو حصے ہو گئے۔ ابھی وہ پیڑ کو دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک انھیں ٹوٹے ہوئے پیڑ کے اندر سیڑھیاں دکھائی دیں۔ انھوں نے ہمت کر کے پیڑ کو ہٹایا تو سیڑھیاں صاف نظر آنے لگیں۔ ان دونوں نے سیڑھیوں کو پار کیا، سیڑھیوں سے اتر کر انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے کمرے میں ہیں جس میں دو دروازے تھے۔ وہ سوچ

میں پڑ گئے کہ کون سا دروازہ کھولا جائے۔ نیک دل نے کہا کہ ہمیں الگ الگ دروازوں سے جانا چاہیے۔ نیک دل پہلے دروازے سے اندر داخل ہوا ہی تھا کہ اس کی نظر سامنے ایک بُڑھیا پر پڑی جو بہت زخمی نظر آ رہی تھی اور زور زور سے کراہ رہی تھی۔ نیک دل اللہ کا نام لے کر اس کی مدد کو آگے بڑھا اور جیسے ہی وہ بُڑھیا کے پاس پہنچا تبھی اچانک وہ بُڑھیا کھڑی ہو کر زور زور سے ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی بہت ہی ڈراؤنی تھی۔ نیک دل نے تلوار نکال لی مگر وہ بُڑھیا دیکھتے ہی دیکھتے خوف ناک شکل میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کے دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور ناخن بہت بڑے بڑے تھے ایسی خوف ناک شکل کو دیکھ کر پہلے تو نیک دل کے اوسان خطا ہو گئے مگر پھر وہ جلد ہی سنبھل گیا اور آگے بڑھ کر تلوار سے وار کرنا چاہا لیکن اس منحوس بُڑھیا نے تلوار پکڑ کر ایک طرف پھینک دی اور نیک دل کو پکڑ لیا ابھی وہ اپنے خونی ناخن نیک دل کی گردن میں گھسانے ہی والی تھی کہ اچانک نیک دل کو اپنے شکاری چاقو کا خیال آیا اور اس نے بہت پھرتی سے چاقو نکال کر بُڑھیا کی آنکھوں کے بیچ میں مارا کہ اس کا پتہ خود اسے بھی نہ چل سکا اور وہ حیرت سے کھڑا بُڑھیا کی لاش دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک وہ لاش غائب ہو گئی۔

اب نیک دل آگے بڑھنے لگا ابھی وہ کچھ دور ہی گیا تھا کہ سامنے اسے ایک غار نظر آیا اس نے سوچا کہ شاید یہ کسی شیر کا غار ہے اسی وقت اسے غار کے اندر کچھ شور سا سنائی دیا۔ وہ ابھی آگے بھی نہ بڑھ پایا تھا کہ غار کے اندر سے آدمی کے برابر چوہے اس کی طرف بھاگتے ہوئے آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر تو اس کے ہوش اڑ گئے اور وہ وہاں سے بھاگا، چوہوں نے اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ وہ بہت تیزی سے بھاگا مگر آہستہ آہستہ ان کے درمیان کا فاصلہ کم ہونے لگا تب اسے سامنے ایک ندی دکھائی دی اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً ندی میں چھلانگ لگا دی اور جلدی جلدی تیرنے لگا۔ چوہے ندی کے کنارے آ کر وہیں رک گئے۔ نیک دل کو کچھ تسلی ہوئی مگر تبھی اچانک اسے اپنی ٹانگ میں تکلیف کا احساس ہوا۔ اس نے مڑ کر جو دیکھا تو ایک مگرمچھ نے اس کی ٹانگ پکڑ رکھی تھی اس نے اپنی ٹانگ چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ مگرمچھ اسے کھینچ کر اندر لے جانے لگا۔ اس نے سوچا کہ اب آخری وقت آ گیا ہے۔

اب نیک بخش کا حال سنیے جب وہ دوسرے دروازے میں گھسا تو اس نے دیکھا کہ سامنے ایک بہت اونچا مینار ہے۔ وہ اس کے اندر گھسا تو دیکھا کہ وہاں اوپر جاتی ہوئی سیڑھیاں ہیں۔ وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ جب

وہ اوپر پہنچا تو دیکھا کہ اوپر کھلی چھت ہے ابھی وہ چھت پر ٹہل ہی رہا تھا کہ اچانک اسے لگا کہ اس کے پیر زمین پر نہیں ہیں اور نیچے جو دیکھا تو اس کا سر چکرا گیا وہ زمین سے بہت بلندی پر ہوا میں اڑ رہا تھا اور اس کے بازوؤں کو دو پنجوں نے جکڑ رکھا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ ایک بہت بڑے عقاب کی گرفت میں آ چکا ہے اس سے چھٹکارا پانا ناممکن ہے۔

عقاب اب اپنے گھونسلے میں اتر چکا تھا اور نیک بخش زمین سے سیکڑوں فٹ اوپر پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ نیک بخش نے گھونسلے پر نگاہ دوڑائی تو اسے وہاں چار چیل سے بھی بڑے پرندے نظر آئے، تب اس کی سمجھ میں آیا کہ یہ تو اس عقاب کے بچے ہیں۔ وہ بچے چونچوں سے نیک بخش کو کھانے کی کوشش کر رہے تھے جس کی وجہ سے نیک بخش بہت زخمی ہو گیا۔ نیک بخش نے دیکھا کہ عقاب اب اڑنے جا رہا ہے تو جلدی سے اس کی ٹانگوں کو پکڑ لیا اور ان چھوٹے دشمنوں سے نجات حاصل کر لی۔

ایک جگہ ریت تھی اور عقاب بھی کچھ نیچا تھا تو نیک بخش نے وہاں چھلانگ لگا دی۔ اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو اسے ایک ندی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ پیاس بجھائی جائے۔ اس لیے جلدی جلدی وہاں پہنچا اور جیسے ہی چلو میں پانی بھرا کہ اسے پانی کے اندر ہلچل دکھائی دی۔ اس نے غور سے دیکھا کہ کوئی آدمی پانی کے اندر ہے یہ دیکھ کر اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک مگرمچھ ایک آدمی کو کھینچ رہا ہے اور وہ آدمی کوئی اور نہیں اسی کا بھائی ہے۔ یہ دیکھ کر اس کا خون کھول گیا اور اس نے چاقو نکال کر مگرمچھ پر وار پر وار کرنے شروع کر دیے اور اپنے بھائی کو اس کی قید سے چھڑایا اور اوپر لے کر آیا۔ وہاں دونوں نے آرام کیا اور ایک دوسرے کو اپنی اپنی روداد سنائی۔ اب انھوں نے ایک ساتھ آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ دونوں کچھ دور ہی چلے تھے کہ انھیں ایک محل نظر آیا۔ وہ اس محل میں گھس گئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ سامنے ایک تخت ہے اور اس پر ایک پنجرہ میں ایک مینا ہے۔ وہ آگے بڑھے کہ تبھی مینا بولی کہ آگے مت بڑھنا ورنہ ہم سب مارے جائیں گے۔ نیک دل نے پوچھا تم کون ہو اور یہاں کیسے آئیں؟ وہ بولی میں شہزادی حسن بانو ہوں اور ایک بد بخت جادوگرنی نے مجھے مینا بنا کر اس پنجرے میں بند کر دیا ہے۔ نیک بخش نے پوچھا تمھیں یہاں سے چھڑوانے کا کوئی راستہ ہے؟ وہ بولی کہ کوئی اگر جادوگرنی کی دونوں آنکھوں کو پھوڑ دے تو وہ مر جائے گی۔ یہ سن کر دونوں چھپ گئے اور جادوگرنی کا انتظار کرنے لگے۔ جیسے ہی جادوگرنی آئی، وہ دونوں چاقو نکال کر اس کی

طرف دوڑے۔ جادوگرنی نے خطرے کو بھانپ لیا اور ایک جادوئی خنجر پھینک کر نیک دل کو مارا مگر اچانک ہی نیک بخش بیچ میں آگیا اور چاقو اس کو لگ گیا۔ چاقو زہر بجھا تھا جس سے فوراً ہی نیک بخش کی روح پرواز کر گئی یہ دیکھ کر نیک دل کا خون کھول اٹھا اور اس نے اٹھ کر اللہ کا نام لے کر چاقو سے اس کی دونوں آنکھوں کو پھوڑ دیا۔ جادوگرنی کے مرتے ہی شہزادی اپنی اصل شکل میں آگئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ محل ہلنے لگا۔ شہزادہ اور شہزادی جلدی سے باہر بھاگے جیسے ہی وہ باہر پہنچے محل گر پڑا اور غائب ہو گیا۔ شہزادے نے شہزادی کو اس کے ملک پہنچا دیا اور واپس اپنے ملک آگیا۔ کچھ دنوں بعد شہزادی کے والد نے بادشاہ نیک بخت کے پاس شہزادی کا پیغام بھیجا۔ جسے انھوں نے بخوشی قبول کر لیا اور دونوں کی شادی بہت دھوم دھام سے ہو گئی۔

فریدالزماں خاں، مرادی روڈ، ندلہ ہاؤس، نئی دہلی ۲۵

مسکراتا پھول

ایک بادشاہ تھا۔ اس کی تین رانیاں تھیں۔ مگر اس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس کا اسے بہت غم تھا۔ ایک روز اس نے نماز پڑھ کر خدا سے گڑگڑا کر التجا کی "اے میرے مالک، اے سب کے پالنے والے، اے بادشاہوں کے بادشاہ تو نے مجھے ہر خوشی سے نوازا ہے اور مجھے بادشاہت عطا کی ہے۔ تو ساری کائنات کا مالک ہے۔ تیرے دربار میں کسی شئے کی کمی نہیں میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو میری ایک چھوٹی سی مراد قبول فرما۔ میرے اوپر رحم کر۔ بادشاہ روزانہ اسی طرح سے دعا کرتا رہا آخر ایک روز اللہ نے بادشاہ کی دعا سن لی اور ایک روز پہنچے ہوئے بزرگ اس کے شہر میں آئے اور لوگوں کی بہت بھیڑ لگنے لگی۔ یہ خبر اڑتے اڑتے بادشاہ کے محل میں پہنچی۔ بادشاہ نے وزیر کو حکم دیا کہ جاؤ ان بزرگ کو ہمارے محل میں آنے کی دعوت دو اور عزت اور احترام سے لے کر آؤ۔ وزیر نے سلام کے بعد بادشاہ کا حکم سنایا بزرگ ساتھ ہو لیے۔ بادشاہ بزرگ کو اپنی داستان سنا کر غمگین ہو گیا۔ تب بزرگ نے فرمایا اپنی تینوں رانیوں کو بلاؤں رانیاں حاضر ہوئیں۔ بزرگ صاحب نے اپنی دانائی سے رانیوں کی نبض دیکھی۔ دو بڑی رانی جو بانجھ تھی ان کو بانجھ بتایا لیکن چھوٹی رانی کی قسمت میں اولاد ہونے کی بات بتائی اور رانی بھی یہ بات سن کر خوشی سے جھوم گئی۔ بادشاہ نے سب کو جانے کی اجازت دی۔ تب بزرگ صاحب نے فرمایا بادشاہ سلامت رانی کو ایک دوا دینی ہو گی اور وہ جڑی بوٹی فلاں پہاڑ کے جنگل میں ملے گی آپ خادموں کو حکم دیں کہ وہ لوگ اس جڑی بوٹی کو لا کر دیں۔ بادشاہ نے اپنے درباریوں کو حکم

دیا کہ وہ جڑی بوٹی لائے۔ ایک ہفتہ میں وہ جڑی بوٹی لاکر بزرگ صاحب کو دی۔ بزرگ صاحب نے کچھ دوا اور ملائی اور رانی کو پینے کے لیے دی اور چلے گئے۔ اللہ اللہ کر کے وہ دن قریب آگیا جب رانی نے ایک خوبصورت لڑکے کو جنم دیا تو دو رانیاں دیکھ کر جل گئی۔ اور مارے حسد کے ایک دوسرے سے بولیں کہ اگر بادشاہ کو معلوم ہوگیا کہ اس کی رانی کو لڑکا ہوا ہے تو ہماری قدر نہ ہوگی کیوں نہ ہم لوگ اس بچے کو اٹھا کر پھینک دیں اور بادشاہ کو کوئی اور خبر دیں۔ دونوں رانیوں نے صلاح مشورہ کر کے لڑکے کو ایک نہر میں ڈلوادیا اور بچے کی جگہ ایک کتے کا بچہ لاکر رکھ دیا اور رانی کو خبر نہ ہونے دی اور بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ رانی صاحبہ نے ایک کتے کا بچہ جنم دیا ہے بادشاہ یہ سن کر پریشان ہوگیا مگر صبر کر کے اپنے کام میں مشغول ہوگیا اور یہ بچہ جو ٹوکری میں نہر میں بہہ رہا تھا۔ ایک مالی نے اس ٹوکری کو جا پکڑا اور اس میں پھول سا بچہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوگیا۔ مالی بھی بے اولاد تھا اس کی بیوی اللہ کو پیاری ہوگئی تھی اس نے اس بچے کو خدا کی دین سمجھ کر اپنے سینے سے لگا کر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ ایک سال کے بعد پھر رانی نے خوبصورت بچے کو جنم دیا وہ بھی دونوں رانیوں نے ٹوکری میں رکھ کر بہا دیا اور ایک بلی کے بچے کو لاکر رکھ دیا اور بادشاہ کو خبر کر دی۔ بلی کے بچے کا پیدا ہونے کی خبر سن کر بادشاہ کافی پریشان ہوا اور پھر صبر کر کے خاموش ہوگیا۔ اتفاق کی بات وہ بچہ بھی اسی مالی کے ہاتھ لگا پھر تیسرے سال بھی رانی نے ایک خوبصورت بچی کو جنم دیا مگر رانیوں نے اس کو بھی نہیں بخشا اور نہر میں ڈال کر رانی کے پاس کنکر پتھر رکھ دیے اور شور کر دیا کہ رانی نے تو اب کے غضب کر دیا کنکر پتھر کو جنم دیا ہے۔ اللہ جسے رکھے اسے کون چکھے یہ بچی بھی مالی کے ہاتھ لگی۔ بادشاہ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور اس نے خادموں کو حکم دیا کہ اس رانی کا شاہی لباس اتار کر محل کی چھت پر ڈلوادو اور اک ڈنڈا دے کر کوا اڑانے کے لیے کہو۔ یہ رانی نہیں جانور ہے۔ اسی طرح سے دن گزرتے گئے وہ بچے دھیرے دھیرے بڑے ہو گئے مالی کافی ضعیف تھا اور ایک روز وہ بیمار پڑ گیا اور جب اس کا آخری وقت آیا تو اس نے اپنے تینوں بچوں کو بلایا اور کہا میرے پیارے بچو میرے پاس بیٹھو اور میری بات سنو۔ بچے بیٹھ گئے تب مالی مخاطب ہوا اور کہنے لگا میرا وقت قریب ہے جانے کب خدا کے پاس سے بلاوا آجائے۔ میں تم لوگوں کو کچھ نصیحت کرتا ہوں یہ صندوق ہے اس کو سنبھال کر رکھنا۔ پھر ایک روز وہ مالی مر گیا لڑکوں کو بہت غم ہوا۔

ایک دن دونوں رانیوں کو وہ تینوں بچے یاد آئے اور سوچنے لگیں۔ کہ معلوم کرنا

چاہیے وہ بچے زندہ بھی ہیں ۔ مگر کوئی بھی مناسب خادم ملا نہیں۔ ایک روز ایک مکار عورت کا پتہ چلا تو رانیوں نے اس کو چپکے سے بلا بھیجا۔ وہ عورت آگئی پھر رانیوں نے اس کو کچھ رقم دے کر اپنا مقصد بتایا اور کہا دیکھو اگر وہ بچے زندہ ہوں تو ان کو ختم کر دینا لیکن ہمارا نام نہیں آنا چاہیے اور اگر یہ کام ہوگیا تو تم کو بہت مال دیں گے۔ وہ عورت چلی گئی۔ آخر ایک دن وہ اس مقصد میں کامیاب ہو گئی اور جب لڑکی کے بھائی کام پر چلے گئے تو لڑکی کو اکیلے دیکھ کر اس کے گھر میں داخل ہو گئی اور زور زور سے رونے لگی لڑکی اپنے گھر میں آواز سن کر دوڑی دوڑی آئی اور بولی بوڑھی اماں تم کیوں روتی ہو۔ بوڑھی عورت بولی بیٹے تم جاؤ اپنا کام دیکھو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اتنا کہہ کر وہ پھر زور زور سے رونے لگی۔ لڑکی گھبرا گئی اور بولی بتاؤ کیا ہوا ہے۔ تب مکار عورت نے بتایا مجھے بھوک لگی ہے۔ کیا تم کھانا کھلا سکتی ہو۔ لڑکی خوشی خوشی اندر لے گئی اور دستر خوان بچھا کر کھانا کھلایا کھانے سے فارغ ہو کر لڑکی سے باتیں کرنے لگی ۔ لڑکی سے پوچھا بیٹی تمھارے ساتھ اور کون رہتا ہے ۔ لڑکی نے جواب دیا ہمارے دو بھائی ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ عورت نے کہا۔ تمھارا یہ گھر کتنا اچھا ہے لڑکی بولی اچھی اماں ہمارا باغ تو اور بھی اچھا ہے۔ عورت نے کہا چلو تمھارا باغ دیکھیں گے لڑکی اپنے باغ کے اندر لے گئی۔ عورت نے باغ دیکھا تو لڑکی سے کہا کہ بیٹی باغ تو بہت اچھا ہے مگر تمھارا باغ کچھ چیزوں سے خالی ہے۔ لڑکی بولی بولو کس چیز سے خالی ہے؟ ہمارے بھائی مجھے بہت پیار کرتے ہیں اگر میں کہوں گی تو ضرور لائیں گے۔ عورت نے مکاری سے بتایا دیکھو ایک جنگل میں خوبصورت سا باغ ہے وہاں پر ایک پھول ہے جو بھی اس کو دیکھتا ہے تو زندگی بھر مسکراتا رہتا ہے۔ اس لیے مسکراتا پھول نام ہے اس کا، اور ایک فوارہ ہے جو لوگ اس کے پانی کو پی لیں تو موت نہیں آتی اگر یہ دونوں تمھارے باغ میں ہوں تو چار چاند لگ جائیں گے۔ عورت اتنا کہہ کر چلی گئی۔ لڑکی رونی صورت بنا کر بستر پر پڑ گئی جب اس کے بھائی گھر میں داخل ہوئے انھوں نے بہن سے رونے کا سبب معلوم کیا تو بولی آپ لوگ مجھے پیار نہیں کرتے ہیں۔ بھائی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور بولے تم کو کیسے معلوم کے ہم تم کو پیار نہیں کرتے۔ کیا یہاں کوئی آیا تھا؟ نہیں! بہن نے جھوٹ بولا۔

اگر تم لوگ مجھے پیار کرتے ہو تو مجھے مسکراتا پھول اور آب حیات کا فوارہ لادو۔ بھائی لوگ یہ فرمائش سن کر پریشان ہو گئے مگر بہن کے آگے ہار مان لی اور وعدہ کر لیا۔ اور صبح ہی ضرورت کا سامان ایک بھائی نے باندھا

گھوڑا تیار کیا اور بہن سے رخصت ہو گیا اور دوسرا بھائی تھوڑی دور تک ساتھ رہا جب کچھ دور گئے تو بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا کہ تم اب گھر واپس چلے جاؤ۔ چھوٹا بھائی اپنی بہن کے پاس آگیا بہن نے بھائی کے ہاتھوں میں ایک پیڑ کی ڈالی دیکھی تو پوچھا۔ بھیا یہ ڈالی کیسی ہے۔ لڑکے نے بتایا بھیا نے یہ دی ہے اور کہا ہے یہ ڈالی جب تک ہری رہے گی سمجھنا میں زندہ ہوں۔ اسی دن سے دونوں اس ڈالی پر نظر رکھتے اور دعا کرتے رہے۔

بڑا بھائی جنگل گانو گانو پھرتا رہا مگر اس کو فوارہ اور مسکراتا پھول کا نام کسی سے نہیں معلوم ہو سکا۔ ایک روز ایک راستہ پر گھوڑا بھاگا اڑا چلا جارہا تھا کہ اسے راستے میں ایک خوفناک جنگل ملا۔ اس کا دل چاہا یہاں سے واپس چلا جائے مگر اس کی بہن کا روتا ہوا چہرہ آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ وہ دہشت زدہ ہو کر سہا سہا ہوا آگے چلتا رہا جب بیچ جنگل میں گیا تو اس نے ایک جھونپڑی دیکھی۔ اس کے پاس ایک ضعیف بزرگ کو دیکھا وہ آنکھ بند کیے ہوئے عبادت میں مشغول تھے۔ لڑکا ہمت کر کے ان کے قریب گیا اور سلام کیا۔ بزرگ نے فوراً آنکھ کھول دی اور کڑک کر پوچھا کون ہو؟ یہاں بھیانک جنگل میں کیا کرنے آئے ہو؟ لڑکا ڈرا ہوا تھا ہی کانپتے ہوئے بولا۔ میرے بزرگ، میری بہن کو مسکراتا پھول اور آب حیات کا فوراہ چاہیے۔ آپ مجھے بتا سکتے ہیں وہ کہاں سے حاصل ہوگا۔ بزرگ نے ایک سرد اہ بھری بولے۔ بیٹے یہ چیزیں اسی جنگل میں ہیں۔ اس کو پانے کے لیے جانے کتنے لوگ آئے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ جو گیا واپس نہیں آیا۔ لڑکے نے بیتاب ہو کر پوچھا وہ لوگ واپس کیوں نہیں آئے۔ بیٹے وہ مایا جال ہے جو جاتا ہے پیچھے سے ایک ڈراونی آواز سنتے ہی مڑ کر دیکھنے سے فوراً پتھر کی مورتی بن جاتا ہے۔ میرا خیال ہے تم بھی اپنے گھر واپس جاؤ اور اپنی بہن کو سمجھاؤ۔ لڑکے کو اپنی بہن سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا اور ضد کرنے لگا بولا میں اپنی ایک بہن کے لیے جان دینے کو تیار ہوں۔ آپ مجھے وہ جگہ بتا دیں۔ مگر بیٹے ایک تاکید کرتا ہوں جب جنگل کے اندر جاؤ تو وہ جگہ جب قریب ہی ہوگی تو تم کو ایک ڈراؤنی آواز سنائی دے گی تم اگر پیچھے دیکھو گے تو پتھر کے بن جاؤ گے۔ پیچھے مت دیکھنا اور الوداع کہا۔ لڑکا جنگل میں ادھر ادھر کی خاک چھاننے لگا کچھ دوری پر دیکھا فوراہ ابل رہا ہے نظر پڑتے ہی پیچھے سے ایک بھیانک قسم کی آواز آئی ہاہاہاہا کیا موٹا تازہ مانس ہے۔ یہ ہماری غذا ہے ہاہاہاہا ہم کئی دنوں سے بھوکے ہیں ہاہاہاہا کھاؤ کھاؤ۔ لڑکا ڈر کے مارے پیچھے دیکھتے ہی پتھر کی مورتی بن گیا۔ ادھر بھائی بہن وہ ڈالی کو سوکھتا دیکھ کر رونے

لگے۔ چھوٹا بھائی بولا میری پیاری بہن تم رو نہیں۔ میں اپنے بھائی کو بھی تلاش کروں گا اور تمھاری فرمائش کو بھی پورا کروں گا اور چلنے کی تیاری میں جٹ گیا۔ اب کی بار اس نے ایک خوبصورت سا چھوٹا پرندہ بہن کو دیتے ہوئے کہا بہن یہ اگر گانا چھوڑ دے تو سمجھنا میں مر گیا ہوں۔ بہن کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اب وہ بھائی بھی جنگل کے راستے چلتا ہوا اسی جھونپڑی کے پاس رکا اور بزرگ سے بولا میرے بزرگ ہمارا بڑا بھائی ہماری بہن کی فرمائش پورا کرنے کے لیے نکلا تھا مگر وہ واپس نہیں لوٹا ہے۔ بزرگ نے کہا بیٹے تمھارا بھائی آیا تھا اور وہ بھی موت کو گلے لگا چکا ہے۔ تم واپس چلے جاؤ۔ لڑکے نے ضد کی اور بزرگ نے کہا اچھا تمھاری ضد ہے تو جاؤ مگر تم کو تاکید کرتا ہوں۔ جب تم اس جگہ پہنچو گے تو تم کو ایک ڈراونی آواز سنائی دے گی۔ اس کو پیچھے مڑ کر دیکھا تو پتھر کی مورتی بن جاؤ گے۔ پیچھے مت دیکھنا لڑکے نے شکریہ کیا اور چل دیا۔ لڑکے نے دیکھا بڑا بھائی اور کئی لوگ پتھر کی مورتی بن گئے ہیں۔ وہ اپنے بھائی کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اس نے فیصلہ کیا کہ میں زندہ لے کر ہی جاؤں گا مگر جوں ہی آگے بڑھا ایک ڈراونی آواز نے قہقہہ لگایا اور اس نے ڈر کر پیچھے دیکھا، دیکھتے ہی وہ پتھر کی مورتی بن گیا۔ ادھر اس پرندہ کو بہن نے

پنجڑے میں مردہ پڑا پایا۔ بہن بولی میں عزم کرتی ہوں اپنے دونوں بھائیوں سمیت وہ چیزیں حاصل کروں گی اور اس نے خدا سے رو رو کر دعا کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر سرپٹ دور نکل گئی۔ وہ بھی بستی بستی جنگل جنگل پھرتی اسی راہ پر نکل آئی۔ اس نے دیکھا شام جیسا سناٹا دن میں ہی دہشت پیدا کر رہا ہے۔ ہر طرف ہو کا عالم ہے۔ اس نے سوچا کہ ہر جگہ خدا ہوتا ہے خدا کے علاوہ کسی سے ڈرنا کیا۔ موت تو آتا ہے مگر وقت سے پہلے نہیں۔ ہمارا خدا محافظ ہے۔ بزرگ نے دیکھا ایک خوبصورت لڑکی گھوڑے سے اتر رہی ہے لڑکی نے سلام کیا اور کہا باوا جان کئی دن ہوئے ہمارے بھائی ہماری فرمائش پوری کرنے نکلے تھے وہ آج تک نہیں واپس ہوئے ہیں۔ کیا آپ ہمارے بھائی اور ان چیزوں کا پتہ بتائیں گے۔ بزرگ نے اس کو سمجھایا لڑکی تیرے بھائی آئے تھے ان کو ہم نے راہ بتائی تھی مگر وہ اپنی قسمت میں فیل ہو گئے لڑکی تم واپس چلی جاؤ لڑکی نے کہا باوا جان آپ مجھے ایک لڑکی سمجھ کر واپس کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے۔ ایک بہن اکیلے کیسے جی سکتی ہے جس بہن نے اپنے بھائیوں کو موت کی نیند سلایا ہے کیا وہ آرام سے بستر پر سو سکتی ہے۔ اچھا؟ تو میرے پیارے بھائی اس بوڑھی عورت کی وجہ سے مجھ سے جدا ہوئے ہیں مجھے کیا معلوم تھا ایسا

ہو گا۔ لیکن باوا جان خدا سے امید کرتی ہوں میں اس عزم میں کامیاب ہوں گی۔ اس کے لیے آپ کی مدد چاہیے۔ ہمارا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ بزرگ کی آنکھوں میں آنسو تھے باوا جان بولے بیٹی جاؤ کٹیا میں ایک پرندہ ہے وہ توتا تم کو اس جگہ پر پہنچا دے گا مگر دھیان رکھنا پیچھے مت دیکھنا لڑکی نے غور سے ایک ایک بات سنی۔ اس کے بعد اس نے سوچا اگر کانوں میں روئی ٹھونس لی جائے تو آواز آنا بند ہو جائے گی۔ فوراً بزرگ سے مخاطب ہوئی اور بولی باوا جان آپ کے پاس تھوڑی روئی ہے۔ بزرگ نے کہا جاؤ اندر کٹیا کے چھپر میں لگی ہے۔ لڑکی نے چھپر سے تھوڑی روئی لی اور کانوں میں ٹھونس لی۔ بزرگ نے جب اس کی قابلیت دیکھی تو کہاں بیٹی تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ہی لوٹے گی۔

وہ سلام کر کے چل دی۔ توتا اسی جگہ غائب ہو گیا۔ لڑکی آگے بڑھتی گئی اس کی نظر پتھر کی مورتی پر گئی اس میں اپنے دونوں بھائیوں کو دیکھ کر چمٹ گئی اور رونے لگی۔ مورتیوں کو چھوڑ کر وہ آگے بڑھی۔ ایک جگہ دیکھا فوارہ بہ رہا ہے۔ اتنا پیارا فوارہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔ پھر اس نے دیکھا آگے چمن ہے مسکراتا پھول وہاں تھوگا وہ گئی جلدی جلدی چمن دیکھا ایک ٹہنی پر خوبصورت پھول مسکرا رہا ہے۔اس نے جلدی سے وہ پھول لے لیا اور واپس آکر اس فوارے سے اپنے بھائیوں کے ساتھ ساتھ ساری مورتی پر پانی چھڑکا۔ سب پتھر سے اصلی حالت پر آگئے اور سب مل کر خوش ہوئے۔ بہن کو دیکھ کر بھائی خوش ہو گئے۔ جتنے لوگ مورتی بنے تھے سب نے اپنے کو آزاد ہوتے ہوئے پایا تو لڑکی کا شکریہ کیا اور ان بزرگ کے پاس گئے تو بزرگ نے لڑکی کو گلے لگاتے ہوئے کہا بیٹی تم کوئی شہزادی معلوم ہوتی ہو اور لڑکوں کو بھی کہا تم شہزادے معلوم ہوتے ہو۔ میرا علم مجھے بتا رہا ہے تمارے باپ فلاں ملک کا بادشاہ ہے۔ تمھاری ماں کو کوا بنا دیا گیا ہے جب یہ سب بچوں نے سنا تو حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ بزگ نے کہا جاؤ یہ مسکراتا پھول اور فوارہ تمھارے ماں باپ کے ملنے کا ذریعہ بنے گا۔سب رخصت ہوئے کچھ دن بعد لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ان کے چمن میں مسکراتا پھول ہے جو بھی اس کو دیکھتا خوش ہو جاتا۔ بہت دور دور سے دیکھنے کے لیے لوگ آنے لگے۔ دھیرے دھیرے یہ بات بادشاہ کے دربار میں پہنچی۔ بادشاہ نے سوچا اتنی خوبصورت اور عجیب شئے ان لوگوں کے پاس کیسے ہے ضرور کوئی راز ہے۔ چلو چل کر دیکھا جائے۔ لڑکی فوارے کے پاس گئی تو فوارہ نے کہا کل اس ملک کا بادشاہ آنے والا ہے۔ جو تمھارا باپ ہے تم لوگ فکر مت کرنا سب

انتظام ہو جائے گا۔ لڑکی اپنے بھائیوں کے پاس بیٹھی تھی بڑا بھائی بولا۔ ہمارا بادشاہ آرہا ہے ہم لوگ غریب ہے اس کی خاطر کس طرح سے کریں گے۔ لڑکی نے کہا تم لوگ فکر مت کرو فوارے نے پوری بات مجھے بتا دی ہے۔ کل دیکھو ہوتا ہے کیا۔ جب سب لوگ سو کر اٹھے تو دیکھا ان کے گھر سے لے کر بادشاہ کے گھر تک قالین بچھے ہیں اور قالین پر سونے چاندی سے نقش بنا ہوا ہے۔ یہ سب دیکھ کر تینوں بھائی بہن بہت خوش ہوئے آخر بادشاہ کی سواری آئی۔ بادشاہ قیمتی قالین اور سجاوٹ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا اور سوچنے لگا یہ لوگ تو ہم سے زیادہ ہی امیر ہیں۔ دونوں لڑکوں نے بادشاہ کو خوش آمدید کہا اور اندر لے گئے۔ بادشاہ نے دیکھا ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر طرح طرح کے پھل میوے سجے ہوئے ہیں۔ بادشاہ تو بادشاہ یہ تینوں بھائی بہن سب تعجب میں تھے۔ مگر جب آب حیات پیش ہوا تو بادشاہ نے کہا ہم تمہارا یہ پانی جب ہی پئیں گے جب تک ہم اس کو دیکھ نہ لیں۔ جب بادشاہ کو وہ فوراہ دیکھایا تو بادشاہ دیکھتا رہ گیا۔ مگر بادشاہ کو لالچ آگیا اور سوچنے لگا یہ سب ہمارے باغ میں ہونا چاہیے اور وہاں سے چپ چاپ چلا آیا اور اپنے خادموں سے کہا جاؤ ان تینوں بھائی بہن کو قید کر کے لے آؤ۔ جب صبح صبح لڑکی نماز سے فارغ ہوئی تو فوارہ دیکھنے چل پڑی۔ فوارے کی کلکل کرتی بوندیں بول رہی تھیں بادشاہ کے آدمی تم لوگوں کو قید کرنے آرہے ہیں۔ اب تم سب کے ملنے کا وقت آگیا ہے۔ بادشاہ جب سوال کرے تو اسے میرے پاس لے آنا تم مت کچھ کہنا پھر آواز آنا بند ہو گئی۔ یہ بات لڑکی نے اپنے بھائیوں کو بتادی۔ بھائیوں نے کہا میری بہن خدا پر بھروسہ رکھو ہم لوگ خوش رہیں گے۔ اتنے میں خادم آگئے اور قید کر کے لے گئے۔

جب لڑکوں سے سوال ہوا بتاؤ تمھارے یہاں یہ سب سامان کہاں سے آیا۔ تو لڑکی نے جواب دیا۔ آپ ہمارے فوارے کے پاس چل کر دیکھیں آپ کو سب سوالوں کا جواب ملے گا۔ بادشاہ بولے کیوں تم لوگ کیوں نہیں بتا سکتے۔ نہیں جو بات ہم نہیں بتا سکتے وہ ہمارا فوارہ بتائے گا۔ بادشاہ ایک بار پھر حیرت میں پڑ گیا اس نے پوچھا کیا فوراہ بھی بات کرتا ہے۔ آپ اس سے کان لگا کر سنیں گے تو ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ بادشاہ خادموں کے ساتھ چل پڑا۔ جب فوارہ کے پاس گئے تو لڑکی نے فوارہ کو پکارا پیارے فوارے ہم آگئے ہیں۔ ہمارا بادشاہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ جب فوارے نے سنا تو زور سے گرنے لگا بادشاہ نے اس میں سے گرتی بوندوں کو دیکھا اور آواز جاننے کی کوشش کی اب دھیرے دھیرے آواز صاف سنائی دینے لگی

تھی۔ اے بادشاہ تم بادشاہت کے قابل نہیں ہو تم ایک ظالم بادشاہ ہو۔ بادشاہ سن کر پریشان ہوا پھر آواز پر دھیان دیا تو آواز آئی کچھ معلوم ہے تجھے؟ تو نے اپنی چھوٹی رانی کو کوا کنی بنا دیا ہے۔ اس کا قصور کیا ہے۔ یہی کہ اس نے تین خوبصورت بچوں کو جنم دیا ہے اور کچھ معلوم ہے یہ تینوں بچے جو مالی کے پاس تھے وہ تیری ہی اولاد ہیں۔ جاؤ اپنی دونوں رانیوں سے حقیقت معلوم کرلو۔ بادشاہ نے سنا تو اپنے بچوں کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ تینوں بھائی بہن بھی اپنے باپ کو پاکر خوش ہوئے اور التجا کی کہ ہم کو ہماری ماں سے ملاؤ۔ بادشاہ نے چھوٹی رانی کو گلے لگالیا اور معافی مانگی۔ رانی بھی اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوئی۔ رانی کو شاہی لباس لاکر پہنایا گیا۔ لڑکے اور لڑکیاں ماں باپ سب مل کر خوش خوش محل میں رہنے لگے۔ مگر مکار رانیوں کو فوراً قید کرلیا گیا۔ ان رانیوں نے اپنا جرم قبول کرلیا اور معافی مانگی۔ اس بوڑھی عورت کو ان تینوں کے سامنے اس گڑھے میں ڈھکیل دیا گیا۔

محمد اوصاف، امام، جامع مسجد، انڈرکن پیٹ، کرناٹک

نادان شہزادی

کسی ملک میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ بہت ہی عقل مند اور رحم دل تھا۔ اس کی ایک بیٹی تھی شہزادی گلشن، گلشن بہت ہی خوبصورت اور ضدی تھی۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ بادشاہ اپنے ملک کے دورے پر جارہا تھا۔ گلشن کو گھومنے کا بہت شوق تھا، اس نے بھی جانے کی ضد کی۔ بادشاہ نے بہت سمجھایا کہ بیٹی تم مت جاؤ، ہمیں تو جنگلوں میں راتیں گزارنی پڑتی ہیں۔ وہاں بہت خوفناک جانور رہتے ہیں۔ تم ڈر جاؤ گی۔ پر شہزادی نہ مانی اور ضد کرتی رہی۔ بادشاہ اپنی بیٹی کی کسی خواہش کو ٹھکرانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے گلشن کے بہت ضد کرنے پر آخرکار وہ بھی راضی ہو گیا۔ گلشن نے خوش ہوکر جانے کی تیاری شروع کردی۔

جب ساری تیاریاں پوری ہو گئیں تو وہ لوگ دورے پر نکل پڑے۔ شہزادی گھڑسواری جانتی تھی۔ اس لیے وہ ضد کر کے الگ گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑی۔ یہ لوگ بہت دن تک ادھر اُدھر گھومتے رہے اور آخرکار ایک دن واپس اپنے شہر کی طرف چل پڑے۔ کیونکہ بادشاہ کے ساتھ شہزادی بھی تھی اور وہ اسے بہت چاہتا تھا۔ اس لیے بادشاہ نے زیادہ دن رکنا مناسب نہ سمجھا۔ اسے ڈر تھا کہ شہزادی اکیلی جنگل میں گھومنے چلی جاتی ہے ایسا نہ ہو کہ کسی دن وہ کھو جائے۔

واپسی پر راستے میں ایک بہت بڑا اور گھنا جنگل پڑا۔ یہ جنگل بہت ہرا بھرا جنگل اور خوبصورت تھا۔ بادشاہ کو شکار کھیلنے کا بہت

شوق تھا۔ اس نے سوچا "اتنے بڑے اور گھنے جنگل میں اچھا شکار کھیلا جا سکتا ہے اور پھر یہ ہے بھی بہت خوبصورت"۔ شہزادی کو ایسی جگہیں بہت پسند تھیں۔ اس خیال سے بادشاہ وہیں رک گیا۔ اس جنگل میں ایک ندی تھی۔ جس کا پانی بہت صاف، ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ بادشاہ نے اسی ندی کے کنارے اپنا خیمہ لگوایا۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ اس لیے آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی اسے نیند آگئی اور وہ سو گیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو کافی دن نکل چکا تھا۔ بادشاہ فوراً شکار پر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ جب وہ جانے لگا تو اس نے شہزادی سے کہا "دیکھو بیٹی یہ جنگل بہت بڑا اور گھنا ہے، ہم شکار کھیلنے جا رہے ہیں۔ جب تک واپس نہ آئیں تم خیمے ہی میں رہنا، اکیلی باہر مت جانا۔" شہزادی تو تھی ہی ضدی اس نے بھی جانے کی ضد شروع کر دی۔ جب وہ سمجھانے سے نہیں مانی تو بادشاہ نے اسے ڈانٹ کر روک دیا۔ شہزادی کو بہت غصہ آیا۔ اس نے سوچ لیا کہ آج چاہے کچھ بھی ہو وہ شکار کھیلے بغیر نہیں رہے گی۔

جب بادشاہ شکار پر روانہ ہو گیا تو شہزادی بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف نکل پڑی۔ ابھی وہ کچھ ہی دور گئی تھی کہ اسے ایک ہرن دکھائی دیا۔ ہرن بہت خوبصورت تھا اسے دیکھ کر شہزادی کا شکار کھیلنے کا شوق اور بھی بڑھ گیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اسی ہرن کا شکار کرے گی۔ اس نے اپنا گھوڑا ہرن کے پیچھے ڈال دیا۔ ہرن بہت تیز دوڑ رہا تھا مگر شہزادی بھی ہار ماننے والی کہاں تھی۔ اس نے بھی پوری رفتار سے اپنا گھوڑا دوڑانا شروع کر دیا۔ گھوڑا دوڑتے دوڑتے بہت دور نکل آیا۔ اُدھر شام ہونے لگی تھی اور جنگل گھنا ہونے کی وجہ سے ہرن بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ جب شہزادی کو خیال آیا کہ وہ تنہا بہت دور نکل آئی ہے تو وہ رونے لگی۔

اسی جنگل میں دو بھائی رہتے تھے۔ شانو اور شعیب۔ وہ دونوں پہلے شہر ہی میں رہتے تھے لیکن غریبی سے تنگ آکر وہ جنگل میں ایک جھونپڑی بنا کر رہنے لگے تھے۔ شانو چھوٹا اور شعیب بڑا تھا۔ وہ دونوں جنگل میں شکار کے لیے نکل جاتے اور انھیں جو بھی جانور نظر آتا اسی کا شکار کر لیتے۔ شام کو واپس آکر وہ اسے پکاتے اور کھاتے۔ یہی ان کا روزانہ کا معمول تھا۔ اس دن وہ شکار کی تلاش میں بہت دور نکل آئے تھے مگر انھیں کوئی جانور نہ ملا۔ اچانک انھیں کسی کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ وہ یہاں بہت دنوں سے اکیلے رہتے تھے اور آج تک انھیں اس جنگل میں کوئی انسان نہیں ملا تھا۔ آج اس جنگل میں کسی کے رونے

کی آواز ان کے لیے حیرت کی بات ہی تو تھی۔ شانو نے شعیب سے کہا: "بھائی کیا تمھیں بھی رونے کی آواز آرہی ہے یا یہ میرا وہم ہے۔"

نہیں شانو یہ وہم نہیں ہے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی لڑکی رو رہی ہو۔ شعیب نے جواب دیا، پھر وہ ہمت کر کے اُدھر بڑھے جدھر سے آواز آرہی تھی۔ دونوں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی تنہا بیٹھی رو رہی ہے۔ شعیب بولا "شانو لگتا ہے یہ لڑکی راستہ بھول گئی ہے اسی لیے رو رہی ہے۔"

"ہاں بھائی آؤ اس کے پاس چلیں شاید ہم اس کی کچھ مدد کر سکیں۔" شانو نے جواب دیا۔ ٹھیک ہے، شعیب بولا اور دونوں گھوڑوں سے اتر کر اس کے پاس پہنچ گئے۔ انھیں دیکھ کر شہزادی ڈر گئی اور زور زور سے رونے لگی۔ شعیب بولا۔ "بہن تم ڈرو نہیں، ہم تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یہ بتاؤ تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو اور اب رو کیوں رہی ہو؟ مگر شہزادی نے کوئی جواب نہ دیا اور روتی رہی۔ دونوں بھائیوں نے اسے تسلی دی اور بڑی مشکل سے چپ کرایا۔ جب وہ چپ ہو گئی تو بولی: میں اس ملک کے بادشاہ کی بیٹی ہوں۔ میرا نام شہزادی گلشن ہے اور پھر اس نے ساری بات انھیں بتا دی۔ سب باتیں سن کر وہ کہنے لگے تم فکر نہ کرو ہم ضرور تمھیں بادشاہ سلامت کے پاس پہنچا دیں گے مگر مشکل تو یہ ہے کہ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ تمھارا خیمہ کہاں لگا ہے۔ ہم اسے ڈھونڈھنے کی پوری کوشش کریں گے۔ شانو اور شعیب نے شہزادی کو اپنے ساتھ لیا اور چل پڑے خیمے کی تلاش میں۔

اُدھر جب بادشاہ شکار سے لوٹا تو شہزادی اور اس کے گھوڑے کو غائب پایا۔ تو وہ سمجھ گیا کہ شہزادی ضرور اس کے پیچھے شکار کھیلنے گئی ہو گی۔ وہ انتظار کرنے لگا کہ شہزادی کب شکار سے واپس آئے لیکن کافی دیر ہو گئی اور شہزادی واپس نہ آئی تو بادشاہ کو فکر ہوئی۔ چاروں طرف اپنے آدمی بھیجے کہ شہزادی کو ڈھونڈ کر لائیں مگر کسی کو بھی شہزادی نہ ملی۔ شہزادی کے گم ہو جانے سے بادشاہ بہت دکھی ہوا اور وہ خود بھی شہزادی کی تلاش میں نکل پڑا۔

اُدھر وہ دونوں بھائی پریشان تھے کہ خیمہ تو مل نہیں رہا ہے۔ اب شہزادی کو بادشاہ کے پاس کیسے پہنچائیں۔ جب کافی رات ہو گئی اور وہ خیمہ تلاش کرتے کرتے تھک گئے تو واپس جھونپڑی میں آکر لیٹ گئے۔ وہ دونوں صبح سے بھوکے تھے تھک بھی گئے تھے اس لیے وہ تو لیٹتے ہی سو گئے مگر شہزادی کو رات بھر نیند نہ آئی۔ اُدھر بادشاہ کا بُرا حال تھا۔ غم سے نڈھال ساری رات کروٹیں بدلتے گزری۔ اُسے بار بار اپنی بیٹی کا خیال آتا اور آنکھوں میں آنسو آجاتے۔

جب صبح ہوئی تو شعیب بولا ہم بہت بھوکے ہیں پہلے شکار کریں گے اس کے بعد

خیمے کو تلاش کریں گے۔ انھوں نے شہزادی کو جھونپڑی ہی میں رہنے کی تاکید کی اور خود شکار کی تلاش میں نکل پڑے۔ شہزادی اس وجہ سے باہر نہیں نکلی کہ کہیں پھر نہ بھٹک جائے۔

شانو اور شعیب کو شکار کرنے میں اس لیے پریشانی ہوتی تھی کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ دونوں شکار کی تلاش میں جا رہے تھے کہ اچانک انھیں وہی ہرن نظر آیا کیونکہ شہزادی نے انھیں سب کچھ بتا دیا تھا اس لیے وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ ہرن ہے جس نے شہزادی کو بھٹکایا ہے۔ تبھی شانو بولا "بھائی جب اس ہرن نے ہی شہزادی کو بھٹکایا ہے تو پھر اسے خیمے کا بھی پتہ ہوگا، کیوں نہ ہم اپنے گھوڑے اس کے پیچھے ڈال دیں ہو سکتا ہے کہ یہ ہمیں وہاں پہنچا دے۔" شانو کی بات سن کر شعیب کی آنکھوں میں چمک آگئی اس نے کہا شانو تم ٹھیک کہتے ہو ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔ شاید یہ اسی لیے ہی ہمارے پاس آیا ہو۔"

یہ کہ کر دونوں نے اپنے گھوڑے ہرن کے پیچھے دوڑا دیے اور ہوا بھی وہی ہرن انھیں لے کر دوڑتا رہا آخر کار وہ خیمہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ دونوں خیمے کے اندر گئے مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ خیمہ خالی پڑا تھا۔ ابھی وہ وہاں سے نکلنے کی سوچ ہی رہے تھے کہ بادشاہ خیمے کے اندر آیا۔ اپنے خیمے میں دو اجنبی لڑکوں کو دیکھ کر بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی۔ اس سے پہلے کہ بادشاہ کچھ کہتا شانو نے پوچھا "کیا آپ ہی اس ملک کے بادشاہ ہیں۔" بادشاہ نے کہا تمھیں کیسے معلوم جبکہ اس وقت میں سادے بھیس میں ہوں۔" یہ سن کر شعیب نے ساری بات بادشاہ کو بتادی۔ شہزادی کی خیریت سن کر بادشاہ کی خوشی کا انتہا نہ رہی۔ بادشاہ نے ان سے کہا کہ تم مجھے اپنی جھونپڑی میں لے چلو۔ تبھی شانو بولا بادشاہ سلامت ہم بہت بھوکے ہیں۔ کل سے ہم نے کچھ بھی نہیں کھایا۔" یہ سن کر بادشاہ نے دونوں کے لیے کھانا منگولیا۔ جب دونوں نے کھانا کھالیا تو وہ بادشاہ کو اپنے ساتھ لے کر اپنی جھونپڑی کی طرف روانہ ہوئے۔

شہزادی دروازہ میں کھڑی ان کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ جیسے ہی گھوڑوں سے اتر کر جھونپڑی کے سامنے آئے۔ شہزادی دوڑ کر بادشاہ سے لپٹ گئی اور رونے لگی۔ شہزادی کو صحیح سلامت دیکھ کر بادشاہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے۔ بادشاہ نے شانو اور شعیب کو بھی اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ پہلے تو وہ تیار نہ ہوئے مگر بادشاہ کے بہت کہنے پر وہ راضی ہو گئے۔ پھر وہ سب اپنے شہر لوٹ آئے۔ بادشاہ نے دونوں بھائیوں کو بہت انعام دیا اور شہزادی نے توبہ کی کہ آئندہ وہ ضد نہیں کرے گی اور اپنے بڑوں کا کہنا مانے گی۔

شاکرہ خاتون، لوکو کالونی، نئی آبادی، علی گڑھ

تبصرہ ابھی اور کہانیاں باقی ہیں جو آئندہ ماہ شائع ہوں گی اپنا فیصلہ دسمبر ۹۸ء کے شمارے کو پڑھنے کے بعد دیجیے گا۔ (ادارہ)

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۲۰ نومبر ۱۹۹۸ء ہے

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 118

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام۔ صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) آہستہ آہستہ آسمان میں بلند ہوتے گئے (پرندے/بنس/غبارے)

(۲) پولیس افسر نے اپنے کو خفیہ طور پر گھات میں لگادیا (آدمیوں/سپاہیوں/جوانوں)

(۳) انھیں امید ہے کہ ہم تک آکر انھیں بتادیں گے کہ کہاں ہے (لفافہ/خزانہ/اڈہ)

(۴) تم اسے میں پہنچنے سے روک سکتے ہو (قلعہ/سرائے/محل)

(۵) وہ ہمیشہ چاہتا کہ زیادہ سے زیادہ چیزیں جمع کرے (نایاب/انوکھی/قیمتی)

(۶) حضرت حفصہؓ کا میں حضور سے نکاح ہوا (۵ھ/۳ھ/۲ھ)

(۷) ان کے پیچھے ایک اور تھا (اجنبی/ڈاکو/آدمی)

(۸) اپنے میاں سے اس نے قلعہ میں جو گزرا تھا اس کا سارا بیان کیا (قصہ/واقعہ/ماجرہ)

ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔۔۔۔۔۔ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معمانمبر لکھنا نہ بھولیں۔

لفافے پر 3 روپے کا ٹکٹ لگایئے

ٹوکن پیامی ادبی معمانمبر 118

یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

شرائط پیامی ادبی معما

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معما نمبر 118 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہئے۔ مشکوک یا کٹے پٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) ان سے متعلق تمام معاملات میں ڈائرکٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

پیامی ادبی معما نمبر 118۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

بچوں کے لیے مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

[illegible]		4 5/
صراط مستقیم		7/50
[illegible]	([illegible])	6/
حضرت شیخ [illegible]		4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9
[illegible]		4/50
[illegible]		7/50
حضرت [illegible] اسلام		4/50
حدیث [illegible]		4/
حضرت عمر فاروق		6/
نقوش سیرت	(اول)	5/
نقوش سیرت	(حصہ دوم)	5/
نقوش سیرت	([illegible])	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
نقوش سیرت	(حصہ [illegible])	5
رسالہ دینیات	(اول)	3/
رسالہ دینیات	(دوم)	4/
رسالہ دینیات	(سوم)	5/
رسالہ دینیات	(چہارم)	5/
رسالہ دینیات	(پنجم)	6/
رسالہ دینیات	(ششم)	6/
رسالہ دینیات	(ہفتم)	6/
[illegible]	(ہشتم)	6
[illegible]		4
حضرت [illegible] اسلام		3
[illegible]		4/
[illegible]		4/50
[illegible] سیرت	(اول)	6/
[illegible] سیرت	(دوم)	6/
اچھی باتیں		4/50
رسول اللہ کی صاحبزادیاں		4/50
سلطان جی		4/50
سیرت پاک مختصر		3/
[illegible] صحابی		6/
رمضان کا مہمان		6/

[illegible]		5/
[illegible]		9/
[illegible]		3/50
حضرت ابوبکر صدیق		6/
حضرت عبداللہ بن عمر		3/
حضرت علی		3/
حضرت [illegible]		3/
حضرت سلمان فارسی		3/50
حضرت عبداللہ بن عباس		3/
حضرت محبوب الٰہی		3/50
حضرت معین الدین چشتی		3/
حضرت [illegible]		3/
[illegible]		3/
[illegible]		[illegible]
[illegible]		3/
حضرت عبدالرحمن بن عوف		3/
حضرت ابوہریرہ		4/
[illegible]		2/50
[illegible]		4/50
[illegible]		3/50
رسول پاک کے اخلاق		4/
[illegible]		5/
[illegible]	(اول)	6/
[illegible]	(دوم)	6/
[illegible]		9/
[illegible]	(حصہ اول)	7/50
[illegible]	(حصہ دوم)	6/
[illegible]		7/50
رسول پاک		6/
[illegible]		7/50
سرکار کا دربار		6/50
چار یار		7/50
آں حضرت	(اردو)	3/50
حضرت محمد	(ہندی)	/40
[illegible] قرآن		4/50

Regd.No. DL-16013/98 NOVEMBER-98
Licence No. U(SE)21 to post without prepayment to postage
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

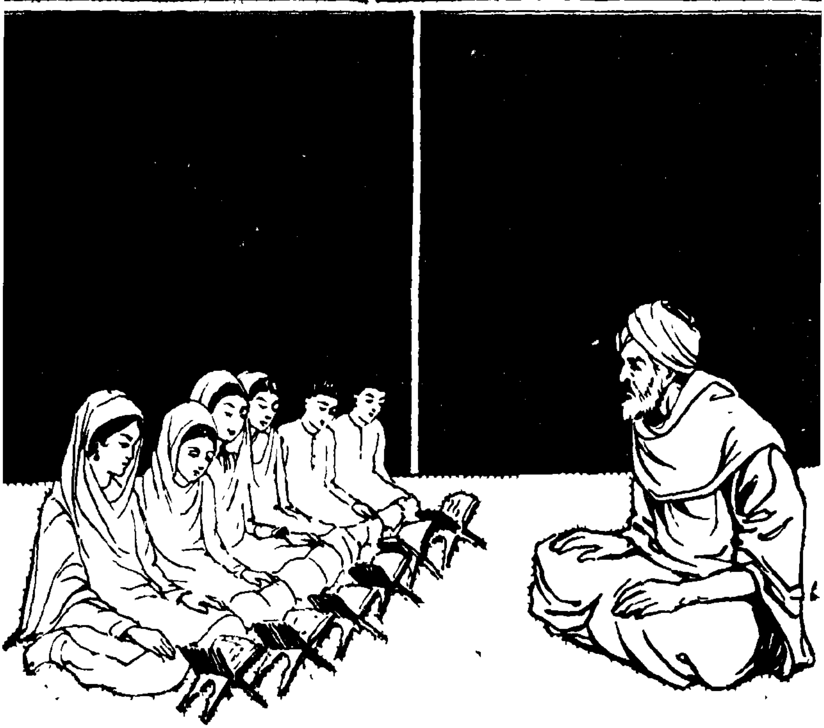
Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی





بچوں کے لیے مکتبہ پیام تعلیم کی مذہبی کتابیں

قرآن پاک ۳۰واں پارہ، مع ترجمہ و تشریح		50/
صراط مستقیم		7/50
سورۂ رحمٰن (ترجمہ و تشریح)		6/
حضرت شیخ مخدوم علی مہائمی		4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		9/
نماز پڑھیے		4/50
السلام علیکم		7/50
حضرت یوسف علیہ السلام		4/50
حدیث کیا ہے؟		4/
حضرت عمر فاروقؓ		6/
نقوش سیرتؐ	(اول)	5/
نقوش سیرت	(حصہ دوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ سوم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ چہارم)	5/
نقوش سیرت	(حصہ پنجم)	5/
رسالہ دینیات	(اول)	3/
رسالہ دینیات	(دوم)	4/
رسالہ دینیات	(سوم)	5/
رسالہ دینیات	(چہارم)	5/
رسالہ دینیات	(پنجم)	6/
رسالہ دینیات	(ششم)	6/
رسالہ دینیات	(ہفتم)	6/
رسالہ دینیات	(ہشتم)	6/
حضرت آدم علیہ السلام		4/
حضرت یحییٰ علیہ السلام		3/
بزرگان دین		4/
امت کی مائیں		4/50
خوب سیرت	(اول)	6/
خوب سیرت	(دوم)	6/
اچھی باتیں		4/50
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں		4/50
سلطان جی		4/50
سیرت پاک مختصر مختصر		3/
کمسن صحابی		6/
رحمان کا مہمان		6/

اسلام کے جاں نثار		5/
نور کے پھول		9/
سب سے بڑے انسان رسول ﷺ		3/50
حضرت ابوبکر صدیقؓ		6/
حضرت عبداللہ بن عمرؓ		3/
حضرت طلحہؓ		3/
حضرت ابوذر غفاریؓ		3/
حضرت سلمان فارسیؓ		3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ		3/
حضرت محبوب الٰہیؒ		3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ		3/
حضرت فرید گنج شکرؒ		3/
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ		3/
حضرت نظام الدین اولیاءؒ		3/
حضرت حمزہؓ		3/
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ		3/
حضرت ابوہریرہؓ		4/
اللہ کے نبی		2/50
اللہ کا گھر		4/50
اللہ کے خلیل		3/50
رسول پاکؐ کے اخلاق		4/
قرآن پاک کیا ہے؟		5/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(اول)	6/
اسلام کے مشہور سپہ سالار	(دوم)	6/
اسلام کے مشہور امیر البحر		9/
اسلام کیسے پھیلا؟	(حصہ اول)	7/50
= =	(حصہ دوم)	6/
اسلام کیسے شروع ہوا؟		7/50
رسول پاکؐ		6/
دس جنتی		7/50
سرکار کا دربار		6/50
چار یار		7/50
آں حضرت	(اردو)	3/50
حضرت محمدؐ	(ہندی)	/40
منہاج القرآن		4/50

ہمارے داہنے ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ: سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۲۵

نومبر ۱۹۹۸	جلد ۴۶	شمارہ ۱۱

فی پرچہ / 6 روپے۔۔۔	سالانہ / 50 روپے
سرکاری اداروں سے ۔۔۔	/ 75 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز)	/ 500 روپے

ایڈیٹر شاہد علی خاں

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی 25

فون اور ٹیلی فیکس نمبر 011-6910191

شاخیں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار، دہلی 6

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ ممبئی 3

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ 2

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں سے باتیں

پیامیو! آج آپ کی وہ محبوب ہستی ہمارے درمیاں نہیں رہی جس نے ہندوپاک کے تمام نونہالوں کو خواب غفلت سے جگانے کے لیے اپنی زندگی کے بہترین دن صرف کیے۔ ان کا نعرہ تھا۔ "جاگو جگاؤ" (خود جاگو اور اپنے ساتھیوں کو جگاؤ) علم حاصل کرو، تاکہ تعلیمی میدان میں تم کسی سے پیچھے نہ رہو۔ تمھاری کامیاب اور شاندار زندگی کے لیے مذہبی اور سائنسی معلومات انتہائی ضروری ہے۔ اس پر پوری توجہ دو۔ اپنے بزرگوں کی عزت کرو، ان کا حکم مانو، اپنے اساتذہ کا احترام کرو کہ تمھارے شاندار مستقبل کے لیے ان کی دعائیں انتہائی ضروری ہیں۔ جاگو جگاؤ کا پیغام دینے والا تو اب ہمارے درمیاں نہیں رہا، وہ تو ابدی نیند سو گیا لیکن اس کا پیغام ہمارے ہر پیامی کے دل و دماغ میں ایک ایسا نقش چھوڑ گیا ہے جو کبھی نہیں مٹ سکتا۔ انشاءاللہ

آپ کے بزرگ دوست حکیم محمد سعید کو ۱۷ اکتوبر ۹۸ء کو کس نے شہید کیا، اس کے بارے میں طرح طرح سے خبریں آرہی ہیں، اللہ جانے کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ ایک نیک، مخلص، ایماندار اور مذہبی شخصیت کو شہید کرنے والا صرف مذہب کا اور انسانیت کا دشمن ہی نہیں بلکہ اپنے ملک کا بھی دشمن ہے۔

ہم اپنے پیامیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے بزرگ دوست حکیم محمد سعید کی مغفرت کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں اعلا مقام عطا فرمائے اور ان کے بڑے بھائی حکیم عبدالحمید چانسلر جامعہ ہمدرد دہلی اور بیٹی سعدیہ راشد صاحبہ کو صبر کی تلقین فرمائے۔

سعدیہ راشد صاحبہ جو ہر وقت اپنے والد صاحب کی خدمت میں رہتی تھیں ان پر کیا گزر رہی ہوگی یہ تو ان کا دل ہی جانتا ہوگا لیکن ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ سعدیہ راشد صاحبہ اپنے والد کے مشن کو نہ صرف جاری رکھیں گی بلکہ اپنے والد کی طرح تاریخ ساز ہستی بن کر طلب اور علم کی دنیا کا روشن ستارہ بن کر چمکیں گی۔ ہماری اور تمام پیامیوں کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں اور انشاءاللہ رہیں گی۔

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس پٹودی ہاؤس دریا گنج نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

نیکی

عباس العزم

ہے نیکی خدا کو بہت ہی پسند
اسی سے ہے انساں کا رتبہ بلند
یہ انساں کی عظمت کی پہچان ہے
اسی سے معزز یہ انسان ہے
بدی ہے زمانے کے دامن پہ داغ
ہے نیکی مگر ایک روشن چراغ
اسی سے جہاں میں ہے تابندگی
اسی سے منور ہے یہ زندگی
اسی سے ہے شاداب روئے زمیں
اسی کی بدولت ہے دنیا حسیں
یہی اک عمل سب سے مقبول ہے
یہ نیکی حقیقت میں اک پھول ہے
اسی سے یہ دنیا ہے اک گلستاں
ہے خوشبو سے اس کی معطر جہاں
کریں ہم بھی نیکی تو کیا خوب ہو
بدی اس کی قوت سے مغلوب ہو

جاگو جگاؤ

مختصر سوانح جناب حکیم محمد سعید مرحوم

علم حاصل کرنے سے دنیا میں تو بہت سے فائدے ہوتے ہی ہیں، علم کے دینی فائدے اور فضیلت بھی کم نہیں ہیں۔ قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

"اللہ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بڑھاتا ہے۔" (ترجمہ) المجادلہ : ۱۱

اس آیت میں ایمان والوں کے ساتھ ہی علم والوں کا ذکر ہے گویا اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ علم کی اہمیت بھی بتائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی :

"آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما دیجئے۔" (ترجمہ) طٰہٰ : ۱۱۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : "علم حاصل کرو، اس لیے کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں نیکی کرتا ہے، جو شخص علم کا تذکرہ کرتا ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے، جو شخص علم کی جستجو کرتا ہے وہ اللہ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور جو شخص علم کو پھیلاتا ہے وہ صدقہ دیتا ہے۔

نونہالو !

اس سے زیادہ علم کی اہمیت بتانے کی ضرورت نہیں، لیکن ایک بات اپنے ذہن میں صاف کر لو۔ علم حاصل کرنے کا مطلب صرف امتحان پاس کرنا نہیں ہے کہ کتاب رٹ کر یا امتحان میں نقل کر کے پاس ہو جاؤ اور یہ سمجھو کہ تم نے علم حاصل کر لیا ہے۔ کسی غلط طریقے سے امتحان پاس کرنے کے باوجود تم علم سے کورے رہو، تمھیں معلومات نہ ہوں اور انسان میں علم سے جو سمجھ، عقل اور تہذیب پیدا ہوتی ہے وہ تم میں پیدا نہ ہو تو گویا تم نے علم حاصل نہیں کیا، اس لیے ضروری ہے کہ تم شوق سے پڑھو۔ اپنے ذہن میں معلومات بٹھاؤ، کتاب سے محبت پیدا کرو، استاد کی عزت کرو۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

۹ جنوری



تمھیں تو معلوم ہوگا کہ ۹ جنوری کا ذکر آتے ہی کس پیاری اور بڑی شخصیت کا خیال آتا ہے۔ ہاں بالکل صحیح ہے۔ یہ نونہالوں کے عظیم دوست اور ہمدرد جناب حکیم محمد سعید کی تاریخ پیدائش ہے۔

محترم حکیم صاحب ۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے ۹ جنوری ۱۹۹۸ء کو ان کی عمر ۷۸ سال ہو رہی ہے۔ ۷۸ سال کہنے کو تو بہت ہوتے ہیں، لیکن ہم میں سے اکثر لوگ بڑی عمر پانے کے باوجود کوئی کام نہیں کرتے، مگر حکیم صاحب اور کام دو لفظ نہیں ہیں۔ حکیم صاحب کو کام کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔ قائد اعظم نے کہا تھا: "کام، کام اور کام۔"

قائد اعظم کی نصیحت پر بہت کم لوگوں نے عمل کیا اور آج کل تو محنت کی عادت چھوٹ گئی ہے۔ ہم میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ کام کوئی دوسرا شخص کرے اور نام اس کا ہو۔ حکیم صاحب بچپن ہی سے محنت کرنے کے عادی ہیں۔ بچپن میں وہ خوب کھیلتے تھے اور شرارتیں بھی کرتے تھے، لیکن جب شعور آیا تو پھر وہ خوب پڑھنے لگے اور انھوں نے بڑی محنت سے تعلیم حاصل کی۔ ۹ سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا اور ۱۹ سال کی عمر میں طب کی تعلیم مکمل کر لی اور پوری توجہ سے مریضوں کا علاج کرنے لگے اور ہمدرد کے کاموں میں دل چسپی لینے لگے اور اپنے بڑے بھائی محترم حکیم عبدالحمید صاحب کے ساتھ ہمدرد دواخانہ کو ترقی دینے میں مصروف ہوگئے۔

پاکستان بنا تو محترم حکیم صاحب اپنا وطن چھوڑ کر پاکستان آگئے تاکہ اس ملک کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر سکیں اور طب مشرق کو زمانے کے تقاضوں کے مطابق ترقی دے سکیں۔

حکیم صاحب نے کراچی میں ہمدرد کا کاربار بہت چھوٹے پیمانے پر شروع کیا۔ کرائے کا کمرا اور کرائے کے فرنیچر سے کام کا آغاز کیا' لیکن اپنی ذہانت اور محنت سے بہت جلد ہمدرد کو ایک بڑا ادارہ بنا دیا۔ آج "ہمدرد" کا نام ساری دنیا میں روشن ہے۔

حکیم صاحب نے ہمدرد دواخانہ کو ترقی ہی نہیں دی' بلکہ طب کی تعلیم کے لیے معیاری کالج قائم کیا۔ عوام میں صحت کا شعور پیدا کرنے کے لیے "ہمدرد صحت" شائع کرنا شروع کیا۔ تمھارا "ہمدرد نونہال" بھی ۱۹۵۳ء میں جاری کیا۔ بہت سی کتابیں لکھیں۔ حکیم صاحب کی کتابیں اردو میں بھی ہیں اور انگریزی میں بھی۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب نے کئی ادارے قائم کیے۔

نونہالوں کے لیے ایک بہت اچھا اور بہت بڑا اسکول "ہمدرد پبلک اسکول" قائم کیا جس میں بہترین تعلیم ہوتی ہے۔ "ہمدرد یونی ورسٹی" بھی قائم کی جس کے تحت قدیم اور جدید طب کے کالجوں میں اعلا تعلیم ہوتی ہے اور دوسرے شعبے بھی ہیں۔ ایک بہت بڑی لائبریری بیت الحکمہ بھی قائم کی جس میں ساری دنیا سے طب اور اسلام کے موضوع پر کتابیں جمع کیں۔ دوسرے علوم پر بھی کتابیں ہیں۔

حکیم صاحب نے اتنے کام کیسے کر لیے؟ اور اتنی کام یابیاں کیسے حاصل کر لیں؟ اس کا راز کیا ہے؟ اس کا راز یہ ہے کہ حکیم صاحب وقت بالکل ضائع نہیں کرتے' بلکہ ہر منٹ کو کام میں لاتے ہیں۔ حکیم صاحب جو کام بھی کرتے ہیں پوری دل چسپی اور توجہ سے کرتے ہیں۔ کوئی ان کو کام کرتے ہوئے دیکھے تو وہ یہ سمجھے کہ حکیم صاحب کو صرف اس کام کے علاوہ کسی کام سے دل چسپی نہیں ہے' لیکن وہ ہر کام اتنے ہی انہماک سے کرتے ہیں اور ہر کام کو اہم سمجھتے ہیں۔ بس اسی عادت نے ان سے اتنے بڑے بڑے کام کروائے۔

محترم حکیم محمد سعید صاحب خود تو کام کرتے ہی ہیں' لیکن کام کرنے والوں کی بھی قدر کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو کام کا آدمی بنا دیتے ہیں۔ لوگوں کو کام کا آدمی بنا دینا بھی اپنی جگہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔

حکیم محمد سعید

میری آپا

انسان کو تاریکیوں سے روشنیوں میں لانا ایک نہایت درجہ خیر کا کام ہے اور لائق تشکر و امتنان عمل ہے۔ ایسے انسان کہ جو انسان کو تاریکیوں سے نکال کر اس کو روشنیاں دکھائیں، ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ان کے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ یقیناً تاریکیاں برائیاں ہیں، روشنیاں اچھائیاں ہیں۔

میں اپنی والدۂ محترمہ کا رات دن شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے مجھے تاریکیوں سے نکال کر روشنیوں میں سانس لینے کا موقع عطا فرمایا اور پھر آپا محترمہ جب تک زندہ رہیں ہر سانس مجھے وہ روشنیاں دکھاتی رہیں اور مجھے وہ ہر لمحہ روشنیوں سے آگاہ فرماتی رہیں۔

میری آپا صاحبہ (والدۂ محترمہ) نے مجھے اوّل دن سے سہارے دیے۔ میری بہترین پرورش کی۔ میں گرتا تھا وہ تھامتی تھیں۔ میں روتا تھا مجھے وہ پیار کرتی تھیں۔ مجھے زندہ رہنے کا سلیقہ نہ تھا وہ رات دن میری تربیت کرتی تھیں۔ ہر غلط راستوں پر چلتا تھا مجھے وہ سیدھا راستہ بتاتی تھیں اور اس پر چلاتی تھیں۔ جب بھوک سے پریشان ہوتا تھا مجھے وہ بہترین غذائیں فراہم کرتی تھیں۔ میری صحت کا خیال کرتی تھیں۔ میں بیمار ہوتا تو وہ مجھے علاج کے لیے تدابیر فراہم کرتی تھیں۔ زندہ رہنے کا سلیقہ سکھاتی تھیں۔

ایک عظیم ماں کی طرح انھوں نے ہمیشہ مجھے دیا ہے، کبھی مانگا نہیں۔ انھوں نے مجھے قرآنِ حکیم کا علم دیا، مجھے حافظِ قرآن بنایا۔ ان کا یہ احسانِ عظیم ہے۔ اس روشن قرآنِ حکیم نے زندگی کی ہر شاہراہ میرے لیے کھول دی۔ میں نے اپنی آپا صاحبہ کے سامنے ایک بار بھی اونچی آواز سے گفتگو نہیں کی۔ میں ان کے سامنے نہایت ادب سے جاتا تھا اور بڑی دھیمی آواز سے بولا کرتا تھا۔ وہ مجھے نہایت محبت سے بتاتی رہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اکرمؐ کی یہ ہدایت ہے کہ نرم آواز سے بات کرنی چاہیے اور زبان سے کوئی ایسا لفظ نہیں نکالنا چاہیے جس سے کسی دوسرے کی دل آزاری ہو۔

آپا صاحبہ نے ہمیشہ فرمایا: محبت کرنا انسان کی بڑائی ہے۔ احترام کرنا انسان کا حُسن ہے۔
بڑوں کی عزت کرنا فرض ہے۔ کسی کی تکلیف دور کرنا راحت ہے۔

وہ ہاتھ میں دودھ کا گلاس لیتی تھیں، اس میں شکر کا چمچہ چلاتی تھیں اور پھر کہتی تھیں کہ شیر و شکر ایک ہو گئے۔ دودھ میٹھا اور مزے دار ہو گیا۔ انسانوں کو بھی اسی طرح کرنا چاہیے تو پھر زندگی میٹھی ہو جاتی ہے۔ مزے دار رہتی ہے۔

وہ کیا کرتی تھیں۔ ایک تنکا ہاتھ میں لیتیں اور توڑ دیتی تھیں، پھر وہ ۱۰۔۱۲ تنکے اکھٹے کرتیں، مگر یہ نہیں ٹوٹتے تھے۔ آپا صاحبہ فرماتیں: انسان اگر تنہا اور ایک ہے تو جلد ٹوٹ جائے گا۔ اگر انسان مل کر رہیں گے تو ان کا توڑنا مشکل ہے۔ فرماتی تھیں کہ اتحاد میں بڑی برکت ہے۔

میری آپا نے مجھے عظمت کے راستوں پر ڈال دیا۔ انھوں نے مجھے اچھا اور بُرا رہنے کا راستہ دکھادیا۔ میں آج بھی ان کے بتائے ہوئے طور طریقوں پر عمل کرتا ہوں۔

میری آپا نے مجھے سات ماہ کی عمر میں حج بیت اللہ کرا دیا۔ میں حاجی ہو گیا۔ ۹ سال سے کم عمر میں ان کی توجہ سے میں نے قرآنِ حکیم حفظ کر لیا۔ اب میں جانتا ہوں کہ میرا قبلہ کیا ہے، کدھر ہے۔ میں اب جانتا ہوں کہ قرآن کے بتائے ہوئے راستوں اور اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے سے انسان بلند ہوتا ہے۔ عظیم ہوتا ہے۔ رفیع ہوتا ہے۔

میری آپا پریشان تھیں کہ میں ان سے جدا ہو گیا۔ زندگی کے آخری دنوں میں ان کی بہترین خواہش تھی کہ سعید کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں دور دراز اٹلی میں تھا۔ خود بخود دہلی پہنچ گیا۔ آپا صاحبہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ فرمایا: "سعید! اب میں ایک ایسا سفر اختیار کر رہی ہوں جو بہت لمبا ہے۔ ایسا راستہ ہے اور ایسا سفر ہے جہاں سے واپسی نہیں ہوا کرتی۔

[redacted]

تیاری کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ دوسروں کے ساتھ اچھائیاں کرنا، دوسروں کے کام کرنا۔ چھوٹوں کو بڑا کرنا اور ہاں زندگی پھر کسی سے انتقام نہ لینا۔ یہ یاد رکھنا کہ معاف کر دینا سب سے بڑا انتقام ہے۔ ایک آخری بات اور ہے۔ شہرت کے پیچھے نہ بھاگنا۔ ایسے نیک کام کرتے رہنا کہ شہرت تمھارے پیچھے دوڑتی رہے۔ اللہ حافظ۔"

پھر آپا نے طویل سفر اختیار کر لیا!

ڈاکٹر سید حامد حسین
۵۔ سلور لائن اپارٹمنٹس۔اے سیکٹر (بی ڈی اے)
کوہ فضا بھوپال ۴۶۲۰۰۱

آپ کتنا جانتے ہیں؟
ہندستانی تاریخ کے بارے میں
(مقابلے کے امتحانوں میں آنے والے سوالات کی طرز پر)

۱۔ ہندستان کے ساتھ سب سے پہلے یورپ کے کس ملک نے تجارت شروع کی۔
(الف) فرانس (ب) انگلینڈ (ج) پرتگال (د) ہالینڈ

۲۔ ۱۰ر مئی ۱۸۵۷ء کو انگریز حکومت کے خلاف آزادی کی پہلی لڑائی کا آغاز کہاں سے ہوا۔
(الف) دلّی (ب) بیرک پور (ج) میرٹھ (د) کانپور

۳۔ کھروشٹی کے بارے میں ان میں سے کون سی بات صحیح ہے۔
(الف) یہ تبت کا ایک روایتی ناچ تھا۔
(ب) یہ جنوبی ہند میں رائج موسیقی کا ایک انداز تھا۔
(ج) یہ شمالی ہند میں رائج ایک دائیں جانب سے بائیں جانب لکھے جانے والا ایک رسم خط تھا۔
(د) یہ راجستھان میں رائج کپڑے پر چھپائی کا ایک مقبول ڈیزائن تھا۔

۴۔ ریڈ کلف خط کن دو ملکوں کے درمیان سرحدوں کو مقرر کرتا ہے۔
(الف) ہندستان اور تبت (ب) ہندستان اور پاکستان
(ج) ہندستان، پاکستان اور بنگلہ دیش (د) ہندستان، تبت اور چین

۵۔ کس گورنر جنرل کو برطانوی پارلیمنٹ میں مذمت کا سامنا کرنا پڑا؟
(الف) ہیسٹنگز (ب) کرزن (ج) ڈلہوزی (د) بینٹنک

۶۔ ہندستان میں ایسے وزیر اعظم کون تھے جنھوں نے اپنے زمانۂ حکومت میں پارلیمنٹ کا

سامنا نہیں کیا۔

(الف) چندر شیکھر (ب) چودھری چرن سنگھ (ج) وشوناتھ پرتاپ سنگھ

(د) لال بہادر شاستری

۷۔ انڈین نیشنل کانگریس کے اس لاہور اجلاس کی صدارت کس نے کی جس میں کامل آزادی کی تجویز رکھی گئی۔

(الف) موتی لال نہرو (ب) سی۔ آر۔ داس

(ج) سبھاش چندر بوس (د) جواہر لال نہرو

۸۔ ان میں سے کس نے ہندستان سے ٹھگی کو ختم کرنے کے لیے خاص طور پر کوشش کی۔

(الف) جنرل ہنری پرنڈر گاسٹ (ب) کیپٹن سلیمن

(ج) الیکزنڈر برنس (د) کیپٹن رابرٹ پیم برٹن

۹۔ ان کا آپس میں مقابلہ کیجیے۔

(ک) چٹگاؤں کے اسلحہ خانہ پر حملہ (۱) لالہ ہردیال

(ل) کاکوری میل کیس (۲) جتن داس

(م) لاہور سازش کیس (۳) سوریہ سین

(ن) غدر پارٹی (۴) رام پرشاد بسمل

(۵) واسدیو پھڑکے

جواب (الف) ک۔ ۳، ل۔ ۴، م۔ ۱، ن۔ ۵

(ب) ک۔ ۴، ل۔ ۳، م۔ ۲، ن۔ ۵

(ج) ک۔ ۳، ل۔ ۴، م۔ ۲، ن۔ ۱

(د) ک۔ ۲، ل۔ ۴، م۔ ۳، ن۔ ۱

۱۰۔ ان میں سے کس کا بدھ مذہب سے تعلق نہیں ہے۔

(الف) سنگھ (ب) مہایان (ج) اشومیگھ (د) نروان

۱۱۔ ہندستان کے آزاد ہونے سے قبل برطانوی سرکار نے جو کیبنٹ مشن آزادی کے مسئلے پر بات کرنے کے لیے ہندستان بھیجا تھا اُس کا سربراہ کون تھا۔

(الف) اسٹیفرڈ کرپس (ب) اے۔ بی الگزنڈر

(ج) لارڈ پیتھک لارنس (د) لارڈ ماؤنٹ بیٹن

۱۲۔ خدائی خدمت گار نام کی جماعت کس نے بنائی تھی۔

(الف) خان عبدالغفار خاں　　(ب) مولانا محمد علی جوہر
(ج) سر سید احمد خاں　　(د) ڈاکٹر محمد اقبال

۱۳۔ آزاد ہندستان میں پہلے گورنر جنرل کون بنے تھے۔
(الف) ڈاکٹر راجیندر پرساد　　(ب) لارڈ ماؤنٹ بیٹن
(ج) سی۔ راج گوپال آچاری　　(د) جواہر لال نہرو

۱۴۔ شک سموت کا کس عیسوی سنہ سے آغاز ہوا۔
(الف) ۳۲۰ عیسوی　(ب) ۱۷۸ قبل مسیح　(ج) ۵۸ قبل مسیح　(د) ۷۸ قبل مسیح

۱۵۔ خلافت کا خاص مقصد کیا تھا؟
(الف) انگریز حکومت کے خلاف ماحول تیار کرنا　　(ب) مسلم سماج میں اصلاح کرنا۔
(ج) انگریزوں نے جن آئینی اصلاحات کو تجویز کیا تھا انھیں نامنظور کرتے ہوئے ان کے خلاف احتجاج کرنا
(د) ترکوں کی عثمانی سرکار کو بچائے رکھنے کے ساتھ ساتھ خلیفہ کے منصب کو بھی برقرار رکھنے کے لیے تحریک

۱۶۔ ان میں سے کس جماعت کو ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیڈکر نے قائم کی۔
(الف) سوراج پارٹی　　(ب) سماج سمتا سنگھ
(ج) آل انڈیا شیڈیولڈ کاسٹس فیڈریشن
(د) انڈی پین ڈینٹ لیبر پارٹی

۱۷۔ منصب داری نظام کی ابتدا کس نے کی۔
(الف) اکبر　(ب) جہانگیر　(ج) شاہجہاں　(د) اورنگ زیب

۱۸۔ واقعات اور ان کی تاریخوں کو مقابلہ کیجیے۔
(ک) پلاسی کی لڑائی　　(۱) ۱۷۶۱ء
(ل) ہندستان پر تیمور کا حملہ　　(۲) ۱۳۹۷ء
(م) احمد شاہ ابدالی سے لڑائی　　(۳) ۱۴۹۸ء
(ن) واسکوڈی گاما ہندستان پہنچا　　(۴) ۱۷۵۷ء

جواب: (الف) ک۔ ۲۔ ل۔ ۴، م۔ ۱، ن۔ ۳
(ب) ک۔ ۴۔ ل۔ ۲، م۔ ۱، ن۔ ۳
(ج) ک۔ ۴۔ ل۔ ۱، م۔ ۲، ن۔ ۳

(د) ک۔۴۔ ل۔۲، م۔۳، ن۔۱

۱۹۔ ان میں سے کون سی ترتیب تاریخی اعتبار سے صحیح ہے۔

(الف) اشوک۔ ہرش وردھن۔ چندر گپت موریہ۔ کنشک۔

(ب) چندر گپت موریہ۔ کنشک۔ اشوک۔ ہرش وردھن۔

(ج) ہرش وردھن۔ چندر گپت موریہ۔ اشوک۔ کنشک۔

(د) چندر گپت موریہ۔ اشوک۔ کنشک۔ ہرش وردھن۔

۲۰۔ ہندستان کا پہلا انگریز وائسرائے کون تھا۔

(الف) لارڈ کلایئو (ب) وارن ہیسٹنگز

(ج) لارڈ کیننگ (د) لارڈ ماؤنٹ بیٹن

۲۱۔ رضیہ سلطانہ کا کس خاندان سے تعلق تھا۔

(الف) غلام خاندان (ب) خلجی خاندان (ج) تغلق خاندان (د) لودھی خاندان

۲۲۔ ان میں سے فرقوں کا کون سا جوڑا صحیح مذہب سے تعلق نہیں رکھتا۔

(الف) اسلام: شیعہ و سُنّی (ب) عیسائی مذہب: کیتھولک اور پروٹسٹنٹ

(ج) سکھ مذہب: شوِ تامبر اور دگامبر (د) بدھ مذہب: مہایان اور ہن یان

۲۳۔ انگریز حکومت نے اپنی راج دھانی کب کلکتہ سے نئی دلی منتقل کی۔

(الف) ۱۹۰۶ء (ب) ۱۹۱۰ء (ج) ۱۹۱۱ء (د) ۱۹۰۹ء

۲۴۔ پانی پت کی پہلی لڑائی کس کس کے درمیان ہوئی تھی۔

(الف) بابر اور ابراہیم لودھی (ب) ہمایوں اور ابراہیم لودھی

(ج) ہمایوں اور ہیمو (د) اکبر اور ہیمو

۲۵۔ ان میں سے کسے "دیش بندھو" کہا جاتا ہے۔

(الف) گوپال کرشن گوکھلے (ب) سی۔ آر۔ داس

(ج) موتی لال نہرو (د) سی۔ ایف۔ اینڈریوز

۲۶۔ نالندہ یونیورسٹی نے ان میں سے کس کے دورِ حکومت میں خاص ترقی حاصل کی۔

(الف) چندر گپت موریہ (ب) اشوک (ج) کنشک (د) ہرش وردھن۔

۲۷۔ چرک کا کس میدان میں خاص کام ہے۔

(الف) ریاضی (ب) طب (ج) ادب (د) فلسفہ

۲۸۔ کالی داس کس کے دورِ حکومت میں تھا۔

(الف)ہرش وردھن (ب)چندر گپت وکرمادتیہ (ج)اشوک (د)سُمدر گپت

۲۹۔فتح پور سیکری میں کس نے تعمیرات کروائیں۔

(الف)اکبر (ب)جہانگیر (ج)شاہجہاں (د)اورنگ زیب

۳۰۔جنوبی افریقہ سے لوٹ کر گاندھی جی نے ہندستان کی سیاست میں کب سے حصہ لینا شروع کیا۔

(الف)۱۹۰۲ء (ب)۱۹۱۰ء (ج)۱۹۱۴ء (د)۱۹۲۱ء

۳۱۔ان واقعات کی تاریخی ترتیب کیا ہے۔

(۱)کیبنٹ مشن کی آمد (۲)بھارت چھوڑو تحریک

(۳)سائمن کمیشن کی آمد (۴)کرپس مشن کی آمد

جواب. (الف)۱۔۳۔۴۔۲ (ب)۳۔۴۔۲۔۱

(ج) ۳۔۲۔۱۔۴ (د)۳۔۲۔۱۔۴

۳۲۔جلیان والا باغ میں نہتے شہریوں پر گولی چلانے کا حکم کس نے دیا تھا۔

(الف)جے۔پی سانڈرس (ب)مائیکل اوڈائر

(ج)جنرل ڈائیر (د)ولیم کرزن وائلی

۳۳۔دہلی میں کس انگریز وائسرائے پر بم پھینکا گیا تھا۔

(الف)لارڈ ہارڈنگ (ب)لارڈ منٹو

(ج)لارڈ چیمسفورڈ (د)لارڈ ارون

۳۴۔ہندستان میں کس انگریز گورنر جنرل نے ستی کے رواج پر پابندی لگائی۔

(الف)لارڈ ویلزلی (ب)لارڈ ڈلہوزی

(ج)لارڈ کیننگ (د)لارڈ بینٹنک

۳۵۔راجارام موہن رائے نے کون سا ادارہ قائم کیا۔

(الف)برہمو سماج (ب)آریہ سماج

(ج)پرارتھنا سماج (د)تھیوسافیکل سوسائٹی آف انڈیا

۳۶۔ہندستان کی پہلی آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کب کیا گیا اور کس کی قیادت میں۔

(الف)۱۱رمئی ۱۸۵۷ء۔ بہادر شاہ ظفر

(ب)یکم دسمبر ۱۹۱۵ء۔ برکت اللہ بھوپالی

(ج)۲۱راکتوبر ۱۹۴۳ء۔ سبھاش چندر بوس

(د)۱۵ر اگست ۱۹۴۵ء جواہر لال نہرو

۳۷۔ گرانڈ ٹرنک روڈ کس نے بنوائی۔

(الف)چندر گپت موریہ (ب)شیر شاہ سوری

(ج)شاہجہاں (د)لارڈ ڈلہوزی

۳۸۔ ہندستان کی تقسیم کی قرارداد کب منظور کی گئی۔

(الف)۳ر جون ۱۹۴۷ء (ب)۱۶ر مئی ۱۹۴۶ء

(ج)۲ر دسمبر ۱۹۴۶ء (د)۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء

۳۹۔ ہندستان میں کس مسلم حکمراں نے چیزوں کے نرخوں پر نگرانی رکھنے کا نظام بنایا۔

(الف)علاء الدین خلجی (ب)محمد تغلق

(ج)التتمش (د)غیاث الدین بلبن

۴۰۔ ہندستان کا آئین کب منظور کیا گیا۔

(الف)۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء (ب)۲۶ر نومبر ۱۹۵۰ء

(ج)۲۶ر نومبر ۱۹۴۹ء (د)۳۰ر جنوری ۱۹۴۸ء

جوابات

۱۔ج	۲ ج	۳ ج	۴۔ ج
۵۔الف	۶۔ ب	۷۔ د	۸۔ ب
۹۔ج	۱۰۔ ج	۱۱ ج	۱۲۔ الف
۱۳۔ب	۱۴۔ د	۱۵۔ د	۱۶۔ ج
۱۷۔الف	۱۸۔ ج	۱۹۔ د	۲۰۔ ب
۲۱۔الف	۲۲۔ ج	۲۳۔ ج	۲۴۔ الف
۲۵۔ب	۲۶۔ د	۲۷۔ ب	۲۸۔ ب
۲۹۔الف	۳۰۔ ج	۳۱۔ ب	۳۲۔ ج
۳۳۔الف	۳۴۔ د	۳۵۔ الف	۳۶۔ ب
۳۷۔ب	۳۸۔ الف	۳۹۔ الف	۴۰ ج

عتیق الرحمٰن صدیقی

نیکیوں کا مہینا

حضور نبی کریم ﷺ غارِ حرا کے ایک کونے میں تنہا، بھوکے اور پیاسے عبادت میں مصروف تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام "اقرا باسم ربك الذی خلق" کی خوش خبری لے کر نمودار ہوئے، یعنی پڑھ اپنے اس اللہ کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ یہ عظیم واقعہ رمضان کے مبارک مہینے میں رونما ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "رمضان وہ مہینا ہے جس میں قرآن اترا۔" (القرآن) اور جس رات یہ نازل ہوا قرآن مجید نے اسے مبارک اور عزت والی رات قرار دیا، "ہم نے قرآن مجید کو ایک برکت والی رات میں اتارا" (القرآن)۔ اسی بنا پر رمضان کے پاک اور مقدس مہینے میں بھوکا اور پیاسا یعنی روزے سے رہنا اللہ کا ذکر کرنا اور تنہائی میں اس سے لو لگانا گویا اعتکاف میں بیٹھنا اور شبِ قدر (لیلۃ القدر) میں جاگ کر اللہ کے حضور سر بسجود ہونا پیغمبر ﷺ کی پیروی کرنے والوں کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔ چنانچہ اللہ نے پیارے نبی کی زبان سے کہلوایا، "اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔"

روزے کو عربی میں صوم کہتے ہیں جس کے معنی رُکنے اور چپ رہنے کے ہوتے ہیں۔ اس عمل کو صیام اس لیے فرمایا گیا ہے کہ انسان صبح پو پھٹنے سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک کھانے پینے اور دوسرے بُرے کاموں سے رکا رہتا ہے۔ روزے سے مراد فاقہ کشی نہیں ہے۔ اسلام کے آغاز میں غربت کی وجہ سے عرب کے لوگ ویسے بھی فاقوں سے دوچار ہو جاتے تھے۔ اگر ایسی ہی بات ہوتی تو پہلے روزہ فرض ہوتا، مگر جب لوگوں میں توحید کا تصور پختہ ہو گیا اور وہ نماز اور دوسرے قرآنی حکموں پر عمل کرنے کے عادی ہو گئے تو ان میں ایک ایسا جذبہ بیدار کرنا ضروری ہو گیا جس سے جرات، ہمت، صبر اور ثابت قدمی پیدا ہو اور وہ ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کر کے کفر و شرک اور اخلاقی بگاڑ کا مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ رمضان

کے روزے ۲ ہجری میں فرض ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "ہر گندگی کو دور کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز اللہ نے بنائی ہے اور جسم کو (بیماریوں سے) پاک کرنے والی چیز روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔" یہی وجہ ہے کہ تمام مسلم اور غیر مسلم ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی احکام کے مطابق روزہ رکھنے سے بہت سی خطرناک بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ روحانی بیماریوں کے ساتھ جسمانی بیماریوں کا علاج بھی روزے میں موجود ہے۔

روزے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ابن آدم کے تمام اعمال اپنی ذات کے لیے ہیں سوائے روزے کے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر اور بدلہ دیتا ہوں۔ روزہ ڈھال ہے جس دن کوئی شخص روزے سے ہو تو اسے چاہیے کہ نہ تو بے ہودہ باتیں کرے، نہ چیخے چلائے اور نہ جھگڑے اور اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا لڑے تو روزے دار کو چاہیے کہ کہہ دے، "میں روزے سے ہوں" اور قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے، روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزے دار کو دو مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ جب افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب اپنے رب سے ملے گا تو وہ بھی اس روزے کے سبب اس سے خوش ہوگا۔ حضرت سہیلؓ بن سعد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا، "جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام "ریان" (سر سبز و شاداب) ہے۔ اس دروازے سے قیامت کے دن روزے دار داخل ہونگے۔ ان کے سوا کوئی اور اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا۔ (پکارا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں؟ تو سب روزے دار اٹھ کھڑے ہوں گے، اور اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے) اور ان کے سوا اس دروازے سے کوئی اور داخل نہ ہو سکے گا۔ جب یہ سب داخل ہو جائیں گے تو یہ دروازہ پھر بند کر دیا جائے گا اور کوئی دوسرا داخل نہ ہوگا۔ (بخاری شریف)

حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑ دے تو عمر بھر اس کی تلافی کے لیے روزے رکھے تب بھی اس ایک روزے کی کمی پوری نہیں ہوگی۔ حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا، آپؐ فرما رہے تھے، "میں سو رہا تھا کہ دو آدمی آئے۔ انھوں نے میرا شانہ پکڑا، اور مجھے ایک سخت دشوار گزار پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھے اس پہاڑ پر چڑھنے کے لیے کہا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں اس پر چڑھ نہیں سکتا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ کے لیے آسانی پیدا کریں گے چڑھو۔ چنانچہ میں

چڑھ گیا اور جب پہاڑ پر بیچ میں پہنچا تو میں نے وہاں کچھ شدید قسم کی چیخیں سنیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسی آوازیں آرہی ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ یہ اہل جہنم کی چیخیں ہیں۔ پھر مجھے آگے لے جایا گیا تو میں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جو الٹے ٹانگ دیے گئے ہیں۔ ان کے جبڑے پھاڑ دیے گئے ہیں اور ان سے خون بہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو بتایا کہ یہ روزہ خور لوگ ہیں۔ یہ رمضان کے مہینے میں کھاتے پیتے تھے۔"

یہود کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے روزے میں سحری نہیں کھاتے تھے۔ یہ طریقہ ان کے عالموں نے خود گھڑ لیا تھا۔ چنانچہ اس سرکشی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں سحری کھانے سے منع کر دیا تھا، مگر نبی اکرمؐ کی امت کو اللہ تعالیٰ نے ہلکے پھلکے احکام دیے اور آسانیوں سے نوازا اس لیے حضورؐ نے فرمایا، "سحری کھانا برکت کا باعث ہے۔ یہ برکت اللہ نے تم لوگوں کو عطا کی ہے تو سحری کھانا مت چھوڑو۔" اور افطار کے بارے میں حضور نے فرمایا، "جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے خیریت کی حالت میں رہیں گے۔"

روزہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ پہلی امتوں پر بھی فرض رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں پر روزہ اس لیے فرض کیا کہ وہ اللہ کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائی اور عظمت کا اظہار کریں، اس کا شکر ادا کریں اور ان میں تقوا پیدا ہو جائے یعنی ان کے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جو انھیں ہر بھلے کام پر اُبھارے اور بُرے کام سے روکے اور وہ ہر وقت یہ خیال رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض نہ ہونے پائے۔ یہ احساس پیدا کرنے میں روزے کا کردار بڑا اہم ہے اور زندگی کے سفر میں یہی بہترین توشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا، "زادِ راہ (سامانِ سفر) ساتھ لے لو اور بہترین زادِ راہ تقوا ہے۔"

حکیم صاحب کے مشورے

حکیم محمد سعید

جلدی خارش

س : عمر ۱۹ سال ہے۔ مجھے ماہ سے مجھے جلدی خارش کی شکایت ہوگئی ہے۔ کھجلانے پر زخم بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ (محمود شاہ عمرانی)

ج : انسان کے جسم کو زیادہ میٹھے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ زیادہ گوشت درکار ہے۔ بڑے کے گوشت کو انسانی جسم قبول نہیں کرتا۔ سب سے پہلے، آپ میٹھا کھانا کم کریں۔ بڑے کا گوشت قطعاً ترک کر دیجیے۔ دوسرے گوشت بھی ہفتے میں بس دو بار۔ آپ چاہیں تو "صافی" کی ایک دو شیشیاں پی لیجیے یا پھر "گل منڈی" ۶ گرام رات کو بھگو دیں۔ صبح اسے مل چھان کر پی لیں۔

خواہ مخواہ پریشانی

س : میری عمر ۱۸ سال ہے۔ مجھے جریان کی شکایت ہے۔ ازراہ کرم مجھے اس کے اسباب علامات اور علاج بتایئے۔ تاکہ اس مرض سے چھٹکارا حاصل ہو۔ (ایم نوید)

ج : اکثر و بیشتر نوجوان اپنے کو خواہ مخواہ میں مبتلا سمجھتے ہیں اور خواہ مخواہ پریشانیاں مول لیتے ہیں۔ درحقیقت ایسے سب وہ نوجوان ہوتے ہیں کہ جن کے ضمیر ان کو اس لیے پریشان کرتے ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت کو اپنے ہاتھوں تباہ کیا ہے۔ پھر اناڑی لوگوں نے ان نوجوانوں کی اسی ضمیر کی تڑپ سے فائدہ اٹھایا اور جریان کا لفظ گھڑ لیا ہے۔ جن نوجوانوں کو قبض ہوتا ہے ان کے غدہ قدامیہ یعنی پروسٹیٹ گلینڈ کی رطوبت پیشاب کے راستے خارج ہوجاتی ہے۔ اس کا سبب خود پروسٹیٹ کی زود حسی ہوتی ہے۔ میرے خوددار نوجوان! آپ بس

قبض دور کر لیجیے اور اس کو بھول جائیے کہ آپ کو جریان ہے۔

بینائی کم زور ہے

س : عمر ۱۵ سال ہے۔ ایک طالب علم ہوں، میری بینائی کمزور ہوتی جارہی ہے۔ ازراہ کرم اس کا کوئی طبی علاج بتائیے۔ (جاوید حنفی)

ج : میرے عزیز! اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں: غذا کی خرابی، یعنی غذا میں ذائقہ تو ہے مگر ذائقہ بنانے کے لیے قدرتی قیمتی اجزا ضائع کر دیے گئے۔ ایک اور وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں کی حفاظت نہیں کی ہے۔ ان کی صفائی کو غیر ضروری سمجھا ہے۔ اندھیروں میں پڑھا ہے، لیمپ کو بجائے بائیں کے دائیں جانب رکھا ہے اب ان میں کوئی صورت تو ہے۔ اگر یہ مسئلہ پیدائشی اور موروثی نہیں ہے تو پھر آپ کو چاہیے کہ سبزیوں کے کھانے پر توجہ کریں۔ مغز بادام کھائیں۔ ۹ دانے رات بھگو دیں صبح خوب چبا کر کھائیں۔ "خمیرہ ہمدرد" بھی اچھی چیز ہے۔ اب ایک نئی ٹانک "تن سکھ" ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیے۔ غرض یہ ہے کہ اپنی صحت پر توجہ کریں۔

کم زور حافظہ

س : عمر ۱۳ سال ہے۔ میری یادداشت کمزور ہے، جو کچھ پڑھتا ہوں وہ بہت جلد بھول جاتا ہوں۔ ازراہ کرم کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ (ریحان موسیٰ)

ج : میرے حلیم اور خود دار نونہال! پہلی بات تو صاف صاف یہ ہے کہ تم اپنی تعلیم پر پوری توجہ کرو۔ جب شوق ہوتا ہے جب علم حاصل کرنے کا ذوق ہوتا ہے تو دماغ ہر بات کو محفوظ کر لیتا ہے۔ اگر توجہ اور شوق نہ ہو تو دماغ اس کو قبول نہیں کرتا۔ دماغ کی سلیٹ جلد صاف ہو جایا کرتی ہے۔ اگر صحت کم زور ہے تو اسے "تن سکھ" سے اچھا کریں۔ رات کھانے سے پہلے اور صبح ناشتے سے پہلے ۲-۲ چمچے "تن سکھ" پینا شروع کر دیں۔ یادداشت کے لیے حیاتین آمیز "خمیرہ ہمدرد" ایک اچھی چیز ہے۔ صبح ۶ گرام روزانہ کھائیے۔

پیروں میں خارش

س : عمر ۳ سال ہے۔ میرے پیروں میں خشک خارش ہوتی ہے۔ بعض اوقات خون بھی نکلتا ہے۔ کوئی طبی علاج تجویز فرمائیں۔ (زاہد وسیم)

ج : مجھے یقین ہے کہ تم تعلیم اور تربیت کے لیے اسکول جارہے ہوگے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اسکول میں کسی نونہال کی خارش تم کو لگ گئی ہو۔ تمہارے اسکول میں صفائی ستھرائی تو ضرور ہوگی! میری رائے ہے کہ تم ہمدرد سے "صافی" کی ایک شیشی لے لو۔ ایک چمچہ چائے والا صبح اور ایک رات پینا شروع کردو۔ اس سے فائدہ ہوجائے گا۔ "ان شاء اللہ"

گٹھیا کا علاج

س : میری والدہ محترمہ کی عمر ۴۵ سال ہے گزشتہ تین سال سے گٹھیا کی مریضہ ہیں۔ براہ مہربانی اس کا کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ (میمونہ اکرم)

ج : محترمہ والدہ صاحبہ کی گٹھیا کی تکلیف کا پڑھ کر مجھے افسوس ہوا' اللہ تعالیٰ ان کو جلد صحت عطا فرمائیں۔ محترمہ والدہ سب سے پہلے بچھڑے کا گوشت کھانا ترک کریں۔ یہ بچھڑے کا خطرناک گوشت عورتوں میں گٹھیا کے مرض کا ایک بڑا سبب ہے۔

گٹھیا کا مرض صرف درد رہا (پین کلر) دواؤں سے نہیں جاسکتا۔ اس کا علاج باقاعدہ کرنا چاہیے۔ مندرجہ ذیل نسخہ ایک ماہ استعمال کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ مرض رفع ہوجائے گا۔

صبح و شام: بوزیدین ۲ قرص ہمراہ عرقسبر ۳۔ ۳ چمچے پانی میں ملا کر۔

رات: اوجاعی ایک قرص ہمراہ نسخہ نمبر۱ ایک عدد پانی میں جوش دے کر چھان کر پی لیں۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

"اگر کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیت بوتا ہے' جس سے انسان' چرند' پرند روزی حاصل کرتے ہیں تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔"

فرح تسنیم

انمول

راجو غریب والدین کا بیٹا تھا۔ وہ سارا سارا دن بازاروں اور بس اسٹاپوں پر بھیک مانگتا تھا۔ وہ اپنے اپاہج باپ اور اندھی ماں کا اکیلا سہارا تھا۔ تین جانوں کا پیٹ بھرنے کے لیے وہ سارا دن کاروں اور لوگوں کے پیچھے بھاگتا رہتا کہ شاید کسی سے کچھ پیسے مل جائیں۔ بعض بے رحم لوگ اسے صرف جھڑکیاں دیتے اور بعض نیک دل اس کی ننھی سی ہتھیلی پر چند سکے رکھ دیتے۔

صبح اس دن راجو بہت ہی اُداس تھا۔ صبح سے بارش ہو رہی تھی۔ بازار میں سناٹا تھا۔ سڑک پر بھی اکادکا گاڑیاں آجا رہی تھیں۔ راجو سردی سے کانپ رہا تھا۔ وہ بجھی ہوئی آنکھوں سے سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آج صبح سے کچھ بھی نہیں ملا تھا۔ بے چارہ صبح سے بھوکا تھا۔ سخت پریشان تھا کہ آج ماں باپ کو کہاں سے کھلائے گا۔

اچانک ایک کار دُکان کے پاس رُکی اور ایک امیر سا آدمی باہر نکلا۔ راجو پُر اُمید نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا اور پھر تیزی سے امیر آدمی کی طرف بڑھا:

"صاحب جی! اللہ کی نام پر کچھ دے دو۔ میرے ماں باپ معذور ہیں۔ صاحب جی: آپ کو بچوں کا واسطہ کچھ دے جاؤ۔"

سیٹھ نے حقارت سے راجو کو دیکھا اور کہا، "تم لوگ ڈھونگ کرتے ہو۔ مانگنے کے سوا تمھیں کوئی کام نہیں۔ شرم نہیں آتی ہاتھ پھیلاتے ہوئے۔"

"بابو جی! ہم مجبور ہیں، بے غیرت نہیں۔ میں بہت چھوٹا ہوں، مزدوری نہیں کر سکتا۔ کچھ دے دو۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ میرے ماں باپ بھوک سے مَر جائیں گے۔ ان کے بعد میں بھی زندہ نہیں رہوں گا۔" راجو بلک رہا تھا۔

"تمھارے زندہ رہنے سے ہمیں کیا فائدہ ہے! الٹا تم ملک کو بدنام کرتے ہو۔ تم کون سے اتنے انمول ہو کہ تمھارے مرنے سے ہمیں کوئی نقصان ہوگا۔ تم جیسے بے مول روز پتا نہیں کتنے پیدا ہوتے ہیں اور کتنے مرتے ہیں۔" سیٹھ نے نفرت سے کہا اور راجو کو دھکا دے کر جلدی سے دُکان میں گھس گیا۔ راجو آنسو پونچھتے ہوئے اُٹھ کر کپڑے جھاڑنے لگا۔

اچانک اُس نے دیکھا کہ اُسی کار سے ایک ننھا بچہ نکل کر سڑک کی طرف بھاگنے لگا۔ سامنے سے ایک کار تیز رفتاری سے اُس بچے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راجو نے ایک دم کوئی فیصلہ کیا اور بچے کے اوپر چھلانگ لگا دی۔ اس نے بچے کو پرے اُچھال دیا مگر خود تیز رفتار کار کی لپیٹ میں آگیا۔

جب سیٹھ دکان سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ سڑک پر لوگوں کا ہجوم ہے۔ وہ تیزی سے اپنی کار کے پاس آیا تو اس کے حواس جاتے رہے۔ اس کا بیٹا گڈو کار میں موجود نہیں تھا۔ سیٹھ تیزی سے ہجوم کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہی بھکاری لڑکا مردہ حالت میں زمین پر پڑا تھا اور اس کا بیٹا خوف زدہ نظروں سے راجو کو دیکھ رہا تھا جس نے اپنی زندگی کی قربانی دے کر اس کی جان بچائی تھی۔

سیٹھ کو یوں لگا کہ جیسے راجو کہہ رہا ہو، "سیٹھ! تم نے مجھے بے مول کہا تھا۔ اب بتاؤ میں بے مول ہوں کیا؟ اپنی زندگی کا نذرانہ دے کر بھی میں بے مول ہوں؟"

سیٹھ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بڑبڑانے لگا، "تم بے مول نہیں ہو، تم نے میرے بیٹے کو نئی زندگی دی۔ تم نے وہ کام کیا جس کی کوئی قیمت نہیں تم انمول ہو، انمول!"

شعیب احمد بستوی
دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

شب برات

لڑکپن بھی عجیب وقت ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ بچے کے ستر خون معاف ہوتے ہیں، جب ہم چھوٹے سے تھے تو ہمارے یہاں ایک گانو میں میلہ لگتا تھا گانو والوں کی زبان میں اسے رسیو رات کہتے تھے۔ بچپن میں ہم اسی کو شب برات سمجھتے تھے لیکن جب ذرا عقل آئی اور گھر والوں نے مکتب کا راستہ دکھایا اور وہاں پر تھوڑا بہت پڑھا لکھا تو خیر اتنا معلوم ہو گیا کہ ہندو بھائیوں کا کوئی مذہبی تہوار ہے لیکن صحیح معلومات اب بھی نہیں ہوئی کہ اصل اس کی ہے کیا چنانچہ ہم اس کو شب برات یعنی برات کی رات سمجھنے لگے اور جب وہ دن آتا تو ہم انتظار میں رہتے کہ برات آئے گی لیکن جب شام تک کوئی بارات نظر نہ آتی تو ہم بچے اس کی یہ تاویل کرتے کہ اللہ میاں رات کو فرشتوں کی برات بھیجیں گے اور جب تک جاگتے اسی انتظار میں رہتے کہ شاید فرشتوں کی برات دیکھنے کو مل جائے لیکن وہ کیوں آتی؟ علم دین کتنی بڑی نعمت ہے بچپن میں اس کا احساس نہیں ہوتا۔ جب ہم ذرا اور بڑے ہوئے اور اللہ نے دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق دی تب یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہم اب تک غلطی پر تھے۔ نہ یہ رسیو رات ہے اور نہ شبِ براءت۔ بلکہ شب برات یعنی آزادی اور چھٹکارہ پانے کی رات ہے۔ پر اب بھی یہ سمجھ میں نہ آیا کہ آزادی کس چیز سے مل رہی ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے جب حدیث شریف پڑھنے کی توفیق اور صلاحیت دی تب جاکر مکمل علم ہوا کہ یہ جہنم سے آزادی اور چھٹکارہ کی رات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنے گنہ گار اور دوزخ کے مستحق بندوں کو دوزخ کی آگ سے آزادی عطا کرتا ہے۔ یہ مبارک رات ماہ شعبان کی پندرہویں رات ہے اسی کو شب براءت کہتے ہیں۔ یہ بہت مبارک اور فضیلت کی رات ہے۔ ہم آپ کو اس رات کے بارے میں صرف دو چیزیں بتائیں گے۔

(۱) اللہ تعالیٰ اس رات میں کیا کیا خصوصی انعامات اپنے کن کن بندوں کو عطا فرماتا

ہے۔

(۲) بندوں کو اس رات میں کیا کرنا چاہیے۔

(۱) حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب ماہ شعبان کی پندرہویں رات آئے تو اس رات میں جاگو اور اس کے دن یعنی پندرہ شعبان کو روزہ رکھو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس رات سورج غروب ہونے کے وقت ہی سے سب سے نچلے آسمان پر جلوہ افروز ہو جاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہے کوئی مجھ سے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کو معاف کردوں؟ ہے کوئی روزی کا طلبگار کہ میں اس کو روزی دوں؟ ہے کوئی مصیبت کا مارا (جو عافیت مانگے) کہ میں اس کو عافیت دوں؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ (اسی طرح رات بھر رحمتِ حق کا دریا بہتا رہتا ہے) یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو نچلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے جسموں پر جتنے بال ہیں ان سے زیادہ انسانوں کی مغفرت کرتا ہے۔ عرب میں سب سے زیادہ بکریاں اسی قبیلہ میں ہوتی تھیں اس لیے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کو گننا دشوار ہے اسی طرح اس رات مغفرت پانے والوں کو شمار کرنا ناممکن ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو اپنے بندوں کی طرف خاص توجہ فرماتا ہے اور مُشرک (اللہ کے علاوہ کسی اور کو خدا بنانے والا) اور لوگوں سے کینہ رکھنے والے کے علاوہ سب کو معاف کر دیتا ہے۔ دوسری حدیثوں میں کچھ اور لوگوں کے بارے میں ہے کہ ان کی اس رات میں مغفرت نہیں ہوتی وہ یہ ہیں۔ ماں باپ کا کہنا نہ ماننے والا۔ ناحق قتل کرنے والا۔ ہمیشہ شراب پینے والا۔ بار بار زنا (بدکاری) کرنے والا۔ قطعِ رحم یعنی بلاوجہ شرعی رشتہ داروں سے تعلق توڑنے والا۔ ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا کپڑا لٹکانے والا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ بڑے بڑے گناہ تو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے البتہ چھوٹے چھوٹے گناہ اللہ تعالیٰ اس رات کی برکت سے معاف فرما دیتا ہے۔ کتنی بڑی محرومی کی بات ہے کہ اس مبارک رات میں بھی ہم معافی کی کوشش نہ کریں۔

(۲) اس مبارک رات میں بندوں کو یہ کام کرنے چاہیں کہ اپنے گھر میں تنہائی میں اللہ کا ذکر کریں۔ تلاوت کریں۔ درود شریف اور نماز وغیرہ پڑھیں۔ اللہ کا یہ خاص انعام ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اس رات میں خلوت اور تنہائی میں ملاقات کا خود وقت دیتا ہے کہ آؤ اور جو کچھ

مجھ سے تنہائی میں کہتا ہے مانگتا ہے، کہہ لو مانگ لو۔ اب بندہ بھیڑ بھاڑ جمع کر کے اس نعمت کی ناقدری کرے تو یہ اس کی اپنی بد نصیبی ہے ۲۔ اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا۔ عافیت کی دعا مانگنا اور دنیا و آخرت کی کامیابی کی التجا کرنا۔ ۳۔ کبھی کبھی قبرستان جانا اور مُردوں کے لیے دعا واستغفار کرنا۔ اور آج کل جو رواج ہے کہ غول در غول ہنستے کھیلتے قبرستان جاتے ہیں یہ درست نہیں ہے ۴۔ پندرہ شعبان کو روزہ رکھنا۔ بس یہ ہیں کرنے کے کام باقی اور چیزوں کا اضافہ مثلاً عید کی طرح خوشی منانا، شب برات کے کپڑے سلوانا۔ ضرورت سے زائد روشنی اور چراغاں کرنا۔ پٹاخے چھوڑنا۔ لوگوں کی دعوتیں کرنا۔ شب براءت کی وجہ سے گھروں میں رنگ روغن کرنا یہ سب شریعت کے خلاف باتیں ہیں۔ دوسرے اس میں فضول خرچی بھی ہے۔ پٹاخے وغیرہ چھوڑنے سے فضا میں آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے۔ پڑوسیوں کو تکلیف اور پریشانی بھی ہوتی ہے اور اسلام ہر اس چیز سے منع کرتا ہے کہ جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ پریشانی ہو۔ دل دُکھے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان سب باتوں سے بچنا چاہیے۔

اور اپنے لیے اپنے عزیزوں کے لیے اپنے ملک کے لیے بلکہ ساری دنیا کی بھلائی کے لیے اللہ سے اس رات میں خصوصی دعائیں مانگنی چاہیں۔

طٰہٰ میاں نے روزہ رکھا

سید فتح علی الوری

رمضان المبارک کا چاند نظر آنے سے پہلے ہی طٰہٰ میاں نے اعلان کردیا کہ اس بار وہ ضرور پہلا روزہ رکھیں گے!

طٰہٰ میاں کی عمر آٹھ سال ہے۔ تیسری جماعت میں پڑھتے ہیں۔ دبلے پتلے دھان پان لڑکے ہیں۔ اچھے خاصے شریر ہیں' مگرچوں کہ ہر امتحان میں پہلی پوزیشن لیتے آئے ہیں اس لیے والدین اور دادا دادی کے چہیتے ہیں۔ طٰہٰ میاں میں ایک خوبی یہ ہے کہ دُھن کے پکے ہیں۔ جو بات دل میں ٹھان لیتے ہیں وہ پوری کرکے چھوڑتے ہیں۔

دادا ابانے کہا : طٰہٰ میاں! یہ بتلایئے کہ آپ روزے کے آداب بھی جانتے ہیں؟

"جی ہاں" طٰہٰ نے خود اعتمادی سے جواب دیا: "سحری میں اٹھ کر کچھ کھانا کھاتے ہیں۔ منہ صاف کرکے روزے کی نیت کرتے ہیں جو میں نے یاد کرلی ہے۔ دن بھرپاک صاف رہتے ہیں۔ پانچوں نمازیں پڑھتے ہیں جو میں جانتا ہوں۔ افطار تک کچھ کھاتے پیتے نہیں۔ افطار کے وقت دعا پڑھ کر روزہ کھولتے ہیں۔ اسکول بھی جاتے ہیں۔ جھوٹ نہیں بولتے۔ کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں۔"

دادی اماں نے پوچھا: "اچھا یہ بتاؤ۔ تم اس لیے روزہ رکھ رہے ہو کہ تحفے ملیں گے یا کسی دوست کی دیکھا دیکھی روزہ رکھنے کا ارادہ کیا ہے؟"

طٰہٰ نے کہا: "جی نہیں' رمضان میں گھرمیں سب لوگ روزے رکھتے ہیں۔ مجھے سب کے سامنے کھانا پینا اچھا نہیں لگتا' مگر میری ایک شرط ہے! میں اپنی پوری کلاس کو بلاؤں گا اور میری چاروں استانیاں بھی آئیں گی۔"

ابو' امی دونوں نے کہا : "منظور' ایک چھوٹا سا تحفہ ہماری طرف سے! ہم تمھیں گیمز کے دو نئے ڈسک دیں گے۔ دن بھر اپنے نن تنجو (Nintanjo) پر گیمز کھیلنا' آسانی سے دن گزر جائے گا۔"

طلا نے دادی اماں سے پوچھا: "کھیل سے میرا روزہ تو مکروہ نہیں ہو جائے گا؟ میں اپنا روزہ مکروہ کرنا نہیں چاہتا۔"

دادی اماں مسکرائیں اور کہنے لگیں کہ اسکول سے آکر تھوڑی دیر کھیل لینا۔ لیکن نمازیں قضا نہیں ہونی چاہئیں۔ پھر تھوڑی دیر سو جانا۔

چناں چہ منجھلا روزہ طے پایا۔

اسکول میں طلا نے اپنے سب ساتھیوں کو افطار اور رات کے کھانے کی دعوت دی۔ خود اپنے ہاتھ سے دعوت نامے لکھے۔ طلا کے تین خاص دوستوں منیب، نور اور بلال نے بھی فیصلہ کیا کہ وہ طلا کے ساتھ پہلا روزہ رکھیں گے۔

تینوں دوستوں کے والدین طلا کے والدین سے ملنے آئے اور کہا کہ کیوں نہ چاروں مل جل کر کسی ہوٹل یا پرانے شادی ہال میں روزہ کشائی کی تقریب کرلیں، کیوں کہ چاروں لڑکوں نے ایک ہی دن پہلا روزہ رکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ طلا کے دادا ابا نے کہا: "طلا کے ان تینوں دوستوں نے طلا کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ روزہ کشائی ہمارے گھر میں ہوگی۔ آپ اپنے مہمانوں کے ساتھ ہمارے ہاں تشریف لے آیئے۔ بچوں کو تیرھویں کی شب میں ہمارے ہاں بھیج دیجیے۔ چاروں بچے مل کر سحری کریں گے اور دن بھر ساتھ رہیں گے۔"

رمضان المبارک کی تیرھویں تاریخ آئی۔ منیب، نور اور بلال رات ہی کو طلا کے ہاں آگئے۔ چاروں نے مل کر سحری کی۔ چار چھوٹے چھوٹے بچوں کا ایک ساتھ روزہ رکھنا بڑی خوشی کی بات تھی۔

دادا ابا نے تمام انتظام اپنے ذمے لیا۔ گھر سجایا گیا۔ افطار اور رات کے کھانے کے لیے ایک ریسٹوراں کو آرڈر دیا گیا۔ محلّے میں خبر ہوئی تو محلے والوں نے فیصلہ کیا کہ چاروں بچوں کو تحفے دیے جائیں۔

جس ریسٹوراں کو افطار اور کھانے کا آرڈر دیا گیا تھا اس کے مالک کو جب معلوم ہوا کہ چار بچے ساتھ مل کر پہلا روزہ رکھ رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ کھانے میں ٹھنڈی بوتلیں ان کی طرف سے پیش کی جائیں گی۔ اسکول ٹرانسپورٹ کے کنٹریکٹر نے کہا کہ جن مہمانوں کے پاس سواری نہیں ہوگی انھیں ان کے گھر چھوڑنے کی خدمت وہ انجام دیں گے۔ یہ تو بہت

بڑی سعادت ہے کہ چار ننھے منے لڑکے ساتھ مل کر پہلا روزہ رکھ رہے ہیں۔

افطار پارٹی ہوئی۔ تحفوں کے ڈھیر لگ گئے! چاروں لڑکوں کو اتنے ہار پہنائے گئے کہ بچے پھولوں میں چھپ گئے۔

چاروں بچوں نے سب کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ کئی لوگوں نے اسکول کی استانیوں اور پرنسپل کی تعریف کی کہ انھوں نے بچوں کے دلوں میں ایسا خوب صورت جذبہ پیدا کیا۔ پھر کھانا ہوا۔

دادا ابا نے کہا! آپ حضرات نے رمضان المبارک کی برکتیں ملاحظہ فرمائیں! رمضان المبارک کی اپنی برکتیں اور پھر آپس میں تعاون کی برکتیں! صرف ظلّا میاں اکیلے ہی روزہ رکھتے تو ایسی رونق نہ ہوتی۔ اتنے سارے لوگوں کی آپس میں ملاقاتیں نہ ہوتیں۔ صرف ایک معمولی سی گھریلو تقریب ہوجاتی۔ یہ اسلام کی برکت ہے۔ لوگ جب مل جل کر کوئی نیک کام کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان چاروں بچوں کو اچھا مسلمان بنائے، تعلیم و تربیت کے زیور سے مالا مال فرمائے۔

سب لوگوں نے ایک آواز ہوکر "آمین، ثم آمین" کہا۔

اسی دن ظلّا میاں کے چار اور ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ اگلے جمعہ کو وہ چاروں مل کر پھر روزہ رکھیں گے۔

ظلّا میاں کا پہلا روزہ یادگار بن گیا۔

اس رمضان المبارک میں بھی کئی نونہال پہلا روزہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اچھا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ علم کی دولت سے نوازے۔ کام یابی سرخ روئی سے وطن عزیز کی خدمت کے مواقع عطا کرے۔

آئیے سب مل کر کہیں : "آمین ثم آمین"۔

آیت من القرآن

پہلا پارہ الف۔ لام۔ میم

قرآن مجید مقدس آسمانی کتاب جو ہمارے آقا اور اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں وہ ساری باتیں بتادی گئی ہیں جن پر عمل کر کے ہم سچے مسلمان بن سکتے ہیں اور وہ سارے انعام حاصل کرسکتے ہیں جو اللہ پاک نے اپنے نیک بندوں کو دینے کا وعدہ کیا ہے۔ پیام تعلیم پڑھنے والے بچوں کے لیے ہم آسان انداز میں وہ باتیں لکھ رہے ہیں جو اس مقدس کتاب کے پہلے پارے میں بیان کی گئی ہیں۔ بچوں کو چاہیے کہ یہ باتیں اچھی طرح سمجھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ انھیں بے شمار برکتیں اور فائدے حاصل ہوں گے۔ اس پارے میں سورہ الفاتحہ اور سورۂ البقرہ کی ۱۴۱ آیتیں ہیں۔ سورۂ الفاتحہ یعنی الحمد میں سات آیتیں ہیں۔ اور ان میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو بڑا ہی مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے سوا کسی سے مدد نہ مانگیں۔ آخر میں یہ دعا ہے کہ اے اللہ ہمیں ان لوگوں کے سیدھے راستے پر چلا جن پر تو نے انعام کیا اور ان لوگوں کے راستے سے بچا جو بھٹک گئے اور جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ یہ سورہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

سورۂ البقرہ قرآن مجید کی سب سے لمبی سورہ ہے۔ اس میں ۲۸۶ آیتیں ہیں۔ یہ الف، لام، میم سے شروع ہوتی ہے۔ ایسے حروف قرآن مجید کی کئی اور سورتوں کے شروع میں بھی آئے ہیں۔ انھیں حروف مقطعات کہتے ہیں اور ان کا بالکل ٹھیک مطلب اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

سورۂ البقرہ میں سب سے پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن سچی آسمانی کتاب ہے اور یہ ان لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتی ہے جو پاکیزہ زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو رزق اللہ نے انھیں دیا ہے اس میں سے اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کی باتوں کو نہیں مانتے اور اللہ کے بارے میں بتایا گیا ہے اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور

(الف) شروع زمانے میں انھیں سب سے زیادہ عزت دی۔
(ب) اپنی برائیوں کی وجہ سے وہ غلام بن گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر انھیں فرعون کی غلامی سے نجات دی۔
(ج) من اور سلویٰ کی شکل میں ان کے لیے آسمان سے رزق اتارا اور پتھر سے بارہ چشمے جاری کیے۔
(د) انھیں سلطنت دی۔
۲۔ ان کی نافرمانیوں اور گناہوں کا ذکر فرمایا اور انھیں بتایا ہے کہ
(الف) انھوں نے دنیا کے فائدے حاصل کرنے کے لیے آسمانی کتابوں کو بدل دیا۔
(ب) ایک دوسرے کو گھروں سے نکالا، قتل کیا یہاں تک کہ نبیوں کو قتل کر ڈالا۔
(ج) انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم نہ مانے۔ سونے کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔
گائے ذبح کرنے کے لیے کہا گیا تو بڑی مشکل سے یہ حکم پورا کیا۔
(د) تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے رسول ہیں اور قرآن سچی آسمانی کتاب ہے صرف ضد میں ان کا انکار کیا اور بھلائی کا راستہ چھوڑ کر گناہ کا راستہ اختیار کر لیا۔ خدا کی زمین پر فساد پھیلانے لگے۔
۳۔: حضرت موسیٰ حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوبؑ اور حضرت اسحاق علیہم السلام کا ذکر کر کے یہ بتایا کہ ان سب کی تعلیم اللہ پر ایمان لانا، نیکی کے راستے پر چلنا اور برائیوں سے بچنا تھی۔ اللہ پاک نے اس بات کو غلط بتایا کہ کوئی صرف یہودی یا عیسائی ہونے کی وجہ سے جنت کا حق دار بن جائے گا۔ اسی طرح اس بات کو بھی غلط بتایا کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ ان باتوں کے علاوہ کعبہ شریف کی تعمیر کا حال اور حضرت ابراہیمؑ کی دعائیں ہیں۔ دو فرشتوں ہاروت اور ماروت کا حال بھی بیان ہوا ہے۔ جو شہر بابل میں آئے تھے اور ان سب باتوں کا مقصد یہی بتانا ہے کہ اللہ اس کائنات کا خالق ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ عبادت صرف اسی کی کرنی چاہیے۔ مدد بھی صرف اسی سے مانگنی چاہیے اور بھلائی کے کاموں میں شامل رہ کر اور برائیوں سے بچ کر زندگی گزارنی چاہیے۔ خدا ہم سب کو اسی طرح زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ آمین

ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، انھیں سخت عذاب دیا جائے گا۔ دوسرے رکوع میں منافقوں یعنی ان لوگوں کا ذکر ہے جو سچے دل سے مسلمان نہیں ہوئے۔ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اپنی طرف سے تو یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں لیکن دراصل اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ان کی حالت ان اندھوں جیسی ہے جو اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے بھلائی کے بدلے برائی خریدی۔

تیسرے رکوع میں حکم دیا گیا ہے اللہ کی عبادت کرو اور اس جیسا کسی کو نہ سمجھو۔ زمین آسمان اور سب چیزیں اللہ ہی نے بنائی ہیں۔ وہی بارش برساتا اور پھل پھول اور اناج اگاتا ہے۔ اس کے بعد قرآن کی شان بیان کی گئی ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس جیسی ایک سورت بھی کوئی نہیں بنا سکتا۔ جو اس کے حکموں پر چلیں گے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ جو انکار کریں گے ان کی گمراہی بڑھ جائے گی۔ ان کی نشانی یہ بتائی کہ وہ رشتے توڑتے اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔

چوتھے رکوع میں حضرت آدمؑ کی پیدائش اور انسان کے مرتبے کا حال بیان ہوا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ اسے سجدہ کریں۔ فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے جو ان کا سردار تھا غرور کی وجہ سے یہ حکم نہ مانا۔ ابلیس اپنے عہدے سے گر گیا۔ حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی حضرت حواؑ جنت میں رہنے لگے۔ انھیں حکم دیا گیا اس درخت کے پاس نہ جانا لیکن ابلیس کے بہکاوے میں آکر انھوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ اس بھول کی وجہ سے انھیں اور ان کی بیوی کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا گیا۔ حضرت آدمؑ نے توبہ کی جو اللہ پاک نے قبول کر لی لیکن انھیں زمین پر اُترنے کا حکم دیا اور بتا دیا کہ ان کی اولاد میں نیکی کرنے والوں کو انعامات ملیں گے لیکن برائی کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔ یہ بھی بتایا گیا کہ سب سے بڑا گناہ شرک یعنی کسی کو اللہ جیسا ماننا ہے۔

پانچویں رکوع سے سولہویں رکوع تک جو اس پارے کا آخری رکوع ہے۔ بنی اسرائیل، یعنی یہودیوں کا ذکر ہے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ ہمارے زمانے کے یہودیوں نے اسی وجہ سے اپنی ریاست کا نام اسرائیل رکھا ہے۔

اللہ پاک نے اس قوم کو مخاطب کر کے کچھ اور باتوں کے علاوہ تین باتیں خاص طور سے ارشاد فرمائی ہیں۔

ا۔ ان احسانوں کو ذکر فرمایا ہے جو بنی اسرائیل پر کیے۔

افضال احمد خاں

مشہور مسجدیں

اسلام میں مسجد کی بڑی اہمیت ہے جو مسلمانوں کے اتحاد کی علامت ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر کافی عرصے تک عبادت کے ساتھ ساتھ حکومتی معاملات اور مشورے مسجدوں ہی میں طے کیے جاتے تھے۔ یہاں اسلامی تاریخ کی چند مشہور مسجدوں کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

مسجدِ نبوی

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے میں قیام کے بعد آپ ﷺ کا سب سے پہلا کام ایک مسجد کی تعمیر تھا۔ مسلمانوں کی اجتماعی عبادت کے لیے ایک مرکز کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ آپؐ نے اس مقصد کے لیے مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے حکم فرمایا اور اس مسجد کی بنیاد آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رکھی۔ صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ آپؐ بھی بہ نفس نفیس تعمیر مسجد میں شامل رہے اور اپنے دستِ مبارک سے اینٹیں چنیں۔ آپؐ نے دس برس اس مسجد میں نمازیں ادا کیں۔

مسجدِ قبلتین

مسجد قبلتین مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مسجد تاریخ اسلام کے ایک اہم واقعہ کی علامت ہے۔ ابتدا میں مسلمان نماز بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے ادا کرتے تھے۔ شعبان ۲ ہجری میں جب محمد رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز اس مسجد میں پڑھا رہے تھے اور دو رکعت پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں وحی کے ذریعے سے تحویلِ قبلہ کی آیت نازل ہوئی۔ اسی وقت آپ ﷺ کی اقتدا میں جماعت میں شریک تمام لوگ بیت المقدس سے کعبہ کے رُخ پھر گئے، اس لیے اس مسجد کو مسجدِ قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کہتے ہیں۔

مسجدِ نمرہ

۹ ذی الحج کو حاجی میدانِ عرفات میں جس طرف سے داخل ہوتے ہیں وہاں حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی قائم کی ہوئی ایک مسجد ہے۔ یہی مسجدِ نمرہ ہے۔ ۹/ذی الحج کو حج کا خطبہ امام صاحب اسی مسجد میں دیتے ہیں اور زوال کا وقت گزرتے ہی ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر پڑھاتے ہیں۔

مسجدِ قُبا

مسجدِ نبوی سے ۲ میل کے فاصلے پر وادیِ قبا ہے۔ اس میں جو آبادی ہے اسے قبا کہتے ہیں۔ ہجرتِ مدینہ کے زمانے میں محمد رسول اللہ ﷺ نے یہاں چار روز قیام فرمایا تھا اور یہیں اپنے دستِ مبارک سے مسجدِ قبا کی بنیاد رکھی تھی۔ اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلی مسجد یہی تعمیر ہوئی۔ اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ثواب ایک عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔

مسجدِ فتح

جبل سلع کے دامن میں جہاں ۵ ہجری میں جنگِ خندق ہوئی تھی، اِس وقت پانچ مساجد ہیں جو اس جنگ کی یادگار ہیں۔ اس جنگ میں جہاں حضور ﷺ اور اصحابِ کبار کے خیمے تھے وہاں یہ مساجد تعمیر کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے جو مسجد سب سے بلندی پر ہے وہ مسجدِ فتح کہلاتی ہے۔ روایت کے مطابق آپ ﷺ نے جنگ کے دوران تین روز تک متواتر اس جگہ دعا کی تھی اور پھر قبولیتِ دعا کی بشارت پائی۔

مسجدِ مَشْعَرِ الحرام

مسجدِ مَشعَرَ الحرام مزدلفہ میں واقع ہے۔ عرفات سے مغرب کی نماز پڑھے بغیر حاجی مزدلفہ روانہ ہوتے ہیں۔ مزدلفہ پہنچ کر مسجدِ مشعر الحرام کے قریب ٹھہرتے ہیں اور عشا کے وقت مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑھتے ہیں، پہلے مغرب کی نماز اور پھر عشا کی نماز۔

مسجدِ حدیبیہ

مسجدِ حدیبیہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۲۲ کلو میٹر کے فاصلے پر پرانی شاہراہ پر واقع ہے۔ ذی قعدہ ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک درخت کے نیچے محمد رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے بیعت لی تھی۔ اس جگہ یادگار کے طور پر اب یہ مسجد تعمیر کر دی گئی ہے اور مسجدِ حدیبیہ کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

تجمل الیاس

نیکی کا اثر

حضرت عیسیٰؑ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ گاؤں کا دھوبی کپڑے چراتا ہے اور کبھی تبدیل بھی کر دیتا ہے۔ ہم اس سے عاجز آ چکے ہیں۔ آج وہ کپڑے دھونے دریا پر گیا ہے۔ آپ بد دعا دیں کہ وہ وہیں غارت ہو جائے اور پھر واپس نہ آئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان لوگوں کی درخواست مان لی۔

دوسری طرف کام پر جاتے ہوئے وہ دھوبی اپنے ساتھ روٹی بھی لے گیا۔ وہیں ایک فقیر کا گزر ہوا وہ بہت بھوکا تھا۔ فقیر نے اس سے ایک روٹی کا سوال کیا۔ دھوبی نے اسے ایک روٹی دے دی' اس پر فقیر نے اسے دعا دی کہ جیسے تو لوگوں کے کپڑے صاف کرتا ہے ویسے اللہ تعالیٰ تیرے دل کو پاک و صاف کر دے۔ دھوبی نے فقیر کو دوسری روٹی بھی دے دی تو وہ فقیر بولا۔ "خدا تجھے ہر بلا سے محفوظ رکھے۔"

دھوبی شام کو بخیریت واپس آ گیا۔ لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا۔ یہ کیسی بد دعا تھی کہ دھوبی بخیریت واپس آ گیا۔ اس پر حضرت عیسیٰؑ نے دھوبی کو بلا کر پوچھا۔ "آج تو نے کون سا نیک عمل کیا تھا؟" اس نے بتایا۔ "میں نے خدا کی راہ میں دو روٹیاں ایک بھوکے فقیر کو دیں۔ اس نے مجھے دعا دی اور چلا گیا۔" اتنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی نازل فرمائی۔ "اے میرے نبی! اس دھوبی کی گٹھری کھلوا کر دیکھو۔" چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اس کی گٹھری کھلوا کر دیکھی تو اس میں سے کالا سانپ نکلا، جس کے منہ پر مہر لگی ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس سے پوچھا۔ "اگر حق تعالیٰ نے تجھے اس دھوبی کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا تھا تو تو نے اسے کیوں چھوڑا۔" سانپ نے عرض کی۔ "اے اللہ کے پیارے نبیؑ! میں نے چاہا کہ اسے ڈس لوں مگر اس نے جو دو روٹیاں خدا کی راہ میں صدقہ کی تھیں' اس کی برکت سے فرشتوں نے میرے منہ پر مہر لگا دی تاکہ میں اسے ڈس نہ سکوں۔

حضرت عیسیٰؑ نے یہ سن کر دھوبی سے کہا کہ "اے اللہ کے بندے' خدا نے تیرے سارے گناہ معاف کر دیے۔ اب آئندہ تو گناہوں سے بچے رہنا۔ خدا نے تجھے اس صدقہ و خیرات کی بدولت آج بچا لیا ہے۔"

نصرت ظہیر
۱۵/۴ کھچڑی پور کالونی۔ دہلی ۹۱

یُو اِین اُو کے عالمی دن

محترم بزرگو۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ امریکہ انسانوں کی آبادیوں پر ایٹم بم گرا کر تباہی مچانے اور کئی ملکوں میں جنگیں کرانے کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اتفاق دیکھیے کہ اس امریکہ شریف کے ایک شہر، نیویارک میں وہ ادارہ بھی قائم ہے جو پوری دنیا میں جنگیں رکوانے کے لیے بدنام ہے۔ اس کا نام ہے یونائٹڈ نیشنز آرگنائزیشن یعنی اقوام متحدہ یا "یواین او" جو دراصل پوری دنیا کے ملکوں کا ایک چھوٹا سا کنبہ ہے۔

اس کنبہ کو ہر وقت دنیا کی فکر لگی رہتی ہے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے، وہ کیوں نہیں ہو رہا ہے اور یہ کہ اب کیا ہونا چاہیے۔ خیر۔۔ اب اسی اقوامِ متحدہ کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ آئے دن کوئی نہ کوئی دن ضرور مناتی رہتی ہے۔ بچوں کے لیے عالمی یوم اطفال، بوڑھوں کے لیے عالمی یوم بزرگان۔ اس طرح یوم نباتات، یوم حیوانات یوم ماحولیات اور کئی دوسرے یوم (دن) ہوتے ہیں جن کے آخر میں 'آت' آتا ہے اور جو آپ کی خوش قسمتی سے اس وقت ہمیں یاد نہیں آرہے ہیں۔

اقوامِ متحدہ یہ طرح طرح کے دن کس لیے مناتی ہے، ابھی تک پوری طرح واضح نہیں ہو پایا ہے۔ شاید اس لیے کہ ہر دن سے دنیا والوں کو اپنے مسئلوں کا ایک کے بعد ایک، احساس ہوتا رہے اور وہ ایک دوسرے سے کہتے رہیں۔

"میاں بچے جائیں چولھے میں اور یوم اطفال بھی! کم بخت دن بھر گلی ڈنڈا اور کنچے کھیلتے رہتے ہیں۔ اب تو بوڑھوں کی فکر کرو۔ آج بزرگوں کا دن ہے۔ اف یومِ بزرگان!"

پھر جب بزرگوں کا دن بھی گزر جائے گا تو کوئی یہ کہے گا۔ "اجی بوڑھوں کو ان کے حال پر چھوڑیے۔ ایک دن سبھی کو دنیا سے جانا ہے۔ آج تم کل ہماری باری ہے۔

اور جائیں گے جب یہاں سے کچھ بھی نہ پاس ہوگا۔ اور سکندر جب گیا دُنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ مجھے تو جناب ان بزرگوں سے الجھن ہوتی ہے۔ جہاں ہم لڑکوں کو ذرا ہنستے کھیلتے دیکھیں گے فوراً کوئی نہ کوئی اعتراض جڑدیں گے۔ ہر وقت بس اس تاک میں رہیں گے کہ گھر کا کوئی نوجوان مزے میں تو نہیں ہے۔ چنانچہ مجھے اس وقت نوجوانوں کی فکر ہے اور میں آج ان کا دن منانا چاہتا ہوں۔ آہ یوم نوجوانان!"

نوجوانوں کے دن کے بعد ابھی ان کے مسئلے حل بھی نہ ہوں گے کہ کافی ہاؤس میں کسی میز پر سنائی دے گا۔

"اماں چھوڑیے نوجوانوں کو وہ تو خود ایک مسئلہ ہیں۔ نوجوانوں سے زیادہ مجھے حیوانات کا غم ہے۔ آج یومِ حیوانات ہے اور مجھے بے چارے وہ جانور یاد آرہے ہیں جو آج تک حقوقِ انسانی سے محروم ہیں۔ مثلاً گھروں کی بلّیاں جنھیں لوگ دودھ بھی پینے نہیں دیتے۔ اس لیے آہ یومِ حیوانات!"

چند برسوں سے بیماریوں کا فیشن چل نکلا ہے۔ چنانچہ یوم چیچک اور یوم تپ دق کے بعد اب یومِ سرطان اور یوم ایڈس بھی منائے جانے لگے ہیں۔ یہاں تک کہ حال میں یوم ذیابطیس بھی منایا گیا اور آج ہم اسی کا ذکر کر رہے ہیں۔

اب یہ تو ہم ٹھیک طرح نہیں جانتے کہ ذیابطیس کی بیماری کیوں ہوتی ہے اور اس کے کیا نقصانات ہیں۔ بس اتنا سنا ہے کہ اس میں آدمی کے جسم میں شکر (SUGAR) کی مقدار ضرورت سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور اس سے جسم کے مختلف حصے مثلاً دل، جگر، گردہ وغیرہ کمزور ہونے لگتے ہیں۔ اور اس کے مریض کو میٹھی چیزوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے چنانچہ اسے شوگر کی بیماری بھی کہتے ہیں اور ہاں اس کے مریض کو باربار انسولین (INSULIN) کا انجکشن لینا پڑتا ہے۔ بس اس سے زیادہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔

بہر حال۔ چند ماہ پہلے جب عالمی یومِ ذیابطیس منایا گیا تو یہ جان کر بڑی مایوسی ہوئی کہ ہم اس دن کو منانے کے اہل نہیں ہیں۔ یہ بات نہیں کہ جسے شوگر کی بیماری نہ ہو وہ اس عالمی دن کو کسی طرح مناہی نہیں سکتا۔ مناسکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے جو جذبہ اور اثر شوگر کے مریض کے منانے میں ہوگا وہ بھلا "نامریض کے منانے میں کہاں پیدا ہوسکتا ہے۔"

شوگر کا مریض تو جناب اس روز پاک صاف ہو کر انسولین کا انجکشن لے گا، پھیکی چائے کا ناشتہ کرے گا۔ ڈاکٹر کے پاس یا اسپتال جاکر اپنا معائنہ کرائے گا۔ مٹھائی کی دکانوں

کے سامنے کھڑے ہو کر گلاب جامن، جلیبی، رس گلے اور امرتی کے مرتبانوں پر حسرت بھری نگاہ ڈالتا پھرے گا وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ ہم جیسا "نامریض" اس روز اخبار میں یوم ذیابیطس پر ایک آدھ مضمون پڑھ کر یا ریڈیو ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ سن کر اپنی معلومات میں چند اعداد شمار کا اضافہ کرے گا اور منہ پر ہاتھ رکھ کر جماہیاں لیتے لیتے سو جائے گا۔

پتا نہیں کیوں ذیابیطس سے ہمیں بچپن سے ہی والہانہ لگاؤ رہا ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم اس بات سے بے خبر تھے کہ اس کے مریض کو مٹھائی سے دور رہنا پڑتا ہے۔ تب ہم ذیابیطس کو بیماری سے زیادہ کسی یونانی فلسفی کا نام سمجھتے تھے اور کئی مرتبہ امتحان کی کاپی میں ممتحن پر رعب ڈالنے کے لیے اپنی طرف سے اقوال زریں گھڑ کر لکھ دیتے تھے کہ یہ لاجواب بات مشہور فلسفی حکیم ذیابیطس خان نے کہی ہے۔

اور تو اور ہمیں اس کا صحیح املا بھی نہ آتا تھا۔ ان دنوں ہمارا رجحان املا کی طرف کم، املی ...ں کی طرف زیادہ تھا۔ چنانچہ حکیم جالینوس کو ہم حکیم جعلی نوس لکھ جاتے تھے۔ ذیابیطس کو اکثر ضیابیطس لکھ دیتے کہ ہمارے عزیز شاعر دوست ہاشم علی کا تخلص بھی ضیا تھا۔ بلکہ کبھی کبھی تو جوش میں ظیابیطس بھی لکھ جاتے تھے۔ وہ تو بھلا ہو حکیم ضمیر صاحب کا جنھوں نے ہمیں اس کا صحیح املا بتا دیا۔ یہ اس دن کی بات ہے جب ہمیں پہلی بار کسی نے بتایا تھا کہ حکیم ذیابیطس کوئی فلسفی نہیں بیماری ہے۔ اور فیثاغورس (Pythagaurus) جس کی تھیورم (Theorum) کا ذکر آتے ہی کلاس کے بچوں کا پیٹ درد کرنے لگتا تھا کوئی خوفناک بیماری نہیں بلکہ ایک فلسفی تھا!

ان دنوں ہمیں بیماریوں کا بڑا شوق تھا۔ بلکہ سچ پوچھیے تو بیماریاں صرف ایک بہانہ تھیں شوق دراصل ہمیں میٹھی اور لذیذ یونانی دواؤں کا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی پتا چلا کہ ذیابیطس ایک بیماری ہے تو یہ جانے بغیر کہ اس کے مریض کو میٹھے سے پرہیز کرنا پڑتا ہے، ہم اسکول سے دوڑے دوڑے حکیم ضمیر کی مطب نما دکان پر پہنچے اور بولے۔

"حکیم صاحب۔ کل سے پیٹ اور سینے میں سخت ذیابیطس ہے۔ جلدی سے کوئی اچھا سا خمیرہ اور مربہ باندھ دیجیے۔"

حکیم ضمیر صاحب نے پہلے تو ہمیں شک کی نگاہ سے دیکھ کر بولے۔ "کیا کہا! ذیابیطس؟" ہم نے کہا، جی ہاں!" تو پوچھا۔ "ذال سے یا ظو ے ے؟"

جلدی میں ہمارے منہ سے نکل گیا، ظوئے سے۔ بس سننا تھا کہ حکیم صاحب کا پارہ چڑھ گیا۔ بولے

"اچھا، تو صاحبزادے اب جھوٹ بھی بولنے لگے ہو؟ آج ہی بابو جی (ہمارے والد صاحب) سے تمھاری شکایت کرتا ہوں کہ تم کس طرح ان کی گاڑھی کمائی کو غلط املے والی بیماریوں پر خرچ کرتے پھر رہے ہو۔"

مگر ذکر ہو رہا تھا اقوام متحدہ کے ذیابیطس کا۔

اس دفعہ ۲۷ر جون کو یوم ذیابیطس پر ہم میاں عبدالقدوس کے یہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ موصوف کھانے کی میز پر طرح طرح کی مٹھائیاں سجائے بیٹھے ہیں۔ گلاب جامن، جلیبی، رس گلے، اور امرتی کے علاوہ گھیور، بالوشاہی، حلوہ سوہن، لڈو، ربڑی ملائی، چم چم اور برفی کی پلیٹیں بھی رکھی تھیں۔

ہم نے کہا۔ "خاں صاحب ہم جانتے ہیں کہ آپ کو شوگر کا مرض نہیں، لیکن یوم ذیابیطس منانے کا یہ کیا طریقہ ہوا؟"

کہنے لگے۔ 'یوم ذیابیطس کون کمبخت منا رہا ہے۔ میں تو اس کی آڑ میں اقوام متحدہ کے خلاف مظاہرہ کر رہا ہوں۔"

"مظاہرہ کیوں؟" ہم نے پوچھا۔

وہ بولے۔ "اس لیے کہ اقوام متحدہ یوم ذیابیطس تو مناتی ہے مگر یوم بے ذیابیطس بالکل نہیں مناتی۔ آخر ان لوگوں کا بھی تو اقوام متحدہ پر کچھ حق ہے جو ذیابیطس کے مریض نہیں ہیں۔ یہ کہہ کر انھوں نے احتجاجاً کئی رس گلے منہ میں رکھ لیے!

اسی طرح ایک مرتبہ میاں عبدالقدوس اپنے سامنے دس آدمیوں کا کھانا لیے بیٹھے تھے۔ لمبا چوڑا دسترخوان طرح طرح کے لذیذ و مرغن کھانوں سے سجا ہوا نہیں بلکہ بھرا ہوا تھا۔ قورمہ، بریانی، کوفتے، کباب، مرغ مسلم، کلیجی، بکرے کی ران، اور تلی ہوئی مچھلی گوشت والے گوشۂ نان ویج (Non Veg) میں تھیں، تو سبزی والے کونے میں شلغم گوشت، گوبھی گوشت، پالک گوشت، آلو قیمہ اور گاجر قیمہ کی پلیٹیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان سے جو جگہ خالی بچی تھی وہ بھی مختلف کھانوں سے بھری تھی۔

"الٰہی خیر۔ یہ کیا ماجرا ہے، خاں صاحب؟" میں نے پوچھا۔

مرغ کی ٹانگ اور مچھلی کے پیٹ سے راستہ بنا کر ان کے منہ سے نکلتی ہوئی پھنسی

پھنسی آواز آئی۔ "کچھ نہیں!"

"خدا کی پناہ! اتنا سارا کچھ نہیں!؟" حیرت سے ہمارا منہ کھلا رہ گیا۔

یہ سنتے ہی ان کا تیزی سے چلتا ہوا منہ کچھ دیر کے لیے رکا۔ پہلے آنکھوں سے پورا زور لگا کر ہمیں گھورا۔ پھر مرغ ماہی کو معدے میں دفن کر کے بولے۔

"تمھیں کیا تکلیف ہے۔ نظر کیوں لگا رہے ہو؟"

مجھے تو کوئی تکلیف نہیں خان صاحب۔ لیکن اتنا سب اکیلے کھائیں گے تو آپ کو ضرور ہو جائے گی۔ یہ آخر کیا کر رہے ہیں آپ؟ ہم نے پوچھا۔

"عالمی یوم خوراک منا رہا ہوں اور کیا؟ اگر تمھاری رال ٹپک رہی ہے تو تھوڑا سا تم بھی منالو۔ میں رو ک تھوڑا ہی رہا ہوں۔ انھوں نے بکرے کی ران اپنی طرف سرکاتے ہوئے کہا۔

تواضع کے لیے شکریہ۔ ہم ایک شامی کباب اٹھا کر بولے۔ لیکن معاف کیجیے اقوام متحدہ نے اگر آج کے دن کو عالمی یومِ خوراک ڈکلیر کیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ دنیا بھر کی چیزیں کھانے بیٹھ جائیں۔ یومِ خوراک منانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ افریقہ اور دوسرے غریب ملکوں میں غذائی قلت اور بُھکمری کی طرف توجہ دیں۔ خوراک کے مسئلے پر غور کریں۔ اس کا کوئی حل بتائیں۔

اچھا تو تم چاہتے ہو کہ میں ایک بے عمل انسان بن جاؤں۔ دانشوری شروع کر دوں اور ہر وقت بس بیٹھے بیٹھے غور کرتا رہوں۔ جی نہیں میں تاریخ میں اپنا نام محمد غوری کے ساتھ لکھوانا ہرگز پسند نہیں کروں گا۔ وہ بکرے کی ران ادھیڑتے ہوئے بولے۔

اس حساب سے تو خان صاحب آپ آج ہی کیوں، پورے سال ہی یوم خوراک مناتے رہتے ہیں۔ باقی دنوں میں بھی آپ کا دستر خوان ماشاء اللہ خوب بھرا رہتا ہے۔ بھلا آج کیا خاص بات ہے؟

آج میں عالمی یومِ خوارک منا رہا ہوں۔ وہ سینہ پُھلا کر بولے۔

لیکن آپ کا دستر خوان تو عالمی نظر نہیں آتا۔ اس کے تو تمام کھانے ہندستانی ہیں۔ ہم نے چٹکی لی۔

یہ قورمہ بریانی اور کوفتے کی مغلائی ڈشیں کیا ہندستانی ہیں۔ یہ سب مغلوں کی لائی

ہوئی ترکاریاں ہیں اور مغل تم جانتے ہو ازبکستان سے یعنی باہر سے آئے تھے۔ ہاں البتہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے سب غیر ملکی ڈشیں ہندستانی ڈھنگ سے پکائی ہیں۔ یہ دیکھو۔ یہ ہے چینی ڈش۔ چاءمن۔ انھوں نے سوتوں کے پیالے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

لیکن یہ تو شیر معلوم ہوتی ہے اور اس میں دودھ بھی ہے۔ شاید میٹھی بھی ہوگی۔ جبکہ چاءمن نمکین اور تیز مرچوں اور سرکے والا ہوتا ہے۔

میں نے کہا، نا۔ یہ ہندستانی ڈھنگ کا چاءمن ہے اور اس میں چینی اس لیے ڈالی گئی ہے کہ یہ چینی ڈِش ہے۔

اوہ۔

اور یہ ہے سمندری خوراک (سی فوڈ Sea Food) جو انگلینڈ اور امریکہ میں شوق سے کھایا جاتا ہے۔ ان کا اشارہ تلی ہوئی مچھلی کی طرف تھا۔

مان گئے خان صاحب۔ آپ واقعی جینیس (Genius) ہیں۔ اچھا چلیے یہ بتایئے۔ عالمی یوم خوراک پر آپ دنیا کے لوگوں کو کیا پیغام دینا چاہیں گے۔

یہ سنتے ہیں خان صاحب نے مسالے سے سنے ہوئے ہاتھ اور ہونٹ تولیے سے پونچھے، جیب سے آئینہ نکال کر اس میں اپنی شکل کو غور سے دیکھا، اور جب مطمئن ہوگئے تو اسے جیب میں واپس رکھ کر بولے۔

اس موقع پر دنیا کو میرا صرف ایک پیغام ہے اور وہ یہ کہ ہمیں خوراک کا عالمی دن ہی نہیں رات بھی منانی چاہیے۔

یہ کہہ کر وہ پھر دسترخوان پر ٹوٹ پڑے۔

کوئی ایک گھنٹے بعد فارغ ہوکر انھوں نے ایک لمبی ڈکار کے ساتھ اعلان کیا۔ اقوام متحدہ ہر طرح کے عالمی دن مناتی ہے، حتیٰ کہ ایک دن خود اس کا اپنا بھی ہے۔ یو۔این۔او۔ لیکن ایک اور دن منانے کا خیال اسے ابھی تک نہیں آیا ہے جس کا منانا میرے خیال سے از حد ضروری ہے۔ جانتے ہو وہ دن کون سا ہے؟

ہم نے حسب عادت ان کا سوال مکمل ہونے سے پہلے ہی نفی میں سر ہلا دیا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے کہا۔

وہ دن ہے عالمی دنوں کا دن۔ یعنی یوم الآیام!

حامد علی شاہد

ڈہی گاؤں

ناصر کا گاؤں چھوٹا سا تھا ہرا بھرا اور خوبصورت سا، یہاں کے لوگ بہت غریب تھے۔ پیٹ بھر کر کھانا بھی مشکل سے ملتا تھا لیکن وہ اخلاق کی دولت سے مالا مال تھے۔ وہ بہت خلوص والے لوگ تھے۔ دوسروں کی بھوک کی خاطر وہ اپنے حصے کا کھانا کسی دوسرے کو دینے سے دریغ نہ کرتے۔ ان کی زندگی پُر سکون تھی۔ ان میں کوئی بھی چور اور ڈاکو نہ تھا، تھا بلکہ وہ ایک دوسرے کے لیے مخلص اور بے غرض تھے۔

ناصر ایک عقل مند اور ذہین نوجوان تھا۔ اسے اس بات کا بہت رنج تھا کہ گاؤں کے لوگ اتنے غریب ہیں۔ وہ سوچتا کہ اس کی ذہانت اور عقل مندی کس کام کی، اگر وہ گاؤں کے لوگوں کی غربت بھی دور نہ کر سکے۔ وہ دن بھر بھی سوچ سوچ کر کڑھتا رہتا تھا۔ ایک شام جب وہ بکریوں اور بھیڑوں کے ریوڑ کو ہانک کر جنگل سے نکل رہا تھا تو اس کی نظر درخت کی ٹہنی پر بیٹھی ہوئی ایک چڑیا پر پڑی، جو بہت غمگین اور اُداس اُداس نظر آ رہی تھی۔ ناصر چڑیا کے سَر میں چُبھے ہوئے ایک کانٹے کو دیکھ کر چونکا۔ کانٹے کے پاس سے خون رِس رہا تھا، ''بچاری کو کتنا درد ہو گا اُف اللہ!'' خون دیکھ کر اس نے سوچا اور اس کے جسم میں درد کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا آہٹ کیے بغیر چڑیا کے پاس پہنچ گیا۔ چڑیا آنکھ بند کیے گُم صُم بیٹھی تھی۔ ناصر نے ہاتھ آگے بڑھایا اور آہستہ سے اُسے پکڑ لیا۔ ننھی چڑیا نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ اپنے آپ کو چھڑانے کے لیے وہ مچلنے لگی اور آزاد ہونے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

''اچھی چڑیا! فکر مند مت ہو، میں تمھیں آزاد کر دوں گا۔ تمھارے سَر میں تو بہت درد ہو گا؟'' اس نے نرمی سے کہا تو چڑیا نے ہلنا جلنا بند کر دیا۔ یوں لگا جیسے وہ ناصر کی بات سمجھ رہی ہو۔ ناصر نے اطمینان سے کانٹے کو پکڑا اور ایک جھٹکے سے کھینچ لیا۔ کانٹا اس کے ہاتھ میں آ گیا مگر چڑیا اچانک اس کے ہاتھ سے غائب ہو گئی۔ وہ بہت حیران ہوا۔

چڑیا اچانک کہاں چلی گئی؟ ناصر کا ہاتھ ابھی تک بند تھا۔ وہ کیسے اُڑ سکتی تھی؟ اُس

نے حیرت سے ہاتھ کے اوپر نیچے دیکھا مگر کچھ بھی نظر نہ آیا۔ اچانک قریب سے قہقہے کی آواز سُن کر وہ چونک پڑا۔ اُس نے تیزی سے اُس طرف دیکھا۔ وہاں ایک اونچے قد والا بوڑھا کھڑا تھا۔ اس کا قد تقریباً بیس فٹ تھا اور پورا جسم ایک ہلکے سُرخ رنگ کے غلاف میں لپٹا ہوا تھا۔ اس کی لمبی اور سفید داڑھی تھی اور اس کے چہرے سے خوف کے بجائے شفقت اور محبت ٹپک رہی تھی۔ ناصر گھبرا گیا۔ وہ ابھی بھاگنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ بوڑھا بولا، "گھبراؤ مت بیٹے، تم نے میرے ساتھ احسان کیا ہے، کوئی بدی نہیں کی۔" ان الفاظ سے ناصر کو کچھ تسلی ہوئی۔

بوڑھا پھر بولا، "تم یقیناً اُس بات پر حیران ہو گے کہ میں ایک چھوٹی سی چڑیا سے اتنا بڑا انسان کیسے بن گیا۔ یہ بات میرے جاننے والوں کے لیے عجیب نہیں ہے۔ تم یقیناً مجھے نہیں جانتے۔" ناصر نے دائیں بائیں سَر ہلایا۔ "میرا نام بابا مدد ہے۔ اگرچہ یہ میرا اصل نام نہیں لیکن چونکہ میں ہر انسان کی مدد کرتا ہوں اس لیے میرا یہ نام پڑ گیا۔"

ناصر نے چونک کر بابا مدد کی طرف دیکھا۔ اس نے گاؤں کے بوڑھوں سے بابا مدد کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔ وہ بابا مدد سے ملنے کا بہت خواہش مند تھا اور آج بابا مدد کو سامنے دیکھ کر اسے بہت خوشی ہوئی۔

بابا مدد نے ایک طویل سانس لی اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "دراصل میرا ایک بھائی ہے جو مجھے لوگوں سے بھلائی کرنے سے روکتا ہے۔ میں نہ صرف اس کی بات نہیں مانتا تھا بلکہ اُسے بھی بُرائی سے روکتا تھا۔ ایک دن تنگ آکر اُس نے سوتے میں میرے سَر میں جادو کی کیل ٹھونک دی اور میں چڑیا بن گیا۔ کیل نکلنے کے بعد ہی میں اصل حالت میں آسکتا تھا۔"

ناصر نے پوچھا، "تو بابا، اب آپ کیا اس سے انتقام لیں گے؟"

"نہیں بیٹے!" بابا مدد نے مسکرا کر جواب دیا

"وہ اس وقت اپنی لگائی ہوئی آگ میں جل چکا ہوگا، کیوں کہ اس کا جادو ایک معین وقت سے پہلے توڑ دیا گیا اس لیے وہ ہمیشہ کے لیے خود چڑیا بن گیا ہوگا۔"

یہ سُن کر ناصر بہت خوش ہوا۔ بابا مدد کی مدد کر کے وہ عجیب سا محسوس کر رہا تھا۔

بابا مدد بولے، "بیٹے! تم نے میرے ساتھ بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تمھیں اس نیکی کا بدلہ ضرور ملنا چاہیے۔ اپنی کوئی سی دو خواہشیں بتادو، میں انھیں پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔" یہ سُن کر ناصر کو بہت خوشی ہوئی۔ اُس نے جھٹ کہا، "آپ میرے گاؤں کی

غربت ختم کر دیں۔ لوگوں کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ ہر طرف اُونچی عمارتیں ہوں۔ کاریں اور موٹریں ہوں اور اور کوئی بھی محتاج نہ ہو!"

بوڑھے نے مسکرا کر ناصر کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر غائب ہو گیا۔ بابا مدد کے یوں بن بات کیے چلے جانے سے اُسے بہت مایوسی اور افسوس ہوا۔ وہ یہی سوچتا ہوا چل پڑا۔ جونہی مُڑا تو حیران رہ گیا۔ سامنے اُس کے ننھے منے گاؤں کی جگہ ایک بڑا سا شہر نظر آ رہا تھا اور چھوٹے مکانوں کی جگہ بڑی بڑی اونچی اونچی عمارتیں آسمان کو چھو رہی تھیں۔ وہ خوشی اور مسرت سے چیختا ہوا گاؤں میں داخل ہو گیا لیکن کسی نے اس سے بات تک نہ کی بلکہ اسے پاگل سمجھ کر توجہ تک نہ کی۔ وہ جس آدمی سے بھی بات کرنے کی کوشش کرتا وہ اسے ڈانٹ دیتا۔ اُسے بہت دُکھ ہوا۔ اور مایوسی سے گھر آ گیا۔

چار دن گزر گئے۔ اس دوران اُسے ذرہ بھر بھی سکون نہ ملا۔ ہر طرف شور برپا تھا۔ سکون کا دور دور تک نشان تک نہ تھا۔ محبت کی جگہ نفرت نے لے لی۔ لوگ آپس میں لڑ رہے تھے۔ شہر چوروں اور ڈاکوؤں کا اڈا بن گیا تھا اور وہ شہر جو پہلے کبھی جنت کی مانند تھا دوزخ بن کر رہ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔

اچانک اُسے یاد آیا کہ بابا مدد نے دو خواہشیں پوری کرنے کو کہا تھا۔ ابھی ایک خواہش باقی ہے۔ شاید بابا مدد میری دوسری خواہش کا انتظار کر رہے ہوں۔ یہ سوچتے ہی اس کی آنکھوں میں ایک امید کی ہلکی سی روشنی پیدا ہوئی۔ وہ اسی جگہ واپس آیا اور زور زور سے بابا مدد کو پکارنے لگا۔ اچانک پیچھے سے آہٹ ہوئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ بابا مدد کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"بابا مدد بابا مد د مجھے یہ شہر نہیں چاہیے! مجھے یہ دولت نہیں چاہیے! مجھے یہ لوگ نہیں چاہیں۔ وہی خلوص بھری غربت!"

بوڑھے بابا مدد نے مسکرا کر کہا، "مجھے پہلے ہی امید تھی کہ تم ضرور آؤ گے۔ دولت سے سکون اور محبت نہیں خریدے جا سکتے، لیکن لیکن! اب جاؤ تمھارا گاؤں! تمھارا پہلے والا گاؤں تمھارا انتظار کر رہا ہے۔"

بابا مدد نے دھیرے سے کہا اور غائب ہو گئے۔ ناصر نے سکون بھری نظروں سے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اسے اپنے سامنے سرسبز شاداب گاؤں نظر آیا۔ محبت کرنے والے، ایک دوسرے کے کام آنے والے لوگوں کے جھونپڑوں کی بستی، جنت کا ٹکڑا۔ اس کی آنکھوں سے خوشی کے مارے آنسو چھلک پڑے۔

اے حمید

خلائی ایڈونچر سیریز

(قسط نمبر ۳۰)

اس بات کا امکان ہے کیوں کہ اگر ایک عفریت اس سیارے پر موجود ہے تو اس جیسے دوسرے عفریت بھی موجود ہو سکتے ہیں۔

شیبا نے جلدی سے کہا

تب تو ہمیں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔

گارشا نے کہا جب تک راکٹ کا پاور سپلائی سسٹم درست نہیں ہو جاتا ہم یہاں سے ایک انچ بھی آگے نہیں جا سکتے۔

عمران گارشا کے پاس بیٹھا اسے مشینری کی مرمت کرتے دیکھ رہا تھا۔

شیبا اور سلطانہ برتھ پر خاموش بیٹھی تھیں۔ شیبا نے اٹھ کر کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھا۔ سلطانہ نے پوچھا

کیا دیکھ رہی ہو؟

شیبا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا

کچھ نہیں۔ میں دیکھ رہی تھی کہیں دوسرا عفریت تو ادھر حملہ کرنے نہیں آ رہا۔

باہر آسمان پر کالے بادل چھائے ہوئے تھے، مگر بارش نہیں ہو رہی تھی۔ فضا بوجھل اور بھاری بھاری تھی۔ ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔ اس طرح ایک گھنٹہ گزر گیا۔ ان سب نے خوراک کی ایک ایک گولی نکال کر کھالی۔ شیبا اور سلطانہ اپنی اپنی برتھ پر آرام کے لیے لیٹ گئیں۔ وہ اور کیا کر سکتی تھیں۔ گارشا مشینری پر کام کر رہی تھی۔ عمران اس کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے دھیمی آواز میں پوچھا

"گارشا! کیا اس مردہ مشین میں جان پڑنے کی کوئی امید ہے؟" گارشا کا چہرہ سنجیدہ تھا وہ ایک سفید تار کو نیلی تار سے جوڑتے ہوئے بولی امید تو نہیں ہے، مگر ہمیں امید پیدا

کرنی ہوگی، اس جہاز کو چلانا ہوگا۔ دوسری صورت میں ہمارے پاس خوراک کی جو گولیاں ہیں وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ چھے مہینے تک زندہ رکھ سکتی ہیں، وہ بھی اس صورت میں کہ کوئی دوسری خوں خوار بلا جہاز پر حملہ نہ کرے جس کی امید کم ہے۔"

عمران نے گردن گھما کر شیبا اور سلطانہ کی طرف دیکھا۔ وہ رات بھر کی جاگی تھیں گہری نیند سو رہی تھیں۔ عمران کاک پٹ سے اٹھ کر جہاز کے عقبی کمرے میں آ گیا جہاں دیواروں کے ساتھ عجیب و غریب قسم کی مشینیں فٹ تھیں۔ وہ دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور پھر سجدے میں گر کر اللہ پاک سے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی اور واپس اپنے وطن اور اپنی پیاری زمین پر پہنچنے کی دعا مانگی۔ پھر وہ گارشا کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ گارشا نے پوچھا، "کہاں چلے گئے تھے؟"

گارشا ایک لمحے کے لیے خاموش رہی پھر ایک الجھی ہوئی باریک سرخ تار کو گچھے میں سے باہر نکالتے ہوئے بولی.

ہمارے سیارے اوٹان پر دُعا مانگنا کوئی نیں جانتا۔ مجھے بھی معلوم نہیں کہ دعا کیا ہوتی ہے، مگر ہمارے ایک بزرگ بتایا کرتے تھے کہ انھوں نے اپنے ایک بزرگ سے سنا تھا کہ اس کائنات کو تخلیق کرنے والا ایک خالق موجود ہے جو پریشان لوگوں کی دعا سنتا ہے۔"

عمران نے کہا ہمارا تو ایمان ہے گارشا کہ اللہ پاک کی ذات برحق ہے اور وہ اپنے بندوں کی دعا ضرور قبول کرتا ہے۔"

گارشا نے گردن گھما کر عمران کی طرف دیکھا اور بولی

عمران! مجھے تمھارا مذہب سچا مذہب لگتا ہے۔ مجھے تمھارے دین سے محبت ہو گئی ہے۔

عمران کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

گارشا! اسلام اللہ کا دین ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا ہے۔ اگر ہم اپنی زمین پر پہنچنے میں کام یاب ہو گئے تو! گارشا نے مسکرا کر کہا۔ عمران نے بڑے اعتماد سے کہا: انشاء اللہ ہم زمین پر پہنچنے میں کام یاب ہو جائیں گے۔ عین اس وقت باہر سے عجیب و غریب ڈراؤنی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ ان آوازوں نے شیبا اور سلطانہ کو بھی جگا دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔

"یہ کیسی آوازیں ہیں عمران؟" شیبا نے گھبراہٹ میں پوچھا۔ وہ سب بھاگ کر

جہاز کی دیوار کے گول شیشے کے پاس آگئے۔ ایک بار تو ان سب کے رنگ اڑ گئے۔ کیوں کہ انھوں نے جہاز کے باہر جو کچھ دیکھا وہ انھیں خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ دس بارہ خلائی عفریت چٹانوں میں سے نکل کر ان کے جہاز کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ عجیب عجیب ڈراؤنی آوازیں نکال رہے تھے۔ شیبا اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کے ہونٹ خشک ہو گئے۔ کہنے لگی اب ہماری موت یقینی ہے۔

گارشا دوڑ کر کاک پٹ میں آگئی۔ اس نے پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ اتنے میں خلائی عفریتوں کا بھیانک جلوس خلائی جہاز کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ اپنی سونڈوں کو دیوانہ وار ہلا رہے تھے، چیخ رہے تھے، چنگھاڑ رہے تھے اور جہاز پر اپنے سانس کی پھوار پھینک رہے تھے۔ سلطانہ بھی سہم کر نیچے ہو گئی۔ عمران لپک کر گارشا کے پاس آیا۔ "گارشا! ابھی انھوں نے جہاز پر حملہ نہیں کیا ہے۔ حملہ کر دیا تو جہاز کو تہس نہس کر دیں گے۔"

گارشا نے غصے سے کہا خاموش رہو۔ مجھے کام کرنے دو۔

گارشا کے ماتھے پر پسینے کے قطرے جھلکنے لگے تھے۔ وہ پاگلوں کی طرح مشینری میں ادھر ادھر ہاتھ چلا رہی تھی۔ اسی دوران دو خلائی عفریت آگے بڑھے اور جہاز کی سیڑھی کے پاس آگئے۔ ان کی سونڈوں کا رخ اوپر کی طرف تھا۔ وہ ڈکار رہے تھے، پھنکار رہے تھے۔ انھوں نے ایک ہی بار زور سے جہاز کی سیڑھی کو اپنی سونڈیں دے ماریں۔ جہاز کی مضبوط ترین سیڑھی ٹوٹ کر نیچے گر پڑی۔ جہاز کو جھٹکا لگا۔ شیبا کی چیخ نکل گئی۔

عمران نے کہا: میں فائر کرنے لگا ہوں۔

گارشا چلائی۔ یہ حماقت نہ کرنا۔ باہر عفریتوں کے خطرناک سانس کے ذرات پھیلے ہوئے ہیں۔ کھڑکی کھولی تو یہ گیس کی شکل میں اندر آکر ہم سب کو پتھر بنا دیں گے۔

عمران کا ہاتھ پستول پر جا کر رک گیا۔ جہاز کو دھچکے لگ رہے تھے۔ کیونکہ دونوں عفریت جہاز کی بڑی بڑی فولادی ٹانگوں پر اپنی سونڈوں کے گمدر مار رہے تھے۔ خلائی جہاز کے تین پاؤں تھے جو مضبوط ترین دھات کے بنے ہوئے تھے اور زمین کو انھوں نے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا مگر عفریتوں کی سونڈوں کی ضربوں سے خلائی جہاز پر لرزہ طاری تھا۔

اب دوسرے عفریت بھی وہاں آگئے۔ انھوں نے جہاز کی فولادی ٹانگوں پر حملہ کر دیا۔ وہ انھیں اکھاڑنے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ شیبا کی گھگھی بندھ گئی تھی۔ وہ

آنکھیں بند کیے ہاتھ جوڑے اللہ سے دعا مانگ رہی تھی۔ اندر سے عمران بھی خوف کھا گیا تھا۔ کیونکہ ظاہری طور پر بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ جہاز اڑ نہیں سکتا تھا۔ اس کی مشین ابھی تک بے جان تھی لیکن گارشا سب حالات سے بے نیاز ہو کر اپنے کام میں لگی تھی۔

درجن بھر عفریتوں کے حملے سے خلائی جہاز کا ایک پاؤں اپنی جگہ سے اکھڑنا شروع ہو گیا تھا۔ جہاز جوں ہی ایک طرف کو ذرا سا جھکا، شیبا کے منہ سے ایک بار پھر چیخ نکل گئی۔

عمران نے گارشا سے کہا. گارشا! موت تو اب ہر شکل میں آنی ہی ہے۔ میں دروازہ کھول کر فائر کرنے لگا ہوں۔

گارشا نے غصیلی آواز میں کہا: خبردار! ایسا مت کرنا۔ اور گارشا کو ایک سنساہٹ سی سنائی دی۔ یہ سنسناہٹ مشین کے اندر سے نکل رہی تھی۔ گارشا خوشی سے اچھل پڑی۔ اس نے ایک چمکیلے ہینڈل کو نیچے گرا دیا۔ ہینڈل کے نیچے گرتے ہی انجن میں جان پڑ گئی اور مشین چل پڑی۔ شیبا، سلطانہ اور عمران پینل کے پاس آگئے۔

عفریتوں کے حملے میں بھی شدت آگئی تھی۔

خلائی جہاز کا دوسرا فولادی پاؤں بھی اپنی جگہ سے اکھڑنا شروع ہو گیا تھا۔ گارشا کے دونوں ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔ کبھی وہ ایک بٹن کو دباتی کبھی دوسرے بٹن کو دباتی۔ جہاز کو ایسے جھٹکے لگنے لگے جیسے زبردست زلزلہ آگیا ہو۔ پھر گارشا نے ایک اسٹک کو پیچھے کیا تو جہاز کے نیچے جو راکٹ لگے تھے ان میں سے دھماکے کے ساتھ گیس کے شعلے باہر کو لپکے۔ تین عفریت ان شعلوں کی زد میں آکر وہیں بھسم ہو گئے۔ باقی ڈر کر پیچھے کو دوڑے۔ خلائی جہاز اب آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہا تھا۔ شیبا اور سلطانہ کے چہروں پر زندگی کی رونق واپس آگئی تھی۔ سلطانہ تو اللہ کا بار بار شکر ادا کر رہی تھی۔ گارشا کا چہرہ سخت ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ چھوٹی سی اسٹک کو دبائے ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ ایک نیلے بٹن کو دبائے ہوئے تھی۔ خلائی جہاز سیارے کی پتھریلی زمین سے دیکھتے دیکھتے دس پندرہ بیس پچاس فیٹ اونچا ہو گیا۔ پھر وہ ایک خاص رفتار سے فضا میں اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا۔ اس کے بعد اس کی رفتار میں تیزی آگئی۔

گارشا نے چلا کر کہا فرش پر اوندھے لیٹ کر ایک دوسرے کے بازو پکڑ لو۔ میں جہاز کے باقی دو راکٹ فائر کرنے لگی ہوں۔

سب انجن روم کے فرش پر اوندھے لیٹ گئے اور ایک دوسرے کے بازوؤں کو

مضبوطی سے پکڑے رہے۔ گارشا نے اپنے آپ کو کاک پٹ کی سیٹ سے باندھ رکھا تھا۔ خلائی جہاز اوپر ہی اوپر جا رہا تھا، مگر ابھی اس کی رفتار اتنی زیادہ نہیں تھی۔ سامنے چھوٹی اسکرین پر سیارے کی زمین نیچے ہوتی صاف نظر آ رہی تھی۔ گارشا نے بلند آواز سے کہا:

"چار تین دو ایک۔"

اس کے ساتھ ہی گارشا نے ایک سرخ بٹن کو دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی خلائی جہاز کے باقی دونوں راکٹ بھی فائر ہو گئے۔ جہاز کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ شیبا، سلطانہ اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے انھیں اوپر سے کوئی بھاری وزن ڈال کر نیچے دبا رہا ہے۔ یہ خلائی جہاز کی اس وقت کی رفتار کی وجہ سے تھا۔ اس وقت خلائی جہاز کے چاروں راکٹ آگ اگل رہے تھے اور جہاز کی رفتار بے پناہ تیز ہو گئی تھی۔ گارشا کو معلوم تھا کہ وہ اس رفتار کے ساتھ سیارے کی فضا کو چیر کر خلا میں نکل سکے گی۔

کسی بھی سیارے کی گردش کی وجہ سے اس کی فضا اور خلا کے درمیان ایک خاص حلقہ بن گیا ہوتا ہے۔ اس حلقے کو راکٹ یا خلائی جاز انتہائی تیز رفتاری سے پار کرتا ہے اور یہ حلقہ عبور کرتے وقت ایک بھیانک دھماکہ ہوتا ہے۔ یہ ساری باتیں گارشا کے علاوہ سلطانہ کو بھی معلوم تھیں، اسی لیے انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے دی تھیں، لیکن خلائی جہاز میں ہوا کا دباؤ اور کشش ثقل کو برقرار رکھنے والی شعاعیں ان کی مدد کر رہی تھیں۔ گارشا کی حالت دیکھنے والی تھی۔ اس کے چہرے کی ساری رگیں ابھر آئی تھیں۔ وہ نشست کے پیچھے لگ کر بیٹھی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ آلات پر تھے۔ آنکھیں مشین کی اسکرین پر لگی تھیں۔ سیارے کی زمین بڑی تیزی سے نیچے ہو رہی تھی اور اس کا سائز کم ہو رہا تھا۔ جوں ہی سیارے کا پورا گولا نظر آنے لگا گارشا نے الرٹ رہنے کا سرخ سگنل دے دیا۔ اب اس کے جہاز کو سیارے کا حلقہ کشش پار کرنا تھا۔ یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا، مگر خلائی لڑکی گارشا ایسے مرحلوں سے کئی بار گزر چکی تھی۔ اس نے ایک خاص حد تک پہنچنے کے بعد سرخ بٹن پر زور سے انگلی مار دی۔

جہاز ایسے جھنجھنایا جیسے ابھی اس کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ شیبا، سلطانہ اور عمران کے چہروں کی رگیں تن گئیں۔ پھر خلائی جہاز کے باہر ایک قیامت خیز دھماکا ہوا۔ اس دھماکے کی آدھی سے بھی کم آواز جہاز میں آئی تھی۔ اس کے باوجود شیبا اور عمران کو یوں لگا جیسے ان کا جہاز پھٹ گیا ہے، لیکن یہ سب کچھ چند سیکنڈ میں ختم ہو گیا تھا۔ جہاز پر ایک سکوت اور خاموشی چھا گئی۔ گارشا نے گہرا سانس لیا اور اپنی پٹی کھول دی۔ وہ رومال سے

چہرے پر آیا پسینا صاف کرتے ہوئے بولی۔ سب ٹھیک ہو گیا ہے۔ تم لوگ فرش پر سے اٹھ سکتے ہو۔ شیبا، سلطانہ اور عمران اٹھ کر گارشا کے پاس آگئے۔ وہ سب گارشا کی اس کامیابی اور مہارت پر اس کی تعریفیں کرنے لگے۔

گارشا مسکرائی اس میں تعریف کی کون سی بات ہے؟ میں نے جیسا کہ تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ خلائی جہاز کسی ایسی خلائی مخلوق کا ہے جو ابھی سائنس کی ترقی کے ابتدائی مراحل میں ہی ہے۔ یعنی اس نے خلائی سائنس میں اتنی ترقی نہیں کی ورنہ سیارے کے کشش کے حلقے کو پار کرتے ہوئے یہ دھماکا نہ ہوتا اور جہاز کو بھی اتنے شدید جھٹکے نہ لگتے۔

سلطانہ بولی اللہ کا شکر ہے کہ تم اس پرانی وضع کے جہاز کو بھی جہنم سے نکال لانے میں کامیاب ہو گئی۔ تم گریٹ ہو گارشا!

سب نے تالیاں بجا کر گارشا کو مبارک باد دی۔ عمران کی نظریں اسکرین پر تھیں جہاں عفریتوں والا سیارہ اب ٹینس کے ایک گیند کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ شیبا نے پوچھا گارشا! اس وقت ہمارے جہاز کی رفتار کتنی ہو گی؟ گارشا نے بائیں جانب لگے چھوٹے کمپیوٹر کی سبز اسکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

تم تو کمپیوٹر سائنس کو سمجھتی ہو۔ خود دیکھ لو۔ اس وقت ہم لوگ تمھاری زمین کے حساب سے چار لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے خلا میں سفر کر رہے ہیں۔

مگر ہم جا کدھر رہے ہیں؟ عمران نے تشویش کے ساتھ پوچھا۔ سلطانہ بولی، ہاں! یہ سوال بڑا اہم ہے۔ کیا ہمارا رخ ہماری زمین کی طرف ہے؟

شیبا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ وہ سب گارشا کی طرف دیکھ رہ گئے۔ گارشا ایلیمونیم کے ایک چارٹ کو غور سے تک رہی تھی۔ کہنے لگی:

اس خلائی شٹل کا کمپیوٹر نظام اتنا جدید اور ترقی یافتہ نہیں ہے کہ میں یہ معلوم کر سکوں کہ اس وقت ہماری زمین خلا میں کس سمت کو ہے۔ یہ چارٹ مجھے صرف اتنا بتا رہا ہے کہ ہم خلا میں ابھی تک کسی سیارے کے حلقہ کشش کی طرف نہیں جا رہے ہیں۔

سلطانہ نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم خلا میں بھٹکتے پھر رہے ہیں اور نہ جانے کب تک بھٹکتے پھریں گے۔

گارشا نے سلطانہ کی طرف دیکھا اور بولی۔

ہم زیادہ دن خلا میں بھٹکنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔ سلطانہ! تم بھول گئی ہو کہ ہمارے پاس صرف چند مہینوں کی خوراک کی گولیاں ہیں۔ (جاری)

قلمی دوستی

نام رئیسہ گوگا بیر گدار
تعلیم آٹھویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا

پتا چنال تعلقہ شرول۔ ضلع کولہاپور

نام منصور عالم انصاری عمر ۷ سال
تعلیم چہارم
مشغلہ سلام کرنا، ماں باپ کی خدمت کرنا

پتا مدرسہ اسلامیہ مسلم ٹولہ۔ ارریہ

نام گلناز پروین عمر ۱۰ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا۔ قلمی دوستی کرنا

پتا غلام دستگیر، مومن پورہ بالاپور، اکولہ

نام عاشق الٰہی عمر ۱۷ سال
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا قرآن پڑھنا

پتا مرکز دعوۃ الحق، جیت پور

نام غیاث خطیب ضمیر خطیب عمر ۱۲ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ اشعار اور نظمیں پڑھنا

پتا ضلع پریشد اردو مڈل اسکول، پاتور

نام افضل عالم عمر ۱۰ سال
تعلیم جماعت ششم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا۔ کرکٹ کھیلنا

پتا سلطان گنج پٹنہ۔ ٦

نام کاشف ظہیر عمر ۵ سال
تعلیم درجہ اول
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، بڑوں کی عزت کرنا

پتا جاجمو کانپور (یوپی)

نام شایستہ صدف عمر ۱۵ سال
تعلیم دسویں جماعت
مشغلہ ادبی کتابوں کا مطالعہ کرنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا اصغر حسین اُردو ہائی اسکول بھولاپور

نام محمد یوسف بنارسی عمر ۱۴ سال
تعلیم عربی چہارم
مشغلہ ورزش کرنا۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا

پتا جامعۃ الفلاح بلریا گنج (اعظم گڑھ)

نام محمد یونس
تعلیم دوسری جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، دینی باتیں سننا

پتا دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ

نام رفعت جہاں
تعلیم درجہ ششم
مشغلہ کتابیں پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا جروا روڈ تلسی پور۔ بلرامپور

نام غلام صفدر دلکش عمر ۱۵ سال
تعلیم میٹرک
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا غلام صفدر، سید صالح لین، کلکتہ ۷۳

نام نوربانو عمر ۹ سال
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، اچھی اچھی باتیں کرنا۔

پتا بسم اللہ خاں نقشبندی، لوٹاپور، بالاپور، اکولہ

نام سید نثار
تعلیم L A
مشغلہ کتابیں پڑھنا اور قلمی دوستی کرنا

پتا شاہ بابو ہائی اسکول جونیئر کالج، پاتور

نام نکہت آفرین
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، پڑھائی کرنا

پتا معرفت محمد سعود، راوز کیاا، سندر گڑھ

نام تسلیمہ کوثر
تعلیم دہم
مشغلہ پودے لگانا۔ مدرسہ جانا

پتا معرفت، مختار اسکرین۔ سید پورہ بالاپور

نام محمد رازق امین عمر ۹ سال
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا

پتا غلام جعفر پہلوان، ، بڑا مومن پورہ، بالاپور

نام صابر علی
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، سائکل چلانا

پتا گوشت دکان کے سامنے کلمب، ایوت محل

نام روبینہ تبسم
تعلیم اول جماعت
مشغلہ قلمی دوستی کرنا، اچھی اچھی باتیں سننا

پتا بسم اللہ خاں نقشبندی، لوٹاپور، بالاپور، اکولہ

نام محمد مشہود عالم عمر ۱۹ سال
تعلیم قرآن حفظ کرنا
مشغلہ اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا جامعہ رشیدیہ، نانی نرولی سوریہ

نا محمد وقار اللہ عمر ۱۳ سال
تعیم درجہ ہشتم
مشغلہ رسالے پڑھنا، پینٹنگ کرنا

پتا انعامدار محلّہ داروہ، ایوت محل

نام سلمہ تبسم
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، دینی باتیں کرنا

پتا محمد مبین کنڈ کٹر مومن پور، بالاپور

نام رافع رمیز
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا

پتا قاضی پورہ مسجد روڈ، کلمب، ایوت محل

نام صادقہ پروین عمر ۱۰ سال
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا عبدالرزاق مسالے والے مومن پورہ، بالاپور اکولہ

نام رضا ولد غلام نبی
تعلیم دوسری جماعت

مشغلہ: درسی کتابیں پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا: غلام نبی ماسٹر، سید پورہ، بالا پور

نام عشرت پروین
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ بزرگوں کا کہنا ماننا

پتا عشرت پروین انصاری بڑا مومن پورہ، بالا پور

نام کہکشاں آفرین
تعلیم آئی۔ اے سیکنڈ ایر
مشغلہ رسالے اور کورس کی کتابیں پڑھنا

پتا معرفت محمود سعود، نزد آری ٹوگ ہاسپٹل، راوڑکیلا

نام مہر جہاں
تعلیم نہم
مشغلہ کتب بینی

پتا شکیل احمد خان محلہ منگلوارا، پربھنی

نام محمد شمس رضا ظہوری
تعلیم پانچویں جماعت
مشغلہ استادوں کی خدمت کرنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا السبیل اکیڈمی، ارریہ

نام صائمہ تبسم
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ: کتابیں اور پیام تعلیم پڑھنا

پتا سید قیوم ماسٹر جس پورہ کھولا پور، امراوتی

نام محمد عتیق بن عبد الرافع عمر ۸ سال
تعلیم درجہ تیسرا
مشغلہ دوستوں کے ساتھ کھیلنا پیام تعلیم پڑھنا

پتا سکورواچرپا قاضی ٹولہ، مدھوبنی

نام عبد القدیر خاں عمر ۸ سال
مشغلہ: حفظ کرنا اور خالی وقت میں ٹہلنا

پتا: گردھا لکھیم پور کھیری

نام اسامہ انجم ۱۲ سال
تعلیم چھٹی جماعت (عربی)
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا معرفت جنید احمد، مقام بھگال، کشن گنج

نام ضیاء الرحمٰن عمر ۱۱ سال
تعلیم چوتھی جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، نماز پڑھنا

پتا برہواں، ضلع بارہ بنکی

نام دل افروز انجم
تعلیم بی۔اے۔
مشغلہ والی بال کھیلنا

پتا بھگال کشن گنج، بہار

نام محمد عبد القادر عمر ۱۵ سال
تعلیم درجہ عربی چہارم
مشغلہ درسی کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا معلم مدرسہ ادارہ محمودیہ قصبہ محمدی، کھیری

نام حافظ محمد ارشاد اشرف عمر ۱۵ سال
تعلیم حافظ قرآن
مشغلہ کرکٹ کھیلنا ماں باپ کی خدمت کرنا

پتا مدرسہ ادارہ محمودیہ محمدی، کھیری

نام محمد شہاب الدین عمر ۱۵ سال
تعلیم درجہ ہشتم

مشغلہ. پیام تعلیم کاپابندی سے مطالعہ کرنا

پتا: جنتا ریڈی میڈ اسٹور ،بالاپور، آکولہ

نام محمد عبداللہ کامل عمر ۱۷سال
تعلیم درجہ عربی چہارم
مشغلہ کرکٹ کھیلنا اسباق پڑھنا

پتا ادارہ محمودیہ قصبہ محمدی، کھیری لکھیم پور

نام محمد اظہر عالم
تعلیم تیسری جماعت
مشغلہ دینی کتابیں پڑھنا،دوسروں کی مدد کرنا

پتا چین پور، ارریہ

نام محمد بلال انصاری
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا

پتا محلہ پورہ رانی کوٹھی مبارکپور۔اعظم گڑھ

نام محمد جاوید عمر ۱۸سال
تعلیم بی کام فرسٹ ایر
مشغلہ پڑھائی کرنا اور اچھے دوست بنانا

پتا جامع مسجد گلی، مین روڈ راوڑ کیلا، اڑیسہ

نام رخسار پروین
تعلیم پہلی جماعت
مشغلہ کھیلنا، اور پیام تعلیم پڑھنا

پتا معرفت محمد نبی الزماں اسلام نگر، بڑدلپا، کھول

نام. گلناز پروین
تعلیم. چھٹی جماعت

مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا: محمد حاتم دری والے، مومن پورہ، بالاپور

نام. فاروقی وقیع الدین عمر ۸سال
تعلیم. سوم جماعت
مشغلہ دری کتابیں اور پیام تعلیم پڑھنا

پتا مارول تعلقہ، بیاول، جلگاؤں، مہاراشٹر

نام محمد توصیف حسین عمر ۸سال
تعلیم. پانچویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا ڈاکٹر محمد عابد حسین ملت نگر، ارریہ

نام محمد جسیم الدین عمر ۱۴سال
تعلیم. قرآن پڑھنا
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا

پتا. جامعہ رشیدیہ نانی نرولی۔ ضلع کیم

نام. مختار نسیم انصاری عمر ۱۷سال
تعلیم. ساتویں جماعت
مشغلہ کتابیں پڑھنا کیرم کھیلنا

پتا محلہ پورہ رانی کوٹھی مبارکپور اعظم گڑھ

نام. نسرین پروین عمر ۱۰سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا،

پتا محمد یامین جمعدار مومن پورہ، بالاپور، اکولہ

نام. ناہید انجم عمر ۱۲سال
تعلیم ساتویں جماعت

مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، رسالے پڑھنا

پتا شیخ بابا ہوٹل والے سید پورہ، بالا پور

نام محمد سراج الدین عمر ۱۴ سال
تعلیم ساتویں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا اور اخبار پڑھنا

پتا مدرسہ عزیزیہ سلفیہ، رحیم آباد، سمستی پور

نام اسماء پروین
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا

پتا عبدالجلیل تمباکو والے سید پورہ، بالا پور

نام نکہت ناظرین
تعلیم ساتوں جماعت
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، نور پڑھنا

پتا عبدالعیسیٰ تمباکو والے، سید پورہ، بالا پور

نام مقصود حسین عمر ۱۲ سال
تعلیم جماعت ہفتم
مشغلہ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا

پتا اسلامیہ عربک کالج منصورہ، آلور، ہاسن

نام محمد احتشام احمد
تعلیم نویں جماعت
مشغلہ کرکٹ کھیلنا

پتا نسندرا، بہادر گنج، کشن گنج، بہار

نام محمد افتخار احمد عمر ۱۲ سال
تعلیم چھٹی جماعت
مشغلہ دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا محمد افتخار اسلام نگر، برداہا، کھول

نام اشراق احمد عبدالباری
تعلیم سوم
مشغلہ بڑوں کا ادب کرنا، قلمی دوستی کرنا

پتا نزد واٹر ٹینک، راویر (جلگاؤں)

نام چاند سلطانہ یوسف علی عمر ۷ سال
تعلیم دوم
مشغلہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، سائکل چلانا

پتا مارول، جلگاؤں، بیاول

نام محمد یامین بابو
تعلیم پہلی جماعت
مشغلہ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا

پتا معرفت عبدالسلام، برداہا، کھول، در بھنگہ

نام بی بی روشن آرا عمر ۱۰ سال
تعلیم چہارم
مشغلہ قرآن شریف کی تلاوت کرنا، والدین کی خدمت کرنا

پتا سبوتن، ضلع پورنیہ، بہار

نام حافظ علی انصاری عمر ۱۸ سال
تعلیم حافظ قرآن
مشغلہ کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا دھریکی، شکار گڑھ، مہراج گنج

نام فیروز احمد سربڈگی
تعلیم بارہویں
مشغلہ کرکٹ کھیلنا

پتا سہیل سربڈگی کنچگار، ہانگل ہاویری،

آدھی ملاقات

☆ پیام تعلیم ہمارے پاس کئی سالوں سے آرہا تھا میں نے جب سے اردو لکھنا پڑھنا سیکھا اسے پڑھتی رہی۔ میرے پاپا سید ظفر ہاشمی (اڈیٹر گلبن) نے اس رسالے میں میری خصوصی دلچسپی پیدا کی لیکن پچھلے چند مہینوں سے رسالہ آنا بند ہوگیا تھا مجھے بہت افسوس ہوا۔ میں نے پاپا سے کہا کہ وہ آپ کو رسالہ جاری رکھنے کے لیے خط لکھ دیں لیکن انھوں نے کہا میں خود لکھوں۔ میں خط لکھنے کے لیے سوچ ہی رہی تھی کہ جولائی ۱۹۹۸ء کا شمارہ آگیا۔ گویا آپ نے میرے دل کی بات جان لی اور رسالہ بھیج دیا۔ میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ خدا آپ کو اور پیام تعلیم کو سلامت رکھے۔ آپ سے گزارش ہے کہ میرا محبوب رسالہ مجھے پابندی کے ساتھ بھیجتے رہیں۔

سیما نور ہاشمی، احمد آباد

☆ آج ہی ماہ اگست کا رسالہ پیام تعلیم آنکھوں کے سامنے روشناس ہوا۔ اس میں مجھے خاص طور سے پسندیدہ اشعار، اقوال زریں بہت دل کو چھو جاتے ہیں۔ اس رسالے کا میں تقریباً ڈھائی سال سے مطالعہ کر رہا ہوں اور اپنے رشتے دار دوستوں اور خاص طور سے ہمارے اسکول کے بچوں کو اس رسالے کو خریدنے اور پڑھنے کی تاکید کرتا ہوں۔ داستان آزادی اس سبق سے مجھے آج سب سے زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر اعظم شاہ خاں کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور انھیں مبارک باد دیتا ہوں کہ آج انھوں نے ہمیں مسلم رہنماؤں سے واقف کرلیا۔ داستان آزادی بہت پسند آیا۔

شیخ مختار نعمانی، مدرس، الحاج سلیم ذکریا پرائمری اسکول، پاتور

☆ پیام تعلیم کا تازہ شمارہ بصیرت افروز ہوا۔ حقیقت میں بچوں کا یہ رسالہ اردو دنیا میں اپنی ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ زیر نظر شمارے کے تمام مشمولات معیاری اور وقیع ہیں خصوصاً نصرت ظہیر، ڈاکٹر سید حامد حسین، ڈاکٹر اعظم شاہ خاں وغیرہ لائق مبارک باد ہیں کہ اپنا قیمتی وقت نکال کر بچوں کی ذہنی تربیت کا کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں نور الصباح کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ وہ ایک عظیم روحانی شخصیت پر سلیقے سے روشنی ڈال رہی ہیں۔

ہاں! پیام تعلیم میں ایک چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے جس کی طرف میں کئی بار آپ کی توجہ دلا چکا ہوں۔ وہ ہے سفرنامہ۔ براہ کرم آپ کسی معتبر ادیب سے فرمائش کر کے اسے ضرور لکھوائیں اور پیام تعلیم میں قسط وار شائع کریں۔ اس سے بچوں کی معلومات میں بے حد اضافہ ہوگا اور وہ ایک اچھے ادب کی چاشنی سے بھی لطف اندوز ہوں گے۔

مناظر حسین، مڈل اسکول، لکچھمی پور، چاکند، گیا

☆ اگست کا شمارہ ملا بہت اچھا لگا اور دیگر مضامین بھی اچھے لگے۔ ویسے تو میں اس رسالے کو مئی ۹۷ء سے پڑھتا آرہا ہوں۔ اور ابھی تک میرا ایک بھی خط شائع نہیں ہوا۔ ہماری صبیحہ آنٹی بھی بہت شوق سے پڑھتی ہیں۔ امید ہے کہ اب کی بار میرا خط ضرور شائع ہوگا۔ پیام تعلیم کے قارئین کو میری طرف سے سلام ہے۔

محمد عمران انصاری، علامہ اقبال ایجوکیشن سوسائٹی، دہلی

☆ مجھے ستمبر کا پیام تعلیم پڑھ کر بہت خوشی ہوئی ایسی ہی کہانیاں اور نظمیں شائع کیا کریں میں پیام تعلیم جنوری ہی سے پڑھ رہا ہوں۔

محمد ولی اللہ رحمانی، پالی گھنشیام پور، دربھنگہ

☆ اگست کا شمارہ اب تک نہیں آیا اور ماہ ستمبر کا پیام تعلیم وقت مقررہ پر آگیا۔ ستمبر کے پیام تعلیم کے تمام مضامین انتہائی دل نشین اور قابل دید ہیں۔

عزیز الرحمٰن عبدالغفار انصاری، غیبی نگر، بھیونڈی

☆ ستمبر کا رسالہ باصرہ نواز ہوا۔ حکیم صاحب کے مشورے اور سائنسی نثر اہم معلومات بہت پسند آئیں۔ اس سے میری اسکولی زندگی میں بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے اللہ تعالیٰ پیام تعلیم کو لمبی عمر عطا کرے آمین۔

عظیم عبدالرزاق، انوارے، دونولی، چپلون، رتناگری

☆ ماہ ستمبر ۹۸ء کا ماہنامہ پیام تعلیم ملا پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی خاص طور سے گدگدیاں، معلومات اور اشعار پڑھ کر تو بے حد خوشی ہوئی اور ایک کہانی جو آپ نے ہاشم لوہار کے نام سے شائع کی تھی۔ وہ بھی بہت ہی پسند آئی۔

محمد ایوب ڈائر، بیوپاریان، شہر چورو، راجستھان

☆ کئی ماہ بعد اپنے محبوب رسالے پیام تعلیم سے ملاقات ہوئی۔ بڑی تاخیر یعنی ماہ اگست کا شمارہ ۲۲ر اگست کو موصول ہوا۔ بھی مضامین دلچسپ ہیں خاص کر خوفناک بوڑھا، داستان آزادی، خواجہ بختیار کاکیؒ وغیرہ عنوانات قابل تحسین ہیں۔ ہاں 'اگست کے پیام تعلیم میں صفحہ ۹۰ پر چچا زبیر کے بچے، نامی عنوان سے جو مضمون شائع ہوا ہے اسی سے یکسانیت رکھنے والا مضمون ماہ اپریل ۹۷ء کے شمارے میں صفحہ ۵۳ (بچوں کی کوششیں) پر اونھ 'یہ چچا کے بچے' کے نام سے چھپا تھا۔

الطاف علی چوگلے، آشٹی، تعلقہ کھیڈ، رتناگری

☆ میں اپنے مشہور معروف رسالہ "پیام تعلیم" کے ذریعے اپنی چھوٹی بہن تزئین فاطمہ جو شیگاؤں میں مقیم ہیں۔ ان کی بی ایڈ میں بہتر کامیابی کے لیے انھیں مبارک باد پیش کرتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انھیں دینی و دنیوی زیور علم سے مزید آراستہ و پیراستہ کرے اور انھیں نصرتِ رفعت و کامرانی

عطا کریں آمین۔

تنویر فردوس، ضلع پریشد اردو، اسکول، نیر لیس اسٹینڈ، مہاٹ

☆ اگست کا شمارہ "پیام تعلیم" مجھے پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ تمام مضامین قابل تعریف تھے۔ ڈاکٹر اعظم شاہ کا مضمون "داستانِ آزادی" پڑھا' پڑھ کر میرے علم میں کافی اضافہ ہوا۔ اور کاشان جعفری کا مضمون "سبق" واقعی سبق سکھانے والا مضمون ہے۔ یہ ان طالب علموں کے لیے ہے جو کتاب خرید کر گھر رکھ کر اسے پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔

محمد احمد (شاہجہاں)، پورہ صوفی، مبارک پور، اعظم گڑھ

☆ ماہ اگست کا پیام تعلیم ملا۔ گدگدیاں میں اپنا نام دیکھ کر اچھل پڑا۔ اس ماہ کے سبھی کالم بے حد پسند آئے۔ خاص کر خوف ناک بوڑھا، خلائی مخلوق، گھریلو چٹکلے، گدگدیاں وغیرہ نے میرے دل کو موہ لیا۔

محمد فیضان سرور، الاقراء اکیڈمی، ارریہ

☆ یوں تو کئی سال سے مقامی ایجنٹ سے پیام تعلیم خرید کر مطالعہ کرتا رہا۔ مگر اب براہ راست خریدار بننا چاہتا ہوں۔ آج ہی سالانہ زر تعاون [1] -/45 روپے روانہ کر رہا ہوں امید ہے آپ مجھے جلد از جلد خریدار بنا کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

[1] پیام تعلیم کا زر تعاون -/50 روپے ہے۔

محمد حفیظ الرحمٰن، افتخار پلاٹ، آکولہ

☆ جولائی کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ میں پیام تعلیم کا مطالعہ قریب ایک سال سے کر رہا ہوں۔ خاص کر مجھے بچوں کی کوشش، گدگدیاں، اقوال زریں بہت دلچسپ ہیں۔ پیام تعلیم ایک ایسا رسالہ ہے جو ہم سب کا ساتھی ہے۔

محمد حجاز اختر، برداہا، کھول، دربھنگہ

☆ جب سے میں پیام تعلیم پڑھنے لگی ہوں ہر وقت ہم سب بہن بھائی اس کے انتظار میں رہتے ہیں کہ کب آوے۔ اس کے سبھی مضمون بہت پسند ہیں۔ ہم سب گھر والوں کی جانب سے بہت بہت مبارک باد قبول فرمائیں۔

نابدہ، شیروانی کوٹ، مالیر کوٹلہ، پنجاب

☆ ستمبر کا پیام تعلیم ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے میری کہانی کو جگہ دی اور باقی مضامین بھی اچھے لگے۔ خاص طور پر نصرت ظہیر انکل کا مضمون تو بہت ہی اچھا لگا مگر ایک کمی محسوس ہوئی۔ وہ یہ کہ خلائی ایڈونچر سیریز شائع نہیں ہوئی۔

عابدہ خان، ۱۷ ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی

مہاتما گاندھی و لال بہادر شاستری کی یوم سالگرہ کا جشن

☆ ۲/اکتوبر ۹۸ء بروز جمعہ صبح ساڑھے نو بجے مہاتما گاندھی، لال بہادر شاستری جی کی یوم

سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ اس جلسہ کی صدارت جامع مسجد کے ٹرسٹی عالی جناب شیخ شکور تاج محمد نے انجام دی۔ اس موقع پر میونسپل کونسلر عالی جناب یعقوب بھائی باغبان اور عالی جناب نذیر بھائی ملانی بحیثیت مہمان خصوصی موجود تھے۔ صدر معلّمہ صفیہ بہاؤالدین راج نے اسکول کی روداد پیش کی۔ دونوں مہمان نے رہنماؤں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد جماعت چہارم تا ہفتم کے طلبہ و طالبات نے تقریریں کیں اور ان کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں ٹیچروں نے بھی اپنے اپنے زرین خیالات پیش کرتے ہوئے بچوں کو محنت اور لگن سے پڑھنے کی تلقین کی۔ عالی جناب یعقوب بھائی باغبان نے مہاتما گاندھی اور لال بہادر شاستری پر اپنے طالب علمی کے زمانے کی نظم پیش کر کے بچوں میں جوش و ولولہ پیدا کیا۔ خطبہ صدارت دیتے ہوئے عالی جناب عبدالشکور بھائی نے مہاتما گاندھی اور الال بہادر شاستری جی کے متعلق اپنے خیالات پیش کیے اور بچوں کو تلقین کی کہ اگر محنت اور مشقت کی جائے تو ہم بھی ان کے جیسے بن سکتے ہیں۔ اسی طرح اس اسکول کی صدر معلّمہ اور اساتذہ کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس طرح کے پروگرام منعقد کیے جاتے رہیں اور بچوں کے اخلاق و علمی میدان میں انھیں ہمیشہ سرگرم رکھا جائے اور ہماری جب بھی ضرورت محسوس ہو ہم ادارہ کے لیے حاضر خدمت ہیں۔ نظامت کے فرائض عبدالجبار صاحب اور شکریہ سید اصغر علی صاحب نے ادا کیا۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے اسکول کی معلّمہ اور اساتذہ محترمہ رخسانہ باجی، وحیدہ آپا، نسرین آپا، شاہین باجی، فوزیہ باجی، نیلوفر باجی، بشیرہ باجی اور محمد آصف مرتضیٰ نے کوششیں کیں۔

سید اصغر علی، T-26، شری رامپور، احمد نگر

☆ میں پیام تعلیم کا اچھی طرح سے مطالعہ کرتا ہوں۔ یہ رسالہ مجھے بہت پسند ہے اور ہمارے گھر والوں کو بھی بہت پسند ہے۔ میں پیام تعلیم کا ۸۹ء سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ میں آدھی ملاقات، معلومات اور اقوال زریں پڑھتا ہوں اس سال میں چھٹی جماعت میں ہوں۔

عمران احمد خورشید احمد، اسلامپورہ، کلمب

☆ تازہ شمارہ پیام تعلیم کا مطالعہ کیا بہت مزہ آیا اور تمام رسالوں کو طاق پر رکھ دیا اور ایسا محسوس کیا پیام تعلیم واحد رسالہ ہے جس کو پڑھنے سے طبیعت نہیں اکتاتی بلکہ رسالہ خود ہی اکتا جاتا ہے اور کہتا ہے مجھ کو بھی آرام کرنے دو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام بچے اس قدر مطالعہ کرتے ہیں کہ تین ہی روز میں اس کے اوراق بوسیدہ ہو جاتے ہیں۔

محمود فرمان، مدرسہ عربیہ انوار العلوم، مئوائمہ، الہ آباد

☆بہت عرصہ کے بعد آپ کی محفل تحریر میں شرکت کرنے کا موقع ملا ہے۔ دراصل میں "پیام تعلیم" کی خریدار ہوں میرا خریداری نمبر 20909 ہے۔ اس سال کا چندہ بھیجنے میں مجھے تاخیر ہوئی۔ اس کے لیے میں معافی کی طلبگار ہوں۔ میں نے آج ہی یعنی ۷/ اکتوبر کو منی آرڈر بھیجا ہے۔ ساتھ میں میری دو سہیلیاں بھی اس کی خریدار بنی ہیں۔ ان کے بھی منی آرڈر ساتھ ہی ہیں۔ جن میں (۱) خورشید، آر، کمی والے اور واحدہ بی جمعدار ہیں۔

پیام تعلیم ہمارے سارے خاندان کو جان، سے زیادہ پسند ہے۔ اور ہر کوئی اسے سب سے پہلے پڑھنا چاہتا ہے۔ آج کل اس میں مضامین بھی بہت بہترین شائع ہو رہے ہیں۔ خدا سے دعا ہے یہ رسالہ مانند شمس و قمر اپنی رعنائیاں بکھیرتا رہے۔ انکل میں جانتی ہوں آپ کسی کو خط نہیں لکھتے مگر میری یہ خواہش ہے کہ آپ میرے خط کا جواب لکھیں۔ اگر نہیں لکھنا ہے تو صرف اتنا لکھیں کہ "میں خط نہیں لکھتا" تاکہ مہینوں انتظار نہ کرنا پڑے۔ ایک بار اور میری آرزو کا خیال کریں۔

عشرت بنی

آپ مانیں یا نہ مانیں۔ روزانہ پیامیوں کے سو، ڈیڑھ سو خط آتے ہیں اس لیے سب کو تو نہیں، کچھ کو ضرور جواب لکھتا ہوں۔ اگر سب کو لکھنے لگوں تو پھر آپ کا پیام تعلیم کبھی بھی وقت پر شائع نہیں ہو سکتا۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ ہمارے یہاں سے آپ کے بزرگوں کے لیے بھی ایک ماہوار رسالہ "کتاب نما" شائع ہوتا ہے اس کے لیے بھی تو وقت دینا پڑتا ہے۔ پھر سب پیامیوں کو جواب دینے کا وقت کہاں سے نکالا جائے۔ اس لیے ہماری آپ ہی سے نہیں تمام پیامیوں سے درخواست ہے کہ جواب کا انتظار نہ کریں بلکہ یہ دیکھیں کہ ان کی تحریریں شائع ہو رہی ہیں یا نہیں۔ (ادارہ)

عشرت جہاں، بلگام

اساتذہ کا اجتماع

آج بروز سنیچر مورخہ ۲۶/ ستمبر ۹۸ء کو شنگناپور مرکز کے تحت ضلع پریشد اردو مڈل اسکول داراپور پنچایت سمتی دریاپور ضلع امراؤتی میں اساتذہ اکرام کی تربیت کے تحت اجتماع رکھا گیا تھا۔ اس تقریب کے موقع پر دیہی تعلیمی کمیٹی کے صدر جناب آر، آر بھنڈا اور نائب صدر اے، آر بھساری وغیرہ اراکین نے شرکت کر کے تقریب کی شان میں چار چاند لگائے۔ اس کے علاوہ مرکز کے کیندر پرکھ جناب محبوب عالم شیخ نے مزید معلومات درس و تدریس سے متعلق دیں۔ اس طرح تقریب کا اختتام ہوا۔

تقریب کے اختتام کے موقع پر اظہار تشکر جناب محمد ارشاد مانوی، صابر شاہ داراپوری، محمد ارشاد ناکلی، عزیز احمد کھولاپوری اور محترمہ قیصر بانو داراپوری وغیرہ اساتذہ کرام نے تہہ دل سے کیا۔

عزیز احمد صدر مدرس، اردو مڈل اسکول، امراوتی

اقوال زرّیں

☆زبان اگرچہ تلوار نہیں مگر تلوار سے زیادہ تیز ہے۔
☆نشہ اگرچہ سانپ نہیں مگر سانپ سے زیادہ خطرناک ہے۔
☆گناہ اگرچہ زہر نہیں لیکن زہر سے زیادہ مُہلک ہے۔
☆تیرنا سیکھنا چاہیے لیکن کشتی ڈوبنے سے پہلے۔

جلید عبدالعزیز دسگرے، لکھورلی مہاڈ، رائے گڑھ

☆جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔
☆نابینا سے بھی پردہ کرو اس لیے کہ تم بینا ہو۔
☆موت ایک سنہری موقع ہے جو انسان کے اعمال کا دروازہ کھولتا ہے۔
☆عمدہ مکان کے شیدائی قبر کے اندھیروں کو مت بھول۔
☆جو چیز پردہ میں ہوگی اس کی قیمت بڑھ جائے گی۔

شگفتہ آشو مومن پورہ، بالاپور، اکولہ

☆جس نے کوشش کی اس نے حاصل کیا (محمدؐ)

☆ماں باپ کی خوشنودی دنیا میں باعث برکت اور آخرت میں باعثِ نجات (ابو بکرؓ)

علیم مرزا، واشم

☆رشوت انصاف کو کھا جاتی ہے۔
☆غیبت عمل کو کھا جاتی ہے۔
☆فکر عمر کو کھا جاتی ہے۔
☆جھوٹ رزق کو کھا جاتا ہے!

سنبل پروین، محلہ رحم گنج، دربھنگہ، بہار

☆آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔
☆سانپ کا سر، بچھو کا ڈنک زہریلا ہوتا ہے۔
☆وقت ایسا ترازو ہے جس کے ایک پلڑے میں زندگی ہے تو دوسرے میں موت۔
☆احمق کے سامنے خاموش رہنا اس کے سوال کا بہترین جواب ہے۔

معین الدین شمسی، گریڈیہہ

☆جس پر نصیحت کا اثر نہ ہو اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔
☆ترقی نہ کرنے والا انسان اس پھول کی طرح ہے جو شاخِ گل پر تو آیا لیکن کھل کر اپنی بہار نہ دکھا سکا۔
☆آہستہ بولنا، نیچی نگاہ رکھنا، میانہ چال چلنا ایمان کی نشانی ہے۔

امیر خسرو مرزاپور، ارریہ، بہار

☆تین چیزیں جاکر واپس نہیں آتیں تیر کمان سے، بات زبان سے، جان جسم سے۔

☆تین چیزیں انسان کو ذلیل کرتی ہیں ۔ چوری، چغلی، جھوٹ۔

محمد ولی اللہ رحمانی در بھنگہ، ابا بکر پور

☆حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے خواب میں اپنے مرحوم والد ماجد کو دیکھا اور پوچھا۔ ابا جان! آپ نے کون سا عمل سب اعمال سے افضل پایا؟ تو انھوں نے جواب دیا۔ بیٹا اللہ سے ڈر کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور چاہتے رہنا۔

علی محمد مومن پورہ، بالاپور، اکولہ

☆انسان گفتگو اس کے کردار کی مظہر ہوتی ہے۔

☆ہر وہ چیز جو تمھیں خدا کی یاد سے غافل کردے دنیا ہے۔

☆سب سے بڑا بہادر وہ ہے جو بدلے کی قدرت رکھتے ہوئے بھی بدلہ نہ لے۔

☆اپنے غم میں جو ٹپکتا ہے وہ آنسو ہے مگر جو دوسروں کے غم میں ٹپکتا ہے وہ گوہر ہے۔

نازیہ خانم ولایت خان، اکولہ

☆مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھ عطا کی حد نہ کردوں تو کہنا۔

☆میرے خوف سے آنسو بہا کر تو دیکھ مغفرت کے دریا نہ بہادوں تو کہنا۔

☆وفا کی لاج نبھا کر تو دیکھ عطا کی حد نہ کردوں تو کہنا۔

عبداللہ پاشا علمنڈی، وانمباڑی

ایمان کون لاتا ہے

☆ہماری آیات پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنھیں یہ آیات پڑھ کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں۔ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (سورۂ سجدہ)

زفیدہ تبسم بنت عباس علی، ایچوڑہ

بکھرے موتی

☆عادت کی زنجیریں دیکھنے میں کتنی چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن آہستہ آہستہ اتنی مضبوط اور بڑی ہوجاتی ہیں کہ ساری زندگی بھی توڑتے رہیں تو نہیں ٹوٹتیں۔

☆دنیا کی مثال سمندر کی طرح اور انسان ایک کشتی کے مانند ہے۔ اگر سمندر کا پانی کشتی میں بھر آئے تو کشتی ڈوب جائے گی۔

☆کوئی شخص سایے کو پکڑنے کی خواہ کتنی ہی کوشش کرے وہ سایے کو نہیں پکڑ سکتا اور جب کوئی صحیح سمت چلتا ہے تو سایہ خود بخود اس کے پیچھے چلتا ہے۔

شیخ عبدالعلیم، مدسولپورہ بجر گھواڑی، مالیگاؤں

☆اور جب ناپ تول کرو تو پورا ناپو اور صحیح

ترازو سے تول کر دو۔ یہ اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔ اور جس بات کی کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل در آمد مت کیا کرو کیونکہ کان، آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سے سب کی۔(قیامت کے دن) پوچھ ہوگی)　　(قرآن مجید)

عابد خان امیر خان مسلم نگر، مالیگاؤں

☆ تین چیزیں خلوص دل سے کرنی چاہییں۔
رحم۔ کرم۔ دعا
☆ تین چیزیں کسی کا انتظار نہیں کرتیں۔
وقت۔ موت۔ گاہک

حُمیرہ تابش، نواب پورہ۔ کھولاپور، امراوتی

☆وقت کے ساتھ چلنا سیکھو، پیچھے رہ گئے تو غیر تو غیر اپنے تک پہچاننے سے انکار کردیں گے۔

☆وقت ایسا لمحہ ہے جس میں ہر انسان کی تقدیر کا فیصلہ ہوتا ہے۔

☆ماں ایک ایسی خوشبو ہے جس سے سارا جہاں مہکتا ہے۔۔

☆روتی ہوئی عورت اور ہنستے ہوئے مرد پر ہرگز بھروسا مت کرو۔

محمد عادل رضا، خواجہ اسٹریٹ، برہم پور

☆پاکیزگی وہ دولت ہے جو محبت کے افراط حاصل ہوتی ہے۔

یادیں پرندوں کی مانند ہیں جو ہمیں اڑنے کی ہمت عطا کرتی ہیں۔

☆اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مرحمت فرمایا ہے اس پر راضی رہو غنی ہو جاؤ گے۔

☆ماں کی نافرمانی کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے برابر ہے اس لیے ماں باپ کی عزت کرو اور ان کا ہر حکم مانو۔

رحمت ندیم غلام غوث مہرہ خورد، بلڈانہ

حضرت فاطمہؓ کا جنازہ

☆حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد جب رات کو آپ کا جنازہ قبر میں اتار آگیا تو حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے جوشِ غم میں قبر سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

اے قبر تجھے خبر بھی ہے کہ ہم کس کے جنازے کو لے کر آئے ہیں۔ یہ بیٹی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ خاتون ہیں جناب علی مرتضیٰ کی، یہ والدہ ہیں حضرت امام حسنؓ وامام حسینؓ کی۔ یہ فاطمہ زہراؓ ہیں جنت کی بیبیوں کی سردار۔

قبر سے آواز آئی اے ابوذر غفاریؓ۔ قبر حسب ونسب بیان کرنے کی جگہ نہیں ہے یہاں عمل صالح کا ذکر کرو۔ یہاں تو وہی آرام کرے گا جس کے عمل صالح زیادہ ہوں گے اور جس کا دل مسلمان (منور) ہوگا۔

شبانہ بیگم، پتہ ٹائی گوڑا عادل آباد

☆ قلب میں خدا کے سوا کسی کو جگہ نہ دو۔
☆حسد سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔
☆ کام ایسا کرو جس سے مسلمان ہونے کا

ثبوت ملے۔

☆دعا کی مقبولیت میں تاخیر ہونے پر خدا سے ناراض نہ ہو۔

افروز علی، نئی بستی بدنیرہ، امراوتی، مہاراشٹر

دوستی

☆دوستی ایک نازک پھول کی مانند ہے۔ جس نے اپنے پنکھ فضا میں پھیلائے رکھے ہیں اگر احتیاط نہ کی جائے تو پھر یہ نازک رشتہ پل بھر میں ٹوٹ جاتا ہے اور ایک دفعہ ٹوٹنے کے بعد وہ کبھی نہیں جڑپاتا کیونکہ اگر ایک دفعہ شیشے میں بال جائے تو پھر مشکل ہی سے جاتا ہے۔

عطیہ پروین، مبارکپور، اعظم گڑھ

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

☆تجارت کرنا چاہتے ہو خدا سے کرو منافع پاؤ گے۔

☆جو زیادہ پوچھتا ہے وہ زیادہ سیکھتا ہے۔

☆محنتی کے سامنے پہاڑ کنکر ہے اور سست کے سامنے کنکر، پہاڑ۔

جویریہ تسنیم، مکرم پورہ کریم نگر

☆اندھیرے سے مت گھبراؤ کیونکہ ستارے اندھیرے میں چمکتے ہیں۔

☆انسان خود مسکرائے یا نہ مسکرائے مگر دوسروں کے آنسو ضرور صاف کرے۔

☆جاہل دنیا کا بدقسمت ترین شخص ہے۔

☆زبان کو شکایت سے بند رکھو، خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔

عبدالرشید، ہنال تعلق شرول، کولہاپور

سنہری باتیں

☆اللہ کی ذات کے سوا کسی پر بھروسا مت کرو۔ ورنہ جسارت تمھارا مقدر بن جائے گا۔

☆لوگوں کے دلوں میں خوشی کے کنول کھلانا ہزار نیکیوں سے افضل ہے۔

☆خدا کی نظر میں وہ بلند ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

محمد نثار اللہ انعام دار مدرس، داروہ

☆اگر کسی کو دکھی دیکھو تو اس کے دکھ بانٹ لو اور اپنی خوشیاں دوسروں میں تقسیم کردو۔ اگر تو کسی کے دکھ درد بانٹو گے تو رب کریم تمھیں دکھوں سے نجات عطا فرمائے گا، روتی ہوئی آنکھوں کو مسکرانا سکھادینا بہت بڑی نیکی ہے۔

حافظ۔ یم۔ آر۔ ملا مصباح العلوم گلبرگہ۔ کرناٹک

معلومات

☆حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ النعمانؒ بن ثابت ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ
☆حضرت امام مالکؒ بن انس ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ
☆حضرت امام شافعیؒ محمد بن ادریس ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ
☆حضرت امام احمدؒ بن حنبل ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ
☆حضرت امام ابو یوسفؒ بن یعقوب بن ابراہیم ولادت ۱۱۲ھ وفات ۱۸۲ھ
☆حضرت امام محمدؒ بن الحسن بن فرقد ولادت ۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ
☆حضرت امام ظفرؒ بن الہذیل بن قیس ولادت ۱۱۰ھ وفات شعبان ۱۵۰ھ

عاصم اختر ولید پور، مئو

☆۱۵۲۶ء میں پانی پت کی پہلی لڑائی ہوئی تھی۔
☆۱۶۰۵ء میں جہانگیر ملک کے تخت پر بیٹھا۔
☆۱۶۵۶ء میں اورنگ زیب تخت پر بیٹھا۔
☆۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے دلی کو لوٹا اور قتل عام کیا تھا۔

عرفان خاں ابراہیم خان اکولہ ناکہ بالاپور، اکولہ

☆ہندستان کی سب سے لمبی سڑک گرانٹ ٹرنک روڈ۔
☆ہندستان کی سب سے بڑی جھیل وولر جھیل (کشمیر)
☆ہندستان کا سب سے لمبا پل سون پل۔

صبیح الدین قلعہ کے پاس مقام مانا، آکولہ

☆دنیا کی سب سے مشکل زبان چینی ہے۔
☆کوئی صدی جمعہ ہفتہ اور بدھ سے شروع نہیں ہوئی۔
☆کبوتروں کی دنیا میں تقریباً ۱۱۲۹۷ قسم ہیں۔

راؤ عبدالکریم دوتائی غازی آباد (یوپی)

☆قرآن حکیم کی سورہ اخلاص میں "ر" نہیں آتا۔
☆آنحضرت صلعم کی چھ پھوپھیاں تھیں۔
☆قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کا ذکر سب سے زیادہ آیا ہے۔
☆حضرت مریمؑ واحد خاتون ہیں جن کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔
☆دنیا کی سب سے بڑی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے۔

مینا پروین، بھدری چک تجوا، دھنباد

چند یورپی ممالک کے رقبے

ملک	رقبے
برطانیہ عظمیٰ	۲ لاکھ ۲۸ ہزار مربع کلومیٹر
جرمنی	۳ لاکھ ۵۷ ہزار مربع کلومیٹر
فرانس	۵ لاکھ ۴۴ ہزار مربع کلومیٹر
روس	۱ کروڑ ۱۷ ہزار مربع کلومیٹر
کینڈا	۹۹ لاکھ ۷۰ ہزار مربع کلومیٹر

جنید احمد غفور نگر وڑجنی روڈ دھولیہ (مہاراشٹر)

☆جھوٹ پکڑنے والی مشین کا نام۔ لائی ڈیٹکٹر۔

☆سب سے پہلے بھارت کو 'انڈیا' یونانیوں نے کہا تھا۔
☆ہاتھی ایک ایسا جانور ہے جس کو ہر چیز دوگنی دکھائی دیتی ہے۔

محمد شان الرحمٰن 'اسلام نگر' اڑیسہ (بہار)

تین سال سے چھ سال تک بچوں کے وزن اور اونچائی کا مشاہدہ

عمر	اونچائی انچ میں	وزن پونڈ میں
۳	۳۶.۶	۲۹.۷
۴	۳۸.۹	۳۰.۵
۵	۴۱.۸	۳۴.۰
۶	۴۴.۰	۴۰.۰

محمد مشتاق تنویر 'نا ندورہ ضلع بلڈانہ

☆صبا کریم نے ابھی تک اپنے سبھی ونڈے میچ غیر ملک میں کھیلے ہیں۔
☆کپل دیو کا ونڈے کرکٹ کی ایک اننگ میں زیادہ سے زیادہ اسکور ۱۷۵ ناٹ آؤٹ ہے۔
☆ہندستان کے لیے ۳ کرکٹ کھلاڑیوں نے ۱۰۰ یا اس سے زیادہ ٹسٹ میچ کھیلے ہیں۔
☆محمد اظہر الدین کا ٹسٹ کرکٹ میں اور ونڈے کرکٹ میں ہائسٹ اسکور بالترتیب ۱۹۹ اور ۱۵۳ رن ناٹ آؤٹ ہے۔
☆سب سے زیادہ ونڈے میچ کھیلنے کا رکارڈ محمد اظہر الدین کے پاس ہے۔

ایس۔ ایس۔ جاوید 'رفیع گنج' اورنگ آباد

چند شاعروں کی پیدائش و وفات

☆ڈاکٹر سر محمد علامہ اقبال ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔
☆سر سید احمد خاں ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۸ء میں وفات پائی۔
☆مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔

شیخ عمران الدین 'ستار محلہ نندوربار' دھولیہ

کچھ ممالک کی اندھی تقلید

☆جاپانی گھر سے باہر نکلنے سے پہلے ناخن نہیں کاٹتے ہیں۔
☆عرب کے باشندوں کو ایسا بھروسا ہے کہ اگر وہ طوفان کے وقت 'لوہا' کہیں گے تو طوفان تھم جائے گا۔
☆کیوبا کے باشندے چاند اور چاندنی کو اچھا نہیں سمجھتے اس لیے رات کو باہر نکلتے وقت سر ڈھانک لیتے ہیں۔
☆جرمنی کے باشندے ایسا اعتماد کرتے ہیں کہ اگر وہ بلّی کو تکلیف دیں گے تو ان کو بھی تکلیف پہنچے گی۔
☆انگلینڈ کی عورتیں اپنے مکان کا کوڑا کرکٹ جھاڑ کر کبھی بھی صدر دروازے سے نہیں نکلتیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اگر وہ ایسا کریں گی تو گھر کی دولت کا خاتمہ ہو جائے گا۔
☆پیرو کے باشندے بارش کو بلانے کے لیے کالی بکری یا بھیڑ کو میدان میں تب تک باندھے رکھتے ہیں جب تک برسات شروع نہیں ہو جاتی۔

نماز کی برکتیں

☆نماز رحمت حق کا ظہور ہے۔

☆نماز اللہ کی رضا مندی اور قرب کا ذریعہ ہے۔

☆نماز پڑھنے والے کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

☆نماز پڑھنے سے دل روشن رہتا ہے۔

☆نماز پڑھنے سے ہر مصیبت دور ہوتی ہے۔

☆نماز پڑھنے سے روزی میں برکت آتی ہے۔

☆نماز ایمان کی جڑ ہے۔

شکیلہ ناز' مومن پورہ' قدیم جالنہ

عورت دنیا کے مشاہدین کی نظر میں

☆ایمان کے بعد نیک بیوی خدا کی ایک بڑی نعمت ہے۔

☆عورت تو تقدس کے لیے پیدا کی گئی ہے (ج برڈ)

☆حسین عورت آنکھ کے لیے جنت' دل کے لیے دوزخ اور جیب کے لیے ویرانی ہے (الرسن)

شاہدہ کوثر بھکتاپور عادل آباد

آنکھیں بڑی نعمت ہیں اس کی حفاظت کریں

☆ڈھندلی روشنی میں ہرگز نہ پڑھیے۔

☆پڑھتے لکھتے وقت روشنی بائیں جانب رکھیے۔

☆اپنی آنکھوں سے کتابوں کا فاصلہ کم از کم دس بارہ انچ رکھیے۔

☆روزانہ آنکھوں کو ٹھنڈے پانی سے دھوئیں اس سے میل کچیل صاف ہوگا۔

☆کھلے سرسبز و شاداب میدان میں تفریح کرنا آنکھوں کے لیے بہت مفید ہے۔

☆رات کو سونے سے قبل کوئی اچھا سا سرمہ ضرور لگائیں۔

غفران اختر' مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اعضاء و حرکات	جانچ کے آلہ کا نام
سینہ (چھاتی) کی جانچ کے لیے	اسٹیتھے اسکوپ
آنکھوں کی جانچ کے لیے	آپتھیلموا سکوپ
کان کی جانچ کے لیے	آٹوا سکوپ
ناک کی جانچ کے لیے	(۱) لاریتھوا سکوپ (۲) فارنھوا سکوپ
پھیپھڑوں کی جانچ کے لیے	برانکوا سکوپ
پیٹ کی جانچ کے لیے	گیسٹوا سکوپ
پیشاب کی جانچ کے لیے	سٹوا سکوپ
فضلے کی جانچ کے لیے	پراکٹوا سکوپ
خون کا دباؤ جانچ کے لیے	سفگمونو میٹر

ایم۔ متین بالاپوری (اکولہ)

☆ککڑی کھا کر پانی پینے سے بدہضمی ہو جاتی ہے۔

☆مرغی کے گوشت کے ساتھ مولی کھانا سخت مضر ہے۔

☆ایک ہی دستر خوان پر بکرے کے گوشت کے ساتھ کبوتر کا گوشت کھانے سے درد قولنج ہو جاتا ہے۔

☆شہد اور گھی ایک ساتھ کھانے سے مرض فالج کا خطرہ رہتا ہے۔

☆گرم گرم کھانے کے ساتھ دہی کھانے سے درد معدہ ہو جاتا ہے۔
☆تربوز کھانے کے بعد پانی پینے سے ہیضہ ہو جانے کا خوف رہتا ہے۔
☆کیلے کے ساتھ لسی پینے سے درد معدہ اور ہیضہ کا خطرہ رہتا ہے۔
☆خربوزے کے ساتھ دہی کھانے سے درد معدہ کا خوف رہتا ہے۔
☆دودھ کے ساتھ ترش چیز کھانے سے درد معدہ اور احتراق خون کا مرض لاحق ہو سکتا ہے (خون کا جسم میں خشک ہو جانے کو احتراق کہتے ہیں)
☆بھنا ہوا گوشت نمکین اور سرکہ ایک ساتھ کھانے سے قولنج اور درد معدہ کا مرض ہو سکتا ہے۔
☆مچھلی کے ساتھ دودھ پینے یا گنے کا رس پینے یا شہد کھانے سے جذام' برص یا قولنج جیسے موذی امراض لاحق ہو سکتے ہیں۔
☆گوشت کھانے کے فوراً بعد شہد نہیں کھانا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے درد معدہ کا خطرہ ہے۔

انیسہ ناز شیخ سانڈو' اسلام پورہ کاسودہ' جلگانوں

☆ونڈے کرکٹ کی پہلی ہیٹ ٹرک جلال الدین نے کی۔
☆پہلا ونڈے میچ ۵ر جنوری ۱۹۷۱ء میں کھیلا گیا۔
☆ونڈے میں سب سے زیادہ رن اظہر الدین کے ہیں۔
☆ونڈے میں سب سے زیادہ وکٹ وسیم اکرم نے لیا۔
☆سب سے زیادہ ونڈے اظہر الدین نے کھیلا ہے۔
☆ونڈے میں تیز سنچری شاہد آفریدی کی ہے۔
☆ونڈے میں تیز ففٹی جے سوریہ کی ہے۔

محمد ابرار' ڈی ایڈ کالج' ملکاپور' بلڈانہ

☆رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک سوڈان ہے۔
☆آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک انڈونیشیا ہے۔
☆سب سے پہلا قبلہ بیت المقدس ہے۔

محمد انور نثار جن تیکھرا' اکٹھیار (بہار)

محمدؐ نام کے چار خوش نصیب محدثین

تیسری صدی ہجری میں مصر میں چار محدثین بہت مشہور ہوئے چاروں کا نام محمد تھا۔
☆محمدؒ بن نصر مروزی
☆محمدؒ بن جریر طبری
☆محمدؒ بن منذر
☆محمدؒ بن اسحاق بن خزیمہ

عزیز الرحمن' علی نگر رائے بریلی (یوپی)

اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹوں کے نام

۱۔ثابت	۷۔دما
۲۔قلیدر	۸۔اذر
۳۔اذبل	۹۔طیما
۴۔مشا	۱۰۔طور
۵۔مسمعا	۱۱۔نبش

۶۔ماشی ۱۲۔قیدما

سید الطاف احمد او علی اردو اسکول ۲ منجر پونے

☆چاول کے دھونے سے ۳۳% وٹامن ختم ہو جاتے ہیں۔

☆آلو کو کاٹنے سے پہلے اس کے چھلکے کو کاٹنا نہیں چاہیے۔ اس سے اس میں موجود کاربوہائیڈریٹ برباد ہو جاتے ہیں۔

☆سائنسی طور پر چائے بنانے کے لیے پہلے پانی کو ابالا جاتا ہے۔ پھر پتی ڈالی جاتی ہے اور پھر چینی اور پھر دودھ۔

☆دنیا کے زیادہ تر ملکوں میں کیڑے کوڑوں کو کثرت سے کھایا جاتا ہے۔ چین میں کیڑے کوڑوں کو دوائیوں کے طور پر کھایا جاتا ہے اور امریکہ میں کیڑوں کو کھانے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔

محمد ویدار شمسی ،بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی

عجیب مقابلے

☆فرانس کے دارالسلطنت پیرس میں ہر سال موٹے لوگوں کا ایک مقابلہ ہوتا ہے۔ اس مقابلہ میں حصہ لینے والے آدمی کا وزن ۸۲ کلو سے زیادہ ہونا چاہیے۔

☆کچھ سال پہلے امریکہ کے لاس اینجلس میں پیٹ سے پیٹ لڑانے کا مقابلہ ہوا۔ اس عجیب مقابلے میں لگ بھگ ۸۰ بھاری پیٹوں والے آدمیوں نے حصہ لیا جن میں ہالینڈ کے مینفس ڈیمان کو فتح حاصل ہوئی۔

☆امریکہ کے ہی لاس اینجلس شہر میں گندے لوگوں کا ایک مقابلہ ہوتا ہے جس میں سب سے گندی پوشاک پہن کر آنے والے کو انعام دیا جاتا ہے۔

افتخار الحسن انصاری ،بسپور ،اودھم سنگھ نگر (یوپی)

ہندستان کے مسلم حکمران

حکمران	مدت حکمرانی
محمود غزنوی	۳۳سال
محمد غوری	۳۰سال
قطب الدین ایبک	۴سال
شمس الدین التمش	۲۵سال
رضیہ سلطانہ	۴سال
ناصر الدین	۲۰سال
بلبن	۲۱سال
کیقباد	۲سال
جلال الدین خلجی	۶سال
علاء الدین خلجی	۲۰سال
ناصر الدین خسرو	۲سال

عظمی فرحین ،رحمانیہ اسکول ،آرمور

☆۷رجولائی ۱۹۹۸ء کو ڈے نائٹ فائنل شری لنکا میں کھیلا گیا۔ جسے ہندستان نے جیتا اور سب سے زیادہ ونڈے ٹورنامنٹ جیتنے کے آسٹریلیا کے ریکارڈ کو برابر کیا۔

☆اجیت اگرکر نے اپنے ۱۵ میچوں میں سب سے زیادہ وکٹ حاصل کرنے کا ریکارڈ بنایا۔

☆پہلے وکٹ کی ساجھے داری میں سورو گانگولی' سچن تندولکر نے ۲۵۲ رن جوڑے اور نیا ریکارڈ بنایا۔ جب ۲۵۲ رن بنے تو کئی ریکارڈ ٹوٹے

ندیم علی چاند ،علی گڑھ (یوپی)

گدگدیاں

☆مالک ارے کم بخت کبھی "ش" بھی بول دیا کر۔
نوکر حضور شاب نے شلام بھی بھیجا ہے۔
عبدالرزاق 'قریش محلہ ملیر 'جلگاؤں

☆ایک مریض ڈاکٹر کے پاس آیا اور اپنا علاج کروانے کے بعد جانے لگا۔ اتنے میں ڈاکٹر نے مریض سے پوچھا اب تمھیں کوئی اور شکایت تو نہیں ہے۔
مریض ڈاکٹر سے نہیں جناب صرف ایک ہی شکایت ہے وہ یہ کہ مجھے پسینہ نہیں آرہا ہے۔
ڈاکٹر مریض سے ٹھہرو میں اپنا بل ابھی پیش کرتا ہوں۔
مشتاق احمد ڈیسائی 'کنکنیر ہال 'بیلگام

بس ایک منٹ

☆شوہر بیگم ہر روز دیر ہو جاتی ہے۔ آج بھی نو بج گئے۔ اب ناشتہ کب تیار ہوگا میں دفتر کب پہنچوں گا۔ آج آفس میں انسپکشن ہونے والا ہے۔ میں جارہا ہوں کسی ہوٹل میں ناشتہ کرلوں گا۔
بیوی۔ ابھی ایک منٹ تو ٹھہریئے!
شوہر توکیا ایک منٹ میں ناشتہ تیار ہوجائے گا؟
بیوی: جی نہیں! میں بھی آپ کے ساتھ ہوٹل چلوں گی!
تحسین احمد خاں 'منگرول پیر 'واشیم

☆شوہر نے غصے کے عالم میں چلاتے ہوئے کہا میں اس گھر کو آگ لگادوں گا۔ ان کے لڑکے نے ہنستے ہوئے کہا۔
ڈیڈی: آپ چولھے میں آگ نہ لگا سکے جس کی وجہ سے جھگڑا ہوا ہے۔ تو آپ اتنے بڑے گھر کو آگ کیسے لگائیں گے؟
محمد اعظم بجپور 'اودھم سنگھ نگر

☆ایک جگہ بہت سارے لوگ باتیں کررہے تھے کوئی کہہ رہا تھا۔ میں یہ کرتا ہوں کوئی یہ کہہ رہا تھا میں وہ کرتا ہوں ایک آدمی نے کہا کہ ہمارے یہاں ایک پالتو بکری ہے وہ بالکل انسانوں جیسی باتیں کرتی ہے۔ تمام لوگ حیران ہوئے کہ بھلا بکری بھی انسانوں جیسا بول سکتی ہے سب نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا ہے۔ تو اس آدمی نے کہا کیوں نہیں ہوسکتا ہے ابھی دیکھو کیسے بات کرتی ہے، یہ کہہ کر بکری کو ایک لات ماری اور کہا کہ بول ہم دونوں کے بیچ میں کون ہے؟ تو بکری نے چلاتے ہوئے کہا "میں"
اسامہ انجم 'ندوہ کالج لکھنو 'معہد (یوپی)

☆رات میں دو شرابی نشے میں دھت چلے جارہے تھے۔

ایک شرابی دوسرے شرابی سے میں ہندستان کا وزیر اعظم بنوں گا۔
دوسرا: جب میں استعفیٰ دوں گا تب بنو گے نا۔
ریشمہ پروین، منگرول پیر

☆ایک چیونٹی پیڑ کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ ادھر سے ایک خرگوش گزرا۔ چیونٹی کو چھپا دیکھ کر خرگوش نے پوچھا۔ چیونٹی بہن تم ادھر کیوں چھپی ہوئی ہو؟
چیونٹی نے جواب دیا ادھر سے ہاتھی گزرے گا اس کو لنگڑی دینا ہے۔
تابش عالم، سلطان گنج، پٹنہ۔ ۴

☆میاں بیوی کی آپس میں نوک جھونک ہو گئی جو بڑھتے بڑھتے لڑائی کی صورت اختیار کر گئی۔ بیوی نے اتراتے ہوئے کہا۔ لو سنبھالو اپنا گھر میں تو اپنی ماں کے پاس جا رہی ہوں۔
بڑے شوق سے جاؤ بیگم۔ مگر تمھاری ماں تمھارے والد سے لڑ جھگڑ کر اپنے میکے چلی گئی ہیں۔
نصر رجائی انسان اسکول کشن گنج (بہار)

چور : (سیٹھ جی سے) تم نے اگر تجوری کی چابیاں نہیں دیں تو میں تمھاری جان لے لوں گا۔
سیٹھ جی: جان لے لو گے تو چلے گا۔ میں نے تو تجوری کا مال بڑھاپے کے لیے اٹھا رکھا ہے۔
عبد الصمد، حافظ پورہ، منگرول پیر۔

رس بھرا نام

ایک دوست کو شادی کے کئی سال بعد لڑکا تولد ہوا۔ وہ خوشی خوشی آئے اور کہنے لگے مجھے لڑکا تولد ہوا ہے۔ اس کا کوئی اچھا نام رکھیے جو بہت خوبصورت ہو، رنگین ہو، رسیلا ہو اور میٹھا ہو۔ میں نے کہا اس قسم کا تو صرف ایک ہی نام ہو سکتا ہے۔
انھوں نے پوچھا وہ کیا؟
میں نے کہا "سنگترہ!"
محمد ہلال خاں، آسنسول۔ ۲

☆ایک اسکول میں کوئی تقریب ہوئی جس کی بہت ساری تصاویر کھینچی گئیں۔ چند دن بعد ان تصاویر کو بچوں میں فروخت کرنے کی نیت سے بچوں کی مس ان سے کہنے لگیں۔ "دیکھو بچو! تصویریں خرید کر تم اپنے پاس رکھو لو گے تو کل جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو یہ تصویریں یادگار بن جائیں گی۔ جب تم انھیں دیکھو گے تو خوشی سے کہو گے دیکھو دیکھو یہ عباس ہے جو آج ڈاکٹر بن گیا ہے اور یہ عمر ہے جو بڑا انجینئر ہے اور یہ احمد ہے جو آج کل کا مشہور بزنس مین ہے" ننھی مدیحہ آگے بڑھی اور مس کی فوٹو پر انگلی رکھ کر بولی "اور میں کہوں گی یہ ہماری مس تھیں جو اب مر گئی ہیں۔"
محمد سلیم، بنج، ضلع کھیری

☆بیرا: مسافر نے کڑک کر کہا "میں اتنی

ساری مکھیوں کو کھانے کی میز پر بھنبھناتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"بیرا: بہت بہتر جناب" "آپ جتنی مکھیوں کو پسند کرتے ہیں، مجھے بتا دیجیے۔ باقی مکھیوں کو میں باہر نکال دوں گا۔

☆منیجر تم اس مہینے چار چھٹیاں لے چکے ہو۔ ایک مرتبہ تم اپنی بیوی کو ٹرین میں سوار کرانے گئے تھے۔ ایک مرتبہ اپنی ساس کے جنازے میں گئے تھے۔ ایک مرتبہ تمھاری بیٹی کی سالگرہ تھی اور ایک مرتبہ تمھارا لڑکا بیمار ہو گیا تھا۔ آج پھر چھٹی کی درخواست لے کر آئے ہو۔ یہ کاہے کے لیے ہے۔

ملازم جناب آج میری شادی ہے۔

وسیم احمد، پیری گلی، آرمور

☆ماں (اسد سے) اسد جلدی سے نہالو ورنہ پانی چلا جائے گا۔

اسد امی پانی جا کیسے سکتا ہے میں نے گھر کی ساری کھڑکیاں دروازے بند کر دیے ہیں۔

عامر فاروق، بیدوں ٹولہ، بدایوں (یوپی)

☆ماں اپنے بیٹے سے۔ مجھے قبرستان کبھی مت لے کر جانا۔" بیٹے نے پوچھا۔ کیوں ماں؟

"ماں! کیونکہ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ عورتوں کو قبرستان نہیں جانا چاہیے۔

محمد انور شگفتہ، بینکھوا، سالماری

☆ایک فقیر کی شادی ہو رہی تھی اس نے اپنے سسرال والوں سے جہیز میں ایک سائیکل کا مطالبہ کیا۔

سسرال والوں نے اس فقیر سے پوچھا "تم تو فقیر ہو سائیکل کس لیے مانگ رہے ہو۔"

فقیر نے برجستہ جواب دیا۔ سارا دن پیدل بھیک مانگ مانگ کر تھک جاتا ہوں اس لیے سائیکل کا مطالبہ ہے۔

غلام سرور آزاد ہائی اسکول چاکند، گیا (بہار)

☆ تین دوست آپس میں بات کر رہے تھے ایک دوست نے کہا "یار گڑھے یا پوکھرے کا پانی سوکھ جاتا ہے تو مچھلیاں کہاں جاتی ہیں؟

"دوسرے دوست نے کہا پیڑ پر چڑھ جاتی ہیں۔

" یہ سن کر تیسرے نے کہا یہ بھی کوئی گائے بھینس ہیں کیا؟

انور پردیسی، بینکھوا، سالماری

☆ محمود (احمد سے) وہ کیا ہے جو ہمیشہ آتا ہے اور کبھی آتا بھی نہیں۔ احمد مجھے نہیں پتا تم بتاؤ؟

محمود: "کل"

☆فیضان (جمال الدین سے) دیکھو یہ جو آدمی ہے اس نے ایک دن بھی کام نہیں کیا پھر بھی پوری تنخواہ لیتا ہے۔ جمال الدین ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ فیضان: ارے یہ چوکیدار ہے۔

حیدر عباس شاہد جمال انصار کلب مبارکپور

☆ایک دکان پر تین گاہک سامان خریدنے کے لیے آئے۔ یہاں گاہک سامان لے رہا تھا دوسرا اور تیسرا بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک تیسرے گاہک کو گہری نیند آگئی کچھ دیر کے بعد وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا اس پر دکاندار نے کہا۔ جناب آپ تو سوئے ہوئے تھے پھر آپ ہنس کیوں رہے ہیں۔
گاہک نے جواب دیا: میں نے خواب میں دیکھا کے آپ سب ہنس رہے ہیں اس لیے میں بھی ہنسنے لگا۔

محمد سمیع الزماں' بردابا کھول در بھنگہ

☆ تین ڈینگیں مارنے والے آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔
پہلا: اگر میں ہندستان کا وزیر اعظم ہوتا تو تمام غریبوں' بے سہاروں اور یتیموں کو روٹی' کپڑا اور مکان مہیا کرتا۔
دوسرا: اگر میں ہندستان کا وزیر اعظم ہوتا تو تمام امیر لوگوں پر بھاری ٹیکس عائد کر کے ہندستان کو قرض سے نجات دلواتا۔
تیسرا: اگر میں وزیر اعظم ہوتا تو خواتین کو برابری کا حق دلواتا اور ان پر ہونے والے مظالم کو روکتا۔
ایک اجنبی ان تینوں کی باتیں سن کر کہنے لگا۔
اگر میں ہندستان کا وزیر اعظم ہوتا تو ہندستان کے ان تمام لوگوں کو جو وزیر اعظم ہونے کا خواب دیکھتے ہیں پاگل خانے بھجوانے کا انتظام کرواتا۔

مرزا سکندر بیگ' ناندورہ بلڈانہ

لیڈیز فرسٹ

☆ایک نوجوان اپنی بیوی کے ساتھ جنگل میں شیر کے شکار کو گیا۔ کچھ دیر بعد جب شیر غراتا ہوا ان کی طرف لپکا تو نوجوان نے فوراً اپنی بیوی کو پکڑا اور لیڈیز فرسٹ کہہ کر شیر کے سامنے پھینک دیا اور خود وہاں سے بھاگ نکلا۔

محمد عمران' دیوان پورہ' منگرول پیر

طاقت کی گولیاں

☆ایک مریض کے جسم پر زخموں کے نشان دیکھ کر ڈاکٹر نے کہا: "ارے! یہ کیا ہوا۔ کیا کسی سے جھگڑا کر کے آرہے ہو؟
زخمی مریض نے کراہتے ہوئے جواب دیا ڈاکٹر صاحب! یہ سب آپ کی گولیوں کا اثر ہے۔
ڈاکٹر نے کہا وہ تو طاقت کی گولیاں تھیں جو میں نے آپ کو دی تھیں۔
مریض نے کہا: لیکن وہ گولیاں میری بیوی نے کھالیں۔

محمد سلیم متعلم ادارہ محمودیہ محمدی' کھیری

پسندیدہ اشعار

یا رب نہ تخت و تاج دے مجھ کو نہ مال دے
انسانیت کا درد مرے دل میں ڈال دے

عبدالرشید' تلک نگر' ساکی ناکہ ممبئی۔ ۷۲

لباس پارسائی سے شرافت آنہیں سکتی
شرافت نفس میں ہوگی تو انساں پارسا ہوگا

ہماری وضع داری ہے جو خاموش ہیں ورنہ
یہ رہزن ہیں جنہیں ہم رہبر منزل سمجھتے ہیں

انیسہ ناز شیخ سانڈواسلام پورہ کاسودہ جلگاؤں

جشن تیری یادوں کا اس طرح منائیں گے
ایک دیا جلائیں گے ایک دیا بجھائیں گے

محمد سلامت اللہ وشاکھاپٹنم

فطرت کے تقاضوں پر نہ کر راہ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

الف اسلام دوگھرا' دربھنگہ (بہار)

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

احمد امیر سبحانی 'اباکر پور' بہار

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلادو

یاسمین صدف ایننگ وارا ضلع واشم

غم کی ہزاروں ندیاں موجوں کہ ساتھ آئیں
پھولوں کے کمکھوں میں کانٹوں کو ساتھ لائیں

محمد طفیل صدیقی لکشمی پور چاکنہ گیا (بہار)

وہ خنجر نہیں ہوتا کسی سہارے کا
جسے سنبھلنا ہو وہ آپ ہی سنبھلتا ہے

سہیل احمد ساجد اللہ خاں 'کھولاپور' امراوتی

یاں تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ میں
زلف گر بن جاؤں تو شانے میں الجھادے مجھے

سعدیہ بدر گرلز آئیڈیل اکیڈمی ارریہ (بہار)

یہاں کوتاہی ذوق عمل ہے خود گرفتاری
جہاں بازو سمٹتے ہیں وہیں صیاد ہوتا ہے

فہیم النساء فاروقی 'گلزار کالونی' پربھنی' مہاراشٹر

فقیری میں بھی مجھ کو مانگنے سے شرم آتی ہے
سوالی ہو کے مجھ سے ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

تابش احمد چک جادو ویشالی (بہار)

اس دور میں انسان کا چہرہ نہیں ملتا
کب سے میں نقابوں کی تہیں کھول رہا ہوں

اے ترنم خان رئیس ہائی اسکول بھیونڈی

وہ چار تنکے سہی' نام' آشیاں ہو اگر
تو بجلیوں کا ارادہ کہاں بدلتا ہے

نجمہ سوداگر دیوان پورہ منگرول پیر

لڑکے کا جنم ہوتے ہی کہتا ہے فخر سے
ایک لاکھ کا ٹکٹ ہے یہ بچہ جہیز کا

عبدالرحمٰن خاں مدرسہ انوارالعلوم مہرون جلگاؤں

آپ کی یاد آتی رہی رات بھر
چشم نم مسکراتی رہی رات بھر
رات بھر درد کی شمع جلتی رہی
غم کی لو تھرتھراتی رہی رات بھر

محمد عبدالحسان مکوم پلی' ظہیر آباد میدک

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

سیدہ امت القدوس، ۲۱۳۹ بڑی خانقاہ غوثیہ نندوربار

تیری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

زہرہ تبسم فصاحت علی خاں، عادل آباد

وہ روشنی کا ستم مجھ پہ ہے کہ میں دن میں
اندھیرے ڈھونڈ رہا ہوں دیے جلائے ہوئے

نازنین اختر دارووہ، ایوت محل

سکوت چھایا ہے انسانیت کی قدروں پر
یہی ہے موقع اظہار آؤ سچ بولیں

خیر النساء فدائے اردو اسکول، داپولی، رتناگری

ہر غم خوشی کے ساتھ اٹھایا حسینؓ نے
دنیا کو گمرہی سے بچایا حسینؓ نے
گھر بار سارا حق پہ لٹایا حسینؓ نے
باطل کے آگے سر نہ جھکایا حسینؓ نے

نذیر احمد ڈی دھارواڑ الی گری

وہ تو پھر اللہ ہے، پوری کرے گا آرزو
پتھروں سے جب مرادیں دل کی پالیتے ہیں لوگ

خان زینت کھولاپوری، امراؤتی

دنیا کے لیے دیں کی تجارت نہیں کرتے
ہم جھوٹے خدا کی بھی عبادت نہیں کرتے

ادیبہ بنت نیر، اٹارنی پیلس، برداہا، دربھنگہ

ماں کی خوشی میں راحت ہے میری
ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے میری

رضیہ تبسم مومناتی آکولوی

دل لے کے مفت کہتے ہیں کچھ کام نہیں
الٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا

عبدالقادر سمیع اللہ امرت نگر ممبرا تھانہ، ممبئی۔ ۲

اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا
جنگ وجدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے

نوشابہ سلطان گنج، پٹنہ۔ ۶

حمد

تو ہی ہے مالک تو ہی ہے خالق ہمارا پروردگار تو ہے
فنا نہیں ہے بقا تجھے ہے جہاں میں لیل و نہار تو ہے
زمانہ ہم کو ستا رہا ہے جلا رہا ہے مٹا رہا ہے
یہ ساز ہستی ترا کھلونا ہماری جان بہار تو ہے
الٰہی ہم پہ کرم ہو تیرا فضل ہو تیرا رحم ہو تیرا
تو ہی سہارا ہمارا یارب دکھے دلوں کی پکار تو ہے
تو راہ سیدھی ہمیں بتادے چراغ دیر و حرم جلادے
سکون تو ہے قرار تو ہے جہاں کا سارے نکھار تو ہے
ہمیں دے یارب جہاں میں عزت شان و شوکت جاہ و حشمت
شباب روشن سدا ہے تیرا جہاں کا دائم خمار تو ہے

محبوب حسین شاہ پورے، سولاپور، مہاراشٹر

سمجھتے ہیں غموں کے روپ ہم بھی
یہ چہرے جانے پہچانے بہت ہیں

فریدالزماں خاں، بٹلہ ہاؤس جامعہ نگر نئی دہلی

ہمیں لاعلم رکھتے ہیں ہمیشہ اپنے بارے میں
وہ ہم سے ساری باتوں کی وضاحت مانگ لیتے ہیں

محمد احسان اللہ آزاد انڈیا بلڈنگ، مدن پورہ، ممبئی

زخم کھاکر بھی دعا دیتا ہوں
اپنے اجداد کی خو ہے مجھ میں

حنا کوثر بنگل گوڑہ عادل آباد

ہر اک سے حال کہتے ہوئے ڈر رہا ہوں میں
ہو جائے گی انھیں بھی خبر' جانے دیجیے

محمد عارف آستانہ کارنجہ لاڈ' واشم

وار کر سکتا ہوں میں بھی اپنے دشمن پر مگر
سوچتا ہوں درمیاں پھر فرق کیا رہ جائے گا

ارمان احمد اے۔ ایم۔ یو۔ علی گڑھ

ہم تو دشمن کو بھی پاکیزہ سزا دیتے ہیں
ہاتھ اٹھاتے نہیں نظروں سے گرا دیتے ہیں

نسیم احمد جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں

جی چاہتا ہے میرا بچپن میں لوٹ جاؤں
میں بارشوں میں بھیگوں ٹھنڈی ہوا میں جھولوں

محمد اقبال عثمانی جامعہ محمدیہ' مالیگاؤں

ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں فرصت کتنی ہے
پھر بھی تیرے دیوانوں کی شہرت کتنی ہے
پاؤں کے زخم ہیں فرشِ گل تر ہونے تک
ولو دشوار ہے آغاز سفر ہونے تک
اگرچہ زندگی پیاری بہت ہے
مگر جینے میں دشواری بہت ہے

ایم۔ علی بھارت ہارڈویر اسٹور' برہانپور

شب ہو گئی چراغ کے جلنے کا وقت ہے
لیکن یہی ہواؤں کے چلنے کا وقت ہے

صالحین ناصحہ انجم مومناتی آکولہ

کیا ہے پیار جسے میں نے زندگی کی طرح
وہ آشنا بھی ملا ہم سے اجنبی کی طرح

عبدالقدیر مہند جنگلہ شاہجہانپور

ہمارے جرم محبت کو دیکھنے کے لیے
تمھارے ہاتھ میں آئینہ ضروری ہے

نیاز احمد دھابی اڑیہ

ملے خلوص تو غیروں میں جا بیٹھو
نہ ہو خلوص تو اپنوں میں جی نہیں لگتا

محمد الطاف' چیمانیہ بھر' تعلقہ رسوڈ

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

عبدالرحمٰن ایم کے بلڈنگ' امرت نگر ممبرا تھانہ

چڑیا کی طرح دانے پر گرتا ہے کس لیے
پرواز رکھ بلند کہ بن جائے تو عقاب

فوزیہ کبریٰ مبارکپوری

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

شبانہ اعظمی درگاہ بیلاپور (بہار)

مذہب کبھی سائنس کو سجدہ نہ کرے گا
انسان اڑے بھی تو خدا ہو نہیں سکتا

علیہ پروین انڈین سلک سینٹر' مبارکپور

کہتے ہیں اسے پیسہ بچو! یہ چیز بڑی معمولی ہے
لیکن اس پیسے کے پیچھے دنیا رستہ بھولی ہے

جمیلہ ناز حسین مومن پورہ کھروڑا قدیم جالنہ

اگر ہے چشم بینا دیکھ لے اے ظلم کے پیکر
مرے حالِ زبوں پر آسماں آنسو بہاتا ہے

نفیس احمد اثر اری خیر آباد' مئو (یوپی)

تہذیب مغربی نے بتاؤں کہ کیا دیا
شرم وحیا کا نام یہاں سے مٹا دیا
عورت نے اپنے آپ کو اتنا گرا دیا
برقعہ تو کیا گلے سے دوپٹہ ہٹا دیا

حور النساء لیاقت حسین، ذوالفقار نگر، آکولہ

جہاں ملتا ہے کوئی ایک بھی سچ بولنے والا
وہاں انسانیت کا بانکپن موجود رہتا ہے

محمد علی، منڈی بازار، برہانپور

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

ریشمہ بی یوسف خاں سنگرام پور، بلڈانہ

ہمارے شہر میں امن والاں کا حال نہ پوچھ
لہو کی ندیاں بہتی ہیں شہر جلتا ہے

محمد امتیاز الدین دارالعلوم غوثیہ شیگاؤں، بلڈانہ

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی بھری محفل میں رسوائی ہوئی

محمد ارشاد اشرف، محمودیہ، محمدی، لکھیم پور

شعر در اصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں

شیخ جاوید غلام غوث چوپڑہ جلگاؤں (مہاراشٹر)

یا الٰہی گرمی محشر سے جب بھڑکے بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

مدثر احمد خاں۔ آسے گاؤں منگرول پیر، باسم

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

فرزانہ پروین بشیر خاں آسیگاؤں منگرل پیر

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا

عشرت جہاں، بلگام

بہت دل کر کے ہونٹوں کی شگفتہ تازگی دی ہے
چمن مانگا تھا پر اس نے بمشکل اک کلی دی ہے

شگفتہ آشو مومن پورہ، بالاپور، آکولہ

وقت کی قید نہیں ہے یہ کرم کی باتیں
جب بھی سرکار کی مرضی ہو بلا لیتے ہیں

ناصر الزماں سید پورہ بالاپور آکولہ

سوتے ہوئے عوام کو بیدار کر سکے
وہ جوش اب کہاں ہے کسی انقلاب میں

رفعت انجم حافظ پورہ، منگرول پیر

اوروں کا ہاتھ تھامو انھیں راستہ دکھاؤ
میں بھول جاؤں اپنا ہی گھر تم کو اس سے کیا

محمد الطاف الدین، عزیز پورہ بیڑ

تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر
نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

غالب بن فیصل نیشنل کالونی، جالنہ

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

صبیحہ ناز، شہید عبدالحمید چوک، قلب ایوت محل

سورج کا سفر ختم ہوا رات نہ آئی
حصے میں میرے خوابوں کی سوغات نہ آئی

عرشیہ انجم جس پورہ کھولاپور، امراوتی

چمن میں انقلاب رنگ و بو جس وقت آتا ہے
مسلسل کوئی ہنستا ہے کوئی آنسو بہاتا ہے

تنزیل احمد، نسو تعلیمی اسکول کشن گنج (بہار)

درو دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہل وطن، ہم تو سفر کرتے ہیں

زینت پروین شیخ تیار شیو ار پینٹھ ورود

جس شخص میں ایثار کا جذبہ نہیں ہوتا
کردار سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا

عشرت جہاں تکسی پور، بلرام پور

مر کر ترے خیال کو ٹالے ہوئے تو ہیں
ہم جان دے کے دل کو سنبھالے ہوئے ہیں

شبانہ پروین، بالاپور، آکولہ

بہت دل لبھایا دل آزار ہو کر
کھلے پھول بن کر چبھے خار ہو کر

محمد انور سہیل، بالاپور، آکولہ

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے لگے

شیخ حمید و مومن پورہ، بالاپور، آکولہ

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے جو گھٹنے کے بل چلے

محمد ابرار محمد مشتاق، نندوربار

دولت کی چاہ ہے نہ خزینے کی آرزو
ہم کو فقط ہے خاک مدینے کی آرزو

صنوبر عباس اردو اسکول، فراے گاؤں گھر، زنتا گیری

اس کو جلا نہ سکے گی جہنم کی آگ بھی
محفوظ جس کے سینے میں قرآن ہو گیا

ثوبان عثمانی، رفیع گنج (بہار)

روزہ

روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے۔ صبح صادق یعنی فجر کی پو پھٹنے سے سورج ڈوبنے تک کھانے پینے سے رُکے رہنے کو روزہ کہتے ہے۔

[redacted]

۱۔ روزہ دار سے اللہ راضی ہوتا ہے اور آخرت میں اس کو جنت دیتا ہے۔ ۲۔ روزہ رکھنے سے دل میں نور اور اللہ کا ڈر پیدا ہوتا ہے جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ ۳۔ روزہ رکھنے سے بھوک پیاس برداشت کرنے کی عادت پڑتی ہے اور آدمی کو طبیعت پر قابو ہو جاتا ہے۔ ۴۔ روزہ میں آدمی حلال چیزوں سے پرہیز کرنا سیکھ لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے حرام چیزوں سے پرہیز آسان ہو جاتا ہے۔ ۵۔ روزہ سے تندرستی بڑھتی ہے۔ اور بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ ۶۔ روزہ کی بھوک پیاس سے دولت مندوں کو فقیروں کی بھوک پیاس کی تکلیف کا اندازہ ہوتا ہے اور وہ ان کی مدد کرنے لگتے ہیں۔

روزہ رکھنے والے کو صبح صادق سے پہلے سحری کھانا اور دن ڈوبتے ہی افطار کرنا سنت ہے۔

[redacted]

قصداً کھانے یا پینے یا قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر بھول کر کچھ کھایا پی لیا یا خود بخود قے آگئی تو نہیں ٹوٹتا۔ روزے میں مسواک کرنا، تیل، خوشبو یا سرمہ لگانا، گرمی کی وجہ سے سر، سینہ یا پانو پر پانی گرانا، نہانا، ضرورت کھانے کا نمک چکھنا اس طرح کہ حلق سے نیچے نہ اترنے پائے جائز ہے۔

بچوں کی کوشش

(جولائی ۹۸ء کے پیام تعلیم کے ٹائٹل پر کہانی)

رحم دل شہزادی

کسی ملک میں صابر احمد نام کا ایک بادشاہ رہتا تھا۔ بادشاہ بہت انصاف پسند تھا اور رعایا سے بڑی محبت سے پیش آتا تھا۔ کسی بھی فرد کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا تھا۔ رعایا نے بادشاہ کو "انصاف کا دیوتا" کا لقب عطا کیا تھا۔ بادشاہ عبادت گزار اور نیک تھا۔ ہمیشہ اپنے آپ کو اللہ کی عبادت میں مشغول رکھتا تھا لیکن بادشاہ کو ایک غم ہمیشہ ستاتا تھا اس کے گھر اولاد نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر چیز سے نوازا تھا۔ عزت، دولت، شہرت بادشاہت رعایا کی چاہت وغیرہ مگر بادشاہ کو اولاد کی دولت نہ ہونے کا بہت غم تھا۔ لیکن اللہ کے پاس دیر ہے اندھیر نہیں۔ چند سال کے بعد اللہ نے بادشاہ کو ایک بیٹی عطا کی۔ بادشاہ اولاد کی خبر سن کر بہت خوش ہوا اور فوراً اللہ کا شکر ادا کیا۔ بادشاہ اب بہت خوش تھا۔ لیکن چند سال بعد ہی ملکہ کا انتقال ہو گیا۔

بادشاہ اب پھر غمگین اور پریشان ہو گیا اسے معصوم بچی کی پرورش کی فکر تھی۔ بادشاہ کے چاہنے والوں نے اسے سمجھایا کہ آپ دوسری شادی کر لیں۔ لیکن بادشاہ دوسری شادی کے لیے تیار نہ تھا۔ اسے ڈر تھا کہ دوسری شادی کے بعد میری معصوم بچی کا کیا ہوگا کیونکہ حکومت کے کاروبار میں اسے معروف رہنا پڑتا تھا۔ بس یہی وجہ تھی کہ وہ شادی سے انکار کر رہا تھا۔ آخر بادشاہ کو اپنے چاہنے والوں کے سامنے جھکنا ہی پڑا اور بادشاہ نے دوسری شادی کر لی۔ شادی کے بعد بادشاہ نے اپنی ملکہ کو سب سے پہلے اپنی معصوم بچی کے بارے میں سمجھایا کہ بچی کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ بچی کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھنا۔ ملکہ نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ وہ بچی کو اپنے سے پل بھر جدا نہ ہونے دے گی اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہیں گی۔ ملکہ کی باتیں سن کر بادشاہ کو اطمینان ہو گیا۔ دن گزرتے گئے اور معصوم بچی بڑی ہوتی گئی۔ کچھ ہی عرصے میں بادشاہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ لڑکے کی خبر پاکر بہت خوش ہوا کیونکہ اللہ نے بادشاہ کو سلطنت کا وارث دے دیا تھا۔ ملکہ نے بادشاہ کو لڑکے کی محبت میں ڈوبتا دیکھ کر وہی کیا جس کا ڈر تھا۔ ملکہ نے شہزادی کوثر کو بہت تکلیف دینا شروع کر دی۔ شہزادی کوثر اپنی سوتیلی ماں کی ہر تکلیف کو صبر کے ساتھ سہہ لیتی تھی۔

ایک روز ملکہ نے بادشاہ سے شکایت کی کہ شہزادی آپ کے ننھے شہزادے کو بہت پریشان کرتی ہے اور اسے مار پیٹ بھی کرتی ہے۔ بادشاہ نے ملکہ کو سمجھایا، ملکہ تم شہزادی کو غلط سمجھ رہی ہو۔ شہزادی مار پیٹ نہیں بلکہ پیار کرتی ہے

لیکن ملکہ کو یہ بات کہاں گوارہ تھی کہ شہزادی اب ان کے ساتھ رہے۔ آخر شہزادی اس ظلم کو برداشت نہ کر سکی اور اس نے جنگل کا رخ کیا اور یہ سمجھا کہ مجھے کوئی جنگلی جانور کھالے تو بہت اچھا ہوگا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ شہزادی پریشان ہو گئی اور مارے بھوک کے اس کا برا حال ہو گیا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ اچانک اس جنگل میں دو شہزادے شکار کھیلنے کے لیے آئے وہ بھی شکار نہ پاکر پریشان ہو گئے تھے۔ ان دونوں شہزادوں نے طے کیا کہ چلو کسی سایے دار درخت کے نیچے آرام کریں گے۔ جب یہ دونوں اپنے گھوڑے لے کر ایک سایے دار درخت کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شہزادی بے ہوش پڑی ہے۔ دونوں شہزادوں نے مشورہ کیا کہ کیا کریں۔ شہزادہ عادل نے کہا کہ یہ میری چھوٹی بہن کی طرح ہے۔ اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ تھوڑی دیر میں شہزادی کو ہوش آگیا۔ وہ شہزادوں کو اپنے پاس پاکر پریشان ہو گئی اسے ڈر لگنے لگا۔ شہزادوں نے اسے پریشان دیکھ کر کہا کہ آپ گھبرایئے نہیں، ہم کوئی ڈاکو لٹیرے نہیں ہیں۔ ہم شکار کھیلنے اس جنگل میں آئے تھے لیکن شکار نہ ملا۔ شاید اللہ نے ہم کو آپ کی مدد کے لیے بھیجا، کہیے ہم آپ کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟ شہزادی نے کہا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں جینا نہیں چاہتی۔ بس خدا سے دعا ہے کہ وہ مجھ کو موت دے دے۔ شہزادہ عادل نے کہا کہ بہن تمھاری بات سن کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ اب آپ مجھے اپنا بھائی سمجھیے۔

بھائی کے ہوتے ہوئے بہن موت کی دعا مانگے، یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہے۔ وہ شہزادی کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔

ادھر بادشاہ کو شہزادی کے گھر بار چھوڑنے کا علم نہ تھا۔ ایک روز بادشاہ نے ملکہ سے کہا کہ ہمیں شہزادی نظر نہیں آرہی۔ شہزادی کو بلاؤ ہم اس سے ایک ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ کی بات سن کر ملکہ خاموش ہو گئی۔ بادشاہ نے ملکہ سے پوچھا آپ نے ہماری بات کا جواب نہیں دیا۔ آپ خاموش ہو گئیں کیا بات ہے! ہمیں فوراً بتائیں۔ ملکہ نے ڈرتے ہوئے بادشاہ سے کہا کہ میں آپ کو شہزادی کے بارے میں کیا بتاؤں۔ وہ ہم سے روٹھ کر کچھ بتائے بغیر ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ملکہ کی بات سن کر بادشاہ آپے سے باہر ہو گیا اور ملکہ سے کہا کہ اس میں شاید آپ کی چال ہے۔ ملکہ یاد رکھیے اگر ایسا ہوا تو ہم آپ کو قتل کردیں گے۔ بادشاہ نے اسی وقت شہزادی کو ڈھونڈنے کا اعلان کرادیا اور انعام رکھا کہ جو کوئی شہزادی کو ڈھونڈ لائے گا اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ اعلان کی خبر شہزادوں کے پاس بھی پہنچی۔ دونوں شہزادوں نے شہزادی کو شاہی دربار میں حاضر کیا۔ شہزادی کو زندہ اور صحیح سلامت دیکھ کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور

شہزادی سے گھر بار چھوڑنے کا سبب پوچھا شہزادی نے سچ سچ بتادیا۔ شہزادی کی باتیں سن کر بادشاہ بہت غصہ ہوا اور اس نے ملکہ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن شہزادی رحم دل تھی اس نے اپنے باپ سے ایک درخواست کی کہ ابّا حضور اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔ باپ کا دل بھر آیا۔ اس نے اپنی بچی کو بات کرنے کی اجازت دے دی۔ شہزادی نے کہا خدا اپنے بندوں کی تین غلطیاں معاف کرتا ہے۔ میری والدہ کی ایک غلطی ہے، آپ اسے معاف کر دیں۔ شہزادی کی بات سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے اپنی شریکِ حیات کو معاف کر دیا۔ شہزادی کی بات سن کر ملکہ نے اسے گلے لگا لیا۔ بادشاہ نے دونوں شہزادوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور شہزادہ عابد سے شہزادی کی شادی کر دی۔

ماسٹر حسن خان غفار خاں، پار پیٹھ، ملکاپور، بلڈانہ



سچی مسرت

بہت پرانے زمانے کی بات ہے ایک چھوٹے سے گانو میں ایک بوڑھا آدمی رہتا تھا۔ وہ بوڑھا آدمی خوبصورت رنگ برنگی ٹوپیاں، ٹوکریاں بنایا کرتا تھا اور اس سے اپنی گزر اوقات کیا کرتا تھا۔ دن بھر گھر میں بیٹھا کام کرتا رہتا اور شام کو بازار جاکر فروخت کر آتا۔ کبھی کبھی تو وہ بوڑھا آدمی سوچا کرتا کہ کس طرح اپنی آمدنی بڑھائے کہ زندگی اور بھی سکھ چین سے گزرے۔

ایک دن بوڑھا آدمی ڈھیر سارے رنگ برنگی ٹوپیاں، ٹوکریاں لیے بازار جارہا تھا کہ راستے میں گانو کے زمیندار کی نظر اس خوبصورت ٹوپی پر پڑی تو زمیندار نے اس بوڑھے آدمی کو بلوایا اور اس کی کاریگری کی بہت تعریف کی۔ ایک خوبصورت سی ٹوپی کے دام پوچھے۔ بوڑھے آدمی نے مسکراتے ہوئے کہا "جو آپ کی مرضی ہو" اس زمیندار نے دو سو روپے اسے دے دیے۔ پہلے تو بوڑھا سمجھا کہ زمیندار مذاق کر رہا ہے لیکن جب زمیندار نے کہا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ یہ تمھاری کاریگر کا انعام ہے اسے رکھ لو، تو اس نے وہ روپے لے لیے اور خوشی خوشی گھر کو روانہ ہوا۔ آج وہ پھولے نہیں سما رہا تھا اور اسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا کہ اللہ نے اس کی سن لی ہے جو اتنا بڑا انعام ملا لیکن ایک فکر بھی پیدا ہو گئی کہ اس روپے کو رکھے کہاں؟ اس نے رات کو سوتے وقت خوب احتیاط سے کھڑکیاں اور دروازے بند کیے۔ سونے کی جگہ پر گڑھا کھودا روپے وہیں دفن کر دیے۔ اسی پر بستر بچھا کر سو رہا لیکن اس رات وہ چین کی نیند نہ سو سکا۔ سوتے سوتے چونک پڑتا کہ کوئی چور تو گھر میں داخل نہیں ہو گیا۔ اسی کشمکش میں صبح

ہوئی۔ کام میں بھی اس کا دل نہیں لگ رہا تھا اور نہ چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ آخر ایک دن وہ بوڑھا آدمی اُن نوٹوں کو لے کر زمیندار کے گھر پہنچا اور کہا حضور میں یہ انعام آپ کو واپس کرنے آیا ہوں جس نے مجھے کئی دنوں سے دل کی خوشی اور ہونٹوں کی مسکراہٹ چرالی ہے۔ مجھے ایسا انعام نہیں چاہیے اسے آپ رکھ لیں اور میرا آرام واپس کر دیں۔ زمیندار نے مسکراتے ہوئے وہ روپے لے لیے اور ٹوپی کی اصل قیمت دے دی۔ جب وہ گھر پہنچا تو ایسا لگا جیسے دل میں کانٹا چبھا ہوا تھا اور ابھی ابھی اسے نکال کر اطمینان حاصل کیا ہو۔

فرزانہ عشرت شیخ سانڈو، اسلام پورہ، کاسودہ

طاقت سے عقل بڑی

گرنار کے جنگل میں ایک خونخوار شیر رہتا تھا۔ وہ روزانہ کئی جانوروں کو مار ڈالتا تھا۔ اس سے سبھی جنگل کے جانور بڑے فکر مند تھے۔ ایک بار سبھی جانور مل کر اس شیر کے پاس گئے اور التجا کی "مہاراج! ہم آپ کے پاس ہر روز ایک جانور بھیج دیا کریں گے۔ آپ مہربانی کر کے ایک ساتھ بہت سے جانوروں کو نہ ماریں۔" خونخوار شیر نے ان کی بات مان لی۔ سبھی جانور خوش ہو کر لوٹ گئے۔ تب سے شیر کے لیے روزانہ ایک جانور بھیجا جانے لگا۔ ایک بار ایک خرگوش کی باری آئی۔ اس نے سوچا کہ جب مرنا یقینی ہے تو جلدی جانے سے کیا فائدہ؟ وہ راستے میں اپنے بچنے کی ترکیب سوچتا ہوا دھیرے دھیرے چل رہا تھا۔ اسی لیے وہ شیر کے پاس دیر سے پہنچا۔ دیر سے آتا ہوا دیکھ کر شیر آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے خرگوش سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی۔ خرگوش کانپتے ہوئے بولا "مہاراج، میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ راستے میں ایک دوسرے شیر سے میری ملاقات ہو گئی۔ وہ اپنے آپ کو جنگل کا راجا بتا کر مجھے کھانا چاہتا تھا۔ میں بہت گڑگڑایا اور واپس آنے کی قسم کھائی، تب کہیں چھٹکارا ملا۔ وہ میری راہ دیکھ رہا ہوگا۔"

یہ سنتے ہی شیر آپے سے باہر ہو کر بولا "جنگل کا راجا تو میں ہی ہوں۔ بتاؤ، وہ کہاں ہے؟ میں پہلے اس کا کام تمام کر دیتا ہوں۔" خرگوش شیر کو ایک گہرے کنویں کے پاس لے گیا۔ پھر کنویں میں جھانک کر ڈرنے کی اداکاری کرتے ہوئے وہ بولا "مہاراج، آپ سے ڈر کر اسی میں چھپا ہے وہ دشمن!" شیر نے کنویں میں جھانکا اور اپنی ہی پرچھائیں کو دوسرا شیر سمجھ کر وہ زوروں سے گرجنے لگا۔ اپنی ہی گرج کی آواز کی صدائے بازگشت سن کر وہ آگ بگولہ ہو اٹھا۔ وہ کنویں کے شیر (پرچھائیں) پر ٹوٹ پڑا اور ڈوب کر مر گیا۔ خرگوش نے شیر کی موت کی خبر تمام جانوروں کو سنائی تو سبھی جانور بہت خوش ہوئے۔

دیکھا پیامیو! جہاں طاقت سے سامنا نہ ہو سکے وہاں عقل سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ طاقت پر عقل کی ہی جیت ہوتی ہے۔

مدثر علی چوگلے، آشٹی، تعلقہ کھیڈ، مہاراشٹر

لا الہ الا اللہ

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے حضرت جبرائیل نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں نازل کیا میں نے کوئی کلمہ جو اعلا اور افضل ہو کلمۂ لا الہ الا اللہ سے۔ اسی کی برکت سے ساتوں آسمان، زمین، پہاڑ، دریا اور جنگل قائم ہیں۔ یہی کلمہ اخلاص ہے، یہی کلمہ شفاعت ہے، یہی کلمہ برتر ہے، یہی کلمہ مغفرت ہے، یہی کلمہ مبارک ہے۔ اگر ایک پلڑے میں زمین و آسمان رکھے جائیں اور دوسرے پلڑے میں کلمۂ لا الہ الا اللہ رکھا جائے تو اس کا وزن زیادہ ہوگا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ دس مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں بیس ہزار نیکیاں لکھے گا اور جو شخص لا الہ الا اللہ ایک سو بار ہر نماز کے بعد پڑھے گا تو اس کے اور بہشت کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا (یعنی مرنے کے بعد سیدھا بہشت میں داخل ہوگا۔) اور فرمایا کہ جو شخص رات کو دو سو مرتبہ اور دن کو دو سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں اور ساتوں طبق آسمان و زمین کی عبادت کے برابر اسے ثواب عطا فرمائے گا۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی سوتے میں جاگ اٹھے اور یہ کلمہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں چوبیس ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ کلمہ بہت پڑھتا ہے تو اللہ دوزخ کی آگ اس پر حرام کر دیتا ہے اور فرمایا کہ لا الہ الا اللہ بہت کہا کرو تاکہ تم بخشے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم پیامیوں و امتِ مسلماں کو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کی ہدایت فرمائے۔ آمین

سید طلحہ نقشبندی، بالاپور آکولہ (مہاراشٹر)

ہندستانی پارلیمنٹ

ہندستان ایک جمہوری ملک ہے جمہوریت میں پارلیمنٹ کو ایک خصوصی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ ہندستانی پارلیمنٹ کے دو ایوان ہیں ایک کو لوک سبھا اور دوسرے کو راجیہ سبھا کا نام دیا جاتا ہے۔

لوک سبھا پہلا ایوان ہے اسے لوگوں کا ایوان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ممبران ملک کے لوگوں کے ذریعے ہی چنے جاتے ہیں۔ پورے ملک کو آبادی کے لحاظ سے مختلف حلقوں میں تقسیم کر لیا جاتا ہے ان حلقوں کے عوام اپنے نمایندے چن کر لوک سبھا میں بھیجتے ہیں۔ لوک سبھا کے زیادہ سے زیادہ ۵۵۰ چنے ہوئے ممبر ہو سکتے ہیں لیکن اینگلو انڈین فرقے کے دو ممبر بھی لوک سبھا کے ممبر نامزد کیے جا سکتے ہیں۔ یہ اس صورت میں نامزد کیے جاتے ہیں جب اس فرقے کو لوک سبھا میں مناسب نمایندگی حاصل نہیں ہوئی ہو۔ لوک سبھا کے ۵۳۰ ممبر ملک کے مختلف صوبوں سے چنے جاتے ہیں جبکہ مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے نمایندوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۲۰ ہو سکتی ہے۔

کوئی بھی ہندستانی جس کی عمر ۱۸ برس یا اس سے زیادہ ہو وہ لوک سبھا کا ممبر بن سکتا ہے لیکن یہاں یہ شرط بھی ضروری ہے کہ وہ پاگل یا دیوانہ نہ ہو۔ لوک سبھا میں جس پارٹی کے پاس اکثریت ہوتی ہے وہی پارٹی مرکز میں سرکار بناتی ہے۔ لوک سبھا میں اگر سرکار کے پاس اکثریت نہ رہے تو سرکار گر جاتی ہے۔ لوک سبھا کی صدارت اسپیکر کرتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں ڈپٹی اسپیکر یہ ذمے داری نبھاتا ہے۔

راجیہ سبھا پارلیمنٹ کا دوسرا ایوان ہے یہ عوام کی بجائے ملک کے مختلف صوبوں کی نمایندگی کرتا ہے۔ اس کے ۲۵۰ ممبروں میں سے ۲۳۸ مختلف صوبوں کی ودھان سبھاؤں کے ذریعے چنے جاتے ہیں جبکہ ۱۲ ممبروں کو راشٹرپتی نامزد کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنھوں نے عوامی خدمت سائنس، آرٹ یا ادب کے شعبوں میں نمایاں خدمت انجام دی ہے یا انھیں اس کے بارے میں اچھی طرح واقفیت ہوتی ہے۔

مجاہد علی خان، مالیر کوٹلہ، پنجاب

شہید شیخو خاں پہلوان

میاں شیخو خاں پنجاب کے قصبے محمد پور میں پیدا ہوئے۔ شیخوں پہلوان بہت نیک دل، وطن پرست اور انصاف پسند تھے۔ انگریزوں کی غلامی کو حقارت سے دیکھتے تھے۔ ایک دن شیخو پہلوان اپنی گھوڑا گاڑی سے بازار جا رہے تھے۔ راستے میں چار انگریز ملے۔ کالے آدمی کو اپنے سامنے گھوڑا گاڑی پر سوار دیکھ کر غصے سے بوکھلا گئے اور زبردستی اس پر سوار ہوگئے اور ایک انگریز نے شیخو پہلوان کو کالا آدمی کہہ کر مخاطب کیا اور کہا "ہم کو اگلے چوک تک جانا مانگتا ہے۔ کالا آدمی تم جلدی چلو۔"

یہ سننا تھا کہ شیخو خاں کی غیرت بھڑک اٹھی اور ان چاروں انگریزوں کی بھرے بازار میں ایسی پٹائی کی کہ انھیں اپنی نانی یاد آگئی اور چاروں بے ہوش ہوگئے اور شیخو پہلوان کو گرفتار کر لیا گیا اور ان پر مقدمہ چلایا گیا لیکن انگریز مجسٹریٹ نے یہ کہہ کر وہ مقدمہ خارج کر دیا کہ ایک کالے آدمی نے چار انگریزوں کو اکیلے ہی پیٹ دیا۔ اس سے تو انگریز قوم کی بدنامی ہوگی اور اس نے شیخو پہلوان کو باعزت رہا کر دیا۔

شیخو پہلوان پنجاب کی انقلابی پارٹی سے جڑے تھے۔ شیخو پہلوان نے ایک تھانہ لوٹا اور تمام اسلحہ اٹھا لائے، اپنی پارٹی کو مدد پہنچائی۔ تھانے کے لوٹ لیے جانے سے انگریز سرکار کا دماغ پھر گیا لیکن وہ انھیں پکڑ نہ پائی۔ شیخو خاں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سرکاری خزانہ بھی لوٹ لیا۔ اب تو پولس انقلابیوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی۔ آخر میں پولس نے شیخو پہلوان کے انقلابی اڈّے کو جا گھیرا۔ انھوں نے ایک خفیہ دروازے سے اپنے ساتھیوں کو بھگا دیا اور خود پولس سے بھڑ گئے۔ انھوں نے کئی پولس والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن وہ

خود بھی شہید ہو گئے۔

ایسے تھے وطن کے چاہنے والے جنھوں نے ملک کی آزادی کے لیے مرنا پسند کیا لیکن جھکنا نہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ان شہیدوں کو قوم فراموش کر چکی ہے۔

صدف ماریہ قدوائی رائے بریلی (یوپی)

عقل مند سے مشورہ لو

رامو بنکر اس وقت بہت مایوس ہو گیا تھا جب اس کا تانا بانا الجھ گیا۔ یہی نہیں اس کی کھڈی (کرگھے) کی لکڑیاں تک ٹوٹ گئیں۔ مایوس ہو کر اس نے اپنی کلہاڑی اٹھائی اور سیدھا جنگل کی طرف چلا گیا۔ جنگل میں ایک بڑا پرانا جن رہتا تھا' اس جن نے جیسے ہی رامو کو اس درخت کے نیچے کھڑا دیکھا جس پر وہ رہتا تھا' تو سمجھ گیا کہ یہ آدمی اس درخت کو کاٹے گا' تبھی جن نے اس سے کہا" دیکھو رامو! اس درخت کو مت کاٹنا' کیونکہ اس پر میرا بسیرا ہے۔"

رامو جن کی آواز سن کر رک گیا اور کہنے لگا۔ بھیا! اگر یہ آپ کا گھر ہے تو میں اپنے لیے کوئی دوسرا درخت دیکھ لیتا ہوں۔ جن نے رامو کے منہ سے جیسے ہی یہ فیصلہ سنا' تو وہ بہت خوش ہوا کہ اس بھلے آدمی نے اس کی بات مان لی ہے۔ اس نے جولاہے سے کہا" میں تم سے بہت خوش ہوا' اب تم جو بھی مانگنا چاہو مانگ سکتے ہو۔ میں ضرور تمھاری خواہش پوری کروں گا۔

بھیا جن مجھے آپ سے کیا مانگنا چاہیے' یہ میں اپنے دوستوں' بھائیوں سے پوچھ کر آتا ہوں۔ ٹھیک ہے! تمھاری خاطر انتظار کرتا ہوں۔ جب واپس آؤ تو مجھے آواز دے دینا۔

بہت اچھا' یہ کہہ کر رامو تیزی سے واپس چل دیا۔ راستے میں اس کا ایک پرانا دوست ملا جو گانو کا حجام تھا' اس نے اسے اس طرح جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔ رامو بھائی' کیا بات ہے۔ اس طرح کیوں بھاگے جارہے ہو؟"
تبھی رامو نے اس حجام کو اپنی ساری بات بتائی اور اس سے پوچھا کہ اب مجھے اس جن سے کیا مانگنا چاہیے؟

"ارے بھائی' کسی ملک کا راج پاٹ مانگ لو' کوئی خزانہ مانگ لو اور کیا مانگنا ہے تم کو؟"

"دیکھ بھائی' تیری بات تو ٹھیک ہے' مگر میں ایک بار اپنی بیوی سے پوچھ کر آتا ہوں۔۔۔ تبھی اس سے کچھ مانگوں گا۔" رامو نے کہا۔

رامو' تم تو پاگل ہو۔ ارے اس عورت سے کیا پوچھنے جارہے ہو جس نے کبھی گھر سے باہر پاؤں ہی نہیں رکھا۔ اس نے تو صرف گھر میں چلتا کرگھا ہی دیکھا ہے۔

"کچھ بھی ہو بھائی' آخر وہ میری بیوی تو ہے نا؟" یہ کہتے ہوئے رامو گھر پہنچ گیا۔ اس نے اپنی بیوی کو ساری بات سنانے کے بعد پوچھا" کہ اب تم ہی بتاؤ کہ ہمیں اس سے کیا مانگنا چاہیے۔" میری جان کے مالک! میرے سرتاج! ہمیں تو محنت کر کے ہی روٹی کھانی ہے' اس جن سے یہی مانگو کہ ہمارے گھر میں دو نئی

کھنڈی (کرگھا) لگادو اور تمھیں دو کی جگہ چار ہاتھ دے دے' ایک کی جگہ دوسر لگادے' اس سے تم ہر روز دوگنا کام کرلو گے۔ ہماری آمدنی بڑھ جائے گی۔

رامو نے اس حجام کی بات نہ مان کر بیوی کی بات کو ہی مناسب سمجھا۔ ایک بنکر کی سوچ کہاں بدل سکتی ہے' اس کو تو کرگھا ہی چلانا ہے۔ وہ واپس جن کے پاس گیا اور اس سے کہا" دیکھو جن جی! میں تو ایک غریب بنکر ہوں' اکیلے ہونے کی وجہ سے زیادہ کام نہیں کر سکتا' میری تو یہی خواہش ہے کہ آپ مجھے ایک سر' دو ہاتھ اور دے دیں تاکہ میں دو آدمیوں کا کام اکیلا ہی کر سکوں' ساتھ ہی دو نئے کرگھے (کھنڈی) میرے گھر لگادو۔"

"ٹھیک ہے' میں تمھیں یہ سب دے دیتا ہوں۔" بنکر نے دیکھا وہیں کھڑے کھڑے اس کے چار ہاتھ ہوگئے ہیں' سر بھی دو ہوگئے ہیں۔

وہ خوشی سے ناچ اٹھا' وہ اب پہلے سے دوگنا کام کرلے گا۔۔۔۔ دو آدمیوں کا کام اکیلا ہی کرے گا۔ اس طرح سے وہ ایک سال کے اندر دولت مند بن جائے گا۔ خوشی سے جھومتا ہوا یہ عجیب و غریب شکل والا رامو' اپنے گھر کی طرف بھاگا جارہا تھا۔

گاؤں کے باہر کچھ لوگوں نے جیسے ہی دو سر والے آدمی کو دیکھا' تو حیران ہوکر ایک دوسرے سے کہنے لگے" ارے یہ تو کوئی جن یا بھوت لگتا ہے' دو منہ۔۔۔ چار ہاتھ' ہیں۔ بھوت۔۔۔ بھوت۔۔۔ بھوت۔۔۔ بھوت۔

پل بھر میں چاروں طرف یہی شور اٹھا۔ گاؤں کے لوگ لاٹھیاں لے کر گھروں سے نکل پڑے۔۔۔۔ سب نے مل کر بنکر کو اتنا مارا کہ بے چارہ مر ہی گیا۔

پیارے بچو! کسی عقلمند یا عالم سے ہی مشورہ لینا چاہیے۔

جاوید محمد مقصود' جی بلاک گوونڈی' ممبئی۔ ۴۳

بہتر دعا

حضرت عبداللہؓ بن جحش اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ دونوں ہمارے رسول پاک ﷺ کے نہایت پیارے صحابی تھے۔ وہ ہر وقت اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ دونوں بھائی اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑ کر مکہ سے مدینہ ہجرت کرگئے۔ ہجرت کے دوسرے سال بدر کے میدان میں کافروں اور مومنوں کے درمیان پہلی جنگ میں ان دونوں نوجوانوں نے بڑی بہادری دکھائی۔ اس لڑائی میں حضرت عبداللہؓ نے کافروں کے ایک نامی گرامی سردار ولید بن ولید کو گرفتار کرلیا۔ اسی طرح حضرت سعدؓ نے کافروں کے مشہور بہادر سعید بن عاص کو قتل کردیا اور تین کافروں کو قیدی بنالیا لیکن ان دونوں نے ان کے ساتھ ایسا بہترین برتاؤ کیا کہ وہ اسلام کو سچا دین سمجھنے لگے۔

اگلے سال مکہ کے کافروں نے ایک بہت بڑا لشکر بدر کی جنگ کا بدلہ لینے کے لیے

روانہ کر دیا۔ حضورؐ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپؐ بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینے سے لشکر کے مقابلے کے لیے نکل پڑے۔

شہر سے تین میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ اُحد ہے۔ وہاں پر دونوں فوجوں میں آمنا سامنا ہوا۔ کافروں کی تعداد ۳ ہزار تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰ تھی اور مسلمانوں کے پاس ہتھیار گھوڑے بھی بہت کم تھے جبکہ تعداد میں، اسلحہ جنگ میں کافر مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھے۔ مسلمانوں کی فوج میں حضرت عبداللہؓ اور حضرت سعدؓ بھی شامل تھے۔

اُحد کی لڑائی سے ایک دن پہلے یہ دونوں ساتھی اپنے لشکر سے نکل کر کچھ دور ایک چٹان پر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ اچانک حضرت عبداللہؓ نے حضرت سعدؓ سے کہا۔

"بھائی شاید پھر وقت ملے یا نہ ملے آؤ ہم اس وقت اللہ کے سامنے اپنی اپنی آرزو بیان کریں اور دعا مانگیں کہ یہ آرزو پوری کردے۔ ایک دعا مانگے اور دوسرا آمین کہے۔"

حضرت سعدؓ نے رضامندی ظاہر کی اور پہلے دعا مانگنی شروع کی۔

"اے اللہ کل لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں جو دشمن آئے وہ بڑا بہادر جوشیلا اور سخت حملہ کرنے والا ہو۔ وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور میں اس پر ٹوٹ پڑوں اور تو مجھ میں اتنی طاقت دے کہ میں اس پر فتح پاؤں اور تیری راہ میں اس کو قتل کر دوں۔"

حضرت سعدؓ دعا مانگتے جاتے ہیں اور حضرت عبداللہؓ آمین کہتے جاتے ہیں۔ جب وہ دعا کر چکے تو حضرت عبداللہؓ نے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی۔

"اے اللہ کل لڑائی میں میرا مقابلہ ایسے دشمن سے ہو جو بڑا جنگجو اور غصیلا ہو، میں تیری راہ میں اس سے جان توڑ کر لڑوں لیکن اس کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤں، پھر وہ میرے کان ناک ہونٹ کاٹ ڈالے۔ جب میں تیرے سامنے آؤں تو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہؓ یہ تیرے کان ناک کیوں کاٹے گئے تو میں کہوں کہ اے اللہ تیرے اور تیرے رسولؐ کے لیے۔"

یہ دعا بڑی دردناک تھی اور اسے سن کر حضرت سعدؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے لیکن وعدہ کر چکے تھے۔ اس لیے اس پر آمین کہتے ہی بنی۔

دوسرے دن لڑائی کا میدان گرم ہوا تو حضرت سعدؓ اور حضرت عبداللہؓ دونوں تلواریں سونت کر کافروں کی صفوں میں گھس گئے۔ حضرت سعدؓ کے مقابلہ پر قریش کا ایک نامی بہادر آیا اور ان پر ٹوٹ پڑا۔ حضرت سعدؓ نے اس کا زبردست مقابلہ کیا اور آخر اسے قتل کر ڈالا اس طرح ان کی دعا پوری ہوگئی۔

دوسری طرف عبداللہؓ اس بہادری سے لڑے کہ سر پیر کا ہوش نہیں تھا لڑتے لڑتے ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضورؐ نے ان کو کھجور کی ایک مضبوط چھڑی عنایت فرمائی جس سے انھوں نے تلوار کا کام لیا اور دیر تک لڑتے رہے۔ آخر ایک کافر ابن اخنس نے ان پر تلوار کا

بھرپور وار کیا جس سے شہید ہو کر گر پڑے۔ دشمن نے ان کے کان ناک ہونٹ کاٹ کر دھاگے میں پروئے۔ یوں ان کی دعا بھی پوری ہو گئی۔

لڑائی کے بعد حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا گزر حضرت عبداللہؓ کی لاش کے قریب ہوا تو بے اختیار زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ "خدا کی قسم عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔"

حضرت سعدؓ نے یہ الفاظ اس لیے کہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید کا رتبہ بہت بڑا ہوتا ہے اور وہ شہادت پاتے ہی جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی حضرت سعدؓ کسی لڑائی میں دشمن کو قتل کرتے تو ان کو عبداللہؓ بن جحش یاد آجاتے اور وہ بڑی حسرت سے پکار اٹھتے۔

"کاش اُحد کے دن میں نے وہ دعا مانگی ہوتی جو عبداللہؓ نے مانگی تھی۔"

فہیم النساء فاروقی 'گلزار کالونی' پربھنی

دو دوست

بہت دنوں کی بات ہے۔ کسی گاؤں میں دو دوست رہتے تھے ایک کا نام کالو اور دوسرے کا نام شیرو تھا۔

گاؤں کے قریب ایک جنگل تھا۔ دونوں اسی جنگل میں اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ جنگل میں دور نکل گئے دوپہر کو تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اتنے میں سامنے سے ایک ریچھ آتا دکھائی دیا۔ شیرو ریچھ کو دیکھ کر تیزی سے درخت پر چڑھ گیا۔ کالو کی پیٹھ ریچھ کی طرف تھی اس لیے وہ ریچھ کو آتے نہ دیکھ سکا جب اس نے مڑ کر دیکھا تو ریچھ اس کے قریب آچکا تھا۔ اسے بھاگنے کا موقع نہ مل سکا۔ وہ فوراً زمین پر لیٹ گیا اور اپنی سانس روک لی۔ ریچھ کالو کے قریب آیا اور اس کی ناک اور کانوں کو سونگھنے لگا۔ کالو نے ذرا بھی حرکت نہیں کی۔ اس کو مردہ سمجھ کر ریچھ جنگل کی طرف چلا گیا۔ جب کالو نے دیکھا کہ ریچھ جنگل میں غائب ہو گیا ہے تو وہ اٹھ کھڑا ہو گیا۔

کالو کو کھڑے ہوتے دیکھ شیرو بھی درخت سے اتر آیا شیرو نے پوچھا ریچھ تمھارے کان میں کیا کہہ رہا تھا۔ کالو نے جواب دیا ریچھ نے مجھ سے کہا جو دوست مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دے اس پر کبھی بھروسا نہ کرنا۔

دیکھا پیارے بچو کبھی بھی ایسے دوست سے دوستی نہیں کرنا چاہیے جو صرف اچھے وقت میں تمھارے ساتھ رہے اور مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دے یا جو تمھیں فریب دے۔ اللہ تعالیٰ بُرے دوستوں سے بچائے (آمین)

مرسلہ رضوانہ فاضل خان پورہ، بدنیرہ، بھوکی

چغل خوری کی سزا

ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک شیر سخت بیمار ہو گیا۔ جنگل کے سب جانور اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے آگئے مگر لومڑی نہ آئی۔ شیر نے لومڑی کے نہ آنے کی وجہ پوچھی۔ اس

پر بھیڑیا کہنے لگا حضور وہ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتی ہے بھلا اسے آپ کی کیا پروا۔ یہ سن کو شیر کو غصہ آگیا۔ اس نے فوراً لومڑی کو بلانے کا حکم دیا۔ جنگل کے بادشاہ کا حکم تھا بیچاری لومڑی کیوں نہ آتی مگر اسے بھیڑیے کی چغلی کھانے کا معلوم ہو چکا تھا۔ جب وہ شیر کے سامنے آئی، لومڑی نے ہاتھ باندھ کر عرض کی" بادشاہ سلامت "مجھے آپ کی بیماری کا حال معلوم ہو چکا تھا مگر میں ادھر ادھر پھرتی رہی تاکہ آپ کی صحت یابی کے لیے دوا مل سکے۔ شیر نے کہا کیا تمھیں دوا مل گئی۔ لومڑی نے عرض کیا ہاں جناب! دوا مل گئی۔ شیر نے کہا وہ دوا کیا ہے! لومڑی نے کہا جناب وہ بھیڑیے کا دل ہے۔ شیر نے اسی وقت پنجہ مارا اور بھیڑیے کو چیر پھاڑ کر اس کا دل کھا گیا۔ دیکھا بچو چغل خوری کا انجام۔

مختار اسکرین' سید پورہ، بالاپور' آکولہ

اظہر کرکٹ کلب

ہماری ٹیم کا نام اظہر کرکٹ کلب ہے۔ اس کے کپتان کا نام محمد راحیل نعیم ہے۔ یہ دائیں ہاتھ کے بلے باز ہیں۔ ٹیم کا وائس کپتان محمد آصف حسین ہے جو دائیں ہاتھ کے بلے باز اور بالر بھی ہے۔ اس ٹیم کے دوسرے کھلاڑی ہیں فہیم احمد یہ بلے باز اور تیز بالر بھی ہیں۔ واصف احمد' بشر عالم جو بلے باز اور بالر دونوں ہیں۔ امیر پرویز دائیں ہاتھ کا بلے باز ہے اور بالنگ اسپن کرتے ہیں یہ جذبے کا ایکشن دیتے ہیں۔

ہماری ٹیم اس طرح ہے

(۱) راحیل نعیم (۲) آصف حسین (۳) فہیم احمد (۴) مبشر عالم (۵) امیر پرویز (۶) واصف احمد (۷) توصیف حسین (۸) تسنیم احمد (۹) تابش نعیم (۱۰) فوزان عالم (۱۱) شارق نعیم (۱۲) ابوطلحہ (۱۳) دانش نعیم

محمد آصف حسین ملت نگر، اررریہ' بہار

چالاک گیدڑ

ایک شیر جو اتنا بوڑھا اور کمزور ہو گیا تھا کہ شکار کو نہ جا سکتا تھا اپنے غار کے دروازے پر پڑا رہتا۔ ایک گیدڑ ادھر سے نکلا۔ شیر نے کہا "اندر آؤ" مجھ سے بات چیت کرو۔ میں بالکل اکیلا ہوں اور تم جیسے عقلمند اور تعلیم یافتہ کے ساتھ مزیدار بات چیت کر کے مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ گیدڑ نے جواب دیا۔ "مجھے ڈر ہے کہ یہ ملاقات میری صحت کے لیے اچھی نہ ہو گی۔" شیر نے کہا' ارے میں اتنا بوڑھا اور کمزور ہوں کہ تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس نے پھر کہا" پیروں کے نشانوں کی کثرت دیکھ کر تم سمجھ سکتے ہو کہ کتنے ملاقاتی میرے پاس آئے ہوں گے۔" چالاک گیدڑ نے اپنی سمجھداری اور حاضر جوابی کا ثبوت دیتے ہوئے جواب دیا۔" ہاں! بہت سے قدموں کے نشان تمھارے غار کی جانب جانے والوں کے دیکھتا ہوں لیکن کوئی بھی نشان غار سے واپس آنے والے کا نہیں دکھائی دے رہا ہے۔ یہ کہہ کر

گیند زمر پر پیر رکھ اور دم دبا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

جنید احمد محمدیہ بوائز اردو ہائی اسکول دھولیہ

دُعا

مخلوق کی مرادیں پوری کرنے والے بندوں کی التجا میں سننے والے، عالم انسانیت کی آرزوئیں پوری کرنے والے تو خالق کائنات ہے تو مالکِ موجودات ہے تیرے قبضۂ قدرت میں موت وحیات ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں تیری ہی شان تخلیق کار فرما ہے۔ تیری تجلیاں صحرائے اعظم کے ریگستانوں کے ذرہ ذرہ پر نور افشاں ہیں۔ تو اپنے بندوں کی رگ جاں سے قریب ہے۔ دنیا کے رہنے والے اکثر تیری توحید کا انکار کرتے ہیں۔ اپنی گمراہی کا کھلے بندوں اقرار کرتے ہیں مگر تیری شانِ ربوبیت، تیرے فضل وکرم میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی۔ تونے زمین وآسمان پیدا کیے ہیں مہر منور اور ماہ مُنیر سے دنیا کو روشن کیا ہے۔ آج بھی تیرا بنایا ہوا آفتاب صبح کو مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور دن بھر کی مسافت کے بعد شام کو حریم مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔ چاند کو جب سے تونے پیدا کیا ہے اب تک ہر مہینے کے بعد افق مغرب سے ہلال بن کر جنت نگاہ بن جاتا ہے، پھر بدر کامل بن جاتا ہے اور دنیا کو اپنی حیرت انگیز روشنی سے پُر نور بنا دیتا ہے۔ اب تک چاند کے اس نور پاش پُر نور طلوع وفروغ میں کبھی ذرہ برابر فرق نہیں آیا، اس دور کے سائنس داں کبھی چاند پر کبھی مریخ پر اپنے تصورات فاسدہ کے غبارے چھوڑتے رہتے ہیں مگر دیکھنے والوں نے چاند کی جلوہ سامانیوں میں کوئی فرق دیکھا نہ ہی چاندنی راتوں میں فلسفۂ کفر کی کوئی سیاہی محسوس کی۔

اے خالق کائنات شمس وقمر، نجوم وکواکب، ثوابت وسیارگان جس طرح تیرے نور قدیم سے نوریاب ہوئے ہیں بدستور اسی طرح آج بھی موجود ہیں اور ان کی روشنی اور نور سے ہزاروں قسم کی منفعتیں دنیا کو پہنچ رہی ہیں۔ اے خالق لیل ونہار اے پروردگار خزاں وبہار تونے عالم نباتات میں رنگینیوں اور خوشنمائی کی روح پھیلائی اور ازل سے ابد تک بدستور چلی آرہی ہے۔ کبھی چمن در چمن، گلستاں در گلستاں، باغ در باغ فصل بہار کی نزہت بیزیاں ہوتی ہیں۔ ہوائیں اٹھکیلیاں کرتی ہوئی جدھر سے گزر جاتی ہیں اہل دماغ کے مشام جان اس سے معطر ہو جاتے ہیں۔ موسم میں شگفتگی اور عالم نباتات میں روئیدگی کے دلکش اور جاذب نظر سامان پائے جاتے ہیں اور انسان موسم بہار کی نزاکتوں اور لطافتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی جب فصلِ خزاں کا آغاز ہوتا ہے تو تمام رونقیں بادِ سموم کی نذر ہو جاتی ہیں نہ کسی چمن میں شگفتگی باقی رہتی ہے اور نہ کسی گل کدہ میں وہ آرائش وزیبائش موجود ہوتی ہے۔ بس ساری دنیا ایک عالم ھو ہوتا ہے جو حدِ نظر تک تیری شانِ کبریائی اور تیرے جلال وجبروت کا نقشا دنیا کے سامنے

پیش کر دیتا ہے۔حالیہ شاعر حیدر بیابانی نے کیا خوب نظم لکھی ہے کہ۔ع

خدا نے اک ہمارے واسطے کیا کیا بنایا ہے
کرشمہ اپنی قدرت کا جہاں میں کر دکھایا ہے

اگر سورج نہ بن پاتا تو کیسے روشنی ہوتی
کرشمہ اپنی قدرت کا جہاں میں کر دکھایا ہے

اگر یہ چاند چھپ جاتا ترستے چاندنی کو ہم
ہوا ناراض ہو تو زندگی کرنے لگے ماتم

زمین زرخیز نہ ہوتی ،کیسے فصل لہراتی
نہ ہوتے بیل بوٹے ، پیڑ پودے، نہ بہار آتی

شجر ہوتے نہ دنیا میں سایوں کو ترس جاتے
ہوا فرحت نہ پہنچاتی نہ گل کھلتے ، نہ پھل پاتے

اگر جھرنے ، اگر ندیاں، اگر تالاب نہ ہوتے
سب ہی انساں پرندے جانور سیراب نہ ہوتے

کبھی یہ آسماں ہم پر اگر نا مہرباں ہوتا
ستارے ٹوٹ کر گرتے قیامت کا ساں ہوتا

اگر یہ آگ نہ جلتی تو چولھا کیسے جل پاتا
نہ کھانے میں مزہ آتا ، نہ پینے میں مزہ آتا

نہ ہوتے جانور تو دودھ جیسی شے نہیں ہوتی
نہ ہوتے بیل گھوڑے تو مسافت طے نہیں ہوتی

اگر ماں باپ نہ ہوتے تو کس سے پیار پاتے ہم
اگر دن رات نہ بنتے تو کیسے دن بتاتے ہم

یہ چیزیں کار آمد ہیں خدا کی مہربانی ہے
انھی سے اپنا جینا ہے انھی سے زندگانی ہے

اے رحیم وکریم ،اے رؤف جلیل مالک، تونے اپنی شانِ بے نیازی سے اپنے عام بندوں کو جو کچھ دیا اس کا میں تہہ دل سے لاکھ لاکھ مرتبہ تیرا شکر یہ ادا کرتی ہوں۔ اے خداوند عالم اس حقیر وکمتر بندی کی دعاؤں کو اپنی رحمت سے قبول فرمالے۔ مجھ گناہگار کی التجاؤں کو سُن لے' ہم تمام مسلمانوں کو ایمان کامل عطا فرما ہمارے قلوب کو اپنی محبت اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما۔ غم زدہ وناشاد بندوں کی اعانت فرما' مشکلات میں پھنسے ہوئے بندوں کو راحت ومسرت عطا فرما اور غریب شکستہ خاطر بیقرار دلوں کی دعاؤں کو اپنے کرم سے سن لے اور سب کے مقاصد خیر پوری فرمادے۔ آمین

اے خالق کائنات !میرے محبوب ومرغوب رسالہ "پیام تعلیم" نے اپنی طویل عمر میں کئی خصوصی شمارے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ الحمدللہ کہ ہر مہینے اہل ذوق نے ہر رسالے کو بے حد سراہا ہے۔ یہ حقیقت بھی ہر قسم کے شبہات سے بالاتر ہے کہ مہینوں کی تمام سوغات اور پسندیدگی کی تمام سند اور تمام کامیابی ہمارے اڈیٹر انکل کے فیضانِ علم کی رہینِ منت ہے۔ "پیام تعلیم" میں ہماری سہولتوں کے پیش نظر وہ تمام بنیادی اور مرکزی باتیں ہیں جن کا مطالعہ عاشقانِ علم کو صحیح

رہنمائی اور بچوں کو عقیدت واحترام کا ذہن دے سکے۔ پیام تعلیم کا کوئی نہ کوئی مضمون ہمارے جذبات، شوق کی بیداری کا سبب بنتا ہے۔ ہر شمارے میں کوئی نہ کوئی سطر سازوں کے لیے اسلام کا ترانہ گاتی ہے۔ "اقوالِ زریں" کا ہر جملہ ہمیں ہر اچھے بُرے کی تمیز سکھاتا ہے تو پھر اس مضمون، اس سطر اور اس جملہ کا واسطہ ہماری اس التجا فریاد کو قبول فرمالے۔ اے میرے ربّ العزت! بھیگی پلکوں اور لرزتے ہاتھوں کے ساتھ تمام اپنی مرادوں تمناؤں اور مناجات پیش کررہی ہوں تو وہیں اپنے محبوب "پیام تعلیم" کی زندگی کی بھیک بھی طلب کررہی ہوں۔ اے میرے مالک، مولا! تیری بارگاہِ الٰہی میں پہنچ کر غلامی کا پیکر اور ادب واحترام کی تصویر بن کر "پیام تعلیم" کو تاقیامت جاری رہنے کی تجھ سے گڑگڑا کر دعا مانگ رہی ہوں۔ دنیا کے ہر بھکاری کے دامن مراد کو بھرنے والے داتا، اپنے خوانِ کرم کا کوئی ذرّہ اپنی نظرِ کرم سے "پیام تعلیم" کی جھولی میں بھی ڈال دے۔ اگر مل جائے تو یہی ایک ذرّہ اس کی تقدیر کے لیے صدرشکِ اوجِ ثریا ہوگا۔ رحمتِ الٰہی جوش میں آ اور ہمارے محبوب ومرغوب "پیام تعلیم" کے ساتھ ہمارے مشفق ایڈیٹر انکل اور اس کے تمام چاہنے والوں لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کو عمرِ طویل عطا فرما۔ آمین

ہم نے تو چند اشکِ ندامت کیے ہیں پیش
یہ تیرا کام ہے کہ تو ان کو گہر بنا

انیسہ ناز، شیخ سانڈو، اسلام پورہ کا سودہ، جلگاؤں

بہادر شہزادی

پرانے زمانے کی بات ہے ایک بادشاہ تھا وہ بہت نیک اور رحم دل تھا۔ اللہ نے اس کو سب کچھ دیا تھا لیکن اس کی اولاد نہ تھی اس لیے باشاہ اور ملکہ ہمیشہ مایوس رہا کرتے تھے۔

بادشاہ کو شکار کا بہت شوق تھا۔ وہ روز کی طرح آج بھی اپنے وزیر کے ساتھ شکار کرنے گیا دونوں بہت دیر تک شکار کی تلاش میں رہے لیکن شکار نہیں ملا۔ بادشاہ کا پیاس کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ وہ چلتے چلتے ایک کٹیا کے پاس پہنچے سامنے ایک بزرگ چوس کی چٹائی پر درخت کے سایے میں لیٹے ہوئے تھے۔ جب بزرگ نے بادشاہ کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ پیاسے ہیں۔ وہ فوراً اٹھے انھیں پانی دیا۔ بادشاہ اور وزیر نے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پی کر آرام کیا۔ پھر جانے کے لیے کہا تو بزرگ نے کہا یہ سیب لے لو اور یہ سیب اپنی بیوی کو کھلا دینا انشاء اللہ آپ کے گھر اولاد پیدا ہوگی لیکن یاد رکھنا یہ راز کسی کو نہ بتانا، وزیر کو بھی، بزرگ نے سمجھا دیا۔ پھر بادشاہ اپنے محل میں آگیا اور وہ سیب اس نے اپنی بیوی کو کھلا دیا اور بیوی کو سمجھا دیا۔ اس طرح یہ راز صرف ان تینوں ہی کے درمیان رہا۔

کچھ دن ہوئے بادشاہ کے ہاں ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی پیدا ہوئی۔ پورے ملک میں جشن منایا گیا شہزادی کا نام شہزادی شہناز

رکھا گیا۔ دھیرے دھیرے شہزادی بڑی ہو گئی وہ بہت خوبصورت تھی اس کا چرچا دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا۔

اسی ملک میں ایک دیو رہتا تھا۔ یہ خبر اس کے کانوں تک پہنچی تو دیو نے شہزادی شہناز سے کہا مجھ سے شادی کر لے ورنہ لیکن شہزادی نے انکار کر دیا۔ دیو کو بہت غصہ آیا اور وہ شہزادی کو اٹھا کر اپنے غار کی طرف لے کر چلا گیا اور بولا " میں تجھے دو مہینے کی مہلت دیتا ہوں۔ اپنا فیصلہ بدل لے ورنہ جان سے مار ڈالوں گا۔" ادھر اس کے ماں باپ بہت اداس تھے اور ادھر شہزادی اپنے ماں باپ کے لیے رو رہی تھی لیکن بادشاہ نے ہمت نہ ہاری اور اعلان کروایا کہ "جو بھی شہزادی کو صحیح سلامت واپس لائے گا اس کی شادی اس سے کر دی جائے گی۔" اس طرح کئی شہزادے قسمت آزمانے کے لیے نکلے لیکن وہ وہاں گئے تو واپس نہ آئے۔

ایک دن ایک شہزادہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور بادشاہ سے کہا میں شہزادی کو انشاء اللہ جلد از جلد چھڑا کر لاؤں گا۔ بادشاہ نے اسے خوشی خوشی اجازت دے دی۔ شہزادہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ چل پڑا لیکن اس کے بھائی کے دل میں کھوٹ پیدا ہو گئی۔ اس کی شادی " شہزادی سے ہو گئی تو ..... لیکن اس کا بھائی سوچ رہا تھا کہ بڑے بھائی کی شادی شہزادی سے ہو جائے گی تو بہت اچھی بات رہے گی۔ وہ جا رہے تھے تو انھیں ایک بزرگ دکھائی دیے۔ انھوں نے ان سے مشورہ لیا۔ بزرگ نے انھیں ایک بہت سفید پتھر دیتے ہوئے کہا یہ جادوئی پتھر ہے۔ یہ پتھر جہاں بھی غائب ہو جائیں گے وہیں وہ غار دکھائی دے گا لیکن یاد رکھنا تم کہیں بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا چھوٹا بھائی ان کی باتوں کو غور سے سن رہا تھا لیکن بڑے بھائی نے کچھ نہیں سنا اور انھیں تھوڑی دور جانے کے بعد بہت ڈراؤنی ڈراؤنی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بڑے بھائی نے، ڈر کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ پتھر کا بن گیا لیکن چھوٹا بھائی اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کا پتھر غائب ہو گیا تو اُسے وہ غار دکھائی دیا۔ جب دیو کو آدم زاد کی بو آئی تو وہ فوراً غار سے باہر نکلا اور وہ شہزادے پر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ شہزادے نے جلدی سے اسی کے سینے کا نشانہ لگایا شہزادے کا نشانہ بہت پکا تھا۔ دیو کے سینے میں تیر لگا اور دیو مر گیا۔

جب شہزادہ غار میں داخل ہوا تو شہزادی کو ایک کمرے میں بند پایا۔ وہ رو رہی تھی شہزادے نے شہزادی کو تسلی دی پھر شہزادی کو لے کر جب محل پہنچا تو بادشاہ اور ملکہ شہزادی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنی بیٹی کو گلے سے لگا لیا اور وعدے کے مطابق بادشاہ نے شہزادی کی شادی کر دی۔ دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے۔

قدسیہ فردوس، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر

(تصویری کہانی جو تاخیر سے موصول ہوئی)

جادو کا آم

وکرم، رام گڑھ کا راجا تھا۔ اس کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ اس کا نام کسم تھا۔ وہ دس سال کی تھی۔ وکرم اپنی لڑکی سے بہت پیار کرتا تھا۔ ایک بار کسم بیمار پڑی۔ وکرم نے بہت سے اچھے اچھے ڈاکٹروں اور حکیموں کو بلایا لیکن کسم ٹھیک نہیں ہوئی۔ راجا بہت پریشان تھا۔ اس کے دربار کے دانشوروں نے کہا اگر وہ جادو کے آم کھالے تو ٹھیک ہو سکتی ہے۔

رام گڑھ میں ایک غریب برہمن اور اس کی بیوی رہتے تھے۔ انھوں نے کسم کی بیماری کی خبر سنی۔ انھیں یہ بھی پتا چلا کہ اگر وہ جادو کے آم کھالے تو ٹھیک ہو سکتی ہے۔ ان کے پاس ایک پالتو توتا تھا۔ برہمن اور اس کی بیوی اسے پیار کرتے تھے اور اسے مٹو کہتے تھے اس کے پنکھ لمبے چکنے اور ہرے تھے۔ ہر روز برہمن امرود اور مرچ اسے کھلاتا تھا۔

لیکن مٹو آم سب سے زیادہ پسند کرتا تھا۔ برہمن نے مٹو سے کہا راجا کی لڑکی بیمار ہے۔ اگر وہ جادو کا آم کھالے تو ٹھیک ہو سکتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ جادو کا آم کہاں ہے؟ مٹو نے کہا میں نہیں جانتا۔ ایک دن گرمی کی صبح توتوں کا ایک جھنڈ برہمن کی جھونپڑی کے اوپر سے گزرا۔ وہ خوشی سے چہچہا رہے تھے کہ ہم جانتے ہیں کہ سب سے میٹھا آم کہاں ہے اور جادو کا آم کہاں ہے۔ (جادو کے آم کا پیڑ) مٹو نے اوپر دیکھا۔ کیا جادو کے آم کا پیڑ؟ اس نے پوچھا۔ توتوں نے جواب دیا ہاں جادو کے آم کا ایک پیڑ! یہ وہاں ہے جمنا ندی کے پار۔ وہ مجھے بتاؤ مجھے اس پیڑ کے بارے میں اور زیادہ بتاؤ مٹو نے پوچھا تو توتوں نے کہا پیڑ پر جادو کے آم ہیں۔ وہ سونے کی طرح چمکتے ہیں اور پیڑ پر ایک خوبصورت چڑیا بیٹھی رہتی ہے اور گاتی ہے اور وہ یہ میرا گانا سنو

آم کھاؤ آم کھاؤ\
اور ایک لمبی زندگی پاؤ\
اور اونچی شاخوں سے میرا گانا سنو\
چکھو اور کھاؤ جادو کے آم\
ایک بار اپنے مرنے سے پہلے

مٹو نے کہا میں آموں کو پسند کرتا ہوں۔ مجھے جادو کے پیڑ پر لے چلو۔ وہ سب ساتھ ساتھ جادو کے پیڑ کی طرف اڑے۔ پیڑ پر سے چڑیا نے مٹو کو دیکھا تو گایا

اے اجنبی دیکھو۔ آؤ اور آم لو لیکن جانے سے پہلے وعدہ کرو۔ تم دوسروں کو نہیں جانے دو گے کہ جادو کا آم کہاں ہے۔ مٹو نے وعدہ کیا۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ چڑیا نے آم اس کو دے دیا اور وہ برہمن کے پاس لوٹ آیا۔

مٹو نے کہا۔ یہ جادو کا آم ہے۔ اگر راجکماری جادو کا آم کھالے تو ٹھیک ہو سکتی ہے۔ برہمن اور اس کی بیوی بہت خوش تھے انھوں نے پوچھا جادو کے آم کا پیڑ کہاں ہے۔ مٹو نے کہا: مجھے ڈر ہے میں یہ کسی کو نہیں بتا سکتا میں نے سنہری چڑیا سے وعدہ کیا ہے۔

برہمن اور اس کی بیوی آم کو راجا کے پاس لے گئے اور کہا جناب یہ راجکماری کے لیے جادو کا آم ہے۔ راجا نے ان پر بھروسا نہیں کیا۔ لیکن اس نے پھل راجکماری کو کھانے کو دیا۔ اس نے اسے کھایا اور جلد ہی ٹھیک ہو گئی۔ اس نے اپنے باپ سے پوچھا ابّو جان آپ کے پاس آم کون لایا۔ راجا نے جواب دیا ایک غریب برہمن اور اس کی بیوی۔ کسم کی آنکھوں میں آنسو آگئے اس نے کہا، برہمن کو بلائیے اور ان کو انعام دیجیے' میں مر رہی تھی۔ انھوں نے میری زندگی کو بچایا۔ برہمن اپنی بیوی اور توتے کے ساتھ آیا۔ راجا اس کو محل کے اندر لے گیا اور انھیں روپے اور سونا دیا کسم نے توتے کو دیکھا۔ یہ ایک خوبصورت چڑیا تھی وہ اسے رکھنا چاہتی تھی۔ برہمن نے اسے توتا دے دیا۔

(انگریزی سے)

وحید الزماں، عربیہ دارالتعلیم صوفی پورہ، اعظم گڑھ

حضرت مالک بن دینارؒ

میرے عزیز پیامی بھائی اور بہنو!

اللہ تعالیٰ انسانوں سے بے حد محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو زندگی کے ہر موڑ پر راہِ راست کی یاد دلاتا ہے' پر انسان اتنا کم عقل ہے کہ اسے اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ایک اللہ کے ولی جن کا نام مالک بن دینارؒ ہے۔ ان کی پہلی زندگی بڑی عجیب ہے۔ رات دن شراب نوشی میں گزرتی تھی۔ ان کی ایک بیٹی تھی۔ آپ اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ یہ لڑکی بڑی خوبصورت اور معصوم تھی۔ آپؒ جب بھی شراب کا جام بھرتے' یہ لڑکی اسے گرا دیتی، پر آپ ناراض نہ ہوتے دوسرا جام بھرتے اور نوش فرماتے۔ کچھ دنوں میں اس لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی زندگی کس طرح تبدیل ہوئی اللہ نے کس طرح ہدایت دی سنیے۔ ایک روز آپ کو ایک خواب دکھائی دیا جس میں ایک اژدہا آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ آپ اس کے خوف سے بھاگے جا رہے ہیں راستے میں ایک پہاڑی ملی۔ پہاڑی پر چڑھے۔ نیچے اترے تو ایک بزرگ دکھائی دیے۔ آپ نے ان سے مدد چاہی جب بزرگ نے اژدہے کو دیکھا تو انکار کر دیا اور کہا کہ اس پہاڑی پر چڑھ جاؤ۔ حضرت مالک بن دینارؒ پہاڑی پر چڑھے۔ اژدہا آپ کے پیچھے ہی ہے۔ سامنے پہاڑی پر آگ جل رہی ہے۔ آپ نے اپنا رخ پلٹ دیا۔ آپ اژدہے کے خوف سے دوڑے جا رہے ہیں۔ سامنے وہی بزرگ نظر آئے۔ آپ نے پھر سے مدد چاہی پھر انھوں نے انکار کر دیا، اور دوسری پہاڑی پر چڑھنے کو کہا۔ حضرت مالک بن دینارؒ پہاڑی پر چڑھے تو کیا دیکھتے ہیں وہاں ایک بہت ہی بڑا اور حسین محل بنا ہوا ہے اور دروازے پر ایک داروغہ ہے۔ آپ نے اس داروغہ سے بھی کہا کہ اس اژدہے سے میری حفاظت کیجیے۔ داروغہ نے کہا میں آپ کی مدد نہیں کر سکتا مگر اس محل میں ہو سکتا ہے کہ شاید آپ کی کوئی امانت ہو جو آپ کی مدد کر سکے اور

داروغہ نے محل کا دروازہ کھول دیا۔ اس محل میں سے بہت سے بچے باہر نکلے جن میں مالک بن دینارؒ کی وہ معصوم لڑکی بھی تھی۔ جس نے آپ کو پہچان لیا اور آپ کی گود میں بیٹھ گئی۔ آپ بھی بہت خوش ہوئے، اور جھٹ سے اپنی بیٹی سے اژدہے کا ذکر کیا جو آپ کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ یہ سنتے ہی تمام بچوں نے مل کر اس اژدہے کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد لڑکی نے کہا اباجان یہ اژدہا آپ کے بُرے اعمال ہیں اور وہ بزرگ آپ کے نیک اعمال ہیں۔ جو بہت کمزور ہو گئے۔ اسی لیے وہ آپ کی حفاظت نہ کر سکے۔ اسی وقت آپ کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے توبہ استغفار کی اور خدا کی راہ میں لگ گئے۔ پیاری بھائیو اور بہنو! اللہ نے انھیں اس طرح نوازا کہ آپ اللہ کے ولی بنے۔

جب انسان اللہ کا اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم مانتا ہے تو دنیا کی تمام مخلوق اس کی غلام ہو جاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے اللہ والوں نے کیسی کیسی کراماتیں دکھائی ہیں۔ کسی نے دریائے دجلہ میں گھوڑے دوڑا دیے۔ کسی نے تالاب کو کوزے میں ضم کر دیا تو کسی کو جنگل میں جنگلی جانوروں نے راستا بتایا۔ دوستو یہ بات کب پیدا ہوئی جب یہ حضرات اللہ اور رسولؐ کے غلام بنے۔

حضرت مالک بن دینارؒ ایک مرتبہ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ جب ملاح نے کرایہ مانگا تو آپ نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس پر ملاح نے آپ کو بہت ہی برا بھلا کہا۔ اس پر آپ کو غشی آ گیا۔ جب غشی دور ہوئی تو پھر ملاح نے کرایہ مانگا اور دریا میں پھینک دینے کی دھمکی دی۔ آپ نے دریا میں دیکھا تو بہت سی مچھلیاں اپنے منہ میں دینار لیے کشتی کے پاس جمع ہو گئیں۔ آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے ایک دینار لیا اور ملاح کو دے دیا۔ یہ دیکھ کر ملاح حیران ہو کر آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ آپ کشتی میں سے دریا پر اتر گئے اور پانی پر چلتے چلتے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اسی وجہ سے لفظ دینار آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

میرے عزیز پیامیو آج بھی وقت ہے اگر ہم اللہ اور رسول ﷺ کے غلام بن جائیں اور جیسا ہمارے نبیؐ نے زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے اس پر عمل کریں اور اللہ کا حکم ہر حال میں مانیں تو وہ دن دور نہیں کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ جب اللہ راضی ہو جاتا ہے تو ہمارے سارے کام بڑی آسانی سے حل ہو جاتے ہیں۔ آج اپنے اوپر غور کرنے کی بات ہے کہ میری زندگی میں رسول پاک ﷺ کا کون سا طریقہ ہے اور کون سا نہیں۔ میں اللہ کا حکم کتنا مانتا ہوں۔ ہر انسان اپنا خود ہی جائزہ لے۔ بس پیاری بھائیو اور بہنو آپ سے ایک ہی گزارش ہے کہ آپ سبھی اللہ کے حکم کو ہر حال میں مانیں اور نبیؐ کے طریقوں پر عمل کریں۔ اسی میں دونوں جہان کی کامیابی ہے اور اصل کامیابی آخرت کی ہے۔

محمد الطاف افضل پٹیل، جیسی تا پور، جہر رسوڑ

[redacted]

پارہ عم۔ مع اردو انگریزی ترجمہ و تشریح	45/-
صراط مستقیم	7/50
سورۂ رحمٰن (ترجمہ مع تشریح)	6/-
حضرت شیخ مخدوم علی فقیہی مہائمی۔	4/50
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں	9/-
نماز پڑھیے	4/50
السلام علیکم	7/50
حضرت یوسف علیہ السلام	4/50
حدیث کیا ہے	4/-
حضرت عمر فاروقؓ	6/-
نقوش سیرتؐ اول	5/-
نقوش سیرتؐ حصہ دوم	5/-
نقوش سیرتؐ حصہ سوم	5/-
نقوش سیرتؐ حصہ چہارم	5/-
نقوش سیرتؐ حصہ پنجم	5/-
رسالہ دینیات اوّل	3/-
رسالہ دینیات دوم	4/-
رسالہ دینیات سوم	5/-
رسالہ دینیات چہارم	5/-
رسالہ دینیات پنجم	6/-
رسالہ دینیات ششم	6/-
رسالہ دینیات ہفتم	6/-
رسالہ دینیات ہشتم	6/-
حضرت آدم علیہ السلام	4/-
حضرت یحییٰ علیہ السلام	3/-
بزرگانِ دین	4/-

امت کی مائیں	4/50
خوب سیرتؐ اوّل	6/-
خوب سیرتؐ دوم	6/-
اچھی باتیں	4/50
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں	4/50
سلطان جیؒ	4/50
سیرت پاک مختصر مختصر	3/-
کمسن صحابی	6/-
رحمان کا مہماں	6/-
اسلام کے جاں نثار	5/-
نور کے پھول	9/-
سب سے بڑے انساں	3/50
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	
حضرت ابو بکر صدیقؓ	6/-
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	3/-
حضرت طلحہؓ	3/-
حضرت ابوذر غفاریؓ	3/-
حضرت سلمان فارسیؓ	3/50
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	3/50
حضرت محبوب الٰہیؒ	3/50
حضرت معین الدین چشتیؒ	3/-
حضرت فرید گنج شکرؒ	3/-
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	3/-
نیک بیٹیاں	3/50
حضرت نظام الدین اولیاءؒ	3/-
حضرت حمزہؓ	3/-
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	3/-
حضرت ابوہریرہؓ	4/-

اللہ کے صفی	3/-
اللہ کا گھر	4/50
اللہ کے خلیل	4/-
رسول پاک کے اخلاق	4/-
قرآن پاک کیا ہے؟	7/50
اسلام کے مشہور سپہ سالار اول	6/-
اسلام کے مشہور سپہ سالار دوم	6/-
اسلام کے مشہور امیر البحر	9/-
اسلام کیسے پھیلا حصہ اوّل	7/50
اسلام کیسے پھیلا حصہ دوم	7/50
اسلام کیسے شروع ہوا	7/50
رسول پاکؐ	7/50
دس جنتی	7/50
سرکار کا دربار	7/50
چار یار	9/-
آں حضرتؐ (اردو)	3/50
ہمارا دین حصہ اوّل	8/50
ہمارا دین حصہ دوم	8/50
ہمارا دین حصہ سوم	8/50
ارکان اسلام	4/-
عقائد اسلام	4/50
خلفائے اربعہ	12/-
نبیوں کے قصے	7/50
ہمارے رسولؐ	7/50
مسلمان بیبیاں	6/-
ہمارے نبیؐ (اردو)	4/-
سرکار دو عالمؐ	9/-
پیارے رسولؐ	4/50

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰؍دسمبر ۱۹۹۸ء ہے۔

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 119

600 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام صحیح حل پر مبلغ 400۔ دوسرا انعام ۔ایک غلطی والے حل پر 200۔ روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ' جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

(۱) انھوں نے مجھے دو مہیا کیے۔(رہبر / محافظ / گائیڈ)

(۲) آزاد کیے ہوئے غلاموں کی تعداد ہزار سے زیادہ ہوئی تھی۔(دو / ایک / پانچ)

(۳) اپنے سب سے قریبی کو میرے پاس بھیجو۔(دوست / ملازم / رشتہ دار)

(۴) بادشاہ نے کہا ہماری لڑکی ہے۔(بھوکی / پیاسی / گونگی)

(۵) اس کے اندر کچھ نہیں ہے۔(کپڑے / ڈبے / کیڑے)

(۶) اس کی داہنی آنکھ تلاش کرو۔(فوجی / کھوپڑی / ڈاکو)

(۷) ہاں میں سب کچھ لوں گی۔(برداشت / سہہ / دیکھ)

(۸) ہم سال سے اس میں بند تھے۔(دو سو / چار سو / پانچ سو)

ادھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ان تمام سوالوں کے جوابات مطبوعات مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گے

ٹوکن کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔۔۔۔۔۔ حل والے لفافے کے اوپر پیامی ادبی معما نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

شرائط پیامی ادبی معما

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں' البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معما نمبر 118 کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہئے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔ اپنے حل اس پتے پر بھیجیے۔

لفافے پر 3 روپے کا ٹکٹ لگایئے

ٹوکن پیامی ادبی معما نمبر 119

یہ ٹوکن اپنے حل کے ساتھ لفافے کے اندر رکھیے۔

پیامی ادبی معما نمبر 119۔ ماہنامہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

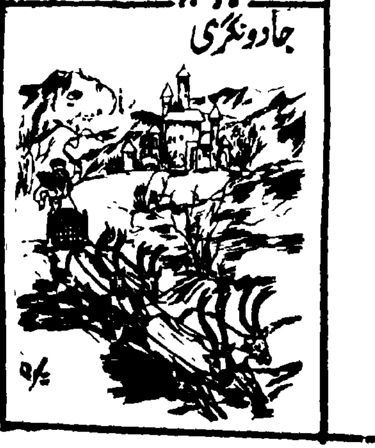

سونے کی چوری


خلائی
طبیب


سنہری جھیل


ہلتا ہوا مکان


بونوں کا جزیرہ


جادو نگری

Regd No DL-16013/98 DECEMBER-98
Licence No. U (SE)-21 to post without prepayment to postage
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64

PAYAM-I-TALEEM

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025

